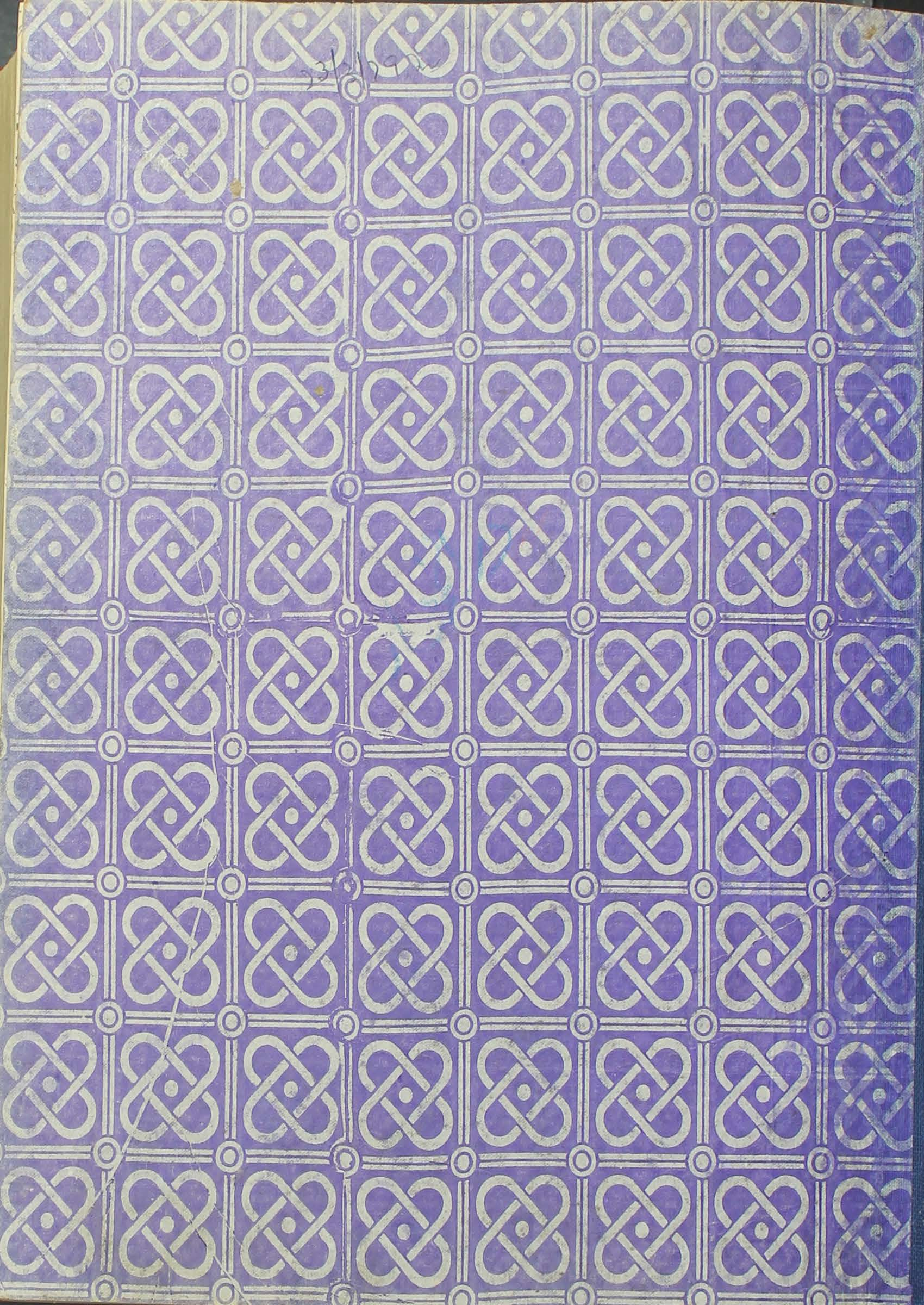




بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ [illegible] فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام فرگا



مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائیٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے مو[جود ہے]
سے مل سکتی ہین جسکے معائنہ وملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما[ئین]
کے تین صفحہ جو سادے ہین اُنمین بعض کتب فقہ وحدیث وتفاسیر اُردو وفارسی وغ[یرہ]
اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو

نام کتاب	قیمت
کتب فقہ اردو	
ہدایۃ الاسلام۔ مصنفۂ مولوی امانت اللہ صاحب غازی پوری۔	۲/۲
عین الہدایہ۔ ترجمۂ کامل ہدایہ ہر چہار جلد حامل المتن مترجمۂ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاواے عالمگیری وغیرہ کاغذ گندہ سفید۔	لعہ/
اور جلدین کاغذ حنائی پر متفرق بھی فروخت کے لیے موجود ہین۔	معہ/
جلد اول۔	ے/
جلد دوم۔	للعہ/
جلد سوم۔ کاغذ سفید۔	للعہ/
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	للعہ/
جلد چہارم۔ کاغذ سفید۔	للعہ/
ایضاً۔ کاغذ حنائی	ے/
راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز وروزہ وغیرہ	ا/
مفتاح الجنۃ۔ ازمولوی کرامت علی جونپوری۔	سہ/۳
حقیقۃ الصلوۃ۔ مع رسالۂ بے نمازان	۹ پائی
ترجمۂ فتاویٰ عالمگیری۔ کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمۂ	

نام کتاب	قیمت
مولانا احتشام الدین وما بقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی صاحب کاغذ سفید وحنائی۔	عہ/
کشف الحاجات۔ ترجمۂ اُردو مالابدمنہ ازمولوی محمد نور الدین۔	۳/
رسالۂ خلاصۃ المسائل۔ نماز روزے کے مسائل اور زکوۃ اور نکاح وطلاق وعتاق کے احکام اور خرید وفروخت ووکالت وضمانت وغیرہ کے جواز وعدم جواز کی صورتین۔ اُردو مین مفصل بیان کیا ہے مع حواشی مفیدہ ازجناب مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوی عالمگیری وہدایہ ومصنف تفسیر مواہب الرحمن۔	۵/
نور الہدایہ ترجمۂ شرح وقایہ اردو۔ ہر چہار جلد یکجائی مطبوعۂ نظامی کاغذ سفید	ع/۱۲
ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسائل (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد وسی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالے (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام۔	۲/
شرع محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از محمد خان [illegible]ہاری۔	۳/

نام کتاب	قیمت
[illegible]	۱/
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔	۱/
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔	۱/۶
کنز الدقائق۔ اُردو ترجمہ ازمولوی محمد سلطان خان۔	۱۴/
چہل مسائل فقہ ازمولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔	۳ پائی
اشرف المسائل۔ مصنفۂ مولوی اشرف علی خان۔	۱۰/
رسالۂ تجہیز وتکفین میت۔ از محمد [illegible]	۱/
کتب فقہ فارسی	
ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے دو مجلد کامل کاغذ سفید حنائی۔	ع
شرح سفر السعادت۔ ازمولانا عبد الحق دہلوی معروف۔	ـ
تحفۃ الحج۔ مسمّی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ	۱
تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ ازمولوی عبد السلام	۹
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی رح۔	

فہرست جلد اول غایۃ الاوطار ترجمۂ در المختار

بعون صانع مکین و مکان فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد والمنة کہ ربع اول فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام فرقہ گا

یعنی

غایة الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

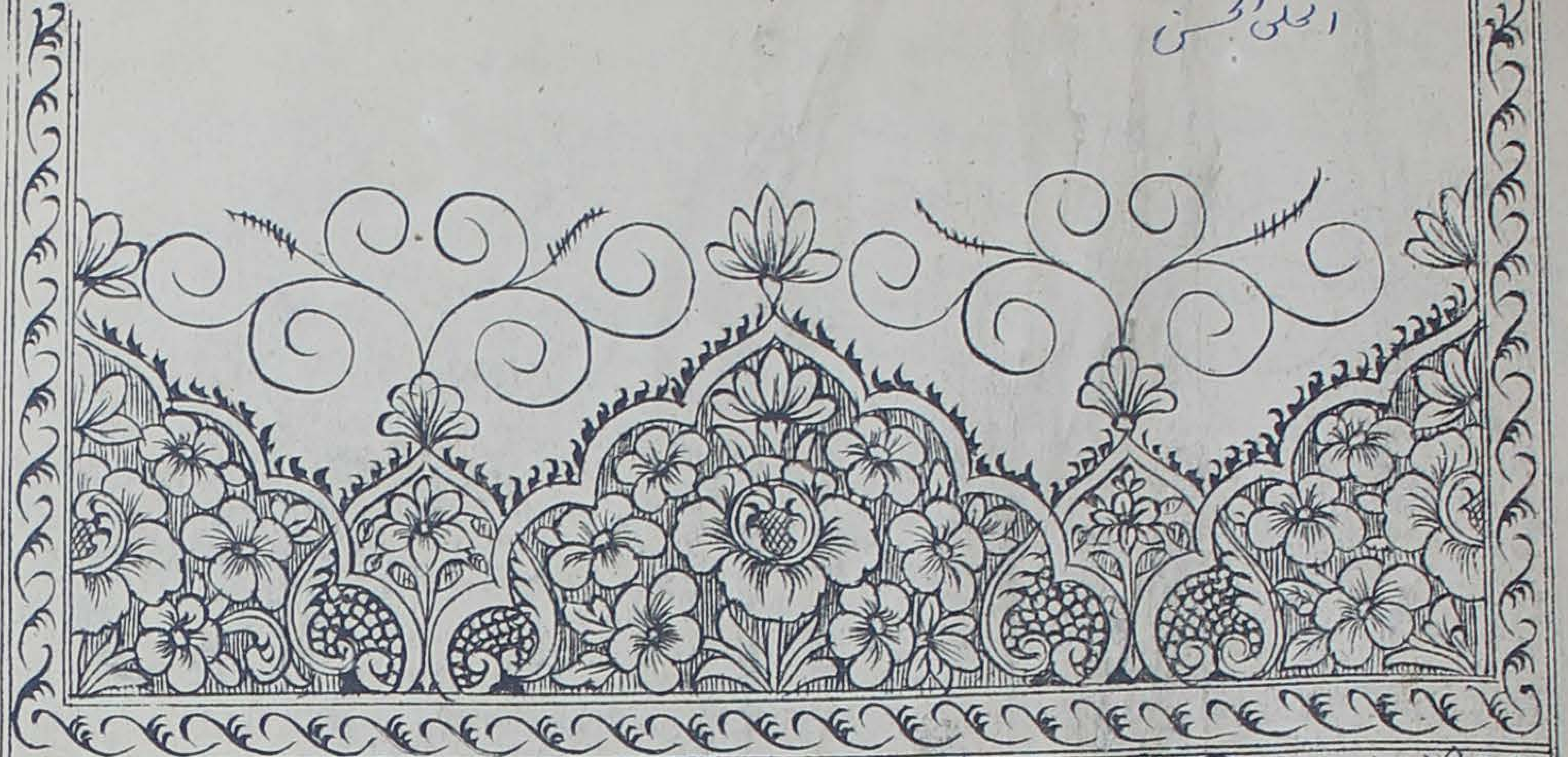
بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مطبع اودھ اخبار

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ اُردو ترجمہ دُرِّ مختار جسکو عالم المعی فاضل لوذعی مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے ساتھ ترجمہ کیا تھا لیکن حکم قادر مختار سے کسی کو چارہ نہین منظور الٰہی نہ تھا کہ ترجمہ اتمام کو پہونچتا قضا نے وقفہ ایک دم کا نہ دیا کہ مولوی صاحب نے انتقال فرمایا اور ترجمہ ناتمام پڑا رہا ورثائے مولوی صاحب مرحوم اس مطبع سے خواستگار ہوے کہ اس ناتمام ترجمہ کا حق تصنیف ہمکو دین لیکن بوجہ غیر مکمل ہونے ترجمۂ مذکور کے یہ تجویز ملتوی رہی الا اُس زمانہ مین جناب اکمل الفضلا افضل العلما حاجی مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مدرس اول بریلی کالج نے معرفت مولوی حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب بریلی روہیلکھنڈ کے حق تصنیف خرید کیا اور اپنی سعی موفور اور کوشش بلیغ سے موقع مناسب پر جہان ضرورت تکملہ کی تھی درست فرمایا اور حسن اہتمام اور انصرام سے باعانت جناب مستطاب معلی القاب حاجی الحرمین الشریفین نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر فرمان فرمائے مصطفےٰ آباد عرف رامپور پر سرور حلیۂ طبع سے آراستہ و پیراستہ کیا باآنکہ بوجہ عجلت جیسا اہتمام حسب مرضی اور پسند خاطر مبارک ممدوح چاہیے تھا عمدہ کاغذ اور طبع کا نہین ہوا مگر تاہم یہ نسخہ نہایت صحیح چھپا اور قدر دانی شائقان اور برکت اعانت خدام فلک بارگاہ نواب صاحب بہادر محتشم الیہ سے اسقدر جلد فروخت ہوا کہ مقامات دور و نزدیک سے اسکی خواستگاری اور تلاش ہوئی جب تجارت کے کاروبار مین اطراف و اکناف سے اس عمدہ ترجمہ کی طلب و خواہش ہوئی تو معرفت مولوی حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب متذکرۂ بالا کے اس مطبع نے بہ پیشکش پر بہا و معاوضہ لائق کے ساتھ حق تصنیف اس ترجمہ کا خرید کیا۔ امید ہے کہ جب یہ نادر الوجود ترجمہ اس مطبع سے شائع ہوگا تو صفائی چھاپہ اور عمدگی طبع سے خریداران بنقد دل ہاتھون ہاتھ لینگے اور نوبت مکرر سہ کرر طبع کی عنایت ایزدی سے بر روے کار آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ

العبد خاکسار نول کشور عفی عنہ مالک مطبع اودھ اخبار

ان احسن الحسن
الحلی الحسن



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباجہ از طرف مترجم ثانی

اَلحمدُ للہِ ربِّ العالمینَ اَکمَلُ الحمدِ علٰے کُلِّ حالٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ علٰے سیّدِنا وَمولٰنا محمّدٍ فِی الغُدُوِّ وَالاٰصالِ وَعلٰے آلِہٖ وَاَصحابِہٖ
ذَوِے الشَّرفِ وَالکَمالِ وَعلٰے مَنْ تبعَھُم بِاِحسانٍ اِلٰے یَومِ الزَّحفِ وَالزِّلزالِ بعد حمد و صلوٰۃ کے احقر العباد محمد احسن صدیقی
نانوتوی عرض کرتا ہی کہ کتاب درّ المختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم رح ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ کی جنکا مذہب ہندوستان
مین مروج ہی اس فن مین نہایت معتبر ہی اس زمانہ کے سب علما اسبات پر متفق ہین کہ جسطرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کے مؤلف
محمد علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نے کی ہی دوسری کتابون مین نہین پائی جاتی حتےٰ کہ یہ کتاب باوجود فتاوی ہونے کے مدار مذہب ٹھہر گئی اور
سب عُلمانے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسیوجہ سے بڑے بڑے عالم مثل علامۂ حلبی اور علامۂ طحطاوی اور شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی
اور ابن عابدین شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاوٰن مین سے اور کوئی اسطرح کا نہین جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہون اسکے
مسائل مثل متنون کے متصور ہون اس کتاب جلیل الشان کو مولوی خرم علی صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمایش نواب صاحب بہادر
مبرور والی باندہ ۱۲۵۵؁ ہجری مین کتاب النکاح سے اُردو مین ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ ۱۳ برس ترجمہ کرکے رجب ۱۲۶۸؁ ہجری مین آخر
کتاب تک پہونچا دیا پھر محرم ۱۲۷۱؁ ہجری تک کتاب الحج کا ترجمہ پورا کرکے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے کہ یکایک
رہگراے عالم بقا ہوے اس عاجز نے بنظر فادہ عام ترجمۂ مذکورہ کو مترجم مرحوم کے ورثہ سے لیکر جسقدر باقی رہگیا تھا اُسکی تکمیل اسی طرح
پر کرکے قصد چھپوانے کا کیا اور از انجا کہ خود اسقدر مایہ نہ رکھتا تھا کہ تنہا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمین شریک کیا ایک جلد بھی
اسکی چھپنے نپائی تھی کہ بعض شرکا حوادث آسمانی کے باعث شرکت سے دست بردار ہوے اُسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذرتی تھی
اُسکو خدا ہی جانتا ہی رات دن بجز التجا اور تضرع کے جناب باری مین دوسرا کار نہ تھا اسی عرصہ مین ایک اشتہار اسکے طبع کا مشتہر کیا کہ
شاید اُس سے طبع مین کچھ مدد ملے قدرت قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب اعظم الامرا امیر العظما منطقہ

ذروۂ شہامت وجلالت نقطۂ دائرۂ امارت وآیالت مؤید مراسم سیاست وعدالت مقوی ارکان ابہت وبسالت حامی دین متین ناصر اہل الیقین ملجاء العلما ملاذ الفضلا ممہد قواعد خیر وسخا موسس قوانین علم وہدیٰ بیت قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا وکان پرتوے از رای او پیرایۂ خورشید وماہ یعنی جناب نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر والی رامپور دامت دولتہ بمزید النعم وطالت مدتہ فی نشر آثار الکرم کے لمس انامل فیض شوامل سے مشرف ہوا تو احقر کے حاضر ہونے کا حکم دیا کمترین اسکو تائید غیبی جانکر بہ تعمیل ارشاد شرف ملازمت سے مشرف ہوا بہ کمال قدردانی حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اُسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو اسکے تکمیل کی صورت بادولت فرمائینگے چنانچہ دوسرے ہی روز جسقدر کمی کہ عاجز نے عرض کی تھی اُسکی دہانید کا ارشاد فرمایا غرضکہ صرف ادنیٰ توجہ جناب ممدوح سے یہ کتاب انجام کو پہونچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہی کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کبیر کے نام سے مزین ہوا کریم کارساز حقیقی نے یہ محمدت جاودانی جناب منعم الیہم کے واسطے مقرر فرمائی بیت این سعادت بزور بازو نیست ✤ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ✤ یہ کمترین اُسکے شکریہ مین بجز اسکے کہ صدق دل سے دعا کرے اور کیا کر سکتا ہی بیت از دست فقیر بے نوا ناید ہیچ ✤ جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند ✤ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْهُ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَاَعْطِهٖ سُؤْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَاجْعَلْ سُدَّتَہٗ مُلْتَزَمَ اَہْلِ الْمُنٰی وَاَخْرَتَہٗ خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی بِحُرْمَۃِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَاٰلِہِ الْمُجْتَبٰی اب چند باتین متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہون اوّل یہ کہ چونکہ مترجم اوّل کو مہلت سب کتاب کے پورا کرنے کی بھی نملی اسلیے اس ترجمہ کا نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور ازانجا کہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع ۱۲۵۸ھ ہجری مین کیا اور ۱۲۷۰ھ ہجری تک سلسلہ ترجمہ کا جاری رہا اس لحاظ سے مین نے اسکا نام تاریخی غایۃ الاوطار رکھا جسمین ۱۲۶۴ھ ہجری نکلتے ہین جو ۱۲۵۸ھ اور ۱۲۷۰ھ کا درمیانی سال ہی عجب نہین کہ مترجم کی روح کو اس نام سے تازگی ہو دوئم یہ کہ عبارت درمختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ لکھوائی گئی اور متن پر خط سیاہی کا کھینچ دیا گیا سوم یہ کہ عبارت نسخ عنوانون کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہی وہ متن کی عبارت ہی ہان شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر مین لکھے ہین تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہی اور اسکے بعد ترجمہ مین لکھدیا ہی کہ یہ مسائل جزئیہ شارح نے اضافہ کیے ہین اسی طرح لفظ فائدہ جو کلام شارح مین کہین آیا ہی اسکو بھی جلی لکھا ہی اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی سے نہین لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کردی گئی ہی چہارم یہ کہ مترجم اول نے جہان کہین اقوال محشیون کے نقل کیے تھے تو اُنکے شروع مین یہ جملہ لکھا تھا - مترجم کہتا ہی مین نے اس جملہ کی جگہ صرف میم جلی قلم سے لکھوا دیا ہی البتہ ہر جلد کے شروع مین ایک دو جگہ وہ جملہ بھی لکھدیا ہی تاکہ ناظرین جان جائین کہ میم جلی مختصر جملہ مذکور کا ہی - پنجم یہ کہ ترجمہ مین مترجم مرحوم نے اکثر جگہ فروگذاشت کردی تھین اور حاشیہ پر لکھدیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا اُنکو اس عاجز نے پورا کردیا اور جس وجہ سے اُنہین تامل تھا کتب متداولہ کے دیکھنے سے اُسکو صاف کردیا ششم یہ کہ بعض جا عبارت درمختار کی بالکل فروگذاشت ہوگئی تھی یا تو سہو سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تھا اُسمین نہو بہرحال مین نے مقابلہ کے وقت ایسی عبارتون کو داخل ترجمہ کردیا ہی ہفتم یہ کہ نظر ثانی قرار واقعی مترجم سے نہونے پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہوگیا تھا ایسے مقامات کو اکثر مین نے بدل دیا ہی اور جہان نہین بدلا وہان حاشیہ پر اشارہ کردیا ہی کہ مترجم اول سے اس جگہ تسامح ہوا ہشتم یہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورۂ اُردو کے لحاظ سے تذکیر وتانیث مین غلطی کی تھی اور کہین الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کردیے تھے اُن سب کو مین نے حال کے بول چال کے موافق صحیح کردیا ہی نہم یہ کہ اثناء ترجمہ مین جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے اُن کے معانی حاشیہ پر یا لفظون کے نیچے لکھدیے ہین دہم یہ کہ اثناء ترجمہ مین کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہی تو اُسکے دونون طرف خط مقوس کھینچدیا ہی اسطرح ( ) تاکہ

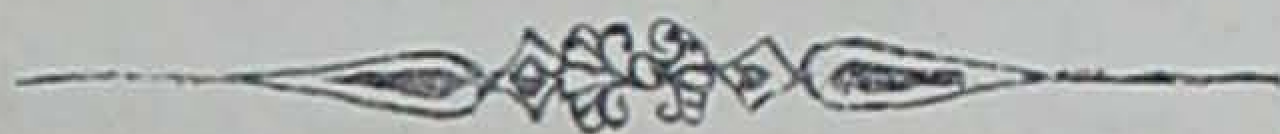
کوئی اُسکو عبارت درمختار کی نہ سمجھے یازدہم[11] یہ کہ ہم دونوں مترجموں نے اِس بات کا التزام کیا ہی کہ عبارت اُردو کا محاورہ بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی جہت سے بیشتر تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہی مثلاً شارح نے مبتدا اور خبر یا فعل و رفاعل کے درمیان مین کوئی قید بڑھادی تو ہمنے ترجمہ مین اول پورے جملہ کا ترجمہ کیا ہی اُسکے بعد شارح کی تحقیق کو بیان کیا ہی اور جس مقام پر ایک مبتدا کی کئی خبرین یا ایک شرط کی کئی جزائین واقع ہوئی ہین تو اُن مقامون مین ترجمہ کے اندر لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطلب کے لیے مکرر لکھا ہی اور اسیطرح مقدرات اور محذوفات کو اکثر ترجمہ مین ظاہر کردیا ہی حتے کہ ضمیرون کی جگہ اُنکے مرجع لکھدیے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ مین آوے اور کسیطرح کی گنجایش مسئلہ مین باقی نہ رہنے پاوے۔

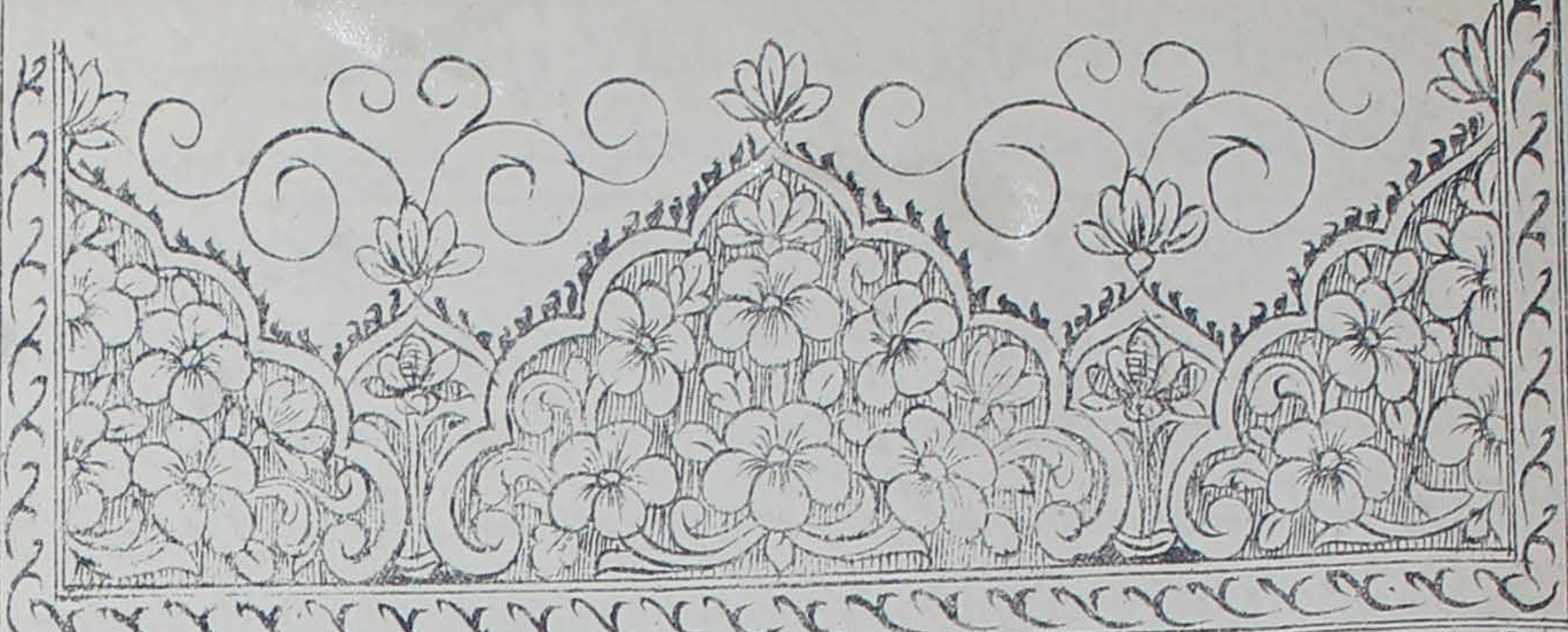
دوازدہم[12] یہ کہ حواشی کی پوری عبارت کا ترجمہ ہمنے نہین کیا بلکہ اتنی باتون کا لحاظ رکھا ہی ۱-توضیح مطلب مسئلہ ۲-ترکیب نحوی اور اشتقاق کلمات اگر مشکل ہو ۳-شارح کا تسامح جسجگہ واقع ہوا ہو ۴-کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے مجمل بیان کیا ہی ۵-جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری کتابون پر کیا ہی اُنکا نقل کرنا بشرطیکہ کوئی خاص فائدہ اُنسے متعلق تصور کیا ہی ۶-اگر شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا ہی تو اُسمین روایت قوی کتب مروجہ سے ۷-جس جگہ شارح نے لکھدیا ہی کہ اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا اُسکی تصریح کتابون سے ۸ تطبیق شارح کے اقوال مین اگر بظاہر مختلف معلوم ہوے ۹ عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ ضروری جو حواشی مین نظر پڑا ۱۰-دلیل مسائل کی کتاب اور سنت اور اصول سے خواہ دلیل عقلی ۱۱-اختلاف نسخون کا ذکر ۱۲ جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکھا ہی اُسکا مقابل نقل کیا ہی اور اسکی صحت یا مرجوح ہونے مین فقہا کے قول نقل کیے ہین سیزدہم[13] یہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہی کہ حواشی مین ایک عبارت دوسرے مقام کے نیچے لکھی ہوئی تھی اور ہم نے اُسکو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اسلیے ہمنے یہ التزام نہین کیا کہ ہر قول کا حاشیہ اُسی کے ذیل مین رہے دوسری جگہ ہو

چہاردہم[14] یہ کہ اثناے ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہی تو جس کتاب مین وہ قید نظر پڑی ہی اسکا حوالہ اثناے ترجمہ مین کردیا ہی مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اُس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا ترجمہ کیا ہی پانزدہم[15] یہ کہ جس حاشیہ سے ہمنے نقل کیا ہی آخر کو اُسکا نام اور حوالہ کردیا ہی جیسے کذا فی الشامی یا قالہ الشامی اور کذا فی الطحطاوی اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہی بعض جا اُنکا بھی حوالہ کردیا ہی مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف اُن کتابون کے نام پر اکتفا کیا ہی مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الہدایہ شانزدہم[16] یہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکھی ہی تو اُسمین سے بقدر اپنے التزام کے لکھکر حوالہ کے بعد مختصراً لکھدیا ہی اور کسی جگہ اور قسم کا تصرف بھی کرنا پڑا ہی تو وہان حوالہ کے بعد بتصرف یا ملتقطاً بڑھا دیا ہی اور بعض جا ایسا بھی ہوا ہی کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سواے حواشی کے اور کتابون مین پایا ہی تو وہان اُن کتابون کا نام لکھدیا ہی ہفتدہم[17] یہ کہ بعض مواضع مین جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہی ہم نے بدون رجوع اصل کتاب کے بہ تبعیت محشیون کے حوالہ لکھا ہی ہیجدہم[18] یہ کہ جس عبارت مین شارح کو کوئی سقم محشیون نے بیان کیا ہی اُسکا ترجمہ ہمنے اُن لفظون کے لحاظ سے کیا ہی جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہی اور جابجا اسکی تصریح بھی کردی ہی کہ لفظ غلط کو چھوڑ کر ہمنے صحیح لفظ کا ترجمہ کیا ہی نوزدہم[19] یہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور مدنی سے لیے ہین اگر کسی جگہ سہو کاتب سے حوالہ رہ گیا ہو تو ناظرین جان لین کہ یہ مسئلہ انھین دو حاشیون مین سے کسی مین ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کے وقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا تو میرے ترجمہ مین جس جا حوالہ متروک ہو اُسکو قول شامی کا تصور فرمائین کمتر جگہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچھ لکھا ہو اور جس جگہ لکھا ہی سیاق عبارت باواز بلند کہہ رہا ہی کہ یہ ہماری بحث ہی نہ محشیون کا قول بستم[20] یہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہی کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہی اور طحطاوی نے دوسری طرح تو مین نے اس تقریر کا ترجمہ ایسی طرح کیا ہی کہ دونون حاشیون کی تحریر کو شامل ہو اور ایسی جگہ حوالہ مین دونون

کتابون کا نام لکھدیا ہی اور اسی طرح جو مسئلہ دونون مین یکسان نظر آیا ہی اسکے حوالہ مین بھی دونون کا نام مندرج کردیا ہی بست[۲۱] وبکم یہ کہ جو
مسائل مفید اور فوائد عجیب کتاب مین نظر پڑے ہین اُنکا اشارہ حاشیہ پر ف لکھکر کردیا ہی اور نیز ایسے مسائل کو فہرست مین بھی لکھدیا ہی
تاکہ ناظرین کو اُنکی تلاش مین دقت نہو بست[۲۲] ودوم یہ کہ اس کتاب کی تکمیل مین مجھکو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب
مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نے بہت سی مدد دی اللہ تعالی اُنکی اور میری سعی کو مشکور فرماوے بست[۲۳] وسوم یہ کہ حتی الوسع تصحیح کتاب
اور تنقیح مسائل مین مین نے بہت جانفشانی کی ہی اور باینہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہون اگر کسی جگہ غلطی ہوئی ہو تو ناظرین عالی ہمم
سے راجی کرم ہون بیت نازم بسرایۂ فضل خویش ٭ ہدیہ یوزہ آور دہ ام دست پیش ٭ اور اللہ تعالی سے توقع رکھتا ہون کہ جیسے اُسنے اصل
کتاب کو عرب وعجم کے باشندون مین مقبول اور مختار فرمایا ایسے ہی اس ترجمہ کو پسند ارباب دین اور اصحاب یقین فرمائے اور ہمارے لیے
اسکو باقیات صالحات مین کرے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّے اللّٰہُ تَعَالٰے عَلٰے خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَشْیَاعِہٖ
وَمُحِبِّیْہِ اَجْمَعِیْنَ اِلٰے یَوْمِ الدِّیْنِ اٰمِیْن ط





بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہون مین اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

مترجم کہتا ہے شارح رحمہ نے در المختار کو شروع بہ تسمیہ کیا باتباع کلام مجید و بفحوائے حدیث مشہور کہ جو امر ذیشان شروع بہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہو وہ ابتر او بے برکت ہے حمدالک یا من شرحت صدورنا بانواع الہدایۃ سباقا ہم تیری ستایش کرتے ہین اے وہ ذات مقدس کہ تونے ہمارے سینون کو اول کشادہ کردیا طرح طرح کی ہدایت سے و نورت بصائرنا بتنویر الابصار لاحقا اور بعد اسکے ہمارے باطن کی بینائیون کو تونے نورانی کردیا ظاہر کی آنکھیں روشن کرکے و افضت علینا من اشعۃ شریعتک المطہرۃ بحارا رائقا اور تونے اپنی پاک شریعت کی شعاعون سے ہمپر صاف غیر مکدر دریا بہادیا و اغدقت لدینا من بحار منحک المدفقۃ نہرا فائقا اور تونے اپنی بخشش کے بہت بھرے دریاؤن سے ہمارے نزدیک نہر عالیقدر کو بکثرت روان کردیا ہم شارح نے حمد الٰہی مین بطور براعت استہلال کے کتب فقہ کو ذکر کیا یعنی ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن ہے در المختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحین ہین اور منح الغفار شرح تنویر الابصار ماتن کی شرح بالجملہ اگر انکے معانی لغویہ پر نظر کیجیے تو بھی مطلب صحیح ہے چنانچہ ترجمہ مین مذکور ہو چکا اور اگر کتابین مراد لیجیے تو بھی مدعا درست ہے کہ انسے خلق اللہ کو بڑا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہوگیا و اتممت نعمتک علینا حیث یسرت ابتداء تبییض ہذا الشرح المختصر تجاہ وجہ منبع الشریعۃ والدرر اور تونے اپنا احسان پورا کیا ہمپر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتدا تبییض تونے آسان کردی ذات مقدس منبع شریعت اور دُرر کے سامنے یعنے مدینہ طیبہ مین روضہ مطہرہ کے سامنے شارح نے در المختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا ہم عرف مؤلفین مین تبییض اس سے عبارت ہے کہ کتاب محرر مرقوم غیر محرر لکھنے کے بعد غالبا اور دُرر یعنی موتیونسے مراد احکام فقہیہ ہین اور اسمین اشارہ ہے اس کتاب کا جسکا نام دُرر ہے کذا فی الطحطاوی وضجیعیہ الجلیلین ابی بکر و عمر رض اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنے ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بعد الاذن منہ صلے اللہ علیہ وسلم در المختار کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالیٰ اس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ہم در المختار کی منقبت مین اسقدر کافی ہے کہ باذن نبوی مؤلف ہوئی اور یہ کتاب لائق ہے مدح کے اسواسطے کہ اہل مذہب سے اسطرح کی کتاب نہین ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال ترجیح ہین اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہین کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور انکے مخالفین کے استدلال پر مائل ہین اور بعضون نے عبارت مین کمال بسط کردیا کہ افراط تک نوبت پہونچی اور اس کتاب مین شارح علامہ نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال معتمدہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اختصار کیا یا ایسے دو قول پر جو دونون صحیح ہین اور کثرت استدلال سے اسمین تعرض نہین کیا کیونکہ مقلد سے دلیل کا مطالبہ نہین اسواسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہے اور اسیطرح

اس شرح کے متن کے واسطے بڑی فضیلت ثابت ہو چکی ہی یعنے ماتن نے خواب مین دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میرے گھر مین تشریف لائے
اور زبان مبارک کو میرے مُنھ مین داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ مزیت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہی کذا
فی الطحطاوی مختصراً وعلی آلہٖ وصحبہٖ الذین حازوا من منح فتح کشف فیض فضلک الوافی حقائقاً اور رحمت خاص نازل ہو اُنکی آل اور اصحاب پر جنھون نے تیرے
فضل وافی کے فیض کے عطایاے نصرت کاشفہ مظفرہ سے امور متحققہ کو جمع کیا اور گھیر لیا ہ شارح نے اسمین ان فقہ کی کتابون کی طرف اشارہ کیا جنسے شارح وغیرہ
نے روایات کو نقل کیا یعنی منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق وبعد فیقول فقیر رحمۃ ذی اللطف الخفی محمد علاء الدین الحصکفی اور
حمد وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہی صاحب لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاء الدین حصکفی یا حصن کیفی کا رہنے والا امام طحطاوی نے لب لباب سے نقل کیا کہ حصکف
ایک شہر ہی دیار بکر مین انتہی اور بعضون نے کہا یہ نسبت ہی حصن کیفی کی طرف جو واقع ہی آمد اور جزیرۂ ابن عمر کے مابین مین شارح کا نام محمد ہی اور علاء الدین لقب
ہی رحمۃ اللہ علیہ ابن الشیخ علی الامام بجامع بنی امیّۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ الحنفی محمد علاء الدین بیٹا شیخ علی کا جو بنی امیہ کے جامع مسجد کا امام پھر مفتی محروسہ دمشق
کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یون ہی محمد علاء الدین بن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ حسن
ابن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی والخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لما بیّضت الجزء الاول من خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار
قدرتہ فی عشر مجلدات کبار جبکہ پہلا جز خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودے سے کاغذ سادہ مین مین نے صاف کیا تو مین نے اس شرح کا بڑے بڑے دس مجلد
مین اندازہ کیا ہم شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جسکا نام خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب مسودہ صاف کیا
تو اول ہی جز کے صاف کرنے سے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس جلدین ہونگی فصرفت عنان العنایۃ نحو الاختصار وسمّیتہ بالدر المختار فی شرح
تنویر الابصار سو پھیری مین نے اجتہاد اور کوشش کی باگ اختصار کی طرف اور اس شرح مختصر کا نام در المختار فی شرح تنویر الابصار مین نے رکھا ہم یعنے خوف
تطویل سے شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد مین کر دیا لہذا در المختار نہایت دقیق ہو شرح نہین بلکہ متن متین ہو گیا اختصار عبارت ہی تقلیل لفظا اور تکثیر معنے
سے الذی فاق کتب ہذا الفن فی الضبط والتصحیح والاختصار وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالیقدر ہی اس فن مین یعنے فن فقہ کی کتابون سے ضبط اور
تصحیح اور اختصار عبارت مین ہم ضبط عبارت ہی تحریر اور محافظت فروع سے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح عبارت ہی اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے
سے یا تصحیح تراکیب سے کذا فی الطحطاوی ولعمری لقد اضحت روضۃ ہذا العلم بہٖ مفتّحۃ الازہار مسلسلۃ الانہار اور قسم اپنی زندگی کی کہ مقرر اس علم فقہ کا باغ اس متن کے
ہونے سے کھلی کلیون والا اور روان انہار ہو گیا یعنے مسائل فقہیہ جو کلیون کے مانند مغلق اور سربستہ تھے وہ پھولون کے مانند شگفتہ ہو گئے ماتن کے بیان کے وضح
سے من عجائبہٖ ثمرات التحقیق تُجتنٰی ومن غرائبہٖ ذخائر تدقیق تحیّر الافکار اس متن کے عجائب سے تحقیق کے پھل پسند کیے جاتے ہین اور اُسکے غرائب سے
تدقیق کے وہ ذخیرے ہین جنسے عقول حیرت ناک ہین لشیخ شیخنا شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمرتاشی الحنفی الغزی عمدۃ المتاخرین الاخیار وہ متن موصوف
بصفات مذکور و تصنیف ہی ہمارے اُستاد کے اُستاد کا یعنے شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہی علماء متاخرین صالحین مین ہم تمرتاش
بضم تا و میم وسکون راے مہملہ و تا و شین معجمہ خوارزم کا قریہ ہی کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہی شام مین اسکو غزہ ہاشم کہتے ہین قاموس مین ہی کہ غزہ شہر ہی
فلسطین مین وہان امام شافعی رح پیدا ہوے اور ہاشم بن مناف وہان مرگئے انتہی نسب ماتن کا یون ہی محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم
خطیب کذا فی المنح شرح الماتن معلوم کرنا چاہیے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہی از انجملہ یہ متن اور اُسکی شرح ہی مسمی بمنح الغفار اور منظومہ فقہ مین
مسمے بہ تحفۃ الاقران اور حاشیہ درر غرر کا اور شرح کنز اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوی دو مجلد اور شرح منار کے اصول مین اور شرح منظومہ
ابن وہبان اور معین المفتی علی جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المعتمدۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور امین الدین

ابن العال سے اور بہت علماء نامدار نے ماتن سے علم حاصل کیا از انجملہ شیخ صالح محشی اشباہ و نظائر خلف الرشید ماتن انتقال کیا ماتن نے ایکہزار اور چھ سال
ہجری مین غزہ ہاشم مین اور وہین مدفون ہوے غفر اللہ لہ کذا فی الطحطاوی ملخصاً فانی اروی عن شیخنا الشیخ عبد النبی الخلیلی عن المصنف الغزی عن ابن نجیم المصری
بسندہ الی صاحب المذہب ابی حنیفہ بسندہ الی النبی المصطفےٰ المختار عن جبریل عن اللہ الواحد القہار کما ہو مبسوط فی اجازتنا بطرق عدیدۃ عن المشائخ المتبحرین
الکبار سو مین روایت کرتا ہون اس فن کو یعنی علم فقہ کو اپنے اُستاد شیخ عبد النبی خلیلی سے وہ روایت کرتے ہین مصنف یعنی عبد اللہ غزی سے وہ
زین بن نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہین اپنی اُس سند سے جو متصل ہی امام ابو حنیفہ رحمہ صاحب مذہب تک وہ روایت کرتے ہین اپنی اس سند سے
جو متصل ہی نبی برگزیدہ پسندیدہ تک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہین جبرئیل علیہ السلام سے وہ روایت کرتے ہین اللہ واحد قہار سے جل جلالہ
چنانچہ سند مذکور مشرح اور مفصل مذکور ہی ہماری اجازت مین بہت طریقون سے اساتذہ کثیر العلم عظیم الشان سے م شعرانی نے میزان مین ائمہ اربعہ کی یون سند
مذکور کی ہی امام ابو حنیفہ عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل عن اللہ عز وجل امام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل
عن اللہ عز وجل امام شافعی رح عن مالک الی آخر السند امام احمد بن حنبل عن الشافعی رح عن مالک الی آخر السند کذا فی الطحطاوی وما کان فی الدّر رالغرر لم اعزہ الا اذا ردما فی
عن نقلہ عزوتہ لقائلہ روما للاختصار اور جو قول کہ درر غرر سے نقل کیا اسکو درر غرر کیطرف منسوب نہین کیا بقصد اختصار مگر بضرورت کبھی بیان بھی کر دیا اور جو زائد ہی
دُرر غرر سے وہ اسکے قائل کیطرف منسوب کر دیا ہی م یعنی دُر المختار منقول ہی مذہب حنفی کی کتب معتمدہ سے مگر بعض کتب سے نقل زیادہ ہی چنانچہ ملا
خسرو کی درر غرر سے تو اختصار کیواسطے اسکے ہر قول مین شارح نے یہ نہین کہا کہ یہ دُرر غرر سے منقول ہی اسکے سوا اور کتابونسے اسقدر بکثرت نقل نہین تو وہان
نسبت کر دیا کہ یہ قول فلانی کتاب سے ہی اور یہ شارح کی مزید دیانت پر دلیل ہی اور عدم ادعاء ریاست علمی پر رحمۃ اللہ علیہ ومأمولی من الناظر فیہ ان ینظر بعین
الرضا والاستبصار وان یتلافی تلافہ بقدر الامکان او یصفح یصفح عنہ عالم الاسرار والاضمار اور میری امید اس کتاب کے ناظر سے یہ ہی کہ اسکو بچشم رضا اور
تامل کے دیکھے اور یہ کہ اسکے عیب اور نقصان کا تدارک کرے بقدر اپنی استطاعت اور قدرت کے یا درگذر کرے عیب گوئی سے تاکہ اسکے عیوب سے درگذرے
بھید اور چھپی چیز کا جاننے والا م چشم رضا کی قید اسواسطے لگائی کہ جو غضب و بد گمانی کی آنکھ سے دیکھتا ہی اُسکو حق باطل معلوم ہوتا ہی سے چشم بد اندیش کہ برکندہ
باد عیب نماید ہنرش در نظر و لعمری ان السلامۃ من ہذا الخطر لامر یعز علی البشر اور قسم ہی اپنی حیات کی کہ سلامت رہنا سہو اور غفلت کے امر عظیم سے البتہ وہ
امر ہی جو آدمی پر نادر اور عسیر ہی و لا غرو فان النسیان من خصائص الانسانیۃ و الخطاء و الزلل من شعائر الآدمیۃ اور عدم سلامت کچھ عیب نہین اسواسطے کہ
بھولنا انسانیت کے مخصوصات سے ہی اور چوکنا اور لغزش قدم آدمیت کی نشانیون سے ہی و استغفر اللہ مستعیذاً بہ من حسد یسد باب الانصاف و یرد
عن جمیل الاوصاف اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہون اس خطا سے جو اس کتاب مین واقع ہوئی پناہ بخدا طلب کر کے اُس حسد سے جو منصفی کے
دروازے کو بند کر دے اور حاسد کو اوصاف جمیلہ سے پھیر دے م حسد اسکو کہتے ہین کہ آدمی غیر کی نعمت کا زوال چاہے اور تمنا کرے کہ وہ مجکو ملے یا
مطلق زوال چاہے خواہ اسکو ملے یا نہ ملے اور وہ سخت مرض ہی کہ نیکیون کو کھاتا ہی جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہی چنانچہ یہ مضمون حدیث مین وارد ہی اور کا
حسد آدمی کو کفر تک پہونچا دیتا ہی اسواسطے کہ حسد کا انجام کار اعتراض ہی خدا پر کہ کیون اسکو نعمت دی اعوذ باللہ من الحسد ومن کل القبائح الا وان
الحسد خسک من تعلق بہ ہلک آگاہ رہنا بیشک حسد وہ کانٹا ہی جسکو لگا وہ ہلاک ہو گیا و کفی للحاسد ذماً فی آخر سورۃ الفلق فی اضطرابہ بالقلق حاسد کی
مذمت مین پچھلی آیت سورہ قل اعوذ برب الفلق کی کفایت کرتی ہی اسکے جل بھن جانے مین قلق کے سبب سے م سورہ فلق کی پچھلی آیت مین حق تعالے
نے حاسد کیطرف شر کو نسبت کیا اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ اس سے پناہ مانگے تو حسد کی کونسی مذمت اس سے زیادہ ہو گی ولہ
در الحسد ما اعدلہ بدا بصاحبہ فاتا فقتلہ خدا بھلا کرے حسد کا کیا خوب منصف ہی اول اپنے صاحب یعنی حاسد کو قلق دیا پھر اُسکو مار رکھا سے

وما انا من کید الحسود بآمن ٭ ولا جاہل یؤذی ولا یتدبر ٭ اور مین حسد کرنے والے کے مکر اور فریب سے نڈر نہین اور اس جاہل کے مکر سے جو عیب جوئی کرے (یعنے میری کتاب مین) اور تامل نکرے ٭ یہ بیت ہی قصیدۂ ابن وہبان کی ابن شحنہ اسکے شارح نے کہا سبب اسکا یہ ہی کہ صاحب قصیدہ حاسدون کے حسد اور معاندون کے مکر مین مبتلا ہوا بعضے کہتے تھے کہ وہبانیہ جدکتاب ہی اور بعضے کہتے تھے کہ یہ کتاب قدیم ہی ابن وہبان نے اپنی طرف نسبت کرلی انتہی اسی طرح شارح مغفور بھی سہام طعن حاسدین کا نشانہ ہوا کذا فی الطحطاوی وللہ در القائل ٭ ہم یحسدونی وشر الناس کلہم ٭ من عاش فی الناس یوماً غیر محسود ٭ اور خدا بھلا کرے اس بیت کے قائل کا حاسد میرا حسد کرتے ہین اور سب آدمیون مین بدتر وہ شخص ہی جو ایکدن بھی غیر محسود جیا یعنے جسپر کسی نے حسد نکیا ٭ غیر محسود اسواسطے بدتر ہوا کہ حسد اُسیکا ہوتا ہی جسمین اوصاف حمیدہ ہوتے ہین تو جسپر حسد لوگون نے نکیا تو معلوم ہوا کہ اسمین کچھ خوبی نہین چنانچہ شارح اسکے آگے اشارہ کرتا ہی ہو لا یسود ویسد بدون ودود یمدح وحسود یقدح اسواسطے کہ کوئی سردار سرداری نہین پاتا بدون اُس دوست کے جو اُسکی خوبی بیان کرے اور بدون اُس حاسد کے جو بدگوئی کرے ٭ جب آدمی نے اپنی بدگوئی سُنی اور اسپر تحمل کیا اور چشم پوشی کی تو اُسکی عالی ظرفی اور سرداری ثابت ہوگئی لان من زرع الاحن حصد المحن اسواسطے کہ جسنے کینون کا کھیت بویا رنجون کو خرمن کیا فاللئیم یفضح والکریم یصلح سو کمینہ اور کم ظرف فضیحت کرتا ہی اور شریف صاحب کرم اصلاح دیتا ہی اور درست کردیتا ہی ٭ جب کلام سابق سے معلوم ہوا کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہین لئیم اور کریم سو لئیم تو عیب جوئی مین رہتا ہی اور کریم اصلاح کرتا ہی اگر کچھ خلل پاتا ہی بشرط قدرت یا چشم پوشی کرتا ہی لکن یا اخی بعد الوقوف علی حقیقۃ الحال والاطلاع علی ما حررہ المتاخرون کصاحب البحر والنہر والفیض والمصنف وجدنا المرحوم وعزمی زادہ واخی زادہ وسعدی افندی والزیلعی والاکمل والکمال وابن الکمال لیکن ای بھائی خطا اس کتاب کی تلافی کرنا چاہیے بعد واقف ہونے کے حقیقت حال پر اور بعد مطلع ہونے کے علماء متاخرین کی تحریر اور تنقیح پر مانند صاحب بحر اور نہر اور فیض اور مصنف اور ہمارے جد مرحوم اور عزمی زادہ اور اخی زادہ اور سعدی افندی اور زیلعی اور اکمل اور کمال اور ابن الکمال کے ٭ یعنے تدارک خلل بعد مطلع ہونے کے کتب مذکورہ پر چاہیے اور بمجرد خطور قلب کے اسپر جرأت مناسب نہین صاحب بحر الرائق زین بن نجیم مصری ہی اور صاحب نہر الفائق شیخ عمر بن نجیم بھائی صاحب بحر کا اور شاگرد نہر الفائق کو تصنیف کیا بھائی کی موت کے بعد اور بھائی پر اکثر مسائل مین مواخذہ کیا یون عذر بیان کرکے کہ بھول چوک سے محفوظ رہنا آدمی پر دشوار ہی اور عزمی زادہ محشی ہی درر کا اور اکمل شرح ہدایہ کا مصنف ہی اور کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدیر محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید سکندری ہی ہمام لقب ہی عبد الواحد کا مع تحقیقات سنح بالبال و تلقیتہا عن فحول الرجال ساتھ ملاحظہ اُن تحقیقات کے کہ بعض کو میرے دل نے پیدا اور ظاہر کیا اور بعض کو مین نے کامل مردون سے حاصل کیا ٭ اگر کوئی کہے کہ شارح جیسے عالمون کی تحقیقات کا مسائل فقہ مین کچھ دخل نہین اسواسطے کہ وہ مجتہد مذہب و صاحب فتوی نہین اور قیاس کرنیکا بھی اہل نہین اسواسطے کہ قیاس کرنا ہجری چار سو برس کے بعد مفقود ہوگیا پھر شارح کی تحقیقات سے کیا حاصل جواب اُسکا یہ ہی کہ تحقیقات سے مراد نظائر کو جمع کرنا ہی اور معتمد کے قول کو لانا اور اشکالات کو عبارت لطیفہ سے دفع کرنا یا اُسکا جواب دیا جاوے بموجب اس قول کے کہ قوت مدرک کا اعتبار ہی اور اُسکے اہل پیدا ہوا کرتے ہین قدرت کاملہ سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی و یابی اللہ العصمۃ لکتاب غیر کتابہ اور حق تعالی ہر کتاب کی عصمت کو مکروہ رکھتا ہی سوا اپنی کتاب کے یعنی کلام اللہ کے سوا آدمی کی کتاب ایسی لازم العصمۃ نہین کہ اسمین خطا کا احتمال نہو یہ شارح نے اپنی بھول چوک کا عذر بیان کیا والمنصف من اغتفر قلیل خطاء المرء فی کثیر صوابہ اور منصف وہ ہی جو آدمی کی تھوڑی خطا کو اسکی بہتیری درست گوئی مین چھپا ڈالے یعنے جب آدمی کا اکثر کلام حق اور صواب ہوا تو اسکی خطاء قلیل پر نظر نہ کرنا منصفون کا کام ہی اور فقط خطا کو پکڑ لینا اور اسکی صواب گوئی سے چشم پوشی کرنا ظلم صریح اور خباثت ہی ومع ہذا فمن انقن کتابی ہذا فہو الفقیہ الماہر اور ساتھ اسکے یعنے باوجود عدم عصمت کے سو جو شخص کہ خوب سمجھ لے گا میری اس کتاب کو تو وہ فقیہ ماہر ہی یعنے مسائل فقہ کا خوب واقف ہوگا ومن ظفر بما فیہ فیقول بملا فیہ کم ترک الاول للآخر اور جو فتحیاب ہوگا اس کتاب کے مطلب پر وہ اپنا مُنھ بھر کے کہیگا کہ بہت مطالب کو اگلا پچھلے کے واسطے چھوڑ گیا ٭ یعنے متقدمین نے اکثر اشیا کی تصریح نہین کی اور متاخرین نے اُسپر

آگاہ کر دیا اسواسطے کہ حوادث متجدد ہوتے جاتے ہین زمانون کے تجدد سے ر فی الواقع کتاب درالمختار ضبط ربط مسائل اور حسن اختصار مین عدیم المثال ہی ولہذا
عرب و عجم مین مطمح انظار رجال ہی و من حصلہ فقد حصل لہ الحظ الوافر لانہ البحر لکن بلا ساحل و وابل القطر غیر انہ متواصل اور جسنے اس کتاب کو حاصل کیا اسکو مقرر اسکو
بہت حصہ ملا اسواسطے کہ وہ سمندر ہی لیکن بے کنارہ اور بڑی بوندون کا مینہ ہی پر وہ لگا تار ہی ہم اس صنع عبارت کو تاکید المدح بما یشبہ الذم کہتے ہین بحسن عبارات
ورمز اشارات وتنقیح معانی وتحریر مبانی حالانکہ کتاب میری یا اسکی تحقیقات خوبی عبارات اور پوشیدہ اشارات اور منقح کرنے معانی اور آراستہ کردینے الفاظ سے
ملکئی ہی یعنے اسکی عبارت الجھی نہین تعقیدات لفظیہ او معنویہ اور تطویل لاطائل سے معرا ہی ولیس الخبر کالعیان واستقر بہ بعد التامل العینان اور خبر دیکھے
کی برابر نہین اور تامل کرنے کے بعد دونون آنکھین اس کتاب سے ٹھنڈی ہونگی ہم یعنی دیباچہ کتاب مین میرا توصیف کرنا اس کتاب کا خبر ہی اور خبر
محتمل ہوتی ہی صدق اور کذب کی مگر جبکہ تو مطلع ہوگا اس کتاب پر تو تیرے نزدیک اسکا خود مشاہدہ ہو جاویگا ع شنیدہ کی بود مانند دیدہ ؛ تو یہ تعلیل ہی مدعا ے
محذوف کی سے فخذ ما نظرت من حسن روضۃ الاسمی ؛ ودع ما سمعت عن حسن سلمی سوالے اسکو جو تو دیکھ چکا ہی اس کتاب عالیقدر باغ کی خوبصورتی کو اور اسکو چھوڑ
جو تونے خوبصورتی سلمی کی حکایت سنی ہی ہم سلمہ معشوقہ کا نام ہی یعنی حسن صوری کی طرف التفات نکر حسن معنوی اس کتاب پر نظر کر سے خذ ما نظرت ودع شیئا
سمعت بہ ؛ فی طلعۃ الشمس ما یغنیک عن زحل ؛ ہاے اسکو جو تونے دیکھا اور چھوڑ اسکو جو تونے سُنا آفتاب کے طلوع ہو مین وہ روشنی ہی جو تجکو بے پروا کرتی ہی زحل کی روشنی
سے ہم زحل کم روشن ایک ستارہ ہی جسکو فارسی مین کیوان اور ہندی مین سنیچر کہتے ہین ہذا وقد صحت اغراض المصنفین اغراض سہام السنۃ الحساد بوجھ لے اسکو اور مقر اہل تصانیف
کی ابرو مین اہل حسد کی زبانون کے تیرون کی نشانہ ہوگئین ہین ونفائس تصانیفہم معرضۃ بایدیہم تنتہب فوائدہا ثم ترمیہا بالکساد اور اہل تصانیف کے عمدہ مصنفات
اہل حسد کے ہاتھون مین پڑے ہین اُنکے فوائد کو لوٹتے ہین پھر انکو کھوٹا کر کے پھینکتے ہین انما العلم لا تعجل بعیب مصنف ؛ ولم تیقن زلۃ منہ تعرف ؛ اے صاحب علم
شتابی نکر مصنف کی عیب جوئی مین حالانکہ تجھکو اُسکی خطا کا یقین نہین ہوا جان بوجھکر سے فکم افسد الراوی کلاما بعقلہ ؛ وکم حرف الاقوال قوم و
صحفوا پسو بہت بگاڑا ہی روایت کرنے والے نے کلام کو اپنی عقل ناقص سے اور بہتیرے قولون کی تحریف کی ہی ایک قوم نے اور تصحیف کی ہی ہم
تحریف عبارت ہی تغییر اور تبدیل سے خواہ تبدیل ایک لفظ کی دوسری لفظ سے ہو یا ایک حرف کی دوسرے حرف سے اور گاہے تحریف بمعنی تاویل آتا ہی
یعنی غیر مراد کا ارادہ کرنا اور تصحیف عبارت ہی خطا فی الصحیفہ سے یعنی لکھنے مین چوکنا کما فی الطحطاوی یعنی جب افساد راوی اور خطاے کاتب کا دخل ہوا تو مصنف
کی خطا پر یقین نہین ہو سکتا الا بوجہ دیگر تو عیب گوئی مین عالم کو عجلت مناسب نہین سے وکم ناسخ اضحی لمعنی مغیرا ؛ وجاء بشیء لم یردہ المصنف ؛ اور بہت کاتبون نے
معنی کو بدل ڈالا اور وہ چیز لائے جسکا مصنف نے ارادہ نہین کیا وما کان قصدی من ہذا ان یروج ذکری بین المحررین من المصنفین والمؤلفین بل القصد ریاضۃ القریحۃ
وحفظ الفروع الصحیحۃ مع رجاء الغفران ودعاء الاخوان او باس تصنیف سے میرا قصد نتھا کہ میرا ذکر داخل ہو اہل تحریر مین کہ مصنفین اور مؤلفین ہین بلکہ مقصود ذہن کی مشق
ہی اور محفوظ رکھنا صحیح مسائل کا توقع بخشش ربانی اور دعاے برادران دینی وما علی من اعراض الحاسدین عنہ حال حیاتی فسیتلقونہ بالقبول انشاء اللہ تعالی بعد
وفاتی اور مجکو کچھ رنج نہین حاسدونکی روگردانی کا اس کتاب سے میری زندگی مین کیونکہ وہ عنقریب اسکو قبول کرینگے انشاء اللہ تعالی میری موت کے بعد کما قیل سے
تری الفتی ینکر فضل الغنی ؛ لوما وخبثا فاذا ما ذہب ؛ لج بہ الحرص علی نکتۃ ؛ یکتبہا عنہ بماء الذہب ؛ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہی دیکھتا ہی تو ایک جوان کو کہ دوسرے
جوان کے کمال کا انکار کرتا ہی کم ظرفی اور خباثت کی راہ سے پھر جبکہ وہ جاتا رہا یعنی مر گیا بیقرار کرتی ہی اُسکو حرص مسئلہ باریک پر کہ لکھتا ہی اُس کامل محسود
کے کلام کو سونے کے پانی سے فہاک مؤلفا جیدا بالمہمات ہذا الفن مظہرا لدقائق استعملت الفکر فیہا اذا ما اللیل جن متحریا ارجح الاقوال واوجز العبارۃ
معتمدا فی دفع الایراد الطف الاشارۃ سواے مخاطب اس فن کے آراستہ مجموعی کو جو ظاہر کرنے والا ہی ان باریکیون کو جن مین مین نے اپنی
فکر کو استعمال کیا جبکہ رات چھائی تھی راجح تر اقوال اور مختصر عبارت کو تلاش کرنا دفع کرنے اعتراض مین لطیف تر اشارہ کو قصد کرنا رہا خالفت فی حکم

او دلیل تُحجِبُ مَن لا اطلاع لہ ولا فہم عندہ لاعن السبیل پھر کبھی تو مین نے مسئلہ متن مین مخالفت کی یا دلیل مین سو جسکو اطلاع نہین اور نہ فہم اُسنے گمان کیا راہ سے بہکنا
یعنی ناواقفی سے یہ مخالفت کو گمراہی سمجھا وربما غیرت تبعا لما شرح علیہ المصنف کلمۃ او حرفا وما دری ان ذلک لنکتۃ تدق عن نظرہ وتخفی اور گاہے مین نے مصنف کی شرح
کی پیروی سے کسی لفظ یا حرف کو بدل ڈالا اور حالانکہ اُس معترض کو معلوم نہین کہ یہ بدلنا اُس سخن باریک کے سبب سے ہی جو اسکی نظر سے تاریک اور پوشیدہ ہی وقد
انشدنی شیخی الحبر الشامی والبحر الطامی اوحد زمانہ وحسن اوانہ شیخ الاسلام الشیخ خیر الدین الرملی اطال اللہ تعالی بقاءہ اور البتہ اشعار آیندہ سنائے مجھکو
میرے اُستاد علامہ عالیقدر دریاے لباب اپنے زمانے کے یکتا اور اپنے وقت کے خوب فاضل نے یعنی شیخ الاسلام شیخ خیر الدین ساکن رملہ نے اللہ تعالی انکی عمر
کو دراز کرے رملہ شہر ہی فلسطین مین وہین انکا انتقال ہوا انکی تصانیف عمدہ بہت ہین ازانجملہ فتاوی خیریہ ہی سہ قل لمن لم یر المعاصر شیئاً ویری للاوائل
التقدیما ۞ ان ذلک القدیم کان حدیثا وسیبقی ہذا الحدیث قدیما ۞ کہو اُس شخص سے جو ہمعصر کو کچھ نہین سمجھتا اور اگلے لوگون کو پچھلون پر تقدیم سمجھتا ہی کہ مقرر
وہ پرانا بھی اپنے وقت مین نیا تھا اور آگے یہ نیا بھی پرانا ٹھہر جاویگا فی الواقع معاصر کتنا ہی کامل الوجود ہو لوگون کی نظرون مین نہین آتا اور بعد مدت کے
وہی معتمد اور مقتدا ٹھہرتا ہی چنانچہ صاحب در المختار اپنے معاصرین حاسدین سے کسقدر تنگ ہی اور اس زمانہ مین عرب وعجم مین در المختار اعجوبۂ روزگار متداول علما
کبار ہی علی ان المقصود والمراد ما انشدنی شیخی وبرکتی وولی نعمتی راس المحققین والنقاد محمد افندی المحاسنی وقد اجاد علاوہ برین اس شرح کے لکھنے سے
مقصود ومراد وہ مضمون ہی جو شعر مین پڑھکر سنایا ہی میرے اُستاد اور میرے برکت اور میرے ولی نعمت محققین اور پرکھنے والون کے سردار یعنی محمد افندی محاسنی نے
اور البتہ بہت خوب کہا ہی محاسنی نسبت ہی محاسن کیطرف یعنی خوبیون والا اور افندی کا لفظ بمعنی بزرگوار مستعمل ہی کذا فی الطحطاوی سہ لکل بنی الدنیا مراد
ومقصد ۞ وان مرادی صحۃ وفراغ ۞ لابلغ فی علم الشریعۃ مبلغا ۞ یکون بہ لی فی الجنان بلاغ ۞ ہر ایک اہل دنیا کا کچھ مراد ومقصد ہوتا ہی اور البتہ میرا مقصد
صحت اور فارغ البالی ہی تاکہ مین علم شریعت مین اُس درجے کو پہونچون جسکے سبب سے بہشتون مین میرا پہونچنا ہو سہ ففی مثل ہذا فلینافس اولو النہی ۞ وحسبی من الدنیا
الغرور بلاغ ۞ تو ایسے مقصد عظیم الشان مین چاہیے کہ حرص کرین صاحبان عقول اور کافی ہی مجکو دغاباز دنیا سے بلاغ یعنے قدر کفایت یعنے طعام دنیا سے قلیل
کافی ہی تو کوشش کرنا چاہیے اسمین جس سے نعیم موبد اور سرور دائمی حاصل ہو کذا فی الطحطاوی سہ فما الفوز الا فی نعیم مؤبد ۞ بہ العیش رغد والشراب یساغ ۞
سو اسمین ہی فتحیابی مراد کی مگر دائمی نعمت مین جسکے سبب سے معاش کی کشایش ہی اور حلق مین شربت خوشگوار ہی مقدمہ اہل تصانیف کی عادت ہی کہ قبل از
شروع مقصود اُن امور کو ذکر کرتے ہین جس سے ناظر کتاب کو بصیرت حاصل ہو اُسکو مقدمہ کہتے ہین حق علی من حاول علما ان یتصور بحدہ او رسمہ ویعرف موضوعہ
وغایتہ واستمدادہ جو شخص کہ کسی علم کے شروع کرنے کا قصد کرے اُسپر حق اور لازم ہی کہ اُس علم کی حد یا رسم کو تصور کرے اور اسکے موضوع اور غایت اور
استمداد کو پہچانے حد اُس تعریف کو کہتے ہین جسمین ذاتیات مذکور ہون چنانچہ انسان کی تعریف مین کہنا کہ جاندار گویا اور رسم وہ ہی جسمین تعریف بعرض
لازم ہو چنانکہ انسان کو ضاحک یا کاتب بولنا مقدمہ مین دس چیزین مذکور ہوتی ہین انہین سے شارح نے چار کو مذکور کیا تعریف علم اور موضوع اور غرض اور
استمداد سو باقی چھ امور یہ ہین واضع علم اور نام علم کا اور حکم شارع کا اور تصور مسائل اور فضیلت اور نسبت سو چار چیزون کو خود شارح نے بیان کیا یا فضیلت
کو بھی باقی کا بیان یون ہی کہ واضع علم فقہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہین اور نام علم کا فقہ ہی اور شارع کا حکم یہ ہی کہ فقہ کا حاصل کرنا بقدر ضرورت کے واجب
ہی اور مسائل اس علم کے ہر ایک وہ جملہ ہی جسکا مبتدا مکلف کا فعل ہی اور احکام خمسہ اسکی خبر ہی چنانچہ یہ فعل واجب ہی یا حرام مثلاً اور فضیلت علم فقہ
کی یہ ہی کہ سواے علم عقائد اور تفسیر اور حدیث اور اصول فقہ کے باقی علمون سے فقہ کا علم افضل ہی اور نسبت یہ ہی کہ علم فقہ ظاہر کی اصلاح کرتا ہی جیسے عقائد
اور تصوف باطن کی اصلاح کرتے ہین کذا فی الحلبی یتصرف فالفقہ لغۃ العلم بالشیٔ ثم خص بعلم الشریعۃ تو فقہ لغت عرب مین دریافت کرنا ہی شی کا پھر عرف مین
فقہ مخصوص بعلم شریعت ہی وفقہ بالکسر فقہا علم اور فقہ بکسرۂ قاف صیغہ ماضی کا بمعنی علم ہی یعنے دریافت کیا اور جانا اور فقہ بکسر اول وسکون ثانی اُسکا مصدر ہی بمعنی علم فہم

دفقه بالضم فقاہتہ صار فقیہا اور فقہ بضم قاف جسکا مصدر فقاہت ہی اُسوقت بولتے ہین جب آدمی فقیہ ہوجائے م خلاصہ یہ ہو کہ فقہ لغوی کا ماضی مکسور القاف
ہی اور اصطلاحی کا مضموم القاف ہی کذا ذکرہ صاحب بحرالرائق عن الکرمانی اور صاحب قاموس نے فقیہ کے ماضی مین کسر بھی نقل کیا ہی واصطلاحا
عندالاصولیین العلم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ المکتسب من ادلتہا التفصیلیۃ اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح مین فقہ عبارت ہی احکام شرعی فرعی کے
اُس علم سے جو حاصل ہوا ہو احکام کے دلائل مفصلہ سے م احکام فرعی وہ ہین جو عمل کرنے سے متعلق ہین اور جو اعتقاد سے متعلق ہین اُنکو احکام اصلی
کہتے ہین شارح نے احکام شرعی کی قید اسلیے لگائی کہ اِس قید سے احکام عقلی اور حسی اور اصطلاحی فقہ کی تعریف سے نکل گئے چنانچہ اسکا علم کہ عالم حادث ہی (مثال عقلی)
اور آگ جلانیوالی ہی اور فاعل مرفوع ہی معلوم کرنا چاہیے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس فقہ کے دلائل تفصیلی ہین اس تعریف سے (حسی ۱۲) (اصطلاحی ۱۲)
معلوم ہوا کہ اصولیون کے نزدیک فقیہ حقیقی فقط مجتہد ہی یا مانند اسکے اسواسطے کہ مقلد پر دلائل سے استدلال کرنا ضرور نہین وعندالفقہاء حفظ الفروع واقلہ
ثلث اور فقیہون کے نزدیک فقہ نام ہی مسائل کے یاد رکھنے کا اور کمتر مرتبہ حفظ مسائل کا یہ ہی کہ تین مسئلے یاد ہون م ماتن اور شارح نے کتاب الوصیت مین کہا
کہ اگر ثلث مال کی وصیت کی فقیہون کے واسطے تو اسمین وہ داخل ہوگا جو مسائل شرعی مین نظر دقیق رکھتا ہو اگرچہ تین ہی مسئلون کو اُنکے دلائل کے ساتھ
جانتا ہو انتہی تو معلوم ہوا کہ جسکو ہزارون مسئلے بدون دلائل کے یاد ہون وہ فقیہ نہین وعنداہل الحقیقۃ الجمع بین العلم والعمل اور اہل حقیقت یعنی صوفیہ کرام کے
نزدیک فقہ عبارت ہی علم اور عمل کی جامعیت سے م حقیقت مغز ہی شریعت کا اور حقیقت شریعت سے باہر نہین اور نہ شریعت حقیقت سے جدا ہی اور جو حقیقت کو شریعت
سے جدا جانتا ہو اُسپر کفر کا خوف ہی کذا فی الطحطاوی حضرت امیر خسرو دہلوی رح نے مطلع الانوار مثنوی مین فرمایا ہی ؎ عین حقیقت بشریعت درست ٭ شرع اگر عین
نباشد غرست ٭ ہر کہ تنگ از شرع فراتر زدہ ٭ الحذر یارب ہمہ زد عبدہ ٭ اور خواجہ عبید اللہ احرار نے فرمایا کہ حقیقت و ریاست و شریعت کشتی از دریا بچہ توانگذشت
کشتی جب منجملہ صوفیہ صافیہ کے شاہدین عادلین کے کلام سے شریعت اور حقیقت مین اتحاد یا تلازم ثابت ہوا تو صاف معلوم ہوگیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شریعت
اور ہی اور حقیقت اور ہی وہ صوفیہ کرام کے طریقہ سے گمراہ ہین لقول الحسن البصری انما الفقیہ المعرض عن الدنیا الزاہد فی الآخرۃ البصیر بعیوب نفسہ بدلیل
قول خواجہ حسن بصری رض کے کہ فقیہ نہین ہی مگر رو گردان دنیا سے رغبت کرنے والا آخرت مین اپنے عیوب ذاتی کا دانا م یعنی عارف فقیہ کی عبادت فقط
خدا ہی کے واسطے ہوتی ہی نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کی طمع سے یہ لوگ جو بہشت کو مانگتے ہین تو تلذذ کے واسطے نہین بلکہ پروردگار کے دیدار کیلیے
چنانچہ کسی عارف نے کہا ہی ؎ لیس قصدی من الجنان نعیما ٭ غیر انی ارید ہا لاراک ٭ کذا فی الطحطاوی وموضوعہ فعل المکلف ثبوتا او سلبا اور فقہ کا
موضوع عاقل بالغ کا فعل ہی ثبوت کی راہ سے یا سلب کی راہ سے م موضوع اُسکو کہتے ہین جسکے عوارض ذاتی کی اُس علم مین بحث اور گفتگو ہی چنانچہ
کلمہ اور کلام موضوع ہی علم نحو کا یعنے اول سے آخر تک اسی کے حالات کی گفتگو ہی اسیطرح فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہی ثبوت کی راہ سے چنانچہ فعل کا صحیح
اور فرض ہونا اور واجب ہونا اور مستحب اور مباح ہونا اور سلب کی راہ سے چنانچہ صحیح نہونا فعل کا اور عدم فرضیت اور حرام ہونا اور مکروہ ہونا تو غیر مکلف
یعنے صغیر اور مجنون کا فعل علم فقہ کا موضوع نہین اور ضمان اور متلفات اور نفقہ زوجات کے ادا کرنے مین ولی مخاطب ہی نہ صغیر اور مجنون واستمدادہ من الکتاب والسنۃ (تلف شدہ چیزین ۱۲)
والاجماع والقیاس اور فقہ کی استمداد اور مددگاری کتاب یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اور قیاس سے ہی م یعنی امور اربعہ مذکورہ فقہ کے ماخذ اور اصول مین
دریافت کرنا چاہیے کہ قبل از اسلام کی شریعت غیر منسوخہ قرآن مجید کے تابع ہی اور سنت سے قول اور فعل اور تقریر رسول کریم کی مراد ہی تقریر اُس سے عبارت ہی کہ کوئی امر حضرت
کے سامنے ہوا اور حضرت نے اُسکو جائز رکھا اُسپر انکار نہ کیا اور صحابہ کرام کے اقوال تو سنت مین داخل ہین اور اجماع سے مراد اُن لوگون کا اجماع ہی جنکا اجماع شمار کے
لائق ہی چنانچہ صحابہ کرام اور تمام مجتہدین عصر کا اتفاق اور تعامل ناس یعنی لوگون کا عمل رائج تو اجماع کا تابع ہی اور قیاس سے مراد وہ قیاس ہی جو کتاب اور سنت
اور اجماع سے مستنبط ہو اور تحری اور استصحاب حال تو قیاس کا تابع ہی قیاس مستنبط من الکتاب کی مثال حرمت لواطت کا قیاس ہی وطی فی الحیض کی حرمت پر جو

ثابت ہی بقولہ تعالیٰ (قُل ہُوَ اَذًی فَاعۡتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی المَحِیضِ) اور علت مشترک مقیس و مقیس علیہ مین اذٰی ہی اور قیاس مستنبط من السنۃ کی مثال حرام ہونا چنے کے ایک پیمانہ کا چنے کے دو پیمانون سے بقیاس حرمت گیہون کے ایک پیمانہ کے گیہون کے دو پیمانونسے جو ثابت ہی اس حدیث سے کہ الحنطۃ بالحنطۃ مثلاً بمثل یداً بید والفضل ربوا اور علت مشترک بیان اتحاد جنس و مقدار ہی اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا ہی وطی حرام کا وطی حلال پر چنانچہ مادر مزنیہ کی وطی کی حرمت کو قیاس کیا ہی اور کنیز موطوءہ کی حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہی یعنے جب اپنی لونڈی سے وطی کی تو اس لونڈی کی ماں کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہی اسمین کوئی نص نہین ہی کتاب و سنت ہی بلکہ امہات النساء یعنے خوشدامنون مین بلا اشتراط وطی کے نص وارد ہی کذا فی الطحطاوی بتصرف غایۃ الفوز بسعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض اور علت غائی سعادت دارین کی ظفریابی ہی واما فضلہ فکثیر شہیر اور فقہ کی بزرگی اور فضیلت تو بہت مشہور ہی ہم جامع ترمذی مین ابو امامہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر مقرر اللہ تعالیٰ اور اُسکے فرشتے اور اہل سمٰوات اور اہل زمین یہانتک کہ چیونٹی اپنے سوراخ مین اور مچھلیان دریا مین بھلائی چاہتے ہین انکی جو لوگون کو خیر کی تعلیم کرتے ہین اور ترمذی مین ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت تر ہی ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول ومنہا فی الخلاصۃ وغیرہا النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل اور منجملہ فضائل کے وہ قول ہی جو خلاصہ وغیرہا مین ہی کہ نظر کرنا ہمارے اصحاب کی کتابون مین بدون سماع یعنی فقہ کی کتابون کو مطالعہ کرنا بدون اسباق کے کہ اُستاد سے سنا ہو تہجد کی نماز سے بہتر ہی وتعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن اور فقہ کا سیکھنا افضل ہی باقی قرآن کے سیکھنے سے ہم یعنے زائد از حاجت فقہ کا سیکھنا غیر کے نفع کیواسطے باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہی اسواسطے کہ فقہ کا تعلم بقدر حاجت کے فرض عین ہی وجہ فضیلت کی یہ ہی کہ اسوقت مین تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہی اور قرآن کا تعلم سنت ہی اور فرض افضل ہی سنت سے مگر یہ وجہ مسلم نہین ہو اسواسطے کہ تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہی یا فضیلت کی یہ وجہ ہی کہ جمیع فقہ محتاج علیہ ہی اسواسطے کہ وقائع کا حدوث ہوتا ہی فقہ کے ہرباب مین بخلاف قرآن کے ہو اسطے کہ قرآن مین ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہی اور سورۂ فاتحہ اور تین آیتونکا سیکھنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وجمیع الفقہ لابد منہ اور تمام فقہ سے چارہ نہین یعنی ضرور ہی اگرچہ بطریق فرض کفایہ کے ہو الی اخرہ فقہ بجمیع انواع خود آدمیون کو ضرور ہی سو طہارت اور نماز اور روزہ کا دریافت کرنا تو علی العموم سبکو فرض ہی اور زکوٰۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق وغیر ذلک کا معلوم کرنا اُسپر فرض ہی جو اُنکا حاجتمند ہو یعنی اگر مالدار ہی تو زکوٰۃ اور حج کے مسائل کا معلوم کرنا اُسپر فرض ہی و علیٰ ہذا القیاس نکاح کرنیوالا اور طلاق دینے والا و فی التاتارخانیۃ وغیرہ عن محمد لا ینبغی للرجل ان یعرف بالشعر والنحو لان آخر امرہ الی المسألۃ وتعلیم الصبیان ولا بالحساب لان آخر امرہ مساحۃ الارضین ولا بالتفسیر لان آخر امرہ الی التذکیر والقصص بل یکون علمہ فی الحلال والحرام وما لا بد منہ اور ملتقط وغیرہ مین محمد بن حسن سے منقول ہی کہ مرد کو لائق نہین کہ شعر گوئی اور نحو دانی مین مشہور ہو اسلیئے کہ اسکا انجام گداگری ہی اور لڑکون کا پڑھانا اور نہ حساب دانی مین مشہور ہو کہ اسکا انجام کا پیمایش ہی اراضی کی اور نہ تفسیر دانی مین مشہور ہو اسواسطے کہ اسکا انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہی بلکہ لائق یہ ہی کہ اسکا علم ثابت ہو حلال اور حرام مین اور اُنمین جس سے چارہ نہین ہم گداگری کو شعر گوئی کا انجام ہو اسطے کہا کہ اکثر شاعر دنیائے فانی کے طلب کرنیکے واسطے جو مدح کے لائق نہین اُنکی مدح کرتے ہین اور گالے ہجو کرتے ہین اُنکی جو مستحق مذمت کا نہین اور اُنکے اکثر اوقات مضامین تازہ کاذبہ کی تلاش مین سرگردانی سے برباد ہوتے ہین کما قیل اذا ما اعتز ذو علم بعلم ۞ فعلم الفقہ اولی باعتزاز ۞ فکم طیب یفوح ولا کمسک ۞ وکم طیر یطیر ولا کباز ۞ چنانچہ نظم مین کسی نے کہا ہی کہ جب فخر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب سے تو فقہ کا علم مقدم تر اور اولیٰ بافتخار ہی سو بہت سی خوشبوئین مہکتی ہین اور نہین مہکتی مشک کے مانند اور بہت سی چڑیان اڑتی ہین اور نہین اُڑتی باز کے مانند یعنی فقہ اور علوم سے ایسا افضل ہی جیسا مشک اور خوشبوئیون سے اور باز اور پرندونسے وقد مدحہ اللہ تعالیٰ بتسمیتہ خیرا بقولہ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وقد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ہو علم الفقہ اور البتہ حق تعالیٰ نے فقہ کی مدح کی ہی اسکو مسمی بخیر کرکے اپنے اس قول مین ومن یؤت الحکمۃ الخ یعنے جسکو حکمت دی گئی اسکو بہت خیر دی گئی اور مفسرین کے ایک گروہ نے

حکمت کو تفسیر بعلم فروع کیا ہی جو فقہ کا علم ہی و من ہہنا قیل سے ؎ خیر علوم علم فقہ لانہ ٭ یکون الی کل المعالی توسلا ٭ فان فقیہا واحدا متورعا ٭ علی الف ذی زہد تفضل و اعتلا ٭ اور اسی جگہ سے کسی نے کہا ہی نظم مین اور سب علمون سے بہتر فقہ کا علم ہی اسواسطے کہ وہ سب مراتب عالیہ کی طرف وسیلہ ہوتا ہی کیونکہ ایک فقیہ متقی ہزار زاہدون پر بزرگ اور عالی قدر ہوتا ہی مراد یہ ہی کہ فقیہ اُن زاہدون سے افضل ہی جو فقہ کو نہین جانتے ہین وہما ماخوذان مما قیل للامام محمد سے

تفقہ فان الفقہ افضل قائد ٭ الی البر والتقوی و اعدل قاصد ٭ وکن مستفیدا کل یوم زیادۃ ٭ من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد ٭ فان فقیہا واحدا متورعا ٭ اشد علی الشیطان من الف عابد ٭ اور وہ دونون شعرین جو گذر گئین ماخوذ ہین اس نظم آئندہ سے جو امام محمد کی طرف منسوب ہی وہ یہ ہی کہ فقہ کو سیکھ اسواسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہی نیکی اور پرہیزگاری کی طرف اور معتدل تر قریب مقصد ہی یعنے عدل طریق مقرب مقصود ہی اور ہو تو ہر روز حاصل کرنیوالا زیادتی کا فقہ سے اور تیراکر فوائد کے دریاؤن مین اسواسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہی شیطان پر ہزار عابد سے ھ نظم سابق اور یہ نظم امام محمد کا اس حدیث مرفوع سے ماخوذ ہی عن ابن عباس رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اخرجہ الترمذی چنانچہ اسکا ترجمہ عنقریب مذکور ہو چکا و من کلام علی رضی اللہ عنہ سے ما الفضل الا لاہل العلم انہم ٭ علی الہدی لمن استہدی ادلاء ٭ اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ نظم ہی کہ بزرگی نہین مگر اہل علم کیواسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہین اور طالب ہدایت کے رہنما ہین سے وزن کل امرء ما کان یحسنہ ٭ والجاہلون لاہل العلم اعداء ٭ اور وزن یعنے قدر اور خوبی ہر مرد کی موافق اُسکی خوب کرداری کے ہی اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہین ھ تو صانع کی قدر اُسکے حسن صنعت کی مقدار پر ہی اور جسنے علوم آداب کے خوب سیکھے تو اُسکی قدر اُنھین کی مقدار پر ہو گی اور جسنے علم فقہ کا خوب حاصل کیا تو اُسکی قدر عظیم ہو گی بسبب عظمت فقہ کے الحاصل جو شخص کسی چیز کو خوب حاصل کریگا تو اُسکا مرتبہ اُسکی مقدار پر ہو گا کذا فی الطحطاوی سے ففز بعلم ولا تجہل بہ ابدا ٭ الناس موتی و اہل العلم احیاء ٭ سو رستگار اور ظفریاب ہو علم کے سبب سے اور علم سے جاہل نرہیو ہمیشہ یعنی اسباب جہل سے اجتناب رکھیو سب آدمی مُردے ہین او علم والے زندے ہین ھ یعنی جاہل مُردونکے مانند ہین لائق شمار کے نہین اور اُنسے کچھ فائدہ نہین اور اہل علم زندہ ہین یعنی اُنکی زندگی سے اُنکو اور لوگون کو فائدہ حاصل ہوتا ہی تو علماء دین کا وجود رحمت اور نور ہی کیون نہو کہ وہ وارث ہین انبیاء علیہم السلام کے اور منجملہ جہالت کے اسباب جہل اور نسیان کا ارتکاب ہی چنانچہ جہالت کا بڑا سبب کاہلی ہی اور کاہلی پیدا ہوتی ہی کثرت بلغم سے اور کثرت بلغم کی ہوتی ہی بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پیا ہوتا ہی بہت کھانے سے تو مبدا و فساد کثرت اکل ٹھہرا اور تقلیل اکل کا طریقہ یہ ہی کہ قلت اکل کے منافع کو آدمی غور کرے از انجملہ ایک فائدہ یہ ہی کہ آدمی تندرست رہتا ہی اور زیادہ کھانیوالا گران تن اور اکثر بیمار ہو جاتا ہی اور بہت کھانیوالا حق تعالی کو ناپسند ہی اور دوسرا فائدہ قلت اکل کا ایثار ہی یعنی کھانے مین غیر کو مقدم رکھنا اور بہت کھانیوالیکو دوسرے کا کھلانا دشوار ہوتا ہی اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی و کثرت ذنوب ہی اور امور دنیا کی تشویشات اور کثرت اشتغال اور زیادتی علائق کی اور ہرا دھنیا کھانا اور مصلوب کو دیکھنا اور الواح قبور کو پڑھنا اور اونٹون کی قطار مین چلنا اور زندہ جون زمین پر ڈالنا اور گدی پر پچھنے لگانا اور منجملہ اسباب مورثہ حفظ و حافظہ کوشش کرنا ہی اور ہمیشہ ذاکرہ رکھنا اور کم کھانا اور تہجد کی نماز پڑھنا اور قرآن کو دیکھکر پڑھنا اور بہت درود پڑھنا اور شہد کا پینا اور کندر کو شکر کے ساتھ کھانا اور اکیس مویز منقی کا نہار منھ کھانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کریگی معلوم کرنا چاہیے کہ طالب علم کو علم نہین آتا اور نہ اُس سے فائدہ حاصل ہوتا ہی جبتک کہ علم کی اور اہل علم کی اور اُستاد کی تعظیم اور توقیر نکرے اسواسطے کہ کوئی کمال کو نہین پہونچا مگر حرمت کرنے سے اور کوئی بے نصیب نہین رہا مگر ترک حرمت سے علی مرتضی رضی نے فرمایا کہ مین اُسکا غلام ہون جسنے مجھے ایک حرف بتایا چاہے بیچ لے مجکو چاہے آزاد کرے ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تاکہ وہ علم اور ادب سیکھے تو بادشاہ نے ایکدن دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہین اور شاہزادہ پانی ڈالتا ہی تو بادشاہ نے اُسپر عتاب کیا اس امر مین اور کہا کہ مین نے اُسکو اسواسطے بھیجا ہی کہ آپ اُسکو علم اور ادب سکھائیے آپ نے اُس سے یون کیون نفرمایا کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے آپکا پانون دھووے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہی تو طالب علم کو لائق ہی کہ کتاب کو ہاتھ نہ لگاوے بدون طہارت کے شمس الائمہ

سرخسی رح کو ایک رات اسہال عارض ہوا اور وہ اپنے سبق کی تکرار کرتے تھے تو اس رات کو سترہ بار وضو کیا اسواسطے کہ وہ سبق کی تکرار بدون وضو کے نہ کرتے تھے وجہ اسکی یہ ہے کہ علم نور ہے اور وضو بھی نور ہے تو علم کا نور وضو سے دوچند ہوجاتا ہے اور منجملہ تعظیم واجب کے یہ ہے کہ کتاب کیطرف پانون نہ پھیلائے اور کتاب کی تعظیم ایک یہ ہے کہ خوشخط واضح لکھے اور بہت باریک نہ لکھے امام اعظم رح نے ایک کاتب کو دیکھا کہ باریک لکھتا تھا تو فرمایا کہ باریک مت لکھ کہ شاید تو زندہ رہا تو پچھتائیگا اور اگر مرگیا تو تجھکو لوگ برا کہینگے یعنی اگر تو پیر ہوگا اور تیری بصارت ضعیف ہوگی تو اس باریک تحریر پر تجھکو ندامت ہوگی اور منجملہ تعظیم علم کے ہمسبق بھائیون کی تعظیم ہے اور چاپلوسی معیوب چیز ہے مگر طلب علم مین مذموم نہین اسواسطے کہ استاد اور ہمسبقون کی چاپلوسی کرنا لائق ہے تاکہ اُنسے فائدہ حاصل ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وقد قیل العلم وسیلة الی کل فضیلة اور کہا گیا ہے یعنی علماء مجربین نے فرمایا ہے کہ علم وسیلہ ہے ہر بزرگی اور کمال کا یعنی ترقیات دارین کا سبب ہے العلم یرفع المملوک الی مجالس الملوک علم بلند رتبہ کرتا ہے غلام کو بادشاہون کی مجالس تک یعنی نہایت حقیر شخص علم کی جلالت شان سے بادشاہون کا مصاحب اور جلیس ہوجاتا ہے لولا العلماء لهلك الامراء اگر عالم نہوتے تو امیر ہلاک اور تباہ ہوجاتے م وجہ اسکی یہ ہے کہ امیر خلق اللہ کے حاکم ہین تو اگر فصل خصومات مین علماء دین کی طرف رجوع نکرتے تو گمراہ ہوتے اور عذاب آخرت مین گرفتار ہوتے باوجود اسکے علماء دین کو لائق نہین امیرونکے پاس جانا آنا دنیاے فانی کے حاصل کرنے کیواسطے عالم کو چاہیے کہ اپنے نفس کو ذلیل نکرے بلکہ مقسوم پر راضی رہے ہمت کو عالی رکھے لوگون کے مال مین طمع نکرے زمانہ سابق مین دستور تھا کہ اول لوگ پیشہ سیکھتے پھر علم حاصل کرتے تھے تا خلق اللہ کے مال مین طمع کی مجال باقی نرہے اور جبکہ عالم طامع ہوا تو اسکے علوم کی حرمت باقی نہین رہتی اور وہ حق گوئی سے بھی کنیاتا ہے ابن عساکر نے اپنی تاریخ مین انس رض سے حدیث روایت کی کہ میری امت کی خرابی ہے علماء بدکردار سے اس علم کو تجارت قرار دینگے اسکو بیچین گے اپنے زمانے کے امیرونسے اپنی منفعت کیواسطے خدا انکی تجارت مین نفع نبخشے اور مروی ہے کہ بدتر علماء وہ ہین جو امیرونکے پاس جاتے ہین اور بہتر امیر وہ ہین جو عالمون کے دروازون پر آتے ہین اور مروی ہے کہ دو قسم آدمیون مین سے جب آراستہ ہوئے تو سب لوگ آراستہ ہوجاتے ہین اور جب وہ بگڑے تو سب لوگ بگڑجاتے ہین علماء اور امراء کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وانما العلم لاربابه ولایة لیس لها عزل اور سواے اسبات کے نہین ہے کہ علم صاحبان علم کیواسطے وہ منصب الٰہی ہے جسکی معزولی نہین یعنی بادشاہ اس منصب کو نہین چھین سکتا ان الامیر هو الذی یضحی امیرا عند عزله ان زال سلطان الولایة فهو فی سلطان فضله اثبت اصلی امیر وہ ہے جو امیر بنا رہے اپنے معزول ہونیکے وقت اگر قوت منصب کی زائل ہوگئی تو وہ اپنے کمال کی قوت مین ثابت ہے واعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین وهو بقدر ما یحتاج لدینه اور معلوم کر اے مخاطب کہ علم کا سیکھنا فرض عین ہوتا ہے یعنے ہر شخص پر اور فرض عین اسقدر علم ہے جسکی طرف آدمی حاجتمند ہو اپنے دین کے واسطے م تعلیم متعلم مین ہے کہ مسلمان پر ہر علم کا حاصل کرنا فرض نہین بلکہ علم حال کی طلب فرض ہے یعنی آدمی جس حال مین واقع ہو اس حال کا علم سیکھنا فرض ہے مثلاً جسپر نماز وروزہ فرض ہوا اُسپر صوم وصلوٰة کے مسائل کا دریافت کرنا فرض ہے اور اگر مال حاصل ہوا تو زکوٰة اور حج کے مسائل کا سیکھنا فرض عین ہے اور سوداگر پہ علم بیوع فرض ہے بالجملہ جو جس چیز کا شغل رکھتا ہو اُسپر اُسکا علم فرض ہے تاکہ اسمین ارتکاب حرام سے محفوظ رہے اور علم واجب وہ ہے جسقدر سے امر واجب ادا ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً وفرض کفایة اور علم کا سیکھنا فرض کفایہ ہوتا ہے فرض کفایہ وہ ہے کہ ہر شخص پر فرض نہین بلکہ بعض کا سیکھنا ایک شہر مین سب کی طرف سے کفایت کرتا ہے وهو ما زاد علیه لنفع غیره اور فرض کفایہ وہ علم ہے جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو غیر کے نفع کیواسطے یعنے ناواقفون کے بتانے کو تاکہ وہ لوگ مہالک اور محرمات سے بچین تو ایک عالم ہر نواحی مین ضرور ہے کہ عوام مسلمین کو ضروریات دین کے سکھاوے نہین تو عوام ضائع ہونگے ومندوب وهو التبحر فی الفقه وعلم القلب اور علم سیکھنا مستحب ہوتا ہے اور مستحب علم تبحر اور مہارت کا حاصل کرنا ہے فقہ مین اور دل کے علم مین م علم قلب سے علم اخلاق مراد ہے یعنی جس علم سے انواع فضائل اور انکے حاصل کرنیکی کیفیت معلوم ہو اور اقسام رذائل اور اُنسے بچنے کی کیفیت دریافت ہو تعلیم متعلم مین ہے اسیطرح فرض ہے علم احوال قلوب چنانچہ توکل اور انابت اور خوف الٰہی اور رضا بالقضا اسواسطے کہ یہ سب احوال مین واقع ہے اور بزرگی اس علم کی کسی پر مخفی نہین ہے اور اسیطرح اخلاق مین معرفت جود اور بخل اور تکبر اور تواضع اور عفت اور اسراف اور تقتیر وغیرہا کی فرض ہے اسواسطے کہ بخل اور نامردی اور تقتیر حرام ہے اور اس سے بچنا بدون اسکے علم اور اسکی ضد کے ممکن نہین انتہی تو علم قلب فقہ پر عطف ہے نہ تبحر پر تو مطلب یہ ہوا کہ اصل علم اخلاق فرض ہے اور اسمین تبحر پیدا کرنا مستحب ہے اور اگر تبحر پہ عطف کیجیے تو تعلیم متعلم کے

مخالف ہوگا یعنی علم اخلاق مستحب ہے مگر اسکا نہ فرض وحراماً وہو علم الفلسفة والشعبدة والتنجیم والرمل وعلوم الطائعین والسحر والکہانة اور علم سیکھنا حرام ہوتا ہی
او وہ حرام علم یونانیون کی حکمت ہی اور شعبدہ یعنی دست چالاکی بازیگری مین بھان متی کے مانند اور نجوم اور رمل اور اہل طبائع کے علوم یعنے
علم طبیعی اور جادو اور کہانت ہم یونانی حکمت اسواسطے حرام ہوئی کہ اُسمین عالم کا قدیم ہونا وغیر ذلک من المکفرات والمحرمات داخل ہین اور علم نجوم مین اوضاع
فلکیہ سے حوادث سفلیہ پر استدلال کرتے ہین تعلیم متعلم مین ہی کہ نجوم کا علم بمنزلہ مرض کے ہی تو اُسکا سیکھنا حرام ہی کیونکہ وہ مضر ہی نافع نہین اسلیے کہ قضا و قدر
سے بچنا غیر ممکن ہی تو مسلم کو چاہیے کہ ذکر اللہ اور دعا اور تضرع مین مشغول رہے اور حق تعالیٰ سے عافیت مانگا کرے اسواسطے کہ داعی محروم الاجابت نہین ہوتا ہی
اگر بلا مقدر ہی تو ضرور پہونچیگی لیکن داعی کو حقتعالی صبر عطا کریگا دعا کی برکت سے لیکن تعلیم نجوم کا بقدر قبلہ شناسی اور اوقات نماز کے جائز ہی انتہی اور کہانت یہ ہی کہ
شیاطین سے راہ پیدا کرے تاکہ وہ اخبار آیندہ بتائین آور یہ جو لوگ علم جفر کو علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کیطرف نسبت کرتے ہین سو غلط ہی اسکی کچھ اصل نہین شارح نے
علم طب کو بیان نہین کیا لیکن تعلیم متعلم مین یون مذکور ہی کہ طب کا سیکھنا جائز ہی اسواسطے کہ اسباب مین سے ایک یہ بھی سبب ہی تو اُسکا سیکھنا جائز ہی اور علم باقی اسباب کیطرح
اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی علاج کیا ہی اور امام شافعی رح سے منقول ہی کہ العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان علم فقہ دین کیواسطے ہی اور علم طب کا
بدن کیواسطے کذا فی الطحطاوی ملتقطا ودخل فی الفلسفة المنطق اور حکمت یونانی مین منطق کا علم داخل ہی یعنی حرام ہی حموی محشی اشباہ نے کہا بعضے فاضلون نے
کہا کہ مین نے اپنے مذہب کے علما کی کتابو مین تحریم منطق کا قول نہین دیکھا اگر صاحب اشباہ نے دیکھا تھا تو اُسکا نقل کرنا مناسب تھا ہان شافعی رح مذہب کی کتابو نمین اسکی
بہت تصریح ہی اور تضییع عمر کو اگر وجہ حرمت قرار دیجیے تو بعید نہین اور یہ بھی ہی جو منطق سے اشتغال رکھتا ہی وہ غالباً فلسفہ کیطرف مائل ہوجاتا ہی تو منع کرنا از قبیل سد ذرائع
کے ٹھہرا والا منطق مین وہ نہین جو شرع مبین کے مخالف ہو اور بعضے فاضلون نے کہا کہ شاید منطق سے مراد فلاسفہ کی منطق ہی نہ اہل اسلام کی منطق اسواسطے کہ اُسمین قواعد
اسلام کے مخالف کوئی چیز نہین اور امام غزالی رح نے منطق کو معیار العلوم کہا ہی اور فرمایا کہ جسکو منطق کی معرفت نہین اُسکے علم پر اعتماد نہین اور بو علی سینا نے منطق کو
خادم العلوم کہا ہی انتہی طحطاوی نے کہا ظاہر منطق سے وہ منطق مراد ہی جو شبہات اہل اعتزال سے مملو ہی تو وہ داخل فلسفہ ہی ومن ہذا القسم علم الحرف والموسیقی اور حرام
کی قسم سے حرف اور راگ کا علم ہی ہم شاید کہ علم حرف سے کاف کا حرف مراد ہو جیسے کیمیا کی طرف اشارہ ہی اور اُسکی حرمت مین کچھ کلام نہین کہ اسمین عمر اور مال
دونون برباد ہوجاتے ہین یا مراد حرف کل جمع کرنا ہی جس سے حرکات پر دلالت خارج ہو اور احتمال ہی کہ علم اسرار حروف مراد ہو اوفاق اور استخدام وغیر ذلک سے کذا
فی الطحطاوی مین کہتا ہون کہ ظاہرا علم حرف سے جفر کا علم مراد ہی کہ اُس سے وقائع آیندہ کا استخراج کرتے ہین نجوم کے مانند اور حالانکہ علم غیب مخصوص بعلام الغیوب ہی
والسہ اللہ دکرہا وہو اشعار المولدین من الغزل والبطالة اور ہوتا ہی مکروہ اور وہ غزل اور بیہودہ گوئی اُن شاعرون کی جو عرب مین بعد اسلام کے پیدا ہوے
ہم مولدہ لوگ ہین جو عرب مین پیدا ہوے اور حالانکہ وہ عرب کی قوم سے نہین چنانچہ ابو نواس وغیرہ قاموس مین ہی کہ مغازلہ اُنسا عبارت ہی عورتون کے ساتھ
بات چیت کرنے سے ومباحا کاشعارہم التی لاسخف فیہا کذا فی فوائد شتی من الاشباہ والنظائر اور ہوتا ہی علم مباح یعنے اسکا فعل اور ترک برابر ہی چنانچہ مولدین کے
وہ اشعار جنمین نامعقول مضمون نہین اسی طرح مذکور ہی اشباہ اور نظائر کے فوائد شتی مین ہم مولدین کی قید اسواسطے لگائی کہ اُنکے اشعار مین اکثر مضامین سخیفہ واہیہ
ہین برخلاف عرب خالص کے ابن عباس رض اکثر اشعار عرب کی طرف التفات رکھتے تھے قرآن اور حدیث کے الفاظ پر استدلال کرنے کو کذا فی الطحطاوی۔
ثم نقل فی مسئلة الرباعیات بحصلہا ان الفقہ ہو ثمرة الحدیث پھر صاحب اشباہ نے مسئلہ رباعیات مین کلام طویل نقل کیا اور اُسکا خلاصہ مقصود یہ ہی کہ مقرر فقہ
حدیث کا ثمرہ ہی یعنی حدیث سے مستخرج ہی ولیس ثواب الفقیہ اقل من ثواب المحدث اور نہین ہی فقہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کمتر وفیہا کل انسان

غیر الانبیاء لایعلم ما اراد اللہ تعالے لہ وبہ لان ارادتہ تعالی غیب الا الفقہاء فانہم علموا ارادتہ تعالی بہم بحدیث الصادق المصدوق من یرد اللہ بہ خیرا
یفقہہ فی الدین اور اشباہ مین ہی کہ ہر آدمی سواے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہین ہی کہ اللہ تعالی کا کیا ارادہ ہی اُسکے ساتھ دارین مین اسواسطے کہ

چنانچہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہانتک کہ کہا گیا ہی کہ البتہ انھون نے دین کے علوم مین نوسو ننانوے کتابین تصنیف کی ہین م جامع صغیر
مین محمد رح روایت کرتے ہین اور ابویوسف رح سے اور وہ امام اعظم رح سے اور جامع کبیر مین محمد رح روایت کرتے ہین امام رح سے بلا واسطہ و من تلامذتہ الشافعی رضی اللہ عنہ و تزوج
بام الشافعی و فوض الیہ کتبہ و مالہ فبسببہ صار الشافعی فقیہا اور شافعی رح محمد بن حسن رح کے شاگردون مین سے ہین اور نکاح کیا تھا شافعی رح کی مان سے اور اپنی کتابین اور
اپنا مال انکو سپرد کیا تھا سو اسی سبب سے شافعی فقیہ ہوگئے م یہ قول ظاہر اماول ہی چلپی نے کہا ہان یہ کہنا صحیح ہی کہ محمد رح کی کتابون سے شافعی رح کو ان مسائل پر اطلاع
ہوئی جنسے انکو قبل اسکے آگاہی نتھی اسواسطے کہ محمد رح سے کثرت سے استخراج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعی رح تو بغداد کے داخل ہونے اور محمد رح کے ملنے سے پہلے فقیہ
مجتہد تھے اور اجتہاد مطلق کیونکر استفادہ ہوا اس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہین انتہی مجتہد مطلق وہ ہی جو اصول و فروع مین دوسرے کا تابع نہو جیسا کہ چارون امام
اور مجتہد مقید وہ ہی جو اصول مین دوسرے کا تابع ہو نہ فروع مین چنانچہ ابویوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقہ فلیلزم
اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم واللہ ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن اور بہتر انصاف کیا ہی شافعی نے جہان یون کہا ہی کہ جو شخص فقہ حاصل
کرنے کا ارادہ کرے سو اسکو چاہیے کہ ابوحنیفہ رح کے شاگردون کا ساتھ نچھوڑے اسواسطے کہ معانی دقیقہ تو انکو آسان اور سہل ہوگئے ہین اور خدا کی قسم ہی کہ مین فقیہ نہین
ہوگیا مگر محمد بن حسن شیبانی کی کتابون سے م یعنی مزید بصیرت فروع فقہیہ مین مجکو حاصل نہین ہوئی مگر انکی کتابون سے کذا فی الجلبی المحشی للدر المختار و قال اسمعیل
بن ابی رجاء رایت محمدا فی المنام فقلت لہ ما فعل اللہ بک قال غفر لی ثم قال لو اردت ان اعذبک ما جعلت ہذا العلم فیک فقلت لہ فاین ابو یوسف قال
فوقنا بدرجتین قلت فابو حنیفۃ قال ہیہات ذلک فی اعلی علیین اور اسمعیل بن ابی رجا نے کہا کہ مین نے محمد بن حسن رح کو خواب مین دیکھا سو انسے کہا کہ خدا نے
تمھارے ساتھ کیا کیا انھون نے کہا کہ مجکو بخشدیا پھر حقتعالی نے فرمایا کہ اگر مین تیرے عذاب کرنے کا ارادہ کرتا تو یہ علم تجکو نہ دیتا پھر مین نے کہا تو ابویوسف رح کہان ہین
کہا کہ ہم سے دو درجے اوپر ہین مین نے کہا تو ابوحنیفہ رح کہان ہین کہا دور ہین وہ تو علیین کے اوپر ہین م علیین جنت مین بالاتر مکان ہی سو یہ بلندی رتبہ اضافی ہی یعنے
بہ نسبت صاحبین کے نہ مطلقا اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ امام سے قطعا درجہ مین بلندتر ہین کیف وقد صلی الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ امام کا بلند مرتبہ اس قدر
کیونکر نہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشا کے وضو سے پڑھی چالیس برس م مسعر بن کدام نے کہا کہ مین امام ابوحنیفہ رح کی مسجد مین گیا تو مین نے دیکھا کہ فجر کی نماز پڑھکے
لوگون کو تعلیم علم کیا کیے یہانتک کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر تک تعلیم مین مشغول رہے پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسی طرح عشا تک پھر بعد نماز عشا گھر مین گئے
سو مین نے اپنے دل مین کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہ ہی مطالعہ کب ہوتا ہوگا مین اسکا تجسس کرونگا جب لوگونکی آمد و رفت بند ہوئی تو امام مسجد مین آئے سو نماز مین قائم
رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گھر مین گئے پھر کپڑے پہنکر مسجد مین آئے اور فجر کی نماز پڑھی اور اسیطرح عشا تک تعلیم مین مشغول رہے پھر گھر مین گئے سو مین نے اپنے جی مین کہا
کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بھی اسکا تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد مین آئے اور شب گذشتہ کیطرح نماز مین صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پھر گھر مین جا کر کپڑے
پہنکر نماز کے واسطے مسجد مین آئے اور نماز پڑھکر اسیطرح تا عشا تعلیم و ارشاد مین رہے پھر گھر مین گئے تو مین نے کہا کہ آج البتہ آرام کرینگے آج بھی تجسس کرونگا سو اس رات مین بھی
ویسا ہی کیا صبح تک تو مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین انکا ساتھ نچھوڑونگا یہانتک کہ انکا انتقال ہو دنیا سے یا میرا سو مین نے انکی ملازمت کی انکی مسجد مین آبن معاذ نے کہا کہ
مسعر بن کدام ابوحنیفہ رح کی مسجد مین مر گئے سجدہ کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابوحنیفہ رح سے پوچھا کہ طاعت پر تمکو کس چیز نے قوی کر دیا کہا کہ مین نے حقتعالی سے دعا کی بواسطے
اسکے اسماء مطہرہ کے تہجی کے حروف پر اور وہ دعا مقدمہ غزنویہ مین مذکور ہی جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت
کی کہ مین نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تھے کہ ایک رات مین مسجد مین گیا ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا مجکو انکی قرات پسند آئی سو انھنے قرآن کا ساتوان حصہ پڑھا مین نے گمان کیا کہ اب رکوع
کریگا پھر انھنے تہائی قرآن پڑھا مین نے کہا کہ اب رکوع کریگا پھر انھنے آدھا قرآن پڑھا سو اسیطرح پڑھتا رہا یہانتک کہ تمام قرآن ختم کیا ایک رکعت مین پھر مین نے جو انکو دیکھا تو وہ
ابوحنیفہ رح تھے اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قرآن کو ایک رکعت مین ختم کیا چار بزرگون نے انمین سے ایک امام ابوحنیفہ ہین اور خطیب نے یحیی بن نصر سے

روایت کی کہ ابو حنیفہ رح قرآن کو رمضان مین ساٹھ بار اکثر ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی کہ مین نے اسد بن عمرو سے سُنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ رح نے فجر کی نماز عشا کے وضو سے چالیس برس پڑھی اور اکثر شب تمام قرآن کو ایک رکعت مین پڑھتے تھے اور جس مکان مین اُنکی وفات ہوئی ستر ہزار بار قرآن کو ختم کیا اور خطیب نے حماد بن ابی حنیفہ رح سے روایت کی کہ جب ہمارے والد کا انتقال ہوا تو مین نے حسن بن عمارہ سے کہا کہ تم اُنکو غسل دو جب اُنھون نے نہلایا تو کہا اللہ تجھپر رحم کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہین کیا تیس برس سے اور تیری آنکھین نہین جھپکین چالیس برس سے مقرر تو نے اپنے بعد مشقت مین ڈالا اور قاریون کو فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف رح سے روایت کی کہ مین چلا جاتا تھا ابو حنیفہ کے ساتھ مین نے سُنا ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہ ابو حنیفہ ہین کہ رات کو نہین سوتے ہین تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ کہین جو مین نہین کرتا ہون اور رات کو انکی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الطحطاوی وَحَجَّ خَمْسًا وَخَمْسِينَ حَجَّةً اور امام نے پچپن حج کیے وَرَاٰى رَبَّهٗ فِی الْمَنَامِ مِائَةَ مَرَّةٍ وَلَهَا قِصَّةٌ مَشْهُورَةٌ اور اپنے پروردگار جل شانہ کو خواب مین سو بار دیکھا اور رویت کا ایک قصہ مشہور ہے امام حافظ نجم الدین غیطی نے وہ قصہ یون مذکور کیا ہے کہ امام رح نے رب العزت کو خواب مین ننانوے ۹۹ بار دیکھا سو کہا اپنے جی مین کہ اگر اب سوین بار دیکھونگا تو سوال کرونگا کہ خلائق اُسکے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائیگی کہا امام رح نے پھر مین نے حق سبحانہ تعالی کو خواب مین دیکھا تو عرض کیا ای پروردگار عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَاؤُكَ کس چیز سے نجات پائیگی خلائق تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح و شام یون کہا کریگا سبحان الابدی الابد سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغیر عمد سبحان من بسط الارض علی ماء جمد سبحان من خلق الخلق فاحصاهم عددا سبحان من قسم الرزق ولم ینس احد سبحان الذی لم یتخذ صاحبة ولا ولدا سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد تو وہ شخص میرے عذاب سے نجات پاویگا کذا فی الطحطاوی

وفی حجتہ الاخیرة استاذن حجبة الکعبة بالدخول لیلا فقام بین العمودین علی رجلہ الیمنی ووضع الیسری علی ظہرہا حتی ختم نصف القرآن ثم رکع وسجد ثم قام علی رجلہ الیسری ووضع الیمنی علی ظہرہا حتی ختم القرآن فلما سلم بکی وناجی ربہ وقال الہی ما عبدک ہذا العبد الضعیف حق عبادتک لکن عرفک حق معرفتک فہب نقصان خدمتہ لکمال معرفتہ فہتف ہاتف من جانب البیت یا ابا حنیفة قد عرفتنا حق المعرفة وقد خدمتنا فاحسنت الخدمة وقد غفرنا لک ولمن اتبعک ممن کان علی مذہبک الی یوم القیمة اور امام رض نے اپنے اخیر حج مین کعبۂ شریفہ کے خادمون سے ایک رات داخل ہونے کی اجازت لی تو کھڑے ہوے نماز مین بیت اللہ کے دو ستونون کے درمیان داہنے پانون پر اور بایان پانون داہنے کی پشت پر رکھا یہانتک کہ آدھا قرآن ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر کھڑے ہوے بائین پانون پر اور داہنا پانون اسکی پشت پر رکھا یہان تک کہ قرآن کو ختم کیا پھر جب سلام پھیرا تو روئے اور مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الٰہی تیرے اس بندۂ ضعیف نے تیری عبادت نہین کی جیسی کہ تجکو لائق ہی لیکن تجکو جانا جیسے کہ تیرے جاننے کا حق ہی تو اُسکی خدمت کے نقصان کو اُسکے کمال معرفت کے سبب سے بخشدے یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کے ایک جانب سے آواز غیبی آئی کہ ای ابو حنیفہ رح تو نے ہمکو جانا جیسا کہ حق معرفت تھا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہمنے تجکو بخشا اور اُسکو بخشا جو تیرا تابع ہوا اُن لوگون مین سے جو تیرے مذہب پر ہین قیامت تک ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراوح افضل ہی نصب قدمین سے تراوح کی حقیقت یہ ہی کہ ایکبار ایک پانون پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پانون پر اور یہی محمل ہی امام کے فعل مذکور کا انتہی لیکن یہ احتمال بعید ہی اسواسطے کہ ایک پانون کا دوسرے پانون کی پشت پر رکھنا منقول ہی اور ضیاء معنوی مین مذکور ہی کہ ایک پانون پر فرائض مین کھڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہی اور نوافل مین جائز ہی اور حق معرفت کا عرفان جو مذکور ہوا تو اُسکا مطلب یہ ہی کہ امام حق تعالیٰ کی اُن صفات کے بالیقین عارف تھے جو اُسکے کبریا اور جلال پر دلالت کرتے ہین اور یہ مراد نہین کہ کنہ ذات اور صفات ربانی کے عارف تھے اسواسطے کہ وہ تو محال ہی بدلیل ما عرفناک حق معرفتک اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اُسکا مطلب یہ ہی کہ جو امام کے مذہب پر چلے یعنے اُسکے حلال اور حرام اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر بموافقت سنت و کتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور کجروی سے بچے اور یہ مراد نہین کہ

کہ جو کہے مین حنفی مذہب ہون اُسکی مغفرت ہوجاے کذا فی الطحطاوی مختصراً وقیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادۃ وما استنکفت عن الاستفادۃ

اور امام ابوحنیفہ سے کہا گیا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہونچے کہا کہ مین نے بخل نہین کیا غیر کے بتانے سے اور نہ عار کی سیکھنے سے م امام سے کسی نے ایکبار پوچھا

کہ یہ علم آپ کو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکر گزاری سے حاصل ہوا جب مین نے کسی حکمت اور فقہ کو سیکھا تو مین نے کہا الحمد للہ یعنی خدا کا شکر ہے جسنے مجکو اس

فہم کی توفیق دی تو میرا علم اس منت اور شکر گزاری سے بڑھتا گیا یعنی اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہے وقال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفۃ بینہ وبین اللہ رجوت

ان لا یخاف اور مسعر بن کدام نے کہا کہ جو امام ابوحنیفہ رح کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالیٰ کے کرے یعنی انکو وسیلہ کرے اور اُنکے مذہب پر چلے مین امید

رکھتا ہون کہ اُسکو کچھ خوف نہو وقال فیہ ؎ حسبی من الخیرات ما اعددتہ ٭ یوم القیٰمۃ فی رضی الرحمن ٭ دین النبی محمد خیر الوریٰ ٭ ثم اعتقادی مذہب النعمان

اور مسعر بن کدام نے امام کی مدح مین کہا کفایت کرتی ہے مجکو قیامت کے دن نیکیون سے وہ چیز جو مین نے تیار کر رکھی ہے رحمن کی رضامندی مین سو وہ چیز

دین ہے نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہین پھر بعد اسکے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنے ابوحنیفہ رح م مقدمۂ غزنوی مین یہ دونون بیتین ابو یوسف رح کی

طرف منسوب ہین تو مسعر نے یہ کہا بطور حکایت عن الغیر کذا فی الطحطاوی مسعر بن کدام استاد ہین سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہ دونون

بزرگ اور مجتہد استاد المحدثین ہین رحمۃ اللہ علیہم وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان آدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابوحنیفۃ ہو سراج

امتی اور روایت ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور مین فخر کرتا ہون ایک مرد کے سبب سے جو میری امت مین

ہے نام اُسکا نعمان ہے اور کنیت اُسکی ابوحنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ

من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی کذا فی التقدمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام انبیا میرے سبب سے

فخر کرتے ہین اور مین ابوحنیفہ رح کے سبب سے فخر کرتا ہون جو اُسکے ساتھ محبت رکھے سو مقرر اُسنے میرے ساتھ محبت رکھی اور جو اُسکے ساتھ دشمنی رکھے سو البتہ اسنے

میرے ساتھ دشمنی رکھی اسیطرح یہ دونون حدیثین تقدمہ مین مذکور ہین جو شرح ہے مقدمۂ ابو اللیث کی م طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہین

ابوحنیفہ رح سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہین اسکا جواب یہ ہے کہ ابوحنیفہ رح اُس زمانہ مین موجود ہوے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع ہوگیا تھا اور سنت مین کچھ ضعف طاری

تھا تو انکا وجود خلق کیواسطے رحمت ہوگیا اور احکام دینی کے فہم مین نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی وقول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی

بطرق مختلفۃ ضیاء معنوی مین کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے یعنے دروغ بستہ ہے تعصب اور نا انصافی ہے اسواسطے کہ روایت اسکی اسناد

مختلفہ سے ثابت ہے م ضیاء معنوی مقدمۂ غزنوی کی شرح ہے یعنے جبکہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اُسکو موضوع کہنا نا انصافی ہے زیادہ برین نیست

کہ ضعیف سہی نہ کہ موضوع علاوہ یہ ہے کہ جب ضعیف حدیث کے طرق متعدد ہوے تو وہ مرتبہ حسن کے قریب ہوجاتی ہے کذا فی الطحطاوی وروی الجرجانی فی

مناقبہ بسندہ لسہل بن عبداللہ التستری انہ لو کان فی امۃ موسیٰ وعیسیٰ مثل ابی حنیفۃ لما تہودوا ولما تنصروا اور جرجانی نے مناقب نعمانیہ مین اپنے سند

کے ساتھ سہل بن عبداللہ تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسیٰ اور عیسیٰ مین ابوحنیفہ رح کے مانند عقل و دیانت مین کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور

نصرانی نہوتے یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نکرتے ومناقبہ اکثر من ان تحصے اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سے زیادہ تر ہین یعنی حصر نہین ہوسکتے

م جلال الدین سیوطی شافعی رح نے تبییض الصحیفۃ مین کہا کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مالک رح کی بشارت دی اس حدیث مین جسکا خلاصہ مطلب

یہ ہے کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے کے واسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر نپاوینگے اور امام شافعی کی بشارت دی اس حدیث

مین جسکا مطلب یہ ہے کہ قریش کو بُرا نہ کہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقۂ زمین کو علم سے بھر دیگا مین کہتا ہون کہ نبی صلعم نے امام ابوحنیفہ رح کی بشارت دی اس حدیث

مین جسکو ابو نعیم نے حلیہ مین ابوہریرہ رض سے روایت کی قال قال رسول اللہ صلعم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی حضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر

علم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند مرد ابناء فارس سے اُسکو پا جاتے اور حدیث ابوہریرہؓ کی صحیح بخاری اور مسلم مین ان الفاظ سے ہو لو کان العلم عند الثریا لناله رجال من فارس) اور صحیح مسلم مین یون ہو لو کان الایمان عند الثریا لذہب به رجل من ابناء فارس حتی یتناوله اور اسی مضمون کی حدیث شیرازی نے القاب مین اور معجم طبرانی نے کبیر مین روایت کی ہو تو یہ اصل صحیح معتمد علیہ ہو بشارت اور فضیلت مین اسکے ہوتے خبر موضوع کی کچھ حاجت نہین انتہی ما قال السیوطی اور منجملہ مناقب امام وہ روایت کہ جو خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابویحیی حمانی سے کہ مین نے ابوحنیفہ سے سُنا کہتے تھے کہ مین نے ایک خواب دیکھا سو اُسنے مجکو بہت پریشان کیا مین نے دیکھا کہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھودتا ہون سو مین بصرہ مین گیا مین نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو اُنھون نے کہا کہ یہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی احادیث کو نشر اور مشہور کریگا اور خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی کہ مین نے عبداللہ بن مبارک سے سُنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالی میری فریادرسی نہ کرتا ابوحنیفہ رح اور سفیان رح کے سبب سے تو مین بھی اور آدمیون کے مانند ہوتا اور خطیب نے محمد بن عبدالجبار سے روایت کی کہ قاسم بن معین بن عبد الرحمن بن عبداللہ بن مسعود رض سے کہا گیا کہ تم ابوحنیفہ رح کے شاگردون مین داخل ہونے سے راضی ہو اُنھون نے کہا کسی کی مجلس لوگونکو ابوحنیفہ رح کی مجالس سے زیادہ تر نافع نہین اور روح بن عبادہ سے روایت ہو کہ مین ابن جریج کے پاس تھا سنہ ۱۵۰ ہجری مین کہ ابوحنیفہ رح کی موت کی خبر آئی تو استرجاع کیا اور کہا اُٹھی علم ذہب یعنی بہت بڑا علم جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر مروزی سے روایت کی کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ جب سفیان رح اور ابوحنیفہ رح کیطرف دیکھا ہون تو انکے آگے کون شخص فتوی دیسکتا ہو اور کہتے تھے کہ جب یہ دونون بزرگ ایک شی پر اتفاق کرین تو وہی حق ہو اور عبداللہ بن داؤد نے کہا کہ جب تو آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہو اور جبکہ تو ان دقائق اور موشگافیون کا ارادہ کرے تو ابوحنیفہ رح ہو اور خطیب نے محمد بن سعید کاتب سے روایت کی کہ مین نے عبداللہ بن داؤد سے سُنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نماز مین ابوحنیفہ رح کے واسطے دعا کرنا واجب ہو کہ اُنھون نے لوگونکے واسطے سنن اور فقہ کو محفوظ کر دیا اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ مین نے شداد بن حکیم سے سُنا کہتے تھے کہ مین نے ابوحنیفہ رح سے زیادہ تر عالم نہین دیکھا اور اسمعیل بن محمد فارسی سے روایت کی کہ مین نے مکی بن ابراہیم سے سُنا کہتے تھے کہ ابوحنیفہ رح اپنے اہل زمانہ مین سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحیی بن معین سے روایت کی کہ مین نے یحیی بن سعید قطان سے سُنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہین کہتے ہین ہمنے ابوحنیفہ رح کی رائے سے بہتر نہین سُنا اور اُنکے اکثر اقوال کو ہمنے لیا ہو اور خطیب نے سلیمان بن ربیع سے روایت کی کہ مین نے مکی بن ابراہیم سے سُنا کہتے تھے کہ مین علماء کوفہ کی مجلس مین بیٹھا سو اُنمین سے کسی کو ورع یعنی متقی تر ابوحنیفہ رح سے نہین دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بزاز سے روایت کی کہ حفص بن عبدالرحمن تجارت مین امام کے شریک تھے سو اُنھون نے حفص بن عبدالرحمن کے پاس کپڑے مین متاع کو بھیجا یعنے تھانون کی گٹھری بھیجی اور اطلاع کی کہ فلانے فلانے کپڑے مین نقصان ہو جب بیچنا تو مشتری کو اُسکا عیب جتا دینا سو حفص نے اُسکو بیچا اور مشتری سے اُسکا عیب بتانا بھول گئے جب ابوحنیفہ رح کو یہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کذا فی الطحطاوی عن السیوطی ہم عبداللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبداللہ بن داؤد اور شداد بن حکیم اور یحیی بن سعید اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے اُستاد ہین اُنکے اقوال مستندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقتمین امام ابوحنیفہ کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور (لو کان العلم الثریا لناله رجال من فارس) کا محل صحیح امام اعظم اور اُنکے اصحاب ہین کیونکہ اہل فارس مین اُنسے زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم دقیقہ رس نہین ہوا تو امام کے واسطے یہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہو وصنف فیها سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین وسماه الانتصار لامام ائمة الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم مین دو مجلد بڑے بڑے تصنیف کیے اور اُسکا نام رکھا الانتصار لامام ائمة الامصار یعنے پیشوایان بلاد کے پیشوا کے لیے انتقام لینا امام کو امام الائمہ اسواسطے کہا کہ انکا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین سے مقدم ہو اور اجتہاد کا دروازہ انھین نے کھول دیا کما لا یخفی علی العلماء وصنف غیرہ اکثر من ذلک اور اُسکے سوا اور علمانے اُنکے فضائل اور مناقب مین اس سے زیادہ بہت کچھ تصنیف کیا بعض مختصر ہین اور بعض مبسوط والحاصل ان ابا حنیفة النعمان من اعظم معجزات المصطفی بعد القرآن اور حاصل کلام یہ ہو کہ بیشک امام ابوحنیفہ رح نعمان معجزات

تو ایک شخص اہل فارس مین سے جا تا اور اسکو حاصل کرے ۱۲ منہ

معجزات مصطفوی مین سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہی ہم معجزہ کہا امام کو اسواسطے کہ انکی خبر دی قبل اُنکے وجود کے اُن احادیث مین جو مذکور ہو چکین عنقریب اسواسطے کہ احادیث علم ثریا امام اعظم پر قطعاً محمول ہین بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اُسکو بعضون نے ابن عباس پر محمول کیا ہی اور عالم مدینہ کی حدیث کو اور علماء مدینہ پر محمول کیا ہی بخلاف حدیث مذکور کے کہ اُسکا کوئی محمل واقعی صحیح نہین سواے ابو حنیفہ اور اُنکے اصحاب کے اور یہان معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہین ہین اسواسطے کہ معجزہ وہ ہی جو مقترن بتحدی ہو بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہین کذا فی الطحطاوی وحسبک من مناقبہ اشتہار مذہبہ ما قال قولا الا اخذ بہ امام من الائمۃ الاعلام اور امام کے مناقب سے تجکو کفایت کرتا ہی اُنکے مذہب کا مشہور ہونا امام نے کوئی قول ایسا نہین کہا جسکو کسی امام نے ائمۂ اعلام سے نہ لیا ہو ہم اخذ سے مراد موافقت ہی اجتہاد مین نہ تقلید اسواسطے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہین کرتا وقد جعل اللہ الحکم لاصحابہ واتباعہ من زمنہ الی ہذا الایام الی ان یحکم بمذہبہ عیسیٰ علیہ السلام اور البتہ حق تعالیٰ نے ٹھرایا ہی حکم شریعت اور سیاست کا تصرف مین امام کے اصحاب اور اتباع کے امام کے زمانے سے ان دنون تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حکم کرینگے م یعنے احکام مذہب حنفی کے روم اور توران کی سلطنت مین تا زمان شارح بلکہ اب تک جاری ہین اور یہ جو کہا کہ حضرت عیسیٰ بھی اسی مذہب کے موافق عمل کرینگے سو حلبی محشی نے اِسکا مطلب یون بیان کیا ہی کہ حضرت مسیح اجتہاد کرینگے اور انکا اجتہاد ابو حنیفہ کے اجتہاد کے موافق پڑیگا لیکن شافعیہ توافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہونگے انتہی اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام حلبی کے کہا مین کہتا ہون کہ جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موہمہ بولنا ہرگز لائق کہ ایسے امور سے منقبت نہین مذمت قائل کی ثابت ہوتی ہی ذخائر مہمات کے مصنف نے صاحب اشاعت سے نقل کیا کہ بعضے جہال حنفیون نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ اور مہدی دونون بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہونگے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب المشرب الوردی فی مذہب المہدی مین اسکو خوب رد کیا ہی اور امام مہدی کو مجتہد مطلق کہا ہی لیکن صاحب فتوحات انکے اجتہاد کے منکر ہین کیونکہ انکو احکام شریعت کے خدا کی طرف سے تعلیم ہونگے بواسطۂ ملک اور منجملہ دلائل استحالۂ تقلید اُن حضرات کے یہ ہی کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی معصوم ہین مطلقاً اور امام مہدی معصوم ہین احکام مین اور ابو حنیفہ رح مجتہد ہین اور مجتہد قد یخطی ویصیب ولہذا اُنکے صاحبین نے اکثر مین ثلث احکام سے انکا خلاف کیا ہی تو کیونکر تقلید کرے وہ شخص جو معصوم ہی کبھی خطا نہین کرتا اُس شخص کی جسکی صفت یخطی ویصیب ہی مطلع نظر جاہلون کا فرط تعصب وعناد سے کچھ نہین مگر ابو حنیفہ رح کی تفضیل اگرچہ بے اصل چیز سے ہو گو وہ کلام موؤی الی الکفر ہو اور ان جاہلون کو علم نہین امام اعظم رح کے فضائل جمیلہ حقہ کا جنمین علماء محققین نے کتابین تصنیف کی ہین ولہذا انھون نے اُس کذب اور افترا کو پسند کیا ہی جس سے اللہ اور اُسکا رسول راضی نہین بلکہ خود ابو حنیفہ رح راضی نہین اور اگر ابو حنیفہ رح ایسے افترا کو سنتے تو قائل کے کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستونکو اُنکے فضائل واقعیہ کافی ہین اثبات تفضیل کے واسطے ایسے اقاویل کاذبہ کی حاجت نہین جنسے تنقیص انبیاء علیہم السلام کی لازم آوے فانا للہ وانا الیہ راجعون تو اے مخاطب تو اپنے اوپر اتباع سنت غرا لازم کر کہ وہ پناہ ہی ہوا پرستی سے اور سپر ہی سہام شیطانی سے اور چھوڑ تعصب اور ناحق جانبداری کو کہ وہ باب عظیم ہی ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحطاوی انتقطاً ہم حاشیۂ طحطاوی مین ملحدین کی جوڑی ایک حکایت طویل منقول ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ احکام شرعی کو خضر علیہ السلام نے ابو حنیفہ رح سے تیس برس مین حاصل کیا پھر تین سال مین ابو القاسم قشیری کو تعلیم کیا اُنھون نے مذہب حنفی مین ہزار کتابین تصنیف کین اور صندوقین بند کرکے نہر جیحون مین امانت رکھین جب عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت کے نزول کرینگے تو اُنکی کتابونکو نکال کر اُنکے موافق عمل کرینگے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اِس دروغ بیفروغ کو بتفصیل تمام رد کیا ہی خوف تطویل سے اتنے پر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی کی طرف رجوع کرے اعوذ باللہ من الافراط والتفریط ع دوستی بے خرد خود دشمنی ست ؛ وہذا یدل علی امر عظیم اختص بہ من بین سائر العلماء العظام اور یہ یعنے وفور مناقب مذکورہ اس امر عظیم پر دلالت کرتا ہی جو مخصوص با امام ہی باقی علماء عظام کے مابین سے کیف لا وہو کالصدیق رضی اللہ عنہ لہ اجرہ واجر من دون الفقہ والفہ وفرع احکامہ علی اصولہ العظام الی یوم الحشر والقیام امام بین العلماء کیونکر مخصوص با مر عظیم نہ ہو حالانکہ امام تو صدیق کے مانند ہی اسکو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہی اور اُس شخص کے برابر ثواب ہی جسنے فقہ کو

مدون اور جمع کیا اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عظام پر متفرع کیا قیامت تک ہم مردون مین اول سب سے صدیق اکبر ایمان لائے اور نبوت کی تصدیق کی تو انکو

مرقوم ۱۲

اپنے ایمان لانے کا ثواب ہوا پھر اُنکے بعد جو ایمان لاتا گیا اُسکے ثواب کے برابر صدیق کو ثواب ملیگا اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ جسنے نیک طریقہ نکالا تو ہکو اسکا ثواب

ملیگا اور اُس شخص کے برابر ثواب ملیگا جو اُس نیک طریق پر چلیگا قیامت تک اسیطرح امام ابو حنیفہ رض نے اول تدوین فقہ اور استخراج فروع کی راہ نکالی تو انکو اُسکا ثواب ملیگا اور باقی

جمع کرنا ۱۲

مجتہدون کے برابر ثواب حاصل ہوگا خوارزمی نے مجموعۂ مسانید امام مین کہا کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدوّن کیا اور ابواب پر مرتب کیا اور پھر اُنکے بعد امام مالک نے

موطا مین وہی طریقہ اختیار کیا اس باب مین ابو حنیفہ رح سے کسی نے سبقت نہین کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت مین ابواب کرکے کوئی تصنیف نہین کی انکو اپنے

یاد پر اعتماد تھا سو امام نے جب علم کو منتشر دیکھا اور متاخرین کے سوء حفظ سے ڈرے کہ مبادا علم ضائع ہو جائے تو تدوین مستحسن جانی پھر تدوین مین طہارت سے ابتدا کی پھر

یادکی خرابی ۱۲

صلوۃ سے پھر صوم سے پھر باقی عبادات سے پھر معاملات سے پھر خاتمہ کیا مواریث پر کذا فی الطحطاوی وقد اتبعہ علی مذہبہ کثیر من الاولیاء الکرام ممن اتصف بثبات المجاہدۃ

وَرَکَضَ فی میدانِ المشاہدۃ کابراہیم بن ادہم وشقیق البلخی ومعروف الکرخی وابی یزید البسطامی وفضیل بن عیاض وداؤد الطائی وابی حامد اللفاف وخلف

بن ایوب وعبداللہ بن المبارک ووکیع بن الجراح وابی بکر الوراق وغیرہم ممن لا یحصی لہ عدۃ ان تستقصی کس طرح ممتاز نہوا اور علما سے حالانکہ

امام کے مذہب کے تابع اور مقلد ہوتے آئے ہین اکثر اولیاء کرام اُن حضرات مین سے جو متصف بصفات مجاہدہ ہین اور موصوف بہ تیز روی میدان مشاہدہ

چنانچہ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل بن عیاض اور داؤد طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف بن ایوب اور

عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ تعالی اور انکے سوا جنکا شمار نہایت پذیر نہین فلو وجدوا فیہ شبہۃ ما اتبعوہ لا اقتدوا ولا وافقوہ سو اگر یہ اولیا

کاملین امام مین کچھ شبہہ پاتے تو انکے تابع اور مقتدی نہوتے اور نہ انکی موافقت کرتے یعنے حقیقت مذہب امام کی ایک یہ بھی دلیل ہی کہ ارباب کشف و شہود کے

انکے تابع اور مقتدی ہین وقد قال الاستاذ ابو القاسم القشیری فی رسالتہ مع صلابتہ فی مذہبہ وتقدمہ فی ہذہ الطریقۃ سمعت الاستاذ ابا علی الدقاق یقول انا

اخذت ہذہ الطریقۃ من ابی القاسم النصر اباذی وقال ابو القاسم انا اخذتہا من الشبلی وہو اخذہا من السری السقطی وہو من معروف الکرخی وہو من

داؤد الطائی وہو اخذ العلم والطریقۃ من ابی حنیفۃ اور مقرر کہا ہی استاد ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ قشیریہ مین باوجود انکی صلابت کے اپنے مذہب

مین یعنی مذہب شافعی مین اور باوجود اُنکے مقدم ہونے کے اس طریقہ تصوف مین کہ مین نے سُنا اُستاد ابو علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ مین نے یہ طریقہ لیا

ابو القاسم نصر آبادی سے اور ابو القاسم نے کہا کہ مین نے اسکو لیا شبلی رح سے اور شبلی نے لیا سری سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف

کرخی نے لیا داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابو حنیفہ رح سے م زرقانی نے شرح مواہب مین کہا کہ عبدالکریم ابو القاسم قشیری مفسر اور

فقیہ نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تھے انواع محاسن کے ایسا کامل شخص دیکھنے والون نے نہین دیکھا شافعی المذہب تھے ۳۷۶ ہجری

مین پیدا ہوے حدیث کی سماعت کی حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے اُنسے روایت کی اور بہت تصانیف اُنسے مشہور ہین اور ۴۶۵ ہجری مین وفات پائی

کذا فی الطحطاوی وکل منہم اثنی علیہ واقر بفضلہ فعجبا لک یا اخی الم تکن لک اسوۃ حسنۃ فی ہؤلاء السادۃ الکبار اکانوا متہمین فی ہذا الاقرار والافتخار وہم ائمۃ

ہذہ الطریقۃ وارباب الشریعۃ والحقیقۃ اور ہر ایک نے اُن اکابر سے ثنا کی ہی امام پر اور انکی فضیلت کا اقرار کیا ہی سو تعجب کرتا ہون تجھسے ای بھائی کیا

تجھکو نیک پیروی نہ تھی اُن بزرگون مین کیا انپر جھوٹ بولنے کا گمان تھا اس اقرار اور افتخار مین اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہین اس طریقہ

تصوف اور درویشی کے اور وہ شریعت اور حقیقت والے لوگ ہین م شارح کا یہ خطاب اُن لوگون سے ہی جو امام کے امر مین منکر یا متردد ہین ومن

بعدہم فی ہذا الامر فلہم تبع وکل ما خالف ما اعتمدوہ مردود ومبتدع اور جو اہل کمال کہ اُن حضرات کے بعد ہین وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت

مین انکے تابع ہین اور جو بات کہ ان بزرگون کی سمجھ بوجھ کی مخالف ہی وہ مردود اور ایجاد ناپسند ہی وبالجملۃ فلیس ابو حنیفۃ فی زہدہ وورعہ وعبادتہ

ع
جیسے حاتم اصم اور
سیدی محمد شافعی
رحمۃ اللہ تعالی ۱۲

وعلمه وفهمه مشارک اور حاصل کلام اور قول مجمل یہ ہی کہ امام ابو حنیفہ رح کے زہد اور تقوی اور عبادت اور علم اور فہم مین دوسرا کوئی شریک نہین یعنی بے نظیر ہین
ومما قال فیه ابن المبارک ع لقد زان البلاد ومن علیها * امام المسلمین ابو حنیفة * اور منجملہ اُن مدائح کے جو عبداللہ بن مبارک نے امام کی مدح مین کہا ہی
یہ ابیات ہین البتہ زینت دی شہرون کو اور شہر والون کو مسلمانون کے امام ابو حنیفہ نے ع باحکام وآثار وفقه * کآیات الزبور علی الصحیفة * زینت دی
بسبب احکام شرعی اور احادیث وفقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر مرقوم ہین ع فما فی المشرقین له نظیر * ولا فی المغربین ولا بکوفة * سو نہین ہی دونون
مشرق مین اسکا نظیر اور نہ دونون مغرب مین اور نہ کوفہ مین م دونون مشرق یعنے ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق اسی طرح دو مغرب کو
دریافت کرنا چاہیے مراد اس سے تمام دنیا ہی ع یبیت مشمرا سهر اللیالی * وصام نهاره لله خیفة * رات کاٹتا ہی امام دامن چڑھائے یعنے مستعد عبادت راتون
مین جاگتا اور دن مین روزہ رکھتا ہی اللہ کے خوف سے م چالیس برس تمام رات کی بیداری کی اور اس سے پہلے نصف شب کی اور تیس برس برابر روزہ
رکھا کذا فی الطحطاوی ع فمن کابی حنیفة فی علاه * امام الخلق والخلیفة * سو کون ہی ابو حنیفہ رح کے مانند بلندی رتبگی مین امام خلق کا اور بادشاہ کا ع رأیت
العائبین له سفاها * خلاف الحق مع حجج ضعیفة * دیکھا مین نے اسکے عیب کرنے والون کو بیوقوف امر حق کے مخالف دلائل ضعیفہ کے ساتھ ع وکیف یحل
ان یؤذی فقیه * له فی الارض آثار شریفة * اور کیونکر حلال ہو اُس فقیہ کا ایذا دینا جسکے آثار شریفہ زمین مین ثابت ہین ع فقد قال ابن ادریس مقالا
صحیح النقل فی حکم لطیفة * سو البتہ محمد بن ادریس رح شافعی نے ایک قول صحیح النقل کہا ہی لطیف حکمتون مین ع بان الناس فی فقه عیال * علی فقه الامام
ابی حنیفة * امام شافعی رح کا وہ قول یہ ہی کہ تمام لوگ فقہ مین عیال ہین یعنے بال بچے ہین امام ابو حنیفہ رح کی فقہ کے م خطیب نے ربیع سے روایت کی
کہ مین نے شافعی سے سنا کہتے تھے الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه یعنی لوگ ابو حنیفہ رح کے عیال ہین فقہ مین اور خطیب نے حرملہ بن یحیی سے روایت کی کہ
مین نے محمد بن ادریس شافعی رح سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابو حنیفہ رح کے عیال ہین فقہ مین ابو حنیفہ اُنہین ہی جسکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحطاوی عن تبییض الصحیفة
للسیوطی الشافعی ع فلعنة ربنا اعداد رمل * علی من رد قول ابی حنیفة * سو لعنت ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے اُسپر جو ابو حنیفہ رح کے قول کو رد کرے
م طیبی نے کہا مراد یہ ہی کہ جو ابو حنیفہ رح کے قول کو رد کرے اُنکو حقیر جانکر اُنکے اجتہاد کا منکر ہو اسواسطے کہ ائمۂ اجتہاد بعضون کے قول کو ہمیشہ رد کرتے رہے ہین
اور وہ اسپر مستحق ثواب ہین اسوجہ سے کہ اُنھون نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ناظم کو یون کہنا اسلم تھا علی من حط قدر ابی حنیفة انتہی طحطاوی
نے کہا جو امام کے قول کو رد کرے بصفت متقدمہ تو اُسکا غایت رتبہ یہ ہی کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا حالانکہ مرتکب حرام پر لعنت نہین بلکہ کافر مخصوص پر بھی لعنت
جائز نہین کہ شاید اُسکا خاتمہ بخیر ہو ہان مجملا کفار پر لعنت جائز ہی انتہی مین کہتا ہون یواقیت ملتمعہ مین زکریا قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ابیات عبداللہ بن
مبارک نے نقل کی ہین لیکن لعنت کے بیت اُسمین نہین تو اغلب کہ یہ بعض متعصبین کے ملحقات سے ہی اسواسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے ایسا بعید ہی
نہایت مستبعد ہی واللہ اعلم وقد ثبت ان ثابتا والد الامام ادرک الامام علی بن ابی طالب فدعا له ولذریته بالبرکة اور مقرر یہ بات ثابت ہی کہ امام اعظم رح کے
والد ماجد یعنی ثابت نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی اُنکی خدمت مین حاضر ہوئے سو آپ نے ثابت اور اُنکی اولاد کیواسطے
برکت کی دعا کی م حافظ جمال الدین نے کتاب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال مین احمد بن عبداللہ بن شاذان مروزی سے روایت کی کہ میرے والد نے
اپنے والد سے روایت کی کہ مین نے اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ مین اسمعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن النعمان بن مرزبان ہون
مرزبان اہل فارس احرار کے فرزندون سے قسم خدا کی ہم مین رقیق کسی کا مملوک ہونا واقع نہین ہوا میرا جد یعنی امام اعظم رح پیدا ہوا ہجری اسی برس مین اور اُسکا
باپ اُسکو لیگیا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تھا سو آپ نے دعا کی برکت کی اُسکے واسطے اور اُسکی اولاد کے واسطے اور ہم اس
دعا کی قبولیت کی امید رکھتے ہین کذا فی الیواقیت الملتمعة فی مناقب الائمة الاربعة طحطاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھ نقل کیا

اور اسمین خلل یہ ہو کہ ولادت امام کی سنہ ہجری مین ثابت ہو اور وفات علی مرتضی کی تیس سال سے پہلے ہو انتہی مین کہتا ہون تو امام کا یعبا تا حضور
مرتضوی مین وہم ہو کسی راوی کا ثابت کا جانا اور اُنکی اولاد کے واسطے دعا کرنا البتہ ثابت ہو وَصَحَّ اَنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ سَمِعَ الْحَدِیْثَ مِنْ سَبْعَۃٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ
کَمَا بُسِطَ فِی اَوَاخِرِ مُنْیَۃِ الْمُفْتِی وَاَدْرَکَ بِالسِّنِّ نَحْوَ عِشْرِیْنَ صَحَابِیًّا کَمَا بُسِطَ فِی اَوَائِلِ الضِّیَاءِ، اور یہ قول صحیح ہو کہ ابو حنیفہ رح نے سات صحابیون رض سے
حدیث سُنی چنانچہ اواخر منیۃ المفتی مین مشرح ہو اور بیس صحابیون کا زمانہ پایا عمر کے حساب سے چنانچہ ضیاء معنوی کے اوائل مین مذکور ہو امام سیوطی نے
تبییض الصحیفۃ مین کہا امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعی رح نے ایک جز تالیف کیا امام ابو حنیفہ رح کی روایت مین چار صحابیون سے
انتہی ابن حجر نے کہا اسواسطے کہ ابو حنیفہ رح پیدا ہوئے کوفہ مین سنہ ہجری مین اور وہان اُسوقت عبد اللہ بن ابی اوفی صحابی موجود تھے بالاتفاق اور بصرہ
مین انس رض صحابی تھے اسواسطے کہ وہ سنہ ہجری مین یا بعد اسکے مرے اور ابن سعد رح نے بسند قابل اعتبار روایت کی کہ ابو حنیفہ رح نے انس کو دیکھا اور
ان دونون صحابیون کے سوا اور صحاب شہرون مین زندہ تھے تو ابو حنیفہ رح اس اعتبار سے طبقۂ تابعین مین داخل ہین اور ائمہ امصار معاصرین ابو حنیفہ رح کو یہ
امر ثابت نہین چنانچہ اوزاعی کو شام مین اور حمادی کو بصرہ مین اور ثوری کو کوفہ مین اور مالک کو مدینہ مین اور مسلم بن خالد زنگی کو مکہ مین اور لیث بن سعد کو
مصر مین انتہی ما قال السیوطی الشافعی اور خوارزمی حنفی نے مسند امام مین کہا کہ علما متفق ہین کہ امام نے صحابۂ رسول اللہ صلعم سے روایت کی لیکن انکے عدد مین
اختلاف ہو بعضون نے کہا چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعضون نے پانچ مرد اور ایک عورت سے اور بعضون نے کہا سات مرد اور ایک
عورت سے سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبد اللہ بن اُنیس اور عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ ابن ابی اوفی اور واثلہ
بن اسقع اور عائشہ بنت عجرد رضوان اللہ علیہم ہین اور ثالث قول پر معقل بن یسار زائد ہین اور ثانی قول پر جابر رض اور معقل داخل نہین اور ہر قول مین ابو الطفیل ملکو
نہین کذا فی الطحطاوی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادت اور اُسکے حاشیۂ منہیہ مین کہا کہ عبد اللہ بن ابی اوفی نے کوفہ مین سنہ یا سنہ مین انتقال کیا اور
انس رض بن مالک نے بصرہ مین سنہ یا سنہ یا سنہ ہجری مین وفات پائی اور سہل رض بن ساعدی نے مدینہ مین سنہ یا سنہ مین انتقال کیا اور ابو الطفیل رض نے سنہ ہجری
مین وفات پائی چنانچہ جامع الاصول مین ہو صاحب جامع الاصول نے کہا کہ ابو حنیفہ رح کی ملاقات اصحاب سے اور حدیث کی روایت اُنسے ارباب نقل کے نزدیک ثابت
نہین اور ابو حنیفہ رح کے اصحاب کہتے ہین کہ ابو حنیفہ رح نے چند صحاب کو پایا اور اُنسے روایت کی انتہی مین کہتا ہون واقع مین عقل کے حساب سے یہ بات بہت دور ہو کہ
رسول کریم کے اصحاب امام کے زمانہ مین موجود ہون اور اُنکی ملاقات کا قصد نکرین باوجودیکہ ہونا امام کا اور جانا امام کا اُن شہرون مین جہان اصحاب تھے ثابت ہو
اور بیس برس کی مدت امام کی زندگی سے زمانہ اصحاب مین گذری اسواسطے کہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہ کا ثابت ہو تو اصحاب ابو حنیفہ رح کا قول حق ہو جو
کہتے ہین کہ امام نے جماعۂ صحابہ کو پایا انتہی ما قال الدہلوی ہم حق بجانب حنفیہ ہو روایت اور درایت کی راہ سے اسواسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت کے مثبت ہین اور
ایک جماعت نافی حالانکہ یہ قاعدہ اہل علم مین مسلم ہو کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہو اور اثبات بھی فقط حنفیہ مین منحصر نہین بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی بشہادت
جلال الدین سیوطی شافعی کے بجانب اثبات یا تجویز کے ہین نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار
ملاقات اور روایت کے عند التحقیق وَقَدْ ذَکَرَ الْعَلَّامَۃُ شَمْسُ الدِّیْنِ مُحَمَّدٌ اَبُو النَّصْرِ بْنُ عَرَبْ شَاہِ الْاَنْصَارِیُّ الْحَنَفِیُّ فِی مَنْظُوْمَتِہِ الْاَلْفِیَّۃِ الْمُسَمَّاۃِ بِجَوَاہِرِ الْعَقَائِدِ وَدُرَرِ
الْقَلَائِدِ ثَمَانِیَۃً مِنَ الصَّحَابَۃِ مِمَّنْ یَرْوِیْ عَنْہُمُ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ اور تحقیق ذکر کیا علامہ شمس الدین محمد ابو النصر بن عرب شاہ
انصاری حنفی نے اپنے منظومہ الفیہ مین جسکا نام جواہر عقائد اور دُرر قلائد ہو آٹھ صحابیون کو جنسے روایت کی امام اعظم ابو حنیفہ رح نے خدا کی رحمت
اُسپر اور اُن سب پر حیث قال ؎ مُعْتَقِدًا مَذْہَبَ عَظِیْمِ الشَّانِ ٭ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الْفَتٰی النُّعْمَانِ ٭ اَلتَّابِعِیْ سَابِقِ الْاَئِمَّۃِ ٭ بِالْعِلْمِ وَالدِّیْنِ سِرَاجِ الْاُمَّۃِ
جَمْعًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ اَدْرَکَا ٭ اٰثَارَہُمْ قَدِ اقْتَفٰی وَسَلَکَا ٭ طَرِیْقَۃً وَاضِحَۃَ الْمِنْہَاجِ ٭ سَالِمًا مِنَ الضَّلَالِ الدَّاجِیْ ٭ علامہ مذکور نے جس مقام مین

یہ کہا ہی کہ مین کہتا ہون معتقد ہو کر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابو حنیفہ رح جو امر د نعمان کا جو تابعی ہو مقدم سب اماموں سے علم اور دین مین امت محمدی کا
چراغ ایک جماعت کو نبی کے اصحاب سے اُسنے پایا بیشک اُنکا پیرو ہو گیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کھلی ہو سالم ہو تاریک گمراہی سے ۵ روی
عَنْ اَنَسٍ وَجَابِرٍ وَابْنِ اَبِیْ اَوْفیٰ کذا عن عامر + اور بتحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبد اللہ بن ابی اوفی سے اور اسیطرح عامر سے
ثم تبیض الصحیفۃ مین عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہی خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے مین کلام ہو اسواسطے کہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ کی ریاست
مین اور معاویہ کا انتقال ہوا ۶۰ھ ہجری مین پھر کیونکر انکی روایت متصور ہو کذا فی الطحطاوی ۵ اعنی ابا الطفیل ذا ابنِ واثلۃ + وابن انیس الفتی وواثلۃ +
مراد عامر سے وہ ابو الطفیل ہی جو واثلہ کا بیٹا ہی اور روایت کی عبد اللہ بن انیس جوانمرد سے اور واثلہ بن اسقع سے ۵ عن ابن جزء قد روی الامام + وبنت عجرد
ہی التمام ثم + روایت کی امام نے عبد اللہ بن حارث بن جزر زبیدی سے اور عائشہ بنت عجرد سے اسی پر آٹھ کا شمار تمام ہوا ابن جزر بفتح جیم وسکون زاء معجمہ اور
ہمزہ وہ عبد اللہ بن حارث بن جزر زبیدی ہو امام اعظم رح سے مروی ہو کہ مین نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ھ ہجری مین حج کیا تو مین نے قریب کعبہ حلقہ دیکھا مین نے
والد سے کہا کہ یہ کیا ہو جواب دیا کہ اسمین ایک صحابی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہو تو مین نے جا کر سنا کہتا تھا قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم یعنی وہ صحابی ابن جزر زبیدی تھے اور امام کے مسند مین خوارزمی نے ابن جزر سے اس حدیث کی روایت کی ہو من
تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ ہمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب) ابن شاہین نے کہا سماعت امام رح کی جابر بن عبد اللہ رح سے صریح وہم ہو کیونکہ جابر باتفاق روایات ستر اور
چند سال مین مر گئے اور اسی تک زندہ نہین رہے جسمین امام پیدا ہوتے انتہی اسکا جواب یون ممکن ہو کہ بعضے اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت ۶۱ھ ہجری مین ہی
تو بموجب اس قول کے سات یا نو برس کی عمر مین سماع حدیث ممکن ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً وتوفی ببغداد قیل فی السجن لیلی القضاء ولہ سبعون سنۃ بتاریخ خمسین ومائۃ
اور امام نے وفات پائی بغداد مین ایک سو پچاسوین سال ہجری مین اور انکی عمر ستر برس کی تھی بعضون نے کہا بندی خانہ مین انتقال کیا اسواسطے محبوس ہوئے
تھے کہ عہدۂ قضا کو قبول کرین م ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابو حنیفہ ۸۰ھ ہجری مین پیدا ہوئے اور ستر برس زندہ رہے اور ۱۵۰ھ ہجری مین وفات پائی
اور بعضون نے کہا ستر مین اور بعضون نے کہا اکھتر مین پیدائش ہی لیکن پہلا قول صحیح تر ہی پیدا ہوئے صحابہ کرام کے زمانہ مین اور فقیہ ہوئے تابعین کے زمانہ
مین رجب یا شعبان مین انتقال ہوا قید خانہ مین اور قضا کا منصب قبول نہ کیا اور مقبرہ خیزران مین دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کے ملل اور نحل مین
مذکور ہی کہ منصور دوانقی نے امام کو اسواسطے قید کیا تھا کہ اُنھون نے محمد بن عبد اللہ بن حسن بن علی سے بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابی طالب رض کے پرپوتے
سے بیعت کی تھی طحطاوی نے کہا ممکن ہو کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونون سبب ہوئے ہون محبوس کرنے کے قیل ویوم توفی ولد الامام الشافعی
رضی اللہ عنہ فعد من مناقبہ بعضون نے کہا کہ جسدن امام ابو حنیفہ رح نے وفات پائی اسی دن امام شافعی رح پیدا ہوتے تو یہ ابو حنیفہ رح یا شافعی رح کے مناقب
مین شمار کیا گیا امام اعظم کی منقبت اسواسطے ہوئی کہ حق تعالی نے اس جہان کو ایسے امام کے مانند سے خالی نہ رکھا کذا فی الطحطاوی اور شافعی رح کی منقبت یہ
ہوئی کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹھہرے وقد قیل الحکمۃ فی مخالفۃ تلامیذہ انہ رای صبیا یلعب فی الطین فحذرہ عن السقوط فاجابہ بان احذر انت من السقوط
فان فی سقوط العالم سقوط العالم فحینئذ قال لاصحابہ ان توجہ لکم دلیل فقولوا بہ فکان کل یاخذ بروایۃ عنہ ویرجحہا وہذا من احتیاطہ وورعہ وعلم
بان الاختلاف من آثار الرحمۃ فمہما کان اکثر کانت الرحمۃ اوفر کما قالوا اور البتہ کہا گیا ہو کہ شاگردان امام کے مخالفت مین حکمت یہ ہو کہ امام اعظم رح نے
ایک لڑکا کھیلتے دیکھا کیچڑ مین سو اُسکو ڈرایا رپٹ پڑنے سے سو لڑکے نے امام کو جواب دیا کہ تم رپٹ پڑنے سے بچو اسواسطے کہ عالم کے رپٹنے سے تمام جہان کا
رپٹنا ہو تو اُسوقت سے امام نے اپنے شاگردون سے کہا کہ اگر تمھارے سامنے دلیل آوے یعنے اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے تمپر ظاہر ہو تو اُسپر عمل کرو تو ہر
شاگرد امام کی ایک روایت کو لیتا تھا اور اسکو ترجیح دیتا تھا یعنے اُسکو قوی کرتا تھا اور دلیل سے اور یہ اجازت خلاف کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقوی سے ہی

اور اس اجازت سے معلوم ہوا کہ اختلاف یعنی مجتہدین کا اختلاف من جہتہ الدلیل رحمت الٰہی کی نشانیون سے ہی تو جسقدر اختلاف برہانی ہوگا زیادہ تر دلیل رحمت ربانی وافر تر بدلیل قول علام امام نے لڑکے کے کلام سے پند لی یہی شان ہی عارفون کی کہ اشارات لطیفہ عبارات بعیدہ سے سمجھ لیتے ہین مسند خوارزمی مین سبقت الائمہ سابلی سے منقول ہی کہ یہ بات مشہور ہی کہ امام نے چار ہزار اُستادون کی علمار تابعین سے شاگردی کی اور علم فقہ کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر اپنی زبان سے فتوی ندیا یہان تک کہ اُنھون نے اجازت دی تو کوفہ کی جامع مسجد مین مجلس کے اندر بیٹھے اور ہزار شاگرد امام کے جمع ہوئے انین سے بزرگ تر اور فاضل تر چالیس شاگرد تھے جو رتبہ اجتہاد کو پہونچے تھے سو اُنکو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میرے رازدان اور غمگسار ہو مین نے اس فقہ کے گھوڑے کو تمھارے واسطے تیار کر دیا ہی لگام دیکر اور زین کسکر سو تم میری مدد کرو اسواسطے کہ لوگون نے مجھکو جہنم کا پل بنایا ہی غیر لوگ پار ہوتے ہین اور بوجھ میری پیٹھ پر ہی یعنے لوگ تقلید سے نجات پاوینگے مواخذہ مجھسے ہوگا اگر عرق ریزی اجتہاد مین کچھ تساہل ہوگا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردون سے مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور اُنسے پوچھتے اور جو احادیث اور آثار شاگردون کے پاس تھے اُنکو سُنتے اور جو آپ کو معلوم تھے اُنکو فرماتے اور مجتہد شاگرد امام کے ساتھ مہینا مہینا بھر بلکہ زیادہ رد و بدل اور مناظرہ کرتے یہانتک کہ آخر کو ایک بات ٹھہر جاتی تو اُس قول محقق کو ابو یوسف رحمہ اللہ ثابت کرتے یعنی لکھتے یہانتک کہ تمام اصول فقہ کو اسی طرح شوری کر کے ثابت کیا امام اعظم رح اور اماموں کی طرح بذات خود متفرد نہین ہوئے نہی روایۃ الخوارزمی اختلافہ کو آثار رحمت کہنا ثابت ہی اس حدیث سے کہ اختلاف امتی رحمۃ اور بحر الرائق مین تتارخانیہ سے یون منقول ہی کہ اختلاف ائمۃ الہدی توسعۃ للناس کذا فی الطحطاوی رسم المفتی یہ نشانی ہی مفتی کے واسطے یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتے ہین جو مفتی کو فتوی دینے پر دلالت کرین اصولیون کے نزدیک مفتی مجتہد ہی بحر الرائق مین تتارخانیہ سے منقول ہی کہ ابو یوسف رح نے کہا کہ فتوی دینا حلال نہین مگر مجتہد کو اور محمد رح نے فتوی دینا جائز رکھا ہی اگر مرد کا صواب اُسکی خطا سے زیادہ ہو اور اسبیجابی سے منقول ہی کہ شہر کے بڑے عالم کو ترک فتوی جائز نہین فتح القدیر مین کہا ہی کہ اہل اصول کی رائے اسپر مستقر ہوگئی ہی کہ مفتی وہی مجتہد ہی اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہو وہ مفتی نہین ہی تو غیر مجتہد پر واجب ہی کہ جب اُس سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ مجتہد کے قول کو بطریق حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانہ مین فتوی دیتے ہین وہ درحقیقت فتوی نہین ہی بلکہ وہ نقل ہی مفتی کے کلام کی تاکہ مستفتی اسپر عمل کرے اور نقل فتوی کی دو صورتین ہین یا ناقل کے پاس سند ہو اُس امر مین یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اُس کتاب معروف سے جو متداول ہو محمد بن حسن کی کتابون سے اور مانند اُنکے اور تصنیفات مشہورہ سے اسواسطے کہ کتاب معروف بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہی انتہی کذا فی الطحطاوی اعلم ان ما اتفق علیہ اصحابنا فی الروایۃ الظاہرۃ عنہم یفتی بہ قطعا یہ معلوم کر کہ جسپر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم رح اور اُنکے اصحاب متفق ہوگئے اُس روایت مین جو ظاہر ہی اُنسے تو مفتی اُسکا فتوی دے یقیناً اور ظاہر الروایۃ کی قید لگائی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے سوا اور روایات مرجوع عنہا ہین یعنی مطروح ہین یا غیر مشہور نامعتبر ہین اور ظاہر روایۃ کی کتابین زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر ہین محمد بن حسن کی تصنیفات سے اور ظاہر الروایۃ کے معنی یہ کہ اُسکی روایت امام اعظم رح اور اُنکے اصحاب سے ظاہر ہی ثقات اور معتمدین کے نقل کرنے سے نقل خواہ بتواتر ہو یا بشہرت کذا فی الطحطاوی متون فقہ یعنے وقایہ اور قدوری وغیرہما بھی ظاہر الروایۃ ہین اسواسطے کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سے مستخرج ہین وما اختلف فیما اختلفوا فیہ والاصح کما فی السراجیۃ وغیرہا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق اور جسمین اختلاف کیا گیا ہی جسمین ہمارے اصحاب مختلف ہین اور صحیح تر قول چنانچہ سراجیہ وغیرہا مین ہی یہ ہی کہ فتوی دیا جاے امام اعظم رح کے قول پر یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہو ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد پھر اگر امام اعظم رح کا قول نہو تو ابو یوسف رح کے قول پر فتوی دیا جاے پھر محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاے پھر زفر اور حسن بن زیاد کے قول پر فتوی دیا جاے طحطاوی نے کہا یہ صورت باقی رہی کہ اگر صاحبین رح متفق ہون اور امام اعظم رح منفرد ہون سو بعضون نے کہا ہی کہ مفتی مختار ہی چاہے صاحبین رح کے قول پر فتوی دے چاہے امام رح کے قول پر

صحیح ہی کہ عبادات مین مطلق فتوی امام رح کے قول پر ہی اور ذوی الارحام کے باب مین فتوی امام محمد رح کے قول پر ہی اور قضا و شہادات مین ابو یوسف رح کے قول

انتہی قاضی خان کے فتاوی مین ہو کہ درصورت اختلاف اگر امام کے ساتھ ابو یوسف رح اور محمد رح ہین تو دونون کے متفق قول پر فتوی دیا جاے کیونکہ دونون مین
شروط پائی جاتی ہین
وفور شرائط اور اولی ثواب کا اجتماع ہو اور اگر صاحبین رح کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر انکا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمان کے ہو چنانچہ قضا بظاہر عدالت
تو صاحبین کا قول مفتی لے اور مزارعت اور معاملت مین اور انکے مانند مین بھی صاحبین رح کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجتماع ہو اور اسکے سوا
مین بعضون نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہو اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف مین اختلاف ہو بعضون نے کہا کہ
جو دس سوالات کے جواب مین آٹھ سوال کا جواب ٹھیک دے اور دو جوابون مین چوک جائے وہ مجتہد ہو اور بعضون نے کہا کہ اجتہاد کے واسطے حفظ مبسوط اور
معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور ماول کی اور لوگون کے عادات اور عرف کا علم ضرور ہو انتہی ما فی الخانیۃ وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک اور حاوی قدسی
مین قوت دلیل کی تصحیح کی ہو مدرک بصیغہ اسم مفعول معنی دلیل ہو اور یہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہو طحطاوی نے کہا یعنی جس قول کی دلیل قوی تر ہو یعنی امام
کا قول ہو یا ابو یوسف رح یا محمد رح کا وہی قول مقدم ہو اور وجہ توفیق ان دونون مختلف قولون مین یہ ہو کہ جس شخص کو قوت دلیل نی اور ادراک کی طاقت ہو وہ قول
قوی المدرک پر فتوی دے اور نہین تو سراجیہ کی ترتیب مقدم پر فتوی دے وفی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما
اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ مین ہو کہ جب ایک مسئلہ مین دو قولون کی تصحیح واقع ہوئی تو ان دونون قولون مین سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو
فتوی دینا جائز ہو ط طحطاوی نے کہا ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہو کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کی ہو دونون مین یا بلفظ صحیح کی یا ایک مین
اصح کا لفظ ہو اور دوسری مین صحیح کا ہر صورت ایک قول پر قضا اور افتا جائز ہو وفی اول المضمرات اما العلامات للافتاء فقولہ وعلیہ الفتوی وبہ یفتی وبہ ناخذ
وعلیہ الاعتماد وعلیہ عمل الیوم وعلیہ عمل الامۃ وہو الصحیح او الاصح او الاظہر او الاشبہ او الاوجہ او المختار ونحوہا مما ذکر فی حاشیۃ البزدوی انتہی اور مضمرات کے
اول مین ہو کہ فتوی دینے کے علامات بارہ الفاظ ہین علیہ الفتوی سے مختار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیہ بزدوی مین مذکور ہین انتہی ما فی المضمرات
م الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یون ہو [1]وعلیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ہو و [2]بہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا و [3]بہ ناخذ اور اسی کو ہم لیتے ہین و [4]علیہ الاعتماد اور اسی
قول پر اعتماد ہو و [5]علیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہو آج کے دن کا و [6]علیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہو [7]ہو الصحیح اور یہی قول صحیح ہو [8]او الاصح یا صحیح تر ہو [9]او الاظہر یا
ظاہر تر ہو [10]او الاشبہ یا بحق مشابہ تر ہو [11]او الاوجہ یا موجہ تر ہو [12]او المختار یا پسندیدہ تر ہو اور ان الفاظ کے مانند وعلیہ العمل الیوم و بہ جری العرف وہو المتعارف وبہ
اخذ العلماء قال شیخنا الرملی فی فتاواہ وبعض الالفاظ آکد من بعض فلفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا ہمارے اُستاد خیر الدین رملی نے اپنے
فتاوے مین کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہین بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہی صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ہم وجہ تاکید
ہو کہ فتوی جاری نہین ہوتا مگر اس امر کے سبب سے جو مقتضی ہو فتوی کا چنانچہ اسانی یا آکدیت اور لفظ فتوی ہی اسکے حروف اصلیہ مراد ہین کسی صیغہ مین پائے جائین کذا فی
زیادہ موکد ہونا ۱۲
الطحطاوی ولفظ بہ یفتی آکد من الفتوی علیہ اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہو الفتوی علیہ کی لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم معمول سے حصر ثابت ہوتا ہو اور اسی طرح لفظ علیہ
الفتوی کا الفتوی علیہ سے موکد تر ہو والاصح آکد من الصحیح والاحوط آکد من الاحتیاط انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہو صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہو احتیاط کے
لفظ سے انتہی قول الرملی ظاہراً اسم تفضیل کے سب صیغون کا یہی حکم ہو قالت لکن فی شرح المنیۃ للحلبی عند قولہ لایجوز من المصحف الا بغلافہ اذا تعارض اماما ن معتبران وعبر احد
ہما بالصحیح والآخر بالاصح فالاخذ بالصحیح اولی لانہما اتفقا علی انہ صحیح والاخذ بالمتفق اوفق فلیحفظ شارح نے کہا مین کہتا ہون لیکن حلبی کی شرح منیہ مین ماتن کے اس قول کے
پاس کہ جائز نہین مصحف کا چھونا مگر اسکے غلاف کے ساتھ یہ قول ہو کہ جب مقابل اور مختلف ہون ترجیح اقوال مین دو امام معتبر اسطرح کہ ایک امام کہے کہ یہ قول صحیح
ہو اور دوسرا امام کہے کہ یہ قول اصح ہو تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہو اسواسطے کہ دونون امام نے اس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور صحت مین اتفاق نہین بلکہ
ایک امام کا تفرد ہو اور حالانکہ قول متفق علیہ پر عمل کرنا موافق تر باحتیاط ہو تو اس استدراک کو یاد رکھنا ثم رایت فی رسالۃ آداب المفتی اذا ذیلت بروایۃ فی کتاب

ے اور اسپر عمل ہوتا ہو اور اسی کا عرف ہوتا ہو اور دروی مشہور ہو اور مروج ہو اور اسکے جاننے والے علما نے دیا ہو ۱۲

معتمد بالاصح اوالاولی اوالاوفق ونحوہا فلہ ان یفتی بہا وبمخالفہا ایضا ایا شاء پھر مین نے دیکھا رسالۂ آداب المفتی مین کہ جب کسی معتمد مین روایت مذیل بالاصح ہو
یعنی روایت کے بعد لکھا ہو کہ یہ صح ہی یا اولی یا اوفق ہی اور مانند اُسکے جیسا نچہ اوجہ اور احوط تو مفتی کو اختیار ہی کہ اُس روایت کا فتویٰ دے اور اُسکے مخالف
دوسری روایت کا بھی فتوی دے جسکا چاہے دونون مین سے ہم اسواسطے کہ اسم تفضیل اسپر دلالت کرتا ہی کہ مقابل اسم تفضیل کا بھی مرجح ہی کذا فی الطحطاوی
واذا ذیلت بالصحیح اوبالماخوذ بہ وبہ یفتی وعلیہ الفتوی لم یفت بمخالفہ اور جبکہ روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ یا بہ یفتیٰ یا علیہ الفتوی لکھا ہو تو اُسکے مخالف روایت کا
فتویٰ نہ دے ہم اسواسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف اور ماخوذ بہ کا مقابل غیر ماخوذ بہ اور بہ یفتی اور علیہ الفتوی کا مقابل غیر مفتی بہ ہی الا اذا کان فی الہدایۃ مثلاً ہو الصحیح
وفی الکافی بمخالفہ ہو الصحیح فیخیر ویختار الاقوی عندہ والالیق والاصلح انتہی ملخصا مگر جبکہ ہدایہ مین روایت کے ذیل مین ہو الصحیح ہو اور کافی مین اُسکے مخالف روایت
کی ذیل مین ہو الصحیح ہو تو مفتی مخیر ہی اور وہ اس روایت کو اختیار کرے جو اُسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو انتہی اما فی الرسالۃ تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم قوی تر کا اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہی یعنی درصورت اختلاف قوت دلیل کا اعتبار ہی کذا فی الطحطاوی حاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحہ
انہ لافرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ اور جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین ذکر کیا ہی اسکا حاصل مطلب یہ ہی کہ کچھ فرق نہین درمیان
مفتی اور قاضی کے یعنی بموجب تفصیل مذکور کے قاضی بھی اُنھین علامات افتا پر عمل کرے مفتی کے مانند مگر اتنا فرق ہی کہ مفتی حکم شرعی کا بتا دینے والا ہی اور
قاضی حکم مذکور کا لازم کرنے والا ہی بجاومت حبس اور تعزیر سے اگر کوئی عمل نکرے اور اُسکو اختیار ہی اقامت حدود اور قصاص کا کذا فی الطحطاوی وان الحکم
والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اور یہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتوی دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کا پھاڑنا ہی یعنی حرام اور باطل ہم قول مرجوح
چنانچہ صاحبین رح کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اُس قول کی تصحیح نہین ہوئی یا اُنکی وجہ کی تقویت نہین ہوئی اور اولی بالبطلان ہی ظاہر الروایۃ کے مخالف پر فتوی
دینا بلا ثبوت تصحیح اور یہی طرح قول مرجوع عنہ پر فتویٰ دینا کذا فی البحلبی وان الحکم الملفق باطل بالاجماع اور یہ کہ حکم ملفق یعنی ملا جلا چند مذاہب سے ایک حکم مرکب
کرنا بالاجماع باطل ہی چنانچہ وضو مین ایک سر کے بال کا مسح کیا بمذہب شافعی پھر مقتدی ہو کر نماز پڑھی فاتحہ چھوڑ کے موجب مذہب امام اعظم رح کے لہذا
فی الطحطاوی شافعی رح مذہب پر نماز اسواسطے نہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اُسنے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اسواسطے نہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنی چوتھائی
سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہوئی وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقا وہو المختار فی المذہب اور یہ کہ پھرنا تقلید سے عمل کر چکنے کے
بعد بالاتفاق باطل ہی اور یہی قول مختار ہی مذہب مین ہم مثلاً قاضی حنفی نے ثبوت نکاح بغیر شہود مین امام مالک رح کی تقلید کی پھر اس تقلید سے رجوع کرنے کا
قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے تو یہ اُسکو جائز نہین معلوم کرنا چاہیے کہ یہ مطلب نہین ہی کہ یہان جواز تقلید کی
مطلقاً نفی ہی بلکہ اسی صورت مذکورہ مین اسواسطے کہ یہان تقلید مذکور کے پھرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہی اور اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ حنفی کو
مثلاً شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلہ مین عبارت ہی شافعی رح کے قول پر عمل کرنے سے باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اُسی مسئلہ مین یہانتک کہ اگر اُسی
مسئلہ خاص مین جسمین حنفی نے شافعی رح کی تقلید کی ہی سوال کرے بطریق استفتا کے تو جواب نہ دے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بقا علی مذہبہ کا مطلب
یہ ہی کہ اُس مسئلہ مین عمل کے وقت بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہی یعنی اگر زمان مستقبل مین ویسی ہی صورت جسپر عمل کر چکا ہی بمذہب شافعی
پیش آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کریگا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب مستفتی کو نہ دینا مگر اپنے امام کے قول پر پھر جانا ہی شافعی کی تقلید سے
مسئلہ مقلد فیہا مین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اُسی واقعہ مخصوصہ منقضیہ سے رجوع کرنا ممنوع ہی نہ اُس واقعہ سے جو بعد اُسکے اسی جنس کا حادث ہو اور تقلید مذکور کے جواب
مین دو قول ہین قول مختار یہ ہی کہ تقلید جائز ہی اور وجہ اُسکی یہ ہی کہ اتنا کفایت کرتا ہی کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ اُسکے نزدیک صواب اور راجح ہی باحتمال
خطا اور یہی بعینہ جواب ہو سکتا ہی اس سوال کا کہ حنفی کو تقلید شافعی مین عمل بالخطا لازم آتا ہی اسواسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانتا ہی یہ خلاصہ

له جس سے رجوع کیا گیا ہے ۱۲
عه باقی رہنا اسکا
سه مذہب ۱۲
سه جسمین تقلید کی گئی ۱۲

یحیی بن سیف الدین سیرامی حنفی کے جواب کا اور مفتیان مصر نے بھی اسپر اتفاق کیا ہی اور اس تقریر سے نکلتا ہی کہ تقلید واجب ہی ایک امام کی بلا تعیین اور دو امام کی تقلید ساتھ ہی جائز نہین اسطرح کہ حنفی اور حنبلی ایک آن مین ہو اور اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے مسئلہ مخصوصہ مین تو اُسپر واجب ہی کہ اس مسئلہ کی جمیع متعلقات مین مذہب شافعی کی رعایت کرے تا کہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاسلام ابی سعود مختصراً وان الخلاف خاص بالقاضی المجتہد اور یہ کہ خلاف مخصوص بقاضی مجتہد ہی یعنی امام اور صاحبین کا خلاف اسمین کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب پر حکم کرے تو اُسکا حکم نافذ ہوگا یا نہین تو صاحبین نے کہا کہ اُسکا حکم نافذ نہو گا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھول کر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور عمداً مین امام سے دو روایتین ہین اور بزازی نے کہا کہ صاحبین نفاذ حکم مین امام کے موافق ہین اور قاضی خان نے کہا کہ مخالف ہین کذا فی الطحطاوی واما المقلد فلا ینفذ قضاؤہ بخلاف مذہبہ اصلاً کما فی القنیۃ اور مقلد قاضی کا حکم تو برخلاف اپنے مذہب کے اصلاً نافذ نہین ہوتا چنانچہ قنیہ مین ہی ہم شرح طحطاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریحاً مخالف ہی کما فی الطحطاوی قلت ولا سیما فی زماننا فان السلطان ینص فی منشورہ علی نہیہ عن القضاء بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذہبہ فیکون معزولا بالنسبۃ بغیر المعتمد من مذہبہ فلا ینفذ قضاؤہ فیہ وینقض کما بسط فی قضاء الفتح والبحر والنہر مین کہتا ہون اور خصوصاً ہمارے زمانہ مین حکم مخالف مذہب نافذ ہوگا اسلیے کہ بادشاہ اپنے فرمان مین تصریح کردیتا ہی قاضی کے روک دینے پر اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بہ نسبت قول غیر معتمد اپنے مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اُسکا حکم کرنا اپنے مذہب کے غیر معتمد مین نافذ نہو گا اور وہ حکم توڑا جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضا مین یہ قول مشرح مذکور ہی قال فی البرہان وہذا اصح الحق الذی یعض علیہ بالنواجذ علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن مین کہا اور یہ قول مذکور وہ حق صریح ہی جسکو دانتون سے پکڑنا چاہیے نعم امر الامیر متی صادف فصلاً مجتہداً فیہ نفذ امرہ ہان حاکم کا حکم جب فصل مجتہد فیہ کو پاوے یعنی مختلف فیہ صورت پر جسمین اجتہاد مجتہدین کو گنجائش ہی حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہو جائیگا کما فی سیر التاتارخانیہ وشرح السیر الکبیر فلیحفظ اسیطرح مذکور ہی تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وقد ذکروا ان المجتہد المطلق قد فقد اور البتہ علما نے ذکر کیا ہی کہ مجتہد مطلق یعنے جو اصول اور قواعد مین دوسرے مجتہد کا پیرو نہو وہ مفقود ہوگیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہین ہی ہم طحطاوی نے کہا مجتہد مطلق جائز الوجود ہی یعنے ہو سکتا ہی اسواسطے کہ اللہ تعالی کا فضل کسی زمانہ مین مقید اور منحصر نہین انتہی حافظ شیراز نے فرمایا ہی ع فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ٭ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ٭ واما المقید فعلی سبع مراتب مشہورۃ اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہین ہم مراتب سبعہ کا یون بیان ہی کہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہی چنانچہ چارون امام اور اُنکے مانند جنہون نے اصول اور قواعد کو موسس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ آپس مین کسی کے مقلد نہین ہین دوسرا[2] طبقہ مجتہدین فی المذہب کا چنانچہ ابو یوسف رح اور محمد رح وغیرہما من اصحاب ابی حنیفہ رح جنہون نے احکام کو نکالا ادلہ اربعہ سے بموجب اُن قواعد کے جو امام اعظم رح نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہما نے بعض احکام فروع مین امام کا خلاف کیا لیکن قواعد اور اصول مین انکے تابع ہین اور اسی وجہ سے امام شافعی رح وغیرہ سے ممتاز ہین تیسرا[3] طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف رح اور طحطاوی اور ابو الحسن کرخی رح اور شمس الائمہ حلوانی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفت پر قادر نہین نہ اصول مین نہ فروع مین لیکن وہ اُن احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہین امام کے قواعد سے جنمین امام سے روایت نہین چوتھا[4] طبقہ اصحاب تخریج مقلدین سے چنانچہ رازی وغیرہ یہ لوگ اجتہاد پر اصلاً قادر نہین لیکن احاطہ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول پر مجمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین یعنی دو پہلو دار قول کی تفصیل پر قادر رہین اسکے امثال اور نظائر پر قیاس کرکے ہدایہ مین جو بعض مواقع مین تخریج رازی کا ذکر آیا ہی سو اُسکا یہی مطلب ہی پانچوان[5] طبقہ اصحاب ترجیح کا مقلدین سے ہی چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور مانند اُنکے اُنکا رتبہ یہ ہی کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دیتے ہین اسطرح کہ یہ قول اولی ہی یا اصح ہی درایت کی راہ سے یا اوضح ہی روایت کی راہ سے وہذا اوفق للقیاس وہذا ارفق للناس چھٹا[6] طبقہ اُن مقلدون کا ہی جو مابین اقوی اور قوی اور ضعیف اور

له اور یہ موافق زیادہ ہو قیاس سے اور یہ سہل زیادہ ہو عوام کے لیے

ظاہر مذہب اور ظاہر الروایۃ اور روایت نادرہ کی امتیاز کرنے پر قادر ہین چنانچہ متون اربعہ کے مصنف یعنی صاحب کنز اور صاحب مختار اور صاحب وقایہ اور صاحب مجمع انکا
رتبہ یہ ہو کہ اپنی کتابون مین اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہین کرتے ساتوان طبقہ اُن مقلدون کا جو تمیز روایات پر قادر نہین لاغر اور فربہ مین فرق نہین کرتے
شمال کو یمین سے ممتاز نہین کرتے بلکہ جمع کرتے ہین روایات کو جو پاتے ہین (حاطب اللیل) کے مانند افسوس ہو اُنپر اور اُنکے مقلدون پر یہ کہا ہو شیخ الاسلام علامہ کمال پاشا نے
کذا فی طبقات محمود بن سلیمان الکفوی المسماۃ بکتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار اور یہی طرح مراتب سبعہ کو طحطاوی نے ابن کمال پاشا کے رسالۂ وقف
بنات سے مختصر نقل کیا ہو اور کہا ہو کہ مجتہد مطلق بھی ان طبقات مین داخل ہو اور صریح کلام شارح اسکے مخالف ہو اور سب کو مجتہد مقید کہنے مین یہ خلل ہو کہ طبقہ سابعہ بلکہ سادسہ
ساتوان ہو چھٹا ۱۲
بھی مقلد محض ہین کچھ بھی اجتہاد پر قادر نہین واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتوا فی حیوتھم اور ہم لوگون پر تو پیروی اُس قول کی لازم ہو جسکو علماء مرجحین اور
مصححین نے ترجیح دی ہو اور تصحیح کی ہو جیسے اُس صورت مین ہم پر پیروی انکی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ مین زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے ہم ترجیح اور تصحیح
سے افتا کی تمام علامات مذکورہ مراد ہین نہ فقط لفظ ترجیح یا تصحیح کا فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح پھر اگر تو ای سائل یون کہے کہ گاہے اقوال کو
بدون ترجیح کے نقل کرتے ہین اور کبھی تصحیح مین اختلاف کرتے ہین ہم حاصل سوال کا یہ ہو کہ اتباع مرجح کا نہین ہو سکتا جبتک کہ ایک قول کی ترجیح نہو اور جبکہ
اصلا ترجیح نہوئی یا ترجیح مین اختلاف ہوا تو اب اتباع کیونکر ہوگا قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس ما ہو الارفق وما ظہر علیہ التعامل
وما قوی وجہہ ولا یخلو الوجود عمن یمیز ہذا حقیقۃ لا ظنا وعلی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراۃ ذمتہ مین سوال مذکور کا جواب دیتا ہون کہ صورت مذکورہ مین عمل
کیا جائے جسطرح علماء سابقین نے عمل کیا یعنے اعتبار کرنا عرف کے بدل جانے کا اور لوگون کے احوال کا اور اعتبار کرنا اُس قول کا جو لوگون پر آسان تر ہو اور
جسپر لوگون کا عمل جاری ہوگیا ہو اور جس قول کی دلیل مضبوط ہو اور وجود خالی نہوگا حقیقت مین نہ فقط گمان مین ایسے شخص سے جو تمیز کرے اسکو یعنی تغیر عرف اور ارفق
اور تعامل کو اور جسکو اسکی تمیز نہو اُسپر لازم ہو کہ اہل تمیز کی طرف رجوع کرے اپنے بری الذمہ ہونے کے واسطے ہم تعامل یعنی رواج کا مرجع عرف کی طرف ہی تو یہ تکرار ہی
اور قوت دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہو اور مشہور ترتیب سابق ہو اور شخص ممیز کی طرف رجوع کرنا گاہے دشوار تر ہوتا ہو کیونکہ وہ شہر بعید مین ہو تو اضبط
اور محکم تر وہی ترتیب ہو جو سراجیہ سے منقول ہو چکی یعنے امام کے قول پر فتوی علی الاطلاق پھر ابو یوسف رح کے الخ کذا فی الطحطاوی فنسال اللہ تعالی التوفیق والقبول
بجاہ الرسول سو اب ہم سوال کرتے ہین اللہ تعالی سے امر اخیر کی مددگاری اور مقبولیت اس کتاب کی بوسیلۂ مرتبۂ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کیف لا
وقد یسرہ اللہ تعالی ابتدا تبییضہ فی الروضۃ المحروسۃ والبقعۃ المانوسۃ تجاہ وجہ صاحب الرسالۃ وحائز الکمال والبسالۃ وضجیعیہ الجلیلین الضرغامین الکاملین
رضی اللہ عنہما وعن سائر الصحابۃ اجمعین ووالدینا ومقلدیہم باحسان الی یوم الدین اور کیونکر یہ کتاب مقبول نہو حال آنکہ حق تعالی نے ابتداء صاف کرنے
اس کتاب کے مسودہ سے مبیضہ کی طرف میسر کردی روضۂ محفوظ اور مکان مانوس مین سامنے چہرۂ مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور شجاعت
۱۲ افضل صحابہ
کے اور سامنے رسول کریم کے اور ہم خوابون کے جو جلیل القدر اور دو شیر کامل الوجود ہین یعنے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی ہو اللہ تعالی اُن دونون
سے اور باقی تمام اصحاب رض سے اور ہمارے باپ دادون سے اور اصحاب کے نیک پیرؤن سے قیامت کے دن تک ثم تجاہ الکعبۃ الشریفۃ
تحت المیزاب وفی الحطیم والمقام واللہ تعالی المیسر للتمام پھر ابتداء صاف کرنے کی ہوئی کعبۂ شریفہ کے سامنے میزاب رحمت کے نیچے اور حطیم اور مقام ابراہیم
پرنالہ ۱۲
مین اور اللہ تعالی تمامی کتاب کا آسان کرنے والا ہو م تو ابتداء حقیقی تبییض اس کتاب متبرک کی مدینہ منورہ مین روضۂ مقدسہ کے اندر مواجہہ شریف
نبوی مین ہوئی اور ابتداء اضافی بیت اللہ مین ہوئی وہذا من اول علامات القبول اگر کریم علی الاطلاق مترجم دور افتادہ ہند کے ترجمہ کو بجاہ رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مقبول کرے تو اُسکی رحمت بے علت سے کچھ دور نہین ع بدان را بہ نیکان ببخشد کریم + بعد فراغ خطبہ ومقدمہ اب شارح
رحمۃ اللہ علیہ متن کی شرح مین شروع کرتا ہو اور مترجم اسکے ترجمہ کرنے مین

۴ یعنے زرات کی تکرار بیان جمع کرنیوالے کی طرح کہ وہ بھی تمیز نہین کرتا کہ کونسی تکرار کی کسطرح کی ہی ۱۲ ۵ یعنے یہ امر قبول کی علامتون مین سے زیادہ تر دلیل قبول العلوم ہوتا ہی ۱۲ ۵ مترجم شامی کہتا ہو کہ طبع ہونا اس کتاب کا اور منتشر ہونا علامت قبول ہونے کی ہی مترجم اول کی ہی اسیطرح مین بھی بالتجا بجناب الٰہی مین دعا کرتا ہون کہ اسکو قبول فرماکر میرے باقیات صالحات مین سے کرے اور مقبول وکمال کرے آمین ۱۲

کتاب الطہارۃ

یہ کتاب ہو طہارت کی یعنی پاک صاف ہونے کے مسائل قدمت العبادات علی غیرہا اہتمامًا بشانہا عبادات مقدم کی گئی غیر عبادات پر شان عبادات کی رعایت کرنے سے ھ دین کا مدار اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور مزاجر اور آداب پر ہو لیکن اعتقادات اور آداب کی بحث فقہ مین داخل نہین اور عبادات پانچ قسم ہین نماز زکوۃ روزہ حج جہاد اور معاملات بھی پانچ قسم ہین معاوضات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات شرکات اور مزاجر بھی پانچ قسم ہین قتل نفس کا مزجرہ اور اخذ مال کا اور ہتک ستر کا اور ہتک عزت کا اور قطع طریق وغیرہ کا سو اہل تصانیف نے فقہ کی کتابون مین اکثر عبادات کو معاملات وغیرہا پر مقدم ذکر کیا ہو اسواسطے کہ انکو شان عبادات کا اہتمام منظور رہو انہر الفائق مین ہو کہ کثرت احتیاج باعث ہو اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہو نسبت بمعاملات وغیرہا اب آگے شارح اور عبادات پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہو والصلوۃ تالیۃ للایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہو یعنی قرآن اور حدیث مین ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہو قال اللہ تعالیٰ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ متقی وہ ہین کہ ایمان بالغیب لاتے ہین اور نماز کو قائم کرتے ہین اب آگے شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہو والطہارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنے کنجی ہو کہ افتتاح نماز کا بدون طہارت کے نہین ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے افال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن القرمانی وشرطہا مختص لازم لہا فی کل الارکان اور طہارت شرط ہو مخصوص بنماز لازم ہو نماز کو اُسکے تمام ارکان مین یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا تو دو وجہ سے ایک یہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہو دوسرے یہ کہ طہارت ایسی شرط ہو نماز کی کہ نماز ہی کو خاص ہو اور اُسکے تمام ارکان کو لازم ہو اور شرط ہر شی کی مقدم ہوتی ہو اُسکے مشروط پر بالطبع تو انکو بالوضع بھی مقدم کیا برخلاف باقی شروط صلوۃ کے اسواسطے وقت اور نیت کا لازم ہونا اوّل نماز سے آخر تک ضرور نہین ہو اور طہارت کا ہونا ضرور ہو الابعذر وقت کا ہونا تحریم کے وقت کافی ہو اور اسیطرح نیت کا علاوہ اسکے کہ نیت مخصوص بنماز نہین بلکہ جمیع عبادات کے خصائص سے ہو اور استقبال قبلہ جانور پر سواری[۱۲] نماز پڑھنے سے ساقط ہوجاتا ہو تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے کہ طہارت مخصوص بنماز نہین ہو اسواسطے کہ مس مصحف[قرآن کو چھونا ۱۲] اور طواف مین بھی طہارت شرط ہو طحطاوی نے کہا کہ اُسکا جواب یون ہوسکتا ہو کہ طہارت نماز کے واسطے فرض ہو اور مس مصحف اور طواف کے واسطے واجب ہو تو اختصاص افتراض کی جہت سے وما قیل قدمت لکونہا شرطًا لایسقط اصلا ولذا فاقد الطہورین یؤخر الصلوۃ دما ورین ان النیۃ کذلک مردود کل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہو کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط جو اصلا ساقط نہین ہوتی یعنی عذر کے ہونے سے بھی اور اسی واسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانے والا نماز کو تاخیر کرتا ہو اور وہ اعتراض جو اس توجیہ پر وارد کیا گیا ہو کہ نیت بھی ایسی ہو کہ ہرگز ساقط نہین ہوتی سو یہ تینون دعوی مردود ہین ھ پہلا دعوی یہ ہو کہ طہارت ایسی شرط ہو کہ اصلا ساقط نہین ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی قول پر متفرع ہو کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہو بوجہ عدم سقوط طہارت تیسرا دعوی یہ ہو کہ نیت بھی طہارت کیطرح اصلا ساقط نہین ہوتی پھر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہو شارح نے ان تینون دعوون کو غیر مرتب رد کیا فاقد الطہورین کی صورت یہ ہو کہ مثلا ایک شخص ایسے مکان مین محبوس ہوا جہان پانی نہین اور اسکی زمین اور دیوارین نجس ہین اما النیۃ ففی القنیۃ وغیرہا من توالت علیہ الہموم تکفیہ النیۃ بلسانہ نیت کا جواب تو یہ ہو کہ قنیہ وغیرہا مین ہو کہ جس شخص پر ہجوم تشویشات کا برابر ہو اسکو زبان سے نیت کرنا کفایت کرتا ہو ھ ارادہ دل کا نام نیت ہو نہ زبان سے بولنے کا تو دیکھو کہ یہان پریشان دل سے نیت کرنا ساقط ہوگیا تو نیت عدم سقوط مین طہارت کے برابر نہ ٹھہری یہ رد ہو تیسرے دعوی کا ابو سعود نے کہا کہ قنیہ کی روایت مین کلام ہو اسواسطے کہ اسمین الفاظ زبانی کو نیت کا بدلا ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہو اور حالانکہ یہ ممنوع ہو حموی نے اسکا جواب دیا کہ یہان بدل کا ٹھہرانا مفہوم نہین ہوتا بلکہ جبکہ پریشان دل نیت دلی پر قادر نہ ہو تو ذکر لسانی اصل ہوگیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ صاحب ہموم کو جسقدر نماز کا ارادہ دل مین آیا اسی قدر حصول نیت مین کافی ہو جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو باطل نہین کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا قطع وسواس کے واسطے ہو اور یہ نہین کہ فقط الفاظ زبانی کافی ہین واما الطہارۃ فظہیریۃ وغیرہا من قطعت

يداه و رجلاه و بوجهه جراحة يصلي بلا وضوء ولا تيمم ولا يعيد في الاصح اور طہارت کا حال تو یہ ہی کہ ظہیریہ وغیرہ مین ہی کہ جس شخص کے دونون ہاتھ اور دونون پانون کٹے ہون

اور اُسکے چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص بدون وضو اور تیمم کے نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول مین یعنے چہرہ درست ہونے کے بعد اُسپر اعادہ نماز کا نہین ہم یہ رد ہی

پہلے دعوی کا یعنی اُس صورت مین طہارت ساقط ہوگئی ظہیریہ مین سر کا ذکر کرنے سے سکوت کیا اسواسطے کہ اکثر اعضا مجروح ہین تو ایسی صورت مین تیمم کا حکم ہی لیکن

تیمم بھی ساقط ہو گیا ہاتھون کے نہونے سے واما فاقد الطهورين ففي الفيض وغيره انه يتشبه بالمصلين عندهما واليه صح رجوع الامام وعليه الفتوى اور فاقد الطہورین کا تو

حال یہ ہی کہ فیض وغیرہ مین ہی کہ فاقد الطہورین نمازیون کے مانند نماز کے افعال قیام قعود رکوع سجود کرے صاحبین ؒ کے نزدیک یعنی بوجہ حرمت وقت اور اسی قول

کی طرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہی اور اسی قول پر فتوی ہی ہم یہ جواب دعوی ثانیہ کا ہی ان افعال کو نماز نکہا مشابہ نماز کے کہا اسواسطے کہ جب پانی ملیگا تو اعادہ نماز کا

واجب ہوگا تو حقیقت مین یہ جواب نہین ہوسکتا اسواسطے کہ یہ نماز کی صورت ہی نہ حقیقت نماز کی اگر حقیقت مین نماز ہوتی تو اعادہ واجب نہوتا قلت وبه ظهر ان

تعمد الصلوة بلا طهر غير مكفر كصلوة لغير القبلة او مع ثوب نجس وهو ظاهر المذهب كما في الخانية مین کہتا ہون اور ظہیریہ کے مضمون گذشتہ سے یہ ظاہر ہوا کہ بدون

طہارت کے قصداً نماز کا پڑھنا آدمی کو کافر نہین کر دیتا جیسے غیر قبلہ کی طرف یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا کافر نہین کرتا اور یہی یعنی عدم تکفیر ظاہر مذہب ہی چنانچہ

خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان مین ہی ہم تینون صورتون مین عدم تکفیر مشروط بعدم استحلال وعدم استخفاف ہی اور مسئلہ ظہیریہ پر تعمد صلوۃ بلا طہارت کو قیاس کرنا صحیح

نہین اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ ضرورت مین مفروض ہی تو حالت اختیار کو اُسپر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا وفي سير الوهبانية وفي كفر من صلى بغير طهارة مع العمد

خلف في الروايات يسطر اور وہبانیہ کی کتاب السیر مین ہی اور اُس شخص کے کفر مین جو بدون طہارت کے قصداً نماز پڑھے اختلاف ہی روایات مین کہ کتابون مین

مرقوم ہی ہم یعنے علماء مذہب کا اسمین اختلاف ہی اور عدم تکفیر کا قول معتمد ہی چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہی بلکہ فقہا نے فرمایا ہی کہ اگر ننانوے روایتین متفق پائی جاوین ایک

مومن کے کفر پر اور ایک روایت عدم تکفیر کی ہو اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو تو مفتی اور قاضی اُسی ضعیف روایت پر عمل کرے نہ اور قوی روایتون پر کذا في

الطحطاوي ثم هو مركب اضافي پھر ہم کہتے ہین کہ کتاب الطہارۃ کا لفظ مرکب اضافی ہی یعنے دونون لفظون سے مرکب ہی پہلی لفظ کو مضاف کہتے اور دوسری کو

مضاف الیہ عربی زبان مین مضاف مقدم ہوتا ہی مضاف الیہ پر اور ہندی مین مضاف الیہ مقدم ہوتا ہی مضاف پر اور کا یا کی کا لفظ دونون کے بیچ مین آتا ہی چنانچہ

کتاب الطہارۃ یعنے طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدا او خبر او مفعول لفعل محذوف کتاب الطہارت مبتدا ہی یا خبر یا فعل محذوف کا مفعول ہم

جملہ اور کلام دو قسم ہی جملہ اسمیہ اور فعلیہ اگر پہلا جز اسم ہی تو وہ اسمیہ ہی اور اگر فعل ہی تو فعلیہ ہی سو اسمیہ کے پہلے جز کو مبتدا کہتے ہین اور دوسرے جز کو خبر چنانچہ زید

قائم زید مبتدا ہی اور قائم اُسکی خبر اور جملہ فعلیہ کے پہلے جز کو فعل کہتے ہین اور دوسرے کو فاعل اور جسپر فاعل کا فعل واقع ہو وہ مفعول ہی تو اگر کتاب الطہارۃ کو

مبتدا قرار دیجیے تو خبر اُسکی محذوف ہی یعنی کتاب الطہارۃ ہذا اور اگر اُسکو خبر کہیے تو مبتدا محذوف ہی یعنی ہذا کتاب الطہارۃ اور اگر اسکو مفعول فرض کیجیے تو فعل اور فاعل

اُسکا محذوف ٹھہریگا چنانچہ خذ کتاب الطہارۃ یا اقرأ کتاب الطہارۃ یعنے لے کتاب الطہارۃ کو یا پڑھ اسکو مبتدا اور خبر ہونے کی صورت مین آخر کتاب پر رفع یعنی پیش

ہوگا اور مفعول ہونے مین نصب یعنی زبر ہوگا یہ سب اُس تقدیر پر ہی جب کتاب الطہارۃ کو پورا کلام قرار دیجیے فان ريد به التعداد بني على السكون پھر اگر کتاب الطہارۃ

کی لفظ سے شمار کا ارادہ کیا جائے تو آخر کتاب کا حرف یعنی بے پر سکون اور جزم ہوگا م یعنے جو کتابین متن مین مذکور ہین اُنکو کوئی شخص بطور اعداد گنے تو حرف

اخیر کتاب کا مبنی علے السکون ہوگا کیونکہ وہ حرف کا مشابہ ٹھہرا عدم اعراب مین وكسر تخلصا من الساكنين اور اُسی حرف اخیر کو شمار کی صورت مین کسرہ یعنے

زیر دیا جاتا ہی تاکہ التقاء ساکنین سے مخلصی حاصل ہو پہلا ساکن بائے موحدہ ہی اور دوسرا ساکن طا اولی مشددہ واضافته لامية لا منية اور کتاب الطہارۃ کی

اضافت لام والی ہی نہ من والی ہم اضافت تین قسم ہی اسواسطے کہ مضاف الیہ مضاف کا مبائن ہی یا عین ہی یا ظرف ہی اگر مبائن ہی تو وہان اضافت بمعنی لام ہی

جو اختصاص پر دلالت کرتا ہی چنانچہ غلام زید یعنے وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی اور اگر عین ہی مضاف کا تو وہان اضافت بمعنی من بیانیہ جارہ کے ہوتی ہی

(۱) یعنے وقت نماز کے
(۲) تعظیم کے لیے نمازیون کے سے افعال کرے
(۳) حال نہ سمجھنا اور
(۴) نہ دین کو حقیقت جانے
۱۲ ۳ کتاب الطہارۃ ۱۲
۵ کتاب الطہارت ۱۲

چنانچہ خاتم فضۃ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہو تو وہان اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے ہوتی ہو چنانچہ صوم الیوم یعنے روزہ جو دن کے اندر واقع ہو تو جبکہ اضافت کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر یون ٹھہری کہ کتابٌ وضع لبیان مسائل الطہارۃ یعنے وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کیواسطے موضوع ہو اور چونکہ طہارت عین کتاب نہین لہذا شارح نے اسکی نفی کی اس طرح کہ یہ اضافت من والی نہین ہو اور ماتن کی شرح مین جسکا منح الغفار نام ہو کہا ہو کہ یہان اضافت بمعنی فی موجہ تر ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب ہو مسائل کے بیان مین وہل یتوقف حدہ لقباً علے معرفۃ مفردیہ اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہو ان مسائل کا اُسکے دونون مفرد یعنی کتاب اور طہارت کی شناخت پر موقوف ہو یا نہین م یہ سوال ہو شارح اسکا جواب آگے دیتا ہو الراجح نعم قول راجح یہ ہی کہ ہان موقوف ہو م مرکب جبکہ نام ہو کسی چیز کا تو اسمین دو قول ہین قول ضعیف مرجوح یہ ہو کہ اسکی تعریف اُسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہین اسواسطے کہ نام رکھنے سے اُسکے معنی افرادی مسلوب ہو گئے چنانچہ عبداللہ کسی کا نام رکھا اور قول راجح قوی یہ ہو کہ البتہ اجزا کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہو مزید توضیح کی وجہ علی الخصوص جبکہ نام مین معنی وصفی کا لحاظ ہو چنانچہ عمدہ باغ کا کوئی بہشت دنیا نام رکھے اب آگے شارح قول راجح پر مبنی کر کے دونون مفرد یعنی مضاف اور مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہو فالکتاب مصدرٌ بمعنے الجمع لغۃً تو کتاب کا لفظ لغت عرب مین مصدر ہو بمعنے جمع یعنے ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اور صاحب بحر وغیرہ نے جو کتاب کے معنی جمع حروف کہے ہین تو خصوصیت مقام کا لحاظ کیا ہو نہ لغوی معنی کا اور جیسے کتاب مصدر ہو کتب کا ویسی ہی کتابت اور کتب بھی اُسکا مصدر ہو کذا فی الطحطاوی مصدر وہ ہو جس سے ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلین اور اُسکے ہندی معنی مین نا کا لفظ چنانچہ جلوس بیٹھنا قیام کھڑا ہونا جعل شرعاً عنواناً لمسائل مستقلۃ بمعنی المکتوب اور اصطلاح اہل شرع مین کتاب کو مسائل مستقلہ کا سرنامہ اور لقب قرار دیا ہو بمعنی مجموع م یعنی جمع کرنا اُن الفاظ کا جو مسائل مجموعہ پر دلالت کرین یہی مراد ہو کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہ ہو کہ اُن مسائل کا تصور کرنا موقوف نہین اُس شی پر جو اُس سے پہلے اور پیچھے ہو سو کتاب الطہارۃ باین معنی مستقل ہو یعنے کتاب الصلوۃ پر اسکے مسائل کا فہم موقوف نہین اور استقلال کا یہ مطلب نہین کہ وہ اصل ہو کسی کا تابع نہین کیونکہ یہ مطلب صحیح نہین اسواسطے کہ طہارت تابع ہو صلوۃ کی مسائل کی قید سے اُن حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہوگیا جو مسائل نہین ہین اور استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکلگئی کیونکہ دونون مستقل نہین ہر کتاب کی تحت مین داخل ہین تو فصل وہ صنف ہو جو داخل ہو اُس صنف کے تحت مین جسکا باب نام ہو اور باب اُس صنف کے تحت مین ہو جسکا نام کتاب ہو اور کتاب اُس صنف کے تحت مین ہو جو مسمی بعلم ہو تو علم مدوّن صنف عالی ہو اور کتاب اور باب اور فصل اُسکے اصناف سافلہ مین درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہو اُسکو جسکے مسائل کی ایک ہی نوع ہو چنانچہ کتاب اللقطہ اور اسکو جسکی بہت انواع ہین چنانچہ کتاب البیوع اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول ہو یا کہ فعال کا صیغہ ہو بمعنی مفعول آتا ہو جیسے لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق والطحطاوی ملتقطاً منہما والطہارۃ مصدر طہر بالفتح وبضم بمعنی النظافۃ لغۃً اور لغت مین طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہو طہر کا جو فعل ماضی مفتوح العین ہو اور مضموم العین بھی آیا ہو یعنے بقلت م صاحب قاموس نے عین ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر مذکور کیا ہو اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہو ولذا افردہا اور ماتن نے اسی واسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہو یعنی چونکہ طہارت کا لفظ مصدر ہو اور اصل مصدر مین افراد ہو لہذا مصنف اُسکو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے انواع بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطے کہ مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہو وشرعاً النظافۃ عن حدثٍ او خبثٍ اور شرع مین طہارت پاک صاف ہونا ہو نجاست حکمی یا نجاست حقیقی سے ومن جمع نظر الی انواعہا اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنے جس مصنف نے کتاب الطہارات کہا اُسنے طہارت کے اقسام پر نظر کی وہی کثیرۃ اور اقسام طہارت کے بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحکمتہا شہیرۃ اور طہارت کی حکمتین مشہور ہین یعنی جن امور کے واسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین مین مشہور ہین از انجملہ گناہون کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ ما لا یحل بدونہا اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر اور ثمرہ جو طہارت پر مترتب ہوتا ہو مباح کر لینا ہو اُس عمل کا جو حلال نہین بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا م ثواب کو طہارت کا حکم نہ کہا اسواسطے کہ

طہارت مین ثواب لازم نہین کیونکہ ثواب موقوف ہی نیت پر اور نیت طہارت مین شرط نہین **وَسَبَبُہا** سبب وجوبہا مالایَحِلّ فعله فرضاً کان او غیرہ کالصلوٰۃ ومس المُصحَف

الابہا ای بالطہارۃ اور طہارت واجب ہونے کا سبب وہ فعل ہی جو حلال نہین ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہو جیسے مصحف کا چھونا صاحب

البحر قال بعد سرد الاقوال ونقل کلام الکمال الظاہر ان السبب ہو الارادۃ فی الفرض والنفل بحر الرائق کے مصنف یعنی زین الدین بن نجیم مصری نے بعد ذکر کرنے اقوال

علما کے سبب طہارت مین اور نقل کرنے کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ نے کہا کہ قول ظاہر یہ ہی کہ طہارت کا سبب ارادہ کرنا ہی نماز فرض اور نفل کا م

طہارت کے سبب مین چار قول ہین پہلا قول سرخسی کا کذا فی المنح یہ ہی کہ نجاست حکمی یا حقیقی سبب ہی طہارت کا دوسرا یہ کہ اقامت صلوٰۃ سبب ہی تیسرا یہ ہی کہ ارادہ نماز کا سبب

ہی چوتھا یہ کہ وجوب صلوٰۃ سبب ہی نہ وجود صلوٰۃ صاحب فتح القدیر نے تیسرے قول پر یہ شبہہ کیا کہ اگر ارادہ نماز کا سبب ہو طہارت کا تو اُسکا مقتضی یہ ہی کہ جب نفل نماز کا ارادہ

کرے اور وضو نکرے تو گنہگار ہوگا اگرچہ نماز پڑھے حالانکہ ایسا نہین ہی یعنے اگرچہ نماز کا ارادہ موقوف کرے تو بھی چاہیے کہ وضو نہ کرنے سے گنہگار ہو اسکا جواب شارح نے

آگے بطریق استدراک کے دیا لکن بترک ارادۃ النفل یسقط الوجوب ذکرہ الزیلعی فی الطہارۃ سبب طہارت کا ارادہ نماز ہی لیکن نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت

کا ساقط ہو جاتا ہی ایسا ذکر کیا ہی زیلعی شارح کنز نے باب الطہارۃ مین ہم زیلعی نے کہا کہ جب نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت اُسپر واجب ہوئی پھر جبکہ نفل پڑھنے سے دل

ہٹا تو طہارت بھی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کے واسطے تھا کذا فی الطحطاوی وقال العلامۃ قاسم فی تکملۃ الصحیح ان سبب وجوب الطہارۃ وجوب

الصلوٰۃ او ارادۃ مالا یحل الابہا اور علامۂ قاسم نے اپنے تکملہ مین کہا کہ اقوال مذکورہ مین سے صحیح قول یہ ہی کہ وجوب طہارت کا سبب واجب ہونا ہی نماز کا یا ارادہ

کرنا اُس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول یعنے وجوب نماز کو سبب کہنا طہارت کا نماز نفل کی طہارت کو شامل نہین اسواسطے کہ

یہان وجوب نہین جو سبب ٹھہرے طہارت کا مگر یہ کہ اسکو ارادہ مالا یحل کے تحت مین مع ملاحظہ استدراک داخل کیجیے وقیل سببہا الحدث فی الحکمیۃ اور بعضون نے

کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہی نجاست حکمیہ مین ہم نجاست حکمی وہ جو شرع کے حکم سے اُسکی نجاست ثابت ہوئی ظاہر مین کوئی نجاست بد بیز محسوس نہین وہو وصف

شرعی یحل فی الاعضاء یزیل الطہارۃ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہی کہ اعضا مین ساری اور طاری ہو جاتی ہی طہارت کو دور کر دیتی ہی ہم وصف اور صفت لغت مین

مترادف مصدر ہین لیکن اصطلاح مین صفت عبارت ہی اُس معنی سے جو موصوف مین قائم ہی اور وصف ذکر کرنا ہی موصوف کی صفت کا مگر اطلاق وصف کا

صفت پر جائز ہی کذا فی الفتح وما قیل انہ مانعیۃ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل فتعریف بالحکم اور یہ جو کسی نے حدث کی تعریف اسطرح کی ہی کہ حدث

مانعیت شرعی ہی یعنے بحکم شرع مانع ہی نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہی اعضا مین تا حد استعمال مزیل یعنے جب تک پانی یا خاک کا استعمال نہو وہ قائم ہی تو یہ تعریف

ثمرہ حدث ہی یعنے مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہی اور حقیقت حدث کی وہی ہی جو مذکور ہو چکی یعنے وصف شرعی مزیل طہارت والخبث فی الحقیقۃ

اور طہارت کا سبب نجاست جسم کی ہی نجاست حقیقی مین وہو عین مستقذرۃ شرعاً اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والی ہی شرع کے حکم سے چنانچہ بول و براز

اور شراب شرع کی قید سے ظاہر متنفر طبیعی[له] خارج ہو گیا چنانچہ بلغم اور ریٹ وقیل سببہا القیام الی الصلوٰۃ اور بعضون نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہی

نماز کے واسطے یہ تیسرا قول ہی اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان مین چوتھا ونسبا الی اہل الظاہر وفسادہما ظاہر اور دونون قول یعنے حدث اور خبث کا

سبب ہونا اور قیام صلوٰۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کی طرف نسبت کیا گیا ہی اور دونون قولون کا ناکارہ اور بے حقیقت ہونا ظاہر ہی ہم اہل ظاہر وہ علما ہین جو

قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہین اجتہاد کے منکر ہین از انجملہ داؤد ظاہری ہی وجہ فساد قول اول کی یہ ہی کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے

ہین پھر کس طرح اُسکے وجود کے خواہان ہونگے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہین ہو سکتی اسکا جواب یون دیا ہی کہ حدث اور خبث طہارت سابقہ

کے ناقض ہین اور طہارت لاحقہ کے موجب ہین تو کچھ منافات نہ رہی اور قول ثانی کی وجہ فساد یہ ہی کہ ایک وضو چند نمازون کے واسطے کافی ہی اور اگر قیام کو

سبب طہارت کا قرار دیجیے تو لازم آتا ہی کہ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو واجب ہو وقولہ تعالیٰ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا الآیۃ کا مطلب یہ ہی کہ جب تم ارادہ کرو

[له] یعنی پاک چیز جس سے طبیعت کو گھن ہو ۱۲

ناکا اور باوضو ہو تو وضو کر ومن شاء مزید التوضیح فلیرجع الی المطولات واعلم ان اثر الخلاف انما یظہر فی نحو التعالیق اور اسکو دریافت کر کہ طہارت کے سبب مین اختلاف کا اثر ظاہر نہین ہوتا ہی مگر تعلیقات کی مانند مین م تعلیق یہ کہ ایک چیز کا ہونا دوسری چیز پر معلق ہو چنانچہ مثال آیندہ سے معلوم ہوگا نحو ان وجب علیک طہارة فانت طالق چنانچہ اس تعلیق مین کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تجھپر طہارت واجب ہوگی تو تجھپر طلاق ہی م تو ہر قائل کے نزدیک جب سبب طہارت کا متحقق ہوگا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ صاحب بحر کے نزدیک ارادہ نماز سے اور حدث اور خبث سے سرخسی کے نزدیک اور قیام الی الصلوة سے ظاہریون کے نزدیک اور وجوب نماز سے علامہ قاسم کے نزدیک طلاق واقع ہوگی دون الاثم للاجماع علے عدمہ بالتاخیر عن الحدث ذکرہ فی التوشیح اس اختلاف کا ثمرہ گناہ مین ظاہر نہوگا کیونکہ سب کا اتفاق ہی گناہ کے نہونے مین بسبب تاخیر ہونے وضو اور غسل کے حدث سے ایسا ذکر کیا ہی توشیح مین وبہ اندفع مافی السراج من اثبات الثمرة من جہة الاثم بل وجوبہا موسع بدخول الوقت کالصلوة فاذا ضاق الوقت صار الوجوب فیہما مضیقا اور توشیح کے کلام مذکور سے دفع ہوگیا وہ جو سراج وہاج مین ہی ثمرہ اختلاف کا ثابت کرنا گناہ مین بلکہ وجوب طہارت وسعت کے ساتھ ہی وقت کے آنے سے جیسے نماز کے ادا کرنے مین وسعت ہی پھر جبکہ وقت تنگ ہوا تو طہارت اور نماز مین وجوب تنگی کے ساتھ ہوگا یعنے جب وقت تنگ ہوگا تو تاخیر طہارت اور نماز کی گنجایش نرہیگی وشرائطہا ثلث عشرة علی مافی الاشباہ اور طہارت کی شرطین تیرہ ہین بنا بر اُس بیان کے جو اشباہ مین ہی م شرائط جمع ہی شریطہ کی اور شریطہ بمعنی شرط ہی اور شرط وہ ہی جسکے عدم سے عدم مشروط کا لازم آوے اور اُسکے وجود سے مشروط کا نہ وجود لازم ہو نہ عدم کذا فی الطحطاوی شرائط وجوبہا تسع [illegible] وجوب طہارت کی نو شرطین ہین م شرائط وجوب کی اُنکو کہتے ہین کہ جب وہ شرطین مجتمع ہون تو آدمی پر طہارت کرنا واجب اور لازم ہو وشرائط صحتہا اربع اور صحت طہارت کی شرطین چار ہین م شرائط صحت اُنکو کہتے ہین کہ طہارت بدون اُن شرطون کے صحیح نہو اور یہ لازم نہین کہ جب وجوب کی شرط موجود نہو تو صحت کی بھی شرط موجود نہو چنانچہ لڑکا جبکہ طہارت کرے تو اُسکی طہارت صحیح ہوگی حالانکہ طہارت کرنا صغیر پر واجب نہین ونظمہا شیخ مشایخنا العلامة علی المقدسی شارح نظم الکنز فقال ؎ شرط الوجوب العقل والاسلام * وقدرة ماء والاحتلام * اور اُن شرائط کو نظم کیا ہمارے استادون کے اُستاد علامہ علی مقدسی کنز منظوم کے شارح نے سو یون کہا کہ وجوب طہارت کی شرط عقل ہی اور اسلام اور قادر ہونا مطہر کے استعمال پر اور پانی کا ہونا اور احتلام یعنی بالغ ہونا م تو مجنون پر اور کافر پر اور مقطوع الیدین والرجلین پر اور فاقد الطہورین پر یعنی جسکو پانی اور خاک پاک نملے اور صغیر پر طہارت واجب نہین ؎ وحدث ونفی حیض وعدم * نفاسہا وضیق وقت قد ہجم * اور وجود حدث کا صغر ہو یا اکبر اور عدم حیض اور عدم نفاس اور تنگی وقت کی جبکہ ہجوم کرآئے یہ نو شرطین ہین وجوب طہارت کی م تو متوضی غیر جنب پر اور حیض اور نفاس والی عورت پر اور وقت صلوة کے وسعت مین طہارت واجب نہین ؎ وشرط صحة عموم البشرة * بمائہ الطہور ثم فی المرة * فقد نفاسہا وحیضہا وان * یزول کل مانع عن البدن اور صحت طہارت کی شرط تمام ظاہر جلد پر مطہر پانی کا گذرنا ہی دوسری اور تیسری شرط عورت کے حق مین منقطع ہونا اُسکے نفاس اور حیض کا اور چوتھی شرط صحت کی دور ہونا مانع طہارت کا بدن سے چنانچہ آنکھ کا کیچڑ یا موم بدن پر چپکا ہو م طحطاوی نے کہا کہ عدم حیض ونفاس وجوب طہارت کی بھی شرطین ہین اور صحت طہارت کی بھی لیکن جہت مختلف ہی تو وجوب ہی خطاب کی وجہ سے اور صحت ہی ادائے واجب کی وجہ سے وجعلہا بعضہم اربعة اور بعضے عالمون نے طہارت کی شرطون کو چار قسم ٹھہرایا ہی شرط وجودہا الحسی ایک قسم طہارت کی وجود محسوس کی شرط ہی یعنے وہ شرط کہ طہارت بدون اُسکے خارج مین محسوس اور مشاہد نہو سو اُسمین تین شرطین ہین وجود المزیل والمزال عنہ والقدرة علی الازالة ایک تو پایا جانا اُس چیز کا جو نجاست کو زائل کردے چنانچہ پانی مثلاً دوسرے ہونا اُس چیز کا جس سے نجاست دور کیجائے چنانچہ بدن اور کپڑا مثلاً تیسرے قادر ہونا ازالہ پر یعنے مزیل نجاست کو استعمال کرسکنا وشرط وجودہا الشرعی دوسری قسم طہارت کی وجود شرعی کی شرط ہی یعنی وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت مین معتبر نہو بدون اُسکے کذا فی الطحطاوی کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ شرط مذکور ہونا ہی مزیل کی مشروع الاستعمال اُسی طرح کی مشروع ہین چنانچہ طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو اور غسل مین مشروع ہی خلاصہ یہ ہی کہ جس مزیل کو جس مزال عنہ

کے واسطے شریعت مین مقرر کیا ہی اُسی سے وہان طہارت حاصل ہوگی نہ اور چیز سے مثلاً خشک ہونے سے زمین اور عمارت اور درخت پاک ہوگا نہ کپڑا اور بدن اور برتن ۵ وشرط وجوبہا التکلیف والحدث تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلف ہونا یعنے عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا ہم یہ چار شرطین ہین عقل بلوغ اسلام حدث ۵ وشرط صحتہا صدور المطہر من اہلہ فی محلہ مع فقد مانع چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا ہی طاہر کرنے والی چیز کا اہل تطہیر سے اُسکے محل مین مانع تطہیر کے نہونے کے ساتھ ہم اہل تطہیر سے مراد یہ ہی کہ حائض اور نفسا نہو اور محل طہارت سے مراد عموم بشرہ ہی اور عدم مانع سے مراد یہ ہی کہ اثنا طہارت مین ناقض نہو کذا فی الطحطاوی ونظمہا فقال ۵ تعلم شروطا للوضوء مہمۃ ٭ مقسمۃ فی اربع وثمان ٭ اور بعض مذکور نے شرائط طہارت کو نظم کیا اور کہا ای مخاطب سیکھ لے وضو کی ضروری شرطون کو جو مقسوم ہین چار اور آٹھ یعنے بارہ شرطین ہین ۵ فشرط وجود الحس منہا ثلثۃ ٭ سلامۃ اعضاء وقدرۃ امکان لمستعمل الماء القراح وہو معا ٹین سے وجود حسی کی تین شرطین ہین ایک تو عضا کا سلامت ہونا جسکو سابق نثر مین وجود المزال عنہ کہا تھا اور دوسری شرط قدرت ممکنہ خالص پانی کے استعمال کرنے کے واسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہی شرطین مذکورین کے ساتھ جسکو نثر مین مزیل تعبیر کیا تھا ۵ وشرط وجود الشرع خذہا یا معان ٭ فمطلق ماء مع طہارتہ ومع ٭ طہوریتہ ایضا فخذ ببیان ٭ اور وجود شرعی کی شرط کو لے غور اور تامل سے سو وہ مطلق پانی ہی اُسکے پاک ہونے کے ساتھ اور اُسکے پاک کر دینے کے بھی ساتھ سو ظفر یاب ہو اس بیان سے ہم حاصل مطلب یہ ہی وجود شرعی طہارت کی تین شرطین ہین ایک تو پانی کا مطلق ہونا دوسرے اُسکا پاک ہونا تیسرے اُسکا مطہر ہونا یعنے پاک کرنے والا ان شرطون کو نثر مین رکون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ کے ضمن مین تعبیر کیا پانی مطلق وہ ہی جو بدون اضافت کے بولا جائے اُسکے مقابل پانی مقید ہی جو اضافت کے ساتھ بولا جاتا ہی چنانچہ ماء الورد یعنے گلاب کا پانی یا ماء البطیخ یعنے تربوز کا پانی سو پانی مقید سے وضو اور غسل درست نہین چنانچہ آگے معلوم ہوگا ۵ وشرط وجوب وہو اسلام بالغ ٭ مع الحدث التمییز بالعقل یا عانی ٭ اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہے جوان کا حدث کے ساتھ اور تمیز کرنا عقل سے ای مخاطب فوائد کے قصد کرنے والے ہم یعنے وجوب طہارت کی چار شرطین ہین اسلام بلوغ عقل حدث دریافت کرنا چاہیے کہ بعض نسخے درمختار مین بجاے یا عانی کے یا بان مکتوب ہی سو ظاہرا صحیح نہین وزن کے برہم ہونے سے اور طحطاوی اور حلبی در المختار کے محشیون نے یا عانی کی تصریح کی ہی اور اسکی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہی طحطاوی نے کہا تو عانی اسم فاعل ہوا اعنی یعنے عنایہ کا اور حلبی نے اسکو بمعنی اسیر کہا ہی ۵ وشرط لتصحیح الوضوء زوال ما ٭ یعد ایصال المیاہ من ادران ٭ کشمع رمص ثم تحلیل ال ٭ وضوء منافاۃ عظیم ذوی الشان ٭ پہلے شرط زائل ہونا اُس میل کچیل کا کہ پانی کو بدن پر نہ پہونچنے دے چنانچہ موم اور آنکھ کا کیچڑ پھر دوسری شرط یہ ہی (واہ کیا تصحیح ہی) کہ وضو کے اندر کوئی ناقض نہ آوے ای مخاطب بڑون کے بڑے ۵ وزید علے ہذین ایضا تقاطر ٭ مع انغسلات لیس ہذا الذی الثانی ٭ اور ان دونون شرطون پر دھونے کے ساتھ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہی یہ شرط امام ثانی یعنے ابو یوسف رح کے نزدیک نہین ہی مگر تقاطر کا قول معتمد ہی ہم مذہب حنفی کی کتابون مین امام بولتے ہین امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رح کو اور ثانی کہتے ہین قاضی ابو یوسف یعقوب رح کو جو بڑے شاگرد ہین امام کے اور ثالث کہتے ہین محمد بن حسن رح شیبانی کو جو دوسرے درجے کے شاگرد ہین امام رح کے اور شیخین رح بولتے ہین امام رح اور ابو یوسف رح کو اور طرفین کہتے ہین امام رح اور محمد رح کو اور صاحبین رح کہتے ہین ابو یوسف رح اور محمد رح کو اس اصطلاح کو یاد رکھنا چاہیے وصفتہا فرض للصلوۃ اور صفت طہارت کی یہ ہی کہ وضو فرض ہی نماز کے لیے خواہ نماز فرض ہو خواہ نفل وواجب للطواف اور واجب ہی کعبہ معظمہ کے طواف کے واسطے قیل ومس المصحف للقول بان المطہرین الملائکۃ اور بعضون نے کہا اور وضو واجب ہی مصحف کے چھونے کے واسطے اس قول کی وجہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہین ہم یعنے اس آیت مین کہ (لا یمسہ الا المطہرون) ہاتھ نہین لگاتے کتاب کو مگر پاک لوگ دو قول ہین ایک قول یہ ہی کہ مطہرین سے ملائکہ مقربین مراد ہین اور کتاب سے لوح محفوظ مراد ہی اور دوسرا قول یہ ہی اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہین کہ کتاب سے مراد قرآن جو الفاظ سے مرکب ہی جسپر نقوش دلالت کرتے ہین اور مطہرین سے مراد پاک آدمی ہین دو قول ہونے سے ظاہر ہوا کہ آیت کی دلالت قطعی نہین ہی یعنے ظنی ہی جس سے فرض

ثابت نہین ہوتا واجب ثابت ہوتا ہی توجو شخص کہتا ہی کہ مس مصحف کے واسطے طہارت فرض ہی تو مراد اُسکی یہ ہی کہ فرض علمی ہی کذا فی الطحطاوی بایضاح وسنۃ للنوم اور
وضو سنت ہی سونے کے وقت م فتاوی قاضی خان مین ہی کہ جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہی اور شارح نے اسکو سنت کہا ہی ومندوب فی
نیف وثلثین موضعًا ذکرتہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اور وضو مستحب ہی تیس اور
کئی مقام مین جنکو مین نے خزائن مین مذکور کیا ہی ازانجملہ بعد کذب اور غیبت اور قہقہہ مار کے ہنسنے اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانے کے بعد اور ہر گناہ
کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالمون کے اختلاف سے بچنے کے واسطے م وہ شعر خوانی مراد ہی جو حکمتون اور مدح نبوی سے خالی ہی اور بعضون کے نزدیک
اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کرنا واجب ہی بظاہر حدیث کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال چنانچہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی رح کے نزدیک
وضو کا ناقض ہی لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہین تو اگر ہاتھ وہان لگ جائے تو مستحب یہ ہی کہ پھر وضو کرے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب
دلائل الاسرار نے کہا مین نے خزائن کی طرف رجوع کیا وہان فقط وضو کی مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہی لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو یون نقل
کیا ہی کہ مستحب ہی سونے کے بعد بیدار ہو کر اور وضو پر مداومت اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اُسکے اُٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت
مین وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے وضو کرنا اور کھانے اور پینے اور سونے اور جماع کے وقت اور غصہ کرنے کے سبب سے اور قرآن اور حدیث
کے پڑھنے کے واسطے اور حدیث کی روایت اور علم کے درس کے لیے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑھنے کے واسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی زیارت کے واسطے اور وقوف عرفات اور سعی کے واسطے اور کتب شرعیہ کے چھونے کے لیئے انکی تعظیم کی جہت سے انتہے
اور نہر الفائق مین ہی اور عورت کے محاسن دیکھکر اور مطلق ذکر کے واسطے اور ہر نماز کے واسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر
وضو نہو سکے تو تیمم ہی کرلے اور گناہ دور ہونے کی نیت کرے ایسا ہی فتاوی صیرفیہ مین نوبت شارح کی مذکورات کے ساتھ تیس اور کئی مقام ہین جنمین وضو مستحب ہی
انتہے ما فی دلائل الاسرار ورکنہا غسل ومسح وزوال نجس اور طہارت کا رکن دھونا ہی اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہو جانا م بحر الرائق مین ہی کہ طہارت کے ارکان
حدث صغر مین تین عضو کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر مین سارے بدن کو دھونا اور نجاست مین سارے بدن کا دھونا اور نجاست
حقیقی مین جو نظر آتی ہی تو اُسکے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اُسکی جگہ کو تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اُسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دھو کر خشک کرنا ہی
سو شارح کے بیان مین یہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنے کو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونون رکن طہارت کے نہین ہین بلکہ طہارت کی شرطین ہین
کذا فی الطحطاوی وآلتہا ماء وتراب ونحوہما اور طہارت کا ہتھیار یعنے جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہی اور مانند اُنکے چنانچہ زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا
چنانچہ آگے اسکا ذکر آویگا ودلیلہا آیۃ اذا قمتم الی الصلوۃ اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیہ ہی م پوری آیت یون ہی یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ
فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطہروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فلم تجدوا ماء
فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون یعنے اے ایمان والو جب تم اُٹھو نماز کو
تو دھو لو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیون تک اور مل لو اپنے سرون کو اور پانون کو ٹخنون تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنے غسل کی حاجت ہو تو خوب طرح
پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم مین سے آیا ہی جاے ضرور سے یا ہاتھ لگایا تمنے عورتون کو یعنے اُنسے صحبت کی پھر نپاؤ پانی تو قصد کرو زمین
پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھ وہان سے اللہ نہین چاہتا کہ تمپر کچھ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہی کہ تمکو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہتا ہی تمپر شاید
کہ تم احسان مانو تو یہ آیت مقدسہ طہارت ہی صغری اور کبری یعنے وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہی وہی مدنیۃ اجماعًا اور وہ آیت مدنی ہی
یعنے مدینہ منورہ مین نازل ہوئی بہ اتفاق مفسرین م یہ آیت سورہ مائدہ مین ہی اور وہ سورت قرآن مین پیچھے نازل ہوئی ہی سیوطی نے اتقان مین کہا

ف وضو کچھ اوپر تیس مقام مین مستحب ہی ۱۲

کہ مدنی وہ ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی اگرچہ غیر مدینہ مین اُسکا نزول ہوا ہو اور مکی وہ ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ مین اُسکا نزول ہوا ہو یہی قول صحیح تر ہے کذا فی الطحطاوی واجمع اہل السیر ان الوضوء والغسل فرضا بمکۃ مع فرض الصلوۃ بتعلیم جبرئیل علیہ السلام اور اہل سیر یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احوال کے بیان کرنے والون نے اتفاق کیا ہے اسپر کہ وضو اور غسل مکہ معظمہ مین فرض ہوئے نماز کے فرض ہونے کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے وانہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یصل قط الا بوضوء اور اسپر اتفاق کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہین پڑھی م

یہ جواب ہے اُس سوال کا کہ شاید آنحضرت نے بدون وضو کے نماز پڑھی ہو بوجہ عدم فرضیت وضو بل ہو شریعۃ من قبلنا بدلیل ہذا وضوئی ووضوء الانبیاء من قبلی بلکہ وضو کرنا شریعت ہے ہمسے پہلے لوگون کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے وضو کر کے فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور اُن پیغمبرون کا جو مجھسے پہلے تھے وقد تقرر فی الاصول ان شرع من قبلنا شرع لنا اذا قصہ اللہ تعالی ورسولہ من غیر انکار ولم یظہر نسخہ اور البتہ اصول علم کے علم مین یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ اگلون کی شریعت ہماری بھی شریعت ہے یعنے اہل اسلام کو بھی اُسپر عمل کرنا چاہیے بشرطیکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید مین اور اُسکے رسول نے حدیث مین اُسکا بیان کر دیا ہو بدون انکار کے یعنے ناپسند نہ کیا ہو اُسکو اور اُسکا منسوخ ہونا ظاہر نہ ہوا ہو م شریعت سابقہ کا بیان قرآن مین کقولہ تعالی[1] وکتبنا علیہم ان النفس بالنفس اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا احادیث مین چنانچہ صوم عاشورہ (روزہ دسوین محرم کا ۱۲) بیان کرنا چاہیے کہ یہان ایک سوال وارد ہوتا ہے تقریر اُسکی یہ ہے کہ جب فرض ہو چکا مکہ معظمہ مین نماز کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہ شریعت سابقہ غیر منسوخہ بھی ہے تو مدت کے بعد مدینہ منورہ مین آیت وضو کے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا فقائدۃ نزول الآیۃ تقریر الحکم الثابت وتاتی اختلاف العلماء الذی ہو رحمۃ تو فائدہ نزول آیت وضو کا جو ثابت کر دینا ہے اُس حکم کا جو قبل نزول کے ثابت تھا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالمون کے اختلاف کا جو رحمت ہے امت کے واسطے ہم چونکہ وضو جزو عبادت مستقل نہین بلکہ تابع نماز ہے تو احتمال تھا کہ امت کے لوگ اُسکی شان کا اہتمام نکرین اور اُسکی شرائط اور ارکان کی مراعات مین تساہل کرین طول (درازی ۱۲) عہد اور انقراض (باقی سے ۱۲) ناقلین کی وجہ سے برخلاف اُسکے جبکہ اثبات وضو کا اُس نص متواتر سے ہوا جو ہر زمانے مین اور ہر زبان مین باقی ہے تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نہوگی اور علما کا اختلاف ہے آیت مذکورہ کے عدد فرائض مین سو بعضے عالم کہتے ہین کہ فرض چار ہین اور بعضے زیادہ کہتے ہین اور بعضے لامستم کو جماع پر حمل کرتے ہین اور بعضے فقط ہاتھ لگانے پر اور جس عضو کے مسح کرنے کا حکم ہے اُسمین اختلاف ہے کہ کل عضو کا مسح مراد ہو یا چوتھائی کا یا اُس سے بھی کم کذا فی الطحطاوی اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ کتاب مین مذکور ہو چکا کیف وقد اشتملت علی نیف وسبعین حکما مبسوطۃ فی تیمم الضیاء عن فوائد الہدایۃ کیونکر فائدہ نہو آیت طہارت کے نزول مین حالانکہ وہ آیت شامل ہے ستر اور کئی حکمون پر جو ضیا کے باب التیمم مین فوائد ہدایہ سے مشرح مذکور ہین وعلی ثمانیۃ امور کلہا مثنی اور حالانکہ آیت مذکورہ شامل ہے آٹھ چیزون پر کہ ہر ایک اُنسے دو دو ہین یعنے ہر واحد مین دو شے ہین تو سب سولہ ہوئے طہارتین الوضوء والغسل شامل ہے دو طہارت پر کہ وضو اور غسل ہے ومطہرین الماء والصعید اور دو پاک کرنے والیون پر کہ پانی اور خاک ہے وحکمین الغسل والمسح اور دو حکمون پر کہ دھونا اور مسح کرنا ہے وموجبین الحدث والجنابۃ اور طہارت کے دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہے ومبیحین المرض والسفر اور تیمم کے دو مباح کر دینے والون پر کہ بیماری ہے اور مسافری ودلیلین التفصیلی فی الوضوء والاجمال فی الغسل اور دو دلیلون پر دلیل تفصیلی وضو مین اور دلیل اجمالی غسل مین م وضو مین دھونے اور مسح کرنے کے اعضا مین مفصل بتایا اور غسل مین اسی قدر مجمل فرمایا کہ فاطہروا یعنے طہارت کرو اعضا کی تفصیل نفرمائی وکنایتین الغائط والملامسۃ اور دو کنایہ پر کہ غائط اور ملامسۃ ہے ہم کنایہ وہ لفظ ہے کہ معنی مرادی پر صریحا دلالت نکرے سو غائط لغت مین پست مکان کو کہتے ہین یہان قضاء حاجت بشری مراد ہے اسلیے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو پست مکان کی طرف جاتے اور ملامست لغت مین ہاتھ لگانے کو بولتے ہین یہان مراد جماع (جماع ۱۲) سے ہے

[1] اور یعنے لکھدیا ان پر کہ نفس عوض ہے نفس کا ۱۲

اسلیے کہ جو جماع کا ارادہ کرتا ہی تو وہ بوس و کنار سے شروع کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وکرامتین تطہیر الذنوب واتمام النعمۃ ای بموتہ شہید لحدیث من دام
علی الوضوء مات شہیدا ذکرہ فی الجوہرۃ اور دو بزرگیون پر یعنے حق تعالی نے اپنے مومن بندون کو طہارت مین دو طرح کی بزرگی عطا کی ایک تو
گناہون سے پاک کردینا فی قولہ تعالی لیطہرکم ؁ اور نعمت کو پورا کردینا فی قولہ تعالی لیتم نعمتہ علیکم تمام نعمت ہی اُسکے شہید ہوکر مرنے سے اس حدیث کی دلیل سے
کہ جو وضو کرنے پر ہمیشگی کریگا وہ شہید مریگا ایسا ذکر کیا ہی جوہرہ مین جو قدوری کی شرح ہی وانما قال آمنوا بالغیبۃ دون آمنتم لیعم کل من آمن الی یوم القیمۃ
قالہ فی الضیاء وکانہ مبنی علے ان فی الآیۃ التفاتا والتحقیق خلافہ اور نہین فرمایا آمنوا غائب کے صیغہ سے نہ آمنتم مخاطب کے صیغہ سے مگر اسواسطے کہ خطاب
شامل رہے ہر ایک اُس شخص کو جو ایمان لاتا جائے قیامت تک یون کہا ہی ضیا مین اور شاید کہ یہ قول اسپر مبنی ہی کہ آیت وضو مین التفات ہی حاضر سے
غائب کی طرف اور قول محقق اسکے مخالف ہی اور التفات اُسکو کہتے ہین کہ غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جائے اور حاضر کے موقع پر غائب سو
بعضے عالم یاایہا الذین آمنوا کو التفات کے قبیل سے سمجھتے ہین اسواسطے کہ آمنوا غائب کا صیغہ ہی اور آمنتم حاضر کا صیغہ ہی اور حق منادی کا مخاطب
ہونے کی وجہ سے یہ ہی کہ اسکی تعبیر حاضر کی ضمیر سے ہو اور قول صحیح یہ ہی کہ یہان التفات نہین ہی اسلیے کہ آمنوا صلہ ہی الذین کا اور موصولات بمنزلہ
غائب کے ہین اور جو ضمیر کہ صلہ سے راجع ہوتی ہی موصول کیطرف وہ نہین ہوتی ہی مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایۃ خلاصہ یہ ہی کہ صنعت التفات اسوقت ہوتی
کہ حاضر کے محل مین غائب کا صیغہ ہو تا سو یہان غائب کا صیغہ اپنے محل مین ہی واتی فی الوضوء باذ التحقیقیۃ وفی الجنابۃ بان التشکیکیۃ للاشارۃ الی ان الصلوۃ
من الامور اللازمۃ والجنابۃ من الامور العارضۃ اور حق تعالیٰ وضو کے بیان مین اذا کا لفظ لایا جو محقق اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہی اور جنابت
مین اِن کا لفظ لایا جو مشکوک اور متردد ہونے پر دلالت کرتا ہی تاکہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی الصلوۃ امور لازمہ سے ہی اور جنابت اُمور عارضہ سے
م اذا اور اِن شرط جزا پر آتے ہین تو اگر وقوع شرط کا یقین ہو یا امید قوی ہو تو وہان اذا کا لفظ بولتے ہین اور اگر وقوع شرط کا یقین نہو یعنی تردد ہو
ہونے اور نہونے مین تو وہان اِن کا لفظ بولتے ہین جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ وضو مین حق تعالی نے اذا قمتم الی الصلوۃ فرمایا اسواسطے
کہ نماز کے واسطے اُٹھنا امور لازمہ سے ہی اور بنظر دیانت مسلم غالب الوجود ہی کہ رات دن مین پانچ بار نماز فرض ہی اسواسطے کہ اذا کا لفظ جو امر ثابت
پر دلالت کرتا ہی مذکور کیا اور جنابت مین اِن کنتم جنبا فرمایا کہ وہ بہ نسبت نماز کے قلیل الوجود ہی اور امور عارضہ متردد ہ سے ہی کہ ہو یا نہو اس وجہ
سے کہ اِن کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہی ارشاد کیا کذا فی العینی وصرح بذکر الحدث فی الغسل والتیمم دون الوضوء لیعلم ان الوضوء سنۃ وفرض
والحدث شرط للثانی لا للاول فیکون الغسل علے الغسل والتیمم علے التیمم عبثا والوضوء علی الوضوء نورا علی نور اور حقتعالی نے حدث کو صریحا ذکر کیا غسل اور تیمم مین
نہ وضو مین تا معلوم ہو کہ البتہ وضو سنت ہی بدون حدث کے اور فرض ہی حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہی نہ اول کی یعنی فرض وضو کی شرط ہی نہ سنت
وضو کی تو ایک غسل پر دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بیفائدہ ہوگا اور ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نور علی نور ہی طحطاوی نے کہا شارح
کے کلام سے نکلتا ہی کہ تیمم اور غسل نہین ہوتے ہین مگر فرض اسمین خلل یہ ہی کہ غسل چند مواضع مین مستحب ہوتا ہی اور چند مواضع مین سنت اور اسی طرح تیمم کہ وضو کے
قائم مقام ہوتا ہی یعنی عدم فرضیت مین چنانچہ سونے کے وقت اور مسجد مین جانے کے واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت نہوا **ارکان الوضوء**
اربعۃ وضو کے رکن چار ہین ہم لغت مین رکن کہتے ہین ہر چیز کی جانب قوی کو اور وضوء ماخوذ ہی وضاءت سے جو بمعنی لطافت اور حسن کے ہی اور وضوء بالضم مصدر ہی
اور بالفتح وہ پانی ہی جس سے وضو کرتے ہین اور اصطلاح شرع مین وضو عبارت ہی اعضاء ثلثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے سے عبر بالارکان لانہ افید
مصنف نے ارکان کہا فرض نہ کہا اور مصنفون کے مانند اسواسطے کہ رکن کہنا مفید تر ہی اسلیے کہ رکن اخص ہی فرض سے اور تاکہ معلوم ہو کہ جن کتابون مین
فرض الوضوء مذکور ہی وہان فروض سے ارکان مراد ہین کذا فی شرح المصنف رکن فرض ہی اسلیے خاص ہوا کہ رکن اُس فرض کو کہتے ہین جو ماہیت ۱۴

یعنے شی کی حقیقت مین داخل ہو برخلاف فرض کے کہ داخل اور خارج ماہیت کو یعنے رکن اور شرط دونون کو فرض بولتے ہین مع سلامة عما یقال ان ازید

بالفرض القطعی یرد تقدیر الممسوح بالربع وان ارید العملی یرد المغسول اور باوجود سلامت رہنے اُس تعبیر کے اُس اعتراض سے جسکا بیان یون ہو کہ جن کتابون

مین تعبیر بفرض وضو ہو اگر فرض سے فرض قطعی مراد ہو تو اعتراض وارد ہوتا ہو چوتھائی مقدار معین کرنے کا عضو ممسوح مین کیونکہ یہ قطعی نہین وہذا اسمین اختلاف

اہل اجتہاد کا اور اگر فرض سے فرض عملی مراد ہو تو عضو مغسول کا اعتراض وارد ہوتا ہو اسواسطے کہ اعضاء مغسولہ کا دھونا قطعی ہو نہ عملی وان اجیب عنہ بما لخصناہ فے

شرح الملتقی اگرچہ اس اعتراض کا وہ جواب دیا گیا ہو جسکو ہمنے خلاصہ کر کے ملتقی الابحر کی شرح مین ذکر کیا ہو منجملہ اجوبہ شرح الملتقی کے ایک یہ جواب ہو کہ قطعی فرض

مراد ہو اور اعتراض ممسوح کا یہ جواب ہو کہ اصل مسح فرض قطعی ہو کہ قرآن مجید سے ثابت ہو اگرچہ اسکی مقدار مین اختلاف ہو کذا فی الطحطاوی ثم الرکن مایکون فرضا

داخل الماہیة واما الشرط فما یکون خارجہا فالفرض اعم منہما پھر اسکو معلوم کرنا چاہیے کہ رکن وہ فرض ہو جو ماہیت مین داخل ہو اور شرط تو وہ فرض ہو جو ماہیت اور حقیقت

سے خارج ہو تو فرض رکن اور شرط دونون سے عام ہو یعنی دونون کو شامل ہو ہم لفظ ثم کا بیان ترتیب اخباری مین مستعمل ہو اور فرض لغت مین تعیین اور کئی معنی

کے واسطے آتا ہو کذا فی الطحطاوی عن نہایة النہایة اور منجملہ معانی فرض کے قطع اور تقدیر اور تفصیل اور تحدید اور تحریر ہو وہو ما قطع بلزومہ حتی یکفر جاحدہ کاصل مسح

الراس اور فرض قطعی وہ عمل ہو جسکا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہو اس درجہ تک کہ اسکا منکر کافر ہو جاتا ہو یا اسکا منکر منسوب بکفر ہو جاتا ہو چنانچہ نفس مسح سر بلا تعیین مقدار

ہم فرض قطعی کو فرض اعتقادی بھی کہتے ہین اسواسطے کہ عمل کے ساتھ اُسکا اعتقاد بھی فرض ہو علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ فرض اصطلاح شرع مین وہ ہی

جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جسمین کچھ شبہہ نہین چنانچہ قرآن مجید اور حدیث متواتر بشرطیکہ قرآن اور حدیث مین خصوص لاحق نہو گیا ہو اور چنانچہ اجماع بشرطیکہ

بطریق آحاد منقول نہو اور چنانچہ قیاس منصوص علیہ انتہی اور نہر الفائق مین ہو کہ دلائل سمعی چار قسم پر ہین ایک تو وہ ہو جسکا ثبوت بھی قطعی اور دلالت مراد بھی

اسکی قطعی چنانچہ نصوص متواترہ دوسری یہ کہ ثبوت تو اسکا قطعی ہو مگر دلالت مراد ظنی ہو چنانچہ آیات ماولہ یعنی جنمین تاویل کو دخل ہو تیسری وہ ہو کہ جسکا ثبوت

ظنی ہو اور اسکی دلالت قطعی چنانچہ وہ اخبار احاد جنکا مفہوم قطعی ہو چوتھی وہ ہو جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین تو فقیہون نے اول قسم سے فرض ثابت کیا ہو

اور قسم ثانی اور ثالث سے واجب کو اور قسم رابع سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ہو اور واجب سے اُسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہو اسیوجہ سے

بعض متاخرین نے کہا کہ فرض عملی واجب کی دونون قسمون سے قوی تر ہو اور فرض کی دو قسمون سے ضعیف تر ہو انتہی وقد یطلق علی العملی وہو ما تفوت الصحة

بفواتہ کالمقدار الاجتہادی فی الفروض فلا یکفر جاحدہ اور کبھی فرض بولتے ہین فرض عملی کو اور فرض عملی وہ ہو کہ جسکے فوت ہو جانے سے عمل کی صحت فوت

ہو جائے چنانچہ فرضون کی وہ مقدار جو اجتہاد سے ثابت ہو تو فرض عملی کا منکر کافر نہو گا یا اسکو منسوب بکفر نہ کرینگے ہم شارح نے اپنے بیان سے ارشاد کیا

کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہو اور فرض عملی پر مجازی اسواسطے کہ عند الاطلاق وہی متبادر ہو اور متبادر معنی حقیقی کا علاقہ ہو فرض عملی اسواسطے

کہا کہ عمل کرنا اسپر فرض ہو اعتقاد فرض نہین اسلیے کہ آدمی کا اعتقاد کرنا چہارم سر کے مسح کے افتراض کا فرض نہین اور فرض کی مقدار اجتہادی چنانچہ

مسح چہارم سر کا اور دھونے مین داخل ہونا کہنیون اور ٹخنون کا کذا فی الطحطاوی غسل الوجہ ای اسالة الماء مع التقاطر ولو قطرة وفی الفیض اقلہ قطرتان

فی الاصح پہلا فرض وضو کا چہرہ کا دھونا ہو یعنے پانی کا بہانا ٹپکنے کے ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے اور فیض مین ہو ٹپکنے کا کمتر رتبہ یہ ہو کہ دو بوند ٹپکین

صحیح تر قول مین ہم غسل لفتح غین لغت مین میل کے دور کرنے کو کہتے مین جس چیز سے ہو اُسپر پانی بہا کر اور غسل بضم غین تمام بدن کے دھونے کو بولتے ہین

اور اس پانی کو بھی کہتے ہین جس سے نہاتے ہین اور غسل بکسر غین خطمی وغیرہ کو کہتے ہین جس سے سر دھویا جاتا ہو جب پانی بہانا دھونے کی حقیقت مین

داخل ہوا تو اگر پانی نہ بہا اسطرح کہ تیل کے مانند چپڑ لیا تو ظاہر الروایة مین جائز نہو گا اور اگر برف سے وضو کیا اور تقاطر نہوا تو جائز نہین اور فیض کا مصنف

شیخ برہان الدین کرکی ہو کذا فی الطحطاوی مرة لان الامر لا یقتضی التکرار ایک بار دھونا فرض ہو اسواسطے کہ فاغسلوا کا امر تکرار کرنے کا مقتضی نہین ہم یعنی

له مسح کیا ہوا ۱۲
سے یعنی
اس صورت
مین ہین ایسا ۱۲
کیفر پوشیدہ ۱۲
یہ معین باب
تفصیل سے ۱۲
سے یہ نص ہوا

امتثال امر ایکبار کرنے سے ادا ہوگیا بار بار کرنا ضرور نہین ولہذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاہے ایکبار اعضاء وضو کو دھویا ہی اور گاہے دو دو بار اور گاہے
تین تین بار چنانچہ کتب احادیث مین مذکور ہی اور یہ نہایت رتبہ ہی تطہیر کا تین بار سے زیادہ کرنا اسراف ہی وهو مشتق من المواجهة واشتقاق الثلاثي من المزيد اذا كان
في المعنى شائع كاشتقاق الرعد من الارتعاد واليم من التيمم اور وہ یعنی وجہ کا لفظ مشتق یعنے نکلا ہی مواجہ سے اور اشتقاق ثلاثی مجرد کا ثلاثی مزید سے جبکہ مزید مشہور تر ہو
مجرد سے رائج اور مشہور ہی جیسے اشتقاق رعد کا ارتعاد سے اور یم کا تیمم سے ہم ارتعاد بمعنی اضطراب مشہور ہی اسواسطے کہا کہ رعد ارتعاد سے نکلا ہی کیونکہ رعد بھی ابر مین مضطرب
رہتا ہی اور تیمم بمعنی قصد کے مشہور ہی لہذا یم بمعنی دریا کہا کہ تیمم سے مشتق ہی اسواسطے کہ دریا مقصود خلائق ہی کذا فی الحلبی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہے کہ وجہ ثلاثی
مجرد ہی اور مواجہۃ ثلاثی مزید ہی اور مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ اشتقاق صغیر کی شرط ہی[۱] اور اشتقاق کبیر کی اور اشتقاق اکبر کی یہ شرط نہین بلکہ فقط
تناسب ہونا لفظا اور معنی مین کافی ہی برخلاف اشتقاق صغیر کے کہ وہان تناسب حروف اور ترتیب کا اور مناسبت لفظی اور معنوی مع تغایر صیغی[۲] شرط ہی اور اشتقاق کبیر مین ثلاثی
مجرد کا مشتق ہونا مزید سے جائز ہی جیسے جن بمعنی دیو کا اشتقاق اجتنان بمعنی استتار سے اسواسطے کہ اہل لغت کی غرض اس اشتقاق سے اس لفظ کے معنی کی حقیقت کا بیان کرنا ہی تو
جائز ہی کہ مزید اشہر ہو کثرت استعمال سے اور اشتقاق اکبر مین مخرج حروف کی مناسبت کا ہونا کافی ہی چنانچہ نعق کو کہتے ہین کہ نہق سے مشتق ہی انتہی ملخصا من مبدأ سطح جبهته
اي المتوضي بقرينة المقام الى اسفل ذقنه اي منبت اسنانه السفلى طولا كان عليه شعر اولا چہرے کا دھونا فرض ہی پیشانی متوضی کی سطح کے سرے سے اسکی ٹھڈی تک
یعنے جہان نیچے کے دانت جمتے ہین یہ حد ہی باعتبار طول چہرہ کے خواہ پیشانی پر بال ہون یا نہون وہان کا دھونا فرض ہی شارح نے ضمیر پیشانی کا مرجع متوضی کو قرار دیا
مقام وضو کے قرینہ سے عدل عن قولهم من قصاص شعره الجاري على الغالب الى المطرد ليعم الاغم والاصلع والانزع مصنف رحمہ اور مصنفون کے من قصاص شعره
کے قول سے جو جاری تھا بنا بر غالب حال کے عدول کیا اس قول مذکور کی طرف جو شامل ہی سب آدمیون کو تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو بھی شامل رہے ہم تفصیل
اس اجمال کی یہ ہی کہ ہدایہ اور کنز وغیرہما مین وجہ کی حد مین من قصاص شعر کا لفظ واقع ہی یعنے سر کے بال جمنے تک نہایت سے اسفل ذقن تک چہرہ کی طولانی حد ہی سو
اسپر اغم اور اصلع اور انزع کا اعتراض وارد ہوتا ہی اغم وہ ہی جسکے بال سر سے اُتر کے پیشانی پر جمے ہون اور اصلع وہ ہی جسکے مقدم سر پر بال نہون اور انزع وہ ہی جسکی
پیشانی کے دونون جانبین بال سے خالی ہون تو ہدایہ وغیرہ کی حد کے موافق لازم آتا ہی اصلع اور انزع کو سر کا دھونا اور اغم کی پیشانی کا دھونے سے ساقط ہونا لہذا
مصنف نے اس قول کو چھوڑا اور مبدأ سطح پیشانی کو اختیار کیا تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو یہ حد شامل رہے یعنی اغم پر پیشانی کے بال دھونا فرض ہوگا اور اصلع اور
انزع کو پیشانی کے اوپر لازم نہ آویگا وما بين شحمتي الاذنين عرضا اور دونون کانون کے دونون لو کے مابین مین بنابر عرض کے یعنی اس نرمہ گوش سے
اس نرمہ گوش تک عرض مین چہرہ کی حد ہی وحينئذ فيجب غسل المآقي وما يظهر من الشفة عند انضمامها اور جبکہ چہرہ کی طول اور عرض کی حد معلوم ہوئی تو واجب
ہوگا یعنے فرض ہوگا کویون کا دھونا اور اُسقدر لب کا کہ جتنا کھلا رہتا ہی منہ بند ہونے کے وقت ہم اکثر نسخون مین ماقی مذکور ہی جو جمع ہی ماق اور موق کی یعنی
گوشہ چشم جسکو ہندی مین کویا کہتے ہین اور یہی نسخہ مناسب مقام ہی اور بعضے نسخہ مین ملاقی کا لفظ ہی اور حلبی اور طحطاوی محشیون نے ملاقی کا لفظ لیا ہی
اور اس سے داڑھی مراد لی جو ملاقی وجہ ہی مین کہتا ہون ماقی کا نسخہ ملاقی سے اولی ہی اسواسطے کہ داڑھی تو بالاستقلال آگے متن مین مذکور ہوگی واللہ اعلم
وما بين العذار والاذن لدخوله في الحد وبه يفتى اور واجب ہی دھونا اُس سفیدی کا جو داڑھی اور کان کے بیچ مین ہی بسبب داخل ہونے اُس جگہ کے
چہرہ کی حد مذکور مین اور یہی قول مفتی بہ ہی ہم عذار عبارت ہی داڑھی کے خطے یعنی اسکا کنارہ قاموس مین تصریح ہی کہ عذار نام ہی داڑھی کے دونون جانبون
کا مترجم نے سہولیت فہم کے واسطے حاصل مطلب کا ترجمہ کیا امام اور محمد کا یہی مذہب ہی کہ اُس جگہ کا دھونا وضو مین فرض ہی اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک داڑھی
والے کو اسکا دھونا فرض نہین لیکن عورت اور امرد اور کھوسے کو اسکا دھونا بالاتفاق فرض ہی[۳] کذا في الطحطاوي لا غسل باطن العينين والانف والفم
واصول شعر الحاجبين واللحية والشارب وونيم ذباب للحرج اور فرض نہین آنکھون اور ناک اور منہ کے اندر کا دھونا اور بھوون اور داڑھی اور موچھ کے بالون کی

جڑون کا اور لکھی کے گوہ کا دھونا فرض نہین حرج اور مشقت کے سبب سے ہم بالون کی جڑون کا دھونا اُسوقت فرض نہین جبکہ بال نہایت گھنے ہون کہ جلد نظر نہ آوے اور اگر جلد نظر آویگی تو جڑون کا بھی دھونا فرض ہوگا چنانچہ برہان سے مذکور ہوگا **وغسل الیدین** اسقط لفظ فرادی لعدم تقیید الفرض بالانفراد والرجلین الباقیین السلیمتین فان المجروحتین والمستورتین بالخف وظیفتہما المسح اور دوسرا فرض وضو کا دھونا ہی اُن ہاتھون کا اور تیسرا فرض وضو کا دھونا ہی اُن دونون پانؤن کا جو ظاہر مین صحیح سالم ہین اسواسطے کہ زخمی پانؤن اور جو موزے کے اندر چھپے ہین تو اُنکے واسطے مسح کرنا معین اور مقرر ہی مصنف نے ہاتھ پانؤن مین فرادی کا لفظ ساقط کیا اسواسطے کہ فرض ہونے مین جدا جدا کر دھونے کی قید نہین ہی یعنے اگر دونون ہاتھون یا دونون پانؤن کو پانی کے اندر ساتھی ڈالیگا تو فرضیت ادا ہوگی یہ تعریض ہی صاحب دُرر کیطرف اُسنے کہا ہی غسل الیدین فرادی یعنے اُسکا مطلب یہ ہی کہ ہر ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے علیحدہ دھونا چاہیے کذا فی الطحطاوی مَرَّۃً لما مر ہاتھ پانؤن کا ایکبار دھونا فرض ہی بدلیل گذشتہ یعنی الامر المقتضی تکرار کا نہین **مع المرفقین والکعبین** علی المذہب ہاتھون کا دھونا فرض ہی دونون کہنیون کے ساتھ اور پانؤن دونون ٹخنون کے ساتھ بنابر ظاہر مذہب کے وما ذکرہ من ان الثابت بعبارۃ النص غسل ید ورجل والاخری بدلالتہ ومن البحث فی الی وفی القراءتین فی ارجلکم قال فی البحر ولا طائل تحتہ بعد انعقاد الاجماع علی ذلک اور یہ جو فقہ کی کتابون مین عالمون نے ذکر کیا ہی کہ قرآن کی عبارۃ النص سے ایک ہاتھ اور ایک پانؤن کا دھونا ثابت ہی اور دوسرے ہاتھ اور دوسرے پانؤن کا دھونا دلالۃ النص سے ثابت ہی اور وہ بحث کہ لفظ الی مین اور ارجلکم کے دونون قراءتون مین مذکور ہی بحر الرائق مین کہا کہ اس ذکر مین کچھ فائدہ نہین بعد منعقد ہوجانے اجماع کے دونون ہاتھون کے دھونے پر کہنیون سمیت اور دونون پانؤن کے دھونے پر ٹخنون سمیت ہم عبارۃ النص اُس مفہوم صریح کو کہتے ہین جسکے واسطے کلام صادر ہوا اور دلالۃ النص اُسکو بولتے ہین جو نص سے مفہوم ہوتا ہی بطریق مساوات کے ایک ہاتھ اور ایک پانؤن کا دھونا بطریق عبارۃ النص کے اسوجہ سے ثابت ہی کہ مقابلہ صیغہ جمع کا دوسری جمع سے قسمت علی الاحاد کا مقتضی ہی یعنی مقابلہ یہ چاہتا ہی کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک پہونچے اور لفظ الی مین یہ بحث ہی کہ غایت مغیا مین یعنی مابعد الی کا اُسکے ماقبل کے حکم مین داخل ہی یا نہین یا دونون برابر ہین اور ترجیح قرائن سے ہوتی ہی وغیر ذلک اور ارجلکم مین دو قراءتین ہین یعنی لام کا زیر اور زبر بلاشبہہ متواتر ہین اور جمع بین القراءتین یا تو تخییر بین الغسل والمسح کا مقتضی ہی چنانچہ بعض کا مذہب ہی یا زبر کی قراءت یعنی دھونا اُس حالت پر محمول ہی جبکہ پانؤن مین موزہ نہو اور زبر کی قراءت یعنی مسح کرنا موزہ پوشی پر محمول ہی چنانچہ بعض اہل سنت کا مذہب ہی اور تحقیق اسمین یہ ہی کہ زیر کی قراءت کا ظاہر بالاجماع متروک ہی کیونکہ جو مسح کرنے کا قائل ہی وہ دونون ٹخنون کو مسح کی غایت قرار نہین دیتا صاحب بحر نے کہا کہ یہ سب گفتگو اجماع کے مقابلے مین ساقط الاعتبار ہی اگر کوئی کہے کہ یہ احکام وضو کے تو زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مین ثابت تھے اور حضرت کے ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ حضرت کا فعل اُن لوگون کو یقین کا موجب تھا جنھون نے حضرت کو دیکھا اور ہمکو تو ثابت نہین ہوسکتا علی وجہ الیقین بدون متواتر ہونے کے اور جبکہ تواتر پایا گیا تو اب ہمارے حق مین اجماع معتبر ہوگا یا دلالۃ النص کذا فی الطحطاوی مختصرا **ومسح ربع الراس** مَرَّۃً فوق الاذنین ولو باصابۃ مطر او بلل باق بعد غسل علی المشہور لا بعد مسح الا ان یتقاطر اور چوتھا فرض وضو کا چوتھائی سر کا مسح کرنا ہی دونون کانون کے اوپر اگرچہ چہارم سر تر ہوگیا ہو بارش کے پانی لگ جانے سے یا اُس تراوت سے جو ہاتھ مین باقی رہے کسی عضو کے دھونے کے بعد بنابر قول مشہور کے نہ اُس تراوت سے جو مسح کرنے کے بعد باقی رہے مگر یہ کہ باقی پانی ٹپکتا ہو یعنے اگر ایک مسح کر چکنے کے بعد اتنی تراوت بکثرت ہی کہ تقاطر ہنوز موجود ہی تو اب دوسرے عضو کا بھی مسح کرنا جائز ہی ہم مسح لغت مین ہاتھ پھیرنا ہی کسی چیز پر اور عرف شرع مین عضو کا تر ہونا پانی سے خواہ تر ہاتھ پھیرنے سے یا بارش کے پانی سے اور فرض مسح کی مقدار مین تین روایتین ہین ایک یہ کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہی اور یہی روایت مشہور ہی یعنے ولہذا فقہ کے متون معتبرہ مین یہی روایت ماخوذ ہی دوسری روایت ہی مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہی اور ہدایہ مین مقدار ناصیہ کو چہارم سر کہا ہی اور تحقیق یہ ہی کہ ناصیہ کم ہی چہارم سے تیسری روایت ہین انگلیون کی مقدار ہی بدائع مین کہا کہ یہ اصول کی روایت ہی ظہیریہ مین کہا اسی پر فتوی ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ یہ محمد سے روایت ہی لہذا البعض متاخرین نے کہا کہ محمد رحمہ سے ظاہر الروایۃ ہی امام سے ظاہر الروایۃ نہین کذا فی النہر الفائق مختصرا ہ اولو مدہا اصبعا او اصبعین

له یعنی ایدیکم اور ارجلکم مین ایدی اور ارجل صیغہ جمع مضاف ہین سمو ضمیر جمع کی طرف تو ہر شخص کا ایک ہاتھ اور ایک پانؤن اور دو ہوگا ١٢ یعنی وضو کرنیوالے کو اختیار ہی چاہے ہاتھون کو دھوے یا مسح کرے ١٢

لم یجز الا ان یکون مع الکف او بالابہام والسبابۃ مع ما بینہما اور اگر ایکبار دو انگلیون کو سر پر کھینچا تو مسح جائز نہو گا مگر یہ کہ انگلیون کے ساتھ ہتھیلی بھی لگائے تو مسح
درست ہوگا یا کھینچا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو اُنکے مابین کے ساتھ تو بھی مسح درست ہوگا طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ قول ثلث اصابع کی روایت پر متفرع
ہو والا اسقدر سے چہارم سر ثابت نہین ہوتا مگر یہ کہ مدّ او وضع مین تفرقہ کیا جائے یعنی کھینچنے سے چہارم سر ہو سکتا ہو نہ رکھدینے سے او بمیاہ یا چند بار جدید پانیون
سے مسح کرے تو درست ہو ہم یہ مسئلہ دونون روایتون پر متفرع ہو سکتا ہو یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار نیا پانی لیکر مسح کیا محل کو بدلکر تو ثلث اصابع پر متفرع ہو اور اگر
زیادہ کیا بقدر چہارم سر کے تو ربع اس روایت پر متفرع ہو[۵] ولو ادخل راسہ الاناء او خفیہ او جبیرتہ وہو محدث اجزاہ ولم یصر الماء مستعملا وان نوی اتفاقا علی الاصح کما فی البحر
عن البدائع اور اگر سر کو پانی بھرے برتن مین داخل کیا یا اپنے دونون موزون کو یا مسح کی پٹی کو حالانکہ اُسکو وضو نہین ہو تو اسطرح کا مسح کفایت کرتا ہو اور اُس
فعل سے برتن کا پانی مستعمل نہو جائیگا بالاتفاق اگر اُسنے نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہو ہم یعنی محمد رح کے نزدیک
اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہو جاتا ہو مگر یہ پانی مستعمل نہوا اسلیے کہ مستعمل ہونے مین پانی کا بہنا شرط ہو نہ پانی کا لگجانا سو یہان پانی کا لگجانا صادق آیا نہ بہنا کذا فی
الطحطاوی عن البحر وغسل جمیع اللحیۃ فرض[۶] یعنی عملیا ایضا علی المذہب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ وما عدا ہذہ الروایۃ مرجوع عنہ کما فی البدائع اور تمام ڈاڑھی کا یعنی
بقدر محاذات ذقن دھونا بھی فرض ہو بنا بر اُس مذہب کے جسکو محقق عالمون نے صحیح کہا ہو اور جسکا فتویٰ دیا ہو اور اسی قول پر امام اعظم رح نے آخرکار رجوع کیا ہو اور
اس روایت کے سوا اور روایتین سب متروک ہین چنانچہ بدائع مین مذکور ہو شارح نے کہا یہان فرض سے مراد فرض عملی ہو نہ فرض اعتقادی ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا
چونکہ دھونا ڈاڑھی کا مذہب صحیح معتمد تھا لہذا مین نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن مین اور تعجب ہو اصحاب متون سے مذہب مرجوع عنہ کے ذکر کرنے مین اور مذہب
مرجوع الیہ[۷] صحیح مفتی بہ کے چھوڑ دینے مین باوجودیکہ ڈاڑھی کا دھونا داخل ہو وجہ کی اُس حد مین جو اُنھون نے اپنی کتابون مین بیان کی ہو انتہی طحطاوی نے کہا کہ متروک جملہ
ڈاڑھی مین روایات متروکہ غیر معتمد چھہ ہین ایک روایت تمام ڈاڑھی کا مسح ۲ چوتھائی کا مسح ۳ تہائی کا مسح ۴ چوتھائی کا دھونا ۵ تہائی کا دھونا ۶ نہ دھونا نہ
مسح کرنا انتہی نہر الفائق مین کہا منجملہ روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہ ہو کہ جسقدر ڈاڑھی ملاقی بشرہ ہو یعنی جتنی کھال سے ملی ہو اُسکا مسح فرض ہو قاضی خان نے
اسکی ترجیح دی ہو جامع صغیر کی شرح مین ثم لاخلاف ان المسترسل لایجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن پھر اسمین اختلاف نہین کہ ٹھڈھی سے لٹکتی ڈاڑھی کا نہ دھونا واجب ہو
نہ اُسکا مسح کرنا بلکہ اُسکا مسح کرنا مسنون ہو ہم منتقی مین ہو کہ مسترسل سے مراد یہ کہ دائرہ وجہ چھوٹی ہوئی اور منیہ مین صریحا مذکور ہو کہ لحیہ مسترسلہ کا مسح مسنون ہو کذا فی
الطحطاوی وان الخفیفۃ التی تری بشرتہا یلزم غسل ما تحتہا کذا فی النہر اور اسمین اختلاف نہین کہ جو ایسی ہلکی ڈاڑھی ہو جسکے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو اُسکے تحت
کا دھونا لازم ہو ایسا ہو نہر الفائق مین ہم تو خلاف سابق کا محل لحیہ کثیفہ ہو وفی البرہان یجب غسل بشرۃ لم یستر ہا الشعر کحاجب وشارب وعنفقۃ فی المختار اور برہان
مین ہو کہ اُس کھال کا دھونا واجب ہو جسکو بالون نے نہین چھپایا مانند بھوون اور مونچھ اور عنفقہ کے قول مختار مین ہم جو بال لب اور ٹھڈھی کے درمیان مین اُگتے
عنفقہ کہتے ہین اور بعضے اہل ہند اُسکو بچی بولتے ہین ولا یعاد الوضوء بل ولا بل المحل بحلق راسہ ولحیتہ اور وضو دوسری بار نکیا جاوے سر اور ڈاڑھی کے
مونڈنے سے بلکہ اُسکی جگہ کا تر کرنا بھی ضرور نہین اگرچہ وہ خشک نکلے کما لا یعاد الغسل للمحل ولا الوضوء بحلق شاربہ وحاجبہ وقلم ظفرہ وکشط جلدہ
جیسے مونچھ اور بھوون کے مونڈنے سے اور ناخن تراشنے اور کھال اُکھاڑنے سے اُس جگہ کا دھونا دوسری بار لازم نہین اور نہ وضو کرنا وکذا لو کان علی اعضائہ
وضوئہ قرحۃ کالدملۃ وعلیہا جلدۃ رقیقۃ فتوضأ وامر الماء علیہا ثم نزعہا لا یلزمہ اعادۃ الغسل علی ما تحتہا الخ تا لم بالنزع علی الاشبہ لعدم البدلیۃ
بخلاف نزع الخف اور اسی طرح اگر وضو کے اعضا پر زخم ہو جیسا کہ پھوڑا اور اُسپر باریک کھال ہو پھر اُسنے وضو کیا اور اُس کھال پر پانی بہایا اور کھال کو نوچ ڈالا
تو اُس شخص پر لازم نہو گا دھونا کھال کے ماتحت کا بشرطیکہ درد ہوا ہو نوچنے سے بنا بر اُس قول کے جو اشبہ بحق ہو عدم بدلیت سے یعنی دوسری بار دھونا
اسواسطے لازم نہوا کہ نوچی کھال اپنے ماتحت کی بدلا نہ تھی برخلاف موزہ اُتارنے کے کہ پانون کا دھونا لازم ہو گا اسواسطے کہ موزہ کا مسح بدلا ہو پانون دھونیکا

[۵] یہ ترجمہ اول کا ہو جو [illegible] اس پہلی تفریع کا ظاہر نہین اور دو عبارت سابقہ اسکی مویدہ اور خود مترجم کا بیان اس تفریع مین بلا وجہ ہو ۱۲
[۶] یعنی تھوڑی تک قابل ۱۲
[۷] یعنی جسکی طرف رجوع کیا گیا اور جسکی تصحیح ہوئی اور جسپر فتویٰ ہو ۱۲

دوران

م فتاوی ہندیہ مین ہی کہ بعضون کے نزدیک اگر کھال نوچنے سے درد ہو تو وہان کا دھونا لازم ہی اور اگر درد ہوا اور کوئی چیز وہان سے نکلکر بہے تو وضو گیا اور
اگر کچھ نہین نکلا تو وہان کا دھونا لازم نہین اور راشبہ یہ ہی کہ دونون صورتون مین دھونا لازم نہین انتہی تو شارح کو یون کہنا اولی تھا اِن لم یتالم بالنزع
علی الاشبہ یعنی دھونا لازم نہین اگرچہ درد ہو نوچنے سے قول اشبہ پر اسواسطے کہ درد ہونے مین تو اختلاف نہین عدم لزوم مین کذافی الطحطاوی مختصراً فصار
کما لو مسح خفہ ثم حتہ او قشرہ تو زخم کی کھال کا نوچنا ایسا ہو گیا جیسے کہ موزہ پر مسح ہو گیا پھر موزہ کو کھرونچا یا چھیلا یعنے باوجود اسکے مسح قائم ہی دوسری بار
مسح کرنا لازم نہین **فروع** یہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا ہی شارح رحمہ اللہ کی عادت ہی اس کتاب مین کہ متن کی شرح کرنے کے بعد مناسب مقام پر
چند مسائل کو ملحق کرتا ہی تاکہ لوگون کو فائدہ حاصل ہو فی اعضائہ شقاق غسلہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ متوضی کے اعضا مین انشقاق ہی یعنی بوائی ہی تو اُسکو
دھووے اگر دھو سکے اور اگر نہ دھو سکے تو اُس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو اُسکا مسح کرنا بھی چھوڑے اور اسکے آس پاس دھووے کذافی
العالمگیری ولو بیدہ ولا یقدر علے الماء تیمم اور اگر اُسکے ہاتھ مین انشقاق ہو اور وہ پانی پر قادر نہو تو تیمم کرے م یعنی اگر دونون ہاتھ پھٹے ہون اور پانی کا
استعمال نکر سکتا ہو تو تیمم کرے اسواسطے کہ اگر ایک ہاتھ صحیح سالم ہو گا تو اُس ہاتھ سے دھونا لازم ہو گا ہرچند شارح نے ظاہراً ایک ہاتھ کو ذکر کیا مگر مراد
دونون ہاتھ ہین اسواسطے کہ مفرد مضاف عام ہو جاتا ہی تو دونون ہاتھون کو شامل ہو گا کذافی الطحطاوی ولو قطع من المرفق غسل محل القطع اور اگر ہاتھ
کاٹا گیا کہنی سے تو قطع کی جگہ کو دھووے یعنی اگر کچھ کہنی باقی ہو اور اگر تمام کہنی کٹ گئی یا تمام ٹخنہ کٹ گیا تو اُس ہاتھ اور پانون سے دھونا ساقط ہو گیا ولو خلق لہ
یدان رجلان فلو یبطش بہما غسلہما ولو باحدہما فہی الاصلیۃ فیغسلہا اور اگر ایک شخص کے دو ہاتھ اور دو پانون مخلوق ہوے یعنی ایک کہنی کے اوپر سے دو ہاتھ
اور ٹخنہ کے اوپر سے دو پانون پھوٹ نکلے تو اگر دونون سے کام کرتا ہو تو دونون کو دھووے اور اگر ایک ہاتھ سے کرتا ہو تو وہی اصلی ہاتھ ہی تو اُسی کو دھووے
یعنی دوسرا زائد اور بیکار ہی اُسکا دھونا لازم نہین اور اسیطرح اگر دونون پانون سے چلتا ہو تو دونون کو دھووے والا بیکار زائد کا دھونا لازم نہین و کذا الزائدۃ
ان نبتت فی محل الفرض اور اسی طرح اُس زائد ہاتھ پانون کو دھووے جو جا ہی فرض کے مقام مین یعنی کہنی کے نیچے سے ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے سے پانون پیدا ہوا
تو اُسکا بھی دھونا لازم ہو گا کاصبع وکف زائدتین جیسے زائد انگلی اور زائد ہتھیلی کا دھونا لازم ہی والا فما حاذی منہا محل الفرض غسلہ وما لا فلا لکن یندب مجتبی
اور اگر زائد ہاتھ پانون محل فرض مین نہین جا بلکہ اوپر سے جا ہی تو جتنا انمین سے محل فرض کے سامنے ہی اُسکو دھووے اور جو فرض کے مقابل نہو تو اُسکا دھونا فرض
نہین ہی لیکن مستحب ہی یہ مذکور ہی مجتبی مین جو شرح ہی قدوری کی وسننہ اور وضو کی سنتین اَفاد انہ لا واجب للوضوء ولا للغسل الا لقدمہ مصنف حنفی نے وضو
اور غسل مین فرض کے بعد سنتون کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ وضو اور غسل مین کوئی واجب نہین اور اگر کوئی واجب ہوتا تو اُسکو سنتون سے پہلے
فرض کے پیچھے بیان کرتا یعنی اسواسطے کہ واجب سنت سے قوی تر ہی تو صناعت تصنیف اُسکے تقدیم کی مقتضی ہی وجمعہا لان کل سنۃ مستقلۃ بدلیل وحکم اور مصنف
سنت کو بصیغۂ جمع لایا اسلیے کہ ہر سنت جداگانہ ہی دلیل کی راہ سے اور حکم کی راہ سے م یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہی یعنے وضو کی آیت اور سنتون کے
دلائل احادیث جداگانہ ہین اور ہر سنت کا حکم بھی یعنے ثمرہ اور ثواب جداگانہ ہی بایں معنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کی تو جسکو ادا کیا اُسکا ثواب ملیگا
بخلاف فرض کے یعنی اگر وضو کے فروض سے ایک فرض کو بھی ترک کریگا تو کچھ ثواب نہو گا وحکمہا ما یوجر علے فعلہ ویلام علی ترکہ اور سنت کا حکم یعنے اثر مترتب اور
اُسکا ثمرہ یہ ہی کہ ثواب دیا جائیگا اُسکے کرنے پر اور ملامت کیجائیگی اُسکے چھوڑنے پر یعنی ترک سنت پر عتاب ہو گا عذاب نہو گا کذافی البحر وکثیرا ما یعرفون بہ لانہ
محط مواقع انظارہم اور فقہا اکثر حقیقت سنت کی ثمرۂ سنت بیان کرتے ہین یعنی سنت کی ماہیت یون بیان کہتے ہین کہ سُنت وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب ہی
اور نہ کرنے مین عتاب ہی اسلیے کہ اُنکے افکار کا یہی جاے انداز ہی یعنے منظور نظر فقہا بیان کرنا ہی ثمرہ اعمال کا لہذا اکثر وہ تعریف شی مین اُسکا حکم اور ثمرہ بیان
کرتے ہین ہرچند کہ حکم شی کا اُس شی کی حقیقت مین داخل نہین وعرفہا الشمنی بما ثبت بقولہ علیہ السلام او بفعلہ ولیس بواجب ولا مستحب لکنہ تعریف لمطلقہا

اور شمنی نے اُسکی تعریف کی یعنی سنت کی حقیقت یون بیان کی کہ سنت وہ ہی جو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور نہ وہ واجب
ہو نہ مستحب لیکن یہ مطلق سنت کی تعریف ہی یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو جسکو مستحب کہتے ہین شامل ہی شارح اس استدراک مین صاحب نہر کا تابع ہی حالانکہ
سُنت غیر موکدہ کو شمنی نے خارج کر دیا ہی بقولہ ولا مستحب کذا فی الطحطاوی والشرط فی الموکدۃ مواظبتہ مع ترک ولو حکما اور سنت موکدہ کی تعریف مین شرط ہی
آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی گاہے ترک بھی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو مترک حکمی سے
مراد عدم انکار ہی تارک پر تو عدم انکار بمنزلہ ترک حقیقی کے ہوا تو عشرہ اخیر رمضان کا اعتکاف سنت مین داخل رہا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے
ہمیشہ اعتکاف کیا اور گاہے ترک نہین کیا اور یہ اسکا مقتضی ہی کہ اعتکاف واجب ٹھہرے لیکن ہرگاہ کہ اعتکاف نکرنے والون پر انکار نفرمایا تو یہ عدم انکار بمنزلہ
ترک کے ٹھہر گیا اور اگر مداومت حکمی مراد لیجیے تو تراویح سنت مین داخل ہوگی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہین ایسا
تراویح فرض نہو جائے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن شان الشروط ان لا تذکر فی التعاریف لیکن شروط کا حال یہ ہی کہ انکا مذکور تعریفات مین نہو اسواسطے
کہ تعریف ہوتی ہی ماہیت اور حقیقت کے بیان کیواسطے اور شروط ماہیت سے خارج ہوتے ہین تو شمنی کی تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبت قادح
نہوا تعریف سنت کا اسواسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہی اور شروط کا ذکر تعریف مین مناسب نہین واورد علیہ فی البحر المباح بناءً علی ما ہو المنصور من ان الاصل
فی الاشیا التوقف اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق مین مباح کا اعتراض وارد کیا ہی بنا بر اُس قول کے جو منصور اور موید ہی دلائل سے وہ قول یہ ہی کہ اصل اشیا مین
توقف کرنا ہی یعنے بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہی نہ حرام ہی ہم اسمین اختلاف ہی کہ اشیا مین اصل اباحت ہی یا حرمت یا توقف اول قول ہی شافعیہ اور بعض حنفیہ کا
اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابو حنیفہ رح کیطرف نسبت کرتے ہین اور ثالث یعنی توقف کا قول یہی مذہب منصور ہی اکثر حنفیون کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہی
یعنی جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہوگی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہی وہ مباح پر صادق آئی الا ان الفقہاء کثیرا ما یلہجون
بان الاصل الاباحۃ فالتعریف بناء علیہ مگر یہ کہ فقہاء حنفیہ بکثرت بولتے ہین کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تو تعریف مذکور کی اسی پر بنا ہی یعنی تو مباح کی اباحت
اصل سے ثابت ہی نہ شارع سے ہم بحر الرائق مین سنت کی دو تعریفین پسند کی ہین اول تعریف یہ ہی (السنۃ ہی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل
المواظبۃ) یعنی سنت وہ طریقہ ہی جو دین مین جاری ہی بطریق مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور ماتن نے اپنی شرح مین اسی پر اقتصار کیا
دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی ہی وہ یہ ہی کہ سنت وہ ہی جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لا مع الترک ہی تو یہ دلیل ہی سنت
موکدہ کی اور اگر ترک ہی احیانا تو یہ دلیل ہی سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہی تو یہ دلیل ہی وجوب کی کذا فی الطحطاوی مختصرا شیخ الاسلام
عینی نے شرح ہدایہ مین سنت کی چند تعریفات کو مذکور کرکے انکا نقصان بیان کیا پھر کہا کہ خواہرزادہ کی تعریف احسن التعریفات ہی وہ یہ ہی (السنۃ ما فعلہ علیہ السلام
علے سبیل المواظبۃ ویوجر باتیانہا ویلام علی ترکہا) یعنی سنت وہ کام ہی جسکو رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے کیا بطریق مداومت کے اور اسکے کرنے مین ثواب
دیا جائیگا اور نہ کرنے مین ملامت ہوگی البدایۃ بالنیۃ ای نیۃ عبادۃ لا تصح الا بالطہارۃ کوضوء او رفع حدث او امتثال امر سنت ہی وضو کا شروع کرنا نیت
کے ساتھ یعنے اُس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہین چنانچہ وضو کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا
ہم لغت مین نیت عبارت ہی عزم قلب سے کسی شی پر اور اصطلاح شرع مین نیت عبارت ہی ایجاد فعل مین طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور ایجاد
فعل مین منہیات بھی داخل ہین اسواسطے کہ منہیات سے جی کا روکنا یہ بھی فعل ہی نفس کا فتح القدیر مین ہی کہ رفع حدث کی نیت سے وضو کی نیت کرنا بہتر ہی اسلیے کہ
حدث چند قسم ہی تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ وضو کی یون نیت کرے (نویت ان اتوضا للصلوۃ تقربا الی اللہ
تعالی) یعنی مین نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لیے اللہ تعالی سے نزدیکی حاصل کرنے کو وصرحوا بانہ بدونہا لیس بعبادۃ اور فقیہون نے اسکی تصریح کر دی ہی کہ وضو بدون

ط۔ یعنی ترک کرنے کے ساتھ ۱۲

نیت کے عبادت ہی نہین ہم جب وضو بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو اسپر ثواب نہ لیگا اسواسطے کہ ثواب تو نیت پر موقوف ہی بدلیل حدیث صحیح انما الاعمال
بالنیات طحطاوی نے بسوط شیخ الاسلام سے نقل کیا اسمین کلام نہین کہ جس وضو کا شرع مین امر ہی وہ بدون نیت کے حاصل نہین ہوتا لیکن نماز کا صحیح ہو جانا اسپر
موقوف نہین اسواسطے کہ وضو شرعی غیر مقصود ہی بلکہ مقصود تو طہارت ہی اور طہارت نیت اور بدون نیت دونون طرح حاصل ہو جاتی ہی کیونکہ پانی مطہر بالطبع ہی
خلاصہ یہ ہی کہ وضو بلانیت سے نماز ادا ہوگی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہوگا دیا اثم بتر کہا اور وضو کرنے والا نیت کے نہ کرنے سے گنہگار ہوگا ہم اسمین اختلاف
ہی کہ سنت موکدہ کا تارک گنہگار ہی یا نہین اور نہر الفائق مین اس اختلاف کو یون رفع کیا ہی کہ اگر سنت موکدہ کے ترک کرنے پر عادت ہو گئی تو گنہگار ہی اور اگر عادت
نہین تو گنہگار نہین کذافی الطحطاوی مین کہتا ہون عدم اعتیاد مین اگرچہ گناہ نہین لیکن بلا شبہہ ملامت اور عتاب ہی چنانچہ سنت کی تعریف اسپر دلیل ہی دبانہا فرض
فی الوضوء المامور بہ وفی التوضی بسور حمار ونبیذ تمر کالتیمم اور اسپر تصریح ہی کہ نیت کرنا اُس وضو مین جسکا شرع مین حکم ہی اور گدھے کے جھوٹے پانی سے اور شربت
خرما سے وضو کرنے مین فرض ہی جیسے تیمم مین نیت فرض ہی ہم کھجور کے شربت سے وضو کا جائز ہونا ضعیف قول ہی اور معتمد قول یہ ہی کہ اُس سے وضو جائز نہین
کذافی الطحطاوی وبانہ وقتہا عند غسل الوجہ اور اسپر تصریح ہی کہ نیت کرنے کا وقت وضو مین چہرہ دھونے کے ساتھ ہی وفی الاشباہ ینبغی ان تکون عند غسل الیدین للرسغین
لینال ثواب السنن اور اشباہ مین ہی لائق یون ہی یعنے مستحب ہی کذافی الطحطاوی کہ نیت ہو دونون ہاتھون کے دھونے کے وقت پہنچون تک تاکہ سب
سنتون کا ثواب پاوے قلت لکن فی القہستانی ومحلہا قبل سائر السنن کما فی التحفۃ فلا تسن عندنا قبیل غسل الوجہ کما تفرض عند الشافعی انتہے مین کہتا ہون
لیکن قہستانی شرح نقایہ مین ہی اور نیت کا محل نیت کے سوا ہی سب سنتون سے پہلے چنانچہ تحفہ مین مصرح ہی تو مسنون نہین نیت کرنا ہمارے نزدیک
منھ دھونے سے پہلے جسطرح شافعی رح کے نزدیک فرض ہی انتہی مافی القہستانی م حاصل استدراک یہ ہی کہ اشباہ مین اپنی تجویز مذکور ہی روایت نہین اور
قہستانی مین روایت ہی تحفہ سے دوسری بات یہ ہی کہ قہستانی کے کلام سے تقدیم نیت کی تسمیہ پر بھی ثابت ہوتی ہی اور اشباہ مین یہ بات نہین وفیہا سبع
سوالات مشہورۃ نظمہا العراقی فقال سبع سوالات لذی الفہم اتت * یحکی لکل عالم فی النیۃ * حقیقۃ حکم محل وزمن * وشرطہا والقصد والکیفیۃ * اور
نیت مین سات سوال مشہور ہین جنکو عراقی نے نظم کیا ہی سو یون کہا کہ سات سوال صاحب فہم کے لیے آئے ہین مذکور ہوتے ہین نیت کے باب مین ہر عالم
کے واسطے ایک سوال ہی نیت کے حق مین ۲ نیت کے حکم مین ۳ اُسکے محل مین ۴ اُسکے زمانے مین ۵ اُسکی شرطین ۶ اُسکے قصد مین ۷ اُسکی کیفیت مین م
پہلے سوال کا جواب یہ ہی کہ نیت کی حقیقت مین قصد طاعت اور تقرب الی اللہ ہی فعل کرنے کے ساتھ دوسرے سوال کا جواب یہ ہی کہ نیت کا حکم یہ ہی کہ
وضو غیر مامور بہ مین نیت کرنا مسنون ہی اور وضو مامور بہ مین اور گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے مین اور تمام عبادات مقصودہ مین نیت کرنا فرض ہی
جسکا حکم ہو ۱۲
تیسرے سوال کا جواب یہ ہی کہ نیت کا محل دل ہی اور زبان سے نیت کرنا بدعت ہی سب عبادات مین مگر پریشان دل جو عزیمت پر قادر نہو اسکو زبان سے کہنا
مستحسن ہی کذا نقل الحلبی عن حج البحر چوتھے سوال کا جواب یہ کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل مین سب سنتون سے پہلے ہی اور نماز مین تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اُس سے
پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل مانع بنا نہو پانچوین سوال کا جواب یہ کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہی چھٹے سوال کا جواب یہ کہ نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت
نیت کی امتیاز کرنا ہی عادات کا عبادات سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہ کہ کیفیت نیت کی یہ کہ عبادت کا
قصد کرے اُسکو جانکر کہ یہ کون عبادت ہی یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہین کرتی بدون تخصیص کے کذافی الطحطاوی اور اسکی تفصیل کما حقہ
عبادات کے مسائل مین اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگی والبداءۃ بالتسمیۃ قولاً اور سنت ہی وضو کو بسم اللہ کہنے سے شروع کرنا م شارح نے
بیان اور غسل یدین مین بدایت کا لفظ مقدر کیا تاکہ معلوم ہو کہ نیت اور تسمیہ اور غسل تینون مین بدایت اور ابتدا مطلوب ہی اور ان مین کچھ منافات اور
تناقض نہین اسواسطے کہ نیت کا محل دل ہی اور تسمیہ کا محل زبان ہی اور دھونا متعلق ہاتھون سے ہی اور اسی دفع تنافی کی طرف شارح نے قولاً کے

لفظ سے اشارہ کردیا کذا فی الطحطاوی وتحصل بکل ذکر اور تسمیہ مذکور یعنے خدا کا نام حاصل ہوتا ہی ہر ذکر سے یعنی لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یا اشہد
وغیر ذلک سے لکن الوارد عنہ علیہ الصلوۃ والسلام بسم اللہ العظیم والحمد للہ علے دین الاسلام لکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے یون روایت ہی کہ بسم اللہ العظیم
والحمد للہ علے دین الاسلام کہے ہم طحطاوی نے کہا کہ وضو کے تسمیہ مین سلف سے منقول ہی بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اور اکمل نے کہا کہ یہ حدیث مرفوع ہی
مین کہتا ہون یہ اکمل کا عجز ہی یہ بیان نکیا کہ کسی امام نے ائمہ معتبرین سے اسکو مرفوع کیا سو مین کہتا ہون کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ والحمد للہ مروی ہی طبرانی
نے معجم اوسط مین بطریق علی بن ثابت عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضات فقل بسم اللہ
والحمد للہ فان حفظتک لاتزال تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء یعنی حضرت نے فرمایا کہ ای ابوہریرہ جب تو وضو کرے تو یون کہہ بسم اللہ والحمد للہ
اسواسطے کہ تیرے فرشتے نگہبان تیری نیکیان لکھا کرینگے اس وضو کے ٹوٹنے تک اور اس حدیث کی اسناد حسن ہی وبوسی نے کہا افضل یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے
اور تعوذ کرے ابتدا وضو مین اور بسم اللہ کہے اور مجتبی مین ہی کہ یون کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام آمین آثار وارد ہین مین کہتا ہون
ان علمار کبار کو دیکھکر کہ حدیث یا اثر کو ذکر کرتے ہین اور اسکے مخرج کو نہین بیان کرتے ہین اور نہ اسکا صحت اور ضعف مذکور کرتے ہین اور یہ آفت بڑی ہی تقلید سے کذا فی العینی
شرح الہدایۃ تقلید سے مراد یہان یہ ہی کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہی نقل احادیث مین بلا بیان مخرج وبلا ذکر صحت وضعف اور یہ مطلب نہین کہ مطلق
تقلید معیوب ہی اسلیے کہ علامہ عینی خود مقلد ہی امام اعظم رح کا قبل الاستنجاء وبعدہ خدا کا نام لینا سنت ہی استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم اسواسطے کہ قبل از استنجا
ملحق بوضو ہی طہارت ہونے کی وجہ سے اور بعد از استنجا تو ابتدا ہی طہارت کی کذا فی الغایۃ البیان اور صحیح روایت سے ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا کے
جانے کے وقت فرماتے تھے اللہم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث الا حال انکشاف وفی محل نجاستہ فیسمی بقلبہ مگر برہنہ ہونے کے وقت اور نجاست کے رکانین
خدا کا نام زبان سے نہ لے تو اپنے دل مین نام لے ولو نسیہا فسمی فی خلالہ لاتحصل السنۃ بل المندوب اور اگر ابتدا طہارت مین خدا کا نام لینا بھول گیا پھر اسنے
درمیان وضو کے نام لیا تو سنت موکدہ حاصل نہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا سنت اسواسطے حاصل نہوئی کہ اسکا محل تھا ابتدا مین سو فوت ہوا اور وجہ استحباب یہ ہی
تا کہ وضو خالی نہ رہے نام خدا سے واما الاکل فتحصل السنۃ فی باقیہ لا لنیما فات ویقول بسم اللہ اولہ وآخرہ اور کھانے کے درمیان مین خدا کا نام لینے سے تو سنت
حاصل ہوگی باقی طعام مین نہ اُسمین جو گذر گیا اور بھولنے والے کو چاہیے کہ یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ شمائل ترمذی مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھاوے اور ذکر اللہ بھول جاوے کھانے پر تو یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہی
کہ اول طعام مین سنت حاصل ہوگئی اول طعام کے ذکر فرمانے سے اور یہ مخالف ہی شارح کے کلام سے جو اُسنے فتح القدیر سے نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی والبدارۃ
بغسل الیدین الطاہرتین ثلثا قبل الاستنجاء وبعدہ اور سنت ہی پاک دونون ہاتھون کے تین بار دھونے سے ابتدا کرنا استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم پاک کی
قید اسواسطے لگائی کہ نجس ہاتھون کا دھونا فرض ہی بعضون کے نزدیک قبل از استنجا ہاتھ دھونا سنت ہی اور بعضون کے نزدیک بعد استنجا کرنے کے سنت ہی مجتبی مین کہا کہ
اکثر کا قول یہ ہی کہ قبل اور بعد دونون حالت مین سنت ہی اور قاضیخان نے اسکی تصحیح کی ہی تو قبل استنجا کے بدایت حقیقی ہی اور بعد اسکے بدایت اضافی ہی کذا فی الطحطاوی
وقید الاستیقاظ اتفاقی اور جاگنے کی قید اتفاقی ہی نہ احترازی ہم یعنی ہدایہ یا حدیث مین جو ہاتھون کا دھونا جاگنے کے ساتھ مذکور ہی سو اتفاقی قید ہی احتراز مقصود
نہین اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مین غسل یدین کی تقدیم مذکور ہی بلا تقیید نوم کذا فی الطحطاوی بخاری مین ابوہریرہ رض سے روایت ہی کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا استیقظ احدکم من منامہ فلیغسل یدیہ قبل ان یدخلہما الاناء فی وضوئہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ یعنی جب تمسے کوئی جاگے
اپنی نیند سے تو چاہیے کہ اپنے دونون ہاتھ دھوئے برتن مین ڈالنے سے پہلے وضو کے پانی مین اسواسطے کہ کوئی نہین جانتا کہ اسکا ہاتھ رات کو کہان رہا
یعنے نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر ولذا لم یقل قبل ادخالہما الاناء لئلا یتوہم اختصاص السنۃ بوقت الحاجۃ اور چونکہ جاگنے کی قید اتفاقی تھی اسی واسطے مصنف نے

شروع کرتا ہون اللہ کے نام بزرگ سے اور شکر ہی اللہ کا طریق اسلام پر ہونے کی وجہ سے ۱۲ شروع کرتا ہون نام خدا کا اور شکر ہی اللہ کو ۱۲ یعنے اعوذ باللہ من الشیطان الرحیم سے ۱۲ الہی مین تیری پناہ مانگتا ہون جنون اور پریون یعنے شیطانون نر اور مادہ سے یہ اس صورت مین ہی کہ خبث بضمتین پڑھا جاوے اور ایک روایت مین خبث بضم خا وسکون با وحدہ آیا ہی یعنی فعل ناکارہ اور عادات مذموم سے مراد عادات ہی یعنے برے کامون ۱۲ مین نام خدا لیتا ہون اول اور آخر مین ۱۲

یون لکھا کہ ہاتھ دھونا سنت ہی برتن مین ڈالنے سے پہلے تاکہ یہ وہم پیدا ہو کہ ہاتھ دھونے کی سنیت حاجت کے وقت کے ساتھ مخصوص ہی یعنی اگر یون کہتا
تو گمان ہوتا کہ بدون حاجت کے ہاتھون کا دھونا سنت نہین حاجت سے مراد توہم نجاست ہی درصورت تحقق طہارت ہاتھ دھونا مطلوب نہین حالانکہ
ایسا نہین حلبی نے کہا وہ قول اصح جسپر اکثر فقہا ہین یہ ہی کہ ہاتھ دھونا سنت ہی مطلقًا لیکن اگر نجاست کا توہم ہو اسطرح کہ بدون استنجا سوگیا ہو یا بدن پر
نجاست ہو تو دھونا سنت موکدہ ہی اور بعدم توہم نجاست مین یعنی طاہر ہوکر سونے مین یا نہ سونے مین سنت غیر موکدہ ہی اور نجاست کی حالت مین تو دھونا
فرض ہوگا تو مصنف رح کا قول یعنی غسل یدین کا مسنون ہونا مخصوص بغیر نجاست ہی اور سنت سے مراد وہ ہی جو موکدہ اور غیر موکدہ دونون کو شامل ہی کذا
فی الطحطاوی لان مفاہیم الکتب حجۃ قبل ادخال کی قید اسواسطے نہ لگائی کہ کتابون کے مفہوم مخالف حجت ہوتے ہین ھم مفاہیم جمع ہی مفہوم کی طحطاوی نے کہا
المفہوم مافہم من اللفظ لا فی محل النطق انتہٰی یعنی جو لفظ سے بوجھا جاوے بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہی کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم مفہوم ہو
صفت یا شرط کے بیان سے چنانچہ قرآن مجید مین فرمایا جسکو آزاد مسلمان عورتون سے نکاح کرنے کی استطاعت نہو وہ مسلمان لونڈیون سے نکاح کرلے
امام شافعی رح اس سے سمجھے کہ استطاعت والے کو لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہین امام اعظم رح کہتے ہین کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سے معلوم نہین ہوسکتا بخلاف
اکثر مفاہیم النصوص کذا فی النہر برخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنی کتاب اور سنت کے اکثر مفہوم مخالف حنفیون کے نزدیک حجت اور دلیل نہین ہین
اسواسطے کہ نصوص سے وہ احکام لینا مقصود ہی جنپر صریحًا نصوص دلالت کرتے ہون اور اکثر کی قید اسواسطے لگائی کہ عقوبت کا مفہوم نصوص مین معتبر ہی چنانچہ
قہستانی سے آگے مذکور ہوگا وفیہ من الحج المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقًا اور نہر الفائق کی کتاب الحج مین ہی کہ مفہوم مخالف معتبر ہی روایات مین بالاتفاق یعنے
امام اعظم رح اور اُنکے اصحاب سے جو روایات کتابون مین منقول ہین اُنکے اکثر مفہومات معتبر ہین خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق ومنہ اقوال الصحابۃ قال وینبغی تقییدہ
بما یدرک بالرای لا مالا یدرک بہ انتہٰی اور اسی قسم سے صحابہ کرام کے اقوال ہین کہ انکا بھی مفہوم بالاتفاق معتبر ہی نہر الفائق کے مصنف رح نے کہا لائق یہ ہی کہ اقوال صحابہ رض
مین قید لگائی جاوے اور اک قیاس کی نہ وہ قول جو قیاس سے نہ بوجھا جاوے انتہٰی مافی النہر یعنی اگر صحابہ کا قول ایسا ہی کہ اُسمین عقل کی مجال ہوسکتی ہی تو اُسکا مفہوم
بھی حجت ہی اور اگر ایسا قول ہی کہ عقل اور قیاس کا اُسمین دخل نہین تو اُسکا مفہوم بھی معتبر نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ نص مرفوع کے ہوگیا اور نص کا مفہوم معتبر نہین
کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی عن حدود النہایۃ المفہوم معتبر فی نص العقوبۃ کما فی قولہ تعالیٰ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون اور قہستانی مین نہایہ کی کتاب الحدود
سے منقول ہی کہ مفہوم معتبر ہی عقوبت اور عذاب کے نص مین چنانچہ حقتعالیٰ کے اس قول مین کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سے اُسدن یعنی قیامت کے دن محجوب
اور مستور ہونگے یعنی دیدار خدا سے محروم رہینگے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کی دیدار سے مشرف ہونگے بلا حجاب واما اعتبارہ فی الروایۃ
فاکثری لا کلی اور روایت فقہ مین تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثری ہی ہر مقام مین نہین الی الرسغین بالضم مفصل الکف بین الکوع والکرسوع واما البوع ففی الرجل
قال ؎ وعظم یلی الابہام کوع وما یلی ٭ لخنصرہ الکرسوع والرسغ ما وسط ٭ وعظم یلی ابہام رجل ملقب ٭ ببوع فخذ بالعلم واحذر من الغلط ٭ ابتدا غسل یدین دونون
پہونچون تک سنت ہی رسغ بضم را مہملہ وسکون سین مہملہ جوڑ ہی ہتھیلی کا درمیان کوع اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام بوع ہی وہ تو پانؤن مین ہی چنانچہ کسی شاعر
نے کہا ہی اور وہ ہڈی جو انگوٹھے سے ملی ہی اُسکا نام کوع ہی اور جو ہڈی چھنگلی سے ملی ہی وہ کرسوع اور جو کہ ان دونون ہڈیون کے درمیان جوڑ ہی اُسکا نام
رسغ ہی اور جو ہڈی کہ پانؤن کے انگوٹھے سے ملی ہی اُسکا لقب بوع ہی سو اے مخاطب لے علم کو اور پرہیز کر غلط فہمی سے ثم ان لم یمکن رفع الاناء ادخل اصابع یسرٰہ
مضمومۃ وصب علی الیمنی لاجل التیامن پھر معلوم کر کہ اگر برتن کا اُٹھانا ممکن نہو تو اپنے بائین ہاتھ کی انگلیان ملا کر برتن مین ڈالے اور پانی لیکر داہنے ہاتھ پر
ڈالے تاکہ داہنی طرف سے طہارت شروع ہو یعنی پھر داہنے ہاتھ سے پانی لیکر بایان ہاتھ دھووے ھم بحر الرائق مین پورا بیان یون ہی کہ ہاتھون کے دھونے کا
طریقہ یہ ہی کہ اگر چھوٹا برتن ایسا ہو کہ اُٹھانا اُسکا ممکن ہو تو اُسمین ہاتھ نہ ڈالے بلکہ بائین ہاتھ سے اُسکو اُٹھاوے اور داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار

اسکو دھووے پھر برتن کو داہنے ہاتھ مین لے اور بائین ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اُسکو دھووے پھر اگر برتن کا اُٹھانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ شارح نے کہا اور بڑے برتن مین انگلیان ملا کر اُسوقت ڈالے جبکہ وہان چھوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہو چکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا ڈالنا برتن مین نیند سے جاگنے والے کو حدیث مین منع ہی اسکا جواب یہ ہی کہ منع اُس صورت مین ہی جبکہ چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اُسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو اور اگر بڑے برتن کے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو ادخال کف ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملا وان اراد الاغتراف لا اور اگر ہتھیلی کو پانی مین ڈالا اگر دھونے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا اور اگر چلو بھرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہ ہوگا یعنی ضرورت کی وجہ سے اگرچہ طلب استعمال یعنی قربت اور رفع حدث متحقق ہو کذا فی الحلبی م دھونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو ملاقی ہی لفظ سے جبکہ جدا ہوا اور باقی تمام پانی مستعمل نہوگا اور قصدا اغتراف سے پانی مستعمل نہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسیطرح اگر کوزہ گر گیا بڑے گھرے برتن مین سو اُسکے لینے کو ہاتھ ڈالا کہنی تک تو پانی مستعمل نہوگا کذا فی البحر ولو لم یمکنہ الاغتراف بشئ ویداہ نجستان تیمم وصلی ولم یعد اور اگر پانی لینا بڑے برتن سے ممکن نہو کسی چیز سے اور اُسکے دونون ہاتھ ناپاک ہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے م توضیح اسکی مضمرات مین اسطرح ہی کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھ ناپاک ہون تو دوسرے شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اُسکے ہاتھ دھولادے اور اگر کوئی وہان نہو تو کپڑے کا ایک سرا پانی مین ڈالے اور دوسرا اُسکا سرا ہاتھ مین پکڑے رہے پھر پانی سے نکالکر اُسکے قطرات سے داہنا ہاتھ دھووے پھر بایان ہاتھ دھووے یا دانتون سے کپڑا پکڑ کے دونون ہاتھ ساتھ ہی دھووے تین بار اور اگر کپڑا نہو تو مُنھ سے پانی لیکر دونون ہاتھ دھووے اور اگر اسپر بھی قادر نہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب نہین وہو سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ **ینوب عن الفرض** اور وہ یعنی بند دست تک ہاتھون کا دھونا ایسی سنت ہی کہ قائم مقام ہوتا ہی فرض کے جیسے الحمد پڑھنا ایسا واجب ہی کہ قائم مقام ہوجاتا ہی فرض کے یعنی اُس محل کا دھونا کہ فرض تھا اس مسنون دھونے سے ادا ہوگیا جیسے قرآن کا پڑھنا کہ نماز مین فرض ہی الحمد پڑھنے سے کہ واجب ہی ادا ہو جاتا ہی وسن غسلہا ایضا مع الذراعین اور ذراعین کے ساتھ انکا بھی دھونا مسنون ہی یعنے اگرچہ بند دست تک دھونے سے سنت اور فرض دونون ادا ہو گئے لیکن کہنیون تک ہاتھ دھونے کے ساتھ انکا بھی دھونا دوسری بار سنت ہے بحر الرائق مین مذکور ہی کہ غسل یدین مین تین قول ہین ایک قول یہ ہی کہ وہ فرض ہی اور تقدیم اسکی سنت ہی اور فتح القدیر اور معراج اور خبازیہ مین اسکو پسند کیا ہی دوسرا قول یہ ہی کہ وہ سنت ہی قائم مقام فرض کے ہو جاتا ہی الحمد کے مانند اور اسکو کافی مین پسند کیا ہی اور تیسرا قول سرخسی کا ہی کہ وہ سنت ہی قائم مقام فرض کے نہین ہوتا تو اُنکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دھونا چاہیے سرخسی نے کہا یہی صحیح ہی میرے نزدیک اور مشایخ کے ظاہر کلام سے قول اول مذہب معلوم ہوتا ہی انتہی مختصرا طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام مین خلط ہی دو قول کا اسواسطے کہ جو کہتا ہی کہ غسل یدین سنت ہی اور قائم مقام ہی فرض کے وہ نہین کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہی بلکہ دوبارہ دھونا سرخسی کا قول ہی اور شارح کے موافق نہر الفائق مین ذخائر اشرفیہ سے منقول ہی والسواک سنۃ مؤکدۃ کما فی الجوہرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلہا اور مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہی چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی کلی کرنے کے وقت سنت ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ کلی سے پہلے سنت ہی م مسواک کرنے کی تاکیدات اور اسکے فضائل احادیث مین بکثرت ہین از انجملہ وہ حدیث صحیح ہی جو امام مالک کے موطا مین ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین اُنکو مسواک کرنے کا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھ اور صحاح ستہ مین ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین اُنکو مسواک کرنے کا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دار قطنی اور بیہقی اور ابو نعیم نے عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اس نماز کی فضیلت جسکے واسطے مسواک کی گئی اُس نماز پر جسکے واسطے مسواک نہین کی گئی ہفتاد چند ہی یعنے ستر درجے زائد ہی ثواب مین

کذا فی العینی وہو للوضوء عندنا اور مسواک وضو کی سنت ہی ہم حنفیون کے نزدیک م اور امام شافعی رح کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہی اور ثمرۂ اختلاف
ظاہر ہوتا ہی اس شخص کے حق مین جسنے مسواک والے ایک وضو سے چند نمازین پڑھین تو ہمارے نزدیک اُسکو ہر نماز کا ثواب ستر نماز بے مسواک کے
برابر ہوگا اور امام شافعی رح کے نزدیک اسقدر ہر نماز مین ثواب نہوگا جبتک ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نکریگا کذا فی البحر الا اذا نسیہ فیندب للصلوٰۃ فسواک
وضو کی سنت ہی مگر جبکہ وضو مین مسواک کرنا بھول گیا تو اب نماز کے واسطے مسواک کرنا مستحب ہوگا م یعنی مثلاً ظہر کے واسطے مسواک کرنا بھول گیا پھر عصر کے
وقت یاد آیا تو اب مسواک کر لینا مستحب ہی تاکہ مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہ صاحب نہر کی تجویز ہی روایت مذہب نہین ہم
تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کر دیتا کما یندب لاصفرار سن وتغییر رائحۃ وقراءۃ قرآن جیسے مستحب ہی مسواک کرنا دانتون کی زردی اور بدبوے دہن کے سبب سے
اور قرآن شریف کے پڑھنے کے لیے م استحباب مسواک کا متاکد ہوتا ہی ارادہ نماز اور وضو اور قرآت قرآن اور نیند سے جاگنے کے وقت اور سونے سے پہلے اسواسطے
کہ امام اعظم رح سے منقول ہی کہ مسواک کرنا دین کی سنت ہی تو سب احوال اسمین برابر ہین چنانچہ احمد اور ترمذی نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع
روایت کی ہی کہ چار چیزین انبیاء مرسلین کی سنت ہین ختنہ کرنا اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا فی العینی واقلہ ثلث فی الاعالی وثلث فی الاسافل
اور ادنے درجہ مسواک کا تین بار پھیرنا ہی اوپر کے دانتون مین اور تین بار نیچے کے دانتون مین م اوپر کے دانتون مین ابتدا دہنی طرف سے کرے پھر بائین طرف
اور اسیطرح نیچے کے دانتون مین کرنا چاہیے کذا فی البحر عینی مین ہی کہ مسواک کرنے کی کچھ حد نہین یہانتک مسواک کرے کہ زردی دانت اور گندہ دہنی کے زوال کا دل کو
اطمینان حاصل ہو بمیاہ ثلثۃ تین پانی سے م یہ پانی مضمضہ کے پانی کے سواے ہین اسطرح کہ مسواک کو تین بار دھوے اسواسطے کہ مضمضہ کا بیان آگے آویگا
کذا فی الطحطاوی وندب امساکہ بیمناہ اور مستحب ہی پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتھ مین م مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہی کہ داہنے ہاتھ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکھے اور
انگوٹھے کو مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیان مسواک کے اوپر رہین اسیطرح مروی ہی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کذا فی الطحطاوی عن النہر وکونہ لینا
مستویا بلا عقد فی غلظ خنصر وطول شبر اور مستحب ہی ہونا مسواک کا نرم سیدھی برابر بے گرہ بقدر چھنگلی کے موٹی اور بالشت بھر لمبی م انار اور بانس کے سوا ہر لکڑی
کی مسواک درست ہی کذا فی الطحطاوی اور افضل پیلو اور زیتون کی ہی عینی نے طبرانی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی کہ بہتر مسواک زیتون کی ہی مبارک درخت سے
مُنھ کو خوشبودار کرتی ہی اور بدبو دفع کرتی ہی اور وہ میری مسواک ہی اور مجھسے اگلے انبیا کی ویستاک عرضاً لا طولاً اور مسواک کرے دانتون کے عرض مین نہ طول
مین م اسواسطے کہ طول مین مسواک کرنے سے مسوڑے زخمی ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا ابو نعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ
والسلام مسواک عرض مین کرتے تھے نہ طول مین اور ابو داؤد کی سنن مین حدیث ہی کہ جب تم مسواک کرو تو عرض مین مسواک کیا کرو انتہی ولا مضطجعا فانہ
یورث کبر الطحال اور مسواک نکرے لیٹکر کروٹ سے کیونکہ اس سے تلی بڑھجاتی ہی ولا یقبضہ فانہ یورث الباسور اور اُسکو مٹھی بھر نہ پکڑے اسواسطے کہ اس سے
بواسیر پیدا ہوتی ہی ولا یمصہ فانہ یورث العمی اور نہ چوسے مسواک کو کہ اس سے آدمی اندھا ہو جاتا ہی ثم یغسلہ والا فیستاک الشیطان بہ اور مسواک کرکے
پھر مسواک کو دھو ڈالا کرے نہین تو شیطان اُس سے مسواک کریگا ولا یزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ اور ایک بالشت سے مسواک زیادہ نہ کیجیے
نہین تو شیطان اُسپر سوار ہوگا ولا یضعہ بل ینصبہ والا فخطر الجنون قہستانی اور مسواک کو پڑی نہ رکھے بلکہ کھڑی کرے نہین تو جنون کا خوف ہی یہ سب کہا ہی
قہستانی نے ویکرہ بمؤذ ویحرم بذی سم اور مکروہ ہی مسواک کرنا ایذا دینے والی لکڑی سے چنانچہ قصب فارسی اور حرام ہی زہردار لکڑی سے ومن منافعہ انہ شفاء
لما دون الموت ومذکر للشہادۃ عندہ اور منجملہ منافع مسواک کے یہ ہی کہ وہ شفا ہی ہر مرض کی سواے موت کے اور وہ کلمہ شہادت کی یاد دلانے والی ہی موت
کے نزدیک م نہر الفائق مین ہی کہ مسواک کے منافع ۳۶ ہین ادنی اماطت اذیٰ ہی یعنی دور ہونا گندہ دہنی کا اور اعلی تذکیر ہی شہادت کے مرنے کے وقت اور
ابو سعود مین ہی کہ مسواک مسوڑھون کو مضبوط کرتی ہی اور بصارت کو تیز اور پیری مین دیر نگی ہوتی ہی اور پل صراط کے چلنے مین سرعت بخشتی ہی کذا فی الطحطاوی
تا خیر ۱۲

ف چار چیزین انبیا کی سنت ہین

ف ۱۵ جن امور کا حال انہین سے حدیث شریف مین آگیا ہی البتہ قابل لحاظ ہی کہ شارع کو انکی علت معلوم ہی اور بدون ملحوظ کے کوہستانی باتین بعید از قیاس اور دور از عقل و دقیقہ شناس معلوم ہوتی ہین ۱۲

وعند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ اور جس وقت مسواک موجود نہو یا دانت باقی نہ رہے ہون تو کھردرا کپڑا یا انگلی قائم مقام مسواک کے ہوجاتی ہے یعنی تحصیل ثواب مین کذا فی النہر وغیرہ م سنن احمد مین مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پھر چہرہ اپنا دھویا اور دونون ہتھیلیون کو تین بار اور کلی کی پھر بعضی انگلی اپنے مُنھ مین ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہ وضو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کذا فی العینی کما یقوم العلک مقامہ للمراۃ مع القدرۃ علیہ جیسے صنوبر اور بطم کا گوند چبانا عورت کے حق مین قائم مقام ہے مسواک کے باوجود قادر ہونے کے مسواک پر م وجہ اسکی یہ ہے کہ عورت کو مواظبت کرنا مسواک پر مضعف ہے اسکے دانتون کا تو اسکو اسکا فعل مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبر بالغسل او للاختصار اور مُنھ کے اندر کا دھونا سنت ہے یعنے تمام داخل منھ کا دھونا اور اسی واسطے یعنے تمام مراد ہونے کے لیے مصنف غسل کا لفظ بولا یعنی غسل کا لفظ باقی اعضاء مغسولہ کے قرینہ سے استیعاب پر دلالت کرتا ہے یا اختصار کے واسطے یہ عبارت اختیار کی ہے م اکثر کتب فقہ مین والمضمضۃ والاستنشاق مذکور ہے لیکن مصنف نے موافق کنز او درر کے بجاے اُس عبارت کے غسل الفم والانف کو اختیار کیا صراحت استیعاب کے واسطے یا اختصار کے لیے ہر چند مضمضہ اصطلاحی بھی استیعاب پر دلالت کرتا ہے مگر غسل کا لفظ استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہے کذا فی النہر اور عبارت مذکورہ سے مصنف کی عبارت مین چار حروف کی کمی ہے تو اختصار ثابت ہوا بمیاہ ثلثۃ کلی کرنا سنت ہے تین پانیون سے جدا جدا والانف ببلوغ الماء المارن بمیاہ اور ناک کے اندر کا دھونا سنت ہے نرم ناک تک تین بار پانی پہونچا کر م امام شافعی رح کے نزدیک تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہے اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کرے اور استنشاق بھی اور دلیل اُنکی چند احادیث صحیح ہین امام اعظم رح کے نزدیک احادیث مذکورہ سے جواز نکلتا ہے لیکن سنت یہ ہے کہ ہر واحد مضمضہ اور استنشاق کے واسطے تین بار جدا جدا پانی لیا جاے چنانچہ ابوداؤد اور طبرانی مین طلحہ بن مصرف کی حدیث سے اسکی تصریح موجود ہے اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت مین گفتگو کرتے ہین اُسکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ مین مشروحا مذکور ہے خوف طوالت سے مترجم بیان مذکور نہ کرسکا وہما سنتان موکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونون سنت موکدہ ہین م تو اُنکا ترک کرنا گناہ ہے مذہب صحیح پر اسلیے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہے اور جن لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کی حکایت کی ہے وہ بائیس صحابہ کرام ہین مضمضہ اور استنشاق کو سب نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین ۲۲ صحابیون سے نام بنام مع تصریح مخرجین حدیث مذکور کو بیان کیا ہے شکر اللہ مساعیہ مشتملتان علے سنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہما بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتون پر شامل ہین ایک تو ترتیب یعنے پہلے کلی کرنا پھر ناک دھونا دوسرے ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسرے ہر بار نیا پانی لینا چوتھے دونون کو داہنے ہاتھ سے کرنا م لیکن ناک کا جھاڑنا بائین ہاتھ سے چاہیے کذا فی الطحطاوی عن المبسوط والمبالغۃ فیہما بالغرغرۃ ومجاوزۃ المارن پانچوین مبالغہ کرنا مضمضہ مین غرغرہ کرکے اور استنشاق مین بانسے تک پانی پہونچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد مبالغہ کرنا مسنون ہے اسکو جو روزہ دار نہین اسلیے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہے م اصحاب سنن نے لقیط بن صبرہ رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کر اور انگلیون کے اندر خلال کر اور مبالغہ کر استنشاق مین مگر یہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وسر تقدیمہما اعتبار باوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنے کی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہے اسواسطے کہ پانی کا رنگ آنکھ سے اور مزہ اسکا مُنھ سے اور بو اُسکی ناک سے معلوم ہوجاتی ہے م وضو کے واسطے پاک اور پاک کرنے والا پانی ضرور ہے اور ناپاک پانی وہ ہے جسکے اوصاف ثلثہ یعنی رنگ یا مزہ یا بو نجاست سے بدل جاے ولو عندہ ما یکفی للغسل مرۃ مرۃ معہما وثلثا بدونہما غسل مرۃ اور اگر وضو کرنے والے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق کرے تو ایکبار اعضا کو دھوسکے اور جو انکو نکرے تو تین بار اعضا کو دھوسکے تو ایکبار اعضا کو دھووے اور مضمضہ اور استنشاق کرے یعنے تین بار دھونے سے مضمضہ اور استنشاق زیادہ تر موکد ہین م اسواسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہین اور سب ناقلین صحابہ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو مین

ط بضم و صاد و سکون ہاء ایک درخت کا نام ۱۲ ع کلی کرنا اور ناک مین پانی دینا ۱۲

مضمضہ اور استنشاق کو ذکر کیا ہی اور ایکبار دھونا وضو مین آپ کے فعل سے ثابت ہی اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہی کہ بدون اُسکے حق تعالی نماز کو قبول نہین فرماتا
کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو اخذ ماء فمضمض ببعضه واستنشق بباقیه اجزاه وعکسه لا اور اگر پانی لیا چلو بھر سو تھوڑے سے پانی سے کلی کی اور باقی سے استنشاق
کیا تو اُسکو کفایت کرتا ہی اور اُسکے برعکس یعنی پہلے ناک مین ڈالا پھر باقی پانی سے کلی کی تو کافی نہین ہی یعنے اسواسطے کہ پانی اس صورت مین مستعمل ہو گیا اسواسطے
کہ پانی ناک مین نہین تھم سکتا اور مُنھ مین تھم رہتا ہی تو اول کلی کرنے سے باقی پانی مستعمل نہین ہو جاتا اور ناک سے پانی ہٹ آتا ہی لہذا باقی مستعمل ہو جاتا ہی
کذا فی الطحطاوی وہل یدخل اصبعه فی فمه وانفه الاولی نعم قہستانی اور متوضی کیا اپنی انگلی اپنے مُنھ یا ناک مین ڈالے یا نہ ڈالے جواب بہتر یہ ہی کہ ہان ڈالے
کذا فی القہستانی وتخلیل اللحیة لغیر المحرم بعد التثلیث ویجعل ظهر کفه الی عنقه اور سنت ہی ڈاڑھی کا خلال کرنا غیر محرم کو تین بار مُنھ دھونے کے بعد اور خلال
کرنے کے وقت اپنی ہتھیلی کی پشت اپنی گردن کی طرف کرے سنن ابوداؤد مین انس رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے کف
مبارک مین پانی لیتے تھے اور تحت الحنک داخل کرتے تھے اور اُس سے ریش مبارک کو خلال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسیطرح میرے رب نے فرمایا پھر معلوم کر
نیچے جبڑے کے ۱۲
کہ تخلیل ریش مین چار قول ہین پہلا قول یہ ہی کہ واجب ہی یہ قول ہی سعید بن جبیر کا دوسرا قول یہ ہی کہ سنت ہی یہ مذہب ہی ابو یوسف اور شافعی کا اور روایت ہی
محمد رح سے خیر مطلوب مین کہا کہ سنت کا قول بھی صحیح ہی تیسرا قول یہ ہی کہ مستحب ہی اور چوتھا قول یہ ہی کہ جائز ہی ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک اور یہی قول ہی مالک کا جائز کا
مطلب یہ ہی کہ اسکا کرنے والا منسوب بہ بدعت نہین اور مبسوط مین ہی کہ تخلیل ریش ابو حنیفہ رح کے نزدیک مستحب ہی صاحبین کے نزدیک جائز ہی کذا فی العینی منح الغفار مین
ہی کہ کیفیت تخلیل بطور سنت کے یہ ہی کہ ہاتھ کی انگلیان ڈاڑھی کے بالون مین نیچے سے ڈالے اوپر کیطرف لاوے اسطرح کہ پشت ہاتھ کی متوضی کیطرف ہو وتخلیل الاصابع
الیدین بالتشبیک والرجلین بخنصر یده الیسری بادیا بخنصر رجله الیمنی اور سنت ہی انگلیون کا خلال کرنا دونون ہاتھون کا خلال بطریق تشبیک ہی یعنی ایک ہاتھ کی
انگلیان دوسرے ہاتھ کی انگلیون مین داخل کرنا جسطرح پنجہ کرتے ہین اور دونون پانون کا خلال بائین ہاتھ کی چھنگلی سے ابتدا کرے داہنے پانون کی چھنگلی سے
اور ختم کرے بائین پانون کی چھنگلی پر م بحر الرائق مین ہی کہ تخلیل پانون کی اسفل اصابع سے شروع کرے پشت قدم کی طرف لاوے انتہی عینی نے کہا اس کیفیت کی
نیچے کی جانب ۱۲
کچھ اصل نہین ابوداؤد اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وضو کرتے تو اصابع یدین[1] کو رگڑتے چھنگلی سے
تو حدیث بدایت خنصر[2] کی مقتضی ہی انتہی ترمذی نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر اپنے دونون ہاتھون
مالش ۱۲
کو اور دونون پانون کو ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہی نہر الفائق مین ہی ابن ماجہ کی روایت مین تخلیل بالخنصر آئی ہی لیکن بائین چھنگلی یا اسفل سے[3] فاللہ اعلم بہ
خلال چھنگلی سے ۱۲
انتہی وہذا بعد دخول الماء خلالها فلو منضمة فرض اور یہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونے کے بعد ہی انگلیون کے اندر تو اگر انگلیان ملی ہون تو اُنکے مابین کا
دھونا فرض ہی م فتح القدیر مین ہی کہ جب وہان پانی نہ پہونچا تو دھونا وہان کا فرض ہوگا کیونکہ تخلیل اور چیز ہی اور غسل اور چیز ہی کما لا یخفی کذا فی الطحطاوی عن البحر
وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرة للغرفات اور تین بار پورا دھونا ہر عضو مغسول کا سنت ہی اور چلوون کا اعتبار نہین بدون استیعاب کے م یعنی تین بار
تکرار غسل سنت ہی پہلا دھونا فرض ہی اور دوسرا اور تیسرا سنت مؤکدہ ہی قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق مین منقول ہی سراج سے اور ہر بار کے غسل مین استیعاب یعنی پورا
دھونا سنت ہی تین چلو کا اعتبار نہین تو اگر اول بار چلو ڈالے اور کچھ خشک باقی رہا پھر دوسری بار تھوڑا دھویا پھر تیسری بار تمام عضو پورا ہو گیا تو یہ تین بار کا دھونا
نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی بمرة ان اعتاده اثم اور اگر ایکبار دھونے پر اکتفا کیا جبکہ اسکی عادت کریگا تو گنہگار ہوگا م گناہ کی وجہ یہ ہی کہ اُسنے سنت مشہور کے
ترک پر عادت کی صاحب بحر نے کہا گنہگار اُسوقت ہوگا جبکہ تثلیث غسل کے ہونے کا معتقد نہو ولو زاد لطمانینة القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا باس بہ اور
اگر تین بار سے زیادہ دھویا دل کی تسکین کے واسطے یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچھ مضائقہ نہین زیادت مین م در صورت شک خاطر جمع کیواسطے
تین بار سے زیادہ دھونا اور اسیطرح پانی کی قلت سے یا سردی کی شدت سے یا اور حاجت سے تین بار سے کم کرنا مکروہ نہین کذا فی العالمگیریہ شیخ الاسلام

ف
[1] سہو ہے مترجم اول کا یدین کی جگہ رجلین چاہیے یعنے پیر کی انگلیون کو ۱۲
[2] یعنی چھنگلی سے شروع کرنا پایا جاتا ہے ۱۲
[3] یعنے امر یقینی نہین کہ خلال بائین چھنگلی خواہ نیچے کی جانب سے کیا ۱۲

عینی نے کہا کہ تسکین خاطر کیواسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا دوسرے وضو کی نیت کرنا لاباس ہے ہی بدلیل حدیث ابن عمرؓ کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تھے کہ جسنے وضو کیا وضو پر اُسکے واسطے حق تعالی دس نیکیان لکھیگا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہرچند بعضون نے اسکو ضعیف کہا ہی لیکن دفع ضعف کا جواب شافی بھی موجود ہی شرح عینی مین وحدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اور وہ حدیث جسمین فقد تعدی فرمایا ہی وہ اعتقاد پر محمول ہی م بحرالرائق مین حدیث مذکور یون مذکور ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہی کہ اللہ تعالی نماز کو بدون اُسکے قبول نہین کرتا اور دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو ہی اُس شخص کا جسکو دونا ثواب عطا ہوتا ہی اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور مجھسے پہلے کے انبیا کا وضو ہی سو جو شخص کہ اسپر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اُسنے حد سے تجاوز کیا در صورت زیادت اور ظلم کیا در صورت کمی بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہی ہی کہ زیادت سے گنہگار ہوگا مگر جبکہ یہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہین مگر تین بار سے زیادہ کرنے مین مین کہتا ہون کہ زیادت سے گنہگار ہوگا اسراف کی بہت سے اگرچہ فقط تین بار دھونے کے مسنون ہونے کا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا ولعل کراہتہ تکرارہ فی مجلس تنزیہیۃ بل فی القہستانی معزیا للجواہر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع فتامل اور شاید کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک مجلس مین مکروہ بکراہت تنزیہی ہی یعنی ترک اولی ہی گناہ نہین بلکہ قہستانی مین جواہر سے منقول ہی کہ اسراف جاری پانی مین جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص پانی کا ضائع کرنے والا نہین ہی سو اسکو تامل کر م یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادت تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے مین جائز ہی اور وعید حدیث مذکور کا معتقد کے حق مین ہی تو فقہانے تکرار وضو کو مجلس واحد مین کیون مکروہ کہا ہی جواب دیا کہ کراہت تنزیہی ہی جسکو لاباس بہ کہتے ہین بلکہ قہستانی نے اسپر بھی ترقی کی کہ آب جاری مین مطلقاً زیادت کو جائز رکھا طحطاوی نے کہا خلاصہ مین ہی کہ تکرار وضو ایک مجلس مین جائز ہی اور سراج مین ہی کہ مکروہ ہی نہرالفائق مین ہی کہ دونون روایتون مین اختلاف نہین اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہی اور سراج کی کراہت چند بار کرنے پر محمول ہی چنانچہ سراج مین چند بار کا لفظ صریحاً اسپر دلالت کرتا ہی انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول کیجیے چنانچہ حلبی محشی نے کہا ہی تو بلاشبہہ اسراف ہی اور اسراف مکروہ تحریمی ہی نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر قاصر ہی اور شارح کا کلام سابق عام ہی اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری مین اسراف جائز ہی سو ضعیف قول ہی بلکہ وہ مکروہ ہی مطلقاً بلاحاجت اور شارح نے بلفظ تامل اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کر دیا انتہی مافی الطحطاوی ملخصا پس قہستانی کا کلام اعتماد کے قابل نہین کہ صریح حدیث کے مخالف ہی اسواسطے کہ احمد اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر گذرے اور وہ وضو کرتے تھے تو فرمایا کہ پانی مین اسراف مت کر سعد نے کہا کیا پانی مین بھی اسراف ہی فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہان پانی مین بھی اسراف ہی اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی ومسح کل راسہ مرۃ مستوعبۃ اور سنت ہی اپنے تمام سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ کل سر پر دونون ہاتھ پھر جاوین اندک بھی باقی نہ رہے م صحیحین مین عبداللہ بن زید سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونون ہاتھون سے سو دونون ہاتھ آگے سے پیچھے لیگئے اور پیچھے سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کی موطا مین عبداللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت مین مروی ہی کہ مسح کیا مقدم سر سے تا اینکہ دونون ہاتھون کو قفا تک لیگئے پھر دونون ہاتھون کو پھیر لائے اُس مکان تک جہان سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور جو کیفیت مسح کی اس حدیث مین مذکور ہی یہی مشہور ہی اور اسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہین وہ کسی حدیث سے ثابت نہین کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر تر کیفیت مسح کی یہ ہی کہ دونون ہتھیلیان اور انگلیان مقدم سر پر رکھے اور اُنکو قفا تک کھینچ لیجاوے اسطرح کہ تمام سر پر استیعاب ہو جاوے پھر دو انگلیون سے دونون کانون کا مسح کرے اور اسطرح سے پانی مستعمل نہین ہو جاتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور یہ جو بعضون نے کہا کہ دونون کف کو اور سبابہ اور ابہام کو علٰحدہ رکھے اسکی تضعیف کی ہی بحرالرائق مین فلو ترکہ دوام علیہ اثم اور اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہو گیا یعنی اسواسطے کہ سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب کے ہی واذنیہ معا ولو بمائہ اور سنت ہی دونون کانون کا ساتھ مسح کرنا یعنی یہان تقدیم نہین مستحب نہین اگرچہ کانون کا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو م شارح نے اس کلام سے خلاف شافعی کیطرف اشارہ کیا

یعنی امام شافعی کے نزدیک کانون کے مسح کے واسطے نیا پانی ضرور ہی ہماری دلیل یہ حدیث ہی کہ الاذنان من الراس یعنی دونون کان سر مین داخل ہین تو سر کے ساتھ انکا بھی مسح چاہیے علامہ عینی نے اس حدیث کو شرح ہدایہ مین آٹھ صحابیون سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہین لیکن ابن عباسؓ کی حدیث جو دارقطنی مین ہی ابن قطان نے اسکو صحیح اور بزار نے اسکو جید کہا ہی انتہی لکن لو مس عمامتہ فلا بد من ماء جدید لیکن اگر مسح سر کے بعد پگڑی کو ہاتھ لگایا تو اب نیا پانی کانون کے مسح کے واسطے لینا ضرور ہی **والترتیب المذکور فی النص** اور سنت ہی وہ ترتیب جو نص قرآنی مین مذکور ہی یعنی اول چہرہ دھونا پھر دونون ہاتھ کہنیون تک پھر مسح سر کا کرنا پھر پانون دھونا ٹخنون تک وعند الشافعی رضی اللہ عنہ فرض وہو مطالب بالدلیل اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہی اور اُنسے دلیل فرضیت کا مطالبہ ہی م بحر الرائق مین بعد دلائل اور بحث کے کہا خلاصہ یہ ہی کہ عدم افتراض پر اقامت دلیل کی حاجت نہین کیونکہ وہ یعنی عدم افتراض اصل ہی اور اسکے مدعی سے دلیل کا سوال لیس ہی **والولاء بکسر الواو غسل المتاخر او مسحہ قبل جفاف الاول بلا عذر حتی لو فنی ماؤہ فمضی لطلبہ لا باس بہ** اور سنت ہی ولا بکسرہ واو یعنی پے درپے وضو کرنا عبارت ہی عضو متاخر کے دھونے سے یا مسح کرنے سے عضو اول کے خشک ہو جانے سے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو جیسا نچہ ہواے گرم اور تیز سے تو کچھ مضائقہ نہین یہانتک کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک گیا سو وہ اُسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہو گیا تو پے درپے کی سنت فوت نہو گی اس عذر سے م موالاۃ مین جدادی نے اعتدال ہوا اور اعتدال بدن اور عدم عذر کی قید لگائی ہی کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی طاری ہو گی اثناء وضو مین تو یہ مانع نہین پے درپے کی سنت ادا ہونے کو **ومثلہ الغسل والتیمم** اور وضو کے مانند غسل اور تیمم ہی کہ اُنکے افعال بھی پے درپے مسنون ہین اور اگر کسی عذر سے تتابع فوت ہو جائے تو کچھ ڈر نہین طحطاوی نے کہا تیمم مین بحث ہی کیونکہ اُسمین خشکی کو مانع موالاۃ قرار دینا متصور نہین **وعند مالک فرض** اور امام مالک کے نزدیک موالاۃ یعنی وضو کو پے درپے کرنا فرض ہی **ومن السنن الدلک وترک لطم الوجہ بالماء وغسل فرجہا الخارج** اور منجملہ سنتون کے عضو مغسول کا ملنا اور پانی کا اسراف چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نکرنا اور منھ پر پانی سخت نہ مارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دھونا مسنون ہی م حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ دہن کے مانند ہی تو جیسے دہن یعنی مُنھ کا دھونا وضو مین مسنون ہی اور غسل مین واجب ہی اسی طرح شرمگاہ کا دھونا انتہی اور ظاہر اشرمگاہ کا دھونا فقط حالت استنجا مین مسنون ہی نہ وضو کرنے کے وقت لیکن ظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتین مذکور کین اور شارح نے چار زیادہ کین کتب فقہ مین کم وبیش مذکور کرتے ہین بعضے استحباب کو سنن مین اور بعضے سنن کو مستحبات مین شمار کرتے ہین تحفہ مین اکیس سنتین وضو کی مذکور ہین اسطرح کہ استنجا کرنا ڈھیلون سے اور نیت اور تسمیہ اور غسل یدین الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین آداب سے تھا اور آپ کے زمانہ کے بعد سنت ہو گیا باجماع صحابہ تراویح کے مانند اور مضمضہ اور استنشاق اور دونون مین ترتیب اور ہر ایک کے واسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ اور استنشاق مین مبالغہ کرنا مگر صوم کی حالت مین اور مسواک کرنا مضمضہ کے وقت اور ترتیب اور موالات اور تثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور داہنے سے غسل شروع کرنا اور انگلیون کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھ پانون مین اور تخلیل اصابع اور استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایکبار مسح کرنا اور تثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانون کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے آب جدید سے اور تخلیل ریش ابو یوسف رح کے نزدیک اور مسح گردن مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک سنت ہی اور بعضون کے نزدیک ادب کذا فی العینی **ومستحبہ ویسمی مندوبا وادبا وفضیلۃ وہو ما فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام مرۃ وترکہ اخری وما احبہ السلف** اور وضو کے مستحب تیا من اور مسح رقبہ ہین اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی کہتے ہین اور مستحب وہ عمل ہی جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہ کیا اور وہ عمل جسکو سلف صالحین نے دوست رکھا اور پسند کیا م اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب ایک چیز ہین اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہی جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے گاہے گاہے ترک کیا اور مندوب وہ ہی جسکو ایک دو بار کیا جواز کی تعلیم کیواسطے ایسا ہی شرح نقایہ مین لیکن اس تعریف مین قصور ہی اسواسطے کہ جس فعل مین شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہوا جاتا ہی اور محیط مین مندوب کی وہ تعریف کی ہی جو بیان مستحب کی تعریف ہی کذا فی البحر نہر الفائق مین کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہی اور اُس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہی اور یہی قول ہی

داہنی طرف سے شروع کرنا ہاتھ پانون کے دھونے مین م صحاح ستہ مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے
شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے ہر چیز مین یہانتک کہ طہارت کرنے مین اور جوتے پہننے مین اور بالون کی کنگھی کرنے مین اور سب کامون مین ا و ر بخاری اور مسلم مین ابو ہریرہ سے
روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص جوتی پہنے تو چاہیے کہ داہنے پانون سے شروع کرے اور جب اُتارے تو بائین پانون سے
شروع کرے تاکہ داہنا پانون جوتے پہننے مین اول ہو اور اُتارنے مین آخر ہو اور انس سے روایت ہو کہ جب تو مسجد مین داخل ہو تو داہنے پانون سے ابتدا کر اور جب تو نکلے
تو بائین پانون سے ابتدا کر حاکم نے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہو لہذا باتفاق علما داہنے کی تقدیم مستحب ہو ہر ایک اُس امر مین جو از قسم تکریم کی ہو چنانچہ وضو مین اور
غسل مین اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے مین اور مسجد کے داخل ہونے مین اور مسواک کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن تراشنے اور موچھ کترنے اور بغل کے بال
اُکھاڑنے اور سر کے مونڈنے مین اور نماز کے بعد سلام پھیرنے مین اور بیت الخلا سے نکلنے مین اور کھانے اور پینے اور مصافحہ کرنے مین اور حجر اسود کے بوسہ لینے مین اور چیز کے
دینے اور لینے مین اور سوائے انکے جو اس قسم کے افعال ہین اور بائین کی تقدیم ہو امور مذکورہ کے مخالف کامون مین چنانچہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا مین جانا
اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ اور کپڑا اُتارنا اور مانند انکے اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایہ ولو مسحًا داہنے کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے مین ہو یعنی در صورت
موزہ پوشی یا جراحت کے مسح کرنے مین تیامن مستحب ہو لا الاذنین والخدین فیلغز ای عضوین لا یستحب التیامن فیہما تیامن مستحب نہین دونون کانون کے مسح مین اور
دونون رخسارون کے دھونے مین تو اسی وجہ سے پہیلی کیطرح پوچھتے ہین کہ وہ دو عضو کون ہین جنمین داہنے عضو کی تقدیم مستحب نہین م عنقریب شارح مذکور کرگیا ہو
کہ دونون کانون کا مسح ساتھ ہی سنت ہو اور اگر ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ مین زخم ہو کہ ساتھ ہی دونون کانون کا مسح نہین کرسکتا تو اب البتہ داہنے کان کو تقدیم ہو
کذا فی العالمگیریۃ و مسح الرقبۃ بظہر یدیہ اور مستحب ہو گردن کا مسح کرنا اپنے دونون ہاتھون کی پیٹھ سے یعنی اسواسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہین لا الحلقوم
لانہ بدعۃ حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہین کیونکہ وہ بدعت ہو م بدعت جب مطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہو نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی ومن
ادابہ عبر بمن لان لہ آدابا آخر اوصلہا فی الفتح الی نیف وعشرین واوصلہا فی الخزائن الی نیف وستین استقبال القبلۃ اور وضو کے آداب یعنی مستحبات سے وضو کے
وقت قبلہ رو بیٹھنا ہو شارح نے کہا مصنف من کا لفظ جو بعض پر دلالت کرتا ہو لایا اسواسطے کہ آداب وضو سوائے متن کے اور بھی ہین فتح القدیر مین آداب وضو کو بیس اور
کئی تک پہونچایا ہو اور مین نے خزائن الاسرار مین (جو پہلے شرح لکھی تھی اس متن کی) ساٹھ اور کئی آداب تک نوبت پہونچائی م ماتن نے پندرہ مستحبات ذکر کیے اور شارح نے آٹھ
زیادہ کیے اور طحطاوی محشی نے سوائے انکے چودہ بڑھائے تو سب، ۳۷ مستحب ہوئے مستحبات مذکورہ طحطاوی یہ ہین حالت استنجا مین اُس انگوٹھی کا اُتار رکھنا جسپر اللہ تعالی
یا اُسکے رسول کریم کا نام پاک ہو اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور دستگاہ آفتابہ کو تین بار دھونا اور آفتابہ وضو کو بائین طرف رکھنا اور اگر بڑا برتن طشت وغیرہ کے
مانند ہو اُسکو داہنی طرف رکھنا اور غسل کرنے مین آفتابہ کی دستگی پر ہاتھ رکھنا نہ اُسکے سر پر اور وضو کے جمیع افعال مین نیت کو ساتھ رکھنا اور وضو مین جلدی اور شتابی
نکرنا ایسا مذکور ہو فتاوی عالمگیری مین اور وضو کا برتن حاجت سے پہلے بھر رکھنا اور استنشاق کے وقت بائین ہاتھ سے ناک جھاڑنا اور بھون اور موچھ کے نیچے
پانی پہونچانا اور چہرہ دھونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ہاتھ پانون کا دھونا انگلیون کے سرون سے شروع کرنا ایسا مذکور ہو معراج
الدرایہ مین کذا فی الطحطاوی ودلک اعضائہ فی المرۃ الاولی اور مستحب ہو اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دھونے مین م مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات مین شمار کیا
اور خلاصہ مین کہا ہو کہ دلک اعضا ہمارے مذہب مین سنت ہو خصوصًا موسم سرما مین چنانچہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہو لہذا شارح نے دلک اعضا کو سنتون مین شمار کیا کذا
فی الطحطاوی وادخال خنصرہ المبلولۃ صماخ اذنیہ عند مسحہما اور مستحب ہو اپنی بھیگی چھنگلی کا داخل کرنا دونون کانون کے سوراخ مین اُنکے مسح کرنے کے وقت وتقدیمہ
علی الوقت لغیر المعذور اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی وہ معذور جسکا پیشاب اور ریح ہر وقت جاری ہو اُسکے حق مین تقدیم وضو کی مستحب نہین

مستحبات وضو

وہذہ احدی المسائل الثلث المستثناۃ من قاعدۃ الفرض افضل من النفل لان الوضوء قبل الوقت مندوب وبعدہ فرض اور یہ یعنی تقدیم وضو کا مسئلہ ایک ہی اُن تینون مسئلون سے جو مستثنیٰ ہین اس قاعدہ سے کہ فرض افضل ہی نفل سے اسواسطے کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہی اور وقت آنے کے بعد فرض ہی ہم قاعدہ مذکورہ سے تین مسئلے خارج ہین اسواسطے کہ انہین نفل یعنے مستحب افضل ہی فرض سے الثانیۃ ابراء المعسر مندوب افضل من انظارہ الواجب دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہی وہ افضل ہی مفلس کی مہلت دینے سے کہ وہ واجب ہی ہم مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب ہی بموجب اس آیت کے (و ان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ) یعنی اگر مدیون تنگدست ہو تو اُسکو مہلت دینا چاہیے کشادگی تک تو دیکھو یہان چھوڑنا جو مستحب تھا افضل ٹھہرا مہلت دینے سے جو واجب ہی الثالثۃ الابتداء بالسلام سنۃ افضل من ردہ وہو فرض تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ سلام کرنا سنت ہی سو افضل ہی سلام کے جواب دینے سے اور حالانکہ جواب دینا فرض کفایہ ہی ونظمہ من قال ؎ الفرض افضل من تطوع عابد ✽ حتی ولو قد جاء منہ باکثر ✽ الا التطہر قبل وقت وابتداء للسلام کذاک ابراء معسر ✽ اور مسائل ثلثہ کو نظم مین بیان کیا ہی جس شاعر نے یون کہا ہی کہ فرض افضل ہی عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اُسنے زیادہ تر کیا ہو فرض سے مگر طہارت کرنا وقت سے پہلے اور ابتداء سلام اسی طرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہی وقت آنے کے پہلے طہارت اور جواب دینے اور مہلت دینے سے وتحریک خاتمہ الواسع اور مستحب ہی کشادہ انگوٹھی کا گھمانا اور پھیرنا وضو کے وقت ومثلہ القرط اور یہی حال کان کی بالی کا یعنی غسل کے وقت اُسکا بھی پھیرنا مستحب ہی تاکہ پانی سوراخ کے اندر پہونچ جاوے وکذا الضیق ان علم وصول الماء والا فرض اور اسی طرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہی اگر اُسکے نیچے پانی کا پہونچنا معلوم ہو گیا ہو اور اگر پانی کا پہونچنا معلوم نہو تو اب تحریک اُسکی فرض ہی نہ مستحب وعدم الاستعانۃ بغیرہ الا لعذر اور غیر سے مدد نچاہنا وضو مین مستحب ہی مگر معذور کو استعانت مخالف استحباب نہین ہی عذر یہ کہ برتن بھاری ہی اُٹھ نہین سکتا یا کہ وضو کرنے والا بیمار اور ضعیف ہی کذا فی الطحطاوی واما استعانۃ علیہ الصلوۃ والسلام بالمغیرۃ فلتعلیم الجواز اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مدد چاہنا وضو مین مغیرہ بن شعبہ صحابی سے جواز استعانت کی تعلیم تھی ہم یہ جواب ہی اُس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر سے خلاف استحباب ہوتی تو حضرت سے واقع نہوتی جواب دیا کہ یہ امر تعلیم جواز کے واسطے تھا اور شارع کو تعلیم افضل ہی مستحب سے کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث مین ہی کہ مین حضرت کے ساتھ سفر مین تھا اور آپ شامی جبہ تنگ آستین کا پہنے تھے تنگی آستین سے ہاتھ نہ نکل سکا آپ نے اسفل آستین سے ہاتھ نکالا سو مین نے پانی ڈالا آپ نے وضو کیا اور موزون پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہی امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کی وجہ سے استعانت تھی اور بعضون نے کہا سفر کی جہت سے کذا فی العینی وعدم التکلم بکلام الناس الا لحاجۃ تفوتہ اور مستحب ہی وضو مین نہ بولنا آدمیون کی سی بات کا مگر اُس حاجت کیواسطے بولنا خلاف استحباب نہین جو بدون بولے فوت ہوتی ہو والجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الماء المستعمل اور مستحب ہی وضو کرنے کو اونچے مکان پر بیٹھنا مستعمل پانی سے بچنے کو اگرچہ صحیح قول مین مستعمل پانی طاہر ہی لیکن اختلاف سے بچنے مین احتیاط ہی وعبارۃ الکمال وحفظ ثیابہ عن التقاطر وہی اشمل اور شیخ کمال الدین صاحب فتح القدیر کی عبارت یون ہی کہ بچانا کپڑون کا تقاطر سے مستحب ہی اور یہ عبارت بنسبت ماتن زیادہ تر صورتون کو شامل ہی اسواسطے کہ کبھی وضو کرنے والا اونچے مکان پر ہوتا ہی اور چھینٹون سے نہین بچتا کذا فی الطحطاوی والجمع بین نیۃ القلب وفعل اللسان اور مستحب ہی جمع کرنا دل کی نیت مین اور زبان کے لفظ مین یعنی دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہون رفع حدث[1] یا استباحہ صلوۃ یا امتثال امر کیواسطے ہذہ رتبۃ وسطی بین من سن التلفظ بالنیۃ ومن کرہہ لعدم نقلہ عن السلف اور یہ یعنی زبانی قول کو مستحب کہنا میانہ روی ہی دو قول مین ایک قول اس شخص کا جو سنت کہتا ہی زبانی نیت کرنے کو چنانچہ امام شافعی اور دوسرا قول اُسکا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہی کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ اور تابعین سے منقول نہین ہم یعنی استحباب رتبہ ہی سنت کہنے اور مکروہ کہنے کے درمیان تو جمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کا متوسط رتبہ ٹھہرا وخیر الامور اوسطہا[2] والتسمیۃ کما مر عند غسل کل عضو وکذا الممسوح اور بسم اللہ کہنا چنانچہ مذکور ہو چکا ہر عضو کے دھونے کے وقت مستحب ہی اور اسی طرح مسح کرنے کے وقت ہم ابتداء وضو مین بسم اللہ کہنا سنت ہی اور ہر عضو کے

[1] رفع حدث یعنے وضو سے رفع کرنیکو بے وضو ہونے سے اور استباحہ صلوۃ سے یعنے نماز کے مباح ہو جانے کیلیے اور امتثال امر یعنے حکم ماننے کے واسطے ۱۲

[2] اسطہا اور بہتر کام درمیانی ہوتے ہین ۱۲

مین ہم شرح الطحطاوی مین ہر کہ مضمضہ کرنے کے وقت کہے (اللہم اعنی علی تلاوۃ القرآن وذکرک وشکرک وحسن عبادتک) ور استنشاق کیوقت کہے (اللہم ارحنی رائحۃ الجنۃ) اور چہرہ دھونے کے وقت کہے (اللہم بیض وجہی یوم تبیض وجوہ اولیاءک) اور داہنے ہاتھ دھونے کے وقت کہے (اللہم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا) اور بایان ہاتھ دھونے کے وقت کہے (اللہم لاتعطنی کتابی بشمالی ولامن وراء ظہری) اور سر کے مسح کرنے کے وقت کہے (اللہم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لاظل الا ظل عرشک) اور کانون کے مسح کرنے کے وقت کہے (اللہم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ) اور گردن کے مسح کرنے کے وقت کہے (اللہم اعتق رقبتی من النار) اور دونون پانون دھونے کے وقت کہے (اللہم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام) رافعی شافعی نے کہا کہ یہ خبر صالحین سے مروی ہر اور محی الدین نووی نے روضہ مین کہا کہ اس دعا کی کچھ اصل نہین ابن صلاح نے کہا کہ اسمین کوئی حدیث صحیح نہین مین کہتا ہون مستغفری نے دعوات مین اور صاحب فردوس نے اور ابن عساکر نے اسمین بطریق ضعیفہ علی مرتضی رض سے روایت کی ہر اور ابن حبان نے ضعفا مین انس رض سے اور مستغفری نے براء بن عازب کی حدیث سے اسیطرح کی روایت کی اور اسناد اُسکی واہی اور ضعیف ہر کذا فی العینی وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ الصلوۃ والسلام من طرق قال محقق الشافعیۃ الرملی فیعمل بہ فی فضائل الاعمال وان انکرہ النووی اور البتہ ادعیۂ مذکورہ کی حدیث کو ابن حبان وغیرہ نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی ہر چند طریقون سے محقق شافعی مذہبون کے یعنی شمس الدین محمد رملی نے کہا تو ایسی حدیث پر عمل کرنا چاہیے اعمال کے فضائل مین اگرچہ محی الدین نووی شافعی نے اسکا انکار کیا ہر ہم جب حدیث ضعیف کے چند طریقے اسناد کے ہوئے تو ایک دوسرے کی تقویت کرتا ہر تو وہ حدیث صرف ضعیف نہین رہتی بلکہ وہ مرتبہ حسن کو چڑھجاتی ہر اہل حدیث اسکو حسن لغیرہ کہتے ہین ابن حجر نے شرح اربعین مین لکھا کہ فضائل اعمال مین عمل بحدیث ضعیف اسواسطے جائز ہوا کہ اگر وہ حدیث نفس الامر مین صحیح ہر تو عمل کرنے سے اُسکا حق ادا ہوا اور اگر صحیح نہین ہر تو عمل کرنے سے تحلیل اور تحریم کا کچھ فساد مترتب نہوا اور نہ غیر کی حق تلفی ہوئی ایک حدیث مین وارد ہر کہ جسکو میری طرف سے ثواب عمل کرنے کا پہونچا سو اُسنے اُسپر عمل کیا تو اسکو اجر ملیگا اگرچہ مین نے اُسکو نکہا ہو کذا فی الطحطاوی شارح نے رملی کو موصوف بصفت محقق شافعیہ کہا تا کہ خیر الدین رملی حنفی کا لوگون کو دھوکا نہو شیخ عابد سندھی مدنی نے طوالع الانوار حاشیہ در المختار مین تصریح کی ہر کہ محقق شافعیہ سے مراد شمس الدین محمد رملی ہر فائدہ یہ فائدہ شارح نے مناسب مقام کے بیان کیا شرط العمل بالحدیث الضعیف عدم شدۃ ضعفہ حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی شرط ہر کہ نہایت ضعیف نہو ہم شدید الضعیف وہ حدیث ہر جسکا کوئی طریقہ کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہو قال الطحطاوی کذا قال ابن حجر وان یدخل تحت اصل عام اور یہ شرط ہر کہ قاعدہ کلیہ شرعی کے تحت مین ہو ہم وہ قاعدہ بیان دعا کی مطلوبیت ہر کیونکہ دعا کرنا عام ہر ہر وقت مین کذا فی الطحطاوی وان لایعتقد سنیۃ ذلک الحدیث اور یہ شرط ہر کہ اس حدیث ضعیف کے مسنون ہونے کا اعتقاد نہو یعنی یہ یقین نکرے کہ یہ قولاً یا فعلاً حضرت سے ثابت ہر لیکن علی سبیل الاحتمال کوئی مانع نہین کذا فی الطحطاوی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال ولا روایتہ الا اذا قرن ببیان وضعہ اور موضوع حدیث پر عمل کرنا تو کسی حال مین جائز نہین اور اُسکا نقل کرنا جائز ہر مگر جبکہ نقل کے ساتھ اُسکے موضوع ہونے کو بیان کردے تو اس شرط سے البتہ روایت درست ہر چنانچہ اسیطرح بیان موضوعات مین محدثین نے کتابین تالیف کی ہین ہم موضوع جھوٹی حدیث کو کہتے ہین اور افترا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بالاتفاق حرام ہر اور بعضون نے اُسکو کفر کہا ہر حدیث صحیح مین وارد ہر جسنے مجھپر جوڑ کے وہ کہا جو مین نے نہین کہا تو وہ شخص اپنا نشست گاہ دوزخ مین سے ٹھہرا دے کذا فی الطحطاوی والصلوۃ والسلام علی النبی بعدہ ای بعد الوضوء لکن فی الزیلعی ای بعد کل عضو اور مستحب ہر صلوۃ اور سلام کا کہنا نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر بعد وضو کے لیکن زیلعی مین وضو کے ہر عضو کے بعد درود پڑھنے کو مستحب کہا ہر وان یقول بعدہ ای الوضوء اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین اور مستحب ہر کہ وضو کے بعد یہ دعا پڑھے (اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین) ہم مسلم مین عمر فاروق رض سے روایت ہر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کامل کرے پھر کہے (اشہد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ) اُسکے واسطے آٹھون دروازے بہشت کے کھولے جاوین جس دروازہ سے چاہے بہشت مین داخل ہو ترمذی کی روایت مین اتنا اور زیادہ ہر

اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین) لیکن اسکی اسناد مین اضطراب ہے اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری سے یون روایت ہے کہ جو وضو کرے پھر کہے (سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک) تو لکھا جاویگا ورق مین پھر اسپر مہر ہوگی اور نہ ٹوٹیگی قیامت کے دن تک اس روایت کے رفع اور وقف مین اختلاف ہے لیکن نسائی اور طبرانی نے اسکے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور نووی نے جواذکار اور شرح مہذب مین مرفوع اور موقوف ہونے کی تضعیف کی سو غلط ہے اسلیے کہ موقوف کے صحیح ہونے مین شک نہین کذا فی العینی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادة مین نسائی اور ابن السنی سے ابو موسی اشعری کی روایت کی کہ مین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وضو کا پانی لایا آپنے وضو کیا پھر مین نے سنا کہ آپ فرماتے تھے (اللھم اغفرلی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی وان یشرب بعدہ من فضل وضوئہ کماء زمزم مستقبل القبلة قائما او قاعدا اور مستحب ہے وضو کے بعد کچھ وضو کا بچا پانی پینا زمزم کے پانی کے مانند قبلہ رو کھڑے ہو کر یا بیٹھکر وفیما عداہما یکرہ قائما تنزیہا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے یعنی اسواسطے کہ اسمین طب کی راہ سے مضرت ہے نہ دین کی راہ سے کذا فی الطحطاوی وعن ابن عمر کنا ناکل علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین کہاتے تھے چلنے کی حالت مین اور پیتے تھے کھڑے ہوئے ہم شارح نے اس روایت سے ثابت کیا کہ کھانا چلتے ہوئے اور پینا کھڑے ہوے جائز ہے ورخص للمسافر شربہ ماشیا اور اجازت ہے مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوئے ومن الآداب تعاہد موقیہ وکعبیہ وعرقوبیہ واخمصیہ اور مستحبات سے ہے خبرگیری اپنی دونون آنکھونکے کویون کی اور دونون ٹخنون کی اور دونون ایڑیون کی اور دونون تلوون کے اندر کی یعنی وضو کے اندر ان مقامون مین پانی پہونچانا اور انسے غافل نرہنا مستحب ہے اسواسطے کہ اونچے نیچے ہونے کے سبب سے ان مقامات مین کبھی تھوڑی خشکی باقی رہجاتی ہے ولہذا احادیث صحیح بخاری ومسلم مین وارد ہے کہ (ویل للاعقاب من النار) یعنی خرابی ہے ایڑیون کے واسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیون مین خشکی رہگئی وضو کرنے مین غفلت سے واطالة غرتہ وتحجیلہ اور مستحب ہے دراز کرنا چہرہ اور ہاتھ پانون کے دھونے کا یعنے اعضا مغسولہ کے حدود معینہ سے زیادہ دھونا مستحب ہے صحیحین اور نسائی مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا کہ میری امت غرا محجلین آوینگے وضو کے آثار سے سو جس سے ہوسکے اپنا غرہ بڑھانا وہ کرے اور دوسری روایت مین ہے کہ ابو ہریرہ نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دھویا اور دونون ہاتھون کو دھویا یہانتک کہ قریب تھا کہ دونون مونڈھون تک پہونچا پھر دونون پانون دھوئے پنڈلیون تک پھر حدیث مذکور پڑھی غرہ کہتے ہین گھوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحجیل کہتے ہین اسکے ہاتھ پانون کی سفیدی کو اور یہ زینت ہے گھوڑے کے حق مین تو حدیث مین غرہ اور تحجیل استعارہ ہے انسان کے واسطے وضو کے آثار مین کذا فی التیسیر یعنے متوضی کا چہرہ اور ہاتھ پانون روشن ہونگے وضو کے اثر سے تو حدود معینہ سے زیادہ کرنا مستحب ٹھہرا طحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونون ہاتھون کا دھونا نصف بازو تک اور پانون کا دھونا نصف ساق تک مستحب ہے وغسل رجلیہ بیسارہ اور مستحب ہے دونون پانون کا دھونا بائین ہاتھ سے وبلہما عند ابتداء الوضوء فی الشتاء اور مستحب ہے دونون پانون کا پانی سے چپڑنا ابتدا وضو مین جاڑے کے موسم مین ہم فتاوی عالمگیری مین بدائع سے تعمیم اعضاء مذکور ہے اسطرح کہ خلف بن ایوب نے کہا کہ لائق یون ہے کہ سرما مین اعضا کو پانی سے چپڑے تیل ملنے کی طرح پھر اسپر پانی روان کرے اسواسطے کہ سرما مین پانی عضو پر خوب نہین پھیلتا ہے کذا فی الطحطاوی والتمسح بمندیل اور مستحب ہے اعضا کو پوچھنا رومال سے ہم یعنے موضع استنجا کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہے ایسا ہے فتح القدیر مین اور عالمگیری مین ہے کہ باقی اعضاء وضو کو نہ پونچھے اُس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچھا تو اور کپڑے سے پونچھنا درست ہے اور معراج مین ہے کہ لائق یہ ہے کہ بمبالغہ نہ پونچھے کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچھنے مین علما کا اختلاف ہے سو ہمارا مذہب یہ ہے کہ لاباس بہ یعنی کچھ مضائقہ نہین اور ترک افضل ہے اور امام شافعی کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ مکروہ نہین لیکن اسکا نکرنا مستحب ہے اور بعضون نے کہا کہ موسم گرما مین مکروہ ہے اور سرما مین سردی کے عذر سے مکروہ نہین اور ابن شاہین نے جو ناسخ اور منسوخ مین عدم تمسح کی حدیث روایت کی ہے اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوة والسلام کے پونچھنے کی روایت کی ہے سو دونون حدیثین ضعیف ہین انتہی ما فی العینی مختصرا وعدم نفض یدہ اور مستحب ہے ہاتھ کا نہ جھاڑنا اسواسطے کہ جھاڑنا طہارت کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی

٥٢ تیری بیان کرتا ہون تیری ہی واسطے حمد اور تیری حمد کے ساتھ مین گواہی دیتا ہون کہ کوئی معبود نہین سوا تیرے تجھسے مغفرت چاہتا ہون اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہون ١٢ ٥٣ الٰہی بخشدے میرے بلیے میرے گناہ اور وسیع کردے میرے واسطے میرے مکان مین اور برکت دے میرے رزق مین ١٢

وقراۃ سورۃ القدر اور مستحب ہو سورہ انا انزلنا کا پڑھنا وضو کے بعد شارح فیہ نے اسپر بہت ثواب ذکر کیا ہو کذا فی الطحطاوی وصلوۃ رکعتین فی غیر وقت کراہۃ
اور مستحب ہی بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سوائے وقت کراہت کے ہم اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہین صحیح مسلم وغیرہ مین عقبہ بن عامر سے مروی ہو کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے اچھی طرح سے پھر کھڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑھے دونون رکعتون پر متوجہ ہو کر اپنے دل اور
چہرے سے مگر اُسکے واسطے جنت واجب ہوگئی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول یعنے حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہو ویکرہ لطم الوجہ او
غیرہ بالماء تنزیہا اور مکروہ تنزیہی ہو چہرہ وغیرہ پر پانی کو زور سے مارنا والتقتیر والاسراف اور حاجت سے کم وبیش کرنا کمی کی صورت یہ ہو کہ غسل اعضا
مین تیل کے مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح اعضا پر تین بار پانی کو روان کرے ومنہ الزیادۃ علی الثلث اور منجملہ اسراف کے ہو تین بار سے زیادہ دھونا لیکن
تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو کے قصد سے زیادت درست ہو چنانچہ مذکور ہو چکا ہم بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی مین حدیث صحیح ثابت ہو
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات مین کم وبیش بھی آیا ہو اور صاع چار مد کا ہوتا ہی
اور مد دو رطل کا اور رطل بیس استار کا ہر استار ساڑھے چار مثقال کا اور مد اور من شرعی ایک ہی چیز ہو آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام خود پانی وضو کا کم خرچ
کرتے اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت مین وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو مین تعدی اور تجاوز حد سے کرین اور فرماتے تھے کہ وضو کا ایک
شیطان ہو نام اُسکا ولہان ہو تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سفر السعادۃ وشرحہ آب چونکہ ہر مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہو تو مد اور من شرعی لکھنو کے
سیر کے حساب سے تخمیناً تین پاؤ پختہ کا ہوا اسواسطے کہ لکھنو کا پختہ سیر ۹۶ روپے کا ہو اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے غسل سنت ہو تین سیر سے زائد کا ہوا
عادت ہوگئی ہو پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اسقدر پانی مین متحیر ہوتے ہین اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے سے باحتیاط وضو کرین اسطرح سے کہ بدن پر پانی گرے
زمین پر بیفائدہ نگرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہو اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ سنت پر عمل کرنے کا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ سے اجتناب فیہ
تحریما لو بماء النہر والمملوک لہ پانی مین اسراف مکروہ تحریمی ہو اگر نہر کے پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہین حرام
سے قریب ہو اور محمد رح کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہو بعینہ اما الموقوف علی من یطہر ومنہ ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والون پر وقف کیا گیا اور
وقف کی قسم سے ہو مدرسون کا پانی سو اسمین تو اسراف کرنا حرام ہو بالاتفاق وتثلیث المسح بماء جدید اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہو اما بماء واحد
فمندوب او مسنون اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہو یا مسنون چنانچہ منح الغفار مین زیلعی سے منقول ہو ہم ہدایہ مین اسکو مشروع کہا ہو اور عینی نے
کہا کہ مسنون ہونے کی بھی امام سے روایت ہو اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہو انتہی ومن منہیاتہ التوضی بفضل ماء المرأۃ اور وضو کی ممنوعات سے
عورت کے وضو یا غسل کے باقی رہے پانی سے وضو کرنا ہم اسواسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھ تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہو کہ اکثر عورتون کو نجاست سے محافظت کم تر
ہوتی ہو اور یہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہو کذا فی الطحطاوی او فی موضع نجس لان لماء الوضوء حرمۃ یا مکروہ ہو وضو کرنا ناپاک مکان مین اسلیئے کہ وضو کے پانی کی
کچھ حرمت ہو ہم طحطاوی نے کہا اور یہ بھی وجہ ہو کہ وہان نجاست کی چھینٹون کے پڑنے کا خوف ہو اوفی المسجد الا فی اناء یا مکروہ ہو وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد مین
برتن کے اندر وضو جائز ہو او فی موضع اعد لذلک یا وضو جائز ہو مسجد کے اُس مکان مین جو وضو کرنے کو بنایا گیا چنانچہ اس ملک مین مسجد کے لب فرش وضو
کے واسطے بنائے ہین والقاء النخامۃ والامتخاط فی الماء اور مکروہ ہو تھوکنا اور سنکنا پانی مین یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہ کراہت تنزیہی ہو اسواسطے
کہ اسکے ترک کرنے کو مستحبات مین شمار کیا ہو وینقضہ خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر منہ ای من المتوضی الحی اور وضو کو توڑتا ہو نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والی کا
زندہ وضو کرنے والے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہو اور کبھی جیم کو کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہم نجس بفتح جیم عین نجاست کا نام ہو اور بکسر جیم اسکا نام ہو جو ناپاک
ہو تو یہ عام تر ہو تو متن مین دونون طرح ہو سکتا ہو مگر فتحہ جیم کا الیق ہو کہ تکلف سے دور ہو اور لغت کی راہ سے دونون مین کچھ فرق نہین جیسا کہ مغرب اللغات مین ہو زند کی

مقدار صاع و مد حساب سے وزن سے

نواقض وضوء

قید سے مردہ نکل گیا اسواسطے کہ خروج نجاست کا مردہ سے ناقض اُسکے وضو کا نہین بلکہ موضع نجاست کا دھونا چاہیے کذا فی الطحطاوی معتاداً او لا نجس خارج عادت کی
چیز ہو چنانچہ بول اور براز یا عادت کی چیز نہ ہو چنانچہ خون کا نکلنا من السبیلین او لا بول و براز کی راہ سے نجاست نکلے یا نہین الی مایطہر بالبناء للمفعول ای
مالیحقہ حکم التطہیر ناقض وضو ہی نکلنا نجاست کا اُس مقام تک بدن سے جو طاہر کیا جاتا ہی یعنی جسکے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہی وضو یا غسل مین ثم المراد بالخروج
من السبیلین مجرد الظہور پھر اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہونا ہی بدون سیلان کے یعنے جب نجاست بول اور براز کی راہ سے ظاہر ہوئی
خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگر سیلان نہو مع محیط مین ہی کہ حد خروج کی انتقال ہی باطن سے ظاہر کی طرف اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی مگر بسبب سیلان
کرنے کے موضع نجاست سے اسیلیے خروج کی تعبیر سیلان سے کی برخلاف اُسکے اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سرے پر کہ وہ وضو کی ناقض ہی اگرچہ سائل نہوئی
اسواسطے کہ راس سبیلین نجاست کا مکان نہین ہی وہان تو نجاست آتی ہی اپنے مکان اصلی سے منتقل ہو کر تو انتقال نجاست کا ظہور سے معلوم ہوا تو ظہور کو
خروج کے قائم مقام کر دیا کذا فی الدرر للملا خسرو وفی غیرہما عین السیلان اور سبیلین کے سواے مین خروج بعینہ سیلان ہی یعنی بہنا یہی نکلنا ہی ھم سیلان یعنی بہنے
کی حد یہ ہی کہ نجاست زخم کے اوپر آوے پھر وہان سے ڈھلجاے ایسا بیان کیا ہی ابو یوسف رح نے اسواسطے کہ جبتک اُغدار یعنی سر زخم سے ڈھلنا پایا نجائیگا تو اپنے
مکان سے نجاست کا انتقال نہوگا کیونکہ جبتک خون سر زخم کے موازی اور سامنے ہی وہی اُسکا مکان اصلی ہی اور اسی تقریر سے معلوم ہو گیا کہ غیر سبیلین مین خروج
عین سیلان ہی کذا فی الدر الحاصل سبیلین مین خروج نجاست کا تحقق فقط ظاہر ہو جانے سے ہوتا ہی اگرچہ سیلان نہو اور غیر سبیلین مین یعنی زخم وغیرہ مین خروج
ثابت نہوگا بدون سیلان کے ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض والا لا اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوۃ ہو یعنی بہنے کی لیاقت اور
قابلیت رکھتا ہو تو ناقض ہوگا اسلیے کہ فقیہون نے کہا ہی کہ اگر خون نکلنے کو پونچھتا رہا اور بہنے نہ دیا لیکن اگر نہ پونچھتا تو بہتا تو ایسا خون وضو کو توڑتا ہی اور
جو ایسا نہین وہ ناقض نہین یعنی اگر بہنے کے لائق نہین وہ وضو کو نہین توڑتا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج جیسے وضو کو نہین توڑتا وہ خون
جو بہا آنکھ کے اندر یا زخم کے اندر یا ناڑے کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطے کہ ان مواضع کا دھونا نہ وضو مین لازم ہی نہ غسل مین یہ مخترز ہی قولہ یلحقہ حکم التطہیر کالدمع
وعرق الا عرق مدمن الخمر فناقض علی ما سیذکرہ المصنف ولنا فیہ کلام اور جیسے انسوا اور پسینا وضو کو نہین توڑتا اسلیے کہ نجس نہین مگر دائم الخمر کا پسینا تو وضو
کا ناقض ہی بنا بر اُس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب فوائد شتے مین اور ہمکو اُسمین گفتگو ہی ھم حاصل کلام شارح یہ ہی کہ وہ قول ضعیف اور تخریج غریب ہی
تو اعتماد کے لائق نہین کذا فی الطحطاوی وخروج غیر نجس مثل ریح او دودۃ او حصاۃ من دبر اور وضو کو توڑتا ہی نکلنا پاک چیز کا مقعد سے چنانچہ
ہوا یا کیڑا یا پتھری ھم ریح اگرچہ ناپاک نہین قول صحیح مین چنانچہ زاہدی وغیرہ مین ہی مگر وضو کی ناقض ہی نجس کی مجاورت کے سبب سے اور کیڑے اور پتھری
وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہی لیکن انکا نکلنا سبیلین سے ناقض وضو ہی چنانچہ درر مین مصرح ہی کذا فی المنح لا خروج ذلک من جرح ناقض وضو نہین نکلنا
ریح اور کیڑے اور پتھری کا زخم سے ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاۃ اور ناقض وضو نہین نکلنا ریح کا اُس عورت کی فرج سے جو مفضاۃ نہین ہی
اما ہی فیندب لہا الوضوء وقیل یجب وقیل لو منتنۃ لیکن مفضاۃ کو تو وضو کرنا مستحب ہی فرج کے ریح نکلنے سے اور بعضون نے کہا واجب ہی اور بعضون نے کہا کہ اگر
بدبو ہی ریح مین تو واجب ہی وضو اور نہین تو نہین ھم مفضاۃ وہ عورت ہی جسکی دونون راہین ایک ہو گئین درمیان کا پردہ پھٹ کر وذکر لانہ اختلاج اور ناقض وضو نہین
ناڑے کی ریح اسواسطے کہ یہ اختلاج ہی یعنی عضو کا پھڑکنا ہی درحقیقت خروج ریح نہین ھم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ فرج اور ذکر
کی ریح اسواسطے وضو کی ناقض نہین کہ وہ نجاست کے مقام سے نہین اُٹھی اور ریح ناقض نہین ہوتی مگر اسی وجہ سے اور یہ وجہ نہین ہی کہ ریح خود نجس ہی
حتے لو خرج ریح من الدبر وہو یعلم انہ لم یکن من الاعلی فہو اختلاج فلا ینقض یہانتک کہ اگر خارج ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہی کہ اوپر
سے نہین اتری تو وہ بھی اختلاج ہی درحقیقت خروج نہین تو ناقض وضو نہوگا کذا فی المنح عن الخلاصۃ وانما قید بالریح لان خروج الدودۃ

لے لیکن شارح نے جو
کہا تھا کہ اُس مقام
تک بھی جسکو پاک کرنے
کا حکم لاحق ہو تو خون
وہ ناڑون سے احتراز
کے لیے تھا ۱۲ *

والحصاۃ منہما ناقض اجماعا کما فی الجوہرۃ اور مصنف نے ریح کی قید نہین لگائی مگر اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہی

بالاتفاق چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہم اسی طرح حاشیہ مین مصرح ہی اور سراج وہاج مین اسپر اجماع نقل کیا ہی لیکن زیلعی نے اُس کیڑے مین جو فرج سے نکلا ہی

خلاف نقل کیا ہی اور اسیطرح شارح وقایہ نے کذا فی المنح ولا خروج دودۃ من جرح او اذن او انف او فم وکذا لحم سقط منہ لطہارتہما وعدم

السیلان فیما علیہما وہو مناط النقض اور وضو کو نہین توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا مُنہ سے اور اسی طرح ناقض وضو نہین وہ

گوشت جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ بہنے اُس رطوبت کے جو اُن دونون پر ہی اور سیلان یہی مدار ہی وضو توڑنے کا

یعنی غیر سبیلین مین م زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہی گوشت سے اور گوشت پاک ہی برخلاف اُس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہی اور گوشت

کی طہارت اُس شخص کے حق مین ہی اسواسطے کہ فقہا نے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار کے مانند ہی مگر اُسی زندہ کی ذات کے حق مین یہانتک کہ اگر اسکو

وہ لیے رہیگا تو نماز اسکی فاسد نہو گی تو حلبی کا یہ اشکال ساقط ہو گیا کہ گوشت یعنے ساقط گوشت نجس ہی نہ طاہر کذا فی الطحطاوی والمخرج بعصر والخارج

بنفسہ سیان فی حکم النقض علے المختار کما فی البزازیۃ قال لان فی الاخراج خروجا فصار کالفصد وفی الفتح عن الکافی انہ الاصح واعتمدہ القہستانی وفی القنیۃ

وجامع الفتاوی انہ الاشبہ ومعناہ انہ الاشبہ بالمنصوص روایۃ والراجح درایۃ فیکون الفتوی علیہ اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑے سے نکالا گیا دابنے

اور نچوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونون برابر ہین وضو توڑنے کے حکم مین بنا بر قول مختار کے چنانچہ بزازیہ مین ہی اسکے مصنف یعنی بزازی نے کہا

اسواسطے کہ نکالنے مین نکلنا بھی ثابت ہی یعنی خروج اخراج کو لازم ہی تو نکلنا فصد کے مانند ہو گیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہی باوجود اخراج کے اور فتح القدیر

مین کافی سے منقول ہی کہ مخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہی اور اسپر قہستانی شارح نقایہ نے اعتماد کیا ہی اور قنیہ اور جامع الفتوی مین ہی کہ یہی قول اشبہ ہی

اور اشبہ کا مطلب یہ ہی کہ قول مذکور زیادہ تر مشابہت رکھتا ہی اُس قول سے جو منصوص ہی روایت کی راہ سے یعنی فصد سے اور اُس قول سے جو راجح ہی

اور اک عقلی کی راہ سے تو بموجب نقول مذکورہ کے اسی پر فتوی ہو گا م مخرج کا ناقض ہونا عالمگیری مین وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہی اور حسن جلبی کے

حاشیہ شرح وقایہ مین بھی قول تتمہ اور خلاصہ اور کافی اور شمس الائمہ سرخسی سے مذکور ہی حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے

قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہی اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر مین تفرقہ ثابت کیا ہی لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت مین مخرج کے ناقض ٹھہرانے مین

احتیاط ہی اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کے مصنف اسکو ناقض نہین کہتے وینقضہ قی ملا فاہ بان یضبط بتکلف اور ناقض وضو قی ہی منہ بھر

اسطرح پر کہ بہت تکلف سے منہ کے اندر تھم سکے م اور ینابیع مین کہا کہ قول صحیح یہ ہی کہ منہ بھر کے قی وہ ہی جسکے روکنے پر قدرت نہو کذا فی الطحطاوی من مرۃ بالکسر

ای صفراء او علق ای سوداء قی مذکور ناقض ہی صفراء سے ہو یا سودا سے مرہ بکسر میم وتشدید راء عبارت ہی صفراء سے یعنے زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین ولام

عبارت ہی سودا سے م قاموس مین ہی کہ علق بالتحریک خون ہی مطلق یا نہایت سُرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہان خون بستہ مراد ہی خون بستہ کی

قید اسلیے لگائی کہ اگر خون سائل ہو تو ناقض ہی اگرچہ منہ بھر کے قی نہو انتہی قولہ شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہان علق سے خون بستہ مراد ہی اسواسطے کہ خون

بستہ نہین ہوتا مگر احتراق سے ہر خلط سودا ہو جاتا ہی تو علق خون حقیقی نرا سودا ہو گیا کذا فی العینی واما العلق النازل من الراس فغیر ناقض اور جو خون

بستہ کہ سر سے اُترا وہ تو وضو کو نہین توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر یا قی ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہونچ گیا

اگرچہ اُسمین نہ ٹھہرا فوراً اگر پڑا ناقض ہی وضو کا م اور حسن کا قول یہ ہی کہ اگر طعام اور پانی فوراً گر پڑا تو ناقض نہین مجتبی مین اسکو مختار کہا ہی اور معراج

الدرایہ مین اسکی تصحیح کی ہی تو یہان دونون قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہی کذا فی الطحطاوی وہو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ

ہو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الحلبی اور وہ قی مذکور نجس مغلظ ہی اگرچہ شیر خوار لڑکے نے قی کی ہو دودھ پی کر فوراً یہی قول صحیح ہی بسبب

ملجانے نجاست معدے کے ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے یعنی کھانا اور پانی اور دودھ جو فوراً قی ہو گیا وہ ناپاک ہو گیا ہی پیٹ کی نجاست سے مخلوط ہو کر ولو ہو فی المری
فلا ینقض اتفاقاً کقی حیۃ او دود ککثیر لطہارتہ فی نفسہ اور کھانا یا پانی یا دودھ مری میں یعنی طعام اور شراب کے مجری میں تھا پیٹ تک نہیں پہونچا اور قی ہو گیا
تو وضو کا توڑنا بالاتفاق ثابت نہیں جیسے کیچوے یا بہت سے کیڑون کی قی ناقض نہیں بسبب پاک ہونے ہر واحد کے اپنی ذات میں یعنی اور جسقدر
کہ نجاست اُنپر ہی وہ قلیل ہی مُنھ بھر کے نہیں کذا فی الطحطاوی کما رفم النائم فانہ طاہر مطلقاً بہ یفتی جیسے سوتے آدمی کی رال ناقض نہیں اسواسطے کہ وہ
پاک ہی ہر طرح اسی کا فتوی ہی ہم رال مطلقاً پاک ہی خواہ سر سے اُترے یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ بدبودار ہو یا نہو اور اس اطلاق کے مقابل وہ قول ہی
ابو نصر کا مختار کہ جو رال پیٹ سے زرد رنگ بودار ہو وہ قی کے مانند ہی اور جو سر سے اُترے وہ پاک ہی تجنیس مین ہی کہ رال پاک ہی کسیطرح کی ہو اور اسی قول پر فتوی ہی
کذا فی الطحطاوی بخلاف ما رفم المیت فانہ نجس کقی عین خمر او بول وان لم ینقض لقلتہ لنجاستہ بالاصالۃ لا بالمجاورۃ برخلاف میت کی رال کے اسواسطے کہ
وہ نجس ہی جیسے نفس شراب یا پیشاب کی قی اگرچہ وہ ناقض نہو قلت کی وجہ سے بسبب ناپاک ہونے شراب یا پیشاب کے اپنی اصل مین نہ پیٹ کی نجاست
ملجانے سے برخلاف اور چیزون کے کہ وہ اختلاط نجاست سے ناپاک ہو جاتی ہین ذات اُنکی ناپاک نہین لا ینقضہ قی من بلغم علی المعتمد اصلاً نہین توڑتی
وضو کو بلغم کی قی مطلقاً بنا بر قول معتمد کے ہم بلغم خواہ سر سے اُترا خواہ پیٹ سے چڑھا مُنھ بھر کے ہو یا کم مخلوط بطعام ہو یا نہو مگر جبکہ طعام سے مُنھ بھر ہو ایسا ہی بحر
اور منح میں اور شارح کا قول علی المعتمد اُس بلغم کی طرف راجع ہی جو پیٹ سے چڑھا ہیلیے کہ جو بلغم سر سے اُترا اُسمین اتفاق ہی علی الصحیح کذا فی الطحطاوی الا المخلوط بطعام
فیعتبر الغالب مگر وہ بلغم جو طعام کے ساتھ مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہی تو ناقض وضو نہین اور اگر طعام غالب ہی تو ناقض ہی ہم بہتر یہ تھا
کہ شارح طعام کی پری دہن کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحر الرائق نے کیا تا کہ اُس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہو اور باوجود اسکے مُنھ کو بھردے لہذا
صاحب بحر نے غلبہ طعام کو اسطرح بیان کیا کہ حالت انفراد مین مُنھ کو بھردے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولو استویا فکل علیحدۃ اور اگر بلغم اور
طعام دونون برابر مین تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہی یعنی اگر طعام بقدر پری دہن کے ہی تو ناقض ہی اور نہین تو ناقض نہین و ینقضہ دم مائع من جوف
او فم غلب علی بزاق حکماً للغالب اور وضو کو توڑتا ہی وہ پتلا خون پیٹ یا مُنھ کا جو غالب ہو گیا تھوک پر اسواسطے کہ غالب پر حکم ہوتا ہی او ساواہ احتیاطاً
یا خون برابر ہی تھوک کے تو بھی ناقض ہوگا احتیاط کی راہ سے ہم خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہ علامت ہی کہ تھوک سرخ ہوگا اور مغلوب ہونے کی نشانی
یہ ہی کہ تھوک زرد ہوگا کذا فی شرح الوقایہ والبحر لا ینقضہ المغلوب بالبزاق اور وہ خون وضو کو نہین توڑتا جو تھوک سے کم ہی والقیح کالدم اور پیپ خون کے
مانند ہی وضو توڑنے کے حکم مین یعنی اگر پیپ تھوک سے غالب ہی یا برابر ہی تو ناقض ہی اور اگر کم ہی تو ناقض نہین والاختلاط بالمخاط کالبزاق اور خون و پیپ کا
رینٹ سے ملنا تھوک کے ملنے کے برابر ہی حکم مذکور مین یعنی غالب اور مساوی ناقض ہی اور مغلوب ناقض نہین وکذا ینقضہ علقۃ مصت عضواً او امتلأت
من الدم ومثلہا القراد ان کان کبیراً لانہ حینئذ یخرج منہ دم مسفوح سائل اور اسی طرح وضو کو توڑتا ہی وہ کیڑا اور جونک جسنے عضو کو چوسا اور خون سے
بھر ہو گیا اور چیچڑی جونک کے برابر ہی وضو توڑنے مین بشرطیکہ بڑی چیچڑی سے دم مسفوح یعنی روان خون نکلتا ہی جونک کے مانند کذا فی الخانیۃ والا یکن العلقۃ والقراد
کذلک لا ینقض کبعوض وذباب کما فی الخانیۃ لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چیچڑی ایسی نہو کہ اُس سے خون جاری نکلے تو وہ ناقض وضو نہین مچھر اور
مکھی کے کاٹنے کے مانند چنانچہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان مین مذکور ہی کہ وضو نہین ٹوٹتا خون سائل کے نہونے سے وفی القہستانی لا ینقض مالم یتجاوز الورم
اور قہستانی مین ہی کہ خون ناقض نہین جبتک ورم سے تجاوز نکرے ہم بحر الرائق مین شیخ الاسلام کے مبسوط سے منقول ہی کہ سر زخم ورم کر گیا پھر اُس سے
پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو ناقض نہوگا جب تک ورم سے تجاوز نکرے اسواسطے کہ موضع ورم کا دھونا واجب نہین تو تجاوز نہوا اُس موضع کی طرف جسکو
تطہیر کا حکم لاحق ہی طحطاوی نے کہا یہ حکم اُس صورت کو مخصوص ہی جہان دھونا ورم کو ضرر کرتا ہی اور اگر ضرر نہین کرتا تو دھونا ورم کا واجب ہوگا انتہٰے

قول تو اس صورت مین تجاوز ورم سے بھی وضو ٹوٹیگا کما لایخفی ولو شد بالرباط ان نفذ البلل للخارج نقض اور اگر زخم کو پٹی سے باندھا اگر تراوت باہر کی
طرف توڑ آئی تو وضو کی ناقض ہو م فتح القدیر مین ہو اسکا مطلب یون سمجھنا واجب ہو کہ وہ زخم ایسا ہو کہ اگر پٹی نہوتی تو بہتا اسواسطے کہ اگر قبین
زخم پر بھرے سو تر ہو جاوے ناپاک نہین ہوتا جبتک ویسا نہو کیونکہ وہ حدث نہین کذا فی الطحطاوی ویجمع متفرق القی ویجعل کقے واحد لاتحاد السبب
یعنے زخم بہتا نہو
وہو الغثیان عند محمد وہو الاصح لان الاصل اضافۃ الاحکام لاسبابہا الا لمانع کما بسط فی الکافی اور متفرق ق کو جو منھ بھر کے نہین الکل سے جمع کیجیے
اور ایک ق اسکو ٹھہرائے مسبب کے متحد ہونے سے اور سبب ق کا متلی ہو محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار تھوڑی تھوڑی ق آئی اور
مجموع کرنے سے پری دہن کو پہونچی ہو تو وضو کی ناقض ہو محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہو اسواسطے کہ نسبت کرنا احکام کا اُنکے اسباب کی طرف اصل ہو
مگر یہ کہ اسباب کیطرف نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو اب سبب کیطرف نسبت نہوگی چنانچہ اسکی تشریح کافی مین ہو م مانع کی مثال چنانچہ سجدۂ تلاوت ہو جبکہ
اسکا سبب مکرر ہو مجلس واحد مین کیونکہ اگر یہان سبب معتبر ہو تو تداخل فوت ہوتا ہو اسواسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہو سجدہ کا اور غیر اصح قول ہو ابو یوسف
کا یعنے جمع متفرق کے واسطے اُنکے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہو وکل مالیس بحدث اصلا بقرینۃ زیادۃ الباء کقی قلیل ودم لو ترک لم یسل لیس بنجس عند الثانی
اور جو چیز حدث نہین یعنی ناقض وضو کی نہین کسی طرح سے چنانچہ تھوڑی ق اور خون جو اُسکو چھوڑ دیے تو سائل نہو تو وہ ناپاک نہین ابو یوسف رح کے نزدیک
شارح نے کہا حدث مین اصلا کی قید ہمنے لگائی باء جارہ کے زائد ہونے کے قرینہ سے م اسواسطے کہ باء جارہ کی زیادت خبر کے عموم نفی پر دلالت کرتی ہو
علم نحو کے قاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے سے اُس حدث سے احتراز ہوا جو معذور سے خارج ہوتا ہو وقت نماز کے خارج ہونے سے پہلے اسواسطے کہ مثلاً
معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق مین حدث نہین لیکن وہ ناپاک ہو اسواسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق مین حدث ہو تو اصلا کی قید لگانے سے
وہ داخل نہ رہا اس کلیہ کے تحت مین بالجملہ کلیہ مذکور صحیح ہو کہ جو کسی وجہ سے ناقض وضو نہین وہ ناپاک نہین اور اسکا عکس درست نہین یعنی جو نجس نہین وہ
حدث نہین اسواسطے کہ نوم اور اغما اور ریح نجس نہین مگر حدث ہین یعنی ناقض وضو ہین کذا فی الطحطاوی در رہین ہو کہ ق قلیل اسواسطے نجس نہین کہ امعاء معدہ
سے خارج ہوتی ہو اور وہ نجاست کا مکان نہین ہو اور قلیل خون غیر مسفوح ہو یعنی سائل نہین تو بفحوائے آیۂ کریمہ (اَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا) حرام نہوا تو نجس بھی نہوگا اور آدمی
یاخون بہتا ہوا ۱۲
کا غیر مسفوح خون جو حرام ہو تو وہ مبنی ہو اسکے گوشت کی حرمت پر تو نجاست کا موجب نہوگا اسواسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہو نہ نجاست کی وجہ سے تو
آدمی کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہو اگرچہ وہ حرام ہو وہو الصحیح رفقا باصحاب القروح خلافا لمحمد اور قلیل ق اور خون کا نجس نہونا یہی قول صحیح ہو زخمیون کی
آسانی کے واسطے برخلاف محمد رح کے یعنی اُنکے نزدیک ق قلیل اور خون قلیل ناپاک ہو وفی الجوہرۃ یفتی بقول محمد رح لو المصاب مائعا اور جوہرہ نیرہ قدوری کی
شرح مین ہو کہ محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاے اگر سائل چیز مین قلیل ق یا خون ملگیا یعنی اگر پانی وغیرہ مین تھوڑا خون ملگیا تو اُسکو ناپاک جانیے اور اگر کپڑے
وغیرہ خشک چیز مین لگے تو اُسکو پاک سمجھیے وینقضہ حکما نوم اور نیند وضو کو توڑتی ہو حکم شرع کی راہ سے م شارح نے حکما کے لفظ کو زیادہ کر کے اشارہ کر دیا کہ مصنف
نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا یزیل مسکتہ ای قوتہ الماسکۃ بحیث تزول مقعدتہ من الارض وہ نیند ناقض وضو ہو جو آدمی
کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی ریح کو روکتا ہو زائل کر دے اسطرح پر کہ اُسکی مقعد زمین سے ملجاے م صحیح قول یہ ہو کہ نوم فی نفسہ ناقض نہین
بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہو اسلیے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج شی سے خالی نہین اور جو ثابت ہو عادت
سے وہ متیقن کے مانند ہو وہو النوم علی احد جنبیہ او ورکیہ او قفاہ او وجہہ اور نوم ناقض سونا ہو ایک کروٹ پر یا ایک سرین پر ٹیک دیکر یا چت یا پٹ یعنی
یہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہو قوت ماسکہ کے زائل ہو جانے سے والا ای وان لم یزل مسکتہ لاینقض وان تعمد فی الصلوۃ او غیرہا علی المختار
اور اگر ویسی نیند نہین یعنے اُسکی قوت ماسکہ کو زائل نہین کیا تو وہ نیند ناقض وضو کی نہین اگرچہ آدمی قصداً سو گیا ہو نماز مین یا غیر نماز مین

بنابر قول مختار کے م علی المختار صلوٰۃ کیطرف راجع ہی اور غیر مختار ابو یوسف رح کا قول ہی کہ جب نماز مین عمداً سو و یگا تو وضو نہ رہیگا کذا فی الطحطاوی کالنوم

قاعداً ولو مستنداً الی مالو ازیل لسقط علی المذہب نوم غیر ناقض جیسے دونون سرین پر بیٹھکر سونا اگرچہ ایسی چیز کے سہارے سے سو گیا ہو کہ اگر اسکو
ہٹا لیجیے تو سونے والا گر پڑے بنابر درست مذہب کے م شارح نے نیند کی اُن اقسام کی اب تفصیل شروع کی جنسے وضو نہین ٹوٹتا ہدایہ مین سہارے
کی نیند مذکور کو ناقض مین شمار کیا ہی اور اسکے شارحون نے کہا کہ طحطاوی نے اسکو اختیار کیا ہی مبسوط کی اصل روایت مین نہین ہی اور محیط مین ہی کہ اگر زمین پر
مستقر نہو تو ناقض ہی اور اگر مستقر ہو تو ناقض نہین یہی قول صحیح ہی کذا فی الدرر او ساجداً علی الہیئۃ المسنونۃ ولو فی غیر الصلوٰۃ علی المعتمد ذکرہ الحلبی یا سونا سجدہ
کرنے مین سنت کے طور پر اگرچہ نماز کے سوا مین اسطرح سو گیا ہو وضو نہین جاتا قول معتمد پر ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے م سجدہ مسنون کی صفت یہ ہی کہ پیٹ اونچا رکھے رانون
سے اور بازو علیحدہ ہون پہلو سے اسواسطے کہ اسطرح مین استمساک باقی ہی اور استطلاق منعدم ہی اور بعضون نے کہا کہ نماز مین ہر طرح کا سجدہ ناقض نہین اور غیر نماز
مین سجدہ مسنونہ ناقض نہین کذا فی الطحطاوی در رہین ہی اور اسیطرح قیام اور رکوع کی حالت مین سونا وضو کا ناقض نہین او متورکا یا سرین پر سونا اسطرح
کہ دونون پانون ایک جانب کو پھیلائے اور دونون سرین زمین پر جائے او محتبیا و راسہ علی رکبتیہ یا سونا اوکڑ و بیٹھکر اسطرح کہ دونون پنڈلیان چھاتی سے
ملجاوین کپڑا لپیٹ کر یا دونون ہاتھون سے تھام کر اور سر گھٹنون پر ہو طحطاوی نے کہا اگر سر گھٹنون پر نہو تو بطریق اولی ناقض نہین او شبہ المنکب یا سونا
اوندھے کے مانند اسطرح کہ دونون سرین رکھے ایڑیون پر اور پیٹ رانون پر اور ہو گیا اوندھے کے مشابہ ایسا ذکر کیا بحر الرائق مین اور اسمین گفتگو[عہ] ہی کذا فی الطحطاوی
او فی محمل او سرج او اکاف یا سونا عماری مین یا زین یا پالان پر م طحطاوی نے خلاصہ سے نقل کیا کہ محمل مین کھڑے یا بیٹھے سونا ناقض نہین انتہی خانیہ مین ہی
کہ اگر جانور کی پیٹھ پر زین یا پالان مین سو گیا وضو نہین ٹوٹا کیونکہ مفاصل ڈھیلے نہین ہو گئے اور اگر دونون سرین کو ایڑیون پر رکھکر سو گیا جسطرح کہ اکڑ تا ہی
تو اُسپر وضو نہین ابو یوسف رح کے نزدیک اور بعضون نے کہا کہ امام محمد کے نزدیک بھی او الدابۃ عریاناً فان حال الہبوط نقض والالا اور جو سوار ہی اس
حال مین کہ جانور کی پیٹھ برہنہ ہی تو اگر اوتار پر ہی یعنے بلندی سے نشیب کو آتا ہی تو ناقض وضو ہی ورنہ ناقض نہین م اسلیے کہ نیچے اترنے پر سوار آگے جھکتا ہی
تو سرین اُٹھ جاتے ہین تو استمساک جو مانع خروج ریح تھا باقی نہ رہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑھنے مین یہ بات نہین تو وضو قائم رہیگا ولو نام قاعداً یتمایل
فسقط ان انتبہ حین سقط فلا نقض بہ یفتی کناعس یفہم اکثر ما قیل عندہ اور جو بیٹھے سو رہا تھا جھوم جھوم کر پھر گر پڑا اگر گرتے ہی جاگ پڑا تو ناقض وضو نہین
اسی قول پر فتوی ہی جیسے وضو نہین ٹوٹتا اُس اونگھنے کا جو سمجھتا جاتا ہی اکثر اُن باتون کو جو اسکے پاس ہو رہی ہین کذا فی الخانیۃ م خانیہ مین ہی
کہ اگر چار زانو سو یا کسی چیز پر بیٹھ کر ٹیک کر شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ ناقض نہو گا انتہی ما فی الخانیہ حاصل مقام یہ ہی کہ اگر استرخا مفاصل نہین ہوا
اور عدم زوال قوت ماسکہ کی دلیل قائم ہی چنانچہ قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ وغیر ذلک من المذکورات مین تو وضو قائم ہی ورنہ قائم نہین والعتہ
لا ینقض اور اختلال عقلی اور اختلاط کلامی ناقض وضو نہین م عتہ بفتح اول وسکون ثانی آفت ہی موجب اختلال عقل اسطرح پر کہ شخص مختلط الکلام فاسد التدبیر
ہو جاتا ہی مگر وہ کسی کو نہین مارتا ہی اور نہ گالی دیتا ہی ایسا مذکور ہی بحر الرائق مین اور معتوہ کا وضو اسواسطے صحیح ہوا کہ فقہا نے اسکی صحت عبادت پر حکم کیا ہی
اگرچہ وہ عبادت کا مکلف نہین جیسے طفل عاقل کی عبادت صحیح ہی گو وہ مکلف نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً کنوم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسے انبیا
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیند وضو کو نہین توڑتی م قنیہ مین مصرح ہی کہ ناقض وضو نہونا نوم کا حضرات انبیا کی خصوصیات سے ہی ولہذا صحیحین مین وارد ہی کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سوئے یہانتک کہ سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر اُٹھے اور نماز پڑھی بدون وضو کے اسواسطے کہ دوسری حدیث مین فرمایا ہی کہ میری آنکھین
سوتی ہین اور میرا دل نہین سوتا اور اسپر اعتراض نہین لگتا اُس حدیث کا کہ لیلۃ التعریس[عہ] مین حضرت سو گئے تھے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا تھا اسواسطے کہ دل
مبارک جاگتا تھا احداث بدنی سے آگاہ تھا اور طلوع آفتاب کا ادراک دل سے متعلق نہین آنکھ کا یہ کام ہی سو آنکھ تو سوتی تھی ایسا مشہور ہی محدثین اور

عہ گفتگو یہ ہی کہ جب چار زانو بیٹھنے سے وضو نہین ٹوٹتا تو اسطرح سونے سے بطریق اولیٰ نہ ٹوٹنا چاہیے چنانچہ بعض کتب مین منقول ہی کہ اسطرح سونے سے وضو نہین رہتا ۱۲ منہ

عہ تعریس آخر شب مین مقام کرنے کو کہتے ہین ایک سفر مین سرور کائنات صلعم نے حضرت بلال کو منزل پر پہرہ کے لیے فرمایا اور آپ استراحت کو لیٹے بلال پہرہ پر سو گئے یہانتک کہ نماز صبح قضا ہو گئی اس شب کو لیلۃ التعریس کہتے ہین ۱۲

فقہا کی کتابون مین علامہ ابو سعود نے کہا علاوہ یہ ہی کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ نوم کے سوا اور نواقض کا یہی حکم ہی تو اسوقت مین حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو کرنا امتون کی تشریع کے واسطے تہا مگر منجملہ نواقض کے اغما اور غشی مستثنی ہین کذا فی الطحطاوی وہل ینقض اغماؤہم وغشیہم ظاہر کلام المبسوط نعم اور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہی یا نہین جواب اسکا ظاہر کلام مبسوط سے یہ ہی کہ ہان ناقض ہی وہم اغما یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہی جس سے قوت ضعیف ہو جاتی ہی اور عقل زائل نہین ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہی برخلاف جنون کے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتا ہی اور غشی یہ ہی کہ قوت محرکہ اور حساسہ معطل ہو جاے بسبب قلب ضعیف ہو جانے کے گرسنگی وغیرہ سے چنانچہ قہستانی مین ہی تو غشی نوم کے برابر ہی زوال اختیار اور فوت قدرت مین بلکہ نوم سے زائد ہی اسواسطے کہ نائم جگانے سے ہوشیار ہو جاتا ہی اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہی اسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ونقضہ اغماء ومنہ الغشی اور وضو کو توڑتا ہی اغما اور اسکی قسم سے ہی غشی یعنے اغما اور غشی دونون ناقض ہین **وجنون** اور جنون یعنے دیوانگی ناقض وضو ہی جنون عبارت ہی زوال عقل سے اور اسکا ناقض ہونا ظاہر ہی باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سے کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہو جاتا ہی لہذا انبیا علیہم الصلوۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہین اور اغما صحیح ہی اسواسطے کہ عقل اسمین مغلوب ہی نہ مسلوب کذا فی العینی وسکر یدخل فی مشیہ تمایل ولو باکل الحشیشۃ اور ناقض وضو ہی وہ نشا کہ مست اپنی چال مین ادہر ادہر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کہانے سے نشا حاصل ہوا ہو نشا اور مستی عبارت ہی اس سرور سے جو عقل پر غالب ہو جاے بعض مسکرات کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہین کر سکتا مگر اسکی عقل زائل نہین ہو جاتی اسی واسطے وہ خطاب شرع کے لائق باقی رہتا ہی یہی قول تحقیق ہی اور بعضون نے کہا کہ مستی کا سرور (نشہ لانے والی) عقل کو زائل کر دیتا ہی اور باوجود زوال عقل کے اسکا مکلف ہونا بطریق زجر اور توبیخ کے ہی کذا فی الطحطاوی **وقہقہۃ** اور قہقہہ یعنے ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہی بشروط آئندہ ہم قیاس اسکو چاہتا ہی کہ قہقہہ ناقض نہو اسواسطے کہ وہ خارج نجس نہین اور یہی مذہب ہی شافعی اور مالک اور احمد وغیرہم کا اور ہمارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہی جو چھ صحابیون سے مرفوع مروی ہی از انجملہ ایک طریق یہ ہی جو معجم طبرانی مین ابو العالیہ ابو موسی اشعری سے راوی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑہاتے تہے کہ ایک کم نظر آدمی آیا اور اس گڑہے مین گر پڑا جو مسجد مین تہا بس بہت لوگ جو نماز مین تہے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والون کو فرمایا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کرین اور بیہقی نے خلافیات مین مانند اسکے روایت کی پھر اس حدیث کو معلول کہا اسطرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہین کیا مین کہتا ہون بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہوا اسواسطے مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی اور مرسل ابو العالیہ کا صحیح ہی اور عجب یہ ہی احمد بن حنبل سے اسواسطے کہ انکا مذہب یہ ہی کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہین قیاس پر سو یہان انھون نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا کذا فی العینی مختصرا او تمام البیان فیہ ہی ما یسمع جیرانہ قہقہہ وہ ہنسی ہی جسکو پاس کے لوگ سنین اور ضحک وہ ہنسی ہی جسکو آپ آدمی سنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا حکم یہ ہی کہ وہ وضو کا ناقض نہین نماز کا مبطل ہی اور تبسم وہ ہنسی ہی جسمین مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کھل جاوین اسکا حکم یہ ہی کہ نہ وضو اس سے جاتا ہی نہ نماز بالغ ولو امراۃ سہوا یقظان قہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہی اگرچہ عورت ہو گو بھول کر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبی ونائم بل صلوتہما بہ یفتی تو لڑکے اور سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نکریگا بلکہ دونون کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتوی ہی مصلی ولو حکما کالبانی ناقض وضو ہی قہقہہ اس جاگتے جوان کا جو نماز پڑھتا ہی خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہو یا نمازی کا حکم رکھتا ہو بانی کے مانند بانی وہ شخص ہی جسکا وضو نماز مین ٹوٹا پھر وضو کرنے کو گیا اس قصد سے کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کرونگا سو وضو کرنے کے بعد قہقہہ مار کے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضیخان بطہارۃ صغری ولو تیمما صلوۃ مستقلۃ نماز پڑھتا ہو اس طہارت صغری کے ساتھ جو بالاستقلال آئی ہی نہ در ضمن غسل اگرچہ تیمم ہو ہم طہارت صغری عبارت ہی وضو اور تیمم سے اور طہارت کبری عبارت ہی غسل سے فلا یبطل وضوء فی ضمن الغسل تو باطل نہوگا وہ وضو قہقہہ سے جو تمام بدن کے دہونے کے ضمن مین حاصل ہو ہم اور اگر اول وضو کر کے غسل کریگا

تو ظاہر او وضو مستقل ہو کذا فی الطحطاوی لکن رجح فی الخانیۃ والفتح والنہر النقض عقوبۃ لہ وعلیہ الجمہور کما فی الذخائر الاشرفیۃ لیکن خانیہ اور فتح اور نہر الفائق مین
وضو ضمنی کے نقض کو راجح کہا ہو ہنسنے والے کو سزا دینے کے واسطے ذخائر اشرفیہ مین کہا کہ جمہور اسی قول پر ہین کہ وضو نہین رہتا صلوۃ کاملۃ بالغ
مذکور پوری نماز پڑھتا ہو وے ہم نماز کامل سے مراد رکوع سجود والی نماز ہو یا جو رکوع وسجود کے قائم مقام ہو چنانچہ اشارہ معذور کا یا سوا کا تو نماز جنازہ
اور سجدہ تلاوت مین قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹیگا لیکن وہ نماز اور سجدہ باطل ہوگا ولو عند السلام عمداً فانہا تبطل الوضوء لا الصلوۃ خلافاً لزفر کما حررہ
فی الشرنبلالیۃ اگرچہ سلام کے وقت عمداً قہقہہ کیا اسواسطے کہ یہ قہقہہ وضو کو باطل کرتا ہو نہ نماز کو برخلاف زفر کے چنانچہ شرنبلالیہ نے شرح وہبانیہ مین اسکو
لکھا ہو ہم عمداً کی قید اسواسطے لگائی تا خروج بصنعہ محقق ہو تو اس سے نماز باطل نہوئی اور وضو ٹوٹ گیا اسواسطے کہ نماز کے جزو اخیر مین قہقہہ پایا گیا ولو قہقہ
امامہ او احدث عمداً ثم قہقہ المؤتم ولو مسبوقاً فلا نقض اور اگر مقتدی کے امام نے قہقہہ کیا یا عمداً حدث کیا پھر مقتدی نے قہقہہ کیا اگرچہ مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا
وضو نہین ٹوٹتا اسواسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصداً سے نماز باطل ہوگئی تو مقتدی کا قہقہہ خارج نماز کے واقع ہوا اور خارج نماز کے قہقہہ ناقض نہین
بخلاف ما بعد کلامہ عمداً فی الاصح برخلاف اُس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہوا امام کے عمداً کلام کرنے کے بعد قول اصح مین ہم یعنی اگر امام نے قصداً کلام کیا پھر
مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول مین مقتدی کا وضو ٹوٹ جاویگا وجہ فرق قہقہہ اور کلام مین یہ ہو کہ کلام قاطع ہو نماز کا نہ مفسد اسواسطے کلام سے
نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہین ہوگئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہوئی تو قہقہہ مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا لہذا وضو نہ رہا برخلاف قہقہہ امام یا عمداً
حدث کے کہ اُسنے طہارت کو فاسد کردیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد نہوئی تو قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا کذا فی الطحطاوی ومن مسائل
الامتحان لو نسی الباقی المسح فقہقہ قبل قیامہ للصلوۃ انتقض لا بعدہ لبطلانہا بالقیام الیہا اور آزمائش کے مسئلون سے ایک یہ مسئلہ ہو کہ اگر باقی مثلاً
مسح کرنا سر یا موزے کا بھول گیا پھر اُسنے قہقہہ مارا نماز مین شروع کرنے سے پہلے تو اُسکا وضو ٹوٹ گیا یعنے اسواسطے کہ نماز کے اندر قہقہہ واقع ہوا اور اسواسطے
کہ باقی کا وضو کے واسطے آنا جانا نماز مین داخل ہو اور جو بعد شروع کرنے نماز کے ہنسا تو وضو نہین ٹوٹا بسبب باطل ہوجانے نماز کے نماز کے شروع کرنے سے کیونکہ
نسیان مسح سے طہارت نہوئی تو بے طہارت نماز پڑھنے سے نماز باطل ہوگئی تو قہقہہ خارج نماز کے ٹھہرا ہم یعنے اگر سائل چاہے کہ مسئول کو آزماوے کہ اُسکو
علم اس مسئلہ کا ہو یا نہین تو یون پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہو کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو ناقض نہو اور جب خارج نماز کے صادر ہو تو ناقض ہو حالانکہ امر
بالعکس ہو کذا فی الطحطاوی ومباشرۃ فاحشۃ بتماس الفرجین ولو بین المرأتین والرجلین مع الانتشار للجانبین المباشر والمباشر ولو بلا بلل علی المعتمد
اور ناقض وضو ہو کھلی مباشرت دونون شرمگاہون کے بھڑجانے سے اگرچہ یہ امر دو عورتون مین واقع ہو یا دو مردون مین استادگی کے ساتھ جانبین یعنی
لگانے والا اور جسکے لگا یا دونون کے وضو کی ناقض ہو اگرچہ مباشرت مذکورہ مین مذی کی تراوت نہو بنا بر معتمد قول کے ہم یہ قول شیخین کا ہو اور محمد رح نے کہا کہ مباشرت
فاحشہ ناقض نہین جبتک کچھ نہ نکلے اور صاحب حقائق نے اسکو صحیح کہا ہو لیکن یہ تصحیح معتمد نہین اسلیئے کہ تحفہ مین تصریح کی چنانچہ اُسکو شارح منیہ نے نقل کیا کہ
شیخین کا قول صحیح ہو اور یہی قول متون فقہ مین مذکور ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر مین کہتا ہون فتاوی عالمگیری مین جو ینابیع سے محمد رح کے قول پر فتوی اور
نصاب سے تصحیح اسکی نقل کی ہو وہ بھی بقول صاحب بحر متون کے مخالف ہونے سے لائق اعتماد کے نہین قنیہ مین ہو کہ عورت کے وضو ٹوٹنے مین انتشار آلہ مرد
معتبر نہین کذا فی العالمگیریۃ لا ینقضہ مس ذکر لکن یغسل یدہ ندباً نہین توڑتا وضو کو نائزہ کا چھونا لیکن مستحب ہو کہ ہاتھ دھو ڈالے ہم بُسرہ بنت صفوان
کی حدیث مین مس ذکر سے نقض وضو مذکور ہو اور طلق بن علی عن ابیہ کی حدیث مین جسکو سوائے ابن ماجہ کے اصحاب سنن نے روایت کیا ہو نقض وضو مذکور نہین
ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث اصح اور احسن ہو اور یحیی بن معین وغیرہ نے بسرہ بنت صفوان کی حدیث کو ضعیف کہا ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً او امرأۃ وامرد اور ناقض
وضو نہین عورت کا چھونا اور لڑکے بے ریش کا ہم امام شافعی رح کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو ہو بدلیل قولہ تعالی (اولامستم النساء) ہماری دلیل یہ ہو کہ

ف ۱م یعنی نماز سے باہر ہونا
ف ۲م یعنی بعد سلام ۱۲
ف ۳م یعنی ایک یا دو رکعت کے بعد آکر ملا ہو ۱۲
الفاظ حدیث کے یہ ہین من مس ذکرہ فلیتوضأ یعنی جو اپنا نائزہ چھوئے وہ وضو کرے اس حدیث مین وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہو بوجہ مطابقت حدیث طلق بن علی کے ۱۲

لمس جب مقارن ہو عورتون سے تو جماع مراد ہوتا ہی اور صحیح مسلم مین حضرت عائشہ رض کا چھونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پانون کا نماز کے اندر ثابت ہی اور صحیحین مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہٹانا عائشہ صدیقہ رض کے پانون کا نماز مین ثابت ہی لکن یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذہبہ یعنی وضو کرلینا مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہی تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصاً امام کے حق مین یعنے اسواسطے کہ امام کے پیچھے موافق اور مخالف سب نماز پڑھتے ہین تو مقتدیون کی رعایت کرنا خوب بات ہی لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ فی مذہبہ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا اپنے مذہب مین لازم نہ آوے م شارح نے استدراک کیا اُس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو مراعات مقتدیون کے مذہب کی مستحب ہی خواہ اس مسئلے مین یا اسکے غیر مین والا اس مسئلے مین تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہین کذا فی الطحطاوی عن الحلبی کما لاینقض لو خرج من اذنہ ونحوہا کعینہ وثدیہ قیح ونحوہ کصدید وماء سرۃ وغیرہ لا بوجع جیسے وضو نہین ٹوٹتا اگر متوضی کے کان سے اور مانند اُسکے چنانچہ اسکی آنکھ یا پستان سے بدون درد کے پیپ نکلا اور اُسکے مانند چنانچہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ اور زرد آب نکلا ناقض نہوگا بدون درد کے وان خرج بہ ای بوجع نقض لانہ دلیل الجرح اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کے ساتھ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہی م بحرالرائق مین کہا کہ پانی مین یہ تفصیل البتہ خوب ہی اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہین ہوتا نہرالفائق مین اسکا جواب دیا کہ ممکن ہی کہ زخم چنگا ہو کر پیپ نکلا ہو اور درد کا نہونا ہی صحت کی علامت ہی فتاوی عالمگیری مین ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے شمس الائمہ حلوانی کا فتوی نقل کیا ہی اور کہا ہی کہ اسطرح ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج مین مذکور ہی تو صاحب بحر کا شبہہ لائق التفات کے نہین رہا فدمع من بعینہ رمد او عمش ناقض فان استمر صار ذا عذر مجتبی والناس عنہ غافلون جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھ خارج ہو وہ ناقض ہی تو آنسو اُس شخص کا جسکی آنکھ اُٹھنے آئی اور دُکھتی ہی یا ایسی چوندھی اور چپڑی کہ اکثر پانی بہا کرتا ہی ناقض وضو ہی اور اگر آنسو بہنا دائمی ہوگیا تو یہ شخص معذور ہوگیا اور معذور کا حکم باب الحیض مین معلوم ہوگا ایسا مذکور ہی مجتبے مین اور لوگ اِس مسئلے کے حکم سے غافل ہین یعنے اس آنسو کو ناقض وضو نہین جانتے ہین م فقہا نے کہا ہی جسکی آنکھ سے رمد یا عمش سے آنسو جاری ہوا اسکو ہر وقت نماز کے وضو کرنے کا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہ تعلیل اسکی مقتضی ہی کہ یہ استحباب کا امر ہی صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہی بقرینہ مرض اسیطرح فتح القدیر مین ہی اور مجتبی مین اسکی وجہ یون بیان کی ہی کہ شاید پلکون کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی کما ینقض لو حشی احلیلہ بقطنہ وابتل الطرف الظاہر ہذا لو القطنۃ عالیۃ او محاذیۃ لراس الاحلیل وان تسفلۃ عنہ لاینقض جیسے ناقض وضو ہی اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ مین روئی بھر دی ہو اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہ نقض وضو کا حکم اُس صورت مین ہی کہ اگر روئی سوراخ کے سرے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سرے سے نیچی ہی اور طرف ظاہر تر ہوجاے تو تر ہونا ناقض نہوگا اسواسطے کہ خروج متحقق نہوا وکذا الحکم فی الدبر والفرج الداخل اور اسی طرح کا حکم ہی مقعد اور فرج داخلی کی روئی کا یعنی اگر وہان کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہی تو طرف ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہی م غنیۃ المصلی مین ہی کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج مین ہی اور تر ہوگیا تو وضو ٹوٹا نافذ ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان ابتل الطرف الداخل لاینقض اور اگر روئی وغیرہ کی اندر کی طرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہین ولو سقطت فان رطبۃ انتقض والا لا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنے گر پڑی تو اگر تر ہی تو وضو ٹوٹا اور اگر تر نہین تو نہین ٹوٹا وکذا لو ادخل اصبعہ فی دبرہ ولم یغیبہا اور اسی طرح کا حکم ہی اگر انگلی مقعد مین داخل کی اور ساری انگلی غائب نہین کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو نہین ٹوٹا فان غیبہا او ادخلہا عند الاستنجاء بطل وضوءہ وصومہ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی یا پانی سے استنجا کرتے داخل کی تو وضو اور روزہ اُسکا باطل ہو گیا م شارح کے کلام مین لف ونشر مرتب ہی تو بطلان وضو کا اُنگلی غائب کرنے سے متعلق ہی اور بطلان صوم ادخال حالت استنجا سے متعلق ہی اسواسطے کہ جب انگلی غائب ہوئی تو ملوث نجاست سے نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا

کرنے مین انگلی داخل کی تو پانی کا داخل ہونا پیٹ مین لازم آیا صوم باطل ہوگیا کذا فی الطحطاوی بعضون نے لف ونشر کا دھیان نہین کیا تو شارح پر
اعتراض کیا کہ انگلی کے داخل کرنے سے اگر تر نہو تو صوم باطل نہین ہوتا شارح نے یہ کیا کہا حالانکہ شارح کا مطلب یہ ہی کہ انگلی غائب کرنے سے وضو باطل
ہوتا ہی نہ صوم اور ادخال حالت استنجا سے صوم باطل ہوتا ہی فروع مسائل ملحقہ شارح کے ہم فروع جمع ہی فرع کی اور فرع کہتے ہین ہر شی کے اعلیٰ کو اور قوم نے
شریف کو تو فروع سے مسائل عالیہ اور شریفہ مراد ہین بطریق استعارہ کے شارحین کی غالب عادت یہ ہی کہ بلفظ فروع اُن مسائل کو جو ماتن سے فوت ہوے
یا مستغرب ہین ذکر کرتے ہین مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث مین فروع ضروریہ اور عجیبہ اکثر بیان کرتا ہی اور گاہے
تقاضا عیٹ کلام مین مناسب مقام یستحب للرجل ان یحتشی ان رابہ الشیطان ویجب ان کان لا ینقطع الا بہ قدر ما یصلی مرد کو مستحب ہی احلیل مین روئی
وغیرہ رکھنا اگر شیطان اسکو شک مین ڈالتا ہو قطرہ آنے کے وسوسہ سے اور واجب ہی بقدر نماز پڑھنے کے اگر عذر منقطع نہوتا ہو بدون روئی رکھنے کے
تاکہ نماز حتے المقدور طہارت سے حاصل ہو م طحطاوی نے کہا جب محدث نے وضو کیا اور جنب نہایا پیشاب کے بعد پھر اُسنے اپنے ذکر پر نمی اور تراوت دیکھی
اور اسکو معلوم نہین کہ وہ پانی ہی یا پیشاب ہی تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہی بات حاصل ہوئی اور شیطان اسکا بہت وسوسہ ڈالے اور
اسکو نجاست کا یقین نہین ہی تو وہ نماز پڑھتا رہے اور اُسکا دھیان نہ کرے جبتک اسکے پیشاب ہونے کا یقین حاصل نہو اور جو مبتلا ہوا ایسے وسواس کا
اُسکو چاہیے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑکے تاکہ اگر تراوت نظر آوے تو اُسکو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی الخانیہ باسوری خرج دبرہ ان ادخلہ بیدہ انتقض
وضوءہ وان دخل بنفسہ لا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اسکو اپنے ہاتھ سے اندر کردیا تو اُسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہوگئی تو وضو نہین ٹوٹا لیکن
اگر کچھ نجاست ظاہر ہوگی تو ناقض وضو ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لو خرج بعض الدودۃ فدخلت اور اسی طرح اگر کیڑا تھوڑا سا نکلا پھر گھس گیا تو ناقض نہین
من لذکرہ رأسان فالذی لا یخرج منہ البول المعتاد بمنزلۃ الجرح جس شخص کے ذکر کے دو سر ہون تو جس سر سے عادت والا پیشاب نہین نکلتا وہ بمنزلہ زخم کے
ہی یعنے اُس سے اگر کوئی چیز نکلے گی تو وضو نہ ٹوٹیگا جبتک وہ شے سائل نہوگی جیسے زخم سے نکلنا بدون سیلان ناقض نہین الخنثی غیر المشکل فرجہ الآخر کالجرح
جو خنثی کہ مشکل نہین اُسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہی تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہی فتح القدیر وغیرہ مین اور اکثر فقہا کہتے ہین کہ وضو
ٹوٹیگا دونون فرج کے پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہو اُسکا حال ظاہر ہوگیا ہو یا نہو نہر الفائق مین زیلعی سے نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہی
کذا فی الطحطاوی والمشکل ینقض وضوءہ بکل اور خنثی مشکل کا وضو ٹوٹتا ہی ہر فرج کے نکلنے سے بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی التوضیح خنثی مشکل
اسکو کہتے ہین کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ منکر الوضوء ہل یکفر ان انکر الوضوء للصلوۃ نعم ولغیرہا لا سوال
وضو کا منکر کافر ہی یا نہین جواب اگر اُسنے وضو کا انکار کیا نماز کے واسطے تو ہان وہ کافر ہوا اور غیر نماز کے واسطے منکر وضو ہونے سے کافر نہین ہوگا ہم نماز
کے وضو کا منکر اسواسطے کافر ہوا کہ اُسنے قرآن کی تکذیب کی قال اللہ تعالی (یا یہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ الخ) اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف سکے
وضو کا انکار کرے کافر نہوگا اسواسطے کہ اُسکی آیت مین اختلاف ہی چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹھہرا شک فی بعض وضوءہ اعاد ما شک فیہ لو فی
خلالہ لم یکن الشک عادۃ لہ والا لا شک پڑا وضو کے بعض افعال مین یعنی کسی عضو کے غسل مین یا مسح مین تو جس فعل مین شک پڑا کہ کیا یا نہین کیا
اُسکو پھر کرے اگر اثنار وضو کرنے مین شک ہوا ہو اور شک کا ہونا اُسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہین یعنے اگر اثنار وضو مین شک نہین پڑا بلکہ
بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اُسکو شک کی عادت ہو یا نہو یا اُسکو شک کی عادت خواہ اثنار وضو مین ہو یا بعد وضو ان صورتون مین اعادہ
نکرے اور شک کی طرف التفات نہ کرے اور آپ کو باوضو سمجھے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولو علم انہ لم یغسل عضواً وشک فی تعیینہ غسل رجلہ الیسری
لانہ آخر العمل اور اگر اُسکو بالیقین معلوم ہو کہ اسنے ایک عضو کو نہین دھویا اور شک پڑا اُسکو عضو کے معین کرنے مین کہ ہاتھ ہی یا پانون تو

۴
وجہ فرق یہ ہو کہ پہلی صورت مین ہاتھ یا کپڑے سے کچھ نہ کچھ نجاست لگ جاتی ہی تو خروج نجاست ثابت ہوگا جو ناقض ہی اور خود داخل ہونے مین یہ بات مفقود ہو ۱۲ منہ

بائین پانون کو دھوے اسواسطے کہ وہ پچھلا عمل ہی وضو مین تو نسیان کی طرف وہی اقرب ہی باقی رہی یہ بات کہ اگر پچھلے پانون کے دھونے کا یقین ہو صورت مذکورہ مین تو ظاہر اُسکے ماقبل عضو کا اعتبار ہوگا وہکذا کما فی الطحطاوی ولو تیقن بالطہارۃ وشک بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین اور اگر طہارت کر چکنے کا یقین ہوا اور وضو کے ٹوٹنے مین شک پڑے یا اسکے بالعکس یعنے وضو ٹوٹنے کا یقین ہی اور طہارت کرنے مین شک پڑے تو یقین کو لے اور شک کو چھوڑے یعنی پہلی صورت مین طہارت کو اعتبار کرے اور دوسری صورت مین زوال طہارت کو معتبر جانے اسواسطے کہ یقین شک سے نہین ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی چیز ہی اور شک ضعیف قوی ضعیف سے کیونکر ٹل سکے ولو تیقنہما وشک فی السابق فہو متطہر اور اگر طہارت اور حدث دونون کا یقین ہوا اور سابق مین شک پڑے یعنی یہ یاد نہین رہا کہ اول طہارت تھی یا حدث تو وہ شخص شرعا باطہارت ہی اسواسطے کہ غالبا طہارت بعد حدث کے ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی ومثلہ المتیمم اور متوضی کے حکم مین تیمم کرنے والا ہی یعنی اگر تیمم کا یقین حاصل ہی اور بے وضو ہونے مین شک واقع ہوا ہی یا حدث کا یقین ہی اور تیمم مین شک ہی یقین پر عمل کرے اور جو دونون کا یقین ہی اور تقدم اور تاخر مین شک ہی تو یہ شخص باتیمم ہی ولو شک فی نجاسۃ ماء او ثوب او طلاق او عتق لم یعتبر وتمامہ فی الاشباہ اور جو شک پڑے پانی یا کپڑے کی نجاست مین یا زوجہ کی طلاق مین شک پڑے کہ طلاق دی یا نہین دی یا لونڈی غلام کے آزاد کرنے مین شک واقع ہوا تو اس شک کا کچھ اعتبار نہین پانی اور کپڑے کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور لونڈی غلام کو مملوک سمجھے اور مسائل شک کا پورا بیان اشباہ ونظائر مین ہی الیقین لایزول بالشک[1] کے قاعدہ مین ہم مجتبی مین ہی کہ خون اور پیپ اور زرداب اور زخم کا پانی اور آبلہ اور پھنسی اور آنکھ اور کان کا پانی بیماری کی جہت سے سب برابر ہین بنا بر قول اصح کے جو ناقض وضو نہین چنانچہ قلیل قے یا خون وہ طاہر ہی مگر خون استحاضہ اگر خون غیر سائل سے کپڑا الوث ہوگیا تو جواز نماز کا مانع نہین جیسے اصحاب القروح کے کپڑے بار بار خون بلا سیلان اور بلا تجاوز کے نکلنے سے بھر جاتے ہین مانع نماز نہین عذر کے سبب سے اگرچہ خون بکثرت ہو اسی پر فتوی ہی مبتغی بیع مین ہی کہ تیل ڈالا احلیل مین پھر وہ نکل آیا وضو نہین ٹوٹا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین محیط مین ہی کہ وضو کیا پھر ذکر سے تراوت سائل دیکھی تو پھر وضو کرے اور اگر معلوم ہو کہ وہ گیا ہی تو التفات نہ کرے نماز پڑھے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہی اور شرمگاہ کو پانی سے چھڑک دے دفع وسوسہ کے واسطے اور اگر رقیق چیز دماغ تک پہونچی ناک کے سُڑکنے سے یا اسکے اندر ٹپکانے سے پھر وہ ناک سے اتر آئی تو ناقض وضو نہین اسواسطے کہ وہ پاک مکان سے خارج ہوئی اور اگر سوئی چبھائی ہاتھ مین اور خون ظاہر ہوا سوئی کے سرے سے زیادہ تو ناقض نہین اور محمد بن عبداللہ اسکو سائل جان کر نقض وضو کی طرف مائل ہی جسنے روٹی یا پھل کھایا اور اُسمین خون کا اثر دیکھا مسوڑون سے تو چاہیے کہ وہان انگلی رکھے اگر انگلی مین خون کا اثر پاوے تو وضو ٹوٹا اور اگر اثر خون کا مسوڑھے پر ہاتھ رکھنے سے نپایا تو وضو قائم ہی الکل من العینی شرح الہدایۃ

وفرض الغسل اراد بہ ما یعم العملی کما مر ماتن نے کہا اور فرض غسل مضمضہ اور استنشاق اور باقی بدن کا دھونا ہی شارح نے کہا ماتن نے فرض سے اُسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہی چنانچہ وضو مین گذر گیا ہم یعنی فرض سے یہان وہ معنی مراد ہی جو فرض اعتقادی اور فرض عملی دونون کو شامل ہی فرض عملی وہ ہی جسکے فوت ہو جانے سے جواز فوت ہو جاوے وجہ ارادہ یہ ہی کہ مضمضہ اور استنشاق قطعی نہین ہین کیونکہ امام شافعی اُن دونون کو غسل مین مسنون کہتے ہین کذا فی الحلبی وبالغسل المفروض کما فی الجوہرۃ اور غسل سے مراد مفروض غسل ہی چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی یعنی جنابت اور حیض اور نفاس کا غسل کذا فی المنح وظاہرہ عدم شرطیۃ غسل فمہ وانفہ فی المسنون کذا فی البحر یعنے عدم فرضیتہما فیہ والا فہما شرطان فی تحصیل السنۃ اور جوہرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ منہ ناک کا دھونا غسل مسنون مین شرط نہین ایسا مذکور ہی بحر الرائق مین مراد صاحب بحر کی یہ ہی کہ غسل مسنون مین مضمضہ اور استنشاق فرض نہین ہین اور اگر یہ مراد رکھیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ سنت کے حاصل کرنے مین مضمضہ اور استنشاق دونون شرط ہین غسل کل فمہ غسل مین فرض ہی سارے منہ کے اندر دھونا ہم شارح نے بتقدیر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کے واسطے ہی اور مراد کل فم اور کل انف کے دھونے سے مضمضہ اور استنشاق ہی ویکفی الشرب عبا لا مصا لان المج لیس بشرط فی الاصح اور اس فرض کے ادا ہونے مین پانی پینا منہ بھر کے کفایت کرتا ہی

فرائض غسل

[1] یعنی یقین شک سے نہین دور ہوتا ہے

اسواسطے کہ فرضیت مضمضہ مین کلی کا باہر پھینکنا شرط نہین صحیح تر قول مین م یعنی جبکہ خوب مُنہ بھر کے پانی پیا سارا مُنہ اندر دھو گیا مضمضہ مفروضہ ادا ہوا تو اگر
چوس کر پانی پیا فرض ادا نہ ہوا چنانچہ بحرالرائق مین ہے اسلیے کہ چوسنے مین سارے مُنہ کے اندر پانی نہین پہونچتا ہر چند کلی کا باہر پھینکنا شرط نہین قول صحیح مین
لیکن احوط ہے کما فی الخلاصۃ اسواسطے کہ وہ عہدۂ فرضیت سے بالاتفاق خارج ہوگا اور یہی مطلب ہے احتیاط کا کذا فی الطحطاوی عن النہر **والفہ** حتی
ماتحت الدرن اور تمام ناک کا دھونا فرض ہے یہانتک کہ ناک کی خشک پپڑی کے نیچے بھی پانی پہونچانا ضرور ہے م بحرالرائق مین ہے کہ درن یابس یعنے خشک
میل ناک مین چپلائی روٹی اور خمیر کے مانند تمام اغتسال کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی **وباقی بدنہ** اور مضمضہ اور استنشاق کے بعد تمام بدن کا دھونا فرض ہے
م بدن ظاہر اور باطن سب کو شامل ہے چنانچہ داخل عین کو بھی لیکن بسبب حرج ظاہر کے آنکھ کے اندر کا دھونا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ آنکھ چربی کی ہے پانی کی متحمل
نہین اور جو بعضے اصحاب مثل ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کے اندر آنکھ کے دھویا کرتے تھے انکی بصارت زائل ہوگئی تھی ولہذا آنکھ کا دھونا نچاہیے اگرچہ آنکھ کے اندر
ناپاک سرمہ لگا ہو کذا فی المنح الغفار لکن فی المغرب وغیرہ البدن من المنکب الی الالیۃ وحینئذ فالراس والعنق والید والرجل خارجۃ لغۃ داخلۃ تبعا شرعا لیکن
کتب لغت مثل مغرب وغیرہ مین ہے کہ بدن لغت عرب مین مونڈھے سے ہے سرین تک اور جبکہ یہ حال ہوا تو سر اور گردن اور ہاتھ اور پانون بدن سے
خارج ہین لغت کی راہ سے داخل ہین کوٹھے کی تبعیت سے شرع کی اصطلاح مین م خلاصہ یہ ہے کہ مصنف نے بدن کا اطلاق جسد پر کیا اسواسطے کہ یہان بدن سے
یعنے جمیع الاطراف مراد ہے **لا دلکہ** لانہ متمم فیکون مستحبا لا شرطا خلافا لمالک غسل مین بدن کا ملنا فرض نہین اسواسطے کہ ملنا کامل کرنے والا ہے دھونے کا پس
ملنا مستحب ہوگا نہ شرط اسواسطے کہ مکمل اور متمم شی کا اُس شی کے وجود کے بعد ہوتا ہے برخلاف امام مالک رحؒ کے م امام مالک اور ابو یوسف رحؒ کی ایک روایت
مین ملنا غسل مین فرض ہے دالک عبارت ہے اعضاء مغسولہ پر ہاتھ پھیرنے سے تو اگر پانی بہایا اور سارے بدن پر پہونچ گیا بدون ہاتھ لگانے کے
تو فرض ادا ہوگیا مگر امام مالک کے نزدیک ادا نہین ہوا **ویجب** ای یفرض **غسل کل مایمکن من البدن بلا حرج مرۃ کاذن وسرۃ وشارب وحاجب**
واثناء لحیۃ وشعر راس ولو متلبدا لما فی فاطہروا من المبالغۃ اور واجب ہے یعنی فرض ہے دھونا ایکبار ہر اُس محل کا بدن سے جسکا دھونا بدون مشقت کے ہوسکتا ہے
چنانچہ کان اور ناف اور موچھ اور بھون اور ڈاڑھی اور سر کے بالون کے اندر کا دھونا اگرچہ سر کے بال گوندے سے باہم چپکے ہون اسواسطے کہ فاطہروا کے لفظ مین مبالغہ
نکلتا ہے م یعنی حق تعالی نے فرمایا (انکنتم جنبا فاطہروا) یعنی اگر تمکو جنابت ہو جماع یا احتلام سے تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی سارے بدن کا دھونا جہانتک
ہوسکے بلا حرج اُسکو دھوؤ ولہذا مضمضہ اور استنشاق غسل مین فرض ہوا نہ وضو مین اسلیے کہ فم ایک وجہ سے داخل بدن ہے اور ایک وجہ سے خارج
بدن ہے باعتبار حس کے انطباق اور انفتاح کے وقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال گھوٹنے اور داخل ہونے کسی چیز کے اُسکے منہ مین تو وضو مین
فم یعنی مُنہ داخل بدن قرار دیا اور غسل مین خارج بدن اسواسطے کہ غسل مین مبالغہ کا صیغہ یعنی فاطہروا وارد ہے اور وضو مین غسل وجہ کا حکم ہے اور وجہ عبارت ہے مواجہ
سے **وفرج خارج** لانہ کالفم لا داخل لانہ باطن اور فرض ہے عورت کو فرج خارج کا دھونا اسواسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ مُنہ کے مانند ہے کہ من وجہ داخل ہے
اور من وجہ خارج فرض نہین فرج داخل کا دھونا اسواسطے کہ وہ اندر بدن کے داخل ہے اور اندر کا دھونا ساقط ہے ولا تدخل اصبعہا فی قبلہا بہ یفتے اور عورت انگلی
کو اپنی شرمگاہ مین داخل نکرے اسی کا فتوی ہے یعنی غسل مین یہ کام نکرے مزید طہارت کے خیال سے کیونکہ اندر کا دھونا واجب نہین **لا یجب غسل ما فیہ حرج**
کعین وان اکتحل بکحل نجس واجب نہین غسل مین دھونا وہان کا جسمین مشقت اور تکلیف ہے چنانچہ آنکھ کا دھونا اگرچہ آنکھین ناپاک سرمہ لگایا ہو **وثقب**
انضم وداخل قلفۃ اور بند سوراخ اور داخل قلفہ کا دھونا واجب نہین م جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہوگیا وہان پانی پہونچانا واجب نہین حرج کی جہت سے
قلفہ بضم قاف وسکون لام وہ کھال ہے جو ختنہ کرنے مین کاٹی جاتی ہے بل یندب ہو الاصح قالہ الکمال وعللہ بالحرج فسقط الاشکال بلکہ قلفہ کے اندر کا دھونا مستحب ہے
یہی قول صحیح تر ہے ایسا کہا ہے کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب غسل کی علت بیان کی ہے تو اشکال ساقط ہوگیا م یعنی جب حرج کو علت

قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہو گیا حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ اگر داخل قلفہ کا غسل میں دھونا واجب نہیں باوجود صیغۂ مبالغہ فاطہروا کے تو اسکو داخل بدن کا حکم دیا تو اسمین پیشاب کے قطرے آنے سے کیون وضو ٹوٹتا ہے قول صحیح پر سقوط اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کی وجہ سے ہے نہ اسواسطے کہ یہ ظاہر بدن نہین ہے وفی المسعودی ان امکن فتح القلفۃ بلا مشقۃ یجب والا لا اور مسعودی مین ہے کہ اگر کھولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہو سکے تو اندر کا دھونا واجب ہے ورنہ واجب نہین ہم اسی قول کو شرنبلالی نے پسند کیا ہے اور اسی کی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہے اسواسطے کہ سقوط کو مقید بحرج کیا ہے تو جہان حرج نہین وہان دھونا بھی ساقط نہین کذافی الطحطاوی وکفی بل اصل ضفیرتہا ای شعر المراۃ المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہے تر کرنا اور بھگونا عورت کی گوندھی چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندھے بالون کا دھونا عورت پر فرض نہین جڑون کا تر کر دینا کفایت کرتا ہے تکلیف اور مشقت کی وجہ سے ضفیرہ سے مراد عورت کے گوندھے بال ہین ہم صحیح مسلم مین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین وہ عورت ہون کہ اپنے سر کی گوندھی چوٹی خوب مضبوط کر کے باندھتی ہون کیا حیض اور جنابت کے غسل کے واسطے اسکو کھولا کرون فرمایا نہین تجھکو تین بار دونون ہاتھون مین پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے پھر اپنے اوپر پانی بہانا اور پاک ہونا اور ابوداؤد مین ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے بال کھول ڈالے اور بالون کو دھوے یہانتک کہ بالون کی جڑ تک پہونچے اور عورت پر تو بالون کا کھولنا ضرور نہین اسکو تین چلو بھر کے پانی سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے کذافی التیسیر اما المنقوض فیفرض غسل کلہ اتفاقا اور عورت کو کھلے بالون کا تو بالکل دھونا فرض ہے بالاتفاق یعنی یہان فقط جڑون کا تر کرنا کافی نہوگا ولو لم یبتل اصلہا یجب نقضہا مطلقا ہو الصحیح اور اگر گوندھی چوٹی کی جڑ نہ بھیگے تو چوٹی کا کھولنا واجب ہے ہر طرح سے یہی قول صحیح ہے ہم ہر طرح کھولنا واجب ہے خواہ اسمین تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح وہ قول ہے کہ بالون کا نچوڑنا دھونے کے بعد ضرور ہے خواہ بال گوندھے ہون یا کھلے کذافی الطحطاوی ولو ضرہا غسل راسہا ترکتہ اور اگر سر کا دھونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا دھونا چھوڑ دے یعنی درصورت ضرر سر کا دھونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ مین ساقط ہے سر کو چھوڑ کے باقی بدن دھووے پاک ہو جاویگی وقیل تمسحہ اور بعضون نے کہا کہ سر کو مسح کرے اگر دھونا ضرر کرتا ہو ولا تمنع زوجہا وسیجی فی التیمم اور نہ منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم کے مسائل مین ہم یعنے اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اسکو اپنے شوہر کا روکنا جماع سے نہین پہونچتا ہے اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہے اور اسکے دفع ضرر کا علاج یہ ہے کہ بقول اول غسل اور مسح دونون کو ترک کرے یا بقول ثانی سر کو مسح کرے کذافی الطحطاوی لا یکفی بل ضفیرتہ فینقضہا وجوبا ولو علویا او ترکیا لامکان حلقہ کفایت نہین کرتا ہے مرد کی گوندھی چوٹی کا بھگونا تو واجب یعنی فرض ہے اسکا کھولنا اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور بدنمائی کے ممکن ہے برخلاف عورت کے ہم علوی یعنی سادات مرتضویؓ اور ترکیون کی عادت ہے بال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی اسواسطے انکو بالخصوص ذکر کیا ولا یمنع الطہارۃ ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ اور طہارت کا مانع نہین مکھی اور مچھر کا وہ گو دجسکے نیچے پانی نہین پہونچا اسواسطے کہ اس سے بچنا ممکن نہین کذافی الطحطاوی وحناء ولو جرمہ بہ یفتی اور نہ مہندی طہارت کی مانع ہے اگرچہ مہندی کا جرم لگا ہو اسی کا فتوی ہے ہم لیکن اگر مہندی کا جرم ہوگا تو اسکے نیچے پانی کا پہونچنا ضرور ہے اور اگر نہ پہونچیگا تو طہارت حاصل نہوگی وانہ البحر الرائق مین کہا ہے کہ اگر عورت نے اپنے سر مین خوشبو چپکائی ہو اسطرح کہ پانی بالون کی جڑون مین نہ پہونچتا ہو تو اسپر واجب ہے اسکا دور کرنا کذافی الطحطاوی ودرن ووسخ عطف تفسیر وکذا دہن ودسومۃ اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہے اور اسی طرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہین شارح نے کہا وسخ کا عطف تفسیری ہے یعنی درن اور وسخ دونون بیک معنی ہین وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا فی الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع طہارت کی نہین اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونون برابر ہین قول اصح مین ہم اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ شہری کے حق مین ناخن کی مٹی مانع طہارت ہے نہ گنوار کے حق مین اسواسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہے تو پانی نفوذ نہین کرتا طحطاوی نے کہا قول اصح کی وجہ یہ ہے کہ بہر صورت پانی نفوذ کر جاتا ہے بخلاف نحو عجین برخلاف گوندھے آٹے کے مانند کے وہ طہارت کا مانع ہے

سادات مرتضوی وہ کہلاتے ہین جو حضرت علی کی اولاد مین سے ہین حضرت فاطمہ رض سے ۱۲

عدم نفوذ کی وجہ سے جم گوندھے آٹے کے مانند وہ چیزین ہین جنمین پانی سرایت نہین کرتا چنانچہ چپلائی ہوئی روٹی اور میل کی پپڑی ناک مین اور کھال
مچھلی کی کذا فی البحر ولا یمنع ما علی ظفر صباغ اور مانع طہارت کی نہین وہ چیز جو رنگریز کے ناخن پر لگی ہے ضرورت کی وجہ سے اور بعضون کے نزدیک
مانع ہے مضمرات مین کہا کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی النہر ھم عورتین ہندوستان کی جو مسی لگاتی ہین اگر فقط رنگ ہے بدون جرم کے تو ظاہر مہندی کے مانند مانع
طہارت نہین اور اگر جرم ہے جسکو دھڑی کہتے ہین تو ظاہر ابٹین کے مانند مانع طہارت ہے واللہ اعلم ولا طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی
وقیل ان صلبا منع وہو الاصح اور مانع طہارت کا نہین وہ کھانا جو دانتون کے اندر رہجاتا ہے یا پولے دانت کے اندر گھس جاتا ہے اسی قول کا فتوے ہے
اور بعضون نے کہا کہ اگر وہ سخت اور خشک ہے تو طہارت کا مانع ہے یہی قول صحیح تر ہے ہم رسم مفتی مین مذکور ہو گیا کہ فتوی مقدم ہے اصح وغیرہ سے طعام مابین
الاسنان اسواسطے مانع طہارت نہین کہ پانی لطیف چیز ہے ہر جگہ غالبًا سرایت کرجاتا ہے ایسا مذکور ہے تجنیس مین بحر الرائق مین فقیہ ابو اللیث اور فتاوے
فضلی سے نقل کیا کہ احتیاط یہ ہے کہ اُسکو نکال کے پانی اُسپر بہاوے کذا فی الطحطاوی ولو کان خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا کقرط اور اگر غسل کرنے
والے کی انگوٹھی تنگ ہو تو واجب ہے کہ اُسکو نکالڈالے یا ہلادے جیسے کان کی بالی کا نکالنا یا گھمانا واجب ہے یعنے انگوٹھی اور بالی کا اتنا ہلانا
اور گھمانا چاہیے کہ وہان پانی پہونچ جانے کا گمان حاصل ہو ولو لم یکن ثقب اذنہ قرط فدخل الماء فیہ ای التقب عند مرورہ علی اذنہ
اجزاہ اور اگر اُسکے کان کے سوراخ مین بالی نہو سو پانی پہونچ گیا سوراخ مین کان پر پانی بہنے کے وقت تو غاسل کو کفایت کرتا ہے کسرۃ واذن
دخلہما الماء جیسے ناف اور کان مین پانی داخل ہوگیا اُنپر سائل ہونے سے تو کفایت کرتا ہے یعنے انگلی وغیرہ داخل کرنا ضرور نہین والا یدخل ادخلہ ولو
باصبعہ ولا یتکلف بخشب ونحوہ المعتبر غلبۃ ظنہ بالوصول اور اگر سوراخ مین پانی نگیا تو قصدًا داخل کرے اگرچہ اپنی انگلی سے اور لکڑی اور مانند اُسکے
سینک وغیرہ سے پانی داخل ہونے کے لیے تکلف نکرے اور پانی پہونچنے مین اپنے گمان کا غلبہ معتبر ہے یعنے جب اپنی اٹکل مین آگیا کہ پانی وہان پہونچ گیا
ہوگا تو زیادہ تکلف اور وسواس نکرے فروع مسائل ملحقہ شارح کے نسی المضمضۃ او جزءًا من بدنہ فصلی ثم تذکر فلو نفلا لم یعد لعدم صحۃ شروعہ
نہانے والا کلی کرنا یا کچھ بدن کا دھونا بھول گیا پھر اُسنے نماز پڑھی پھر اُسکو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تھی تو اُسکا اعادہ نکرے شروع نماز کے
صحیح نہونے سے یعنی بسبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ٹھہرا تو نماز اُسپر لازم نہوئی تو اسکا اعادہ بھی لازم نہوگا علیہ غسل وثمہ رجال لا یدعہ
وان رآہ الناس مرد پر غسل کرنا واجب ہے اور وہان لوگ ہین تو نہانے کو نہ چھوڑے اگرچہ لوگ اُسکو دیکھین ہم یہ اُس صورت مین ہے کہ پردہ وہان نہین
ہو سکتا اور نماز کے فوت ہوجانے کا ڈر ہے اور جو عمدًا اُسکو دیکھیگا وہ گنہگار ہوگا نہانے والا معذور ہے والمرأۃ بین رجال او رجال ونساء توخرہ لا بین نساء
فقط اور عورت درمیان مردون کے یا درمیان مردون اور عورتون کے نہانے مین تاخیر کرے اور تاخیر نکرے فقط عورتون مین ہم اسواسطے کہ نظر کرنا
جنس کا ہمجنس کی طرف خفیف تر ہے برخلاف غیر جنس کے واختلف فی الرجل بین رجال ونساء او نساء فقط کما بسطہ ابن الشحنۃ اور اختلاف ہے اُس
مرد کے غسل کرنے مین جو درمیان مردون اور عورتون کے یا فقط درمیان عورتون کے واقع ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو شرحًا
بیان کیا ہے ہم ظاہر کلام شارح اسکا مقتضی ہے کہ یہ مسئلہ مذہب مین منصوص ہے اور اسمین اختلاف واقع ہے حالانکہ ایسا نہین اسلیے کہ شارح وہبانیہ
نے تصریح کی ہے کہ مین اس مسئلہ کی نقل پر واقف نہین ہوا اگر قیاس یہ چاہتا ہے کہ مرد عورتون مین یا مردون اور عورتون مین غسل کو تاخیر کرے
اور خنثی کو کسی صورت مین کشف عورت جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصرًا وینبغی لہا ان تتیمم وتصلی لعجزہا شرعًا عن الماء اور عورت کو چاہیے کہ تیمم
کرے اور نماز پڑھے اسواسطے کہ عورت مردون مین شرعًا پانی کے استعمال سے عاجز ہے واما الاستنجاء فیترک مطلقا والفرق لا یخفی اور پانی سے
استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جائے خواہ مرد یا عورت مردون یا عورتون مین یا دونون مین ہو اور فرق غسل اور استنجا مین چھپا نہین ہم وجہ فرق یہ ہے

کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہی اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلا صحیح نہین منیہ اور اُسکی شرح مین ہی کہ کشف عورت نہ کرے کسی کے سامنے اسواسطے کہ حرام ہی اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہی اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو ڈھیلون پر کفایت کرنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی مختصرًا وسنتہ کسنن الوضو سوی الترتیب اور غسل کی سنتین وضو کی سنتون کے مانند ہین چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا سوائے ترتیب کے یعنے اسواسطے کہ وضو کی ترتیب اور غسل کی ترتیب یکسان نہین وآدابہ کاٰدابہ سوی استقبال القبلۃ لانہ یکون غالبًا مع کشف العورۃ اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کے مانند ہین سوائے استقبال قبلہ کے اسواسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہی ہم منجملہ مستحبات غسل اعضا کا ملنا اور چھنگلی کان کے سوراخ مین ڈالنا پانی پہونچانے کے بعد اور تحریک خاتم واسع اور نیت زبان سے کرنا اور اونچے مکان مین بیٹھکر نہانا تاکہ چھینٹین بدن پر نہ پڑین اور عدم استعانت اور تکلم بکلام ناس نکرنا اور غسل کے مکروہات وضو کے مکروہات کے مانند ہین یعنے مُنھ پر پانی زور سے مارنا اور قدر ضرورت سے پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی منتقطا وقالوا لومکث فی ماء جار او حوض کبیر و مطر قدر الوضوء والغسل فقد اکمل السنۃ اور فقہانے کہا ہی کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینھ مین بقدر مدت وضو اور غسل کرنے کے ٹھہرا تو البتہ اُسنے پوری سنت ادا کی یعنے وہ سنت جو اُسکے لائق ہی کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہوگئی مگر تلفظ نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا البداءۃ بغسل یدیہ وفرجہ وان لم یکن بہ خبث اتباعا للحدیث اور سنت ہی غسل مین دونون ہاتھون اور شرمگاہ کے دھونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی جگہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی پیروی سے وخبث بدنہ ان کان علیہ خبث لئلا یشیع اور شروع کرنا بدن کی نجاست دھونے سے اگر اُسکے بدن پر نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست نہ پھیلے ثم یتوضأ اطلقہ فانصرف الی الکامل فلا یؤخر قدمیہ ولو فی مجمع الماء لما ان المعتمد طہارۃ الماء المستعمل پھر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہین تو اُسکا فرد کامل مراد ہوتا ہی تو یہان پورا وضو مراد ٹھہرا تو دونون قدمون کے دھونے کو تاخیر نہ کرے اگرچہ نہایا ہی پانی جمع ہونے کے مقام مین اسواسطے کہ مذہب معتمد ہی کہ مستعمل پانی پاک ہی ہم جب وضو کامل مراد ہوا تو اسمین اشارہ ہی کہ سر کا مسح کرے اور یہی قول صحیح ہی اور یہ بھی اشارہ ہی کہ جمیع سنن اور مستحبات وضو کے بجالاوے ایسا کہا ہی صاحب بحر نے اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشایخ کا قول ہی اور یہی صحیح تر ہی مذہب شافعی مین اور بعضون نے کہا تاخیر کرے مطلقًا اور بعضون نے کہا اگر وہان پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہی مبسوط اور ہدایہ مین کذا فی الطحطاوی علی انہ لا یوصف بالاستعمال الا بعد انفصالہ عن کل البدن لانہ فی الغسل کعضو واحد علاوہ یہ ہی کہ پانی مستعمل نہین ہوتا مگر بعد جدا ہونے کے تمام بدن سے اسواسطے کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہی ہم تجزی حدث مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہی کہ حدث متجزی ہی یعنے جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک اور دوسری روایت یہ ہی کہ حدث متجزی نہین یعنے بعضے اعضاء مغسولہ پاک نہونگے جبتک سارا بدن نہ دھویا جاویگا تو یہ قول شارح کا مبنی ہی عدم تجزی حدث پر منح الغفار مین کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہ پانی مستعمل نہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے جو پانی کہ دونون قدم کو لگا ہی وہ مستعمل نہین ہی اسواسطے کہ تمام بدن غسل مین ایک عضو کے مانند ہی یہانتک کہ غسل مین تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہی انتہی فحینئذ لا حاجۃ الی غسلہما ثانیا تو اسوقت مین جبکہ معلوم ہوا کہ یہ پانی مستعمل نہین ہی تو دونون قدم کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہین ہم مگر بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دھونا بہتر ہی نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ مین ہی اور اُسکو مجتبےٰ مین اصح کہا ہی وہ محمول ہی ماء مستعمل کی نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی قول پر مبنی ہین لیکن ہمنے بعض مشایخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطے کہ طہارت ماء مستعمل کی معتمد فی المذہب ہی کذا فی المنح ملتقطا الا اذا کان ببدنہ خبث مگر جبکہ اُسکے بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدمون کو دوسری بار دھو ڈالے ازالہ نجاست کے واسطے نہ ازالہ حدث کے واسطے کہ وہ تو زائل ہوگیا کذا فی الطحطاوی ولعل القائلین بتاخیر غسلہما انما استحبوہ لیکون البدء والختم باعضاء الوضوء شاید کہ وہ فقہا جو پانون دھونے کی تاخیر کے قائل ہین فقط اسی واسطے تاخیر کو

مستحب جانتے ہین تاکہ غسل کی ابتدا اور اختتام وضو کے اعضا پر ہو کذا فی البحر وقالوا لو توضأ اولاً لا یاتی بہ ثانیاً لانہ لایستحب وضوءان للغسل اتفاقاً اور فقہا
نے کہا ہو کہ اگر غسل سے پہلے وضو کیا تو بعد غسل کے دوسری بار وضو نکرے اسواسطے کہ ایک غسل کے واسطے دو وضو بالاتفاق مستحب نہین اما لو توضأ بعد
الغسل واختلف المجلس علے مذہبنا او فصل بینہما بصلوٰۃ کقول الشافعیۃ فیستحب اور اگر بعد غسل کے وضو کیا اور مجلس بدل گئی ہم حنفیون کے مذہب پر یا فیستحب
دونون وضوؤن مین نماز کو فاصل واقع کیا شافعیون کے قول کے مانند تو یہ دوبارہ وضو کرنا مستحب ہو ہم یہ بحث ہو صاحب بحر کی اور سابق مذکور ہو گیا کہ وضو پر
وضو نور علی نور ہو اگرچہ مجلس نہ بدلی ہو اور جو وضو کہ اسراف مین داخل ہو وہ تیسری بار وضو کرنا ہو چنانچہ اسکی تحقیق صاحب نہر کے کلام سے وضو کے
مسائل مین مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی ثم یفیض الماء علے کل بدنہ ثلثا مستوعبا من الماء المعہود فی الشرع للوضوء والغسل وہو ثمانیۃ ارطال پھر وضو کے
بعد پانی بہاوے اپنے تمام بدن پر تین بار ہر بار تمام اعضا پر پانی پہونچا کر اسقدر پانی سے وضو اور غسل کرے جسقدر مقرر اور معین ہو شرع مین وضو
اور غسل کے واسطے اور وہ آٹھ رطل پانی ہو ہم غسل کے واسطے ایک صاع پانی معین ہو اور وضو کے واسطے ایک مد اور صاع چار مد کا ہوتا ہو اور مد دو
رطل کا اور رطل سے مراد بغدادی رطل ہو جو ۱۳۰ درم کا ہوتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے صاع کا اندازہ کیا ہو کہ ایک ہزار چالیس ۱۰۴۰ درم بھر مونگ یا مسور سماوے
کذا فی الطحطاوی مکروہات وضو کے ترجمہ مین مذکور ہو چکا کہ لکھنؤ کے حساب سے مد تخمیناً تین پاؤ کا ہوتا ہو اور صاع تین سیر نخبہ کا صحیحین اور نسائی مین امام
محمد باقرؓ سے مروی ہو کہ ہم جابرؓ کے پاس تھے سو لوگون نے غسل سے سوال کیا تو جابرؓ نے کہا کہ ایک صاع تجکو کفایت کرتا ہو ایک مرد نے کہا کہ مجکو اسقدر
کافی نہین تو جابر نے کہا اُس شخص کو صاع کفایت کرتا تھا جسکے بال تجھسے زیادہ تر تھے اور وہ تجھسے بہتر تھا یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی التیسیر
وقیل المقصود عدم الاسراف اور بعضون نے کہا کہ آٹھ رطل سے مقصود عدم اسراف ہو ہم شارح نے بصیغہ تمریض تضعیف قول کی طرف اشارہ کیا اور شرنبلالی
نے اپنے متن مین اسی قول پر اعتماد کیا ہو بحر الرائق مین کہا کہ تقدیر مذکور لازم نہین یہانتک کہ اگر پورا غسل کرلے صاع سے کم پانی مین تو کافی ہو اور
اگر کفایت نکرے تو صاع سے زیادہ کرے اسواسطے کہ آدمیون کے طبائع اور احوال مختلف ہوتے ہین ایسا مذکور ہو بدائع مین اور نووی شافعی نے عدم
لزوم تقدیر پر اجماع نقل کیا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الجواہر لااسراف فی الماء الجاری لانہ غیر مضیع وقد قدمناہ عن القہستانی اور جواہر مین ہو کہ جاری پانی مین
اسراف نہین ہو اسواسطے کہ وہ پانی تلف نہین ہوتا ہو اور ہمنے اس مسئلے کو مقدم ذکر کیا ہو قہستانی سے نقل کرکے ہم یہ قول ضعیف ہو چنانچہ اسکی تضعیف
مسائل وضو مین مشرح مذکور ہو چکی بادیا بمنکبہ الایمن ثم الایسر ثم براسہ ثم علی بقیۃ بدنہ مع دلکہ ندبا وقیل یثنی بالراس وقیل یبدأ بالراس
وہو الاصح وظاہر الروایۃ والاحادیث قال فی البحر وبہ یضعف تصحیح الدرر غسل مین پانی بہاوے شروع کرتا ہوا اپنے داہنے مونڈھے سے پھر اسکے بعد
بائین مونڈھے سے پھر اپنے سر سے پھر باقی بدن پر ملنے کے ساتھ استحباب کی رو سے اور بعضون نے کہا کہ اول داہنے مونڈھے پر پانی بہاوے پھر
دوسری بار سر پر اور بعضون نے کہا کہ سر سے پانی بہانا شروع کرے اور یہی قول صحیح تر ہو اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہو بحر الرائق کے مصنف نے کہا
اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ سر سے شروع کرنا ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہو لہذا درر کی تصحیح کی تضعیف کی گئی ہو یعنے درر مین جو ملا خسرو نے تاخیر سر کی تصحیح کی ہو
سو وہ ضعیف قول ہو ہم ظاہر الروایۃ وہ مسئلہ ہو جو امام محمدؒ کی کتب خمسہ مین مروی ہو یعنے مبسوط جسکو اصل بھی کہتے ہین اور جامع کبیر اور جامع صغیر اور زیادات
اور سیر اور حاکم شہید کی دو کتابین یعنی منتقی اور کافی جو مستخرج ہین کتب خمسہ مذکورہ مین وہ بھی ظاہر الروایۃ ہین اما احادیث پس حضرت میمونہ رضی اللہ
عنہا سے صحاح ستہ مین مروی ہو کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے واسطے پانی لائی سو حضرت نے دونون ہاتھ دو بار یا تین بار دھوئے
پھر آپنے دونون ہاتھ ڈالے برتن مین پھر پانی ڈالا شرمگاہ پر اور بائین ہاتھ سے اُسکو دھویا پھر بایان ہاتھ زمین پر خوب رگڑا پھر وضو کیا نماز کا سا وضو پھر
تین بار سر پر پانی ڈالا پھر باقی بدن دھویا پھر اُس مقام سے علٰحدہ ہوئے پھر دونون پانون دھوئے کذا فی العینی شرح الہدایۃ اور تیسیر الوصول الی جامع الاصول

ہین صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یون منقول ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تھے تو پہلے دونون ہاتھ دھوتے پھر نماز کے
مانند وضو کرتے پھر انگلیان پانی مین ڈالتے اور اُنسے بالون کی جڑون مین خلال کرتے یہانتک کہ ساری جلد پر پانی پہونچ جانے کا ظن حاصل ہوتا تب اُسپر تین بار
پانی بہاتے پھر باقی بدن کو دھوتے پھر دونون پانون دھوتے اور صحیحین کی ایک روایت حضرت عائشہ رضؓ سے یہ ہو کہ جب غسل جنابت فرماتے تو پانی کا برتن ہاتھ
مین لیتے اور سر کے داہنی طرف سے شروع کرتے پھر سر کے بائین طرف سے انتہی پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور اختتام
غسل کا پانون پر اور یہی مذکور ہی ہدایہ مین تو اسی کو قوی اور مسنون سمجھنا چاہیے واللہ اعلم **وصح نقل بلۃ عضو الی عضو اخر فیہ بشرط التقاطر** اور غسل مین صحیح ہی
ایک عضو کا پانی دوسرے عضو پر لیجانا بشرط ٹپکنے کے م یعنی نقل مین یہ شرط ہی کہ دوسرے عضو پر جاکر ٹپکے تاکہ دھونا اُسکا ثابت ہو نہ چپڑنا مصنف نے اپنی شرح مین
یہ مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد تاجیہ سے نقل کیا ہی **لا فی الوضوء لما ان البدن کلہ کعضو واحد** نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کے واسطے وضو مین
صحیح نہین اسواسطے کہ یہ مذکور ہو گیا ہو کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہی یعنی برخلاف وضو کے کہ اُسمین چار عضو جدا جدا ہین **وفرض الغسل عند خروج
منی من العضو** اور غسل فرض کیا گیا ہو نزدیک نکلنے منی کے عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے **والا فلا یفرض اتفاقا لانہ فی حکم الباطن** اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو
بالاتفاق غسل مفروض نہین اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم مین ہی یعنے شرع مین اُسکا اعتبار نہین جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہین جنابت
ثابت ہوتی ہی دو سبب سے ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے ادخال سے آدمی کی شرمگاہ مین کذا فی الخانیہ **منفصل عن مقرہ** ہو صلب الرجل وترائب
المرأۃ ومنی جو جدا ہوئی اپنے ٹھکانے سے وہ یعنی منی کا قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہی اور عورت کی چھاتی کی ہڈیان **ومنیہ ابیض** اور مرد کی منی سفید ہی یعنی اور گاڑھی
جسکے نکلنے سے آلہ سست ہو جاتا ہی **ومنیہا اصفر** اور عورت کی منی زرد ہی یعنی پتلی **فلو اغتسلت فخرج منہا منی ان کان منیہا اعادت الغسل لا الصلوٰۃ والا لا**
تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد غسل کیا پھر اُسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہی یعنے زرد اور رقیق ہی تو غسل کا اعادہ کرے نہ اُس نماز کا جو
غسل کے بعد اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑھی اور اگر عورت کی منی نہین بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہی عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل
نکرے م عادہ غسل کا امام محمد رح کے معتمد قول پر ہی کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہین کہ نماز اُسوقت ادا ہوئی جبکہ منی در حکم باطن کے
تھی تو نماز باطل نہو گی نزول منی سے بعد اُسکے کذا فی الطحطاوی **بشہوۃ ای لذۃ ولو حکما کالمحتلم** غسل فرض ہوتا ہی اُس منی سے جو شہوت یعنے لذت کے
ساتھ نکلے اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت م احتلام والے کو حقیقی لذت نہین ہوتی کیونکہ اُسکا ادراک مفقود ہی در رمین
ہی کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بھاری چیز کے اُٹھانے سے اور مانند اُسکے بلا شہوت نکلی تو غسل فرض نہین **خلافا للشافعی ولم یذکر الدفق لیشمل
منی المرأۃ لان الدفق فیہ غیر ظاہر** اور مصنف نے منی کی صفت مین دفق کا لفظ جو بمعنی اچھلنے اور کودنے کے ہی ذکر نہ کیا تاکہ منی عورت کو بھی شامل رہے
اسواسطے کہ اچھل کر منی نکلنا عورت کی منی مین ظاہر نہین م ہدایہ اور کنز مین دفق مذکور رہا لیکن چونکہ امام رح اور محمد رح کے نزدیک احلیل سے منی نکلنے مین
دفق شرط نہین اور عورت کی منی مین دفق ظاہر نہین لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح مین دلوا لجی سے
نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہین یعنے کود کر نہین نکلتی اُسکی چھاتی سے شرمگاہ مین اُتر آتی ہی طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اُسمین
دفق نہین ہوتا اور اُسمین خارج کی طرف دفع کرنے کی قوت نہین برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اُسکی منی خارج کی طرف مندفع ہو جاتی ہی **واما اسنادہ
الیہا ایضا فی قولہ تعالی خلق من ماء دافق الایۃ فیحتمل التغلیب** اور عورت کی منی کی طرف بھی دفق کی نسبت کرنا حق تعالے کے اس قول مین کہ خلق من ماء
دافق الخ سو اُسمین تو صنعت تغلیب کا احتمال ہی م یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہی کہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا
کودنے والے پانی سے جو نکلتا ہی پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی مین بھی جہندگی ہوتی ہی شارح نے اسکا جواب دیا

کہ یہان تغلیب کا احتمال ہے یعنی مرد کی منی کو عورت کی منی پر غالب ٹھہرایا جو صفت تھی مرد کی منی کی وہ عورت کی منی پر بھی ثابت کی اور پانی سے مراد
مرد اور عورت کی ملی جلی منی ہے اور حلبی محشی نے دوسرا جواب یون دیا ہے کہ دفق سے مراد اُترنا ہے منی کا اپنے مکان سے اور نزول بلاشک
دونون کی منی مین ثابت ہے فالمستدل بہا کالقہستانی تبعا لاخی چلپے غیر مصیب تامل جب آیت مین تغلیب کا احتمال ہوا تو دلیل لانے والا
عورت کی منی کے دافق ہونے پر اس آیت سے چنانچہ قہستانی شارح نقایہ نے استدلال کیا اخی چلپی کی پیروی کرکے ٹھیک بات پر نہین
اسکو غور کرے ہم اسواسطے کہ جب دلیل مین داخل ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال تامل کی وجہ سے شاید یہ ہے کہ استدلال ہوتا ہے امر ظاہر پر
اور تغلیب خلاف ظاہر ہے ولانہ لیس بشرط عندہما خلافاً للثانی ولذا قال وان لم یخرج من راس الذکر بہا اور مصنف نے اسواسطے دفق کا
لفظ مذکور نہ کیا کہ دفق امام رح اور محمد رح کے نزدیک شرط نہین برخلاف ابو یوسف رح کے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اگرچہ منی سرذکر سے
شہوت کے ساتھ نہ نکلی یعنی اپنی قرارگاہ سے منفصل ہوتے وقت شہوت شرط ہے گو احلیل سے نکلنے کے وقت شہوت نہ رہی ہو ہم دریافت کرنا
چاہیے کہ دفق مصدر ہے متعدی اور کاہے لازم بھی آتا ہے کذا فی المنح تو متعدی بمعنی دفع بشدت ہے اور بامعنی طرفین کے نزدیک سرذکر سے نکلنے کے
وقت دفق شرط نہین اور دفق لازم بمعنی دفوق یعنے خروج اپنے محل سے یعنی سرذکر سے تو یہ طرفین اور ابو یوسف رح سبکے نزدیک شرط ہے یعنی غسل واجب
ہوگا جبتک منی سرذکر سے خارج نہو تو کلام شارح مین دفق متعدی کی نفی ہے نہ دفق لازم کی کذا فی الطحطاوی وشرطہ ابو یوسف اور سرذکر سے نکلنے
کے وقت دفق اور شہوت کو ابو یوسف رح نے شرط کہا ہے ہم اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے چند مواضع مین چنانچہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اُسنے
ذکر کو دابا یہانتک کہ شہوت ٹھہر گئی پھر بدون شہوت کے منی نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے نہ ابو یوسف رح کے نزدیک یا شہوت سے نظر کی
اور منی اپنے محل سے منفصل ہوئی پھر اُسنے ذکر کو دابا کہ شہوت جاتی رہی پھر بدون شہوت کے منی نکلی یا غسل کیا پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پھر
باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہے نہ ابو یوسف رح کے نزدیک وبقولہ یفتی ان ضیف خاف ریبۃ او استحیی
کما فی المستصفٰی اور ابو یوسف رح کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے اُس مہمان کے حق مین کہ ڈر تہمت اور بدگمانی سے یا شرمایا چنانچہ مستصفی مین ہے ہم یعنی مہمان
کو احتلام ہوا اور اُسنے سرذکر کو دابا اور شہوت زائل ہونے کے بعد منی خارج ہوئی یہ حرکت بدگمانی کے ڈر سے کی کہ میزبان کو شبہہ نہ پڑے تو بموجب فتوی
غسل اُسپر واجب نہین اور مہمان کی قید سے معلوم ہوا کہ اسکے سواے مین طرفین کے قول پر فتوی ہے چنانچہ بحرالرائق مین سراج سے مصرح ہے وفی القہستانی
والتاتارخانیہ معزیا للنوازل وبقول ابی یوسف ناخذ لانہ الیسر علے المسلمین قلت ولاسیما فی الشتاء والسفر اور قہستانی اور فتاوی تاتارخانیہ مین
نوازل سے منقول ہے کہ ابو یوسف رح کے قول کو ہم لیتے ہین اسواسطے کہ وہ مسلمانون پر آسان تر ہے مین کہتا ہون خصوصاً موسم سرما اور سفر مین ہم یعنے
ابو یوسف کا قول مطلقاً ماخوذ ہے گذشتہ نمازون مین اور آیندہ مین اور منصوری شرح مسعودی مین یون ہے کہ ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہے گذشتہ نمازون
مین جو بدگمانی کے خوف سے پڑھین اور طرفین کے قول پر فتوی ہے صلوات مستقبلہ مین کیونکہ اُنمین تہمت کا خوف نہین الحاصل دونون قول کی تصحیح
واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ خرج منی بعد البول وذکرہ منتشر لزمہ الغسل قال فی البحر محلہ ان وجد الشہوۃ وہو تقیید قولہم بعدم الغسل
بخروجہ بعد البول اور خانیہ مین ہے کہ منی نکلی پیشاب کرنے کے بعد اور حالانکہ اُسکا ذکر استادہ ہے تو غسل کرنا اُسپر لازم ہوا بحرالرائق مین کہا کہ یہ مسئلہ
اُس صورت پر محمول ہے جو استادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنے استادگی شہوت کے ساتھ مقید کرنا ہے فقہا کے اس مطلق قول کو
کہ پیشاب کے بعد منی کے نکلنے سے غسل لازم نہین ہم کتب فقہ مین مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہین تو
عدم غسل کا اطلاق مقید عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہے صاحب بحر نے کہا اور اسپر دلیل تجنیس کی یہ تعلیل ہے کہ حالت استادگی مین خروج

له شامی مین ہو کہ عبدالرزاق نے وجہ تامل یہ بیان کی کہ عورت کی منی کو دیکھے تو غیر ظاہر ہو دلالت کرنا ... نہین ۱۲

اور انفصال سب دونون پائے گئے بطریق دفق اور شہوت کے کذافی الطحطاوی وعند ایلاج حشفۃ ہی مافوق ختان آدمی احتراز عن الجنی یعنے اذالم تتزل و
اذالم یظہر لہا فی صورۃ الادمی کما فی البحر اور غسل مفروض ہی آدمی کے تمام حشفہ داخل کرنے کے وقت آلہ تناسل مین حشفہ اُسکا نام ہی جو ختنہ کرنے کے مقام
سے اوپر ہی جسکو سپاری کہتے ہین آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہی جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن عورت سے جماع کرے اور اُسکے سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر نہوا ور
جبکہ عورت کو انزال نہو چنانچہ بحرالرائق مین ہی تو عورت پر غسل نہین م جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہی خواب مین آتا ہی بار ہا اور مجکو وہ لذت
حاصل ہوتی ہی جو میرے زوج کے جماع سے حاصل ہوتی ہی تو اُسپر غسل نہین بدون انزال کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہی گویا وہ احتلام ہی اور اگر جن آدمی
کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال حشفہ سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہو اسواسطے کہ مدار احکام کا ظاہر پر ہی کذافی البحر او ایلاج قدرہا من مقطوعہا یا وقت
داخل کرنے بقدر حشفہ کے اُس شخص سے جسکا حشفہ کٹا ہی ولو لم یبق منہ قدر ہا قال فی الاشباہ لم یتعلق بہ حکم ولم ارہ اور جو بقدر حشفہ کے ذکر سے باقی نرہا اشباہ مین کہا
کہ کوئی حکم اسکے ساتھ متعلق نرہا اور مین نے اُسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا م یعنے جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے تعلق رکھتے ہین چنانچہ وجوب غسل اور حلال ہونا
مطلقہ کا اور جماع کی قسم مین حانث ہونا یا نہونا اس صورت مین باقی نہ رہے سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقلید کے مفہوم سے یہ نکلتا ہی کہ اُسکے ساتھ کچھ حکم
متعلق نرہا اور عند السوال اسی کا فتوی دیا جاے کذافی الطحطاوی فی احد سبیلی آدمی حی یجامع مثلہ سبجی محترزہ غسل فرض ہوتا ہی حشفہ داخل کرنے سے
ایک راہ مین دو راہون سے کہ قبل اور دبر ہی اُس زندہ آدمی کی کہ ویسی کا جماع ہوسکتا ہی اور قیود ثلثہ مین سے ہر قید کا محترز آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے
احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کی قید سے صغیر غیر قابل جماع خارج ہوا م اور بمجرد غائب ہونے حشفہ بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے
پر بہت احادیث دلیل ہین ازانجملہ ابوہریرہؓ کی حدیث ہی صحیح بخاری اور مسلم مین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخون مین
اور چھوا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہوگیا مسلم کی روایت مین اتنا زیادہ ہی اگرچہ اُسکو انزال نہوا ہو اور یہ جو مسلم کی حدیث ہی کہ انما
الماء من الماء سو احتلام پر محمول ہی چنانچہ جامع ترمذی مین عبداللہ بن عباسؓ سے بتصریح مروی ہی کذافی العینی علیہما ای الفاعل والمفعول لو کانا مکلفین دونون پر
غسل فرض ہی یعنی فاعل اور مفعول پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونون مکلف ہون یعنی عاقل بالغ مسلمان ہون ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط اور اگر دونون مین سے
ایک مکلف ہو یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہی دون المراہق لکن یمنع من الصلوۃ حتے یغتسل غسل فرض نہین مراہق پر لیکن وہ نماز
پڑھنے سے روکا جائیگا یہانتک کہ نہاڈالے م مراہق وہ صغیر ہی کہ ہنوز بالغ نہین قریب باحتلام ہی ویومر بہ ابن عشر تادیبا اور دس برس کے لڑکے کو غسل کرنے کا
امر کیا جائے ادب سکھانے کو تا طہارت کی اُسکو عادت ہو جیسے نماز کا اُسکو امر کیا جاتا ہی م دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت بالغہ کا تو عورت پر غسل ہی صغیر پر
نہین لیکن عادت پڑنے کے واسطے اُسکو غسل کرنے کا امر ہوگا کذافی العالمگیریۃ عن المحیط وان وصلیۃ لم ینزل منیا بالاجماع ادخال حشفہ سے مکلف پر غسل فرض ہی
بالاجماع اگرچہ اُسنے منی نہین ٹپکائی م عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ یہی مذہب ہی ہمارے علما کا اور یہی صحیح ہی چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہی یعنی لوفی دبر غیرہ
اما فی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنے دبر مین حشفہ داخل کرنے سے اُسوقت غسل فرض ہوتا ہی کہ غیر شخص کی دبر مین داخل کرے اور اگر اپنی دبر
مین حشفہ داخل کیا سو نہر الفائق مین عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہی بدون انزال کے م نہر الفائق مین کہا کہ اعتماد کے لائق عدم وجوب ہی مگر بانزال اسواسطے
کہ وہ اولی ہی صغیرہ اور میتہ سے تصور لذت مین ولا یرد الخنثی المشکل فانہ لا غسل علیہ بالایلاج فی قبل او دبر ولا علی من جامعہ الا بالانزال لان الکلام فی حشفۃ
و سبیلین محققین اور مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہین ہوتا اسواسطے کہ اُسپر غسل واجب نہین حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر مین اور نہ اُس شخص پر جو خنثی مشکل
سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہی اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اُس قبل اور دبر مین ہی جو بلاشبہہ محقق اور ثابت ہین م یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل
ہونے سے احد السبیلین مین مکلف پر غسل واجب ہوتا ہی خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم وجوب غسل کا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے کہ خنثی مشکل کا حشفہ اور فرج

مشکوک الوجود ہے اور مصنف کا کلام متحقق الوجود مین ہے اسکے فاعل ہونے مین غسل اسواسطے واجب نہین کہ شاید وہ عورت ہو اور اسکا ذکر عضو زائد ہو تو اسکا داخل
کرنا بمنزلہ انگلی داخل کرنے کے ہوا اور اسی طرح دوسرے خنثیٰ کی فرج مین اگر اُسنے داخل کیا تو غسل دونون پر نہین کہ شاید دونون مرد ہون اور دونون فرجین زائد ہون
اور خنثیٰ مشکل کے مفعول ہونے مین غسل نہین کہ شاید وہ مرد ہو اور اُسکی فرج بمنزلہ زخم کے ہو اور فرج کی تقیید سے معلوم ہو گیا کہ خنثیٰ مشکل کی دبر مین اگر ذکر واقعی کا
ادخال ہوگا تو فاعل اور مفعول دونون پر غسل واجب ہوگا اور سبیلین سے مراد ذکر اور فرج ہے اسواسطے کہ دبر خنثیٰ مشکل کی ثابت الوجود ہے بلا شک تو اگر شارح
یون کہتا لان الکلام فی حشفۃ و فرج محققین تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی **و عند رؤیۃ مستیقظ** خرج رؤیۃ السکران والمغمی علیہ **المذی منیا او مذیا وان**
لم یتذکر الاحتلام اور غسل فرض ہے نزدیک دیکھنے مستیقظ یعنے سو کر جاگنے والے کے منی کو یا مذی کو بدن پر یا کپڑے پر اگرچہ احتلام ہونا اُسکو یاد نہو شارح نے
کہا مستیقظ کی قید سے متوالے اور غشی والے کی مذی کا دیکھنا نکل گیا ہے یعنے اگر بعد ہوشیار ہونے کے متوالا یا صاحب غشی مذی دیکھیگا تو دونون پر غسل نہین
برخلاف مستیقظ کے وجہ فرق یہ ہے کہ نیند مظنہ ہے احتلام کا راحت پانے کے سبب سے تو مذی کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا احتیاط کی راہ سے کہ شاید ہوا کی گرمی
یا غذا کے سبب سے منی پتلی ہو گئی اور متوالے اور صاحب غشی مین یہ سبب متحقق نہین یعنی مستی اور غشی راحت کا سبب نہین مذی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مست
بیہوش بعد افاقہ منی دیکھینگے تو بالاتفاق غسل واجب ہوگا معلوم کرنا چاہیے کہ مستیقظ کا مسئلہ بارہ صورتون کا محتمل ہے اسواسطے کہ یا اسکو یقین ہے کہ وہ
منی یا مذی یا ودی ہے یا اسکو شک ہے منی اور مذی مین یا منی اور ودی مین یا مذی اور ودی مین اور ان چھ صورتون مین سے ہر صورت کے ساتھ احتلام
یاد ہے یا نہین تو غسل واجب ہے بالاتفاق جب منی کا یقین ہو احتلام یاد ہو یا نہو یا مذی کا یقین ہو احتلام کے یاد ہونے کے ساتھ یا شک ہے منی یا مذی مین
یا منی یا ودی مین یا مذی یا ودی مین اور احتلام یاد ہے ان تینون صورتون مین بھی غسل واجب ہے اور جبکہ ودی کا یقین ہو تو غسل واجب نہین احتلام یاد ہو
یا نہو یا شک ہے مذی یا ودی مین اور اختلال مین یقین ہے مذی کا اور احتلام یاد نہین اور مصنف نے ان صورتون مین سے چار صورتون کو ذکر کیا اسلیے
کہ جمیع جزئیات کا بیان کرنا لازم نہین علی الخصوص نادرۃ الوجود کا کذا فی الطحطاوی مختصراً مذی سفید پتلا پانی ہے جو حالت انتشار مین عورت کی ملاعبت
کے ساتھ نکلتا ہے اور ودی گاڑھا پانی سفید ہے جو پیشاب کے بعد اور غسل جماعی کے بعد خارج ہوتا ہے احتلام لغت مین خواب دیکھنے کو کہتے ہین اور استعمال مین
خواب جماعی کو بولتے ہین جسکے ساتھ اکثر انزال منی کا ہوتا ہے **الا اذا علم انہ مذی او شک انہ مذی او ودی او کان ذکرہ منتشراً قبیل النوم فلا غسل علیہ اتفاقاً** مگر
جبکہ مستیقظ کو بالیقین معلوم ہو کہ وہ مذی ہے بشرطیکہ احتلام یاد نہو کذا فی الطحطاوی یا اُسکو شک ہے کہ وہ رطوبت مذی یا ودی ہے یا اُسکا ذکر استادہ تھا سونے سے
پہلے تو اسپر غسل نہین باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے ہم اسواسطے کہ اگر ذکر منتشر تھا سونے سے پہلے تو جو رطوبت پائی گئی جاگنے کے بعد تو وہ اسی اُستادگی
کے آثار سے ہوگی تو اُسپر غسل لازم نہ آویگا لیکن اگر اُسکو منی ہونے کا گمان غالب ہوگا تو غسل لازم آویگا اور اگر سونے کے وقت اُسکا ذکر ساکن یعنی استادہ
نہوگا تو اس رطوبت کو منی قرار دینگے اور اُسکو غسل کرنا لازم ہوگا شمس الائمہ حلوائی نے کہا یہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہین تو اُسکا یاد رکھنا
ضرور ہوا کذا فی الخانیۃ **کالودی** جیسے ودی کے دیکھنے مین غسل نہین باتفاق احتلام یاد ہو یا نہو لکن فی الجواہر الا اذا نام مضطجعا و تیقن انہ منی او تذکر
حلما فعلیہ الغسل والناس عنہ غافلون لیکن جواہر زواہر حاشیہ اشباہ و نظائر مین یہ ہے کہ انتشار قبل النوم مین غسل نہین مگر جبکہ وہ شخص کروٹ پر سویا یا اُسکو
منی ہونے کا یقین ہو گیا یا اُسکو احتلام یاد پڑا اور حالانکہ اُسکو منی یا مذی کے ہونے مین شک واقع ہے کذا فی الطحطاوی تو ان تینون صورتون
مین اُسپر غسل واجب ہے اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہین **لا یفرض ان تذکر ولو مع اللذۃ والانزال ولم یر علے راس الذکر بللا اجماعا** غسل
فرض نہین بالاتفاق اگر احتلام یاد ہے اگرچہ لذت اور انزال کے ساتھ خواب یاد ہو اور حالانکہ اُسنے سر ذکر پر رطوبت کو نہین دیکھا ہے اتفاق سے
مراد یہان شیخین اور محمد رح کا اتفاق ہے اور خلاف نہین مگر عورت مین کذا فی الطحطاوی سر ذکر کی قید اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے اگر کپڑے وغیرہ پر رطوبت کو

اسلیے کہ کلام حشفہ و ذکر اور فرج ثابت الوجود مین ہے ۔ ۔ ۔ جو بارہ صورتون کا حکم بیان کیا یعنی چھ صورتون مین غسل بالاتفاق واجب ہے اور دو صورتون مین بالاتفاق واجب نہین اور دو صورتون مین اختلاف ہے ۔ ۔ ۔ اور مذی مین یا منی اور ودی مین اور احتلام یاد نہو تو ان دونون کا حکم یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک واجب نہین اور حاشیہ شامی مین دو صورتین اور زیادہ کی ہین ۔ ۔ ۔ احتلام یاد ہو یا نہو ۔ ۔ ۔ کی صورت مین ۔ ۔ ۔ واجب ہے ۔ ۔ ۔

نہ دیکھیگا وکذا المرأۃ مثل الرجل علے المذہب اور اسی طرح عورت کا حکم ہی مرد کے مانند بنا بر معتمد مذہب کے یعنی بدون دیکھنے رطوبت کے احتلام یاد ہونے سے
عورت پر غسل نہین جیسے مرد پر غسل نہین طحطاوی نے کہا یہی مذہب معتمد ہی سب کے نزدیک اور وہ جو محمد رح سے روایت ہی عورت کے وجوب غسل کی وہ اعتماد
کے لائق نہین شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ ہم اُس روایت کو نہین لیتے ہین انتہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہی جو بخاری اور مسلم
مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ ام سلیم ابو طلحہ کی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ مجھکو احتلام ہوا یا رسول اللہ حق تعالی شرم نہین کرتا
حق سے کیا عورت پر غسل ہی جبکہ اُسکو احتلام ہو فرمایا کہ ہان جبکہ وہ پانی کو دیکھے یعنے جبکہ منی نظر آوے نووی نے شرح مہذب مین اسپر اجماع نقل کیا ہی اگر
کوئی کہے کہ تمھارے مذہب مین مفہوم شرط کا معتبر نہین ہم جواب دینگے کہ حکم غسل کا معلق بشرط ہی تو غسل کا حکم منعدم ہوا عدم اصلی سے اور یہ نہین کہ عدم
شرط کو عدم حکم مین اثر ہی انتہی ما فی المنح ملخصاً ولو وجد بین الزوجین ماء ولا ممیز ولا تذکر ولا نام قبلھما غیرھما اغتسلا اور اگر درمیان زوجہ اور زوج کے
پانی یعنی منی یا مذی پائی گئی یعنی بستر پر ننگے سوتے تھے جب بیدار ہوئے تو بستر پر منی یا مذی پائی اور تمیز کی کوئی وجہ نہین جس سے مرد یا عورت کی منی ممتاز ہو
اور نہ دونون کو احتلام یاد ہی اور نہ اُن دونون سے پہلے کوئی اور شخص اُس بستر پر سویا تھا تو دونون پر نہانا واجب ہی احتیاطاً کذا فی الخانیہ وجہ تمیز کی
یہ ہی کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہی اور عورت کی منی پتلی اور زرد اور مرد کی منی طول مین واقع ہوتی ہی اور عورت کی عرض مین تو جسکی علامت پائی جاوے
اُسپر غسل لازم ہوگا اور جسکو احتلام یاد ہوگا اُسپر غسل لازم ہوگا اور جو اُس بستر پر اول کوئی سویا ہوگا اور منی خشک ہوگی تو ظاہر اُسی پر زوجین سے
غسل واجب ہوگا کذا فی البحر بخلاف حشفۃ او قدرھا ملفوفۃ بخرقۃ ان وجد لذۃ الجماع وجب الغسل والا لا علی الاصح والاحوط الوجوب حشفہ
کپڑے مین لپیٹا ہوا قبل یا دُبر مین داخل کیا یا بقدر حشفہ مقطوع الحشفہ نے اسی طرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا کذا فی المنح اور اگر
لذت اور گرمی نہین پائی تو غسل واجب نہین بنا بر اصح قول کے اور زیادہ تر احتیاط ہی غسل کے واجب ہونے مین دونون صورتون مین لذت

حاصل ہو یا نہو کذا فی البحر وعند انقطاع حیض ونفاس ھذا وما قبلہ من اضافۃ الحکم الی الشرط ای یجب عندہ لا بہ بل بوجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل کما مر اور
غسل فرض ہی حیض و نفاس کے منقطع ہونے کے وقت شارح نے کہا یہ یعنی انقطاع حیض و نفاس اور جو اس سے پہلے مذکور ہو چکا یعنی خروج منی
اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ وہ من قبیل نسبت کرنے حکم کے ہی طرف شرط کے یعنی غسل واجب ہی خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ
اور انقطاع حیض اور نفاس کے اوقات مین نہ ان اشیا کے سبب سے بلکہ غسل واجب ہی بسبب واجب ہونے نماز کے یا بسبب ارادہ کرنے اُس
فعل کے جو بدون غسل کے حلال نہین چنانچہ تلاوت قرآن مثلاً جیسا کہ مسائل وضو مین گذر گیا ام یعنے فقہ کی جن کتابون مین خروج منی وغیرہ کو
غسل کا سبب کہا ہی تو وہان حکم کو شرط کی طرف نسبت کیا ہی کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہین مین بلکہ غسل کی شروط ہین اور غسل کا
سبب تو فی الحقیقۃ وجوب صلوۃ ہی یا ارادہ تلاوت قرآن مثلاً لا عند مذی وودی غسل فرض نہین مذی اور ودی کے نکلنے کے وقت اور
مستیقظ کو جو مذی کے دیکھنے سے غسل لازم ہوتا ہی تو اس احتمال سے کہ بدن کی یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہو گئی بل الوضوء منہ ومن البول
جمیعاً علے الظاہر بلکہ وضو لازم ہی ودی اور بول دونون سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے م اور اسکا نظیر رعاف بعد البول ہی یا بول بعد الرعاف
تو اگر قسم کھائی وضو نکریگا رعاف سے پھر اُسکو رعاف ہوئی پھر پیشاب کیا یا اسکے بالعکس تو وضو دونون سے ثابت ہوگا اور وہ شخص حانث
ہوگا اگر کوئی کہے کہ کیا فائدہ ہی ودی سے وضو کے واجب کہنے مین اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہو گیا اسکے پانچ جواب بحر الرائق مین
مذکور ہین از انجملہ ایک جواب یہ ہی کہ جسکو سلس البول کی بیماری ہو تو اُسکا وضو ودی سے ٹوٹیگا نہ پیشاب سے اور از انجملہ یہ ہی کہ جسنے وضو کیا
بعد بول کے ودی نکلنے سے پہلے تو اب ودی سے وضو واجب ہوگا اور از انجملہ وہ جواب ہی جو شارح نے ذکر کیا کذا فی الطحطاوی مختصراً

ولا عند ادخال اصبع ونحوہ کذکر غیر آدمی وذکر خنثی ومیت وصبی لایشتہی ومایصنع من نحو خشب فی الدبر او القبل علی المختار اور فرض نہین نہانا وقت داخل کرنے انگلی اور اُسکے مانند کے چنانچہ آدمی کے سوا کسی جانور کا ذکر اور خنثی اور میت اور اُس صغیر کا ذکر جسکو شہوت نہین ہوتی اور جو چیز آلت کے مانند بنائی جاتی ہو لکڑی وغیرہ سے یعنی بدکار عورتین شہوت رانی کیواسطے بناتی ہین جسکو اہل ہند سبورا کہتے ہین تو ان اشیا کے قبل یا دُبر مین داخل کرنے سے غسل لازم نہین بنا بر قول مختار کے ہم دُبر مین تو ترجیح متفق ہو مگر قبل مین ترجیح مختلف ہو اسواسطے کہ شیخ الاسلام ابوسعود نے نوح آفندی کے کلام سے نقل کیا ہو کہ ادخال قبل مین وجوب غسل کا مختار ہو جبکہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی غسل واجب ہو اسواسطے کہ عورتون مین شہوت غالب ہوتی ہو تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولا عند وطی بہیمۃ او میتۃ او صغیرۃ غیر مشتہاۃ اور فرض نہین نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سے اور نہ اُس صغیرہ کے جماع سے جو شہوت کے لائق نہین ہم یہ محترز ہی اُس قول سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے احد السبیلین مین ادخال حشفہ سے نہانا فرض ہوتا ہو زندہ آدمی کی قید سے جانور زندہ اور مردہ نکل گیا اور قابل شہوت کے قید سے صغیرہ غیر مشتہاۃ خارج ہو گئی بان تصیر مفضاۃ بالوطی صغیرہ غیر مشتہاۃ یعنی قابل شہوت نہونا اسطرح پر ہو کہ جماع کرنے سے درمیان کا پردہ پھٹ کر دونون راہین یعنی قبل اور دبر ایک ہو جاوین وان نابت الحشفۃ جانور وغیرہ کے جماع سے غسل نہین اگرچہ حشفہ اندر چھپ جاوے ولا ینتقض الوضوء فلا یلزم الا غسل الذکر قہستانی عن النظم اور ایسے جماع سے وضو نہین ٹوٹتا تو سوائے آلت دھو ڈالنے کے کوئی چیز لازم نہین آتی ایسا نقل کیا ہو قہستانی نے نظم سے ویجی ان رطوبۃ الفرج طاہرۃ عندہ فتنبہ اور آگے آویگا کہ رطوبت فرج کی پاک ہو امام کے نزدیک تو ہوشیار ہو جا کہ جماع صغیرہ غیر مشتہاۃ کے جماع سے آلت کا دھونا صاحبین کے قول پر ہو نہ امام کے قول پر اور یہ اختلاف فرج داخل مین ہو اسواسطے کہ فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہو اس دلیل سے کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اسکا دھونا وضو مین سنت ہو اور اگر نجس ہوتی صاحبین کے نزدیک تو دھونا فرض ہوتا کذا فی الحلبی بلا انزال لقصور الشہوۃ اشیاء مذکورہ مین بدون انزال کے غسل لازم نہین لذت کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہم یہ علت ہو اشیاء ماتقدم کی عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہو مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے پھر جب محل مرغوب نہوا تو بدون انزال کے کمال لذت نہین اما ہو فیحال علیہ اور انزال ہونے کے ساتھ تو غسل کا واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جائیگا یعنی اسوقت مین انزال ہی منظور الیہ اور مقصود فی الوجوب ہوگا جیسے محال علیہ مقصود بالمطالبہ ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی کما لا غسل لو اتی عذراء ولم یزل عذرتہا بالضم فسکون البکارۃ فانہا تمنع التقاء الختانین الا اذا حبلت لانزالہا وتعید ما صلت قبل الغسل کذا قالوہ چنانچہ غسل لازم نہین جو باکرہ سے جماع کیا اور اُسکی بکارت قائم رہی اسواسطے کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہون کے ملنے سے یعنی فرج مین دخول حشفہ سے مانع ہو مگر جبکہ باکرہ اس وطی سے حاملہ ہو گئی تو غسل لازم ہوگا عورت کے انزال ہونے کی وجہ سے یعنے اسواسطے کہ بدون انزال جانبین کے حمل متحقق نہین ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے ان نمازون کو پھر پڑھے جو غسل کرنے سے پہلے پڑھ چکی ایسا کہا ہو علماء مذہب نے شارح نے کہا عذرہ بضم عین وسکون ذال معجمہ عبارت ہو بکارت سے ہم اعادہ نماز کی یہ وجہ ہو کہ حمل کے بعد ظاہر ہو گیا کہ اُسنے بدون طہارت کے نماز پڑھی وفیہ نظر لان خروج منیہا من فرجہا الداخل شرط لوجوب الغسل علی المفتی بہ ولم یوجد قالہ الحلبی اور قول مذکور سے وجوب غسل مین اعتراض ہو اسواسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سے وجوب غسل کی شرط ہو بنا بر قول مفتی بہ کے اور وہ یہان پایا نہین گیا ایسا کہا حلبی نے ہم یعنے جبکہ خروج منی کا نہوا تو اُسپر غسل واجب نہین اگرچہ حمل رہگیا ہو والحاصل باکرہ پر غسل واجب نہین ہوتا مطلقاً اگرچہ وہ حاملہ ہو جاوے اسواسطے کہ قول اصح یہ ہو کہ اُسپر وجوب غسل کا انزال سے اُسوقت ہوتا ہو جبکہ منی فرج داخل سے فرج خارج کی طرف پہونچے اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا اسلیے کہ ظہور حمل کا علامت ہی مرد کے انزال کی اگرچہ اُسکو معلوم نہو

ف
یعنی اگر جبکہ
وہ ایسے وطی کے
سبب سے حاملہ
ہو گئی تو
وہ شخص مکلف علیہ
سمجھا جاوےگا ۱۲

مین کہتا ہون اور اعتراض مذکور تمام نہوگا مگر جبکہ بکارت خروج منی کی مانع ہو اور حالانکہ برخلاف اسکے ثابت ہو اسواسطے کہ حیض اُسی محل سے خارج ہوتا ہی وتمامہ فی الطحطاوی ویجب ای یفرض علی الاحیاء المسلمین کفایۃ اجماعا ان یغسلوا بالتخفیف المیت المسلم الا الخنثی المشکل فیتیمم اور واجب ہی یعنے فرض ہو زندہ مسلمانون پر بطور فرض کفایہ اجماع کی دلیل سے یہ کہ نہلا دین مردہ مسلمان کو سوائے اُس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اُسکو غسل نہ دیجے بلکہ اُسکو غسل کے عوض تیمم کروائے م شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ بیان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلے مین بھی وجوب سے فرض مراد ہو مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہ فرضیت اجماع سے ثابت ہو اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین ہان ذمہ مکلفین سے اسقاط فرض کا نہوگا بدون نیت کے تو غریق کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہوگا مگر خانیہ مین زندون پر بھی نیت کو لازم نہین کہا انتہی شارح نے یغسلوا مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف وتشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہو کہ بالتخفیف کا لفظ بعد لفظ میت کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہوگئی اسلیے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہو کہ میت بالتخفیف وہ ہو جو مرگیا اور میت بالتشدید وہ ہو جو زندہ ہو آگے مریگا کما یجب علی من اسلم جنبا او حائضا او نفساء ولو بعد الانقطاع علی الاصح کما فی الشرنبلالیۃ من البرہان وعللہ ابن الکمال ببقاء الحدث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہو نہانا اُس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہو جانے کے بعد اسلام قبول کیا بنابر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہو اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہو حدث حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جبکہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہوگا بدون غسل کے او بلغ لا بالسن بل بانزال او حیض او ولدت ولم تر دما او اصابت کل بدنہ نجاسۃ او بعضہ وخفی مکانہا یا جوان ہوا آدمی عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت جنی اور اُسنے خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صورتون مین غسل کرنا لازم ہوگا ھم اور اگر بلوغ عمر کے حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہین مستحب ہو چنانچہ عنقریب آتا ہو اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس ہین اسی قول پر فتوی ہو فی الاصح راجع للجمیع غسل لازم ہو صحیح تر قول مین شارح نے کہا اصح ہونا سب پانچون صورتون کی طرف راجع ہو وفی التاتارخانیۃ معزیا للعتابیۃ والمختار وجوبہ علی مجنون افاق قلت وہو یخالف ما یاتی متنا الا ان یحمل انہ رای منیا اور تاتارخانیہ مین عتابیہ کی طرف منسوب ہو کہ قول مختار وجوب غسل کا ہو اُس مجنون پر جو ہوش مین آگیا مین کہتا ہون یہ قول مخالف ہو اس قول کے جو متن مین آویگا یعنے استحباب غسل کا مگر یہ کہ وجوب غسل کو اسپر محمول کیجیے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے بدن یا کپڑے پر منی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجیے تو اب خلاف باقی نہ رہا وہل السکران والمغمی علیہ کذلک یراجع اور کیا مست اور صاحب غشی کا حکم اسی طرح مجنون کے مانند ہو ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا حکم دیکھنا چاہیے یعنی ہمنے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے م بحر الرائق مین مذکور ہو کہ مست جب ہوش مین آیا اور اُسنے مذی کو دیکھا تو اُسپر بالاتفاق غسل نہین تو اگر مذی نہ دیکھیگا تو بطریق اولی اُسپر غسل لازم نہوگا اور صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار سے نقل کیا ہو کذا فی الطحطاوی والا بان اسلم طاہرا او بلغ بالسن فمندوب اور اگر ویسا نہین یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب ہو فرض نہین وسن لصلوۃ جمعۃ ولصلوۃ عید ہو الصحیح کما فی غرر الاذکار وغیرہ اور غسل کرنا سنت ہو جمعہ کی نماز کے واسطے اور عید کی نماز کے واسطے یہی قول صحیح ہو چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ مین ہو م ابو یوسف رح کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہو اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے ہو اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہو اُس شخص مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اُسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسف کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن کے نزدیک ادا ہوئی کذا فی المنح وفی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعا اور خانیہ مین ہو کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل معتبر نہین باتفاق ابو یوسف رح

اور حسن سے ہم حسن کے نزدیک عدم اعتبار غسل کی یہ وجہ بحر الرائق میں بیان کی کہ غسل اسواسطے مشروع ہوا تاکہ آدمی کے بدن کا میل دور ہو جس سے اجتماع میں
تکلیف ہوتی ہے اور یہ بات حاصل نہیں نماز جمعہ کے بعد نہانے سے اور حسن کے نزدیک گو غسل دن کے سبب سے ہو نہ نماز کے سبب سے لیکن یہ شرط ہے کہ غسل
نماز سے پہلے ہو اور بعضون کے نزدیک اتفاق مذکور کی حکایت صحیح نہیں اسواسطے کہ عینی نے تصریح کی ہے کہ غسل کرنے کے بعد نماز جمعہ سے حسن کے نزدیک سنت
ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً ویکفی غسل واحد لعید وجمعة اجتمعا مع جنابة اور کفایت کرتا ہے ایکبار غسل کرنا اُس عید اور جمعہ کے واسطے جو جنابت کے ساتھ جمع
ہوئے ہوں یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہے تو ایک بار نہانا غسل سنت اور غسل فرض سب کو کفایت کرتا ہے کذا فی المنح عن معراج الدرایۃ
کما لفرضی جنابة وحیض جیسے جنابت اور حیض دونون فرضون کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہے اجتماع حیض اور جنابت کی صورت یہ ہے کہ انقطاع حیض کے
بعد جماع یا احتلام واقع ہوا ولاجل احرام اور غسل سنت ہے احرام حج یا عمرہ کے واسطے وفی جبل عرفة بعد الزوال اور غسل سنت ہے عرفات کے پہاڑ میں دوپہر
ڈھلنے کے بعد ہم شارح نے پہاڑ کا لفظ زیادہ کرکے اشارہ کیا غسل عرفہ اُسوقت سنت ہے جبکہ داخل عرفات ہو ابن امیر حاج نے کہا کہ یہ غسل فقط دن کیواسطے نہین
بلکہ ظاہر وقوف عرفات کے واسطے ہے کذا فی الطحطاوی ٹھہرنا وندب لمجنون افاق اور غسل کرنا مستحب ہے اُس دیوانہ کے واسطے جو ہوش مین آگیا ہم
غسل تین قسم پر ہے فرض سنت مستحب فرض غسل چھ قسم ہے انزال منی سے بشہوت دوسرے ادخال حشفہ سے تیسرے انقطاع حیض سے چوتھے انقطاع نفاس
سے پانچوین غسل میت چھٹے سارے بدن میں نجاست لگنے سے یا بعض بدن مین اور نجاست کا مکان مخفی ہو اور غسل سنت چار ہین نماز جمعہ کے واسطے اور
عید کی نماز کے لیے اور احرام کے واسطے اور وقوف عرفات کے لیے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا لمجنون سے وکذا المغمی علیہ کما فی غرر الاذکار اور
اسی طرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہے افاقہ ہونے کے بعد چنانچہ غرر الاذکار مین مذکور ہے ذیل السکران کذلک لم اره اور کیا مست کا بھی اسی طرح کا حکم ہے مین نے
اسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا ہم شارح سے یہ کلام مکرر واقع ہوا اور اسکی گفتگو بحر الرائق سے مذکور ہوگئی وعند حجامة اور غسل مستحب ہے پچھنے لگانے کے وقت
یعنے پچھنے لگانے کے بعد وفی لیلة براءة اور غسل مستحب ہے شب برات میں یعنے شعبان کی پندرھوین رات مین اُس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب
بیداری کے لیے اسواسطے کہ اُس مین ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہے اور ہر مومن کے واسطے براءة من النار اور براءة من الذنوب حاصل ہوتی ہے کذا فی
الطحطاوی وعرفة اور غسل مستحب ہے شب عرفہ یعنی نوین رات ذی الحجہ مین وقدر اذا راها اور غسل مستحب ہے شب قدر مین جبکہ اُسکو دیکھے یعنے جبکہ اُسکو جانتا ہو
بظن غالب اور شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہے کہ غسل مستحب ہے جبکہ شب قدر کو یقیناً دیکھے یا اُن احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر مین وارد
ہین کذا فی الطحطاوی ہم اکثر احادیث صحاح مین عشرۂ اخیرۂ رمضان المبارک کی طاق راتون مین طلب کرنا شب قدر کا وارد ہے علی الخصوص اکیسوین اور تئیسوین
اور ستائیسوین واللہ اعلم وعند الوقوف بمزدلفة غداة یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہے نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کے صبح کو وہان ٹھہرنے
کے واسطے ہم مزدلفہ ایک مکان ہے عرفات اور منی کے درمیان وعند دخول منی یوم النحر لرمی الجمرة وکذا البقیة الرمی اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل
ہونے منی کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھریان مارنے کے واسطے اور اسی طرح باقی سنگساری کے واسطے یعنے یوم النحر کے بعد تین دن جمرات ثلثہ کی سنگساری
جو ہوتی ہے تو ہر روز نہانا سنگساری کے واسطے مستحب ہے وعند دخول مکة لطواف الزیارة اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے
طواف الزیارۃ کے واسطے تاکہ فرض ادا ہو اکمل طہارتین کے ساتھ اور اسی طرح ہر بار اُس مکان مقدس کے دخول مین بلاشک غسل مستحب ہے حرمت مکان
کی تعظیم کے واسطے کذا فی امداد الفتاح ولصلوة کسوف وخسوف اور غسل مستحب ہے سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کے واسطے ہم کسوف اور خسوف نشانیان ہین
بندون کے ڈرانے کے واسطے تو اقرب حالات تضرع طہارت کاملہ ہے نماز کے واسطے کذا فی امداد الفتاح واستسقاء وفزع وظلمة وریح شدید اور واسطے
طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی روز اور سخت آندھی مین غسل کرنا مستحب ہے تاکہ باکمل طہارتین التجا الی اللہ تعالی دفع مصیبت کے واسطے حاصل ہو

اقسام غسل

له دور غشت سے بری ہونا اور نشے سے ہوش میں ہونا ... ادخال ... تفاسیر ... زیادہ ... شب قدر ... ستائیسوین ... کرتے ہین ...

کذا فی امداد الفتاح وکذا لدخول المدینۃ ولحضور مجمع الناس ولمن لبس ثوبا جدیدا او غسل میتا اور اسی طرح غسل مستحب ہو مدینہ منورہ کے داخل ہونے مین حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کے واسطے اور آدمیون کے مجمع مین جانے کے واسطے غسل مستحب ہو تاکہ لوگون کو میل اور پسینہ کی بدبو سے تکلیف نہو اور اسکو غسل مستحب ہو جو نیا کپڑا اپنے یا مردہ نہلاوے ہم ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہو کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی مین منصوص ہو حالانکہ ایسا نہین بلکہ صاحب بحر نے کہا کہ یہ نووی شافعی کا قول ہو جسے اپنے علما کے قول مین نہین دیکھا کذا فی الطحطاوی اور یراد قتلہ یا اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہو جسکے قتل کا ارادہ کیا جاتا ہو یعنی قتل اسکا خواہ بحد یا قصاص یا بظلم ہو بہر صورت غسل مستحب ہو تاکہ موت طہارت کے ساتھ ہو اور وہ شہید ہو کر مرے کذا فی الطحطاوی وللتائب من ذنب اور گناہ سے توبہ کرنے والے کو غسل مستحب ہو تاکہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے ساتھ اسواسطے کہ طہارت ظاہری نافع نہین بدون طہارت باطنی کے وللقادم من سفر اور غسل مستحب ہو سفر سے آنے والے کو وللمستحاضۃ انقطع دمہا اور اُس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہو جسکا خون بند ہو گیا کہ شاید استحاضہ کے اندر حیض واقع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی ثمن ماء اغتسالہا و وضوئہا علیہ ای الزوج ولو غنیۃ کما فی الفتح لانہ لابد لہا منہ فصار کالشرب فاجرۃ الحمام علیہ اور زوجہ کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہو اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہو اسواسطے کہ عورت کو غسل اور وضو کا پانی ضرور ہو پینے کے پانی کے برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہو ہم حمام کی اجرت قیاس ہو صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہین اور بحر خلاصہ مین تفصیل مذکور ہو کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا پانی زوج پر ہو اور مالدار کا نہین سو ضعیف قول ہو کذا فی الطحطاوی ولو کان الاغتسال لا عن جنابۃ وحیض بل لازالۃ الشعث والتفث قال شیخنا الظاہر انہ لا یلزمہ اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت اور حیض سے نہو بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل کے دور کرنے کے واسطے ہو تو ہمارے اُستاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہرا ایسے نہانے کے پانی کی قیمت زوج پر لازم نہین ہم اسواسطے کہ یہ ضروریات سے نہین ہو بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہو اور اس کلام سے نکلتا ہو کہ سر کا تیل اور مشاطہ کی اجرت واجب نہین زوج پر کذا فی الطحطاوی ویحرم بالحدث الاکبر

دخول مسجد لا مصلی عید وجنازۃ ورباط ومدرسۃ ذکرہ المصنف وغیرہ فی الحیض وقبیل الوتر لکن فی وقف القنیۃ المدرسۃ اذا لم یمنع اہلہا الناس من الصلوۃ فیہا فہی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہو جانا مسجد کا اور حرام نہین داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا اور صوفیون کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہو مصنف وغیرہ نے حیض مین اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف مین ہو کہ جب اہل مدرسہ لوگون کو اُسکے اندر نماز پڑھنے سے مانع نہون تو وہ مدرسہ مسجد ہو ہم تو مدرسہ مذکورہ مین مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فنا مسجد در حکم مسجد ہو جواز اقتدا مین اگرچہ صفوف متصل نہون نہ دخول کے حرام ہونے مین کذا فی الطحطاوی عن النہر ولو للعبور خلافا للشافعی الا لضرورۃ بحیث لا یمکنہ غیرہ جنب وغیرہ پر دخول مسجد کا حرام ہو اگرچہ دخل گذران ہو خلافا للامام الشافعی مگر عبور کرنا مسجد مین جائز ہو ضرورت سے اسطرح پر کہ سوائے مسجد کے اور طرف سے نکلنا اُسکو ممکن نہین ہم ضرورت کی یہ صورت ہو کہ اُسکے گھر کا دروازہ مسجد مین ہو اور غیر ضرورت کی قید ملا خسرو نے درر مین لگائی ہو اور خوب قید ہو اگرچہ اطلاق مشائخ کے مخالف ہو صاحب بحر نے کہا اسمین یہ قید لگانا بھی لائق ہو کہ دوسری طرف دروازہ نہین کر سکتا اور اُس گھر کے سوائے اور مکان کے رہنے پر قادر نہین کذا فی المنح ولو احتلم فیہ ان خرج مسرعا تیمم ندبا وان مکث لخوف فوجوبا ولا یصلے ولا یقرا اور اگر کسی شخص کو مسجد مین احتلام ہوا تو اگر مسجد سے جلد نکلا تو اُسکو تیمم کرنا مستحب ہو اور اگر مسجد مین ٹھہرا رہا خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہو اور اس تیمم سے نہ نماز پڑھے نہ قرآن ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے صحیح نہین کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہین اور اباحت نماز کے واسطے وہ تیمم شرط ہو کہ عبادت مقصودہ کے واسطے کیا ہو کذا فی الطحطاوی ویحرم بہ تلاوۃ قرآن ولو دون آیۃ علی المختار اور حدث اکبر سے حرام ہو تلاوت قرآن کی اگرچہ آیت سے کم پڑھے بنا بر قول مختار کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہو جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور منذری نے اُسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم (لا یقرأ الحائض ولا الجنب شیأ من القرآن) یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پڑھے حائض اور نہ جنب کچھ قرآن کو تو یہ اطلاق آیت اور کم آیت دونون کو شامل ہی اور یہی قول ہی کرخی کا اور صاحب ہدایہ نے اسکو تجنیس مین اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اور ولوالجی نے اپنے فتاوی مین صحیح کہا ہی اور اسی طرح مصفی اور کافی مین ہی اور صاحب بدائع نے اسکو عامہ مشائخ کی طرف منسوب کیا ہی تصحیح کے ساتھ اس دلیل سے کہ احادیث مین قلیل اور کثیر کی تفصیل نہین اور طحاوی کی روایت مین آیت سے کم قرآن کا پڑھنا مباح ہی اور صاحب خلاصہ نے اسکو صحیح کہا اور فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر مین اور زاہدی نے اکثر مشائخ کی طرف نسبت کیا صاحب بحر الرائق نے بعد حکایت مذکورہ کے کہا الحاصل کمتر از آیت مین صحیح مختلف ہی لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہی اسواسطے کہ احادیث مین تفصیل نہین اور تعلیل نص کے مقابلہ مین مردود ہی اسواسطے کہ لفظ شیأ کا جیسا کہ کافی مین ہی نکرہ ہی سیاق نفی مین تو اُسنے عموم کا فائدہ دیا اور کمتر از آیت بھی قرآن ہی تو اُسکی بھی قرات ممنوع ٹھہری پوری آیت کے مانند کذا فی منح الغفار (بقصدہ فلو قصد الدعاء او الثناء او افتتاح امر او التعلیم ولقن کلمۃ کلمۃ حل فی الاصح) قرآن کا ارادہ کرکے جنب وغیرہ کو تلاوت کرنا حرام ہی تو اگر آیات قرآنی سے دعا کرنے کا قصد کیا یا ستائش کا یا شروع کرنا کسی کام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم کیا تو اس طرح حلال ہی صحیح تر قول مین ہم عیون مین ہی کہ اگر سورۂ فاتحہ کو پڑھا بطریق دعا کے یا اور آیات کو جنمین دعا کے معنی ہین اور تلاوت کا قصد نہ کیا تو لا بأس بہ انتہے اور اسی کو حلوانی نے مختار کہا ہی اور صاحب غایۃ البیان نے اور ہندوانی نے کہا کہ مین اسکا فتوے نہین دیتا اگرچہ امام سے مروی ہی کچھ مضائقہ نہین ۱۲ کذا فی الطحطاوی (حتے لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ) یہانتک کہ فاتحہ سے ستائش کا قصد کرے نماز جنازہ مین تو مکروہ نہین یعنے قرآن کا پڑھنا اگرچہ نماز جنازہ مین جائز نہین لیکن اگر بعد سبحانک اللہم کے سورۂ فاتحہ بقصد ثنا پڑھیگا تو جائز ہی یہ تفریع ہی لو قصد الثناء پر (الا اذا قرأ المصلی قاصدًا الثناء فانہا تجزیہ لانہا فی محلہا فلا یتغیر حکمہا بالقصد) مگر جبکہ نماز گزار اپنی نماز مین سورۂ فاتحہ پڑھے ثنا کی نیت کرکے تو وہ قرات اُسکو کافی ہی اسواسطے کہ قرات فاتحہ اپنے مناسب مقام مین ہی تو اُسکا حکم نہ بدلیگا اُسکے قصد کرنے ثنا سے ہم یہ استثنا کلام محذوف سے مرتبط ہی تقدیر کلام یون ہی کہ نماز جنازہ مین فاتحہ مکروہ نہین اسواسطے کہ قصد ثنا سے فاتحہ قرآنیت سے خارج ہوئی مگر اس صورت مین خارج نہین اور یہ جواب ہی اُس سوال مقدر کا کہ اگر سورۂ فاتحہ کا اخراج قرآنیت سے بقصد ثنا صحیح ہو تو چاہیے فاتحہ پڑھنا ثنا کے قصد سے نماز کامل مین کفایت نکرے حالانکہ وہ کافی ہی شارح نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل مین سورۂ فاتحہ اپنے محل پر ہی تو اب ثنا کا قصد کرنا اُسکے حکم کو بدل نہین سکتا کذا فی الطحطاوی عن النہر یعنے اور نماز جنازہ مین فاتحہ خوانی بے محل تھی تو وہان قصد ثنا نے حکم کو بدل دیا (ومس مصحف) مستدرک بما بعدہ وہو ما قبلہ ساقط من نسخ الشرح وکانہ سقط لانہ ذکرہ فی الحیض اور حدث اکبر سے حرام ہی چھونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ زائد بے حاجت ہی اسواسطے کہ بعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہی اور وہ اور ماقبل اُسکا یعنے مس مصحف اور تلاوت قرآن مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہی اور شاید کہ مصنف کا ساقط کرنا شرح سے اسواسطے ہی کہ اُسکو حیض کے مسائل مین مصنف نے ذکر کیا ہی (ویحرم بہ طواف لوجوب الطہارۃ فیہ) اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا طواف کرنا حرام ہی بسبب واجب ہونے طہارت کے طواف مین ہم صحیحین مین مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض مین طواف بیت اللہ سے منع کیا اور باقی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا ہی طواف کی حرمت کا فتح القدیر مین کہا کہ اس تعلیل پر اقتصار اولے نہین بلکہ طواف مین طہارت واجب ہی تو اگر وہان مسجد نہوتی تو بھی طواف جنب پر حرام ہوتا کذا فی المنح (ویحرم بہ ای بالاکبر وبالاصغر مس مصحف ای ما فیہ آیۃ کدرہم وجدار) اور حرام ہوتا ہی حدث اکبر اور حدث اصغر سے چھونا مصحف کا مصحف سے بیان مراد وہ چیز ہی جسمین قرآن شریف کی آیت مرقوم ہو جیسا کہ روپیہ اور دیوار ہم جنب اور محدث کو مصحف مجید

کا چھونا حرام ہی اگرچہ خط فارسی مین لکھا ہو یہی صحیح ہی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر مین ہی تجنیس سے اور حرمت مین موضع کتابت اور
غیر موضع کتابت دونون برابر ہین اور بعضون نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہی اور مثل خلاف مصحف مجید مین اور غیر مصحف مین اگر آیت لکھی ہو
تو اُسین حرام نہین مگر مرقوم کا چھونا کذا فی باب الحیض من البحر وحل مس نحو التورٰیۃ کذلک ظاہر کلامہم لا اور توریت اور مانند اُسکے چنانچہ انجیل اور
زبور کا چھونا بھی مصحف کے مانند حرام ہی یا نہین فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ اُنکا چھونا حرام نہین ہم اسی طرح نہر الفائق مین مذکور ہی اور قہستانی
مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ توریت وغیرہ مین جہان تحریف اور تبدیل واقع نہین ہوئی اُسکا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی الا بغلاف
متجاف غیر مشرز او بصرۃ بہ یفتی مگر جداگانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پر چپکا نہین مس مصحف حرام نہین یا درم کی تھیلی کے ساتھ اُس درم کا چھونا
جسپر آیت لکھی حرام نہین اسی کا فتوی ہی ہم غلاف جداگانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف ملصق اور چپکا چنانچہ مصحف کی چولی تو جزدان کے ساتھ
چھونا جائز ہی اور چولی کے ساتھ جائز نہین اسپر فتوی ہی سراج مین اور کافی مین چولی کے ساتھ بھی چھونے کو اصح کہا ہی تو یہان دونون قولون کی
تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے مین اختلاف ہی تو بموجب کافی کے جائز ہی اور بموجب سراج کے جائز نہین ہدایہ مین اسی کو اصح کہا ہی
اور خلاصہ مین ہی کہ اسی پر اکثر مشایخ ہین اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی عن النہر وحل قلبہ بعود اور پلٹنا مصحف کے ورق کا
لکڑی سے حلال ہی واختلفوا فی مسہ بغیر اعضاء الطہارۃ وبما غسل منہا وفی القراۃ بعد المضمضۃ والمنع اصح اور علما نے اختلاف کیا مصحف کے چھونے
مین غیر اعضاء طہارت سے اور اُنہین سے جسکو دھولیا او جنب کے قرآن پڑھنے مین کلی کرنے کے بعد اور جائز نہ کہنا صحیح تر قول ہی ہم اعضاء طہارت سے
اعضاء وضو مراد ہین اسواسطے کہ حدث اکبر مین تمام اعضاء طہارت کے ہین ولا یکرہ النظر الیہ ای القرآن لجنب وحائض ونفساء لان الجنابۃ
لا تحل العین اور قرآن کا دیکھنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہین اسواسطے کہ ناپاکی آنکھ مین نہین گھس جاتی کما لا تکرہ ادعیۃ
ای تحریما جیسے دعاؤن کا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہین یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہین والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولی وہو
مرجع کراہۃ التنزیہ اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مطلق ذکر کے واسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب کا ترک کرنا خلاف
اولے ہی اور خلاف اولی مآل کار ہی کراہت تنزیہی کا م اور بعضون کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت موکدہ کے مقابلہ مین ہی اور خلاف اولی مین
تو اصلا کراہت نہین کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ مس صبی لمصحف ولوح اور مکروہ نہین چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف اور اُس تختی کو جسپر
قرآن لکھا ہی ولا باس بدفعہ الیہ وطلبہ منہ بحر للضرورۃ اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر اور کچھ ڈر نہین بالغ با وضو کو مصحف کے دینے مین بے وضو
لڑکے کو اور مصحف کے منگانے مین اُس سے چنانچہ بحر الرائق مین ہی مصحف کا دینا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ یاد کرنا لڑکپن
مین جیسے نقش پتھر مین م چونکہ لڑکون سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہی اُنپر اور تا بلوغ تاخیر کرنے مین حفظ قرآن کی تقلیل ہی تو اس ضرورت سے
اُنکو مس مصحف اور اُسکا دینا لینا جائز ہوا ولا تکرہ کتابۃ قرآن والصحیفۃ او اللوح علی الارض عند الثانی خلافا لمحمد وینبغی ان
یقال ان وضع علی الصحیفۃ ما یحول بینہا وبین یدہ یوخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث قالہ الحلبی اور مکروہ نہین بے وضو کو لکھنا قرآن کا
اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکھتا ہی زمین پر ہو ابو یوسف رح کے نزدیک برخلاف قول محمد رح کے اور یون کہنا مناسب ہی کہ اگر کاغذ پر وہ چیز رکھی جاے
جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف رح کا قول لیا جاے اور اگر یہ نہین ہی تو محمد رح کا قول لیا جاے ایسا کہا ہی حلبی نے م اور
دوسری وجہ توفیق یہ ہی کہ ابو یوسف رح کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہی اور محمد رح کا قول تنزیہی پر بدلیل قول محمد رح احب الی ان
لا یکتب یعنے میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہی کذا فی الطحطاوی ویکرہ لہ قراۃ تورٰیۃ وانجیل وزبور لان الکل کلام اللہ وما بدل

غیر معین اور جنب وغیرہ کو مکروہ ہو پڑھنا توریت اور انجیل اور زبور کا اسواسطے کہ یہ سب اللہ تعالی کا کلام ہو اور جن الفاظ مین تبدیل اور تحریف
واقع ہوئی یہود اور نصاری سے وہ معلوم نہین بالخصوص ہم فتح القدیر مین فتاوی ظہیریہ سے اسی قول پر فتوی منقول ہو کذا فی النہر وجزم العینی فی شرح
المجمع بالحرمۃ اور عینی نے شرح مجمع مین حرمت قرأت پر یقین کیا ہو وخصہا فی النہر بالم یبدل اور نہر الفائق مین حرمت قرأت کو خاص کیا اُسکے ساتھ جسمین
تبدیل اور تحریف نہین ہوئی لا قراءۃ قنوت مکروہ نہین جنب وغیرہ کو پڑھنا قنوت کا اسی پر فتوی ہو کذا فی النہر اور مراد کراہت منفی سے کراہت تحریمی ہو
نہ تنزیہی ولا اکلہ وشربہ بعد غسل ید وفم اور مکروہ نہین جنب وغیرہ کو کھانا اور پینا ہاتھ اور مُنھ دھو ڈالنے کے بعد ولا معاودۃ اہلہ قبل اغتسالہ الا اذا
احتلم لم یات اہلہ اور مکروہ نہین جنب کو پھر صحبت کرنا اپنی اہلیہ کا نہانے سے پہلے مگر جبکہ جنابت احتلام کے ہونے سے ہوئی ہو تو بدون نہانے کے
اپنی اہلیہ سے صحبت نکرے ہم یہ روایت فتح القدیر مین منتقی سے منقول ہو قال الحلبی ظاہر الاحادیث انما تفید الندب لا نفی الجواز المفاد من کلامہ
حلبی نے کہا کہ ظاہر احادیث تو دلالت نہین کرتا مگر استحباب ترک جماع پر قبل غسل کے نہ عدم جواز جماع پر جو حاصل ہوتا ہی فتح القدیر کے کلام سے طحطاوی
نے کہا کہ یہ طرز شارح کا مناسب نہین اسواسطے کہ ضمیر کا مرجع پہلے مذکور نہین کردیا ولا تفسیر کمصحف لا الکتب الشرعیۃ فانہ رخص مسہا بالید لا التفسیر
کما فی الدرر عن مجمع الفتاوے اور تفسیر مصحف کے مانند ہو نہ شرعی کتابین اسواسطے کہ بدون طہارت کے شرعی کتابون مین ہاتھ لگانے کی رخصت دیگئی ہو
نہ تفسیر مین ہاتھ لگانے کی چنانچہ درر مین مجمع الفتاوے سے منقول ہو ہم شرعی کتابون سے مراد چنانچہ حدیث اور فقہ کی کتابین وفی السراج المستحب
ان لا یاخذ الکتب الشرعیۃ بالکم ایضا تعظیما اور سراج مین کہا کہ مستحب یہ ہو کہ شرعی کتابون کو آستین سے بھی نہ پکڑے تعظیم کی وجہ سے ہم یہ قول مخالف
نہین ہو قول سابق کے اسواسطے کہ استحباب نفی وجوب کے مخالف نہین لکن فی الاشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام وقد جوز اصحابنا
مس الکتب التفسیر للمحدث ولم یفصلوا بین کون الاکثر تفسیرا او قرآنا ولو قیل بہ اعتبارا للغالب لکان حسنا قلت لکنہ یخالف ما مر فتدبر لیکن اشباہ مین منجملہ
مسائل اس قاعدہ کے کہ جب حلال اور حرام یکجا ہو تو حرام ہی غالب ہوجاتا ہی اور البتہ ہمارے عالمون نے تفسیر کی کتابون کا چھونا محدث کے واسطے
جائز رکھا اور تفصیل نہین کی تفسیر کے زیادہ ہونے مین یا قرآن مین یعنے یہ نہین کہا کہ اگر تفسیر کی عبارت زیادہ ہو قرآن سے تو جائز ہی اور اگر قرآن
کے الفاظ زیادہ ہون تفسیر سے تو جائز نہین اور اگر اس تفصیل کے قائل ہو جیسے غالب چیز کا اعتبار کرکے تو البتہ خوب بات ہی مین کہتا ہون کہ اشباہ کا
قول مخالف ہی متن کے جو گذر گیا تو اے مخاطب اسمین تامل کر ہم خلاصہ یہ ہی کہ اہل مذہب کی وہ عبارتین مطلق ہین منع اور جواز مین اور ظاہر اشباہ کا یہ
دلالت کرتا ہی کہ جواز مس تفسیر سب علما کا قول ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ ماتن نے جو درر کے قول پر اعتماد کیا ہی قابل اعتماد کے نہین بسبب مخالف اجماع
کے اور علامہ نوح نے جوہرہ اور سراج سے نقل کیا کہ کتب تفسیر مین موضع قرآن کا چھونا جائز نہین اور اسکے سوا کا چھونا درست ہی برخلاف
مصحف کے کہ اُسکا بالکل چھونا بے طہارت درست نہین اور فتح القدیر مین ہی کہ مکروہ ہی چھونا کتب تفسیر اور فقہ اور سنن کا اسواسطے کہ یہ کتابین آیات
قرانی سے خالی نہین اور منیۃ المصلی مین ہی کہ مکروہ ہی یعنے محدث وغیرہ کو چھونا تفسیر اور فقہ کی کتابون کا بھی انتہی تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ عالمون کا
کلام تفسیر مین کراہت کی وجہ سے ہی نہ منع اور حرمت کے سبب سے تو صاحب درر کا یہ کلام لا التفسیر اسپر محمول ہی کہ تفسیر کا چھونا مرخص نہین بلکہ
مکروہ ہی اور یہ مطلب نہین کہ اُنکا چھونا حرام ہی جیسا کہ ماتن سمجھا ہی اسواسطے کہ اسمین حرمت کی تصریح نہین مین کہتا ہون سب عبارتون سے بہتر وہ
عبارت ہی جو کہ جوہرہ اور سراج مین ہی اسواسطے کہ وہی قواعد فقہی سے موافق تر ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا فروع مسائل ملحقہ شارح کے المصحف
اذا صار بحال لا یقرأ فیہ یدفن کالمسلم مصحف جبکہ ایسا بوسیدہ ہوجاوے یا نہایت باریک خط ہو کہ اسمین پڑھا نجاوے تو دفن کیا جاوے مسلمان میت
کی طرح یعنے بطور لحد یا شق کے ویمنع الکافر من مسہ اور کافر کو منع کیا جاوے مصحف کے چھونے سے وجوزہ محمد اذا اغتسل اور کافر کو اسکا چھونا محمد

بن حسن نے جائز کہا ہی جبکہ کافر نے غسل کیا ہو م ظاہرا یہ قول معتمد نہین کہ شیخین کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی ولا باس بتعلیم القرآن والفقہ عسے
ان یہتدی اور مضائقہ نہین کافر کو قرآن اور فقہ کے سکہانے مین شاید کہ راہ راست پر آجاے یعنے مسلمان ہو م معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کافر کو بتوقع
ہدایت جائز ہی تو اس زمانہ مین جو بعضے نام کے مسلمان نصاری کو قرآن پڑھاتے ہین نوکری کی طمع سے سو جائز نہین بلکہ بالیقین حرام ہی اور اسوا سطے
کہ نصاری مسلمانون کے الزام دینے کے واسطے سیکھتے ہین اور قرآن مجید کے رد کرنے مین اپنے گمان فاسد مین کتابین تصنیف کرتے ہین حق تعالی
اہل اسلام کو عبرت دے کہ مزید طمع اور حرص سے ایسی بے غیرتی اور بے دینی اختیار نکرین ویکرہ وضع المصحف تحت راسہ الا للحفظ والمقلمۃ
علے الکتاب الا للکتابۃ اور مکروہ ہی مصحف کا رکھنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہی اور قلمدان کا رکھنا کتاب پر مکروہ ہی
مگر لکھنے کے واسطے جائز ہی یعنے کتابت کی حالت مین ویوضع النحو ثم فوقہ التعبیر ثم الکلام ثم الفقہ ثم الاخبار والمواعظ ثم التفسیر اور صندوق وغیرہ
مین اول رکھی جاوین علم نحو کی کتابین پھر اُنکے اوپر علم تعبیر کی کتابین پھر اُنکے اوپر علم کلام یعنے عقائد کی کتابین پھر اُنکے اوپر فقہ کی کتابین پھر احادیث
اور پند کی کتابین پھر تفسیر کی کتابین م لغت کی کتابین نحو کے مانند ہین چنانچہ قنیہ مین ہی اور مصحف کا ذکر نہین کیا اسواسطے کہ وہ فوق الکل ہی
ٍمکرہ اذابۃ درہم علیہ آیۃ الا اذا کسرہ مکروہ ہی پگھلانا اور گلانا اُس درم کا جسپر آیت قرآنی کا سکہ ہی مگر جبکہ درم توڑا جاے تو اب درست ہی
م توڑنے سے حروف متفرق ہوگئے تو اب گلانے مین اہانت نہین اور اگر آیت سے کمتر ہی تو بدون توڑنے کے بھی گلانا درست ہی کذا فی
الطحطاوی رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل جو تعویذ جدا گانہ غلاف مین ہو یعنے تعویذ پر مڑھا ہو تو اُسکا لیجانا پاخانہ
مین مکروہ تحریمی نہین اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہی م علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر مین ہی کہ عالمون کا اجماع ہی اسپر کہ تعویذ اور
افسون تین شرطون کے ساتھ جائز ہی ایک یہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اُسکے صفات سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی زبان مین ہو یا
اُس زبان مین جسکے معنی معلوم ہون تیسری یہ کہ یہ عتقاد ہو کہ افسون بالذات متاثر نہین بلکہ بتقدیر الہی اثر کرتا ہی اور قرطبی نے کہا کہ رقیہ یعنے
افسون تین قسم ہی ایک قسم وہ جسکا مطلب اور معنی معلوم نہین تو اُس سے پرہیز کرنا واجب ہی کہ مبادا اُسمین شرک ہو دوسری قسم یہ ہی کہ بکلام الہی
اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہی پھر اگر احادیث مین منقول ہی تو وہ مستحب ہی تیسری قسم یہ کہ اسمار ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر
مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہین اور نہ اسکا شرع مین حکم ہی تو اسکا ترک کرنا بہتر ہی مگر یہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ
حلف بغیر اللہ تو اب پرہیز کرنا لائق ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا یجوز رمی برایۃ القلم الجدید ولا ترمی برایۃ القلم المستعمل لاحترامہ کحشیش المسجد
وکناستہ ولا تلقی فی موضع یخل بالتعظیم اور جائز ہی نئے قلم کا تراشا پھینکنا اور نہ پھینکا جاے مستعمل قلم کا تراشا اُسکی حرمت اور تعظیم کی وجہ سے
جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑہ اور نہ ڈالا جاے ایسے مقام مین کہ مخل ہو اُسکی تعظیم کا م لکھنے والے قلم کی تراشنے کی تعظیم اس جہت سے کہ قلم سے
اسمار ربانی اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کے اسمار مبارک لکھے جاتے ہین علاوہ یہ ہی کہ حروف کو بذات خود احترام ہی اور قلم جدید کے تراشے
مین یہ بات نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لف شیٔ فی کاغذ فیہ فقہ وفی کتب الطب یجوز ولو فیہ اسم اللہ تعالی والرسول فیجوز محوہ لیلف فیہ شیٔ
اور جائز نہین لپیٹنا کسی چیز کا اُس کاغذ مین جسمین فقہ کے مسائل لکھے ہون اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہی اور اگر اسمین اللہ تعالے
اور رسول کریم کا نام ہو تو اُسکا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کے واسطے جائز ہی ومحو بعض الکتابۃ بالریق یجوز اور بعضے لکھے حرفون کا مٹانا لعاب دہن
سے جائز ہی م بعض کی قید سے اللہ تعالی کا نام پاک اور قرآن خارج ہو گیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہوتی ہی وقد ورد النہی عن محو اسم اللہ
بالبزاق اور البتہ نہی وارد ہی اللہ تعالے کے نام مٹانے مین تھوک سے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام القرآن احب الی اللہ تعالے

من السموات والارض ومن فیہن اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہو کہ قرآن محبوب تر ہو اللہ تعالی کے نزدیک آسمانون اور زمین سے اور اُن اشخاص سے جو اُنکے درمیان مین ہین ہم شاید کہ اس حدیث سے اسکا اشارہ کیا کہ قرآن بھی اللہ تعالی کے نام کے ساتھ ملحق ہو مٹانے کی نہی مین کذا فی الطحطاوی

یجوز قربان المرأۃ فی بیت فیہ مصحف مستور عورت سے قربت کرنا اُس کوٹھری مین جائز ہو جسمین مصحف درپردہ ہو بساط او غیرہ کتب علیہ الملک للہ یکرہ لبسطہ واستعمالہ لاتعلیقہ للزینۃ فرش یا سوائے اُسکے تکیہ وغیرہ ہو جسپر الملک للہ لکھا ہو اُسکا بچھانا اور اُسکا استعمال کرنا مکروہ ہو اور لٹکانا اُسکا آرائش کے واسطے

مکروہ نہین وینبغی ان لایکرہ کلام الناس مطلقا وقیل یکرہ مجرد الحروف والاول اوسع وتمامہ فی البحر وکراہیۃ القنیۃ اور لائق یہ ہو کہ مکروہ نہو دوسرے آدمیون کا کلام لکھا ہوا ہر طرح کے استعمال مین اور بعضون نے کہا کہ فقط حروف کا ابتذال مکروہ ہو اور قول اول مین زیادہ تر وسعت ہو اور اُسکا پورا بیان بحرالرائق

اور قنیہ کی کتاب الکراہیۃ مین ہو قلت وظاہرہ انتفاء الکراہۃ بمجرد تعظیمہ وحفظہ علق اولا زین بہ اولا وظاہر کلام بحرالرائق نہونا ہو کراہت کا صرف اُسکی تعظیم اور حفاظت کرنے سے جسپر الملک للہ لکھا ہو خواہ اُسکو لٹکائے یا نہین اُس سے آرایش کیجیے یا نہین وہل ما یکتب علی المراوح وجدر الجوامع کذا یحرر اور جو کہ پنکھون اور جامع مسجد کی دیوارون پر لکھا جاتا ہو وہ بھی فرش کی نوشت کے مانند ہو یا نہین جواب اسکا لکھا جاویگا م باب الوتر والنوافل سے پہلے شارح نے فروع مین لکھا ہو کہ مسجد کی دیوارون پر لکھنا لائق نہین اور نہایہ مین ہو کہ قرآن کا لکھنا محراب اور دیوارون پر خوب نہین سقوط کتابت اور پانوئن پڑنے کے خوف سے کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

باب المیاہ

یہ باب ہو پانیون کے مسائل مین ہم اب اُسکا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہو اصطلاح مین باب عبارت ہو اُن مسائل فقہ سے جسکے احکام ماقبل اور مابعد سے جداگانہ ہین اور وہ مترجم بکتاب اور فصل نہین کذا فی المنح جمع ماء بالمد ویقصر اصلہ موہ قلبت الواو الفا والہاء ہمزۃ میاہ جمع ہو ماء کی ساتھ مد کے یعنے جسمین الف کے بعد ہمزہ ہو اور گاہے اُسکو بے ہمزہ بھی بولتے ہین اصل ماء کی موہ ہو واو کو الف سے بدلا اور ہاء ہوز کو ہمزہ سے وہو جسم لطیف سیال بہ حیاۃ کل نام اور پانی جسم لطیف ہو یعنی غالبا بصارت کا حاجب نہین اور بہنے والا ہو جس سے ہر بڑھتی چیز کی زندگی ہو یعنی حیوان اور نبات کی یرفع الحدث مطلقا بماء مطلق وہو ما یتبادر عند الاطلاق مطلق حدث یعنے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہو مطلق پانی سے اور مطلق پانی وہ ہو جو شتابی ذہن مین آجاوے جبکہ پانی کا لفظ بولا جاوے بدون اضافت کے ھم منح الغفار مین ہو کہ مطلق پانی وہ ہو جو باقی ہو اپنے پیدایشی اوصاف پر اور اُسمین نجاست نہین ملی اور نہ کوئی اور چیز اُسپر غالب ہوگئی انتہی اسکا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہو کماء سماء واودیۃ وعیون وآبار وبحار وثلج مذاب بحیث یتقاطر وبرد وجمد وندا مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور رودون کا اور چشمون کا اور کنوؤن کا اور دریاؤن کا پانی اور پگھلا برف ٹپکتا اور اولے اور یخ یعنے پالا اور اوس ہم آسمان کے پانی مین اگرچہ اضافت ہو مگر یہ اضافت تشریفی ہو برخلاف مقید پانی کے اسواسطے کہ اُسمین قید لازم ہو یعنی بدون قید وہ نہین بولا جاتا جیسا کہ ماء الورد یعنے گلاب کا پانی کذا فی البحر اور اسی طرح تربوز کا پانی اودیہ جمع ہو وادی کی اور وادی لغت مین اُس کشادگی کا نام ہو جو پہاڑون اور ٹیلون کے درمیان ہو اور یہان مراد جنگل کا پانی ہو جو بارش کے پانی سے سائل ہو کر جمع ہو جاوے جیسے ندی اور نالہ اور جھیل کا پانی فارسی مین اُسکو رود کہتے ہین ہذا التقسیم باعتبار ما یشاہد والا فالکل من السماء لقولہ تعالی الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء الآیۃ والنکرۃ ولو مثبتۃ فی مقام الامتنان تعم اور یہ تقسیم پانیون کی ظاہر نظر کے اعتبار کرنے سے ہو اور اگر ظاہر نظر کا اعتبار نکیجیے تو سب پانی حقیقت مین آسمان سے اُترے ہین حق تعالے کے اس قول کی دلیل سے کہ تو نے کیا نہین دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا الی آخر الآیۃ اور نکرہ اگرچہ مثبت ہو احسان جتانے کے مقام مین عام ہو جاتا ہو ہم اسم نکرہ اُسکو کہتے ہین جو معین

باب المیاہ
الصغیر نے زندان
نمبر ۳ اور فصل نہین ۲

چیز کے واسطے موضوع نہو چنانچہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا قاعدہ یہ ہی کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہی یعنے اپنے سب افراد کو شامل ہو جاتا ہی لیکن
اثبات مین نکرہ ہر جگہ عام نہین ہوتا بلکہ مقام امتنان مین عام ہوتا ہی سو اس آیت شریف مین کہ احسان جتانے کا مقام ہی لفظ ماء کا کہ نکرہ مثبت ہی
سب پانیون کے اقسام کو شامل ہو گیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت نکرے تو مطلب فوت ہوتا ہی وماء زمزم بلا کراہۃ وعن احمد یکرہ اور چاہ زمزم
کے پانی سے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہی بدون کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہی ہم ہر چند زمزم کنوون مین داخل تھا
لیکن ماتن نے اسکو بالخصوص ذکر کیا اسکی شرافت کی وجہ سے اور اختلاف کے سبب سے وبماء قصد تشمیسہ بلا کراہۃ اور اس پانی سے طہارت
درست ہی جو قصداً دھوپ مین رکھا گیا بدون کراہت کے وکراہتہ عند الشافعیۃ طبیۃ اور دھوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیون کے نزدیک
طب کی راہ سے ہی اسواسطے کہ مورث برص ہی وکرہ احمد المسخن بالنجاسۃ اور مکروہ سمجھا ہی احمد بن حنبل نے اس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا
ویرفع بماء ینعقد بہ ملح لا بماء حاصل بذوبان ملح لبقاء الاول علی طبیعۃ الاصلیۃ وانقلاب الثانی الی طبیعۃ الملحیۃ اور حدث دور ہوتا ہی اس
پانی سے کہ جمتا ہی اس سے نمک یعنی اسمین جمکر نمک ہو جانے کی استعداد ہی نہ اس پانی سے جو نمک پگھل کر پانی ہو جاتا ہی بسبب باقی رہنے پہلے پانی کے
اپنی اصلی پیدایشی طبیعت پر اور بسبب بدل جانے دوسرے پانی کے نمک بنجانے کی طبیعت کی طرف م تو نمک پگھلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہو گیا جیسے
سونے اور چاندی محلول کا پانی نمک کا پانی گرمی مین جمتا ہی اور سردی مین پگھلتا ہی برخلاف اور پانی کے ولا بعصیر نبات ای معتصر من شجر او
ثمر لانہ مقید اور نہ روئیدگی کے پانی سے یعنے جو پانی کہ درخت اور پھل سے نچوڑا گیا چنانچہ کیلے کے درخت سے اور تربوز سے اسواسطے کہ وہ مقید پانی ہی
یعنے ازالہ حدث کے واسطے مطلق پانی شرط ہی نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہ ہو اور کیلے یا تربوز کا پانی ہو تو اس سے جائز نہین تیمم کرنا چاہیے کذا فی البحر
بخلاف ما یقطر من الکرم او الفواکہ بنفسہ فانہ یرفع الحدث وقیل لا وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان برخلاف اس پانی کے جو انگور کے درخت
یا پھلون سے خود بخود ٹپکتا ہی بہار کے موسم مین اسواسطے کہ وہ دور کرتا ہی حدث کو اور بعضون نے کہا کہ وہ رافع حدث نہین اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر ہی
چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی م جو پانی کہ درخت اور پھل سے لوگون نے نچوڑا اور ٹپکایا وہ بالاتفاق رافع حدث نہین اور جو کہ درخت یا
پھل سے خود بخود ٹپکا اسمین اختلاف ہی ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا عدم جواز بہت
کتابون مین مصرح ہی اور قاضی خان اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور شرح منیہ مین ہی کہ عدم جواز اشبہ ہی تو یہی قول اولی ٹھہرا
کمال امتزاج کی وجہ سے واعتمدہ القہستانی فقال واعتصار یعم الحقیقی والحکمی کماء الکرم وکذا ماء الدابوغۃ والبطیخ بلا استخراج وکذا نبیذ التمر اور عدم جواز ہی
اعتماد کیا ہی قہستانی شارح نقایہ نے سو یون کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل ہی اعتصار حقیقی کو چنانچہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار حکمی
جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہی اور انگور کے پانی کے مانند ہی دابوغہ اور خربزے کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسیطرح ہی شربت
خرما کا م حلبی محشی نے کہا کہ مین نے تفسیر دابوغہ اپنے پاس کے کتب لغت مین نہین پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلدۂ خلیل علیہ الصلوۃ والسلام
نے مجھسے کہا کہ وہان کے لوگ زمین سے جڑین نکالتے ہین اور پانی مین رکھتے ہین وہ پانی سرخ ہو جاتا ہی اس سے کھال کی دباغت کرتے ہین اسکو دابوغہ بولتے
ہین انتہی مین کہتا ہون مخزن الادویہ کی فرہنگ مین دربوقہ کو بطیخ ہندی یعنی تربوز لکھا ہی ظاہرا یہی مناسب مقام ہی شاید کہ دابوغہ معرب ہو دربوقہ کا
واللہ اعلم ولا بماء مغلوب بشیء طاہر اور طہارت جائز نہین اس پانی سے جو مغلوب ہو گیا پاک چیز کے ملجانے سے م مغلوب ہو گیا یعنی اپنی طبیعت اور
اصل خلقت سے خارج ہو گیا چنانچہ شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا مطبوخ پانی اور شوربا اسواسطے کہ ان چیزون سے پانی کا نام زائل ہو گیا مغلوب کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر پانی مغلوب نہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہی چنانچہ آگے آویگا دریافت کر کہ اس مقام مین کتب فقہ کی عبارتین مختلف ہین تو قاعدہ کلیہ چاہیے

جس سے حقیقت حال معلوم ہو وہ قاعدہ یہ ہے کہ مطہر یعنی ماء مطلق کا زوال اطلاق باکمال امتزاج سے ہے یا غلبہ ممتزج سے الخ منح الغفار شرح المصنف چنانچہ
شارح اُس قاعدہ کو بیان کرتا ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ پانی مطلق کی طبیعت اصلی یہ ہے کہ سیراب کرے اور پیاس کو مار دے اور بعضون نے کہا
قوت نفوذ اسکی طبیعت ہے اور بعضون نے کہا بیرنگ ہونا الغلبۃ اما بکمال الامتزاج بتشرب نبات غالب ہونا ناپاک چیز کا پانی پر دو طرح پر ہے یا نہایت
اختلاط کے سبب سے ہے کہ حاصل ہوا ہے درخت اور گھاس کے چوسنے سے ہم نہایت اختلاط کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اشجار اور نباتات نے واسطے اپنے
اصول دقیقہ کے زمین کے پانی یعنے طراوت کو پیا اسطرح کہ اب وہ پانی نکل نہین سکتا بدون نکالنے کے او بطبخ بما لا یقصد بہ التنظیف یا کمال اختلاط
حاصل ہوتا ہے پانی کے پکانے مین اُس چیز کے ساتھ جسکی پخت سے صاف کرنا اور میل چھانٹنا منظور نہو ہم چیز مین پانی ڈال کر پکانا دو قسم ہے ایک یہ کہ میل
صاف کرنے کے واسطے ہو چنانچہ اشنان اور صابون اور بیر کی پتیان اور خطمی کہ غسل میت کے واسطے پکاتے ہین ایسا پکانا طہارت کا مانع نہین مگر جبکہ رقت
اور سیلان اُسکا باقی نہ رہے تو اب اُس پانی سے وضو اور غسل جائز نہین دوسری قسم پکانے کی یہ کہ میل صاف کرنے کے واسطے نہین چنانچہ شوربا یہ
اختلاط مانع طہارت ہے اگرچہ وہ سائل اور رقیق ہو یہ دوسری صورت ہے کمال اختلاط کی واما بغلبۃ المخالط فلو جامدا فبثخانتہ مالم یزل الاسم کنبیذ التمر
مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز ملجانے والی کے سبب سے ہے اور اگر وہ چیز ملجانے والی بستہ اور گاڑھی ہے تو اُسکا غالب ہونا پانی پر پانی کے گاڑھے ہو جانے
سے ہے تا وقتیکہ پانی کا نام زائل نہو گیا ہو چنانچہ شربت خرما کا ہم یہ دوسری طرح ہے پاک چیز کے غالب ہونے کے پانی پر نبیذ تمر یعنی شربت خرما یہ ہے
کہ خرما پانی مین تر کرتے ہین پانی میٹھا ہو جاتا ہے اسکو خرما کا شربت کہتے ہین پانی نہین بولتے تو گاڑھا ہونے سے پہلے پانی مغلوب ہو گیا نام کے جاتے
رہنے سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نہ رہا اُس سے وضو کرنا جائز نہین خانیہ مین ہے کہ عدم جواز وضو شربت خرما سے امام اعظم رح کا پچھلا قول ہے
ولو مائعا فلو مباینا لاوصافہ فبتغیر اکثرہا اور اگر ملجانے والی چیز پانی مین سائل اور پتلی ہے تو اگر پانی کے سب اوصاف کی مخالف ہے تو غلبہ اُسکا ثابت ہوتا ہے
پانی کے اکثر اوصاف کے بدل جانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی ملجانے والی چیز دو قسم ہے بستہ اور سائل بستہ کا بیان ہو گیا اب سائل کا بیان شروع ہوا
سائل کی تین صورتین ہین یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہے یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور مماثل ہے پانی کی تین صفتین ہین
ایک رنگ دوسرے مزہ تیسرے بو سو سرکہ پانی کی تینون صفت کے مخالف ہے تو اگر سرکہ پانی مین ملا اور اُسکی دو صفت مین تغیر ہوا یعنے رنگ اور مزہ مین یا
مزہ اور بو مین یا رنگ اور بو مین تو غلبہ اُسکا پانی پر ثابت ہو گیا او موافقا کلبن فباحدہا یا سائل چیز پانی کی بعضی صفت سے موافق ہے اور بعضے سے مخالف ہے
جیسے کہ دودھ کہ بو نہونے مین پانی کے موافق ہے اور مزے اور رنگ مین مخالف ہے تو غلبہ اُسکا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہے تو اگر دودھ کا رنگ
یا مزہ پانی پر غالب ہو گیا تو وضو جائز نہین ورنہ جائز ہے اور اسی طرح تربوز کا پانی مزے مین پانی کے مخالف ہے تو اُسمین غلبہ مزے کی وجہ سے معتبر ہوگا طحطاوی نے
کہا اگر شارح او مباینا لبعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعضی نسخہ مین فباحدہما بصیغہ تثنیہ ہے تو ضمیر کا مرجع مذکور نہین او مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر
من النصف جاز التطہیر بالکل والا لا یا سائل پاک چیز پانی کے برابر اور مانند ہے سب تینون صفات مین چنانچہ مستعمل پانی تو غلبہ اُسکا پانی پر اجزا کے حساب سے ہے
تو اگر مطلق پانی وزن مین نصف سے زیادہ ہے تو طہارت کرنا اُس تمام مخلوط پانی سے جائز ہے اور اگر مطلق پانی وزن مین کم ہے مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہین ہم
مستعمل کی طہارت بنابر قول مفتی بہ معتمد کے ہے اور یہی حکم ہے عرق گاؤزبان اور عرق گلاب کا جسکی بو باقی نہ رہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کے برابر ہو نہ زائد نہ کم تو یہ
ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین بدائع مین ہے کہ فقہا نے کہا ہے کہ اُسکا حکم مغلوب پانی کے برابر ہے احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر وہذا یعم الملقی والملاقی اور یہ یعنی جو حکم کہ
مذکور ہوا آب مستعمل مین وہ عام ہے اُس پانی مستعمل کو جو ڈالا گیا مطلق مطہر پانی مین اور اسکے ساتھ ملگیا اور اس مطلق مطہر پانی کو جسمین کوئی شخص بیٹھا یا اسنے غوطہ مارا

کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی ان دونون صورتون مین اگر آب مطلق نصف سے زائد ہے تو طہارت جائز ہے ورنہ جائز نہین ففی الفساقی یجوز التوضی مالم یعلم

ع
یعنی پانی مخالف ہو بعض
اوصاف مین ۱۲ منہ
زیلعی ترجمہ ملاقی کا نئے
والا یعنی وہ پانی جس مین
جو عضو سے لگے ہوئے
ترکو کی بے وضو اہین
شمس جادے ابا ہو
والد ۱۲

تساوی المستعمل علی ماحققہ فی البحر والنہر والمنح تو وضو کرنا صغیر حوضون مین جائز ہی جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم نہو یہ قاعدہ ہی بنابر
اُس تحقیق کے جو بحرالرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار مین مذکور ہی م یہ تفریع ہی اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہی اگر مطلق پانی اکثر ہو ورنہ جائز نہین
بحرالرائق مین کہا اور اسپر دلیل وہ ہی جو شیخ سراج الدین قاری ہدایہ نے اپنے فتاوے مین جسکو اُنکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہی کہ کسی نے
اُنسے سوال کیا فسقیہ صغیرہ سے جسمین لوگ وضو کرتے ہین اور اُسمین مستعمل پانی گرتا ہی اور ہر روز اُسمین نیا پانی نازل ہوتا ہی اُسمین وضو کرنا جائز ہی یا نہین
تو جواب دیا کہ جب اُس حوض مین سوائے پانی مذکور کے اور کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچھ ضرر نہین انتہی یعنی اگر اسمین نجاست پڑیگی تو وہ ناپاک ہوجائیگا
صغیر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما فراجعہ متاملا لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین ملقی اور
ملاقی مین تفرقہ کیا ہی تو اُسکی طرف رجوع کر غور و تامل کے ساتھ م خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہ ہی کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین ہوجاتا
اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکماً مستعمل ہوجاتا ہی انتہی لیکن اس توہم کو صاحب بحر نے ذکر کیا اور اُسکی طرف التفات نہین کیا سو یون کہا کہ جب
تجھکو یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہوگیا اُس شخص کے قول کا ضعیف ہونا جو ہمارے زمانہ مین کہتا ہی کہ آب مستعمل جب ڈالا جاوے آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق
غالب ہی تو وضو سارے پانی سے جائز ہی اور جبکہ وضو کیا فسقیہ یعنے صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہوگیا اسلیئے کہ دونون مسلون مین کچھ فرق نہین اور یون فرق
کرنا کہ وضو مین استعمال سارے پانی مین شائع ہوجاتا ہی برخلاف ڈالنے کے مدفوع ہی اسطرح پر کہ شیوع اور اختلاط دونون صورتون مین برابر ہی تو من جہۃ
الحکم دونون صورتون مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنے چھوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہی جبتک اُسکا گمان غالب نہو کہ آب مستعمل
اکثر یا مساوی ہی اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہو انتہی از بسکہ ملقی اور ملاقی مین کچھ فرق ظاہر نہین اسی واسطے شارح نے اسکی طرف بلفظ تامل اشارہ
کردیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بما ذکر فان مات فیہ ای الماء ولو قلیلا غیر دموی کزنبور وعقرب وبق ای بعوض وقیل بق الخشب او رجائز ہی
دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے اُن اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ وہ پانی قلیل ہو گو کہ اُسمین مرگیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین چنانچہ بھڑ اور بچھو
اور بق یعنی مچھر اور بعضون نے کہا بق سے مراد لکڑی کا کیڑا ہی وفی المجتبی الاصح فی علق مص الدم انہ یفسد ومنہ یعلم حکم بق وقراد وحلم اور مجتبی مین صحیح ہی حکم اس
جونک کا جسنے خون کو چوسا اور قلیل پانی مین مرگئی یہ ہی کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہی یعنے ناپاک ہوجاتا ہی اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہی حکم مچھر اور چھوٹی چیچڑی اور
بڑی چیچڑی کا یعنی اگر مچھر اور چیچڑی خون پی کر قلیل پانی مین مرجاے تو پانی ناپاک ہوگا جیسے خون کی چوسی ہوئی جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہی قول اصح
مین اسلیئے کہ جونک اور مچھر مین خون ذاتی نہین مستعار ہی کذا فی النہر وفی الوہبانیۃ دود القز وماءہ وبزرہ وخرءہ طاہر کدودۃ متولدۃ من نجاستہ اور وہبانیہ مین ہی
کہ ریشم کا کیڑا اور اُسکا جوشیدہ پانی اور اُسکے انڈے اور بیخال پاک ہی جیسے نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہی م پانی سے وہ پانی مراد ہی جسمین ریشم کے کیڑے اوٹائے
جاتے ہین ریشم کے نکالنے کے واسطے کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء وخنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع اور اگرچہ آب مطلق قلیل مین وہ جانور
مرگیا ہو جسکی پیدائش کا مکان پانی ہی چنانچہ مچھلی اور کیکڑا اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو م مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کر کے دو مسئلہ بیان
ٹھہرائے ایک اُس جانور کا جسمین خون سائل نہین دوسرے وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور کنز کی طرح یون نہ کہا کہ موت ما لا دم الخ اسواسطے کہ کنز پر اعتراض
لگتا ہی اُس جانور کا جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور وہین رہتا ہی اور اُسمین خون سائل ہی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اُسکی موت مین پانی نجس نہین ہوتا الحمد مصنف
نے دونون صورتون کو جمع کردیا بحرالرائق مین کہا کہ پانی کے کتے مین مشائخ کا اختلاف ہی بلا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ مین ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ پانی کا کتا
اور پانی کا سور جب پانی مین مرجاوین تو اسپر فقہا کا اجماع ہی کہ پانی فاسد نہین ہوجاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا کذا فی الطحطاوی الا بریا لہ دم
سائل وہو ما لا سترۃ لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لہا دم الا الا ثر جنگلی مینڈک مین خون سائل ہوتا ہی اور جنگلی وہ ہی جسکی انگلیون کے درمیان مین

پردہ نہین ہوتا بطکے مانند تو اسکی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہوجاتا ہی صحیح تر قول مین جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہوجاتا ہی اگر اسمین
خون سائل ہو اور اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا وکذا الحکم لو مات ماذکر خارجہ والقی فیہ فی الاصح فلو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ
لا شربہ لحرمۃ لحمہ اور اسی طرح کا حکم ہی یعنے پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مرگیا وہ جانور جو مذکور ہوا پانی سے باہر اور پانی مین ڈالا گیا صحیح تر قول مین تو اگر پانی مین
مینڈک کے مانند جانور ریزہ ریزہ ہوگیا تو وضو اُس سے جائز ہی پینا اُسکا جائز نہین اُسکے گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کے مانند وہ جانور ہی جو ناپاک نہین
مگر اُسکا کھانا حرام ہی وینجس الماء القلیل بموت مائی معاش بری مولد فی الاصح کبط واوز اور ناپاک ہوتا ہی تھوڑا پانی صحیح تر قول مین اُس جانور کے مرنے سے
جو پانی مین رہتا ہی خشکی مین پیدا ہوتا ہی چنانچہ بط اور یعنی بطھم پانی کی چڑیون مین تصحیح مختلف ہی لیکن شرح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہی لہذا ماتن نے
اسی پر اعتماد کیا کذا فی المنح وحکم سائر المائعات کالماء فی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل اور روان چیزون کا حکم پانی کے مانند ہی صحیح تر قول مین یعنی وقوع نجاست
سے قلیل فاسد ہوتا ہی نہ کثیر حتی لو وقع بول فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد یہانتک کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اُس حوض مین جسمین وہ در دہ رس ہی کسی چیز کا تو وہ فاسد یعنی
ناپاک نہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا ولو سال دم رجلہ مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد ذکرہ الشمنی وغیرہ اور اگر پاؤن کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری
رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہوگا برخلاف محمد رح کے ایسا ذکر کیا ہی شمنی وغیرہ نے ہم انگور وغیرہ کا پاؤن سے داب کر رس نچوڑتے ہین تو اگر
پاؤن کا خون جاری رس کے ساتھ بہیگا ناپاک نہوگا جیسے آب روان کے ساتھ خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا وبتغیر احد اوصافہ من لون او طعم او ریح ینجس
الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف مین سے کہ رنگ اور مزہ اور بو ہی ناپاک ہوجاتا ہی بہت پانی اور اسی طرح رس ہم شارح نے کثیر کا
لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ینجس کا لفظ فعل مضارع ہی اور کثیر اُسکا فاعل ہی سو یہ بات ٹھیک نہین بلکہ حق یہ ہی کہ قولہ وبتغیر عطف ہی بموت مائی پر تو وہ
متعلق ہی ینجس بموت مائی کا جسکو شارح مضارع سمجھتا ہی وہ جار مجرور ہی یعنے بائے جارہ ہی نہ یائے تحتانیہ اور یہ جار مجرور متعلق ہی بتغیر کا تو مطلب یہ ہی کہ ناپاک
ہوجاتا ہی پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان مین یہ خلل ہی کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ جائز
نہین اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصراً او لو جاریا اجماعا ایک صفت کا بدلنا نجاست
سے پانی کو نجس کرتا ہی اگرچہ جاری اور بہتا ہوا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر اجماع اور اتفاق ہی کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست سے بدل گیا
اس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسی طرح منقول ہی ہم حنفیون کی کتابون مین اور امام نووی شافعی نے
بھی شرح مہذب مین اسی طرح نقل کیا ہی اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہی عامہ علما کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہوجاتا ہی نہ کثیر لیکن حد قلیل اور
کثیر مین اختلاف ہی چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر والمنح اما القلیل فینجس وان لم یتغیر خلافا لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک ہوجاتا ہی نجاست کے واقع
ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم امام مالک کا یہ مذہب ہی کہ وقوع نجاست سے قلیل پانی مین
نجس نہین ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اُسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہی کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہی امام مالک کے نزدیک نہ قلیل
کذا فی البحر الا لو تغیر بطول مکث نا پاک نہین ہوتا پانی اگر اُسکا مزہ وغیرہ بدل گیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو علم نتنہ بنجاستہ لم یجز تو اگر اُسکی گندگی
معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین ولو شک فالاصل الطہارۃ اور اگر گندگی مین شک پڑے معلوم نہین کہ زیادہ ٹھہرنے کے سبب سے
ہی یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہی تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیئے لوگون سے اسکی تحقیق اور تفتیش ضرور نہین کذا فی المنح والتوضی
من الحوض افضل من النہر رغما للمعتزلۃ اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہی نہر سے معتزلہ کے توڑ پر ہم معتزلہ ایک فرقہ ہی اسلام مین اہل سنت کے مخالف مین
اصول اور فروع حنفی مین مگر اس مسئلہ مین مخالف ہین یعنے اُنکے نزدیک حوض کبیر وقوع نجاست سے نجس ہوتا ہی اگرچہ نجاست قلیل ہو بحر الرائق مین

فتح القدیر سے نقل کیا کہ اُنکے مخالف اس صورت مین ہی جبکہ معتزلہ موجود ہون اور جہان وہ لوگ نہین تو دہان وضو کرنا نہر سے بہتر ہی حوض سے وکذا
یجوز بجار خالطہ طاہر جامد مطلقا کاشنان وزعفران اور اسی طرح طہارت جائز ہی اُس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہوگئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح
کی چنانچہ اشنان اور زعفران م طاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہین خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو چنانچہ مٹی اور چونہ یا بقصد تنظیف تخلیط ہوئی
چنانچہ اشنان اور صابون یا کوئی اور چیز ہی چنانچہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیۃ ان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ تمر لیکن بحر الرائق مین
قنیہ سے منقول ہی کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اُس سے جائز نہین جیسے شربت خرما سے جائز نہین وفاکہۃ وورق
شجر وان غیر کل اوصافہ فی الاصح اور جیسے پھل اور درخت کے پتون کے پانی مین ملجانے سے طہارت جائز ہی اگرچہ پتی سے پانی کے تمام اوصاف بدل گئے
ہون صحیح تر قول مین م نہایہ مین ہی اُستادون سے منقول ہی کہ وہ وضو کیا کرتے تھے اُن حوضون سے جنمین درختون کی پتی واقع ہوتی تھی باوجود تغیر ہوجانے
تمام اوصاف کے اور کوئی کسی کو منع نہین کرتا تھا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہی کہ اگر اُس پانی کی رنگت ہتھیلی مین اُٹھانے سے معلوم ہو
تو اُس سے وضو درست نہین اُسکا پینا درست ہی ان بقیت رقتہ ای واسمہ کما مر بشرطیکہ اُس پانی کا پتلاپن اور نام اُسکا باقی رہا چنانچہ گذر گیا آب مغلوب
کے بیان مین م اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو چنانچہ زعفران کا پانی اُس صورت مین کہ کپڑے وغیرہ رنگتا ہو تو اُس سے وضو جائز نہین کیونکہ عربی زبان مین اسکا نام
صبغ ہو گیا چنانچہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ اور طہارت جائز ہی اُس بہتے پانی سے جسمین نجاست پڑی م خواہ نجاست نظر
آتی ہو پانی مین یا نظر نہ آتی ہو آب جاری مین سے ناپاک نہین ہوتا خود محل وقوع نجاست سے وضو درست ہی ابو یوسف رح کے نزدیک اور یہی مختار ہی
مشایخ بخارا کا نصاب مین کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہی کذا فی الطحطاوی والجاری ہو ما یعد جاریا عرفا اور جاری پانی وہ ہی جسکو روان اور بہتا عرف مین
شمار کرتے ہین وقیل ما یذہب بتبنۃ والاول اظہر والثانی اشہر اور بعضون نے کہا جاری پانی وہ ہی جو تنکے کو بہا لیجائے اور پہلا قول ظاہر تر ہی اور دوسرا قول
مشہور تر ہی کذا فی البحر وان وصلیۃ لم یکن جریانہ بمدد فی الاصح آب روان ناپاک نہین ہوتا اگرچہ اُسکا بہنا اوپر کے پانی کی مدد سے نہو صحیح تر قول مین یعنی
اگرچہ مبدا اور منشا اُسکا چشمہ یا جھیل یا مینہ نہو م عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہی اور مقابل اسکے فتح القدیر کا قول ہی
کہ جاری ہونے مین پانی کی مدد ضرور ہی چنانچہ چشمہ اور کنوان یہی قول مختار ہی تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہی کذا فی الطحطاوی فلو سُدّ النہر
من فوق فتوضا رجل بما یجری بلا مدد جاز لانہ جار تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اسطرح کہ بند سے مطلقا پانی نہین رستا ہی پھر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے
جو بہتا ہی بدون مدد کے تو جائز ہی اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہی وکذا لو حفر نہرا من حوض صغیر او صب رفیقہ الماء فی طرف میزاب وتوضا فیہ وعند طرفہ الآخر
اناء یجمع الماء جاز توضیہ بہ ثانیا وثم وثم وتمامہ فی البحر اور اسی طرح اگر نہر کھودی چھوٹے حوض سے اور اُسمین پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے
پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے پر اور اُس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے روان پانی مین اور پرنالے کے دوسری طرف کوئی برتن ہی جسمین وہ
روان پانی جمع ہوتا جاتا ہی تو دوسری بار اسی پانی سے وضو کرنا جائز ہی اور پھر تیسری بار اسی طرح اور پھر چوتھی بار اسی طرح پانی بہا کر وضو جائز ہی اور
اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی م یعنے حوض صغیر سے پانی بہا یا نہر مین اور بہنے کی حالت مین وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان مین سو دوسرے
آدمی نے اُس مکان سے نہر کھودی اور اُسمین پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کی حالت مین پھر وہ پانی جمع ہوگیا اور مکان مین پھر اور آدمی نے
اسی طرح کیا تو سب شخصون کا وضو درست ہی اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت مین وضو کیا اور جاری پانی نجس نہین ہوتا جب تک متغیر
نہو جاوے چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہی یعنے پاک کرنے والا ہی اسواسطے کہ اُسکا استعمال جاری ہونے کی حالت مین
ہوا ہی اور جاری پانی مستعمل نہین ہوتا استعمال کرنے سے اسی طرح منقول ہی شیخ زاہد ابو الحسن رستغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہ فرع مبنی ہی آب مستعمل ٢٦

کے نجس ہونے پر اور فتوی ہی آب مستعل کے طاہر ہونے پر کذافی الطحطاوی وَاِن لم یرای تُعلم اثرہا فلو فیہ جیفۃٌ او بال فیہ رجلٌ فتوضا آخر من اسفلہ جاز مالم
یُرفی اسفلہِ اثرہُ آب جاری وقوع نجاست سے نجس نہین ہوتا جبتک نجاست کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری مین مردار جانور پڑا ہو یا اُسمین کسی
مردنے پیشاب کیا سو دوسرے مردنے اُسکی جانب نشیب مین وضو کیا تو جائز ہی جبتک کہ جانب نشیب مین اُسکا اثر معلوم نہو م شارح نے مردار اور پیشاب
کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ نجاسۃ مرئی اور غیر مرئی مین کچھ فرق نہین وہو ای الطعم اَو لون اَو ریح اور وہ یعنی نجاست کا اثر یا مزہ ہی یا رنگ یا بو وظاہرہ
یَعُم الجیفۃَ وغیرہا وہو مارجحہ الکمالُ وقال تلمیذہ قاسم انہ المختارُ وقواہ فی النہر واقرہ المصنفُ وفی القہستانی عن المضمرات عن النصاب وعلیہ الفتوی اور
ظاہر کلام مصنف کا مردار اُسکے غیر دونون کو شامل ہی یعنے آب جاری مین بدون ظہور اثر کے نجاست نہین ہوتی نجس چیز مردار ہو یا غیر اُسکے اور اسی قول
کی ترجیح دی ہی محقق کمال نے اور اُنکے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہی اور اسی کو قوی کہا ہی نہر الفائق مین اور اسی کو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار مین اور قہستانی مین مضمرات سے اور اُسمین نصاب سے منقول ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی وقیل ان جرے علیہا نصفہ فاکثر لم یجز وہو احوطُ اور قول
دوسرا یہ ہی کہ اگر پانی جاری ہو امردار کے نصف بدن پر یا زیادہ پر تو اُس سے طہارت جائز نہین اور یہ قول زیادہ تر احتیاط والا ہی اور اکثر فتاوون مین یہی
مذکور ہی وَالحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماءُ نازلاً والغرف متدارکٌ اور فقہانے آب جاری کے ساتھ ملایا ہی حمام کے حوض کو نجس نہونے مین بدون اثر کے
بشرطیکہ حوض مین اوپر سے پانی نازل ہو اور حوض سے پانی کا لینا بدرپے ہو اسطرح پر کہ مابین الغرفتین سطح پانی کا ساکن نہو گیا ہو تو اگر ناپاک برتن یا ناپاک
ہاتھ اس حوض مین ڈالا جاویگا تو وہ ناپاک نہو گا بدون ظہور اثر کے کذافی البحر کحوضٍ صغیرٍ یدخلہ الماء من جانب ویخرج من آخر یجوز التوضی من کل الجوانب
مطلقا بہ یفتی اُس چھوٹے حوض کے مانند جسمین پانی داخل ہوتا ہی ایک طرف سے اور خارج ہوتا ہی دوسری طرف سے تو وضو کرنا جائز ہی اُسکی ہر طرف سے ہر طرح
اسی کا فتوی ہی م ہر طرح یعنے وہ حوض چار در چار ہو یا کم یا زیادہ اس سے اور قول ضعیف یہ ہی کہ اگر چار در چار سے زیادہ ہی تو وقوع نجاست سے ناپاک ہو گا
کذافی البحر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہی آب مستعل کی نجاست پر اور مفتی بہ قول پر چونکہ آب مستعل پاک ہی تو وضو مطلقا درست ہی
کیونکہ مستعل مغلوب ہی اور مطہر غالب وکعین ہی خمس فی خمس ینبع الماء منہ بہ یفتی قہستانی معزیا للتتمۃ اور مانند اُس چشمہ کے کہ وہ پنج در پنج ہی اُسمین سے پانی
جوش مار کے نکلتا ہی اُسکے ہر طرف سے وضو جائز ہی اسی کا فتوی دیا گیا ہی چنانچہ قہستانی نے اسکو تتمہ کی طرف منسوب کیا ہی م پانچ کی قید اسواسطے لگائی کہ یہی تو
محل نزاع ہی اور اگر پانچ ہاتھ سے حوض یا چشمہ کم ہی تو بالاتفاق وضو جائز ہی وجہ اختلاف یہ ہی کہ چھوٹے حوض یا چشمہ مین آب مستعل جلد نکلجاتا ہی اور بڑے
حوض مین گوشون مین ٹھہر جاتا ہی اور یہ مسئلہ بھی آب مستعل کی نجاست پر متفرع ہی اور فتوی اُسکے برخلاف ہی وکذا یجوز براکد کثیر کذلک اے وقع فیہ
نجس لم یرَ اثرہ ولو فی موضع وقوع المرئیۃ بہ یفتی بحر اور اسی طرح وضو جائز ہی اس بستہ ٹھہرے کثیر پانی سے جو اسی طرح کا ہی یعنی جسمین ایسی نجاست پڑی جسکا کچھ
اثر نمودار نہین اگرچہ نجاست مرئیہ کے مکان وقوع مین وضو کیا اسی قول کا فتوی ہی بحر الرائق مین م اور بعضون نے یہ اختیار کیا کہ اٹکل کرے سو اگر اٹکل مین
یہ آوے کہ نجاست خالص نہین ہوئی تو وضو کرے یعنے موقع نجاست مین ورنہ وضو نہ کرے ابن امیر حاج نے کہا یہی صحیح تر ہی اور کرخی وغیرہ نے تجنیس کی
ترجیح دی ہی بدائع مین کہا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی اور مطلب اُسکا یہ ہی کہ موضع نجاست کو چار در چار گز چھوڑ کر وضو کرے اور مشائخ بخارا اور ماوراء النہر نے
کہا کہ غیر مرئی نجاست مین موضع وقوع نجاست سے وضو کرے وہو الاصح تو معلوم ہوا کہ سب اقوال کی تصحیح واقع ہوئی ہی مگر فتوی اُسی پر ہی جو شارح نے
ذکر کیا یعنی اگر نجاست مرئی کا اثر معلوم نہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہی فتح القدیر مین ہی کہ اسی قول کی تصحیح لائق ہی ایسا مذکور ہی نہر الفائق مین کذافی
الطحطاوی والمعتبر فی مقدار الراکد اکبر رای المبتلی بہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوصہ ای وصول النجاسۃ الی الجانب الآخر جاز والا لاہذا
ظاہر الروایۃ عن الامام والیہ رجع محمدٌ وہو الاصح کما فی الغایۃ وغیرہا وحقق فی البحر انہ المذہب وبہ یعمل اور اُس آب بستہ غیر جاری کی مقدار مین جو ناپاک

یعنی جو آنکھ سے نظر آوے ۱۲ لیکن وجہ ناپاکی کی ۔۔۔ یہ ہی کہ اگر حوض چار در چار سے زیادہ ہو تو نجاست ۔۔۔ یا پانی مستعل اُس ۔۔۔

ٹھہر رہیگا اور اگر اُنکی آمد یا خروج کی جگہ وضو کریگا یا اُس جگہ نجاست گریگی تو ناپاک ہوگا ۱۲ کذافی الشامی

نہین ہوجاتا بلاظہور اثر نجاست کے تجویز غالب معتبر ہی مبتلی بہ کی یعنے اُس شخص کی جسکو طہارت کے واسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اسکے گمان مین عدم خلوص یعنے نہ پہونچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹھہر گیا تو وہ آب کثیر ہی اس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہی اگر یہ گمان غالب نہین ہوتا تو وہ قلیل پانی ہی طہارت اُس سے جائز نہین یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظم سے اور اسی قول کی طرف محمد رح نے جنسے دہ دردہ کا قول منقول ہی رجوع کیا ہی اور یہی قول صحیح تر ہی چنانچہ غایۃ البیان وغیرہ مین ہی اور بحر الرائق مین ثابت کیا ہی کہ یہی قوی مذہب ہی اور اُسی پر عمل کرنا چاہیے م بحر الرائق مین دنش روایات سے اُسکو مذہب ثابت کیا ہی پھر یون کہا ہی کہ یہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علماء متاخرین نے دہ دردہ کو آب کثیر قرار دیا ہی دہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہین اور محمد رح نے اگرچہ اسکی تقدیر کی ہی مگر اس سے رجوع کیا ہی اور اگر رجوع بھی ثابت نہوتا تو یہ تقدیر لازم نہین مگر انھین کے حق مین اسواسطے کہ جبکہ ہر حاجتمند کے استکثار کا اعتبار ہوا تو ایک شخص کا کثیر سمجھنا دوسرے پر لازم نہین بلکہ یہ امر مختلف ہی جو جسکے دل مین پڑے اُسپر وہ عمل کرے اور یہ امر اُن امور سے نہین ہی جسمین عامی پر مجتہد کی تقلید واجب ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہی کذا فی الطحطاوی مصنف نے اپنی شرح مین کہا چونکہ حد آب کثیر مین ظن غالب ظاہر الروایۃ تھا اور اُسکی تصحیح اکثر کتب معتمدہ مین واقع تھی لہذا ہمنے اس متن مین اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ دردہ کو اختیار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہین اور نہ ہمارے علمای متقدمین کا مذہب ہی اگرچہ صاحب کنز نے اسپر یقین کیا ہی اور صاحب ہدایہ نے اُسپر فتوی ٹھہرایا ہی تو جو مذہب مین صحیح قول ہی اسی پر عمل کرنا متعین ہی انتہی وان التقدیر

بعشر فی عشر یرجع الی اصل یعتمد علیہ درد بما اجاب بہ صدر الشریعۃ اور بحر الرائق مین یہ ثابت کیا ہی کہ آب کثیر مین اندازہ ٹھہرانا دہ دردہ کا اصل معتمد علیہ کی طرف راجع نہین ہوتا اور جو ثبوت اصل کا جواب دیا ہی صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اُسکو رد کیا م صدر الشریعۃ نے دہ دردہ کی یہ حدیث اصل ٹھہرائی کہ جو کنوان کھودے تو اُسکا حق کنوئین کے گرداگرد ۴۰ گز ہی تو اُسکے گرد چارون طرف سے ۱۰ گز ہوے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر بیرابوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کھتا کھودیگا تو روکا جائیگا اسواسطے کہ پہلے کنوئین کی طرف نجاست سرایت کریگی اور اگر دس گز کے بعد کھودیگا تو روکا نجائیگا تو معلوم ہوا کہ شرع نے دہ دردہ کو عدم سرایت مین اعتبار کیا ہی صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہی از انجملہ ایک وجہ یہ ہی کہ حریم چاہ کا دس گز ہونا بعض کا قول ہی اور صحیح قول تو یہ ہی کہ اُسکا حریم ہر طرف سے ۴۰ گز ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ زمین بمراتب سخت ہی پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت مین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ دہ دردہ کی سند ہو سکتی ہی بیان اُسکا یہ ہی کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کے برابر ہو تو وہ کثیر ہی جب اسکو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت در ہشت تھی اور باہر سے دہ دردہ تھی اور قول ضعیف یہ ہی کہ دوازدہ در دوازدہ تھی اور بیر بضاعہ کی مسافت ہشت در ہشت تھی اور دلیل اُسپر ابوداود سجستانی صاحب سنن کا قول ہی کہ مین نے بیر بضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اسکا چھ گز تھا اور مین نے وہان پوچھا کہ زمان سابق سے اسمین کچھ تغیر ہوا ہی جواب دیا کہ نہین پھر جب اسکا عرض چھ گز کا ہوا تو طول اسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہی عرض سے اور اگر وہ کنوان مدور ہوتا تو کہنے کہ اسکا دور چھ گز کا تھا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھ ملائی جاوے تو مقدار اسکی ہشت در ہشت یا زیادہ ٹھہریگی تو محمد رح نے اس تقدیر کو لیا لیکن باب عبادات

مین احتیاط لازم ہی لہذا انکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی دہ دردہ کو اعتبار کیا انتہی لکن فی النہر وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رای لہ من العوام فلذا

افتی بہ المتاخرون الاعلام لیکن نہر الفائق مین ہی کہ اے مخاطب تو جانتا ہی کہ مقرر اعتبار کرنا دہ دردہ کا ضبط اور بندوبست کی بات ہی خصوصا عوام لوگون کے حق مین جنکو ظن غالب اور تجویز حاصل نہین تو اسی واسطے علماء کبار متاخرین نے دہ دردہ کا فتوی دیا م قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام مین ہی اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب نہر دونون کے کلام پر بخوبی آگاہ ہو تو تجھکو اسکا یقین حاصل ہوجاے اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اسکو صاحب بحر نے لیعنی ذکر کیا اور اسکو قابل التفات کے نجانا کذا فی

الطحطاوی ای فی المربع باربعین وفی المدور بستۃ وثلثین فی المثلث من کل جانب خمسۃ عشر ربعا وخمسا بذراع الکرباس یعنی متاخرین کا فتوی ہی حوض مربع مین ۴۰ گز برابر ہو حوض مدور مین ۳۶ گز برابر اور حوض مثلث مین ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچوان حصہ گز پر تینون صورتون کپڑے ناپنے کا گز مراد ہی م یعنی حوض کبیر

جواب جاری کے مانند نجاست کے پڑنے سے بدون ظہور اثر کے ناپاک نہین ہو سکتا اُسکی مقدار بموجب فتوای متاخرین کے اگر وہ مربع ہی تو وہ دہ در دہ ہی یعنی ہر طرف
سے دس گز اور پانی کے چارون طرف سے ۴۰ گز اور سطح پانی کا طول اور عرض مین سو گز اور حوض مدور مین ۳۶ گز کی ترجیح مذکور ہی ظہیریہ مین اور غیر ظہیریہ مین ۲۷
گز محیط مین کہا کہ ۴۸ گز اعتبار مین زیادہ تر احتیاط ہی کما فی النہر اور اگر حوض مثلث ہی یعنے جسکے تینون کونے معتدل ہین تو ہر طرف سے پندرہ گز اور چہارم گز اور شارح
نے جو پنجم گز زیادہ کیا ہی اُسکی کچھ حاجت نہین اسلیئے کہ اسقدر سے مساحت پانی کی سو گز ہوجاتی ہی وتمامہ فی الطحطاوی نہر الفائق مین ہی کہ معتبر ذراع کرباس ہی یا ذراع
مساحت یا ہر زمان اور مکان کا گز جس سے پیمائش کرتے ہین تینون قولون کی ترجیح واقع ہی اور پچھلا قول مناسب تر ہی انتہی ہدایہ اور تجنیس مین ذراع کرباس کو
اختیار کیا ہی علامہ عینی نے کہا مساحت کا گز سات مشت یعنی سات مٹھی کا اور ہر مٹھی پر ایک کھڑی انگلی اور ذراع کرباس یعنی کپڑے ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہی
اور ہر مٹھی پر انگلی قائم نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ ۲۴ انگلی کا گز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کے شمار کے موافق ولو لہ طول لا عرض لکنہ یبلغ عشرا فی عشر
جاز تیسیرا اور اگر حوض یا خندق کا طول ہی اور بہت عرض نہین لیکن اگر اُسکو مکسر کر کے حساب کیجیے تو دہ در دہ یعنی سو گز تک پہونچتا ہی تو وضو کرنا اُس سے
جائز ہی خلق اللہ کی آسانی کے واسطے کذا فی النہر ولو اعلاہ عشرا واسفلہ اقل جاز حتے یبلغ الاقل اور اگر ایک حوض اوپر سے دہ در دہ ہو اور نیچے سے کم دہ در دہ
ہے تو وضو اُس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہی تا وقتیکہ پانی کمتر کو پہونچے یعنے جب کمتر تک پانی پہونچ جائیگا تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو جائز
نہوگا ولو بعکسہ فوقع فیہ نجس لم یجز حتے یبلغ العشر اور جو اسکے بالعکس ہو یعنے حوض اوپر سے تنگ ہو دہ در دہ سے کم اور نیچے سے کشادہ بقدر دہ در دہ کے تو
اُسمین نجاست پڑی تو وضو جائز نہین جب تک کہ اوپر کا پانی فنا ہوکر دہ در دہ کو پہونچے یعنے جب وہان پہونچیگا تو اب وضو کرنا اُس سے جائز ہوگا کذا فی النہر
عن السراج الہندی ولو جمد ماؤہ فنقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانہ کالمسقف وان متصلا لا لانہ کالقصعۃ اور اگر حوض کبیر کا پانی برف کی سردی سے
جمکر تختہ کے مانند ہوگیا پھر اُسمین سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہی آب بستہ سے تو وضو جائز ہی اسواسطے کہ وہ پانی اسکے مانند ہی جسپر چھت ہو یعنی اگرچہ سوراخ دہ در دہ
سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہی تو وضو اُس سوراخ سے جائز نہین اسواسطے کہ وہ طاس اور طغاری کے مانند ہی یعنے وہ پانی قلیل ہی جیسے
طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضی خان مین ہی کہ وضو اُس سے جائز نہین مگر اُسوقت جائز ہی جبکہ نقب دہ در دہ
ہو حتی لو ولغ فیہ کلب تنجس یہانتک کہ اگر کتے نے اُسمین پانی پیا یعنی اُس نقب سے جس سے حوض کا پانی متصل ہی پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا لا لو وقع فیہ
فمات لتسفلہ ناپاک نہوگا وہ حوض اگر کتا اسمین گر پڑا اور مر گیا اسکے تہ نشین ہونے کی وجہ سے یعنی اسفل مین تو پانی کثیر ہی کتے کے تہ نشین ہونے سے
ناپاک نہوگا مگر جبکہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فی الطحطاوی ثم المختار طہارۃ المتنجس بمجرد جریانہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب
مین پاک ہوجانا ہی ناپاک پانی کا اُسکے جاری ہونے کے ساتھ ہی م یعنے اگر ناپاک حوض یا تالاب مین پاک پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو
بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہوگیا اور قول ضعیف یہ کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلیگا تب پاک ہوگا اور بعضون نے کہا جبکہ سہ چند پانی نکلیگا تب
پاک ہوگا اور یہ مطلب شارح کا نہین کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بنا کر اُسکو جاری کیجیے تو وہ پاک ہو بحر الرائق مین کہا طہارت کا حکم اُسوقت ہوگا
جبکہ نکلنا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کے وقت ہو کذا فی الطحطاوی وکذا البیر وحوض الحمام ہذا اور یہی حکم ہی کنوئین اور حمام کے حوض کا یاد رکھ اُسکو دیئے
اگر کنوان نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہوا پاک ہوگیا اُسکے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ پاک پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنوان
لبالب ہوکر جاری ہوگیا دوسری صورت یہ ہی کہ چشمۂ چاہ نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہا وفی القہستانی والمختار ذراع الکرباس وہو سبع قبضات
فقط فیکون ثمانیا فی ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات فی ثلث اصابع علی القول المفتی بہ بالعشر ای ولو حکما لیعم ما طول بلا عرض فی الاصح وکذا بیر عمقہا عشر فی
الاصح اور قہستانی مین ہی اور مختار اور پسندیدہ مذہب مین کپڑے ناپنے کا گز ہی اور وہ فقط سات مٹھی کا ہی تو دہ در دہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہوتا ہی

ہمارے زمانہ کے گز سے جو آٹھ مٹھی اور تین انگلیون کا ہی یہ قول ہی بنا بر فتوی متاخرین کے دہ دردہ کے کثیر ہونے مین یعنی اگرچہ دہ دردہ حقیقۃً نہو بلکہ حکماً ہو یہ اسواسطے
ہی کہا تاکہ دہ دردہ شامل ہو جاوے اُس حوض طویل کو جسمین طول ہی بدون عرض کے صحیح تر قول مین اور اسی طرح شامل رہے اُس کنوئین کو جسکا عمق یعنی گہراؤ بیس گز
کا ہی صحیح تر قول مین م طول بلا عرض مین اختلاف ہی ایک قول ہی کہ اگر اُسکا پانی بقدر دہ دردہ کے ہی تو وہ وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا چنانچہ سابق مین گذرا
اور عیون مذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا مین اسکی تصحیح کی ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ وہ نجس ہو جاتا ہی قاضی خان نے اسکو عامہ مشایخ کی طرف نسبت کیا ہی اور فتح القدیر
مین اسی کو اختیار کیا ہی اور قاسم نے اسکو صحیح کہا ہی تو دونون قول مصحح ہین کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو ماؤہا بقدر العشر لم ینجس کما فی المنیۃ اور اسوقت مین یعنی جبکہ
عمق کا اعتبار ہوا تو اگر اُسکا پانی دہ دردہ کے برابر ہی تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنوان ناپاک نہوگا چنانچہ منیۃ المصلی مین ہی م یہ قول ضعیف ہی چنانچہ شارح عنقریب
اسپر آگاہ کریگا وحینئذ فعمق خمس اصابع تقریبا ثلثۃ آلاف وثلث ماءۃ واثنا عشر منا من الماء الصافی ولیسعہ غدیر کل ضلع منہ طولا وعرضا وعمقا ذراعان وثلثۃ ارباع
ذراع ونصف اصبع تقریبا کل ذراع ربع وعشرون اصبعا انتہی اور اسوقت مین یعنے جبکہ عمیق کنوان حوض کبیر کے مانند ہوا تو پانچ انگلیون کا عمق
دہ دردہ کے حوض مین ۳۳۱۲ سیر صاف پانی کا ہی اور گنجائش کرتا ہی اسقدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق مین دو گز اور پون گز اور
آدھی انگلی ہی تخمینا ہر گز ہی ۲۴ انگلی کا اب تمام ہو گیا کلام قہستانی کا قلت وفیہ کلام اذ المعتمد عدم اعتبار العمق احدہ فقیر مین کہتا ہون اور قہستانی کے
اس کلام مین کلام ہی یعنی مسلم نہین اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہین تو اے مخاطب ہوشیار رہیو م بحر الرائق مین
فتح القدیر سے منقول ہی کہ عمیق تنگ جوانب کو آب کثیر قرار دینا موجہ نہین اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہی کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہونچے اور تقارب
جوانب مین بلاشک وصول غالب ہی اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہی نہ عمق سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً فائدہ بڑا تالاب ہی کہ ایام گرما مین
خشک ہو جاتا ہی اور چوپائے اسمین لید کرتے ہین پھر اسمین پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست ہو پانی کے داخل ہونے کے مکان مین تو سب
پانی نجس ہی اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ ناپاک نہوگا اور اگر نجاست موضع دخول آب
مین نہین پھر وہ پاک پانی جمع ہوا پاک مکان مین جو دہ دردہ ہی پھر وہان سے بڑھا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہی اور جو برف اس سے جمے وہ بھی طاہر ہی
جبتک کہ اسمین نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسی طرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہو گیا اور اسمین نجاست پڑی پھر نیا پانی آیا اگر نیا پانی دہ دردہ ہو گیا
نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہی کذا فی الخانیۃ یعنی فتاوی قاضی خان ولا یجوز بماء بالمد زال طبعہ وھو السیلان والارواء والانبات لسبب
طبخ کمرق وماء باقلاء الا بما قصد بہ التنظیف کاشنان وصابون فیجوز ان بقی رقتہ اور جائز نہین طہارت وضو اور غسل کی اُس پانی سے جسکی طبیعت یعنی اسکی پیدایشی
صفت کہ بہنا اور پیاس کا کھونا اور نباتات کا اوگانا ہی زائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا مطبوخ مگر وہ پانی جو پکایا گیا اُس چیز کے ساتھ
جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہی چنانچہ اشنان اور صابون تو اُس سے طہارت جائز ہی اگر اسکی رقت باقی ہو یعنی گاڑھا نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہو گیا و
بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو مع رفع حدث یا جائز نہین طہارت اُس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث
کے ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ مستعمل پانی مین کلام واقع ہوتا ہی چار مقام مین اول استعمال کے سبب سے سو مصنف نے اسکو بیان کیا بقولہ القربۃ اور رفع حدث
مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت مین سو مصنف نے اُسکا اشارہ کیا بقولہ اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت مین سو اسکو بیان کیا بقولہ طاہر مقام رابع
مستعمل کے حکم مین سو اُسکو ذکر کیا بقولہ غیر مطہر قربت کے واسطے وضو کرنے سے بہ اتفاق شیخین رح ومحمد رح کے استعمال ثابت ہی خواہ فقط قربت ہو یا قربت رفع
حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالہ حدث کی یہ صورت ہی کہ غیر محدث یعنی باوضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ کرے یا طاہر غسل کرے
اور فقط ازالہ حدث بلا قربت کی یہ صورت ہی کہ محدث یعنے بیوضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہان ازالہ حدث تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہین سواسطے کہ بدون نیت ۲۶

کے ثواب نہین ہوتا محمد رح کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہی اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قربت بھی سبب ہی اور ازالہ حدث بھی بلکہ اسقاط فرض
بھی ومن ممیز او حائض لیعاودہ عبادۃ یا ہوا استعمال پانی کا نابالغ صاحب تمیز یا حائض سے عبادت کی عادت باقی رہنے کے واسطے یعنی نابالغ جو وضو کرے ثواب
کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اسکو مستحب ہی کہ نماز کے وقت وضو کرکے جاے نماز پر بیٹھکر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت چھوٹے
وہ پانی بھی مستعمل ہی تقرب کے سبب سے اُس مستعمل سے بھی وضو جائز نہین او غسل میت یا ہوا استعمال پانی کا میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہی اگر اُسکے
بدن پر نجاست نہو وہو الاصح اور دوسرا قول یہ ہی کہ نجس ہی بنجاست جنب تو اُسکا غسالہ نجس ہوگا اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہی اور محمد نے جو غسالہ میت
کو مطلقا نجس کہا ہی تو اسوجہ سے کہ غالبا نجاست سے خالی نہین ہوتا کذا فی البحر او ید لاکل او منہ بنیۃ السنۃ یا استعمال ہوا ہاتھ کے دھونے سے کھانے کے واسطے
یا کھانے سے فراغت کرکے اداے سنت کے قصد سے ہم حدیث مین وارد ہی کہ کھانے کی برکت ہی پہلے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھونا تو اگر اس نیت سے
ہاتھ دھوئے ثواب حاصل ہوا پانی مستعمل ہوگیا اور اگر یہ نیت نہین چنانچہ میل صاف کرنے کے واسطے دھونے سے پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہی
نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی او لاجل رفع حدث ولو مع قربۃ کوضوء محدث ولو للتبرد یا مستعمل ہوا پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ حدث
قربت کے ساتھ مجتمع ہو چنانچہ بے وضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ اُسنے سرد ہونے کے واسطے وضو کیا ہو ہم جبکہ بے وضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہان
دو سبب استعمال کے جمع ہوگئے یعنے ازالہ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی کے رفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قربت ہر صورت پانی مستعمل
ٹھہرا فلو توضأ متوضئ لتبرد او تعلیم او لطین بیدہ لم یصر مستعملا اتفاقا اور اگر باوضو شخص نے وضو کیا سرد ہونے کو یا تعلیم وضو کے واسطے یا مٹی دھونے کے واسطے اپنے ہاتھ
سے تو وہ پانی باتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہوگا ہم یہ تفریع ہی اُس تقیید پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہی قربت سے یا ازالہ حدث سے سو ان صورتون مین کوئی سبب
استعمال کا نہین قربت تو اسواسطے نہین کہ نیت نہین کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہین ہوتا اور ازالہ الحدث بھی نہین اسواسطے کہ وہ شخص باوضو ہی اگر کوئی کہے کہ
تعلیم مین مقصود بلاشبہہ ثواب ہی پھر کیا وجہ ہی کہ تعلیم قربت نہوا اسکا جواب یہ ہی کہ قربت تو فقط تعلیم مین ہی نہ پانی کے استعمال مین ولہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس
تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہین رہی کزیادۃ علی الثلث بلا نیۃ قربۃ چنانچہ پانی مستعمل نہین ہوتا تین بار دھونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی
بلا ارادہ وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے مستعمل نہین ہوتا و نفسل نحو فخذ او ثوب طاہر او دابۃ تؤکل اور جیسے پانی مستعمل نہین ہوتا مثل ران کے یا پاک کپڑے یا حلال
چوپائے کے دھونے سے ہم مثل ران سے مراد اعضاء غیر وضو ہین یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دھووے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنا بر قول اصح کے کما فی البحر اسواسطے کہ
اسمین نہ قربت ہی نہ رفع حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کے مانند پاک برتن ہی او لاجل اسقاط فرض یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام
بحر الرائق مین ہی کہ پانی مستعمل ہوجاتا ہی تین چیزون مین سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اسکے ساتھ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اسکے ساتھ
ازالہ حدث ہو یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے یہ دلیل قول تھا کہ جو اپنے ہاتھ کہنیون تک یا ایک پانون تغاری مین ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اُس صورت
مین نہ ازالہ الحدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پائی گئی فقط فرض ساقط ہوگیا عضو مغسول سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنے برخلاف اور کتابون
کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اُس تقدیر مین تام ہوگا جبکہ اسقاط مین ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہی اسکا جواب یہ ہی کہ فرض
ساقط ہوجاتا ہی مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہوا اور جبکہ نیت نہین تو ثواب نہین تو اب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی الطحطاوی ہو الاصل
فی الاستعمال الکمال یہی یعنے فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہی پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اسپر آگاہ کردیا ہی کمال الدین محقق نے ہم یعنے رفع حدث مین
حقیقۃ اور قربت مین حکما اسقاط فرض موجود ہی اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہی دوسری بار کذا فی الطحطاوی بان تغسل بعض اعضائہ او
یدخل یدہ او رجلہ فی جب لغیر اغتراف ونحوہ کرفع کوز فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا اسقاط فرض کا اسطرح ہی کہ دھووے محدث اپنے بعض

اعضا کو یا اپنا ہاتھ پانون ڈالے مٹکے مین بغیر پانی لینے کے اور نہ اسکے چنانچہ کوزہ نکالنے کو جو مٹکے مین گر گیا ہی تو البتہ اس صورت مین پانی مستعمل ہوجائیگا
فرض کے ساتھ ساقط ہوجانے کی وجہ سے بالاتفاق یعنے اگر وضو یا غسل مین اس عضو کو نہ دھویگا تو کافی ہی م یہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونون کو
شامل ہی لیکن محیط مین ابو یوسف رح سے مشہور روایت یہ ہی کہ پورا عضو پانی مین ڈالنا مستعمل ہوجانے مین مشروط ہی اور ایک دو انگلی کے ڈالنے سے مستعمل نگا اور
او خال کف سے مستعمل ہوگا چنانچہ عالمگیری مین ہی بغیر پانی لینے کے یہ صورت ہی کہ مٹی یا خمیر ہاتھ مین بھرا تھا اسکے دھونے کے واسطے ہاتھ مٹکے مین ڈالا تو معلوم
ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھ مٹکے مین ڈالیگا تو پانی مستعمل نہوگا ضرورت کے سبب سے اور اسی طرح سے ہاتھ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوے مین اترنا ڈول
نکالنے کو اس سے بھی پانی مستعمل نہین ہوتا اور اتفاق سے یہان مراد اُن فقہا کا اتفاق ہی جو تجزی حدث کے قائل ہین اور جو کہ قائل نہین کذا فی الطحطاوی بدان
لم یزل حدث عضوہ او جنابتہ مالم یتم لعدم تجزیہما زوالاً وثبوتاً علی المعتمد اگرچہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اسکی جنابت زائل نہوگی جبتک کہ اسقاط فرض کا
پورا نہوگا بسبب نہ تجزی ہونے حدث اور جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر م یعنی زوال حدث وجنابت کا اور انکا ثابت ہونا تجزی
یعنے پارہ پارہ نہین کو جبکہ دونون زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگے تو سقوط فرض کا شلاً ہاتھ سے اسکا مقتضی ہی
کہ ہاتھ کا دھونا دوسری بار باقی اعضا کے ساتھ واجب نہو اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دھونے پر موقوف ہی ایسا ہی بحرالرائق مین شیخ قاسم نے
حواشی مجمع مین کہا کہ حدث کا اطلاق دو معنون پر ہوتا ہی اول معنی مانعیت شرعیہ یعنی شرعاً ممنوع ہونا اس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے اور تجزی
نہین بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی معنی نجاست حکمیہ اور یہ تجزی ہی ثبوت اور ارتفاع مین بلا خلاف اور پانی کا مستعمل ہوجانا نجاست حکمیہ کے ازالے
سے ہی قاسم نے کہا کہ یہ تحقیق یاد رکھنے کے لائق ہی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یزاد اوسنۃ لیعم المضمضۃ والاستنشاق فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جاوے لفظ
اوسنۃ کا بعد اسقاط فرض کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اسمین تامل کر م یعنے یون کہنا چاہیے اولاسقاط فرض اوسنۃ تو مطلب ٹھہریگا
کہ یا مستعمل ہونا پانی کا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل ٹھہریگا حلبی محشی نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین کہ وہ تو
قربت مین داخل ہی اسواسطے کہ سنت ادا نہین ہوتی بدون نیت کے پھر جب سنت مین نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انتہی یعنے وجہ ہی تامل کی جسکی طرف شارح
نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضوہ وان لم یستقر فی شی علی المذہب ان سب صورتون مین پانی مستعمل ہوجاتا ہی اسوقت جب کہ جدا ہو عضو سے اگرچہ
کسی چیز مین نہین ٹھہرا بنابر مذہب درست کے وقیل اذا استقر ورجح للحرج اور قول ضعیف یہ ہی کہ جب عضو سے جدا ہوکر کسی مکان مین یعنی زمین یا کف یا
کپڑے مین ٹھہر جاوے اور حرکت سے باز رہے تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی ترجیح دیگئی ہی حرج کے سبب سے م یعنے اگر بمجرد انفصال کے عضو سے
استعمال ثابت ہی تو اسمین مشقت ہی اسلیے کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہی اس صورت مین کہ جب پانی
عضو سے جدا ہوا اور ہنوز کہین نہین ٹھہرا بلکہ وہ ہوا مین ہی پھر وہ اگر کسی آدمی کے عضو پر اور اسپر بہا بدون اسکے کہ اُسنے اپنی ہتھیلی مین لیا ہو تو اول قول
پر اسکا وضو صحیح نہین اور قول ثانی پر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر درر دبان ما یصیب منادیل المتوضی وثیابہ عفو اتفاقاً وان کثر اور وہ ترجیح مردود ہی اسطرح
سے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے رومال اور کپڑون کو لگ جاتا ہی وہ معاف ہی باتفاق شیخین اور محمد رح کے اگرچہ مقدار درم سے زیادہ ہو یعنے جب
معاف ہوا تو حرج ثابت نہوا م محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہی تو اُنکے قول پر معاف کہنا مناسب نہین اور شیخین کے نزدیک اگرچہ بعضی روایت مین وہ نجس ہی
مگر یہان ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہی وہو طاہر ولو من جنب علی الظاہر اور مستعمل پانی پاک ہی اگرچہ وہ جنابت والے کا ہو ظاہر مذہب پر
مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ طہارت محمد رح کا قول ہی اور امام رح سے بھی مروی ہی اور تیسرا قول یہ ہی کہ وہ نجس
مغلظ ہی اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتھا قول یہ ہی کہ نجس مخفف ہی اور اسکو ابو یوسف رح نے امام سے روایت کیا اور اسی پر انکا عمل ہی لیکن علما نے طہارت

کی روایت کو صحیح کہا ہے یہانتک کہ مجتبی مین ہے کہ متفرد امام اور صاحبین سے صحیح روایات یہی ہین کہ وہ طاہر غیر طہور ہے گرحسن کی روایت فخر الاسلام نے کہا کہ
طاہر ہونا مختار ہے ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہے محمد رح کی تمام کتابون مین جو مروی ہین ہمارے علماء سے اور اسی کو محققین ماوراء النہر نے اختیار کیا ہے اور محیط
مین ہے کہ یہی قول مشہور ہے امام سے اور اکثر کتابون مین طاہر ہونے پر فتوی مذکور ہے بلا تفصیل بین المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا یہی قول ہے
احمد بن حنبل کا اور مذہب شافعی رح مین یہی قول صحیح ہے اور روایت ہے امام مالک سے نووی شافعی رح نے کہا یہی قول طہارت کا جمہور سلف اور خلف کا قول ہے
لکن یکرہ شربہ والعجن بہ تنزیہا للاستقذار علی روایۃ نجاستہ تحریماً لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اس سے گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے گھنانے کی وجہ سے اور اسکی نجاست
کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے وحکمہ انہ لیس بطہور لحدث بل لخبث علی الراجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنے اثر مترتب یہ ہے کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنیوالا
نہین یعنی وضو اور غسل کے لائق نہین بلکہ بنابر قول راجح معتمد کے نجاست حقیقی کا پاک کرنیوالا ہے مجتبی اور شرح ارشاد مین ہے کہ ازالہ نجاست کا مستعمل
پانی سے جائز ہے بنابر روایات ظاہرہ کے کذا فی المنح فرع اختلف فی محدث انغمس فی بیر لدلو او لتبرد مستنجیا بالماء ولا نجس علیہ ولم ینو ولم یتدلک والاصح
انہ طاہر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہے اس محدث کے حکم مین جسنے غوطہ مارا کنوئین مین ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنے
کو غوطہ مارا پانی سے استنجا کر کے اور اسکے بدن پر نجاست نہین اور نہ اسنے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدن کو ملا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور
کنوین کا پانی مستعمل ہے اسواسطے کہ مستعمل ہونے کے واسطے جدا ہونا پانی کا مشروط ہے یعنے جب شخص کنوے سے نکلا تو انفصال پایا گیا م محدث حدث اکبر کو بھی
شامل ہے خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے یعنی جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئین مین گھسے اور اگر قبل انقطاع جاویگی بشرطیکہ
اسکے اعضا پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونون طاہر کے مانند ہین اسواسطے کہ وہ خارج نہین ہوئی حیض اور نفاس سے تو پانی مستعمل نہوگا چنانچہ خانیہ
اور خلاصہ مین ہے اور کنوے سے وہ مراد ہے جو دہ در دہ سے کم ہے ڈول نکالنے اور سر دھونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ ماریگا نہانے کے قصد سے تو پانی
بالاتفاق مستعمل ہوگا اسواسطے کہ ازالہ حدث اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلون سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہوگا اور اسی طرح
اگر اسکے بدن پر نجاست ہوگی یا ازالہ حدث کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ مین مذکور ہے بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ ملنا نیت اغتسال
کے قائم مقام ہے تو ملنے سے پانی بالاتفاق مستعمل ٹھہریگا اور اصح کے مقابل غیر اصح ایک یہ کہ مرد اور پانی دونون ناپاک ہین اور یہ امام سے روایت ہے اور
دوسرا قول یہ کہ مرد کا حدث بحال سابق قائم ہے اور پانی طاہر اور مطہر ہے یہ روایت ہے ابو یوسف سے اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانی مستعمل ہے سو بعض کا قول
اسواسطے کہ ڈول نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہین چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہوگا بلا خلاف کذا فی الطحطاوی ملخصاً
والمراد ان ما اتصل باعضائہ وانفصل عنہا مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہ ہے کہ جو پانی کہ منغمس کے اعضا سے ملا اور پھر جدا ہوا اعضا سے وہ مستعمل ہے تمام
پانی کنوین کا مستعمل ہے بنابر اس قول کے جو گذر گیا م یعنی ایسی صورت مین اجزا کا اعتبار ہے یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ مغلوب اور نہایت کم ہے کنوئین کے
باقی پانی سے وکل اہاب ومثلہ المثانۃ والکرش قال القہستانی فالاولی وما دبغ ولو بشمس وہو یحتملہا طہر فیصلی بہ ویتوضأ منہ اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جاے
یعنے پکایا جاوے اگرچہ دھوپ مین ڈالکر اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے پاک ہوگا تو آدمی تو بتین پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بناکر اس
سے وضو کرے شارح نے کہا اور چمڑے کے مانند دباغت قبول کرنے مین پھکنا اور اوجھڑی ہے قہستانی نے کہا تو بجاے کل اہاب دبغ کے وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز
کی دباغت ہو وہ پاک ہو گی تاکہ چمڑے اور پھکنے اور اوجھڑی سب کو شامل ہو م چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہین اسکا پاک ہونا یہ متعلق بہ کتاب الصید ہے
اور اسمین نماز کا جائز ہونا یہ متعلق کتاب الصلوۃ سے ہے اور اس سے وضو کا جائز ہونا یہ متعلق ہے پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث مین اسکو ذکر کیا دباغت
دو قسم ہے حقیقی اور حکمی حقیقی وہ جو پھٹکری یا ببول کے پتہ وغیرہ سے ہو وہ پانی پہونچنے سے ناپاک نہین ہوتی بہ اتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہے جو

دھوپ سے خشک ہوا نہین پانی پہونچنے سے دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہر کہ وہ ناپاک ہوجاویگی دوسری روایت یہ ہر کہ ناپاک نہوگی وبالاولی لحکمہا فسلا
وعلیہ الفتوی اور جو چمڑا وغیرہ دباغت پذیر نہین وہ پاک نہوگا اور اسی قول پر فتوے ہر فلا یطہر جلد حیۃ صغیرۃ ذکرہ الزیلعی اما قمیصہا فطاہر تو پاک نہوگی دباغت
سے چھوٹے سانپ کی کھال ایسا ذکر کیا ہر زیلعی نے لیکن سانپ کی کینچلی تو پاک ہر وفارۃ اور پاک نہین ہوتی چوہے کی کھال یعنی عدم احتمال دباغت سے
کما انہ لا یطہر بذکاۃ لتقییدہا بما یحتملہا جیسے کہ سانپ اور چوہے کی کھال پاک نہین ہوتی ذبح کرنے سے اسواسطے کہ دباغت اور ذبح مین احتمال اور لیاقت
کی قید ہر یعنے دباغت سے پاک ہوجاتی ہر وہ کھال جو دباغت کی لیاقت رکھتی ہر اور ذبح کرنے سے اُس جانور کی کھال طاہر ہوجاتی ہر جو ذبح کرنے کے
لائق ہر خلا جلد خنزیر فلا یطہر وقدم لان المقام للاہانۃ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہر سور کی کھال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہین ہوتی اور سور کو پہلے
ذکر کیا آدمی سے اسواسطے کہ یہ ذلت اور خواری کا مقام ہر یعنے نجاست کا تو یہان ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضاے بلاغت ہر وآدمی فلا یدبغ
لکرامتہ اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کھال کو دباغت نہین دیجاتی اُسکی تعظیم اور توقیر کے سبب سے ہم بعضون کے نزدیک سور اور آدمی کی کھال پاک نہین
ہوتی اسواسطے کہ پرت پرت ہونے سے دباغت پذیر نہین اور بعضون نے کہا کہ آدمی کی کھال پاک ہوجاتی ہر دباغت سے لیکن اُسکا استعمال جائز نہین اور یہی
منقول ہر مذہب مین شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہر ولو دبغ طہر وان حرم استعمالہ حتے لو طحن عظمہ فی دقیق لم یوکل فی الاصح احتراما اور اگر آدمی کی کھال
دباغت کیجاے تو پاک ہوگی اگرچہ اُسکا استعمال کرنا حرام ہر یہانتک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیسی گئی آٹے مین تو اُس آٹے کو نہ کھاے صحیح تر قول مین اُسکی تعظیم کی
وجہ سے وافاد کلامہ طہارۃ جلد کلب وفیل وہو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کتا اور ہاتھی کی کھال کے پاک ہونے کا یعنے دباغت سے اور یہی قول
معتمد ہر ہم جبکہ سب کھالون کی طہارت سے سور اور آدمی کو استثنا کر لیا تو معلوم ہوگیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہوجاتے ہین وما ای اہاب
طہر بہ بدباغ طہر بذکاۃ علے المذہب لا یطہر لحمہ علی قول الاکثر ان کان غیر ماکول ہذا اصح ما یفتے بہ وان قال فی الفیض الفتوی علے طہارتہ اور جو
کھال کہ پاک ہوتی ہر دباغت کرنے سے وہ پاک ہوجاتی ہر جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہین ہوتا اُسکا گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر
وہ جانور جسکو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہر اقوال مفتے بہ مین یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہر اگرچہ مفیض مین کہا ہر کہ گوشت کی طہارت پر فتوے ہر ہم
سراج الدرایہ مین کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہر افعل التفضیل کے صیغہ سے طہارت کی قول کی بھی تصحیح معلوم ہوتی ہر مگر عدم طہارت
زیادہ تر صحیح ہر کذا فی الطحطاوی وہل یشترط لطہارۃ جلدہ کون ذکوتہ شرعیۃ بان تکون من الاہل فی المحل بالتسمیۃ قیل نعم وقیل لا والاول اظہر
لان ذبح المجوسی وتارک التسمیۃ عمدا کلا ذبح وان صحح الثانی صححہ الزاہدی فی القنیۃ والمجتبی واقرہ فی البحر سوال اور کیا شرط ہر اُسکے کھال
کے پاک ہونے مین بطور حکم شرع کے ذبح کرنا اسطرح کہ ذبح کرنا صادر ہو اہل سے یعنے مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنے کے مقام مین بسم اللہ
کے ساتھ جواب ایک قول یہ ہر کہ ہان ذبح شرعی شرط ہر اور دوسرا قول یہ ہر کہ شرط نہین اور پہلا قول ظاہر تر ہر اسواسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اس
مسلمان اور کتابی کا جسنے بسم اللہ کہنا عمدا ترک کیا عدم ذبح کے مانند ہر اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی مین تصحیح کی ہر اور بحر الرائق مین اس
تصحیح کو ثابت رکھا ہر ہم اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتمدہ مذہب مین مسطور ہر کذا فی النہر زاہدی امام مشہور ہر قنیہ اور مجتبے کا مصنف ہر قنیہ فتاوی
اور مجتبی شرح ہر قدوری کے زاہدی عقائد مین معتزلی مذہب ہر اور فروع مین حنفی ہر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ما یخرج من دار الحرب کسنجاب
ان علم دبغہ بطاہر فطاہر او بنجس فنجس وان شک فغسلہ افضل جو چمڑا کہ کفار کے ملک سے نکلتا ہر اور دار الاسلام مین آتا ہر جیسا نچہ سنجاب اگر اُسکی
دباغت پاک چیز سے معلوم ہوجاوے تو وہ چمڑا پاک ہر یعنے اُسکو پہن کر نماز درست ہر اور اگر اُسکی دباغت ناپاک چیز سے مثلاً مردار کی چربی سے معلوم
ہو تو وہ ناپاک ہر اور اگر شک واقع ہو یعنے معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اُسکا دھونا بہتر ہر یعنے واجب نہین دشرح المنیۃ

غیر الخنزیر علی المذہب اور بال مردار جانور کے پاک ہین سواے سور کے مذہب درست پر ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث مین اسواسطے بیان کی تاکہ
معلوم ہو کہ اُسکے پانی مین واقع ہونے سے پانی ناپاک نہین ہوجاتا پھر جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق اولی پاک ہین
اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اُسکے ناپاک ہین ابو یوسف رح کے نزدیک اگر قلیل پانی مین واقع ہون ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی
وعظمہا وعصبہا علی المشہور اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہی مذہب کے مشہور قول پر ہم عصب یعنی پٹھے مین دو روایتین ہین سراج وہاج مین کہا کہ
اسکی نجاست صحیح ہی مگر صاحب فتح القدیر بدائع کا تابع ہوا ہی اسکی طہارت مین اور یہی قول مشہور ہی اور وقایہ اور درر مین اسی پر یقین کیا ہی کذا فی المنح
وحافرہا وقرنہا الخالیۃ عن الدسومۃ اور مردار کا سم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہی ہم یعنے بال اور ہڈی اور پٹھے اور سم اور سینگ اُسوقت پاک ہین
جبکہ اُنپر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہوگی تو ناپاک ہین یہ ناپاکی ذاتی نہین بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہی وکذا کل ما لاتحلہ الحیوۃ حتی الانفحۃ واللبن علی الراجح
اور اسی طرح پاک ہی مردار کی ہر ایک وہ چیز جسمین زندگی نہین سماتی یعنے جاندار کے بدن مین وہ چیزین بے جان ہین چنانچہ بال اور پر اور چونچ
یہانتک کہ پنیر مایہ یعنے جیتا اور مردار کا دودھ بنابر قول راجح کے ہم انفحہ بکسر ہمزہ وفتح فاء وسکون نون وہ دودھ ہی جو شیرخوار بچے کے پیٹ مین ہوتا ہی یعنے پنیر مایہ جسکے
ڈالنے سے دودھ جمتا ہی وہ امام کے نزدیک پاک ہی جبکہ مردار سے نکلے خواہ بستہ خواہ سائل اور صاحبین کے نزدیک سائل نجس ہی اور بستہ دھونے
سے پاک ہوجاتا ہی اور اگر مذبوح جانور سے خارج ہوا تو بالاتفاق پاک ہی کذا فی الطحطاوی وشعر الانسان غیر المنتوف اور انسان کا بال جو اکھاڑا
نہین پاک ہی یعنے اُکھاڑے بال ناپاک ہین اور اسکی بیع کا جائز نہونا تعظیم کے سبب سے نہ نجاست کی وجہ سے وعظمہ وسنہ مطلقا علی المذہب اور آدمی کی
ہڈی اور دانت مطلقا پاک ہین مذہب درست پر ہم مطلقا خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا واختلف فی اذنہ ففی البدائع نجسۃ وفی الخانیۃ لا اور اختلاف ہی آدمی
کے کان مین سو بدائع مین ہی کہ وہ ناپاک ہی اور خانیہ مین ہی کہ ناپاک نہین وفی الاشباہ المنفصل من الحی کمیتۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اور اشباہ
مین ہی کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہوگئی وہ مردار کے مانند ہی مگر اسی شخص کے حق مین جبکا وہ جز ہی پاک ہی اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو ہم منفصل سے
مراد وہ عضو ہی جسمین جان ہی تو ناخن اور بال منفصل ہونے سے پاک نہ ٹھہرینگے اور یہ جو کہا کہ منفصل اسی کے حق مین پاک ہی یعنے بالخصوص نماز مین
اسکا حل درست ہی نہ پانی وغیرہ مین اسواسطے کہ پانی فاسد ہوگا اسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویفسد الماء بوقوع قدر الظفر
من جلدہ لا بالظفر اور ناپاک ہوجاتا ہی قلیل پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے ہم یعنے آدمی کی کھال یا اسکا چھلکا
پانی مین گرا اور زیادہ شمار مین آیا پانی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہی اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہوگا اسواسطے
کہ ناخن عصب یعنے پٹھا ہی کذا فی البحر ودم سمک طاہر اور خون مچھلی کا پاک ہی ہم اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت مین خون نہین ہی اسواسطے کہ جب وہ
خشک ہوتا ہی تو سفید ہوجاتا ہی کذا فی المنح واعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوی وان رجح بعضہم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ اور
اسکو جان رکھ کہ کتا نجس العین نہین یعنی اسکی نجاست ذاتی نہین خوک کے مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوے ہی اگرچہ بعضے علما نے چنانچہ
زاہدی اور فقیہ ابو اللیث نے نجس العین ہونے کو ترجیح دی ہی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہی ہم کتے سے حفاظت اور شکار کرنا
شرعا درست ہی اگر وہ نجس العین ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کے مانند بحر الرائق مین ہی کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز آیا کول
نہین وہ پاک ہی اور گوشت اسکا ناپاک ہی فیباع ویوجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلی ودلوا جبکہ کتا نجس العین نہوا تو اسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اسکے تلف
کرنے والے پر تاوان لازم ہونا اور اسکی کھال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہی ولو اخرج حیا ولم یصب فمہ الماء لا یفسد ماء البئر ولا الثوب بانتفاضہ ولا
بعضہ ما لم یر ریقہ اور اگر کتا کنوئین مین سے زندہ نکالا گیا اور اسکا مُنہ پانی مین نہ لگا تو کنوئین کا پانی ناپاک نہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا بھیگے کتے کی

چھیٹون سے اور نہ اسکے کاٹنے سے جبتک اسکی رال کالگنا بدن پر معلوم نہو یعنے اگر کنوئین مین کتا مُنھ ڈالیگا یا کاٹنے مین اسکی رال بدن کو لگیگی تو پانی اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہو گوشت سے اور گوشت اسکا ناپاک ہو ولا صلوٰۃ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہوگی نماز اسکی جو نماز پڑھنے مین کتے کو لیے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو یعنے اسواسطے کہ ظاہر اُسکا ناپاک نہین اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہین شارح نے تقوا یدلو کبیرا اشارہ کیا کہ یہ جو بعضی روایت مین کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہو نہ احترازی وشرط الحلوانی شد فمہ اور شمس الائمہ حلوانی نے کتے کا مُنھ بند کرلینا شرط کیا ہو یعنے حامل سگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہین کہ اسکا مُنھ بند ہوتا کہ اُسکا لعاب مصلی کے بدن پر اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ ظاہر بدن ہر جانور کا پاک ہو نجس نہین ہوتا بدون موت کے اور اسکے باطن کی نجاست اپنے معدن مین قائم ہو تو اُسکا حکم ظاہر نہین ہوتا جیسے باطن مصلی کی نجاست کا کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہین کتے کے گوشت کے ناپاک ہونے مین اور اسکے بال کے پاک ہونے مین م بعضون نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہو تو اُسکا پس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق حرام ہو اسکا جواب یہ ہو کہ طہارت عین اسکی مستلزم نہین کہ اُسکا ہر جز پاک ہو پس خوردہ اسکا اسوجہ سے ناپاک ہو کہ اسکے ساتھ لعاب اُسکا مخلوط ہو اور لعاب پیدا ہوتا ہو گوشت سے اور گوشت ناپاک ہو دم سفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال فیؤکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہو ماکول ہو ہر حالت مین یعنے خواہ غذا مین خواہ دوا مین خواہ ضرورت ہو یا نہو م طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم نہین اسواسطے کہ مٹی پاک ہو مگر اسکا کھانا حلال نہین وکذا نافجتہ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح وکذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الی الطیبۃ اور اسی طرح مشک کا نافہ پاک ہو مطلقا یعنے خواہ پانی کے لگنے سے فاسد ہو یا نہو بنابر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی طرح زباد پاک ہو کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہو جانے کے ہر ایک مشک اور زباد کے م یعنے ہرچند مشک کی اصل مین خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہو لیکن اب مستحیل بخوشبو ہوگیا حقیقت اسکی بدل گئی دونون پاک ہین اور غیر اصح زیلعی کا قول ہو کہ اگر نافہ مشک پانی لگنے سے فاسد نہو تو پاک ہو اور یہ اختلاف مردار جانور کے نافہ مین ہو اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہو زباد بزا معجمہ دبا ز موحدہ بروزن سحاب خوشبو دار چیز ہو یعنے ایک قسم کی بلی کا پسینہ اور میل ہو کہ اسکے دُم کے نیچے مخرج کے پاس مجتمع ہوجاتا ہو اسکو کوڑی کے کھرچ لیتے ہین قاموس مین ہو کہ جسنے زباد کی تفسیر جانور کی اُسنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ وطہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنے جس جانور کا گوشت کھانا حلال ہو جیسا کہ بکری اور اونٹ اُسکا پیشاب نجس ہو بہ نجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اسکو پاک کہا ہو ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی لا لغیرہ عند ابی حنیفۃ اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سوائے دوا کے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک م اور محمد رح کے نزدیک مطلقا جائز ہو اور ابو یوسف رح کے نزدیک دوا کے واسطے جائز ہو فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی م حرام چیز سے دوا کرنے مین علما کا اختلاف ہو اور ظاہر مذہب یہ ہو کہ درست نہین ہو چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع مین ہو لیکن مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنے کتاب الرضاع مین اور یہان حاوی قدسی سے نقل کیا ہو یہ مسئلہ اسطرح اور بعضون نے کہا کہ حرام سے دوا کرنے کی رخصت دیجاتی ہو جبکہ معلوم ہو کہ حرام مین شفا ہو اور کوئی دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دیگئی ہو اور اسی قول پر فتوی ہو م خانیہ مین ہو اما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالے نے تمھارے واسطے شفا نہین ٹھہرائی اُس چیز مین جو تم پر حرام کی یہ حضرت نے ان چیزون کے حق مین فرمایا جنمین شفا نہین ہو اور جنمین شفا ہو اسکے دوا کرنے کا کچھ مضائقہ نہین کیا تو نہین جانتا کہ پیاسے کو شراب کا پینا حلال ہو ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہو صاحب ہدایہ نے تجنیس مین اسواسطے کہ حرمت ساقط ہو شفا حاصل ہونے کے بعد

اور حاوی قدسی مین ہی کہ جب خون آدمی کے ناک سے روان ہوا اور بند نہو یہانتک کہ اسکے مرجانے کا خوف ہوا اور تجربہ اور امتحان سے یہ بات معلوم ہو
کہ فاتحۃ الکتاب یا سورہ اخلاص اس خون سے اسکے ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہوگا تو ایک قول مین رخصت نہین ہی اور دوسرے قول مین رخصت ہی
جیسے شرب خمر کی رخصت ہی پیاسے کو اور مردار کھانے کی نہایت گرسنگی مین اور یہی فتوی ہی کذا فی منیح المصنف مختصراً فصل فی البیر یہ فصل ہی کنوئین
کے مسائل مین اذا وقعت نجاسۃ لیست بحیوان ولو مخففۃ او قطرۃ بول او دم او ذنب فارۃ لم تشمع فلو شمع ففیہ ما فی الفارۃ جب گری وہ نجاست جو جاندار نہین
اگرچہ نجاست مخففہ ہو یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہے کی ایسی دم کٹی کہ محل قطع موم سے بند نہین سو اگر محل قطع موم سے بند ہوگا تو اسکے گرنے سے
اتنے ڈول نکالے جاوینگے جتنے چوہے کے گرنے سے نکالے جاتے ہین یعنی بیس ڈول ہم بعدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور
ہوینگے اور نجاست مخففہ کو اسواسطے ذکر کیا کہ پانی مین نجاست مغلظہ اور مخففہ یکسان ہی کچھ فرق نہین فی بئر دون القدر الکثیر علی ما مر نجاست مذکورہ
گری اس کنوئین مین جو کم ہی مقدار کثیر سے بنابر کلام گذشتہ ہم سابق مین ہی مذکور ہوچکا کہ آب کثیر مین مبتلا بہ کا ظن غالب معتبر ہی اور متاخرین کے فتوے پر
دہ در دہ کثیر ہی تو اگر کنوان دہ در دہ ہوگا تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہوگا تا وقتیکہ اسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہو ولا اعتبار بالعمق علی المعتمد اور کچھ اعتبار
نہین کنوئین کے عمق کا بنابر قول معتمد کے یعنے کثرت مین طول اور عرض کا اعتبار ہی نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا
کذا فی البحر او مات فیہا او خارجہا والقی فیہا ولو فارۃ یابسۃ علی المعتمد الا الشہید النظیف او المسلم المغسول اما الکافر فینجسہا مطلقاً کسقط یا مر اکنوئین مین یا
مر اکنوئین سے باہر اور ڈالا گیا اسمین اگرچہ مردہ خشک چوہا ہو معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف ہی خون وغیرہ سے اور وہ مردہ مسلمان جو کہ نہلایا گیا
ان دونون کے کنوئین مین گرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا ہی لیکن کافر مردہ تو کنوئین کو ناپاک کرتا ہی ہر طرح یعنے مغسول ہو یا غیر مغسول جیسے اسقاط حمل کا
بچہ ناپاک کردیتا ہی حیوان وہو غیر مائی لما مر جاندار روان خون والا جو کہ آبی نہین بدلیل گذشتہ ہم مذکور ہوچکا کہ غیر دموی کی موت سے پانی نجس نہین ہوتا
اگرچہ پھول یا پھٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اسکے مرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وانتفخ او تمعط او تفسخ ولو تفسخ خارجہا فیہا
ذکرہ الوالی جانور دموی مرکے پھول گیا یا اسکے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہوگیا اگرچہ کنوئین کے باہر پھٹ گیا پھر اسمین گرا ایسا ذکر کیا ہی علامہ والی محشی درر نے
ینزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ ابن الکمال نکالا جاوے کنوئین کا وہ سب پانی جو اسمین تھا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کے وقت
ایسا ذکر کیا ہی ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنے سے پہلے کچھ پانی زیادہ ہوگا تو اسقدر کی نکالنا لازم نہوگا بعد اخراجہ الا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فینزح
الماء الی حد لا یملأ نصف الدلو یطہر الکل تبعاً پانی نکالا جاوے نجاست اور جانور کے نکال ڈالنے کے بعد مگر جبکہ اسکا نکالنا نہو سکے جیسا کچھ لکڑی کا ٹکڑا یا ناپاک
کپڑا کہ غائب ہوگیا تو اسقدر پانی نکالنے سے کہ آدھا ڈول نہ بھرے یہ سب چیزین پاک ہو جاوینگی کنوئین پاک ہونے کے ساتھ ہم یعنے ڈول اور رسی اور
گھرنی اور کنوئین کے گرد پیش اور پانی نکالنے والے کا ہاتھ اسواسطے کہ ان چیزون کی نجاست کنوئین کے ناپاک ہوجانے کے سبب سے تھی تو اسکے پاک
ہوجانے سے یہ بھی پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہوجاتا ہی جبکہ شراب سرکہ بنجاوے اور استنجا کرنے والے کا ہاتھ طاہر ہوجاتا ہی محل کی طہارت سے کذا
فی البحر ولو نزح بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصۃ اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اگلے دن زیادہ ہوگیا تو وہی قدر نکالا جاوے جتنا باقی تھا
قول صحیح مین کذا فی الخلاصہ م یعنی اسواسطے کہ فی الاتصال پانی نکالنا شرط مین تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہین قید بالموت لانہ لو خرج حیاً ولیس
بنجس العین ولا بہ حدث وخبث لم ینزح شیئ الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ فان نجسا نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے کنوئین کے پانی نکالنے مین موت
حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین نہین مانند سور کے اور اسپر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہی
تو کچھ پانی نکالا نجاویگا مگر اسوقت جبکہ اسکا منہ پانی مین داخل ہو تو اسوقت اسکے جھوٹھے کا اعتبار ہوگا اگر اس حیوان کا جھوٹھا ناپاک ہی تو سارا پانی

نکالا جائیگا اور اگر پاک ہو یا مکروہ یا مشکوک تو کچھ بھی نکالنا واجب نہین یہی قول صحیح ہو م نجس العین کے ساقط ہونے سے تمام پانی نجس ہوگا خواہ مرے
یا نہ مرے تھا اُسکا پانی مین داخل ہو یا نہو اور شارح نے نجاست حکمی کو جو بیان کیا تو شاید کہ یہ قول آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہو کذا فی الطحطاوی نعم یندب
عشرۃ فی المشکوک لاجل الطھوریۃ کما فی الخانیۃ ہان مستحب ہو دس ڈول نکال دینا مشکوک مین مطہر ہونے کے واسطے چنانچہ خانیہ مین ہو م اور بعضون نے
مزید احتیاط کے واسطے سارے پانی کا نکالنا مستحب کہا ہو چنانچہ عالمگیری وغیرہ مین ہو زاد فی التاتارخانیۃ وعشرین فی الفارۃ واربعین فی سنور ودجاجۃ مخلاۃ
کادمی محدث تاتارخانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہو کہ مستحب ہو ۲۰ ڈول نکالنا چوہے مین اور ۴۰ بلی اور کوچہ گرد مرغی مین جیسے بے وضو اور بے غسل آدمی کے کوئین مین
گرنے اور زندہ نکلنے مین ۴۰ ڈول کا نکالنا مستحب ہو م ہذا اذا لم تکن الفارۃ ہاربۃ من ہرۃ ولا الہرۃ من کلب ولا الشاۃ من سبع فان کان نزح کلہ مطلقا کما فی
الجوہرۃ پھر یہ حکم یعنے سارا پانی نہ نکالنا جبکہ حیوان زندہ نکلے اور وہ نجس العین نہو اس صورت مین ہو جبکہ چوہا بھاگا نہو بلی سے اور نہ بلی کتے سے اور
نہ بکری درندے سے سو اگر ہر ایک بھاگ کر کنوئین مین گرا ہو تو سارا پانی نکالا جاویگا مطلقا یعنے پانی مین اُسکا منہ داخل ہوا ہو یا نہ داخل ہوا ہو چنانچہ جوہرہ
مین ہو م جانور گریختہ خوف سے پیشاب کر دیتا ہو یہ وجہ ہو تمام پانی نکالنے کی لکن فی النہر عن المجتبی الفتوی علی خلافہ لان فی بولہا شکا لیکن نہر الفائق
مین مجتبی سے منقول ہو کہ فتوے اسکے خلاف پر ہو یعنے پانی نکالنا واجب نہین اسواسطے کہ پیشاب کے وجود مین شک ہو یعنے اور شک سے کوئی چیز ثابت
نہین ہوتی فان تعذر نزح کلہا لکونہا معینا فبقدر ما فیہا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی پھر اگر متعذر ہو تمام پانی کا نکالنا بسبب ہونے کوئین کے
چشمہ وار تو اسقدر پانی نکالا جاے جتنا اسمین تھا ابتدا اخراج کے وقت ایسا کہا ہو حلبی نے م یعنے زائد کا نکالنا لازم نہین اور شارح نے ابن کمال سے پہلے
وقت وقوع کا اعتبار کرنا نقل کیا ہو یوخذ فی ذلک بقول رجلین عدلین لہما بصارۃ بالماء بہ یفتی وقیل یفتی بمائتین الی ثلثمائۃ وہذا ایسر وذاک احوط عمل
کرنا چاہیے اسمین یعنے پانی کی مقدار مین اُن متقی دو مردون کے قول پر جنکو پانی کی خوب اٹکل ہو اسی قول پر فتوے ہو یعنے جب اُنکے انداز کے موافق
پانی نکل چکا کنوان پاک ہوگیا اور دوسرا ضعیف قول یہ ہو کہ چشمہ دار کنوئین مین دو سو ڈول کا تین سو ڈول تک فتوے ہو اور دوسرا قول آسان ہو
اور وہ پہلا قول بہت احتیاط والا ہو م دوسرا قول محمد رح سے مروی ہو اور جبکہ اُنھون نے دیکھا کہ بغداد کے کنوئین ۳۰۰ ڈول سے زیادہ نہ تھے تب یہ
فتوی دیا لیکن یہ قول ضعیف ہو اسلیے کہ نجاست کے سبب سے حکم شرع یہ ہو کہ سارا پانی نکالا جاوے تو عدد مخصوص پر اقتصار کرنا ظاہر ہو جانے مین بلا دلیل
سمعی کیونکر مقبول ہو بلکہ ابن عباس رض اور ابن زبیر رض سے مخالف اسکے منقول ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر فاذا اخرج الحیوان غیر منتفخ ولا منفسخ ولا متمعط
فان کان کادمی وکذا سقط وسخلۃ وجدی واوز کبیر نزح کلہ پھر جبکہ کنوئین سے مردہ جانور نکالا گیا حالانکہ وہ پھولا نہین اور نہ پھٹا اور نہ اسکے
بال جھڑے ہین تو اگر جانور آدمی کے برابر ہو جسمیت مین اور اسکے مانند ہو ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بط تو تمام پانی نکالا جاے
وان کان کحمامۃ وہرۃ نزح اربعون من الدلاء وجوبا الی ستین ندبا اور اگر جانور کبوتر اور بلی کے مانند ہو تو ۴۰ ڈول نکالے جائین وجوب کی راہ سے
ساٹھ ڈول تک نکالنا ہو استحباب کی راہ سے وان کعصفور وفارۃ فعشرون الی ثلثین کما مر اور اگر جانور ہو گنجشک اور چوہے کے مانند تو ۲۰ ڈول نکالے
جائین ۳۰ ڈول تک جسطرح مذکور ہو چکا یعنے ۲۰ کا نکالنا واجب ہو اور ۳۰ کا مستحب وہذا یعم المعین وغیرہا بخلاف نحو صہریج وحب حیث یہراق الماء
کلہ لتخصیص الآبار بالآثار بحر ونہر اور یہ حکم شماری ڈول نکالنے کا شامل ہو چشمہ دار کنوئین اور غیر چشمہ دار کو برخلاف حوض اور مٹکہ کلان کے اسواسطے کہ اسکا تمام
پانی بہا دیا جاویگا اگر اسمین جانور گر کے مرجاے اسواسطے کہ کنوون کا ناپاک ہونا پھر انکا چند ڈول کے نکالنے سے پاک ہو جانا بالخصوص ثابت ہوا ہی
صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے کذا فی البحر والنہر م یعنے کنوون کا حکم برخلاف قیاس آثار سے ثابت ہو تو حوض اور مٹکہ کو غیر چشمہ دار کنوئین کے ساتھ
ملحق نہین کر سکتے قال المصنف فی حواشیہ علی الدرر وکذا فی الشف مصنف نے کنز الدقائق کے حواشی مین کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق کے مانند ہو تف

مین ونقل عن القنیۃ ان حکم الرکیۃ کالبئر اور مصنف نے نقل کیا قنیہ سے کہ رکیہ کا حکم کنوئین کے مانند ہم رکیہ بروزن عطیہ کنوئین کو کہتے ہین تو تشبیہ نہین
ہوسکتی مگر یہ کہ رکیہ سے مراد حفرہ یعنے گڑہا ہو چنانچہ قاموس مین رکی بمعنی خرند کورہی کذا فی الطحطاوی ظاہرا رکیہ سے مراد چاہ کثیر العمق ہی جسکو اہل ہند چہا
بولتے ہین واللہ اعلم وعن الفوائد ان الحب المطمور اکثرہ فی الارض کالبئر وعلیہ فالصہریج والزیر الکبیر نزح منہ کالبئر فاغتنم ہذا التحریر انتہی اور مصنف نے
فوائد سے نقل کیا کہ جو مٹہور پانی کی آدھی سے زیادہ زمین مین گڑی ہو وہ کنوئین کے مانند ہی اور بنا بر قول فوائد کے تو حوض مجمع الماء اور بہت بڑی
مٹہور سے کنوئین کے مانند قدر واجب ڈول نکالنا چاہیے سوای مخاطب غنیمت جان اس تحریر کو یہان تمام ہوا کلام مصنف کا جو کنز کے حواشی مین ہی
بدلو وسط وہو دلو تلک البئر مبنی یا چالیس ڈول نکالے جاوین متوسط ڈول سے اور متوسط یعنی میانہ ڈول سے وہ ڈول مراد ہی جو اُس کنوئین کا ڈول ہی
یعنے جس ڈول سے اُسکا پانی بھرا جاتا ہی فان لم یکن فما یسع صاعًا پھر اگر اس کنوئین کا کوئی ڈول مقرر نہو تو اُس ڈول کا اعتبار ہی جسمین ایک صاع پانی سمائے
م صاع آٹھ رطل ہی اور لکھنؤ کے سیر سے تخمیناً تین سیر صاع ہوتا ہی وغیرہ کتب یہ اور اسکے سوائے یعنے جو ڈول کہ صاع سے کم زیادہ ہو اُسکا حساب کر لیا جائے
صاع والے ڈول سے یعنے اگر بہت بڑا ڈول ۲۰ یا ۴۰ ڈول کے برابر ہو تو ایک ہی ڈول کا نکالنا کفایت کرتا ہی طاہر ہونے کو ظاہر مذہب مین اسواسطے
کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہوگیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیے دیکھیے ملاء الترا لدلو اور
کفایت کرتا ہی ڈول کے شمار مین بھرنا آدھے سے زیادہ ڈول کا یعنے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ونزح ما وجد ان قل اور کفایت کرتا ہی نکالنا اسقدر
پانی کا جو کنوئین مین موجود ہی اگرچہ ڈولون کے شمار سے کم ہو یعنے ۴۰ ڈول مثلاً نکالنا واجب ہوا اور کنوئین مین فقط ۲۰ ڈول پانی تھا تو اسی قدر کے
نکالنے سے پاک ہوگیا نہر الفائق مین کہا کہ اگر بعد اسکے پانی زیادہ ہوگیا تو کچھ نکالنا واجب نہین وجریان بعضہ اور کفایت کرتا ہی کنوئین کے تھوڑے پانی
کا بہنا تمام کنوئین کے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اسمین دو چشمہ ہین ایک سے پانی نکلتا ہی اور دوسرے سے بہتا ہی اور دوسری صورت یہ کہ
اسمین سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اسکا پانی بہا اگرچہ قلیل ہی جاری ہوا وہ پاک ہو جاویگا اسلیے کہ طہارت کا سبب یعنے جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک
حوض جاری ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہی وغور ان قدر الواجب اور کفایت کرتا ہی طہارت مین کنوئین کے اُسقدر پانی کا زمین کے اندر سما جانا جسقدر کا نکالنا
واجب تھا اگر اسفل خشک ہوگیا تو پھر پانی کے آنے سے ناپاک نہوگا اور اگر خشک نہین ہوا تو صحیح تر یہ ہی کہ پانی آنے سے پھر ناپاک ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی
عن البحر عن السراج وما بین حمامۃ وفارۃ فی الجثۃ کفارۃ فی الحکم اور جو جانور کہ جثے مین کبوتر اور چوہے کے درمیان کا ہی وہ چوہے کے مانند ہی حکم مین یعنے
اسمین ۲۰ ڈول کا نکالنا واجب ہی کما انہ ما بین دجاجۃ وشاۃ کدجاجۃ فالحق بطریق الدلالۃ بالاصغر چنانچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہی وہ
مرغی کے برابر ہی حکم مین تو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہی اُسکو چھوٹے جانور کے ساتھ ملا دیا بطریق دلالت النص کے م دلالت النص اُسکو کہتے ہین
کہ صریحاً مذکور نہین مگر بطریق اولی اُسکو سمجھ لیتے ہین یعنی جب مرغی مین ۴۰ ڈول واجب ہووے تو جو جانور مرغی سے بڑا ہی اسمین بطریق اولی ۴۰ واجب ہونگے
اسواسطے کہ اسکو بڑے جانور کے مانند کہنا دلیل سے ثابت نہین کما ادخل الاقل فی الاکثر کفارۃ مع ہرۃ جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر مین جیسے چوہا بلی
کے ساتھ م سراج وہاج مین ہی کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونون کنوئین مین گر پڑے تو اگر دونون زندہ نکلے تو کچھ نکالنا واجب نہین یا دونون مردہ نکلے
تو ۴۰ ڈول نکالنا واجب ہی یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰ ڈول واجب ہین اور اگر چوہا زخمی ہی یا اُسنے پیشاب کر دیا تو تمام پانی کا نکالنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی
عن النہر ونحو الہرتین کشاۃ اتفاقًا اور دو بلیون کے مانند بکری کے برابر ہی حکم مین بالاتفاق یعنے تمام پانی نکالنا چاہیے ونحو الفارتین کفارۃ اور دو چوہون
کے مانند ایک چوہے کے مانند ہی حکم مین یعنے ۲۰ ڈول نکالنا چاہیے والثلث الی الخمس کہرۃ اور تین چوہے پانچ چوہے تک بلی کے مانند ہین ۴۰ ڈول
نکالنے مین والست کشاۃ علی الظاہر اور چھ چوہے بکری کے مانند ہین تمام پانی نکالنے مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط مین ہی اور اسکو محمد رح نے

ع
نصف جامعہ
نمبر کلاں ۱۲

لیا ہے کذا فی البحر ویحکم بنجاستہا مغلظۃ من وقت الوقوع ان علم اور کنوئین کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہے جانور کے گرنے کے وقت سے اگر وقت معلوم
ہو والا فمذ یوم ولیلۃ ان لم ینتفخ اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایک دن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نہ گیا ہو یعنی اور
نہ پھٹا اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وہذا فی حق الوضوء والغسل وما عجن بہ فیطعم للکلاب وقیل یباع من شافعی اور یہ حکم یعنے کنوئین کا ناپاک ہونا ایک رات
اور دن سے وضو اور غسل کے حق مین ہے اور اُس آٹے کے حق مین جو گوندھا گیا اس پانی سے تو وہ کھلایا جاوے کتون کو اور بعضون نے کہا کہ شافعی مذہب
کے ہاتھ بیچا جاوے یعنے اسواسطے کہ شافعی کے مذہب مین یہ پانی ناپاک نہین اما فی حق غیرہ کغسل ثوب فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضو اور غسل کے ماسوا کے
حق مین چنانچہ کپڑا دھونے کے حق مین تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاویگا فی الحال یعنے یہان ایک رات دن کا اعتبار نہوگا الحاصل وضو اور غسل مین حکم نجاست
کا بطریق استناد کے ہے اور انکے ماسوا مین بطریق اقتصار کے وہذا لو تطہر من حدث او غسل من جنب والا فلا یلزم شیٔ اجماعا جوہرہ اور یہ حکم یعنے وضو اور غسل
مین ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے مین بطریق اقتصار کے اسوقت ہے کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دھوئی ہو نجاست حقیقی کے
دور کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنے وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دھویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہین باتفاق امام اور صاحبین کے
کذا فی الجوہرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دھونا کپڑے کا لازم نہین اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنے طہارت سابقہ اور مانع مین شک ہے اسواسطے کہ پانی
کی طہارت اور نجاست مشکوک ہے اور نماز شک سے باطل نہین ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اسمین تو مانع بالیقین ثابت ہے یعنی حدث اصغر
یا اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل مین شک ہے کذا فی الطحطاوی ومذ ثلثۃ ایام بلیالیہا ان انتفخ او تفسخ استحسانا اور تین رات دن سے نجاست کا حکم
کیا جاوے اگر جانور پھولا یا پھٹا ہو استحسان کی روسے م استحسان عبارت ہے احسن امر کے طلب کرنے سے اور بعضون نے کہا عبارت ہے قیاس کے
ترک کرنے اور اس امر کے لینے سے جو لوگون کو آسان تر ہے اور بعضون نے کہا عبارت ہے احکام مین آسانی طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتون کا یہ ہے کہ
استحسان عمومی کا چھوڑنا ہے اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ استحسان اس قیاس
کو کہتے ہین جسکی وجہ مخفی ہے لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہے نہر الفائق مین ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ پانی مین حیوان دموی کا واقع ہونا اسکی موت کا سبب
ظاہر ہے تو اسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلا شک وجود دیر زمانہ وقوع کا سابق ہے تو انتفاخ مین تین دن کی تقدیر ہوئی اور اسکے غیر
مین ایک دن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا یلزمہم شیٔ قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان
کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگون کو معلوم ہونے سے پہلے کوئی چیز لازم نہوگی بعضون نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہے م صاحبین کا قول یہی
قیاس ہے اسواسطے کہ یقین یعنے طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ مین زائل نہین ہوتا شک سے یعنی نجاست سے اسواسطے کہ احتمال ہے کہ حیوان کنوئین سے
باہر مرا ہو پھر اسکو سخت ہوا نے یا کسی نادان نے یا چڑیا نے کنوئین مین ڈال دیا ہو نہر الفائق مین ہے کہ غایۃ البیان مین کہا کہ امام کا قول احوط ہے اور صاحبین کا
قول لوگون کو آسان تر ہے فتاوی عتابی مین ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے اور شیخ قاسم نے اسکو رد کیا ہے کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہے اسواسطے کہ امام کی دلیل
کی اکثر کتب مین ترجیح واقع ہے اور وہ احوط بھی ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا بہتر تھا قیل وہو المختار اسواسطے کہ اختیار کو افتا لازم نہین فرع
مسئلہ ملحقہ شارح کا وجد فی ثوبہ منیا او بولا او دما اعاد من آخر احتلام وبول ورعاف اپنے کپڑے مین منی یا پیشاب یا خون کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پچھلے
احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سے م نوادر بن رستم مین امام سے منقول ہے کہ خون مین نماز کا اعادہ نہین اور اسی کو محیط مین اختیار کیا ہے کذا فی النہر
ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ولو وجد فی جبتہ فارۃ میتۃ فان لا ثقب فیہا اعاد وقد وضع القطن والا فثلثۃ ایام
ان منتفخۃ او ناسفۃ والا فیوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ مین مردہ چوہا پایا تو اگر جبہ مین سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے روئی بھرنے کے

وقت سے اور اگر جبہ مین سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پھیرے اگرچہ پھولا یا خشک ہوا ور اگرچہ پھولا یا خشک نہو تو ایک دن کی نماز پھیرے مر روئی بھرنے
کے وقت سے اسوقت اعادہ ہوگا جبکہ ہمیشہ اسکو پہنے رہا ہو کذا فی الطحطاوی ولانزح فی بول فارۃ فی الاصح فیض اور کنوئین سے پانی نکالنا لازم نہین
چوہے کے پیشاب مین صحیح تر قول مین کذا فی الفیض ولا بخرء حمامۃ وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونہا عنہ اور پانی نکالنا لازم نہین کبوتر اور گنجشک
کی بیٹ پڑنے سے کنوئین مین اور اسی طرح کا حکم ہی پرندہ درندہ کی بیٹ کا صحیح تر قول مین اسواسطے کہ حفاظت کنوؤن کی اُنسے نہین ہوسکتی ولا بتقاطر
بول کرؤس ابر وغبار نجس للعفو عنہا اور نہ اُس پیشاب کے ٹپکنے سے جسکی چھینٹین نہایت صغیر ہین چنانچہ سر سوزن اور نہ ناپاک غبار کے پڑنے سے
اسواسطے کہ یہ دونون معاف ہین وبعرتی ابل وغنم اور نہ اونٹ اور بھیڑ بکری کی دو مینگنیون کے پڑنے سے کنوئین کا پانی نکالنا لازم ہی کما عفی
لو وقعتا فی محلب وقت حلب فرمیتا فوراً قبل تفتت وتلون جسطرح معاف ہی اگر دو مینگنیاں پڑگئین دودھ کے برتن مین دوہنے کے وقت پھر
پھوٹین اور دودھ کے رنگین ہونے سے پہلے نکال کر پھینکی گئین م یہ معافی ہی ضرورت کے سبب سے اسواسطے کہ دوہنے کے وقت مینگنی گرنے کی عادت
ہی تو سوائے اس وقت کے عفو نہین کذا فی النہر والتعبیر بالبعرتین اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک ذکرہ فی الفیض وغیرہ اور دو مینگنیون کا ذکر کرنا مصنف
کا اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ مینگنیون سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہی عفو کا کذا فی الفیض وغیرہ ولذا قال قیل القلیل المعفو عنہ ما یستقلہ الناظر
والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد وکما فی الہدایہ وغیرہا لان اباحنیفۃ لا یقدر شیئا بالرائے اور اسی واسطے یعنے اسلیئے کہ دو سے زیادہ مینگنیاں بھی عفو مین مصنف
نے بیان کیا کہا گیا ہی کہ تھوڑی مینگنی وہ ہین جنکو دیکھنے والا تھوڑی سمجھے اور کثیر اسکے بالعکس ہی یعنے جنکو ناظر بہت سمجھے اور اسی قول پر اعتماد ہی چنانچہ ہدایہ
وغیرہ مین مذکور ہی اسواسطے کہ امام ابوحنیفہ رح کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے نہین ٹھہراتے م معراج الدرایہ مین کہا کہ یہی قول مختار ہی کذا فی الطحطاوی اور
غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہین ایک یہ ہی کہ جو ہر ڈول مین مینگنی آوے تو کثیر ہی والا قلیل دوسرے یہ کہ اگر چوتھائی پانی پر مینگنیاں ہون تو کثیر ہی والا قلیل اور
تیسرے یہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہی والا قلیل فرع مسئلہ لحقہ شارح کا البعد بین البیر والبالوعۃ بقدر ما لا یظہر النجس اثرہ پانی کے کنوئین اور نجاست کے کنوئین
اور گڑھے مین اسقدر دور ہونا معتبر ہی کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئین مین ظاہر نہو م جب پانی کا اثر یعنے رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہو تو کنوان پاک ہی
اگرچہ دونون مین ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہی اگرچہ دونون مین دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ویعتبر سور بمسئر اسم
فاعل من اسار ای ابقی لاختلاطہ بلعابہ اور جھوٹھے کی طہارت اور نجاست مین جھوٹھا کرنے والے جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہی اسلیئے کہ جھوٹی چیز مین اس
جاندار کا لعاب ملجاتا ہی شارح نے کہا کہ مسئر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہی اسار فعل ماضی سے جو بمعنی ابقی ہی م جب مصنف نے پانی کے فساد اور عدم فساد کے
بیان سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہی یعنے انکا جھوٹھا اور سیبہ سور مہموز العین یعنے جھوٹھا
اسکو کہتے ہین جو پینے والے سے برتن یا حوض مین پانی باقی رہے پھر بقیہ طعام وغیرہ کو بھی سور بولتے ہین بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہی
جاندار کے گوشت سے تو اسی کو معتبر رکھا طہارت اور نجاست اور کراہت اور شک مین کذا فی الطحطاوی فسور آدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا او امراۃ
تو جھوٹھا آدمی کا مطلقاً اگرچہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہی م کافر کی نجاست اعتقادی ہی نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
کافرون کو مسجد مین شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم کرہ سورہا للرجل کعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیرہ ہو لا یجوز مجتبی ہان مکروہ ہی جھوٹھا عورت
کا مرد کو اور مرد کا جھوٹھا عورت کو یعنے اجنبی مرد اور عورت کے حق مین لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی المجتبی
م یعنے یہ کراہت استلذاذ کی وجہ سے ہی نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہی کہ اگر حلاق امرد ہو اور مخلوق اپنے سر مین اسکے ہاتھ
لگانے سے لذت پاوے تو مکروہ ہی تو حمامی امرد کی مشت مال بطریق اولی مکروہ ہوگی اور اسی طرح ہاتھ پانون کا دبوانا امرد سے دما کول لحم ومنہ

والفرس فی الاصح ومثلہ ما لا دم لہ اور اس جانور کا جھوٹھا پاک ہی جسکا گوشت کھانا حلال ہی اور اسی قسم سے گھوڑا صحیح تر قول مین اور اسی کے مانند ہی وہ جانور جسمین دم مسفوح نہین م گھوڑے کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کی وجہ سے ہی کہ جہاد کا آلہ ہی نہ نجاست کی وجہ سے تو اسکا جھوٹھا مکروہ نہین طاہر الفم قید الکل طاہر طہور بلا کراہۃ طاہر الفم سب کی قید ہی یعنے آدمی اور ماکول اللحم اور گھوڑا اور جسمین خون سائل نہین جبکہ اُنکے منھ پاک ہون نجاست سے تو انکا جھوٹھا بذات خود پاک ہی اور غیر کا پاک کرنے والا ہی احداث اور انجاس سے بلا کراہت مطلقاً یعنے مکروہ تنزیہی بھی نہین ہی وسور خنزیر وکلب وسباع بہائم ومنہ الہرۃ البریۃ وشارب خمر فور شربہا اور جھوٹھا سور اور کتے اور چوپائے درندون کا ناپاک ہی اور درندون مین جنگلی بلی داخل ہی اور شراب پینے والے کا جھوٹھا شراب پینے کے وقت فوراً ناپاک ہی م چوپائے درندے چنانچہ شیر اور چیتا اور بھیریا شراب خوار مین فوراً کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شراب پی کر اتنا توقف کیا کہ رال سے مُنھ اُسکا دھو گیا پھر اُس سے پانی پیا تو اب اسکا جھوٹھا ناپاک نہین ولو شاربہ طویلا لا یستوعبہ اللسان فنجس ولو بعد زمان اور اگر شراب خوار کی مونچھ اسقدر دراز ہی کہ اُسپر زبان نہین پہونچتی تو اُسکا جھوٹھا ہر صورت ناپاک ہی اگرچہ بعد مدت کے اُسنے پانی پیا ہو وہرۃ فور اکل فارۃ نجس مغلظ اور بلی کا جھوٹھا چوہے کھانے کے وقت فوراً نجس مغلظ ہی م اور اگر بلی نے چوہا کھانے کے بعد زبان سے اپنے مُنھ کو چاٹا یہانتک کہ اُسکا پاک ہو جانا مظنون ہو تو اب اُسکا جھوٹھا پاک ہی کذا فی الطحطاوی وسور ہرۃ ودجاجۃ مخلاۃ وابل وبقر جلالۃ فالاحسن ترک دجاجۃ لیعم الابل والبقر قہستانی وسباع طیر لم یعلم ربہا طہارۃ منقارہا وسواکن البیوت طاہر للضرورۃ مکروہ تنزیہا فی الاصح ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلا کاکلہ لفقیر اور جھوٹھا مرغی کوچہ گرد کا اور اونٹ اور گائے بیل نجاست خور کا اور ان درندون پرند کا جنکے پالنے والون کو اُنکی چونچ کی طہارت معلوم نہین اور جھوٹھا گھرون کے رہنے والے جانورون کا پاک ہی ضرورت کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہی صحیح تر قول مین اگر سوائے اُسکے اور پانی ملے اور اگر اُنکے جھوٹھے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اب مکروہ تنزیہی بھی نہین اصلا جیسے اُنکے طعام کا کھانا محتاج کو مکروہ نہین قہستانی نے کہا تو بہتر یہ تھا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گائے اور بیل کو شامل ہو جاتا یعنے اسواسطے کہ کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہی تو اُسمین مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہین م سباع طیر سے مراد چنانچہ باز اور شکرہ اور شاہین ہی چونکہ انکا گوشت حرام ہی تو قیاس یہ تھا کہ اُنکا جھوٹھا بھی نجس ہوتا وجہ استحسان یہ ہی کہ یہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہین اور وہ خشک ہڈی ہی پاک لیکن غالباً مردار خور ہین تو کوچہ گرد مرغی کے مانند ہوئے تو کراہت کا شبہہ پیدا ہوا پھر اگر یہ شکاری جانور محبوس ہون اور اُنکے پالنے والے کو اُنکی چونچ کی طہارت معلوم ہو تو اُنکے جھوٹھے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہین یہ روایت ہی ابو یوسف رح سے اسکو پسند کیا ہی متاخرین نے اور اسپر فتوی دیا ہی ضرورت مذکورہ کا بیان یہ ہی کہ قیاس چاہتا تھا کہ اُنکا جھوٹھا نجس ہو انکے گوشت کے نجس ہونے سے لیکن نجاست اُنکی ساقط ہو گئی طواف کی علت سے جو حدیث مین بلی کے حق مین وارد ہوئی کراہت ثابت ہی نجاست کے توہم سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وسور حمار اہلی ولو ذکرا فی الاصح وبغل امہ حمارۃ اور جھوٹھا پالو گدھے کا اگرچہ نر ہو صحیح تر قول مین اور اس خچر کا جسکی مان گدھی ہی مشکوک ہی م مقابل اصح بعضون کا قول ہی کہ نر گدھے کا جھوٹھا نجس ہی اسواسطے کہ نر گدھا مادہ کا پیشاب سونگھتا ہی اصح کی وجہ یہی کہ سونگھنا امر موہوم غالب الوجود نہین تو اسکا اعتبار نہین فلو فرسا او بقرۃ فطاہر کمتولد من حمار وحشی وبقرۃ ولا عبرۃ لغلبۃ الشبہ لتصریحہم بحل اکل ذئب ولدتہ شاۃ اعتبار اللام وجواز الاکل یستلزم طہارۃ السور کما لا یخفی تو اگر خچر کی مان گھوڑی یا گائے ہو تو اُسکا جھوٹھا پاک ہی جیسے اس جانور کا جھوٹھا پاک ہی جو پیدا ہوا گورخر اور گائے سے اور غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین بسبب تصریح کرنے فقہا کے اس بھیڑیے کے حلال ہونے مین جسکو بھیڑ یا بکری نے جنا مان کے اعتبار کرنے کی وجہ سے اور کھانا حلال ہونا مستلزم ہی جھوٹے کی طہارت کو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین م یہ رد ہی ملا مسکین شارح کنز پر کہ اُسنے مشابہت کا اعتبار کیا ہی وما نقلہ المصنف عن الاشباہ من تصحیح عدم الاکل قال شیخنا غریب اور جو مصنف نے اپنی شرح مین اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی ہی ہمارے

استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ روایت نادر ہی مشہور کے مخالف ہی یعنی معتمد نہین ہم ٹھیک بات یہ ہی کہ مصنف نے فوائد تاجیہ سے نہ اشباہ سے یون نقل کیا ہی
کہ جس حیوان کا احد الابوین ماکول ہوا اور دوسرا غیر ماکول تو وہ حلال نہین اصح قول مین عدم اعتداد اس قول کی وجہ یہ ہی کہ مان کا اعتبار کرنا محققین مین مشہور
(مان باپ مین سے ایک)
قول ہی کذا فی الطحطاوی مشکوک فی طہوریتہ لا فی طہارتہ حتے لو وقع فی ماء قلیل اعتبر بالاجزاء گدھے اور خچر کے جھوٹھے کے مطہر ہونے مین شک ہی اور اسکے
پاک ہونے مین شک نہین یہانتک کہ اگر اسکا جھوٹھا پانی قلیل پانی مین پڑجاے تو اجزا کا اعتبار ہوگا یعنے اگر نصف سے کم ہی تو وضو اس سے جائز ہی جیسا کہ
آب مستعمل مین اجزا کا اعتبار ہی ہم دلیل شک یہ ہی کہ ثبوت ضرورت مین تردد ہی اسواسطے کہ گدھا مکانات مین باندھا جاتا ہی تو ظروف سے پانی پیتا ہی اور ضرورت
کو اسقاط نجاست مین اثر ہی جیسا کہ بلی اور چوہے مین مگر گدھے کی ضرورت بلی اور چوہے سے کمتر ہی کیونکہ وہ دونون ہر جگہ گھر مین آمد و رفت رکھتے ہین
برخلاف گدھے کے اور اگر مطلق ضرورت ثابت نہوتی جیسا کہ کلب اور سباع تو نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جبکہ ضرورت ایک وجہ سے ثابت ہوئی اور دوسری
(کتا) (درندے)
وجہ سے ثابت نہوئی تو طہارت اور نجاست دونون ساقط ہوگئین تعارض کی وجہ سے کذا فی الجوہرۃ وہل یطہر النجس قولان اور گدھے کا جھوٹھا پانی ناپاک چیز کو
پاک کرتا ہی یا نہین اسمین دو قول ہین ایک قول یہ کہ ہان پاک کر دیتا ہی اور دوسرا قول یہ کہ پاک نہین کرتا فیتوضا بہ او یغتسل و یتیمم ای یجمع
بینہما احتیاطا فی صلوۃ واحدۃ لا فی حالۃ واحدۃ ان فقد ماء مطلقا جب گدھے اور خچر کا جھوٹھا مشکوک ہوا تو اس سے وضو کرے یا نہاوے اور تیمم بھی کرے
یعنے دونون کو احتیاط کی راہ سے جمع کرے ایک نماز مین نہ ایک حالت مین بشرطیکہ آب مطلق غیر مشکوک کو نپاوے ہم نماز واحد مین جمع بین الوضوء والتیمم
احتیاط ہی نہ اداے واحد مین تو اگر گدھے کے جھوٹھے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر وضو ٹوٹا اور اُسنے تیمم کیا اور وہی نماز پھر پڑھی تو جائز ہی یہی قول صحیح ہی
اگرچہ اداے واحد مین جمع نہ کیا کذا فی الطحطاوی وصح تقدیم ایہما شاء فی الاصح اور وضو اور تیمم مین جسکو چاہے مقدم کرے صحیح تر قول مین ولو تیمم وصلی ثم اراقہ لزمہ
اعادۃ التیمم والصلوۃ لاحتمال طہوریتہ اور اگر تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر گدھے کا جھوٹھا پانی گرا دیا تو اسپر تیمم کرنا اور وہی نماز کا پڑھنا لازم ہوگا اس پانی کے مطہر
ہونے کے احتمال سے یعنی تیمم کا اعتبار اُسوقت ہی جبکہ پانی مطہر نہو لہذا یہان گرانے سے بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اسکا مطہر ہونا محتمل ہی
و یقدم التیمم علے نبیذ التمر علے المذہب المصحح المفتے بہ لان المجتہد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیے شربت خرما کی طہارت پر یعنے فقط تیمم
متعین ہی وضو اس سے جائز نہین بنا بر قول صحیح ٹھہرائے گئے مفتی بہ مذہب پر اسواسطے کہ مجتہد نے جبکہ رجوع کیا ایک قول سے تو اسپر عمل کرنا مقلد کو جائز نہین
ہم نبیذ خرما اس سے عبارت ہی کہ خرمے پانی مین ڈالے جائین اور وہ پانی میٹھا اور سائل باقی رہے تو امام کا اول قول یہ تھا کہ نبیذ سے وضو متعین ہی یعنے تیمم کرنا
نچاہیے اور ابو یوسف نے کہا کہ فقط تیمم کرنا چاہیے اور محمد رح کے نزدیک جمع بین الوضوء والتیمم ہی اور نبیذ خرما جبکہ گاڑھا اور مسکر ہوجاے تو بالاتفاق وضو جائز
(رشتہ آ اور ۱۲)
نہین شرح مجمع اور بحر الرائق مین ہی کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہی اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا ہی کہ تیمم کرے اس سے وضو نہ کرے یہی مذہب صحیح مختار ہی کذا فی
المنح المغفماو حکم العرق کسورہ اور پسینہ جھوٹھے کے مانند ہی حکم مین ہم اسواسطے کہ جھوٹھا مخلوط ہوتا ہی لعاب سے اور لعاب اور پسینہ دونون پیدا ہوتے ہین گوشت
سے تو ہر حیوان کا پسینہ اسکے جھوٹھے کے ساتھ معتبر ہی طہارت اور نجاست اور کراہت مین کذا فی المنح فعرق الحمار اذا وقع فی الماء صار مشکوکا علی المذہب کما
فی المستصفے تو گدھے کا پسینہ جبکہ پانی مین ٹپکا تو پانی مشکوک ہوگیا صحیح مذہب پر جیسا کہ مستصفے مین مذکور ہی وفی المحیط عرق الجلالۃ عفو فی الثوب والبدن اور
محیط مین ہی کہ اونٹ وغیرہ ماکول اللحم نجاست خور کا پسینہ معاف ہی کپڑے اور بدن مین یعنے ہرچند نجس ہی مگر عفو ہی اور ظاہر تقیید اسپر دال ہی کہ پانی مین معاف
نہین وفی الخانیۃ انہ طاہر علے الظاہر اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ اسکا پسینہ پاک ہی ظاہر مذہب پر یعنی نجس معفو نہین اور ظاہر اسکے پڑنے سے پانی بھی پاک ہی واللہ اعلم

باب التیمم

یہ باب ہی تیمم کے احکام مین تلثیہ تاسیا بالکتاب مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسرے درجے مین مذکور کیا قرآن مجید کی پیروی سے ہم قرآن مجید مین

تیمم دو مقام مین مذکور ہی سورۂ نسا اور سورۂ مائدہ مین سو حق تعالے نے پہلے وضو کو بیان کیا پھر تیمم کو سو مصنف نے بھی قرآن مجید کی اقتدا کی وہو من خصائص
ہذہ الامۃ بلا ارتیاب اور تیمم اس محمدی امت کی مخصوصات سے ہی بلا شبہہ یعنے اگلی امتون کو اسکا حکم نہ تھا حق تعالے نے از راہ رحمت سے ہم خاکسارونکے حق
مین خاک کو مطہر قرار دیا والحمد للہ علی ذلک وہو لغۃ القصد وشرعًا قصد صعید شرط القصد لانہ النیۃ مطہر تیمم لغت عرب مین بمعنی مطلق قصد کے ہی اور شرع کی اصطلاح
مین تیمم قصد کرنا ہی پاک کرنے والی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کیا اسواسطے کہ قصد عبارت ہی نیت سے اور نیت تیمم مین فرض ہی ہم یہ تعریف تیمم کی مقبول نہین
اسلیے کہ قصد تیمم مین شرط ہی نہ رکن فتح القدیر مین تعریف تیمم کی یون مذکور ہی کہ تیمم نام ہی چہرہ اور دونون ہاتھون کے مسح کرنے کا پاک مٹی پر مار کے بشرط نیت
کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ یہی تعریف حق ہی اور قصد شرط ہی کیونکہ قصد کو نیت کہتے ہین خرج الارض المتنجسۃ اذا جفت فانہا کالماء المستعمل مطہر کی قید سے ناپاک
مٹی جبکہ وہ خشک ہوجاوے تیمم کی تعریف سے خارج ہوگئی اسواسطے کہ وہ تو مستعمل پانی کے مانند پاک ہی مگر پاک کرنے والی نہین ہی کہ تیمم اسپر درست ہو لیکن
نماز اسپر درست ہی واستعمالہ حقیقۃ او حکما لیعم التیمم بالحجر الاملس اور استعمال اسکا خواہ حقیقۃ ہو خواہ حکما تاکہ صاف پتھر پر تیمم کرنے کو شامل رہے ہم یہ جواب ہی سوال
مقدر کا تقریر اسکی یہ ہی کہ صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہی اور حالانکہ اسمین استعمال نہین جواب دیا کہ اسپر دونون ہاتھ کے رکھنے سے استعمال حکمی پایا گیا بصفۃ
مخصوصۃ قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اسکا استعمال ایک خاص طور پر ہم طور خاص سے تیمم کی کیفیت مراد ہی وہ یہ ہی کہ دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر انکو جھاڑے
پھر انسے چہرے کو ملے اسطرح پر کہ کچھ باقی نہ رہے پھر دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر انکو جھاڑے پھر انسے دونون ہاتھ کہنیون تک ملے کذا فی المنح ہذا افاد ان الضربتین
رکن وہو الاصح الاحوط یہ یعنی بطور خاص نے اسکا فائدہ دیا کہ دو بار مٹی پر ہاتھ کا مارنا تیمم کا رکن ہی اور یہی قول صحیح تر اور زیادہ تر احتیاط والا ہی ہم بعضون نے
ضربتین کو شرط کہا ہی اور صحیح یہ ہی کہ رکن ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی التیمم ضربتان تو ضربتین تیمم کی ماہیت مین داخل ہین ولہذا ابو شجاع نے کہا کہ اگر
بعد ضربہ حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کرے اور اس مٹی سے مسح کرنا جائز نہین اور اسی قول کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور یہی مختار ہی شمس الائمہ کا اگرچہ
اسبیجابی کا قول اسکے مخالف ہی کذا فی المنح لاجل اقامۃ القربۃ خرج التیمم للتعلیم فانہ لا یصلی بہ تیمم کرنا بہ صفت خاص چاہیے عبادت کے ادا
کرنے کے واسطے اس کہنے سے تعلیم قرآن کا تیمم خارج ہوگیا اسلیے کہ اس تیمم سے نماز جائز نہین ہم اسواسطے کہ جواز نماز کے حق مین شرط ہی اس عبادت
مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہین اور تعلیم تو بدون طہارت کے بھی صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ورکنہ شیئان الضربتان والاستیعاب
اور تیمم کی رکن دو چیزین ہین ضربتین یعنے دو بار مٹی پر ہاتھ مارنا اور تمام اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا وشروطہ ستۃ النیۃ والمسح وکونہ بثلث اصابع فاکثر
والصعید وکونہ مطہرا وفقد الماء اور تیمم کی چھ شرطین ہین ایک نیت ۲- مسح ۳- تین یا زیادہ انگلیون سے مسح کرنا ۴- مٹی ۵- مٹی کا مطہر ہونا ۶- پانی
کا نہ پانا م فقدان آب عام ہی حقیقی ہو چنانچہ اسوقت پانی کا اصلا نہونا یا فقدان حکمی ہو چنانچہ بیماری سے پانی کا استعمال نہ کرسکنا وسننہ ثمانیۃ الضرب
بباطن کفیہ واقبالہما وادبارہما ونفضہما وتفریج اصابعہ وتسمیۃ وترتیب وولاء اور تیمم کی سنتین آٹھ ہین اول باطن کفین یعنے دو ہتھیلیون کو اندر
کی طرف سے مٹی پر مارنا ۲- ہتھیلیون کو مٹی پر رکھ کر آگے کھینچنا ۳- انکو مٹی پر رکھے ہوے پیچھے ہٹانا کذا فی النہر الفائق ۴- انکو جھاڑنا ۵- مٹی پر
رکھنے کے وقت انگلیون کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار انکے مابین مین آجاوے ۶- بسم اللہ کہنا بطور وضو کے ۷- ترتیب یعنے اول منھ کو مسح کرنا پھر داہنے ہاتھ
پھر بائین ہاتھ کو ۸- پے در پے بلا توقف مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم خشک نہوتا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وہبان فی الشروط الاسلام
ونوتہ وضممت ستۃ الثانیۃ فی بیت اخر وغیرت شطر بیتہ الاول فقلت ۵ والاسلام شرط عذر وضرب ونیۃ ومسح بتعمیم صعید مطہر :: وسنتہ سمی وبطن و
وجہن :: ونفض ورتب ووال اقبل وتدبر :: اور ابن وہبان نے وہبانیہ منظومہ مین تیمم کی شروط مین اسلام کو زیادہ کیا سو مین نے بھی اسکو زیادہ کیا
اور تیمم کی آٹھ سنتون کو دوسری بیت مین ملا دیا اور انکی بیت کے نصف اول کو بدل ڈالا سو مین نے یون کہا ہی اور اسلام شرط ہی تیمم کے وقت

اور عذر شرط ہی تیمم کی یعنے پانی کا نہونا یا بیماری اور ضرب کفین اور نیت اور مسح کرنا اور سارے اعضا تیمم پر ہاتھ پھیرنا اور مٹی کا ہونا اور اُسکا مطہر ہونا شرط ہی
اور سنتین تیمم کی یہ ہین کہ اول تیمم کرنے والے بسم اللہ کہے اور باطن کفین سے ضرب کرے اور انگلیون کو کشادہ رکھے اور ہتھیلیون کو جھاڑے اور ترتیب کے ساتھ تیمم کرے
اور پے در پے بلا توقف تیمم کرے اور مٹی پر ہاتھ رکھ کر آگے کھینچے اور پیچھے ہٹاوے اور منجملہ شروط تیمم کے جنسے اہل تصانیف نے غفلت کی انقطاع حیض اور نفاس ہی اور
زائل کرنا مانع مسح کا چنانچہ موم اور چربی کا اعضاء تیمم پر ہونا کذا فی الطحطاوی من عجز مبتدأ خبرہ تیمم عن استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلوۃ تفوت
الی خلف لبعدہ ولو مقیمافی المصر میلا جو شخص کہ عاجز ہو اس آب مطلق کے استعمال سے جو کافی ہی اسکی طہارت کو اس نماز کے واسطے جو فوت ہوتی ہی اپنا خلیفہ
چھوڑ کر اُسکا عاجز ہونا پانی کے بعید ہونے سے ہی ایک میل اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے کہا من عجز مبتدا ہی اور تیمم اسکی خبر ہی جو آگے آویگا چند سطر کے بعد
م آب مطلق اور کافی کی قید اسواسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ معدوم کے ہی اگر اتنا پانی ہو کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے مین نماز کی مانع ہی
کفایت کرتا ہی تو اس سے کپڑا دھووے اور وضو کے عوض تیمم کرے سب کے نزدیک اور اگر وضو کرکے نجس کپڑے سے نماز پڑھیگا تو نماز ادا ہو گی مگر گنہگار ہوگا چنانچہ
بحر الرائق مین ہی خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑ کر فوت ہوتی ہی وہ پنجگانہ نماز ہی جسکا خلیفہ قضا ہی اور نماز جمعہ ہی جسکا خلیفہ ظہر ہی اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہین وہ
نماز جنازہ اور عیدین ہی تو نماز جنازہ اور عیدین کے واسطے تیمم کرنا درست ہی اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے مقیم شہر کو اسواسطے شامل کر لیا کہ تیمم کی شرط عدم آب
ہی پھر جہان یہ شرط متحقق ہو وہین تیمم جائز ہی سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہ مسئلہ اسرار مین مصرح ہی خانیہ مین ہی کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم مین برابر ہی وتمامہ فی
الطحطاوی اربعۃ آلاف ذراع وہو اربع وعشرون اصبعا وہی ست شعرات ظہر البطن وانہ ست شعرات بغل میل چار ہزار گز ہی اور گز ۲۴ انگل کا ہی اور
انگلی چھ جو کی ہی اسطرح کہ ایک جو کی پیٹھ دوسرے جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو خچر کے چھ بالون کا ہی او لمرض یشتد او یمتد بغلبۃ ظن او قول حاذق مسلم ولو بتحرک
یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اُس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہی یا دراز ہو جاتی ہی بظن غالب یا طبیب کامل مسلمان کے کہنے سے اگرچہ شدت
مرض اور امتداد حاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سے م یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر مین وضو یا غسل کرونگا تو بیماری تیز ہو گی یا طول کھینچیگی یا طبیب حاذق
مسلم یہی بتادے تو تیمم کرنا جائز ہی اسی طرح اگر بیمار کے پاس پانی نہین ہی اور اُسکے پانون مین سخت پھوڑا یا نہرواہ ہی اور وہ بہ ظن غالب جانتا ہی کہ مین اُٹھ کر
پانی لاؤنگا تو بیماری دراز ہو گی تو اب بھی تیمم اسکو جائز ہی او لم یجد من یوضیہ یا بیمار نے نپایا اسکو جو اُسکو وضو کرادے اور وہ خود وضو کرنے کی طاقت نہین
رکھتا فان وجد ولو باجر المثل ولہ ذلک لا تیمم فی ظاہر المذہب کما فی البحر پھر اگر بیمار وضو کرانے والے کو پاوے اگرد ستور کے موافق مزدوری دے کر
ملتا ہو اور اُسکو مزدوری دینے کی طاقت ہی تو ایسا بیمار تیمم نہ کرے ظاہر مذہب مین چنانچہ بحر الرائق مین ہی وفیہ لا یجب علی احد الزوجین توضی صاحبہ وتعہدہ
ونی مملوک یجب اور بحر الرائق مین ہی کہ زوجین مین سے ایک پر وضو کروانا دوسرے کا یا خبر گیری اُسکی واجب نہین اور لونڈی غلام مین واجب ہی یعنے
مالک مملوک کی خبر گیری کرے اور مملوک مالک کی او برد یہلک الجنب او یمرضہ ولو فی المصر اذا لم یکن لہ اجرۃ الحمام ولا ما یدفیہ یا عاجز ہو اس سردی سے
جو جنابت والے کو ہلاک کرتی ہی یا بیمار کرتی ہی اگرچہ جنب شہر مین ہو جبکہ اُسکے پاس حمام مین نہانے کی مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والے
کو گرم کردے یعنے پانی گرم کرنے کا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور نہ ایسا لباس م شارح نے جنب کی قید اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے
وضو کو چھوڑ کر تیمم کرنا جائز نہین صحیح قول مین مصفی مین اسپر اجماع نقل کیا ہی اسواسطے کہ یہ تو فقط وہم ہی کیونکہ وضو مین ہلاکی یا تندرست کی بیماری
نہین ہوتی عادت مین کذا فی البحر وما قیل انہ فی زماننا یتحیل بالعدۃ فیما لم یاذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے
وہ ہمارے زمانے مین حمام کے نہانے کے واسطے حیلہ کرے مزدوری دینے کا وعدہ کرے سو یہ بات اس قسم سے ہی جسکی شرع شریف نے اجازت نہین
دی یعنے جو مفلس ہو وہ معذور ہی تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت نہین نعم الکان لہ مال غائب یلزمہ الشراء نسیئۃ والا لا ہان اگر اُس شخص کا

مال اسوقت موجود نہو تو اسکو لازم نہیں خرید کرنا او عدم پاس چیز کا جو سردی کو دفع کرے اور اگر مطلق مال نہو تو خرید لازم نہیں وہ معذور ہی تیمم کر لے وخوف عدو کحیۃ او نار علی نفسہ ولو من فاسق او حبس غریم او مالہ ولو امانۃ یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن آدمی ہو یا غیر آدمی چنانچہ سانپ یا آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو مرد فاسق سے کہ پانی کے پاس ہی یا خوف ہو قرض خواہ کے گرفتار کر لینے سے یا خوف ہو اپنے مال پر اگرچہ اسکے پاس کا مال بطریق امانت کے ہو م اگر مدیون مفلس ہی تو خوف حبس کا البتہ عذر ہی اور اگر مقدور والا ہی تو عذر نہیں اسواسطے کہ وہ ظالم ہی ادائے قرض میں دیر لگانے سے ثم ان نشا الخوف بسبب وعید عبد اعاد الصلوٰۃ والا لا لانہ سماوی پھر اگر خوف ہوا ہی بندے کے ڈرانے سے تو تیمم بعد زوال کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندہ کی طرف سے نہیں ہی تو اعادہ نہ کرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہی یعنے خدا کی طرف سے ہی کذا فی البحر بحثا م خلاصہ اور خانیہ میں ہی کہ اگر اسیر مسلم کو کافر نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ کرے جب چھوٹے اور اسی طرح جبکہ مالک نے کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجھکو قید کر دونگا یا قتل کر دونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے محبوس کے مانند اسواسطے کہ تیمم کی طہارت مانع وجوب اعادہ میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی او عطش ولو لکلبہ او رفیق القافلۃ حالا او مآلا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوہ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اسپنے کتے یا رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو م جس پانی کی دفع عطش کے واسطے حاجت ہی وہ بمنزلہ معدوم کے ہی خواہ اپنی پیاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی آشنا ہو یا اجنبی تو ان صورتوں میں باوجود پانی کے تیمم جائز ہی وکذا العجین او ازالۃ نجس کما یجی اور تشنگی کے مانند ہی آٹا گوندھنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا دور کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وقید ابن الکمال عطش دوابہ بتعذر حفظ الغسالۃ لعدم الاناء اور ابن کمال نے چوپایوں کی تشنگی کے خوف کو مقید کیا ہی تعذر حفظ غسالی کے ساتھ برتن کے نہونے سے یعنے وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رہ سکتا ہو تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ انکی دفع تشنگی غسالہ مذکورہ سے ممکن ہی اور اگر برتن نہو تو جانور کے واسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وفی السراج للمضطر اخذہ قہرا و قتالہ اور سراج میں ہی کہ مضطر کو یعنے جو شخص کہ پیاس کے مارے مرتا ہو تو اسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اس سے لڑنا جائز ہی بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کی طرف حاجتمند نہو و الا وہی مقدم ہی غیر سے کذا فی البحر فان قتل رب الماء فہدر پھر اگر لڑائی میں پانی کا مالک مارا گیا تو اسکا خون رائگان ہی یعنے نہ اسمیں قصاص ہی نہ خون بہا نہ کفارہ کذا فی البحر وان المضطر ضمن بقود او دیۃ اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا یعنے اگر قتل عمد ہی تو قصاص ہی اور اگر شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہی تو عاقلہ پر دیت ہی اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر او عدم آلۃ طاہرۃ یستخرج بہا الماء یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے بسبب نہونے اس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جاوے م یعنے جب کنوئیں میں پانی ہو اور رسی اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہو گی کنوئیں کا وجود اور عدم برابر ہی اور اگر ڈول ناپاک ہو تو بھی اسکا وجود اور عدم برابر ہی تیمم جائز ہی لم یجز ولو شاشا تیمم جائز نہیں اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو م اور یہی کے مانند رومال اور کپڑا ہی یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اسکو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہی اگرچہ پورا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورتوں میں تیمم جائز نہیں وان نقص باولائہ او شقہ نصفین قدر قیمۃ الماء تیمم جائز نہیں اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئیں میں لٹکانے یا اسکے دو ٹکڑے کرنے سے بقدر قیمت پانی کے ناقص اور خراب ہو جاوے م صورت اسکی یہ ہی کہ مثلاً کچے رنگ کی پگڑی ہی کہ پانی میں ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہی یا دوپٹہ وغیرہ ہی کہ نصفا نصف پھاڑنے سے پانی تک پہونچتا ہی تو اگر پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اسقدر ہی جسقدر سے پانی خرید ہو سکتا ہی تو تیمم جائز نہیں پانی نکال کر طہارت کرے اور اگر پانی کی قیمت سے زیادہ تر نقصان لازم آتا ہی تو تیمم جائز ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب میں منصوص نہیں ہی بلکہ شافعی مذہب میں مذکور ہی توشیح میں کہا ہی کہ یہ سب ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق ہی کما لو وجد من ینزل الیہ باجر چنانچہ اگر پاوے اس شخص کو جو کنوئیں میں اترے اور پانی لاوے مزدوری کے بدلے یعنے اگر اجرت مثل لے تو اجرت دینا لازم ہی اور تیمم جائز نہیں اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہی کذا فی البحر تیمم لہذہ

الاعذار کلہا عاجز ہو تو تیمم کرے ان سب عذرون سے یعنے میل بھر کا پانی دور ہونا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلہ آب کشی ہر واحد

علت مستقلہ ہی جواز تیمم کی تحے لو تیمم لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم لم یصل بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالرخصۃ الاولی فقصیر

الاولی کان لم یکن جامع الفصولین فلیحفظ تو اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہونے سے پھر اُسکو ایسی بیماری ہو گئی جسکے سبب سے تیمم کرنا اُسکو مباح

ہو گیا تو اس تیمم سے نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت کرنے کو مانع ہوتا ہی اور پہلے رخصت

اجازت شرعی ۱۲

اسطرح ہو جاتی ہی گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی ایسا مذکور ہی جامع الفصولین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م رخصت سے مراد یہان تیمم ہی اور اسباب سے مراد بُعد

اور مرض اور خوف عدو اور عطش اور فقدان آلہ ہی جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہی جو فصول عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہی مستوعبا وجہہ حتے

لو ترک شعرۃ او وترۃ منخرۃ لم یجز تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کرکے یہانتک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتھنے کے کنارے کو یا حجاب بین المنخرین کو مسح کرنے

سے چھوڑ دیگا تو تیمم جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی ویدیہ فینزع الخاتم والسوار او یحرک بہ یعنے مع مرفقیہ فیمسحہ الاقطع اور پورا مسح کرے اپنے دونون ہاتھون کا

تو انگوٹھی اور کنگن کو نکال ڈالے مسح کے وقت تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نہ رہے یا اسکو حرکت دے یعنے اپنے مقام سے ہٹادے اسی کا فتوے ہی یعنی وضو

کی طرح یہان فقط تحریک کافی نہین بدون مسح کرنے تحت کے ہاتھون کا مسح کرے دو کہنیون کے ساتھ تو جسکا ہاتھ کٹا ہی اور کچھ کہنی باقی ہی تو اسکا بھی مسح

کرے بضربتین ولو من غیرہ تیمم کرے دو بار مٹی پر ہاتھ مارکے اگرچہ ضربتین تیمم کی غیر سے صادر ہون یعنے اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرادیوے اسکو بھی ضربتین

کافی ہین اسطرح کہ ایک بار سے اُسکے چہرے کو مسح کرے اور دوسرے بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو م حاکم اور طبرانی

اور دارقطنی نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین) یعنے اہل حدیث اس

حدیث کو ضعیف کہتے ہین لیکن حاکم نے اسکی تصحیح کی ہی اور دارقطنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہین معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم مین احادیث مختلف اور متعارض

ہین بعضی حدیث مین ضربتین ہی اور بعضی مین ضربۃ واحدہ اور بعضی مین مطلق ضرب اور بعضی مین کفین اور بعضی مین یدین الی المرفقین اور بعضی مین یدین

ایک بار ہاتھ مارنا ۱۲ — ہتھیلیان ۱۲

مطلق اور لیکن احادیث ضربتین اور مرفقین کو چنانچہ امام اعظم کا مذہب ہی اقرب بہ احتیاط اور عمل بہ احادیث طرفین ہی اسواسطے کہ ضربتین مین ضربہ داخل ہی

اور مسح ذراعین تا مرفقین مین مسح تا کفین داخل ہی دون العکس کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی وما یقوم مقامہا کما فی الخلاصۃ وغیرہا لو حرک راسہ

او ادخلہ فی موضع الغبار بنیۃ التیمم جاز والشرط وجود الفعل منہ یا تیمم کرے اس فعل سے جو قائم مقام ہی ضربتین کے یہ تعمیم ہے اسواسطے کی کہ خلاصہ وغیرہ

مین ہی کہ اگر تیمم کرنے والے نے اپنے سر کو ہلایا یعنے سر کو چہرے کے ساتھ گرد و غبار کے اندر رکھے ہوئے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام مین داخل کر دیا تیمم کی

نیت سے تو جائز ہی اور جواز شرط کی شرط وجود فعل کا ہی تیمم کرنے والے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب یا غیر ضرب کذا فی البحر تو اس تقریر سے معلوم ہوا

کہ ضرب تیمم کا رکن نہین معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابون مین ذکر ضرب کا واقع ہی اور اصل یعنے مبسوط مین وضع مذکور ہی نہ ضرب تو ابن شجاع نے کہا

کہ ضرب رکن ہی تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہین اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب رکن نہین تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع

ہوا یا بعد اُسکے نیت کی تو کافی ہی فتح القدیر مین ہی کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہین اسواسطے کہ قرآن مجید مین فقط مسح مامور ہی اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ التیمم

ضربتان تو یا اعم من المسحتین مراد ہی یا بنظر غالب عادت کے ہی تو شارح نے اس مقام مین فتح القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی ولو جنبا او حائضا

طہرت لعادتہا او نفساء تیمم کرے اگرچہ تیمم کرنے والا جنب ہو یا وہ حائض جو پاک ہو گئی اپنی عادت کے موافق یا زچہ ہو م جنب کو تیمم جائز ہی عمار یاسر کی حدیث

کی دلیل سے جو صحاح ستہ مین صراحۃً مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تیمم کرنے کا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تھے اور حائض اور زچہ ملحق بہ جنب

ہین جواز تیمم مین کذا فی النہر مطہر من جنس الارض وان لم یکن علیہ نقع ای غبار تیمم کرے اس پاک کرنے والی چیز سے جو زمین کی جنس سے ہی اگرچہ اُس پر گرد

۵ یعنی چہرہ اور ہاتھون پر ایکبار ہاتھ مارے اور ایکبار کا دونون ہاتھون کے لیے کہنیون تک ۱۲

اور غبار نہو م زمین کی جنس سے مراد وہ چیز ہی جو آگ سے پگھلے اور نہ راکھ ہو جاے جلکر چنانچہ پتھر اور ریگ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندھک اور یاقوت
اور زبرجد اور فیروزہ اور عقیق اور ریو اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے نمک مین یعنے سیندھا لون مین دو روایتین ہین مگر جواز تیمم پر فتوی ہی چنانچہ مجتبی مین ہی اور درخت
اور شیشہ جو ریت اور ریگ سے بنتا ہی جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور مترمد نہو وہ جنس ارض سے ہی اسپر تیمم کرنا جائز ہی ورنہ جائز نہین
کذا فی الطحطاوی فلو لم یدخل بین اصابعہ لم یحتج الی الضربۃ الثالثۃ للتخلل تو اگر غبار داخل نہوا انگلیون کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے کے خلال کرنے کے
واسطے حاجت نہین بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہ مراد نہین کہ اصلا خلال نہ کرے اسلیے کہ استیعاب مسح پوری حقیقت ہی تیمم کی چنانچہ منیہ اور
اسکی شرح مین ہی اور یہی ظاہر الروایہ ہی اور عالمگیری مین ہی کہ اگر غبار انگلیون مین داخل نہو تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہی اور صحیح یہ ہی کہ کف کا
مسح کرنا ضرور نہین بلکہ ضرب کف کافی ہی کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہا اور محمد رح سے روایت یہ ہی کہ اگر غبار داخل نہو تو تیسری ضرب کی حاجت
ہی لو یمم غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری قہستانی ہان اگر دوسرے کو تیمم کرا دے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کے واسطے اور دوسری
بار داہنے ہاتھ کے واسطے اور تیسری بار بائین ہاتھ کے لیے ایسا کہا ہی قہستانی شارح نقایہ نے وبہ مطلقا عجز عن التراب او لا انہ تراب رقیق اور
غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہی مٹی ملے یا نہ ملے اسواسطے کہ غبار تو باریک مٹی ہی فلا یجوز بلؤلؤ ولو مسحوقا لتولدہ من حیوان البحر لا بمرجان ایضا لشبہہ بالنبات
لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر علے ما حررہ المص جب تیمم کے واسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہین موتی سے اگرچہ وہ پیسا ہوا اسواسطے کہ اسکی
پیدائش ہی سمندر کے جانور سے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہین کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہی اسواسطے کہ مونگا ان درختون مین ہی جو سمندر کی تہ مین جمتے
ہین ایسی تحریر اور تنقیح کی ہی مصنف نے اپنی شرح مین م یہ رد ہی صاحب بحر پر اسواسطے کہ انہنے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا ہی اسکے مشہور
حکم کیا اسواسطے کہ غایۃ البیان اور توشیح اور عنایہ اور محیط اور معراج الدرایہ اور تبیین مین جواز ثابت ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا ظاہر یہ ہی نہین اسواسطے
کہ عدم جواز کی وجہ یہ ہی کہ مونگا منعقد ہوتا ہی پانی سے موتی کے مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہین وہ اسکو اجزا ارض سے سمجھتے ہین کذا فی الطحطاوی
مختصرا او لا منطبع کفضۃ وزجاج اور تیمم جائز نہین اس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھل جاے جیسے چاندی اور کانچ ہو مترمد بالاحتراق اور نہ راکھ ہو جانیوالی
چیز سے جو آگ سے جلکر راکھ ہو جاے چنانچہ درخت الا رماد الحجر فیجوز کحجر مدقوق او مغسول او حائط مطین او مجصص او اوان من طین غیر مدہونۃ وطین غیر مغلوب بماء
مگر پتھر کی راکھ سے تو تیمم جائز ہی جیسے جائز ہی کٹے پتھر یا دھوئے صاف پتھر سے یعنے اگرچہ اسپر غبار نہو اور جائز ہی کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے
برتنون سے جو روغنی نہین اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہین م تو ظرف چینی سے تیمم جائز نہین اسواسطے کہ اسپر کانچ کا روغن ہوتا ہی ہان اگر جنس ارض
سے انپر روغن ہو چنانچہ گیرو وغیرہ تو جائز ہی چنانچہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہی اور گیلی مٹی جسکو گارا اور پنچشا بولتے ہین اگر اسمین پانی غالب ہی مٹی پر یا برابر ہی
تو اس سے تیمم جائز نہین چنانچہ متن مین مذکور ہی کہ غالب چیز کا حکم ہی لکن لا ینبغی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر مثلۃ بلا ضرورۃ لیکن گیلی مٹی سے تیمم کرنا
فوت ہو جانے کے ڈر سے پہلے نہ چاہیے تاکہ بدشکل نہو جاے بھبوت ملکر بدون ضرورت کے م یعنے گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولی ہی اور اگر کر لیگا تو جائز ہی
ولوالجیہ مین ہی کہ اگر مسافر گارے کی جگہ مین ہو اور صعید یعنے خشک مٹی نپاوے تو اپنا کپڑا جھاڑ کر تیمم کرے اگر اسپر غبار ہو اور اگر غبار نہو تو اپنے کپڑے مین گیلی
مٹی لگا دے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر ومعادن فی محالہا فیجوز بتراب علیہا جیسے جائز ہی تیمم کانی چیزون سے جو اپنے اصلی مکانون مین ہین یعنے
جب تک انکو خاک سے جدا نہین کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی اور لوہا کھان کا تو تیمم انپر جائز ہی بسبب اس مٹی کے جو اسپر لپٹی ہی
کذا فی النہر وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدیدہ علیہ وان لم یستبن لم یجز اور معدن مین جواز تیمم کے واسطے اسبیجابی نے یہ قید لگائی کہ مٹی کا
اثر ظاہر ہو جو اسپر دونون ہاتھ پھیلا کر اور اگر مٹی کا اثر ظاہر نہو تو معادن سے تیمم کرنا جائز نہین وکذا کل ما لا یجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخۃ فلیحفظ اور مثل

معادن

معادن کے ہر ایک وہ چیز ہو جسپر تیمم جائز نہین مانند گیہون اور بانات کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خوب بات ہو کذا فی النہر م فتاوے عالمگیری مین محیط سے منقول ہو کہ غبار سے تیمم کرنے کی یہ صورت ہو کہ اپنے دونون ہاتھ مارے کپڑے یا نمدیا تکیہ مین اور مانند اُسکے اعیان طاہرہ مین جنپر غبار ہو پھر جبکہ غبار اُسکے ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جھاڑے تاکہ غبار نکلے پھر اپنا ہاتھ اُٹھاوے غبار مین ہو اسکے اندر سو جبکہ غبار ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے والحکم للغالب لو اختلط تراب بغیرہ کذہب وفضۃ ولو مسبوکین اور حکم ہو غالب چیز کا یعنے غالب چیز کا اعتبار ہو اگر مٹی ملی ہو دوسری چیز سے جسپر تیمم جائز نہین چنانچہ سونا اور چاندی اگرچہ دونون گداختہ ہون اور مٹی سے صاف ہوگئے ہون م شارح اس تعمیم مین شرح مصنف کا تابع ہوا اور مصنف نے اسکو بحر الرائق عن المحیط نقل کیا لیکن مین نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اسمین محیط سے یہ تفصیل مذکور ہو کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے اگر وہ مسبوک یعنے گداختہ ہون تو جائز نہین اور اگر گداختہ نہین اور مختلط ہین مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہو تو جائز ہو اور یہ اسمین مذکور نہین کہ جب گداختہ ہون اور مٹی کے ساتھ ہون اور زیلعی مین ہو کہ تیمم جائز ہو سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند اُنکے جبتک کہ وہ زمین پر ہین اور اُنسے کوئی چیز نہین بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی وارض محترقۃ فلو الغلبۃ لتراب جاز والا لا خانیۃ اور جلی مٹی راکھ سے ملے تو اگر مٹی غالب ہو راکھ سے تو تیمم جائز ہو اور اگر غالب نہین یعنے مغلوب یا برابر ہو تو تیمم جائز نہین کذا فی الخانیۃ م یعنے زمین پر کا جھاڑ بوٹا جل گیا اور اسکی مٹی سے مل گیا تو غالب کا اعتبار ہو اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز کے یہانتک کہ سیاہ ہوگئی تو اس سے تیمم جائز ہو اسواسطے کہ احتراق سے مٹی کا رنگ بدل گیا نہ اُسکی ذات کذا فی الطحطاوی ومنہ علم حکم المساوی اور خانیہ کی تقیید غلبۂ تراب سے معلوم ہوگیا برابر کا حکم یعنے اگر مٹی برابر ہو دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ مٹی غالب نہین وجاز قبل الوقت ولاکثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانہ بدل مطلق عندنا لا ضروری اور تیمم جائز ہو نماز کے وقت پہلے اور ایک تیمم چند فرضون کے واسطے اور تیمم جائز ہو غیر فرض کے لیے چنانچہ نفل کے واسطے اسواسطے کہ تیمم مطلق بدل ہو وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدل م یعنے جبکہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہو اور اس سے حدث مرتفع ہوجاتا ہو باوجود آب اور یہ نہین کہ وہ نماز کو مباح کردیتا ہو باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہو اور مبیح نماز ہو حالانکہ حدث حقیقۃً موجود ہو تو اُنکے نزدیک قبل وقت کے جائز نہین اور اس ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہین اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل جو چاہے پڑھے کذا فی المنح وجاز لخوف فوت صلوۃ جنازۃ ای کل تکبیراتہا ولو جنبا او حائضا اور تیمم جائز ہو نماز جنازہ کی فوت ہوجانے کے خوف سے یعنے تکبیرون کے فوت ہونے کے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنے والا جنب یا حائض ہو م اور اگر فوت ہونے کا خوف نہو اسطرح پر کہ ایک ہی شخص نماز جنازہ کا واقف ہو اور جبکہ وضو کرنے جائیگا تو اُسکا انتظار ہوگا تو اُسکو تیمم جائز نہین اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے مین بعض تکبیرات مین شریک ہوگا تو بھی اسکو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اُسکو ممکن ہو کذا فی البحر عن البدائع ولو جیٔ باخری ان امکنہ التوضی بینہما ثم زال تمکنہ اعاد التیمم والا لا بہ یفتی اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو اگر اس تیمم کو مابین ان دونون کے وضو کرنا ممکن ہوا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہ قدرت زائل ہوگئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کے واسطے بالاتفاق اور جو مابین مین وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہین شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتوی ہو کذا فی البحر عن المصفی وفوت عید بفراغ امام او زوال شمس اور جائز ہو تیمم نماز عید کی فوت ہوجانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے م یہ حکم ہو کل نماز عید کے فوت ہونے کا اور اگر مقتدی وضو کر کے شریک ہو بعض نماز مین تو تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان یبنی بناء بعد شروعہ متوضیا وسبق حدثہ اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کر کے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنے وضو کر کے نماز جنازہ یا عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہو کہ اگر وضو پھر کریگا تو نماز فوت ہوجاویگی تو امام کے نزدیک تیمم کر کے بنا کرنا جائز ہو خلافا للصاحبین کذا

فی البحر بلا فرق بین کونہ اماما اولا فی الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اس پانی کے امام یا غیر امام صحیح تر قول مین یعنے جب فوت نماز عید یا جنازہ
کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونون کو تیمم جائز ہی لان المناط خوف الفوت لا الی بدل اسواسطے کہ جواز تیمم کا مدار اس صورت مین خوف ہی فوت ہونے
کا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اسکا بدلا نہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اسکے فوت ہوجانے کے ڈر سے تیمم جائز ہی فجاز لکسوف وسنن رواتب
ولو سنۃ فجر خاف فوتہا وحدہا یعنی جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم جائز ہی سورج گہن اور اسی طرح چاند گہن کی نماز کے واسطے اور موکدہ سنتون
کے واسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اسکے فوت ہونے سے بدون فرض کے م یہ بحث ہی حلبی شارح منیۃ المصلی کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو
اُسکو پانی کے پاس جانے تک سورج گہن ہوچکیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا کرچکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے مین وقت فوت ہوتا ہی تو تیمم
کرکے سنتین پڑھ لے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونے کے بدون فرض کی صورت یہ ہی کہ پانی میل بھر سے کم ہی خادم پانی لینے گیا ہی لیکن اُسکے آنے تک
فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہیگا تو تیمم کرکے فجر کی سنتین پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کرکے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت سنت
فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کرلیگا ولنوم وسلام
ورده وان لم تجز الصلوۃ بہ اور جائز ہی تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کے واسطے یعنے باوجود پانی کے ہونے کے اگرچہ اس تیمم سے نماز پڑھنا
جائز نہین م اس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہین کہ نماز کے تیمم کے واسطے فقدان آب حقیقۃً یا حکماً ضرور ہی اور یہ کہ اس عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو حلال
نہین بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا لکل ما لا تشترط لہ الطہارۃ لما فی المبتغی او جاز لدخول مسجد مع وجود الماء وللنوم فیہ واقرہ المصنف بحر الرائق
مین کہا اور اسی طرح تیمم جائز ہی یعنے باوجود پانی کے ہر ایک اس عمل کے واسطے جسکے لیے طہارت شرط نہین بدلیل اس قول کے جو مبتغی مین یون ہی اور جائز ہی
تیمم مسجد مین جانے کے واسطے باوجود پانی ہونے کے اور مسجد مین سونے کے واسطے اور مصنف نے اپنی شرح مین اِسکو ثابت رکھا ہی یعنے اسپر رد نہین کیا
لکن فی النہر الظاہر ان مراد المبتغی للجنب فسقط الدلیل لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ مبتغی کی مراد جنب ہی تو بحر الرائق کی دلیل ساقط ہوگئی م
یعنے جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نہ رہا کیونکہ جنب کو طہارت شرط ہی لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا
جنب کا مسلم نہین اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہین کہ پانی مسجد کے باہر ہی یا اندر اگر باہر ہی تو وہ باطل ہی کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد مین باوجود ہونے
پانی کے خارج مین بہ اتفاق ہمارے علما کے جائز نہین اور اگر مسجد کے اندر ہی اور یہی احتمال صحیح ہی مگر یہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہی بدلیل قولہ
والنوم فیہ کذا فی الطحطاوی وقلت وفی المنیۃ وشرحہا تیممہ لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشئ بل ہو عدم لانہ لیس بعبادۃ یخاف فوتہا
مین کہتا ہون اور منیۃ المصلی اور اسکی شرح مین ہی کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کے واسطے باوجود پانی کے کوئی
چیز نہین بلکہ وہ معدوم یعنے کرنا نہ کرنے کے برابر ہی اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہین ہی جسکے فوت ہوجانے کا ڈر ہو م
یہ تائید ہی صاحب نہر کی اور اگر دخول مسجد کو جنب پر محمول کیجے تو کلام مبتغی کے مخالف نہین ہی لکن فی القہستانی عن المختار جوازہ مع الماء لسجدۃ
التلاوۃ لیکن قہستانی مین مختار سے منقول ہی کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہی پانی ہونے کے ساتھ سجدہ تلاوت کے واسطے م یہ استدراک ہی منیۃ المصلی
کی دلیل پر کہ جس عبادت کے فوت ہونے کا کچھ خوف نہو اسکے واسطے تیمم جائز نہین یعنے سجدۂ تلاوت مین طہارت شرط ہی اور اسکے فوت ہونے کا
خوف نہین باوجود اسکے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہ نقل ضعیف مصادم (مزاحم ۱۱) ہی قاعدہ کے کیونکہ سجدۂ تلاوت مین طہارت شروط ہی اور فوت ہوتی ہی
خلیفہ اپنا چھوڑ کر لکن سیجئ تقییدہ بالسفر لا الحضر لیکن عنقریب فروع مین آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدۂ تلاوت کے واسطے سفر کے ساتھ یعنے یہ
سفر مین درست ہی نہ حضر مین م اس مسئلہ کی گفتگو فروع مین مذکور ہی ثم رائیت فی الشرعۃ وشرحہا ما یؤید کلام البحر پھر علامہ ابو بکر بخاری

کی شرعۃ الاسلام اور اُسکی شروح مین مین نے وہ دیکھا جو بحر الرائق کے کلام کی تائید کرتا ہی کہ جسمین طہارت مشروط نہین اُسمین تیمم جائز ہی باوجود پانی کے قال
وظاہر الروایۃ جوازہ للتسع مع وجود الماء وان لم تجز الصلوۃ بہ صاحب شرعہ یا صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر الروایۃ جائز ہونا تیمم کا ہی تو جیز کے واسطے باوجود ہونے پانی
کے اگرچہ اُس تیمم سے نماز جائز نہین م اکثر نسخون مین ظاہر الروایۃ ہی اور ایک نسخہ مطبوعۂ مصر مین ظاہر البزازیہ ہی قلت بل لعشیر بل اکثر لما مر من الضابطۃ انہ
یجوز لکل مالا تشترط الطہارۃ لہ ولو مع وجود الماء مین کہتا ہون بلکہ دس چیز بلکہ اکثر کے واسطے تیمم مذکور جائز ہی اسواسطے کہ یہ قاعدہ گذر گیا کہ تیمم جائز ہی ہر ایک
اس عمل کے واسطے جسمین طہارت مشروط نہین اگرچہ پانی موجود ہو واما ما تشترط لہ فقد الماء کتیمم لمس مصحف فلا یجوز لواجد الماء اما للقراءۃ فان محدثا فکا الاول او
جنبا فکا الثانی اور جس فعل کے واسطے طہارت شرط ہی سو وہان تو پانی کا نہونا تیمم کے واسطے مشروط ہی چنانچہ مصحف کے چھونے کے واسطے تیمم کرنا سو وہ
جائز نہین پانی کے پانے والے کو اور اگر قرآن پڑھنے کے واسطے ہی سو اگر بے وضو ہی تو وہ اول کے مانند ہی یعنے باوجود پانی کے اُسکو تیمم جائز ہی یا کہ وہ شخص
جنب ہی تو پانی کے مانند ہی یعنے پانی کے ہوتے اُسکو تیمم درست نہین وقالوا لو تیمم لدخول مسجد او لقراءۃ ولو من مصحف او مسہ او کتابتہ او تعلیمہ او لزیارۃ
قبور او عیادۃ مریض او دفن میت او اذان او اقامۃ او اسلام او سلام او ردہ لم تجز الصلوۃ بہ عند العامۃ بخلاف صلوۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ فتاوے
شیخنا خیر الدین رملی اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کے واسطے یا قرآن پڑھنے کے واسطے اگرچہ مصحف دیکھکر پڑھے یا مصحف کے چھونے کو یا اُسکے لکھنے کو
یا اُسکی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لیے یا بیمار پرسی کے واسطے یا مردہ دفن کرنے کو یا اذان یا اقامت کے واسطے یا مسلمان ہونے کو یا سلام کرنے کو یا سلام کے
جواب دینے کو تو ایسے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین اکثر علما کے نزدیک برخلاف نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے واسطے
تیمم کیا تو اُس تیمم سے نماز پڑھنا جائز ہی بشرطیکہ پانی موجود نہو یہ ہمارے استاد خیر الدین رملی کے فتاوے مین مذکور ہی قلت وظاہرہ انہ یجوز لہ فعلی ذلک
فتامل مین کہتا ہون فتاوی مذکورہ کا ظاہر کلام یہ ہی کہ اُسکو اسکا کرنا جائز ہی یعنے تیمم کرنا سجدۂ تلاوت کے واسطے درست ہی سوائے مخاطب تامل کرم حلبی محشی نے
کہا کہ ہمنے تامل کیا سو اُسکو صحیح پایا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ اگر شارح کی یہ مراد ہی کہ سجدۂ تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہی تو یہ
بالاتفاق جائز نہین اور اگر یہ مراد ہی کہ پانی نہونے کے وقت جائز ہی تو اُسکا جواز بالاتفاق ہی تو شارح کے اس کلام کی حاجت نہین انتہی کلامہ لا تیمم لفوت
جمعۃ و وقت ولو وتر لفواتہا الی بدل تیمم نہ کرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے فوت ہونے سے اگرچہ وتر کا وقت ہو بسبب فوت ہونے اُن نمازون کے اپنا
بدلا چھوڑ کر یعنے جمعہ کا بدلا ظہر اور پنجگانہ نماز اور وتر کا بدلا قضا ہی برخلاف جنازہ اور عید کے اسواسطے کہ اُنکی قضا نہین وقیل تیمم لفوت الوقت اور قول
ضعیف یہ ہی کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہوجانے کے ڈر سے م قنیہ مین کہا کہ یہ روایت ہی ہمارے مشائخ سے اور اُسپر چند فروع کو متفرع کیا از انجملہ یہ ہی
کہ اگر چھت پر عورات کو اور کوٹھری کے اندر پانی ہی اور اندھیرے مین اُسکے اندر جانے سے ڈرتا ہی تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فی البحر
قال الحلبی فالاحوط ان تیمم ویصلی ثم یعید حلبی شارح منیۃ المصلی نے کہا تو ایسی صورت مین احوط یہ ہی کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے پھر وضو کرکے اس
نماز کا اعادہ کرے یعنے قضا پڑھے ویجب ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر غلوۃ ثلثمائۃ ذراع من کل جانب ذکرہ الحلبی اور واجب ہی یعنے فرض ہی
تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بھیج کر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانے کے یعنے ۳۰۰ گز ہر جانب سے ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے م تیر پرتاب
۴۰۰ گز ہین ۔۔ ۵۰۰ گز تک کذا فی النخ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ جسطرح پانی کا گمان ہو فقط اسی طرف اسقدر تلاش کرنا چاہیے
نہ ہر جانب سے تو شارح کا مطلب یہ ہی کہ ہر جانب سے جدہر گمان ہو اُدہر تلاش کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی البدائع الاصح طلبہ
قدر ما لا یضر بنفسہ ورفقتہ بالانتظار اور بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ پانی کا تلاش کرنا اسقدر ہو کہ ضرر نہ پہونچے تلاش مین اُسکی ذات کو اور اُسکے
سفر کے ساتھیون کو انتظار کرنے سے یعنے اگر ایک کو بھی اُنمین سے ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہی ان ظن ظنا قویا قربہ دون میل بامارۃ او اخبار عدل

ح
شامی نے اس نسخہ
سہو اختیار کرکے عبارت
بزازیہ کی نقل کی ہے
اور شارح نے
فتح کیا ہے کہ
بزازیہ سے یہ حکم
ظاہر نہیں معلوم
ہوتا ۱۲

تلاش فرض ہی اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونے کا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے م ظن مین اور ظن غالب مین
یہ فرق ہی کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسرے سے اور دل نہ جمے راجح پر اور نہ چھوڑے دوسرے کو تو اُسکا نام ظن و گمان ہی اور جبکہ احد الطرفین
دل مین جم جاوے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے اُسکا نام اکبر ظن اور غالب الراے ہی میل کی قید اسواسطے لگائی کہ میل اور مافوق میل بعید ہی اسکی
طلب واجب نہین قرب پانی کی علامت یہ ہی کہ سبزہ نظر آوے اور چڑیان گھومتی ہون کذا فی الطحطاوی و الا یغلب علے ظنہ قربہ لا یجب بل یندب
ان رجاہ و الا لا اور اگر پانی کے نزدیک ہونے کا اُسکو ظن غالب نہو یعنے شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہین بلکہ مستحب ہی اگر امید ہو نزدیکی
کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بھی نہین و لو صلی بتیمم و ثمہ من یسئلہ ثم اخبرہ بالماء اعاد و الا لا اور اگر نماز پڑھی تیمم سے بدون پوچھنے کے اور حالانکہ وہان
وہ شخص تھا جس سے پوچھتا پھر نماز کے بعد اُس شخص نے پانی کے نزدیک ہونے کی خبر دی تو نماز کو پھر پڑھے ورنہ اعادہ نہ کرے کذا فی الزیلعی م
بحر الرائق مین سراج سے منقول ہی کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تھی اور نماز پڑھی پھر تلاش کی سو پانی نہ پایا تو اعادہ واجب ہی طرفین کے
نزدیک مطلقاً خواہ بعد اُسکے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی و شرط لہ ای للتیمم فی حق جواز الصلوۃ نیۃ عبادۃ او مشروط
ہی تیمم کے واسطے نماز جائز ہونے کے حق مین عبادت کی نیت کرنا م جواز نماز کی قید اسواسطے لگائی کہ نماز کے سواے چنانچہ سلام یا جواب سلام کے واسطے
فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہی اور عبادت کی نیت مانند طہارت یا استباحت (مباح کرلینا م) نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہی کذا فی البحر و لو صلوۃ جنازۃ او
سجدۃ تلاوۃ لا شکر فی الاصح اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدہ تلاوت کا نہ سجدہ شکر کا امام کے صحیح تر قول مین یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کی نیت
سے تیمم کیا تو اس تیمم سے مطلق نماز جائز ہی اور اگر سجدہ شکر کے واسطے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہین کیونکہ وہ عبادت نہین امام کے نزدیک
حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدہ شکر مستحب ہی اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ سجدہ تلاوت کے باب مین مذکور ہوگا تو جب عبادت ہو تو اُس تیمم
سے نماز صحیح ہوگی مقصودۃ تیمم کے واسطے اُس عبادت کی نیت مشروط ہی جو مقصود بالذات ہو یعنے دوسری عبادت کا وسیلہ نہو خرج دخول مسجد و مس
مصحف عبادت مقصودہ کی قید سے مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چھونا نکل گیا یعنے دخول مسجد اور مس مصحف خود عبادت مقصودہ نہین بلکہ نماز اور
قرآن پڑھنے کے وسیلے ہین اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کے واسطے ہوتا ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ عبادت تو اعتکاف ہی اور دخول مسجد اُسکا
تابع ہی تو عبادت مقصودہ نہ ٹھہرا اور قراءت کی نیت سے تیمم کرنے مین تفصیل حق ہی چنانچہ بدائع مین ہی کہ اگر جنب نے قراءت کے واسطے تیمم کیا تو اُسکو اور نمازین
پڑھنا جائز ہین کذ فی الطحطاوی لا تصح ای لا تحل لیتیمم قراءۃ القرآن للجنب بدون طہارۃ تیمم کے واسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہی جو حلال نہین یعنے
حلال نہین بدون طہارت کے لا تصح کی تفسیر لا تحل اسواسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ جنب کی قرآن خوانی کو بھی شامل ہوجاے م زیلعی اور سراج وہاج وغیرہا
مین مطلق مذکور ہی کہ صحیح تر یہ ہی کہ قرآن خوانی کے تیمم سے نماز پڑھنا درست نہین لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبی مین کہا کہ اطلاق صحیح نہین تفصیل
حق یہ ہی یعنے اگر جنب قرآن خوانی کے واسطے تیمم کرے تو اور نمازین پڑھنا درست ہین چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ شرط یہ ہی کہ منوی عبادت مقصودہ
ہو یا عبادت مقصودہ کا جزو ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قرآن خوانی عبادت مقصودہ یعنے نماز کا جزو ہی لیکن اگر قرآن خوان جنب ہو
تو شرط اخیر یعنے عدم حلۃ فعل الا بالطہارۃ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہوگئی تو نماز اس سے درست ہوئی اور اگر قرآن خوان جنب نہین بلکہ بیوضو ہی
تو شرط اخیر نہ پائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہوگی کذا فی المنح شارح نے لا تصح کی تفسیر لا تحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کی طرف خرج السلام
ورد وہ شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہوگیا یعنے سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہین لیکن بدون طہارت
کے بھی صحیح ہین تو اُنکے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین فلغا تیمم الکافر لا وضوءہ لانہ لیس باہل للنیۃ فما یفتقر الیہا لا یصح منہ جب تیمم مین نیت مخصوصہ

شرط ہوئی تو کافر کا تیمم کرنا لغو یعنی باطل ہی نہ وضو کرنا اُسکا اسلیے کہ کافر نیت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تو جو عمل کہ اپنی صحت مین نیت کی طرف
حاجت رکھتا ہی وہ کافر سے صحیح نہوگا ہم اسواسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت کا سبب مراد ہوتا ہی اور کافر سے حالت کفر مین ایسا فعل واقع نہین
ہوتا ولہذا کافر کا وضو صحیح ہی کیونکہ اُسمین نیت کی حاجت نہین تو کافر بعد اسلام کے وضو سابق سے نماز پڑھ سکتا ہی نہ تیمم سابق سے وصح تیمم جنب بنیة
الوضوء بہ یفتی اور صحیح ہی جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کا فتوی ہی یعنے وضو کی نیت سے جنابت سے بھی پاک ہو جاتا ہی وندب لراجیہ
رجاء قویا آخر الوقت المستحب اور جسکو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اُسکو وقت مستحب کے آخر وقت مین نماز پڑھنا مندوب اور مستحب ہی کذا فی المنح
عن الوافی ولو لم یوخر وتیمم وصلی جاز لو کان بینہ وبین الماء میل والا لا اور اگر تاخیر نہ کی اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہی اگر ہو درمیان اُس شخص کے
اور پانی کے میل بھر کی مسافت اور اگر اسقدر سے مسافت کم ہو تو جائز نہین صلی من لیس فی العمران بالتیمم ونسی الماء فی رحلہ وہو مما ینسی
عادة لا اعادة علیہ نماز پڑھی اُس شخص نے جو آبادی مین نہین اور بھول گیا اس پانی کو جو اونٹ کے کجاوے مین ہی اور کجاوہ اُس قسم سے ہی کہ اُسکی
چیز کے بھول جانے کی عادت ہی تو اسپر نماز کا اعادہ نہین ہم آبادی مین نہونا عام ہی خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی مین ہو اور اسطرح نماز پڑھے
تو اعادہ واجب ہی اور جسنے مسافر کی قید لگائی ہی تو بنظر غالب عادت کے کذا فی المنح اور نسیان وغیرہ باقی قیود کے احترازات کو شارح مذکور کریگا ولو ظن
فناء الماء اعاد اتفاقا اور اگر پانی خشک جانے کا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑھی تو پانی دیکھ کر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو نسیہ فی عنقہ او ظہرہ او فی
مقدمہ راکبا او موخرہ سائقا او نسی ثوبہ وصلی عریانا او فی ثوب نجس او مع نجس ومعہ ما یزیلہ او توضا بماء نجس او صلی محدثا ثم ذکر اعاد اجماعا
چنانچہ اگر اس پانی کو بھولا جو اونٹ کی گردن یا اسکی پیٹھ یا اُسکے سامنے تھا سواری کی حالت مین یا اونٹ کے پیچھے جبکہ وہ اُسکا ہانکنے والا تھا
یا ایک شخص اپنا کپڑا بھولا اور برہنہ نماز پڑھی یا ناپاک کپڑے مین یا نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور حالانکہ اُسکے پاس وہ چیز ہی جس سے ازالۂ نجاست
ہو سکتا تھا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بے وضو نماز پڑھی پھر اُسکو پانی یا کپڑا یا نجاست یا بیوضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پھر پڑھے بالاتفاق ہم بعضی صورتون
مین حکایت اجماع مین کلام ہی کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہی ویطلبہ جبرا علی الظاہر ممن ہو معہ من رفیقہ فان منعہ
ولو دلالة بان استہلکہ تیمم لتحقق عجزہ اور بنا بر ظاہر الروایة کے واجب ہی کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اُسکے ساتھ ہی پھر اگر وہ پانی ندے اگرچہ ندینا
دلالت حال کی راہ سے ہو اسطرح کہ کچھ پانی کو تلف کرے اور باقی طہارت کو کافی نہ رہے تو تیمم کرے بسبب ثابت ہو جانے اُسکو عاجزی کے ہم رفیق کی
قید باعتبار عادت کے ہی اسلیے کہ جو نماز کے وقت موجود ہو اُس سے مانگنا چاہیے رفیق ہو یا غیر رفیق فان لم یعطہ الا بثمن مثلہ او بغبن یسیر ولہ
ذلک فاضل عن حاجتہ لا یتیمم اور اگر وہ شخص پانی ندے مگر بعوض اُس ثمن کے جو اسقدر پانی کا معمول ہی یا تھوڑے سے غبن کے ساتھ اور اُسکے پاس وہ ثمن موجود
ہی اُسکی حاجت سے زیادہ تو تیمم نکرے بلکہ پانی خرید کرکے وضو کے ساتھ نماز پڑھے ہم غبن یسیر وہ ہی جو دو چند قیمت سے کم ہو یہ معلوم ہوتا ہی غبن فاحش کی
تعریف سے جو عنقریب مذکور ہوگی ولو اعطاہ باکثر یعنے بغبن فاحش وہو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان او لم یکن لہ ثمن ذلک تیمم اور اگر پانی کا مالک پانی دے
اکثر ثمن سے یعنی غبن فاحش کے ساتھ اور غبن فاحش دو چند ہی پانی کی قیمت کا اس مکان مین یا اُس شخص کے پاس اسقدر ثمن نہین ہی تو تیمم کرے ہم غبن فاحش
سے خرید کرنا اسواسطے واجب نہوا کہ حرمت مال مسلم اُسکے جان کی حرمت کے مانند ہی اور جان مین ضرر مسقط ہی[۱۳] اسی طرح مال مین کذا فی البحر واما للعطش فیجب
علی القادر شراؤہ باضعاف قیمتہ احیاء لنفسہ اور پیاس کے واسطے تو واجب ہی خرید کرنا مقدور والے پر اضعاف بیشمار کے بدلے اپنی جان کے زندہ رکھنے کی وجہ
سے یعنے اسلیے کہ حفظ جان کا مقدم ہی مال کے حفظ پر وانما یعتبر المثل فی تسعة عشر موضعا مذکورة فی الاشباہ اور ثمن مثل معتبر نہین مگر ۱۹ مکانون مین جو اشباہ
مین مذکور ہین ہم مواضع مذکورہ کی تفصیل یہان ضرور نہ تھی لہذا بخوف تطویل اُنکو مذکور نہ کیا وقیل طلبہ الماء لا التیمم علی الظاہر ای ظاہر الروایة عن اصحابنا

۱۳ شامی نے ضمیر عنقہ اور ظہرہ کی مصلی کی طرف پھیری ہی اور طحطاوی نے بھی کہا ہی کہ ضمیرین شامی یعنے دونون ضمیرین پھیرنے والے کی طرف راجع ہین کیونکہ مترجم اول نے دیکھا ہو اور ضمیر کو اونٹ کی طرف پھیر ۱۲۱ سلطان شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ نجس کپڑے سے نماز پڑھنے مین اختلاف ہی باقی مین اجماع اعادہ پر ہی ۱۲ سلطان یعنے جان کا ضرر وضو کو ساقط کر دیتا ہی ۱۲

لانہ مبذول عادۃ کما فی البحر عن المبسوط اور پانی مانگنے سے پہلے تیمم نہ کرے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہمارے اصحاب یعنی ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ کے
اسواسطے کہ پانی مین بخل نہین ہوتا وہ دینے اور خرچ کرنے کی چیز ہے عادت مین چنانچہ بحرالرائق مین مبسوط سے منقول ہے م اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اُسکے
دینے مین بخل کی عادت نہو تو اسکے مانگنے مین کچھ ذلت اور خواری نہین اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض حوائج کو غیرون سے سوال کیا
ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ویلزمہ طلب الدلو والرشا اور بنا بر اُسکے چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہے مبذول ہونے کے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا
واجب ہے یعنی اسمین بھی بخل کی عادت نہین وکذا الانتظار لو قال حتی استقی وان خرج الوقت اور اسی طرح انتظار کرنا واجب ہے اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے
مالک نے ٹھہر جا یہانتک کہ پانی بھر لون اگرچہ انتظار مین نماز کا وقت نکلجاے م اور دوسرا قول یہ ہے کہ انتظار کرنا واجب نہین مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان
فی الصلوۃ ان ظن الاعطاء قطع والا لا اور اگر متیمم نماز مین کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع کرے اور اگر دینے کا
گمان نہو تو نماز نہ توڑے نہر الفائق مین ہے کہ تیمم کرنے والا نماز مین ہو اور اسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے پھر اگر وہ نہ دے تو تیمم اسکا باقی ہے پھر اگر اُسنے
بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر اُسنے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہو گئی کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی عن المحیط ان ظن اعطاء الماء اوالآلۃ وجب
الطلب والا لا لیکن قہستانی مین محیط سے منقول ہے کہ اگر پانی یا ڈول اور رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہے ورنہ واجب نہین م یہ روایت مخالف ہے
ظاہر الروایۃ مین جو متن مین مذکور ہو چکی اور محیط کے مانند دانی مین بھی تفصیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطہورین بان حبس فی
مکان نجس ولا یمکنہ اخراج مطہر وکذا العاجز عنہما لمرض یوخرہا عندہ اور بندیوان نپانے والا پانی اور مٹی پاک کرنے والون کا اسطرح پر کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک
مکان مین اور اُسکو ممکن نہین پاک مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھود کر اور اسی طرح بندیوان کے مانند وہ شخص ہے جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہے بیماری کے سبب سے
نماز کو تاخیر کرے امام کے نزدیک م تاخیر کرے یعنی اُسپر نماز حرام ہے ایسا نقل کیا ہے نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی النہر اور اگر پاک کرنے والی مٹی کے نکالنے
پر قادر ہو تو مٹی نکال کے نماز پڑھے بہ اتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ مین ہے وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا یومی
قائما ثم یعید کالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نماز یون کے مشابہ بنجاے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک مکان
نملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہو کر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کے مانند م یعنی اگر مسافر موضع اقامت مین داخل ہوا کھانے کے
رمضان شریف مین یا اسوقت ہوا کہ نیت صوم کا وقت باقی نرہا تو باقی دن مین اسپر امساک واجب ہے روزہ دارون کے مشابہ بنکر پھر اس روزہ کا اعادہ
واجب ہے کذا فی الطحطاوی بہ یفتی والیہ صح رجوعہ ای الامام کما فی الفیض اور اسی صاحبین کے قول پر فتوی ہے اور اُسی قول کی طرف امام کا رجوع کرنا صحیح ہے چنانچہ
فیض مین ہے وفیہ ایضا مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا یتیمم ولا یعید علی الاصح اور یہ مسئلہ بھی فیض مین ہے کہ
جسکے دونون ہاتھ اور دونون پانون کٹے ہوے ہین جبکہ اُسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے اور تیمم نکرے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول پر م
اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر مل لے اور جسکے ہاتھ شل یعنی خشک ہو گئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جسکے دونون
ہاتھ کٹے ہون وہ مابقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھ محل باقی ہو والا لا کذا فی الطحطاوی وبہذا ظہر ان تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر فلیحفظ وقدمر دیکی فی صلوۃ
المرض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہو گیا کہ قصداً نماز پڑھنا بدون طہارت کے نماز پڑھنے والے کو کافر نہین کر دیتا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو گیا
اول کتاب الطہارۃ مین اور آگے بھی آویگا صلوۃ المریض کے باب مین فروع مسائل ملحقہ شارح کی صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا لا محبوس نے
تیمم کے ساتھ نماز پڑھی اگر وہ قیدی شہر مین ہے تو خلاص ہونے کے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر مین نہین ہے تو نہ پھیرے م یعنے مقیم محبوس پر اعادہ ہے نہ مسافر
اسواسطے کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھ لگیا اور سفر مین غالب بے آبی ہے تو عدم متحقق ہو گیا ہر وجہ سے اور مقیم کو اعادہ اسواسطے ہوا کہ عجز بتحقق

ہوا عباد کے فعل سے اور فعل موثر نہین حق اللہ کے اسقاط مین کذا فی العالمگیریۃ ہل یتیمم لسجدۃ التلاوۃ ان فی السفر نعم والا لا سوال سجدۂ تلاوت کے
واسطے تیمم کرے یا نکرے جواب اگر وہ شخص سفر مین ہی تو ہان تیمم کرے اور اگر سفر مین نہین تو نہ کرے ح اگر یہ صورت پانی موجود ہونے مین مفروض ہی تو حق
یہ ہی کہ مطلقاً درست نہین نہ سفر مین نہ اقامت مین اور اگر پانی موجود نہین تو مطلقاً درست ہی کذا فی الحلبی الماء المسبل فی الفلاۃ لا یمنع التیمم ما لم یکن کثیرا
فیعلم انہ للوضوء ایضا جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہی جنگل مین وہ تیمم کرنے کا مانع نہین جبتک کہ بہت نہو یعنے اگر بکثرت ہوگا تو معلوم ہوگا قرینہ سے
کہ وضو کے واسطے بھی ہی م پینے کے واسطے جو پانی راہون مین وقف ہوتا ہی تو وہ تیمم کا مانع نہین اسواسطے کہ وضو کا پانی شرعًا معدوم ہی اور
کثیر پانی سے اسوقت وضو درست ہوگا جبکہ فقط شرب کا یقین نہ ہوا ور جبکہ یقین ہو کہ فقط پینے کے واسطے ہی تو وضو حرام ہی اسواسطے کہ وقف کی شرط
شارع کے نص کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی ویشرب بما ء الوضوء اور وہ پانی جو وضو کے واسطے وقف اور سبیل ہی اُسکا پینا درست ہی الجنب اولی بمباح من
حائض ومحدث ومیت بجنابۃ والا مقدم اور لائق تر ہی مباح پانی کے استعمال کرنے مین حائض اور بے وضو اور غسل میت سے یعنی اسواسطے کہ جنابت اشد ہی تو
اُسکا ازالہ اہم ہی ولاحد ہم فہو اولی اور اگر وہ پانی اُنہین سے کسی ایک شخص کا مملوک ہی تو وہ شخص مقدم ہی کیونکہ وہ مالک ہی ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت اور اگر وہ پانی
تینون مین مشترک ہی تو اُسکا صرف کرنا غسل میت کے واسطے لائق ہی جاز تیمم جماعۃ من محل واحد تیمم کرنا جماعت کا ایک مکان سے جائز ہی یعنے اسواسطے کہ مٹی مستعمل نہین
ہوتی یہانتک کہ اگر تیمم کرنے والون کے ہاتھون کی مٹی ایک جگہ جمع ہو تو اُسپر بھی تیمم درست ہی کذا فی الطحطاوی حیلۃ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش ان یخلطہ
بما یغلبہ او یہبہ تکلی وجہ یمنع الرجوع تدبیر جائز ہونے تیمم کی اُس شخص کو جسکے ساتھ زمزم کا پانی ہی اور اُسکو پیاس کا کھٹکا نہین یہ ہی کہ زمزم کے ساتھ اُس چیز کو
ملادے جو اُس سے غالب ہوجاے یا برابر چنانچہ گلاب وغیرہ کو مخلوط کردے یا اُسکو ہبہ کردے اسطرح پر کہ مانع ہو رجوع فی الہبہ کے م عدم خوف تشنگی کی اسواسطے
قید لگائی کہ تشنگی کے خوف سے تیمم جائز ہی بدون مخلوط کرنے کے اسواسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی مین مشغول ہی اور ظاہر اہبہ مذکورہ کا حیلہ خوب نہین کہ ہبہ مین اپنا کچھ
فائدہ نہ رہا واللہ اعلم وناقضہ ناقض الاصل ولو غسلا اور تیمم کا توڑنے والا وہ ہی جو تیمم کی اصل کا ناقض ہی یعنے تیمم جسکا خلیفہ اور بدل ہی اگرچہ وہ اصل غسل ہو
یعنی جو چیز کہ وضو کی ناقض ہی وہ اس تیمم کی ناقض ہی جو خلیفہ ہی وضو کا اور جو چیز غسل کی ناقض ہی وہ اُس تیمم کی بھی ناقض ہی جو بدلا ہی غسل کا مصنف نے اپنی شرح
مین کہا کہ کنز اور وقایہ مین یون کہا ہی کہ تیمم کا ناقض وہ ہی جو وضو کا ناقض ہی اور شرح نقایہ مین کہا کہ ناقضہ ناقض الاصل وضوءًا کان او غسلا اور یہی کہنا بہتر ہی
اسواسطے کہ جو ناقض ہی غسل کا وہ ناقض ہی وضو کا لیکن ہر ناقض وضو کا غسل کا ناقض نہین کیونکہ حدث ناقض وضو ہی پر وہ غسل کا ناقض نہین تو یہ کلیہ نہ ٹھہرا کہ ناقض
وضو کا ہی تیمم کا ناقض ہی انتہی فلو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثا لا جنبا تو اگر جنابت کے واسطے تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہوگیا نہ جنب یعنی اُسکا وضو ٹوٹا نہ غسل م
دریافت کر کہ متن مذکور تین صورت مین شامل ہی ایک یہ کہ اگر تیمم حدث اصغر سے ہی تو اُسکا ناقض وہ ہی جو اُسکی اصل یعنے وضو کا ناقض ہی دوسری صورت یہ کہ اگر تیمم جنابت سے
ہی تو اُسکا ناقض وہ ہی جو غسل کا ناقض ہی تیسری صورت یہ ہی کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنے جنابت کے واسطے ساتھ تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو یہان
تیمم ٹوٹنا ایک اصل کے اعتبار سے یعنے باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا اعتراض جو شارح پر تھا کہ اسنے سکوت عنہ
پر تفریع کی دفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی شعرف فیتوضاء وینزع خفیہ جبکہ وہ محدث ہوگیا نہ جنب تو اب وہ وضو کرے اگر پانی بقدر وضو کے پاوے اور اپنے
دونون موزے اُتار کے پأون دھووے م یعنے جو موزے کہ جنابت سے پہلے طہارت کاملہ پر پہنے تھے اُنکو اُتارے چنانچہ زیلعی مین ہی موزہ اسواسطے اُتارے
کہ موزہ جنابت کا مانع نہین چنانچہ باب المسح علی الخفین مین مذکور ہوگا کذا فی الحلبی ثم یمسح علیہ ما لم یمر بالماء پھر وضو کے بعد ہر موزے پر
مسح کرتا رہے جب تک اسقدر پانی پر نگذرے جو غسل کے واسطے کفایت کرتا ہی کیونکہ اگر اسقدر پانی پر گذر ہوگا تو جنابت کا بھی تیمم ٹوٹ جاویگا پھر
تجاوز کے بعد جنابت کے واسطے دوسرا تیمم کرے کہ پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے پھر اُسکے بعد اگر حدث اصغر واقع ہوا اور پانی بقدر وضو کے پاوے

ع
یعنے احکام
پر جیسے سکوت
کیا ہے اور عبارت
مین مذکور نہوا
۱۲

تو موزون پر مسح نکرے بلکہ اُنکو اُتارے اور پاؤن کو دھووے کیونکہ جنابت پاؤن مین سرایت کر گئی پھر موزے پہنے اور مسح کرتا رہے بعد حدث کے کذا فی
الطحطاوی فمع فے عبارۃ صدر الشریعۃ بمعنی بعد کما فی ان مع العسر یسرا فافہم تو مع کا لفظ صدر الشریعۃ کی عبارت مین بمعنی بعد کے ہی جسطرح ان
مع العسر یسرا مین مع بمعنی بعد ہی یعنے دشواری کے بعد آسانی ہی سو اُسکو سمجھ لے ای مخاطب م شرح وقایہ مین اول باب تیمم مین صدر الشریعۃ کی عبارت
اسطرح ہی (اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء) یعنے جبکہ مع الجنابۃ حدث موجب وضو ہو تو اُسپر وضو واجب ہی تو اُسکا مطلب یہ ہی
کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضو واجب ہی اسواسطے کہ جنابت کے ساتھ وضو کرنے کی حاجت نہین چنانچہ قہستانی مین یون مصرح ہی
کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اُسکے کچھ اعضا یا وضو کو کفایت کرتا ہو تو وہ تیمم کرے اور اسپر واجب نہین پانی کا صرف کرنا اعضا یا وضو کی طرف
اگر جبکہ جنابت کا تیمم کیا پھر حدث واقع ہوا وضو کا موجب تو اب اسوقت اُسپر وضو کرنا واجب ہی کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہو اکذا فی الطحطاوی
اور اسی طرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ نے عبارت مذکورہ کے وضو کو بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہی وَ قُدْرَۃٌ عَلٰی مَاءٍ وَلَوْ اِبَاحَۃً فِی الصَّلٰوۃِ اور ناقض تیمم ہی
قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطریق اباحت کے ہو نماز مین م یعنے اگر ایک شخص نے پانی کے نہونے سے تیمم کرکے نماز شروع کی اور عین نماز مین کسی شخص نے
اُسپر پانی مباح کر دیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چھوڑ کر وضو کرے اور نماز پڑھے مصنف نے شرح مین کہا کہ رویت سے قدرت کو تعبیر کرنا بہتر ہی اسواسطے کہ
مریض پانی کو دیکھتا ہی اور پھر بھی تیمم کرتا ہی اور بعد زوال مرض تیمم باطل ہوگا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے کَافٍ لِطُہْرِہٖ وَلَوْ مَرَّۃً مَرَّۃً قدرت اسقدر
پانی کی ناقض ہی جو کافی ہو اسکی طہارت کو یعنے وضو یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضا کا دھونا ممکن ہو فَضَلَ عَنْ حَاجَتِہٖ کَعَطْشٍ وَعَجْنٍ وَغَسْلِ نَجَسٍ مَانِعٍ
ولمعۃ جنابۃ لان المشغول بالحاجۃ وغیر الکافی کالمعدوم قدرت اُس پانی کی ناقض ہی جو اُسکی حاجت سے زائد ہی چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندھنے اور
نجاست سے مانع نماز کے دھونے سے اور اُس عضو کے دھونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تھا اسواسطے کہ جو پانی کہ حاجت کے ساتھ مشغول ہی
اور وضو یا غسل کو کفایت نہین کرتا ہی وہ نہونے کے برابر ہی لَا رِدَّۃٌ نہ ارتداد یعنے تیمم کا ناقض نہین مرتد ہو جانا یعنے اگر مسلمان نے تیمم کیا پھر معاذ اللہ وہ مرتد ہو گیا
پھر توبہ کی تو وہ تیمم باقی ہی نماز اُس سے جائز ہی وکذا ینقضہ کل ما منع وجودہ التیمم اذا وجد بعدہ لان ما جاز بعذر بطل بزوالہ اور اسی طرح توڑتی ہی
تیمم کو ہر ایک وہ چیز جسکا ہونا تیمم کا مانع ہی جبکہ وہ تیمم کے بعد پائی جاوے اسواسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونے سے باطل ہو جاتی ہی اُسکے زائل ہو جانے
سے فلو تیمم لمرض یبطل ببرئہ او لبرد و یبطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہو جاتا ہی بیماری کے جاتے رہنے سے یا تیمم کیا تھا سردی
کے سبب سے تو باطل ہوتا ہی سردی کے زوال سے والحاصل ان کل ما یمنع وجودہ التیمم نقض وجودہ التیمم اور خلاصہ اسکا یہ ہی کہ جس چیز کا وجود
مانع ہی تیمم کا اُسکا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہی م طحطاوی نے کہا شارح کا یہ کلام بعینہٖ متن کا کلام ہی تو اُسکا کچھ فائدہ حاصل نہوا اور توضیح اسکی یون ہی
کہ تیمم جائز نہین ابتدا مین پانی کے ہوتے اور بعد اسکے اگر پانی میل سے کم ہی سو اگر وہ متیمم تھا پھر پانی حاضر ہوا یا متیمم چلا یہانتک کہ میل سے کم ہو گیا تو تیمم ٹوٹ گیا
اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے نہوتے پھر پانی حاضر ہوا تو تیمم نہین ٹوٹتا انتہٰی وما لا یمنع وجودہ فی الابتداء فلا ینقض وجودہ بعد ذلک
التیمم اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہین ابتدا مین تو اُسکا موجود ہونا بعد اُسکے تیمم کو توڑتا ہی م چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہ امر واضح ہوتا ہی ولو
قال وکذا زوال ما اباحہ ای التیمم لکان اظہر واخصر اور اگر مصنف یون کہتا اور اسی طرح ناقض تیمم کا ہی زائل ہونا اُس چیز کا جسنے تیمم کو مباح کر دیا تو
ظاہر تر اور مختصر تر ہوتا مصنف کی عبارت سابقہ سے کما لا یخفی لظہورہ واختصارہ وعلیہ لو تیمم لبعد میل فسار فانتقص انتقض فلیحفظ اور بنا بر قاعدہ
مذکورہ کے اگر تیمم کیا ایک میل پانی سے دور ہونے سے پھر متیمم پانی کی طرف چلا سو میل سے کم ہو گیا تو وضو ٹوٹ گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے م اسواسطے ٹوٹ گیا
کہ تیمم کی اباحت ہوئی تھی بقدر میل کے دور ہونے سے پھر جب میل بھر نرہا تیمم ٹوٹ گیا اور موجب متن کے یہ وجہ ہی نقض تیمم کی اقل میل کا وجود تیمم کا مانع ہی

پھر جبکہ اٹھ میل پایا گیا اُسکے چلنے سے تو تیمم ٹوٹ گیا ویمرّ ناعس تیمم عن حدث او نائم غیر متمکن تیمم عن جنابۃ علی ما ر کاف کمستیقظ فینتقض اور گذرنا اُس
اونگھنے کا جسنے تیمم کیا حدث سے یا گذرنا نائم غیر متمکن کا جو تیمم ہی جنابت سے پانی پر کہ طہارت کو کافی ہی جاگتے شخص کے مانند ہی تو تیمم ٹوٹیگا اس گذرنے سے
وابقیا تیممہ وہو الروایۃ المصححۃ عنہ المختارۃ للفتوی اور صاحبین نے نائم اور ناعس مذکور کے تیمم کو باقی کہا ہی اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہی امام سے
پسندیدہ ہی فتوے دینے کے واسطے ہم تو اب یہ مسئلہ اختلافی نہ رہا اتفاقی ہو گیا کما لو تیمم وبقربہ ماء لا یعلم بہ کما فی البحر وغیرہ واقروا المصنف جیسے تیمم صحیح
اور قائم ہی ایک شخص نے تیمم کیا اور اُسکے نزدیک پانی ہی اور وہ اسکو نہین جانتا ہی الیسا مذکور ہی بحر الرائق وغیرہ مین اور اسکو مصنف نے اپنی شرح
مین ثابت رکھا ہی تیمم۔ لو کان اکثرہ او اکثر اعضاء الوضوء عددا وفی الغسل مساحۃ مجروحا او بہ جدری اعتبارا للاکثر تیمم کرے جو اکثر یعنے آدھے سے
زیادہ وضو کے اعضا شمار کی راہ سے اور غسل مین پیمائش کی راہ سے زخمی ہون یا بدن مین چیچک نکلی ہو تیمم کا حکم ہوا اکثر کے اعتبار کرنے سے
اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہم تو اگر سر اور چہرہ اور دونون ہاتھون مین زخم ہو اور پانؤن مین زخم نہو تو تیمم کرے خواہ اعضاء زخمی اکثر مجروح ہون
یا صحیح اد. یہی قول مختار ہی کذا فی البحر اور غسل مین پیمائش کا اعتبار کرنا یہ صاحب بحر کی تجویز ہی اور صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہی کذا فی الطحطاوی
وبعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح اور اسکے عکس مین یعنے اکثر اعضاء صحیح ہون اور اقل مجروح تو دھووے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو ہم یعنے محل جراحت
پر مسح کرے اور اگر تاب نہو تو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہی کہ کپڑا باندھنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وکذا ان استویا غسل
الصحیح من اعضاء الوضوء ولا روایۃ فی الغسل اور اسی طرح اگر اعضاء صحیح اور برابر ہون تو اعضاء صحیح وضو کو دھووے اور مجروح کو مسح کرے اور غسل
مین درصورت مساوات کوئی روایت نہین ہم اور اسمین مشایخ کا اختلاف ہی اور دھونا اور مسح کرنا احوط قول ہی چنانچہ متن مین ہی کذا فی الحلبی ویمسح
الباقی منہا وہو الاصح لانہ احوط فکان اولی درصورت مساوات صحیح کو دھووے اور باقی اعضاء مجروحہ کو مسح کرے اور یہی قول صحیح تر ہی اسواسطے
کہ اُسمین زیادہ تر احتیاط ہی تو یہی قول بہتر ٹھہرا وصحح فی الفیض وغیرہ التیمم اور فیض وغیرہ مین تیمم کرنے کو درصورت مساوات کے صحیح کہا ہی کما تیمم
لو الجرح بیدیہ وان وجد من یوضیہ خلافا لہما جیسے تیمم کرے اگر اُسکے دونون ہاتھون مین زخم ہو اگرچہ پاوے اس شخص کو جو اسکو وضو کرا دے برخلاف
صاحبین ہم امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہی اور صاحبین کے نزدیک فرض ہی منیہ کی شرح ابن امیر حاج مین مذکور ہی کہ جبکہ یہ
حال ہو کہ صحیح عضو کے دھونے سے مجروح عضو کو پانی پہونچتا ہو تو تیمم کرے کذا فی الطحطاوی ولا یجمع بینہما ای تیمم وغسل اور جمع نکیا جاوے دونون مین
یعنے تیمم اور دھونے مین ہم یہان غسل بالضم مراد نہین بلکہ بالفتح مراد ہی تا کہ غسل اور وضو دونون کو شامل ہے اور وضو مین یا تیمم اور غسل مین اسواسطے
جمع کرنا جائز نہین کہ بدل اور مبدل مین جمع کرنا شرع سے ثابت نہین کما لا یجمع بین حیض وحبل او استحاضۃ ونفاس چنانچہ اجتماع نہین درمیان حیض
اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس کے ولا بین نفاس واستحاضۃ وحبل اور نہ درمیان نفاس اور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے
ولا زکوۃ وعشر او خراج او فطرۃ اور نہ اجتماع ہی زکوۃ اور عشر مین یا زکوۃ اور خراج مین یا زکوۃ اور فطرہ مین ہم اجتماع زکوۃ اور عشر یا خراج کی صورت
یہ ہی کہ عشر خارج کا یا خراج زمین کا ادا کیا اور غلہ باقیہ مین تجارت کی نیت کی اور ایک سال اسپر گذر گیا تو اسمین زکوۃ نہین اور حلبی محشی نے اسکی یہ صورت
مذکور کی ہی کہ زمین کا خراج ادا کیا پھر اُسمین تجارت کی نیت کی اور سال اُسپر گذر گیا تو اُسمین زکوۃ نہین اور اجتماع زکوۃ اور فطرہ کی یہ صورت ہی
کہ ایک شخص کی تجارت کے غلام ہین اُنپر سال گذر گیا تو اُنمین مولی پر زکوۃ ہی اور فطرہ نہین ہی کذا فی الطحطاوی ولا عشر مع خراج اور عشر نہین
خراج کے ساتھ اسواسطے کہ زمین یا عشری ہی یا خراجی عشری پر خراج نہین اور خراجی پر عشر نہین ولا فدیۃ وصوم اور اجتماع نہین فدیہ اور
صوم مین اسواسطے کہ جسپر روزہ رکھنا لازم ہی اُسپر فدیہ دینا نہین اور جسکو فدیہ دینا چاہیے چنانچہ شیخ فانی اُسپر روزہ نہین نہ قضا ہم طحطاوی نے کہا

یہان سہو کاتب سے کفارہ ساقط ہوگیا تو بحر الرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنے اجتماع نہین درمیان قصاص اور
کفارہ کے اسواسطے کہ قصاص ہوتا ہی قتل عمد مین اور اسمین کفارہ نہین اور کفارہ ہوتا ہی شبہ عمد اور خطا اور اُسکے جاری مجرا مین اور اُسمین قصاص نہین انتہی ما فی
الطحطاوی اور بعضے نسخون مین یون عبارت ہی او قصاص او دیۃ یعنے جمع نہین درمیان قصاص اور دیت کے واللہ اعلم ولا ضمان وقطع او اجر او اجتماع نہین تاوان
اور قطع مین یا تاوان اور اجرت مین یعنے جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اُسپر مال مسروقہ کا تاوان نہین اور جس مزدور پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہی اُسکے
واسطے مزدوری نہین اور جسکی مزدوری لازم ہی اُسپر تاوان نہین ولا جلد مع رجم او نفی اور نہ درہ مارنا سنگساری اور تغریب کے ساتھ یعنے اخراج از وطن م
اسواسطے کہ کنوارے کی حد درے ہین اور بیاہے کی حد سنگساری اور درہ مارنا تغریب کے ساتھ مجتمع نہین ہوتا مگر بتجویز حاکم لیکن درہ مارنا قید کرنے کے ساتھ جمع ہو سکتا ہی
کذا فی الطحطاوی ولا مہر ومتعۃ او حد او ضمان افضا کہا او مع مہر من جانۃ اور اجتماع نہین مہر اور متعہ مین یا مہر مین اور حد مین اور عورت کی ضمان افضا
یا اسکی موت مین زوج کے جماع سے م مہر اور متعہ مین اسواسطے اجتماع نہین کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہی تو نصف مہر واجب ہی اور اگر مہر
مسمی نہین تو متعہ واجب ہی یہان متعہ سے کرتی اور اوڑھنی اور چادر مراد ہی اور مہر اور حد مین عدم اجتماع کی وجہ یہ ہی کہ اگر وطی صحیح یا شبہہ سے ہی تو مہر واجب
ہی اور حد نہین اور اگر وطی زنا کی ہی تو حد ہی اور مہر نہین اور افضا کی حقیقت یہ ہی کہ زوج کے جماع سے عورت کے بول اور براز کی دونون راہین پھٹ کر
ایک ہو گئین تو یہان زوج پر ضمان ہی نہ مہر اور اسی طرح اگر اُسکے جماع سے زوجہ مر گئی تو تاوان لازم ہی نہ مہر ولا مہر مثل وتسمیۃ اور اجتماع نہین مہر مثل اور مہر
معین مین اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہو گیا تو وہی واجب ہی اور اگر مہر کا ذکر نہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سور تو مہر مثل واجب ہوگا ولا وصیۃ
ومیراث اور اجتماع نہین وصیت اور میراث مین یعنے وارث کے واسطے وصیت کرنا صحیح نہین الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیرہا مما سیجئ
فی محلہ ان شاء اللہ تعالٰی اور ان اشیاء مذکورہ کے سوا اور چیزین عدم الاجتماع ہین جنکا ذکر آویگا اپنے موقع پر اگر حق تعالٰی نے چاہا من بہ وجع راس
لا یستطیع مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ جسکے سر مین ایسا درد ہی کہ اُسکے ساتھ مسح نہین
کر سکتا بے وضو ہونے مین اور نہ اسکو دھو سکتا ہی نہانے کی حاجت مین تو فیض مین ظاہر الروایہ کے خلاف غریب الروایہ سے مذکور ہی کہ وہ شخص تیمم کرے
یعنے وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اسکا فتوے دیا ہی کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو مین ساقط ہی ولو علیہ جبیرۃ ففی مسحہا قولان
اور اگر سر پر کھپاچون کی ٹپی ہی تو اُسکے مسح مین دو قول ہین مسح کرنا اور نکرنا اور وجوب مسح کا قول اظہر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو
علی الجبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ اور اسی طرح غسل مین دھونا سر کا ساقط ہوتا ہی تو سر کو مسح کرے
اگرچہ ٹپی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اُسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونون بالکل ساقط ہین اور یہ شخص حکم شرع مین بدون اس عضو
کے ٹھہرایا گیا گویا اُسکے سر ہی نہین جسطرح سے الحقیقۃ معدوم العضو سے دھونا اور مسح کرنا ساقط ہوتا ہی

باب المسح علی الخفین

یہ باب ہی دونون موزون پر مسح کرنے کا اخرہ لثبوتہ بالسنۃ مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم
ثابت ہی قرآن مجید سے وہو لغۃ امرار الید علی الشئ اور مسح لغت عرب مین ہاتھ کا پھیرنا ہی کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار وشرعا اصابۃ البلۃ لخف
مخصوص فی زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح مین مسح عبارت ہی تراوت کے پہونچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص مین م خاص موزہ جسمین شرط آئندہ
موجود ہون اور زمانہ خاص سے مراد ایک دن اور ایک رات ہی مقیم کے واسطے اور تین رات اور دو دن مسافر کو والخف شرعا الساتر للکعبین
فاکثر من جلد ونحوہ اور شرع مین موزہ اُسکا نام ہی جو ڈھک لے دونون ٹخنون کو پھر زیادہ تر کو بنا ہو چمڑے اور اُسکے مانند اور چیز سے شرط مسحہ

ثلثة امور الاول كونه ساتر المحل فرض الغسل القدم مع الكعب او يكون نقصانه اقل من الخرق المانع مسح موزے کی تین چیزیں مشروط ہین پہلے شرط ہونا موزے کا ڈھکنے والا اُس مقام کو جسکا دھونا وضو مین فرض ہی یا قدم کا ٹخنے کے ساتھ یا ہو کمی اُسکی کمتر اس سوراخ سے جو مانع ہی مسح کا یعنے اگر پانوں کی چھوٹی تین انگلیوں سے موزہ کمتر پھٹا ہی تو مسح جائز ہی اتنا نقصان مانع مسح کا نہین فیجوز على الزربول لو شدوا الا ان يظهر قدر ثلثة اصابع تو جائز ہی مسح زربول پر اگر وہ تاگے یا گھنڈی سے بندھا ہو مگر یہ کہ بقدر تین انگلیوں کے پانوں کھلا ہو تو اب مسح جائز نہین ہم زربول مصر کی زبان مین وہ جراب ہی چمڑے کی جو ٹخنے تک قائم ہی اور دونوں ٹخنوں کی طرف مکشوف ہی دوختہ نہین جسطرح اس ملک مین بعضے چمڑے کے موزے ٹخنوں سے نیچے دوختہ نہین ہوتے اور گھنڈیوں سے انکو کس لیتے ہین وجوز مشائخ سمرقند ستره باللفافة اور سمرقند کے عالموں نے ڈھک لینا زربول مشقوق کا کپڑے سے جائز کہا ہی یعنے اگر موزہ مشقوق کو کپڑے سے باندھ لے تو مسح کرنے کو کافی ہی ہم یہ قول ضعیف ہی اور معتمد اہل بخارا کا قول ہی کہ جائز نہین مگر جبکہ تخین یعنے گف اور سخت چیز سے ہو جسمین پانی سرایت نکرے اُسکو سی لے چنانچہ بانات وغیرہ وكذا في الطحطاوي عن الحلبي والثاني كونه مشغولا بالرجل ليمنع سراية الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پانوں کے ساتھ یعنے تمام موزے مین پانوں بھرا ہو موزہ خالی نہ رہا ہو تاکہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعا فمسح على الزائد ولم تقدم قدمه اليه لم يجز تو اگر موزہ کشادہ اور لمبا ہو پھر اُسنے مسح کیا زائد پر حالانکہ اس زائد کی طرف پانوں نہین پہونچا تو مسح جائز نہوا ہم فتاوے عالمگیری مین سراج سے منقول ہی کہ معتبر نہین مسح کرنا اُس موزہ کا جو خالی ہی قدم سے تو اگر اُسنے پانوں کو خالی مقام مین کر دیا اور مسح کیا تو جائز ہی اور اگر وہان سے پانوں ہٹا دے تو مسح کو اعادہ کرے انتهى اور حلبی نے اپنے اُستاد سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہین كذا في الطحطاوي مختصرا ولا يضر رؤية رجله من اعلاه اور مسح مین ضرر نہین کرتا نظر پڑنا اپنے پانوں کا اوپر سے یعنے اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین والثالث كونه مما يمكن متابعة المشي المعتاد فيه فرسخا فاكثر اور تیسری شرط ہونا موزے کا ہی اُس چیز سے کہ ممکن ہو پیادہ پا چلنا اُسمین عادت کے موافق تین کوس پھر زیادہ اسقدر ہم فرسخ کی قید حاشیہ ہدایہ مین ہی اور محیط مین امکان سفر مذکور ہی فلم يجز من زجاج او خشب او حديد تو جائز نہین مسح اس موزے پر جو بنا ہی کانچ یا لکڑی یا لوہے سے یعنے اسواسطے کہ اُسکو پہن کر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل نہین سکتا وهو جائز فالغسل افضل الا التهمة فهو افضل اور وہ یعنے موزے کا مسح جائز ہی نہ فرض نہ واجب تو پانوں کا دھونا افضل ہی مسح کرنے سے مگر رفض اور خروج کی تہمت کے وجہ سے تو مسح کرنا ہی افضل ہی ہم روافض اور خوارج کے نزدیک مسح موزے کا جائز نہین بل ينبغي وجوبه على من ليس معه الا ما يكفيه او خاف فوت وقت او وقوف عرفة بحر بلکہ مسح کا واجب ہونا چاہیے اس شخص پر جسکے پاس پانی نہین مگر اتنا کہ مسح کو کفایت کرتا ہی یا ڈر او وقت کے فوت ہونے سے اگر پانوں دھووے یا ڈرا وقوف عرفات کے فوت ہونے سے كذا في البحر یہ تجویز ہی صاحب بحر کی کتب شافعیہ کے موافق اسواسطے کہ قواعد حنفیہ کے مخالف نہین وفي القهستاني انه رخصة مسقطة للعزيمة ولهذا لو خاض الماء في خفيه بنية الغسل ينبغي ان يصير اثما اور قہستانی کی شرح نقایہ مین ہی کہ البتہ مسح رخصت ہی عزیمت کی ساقط کرنے والی اور اسی واسطے کہ اگر پانی ڈالے اپنے موزون مین دھونے کی نیت سے تو چاہیے کہ گنہگار ہو ہم رخصت وہ ہی جو عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہی حکم اصلی سے جسکی بنا عذرات عباد پر نہین ہوا الاصح في التعريف تو مسح ایسی رخصت ہی کہ اجازت مشروعیت عزیمت کی مسقط ہی یعنے اُسکے ساتھ عزیمت کا مشروع ہونا باقی نہ رہا بر خلاف رخصت ترفیہ کے کہ اُسکے ساتھ عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہی جیسا کہ روزہ رکھنا سفر مین كذا في البحر بسنة مشهورة آرام دنیا مسح موزے کا جائز ہی سنت مشہورہ سے یعنے احادیث مشہورہ سے ہم حدیث مشہورہ وہ ہی جسکے راوی دو سے زیادہ ہون ہر طبقہ مین طبقات رواۃ سے اور تواتر کی حد کو نہ پہونچین امام اعظم رح نے فرمایا مین مسح کا قائل نہوا یہانتک کہ مسح کا ثبوت مجھپر دن کے مانند روشن ہوگیا یعنے کثرت احادیث سے كذا في الطحطاوي فمنكره مبتدع تو منکر مسح کا بدعتی ہی ہم امام اعظم رح سے مذہب اہل سنت سے سوال ہوا فرمایا کہ تفضیل الشیخین وحب الختنین واعتقاد المسح على الخفين وعلى راي الثاني كافر اور ابو یوسف رح کے نزدیک منکر کافر ہی اسواسطے کہ اُنکے نزدیک حدیث مشہور حدیث متواتر کے

شامی نے کہا کہ زربول بفتح معجمہ و بسکون مہملہ ظاہر کے عرف مین وہ جراب ہی جسکو اہل مصر سرموزہ کہتے ہین زربول اہل مصر کی زبان مین ... نہین ... ۱۲

حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو اور محبت رکھنا حضرت عثمان غنی اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما سے اور اعتقاد کرنا موزون پر مسح کے جائز ہونے کا ۱۲

حکم مین ہی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وفی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ القہستانی اور تحفہ مین ہی کہ ثبوت مسح کا اجماع
سے بلکہ تواتر سے ہی راوی اُسکے صحابیون سے زیادہ ترہین اسّی سے ازانجملہ عشرہ مبشرہ ہین کذا فی القہستانی ہم علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین مذکور کیا کہ ہمنے
معانی الآثار کی شرح مین ۶۶ صحابیون کی روایت احادیث کی مذکور کی ہی مع المخرجین وقیل بالکتاب ورد بانہ غیر مغیا بالکعبین اجماعا فالجر للجوار اور قول ضعیف
یہ ہی کہ ثبوت مسح موزے کا قرآن مجید سے ہی اور یہ قول رد کیا گیا ہی اسطرح کہ مسح موزے کی نہایت دونون ٹخنے نہین بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کے وجہ
سے ہی ہم ارجلکم کے لام مین دو قرائتین نصب اور جر کی ہین بعضون نے کہا چونکہ دونون قرارت مین تعارض واقع ہوا تو جر کی قرارت کو موزہ پہنے پر محمول کیا
اور نصب کی قرارت کو جبکہ موزہ پانون مین نہو اس قول کا رد یون ہی کہ اگر جر کی قرارت سے مسح موزے کا مراد ہوتا تو کہین مسح کی غایت ٹھہرتی یعنے ٹخنون تک
مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطے کہ ارجلکم کے بعد الی الکعبین مذکور ہی حالانکہ بالاتفاق یہ ثابت نہین اور ارجلکم کے جر کا جواب یہ ہی کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہی
تو نصب لازم تھا چونکہ وہ مجرور کے پاس پڑا یعنے برؤسکم کے پاس تو اسکو بھی مجرور کر دیا چنانچہ عرب کا یہ قول مشہور ہی جحر ضب خرب لمحدث ظاہرہ عدم جوازہ
للمجدد الوضوء الا ان یقال لما حصل لہ القربۃ بذلک صار کانہ محدث مسح جائز ہی بے وضو شخص کو مفہوم ظاہر اس کلام کا عدم جواز مسح کا ہی تازہ وضو کرنے والے
کے حق مین مگر اسکا یون جواب دیا جاے کہ ہر گاہ تازہ وضو کرنے والے کو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بے وضو کے مانند ہو گیا لا لجنب
وحائض جائز نہین مسح کرنا موزے کا جنب اور حائض کو یعنے جسپر غسل واجب ہی جنابت یا حیض یا نفاس سے اُسکو مسح جائز نہین اسواسطے کہ اُسکو تمام بدن
کا دھونا لازم ہی اور مسح مین یہ بات حاصل نہین نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی مین صفوان ابن عسال سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو حکم
کرتے تھے جبکہ ہم سفر مین ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزے نہ اُتارین تین دن اور تین رات مگر جنابت سے ولیکن بول اور غائط اور نوم سے کذا فی ہدایۃ العینی
طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف رح کے قول پر مبنی ہی اسواسطے کہ اقل حیض اُنکے نزدیک دو دن اور اکثر ثالث کا ہی تو سفر مین اُسکی تصویر
ہو سکتی ہی برخلاف طرفین کے انتہی مختصرا والمنفی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہو گئی اُسکی تصویر لازم نہین یعنے حکم ممنوع کے وجود کی صورت بیان کرنا ضرور نہین
کیونکہ اُسکی طرف کچھ حاجت نہین اور عدم لزوم تصویر اُسکے امکان کا منافی نہین کذا فی الطحطاوی چونکہ جنابت کی حالت مین وضو کرنا ضرور نہین تا کہ مسح موزے
کا جائز ہو لہذا اُسکے فرض صورت مین تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کر دیا کہ حکم ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہین وفیہ ان النفی الشرعی یفتقر الی اثبات
عقلی اور دفع دخل مذکور مین یہ خلل ہی کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنے تصور عقلی کی محتاج ہی ہم یہ بحث ہی قہستانی کی نفی مین شرعی کی قید اسواسطے لگائی تا کہ
نفی عقلی سے احتراز ہو چنانچہ شریک باری کہ اُسکی نفی مین اثبات عقلی کی حاجت نہین اور اثبات عقلی سے تصور بوجہ مراد ہی مگر اسمین یہ خلل ہی کہ
اسمین بھی تصور ذہنی کی تصریح واقع ہی تا کہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی شی کی فرع ہی اُسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا بہتر نہین اور مسح جنب کی صورت
کفایہ مین یون مذکور ہی کہ وضو کیا اور مجلد جراب کا پہنا پھر جنب ہو گیا تو اُسکو جائز نہین کہ جرابون کو باندھ کر تمام بدن کو دھووے لیٹ کر اور جرابون پر
مسح کرے کذا فی الطحطاوی اور ہدایۃ العینی مین اسکی تصویر منتقی سے یون مذکور ہی کہ ایک مرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پھر جنب ہوا پھر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت
کرتا ہی نہ غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پانون دھووے اور مسح نکرے اور جنابت کے واسطے تیمم کرے انتہی ما فی العینی ثم ظاہرہ جواز مسح مغتسل جمعۃ ونحوہ ہم
ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہی جمعہ کے اور اسکے مانند کے نہانے والے کو ہم یعنی ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اس کلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانے
والے کو مسح کرنا جائز ہو کیونکہ یہ غسل واجب نہین ولیس کذلک علی ما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہین بنا بر اس مضمون کے جو مبسوط مین ہی ولا یبعد ان یحمل فی حکمہ اور مغتسل
جمعہ وغیرہ کو جنب کے حکم مین ٹھہرانا کچھ بعید نہین فالاحسن المتوضی لا المغتسل تو بہتر عبارت المتوضی لا المغتسل ہی یعنے بجاے المحدث لا الجنب کے المتوضی لا المغتسل کہنا
بہتر ہی یعنے مسح موزے کا وضو کرنے والے کو جائز ہی نہ نہانے والے کو ہم طحطاوی نے کہا یہ بحث اور احسنیت قہستانی کی ہی والسنۃ ان یخط خطوطا باصابع

یدہ مفرجۃ قلیلا اور سنت یہ ہی کہ مسح کرنے مین ہاتھ کی اُنگلیون سے خط بنا دے تھوڑا سا اُنگلیون کو کھولکر مبداء من قبل اصابع رجلہ متوجہا الی اصل الساق مسح شروع کرے پاؤن کی انگلیون کی طرف سے پنڈلی کی جڑ کی طرف رخ کرتا ہوا م کیفیت مسح کی قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین اسطرح ہی کہ داہنے ہاتھ کی اُنگلیان رکھے داہنے موزے کے سرے پر اور بائین ہاتھ کی اُنگلیان بائین موزے کے سرے پر اُنگلیون کی طرف سے پھر جبکہ اُنگلیان وہان ٹھہرین تو انکو کھینچے پنڈلی کی جڑ تک دونون ٹخنون کے اوپر اسواسطے کہ ٹخنون کا دھونا فرض ہی اور انکا مسح کرنا سنت ہی اور اگر اُنگلیون کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھے تو بھتر ہی اسی طرح مروی ہی محمد بن حسن رح سے اور مسح فرض ہی ہاتھ کی تین اُنگلیون کے برابر اصح قول پر اور یہ فرض علی ہی اور تین اُنگلیون کے برابر ہر قدم پر فرض ہی اور ہاتھ کے اندر سے مسح کرنا مستحب ہی اور اگر موضع مسح پر پانی لگجائے تو کافی ہی اور اسی طرح اگر گھاس پر چلے اگرچہ گھاس شبنم سے تر ہو یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی ومحلہ علی ظاہر خفیہ من رؤس اصابعہ الی معقد الشراک اور مسح کرنے کا مقام دونون موزون کا ظاہر ہی اُنگلیون کے سرون سے معقد شراک تک یعنے جہان تسمہ بند ھا رہتا ہی چلپی مین طحطاوی نے کہا معقد شراک سے وسط قدم مراد ہی اور یہ قول قاضی خان کے قول مذکور کے مخالف ہی ظاہر موزے کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر باطن یا جوانب یا ایڑی یا ٹخنے پر مسح کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ زیلعی مین ہی انتہی ما فی الطحطاوی ویستحب الجمع بین ظاہر وباطن لظاہر اور مسح مین مستحب ہی جمع کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو ظاہر ہی باطن سے موزے کا تلوہ مراد ہی نہ داخل موزے کا لہذا باطن کو موصوف بظاہر کیا م شارح اس مقام مین صاحب نہر کا تابع ہوا ہی اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی کہ مسح باطن موزے کا ظاہر کے ساتھ مسنون نہین اور محیط کے سوا اور کتابون مین استحباب کی نفی ہی اور اعلی اور اسفل موزے کے مسح کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے ضعیف کہا ہی انتہی ما فی الطحطاوی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین اس تضعیف کا جواب مشروحا ذکر کیا ہی اور صاحب بدائع سے نقل کیا ہی کہ ہمارے نزدیک جمع بین الظاہر والباطن مستحب ہی انتہی لیکن ہمارے جمہور اصحاب نے علی مرتضی رضہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہی کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو البتہ اسفل موزے کا مسح کرنے مین ظاہر سے مقدم تھا حالانکہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسح کرتے تھے موزون کے ظاہر پر اسکو ابو داؤد اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہی کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور یہ جو صاحب ہدایہ نے کہا ہی کہ باطن موزے پر مسح جائز نہین اگر یہ مراد ہی کہ باطن پر اقتصار جائز نہین تو مسلم ہی اور اگر یہ مراد ہی کہ باطن کو ظاہر کے ساتھ مسح کرنا جائز نہین تو مسلم نہین کما ذکرنا انتہی ما فی العینی مختصرا من شاء مزید التوضیح فلیرجع الیہ او جرموقیہ ولو فوق خف او لفافۃ یا جائز ہی مسح ظاہر جرموقین پر اگرچہ ہون موزہ کے اوپر یا پاؤن کے لپٹنے کپڑے پر م جُرموق بضم جیم چمڑا ہی جسکو موزے پر پہنتے ہین کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے واسطے اور نہر الفائق مین ہی کہ موق اور جرموق فارسی ہی معرب اُسکو موزے پر پہنتے ہین اُسکی ساق موزے سے کمتر ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی منح الغفار مین ہی کہ جرموق جو موزے پر پہنا جاتا ہی اُسکی حفاظت کے واسطے سوا اگر جرموق چمڑے اور اُسکے مانند کا ہی تو اُسپر مسح جائز ہی خواہ اُسکو تنہا پہنا ہو یا موزے پر اور اگر جرموق کپڑے کا ہی تو اگر تنہا اُسکو پہنا ہی تو مسح اُسپر جائز نہین اور اسی طرح اگر اُسکو موزے پر پہنا تو بھی جائز نہین ہان مگر جبکہ تراوٹ اندر کے موزے پر پہونچے تو جائز ہی انتہی مختصرا ولا اعتبار بما فی فتاوی الشاذی لانہ رجل مجہول لا یقلد فیما خالف النقول اور کچھ اعتبار نہین اس قول کا جو فتاوی شاذی مین ہی اسواسطے کہ شاذی مرد مجہول غیر مشہور ہی تو اُسکی پیروی نہ کیجائے اُس مسئلہ مین جو منقولات مذہب کے مخالف ہی م فتاوی شاذی مین ہی کہ جو کرباس مجرد تحت الخف پہنا جاتا ہی وہ موزے پر مسح کرنے کا مانع ہی کیونکہ وہ فاصل یعنے پاؤن کو اپنے موزے سے جدا کردیا ہی انتہی لیکن اسکے مخالف کافی مین یون ہی کہ اگر موزے پارہ گی کے سبب سے مسح کے لائق نہون تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہی انتہی تو جبکہ خف غیر صالح فاصل نہ ٹھہرا تو کرباس یعنے کپڑا بطریق اولے فاصل نہوگا چنانچہ شرح مجمع مین ہی اور مانند اسکے غایۃ البیان مین صاحب بحر نے کہا یہی حق ہی کذا فی المنح مختصرا او جوربیہ ولو من غزل او شعر او الثخینین بحیث یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسہ ولا یری ما تحتہ ولا یشف الماء الا ان ینفذ الی الخف قدر الغرض یا مسح کرے

جرابون پر اگرچہ وہ ہون سوت سے یا بال سے اسطرح کی گاڑھی جرابون پر مسح جائز ہی کہ اُنکو پہن کے تین کوس آدمی چلے اور وہ پنڈلی پر آپ سے ٹھہری
رہین بدون باندھنے کے اور اُسکے اندر کی چیز نظر نہ آوے اور پانی اُسمین نہ چھنے مگر اُسوقت مسح جائز ہی کہ پانی نفوذ کر کے اُسکے نیچے کے موزے تک پہنچ جاے
بقدر فرض کے م ہر چند شفوف لغت مین بمعنی رقت ثوب ہی لیکن یہان مراد پانی کا نفوذ ہی بدلیل استثنا اور تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی مختصراً
ولو نزع جرموقیہ اعاد مسح خفیہ اور اگر اُتارے دونون جرموق موزون پر سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزون پر ولو نزع احدہما مسح الخف والجرموق
الباقی اور اگر ایک جرموق اُتارے تو مسح کرے موزے کو اور باقی جرموق کو یعنے اسواسطے کہ ایک کے نکالنے سے دونون کا مسح جاتا رہا ولو ادخل یدہ
تحتہما ومسح خفیہ لم یجز اور اگر اپنا ہاتھ دونون جرموق کے اندر داخل کیا اور اندر کے موزون کو مسح کیا تو جائز نہین یعنے اسواسطے کہ حدث کا محل جرموق
خارج ہی نہ خف داخل والمنعلین بسکون نون ماجعل علے اسفلہ جلدۃ اور منعل جرابون پر مسح جائز ہی منعل بسکون نون وہ جراب ہی جسکے نیچے چمڑا لگایا گیا
یعنے اُسکے تلوے پر فقط چمڑا ہی نہ ٹخنون پر والمجلدین اور چمڑا مڈھی جرابون پر مسح جائز ہی نہر الفائق مین ہی جراب مجلد وہی جسکے اوپر اور نیچے
چمڑا مڑھا ہو مرۃ مسح کرنا ہی ایک بار یعنے دو تین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہی کذا فی النہر لو امراۃ او خنثی مسح جائز ہی اگرچہ ہو محدث عورت یا خنثے
ملبوسین علے طہر مسح جائز ہی اس حالت مین کہ موزے یا جرموق یا جرابین پہنی گئی ہین طہارت پر فلو احدث ومسح بخفیہ اولم یمسح فلبس جرموقیہ
لا یمسح علیہ تو اگر لابس خف کا وضو ٹوٹا اور اُسنے اپنے موزون پر مسح کیا یا نہ کیا پھر اُسنے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نہ کرے یعنے اسواسطے کہ جرموق
کو اُسنے طہارت پر نہین پہنا بلکہ موزون پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ اُنکو طہارت پر پہنا ہی کذا فی الطحطاوی تام خرج الناقص حقیقۃ
کلمعۃ او معنی کالمتیمم والمعذور موزے ملبوس ہون طہر تام یعنے پوری طہارت پر تام کی قید سے ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج ہوگئی ناقص
حقیقی چنانچہ اعضاء وضو مین سے قدرے خشک رہگیا اور ناقص معنوی چنانچہ تیمم کرنے والے اور معذور کی طہارت م صورت تیمم کی یہ ہی کہ پانی کے
نہونے سے تیمم کیا اور موزہ پہنا تو اُسکو اب مسح کرنا پانی ملنے کے وقت جائز نہین اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا پھر بعد
اُسکے پانی پایا تو اُسکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہی کذا فی الطحطاوی فانہ یمسح فی الوقت فقط اسواسطے کہ معذور تو فقط وقت مین مسح کرتا ہی یعنے
معذور نے عذر کے موجود ہونے سے مثلاً ظہر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جب تک ظہر کا وقت باقی ہی مسح جائز ہی بعد ظہر کے عصر کے
وقت مسح جائز نہین الا بعد تجدید وضوء کامل الا اذا توضأ ولبس علے الانقطاع فکالصحیح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزہ پہنا انقطاع عذر پر تو وہ صحیح
سالم کے مانند ہی جواز یعنے اگر وضو اور موزہ پہننے کے وقت عذر منقطع ہی تو تا بقاے مدت مسح اُسکو تندرست کے مانند جائز ہی عند الحدث طہر تام چاہیے
وضو ٹوٹنے کے وقت یعنے مسح کے واسطے موزہ پہننے کے وقت طہارت کامل ہونا ضرور نہین بلکہ حدث کے وقت ضرور ہی فلو تخفف المحدث ثم خاض الماء
فابتل قدماہ ثم تم وضوءہ ثم احدث جاز ان یمسح تو اگر بے وضو شخص نے موزہ پہنا پھر وہ پانی کے اندر گھس گیا سو دونون پانؤن اُسکے تر ہوگئے پھر اُسنے باقی
اعضاء وضو کو پورا کیا پھر اُسکا وضو ٹوٹا تو اُسکو مسح کرنا جائز ہی یعنی اسواسطے کہ حدث کے وقت طہارت شرط ہی اگرچہ موزہ پہننے کے وقت نہو م اسیطرح اگر اُسنے
دونون پانؤن کو دھویا پھر موزون کو پہنا پھر وضو کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور پانؤن نہ دھوئے پھر ایک پانؤن دھویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا پانؤن دھویا اور دوسرا
موزہ پہنا ان صورتون مین بھی مسح جائز ہی بدلیل مذکور یوما ولیلۃ للمقیم وثلثۃ ایام ولیالیہا للمسافر مسح کرنا جائز ہی مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو
تین رات دن وابتداء المدۃ من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہی یعنے ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع وضو کے
ٹوٹنے سے ہی نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فقد یمسح المقیم ستا جب یہ معلوم ہوا تو مقیم گاہے مسح کرتا ہی چھ نماز مین م صورت اُسکی یہ ہی
کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک باوضو موزہ پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کر کے آخر وقت مین نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن

پڑھی اول وقت مین کذا فی القہستانی وقد لا یتمکن الا من اربع اور کبھی آدمی قادر نہین ہوتا مگر چار نماز سے کمن توضأ وتخفف قبل الفجر فلما طلع صلے فلما تشہد احدث چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا صبح ہونے سے پہلے پھر بعد طلوع فجر کے نماز پڑھی پھر جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا ہم شخص کو اگلی فجر کی نماز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہین اسواسطے کہ حدث واقع ہوا اُسکے آخر نماز مین کذا فی القہستانی یعنے ظہر عصر مغرب عشا چار نماز کیواسطے یہ شخص مسح کریگا اور دوسرے دن کی فجر کے واسطے اگر مسح کرے تو نماز سے خارج ہوگا مدت گذرنے کے ساتھ اور یہ مفسد نماز ہی لا یجوز علی عمامۃ و قلنسوۃ وبرقع وقفازین لعدم الحرج جائز نہین مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر بسبب نہونے مشقت اور تکلیف کے ہم اور دوسری وجہ عدم جواز کی یہ ہی کہ مسح موزے کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزے پر نہین ہو سکتا وفرضہ عملا قدر ثلث اصابع الید اصغرہا طولا وعرضا من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض عملی ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیون کے برابر ہی طول اور عرض مین ہر پاؤن سے نہ ہر موزے سے ہم یعنے فرض مسح اسی قدر ہی خواہ ابتدا مسح کی پاؤن کی انگلیون سے ہی خواہ پنڈلی سے خواہ دہنے بائین سے اور مسنون مسح پہلے مذکور ہوچکا کہ انگلیون سے ہی پنڈلی تک ہر پاؤن کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک پاؤن پر بقدر چار انگلی کے مسح کیا اور دوسری پر بقدر دو انگلی کے تو فرض ادا نہوگا اور اسی طرح اگر موزہ زیادہ ہو پاؤن سے اور اُسپر وہان مسح کیا جو پاؤن کے محاذی نہین تو بھی فرض ادا نہوگا فمنع مدہ الاصبع جب فرض بقدر تین انگلی کے مسح ہوا تو فقیہون نے مسح مین ایک انگلی کا کھینچنا منع کیا ہی یعنے اگر ایک انگلی کو ایکبار تر کر کے بقدر تین انگلی کے مسح کیا تو جائز نہین اور اگر ایک انگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور جُدے جُدے مقام پر مسح کیا تو جائز ہی کذا فی البحر فلو مسح برؤس اصابعہ وجافی اصولہا لم یجز سو اگر انگلیون کے سرون پر مسح کیا اور انگلیون کی جڑون کو موزے سے جدا رکھا تو مسح جائز نہوا یعنے اسواسطے کہ مستعمل پانی سے مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قالہ المصنف مگر یہ کہ انگلیون کے رکھنے کے وقت بقدر فرض کے موزہ تر ہوگیا تو مسح اب جائز ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم اسواسطے کہ فرض حاصل ہوگیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی ثم قال وفی الذخیرۃ ان لما تقاطر اجزأ والا لا پھر مصنف نے شرح مین کہا اور ذخیرہ مین ہی کہ اگر انگلیون کے سرون سے پانی ٹپکتا ہی تو مسح جائز ہی یعنے اسواسطے کہ فرض حاصل ہوا غیر مستعمل پانی سے اور اگر ٹپکتا نہین ہی تو مسح جائز نہین ولو قطع قدمہ ان بقی من ظہرہ قدر الفرض مسح والا غسل کمن قطع من کعبہ اور اگر ایک آدمی کا پاؤن کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنے تین انگشت کے باقی ہی تو موزون پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہین تو دونون پاؤن کو دھووے مانند اُس شخص کے جسکا پاؤن ٹخنون سے کاٹا گیا یعنی ٹخنون کے نیچے سے سو اُسکو بھی مسح کرنا جائز نہین کیونکہ مسح کا محل باقی نہین رہا مگر غسل کا محل باقی ہی ولو لہ رجل واحدۃ مسحہا اور اگر ایک آدمی کے ایک ہی پاؤن ہی پیدایشی یا ایک پاؤن ٹخنے سے اوپر کاٹا گیا تو اسی ایک پاؤن کو یعنی اُسکے موزے کو مسح کرے وجاز مسح خف مغصوب خلافا للحنابلۃ اور جائز ہی مسح کرنا چھینے موزے پر برخلاف حنبلی مذہبون کے ہم ہر چند غصب کرنا گناہ کبیرہ ہی لیکن ماسح کی نماز ادا ہوگی کما جاز غسل رجل مغصوبۃ اجماعا جسطرح جائز ہی دھونا مغصوب پاؤن کا بالاتفاق ہم اطلاق غصب کا اُسپر مسامحہ ہی اور اُسکی صورت یہ ہی کہ کسی شخص کا پاؤن بسبب سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پھر وہ بھاگ گیا اور وضو کرکے اُسنے پاؤن دھویا کذا فی الطحطاوی والخرق الکبیر بموحدۃ او مثلثۃ وہو قدر ثلث اصابع القدم الاصاغر بکمالہا ومقطوعہا یعتبر باصابع مماثلہ لمنعہ اور موزے کا بڑا پھٹا سوراخ یعنی قدم کی چھوٹی پوری تین انگلیون کی برابر مانع ہی مسح کرنے کا اور جس شخص کی سب انگلیان کٹی ہین تو اُسکے مماثل دوسرے شخص کی انگلیون کا اعتبار کیا جاویگا شارح نے کہا لفظ کبیر کا بار موحدہ یا ثا مثلثہ دونون سے ہو سکتا ہی طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ با موحدہ کی روایت صحیح ہی اگرچہ ثا مثلثہ بھی متبادل متصور ہی الا ان یکون فوقہ خف آخر او جرموق فیمسح علیہ مگر یہ کہ پھٹے موزے پر دوسرا درست موزہ یا جرموق تو اُسپر مسح کرلے

اسواسطے کہ اعلی کا اعتبار ہو نہ اسفل کا وہذا لو الخرق علے غیر اصابعہ وعقبہ ویری ماتحتہ اور یہ یعنے اصابع مین صغیر کا اعتبار کرنا اسوقت ہو کہ سوراخ اور دریدگی اُسکی انگلیون اور ایڑی پر نہو اور سوراخ کے نیچے پاٹون نظر آتا ہو فلو علیہا اعتبر الثلث ولو کبارا اور اگر دریدگی انگلیون پر ہو تو عدم جواز مسح مین تین انگلیون کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی انگلیان ہون یعنے تو اُس صورت مین صغیر کا اعتبار نہین تو اگر ابہام اور کلمہ شہادت کی انگلی منکشف ہوجاے اور وہ بقدر تین چھوٹی انگلیون کے ہو تو مسح اُسپر جائز ہو اور اگر اُن دونون کے بیچ کی انگلی بھی کھلجاے تو مسح جائز نہوگا علی الاصح کذا فی الطحطاوی عن تتمۃ الفتاوی ولو علیہ اعتبر بدو اکثرہ اور اگر دریدگی ایڑی پر ہو تو اکثر ایڑی کا کھل جانا معتبر ہو یعنے آدھی ایڑی سے اگر زیادہ کمشوف ہو تو مسح جائز نہین م قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اسی قول پر اقتصار کیا ہو اور ظاہر متنون مین ہر مقام مین تین اُنگلیون کا اعتبار ہو اور اسی قول کو کمال الدین صاحب فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہو کذا فی الطحطاوی ولو لم یر القدر المانع عند المشی لصلابتہ لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے قدم اسقدر جو مسح کا مانع ہو پیادہ پا چلنے کے وقت موزے کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہین اگرچہ بہت پھٹا ہو م حلبی نے کہا کہ زمین سے پاٹون اُٹھانے کے وقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہین کما لو انشقت الظہارۃ دون البطانۃ چنانچہ اگر موزے کا ابرہ پھٹ گیا نہ اُسکا استر تو مسح کا مانع نہین خواہ استر چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزے مین کذا فی الطحطاوی ویجمع الخروق فی خف واحد لا فیہما اور متفرق سوراخ جمع کیے جاتے ہین ایک موزے مین نہ دونون موزون مین یعنے اگر ایک موزے مین کئی جگہ تھوڑا تھوڑا پھٹا ہو تو اُسکو جمع کرکے دیکھینگے اگر بقدر تین انگشت کے ہو تو مسح جائز نہین ورنہ جائز ہو اور اگر ایک موزے مین بقدر دو انگشت کے پھٹا ہو اور دوسرے موزے مین بقدر ایک انگشت کے تو دونون پر مسح جائز ہو بشرط ان یقع فرضہ علے الخف نفسہ لا علی ما ظہر من خرق یعنیر مسح جائز ہو دونون موزون پر اس شرط سے کہ فرض مسح کا واقع ہو نفس موزے پر نہ اس مقام پر جو تھوڑا پھٹا ہو واقل خرق یجمع لیمنع المسح الحالی والاستقبالی کما ینقض الماضوی قہستانی اور کمتر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہو واسطے منع کرنے مسح حالی اور استقبالی کے جسطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہو کذا فی القہستانی م مسح حالی وہ جسکے فی الحال کرنے کا ارادہ ہو اور استقبالی مسح وہ ہو جو آگے ہوگا اور مسح ماضی کی یہ صورت ہو کہ درست موزے پر مسح کیا پھر وہ اسقدر پھٹ گیا کہ مانع ہوا مسح کا تو مسح سابق ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت ومراد ما ینقض التیمم یمنع وترفع کنجاستہ وانکشاف حتے انعقادہ کما سیجی فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ مذکور ہوچکا باب تیمم مین کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہو جیسا چنانچہ پانی کا موجود ہونا اور اُسکے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتدا تیمم کا مانع ہو اور دور کرنے والا ہو تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ ابتداء صلوٰۃ کی مانع ہو اور صلوٰۃ موجودہ کی رافع ہو یہان تک کہ انعقاد صلوٰۃ یعنے تحرمیہ کا مانع ہو چنانچہ آگے آویگا تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ یہ ہو کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہو اسی طرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہو ماتدخل فیہ المسلۃ لا مادونہ الحاقا لہ بمواضع الخرز کمتر سوراخ جو منع مسح کے واسطے جمع کیا جاتا ہو وہ ہو جسمین ٹاٹ وغیرہ کے سینے کا سُوا داخل ہوا نہ وہ سوراخ جو اس سے کمتر ہو بوجہ الحاق بمواضع ودخت یعنے جیسے دوخت موزے کے سوراخ بالاتفاق عفو ہین لائق شمار کے نہین اسی طرح یہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہین بخلاف نجاسۃ متفرقۃ وانکشاف عورۃ وطیب محرم واعلام ثوب من حریر فانہا تجمع مطلقاً بخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور خوشبوے محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیان اسواسطے کہ یہ سب جمع کیے جاتے ہین مطلقاً یعنے ایک مقام مین ہون یا چند مقامات مین م نجاست متفرق موزون مین ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان مین یا مجموع مین اور انکشاف متفرق چنانچہ عورت کی کچھ شرمگاہ اور اسکی پیٹھ اور کچھ ران مین تو یہ جمع کیا جاویگا نجاست کے مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبو بھی متفرق اکثر اعضا مین جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے پہونچیگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشمی بوٹیان بھی جمع کیجاوینگی اگر چار انگشت سے زیادہ ہونگی تو مرد کو اُسکا پہننا جائز نہوگا یہی قول معتمد ہو کذا فی الطحطاوی واختلف فی جمع خرق اذنی الضحیۃ

وفیہ ترجیح الجمع احتیاطا اور قربانی کے دونون کانون کے سوراخون کے جمع کرنے مین اختلاف واقع ہی یعنے ایک قول یہ ہی کہ جمع کرینگے سو اگر ایک کان کی تہائی سے زیادہ ہونگے تو قربانی جائز نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ جمع نہ کرینگے مگر ایک کان کے سوراخون مین موزے کے مانند اور جمع کرنے کو ترجیح دینا لائق ہی احتیاط کی راہ سے باب عبادت مین کذا فی المنح وناقضہ ناقض وضوء لانہ بعضہ اور مسح کا توڑنیوالا وہ ہی جو وضو کا توڑنیوالا ہی اسواسطے کہ مسح بعض ہی وضو کا یعنے جو کل کا ناقض ہی وہ بعض کا بھی ناقض ہوگا ونزع خف ولو واحدا اور مسح کا ناقض ہی موزہ اُتارنا اگرچہ ایک ہی موزہ اُتارا ہو ومضی المدۃ وان لم یمسح اور مدت کا گذرجانا مسح کا ناقض ہی اگرچہ اُسنے مدت مین مسح نکیا ہو ان لم یخش فعلبۃ الظن ذہاب رجلہ من برد فللضرورۃ گذرنا مدت کا ناقض ہی بشرطیکہ اُسکو بظن غالب خوف نہو اپنے پانون کے جاتے رہنے کا سردی سے یہ شرط ہوئی ضرورت کے سبب سے م ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ مسح نہین ٹوٹتا ہی مدت کے گذرنے سے خوف مذکور کے وقت پر اسمین خلل یہ ہی کہ سردی کے خوف کو سرایت حدث کے منع مین کچھ اثر نہین غایۃ الامر یہ ہی کہ موزہ نہ اُتارے لیکن مسح نکرے بلکہ تیمم کرے کذا فی ابی السعود مگر اسمین یہ خلل ہی کہ فقہانے وضو کا تیمم منع کیا ہی سردی کے خوف مین لہذا فتح القدیر مین ہی کہ لائق یہ ہی کہ فتوی دیا جاے مسح کے ٹوٹنے کا مدت گذرنے سے اور دوسرے مسح کے استیناف کا پٹی کے مانند شارح نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہی اور یہی قول اعتماد کے لائق ہی کذا فی الطحطاوی فیصیر کالجبیرۃ فیستوعبہ بالمسح ولا یتوقف تو خوف مذکور مین موزہ ہو جائیگا پٹی کے مانند تو سارے موزے کو پورا مسح کرے اور اس مسح کی مدت نہین جیسے پٹی کے مسح کی مدت نہین یعنی جبتک خوف باقی ہی مسح کرتا رہے م پورا مسح کرنا افضل ہی اور اگر اکثر موزے کا مسح کریگا تو صحیح ہی اور یہ جو صاحب نہر نے معراج سے وجوب استیعاب کا بیان کیا ہی ابو سعود نے اُسکو رد کیا ہی اسطرح کہ عبارت معراج کی افضلیت کا احتمال رکھتی ہی کذا فی الطحطاوی ولذا قالوا لو تمت المدۃ وہو فی صلوتہ ولا ماء مضی فی الاصح اور اسی واسطے یعنی ضرورت مین مدت کے گذرجانے سے مسح نہین ٹوٹتا فقہانے کہا ہی کہ اگر مسح کی مدت تمام ہوگئی اور مسح کرنے والا نماز مین ہی اور پانی موجود نہین تو نماز پڑھتا رہے صحیح تر قول مین اسواسطے کہ موزہ اُتارنے مین کچھ فائدہ نہین کیونکہ پانی نہین جو پانون کو دھووے وقیل تفسد دیتمم وہو الاشبہ اور بعضون نے کہا کہ شخص مذکور کی نماز فاسد ہو جاتی ہی اور وہ تیمم کرے اور یہی قول مناسب تر ہی روایت کی راہ سے اور راجح تر ہی فہم کی راہ سے م وجہ اُسکی یہ ہی کہ مدت کے گذرجانے سے حدث نے پانون مین سرایت کی اسواسطے کہ پانی کا نہونا مانع سرایت کا نہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے جسطرح وہ شخص کہ اُسکے اعضا وضو مین کچھ ننگ باقی رہا اور پانی نہین ہی جو اُسکو دھووے تو اُسکا تیمم کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وبعدہما ای النزع والمضی غسل المتوضی رجلیہ لا غیر لحلول الحدث السابق قدمیہ اور موزہ اُتارنے اور مدت کے گذرجانے کے بعد باوضو شخص دھووے اپنے دونون پانون کو اور اعضا وضو کو بسبب سرایت کرنے اگلے حدث کے اُسکے دونون پانون کو یعنی حدث سابق کے بعد باقی اعضا دھوئے گئے فقط قدم باقی رہے تو اُسپر کچھ واجب نہین قدم دھونے کے سوا کذا فی البحر الا المانع کبرد فیتیمم حینئذ مگر کسی مانع کے ہونے سے قدمون کو نہ دھووے چنانچہ نہایت سردی سے تو اب تیمم کرلے م حلبی محشی نے کہا کہ اسوقت مین تیمم صحیح نہین اسواسطے کہ ضرر کے خوف سے مسح کرنا چاہیے موزے پر پٹی کے مانند اور تیمم تو اُسوقت ہی جبکہ ضرر کا خوف ہو اور پانی نہو کذا فی الطحطاوی وخروج اکثر قدمہ من الخف الشرعی دکذا اخراجہ نزع فی الاصح اعتبارا للاکثر اور نکلنا اور نکالنا آدھے قدم سے زیادہ شرعی موزے سے نکال ڈالنا ہی موزے کا صحیح تر قول مین اکثر کے اعتبار کرنے سے یعنے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل م قدم عبارت ہی ٹخنین سے تا سر اصابع اور شرعی موزہ ہوتا ہی ٹخنے سے سر اصابع تک ولا عبرۃ بخروج عقبہ ودخولہ اور کچھ اعتبار نہین ایڑی کے خروج اور دخول کا یعنے اگر بلا قصد موزے کی کشادگی سے خروج اور دخول عقب کا ہو تو معتبر نہین وما روی من النقض لزوال عقبہ فمقید بما اذا کان بنیۃ نزع الخف اور یہ جو فقہ مین ایڑی کے ٹل جانے سے مسح کا ٹوٹ جانا

مروی ہی سو مقید ہی اُس صورت کے ساتھ جبکہ اُسکا اٹھنا ہو موزہ اُتارنے کی نیت سے اما اذا لم یکن ای زوال عقبہ بنیۃ بل لسعۃ او نحیرہا فلا ینقض

بالاجماع کما یعلم من البرجندی معزیا للنہایۃ وکذا القہستانی لکن باختصار حتی زعم بعضہم انہ خرق الاجماع فتنبہ لیکن جبکہ ایڑی کا ٹلجانا اپنے محل سے
قصد سے نہو بلکہ موزے کی کشادگی یا اُسکے سوا اور وجہ سے ہو تو مسح نہین ٹوٹتا ہی بالاتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہی یہ قول نہایہ کی
طرف منسوب ہوتا ہی اور اسی طرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا مگر اختصار عبارت کے ساتھ یہان تک کہ بعضے لوگون نے گمان کیا ہی کہ قہستانی نے
اجماع کو پھاڑا یعنے مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اسکا قول اجماع کے مخالف نہین ہی وینتقض ایضا بغسل اکثر الرجل فیہ لو ادخل الماء
خفیہ صححہ غیر واحد اور موزے مین اکثر پاؤن کے دھو جانے سے بھی مسح ٹوٹتا ہی اگر اُسنے اپنے موزون مین پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہون
نے صحیح کیا ہی ح حلبی نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہی اگر پانی خود موزے مین داخل ہو گیا وقیل لا ینتقض وان بلغ الماء الرکبۃ وہو الاظہر کما فی البحر
عن السراج لان استتار القدم بالخف یمنع سرایۃ الحدث الی الرجل فلا یقع ہذا غسلا معتبرا فلا یوجب بطلان المسح نہر فیغسلہما ثانیا بعد المدۃ او النزع کما
اور بعضون نے کہا کہ موزے مین پانی کے داخل ہونے سے مسح نہین ٹوٹتا ہی اگرچہ پانی زانو تک پہونچا ہو اور یہی قول ظاہر تر ہی چنانچہ بحر الرائق مین
سراج سے منقول ہی اسواسطے کہ چھپنا قدم کا موزے سے منع کرتا ہی حدث کے پہونچنے کو پاؤن تک تو اسطرح کا دھو جانا معتبر دھونا نہ ٹھہریگا تو بطلان
مسح کا موجب نہوگا چنانچہ نہر الفائق مین ہی تو دونون قدمون کو مدت اور اُتارنے کے بعد دوسری بار دھو ویگا چنانچہ مذکور ہو چکا وبقی من نواقضہ
الخرق وخروج الوقت للمعذور اور مسح کے نواقض مین سے باقی رہا موزے کا پھٹنا اور معذور کے حق مین نماز کے وقت کا نکلجانا مسح مقیم بعد حدثہ
فسافر قبل تمام یوم ولیلۃ فلو بعدہ نزع مسح لما مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پھر اُسنے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہو جانے سے پہلے تو وہ
تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہو جانے کے بعد سفر کرے تو موزہ اُتارے م تین دن مسح کرے یعنے مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرح پر
کہ مجموع تین دن ہو جاوین اور یہ مراد نہین کہ سر نو سے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحطاوی ولو اقام مسافر بعد مضے مدۃ مقیم نزع والا اتمہا
لانہ صار مقیما اور اگر مسافر مقیم ہو گیا مدت مقیم یعنے ایک رات دن کے بعد تو موزہ اُتارے اور پاؤن دھوے اور اگر ایک رات دن نہین گذرا تو مقیم کی
مدت کو پورا کرلے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہو گیا وحکم مسح جبیرۃ ہی عیدان یجبر بہا الکسر وخرقۃ قرحۃ وموضع فصد وکی ونحو ذلک کعصابۃ جراحۃ
ولو براسہ کغسل لما تحتہا اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے چھپانے کا حکم فصد اور داغ کے مکان کا اور مانند اُسکے چنانچہ زخم کی پٹی اگرچہ زخم سر مین ہو اُسکے
ماتحت کے دھونے کے مانند ہی یعنے بدل نہین ہی شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیان ہین جسے ٹوٹی ہڈی باندھی جاتی ہی فیکون فرضا یعنے عملیا لثبوتہ بظنی
وہذا قولہما والیہ رجع الامام خلاصۃ وعلیہ الفتوی شرح مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دھونے کے مانند ہوا تو مسح کرنا فرض ہوگا یعنی فرض
عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح کے دلیل ظنی سے اور حکم یہ یعنے مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہی اور اسی کی طرف امام نے آخر
کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ مین ہی اور اسی فرض پر فتوی ہی چنانچہ مجمع کی شرح مین ہی م جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہ ہی کہ علی مرتضی کے ہاتھ کی ہڈی جنگ احد
یا خیبر مین ٹوٹ گئی تھی سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مسح علی الجبائر کا امر فرمایا اگرچہ حدیث ضعیف ہی لیکن تعدد طرق سے قوی ہو گئی
ہی امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تھے پھر فرض ہونے کے قائل ہوے قدمنا ان لفظ الفتوی آکد فی التصحیح من المختار والاصح والصحیح اور ہمنے دیباچہ
کتاب مین پہلے ذکر کر دیا ہی کہ فتوے کا لفظ تصحیح مین موکدتر ہی مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے م یعنے ہرچند بعضون نے وجوب مسح کی تصحیح کی ہی
لیکن فرضیت مین فتوے کا لفظ واقع ہوا ہی تو فرضیت موکدہ تر ٹھہری ثم انہ یخالف مسح الخف من وجوہ ذکر منہا ثلثۃ عشر پھر معلوم کرنا چاہیے
کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہی مسح موزے کی کئی وجہون سے اُنہین سے مصنف نے تیرہ وجہون کو یہان ذکر کیا ہی فقال فلا یتوقت لانہ کالغسل حتی
یبرء الاصحاء سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنے مدت معین نہین اسواسطے کہ وہ دھونے کے مانند ہی تا اینکہ مسح کرنے والا تندرستون کی

امامت کرتا ہی یعنے اسواسطے کہ وہ صاحب عذر نہیں کذا فی الطحطاوی ولو بدلہا باخری او سقطت العلیا لم یجب اعادۃ المسح بل یندب اور اگر ایک
جبیرہ کو بدل کر دوسرے جبیرہ کو باندھا یا اوپر کی جبیرہ ساقط ہو گئی تو دوسری بار مسح کرنا واجب نہیں ہی بلکہ مستحب ہی ویجمع مسح جبیرۃ رجل معہ
ای مع غسل اخری اور جمع کیا جاتا ہی ایک پانوں کی پٹی کا مسح دوسرے پانوں کے دہونے کے ساتھ یعنے اگر مسح جبیرہ کا مسح ہوتا حکماً تو غسل
کے ساتھ جمع نہوتا جیسے ایک قدم کا دھونا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں کذا فی الدرر لا مسح خفہا جمع نہیں کیا جاتا جبیرہ کے
موزے کا مسح دوسرے قدم کی جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنے اگر دونوں قدم پر جبیرہ ہی سوا اُسنے ایک قدم کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزے
پر مسح کیا تو جائز نہیں طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل میں جمع کرنا لازم آیا بل خفیہ بلکہ دونوں موزون کا مسح جمع کیا جاتا ہی م صورت
اسکی یہ ہی کہ اگر ایک پانوں پر جبیرہ ہی سوا اُسکا مسح کیا اور دوسرے پانوں کو دھویا پھر دونوں قدم پر موزے پہنے پھر وضو ٹوٹا تو دونوں پر مسح کرنا جائز
ہی اسواسطے کہ جمع متقدم یہاں نہیں ہی یعنے اصل اور بدل میں یہاں اجتماع نہیں کذا فی الطحطاوی ویجوز ای یصح مسحہا ولو شدت بلا وضوء
وغسل دفعاً للحرج اور جائز ہی یعنے مسح جبیرہ کا صحیح ہی اگرچہ جبیرہ بدون وضو اور دھونے کے باندھی گئی ہو دفع مشقت کے واسطے ویترک المسح
کالغسل ان ضر والا لا یترک اور ترک کیا جاتا ہی جبیرہ کا مسح جیسے دھونا وہان کا متروک ہی اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہو تو ترک نکیا جاے م
ضرر سے مراد وہ ضرر ہی جو اعتبار کے لائق ہی نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ عمل ادنے ضرر سے خالی نہیں اور یہ ترک کو مباح نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی
وہو ای مسحہا مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہی ساتھ عاجز ہونے کے مسح کرنے نفس موضع سے
یعنے عضو کو جب مسح نکر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہی م عاجزی کی صورت یہ ہی کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی بندھی ہو جسکو کھولنا ضرر کرتا ہو کذا
فی الدرر فان قدر علیہ فلا مسح علیہا سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہیں م محیط میں ہی کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس شرط
سے غافل ہیں کذا فی الدرر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحہ فلو ضر مسحہا فان ضر سقط اصلا حاصل کلام یہ ہی کہ دھونا محل مکسورہ کا لازم
ہی اگرچہ گرم پانی سے ہو یعنے اگر سرد پانی سے دھونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا چاہیے اور گرم پانی سے دھونا وہان کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح
کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اسکی پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر کرتا ہو تو بالکل ساقط ہو گیا یعنے دھونا لازم رہا نہ مسح کرنا و یمسح
نحو مفتصد و جریح علی کل عصابتہ مع فرجتہا فی الاصح ان ضرہ الماء او حلہا اور مسح کرے فصد لینے والا اور زخمی اور جو کہ انکی مانند ہی ساری پٹی پر اُس
مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کے دونوں طرف کشادہ ہی صحیح تر قول میں اگر اُسکو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کھولنا مضر ہو م مصنف استیعاب مسح میں صاحب کنز کا
تابع ہوا اور قول اصح جسپر فتوی ہی یہ ہی کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہی اور گرہ کے پاس کشادگی کا مسح کرنا کافی ہی ذخیرہ میں کہا کہ یہی قول اصح ہی یعنے خلاصہ میں جو وہاں
کے دھونے کو فرض کہا ہی سو اصح نہیں کذا فی الطحطاوی ومنہ ان لا یمکنہ ربطہا بنفسہ ولا یجد من یربطہا اور منجملہ ضرر کے یہ ہی کہ اس شخص کو خود پٹی کا باندھنا
ممکن نہیں اور نہ اُس شخص کو پاتا ہی جو پٹی کو باندھ دے انکسر ظفرہ فجعل علیہ دواء او وضعہ علی شقوق رجلہ اجری الماء علیہ ان قدر والا مسحہ
والا ترک ایک شخص کا ناخن ٹوٹا سو اُسنے اُسپر دوا رکھی یا پانوں کی بوائی پر دوا لگائی تو وضو میں اُسپر پانی کو بہادے اگر ہو سکے اور اگر قادر نہو تو اسکو
مسح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو چھوڑ دے یعنے تو دھونا اور مسح کرنا دونوں ساقط ہو گیا عذر سے والمسح یبطلہ سقوطہا عن برء والا لا اور مسح کو باطل
کرتا ہی گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہو جانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہو گئی تو مسح باطل نہیں ہوتا برخلاف مسح موزہ کے فان سقطت فی الصلوۃ
استانفہا پھر اگر پٹی صحت کے بعد نماز میں ساقط ہو گئی تو نماز کو پھر شروع کرے وکذا الحکم لو سقط الدواء او برء موضعہا ولم یسقط مجتبی اور اسی طرح حکم تفصیل
ہی اگر دوا ساقط ہو گئی یا پٹی کا مکان اچھا ہو گیا اور ہنوز پٹی نہیں گری کذا فی المجتبی م یعنی اگر دوا صحت کے بعد نماز میں ساقط ہوئی یا پٹی کا محل اچھا ہو گیا تو نماز کو پھر

شروع کرے وینبغی تقییدہ بما اذا لم یضر ازالتہا فان ضرہ فلا بحر اور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیے اس صورت کے ساتھ جبکہ پٹی کا اُتارنا ضرر نکرے تو اگر مضر ہو تو
باطل نہین کذا فی البحر م یعنے پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اُسوقت مسح باطل ہوتا ہی جبکہ پٹی کا کھول ڈالنا ضرر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی
نہایت چپکی ہی گوشت سے اور اسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہی تو اس صورت مین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأۃ والمحدث والجنب فی المسح
علیہا وعلے توابعہا سواء اتفاقا اور مرد اور عورت اور محدث اور جنب جبیرہ کے مسح مین اور اسکے توابع مین برابر ہین بالاتفاق م توابع جبیرہ بھیایا
اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہی ولا یشترط فی مسحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح
اکثرہا مرۃ بہ یفتی اور پٹی کے مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح تر قول مین تو پٹی کا ایکبار آدھے سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہی
اسی قول پر فتوی ہی م یہ قول مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہی اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا اسواسطے کہ فتوی
اسی قول پر ہی کذا فی الطحاوی وکذا لا یشترط فیہا نیۃ اتفاقا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین برخلاف مسح موزہ
کے کہ اُسمین ایک قول مین نیت شرط ہی اور اصح قول یہ ہی کہ موزے کے مسح مین نیت شرط نہین وما فی نسخ المتن رجع عنہ المصنف فی شرحہ اور جو عبارت
کہ متن کے نسخون مین ہی مصنف نے اسکو ترک کیا ہی اپنی شرح مین م یعنے شرح منح الغفار مین ویمسح نحو مفتصد وجریح سے آخر تک ساقط ہی طحطاوی نے کہا
تو اُسکا ذکر کرنا بہتر تھا تاکہ تناقض کا مصنف پر اعتراض لگتا

باب الحیض

یہ باب ہی حیض کے احکام اور مسائل مین عنون بہ لکثرتہ واصالتہ والا فہی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار دیا اس باب کا حیض
کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم کے ہین حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہرچند اس باب مین حیض اور نفاس اور استحاضہ
تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اس باب کو فقط باب الحیض کر کے آغاز کیا تو اُسکی وجہ یہی ہی کہ حیض کثیر الوقوع اور اصل ہی برخلاف نفاس کے
کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہی اور استحاضہ بھی بیمار عورت کو ہوتا ہی نہ ہر عورت کو ہو لغۃ السیلان وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ
بسبب الدم المذکور وہ یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے اور اصطلاح شرع مین بنا بر اس قول کے کہ حیض حدث ہی منجملہ حدث اور احداث کے
شرعی روکنا ہی خون مذکور کے سبب سے یعنے جن عبادات مین طہارت شرط ہی چنانچہ نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد انہین شارع نے حیض کو مانع طہارت اعتبار
کیا ہی اگرچہ مانعیت حسیہ نہو وعلی القول بانہ من الانجاس دم من رحم اور بنا بر اس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہی منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہی کہ عورت کے
رحم یعنے بچہ دان سے جاری ہوتا ہی خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکلگیا اسواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پھٹ
جانے سے نکلتا ہی اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور جو کہ مقعد سے خارج ہو وہ رحم کی قید سے خارج ہوگیا ومنہ ما تراہ صغیرۃ وآئسۃ ومشکل اور منجملہ
استحاضہ وہ خون ہی جسکو نو برس سے کم عمر کی چھوٹی لڑکی دیکھتی ہی اور وہ بڈھی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثی مشکل دیکھے قول مختار یہ ہی کہ
۵۵ برس کی عورت آئسہ ہی کذا فی الاکثر المعتبرات لا لولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اس قید سے نفاس خارج ہوگیا حیض کی تعریف سے اسواسطے
کہ نفاس خارج ہوتا ہی رحم سے ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتداء ابتلاء اللہ لحواء لاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونے کا پہلا سبب خدا کا ابتلا کرنا تھا
حوا علیہا السلام کو درخت منہی عنہ کے کھالینے سے وہ درخت گیہون تھا یا انجیر یا انگور ورکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہی رحم سے
یعنی فرج داخل کے کنارے کے برابر ہوجانے یہی قول معتمد ہی اور محمد کے نزدیک احساس رکن ہی حیض کا اور ثمرہ اختلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عورت نے جس سے منع کیا گیا
وضو کیا پھر گدی رکھی پھر نزول خون کا احساس ہوا قبل غروب کے پھر گدی جدا کی اُسکے بعد تو محمد کے نزدیک روزہ ٹوٹا برخلاف شیخین کے یعنے جبکہ خون کنارہ فرج کے معلوم کرتا ۱۲ معلوم کرے ۱۲

محاذی نہوا اور اگر محاذی ہوگا تو بالاتفاق حیض یا نفاس ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن النہر وشرطہ تقدم نصاب الطہر ولو حکما اور حیض کی شرط مقدم ہونا ہے
نصاب طہر یعنے اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہین اگرچہ طہر حکمی ہو اور طہر حکمی کی دو صورتین ہین ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طاہر ہی حکما
مدت پائی ۱۲
اگر خون بہا کرے دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض نمود ہوا تو یہان بھی نصاب طہر کا مقدم ہونا حکما ہے وعدم نقصہ عن اقلہ اور شرط حیض کی کم نہونا ہے کمتر مدت
مدت حیض سے یعنی تین دن سے واوانہ بعد التسع اور حیض کا زمانہ نوبرس کے بعد ہے و وقت ثبوتہ بالبروز فیہ تترک الصلوۃ ولو مبتداۃ فی الاصح لان الاصل الصحۃ والحیض
دم صحۃ یعنی اور حیض کے ثابت ہونے کا وقت اسکے خارج ہونے سے ہے اسوقت مین عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اسکو پہلے پہل حیض آیا ہو صحیح تر قول مین
اسواسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہے اور حیض صحت کا خون ہے کذا فی الشمنی مگر غیر اصح یہ قول ہے کہ جسنے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے بعد نماز چھوڑ دے
کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور اصح قول اکثر مشائخ بخارا کا ہے کہ جب اُسنے حالت بلوغ مین خون دیکھا تو بمجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے
کہ صحت اجسام اصلی ہے اور مرض مقتضی استحاضہ عارض ہے تو بمقتضا اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ واقلہ ثلثۃ ایام بلیالیہا الثلث
اور کمتر مدت حیض کی تین دن ہین تین راتون کے ساتھ خواہ اُنھین دنون کی راتین ہون یا نہون فالاضافۃ لبیان العدد والمقدر بالساعات الفلکیۃ
لا للاختصاص تو اضافت اور نسبت لیالی کی ایام ضمیر کی طرف اس زمانہ کے شمار کے واسطے ہے جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنے نجومی گھڑیون سے کیا گیا ہے
نہ خصوصیت کے بیان کے واسطے یعنے یہ مراد نہین کہ اُنھین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون ہم ساعت دو قسم ہے ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت
فلکی پندرہ درجہ کی ہوتی ہے اسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایک رات اور دن کی ۲۴ گھڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گھڑیان ہوئین اور ساعت
زمانی رات یا دن کے بارھوین حصے کا نام ہے اسکو ساعت معوجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسیطرح ساعت
لغوی اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہے زمانہ کے ہر ایک جز سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور چوتھے
دن منقطع ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تھا تو وہ استحاضہ ہے حیض نہین کیونکہ اقل مدت اُسکی پائی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونے کے بعد خون منقطع ہوا
تو البتہ حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی بتصرف فلا یلزم کونہا لیالی تلک الایام جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کے واسطے ٹھہری نہ اختصاص کے واسطے
تو راتون کو اُنھین دنون کی راتین ہونا لازم نہین ہم رات مقدم ہوتی ہے دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہ لازم نہین کہ جمعہ کی رات مین بھی ہو بلکہ
مطلقًا تین راتین لازم ہین جسطرح یہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کے زمانہ گذرنا چاہیے وکذا قولہ واکثرہ
عشرۃ بعشر لیالی کذا رواہ الدارقطنی وغیرہ اور اسی طرح مصنف کا یہ قول ہے کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہین دس راتون کے ساتھ مطلقًا خواہ اُنھین
دنون کی راتین ہون یا نہون ایسا روایت کیا ہے اقل اور اکثر مدت کو دارقطنی وغیرہ نے ہم یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے تو مرتبہ حسن کو پہونچکر لائق احتجاج
کے ہوگئی کذا فی النہر والناقص عن اقلہ والزائد علے اکثرہ او اکثر النفاس او علی العادۃ وجاوز اکثرہا وما تراہ صغیرۃ دون تسع علی المعتمد وآئسۃ علے
ظاہر المذہب وحامل ولو قبل خروج اکثر الولد استحاضۃ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین دن سے کم ہے اور جو اکثر مدت حیض سے
یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہے یا زاید ہے حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نوبرس سے کم عمر کی
لڑکی دیکھے بنابر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڈھی عورت دیکھے جسکو حیض سے نا امیدی ہوگئی بنابر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ
وہ اکثر ولد کے نکلنے سے پہلے ہو یہ سب استحاضہ ہے ہم اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہے اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ
دن کی مثلاً عادت ہو اور اُسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارھوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے
زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے اسواسطے کہ دس دن سے بقدر سُدس کے زائد ہوگیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واقل الطہر بین الحیضتین او النفاس والحیض

مترجم اول نے جو کچھ لکھا ہے جو اسکے موجود ہے جیسا ترجمہ سہو سے کیا ترجمہ یون چاہیے تھا کہ تو اُس خارج ہونے سے عورت الخ ۱۲

خمسۃ عشر یوما ولیالیہا اجماعا اور کمتر مدت طہر کی یعنے پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ دن اور اُنکی راتین باتفاق
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اس صورت مین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری ہوگئی ہو کذا فی الطحطاوی
ولاحد لاکثرہ وان استغرق العمر اور حد مقرر نہین اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کر جاے ہم استغراق طہر کی تین صورتین مین پہلی صورت یہ ہی کہ
عورت بالغہ ہو جاے عمر کی وجہ سے اور تمام عمر اُسکو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکھا کرے اور نماز پڑھا کرے اور ہمیشہ شوہر سے قربت کیا کرے اور اسکی
عدت مہینون سے منقضی ہوگی دوسری یہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اُسکے تین دن سے کم خون کو دیکھے پھر ہمیشہ کو خون منقطع ہو جاے اسکا حکم پہلی صورت
کا سا حکم ہی تیسری یہ کہ ایسا خون دیکھے جو حیض ہو سکتا ہی پھر دائمی انقطاع ہو جاے اسکا حکم بھی پہلی صورت کے مانند ہی مگر یہ کہ اُسکی عدت منقضی نہوگی مگر حیض سے
اگر حیض طاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر طاری نہو تو مہینون سے اُسکی عدت منقضی ہوگی ابتدا از سن ایاس سے چنانچہ باب العدۃ مین مذکور ہوگا الا عند الاحتیاج
الی نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنے کی احتیاج کے وقت جبکہ اُسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہو جاے یعنے
سیلان دائمی مین البتہ کثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہوگی قید لاجل العدۃ لشہرین بہ یفتی تو طلاق کی عدت کیواسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹھہرائے جاینگے
یہی قول مفتی بہ ہی ہم نہایہ مین کہا کہ حاکم شہید کے اس قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ یہ آسان تر ہی اور یہ دو مہینون کی حد معتادہ اور متحیرہ کے حق مین ہی نہ مبتداۃ
مین یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتدا جوانی سے برابر خون جاری ہو گیا اسواسطے کہ مبتداۃ کا حیض ہر مہینے سے دس دن ہین ابتدا اور دیت سے خواہ عشرہ
اولی ہو یا عشرہ ثانیہ ہو یا ثالثہ اور باقی ایام طہر کے مین سو اگر مبتداۃ کو اُسکے زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اُسکی عدت اُنہتر ۶۹ دن مین منقضی ہوگی تین حیض تیس
دن کے اور دو طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دوسرا اُنیس دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہوگی ۸۰ یا ۹۰ دن مین تین حیض تو تیس دن کے اور تین
طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دو طہر اُنتیس اُنتیس دن کے یا ایک طہر اُنیس دن کا اور دو طہر بیس بیس دن کے اور اگر طلاق دی اول حیض مین عدت منقضی ہوگی ۹۹
یا ۹۰ دن مین چار حیض چالیس دن کے اور تین طہر بطور سابق کے کذا فی الطحطاوی وعم کلامہ المبتداۃ والمعتادۃ ومن نسیت عادتہا اور مصنف کا کلام نصب
عادت مین شامل ہی مبتداۃ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بھولی اور اس عورت کو جو اپنے حیض کی عادت بھول گئی ہم یہ کلام فی نفسہ صحیح ہی اگرچہ اکثر
طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کی اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتداۃ کے ۲۰ دن ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف کا یہ کلام الا
عند نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم مبتداۃ کے ۲۰ دن پر بھی صادق آتا ہی وتسمی المحیرۃ والمضللۃ اور جو کہ حیض کی عادت بھولگئی اُسکو محیرہ اور مضللہ کہتے ہین ہم محیرہ
اور مضللہ بصیغہ مفعول اور فاعل دونون جائز ہی یعنے وہ عورت اپنے حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہی یا یہ کہ اُسنے فقہا کو حیران کر رکھا ہی اور اُسکو ناسیہ اور ضالہ
اور متحیرہ بھی بولتے ہین واضلالہا اما بعدد او بمکان او بہما کما بسط فی البحر والحاوی اور اُسکا گم کرنا اور بھول جانا یا تو شمار ایام حیض کا بھولنا ہی کہ کے دن حیض آتا تھا
یا مکان کا بھولنا ہی یعنے شمار ایام کا تو یاد ہی مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تھا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بھولنا ہی یعنے نہ شمار یاد ہی نہ تاریخ چنانچہ
بحر الرائق اور حاوی مین شرح مذکور ہی وحاصلہ انہا تتحری اور حاصل اس بیان شرح کا یہ ہی کہ بھولنے والی اٹکل دوڑاوے اور خوب سوچے یعنی ظن غالب پر
عمل کرے یعنی جن دنون کو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہی ہر وقت وضو کر کے نماز پڑھا کرے اور جن دنون کو حیض سمجھے اُنمین نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہ ہی
کہ جب اُسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر کسی طرح دل نہ ٹھہرے اور تردد واقع ہو
اُسکا حکم شارح بیان کرتا ہی ومتی ترددت بین حیض ودخول فیہ وطہر توضات لکل صلوۃ اور جبکہ عورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے آگے مین اور
طاہر ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے وضو کرے یعنی جسدن یہ تردد ہو کہ شاید یہ دن حیض کا ہی یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہی تو ہر نماز مین وضو کیا کرے
یہی قول صحیح ہی اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے اور قرآن بقدر مفروض اور واجب کے پڑھے اور مسجد مین نجاوے اور قرآن کا مس نکرے وتمامہ فی الطحطاوی

وان بنیها والدخول فیه تغتسل لکل صلوٰۃ اور اگر تردد ہو حیض اور طہر مین اور طہر کے داخل ہونے یعنے حیض سے خارج ہونے مین تو ہر نماز کے واسطے غسل کرے اسواسطے کہ شاید حیض سے خارج ہوئی اور طہر مین داخل ہوئی وتترک غیر موکدۃ ومسجدا وجماعًا اور چھوڑے نماز غیر موکدہ کو اور مسجد کے جانے کو اور جماع کو یعنے زوج کو اپنے اوپر قادر نہونے دے کہ شاید حیض مین جماع واقع ہو حلبی محشی نے کہا کہ یہ دوسری صورت سے متعلق ہی وتصوم رمضان ثم تقضی عشرین یوما ان علمت بدائتہ لیلا اور سارے رمضان مین روزہ رکھے پھر ۲۰ دن قضا کرے اگر جانتی ہو شروع ہونا حیض کا اس بیماری سے پہلی رات کو مہ اسواسطے کہ اگر حیض رات سے شروع ہوا تو رات پر ختم ہوگا تو اسکا روزہ رمضان مین سوا دس دن کے فاسد نہوا اور دس دن قضا کے فاسد ہوئے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے احتمال سے تو ۲۰ دن کے قضا کرنے مین دس روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے والا فاثنین وعشرین ورنہ بائیس دن قضا کرے یعنے اگر ابتدا حیض دن سے جانتی ہو تو ۲۲ دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دن سے شروع ہوا تو دن مین ختم ہوگا گیارھوین دن تو گیارہ روزے اسکے فاسد ہوگئے اور اسی قدر قضا مین کذافی الحلبی تو ۲۲ دن کی قضا مین گیارہ روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے وتطوف لرکن ثم تعید بعد عشرۃ اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارت کہتے ہین پھر اُسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنے اسواسطے کہ طواف الزیارۃ مین طہارۃ واجب ہی اور شاید کہ وہ طواف حیض مین واقع ہوا ہو وللصدر ولا تعیدہ اور طواف الصدر کرے یعنے کعبہ سے رخصت ہونے کا طواف اور اُسکو اعادہ نکرے اسواسطے کہ حائض پر طواف الصدر ساقط ہی وتعتد لطلاق بسبعۃ اشہر علے المفتی بہ اور عدت کرے طلاق کی وجہ سے سات مہینے مفتے بہ قول پر یعنے مضللہ اور اسی طرح معتادہ مستمرۃ الدم بقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے کذافی الحلبی اسلیے کہ تین حیض کے تیس دن اور چھ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق مین گذرا کہ اکثر طہر اُسکا دو مہینے کا ہی وما تراہ من لون کالکدرۃ والتربیۃ فی مدتہ المعتادۃ اور حیض کی مدت معتادہ مین جو رنگ کہ دیکھے چنانچہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض ہی ہم جبکہ تیرہ اور خاکستر خون حیض ٹھہرا تو سرخ اور سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولے حیض ہوگا سوی بیاض خالص قیل ہو شئی یشبہ الخیط الابیض سفیدی خالص کے سوا کہ وہ حیض نہین ہی بعضون نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہی سفید دھاگے کی مانند یعنی بعد اختتام حیض کے وہ گدی پر ظاہر ہوتی ہی لیکن تحقیق یہ ہی کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض مراد ہی کذافی نہر الفائق ولو المرئی طہرا متخللا بین الدمین فیہا حیض اگرچہ مدت کے اندر دو خونون کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہی یعنے حیض کے دس دن کی مدت مین اول خون نظر آیا اور آخر مین بھی نمود ہوا اور مابین مین خشکی معلوم ہوئی تو یہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض مین داخل ہی لان العبرۃ لاولہ وآخرہ وعلیہ المتون فلیحفظ طہر متخلل اسواسطے حیض ٹھہرا کہ اُسکے اول اور آخر کا اعتبار ہی اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنے جیسے وجوب زکوٰۃ مین ابتدا اور انتہاء سال مین نصاب کا ہونا کافی ہی اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نہ رہی ہو اسی طرح حیض مین مدت کے اول اور آخر کا اعتبار ہی درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہی شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار کیا ہی لیکن اصحاب شروح نے اُسکی تصحیح نہین کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہین کیونکہ یہان خون اثناء مدت مین منقطع ہی اور زکوٰۃ مین بقاء جزو نصاب اثناء سال مین مشروط ہی صاحب نہر الفائق نے اُسکو یون رد کیا ہی کہ یہ قیاس نہین ہی نصاب پر بلکہ اُسکا نظیر بیان کیا ہی ثم ذکر احکامہ بقولہ یمنع صلوٰۃ مطلقًا ولو سجدۃ شکر پھر مصنف نے احکام حیض کے بیان کیے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہی نماز کو مطلقًا یعنے خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ کی اگرچہ سجدہ شکر کا ہو وصومًا وجماعًا اور حیض مانع ہی روزہ اور جماع کو وتقضیہ لزومًا دونہا للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے بضرورت نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت کے ہم نماز ہر سال ہر روز فرض ہی اور روزہ سال بھر مین ایک مہینا تو قضاء صوم مین حرج نہین اور نماز کی قضا مین دقت ہی ولو شرعت تطوعًا فیہما فحاضت قضتہما خلافًا لما زعمہ صدر الشریعۃ بحر اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا پھر وہ حائض ہوگئی تو نماز روزہ دونون قضا کرے برخلاف اُس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہی کذافی البحر یعنے شارح وقایہ نے کہا ہی کہ روزہ قضا کرے نہ نماز وفی الفیض لو نامت طاہرۃ وقامت

حائضۃ حکم بحیضہا منذ قامت اور نفیض مین ہی کہ اگر عورت سوئی پاک اور اُٹھی حیض کی حالت مین تو اُسکے ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سے کہ وہ اُٹھی م یہ حکم
نظر باحتیاط ہی تو اگر عشا کے وقت بدون نماز پڑھے سوگئی اور صبح کو اُٹھی تو عشا کو قضا کرے اسواسطے کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہی
وبعکسہ منذ نامت احتیاطاً اُسکے بالعکس مین یعنے سوئی حائض اور اُٹھی طاہر تو اسکی طہارت کا حکم ہوگا سونے کے وقت سے احتیاط کی راہ سے م بعضون نے
کہا قولہ احتیاطاً عکس کی علت ہی مین کہتا ہون کہ وہ دونون صورتون کی سعا علت ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور اسپر دلیل بحرالرائق کا کلام ہی کہ اگر عورت نے
گدی رکھی رات کو اور فجر کو پاک اُٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پھر اگر وہ طاہر تھی سو اُسنے تراوٹ دیکھی صبح کو تو بھی عشا کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدی رکھنے
سے پہلے اسکو پاک قرار دینے کی وجہ سے پہلی صورت مین گدی رکھنے کے وقت سے اور حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورت مین گدی کے جدا کرنے کے
وقت سے نظر باحتیاط دونون صورتون مین کذا فی الطحطاوی **ویمنع حل دخول المسجد** اور منع کرتا ہی حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو م اس سے معلوم
ہوا کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین نجاوے مسجد کی قید سے عیدگاہ خارج ہی اور اسی طرح خانقاہ اور مدرسہ اور جسکے پیٹ مین ریح گھومی وہ اُسکے خارج
کرنے کو باہر مسجد کے نکلجاوے یہی قول اصح ہی اور اگر مسجد مین کسی کو احتلام ہو وہ تیمم کرکے باہر نکلے اگر خوف نہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف ہو تو تیمم کرکے وہین
ٹھہرا رہے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تیمم کرنا جائز ہی اور اگر خوف سے وہین ٹھہرے تو واجب ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً **و حل الطواف ولو بعد دخولہا المسجد و شروعہا
فیہ** اور حیض حلت طواف کا مانع ہی اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف مین شروع کرنے کے بعد عارض ہوا ہو **و قربان ما تحت الازار**
یعنے ما بین سرۃ و رکبۃ ولو بلا شہوۃ اور منع کرتا ہی حیض تہ بند کے نیچے کی نزدیکی سے یعنی اس بدن کی قربت سے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہی اگرچہ قربت
بدون شہوت کے ہو یعنے جماع کرنا اور ران وہان لگانا اور بدون شہوۃ کے ہاتھ لگانا سب حرام ہی م یہ حرمت استمتاع ما تحت الازار کی درصورت عدم حیلولت
کے ہی اور اگر بدون جماع کے استمتاع ما تحت الازار ہو حیلولت کے ساتھ یعنے کپڑا درمیان مین حائل ہو تو جائز ہی اگرچہ خون سے آلودگی ہو اور حائض کا کھانا
پکانا اور اُسکے آٹے اور پانی چھوئے کو استعمال کرنا مکروہ نہین اور حائض کے بچھونے سے علحدہ رہنا لائق نہین کہ یہ یہودیون کا فعل ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر
وحل ما عداہ مطلقاً اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہی مطلقاً م ماسوائے قربت مذکورہ نظر ما تحت الازار اور استمتاع بقیہ بدن پر صادق ہی خواہ نظر
کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہی اطلاق کا کذا فی الحلبی وہل یحل النظر ومباشرتہا لہ فیہ تردد اور کیا نظر کرنا عورت
کی ما تحت الازار کو اور بدن سے بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہی یا نہین جواب اسکا یہ ہی کہ اسمین تردد ہی م شارح کو یہ تردد پیدا ہوا ہی صاحب بحر کے
متردد ہونے سے لیکن تحقیق یہ ہی کہ نظر کے حلال ہونے مین کچھ تردد نہین اسکی تحریم پر کوئی معتمد دلیل نہین وہ داخل ہی اس قول کے تحت مین وحل ما عداہ مطلقاً
کذا فی الطحطاوی **و قراءۃ قرآن** بقصدہ اور حیض منع کرتا ہی قرآن پڑھنے کو قرآن کی نیت سے م حائض کو قرآن پڑھنا ممنوع ہی خواہ پوری آیت ہو یا کم
یہی قول ہی کرخی کا اور اکثر کتب مین اسی کی تصحیح ہی کذا فی البحر لیکن اگر قرآن پڑھا بہ قصد ثنا یا افتتاح امر یا بقصد دعا تو اصح روایت مین ممنوع نہین اور
بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق ممنوع نہین اور اذکار کا پڑھنا مباح ہی مطلقاً اور ذکر کے واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہی اور ترک اُسکا خلاف اولے ہی کذا
فی الطحطاوی **و مسہ ولو مکتوباً بالفارسیۃ فی الاصح** اور حیض منع کرتا ہی قرآن کے چھونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط مین لکھا ہو صحیح تر قول مین م
مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہین خواہ لوح پر لکھا ہو خواہ درم یا دیوار پر مصحف کا مس کسی طرح جائز نہین نہ حوض کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہی
برخلاف غیر مصحف کہ اُسمین مکتوب کا مس جائز نہین اور غیر مکتوب کا مس جائز ہی کذا فی البحر **الا بغلافہ المنفصل** بکما مر مگر قرآن کا چھونا جدے غلاف سے جائز ہی
چنانچہ گذرا یعنے جزدان کے ساتھ چھونا درست ہی چولی کے ساتھ درست نہین م قرآن کے مانند توریت اور انجیل اور زبور ہین جنمین تبدیل و تحریف واقع
نہین ہوئی فقہا نے کہا ہی کہ تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابون کا چھونا حائض کو مکروہ ہی کیونکہ آیات قرآنی سے خالی نہین اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی

کہ جمیع شروع نحو کا بھی یہی حال ہے کذا فی النہر وکذا یمنع حملہ کلوح وورق فیہ آیۃ اور اسی طرح منع کرتا ہے قرآن کے اُٹھانے کو جیسے اُس تختے اور
ورق کا اُٹھانا ممنوع ہے جسمین آیت قرآنی مکتوب ہے م اور اگر آیت سے کم مکتوب ہے تو اُسکا چھونا مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولا باس
لحائض وجنب بقراءۃ ادعیۃ ومسہا وحملہا وذکر اللہ تعالے وتسبیح وزیارت قبور ودخول مصلے عید اور کچھ مضائقہ نہین حائض اور جنب کو دعاؤن
کے پڑھنے اور چھونے اور اُٹھانے مین اور اللہ تعالے کے ذکر مین اور سبحان اللہ کہنے اور قبرون کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے مین م لا باس کے
لفظ مین اشارہ ہے کہ جنب اور حائض کو ان چیزون مین وضو کر لینا مستحب ہے واکل وشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اور کھانے پینے مین کلی کرنے اور ہاتھ
دھونے کے بعد م تو کلی اور ہاتھ دھونے کے بعد کھانا پینا اصلا مکروہ نہین حائض کو تو لفظ لا باس کا خلاف اولے پر جو مرجع ہے کراہت تنزیہی کا دلالت نہین
کرتا بدلیل قول شارح واما قبلہا فیکرہ کذا فی الطحطاوی واما قبلہا فیکرہ لجنب لا حائض مالم تخاطب بغسل ذکرہ الحلبی اور کلی اور ہاتھ دھونے سے پہلے تو کھانا
پینا جنب کو مکروہ ہے نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانے کا حکم نہو یعنے طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے م جنب اور حائض مین فرق یہ ہے کہ جنب
کا مُنھ دھونا کلی سے ساقط ہو جاتا ہے تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہے ہر چند یہ تعلیل طعام مین جاری نہین بر خلاف حائض کہ اُسکا حدث مرتفع
نہین ہوتا قبل از انقطاع حیض ولا یکرہ تحریما مس قرآن بکم عند الجمہور تیسیراً وصحح فے الہدایۃ الکراہۃ وہو احوط اور مکروہ تحریمی نہین چھونا قرآن کا
آستین سے اکثر عالمون کے نزدیک آسانی کے واسطے اور ہدایہ مین اسکے مکروہ ہونے کو صحیح کہا اور اُسمین زیادہ تر احتیاط ہے م آستین سے مراد وہ کپڑا جو چھونے والے
کے بدن سے متصل ہے ویحل وطیہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا اور حلال ہے عورت سے جماع کرنا جبکہ اُسکا حیض منقطع ہو گیا
حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہے یعنے جبکہ دس رات دن کے بعد حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اس
عورت کا جماع درست ہے اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہین ہے بلکہ مستحب ہے تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہے وان انقطع لدون اقلہ توضأ وصلے فی آخر
الوقت اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سے کمتر مین یعنے رات دن سے کم مدت مین بند ہوا تو عورت وضو کرے اور نماز پڑھے نماز کے آخر وقت مین
م یہان غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہ خون حیض کا نہین ہے طحطاوی نے کہا شارح نے اس صورت مین جماع کا حکم بیان نہین کیا لیکن اُسکا حلال نہونا اگلے مسئلے
سے ظاہر ہوتا ہے یعنے جبکہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہین تو یہان بطریق اولے حلت نہو گی وان لاقلہ فان لدون عادتہا
لم یحل اور اگر حیض منقطع ہوا اپنی اقل مدت کے بعد پھر اگر عادت سے کم مدت مین بند ہو گیا تو جماع حلال نہین اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصلی وتصوم
احتیاطاً اور عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے احتیاط کی راہ سے م تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہے جبکہ پوری عادت کے بعد حیض
منقطع ہوا ہو اور اگر عادت سے کم منقطع ہوا ہے تو تاخیر واجب ہے کذا فی النہر وان لعادتہا فان کتابیۃ حل فی الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع
ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہے تو اُسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا یعنی اسواسطے کہ اسپر غسل کرنا واجب نہین کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین
کذا فی البحر والا لا یحل حتی تغتسل او تیمم بشرطہ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہے تو جماع حلال نہین یہانتک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے
موافق یعنے اگر آب مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہے تب اُسکو تیمم درست ہوگا نہر الفائق مین ہے کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑھے جماع اُسکا حلال نہین بالاجماع بنابر قول
اصح کے او یمضی علیہا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ یعنے من آخر وقت الصلوۃ لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا حتے لو طہرت فی وقت العید لا بد ان یمضی
وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جائے کہ جو گنجائش رکھتا ہو نہانے اور کپڑے پہننے اور تحریمہ باندھنے کی یعنے نماز کے
آخر وقت سے اسقدر زمانہ چاہیے اسبب وجہ بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنے وجوب نماز کا ثابت نہین بدون خروج وقت
کے تو اگر عورت طاہر ہوگی عید کے وقت تو ضرور ہے کہ ظہر کا وقت گذر جائے چنانچہ سراج وہاج مین مذکور ہے م تو مراد یہ ہے کہ ایسے وقت مین پاک ہو

کہ خروج وقت تک اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا ہو اور یہ مراد نہین کہ نماز کے اول وقت مین پاک ہو اور اسقدر زمانہ گذر جاے
جیسا کہ بعضے غلط سمجھے ہین ہر چند مصنف کی عبارت عام ہے لیکن مراد یہی ہے جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطے مخصوص کر کے ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس
کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سے جماع کے حق مین ہے نہ قرآن پڑھنے کے حق مین کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن البرجندی و در مین ہے کہ اگر حیض
بند ہوا دس دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم مین خون بند ہوا یا تین دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے فوق

بند ہوا اور پھر جاری ہوا دس دن کی مدت مین تو اسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتداۃ ہو خواہ معتادہ انتہی وہل تعتبر التحریمۃ فی الصوم الاصح لا
اور کیا صوم مین بھی تحریمہ معتبر ہے یا نہین جواب یہ ہے کہ صحیح تر قول مین معتبر نہین یعنے اگر قبل فجر کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کے واسطے اسقدر زمانہ شرط ہے رات
کا جسمین نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم مین کچھ فرق نہین سوائے تحریمہ کے تو نماز مین تحریمہ معتبر ہے اور صوم مین معتبر نہین وہی من الطہر مطلقا
اور وہ یعنے تحریمہ طہر اور پاکی مین داخل ہے نہ حیض مین ہر صورت سے خواہ انقطاع اکثر مدت سے ہوا ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی وکذا الغسل لو لاکثرہ والا

فمن الحیض فیقضی مطلقا ان بقی قدر الغسل والتحریمۃ ولو لعشرۃ فقدر التحریمۃ فقط لئلا تزید ایامہ علی عشرۃ فلیحفظ اور اسی طرح غسل بھی طہر مین داخل ہے اگر
حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا نہین تو وہ حیض مین داخل ہے تو عورت نماز قضا کرے مطلقا اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تاکہ حیض
کے ایام دس سے زیادہ نہو جاوین سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر اکثر مدت مین انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض مین شمار نہو گا ورنہ ایام حیض کے دس
سے زیادہ ٹھہرینگے اور یہ شرع سے ثابت نہین ووطیہا یکفر مستحلہ کما جزم بہ غیر واحد اور جماع کرنا حیض سے کافر ٹھہراتا ہے اُسکے حلال سمجھنے والے کو چنانچہ اُس

تکفیر پر ایک نے نہین بہت فقہا نے یقین کیا ہے از انجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا مستحل وطی الدبر عند
الجمہور مجتبی اور اسی طرح وطی دبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی المجتبی ام حلال عورت کی دُبر مراد ہے اور غلام وغیرہ کی دُبر مین ظاہر

یہ تکفیر کا خلاف جاری نہین کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکفر فی المسئلتین وہو الصحیح خلاصۃ وعلیہ المعول لانہ حرام لغیرہ ولما یجیٔ فی المرتد انہ لا یفتی
بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اور بعضون نے کہا کہ حلال سمجھنے والے کو کافر کہنا نچاہیے دونون مسئلون مین اور یہی قول صحیح ہے
کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہے اسواسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب سے حرام ہے یعنی حیض اور براز کی نجاست کے وجہ سے اور اسلیے کہ باب المرتدین
آویگا کہ فتوی نہین دیا جاتا اس مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر مین عالمون کا خلاف واقع ہے اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو مع حرام لغیرہ کے مستحل کی تکفیر پر فتوے
نہین بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی لگا ہے جبکہ اسکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہے یا حرام لعینہ احاد سے تو اسکی حلت
کا معتقد کافر نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم ہو کبیرۃ لو عامدا مختارا عالما بالحرمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جماع کرنا حیض مین گناہ کبیرہ ہے اگر دانستہ ہو اپنے
اختیار سے حرمت کو جان بوجھ کر لا جاہلا او مکرہا او ناسیا گناہ کبیرہ نہین اگر اسکی حرمت کو نہ جانتا ہو یا بے اختیار ہو کسی کے جبر کرنے سے یا حیض کو بھول کر جماع
کیا ہو فتلزمہ التوبۃ جب گناہ کبیرہ ہوا تو اُسکے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہے ویندب تصدقہ بدینار او نصفہ اور مستحب ہے اُسکو صدقہ دینا ایک دینار
یا نصف دینار کا م دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے اصحاب سُنن کی ابن عباس رض سے ایک روایت یون ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی
حائض سے جماع کیا اول خون مین اور حالانکہ خون سرخ ہے تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون مین جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہے تو نصف

دینار خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول ومصرفہ کزکوۃ اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہے وہل علی المرأۃ تصدق قال فی الضیاء الظاہر لا
اور کیا عورت پر بھی خیرات کرنا مستحب ہے ضیاء مین کہا کہ ظاہرا عورت پر یہ حکم نہین ہے ودم استحاضۃ حکمہ کرعاف دائم وقتا کاملا اور استحاضہ کے خون کا
حکم نکسیر دائمی کے مانند ہے کہ نماز کے پورے وقت مین جاری ہے م خون استحاضہ چھ قسم ہے ایک وہ ہے جو اقل حیض سے کم ہو ۲- یہ کہ اکثر حیض سے زیادہ ہو

۴- یہ کہ حیض مبتداۃ سے زیادہ ہوا اور اُسکا حیض دس روز کا ہی ہر مہینہ مین ۴- یہ کہ نفاس مبتداۃ سے زیادہ ہوا اور اُسکا نفاس ۴۰ دن کا ہی ۵- یہ کہ حیض
اور نفاس کی عادت سے زیادہ ہوا اور دونون کی اکثر مدت سے تجاوز کر جاے ۶- حاملہ کا خون کذا فی الحموی اور آئسیہ اور صغیرہ اور مرلضیۃ الرحم کا خون اسی
قسم کا ہی کذا ذکرہ ابو السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہ ہی کہ اُسمین بو نہین ہوتی اور حیض کے خون مین بدبو ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر لا یمنع صوما و
صلوٰۃ ولو نفلا وجماعا لحدیث توضئ وصلی وان قطر الدم علے الحصیر خون استحاضہ مانع نہین صوم اور صلوٰۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہو اور جماع کا مانع نہین
بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی جبیش سے فرمایا کہ وضو کیا کر اور نماز پڑھا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے ہم حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہوا
صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی المنح **والنفاس** لغۃ ولادۃ المرأۃ وشرعا دم فلو لم تره هل تكون نفساء المعتمد نعم **یخرج من رحم** اور نفاس لغت
عرب مین عورت کا جنا ہی اور اصطلاح شرع مین نفاس وہ خون ہی جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پھر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکھے کیا وہ نفسا
یعنے زچا ٹھہر گی یا نہین جواب یہ ہی کہ ہان معتمد قول یہی ہی کہ وہ زچا ہی ہم تو اُسپر غسل واجب ہی احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی
نہین کذا فی البحر فلو ولدتہ من سرتہا ان سال الدم من الرحم فنفساء والا فذات جرح وان ثبت لہ احکام الولد پھر اگر عورت لڑکا جنی اپنی ناف سے اسطرح کہ ناف
مین زخم تھا وہ پھٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچا ہی اور اگر خون وہان سے جاری نہین ہوا تو وہ عورت زچا نہو گی زخم والی
ٹھہر گی اگرچہ اس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگے ہم احکام مولود کے یہ ہین کہ اُسکی مان کی عدت منقضی ہوگی اور وہ ام ولد ٹھہر یگی اور اُسکی طلاق اگر ولادت
پر معلق ہو گی تو اُسکے پیدا ہونے سے واقع ہو گی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ عقب ولد او اکثرہ ولو متقطعا عضوا عضوا نفاس ثابت ہوتا ہی پورا لڑکا پیدا
ہونے یا اکثر یعنے نصف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلا ہو لا اقلہ فتتوضأ ان قدرت او تیمم وتومی بصلوٰۃ ولا تؤخر فما عذر الصحیح
القادر اور نفاس ثابت نہین کمتر مولود کے نکلنے سے یعنے اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت زچا نہین تو اب وہ اس حالت مین وضو کرے اگر وہ
قادر ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے اور نماز کو تاخیر نکرے تو اب کون عذر باقی ہی تاخیر یا ترک نماز کا جسکے بھلے تاہ شخص کو یعنے جب ایسی سخت حالت
مین عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہین تو تندرست توانا مرد کو کہان عذر باقی رہا ہم عورت مذکورہ کو یون نماز پڑھنا چاہیے کہ اپنے نیچے ٹھکرے رکھے یا گڑھا کھودے
اور ٹھیکر نماز پڑھے تاکہ لڑکے کو تکلیف نہو کذا فی الطحطاوی وحکمہ کالحیض فی کل شئ الا فی سبعۃ ذکرتہا فی الخزائن وشرحی للملتقی اور نفاس کا حکم حیض کے
مانند ہی ہر چیز مین مگر سات چیزون مین جنکو مین نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح مین ذکر کیا ہی ہم وہ سات چیزین یہ ہین بلوغ اور استبرا اور
عدت اور یہ کہ اقل نفاس کی کچھ حد نہین اور اکثر نفاس ۴۰ دن کا ہوتا ہی اور نفاس صوم کفارہ کے تتابع کا قاطع ہی اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق
بدعت مین فصل واقع نہین ہوتا کذا فی الحلبی منہا انہ لا حد لاقلہ منجملہ اُن سات چیزون کے ایک چیز یہ ہی کہ اقل نفاس کی کچھ حد مقرر نہین الا اذا احتیج الیہ
لعدۃ کقولہ اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی فقدرہ الامام بخمسۃ وعشرین یوما مع ثلث حیض والثانی باحد عشر والثالث بساعۃ اقل نفاس
کی حد نہین مگر جبکہ عدت کے واسطے اُسکی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول مین کہ اُسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب تو جنے تو تجھکو طلاق ہی سو اس
عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظم رح نے اقل مدت نفاس کی اس صورت مین ۲۵- دن کی ٹھہرائی ہی تین حیضون کے ساتھ اور
ابو یوسف رح نے گیارہ دن کی اور محمد رح نے ایک ساعت کی مدت ٹھہرائی ہی ہم یہان امام کے قول پر فتوی ہی کذا فی النہر تو اگر عورت نے ولادت سے ۸۵
دن کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام رح کے نزدیک اُسکی تصدیق ہو گی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور ۱۵ دن کا طہر نفاس اور حیض کے مابین مین اور
تین حیضون کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضون کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابو یوسف رح کے نزدیک ادنے مدت تصدیق کی
۶۵ دن ہین گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور اُنکے مابین دو طہر ۳۰ دن کے اور محمد رح کے نزدیک ادنی مدت

تصدیق کی ۴۵ دن اور ایک ساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور مابین کے طہر کے ۳۰ دن کذا فی الطحطاوی والاکثرہ اربعون
یوما کذا رواہ الترمذی وغیرہ ولان اکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہین اسی طرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے
اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہار چند ہے م اکثر حیض دس دن کا ہے تو اسکا چوگنا ۴۰ دن ہوئے چہار چند ہونے کی یہ وجہ ہے کہ چہار مہینے کے بعد
بچے مین جان پڑتی ہے تو اسوقت سے حیض کا خون اسکی غذا ہوتا ہے اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہوکر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علے اکثرہ
استحاضۃ لو مبتداۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنے ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہے اگر وہ عورت مبتداۃ ہے یعنے پہلے پہل جنی ہے اسکی عادت مقرر نہین ہوئی
اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی زچا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی یعنی اگر اسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہے اور خون ۵۰ دن جاری رہا
تو ۳۰ دن نفاس کے ہین اور باقی استحاضہ ہے وکذا الحائض اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہے یعنے اگر مبتداۃ مین دس دن سے زیادہ خون جاری ہوا تو
زائد استحاضہ ہے اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علے اکثرہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا حیض ان
ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہو گیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس مین نفاس ہے اور حیض مین تمام حیض ہے اگر ہر ایک
نفاس اور حیض کے بعد پورے طہر یعنے پندرہ دن کا اتصال ہو والا فعادتہا اور اگر ایسا نہین ہے یعنے اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہوا تو عادت
کے موافق نفاس اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہے م حیض کی صورت یہ ہے کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ مین مثلاً پانچ دن کی سو اسکو
چھ دن خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہے پھر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور
اگر ۱۵ دن طہر رہا تو اب چھ دن کی اسکی عادت ٹھہریگی اور نفاس کی صورت یہ ہے کہ اسکی عادت تھی ہر نفاس مین ۳۰ دن کی پھر اسکو ایکبار ۳۱ دن خون آیا [ایک روز ۱۲]
پھر ۱۴ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور یوم زائدہ ۱۵ دن کے طہر مین شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنقل بمرۃ بہ یفتی
وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقے اور عادت ثابت ہوتی ہے اور بدل جاتی ہے ایکبار سے اسی قول پر فتوے ہے اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح مین ہے
م مثلاً مبتداۃ کو چار دن خون آیا یہ اسکی عادت ٹھہری پھر جبکہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دوبارا ایکطرح پر آنا اثبات
اور انتقال عادت مین ابو یوسف کے نزدیک شرط نہین اسی قول پر فتوی ہے اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہین ہوتی بدون دوبار کے والنفاس
لام توامین من الاول ہما ولدان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچون کی ماں نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توامین وہ دو
بچے ہین جنکے مابین مین آدھے برس سے کم زمانہ ہے یعنے اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثلثۃ ولو بین
الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچون کا ہے اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہو گیا ہو صحیح تر
قول مین یعنی اول اور ثانی مین اور ثانی اور ثالث مین نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونے کا اصح قول مین کچھ اعتبار نہین مصنف نے
اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہے تو وہ ولد اول کا نفاس ہے پورے ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے
بعد استحاضہ ہے تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی وانقضاء العدۃ من الاخیر وفاقا لتعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی
ہونا پچھلے بچے سے ہی بالاتفاق بسبب متعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہوجانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید
اور رجل او اصبع او ظفر او شعر ولا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنے جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہو گئی جیسے
ہاتھ یا پانون یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہے حکم شرع مین شارح نے کہا کہ سقط کے سین مین تینون حرکات زبر زیر پیش لغت مین جائز ہین اور وہ بمعنی مسقوط کے ہے
اور ظہور اعضا نہین ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد م بحر الرائق مین ہے کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہے لفظاً ومعنیً اسواسطے کہ سقط لازم ہے

اسکا مفعول نہین آتا اور مقصود تو سقوط ولد ہی خواہ آپ گر جاے یا اُسکو کوئی گرادے فتصیر المراۃ بہ نفساء والامۃ ام ولد ویحنث بہ فی تعلیقہ وتنقضی
بہ العدۃ جبکہ ساقط ولد ٹھہرا تو عورت اُسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہوجاویگی اور مرد اُسکے سبب سے اپنے تعلیق مین قسم توڑنے والا ٹھہریگا
اور اس سے عدت منقضی ہوجاویگی ہم لونڈی اُسوقت ام ولد ٹھہریگی جبکہ اُسکا مولی دعوےٰ کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہی اور تعلیق کی یہ صورت ہی کہ طلاق یا عتاق
وغیرہا کو عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ کی عدت آخر ہوگی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اُسکا شوہر مرگیا ہو
کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ شئ فلیس بشئ پھر اگر حمل ساقط مین کچھ اعضا سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہین یعنے نفاس وغیرہ کا حکم اس سے متعلق نہین والمرئی
حیض ان دام ثلثا وتقدمہ طہر تام اور جو خون کہ اُسکے بعد دیکھا جاے وہ حیض ہی اگر جاری رہا تین دن اور اُسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنے پندرہ دن کا والا استحاضۃ
اور اگر ایسا نہین یعنے تین دن جاری نہ رہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہین ہوا تو وہ خون استحاضہ ہی ولو لم یدر حالہ
لا عدد ایام حملہا ودام الدم تدع الصلوۃ ایام حیضتہا بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اُسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہین مثلاً
اندھیرے مین گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنون کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہوگیا تو نماز کو چھوڑے اپنے حیض کے یقینی دنون مین پھر نہاکے
پھر نماز پڑھا کرے معذور کے مانند ولا یحد ایاس بمدۃ بل ہو ان تبلغ من السن ما لا تحیض مثلہا فیہ فاذا بلغت وانقطع ومہا حکم بایاسہا اور محدود
نہین ناامیدی حیض کی پیری کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنے ناامیدی یہ ہی کہ عورت اتنی عمر کو پہونچے کہ ویسی عورت کو اتنی عمر مین حیض نہ آتا ہو
پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اُسکا بند ہوگیا تو اُسکے ایاس کا حکم ہوگا م حلبی محشی نے کہا کہ یہ امام سے روایت ہی اور حکم ایاس کا فائدہ یہ ہی کہ اُسکی
عدت مہینون سے ٹھہریگی اگر اثناء عدت مین خون نمود نہوا فما رأتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد بالاشہر وتفسد الانکحۃ پھر جو خون کہ دیکھا اُسنے
انقطاع کے بعد وہ حیض ہی تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینون سے اور نکاح فاسد ہوجاوینگے م طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہی اور ایاس مین تین
مہینون سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینون کی عدت باطل ہوگئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہوا کہ عدت کے اندر
نکاح واقع ہوا وہ جائز نہین وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوی فی زماننا مجتبیٰ وغیرہ تیسیرًا اور بعضون نے کہا کہ ایاس کی مدت ۵۰ برس کے ساتھ
محدود ہی اور اسی قول پر اعتماد ہی اور اسی پر فتوے ہی ہمارے زمانہ مین چنانچہ مجتبیٰ وغیرہ مین ہی آسانی کے واسطے وحدہ فی العدۃ بخمس وخمسین قال فی الضیاء
وعلیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ مین ۵۵ برس کی حد ایاس بیان کی ہی ضیاء مین کہا اور اسی قول پر اعتماد ہی وما رأتہ بعدہا ای بعد المدۃ المذکورۃ
فلیس بحیض فی ظاہر المذہب الا اذا کان دما خالصًا فحیض حتی یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتی لا تفسد الانکحۃ وہو المختار للفتوے
جوہرہ وغیرہا وتحققہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکھیگی مدت مذکورہ کے بعد یعنے ۵۰ یا ۵۵ برس کے بعد وہ حیض نہین ہی ظاہر مذہب مین مگر جبکہ
خون خالص ہو تو وہ حیض ہی تو باطل ہوجاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینون سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہی نہ بعد
تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہی چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہ مین ہی اور ہم
آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدۃ مین وصاحب عذر من بہ سلسل بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن وانفلات ریح او استحاضۃ
او بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرۃ اور صاحب عذر یعنے معذور وہ شخص ہی جسکو سلسل بول کی بیماری ہی یعنے
جسکا پیشاب ہر وقت جاری ہی اسطرح کہ اُسکو روک نہین سکتا یا کہ اُسکا پیٹ چلتا ہی یعنے دست آتے ہین یا ریح نہین تھمتی یا استحاضہ ہی یا اُسکی آنکھ مین
جوش ہی یعنے درد کے ساتھ یا آنکھ چوندھی ہی کیچڑ بہتا ہی یا گوشۂ چشم مین ناسور ہی اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان
اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہی م جوش چشم اور ناسور وغیرہ مین آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہی عذر کی ان اشیاء سبب عذر

تمام وقت صلوٰۃ مفروضۃ بان لا یجد فی جمیع وقتہا زمنا یتوضا ویصلی فیہ خالیا عن الحدث بشرطیکہ گھیرلے عذر اسکا نماز فرض کے تمام وقت کو
اسطرح پر کہ نماز کے سارے وقت مین ایسا زمانہ پایا نجائے جسمین وضو کرے اور نماز پڑہے حدث سے خالی ہوکر ولو حکما لان الانقطاع الیسیر ملحق
بالعدم اگرچہ استیعاب اور احاطہ عذر کا حکمی ہو نہ حقیقی اسواسطے کہ تھوڑا سا منقطع ہوجانا عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہے عدم استیعاب حکمی کی یہ صورت
ہے کہ اسقدر انقطاع قلیل ہو کہ اسمین ادائے نماز اس سے خالی ہوکر نہو سکے کذا فی الطحطاوی وہذا شرط العذر فی حق الابتداء اور یہ یعنے استیعاب
عذر کا نماز کے تمام وقت مین شرط ہے عذر کے شروع ہونے کے حق مین یعنے ثبوت عذر اولا اسی طرح ہوتا ہے وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت
ولو مرۃ اور عذر باقی رہنے کے حق مین عذر کا پایا جانا وقت نماز کے کسی جزء مین کفایت کرتا ہے اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنے ایک بار کا وجود کافی ہے نہ استیعاب وفی حق
الزوال یشترط استیعاب الانقطاع تمام الوقت حقیقۃ لانہ الانقطاع الکامل اور عذر جاتے رہنے کے حق مین استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت مین حقیقۃ
شرط ہے اسواسطے کہ انقطاع کامل یہی ہے عدم انقطاع حقیقی کہ تمام وقت مین اصلا عذر کا اثر معلوم نہو پہر اگر انقطاع کامل کے بعد دوسرے وقت مین موجود
ہو وہ پہر صاحب عذر ٹھہریگا اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی وحکمہ الوضوء لا غسل ثوبہ ونحوہ لکل فرض اور حکم معذور کا وضو کرنا ہے ہر نماز فرض کے
وقت نہ دہونا کپڑے کا اور مانند اسکے یعنے بدن اور مکان کا م وضو سے مراد طہارت ہے خواہ وضو سے ہو خواہ تیمم سے اور فتوی اسپر ہے لیکن اگر یہ حالت ہے کہ جو کپڑا
دہویا جائے تو نماز کے فراغت ہونے سے پہلے وہ ناپاک ہوجائے تو اب کپڑا دہونا لازم نہین اور اسی طرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحطاوی اللام للوقت کما فی
لدلوک الشمس حرف لام کا لکل فرض مین وقت کیواسطے ہے چنانچہ قرآن مجید مین لدلوک الشمس کا لام وقت کے واسطے ہے یعنے نماز کو قائم کر سورج کے ڈہلنے کے وقت
چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کے لیے نکلتا تھا اگرچہ ایک وقت مین چند فرض ہون لہذا شارح نے جواب دیا کہ حرف لام کا یہان وقت کیواسطے
ہے ثم یصلی بہ فیہ فرضا ونفلا فدخل الواجب بالاولی پہر نماز پڑہے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولے داخل ہے یعنے جبکہ
نفل باوجودیکہ ضرور نہین جائز ہے تو واجب بطریق اولی جائز ہے فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتی لو توضأ علی الانقطاع ودام الی خروجہ لم یبطل
بالخروج مالم یطرأ حدث آخر او یسیل پہر جبکہ وقت گیا تو وضو باطل ہوگیا یعنے اگلا حدث ظاہر ہوگیا یعنے ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہے خروج وقت سبب
نہین تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہوجانے کے وقت پہر وہ انقطاع دائم بنا رہا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو باطل نہوگا وقت کے خارج
ہونے سے جب تک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہو یا عذر سابق جاری نہو م اس صورت مین خروج وقت سے اسواسطے وضو باطل نہوا کہ سیلان کے
وقت وضو نہین کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا کمسئلۃ مسح خفہ یہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہے یعنے اگر عذر کے وقت وضو کرکے موزہ پہنا
تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہے اور خروج وقت سے بدون نزع خف مسح روا نہین اور اگر انقطاع عذر مین وضو کیا اور موزہ پہنا تو غیر معذور کے مانند
ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہے وافاد انہ لو توضأ بعد الطلوع ولو لعید او ضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظہر اور وقت
کے قید نے اسکا فایدہ دیا کہ اگر بعد طلوع کے وضو کیا اگرچہ عید یا چاشت یا عید اضحی کا وضو ہو تو وضو باطل نہ ہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہوجانے
سے یعنے یہ جو مصنف نے کہا کہ خروج وقت مبطل ہے سو وقت سے مراد نماز پنجگانہ کا وقت ہے اور طلوع کے بعد تا نصف النہار کوئی نماز فرض
کا وقت نہین تو بدون خروج وقت ظہر بطلان وضو ثابت نہ ہوگا وان سال علی ثوبہ فوق الدرہم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ
یتنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ہو المختار للفتوی اور اگر معذور کے کپڑے پر درم سے زیادہ نجاست
روان ہوئی تو اسکو اسکا نہ دہونا جائز ہے جو اس طرح ہو کہ اگر اسکو دہووے تو کپڑا نجس ہوجاوے نماز کے فراغت ہونے سے پہلے اور اگر
ناپاک نہ ہو فارغ ہونے سے پہلے تو دہونا ترک کرنا جائز نہین یہی قول پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے وکذا مریض لا یبسط ثوبا الا

لا لمجس فوراً الہ ترکہ اور اسی طرح وہ مریض ہی کہ نہین بچھاتا ہی کپڑے کو مگر فوراً ناپاک ہوجاتا ہی تو اُسکو ترک فرش جائز ہی ہم صورت اُسکی یہی کہ زمین پر پاک مکان نہین پاتا ہی نماز کے واسطے اور اگر اپنا پاک کپڑا بچھاتا ہی تو اُسکے زخمون کی نجاست مانعہ سے قبل از نماز ناپاک ہوجاتا ہی تو اب اُسکو ترک بسط ثوب جائز ہی فوراً اس سے مراد ظاہراً قبل اتمام نماز ہی کذا فی الطحطاوی والمعذور انما تبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضأ لعذرہ ولم یطرأ علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی نہین رہتی وقت مین مگر دو شرطون سے ایک یہ کہ جب وضو کیا اپنے عذر کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ اُسپر اور حدث طاری نہوا ہو اما اذا توضأ لحدث آخر وعذرہ منقطع ثم سال او توضأ لعذرہ ثم طرأ علیہ حدث آخر بان سال احد منخریہ او جرحیہ او قرحتیہ ولو من جدری ثم سال الآخر فلا تبقی طہارتہ لیکن جبکہ وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اُسکا عذر سابق بند ہی پھر اُسکا عذر روان ہوا یا وضو کیا اپنے عذر معلوم کے سبب سے پھر اُس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اسطرح پر کہ اُسکا ایک نتھنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ وہ چیچک کا ہو پھر دوسرا نتھنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہوگیا تو طہارت اُسکی باقی نرہی ہم پہلی صورت مین نقض وضو عذر سے اسواسطے ہوا کہ وضو عذر کی وجہ سے نہوا تھا بلکہ اور وجہ سے واقع ہوا تھا چنانچہ منیہ اور اُسکی شرح مین ہی اور اگر دونون نتھنے یا دونون زخم ساتھ ہی جاری ہوئے پھر ایک بند ہوگیا تو اُسکا وضو باقی ہی جبتک کہ وضو نماز کا باقی ہی کذا فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلوتہ مومیا واجب ہی ہٹانا اور روکنا اپنے عذر کا یا اُسکا کم کردینا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ کر کے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہوسکے ہم یعنے اگر عذر ہٹ سکتا ہو تو اُسکو مٹا دے نہین تو کم کردے بحر الرائق مین ہی کہ جب معذور قادر ہو روک سیلان پر پٹی باندھنے یا روئی اندر کرنے سے یا اگر بیٹھ کر پڑھے تو سیلان بند ہو تو روکنا واجب ہی یعنے فرض ہی تو بیٹھکر اشارہ سے نماز پڑھے اگر سیلان سے سیلان ہوتا ہی اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان تر ہی حدث کے ساتھ نماز پڑھنے سے وبردہ لا یبقے صاحب عذر اور عذر کے روک دینے سے وہ شخص معذور باقی نہ رہیگا یعنے تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض بخلاف حیض والی عورت کے یعنے اگر حائض حیض کا سیلان روک دے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ وہ معذور کے مانند ہی اور بعضون نے کہا کہ حائض کے مانند طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات مین داخل ہی تو قول ثانی ضعیف ہی ولا یصلی من بہ انفلات ریح خلف من بہ سلس بول لانہ معہ حدث ونجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جسکی ریح جاری ہی پیچھے اُس شخص کے جسکا پیشاب نہین تھمتا اسواسطے کہ امام مین دو عذر ہین ایک حدث اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی مین ایک ہی عذر ہی حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہ باب ہی نجاستون اور ناپاکیون کے احکام مین ہم جبکہ نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اسکے پاک کرنے کا بیان شروع ہوا اور حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہی کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہی بالاتفاق اور اُسکا وجوب ازالہ کسی عذر سے ساقط نہین برخلاف نجاست حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وہو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفا یختص بالاول انجاس جمع ہی نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب مین شامل ہی ناپاک حقیقی اور حکمی کو اور عرف مین اول یعنے حقیقی کو خاص ہی ہم نجس بفتح جیم مخصوص نجاست ذاتیہ ہی مثل بول و براز اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونون مین مستعمل مین تو وہ عام ہی مطلقاً تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونون کہینگے اور جس کپڑے مین نجاست لگ گئی اُسکو نجس بفتح جیم نہ کہینگے بلکہ اُسکو نجس بکسر جیم بولینگے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ اور حدث نجاست حکمی کے ساتھ مخصوص ہی اور ازالہ حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے فرض ہی اگر بمقدار مانع صلوٰۃ ہو اور اُسکا ازالہ بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کشف عورت شدید تر ہی تو اگر کشف عورت لوگون مین کریگا تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح مین مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصراً یجوز رفع

نجاسة حقيقية عن محلها ولو اناء او ماكولا علم محلها او لا بماء ولو مستعملا به يفتى جائز ہے دور کرنا نجاست حقیقی کا اُسکے مقام سے یعنی جہان وہ لگی ہے اگرچہ محل نجاست برتن یا کھانے کی چیز ہو چنانچہ روٹی یا ککڑی خواہ محل اُسکا معلوم ہو یا نہو پانی سے دھوکر اگرچہ مستعمل پانی ہو اسی کا فتوی دیا گیا ہے م طحطاوی مین خلاصہ سے منقول ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نرہا کہ کونسا ہے سو اُسنے کوئی کنارہ دھو ڈالا بدون اٹکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار ہے وبكل مائع طاهر قالع للنجاسة ينعصر بالعصر كخل وماء ورد حتى الريق فتطهر اصبع وثدي تنجس باللحس ثلثا اور جائز ہے رفع نجاست ہر ایک بہنے والی پاک نجاست اُکھاڑنے والی چیز سے کہ نچڑ جاوے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب یہانتک کہ مُنھ کی رال بھی تو جو اُنگلی اور پستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہے تین بار کے چاٹنے سے م گلاب اور سرکہ کے مانند آب باقلا اور آب زعفران اور اشجار اور اثمار اور تربوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہے اور پستان نجس ہو جاتی ہے شیر خوار کی قے سے پھر اُسکے تین بار چاٹنے اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف نحو لبن كزيت لانه غير قالع بر خلاف مثل دودھ کے چنانچہ تیل اسواسطے کہ وہ نجاست کو نہین دور کرتا یعنے اپنی چکنائی کے سبب سے وما قيل ان اللبن وبول ما يوكل مزيل مخالف للمختار اور یہ جو بعضون نے کہا ہے کہ دودھ اور حلال جانور کا پیشاب نجاست کا دور کرنے والا ہے سو قول مختار کے مخالف ہے م یہ قول غیر مختار ابو یوسف رح کا قول ہے وليطهر خف ونحوه كنعل تنجس بذي جرم هو كل ما يرى بعد الجفاف ولو من غيرها كخمر وبول اصابه تراب به يفتى بدلك يزول به اثرها اور موزہ اور اُسکے مانند چنانچہ جوتا جو ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے ایسے رگڑنے سے کہ اثر اُسکا اس سے دور ہو جاوے جسم وار وہ نجاست ہے جو نظر آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے ملکر خشک ہونے کے بعد نظر پڑے چنانچہ شراب اور پیشاب جسکو مٹی لگ گئی اسیکا فتوی دیا جاتا ہے م موزہ کی قید اسواسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہین ہوتا مگر منی کے رگڑ ڈالنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے شراب اور پیشاب اگرچہ بعد خشکی کے نظر نہین آتا مگر مٹی سے ملکر جرم دار ٹھہریگا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جائیگا اثر سے مراد اوصاف ثلثہ ہین یعنے رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی رہیگا تو پاک نہوگا رگڑنا خواہ زمین پر ہو خواہ ناخن اور لکڑی اور پتھر سے كذا في الطحطاوي والا جرم لها كبول فيغسل اور اگر نجاست کا جرم نہو تو موزہ اور مانند اُسکے دھویا جاوے یعنے تین بار خشک کرنے کے ساتھ ایسا ہی بحر الرائق مین لیکن چلپی مین قہستانی سے منقول ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ تین بار اُسپر پانی ڈالے اور چھوڑ دے یہانتک کہ ٹپکنا بند ہو جاوے وليطهر صيقل لامسام له كمرأة وظفر وعظم وزجاج وآنية مدهونة وخراطي وصفائح فضة غير منقوشة بمسح يزول به اثرها مطلقا به يفتى اور پاک ہوتا ہے صیقل دار یعنے گھونٹ والا جسمین مسام نہین چنانچہ آئینہ اور ناخن اور ہڈی اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالی چینی اور خرادی سخت لکڑی چکنی اور بے نقش چاندی کے پتر پونچھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نرہے خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسی کا فتوی دیا جاتا ہے م پونچھنا صیقلی چیز کا قول معتمد مین مطہر ہے خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست تر ہو یا خشک كذا في الطحطاوي وتطهر ارض بخلاف نحو بساط بيبسها اي جفافها ولو بريح اور پاک ہو جاتی ہے زمین اُسکے خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت ہوا سے خشکی حاصل ہو بر خلاف فرش اور اُسکے مانند کے کہ وہ پاک نہین ہوتا بدون پانی جاری کرنے کے م اگر زمین تر ہو تو بدون دھونے کے پاک نہو گی پھر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکتی ہو تو اتنا پانی اُسپر ڈالے کہ اُسکے پاک ہو جانے کا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈھالو ہو تو اُسکے اسفل مین گڑھا کھودے اور زمین پر پانی ڈالے جب گڑھے مین پانی جمع ہو تو اُسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہے تو اُسکا دھونا ممکن نہین بلکہ اُسکو کھو کر نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دے اور گچ کی زمین ہو تو اُسپر پانی ڈالے پھر اُسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اُسکا خشک کرلے تین بار اسطرح کرے اور اگر بہت سا پانی اُسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نہ رہے پھر اُسکو چھوڑے کہ خشک ہو جاوے تو پاک ہو جاویگی كذا في الطحطاوي عن السراج والخلاصة والمحيط وذهاب اثرها كلون وريح لاجل صلوة عليها لا لتيمم لها اور نجاست کا اثر جانا زمین پر نماز پڑھنے کے واسطے ہے نہ اس سے تیمم کرنے کے لیے م نجاست کا اثر چنانچہ رنگ اور بو اور اسی طرح مزہ لان المشروط لها الطهارة وله طهورية اسواسطے کہ نماز کے لیے

زمین کا پاک ہونا تھا ہی نہ مطہر ہونا اور تیمم کے واسطے مطہر ہونا تھا ہی نہ فقط پاک ہونا وحکم آجر ونحوہ کلبن مفروش وخص بالخاء بحجرۃ سطح وشجر وکلأ قائمین
فی ارض کذلک ای کارض فیطہر بجفاف اور حکم پکی اینٹ مفروش اور اسکے مانند کا چنانچہ کچی اینٹ فرش کی اور بانس ور نرکل یا لکڑی کی ٹٹی
کا حکم اور اس درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہوا ہی اسی طرح کا ہی یعنے زمین کے مانند ہی کہ پاک ہوجاتی ہین یہ سب چیزین نجاست کے خشک ہوجانے سے
شارح نے کہا کہ خص بخاء معجمہ چھت کی اوٹ ہی ہم خص بضم خاء معجمہ وصاد مہملہ گھر ہی بانس یا نرکل کا اور یہان مراد وہ ستُرہ یعنے اوٹ ہی جو چھتون پر
ہوتی ہی یعنے ٹٹیان کھڑی کر کے کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا کل ما کان ثابتا فیہا لاخذہ حکمہا باتصالہ بہا اور اسی طرح خشک ہونے سے طاہر
ہوجاتی ہی وہ چیز جو زمین پر ثابت اور قائم ہی چنانچہ دہلیز اسواسطے کہ اسکے متصل ہونے سے زمین کے ساتھ اسنے زمین کا حکم پیدا کیا فالمنفصل
یغسل لا غیر الا حجرا خشنا کرحی فکارض تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہی چنانچہ غیر مفروش اینٹ یا زینہ چوبی تو وہ دھونے سے پاک ہوتی ہی نہ اسکے غیر سے
مگر کھردرا پتھر چنانچہ چکی وہ زمین کے مانند خشک ہونے سے پاک ہوتی ہی ہم بحر الرائق مین ہی کہ چکنا پتھر تو بدون دھونے کے پاک نہین ہوتا ویطہر
منی ای محلہ یابس بفرک ولا یضر بقاء اثرہ ان طہر راس حشفۃ کان کان مستنجیا بماء اور خشک منی کا مکان پاک ہوجاتا ہی مل ڈالنے سے
اور اسکے اثر کا باقی رہنا کچھ ضرر نہین کرتا بشرطیکہ سر ذکر پاک ہو اسطرح پر کہ پانی سے استنجا کیا ہو ہم لیکن اس صورت مین کافی ہی جبکہ راس ذکر طاہر ہو اسطرح
کہ پیشاب کیا اور مخرج سے متجاوز نہوا یا تجاوز کیا اور پانی سے استنجا کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی اولج فنزع فانزل لم یطہر الا بغسلہ لتلوثہ
بالنجس انتہی ای برطوبۃ الفرج فیکون متفرعا علی قولہما بنجاستہا اما عندہ فہی طاہرۃ کسائر رطوبات البدن جوہرہ اور مجتبی مین ہی کہ ذکر فرج مین داخل
ہوا پھر خارج کیا پھر انزال ہوا تو یہ خشک منی طاہر نہو گی بدون دھونے کے بسبب بھر جانے ذکر کے نجاست سے انتہی کلام المجتبی یعنے ناپاکی ہوئی
فرج کی رطوبت سے تو یہ مجتبی کا قول متفرع ہی صاحبین کے قول پر کہ اسکی رطوبت ناپاک ہی لیکن امام اعظم رح کے نزدیک تو وہ پاک ہی جیسے بدن کی
باقی رطوبات چنانچہ تھوک اور رینٹ اور پسینا پاک ہین والا یکن یابسا او لا راسہا طاہرا فیغسل کسائر النجاسات ولو دما عبیطا علی المشہور اور اگر منی
خشک نہو یا سر حشفہ پاک نہو تو دھوئی جاوے جیسے باقی ناپاک چیزین دھوئی جاتی ہین خشک ہون یا تر اگرچہ تازہ خون ہو بموجب قول مشہور کے ہم غیر مشہور
مجتبی کا یہ قول ہی کہ اگر تازہ خون کپڑے مین لگا اور خشک ہوگیا پھر اسکو چھیلا اور ملا تو کپڑا پاک ہوگیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی بلا فرق
بین منیہ ولو رقیقا لمرض بہ ومنیہا ولا بین منی آدمی وغیرہ کما بحثہ الباقانی بدون فرق کے درمیان منی مرد کے اگرچہ وہ بیماری سے پتلی ہوگئی ہو اور درمیان
منی عورت کے اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور غیر آدمی کے چنانچہ باقانی نے اسکو بحث کی راہ سے بیان کیا ہی نہ روایت کی راہ سے ہم اور
اسی طرح قہستانی مین بحث کی راہ سے آدمی اور غیر آدمی کی منی کو برابر کہا ہی اور فیض مین اسکو مصرح بیان کیا ہی حلبی نے کہا کہ آدمی کی منی مین
خلاف قیاس رخصت وارد ہی تو اسپر غیر آدمی کا قیاس نہین کذا فی الطحطاوی ولا بین ثوب ولو جدیدا او مبطنا فی الاصح وبدن علی الظاہر
من المذہب اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا یا دوہرا ہو صحیح تر قول مین اور درمیان بدن کے بنا بر ظاہر مذہب کے ہم
یعنے در صورت طہارت مخرج خشک منی ملنے اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہی خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ کپڑے پر ہو یا بدن پر ہم
ہل یعود نجسا ببللہ بعد فرکہ المعتمد لا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونے سے پھر ناپاک ہوتا ہی یا نہین جواب
وہ ناپاک نہین ہوتا معتمد قول مین وکذا کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع اور اسی طرح جس چیز کی طہارت کا حکم ہوگیا بدون سائل چیز کے وہ تر
ہونے سے پھر ناپاک نہین ہوجاتی ہی ہم مطہر غیر سائل چنانچہ پونچھنا اور خشک ہونا اور جلنا وغیر ذلک بحر الرائق مین ہی الحاصل تصحیح اور اختلاف
طہارت کے ہر مسئلہ مین مختلف ہی مگر طہارت کا اعتبار ہر صورت مین اولے ہی جیسا کہ اصحاب متون نے اسکی تصریح کی ہی ہر مسئلہ مین وقد انتہت

نے الخزائن المطہرات اثنی نیف وثلثین وغیرت نظم ابن وہبان فقلت اور اللہ ہی مین نے پہونچایا ہی خزائن الاسرار مین مطہرات کو کئی اور تیس تک اور
بدل ڈالا مین نے ابن وہبان کی نظم کو سو مین نے یون کہا ہے وغسل ومسح والجفاف مطہر ونحت وقلب العین والحفر یذکر اور دھونا
اور پونچھنا اور خشک کرنا پاک کرنے والا ہی اور چھیلنا اور ذات کا بدل جانا اور کھودنا ذکور ہی مطہرات مین دھونا جیسے مثلاً کپڑے مین اور
پونچھنا صیقل دار مین اور خشکی زمین مین اور چھیلنا لکڑی مین اور ذات کا بدل جانا گدھے اور سور کے نمک ہو جانے مین اور کھودنا زمین مین طاہر
کرتا ہی ودبغ وتخلیل ذکوٰۃ تحلل وفرک ودلک والدخول التغور اور دباغت کرنا چمڑے کا اور سرکہ بنانا شراب کا نمک وغیرہ ڈال کر اور
ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ بنجانا اور خشک منی کا مل ڈالنا اور موزے کا رگڑنا اور حوض نجس مین پاک پانی کا اسقدر داخل ہونا کہ وہ
پھر روان ہو جائے اور کنوئین کے پانی ناپاک کا زمین کے اندر گھسنا اور دھس جانا طاہر کرتا ہی وتصرفہ فی البعض ندف ونزحہا ونار وغلے
غسل بعض تغور اور تصرف کرنا بعض مین اور روئی کا دھنا اور کنوئین کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگ مین جلجانا اور ابالنا اور بعض کا
دھونا اور بستہ چیز مین نجاست نکال کر گڑھا کر دینا تمام تصرف بعض کا اسطرح مطہر ہی کہ اناج جب بھوسے سے جدا ہوتا ہی بیلون کے روندنے سے
تو اُنکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہو جاتا ہی تو جب اسمین کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہو گیا خرچ کرنا عام ہی خواہ کھانے کے واسطے ہو خواہ بیع خواہ ہبہ
خواہ خیرات کے واسطے فتاوے عالمگیری مین ہی کہ اگر نصف سے کمتر روئی ناپاک ہوئی تو دھنے سے پاک ہو جاویگی اور قہستانی مین ہی کہ تیل اور اُسکے
مانند جیسا نچہ گھی یا شہد ناپاک ہوا پھر اسمین پانچوان حصہ پانی ڈالکر ابالا کہ پانی جلگیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہین کہ ناپاکی کہان ہی تو ایک
طرف کے دھونے سے پاک ہو جاتا ہی اور گھی یا شہد یا راب گاڑھی ہی اور اسمین چوہا گر کے مرگیا تو چوہے کو اور اسکے گردپیش کے گھی کو نکال ڈالے کہ گڑھا
نجائے تو باقی چیز پاک ہو گئی ویطہر زیت تنجس بجعلہ صابونا بہ یفتی للبلوی کتنور رش بماء نجس لا باس بالخبز فیہ اور پاک ہو جاتا ہی ناپاک تیل اُسکو صابون
بناڈالنے سے اسی قول پر فتوے ہی بوجہ بلوی کے یعنی اس سے بچاؤ دشوار ہی جیسے وہ تنور جو ناپاک پانی سے چھڑکا گیا اُسمین روٹی پکانے کا کچھ ڈر نہین
کطین تنجس فجعل منہ کوزا بعد جعلہ فی النار یطہر ان لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی چنانچہ وہ مٹی کہ ناپاک ہو گئی سو اُسکا کوزہ بنایا گیا
آگ مین ڈالنے کے بعد پاک ہو جاتا ہی اگر اسمین نجاست کا اثر پکانے کے بعد ظاہر نہین ہوا ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ہم یہ حلبی شارح ہی منیۃ المصلی کا
اور دوسرا حلبی ابراہیم ہی درمختار کا محشی وعفا الشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ اور صاحب شرع نے نجاست بقدر درہم کے معاف
کر دی ہی اگرچہ اُسکے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہی تو بقدر درم کے نجاست کا دھونا واجب ہی ہم عفو سے مراد یہ ہی کہ قدر درم کی نجاست کے ساتھ نماز
صحیح ہی بدون اُسکے دھونے کے اور یہ مراد نہین کہ وہ مکروہ بھی نہین کیونکہ اُسکی کراہت ثابت ہی اور اگر نماز شروع کر چکا تو اُسکے دھونے کے واسطے نماز کا توڑنا
جائز ہی کذا فی الطحطاوی وما دونہ تنزیہا فیسن اور مکروہ تنزیہی ہی درم سے کم نجاست تو اُسکا دھونا مسنون ہی نہ واجب اور فرض ہم یہی قول معتمد ہی پھر اگر
درم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کر چکا تو تامل کرے اگر وقت مین وسعت ہو تو دھونا افضل ہی پھر نماز پڑھنا اور اگر جماعت فوت ہوتی ہو تو اگر پانی
ملسکتا ہو اور دوسری جماعت پاسکتا ہو دوسرے مقام مین تو بھی دھونا افضل ہی ورنہ نماز قطع نکرے وفوقہ مبطل فیفرض اور درم سے زیادہ نجاست
نماز کو باطل کرتی ہی تو اُسکا دھونا فرض ہی والعبرۃ لوقت الصلوٰۃ لا لاصابۃ علی الاکثر نہر اور اعتبار نجاست کی مقدار مین نماز پڑھنے کے وقت کا ہی نہ نجاست
لگ جانے کے وقت کا اکثر علما کے نزدیک چنانچہ نہر الفائق مین ہی وہو مثقال وزنہ عشرون قیراطا فی نجس کثیف لہ جرم وعرض مقعر الکف وہو داخل مفاصل
الاصابع فی رقیقہ من مغلظۃ کعذرۃ آدمی اور وہ یعنے درم بوزن ایک مثقال کے ہی یعنے ۲۰ قیراط کی گاڑھی نجاست جرم دار مین اور بقدر چوڑائی قعر
کف دست کے ہی پتلی نجاست مین اور قعر کف دست اندر ہی انگلیون کے جوڑون کا غلیظ نجاست سے جیسے آدمی کا گوہ ہم نجاست غلیظہ ایک درم

معاف ہی بعضون نے درم کے وزن کا اعتبار کیا مطلقا اور بعضون نے مساحت کا ہندوانی نے دونون قولون مین توفیق دی اسطرح کہ اگر نجاست گاڑھی ہی
تو درم کے وزن کا اعتبار ہی اور اگر پتلی ہی تو مساحت درم کا اعتبار ہی بدائع مین کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہی اور زاہدی اور زیلعی
نے اسی کو صحیح کہا ہی امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جسمین دو نص متعارض نہون صاحبین نے کہا اور اُسکے ساتھ مجتہدین معاصرین اُنکے سامنے یقین
کا اُسمین اختلاف نہو اور نجاست خفیفہ امام کے نزدیک یہ ہی جسمین دو نص متعارض ہون صاحبین نے کہا اور اُسکے ساتھ مجتہدین کا اختلاف بھی ہو اور غلیظہ کی
تعریف مین اتنا زائد اور ہی کہ اُسکے اجتناب مین بلوی یعنی حرج واقع نہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وکذا کل ماخرج منہ موجبا لوضوء او غسل مغلظ اور اسیطرح جو چیز
کہ آدمی کے بدن سے نکلے وضو یا غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہی مثلا پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور قے منہ بھر کے اور خون حیض
کا یہ سب نجس نجاست غلیظہ مین لیکن اس کلیہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ باد جو کہ ناقص وضو ہی پر طاہر ہی وبول غیر ماکول ولو من صغیر لم یطعم الا
بول الخفاش وخرؤہ فطاہر اور جیسے جاندار غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیرخوار بچے کا پیشاب ہو مگر چمگیدڑ کا پیشاب اور اسکی بیٹ پاک ہی
وکذا بول الفارۃ لتعذر التحرز عنہ وعلیہ الفتوی کما فی التاتارخانیۃ اور اسیطرح چوہے کا پیشاب پاک ہی یعنے معاف ہی بسبب نہو سکنے بچاؤ کے اُس سے اور
اسی پر فتوی ہی چنانچہ تاتارخانیہ مین ہی مگر حلبی نے کہا یہ معافی کپڑون اور طعام میں ہی نہ پانی مین بزازیہ اور فتاوی قاضیخان مین چوہے کی نجاست کو
ظاہر الروایۃ کہا ہی لیکن ظاہر الروایۃ پر فتوے مقدم ہی کذا فی الطحطاوی ویجی فی آخر الکتاب ان خرء ہا لا تفسد مالم یظہر اثرہ اور آخر کتاب مین آویگا کہ چوہے کی
مینگنی ناپاک نہین کرتی جبتک اُسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا بو مثلا روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر وہ سخت ہو تو اُسکو نکال ڈالے اور روٹی کو کھانے کہ وہ
پاک ہی کذا فی البحر وفی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو وعلیہ الفتوی اور اشباہ مین ہی کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنون کے سوا معاف ہی اسی پر
فتوی ہی ودم مسفوح من سائر الحیوانات الا دم شہید ما دام علیہ وما بقی فی لحم مہزول وعروق وکبد وطحال وقلب وما لم یسل ودم سمک وقمل وبرغوث و
بق اور نجاست غلیظہ ہی خون رواں تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون پاک ہی جبتک اُسکے جسم پر ہی اور جو خون کہ دبلے گوشت اور رگون اور کلیجی اور تلی اور
دل مین باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہین اور مچھلی اور جون اور پسو اور مچھر کا خون کہ یہ سب پاک ہین مگر جو خون کہ کلیجی وغیرہ مین باقی
رہتا ہی وہ جاری نہین تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہو گیا تو استثنا کی کچھ حاجت نہین زاد فی السراج وکتان وہی کما فی القاموس کرمان ودویبۃ حمراء لساعۃ
اور سراج وہاج مین ہی اور خون کتان بروزن رمان کا چنانچہ قاموس مین ہی چھوٹا سا کیڑا ہی سرخ رنگ بسیار گزندہ مگر شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہو واللہ اعلم
فالمستثنی اثنا عشر تو حیوانات سے بارہ خون مذکور مستثنی ہین کہ وہ ناپاک نہین وخمر وفی باقی الاشربۃ روایات التغلیظ والتخفیف والطہارۃ رجح فی البحر
الاول وفی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہی اور باقی مسکر شرابون مین تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف
ہین بحر الرائق مین اول یعنے تغلیظ کی روایت کی ترجیح ہی اور نہر الفائق مین یعنے تخفیف کی ترجیح ہی مگر صاحب نہر نے منیہ کے اس مسئلہ سے
استدلال کیا ہی کہ اگر نماز پڑھے اور اسکے کپڑے مین شراب مسکر سے کثیر فاحش نہین تو قول اصح مین وہ کافی ہی حلبی نے کہا یہ نص ہی تخفیف نجاست مین
تو صاحب نہر ہی کا قول ہی اسواسطے کہ فرع منصوص کی طرف رجوع ہی اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہی وخرء کل طیر لا یذرق فی الہواء کبط
اہلی ودجاج اور نجاست غلیظہ جیسے بیخال ہر ایک اُس پرندہ کی جو ہوا مین نہین اڑتا چنانچہ خانگی پالو بطا اور مرغی واما ما یذرق فیہ فان ماکولا فطاہر والا فمخفف لیکن
جو پرندہ کہ ہوا مین اڑا کرتا ہی تو اگر وہ حلال ہی جیسے کبوتر اور کنجشک تو اُسکی بیٹ پاک ہی اور اگر حرام ہی تو اُسکی بیخال ناپاک نجاست خفیفہ ہی چنانچہ باز اور شکرا اور
چیل لیکن اُنکی بیٹ سے کنوان ناپاک نہین ہوتا عموم بلوی کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہی کذا فی الطحطاوی وروث وخثی اور نجاست غلیظہ جیسے لید
اور گوبر مگر بحر الرائق مین ہی کہ فضلہ فرس اور حمار کو عرب مین روث یعنی لید کہتے ہین اور گائے بیل بھینس کو خثی یعنے گوبر کہتے ہین اور فضلہ اونٹ کو بعر یعنی مینگنی اور فضلہ

انسان کو غائط یعنی گوہ ہوتے ہیں افاد بہا نجاستہ خرء کل حیوان غیر الطیور مصنف نے لید اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاست کو خواہ چوپائے ہوں
چڑیوں کے سوا بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تغلیظ نجاست پر آگاہ کر دیا جب افادہ یہ ہوا کہ تغلیظ نجاست حلال جانور کے فضلے میں ثابت ہوئی تو حرام جانور میں بھی ثابت
ہوگی بلکہ بطریق اولی کذا فی الطحطاوی وقالا مخففۃ اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر نجس نجاست خفیفہ ہیں ہم صاحب بحر نے کافی سے نقل کیا ہے کہ اور درندے
جانوروں کے گوہ کی نجاست غلیظہ ہونے میں امام اور صاحبین کا اتفاق ہے تو اختلاف نہیں مگر لید اور گوبر میں کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیہ قولہما اظہر اور
شرنبلالیہ میں ہے کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ علما کا اختلاف ہے نجاست اور طہارت میں تو یہ اختلاف خفت کا مورث ہے اور عموم بلوے کے سبب سے
بھی کہ راہیں اس سے پر رہتی ہیں برخلاف حمار وغیرہ غیر ماکول اللحم کے پیشاب کے کہ زمین اسکو سوکھ جاتی ہے کذا فی الزیلعی وطہرہا محمد آخرا للبلوی وبہ قال مالک ومحمد بن
حسن نے لید اور گوبر کو آخر حال میں پاک کہا عموم بلوی اور مزید مشقت کی وجہ سے اور یہی قول ہے امام مالک کا جبکہ امام محمد رح خلیفہ کے ساتھ رے میں داخل ہوئے اور
تکلیف اور مشقت لوگوں کی دیکھی کہ راہیں اور سرائیں اس سے پر ہیں تو مجبور ہو کر تخفیف کا پہلا قول ترک کر کے طہارت کے قائل ہوئے ولو اصابہ من نجاستہ غلیظۃ
ونجاستہ خفیفۃ جعلت الخفیفۃ تبعا للغلیظۃ احتیاطا کما فی الظہیریۃ اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹھہرائی جاویگی
احتیاط کی راہ سے چنانچہ ظہیریہ میں ہے یعنے خفیفہ اس صورت میں بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی تو اگر دونوں ملکر قدر درم سے زائد ہوں تو نماز جائز نہوگی ثم متی اطلقوا
النجاسۃ فظاہرہ التغلیظ پھر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولیں تو ظاہر اطلاق کا تغلیظ نجاست پر دلالت کرتا ہے وعفی دون ربع جمیع بدن
وثوب ولو کبیرا ہو المختار ذکرہ الحلبی ورجحہ فی النہر علی التقدیر بربع المصاب کذیل وکم دامن قال فی الحقائق وعلیہ الفتوی اور نجاست خفیفہ معاف ہے تمام بدن
اور کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو چنانچہ جامہ اور پگڑی ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق میں راجح کہا ہے اس چیز کی چوتھائی تقدیر جسکو
نجاست لگ گئی ہے چنانچہ دامن اور آستین اگرچہ حقائق میں کہا ہے وعلیہ الفتوی یعنی بدن یا کپڑے کے جس ٹکڑے کو نجاست لگی اسی کی چوتھائی سے کم ہونے کی معافی کا
فتوی ہے حقائق میں نہ تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اسی قول کو صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبی اور سراج وہاج نے صحیح کہا ہے
حلبی محشی در المختار نے کہا کہ فتوی کا لفظ مقدم ہے مختار اور راجح کے لفظ پر من نجاسۃ مخففۃ کبول ماکول ومنہ الفرس وطہرہ محمد کم از چہارم کی معافی ہے نجاست
خفیفہ سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب اور اسی قسم سے ہے گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد نے پاک کہا ہے ہم شیخین کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست
خفیفہ ہے اور امام نے اسکے گوشت کو مکروہ جو کہا ہے تو اسواسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہے نہ اسواسطے کہ اسکا گوشت ناپاک ہے وخرء طیر من السباع او غیرہا غیر ماکول
اور چنانچہ بنجال غیر ماکول اللحم چڑیوں کی خفیف نجس ہے خواہ وہ چڑیاں درندہ ہوں مثل باز جرہ یا درندہ نہوں وقیل طاہر وصحح اور بعضوں نے اسکو پاک کہا ہے
اور اسکی تصحیح بھی بعضوں نے کی ہے ثم الخفۃ انما تظہر فی غیر الماء فلیحفظ پھر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت میں پانی کے غیر میں ظاہر ہوتی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
یعنے نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے حلبی نے کہا مگر طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنواں نجس نہیں ہوتا تو یہ مستثنی ہے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا
وعفی دم سمک ولعاب بغل وحمار والمذہب طہارتہا اور معاف ہے خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدھے کی اور صحیح مذہب انکے طاہر ہونے کا ہے وبول انتضح
کرؤس الابر اور معاف ہے پیشاب چھینٹیں ہو کر لگا سوئیوں کے سروں کے مانند یعنی ہر چھینٹ سوئی کے نوک کے برابر ہو اگرچہ سیکڑوں ہوں وکذا جانبہا الآخر اور
اسی طرح ہر سوزن کے مانند سوئی کی دوسری طرف ہے جدھر سوئی کا ناکا ہوتا ہے وان کثر باصابتہ الماء للضرورۃ اگرچہ پیشاب کی چھینٹیں بہت ہو جاویں پانی
لگجانے سے یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے یعنی اس سے بچاؤ دشوار ہے لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح لان طہارۃ الماء اکد جوہرہ لیکن اگر پیشاب کی
چھینٹ تھوڑے پانی میں پڑیگی تو اسکو ناپاک کریگی صحیح تر قول میں اسواسطے کہ پانی کی طہارت میں زیادہ تر تاکید ہے کذا فی الجوہرۃ ہم پانی اس صورت سے
نجس ہوگا جبکہ چھینٹ کا اثر پانی پر ظاہر ہو اسطرح کہ گرنے کے وقت پانی میں فرجہ ہو جائے یا پانی ہلجائے ورنہ اسکا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ قہستانی نے تمرتاشی سے

نقل کیا باوجود اُسکے اگر کنوین مین پیشاب کی چھینٹ گر گئی تو ناپاک نہوگا کذا فی الحلبی دفی القنیۃ لو انصل وانبسط و زاد علی قدر الدرہم ینبغی ان یکون کالدہن
النجس اذا انبسط اور قنیہ مین ہو کہ اگر پیشاب کی چھینٹین باہم ملگئین اور پھیل گئین اور درم کے مقدار سے زائد ہوگئین تو چاہیے کہ ناپاک تیل کے مانند مانع
نماز ہون جبکہ وہ تیل پھیل جاے م یہ اُس صورت مین ہو جب گرنے کے وقت کپڑے پر نمودار ہو چنانچہ قہستانی مین ہو کرانی سے کذا فی الطحطاوی
عن الحلبی وطین شارع وبخار نجس وغبار سرقین ومحل کلاب وانتضاح غسالۃ لاتظہر مواقع قطرہا فی الاناء عفو اور کیچڑ شارع عام یعنے بڑے راستہ کی اور
ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کا بخار اور کتون کے مقام اور چھینٹین وضو یا غسل کے پانی کی کہ اُنکے قطرات کے مقامات نمودار نہین برتن مین یہ سب معاف
ہین یعنے ضرورت کی وجہ سے م اصح قول یہ ہو کہ اگر میت کے بدن پر نجاست نہو تو اُسکا غسالہ ناپاک نہین ہو مگر محمد نے جو نجس کہا ہو تو اسوجہ سے کہ
غالباً میت کا بدن نجاست سے خالی نہین ہوتا اگر پانی سے استنجا کیا اور اُسکو نہ پونچھا اور ریح کا اخراج ہوا تو اُسکی نجاست مین اختلاف ہو لیکن اکثر
علما کے نزدیک وہ ناپاک نہین ہوتا اور نجاست کا دھوان اگر کپڑے مین لگا یا بدن مین اسمین بھی اختلاف ہو صحیح یہ ہو کہ وہ ناپاک نہین کرتا کذا
فی الطحطاوی عن البحر وماء بالمدور دای جری علی نجس نجس اذا ورد کلہ او اکثرہ ولو اقلہ لا کمیتۃ فی نہر اونجاسۃ علی سطح لکن قدمنا ان العبرۃ للاثر اور جو
پانی کہ وارد ہوا یعنی جاری ہوا ناپاک پر وہ ناپاک ہو بشرطیکہ سارا پانی یا اکثر نجاست پر گذرا ہو اور اگر تھوڑا پانی نجاست کو لگا اور بہت علیحدہ اس سے
گذر گیا تو وہ ناپاک نہین چنانچہ مردار جانور نہر مین پڑا ہو یا نجاست چھت پر ہو اور پانی بہا جاتا ہو تو یہان تھوڑا پانی نجاست کا ملاقی ہوگا تو ناپاک
نہوگا لیکن ہمنے باب المیاہ مین مقدم ذکر کیا ہو کہ اثر نجاست کا اعتبار ہو یعنے جبکہ تھوڑا پانی نجاست پر گذرے م ورود عام ہو جریان اور رکنگی سے اور
یہان حکم بھی عام ہو تو بہتر یہ تھا کہ شارح ورود کی تفسیر جریان نکرتا متن کو عام رہنے دیتا پانی کا گذرنا نجاست پر اسطرح ہو کہ ساری زمین ناپاک ہو یا پرنالا
کے پاس نجاست پڑی ہو بحر الرائق مین ہو کہ آب باران جبکہ نجاسات پر گذرے ناپاک نہین ہوتا جبتک کہ نجاست پاک زمین سے زیادہ تر نہو یا پرنالے
کے پاس ہو کذا فی الطحطاوی کعکسہ ای اذا وردت النجاسۃ علی الماء تنجس الماء اجماعا لکن لا نحکم بنجاستہ اذا لاقی المتنجس ما لم ینفصل فلیحفظ جیسے اُسکے
عکس مین ناپاک ہوتا ہو یعنی جبکہ نجاست پانی پر پڑے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہو باجماع حنفی وشافعی لیکن اُسکے نجاست کا حکم نہین کیا جاتا جبکہ ناپاک چیز
اُسکو ملے تا وقتیکہ نجاست سے جدا نہین ہوا تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے م بحر الرائق مین ہو کہ قیاس اسکا مقتضی ہو کہ پانی ناپاک پانی ہوجاے نجاست کی اول
ملاقات سے لیکن یہ قیاس ضرورت کے سبب سے ساقط الاعتبار ہو خواہ نجس کپڑا لغارے مین ہو اور پانی اُسپر ڈالا جاے یا پانی لغارے مین ہو اور ناپاک کپڑا
اُسمین ڈالا جاے ہم حنفیون کے نزدیک تو وہ اپنے محل مین طاہر ہو اور نجس ہو جبکہ وہان سے جدا ہو اور ناپاک کپڑے دھونے مین بہتر یہ ہو کہ کپڑے لغارے
مین رکھے بدون پانی کے پھر پانی اُسپر ڈالے نہ یون کہ پانی لغارے مین اول رکھے پھر ناپاک کپڑا اُسمین ڈالے تاکہ امام شافعی کے مخالف نہو اسواسطے کہ اُنکے
نزدیک پانی مین ناپاک کپڑا ڈالنے سے ناپاک ہوجاتا ہو انتہی مختصراً الا کیون بحسابہ ماد فقدر ہ الا لازم نجاسۃ الخبز فی سائر الامصار ناپاک نہین ہوتی نجاست
کی راکھ چنانچہ گوبر اور لید اور گندگی آدمی کی ورنہ لازم آوے ناپاک ہونا روٹی کا اکثر شہرون مین یعنی جہان لکڑی میسر نہین یا کمیاب گران قیمت ہو
ولا ملح کان حماراً او خنزیرا اور نہ وہ نمک ناپاک ہو جو اول گدھا یا سور تھا جو نمکسار مین پڑکر نمک بنگیا ولا قذر وقع فی بئر فصار حماۃ لانقلاب العین
بہ یفتی اور نہ وہ گندگی ناپاک ہو جو کنوئین مین گری پھر کالی مٹی ہوکر کیچڑ بنگئی بسبب بدلجانے اُسکی ذات کے اسی کا فتوی دیا جاتا ہو م انقلاب ذات
تینون مسئلون کی دلیل ہو یعنی گندگی کی راکھ کا اور گدھے اور سور کے نمک کا اور گندگی کی کیچڑ کا ناپاک نہونا اسواسطے ہو کہ اُنکی حقیقت بدلکر اور چیز بنگئی
وغسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاسۃ محلا نسیہ ونسی المحل مطہر لہ وان وقع الغسل بغیر تحر ہو المختار اور اُس کپڑے یا بدن کا دھونا جسکے ایک
مکان پر نجاست لگ گئی اور وہ مکان بھول گیا ہو اُس کپڑے کا پاک کرنیوالا ہو اگرچہ بدون ظن غالب کے دھویا ہو یہی قول مختار ہو م یہ رد ہو رائع

رنجیان

اور اسبیجابی کے قول کا بدائع مین سارے کپڑے کے دھونے کو واجب کہا ہی اور اسبیجابی نے الکل کر کے دھونا شرط کیا ہی کذا فی الطحطاوی ثم لو ظہر انہا فی
طرف آخر لم یعد فی الخلاصۃ نعم وفی الظہیریۃ المختار انہ لا یعید الا الصلوۃ التی ہو فیہا پھر اگر دھونے کے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہی جو نہین
دھویا تو دھونے کا اعادہ کرے یا نکرے خلاصہ مین ہی کہ ہان دھووے اور ظہیریہ مین قول مختار یہ ہی کہ اعادہ نکرے مگر اُس نماز کا جسمین اُسنے نجاست کو
دیکھا م یہ غفلت ہی شارح سے صاحب نہر الفائق کے اتباع سے اسواسطے کہ ظہیریہ کا یہ مسئلہ مغایر ہی مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ بحر الرائق کی عبارت اُسمین صریح ہی
ظہیریہ مین یون ہی کہ نماز پڑھنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہین کہ کب سے لگی ہی تو امام کی روایات مختلف سے قول مختار یہ ہی کہ اعادہ
نکرے مگر اُس نماز کا جسمین وہ مشغول ہی کذا فی الحلبی کما لو بال حمر خصہا التغلیظ بولہا اتفاقا علے نحو حنطۃ تدوسہا فقسم او غسل بعضہ او ذہب بہبۃ او اکل
او بیع کما مر چنانچہ اگر گدھون نے پیشاب کیا مثلاً اُس گیہون پر جسکو وہ مانڈتے ہین یعنے روند کر بھوسے سے جدا کرتے ہین پھر گیہون بانٹے گئے یا تھوڑے
سے دھوئے گئے یا کچھ جاتے رہے بخشش یا کھانے یا بیع کی وجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدھون کو خاص کر کے
اسواسطے بیان کیا کہ اُنکے پیشاب کی نجاست بالاتفاق ہی حیث یطہر الباقی وکذا الذاہب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب اسواسطے
کہ باقی گیہون پاک ہو جاتے ہین اور اسی طرح وہ گیہون بھی پاک ہو جاتے ہین جو صرف ہو گئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف مین یعنے
ہو سکتا ہی کہ جسقدر گیہون بعد تصرف کے باقی رہے ناپاک گیہون انھین مین ہون تو اس صورت مین جدا ہوے پاک ٹھہرینگے اور یہ بھی ممکن ہی کہ ناپاک
گیہون اُنہین جاتے رہے ہون جو تصرف ہو گئے ہین تو اس صورت مین باقی پاک ٹھہرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایک طرف کے دھونے سے پاک ٹھہر جاتا
دھو جانے کے احتمال سے وکذا یطہر محل نجاسۃ اما عینہا فلا تقبل الطہارۃ مرئیۃ بعد جفاف کدم بقلعہا ای بزوال عینہا واثرہا ولو بمرۃ او بما فوق الثلث
فی الاصح اور اسی طرح خشکی کے بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہو جاتی ہی اُسکے اُکھاڑنے اور بالکل دور کر ڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اسکے اثر کے زائل
ہو جانے سے اگرچہ زوال ایکبار کے ازالہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول مین مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو قبول
نہین کرتی م غایۃ البیان مین کہا نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہی جو خشک ہو جانے سے نظر آوے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے بعد نظر نہ آوے وہ نمودار
نہین اصح یہی ہی کہ ایکبار کے دھونے سے بھی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہی خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب کثیر بستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغار مین
تین بار سے زیادہ دھونا اُسوقت ہی جبکہ اقل کافی نہو اور غیر صحیح یہ قول ہی کہ بعد زوال عین دو بار دھونا واجب ہی یا تین بار یا ایکبار اسطرح کذا فی الطحطاوی
لم یقل بغسلہا لیعم نحو ذلک دلک اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اُسکے دھونے کو تاکہ کرٹنے اور ملنے وغیرہ کو بھی شامل رہے یعنے تطہیر فقط دھونے پر منحصر
نہین بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے مین اور ملنے سے چنانچہ منی مین بھی طہارت حاصل ہوتی ہی ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی
ماء حار او صابون ونحوہ اور طہارت مین ضرر نہین کرتا باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنے جسکا زوال دشوار ہی اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو مسلمان
مکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم پانی یا صابون اور اُسکے مانند اور چیز کی طرف م مانند اُسکے وہ برتن ہی جسمین شراب تھی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا
تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین یعنے دھونے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح بل یطہر ما صبغ او خضب بنجس بغسلہ ثلثا بلکہ پاک ہو جاتا ہی وہ
جو رنگا گیا یا خضاب کیا گیا ناپاک چیز چنانچہ مہندی اور کسم ناپاک سے اُسکے تین بار دھو ڈالنے سے م نجس سے مراد یہان متنجس ہی نہ نجس العین بدلیل سُکرجی
مردار فو اگر رنگ یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اُسکی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہی رنگ کا باقی رہنا مضر نہین والاولی غسلہ الی ان یصفو
الماء اور بہتر ہی اسکو دھونا یہانتک کہ دھونے کا پانی صاف بیرنگ نکلے ولا یضر اثر دہن الا دہن ودک میتۃ لانہ عین النجاسۃ حتی لا یدبغ بہ جلد
بل یستصبح بہ فی غیر مسجد اور ضرر نہین کرتا طاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر طہارت ہی کیونکہ عین

نجاست ہی یہانتک کہ اُس سے چمڑے کو دباغت نکیجے بلکہ مسجد کے سوا اور جگہ اُسکا چراغ مین جلانا چاہیے ویطہر محل غیرہا ای غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل
لو مکلفا و الا فمستعمل طہارۃ محلہا بلا عدد بہ یفتی اور جو نجاست نمودار نہین اُسکا محل پاک ہوتا ہی دھونے والے کے گمان غالب سے اُسکے محل کے پاک
ہوجانے کو بلا تعیین عدد اسی کا فتوی ہی یعنے جبکہ غاسل کو طہارت محل کا ظن غالب حاصل ہوا تو محل نجاست پاک ہی بشرطیکہ دھونے والا مکلف یعنے
عاقل بالغ مسلم ہوا اور جو وہ مکلف نہین یعنی صغیر یا مجنون ہو تو اُسکے استعمال کرانے والے کے ظن غالب کا اعتبار ہی ہم دھونے کی حالت مین جبکہ طہارت
محل کا گمان غالب حاصل ہوا اگرچہ ایک ہی بار دھونے سے یہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہی چنانچہ کرخی نے اسکی تصریح کی ہی اور اسبیجابی نے اسکو اختیار
کیا ہی کذا فی الطحطاوی وقدر ذلک لموسوس بغسل و عصر ثلثا او سبعا فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر اور یہ دھونا وسواس والے کے حق مین اندازہ کیا گیا ہی یعنی
دھونے اور نچوڑنے کے تین بار یا سات بار اُس چیز مین جو نچڑ سکتی ہی بحالت مبالغہ اسطرح پر کہ پھر نچوڑنے سے بوند نہ ٹپکے ہم ازبسکہ موسوس کو ظن غالب کثرت
اوہام سے حاصل نہین لہذا اسکے حق مین یہ اندازہ شرع مین مقرر ہوا فقہاء عراق کا قول ظن غالب کا اعتبار تھا اور فقہاء بخارا کا تین بار دھونے کا صاحب
سراج نے دونون قولون مین توفیق کی کہ اگر شخص وسواسی نہین تو ظن غالب معتبر ہی اور اگر وسواسی ہی تو تین بار کا دھونا کافی ہی سات بار کا دھونا واجب
نہین مستحب ہی تا خلاف شافعی کا نہو اور اشتراط عصر علی العموم نہین کہ بعضے برتنون مین نہین ہوتا بحر الرائق مین حاوی قدسی سے منقول ہی کہ برتن تین طرح کے
مین مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور اُنکی تطہیر چار طرح پر ہی جلانا اور چھیلنا اور پونچھنا اور دھونا تو اگر برتن مٹی یا پتھر کا ہی اور نجاست اُسکے اجزا
مین گھس گئی تو جلایا جاوے اور اگر پرانا ہو تو دھویا جاوے اور اگر نئی لکڑی کا برتن ہی تو چھیل ڈالا جاے اور اگر پرانی کا ہی تو دھویا جاے اور اگر لوہے یا پیتل
یا رانگا یا کانچ کا ہی اور چکنا صیقلدار ہی تو پونچھ ڈالا جاے اور اگر چکنا نہین کھردرا ہی تو دھویا جاے اور ذخیرہ مین ہی کہ اگر بدن مین نجاست لگی تو تین بار پے در پے
دھویا جاے اسلیے کہ نچوڑنا متعذر ہی تو پے در پے دھونا قائم مقام نچوڑنے کے ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان لو عصرہ غیرہ قطر طہر بالنسبۃ الیہ دون ذلک الغیر اور اگر یہ
حال ہو کہ اگر دھونے والے کے سوا غیر شخص اُسکو نچوڑے تو وہ ٹپکے تو وہ پاک ہوگیا دھونے والے کی نسبت نہ غیر شخص کی نسبت ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ ہر شخص
مخاطب ہی بقدر اپنی طاقت کے تو دوسرے کی قدرت سے یہ شخص قادر نہ ٹھہریگا ولو لم یبالغ لرقتہ ہل یطہر الاظہر نعم للضرورۃ اور اگر نچوڑنے مین مبالغہ نکیا
کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے تو پاک ہوگا یا نہین ظاہر تر جواب یہ ہی کہ ہان پاک ہوگا ضرورت کے سبب سے ہم فتاوی قاضیخان مین عدم طہارت
کو پسند کیا ہی وقدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ ای غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعہا کما مر اور ٹھہرایا گیا ہی دھونے مین تین بار کا
خشک ہوجانا یعنے تقاطر کا بند ہونا اُسکے غیر مین یعنے جو چیز نچڑ نہین سکتی اُس قسم سے کہ نجاست کو سوکتی ہی اور اگر سوکتی نہین تو ازالہ نجاست سے پاک ہوجاتی ہی
یعنے اسمین خشک کرنا شرط نہین کذا فی الطحطاوی وہذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیر او جری علیہ الماء طہر مطلقا
بلا شرط عصر و تجفیف و تکرار غمس ہو المختار اور یہ سب یعنی تین بار دھونا اور نچوڑنا نچڑنے والی چیز مین اور دھونا تین بار خشکی کے ساتھ اُسکے غیر مین اُسوقت
ہی جبکہ دھویا جاے طاش اور طغاری مین لیکن اگر حوض اور تالاب مین دھویا جاے یا اُسپر پانی بہت سا ڈالا جاے یا اُسپر پانی جاری ہو تو وہ پاک
ہوجاتا ہی مطلقا بلا شرط نچوڑنے اور سکھانے اور چند بار غوطہ دینے کے یہی قول مختار اور پسندیدہ ہی ہم فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہوا اسقدر کہ زوال نجاست
کا گمان آیا تو وہ پاک ہوگیا کیونکہ پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہی کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویطہر لبن و عسل و دبس و دہن یغلی ثلثا اور پاک
ہوتا ہی دودھ اور شہد اور شیرہ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینے سے ہم ان چیزون کے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ مثلا شہد کا ہم حصہ پانی اسمین ڈالکر
جوش دے کہ پانی جلجاے اسیطرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقہستانی ولحم طبخ بخمر یغلی و تبرید ثلثا اور جو گوشت کہ پکایا گیا شراب مین
وہ پاک ہوتا ہی تین بار جوش دینے اور سرد کرنے سے اور سرد کرنے سے مراد خشک کرنا ہی یہ قول ہی ابو یوسف کا اور امام کا قول مفتی بہ عدم طہارت ہی دائما کذا فی الطحطاوی

ف ۔ برتن جس طرح کے تین دھونے کا ۱۲

عن البحر وکذا دجاجۃ ملقاۃ حالۃ غلی الماء للنتف قبل شقہا فتح اور اسی طرح پاک ہوتی ہی تین بار دھونے اور خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی کے جوش مین ڈالی گئی
پر اکھاڑنے کے واسطے پیٹ پھاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح م یہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہوگی ابو یوسف کے نزدیک پاک ہی چنانچہ فتح القدیر مین ہی تو بہتر یہ ہی
کہ پہلے گرم پانی مین ڈالنے سے اُسکے پیٹ کی آلائش نکال ڈالے اور محل ذبح مین جو خون کہ جما ہو دھو ڈالے کذا فی الطحطاوی وفی التجنیس حنطۃ طبخت فی خمر
لا تطہر ابدا بہ یفتی اور تجنیس مین ہی کہ جو گیہون کہ پکایا گیا شراب مین وہ کبھی پاک نہین ہوتا اسی کا فتوی ہی م یہ امام کا قول ہی اور ابو یوسف کے نزدیک کئی بار
جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہی ولو انتفخت من بول نقعت وجففت ثلثا اور جو گیہون پیشاب مین پھولا وہ پانی مین تین بار خشک کیا جاے
اور سکھایا جاوے ولو عجن خبز بخمر صب فیہ خل حتی یذہب اثرہا فیطہر اور جو گوندا گیا آٹا شراب مین اور روٹی پکی تو اُسمین سرکہ ڈالا جاے یہانتک کہ
شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاے م یہ روٹی دھونے سے پاک نہین ہوتی بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے اُسمین ڈالی جاے **فروع**
چھری بجھائی گئی ناپاک پانی مین وہ تین بار پاک چیز مین بجھائی جاے گوشت کے شوربے مین نجاست گری جوش کی حالت مین وہ تین بار اُبالا جاے
تو پاک ہوا اور اگر جوش کی حالت مین نہین گری تو تین بار گوشت دھویا جاے کذا فی الطحطاوی **فصل** یہ فصل ہی استنجا کے احکام مین م ایک
نسخہ مین فصل ہی تنوین کے ساتھ اور دوسرے نسخہ مین فصل فی الاستنجا ہی الاستنجا ازالۃ نجس عن سبیل فلا یسن من ریح وحصاۃ ونوم وفصد استنجا
دور کرنا ہی نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قُبُل اور دبر سے تو استنجا کرنا مسنون نہین ریح اور پتھر اور نیند سے اور فصد کے خون سے م اسواسطے کہ ریح اور پتھری
اور نیند نجاست نہین اور خون فصد کا قُبُل اور دُبر سے نہین جو اُسکا ازالہ مسنون ہو وہو سنۃ موکدۃ مطلقا اور استنجا سنت موکدہ ہی ہر حال مین یعنی خواہ
نجاست حسب عادت ہو یا نہو تر یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا ڈھیلون سے خواہ بیوضو کرے یا جنب یا حائض وما قیل من افتراضہ لنحو حیض ومجاوزۃ مخرج
فتسامح اور وہ جو کسی نے استنجا فرض ہونا کہا ہی مانند حیض اور مخرج سے بڑھجانے مین سو قول تحقیقی نہین م حیض کے مانند چنانچہ جنابت اور نفاس وارکانہ اربعۃ
شخص مستنج وشیء مستنجی بہ کماء وحجر ونجس خارج من احد السبیلین وکذا لو اصابہ من خارج وان قام من موضعہ علی المعتمد ومخرج دبر او قبل وارکان استنجا کے
چار ہین ایک تو شخص استنجا کرنے والا دوسرے وہ چیز جس سے استنجا کیا جاتا ہی چنانچہ پانی اور پتھر تیسرے نجاست نکلنے والی بول یا براز کی راہ سے اور اسیطرح
مسنون ہی استنجا اگر احد السبیلین کو باہر سے نجاست لگجاے اگر وہ شخص قضاے حاجت کے مکان سے اُٹھ کھڑا ہو قول معتمد پر چوتھا رکن ہی نجاست نکلنے کا مقام
دبر یا قبل بنحو حجر ما ہو عین طاہرۃ قالعۃ لا قیمۃ لہا کمدر منق استنجا سنت ہی پتھر ایسی چیز سے اُس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنے والی ہی جسکی کچھ قیمت نہین
چنانچہ صاف کرنے والا ڈھیلا م ڈھیلے کے مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی کھال ہی اور دیوار اور زمین سے رگڑنا لیکن خانۂ غیر ملوک بدون کرایہ
استنجا جائز نہین بہتر طریقہ استنجا کا یہ ہی کہ بدن کو نہایت ڈھیلا کرکے بیٹھے مگر جبکہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہی کہ بعد استنجا کے اُٹھنے
سے کپڑے سے موضع استنجا کو پونچھ ڈالے اور کپڑون کو آب مستعمل سے بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونون ہاتھون کو دھووے کذا فی الطحطاوی
لانہ ہو المقصود ویختار الابلغ والاسلم عن التلویث اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہی تو استنجا کرنے کو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنے
والی اور نہایت سلامت رکھنے والی ہو آلودہ کرنے سے ولا تقیید باقبال وادبار شتاء وصیفا اور استنجا مقید نہین اقبال اور ادبار کے ساتھ جاڑے اور گرمی مین
م اقبال یہ کہ پیچھے کی طرف سے آگے ڈھیلا لاوے اور ادبار یہ کہ آگے سے پیچھے لیجاوے یعنی استنجا سے مقصود ازالۃ النجاست ہی یہ مسنون نہین کہ مرد جاڑے دن مین پہلا
ڈھیلا پیچھے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچھے اور تیسرا اول کے مانند اور گرمی مین اُسکے بالعکس کرے اور عورت ہر موسم مین اول اقبال کرے
یہ اقبال اور ادبار کا قول قاضیخان کا ہی اور زیلعی اور شمنی نے اُسکو اختیار کیا ہی ولیس العدد ثلثا بمسنون فیہ بل مستحب اور تین ڈھیلون کا شمار
استنجا مین مسنون نہین بلکہ مستحب ہی م استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہی خواہ ایک ڈھیلے سے ہو یا تین یا پانچ یا زیادہ سے اور تین ڈھیلون کا ذکر

جو بعضے احادیث مین ہی بنابر غالب عادت کے ہی یعنی غالباً اسیقدر سے پاکی حاصل ہوتی ہی وتغسل بالماء الی ان یقع فی قلبہ انہ طہر مالم یکن موسوسا فیقدر بثلث کما مرا اور پانی سے دھونا یہانتک کہ استنجا کرنیوالے کے دل مین یہ گمان حاصل ہو کہ موضع استنجا کا پاک صاف ہو گیا یہ حد اُسکے حق مین ہی جو شخص وسواسی نہین تو وسواسی کے حق مین تین بار کا دھونا ٹھہرایا جاے جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ مین گذرا بعدہ ای الحجر بلا کشف عورۃ عند احد پانی سے دھونا ڈھیلون کے ابعد بدون شرمگاہ کھولنے کے کسیکے روبرو یعنی اُس شخص کے روبرو جس سے جماع مستنجی کو حرام ہی ہم عمدہ مرتبہ یہ ہی کہ ڈھیلون کے بعد پانی سے دھونا پھر اُسکے بعد فقط پانی پر اکتفا کرنا پھر اُسکے بعد فقط ڈھیلون پر کفایت کرنا کذا فی الطحطاوی اما معہ فیترکہ کما مر اور کشف عورت کے ساتھ تو دھونے کو ترک کرے چنانچہ غسل کی سنتون سے پہلے مذکور ہو چکا فلو کشف لہ صار فاسقاً تو اگر دھونے کے واسطے اُسنے بدن کھولا تو گنہگار ہو جاویگا م بحر الرائق مین ہی کہ ایسی صورت مین ڈھیلون پر کفایت کرے پانی سے استنجا کرے نہین تو گنہگار ہوگا اور عوام نمازی اکثر ایسا کرتے ہین لا لو کشف للاغتسال وتغوط کما بحثہ ابن الشحنۃ گنہگار نہوگا اگر غسل واجب یا ہگنے کے واسطے شرمگاہ کھولی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اُسکو بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے بیان کیا ہی سنۃ مطلقا بہ یفتی سراج ڈھیلون کے بعد پانی سے دھونا سنت ہی ہر زمانہ مین اسی کا فتویٰ ہی کذا فی السراج م یعنے ہمارے زمانے اور صحابہ کرام کے زمانے مین یکسان سنت ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہمارے زمانے مین سنت ہی صحابہ کرام کے وقت مین مستحب تھا ویجب ای یفرض غسلہ ان جاوز المخرج نجس مانع اور واجب یعنی فرض ہی محل استنجا کا دھونا اگر مخرج سے تجاوز کر گئی ہو وہ نجاست جو نماز کی مانع ہی یعنے اگر قدر درم سے زائد ہی مخرج عام ہی قبل ہو یا دبر ویعتبر القدر المانع لصلوۃ فیما وراء موضع الاستنجاء لان ما علی المخرج ساقط شرعا وان کثر ولہذا لا تکرہ الصلوۃ معہ اور مانع نماز کی مقدار نجاست اور اگر موضع استنجا مین معتبر ہی اسواسطے کہ جو نجاست کہ مخرج پر ہی وہ شرعاً ساقط الاعتبار ہی اگرچہ وہان بکثرت ہو یعنے درم سے زیادہ ہو و لہذا اُس نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ نہین م قدر درم سے زیادہ نجاست کا ہونا مخرج پر اسواسطے ممکن ہی کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی نہین تو ترک استنجا مکروہ تنزیہی ہی کیونکہ استنجا سنت ہی کذا فی الطحطاوی وکرہ تحریما بعظم وطعام وروث یابس کعذرۃ یابسۃ وحجر استنجی بہ الا بحرف آخر اور مکروہ تحریمی ہی استنجا کرنا ہڈی اور کھانے کی چیز اور خشک لید سے جیسے مکروہ ہی آدمی کے خشک گوہ سے اور اُس ڈھیلے سے جس سے ایکبار استنجا کیا گیا مگر اُسکی دوسری نوک سے کہ آلودہ نجاست سے نہین استنجا کرنا مکروہ نہین واجر وخزف وزجاج وشیء محترم کخرقۃ دیباج ویمین ولا عذر بیسراہ اور مکروہ تحریمی ہی پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کانچ اور حرمت والی چیز جیسے ریشمی کپڑے سے اور داہنے ہاتھ سے اس حالت مین کہ اُسکے بائین ہاتھ مین کچھ عذر نہین م اینٹ وغیرہ سے استنجا کرنے مین جراحت موضع کا ضرر ہی اور محترم چیز سے اُسکی تضییع بمحل ہی اور داہنے ہاتھ سے استنجا اور مس ذکر حدیث مین منع ہی تو چاہیے کہ پیشاب کے بعد ذکر کو بائین ہاتھ سے پکڑے اور دیوار یا زمین سے رگڑے اور اگر نہو سکے تو داہنے ہاتھ مین ڈھیلا لے اور اُسکو حرکت نہ دے بلکہ ذکر کو اُسپر رگڑے بائین ہاتھ سے کذا فی البحر فلو شلولۃ ولم یجد ماء جاریا ولا صابا ترک الماء پھر اگر بایان ہاتھ لنجا ہو اور وہ شخص جاری پانی نہ پاوے اور نہ اُس شخص کو جو اُسپر پانی ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کرے م اور اگر جاری پانی ہو یا پانی کا ڈالنے والا جس سے شرعا پردہ نہین تو داہنے ہاتھ سے استنجا کر لے ولو شلتا سقط اصلا کمریض ومریضۃ لم یجدا من یحل جماعہ اور اگر دونون ہاتھ لنجے ہون تو استنجا بالکل ساقط ہو گیا یعنی ڈھیلون سے بھی اور پانی سے بھی اُس بیمار مرد اور عورت کے مانند جنھون نے اُس شخص کو نپایا جسکا جماع کرنا حلال ہی کہ اُنسے بھی استنجا مطلقاً ساقط ہی یعنے اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج میسر ہو تو اُنسے استنجا کروالے وفحم وعلف حیوان وحق غیر وکل ماینتفع بہ اور مکروہ تحریمی ہی استنجا کرنا کوئلے سے اور جانور کے چارہ سے اور غیر شخص کے حق سے چنانچہ غیر کی دیوار بدون کرایہ اور جو چیز قابل انتفاع ہو اُس سے چنانچہ کاغذ اور پتا اور نرکل اور بانس اور روئی اور کپڑا ان سب سے استنجا مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو فعل اجزاہ مع الکراہۃ لحصول الانقاء پھر اگر ہڈی وغیرہ سے استنجا کیا تو کفایت کرتا ہی کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب حاصل ہو جانے

ف اس سے معلوم ہوا کہ اگر استنجا میں بالغیر کے سامنے کشف عورت ہوتا ہو تو پانی لینے مضائقہ نہیں ۱۲

صفائی کے م قہستانی مین نظم سے منقول ہی یون کرنا چاہیے کہ تین ڈھیلون سے استنجا کرے پھر اگر نیاوے تو تیہرے سے کرے پھر اگر اُسکو بھی نپاوے تو تھی پھر خاک
سے ان تین چیزون کے سوا استنجا نکرے کہ بموجب حدیث کے مورث فقیری ہی اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہی کہ انگشت وسطی کو تھوڑا سا اونچا کرے اور سکا
موضع دھووے پھر بنصر کو اونچا کرے اور دھووے پھر خنصر کو پھر سبابہ کو اونچا کرکے دھووے یہانتک کہ اطمینان حاصل ہو صحیح قول مین اور بعضون نے کہا یہانتک
دھووے کہ وہان سے چکنائی دور ہوکر کھرّدرا ہوجاے اور عورت اول بنصر اور وسطی کو اونچا کرکے دھووے پھر مرد کیطرح دھووے اور موسم سرما مین زیادہ تر بالغہ کرے گر
ٹھنڈا پانی ہو اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کے مانند مبالغہ کی حاجت نہین لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہی آب گرم سے کذا فی الطحطاوی وفیہ نظر لما مر انہ سنۃ لا غیر فینبغی
ان لا یکون منھیا الھا بالنھی عنہ اور مصنف کے اس قول مین کہ ہڈی وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہی خلل ہی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ استنجا سنت ہی فقط اور تو لائق یہ ہی کہ نہو
ادی قائم کرنے والا سنت کا ممنوع چیز سے م صاحب نہر الفائق نے اسکا یون جواب دیا کہ مسنون تو ازالہ ہی نجاست کا اور ڈھیلا وغیرہ مقصود بالذات مین
بلکہ اس جہت سے کہ وہ مزیل ہی غایۃ الامر یہ ہی کہ اس شئ مخصوص سے ازالہ ممنوع ہی اس سے نفی ازالہ نہین ہوتی چنانچہ غصب کے مکان مین سنت پڑھنے سے سنت
ادا ہوگی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آویگا کما کرہ تحریماً استقبال قبلۃ واستدبارہا لاجل بول او غائط جیسے مکروہ تحریمی ہی قبلہ کا سامنا اور اسکو پیٹھ دینا پیشاب کرنے
یا ہگنے کے واسطے م قبلہ کسی جہت مین ہو اُسکا استقبال اور ادبار ممنوع ہی اور یہ جو حدیث مین وارد ہی کہ مشرق مغرب کی طرف بول براز کے واسطے بیٹھا کرو تو اُنکے
حق مین ہی جنکا قبلہ مشرق اور مغرب کی طرف نہین چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کی طرف ہی فلو للاستنجاء لم یکرہ پھر اگر استنجا کرنے کے وقت استقبال یا استدبار
قبلہ ہو تو مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہی کیونکہ ترک ادب ہی کذا فی الطحطاوی ولو فی بنیانٍ لاطلاق النھی اور استقبال واستدبار
قبلہ مکروہ ہی اگرچہ عمارت کے اندر ہو جیسے میدان مین مکروہ ہی بسبب مطلق ہونے نہی کے یعنی حدیث شریف مین عمارت اور میدان کی قید نہین تو ہر مقام مین
کراہت ثابت ہی فلو جلس مستقبلاً لھا غافلاً ثم ذکرہ انحرف ندباً لحدیث الطبری من جلس یبول قبالۃ القبلۃ فذکرہا فانحرف عنہا اجلالا لہا لم یقم من مجلسہ حتی
یغفر لہ سو اگر قبلہ کے سامنے بیٹھا غفلت سے پھر اُسکو یاد آیا تو پھر جاے اُسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹھا پیشاب کرنے کو قبلہ کے سامنے
پھر اُسکو یاد پڑا سو پھر گیا اسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے تو کھڑا نہوگا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بخشا جاویگا ان امکنہ والا فلا باس
اگر ممکن ہو قبلہ کی طرف سے پھرنا اور اگر ممکن نہو تو کچھ ڈر نہین عدم انحراف سے وکذا یکرہ ہذہ تعم التحریمیۃ والتنزیھیۃ للمرأۃ امساک صغیر لبول او غائط
نحو القبلۃ اور اسی طرح عورت کو مکروہ ہی تھامنا صغیر کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے قبلہ کی طرف شارح نے کہا کہ یہ کراہت کے اقسام شامل ہین کراہت تحریمی
اور تنزیہی دونون کو وکذا مد رجلہ الیھا اور اسی طرح پاؤن پھیلانا قبلہ کی طرف مکروہ ہی م طحطاوی نے کہا کہ یہ کراہت تنزیہی ہی و استقبال شمس و قمر
لھا ای لاجل بول او غائط اور مکروہ ہی سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے و بول و غائط فی ماءٍ ولو جاریاً فی الاصح وفی البحر انھا
فی الراکد تحریمیۃ وفی الجاری تنزیھیۃ اور مکروہ ہی بول اور براز پانی مین اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول مین اور بحر الرائق مین ہی کہ آب بستہ مین کراہت تحریمی
ہی اور آب روان مین کراہت تنزیہی ہی م طحطاوی نے کہا اگر عذر سے مکروہ نہین چنانچہ کشتی اور جہاز سے اُترنا ممکن نہو وعلی طرف نہر او بئر او حوض
او عین او تحت شجرۃ مثمرۃ او فی زرع او فی ظل ینتفع بالجلوس فیہ اور مکروہ ہی بول یا براز نہر یا کنوئین یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھلے درخت
کے نیچے یا کھیت مین یا اُس سایہ مین جس سے لوگ فائدہ پاتے ہین اُسمین بیٹھ کر م یہ سب کراہت تحریمی ہی کیونکہ اسکی نہی احادیث مین وارد ہی کذا فی الطحطاوی
انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہو کہ جو سایہ آبادی سے دور ہو اُسکے نیچے بول اور براز مکروہ نہین وبجنب مسجد و مصلے عید وفی مقابر وبین دواب
وفی طریق الناس اور مکروہ ہی مسجد اور عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان مین اور چارپایون کے درمیان اور لوگون کی راہ مین م قبرستان مین وجہ
کراہت یہ ہی کہ میت کو تکلیف ہوتی ہی جس سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہی اور ظاہر یہ ہی کراہت تحریمی ہی اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ جو قبرستان مین جدید راہ حادث

ہوئی ہو اسمین چلنا حرام ہے تو بول و براز بطریق اولی ممنوع ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی مھب ریح وجحر فارۃ او حیۃ او نملۃ وثقب اور ہوا چلنے کے مکان
مین اور چوہے یا سانپ یا چیونٹی کے بل مین اور ہر سوراخ مین زاد العینی وفی موضع یعبر علیہ احد او یقعد علیہ وبجنب طریق او قافلۃ او خیمۃ وفی اسفل الارض الی
اعلاہا عینی مین اتنا زیادہ کیا ہے اور مکروہ ہے اس مکان مین جہان کوئی گذرتا ہو یا وہان بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر اور پست زمین پر بیٹھکر بلند زمین
کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہے یعنی عود نجاست کی وجہ سے والتکلم علیہما اور مکروہ ہے بولنا بول و براز کرتے ہم اسواسطے کہ حق تعالی اسپر ناخوش ہوتا ہے اور بول و براز
کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد للہ نکہے اور چھینکنے والے کو دعا نکرے اور نہ سلام کا جواب ندے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور
بول و براز کو ندیکھے اور نہ وہان تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھنکھارے اور چپ و راست ندیکھے اور اپنے بدن سے عبث فعل نکرے اور آسمان کی طرف منہ
اٹھاوے اور وہان بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہے اور درد جگر حادث ہوتا ہے چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہے اور مستحب ہے کہ ننگے سر کپڑون کو وہان لیجائے اگر
مقدور ہو نہین تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگجانے سے اور آب مستعمل سے اور سر برہنہ نجاے اور وہان داخل ہوتے کہے اللّٰھم انی اعوذ بک من الخبث
والخبائث واعوذ بک من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم اور وہان وہ انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہان داخل ہوتے بایان
پانون اول بڑھاوے اور کھڑے ہو کر شرمگاہ کو نہ کھولے اور دونون پانون کو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائین پانون پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے
الحمد للہ الذی دفع عنی الاذی وعافانی کذا فی الطحطاوی وان یبول قائما او مضطجعا او متجردا من ثوبہ بلا عذر اور مکروہ ہے پیشاب کرنا کھڑے ہو کر یا لیٹے یا
کپڑون سے برہنہ ہو کر بدون عذر کے ہم بلا عذر کی قید سب سے متعلق ہے اسواسطے کہ عذر سے کھڑے وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کھڑے پیشاب کیا بیٹھ کے درد کی وجہ سے کذا فی البحر او یبول فی موضع یتوضأ ہو او یغتسل فیہ لحدیث لا یبولن احدکم فی مستحمہ فان عامۃ الوسواس منہ
یا مکروہ ہے پیشاب کرنا اس مکان مین جہان وہ شخص وضو کرتا ہے یا اسمین غسل کرتا ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص تم لوگون مین سے
اپنے غسل خانہ مین اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہے فرع مسائل ملحقہ شارح کے یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقہ الایسر واجب یعنی
فرض ہے استبراء یعنی پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چل کر اور کھنکھار کر اور بائین پہلو پر لیٹ کر ہم حدیث مین وارد ہے کہ خوب پاکیزگی
حاصل کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہے ہم استبراء عبارت ہے ازالہ خارج سے تا اینکہ منقطع ہوجاے کذا فی الطحطاوی ویختلف بطباع
الناس اور استبراء مختلف ہوتا ہے لوگون کے اختلاف طبائع کے سبب سے یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے کسی کو کھنکھارنے وغیرہ سے
ومع طہارۃ المغسول تطہر الید اور مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہے یعنی جب دھونے کا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اسکے ساتھ پاک ہوگیا اسکے
علیحدہ دھونے کی حاجت نہین خواہ محل دھونے کا استنجا ہو یا سواے اسکے ویشترط ازالۃ الرائحۃ عنہا وعن المخرج الا اذا عجز والناس عنہا غافلون اور طہارت
مین شرط ہے دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور مخرج نجاست سے مگر جبکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند دھوتا ہے بدبو دفع نہین ہوتی تو اب معاف ہے اور لوگ
اس شرط سے غافل اور بےخبر ہین ہم ہاتھ سے بدبو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہے اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی
استنجی المتوضی ان علی وجہ السنۃ بان ارخی انتقض والا لا باوضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ سے کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے استنجا کیا تو وضو
ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نہ کیا تو وضو نہ ٹوٹا ام ادخل اصبعہ ولو مشی علی نجاسۃ ان ظہر عینہا تنجس والا لا اور اگر چلا نجاست پر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی
بدن یا کپڑے یا پانون یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا ورنہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح مین لفظ عین کے عوض مین اثر کا لفظ وارد ہے اور یہی بہتر ہے
کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولو وقعت فی نہر فاصاب ثوبہ ان ظہر اثرہا تنجس والا لا اور اگر نجاست گری نہر مین پھر آدمی کے کپڑے
پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین لفظ ظاہر نجس مشتمل بابان بحیث لو عصر قطر

ع
الٰہی مین پناہ
مانگتا ہون شیطانون
اور انکی مادون
سے اور پلیدی
ناپاک سے مانگتا ہون ناپاک
گندے پلید
شیطان مردود سے
حمد ہے اس اللہ
کو جسنے مجھ سے تکلیف
دور کی اور مجھکو سلامتی
عنایت کی ۱۲

نجس والا پاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہو گیا ہو پانی سے اگر پاک کپڑا اسقدر تر ہو کہ جو اُسکو نچوڑیے تو ٹپکے تو وہ ناپاک ہو گیا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین اگرچہ نم ہو گیا ہو ولو لف فی مبتل بنحو بول ان ظہر نداوتہ او اثرہ تنجس والا لا اور اگر پاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہو گیا ہو پیشاب کے مانند نجس العین سے تو اگر اُسکی ترادت یا اثر اُسکا ظاہر ہوا تو پاک کپڑا ناپاک ہو گیا اور اگر ترادت یا اثر ظاہر نہین تو ناپاک نہین فارۃ وجدت فی خمر فرمیت فتخلل ان متفسخۃ تنجس والا لا چوہا نکلا شراب مین سو پھینکا گیا پھر وہ شراب سرکہ بنگئی اگر چوہا پھٹا پھوٹا تھا تو سرکہ ناپاک ہے اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین م تفسخ سے اجزا چوہے کے شراب مین ملگئے تو شراب کے منقلب ہو جانے سے چوہے کے اجزا نجسہ منقلب بطہارت نہین ہو سکتے وقع خمر فی خل ان قطرۃ لم یحل الا بعد ساعۃ وان کوزا حل فی الحال شراب گری سرکہ مین اگر ایک قطرہ گرا تو سرکہ کھانا حلال نہین مگر ایک ساعت کے بعد اور اگر شراب کوزہ بھر ہو تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہے م وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک قطرہ مین نہ مزہ ہے نہ بو جس سے انقلاب مین پر استدلال کیجیے تو کچھ توقف کرنا چاہیے اور اگر کوزہ بھر شراب سرکہ مین گری اور اُسکا مزہ اور بو باقی نرہا تو صاف معلوم ہو گیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہو گئی کذا فی الحلبی فارۃ وجدت فی قمقمۃ ولم یدر مات فیہا ام فی جرۃ ام فی بیر یحیل علے قمقمۃ مردہ چوہا پایا گیا لوٹے مین اور معلوم نہین کہ وہ لوٹے مین مرا یا گھڑے مین یا کنوئین مین تو اُسکا مرنا لوٹے مین محمول ہو گا یعنی اسواسطے کہ حادث کی اضافت اُسکی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہے کذا فی الحلبی تمت قرب من سمن وعسل ودبس اخذ من کل حصۃ ثم خلط فوجد فیہ فارۃ تضعہا فے الشمس فان خرج منہا الدہن فسمن والا فان بقی بحال الجمد فالعسل او متلطخا فالدبس تین مشکین مین گھی اور شہد اور شیرۂ خرما تھی ہر ایک سے حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا سو اُسمین مردہ چوہا نکلا تو اے مخاطب تو اُس چوہے کو آفتاب مین رکھ پھر اگر اُس چوہے سے چکنائی نکلے تو گھی ناپاک ہے اور اگر چکنائی نہین نکلی تو اگر بحال آب بستہ جما ہوا باقی رہا تو شہد ناپاک ہے یا لتھڑا چپ چپاتا رہا تو شیرۂ خرما ناپاک ہے یعنے اسلیئے کہ دھوپ سے گھی پگھل جاتا ہے اور شہد سمٹتا ہے اور شیرۂ خرما نرم ہو جاتا ہے یعمل بخبر الحرمۃ فے الذبیحۃ وبخبر الحل فے ماء وطعام عمل کیا جاوے حرمت کی خبر پر ذبیحہ مین اور حلت کی خبر پر پانی اور کھانے مین م یعنے ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت مین دو خبرین متعارض مسموع ہوئین یعنے ایک ثقہ کہتا ہے کہ یہ حلال ہے دوسرا کہتا ہے کہ حرام ہے تو ذبیحہ مین اُسکو حرام سمجھنا چاہیے اسواسطے کہ ذبیحہ مین اصل حرمت ہے کیونکہ ذبح حیوان کی تعذیب ہے اور پانی اور طعام مین اصل حلت ہے تو دونون خبرون کو ساقط الاعتبار کرکے اصل پر عمل کرنا چاہیے تحری فی ثیاب اکثرہا طاہر تحری کرے یعنے سوچے اور اٹکل دوڑاوے پاک کے دریافت کرنے مین اُن کپڑون مین جو آدھے سے کم پاک ہین اور اکثر ناپاک ہین م جب سوچنے سے ایک کپڑا پاک ٹھہراوے اُسی مین نماز پڑھا کرے نقض تحری جائز نہین مگر قبلہ مین ہان اگر اُسمین نجاست ظاہر ہو تو دوسرا کپڑا سوچ کر اختیار کرے کذا فی الطحطاوی وفی اوان اکثرہا طاہر لا اقلہا بل یحکم بالاغلب الا لضرورۃ شرب اور سوچ کرے پانی کے اُن برتنون مین جنمین اکثر یعنے آدھے سے زیادہ پاک ہین نہ اُن برتنون مین جو آدھے سے کم پاک ہین بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہیے یعنی سب کو ناپاک جانیے مگر پینے کی ضرورت سے اقل مین بھی سوچ پر عمل کرے یحرم اکل لحم انتن لا نحو سمن ولبن حرام ہے کھانا اُس گوشت کا جو سڑ گیا نہ گھی اور دودھ ایسی سڑی چیز کا م طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑا گھی ضرر نہین کرتا یعنی برخلاف سڑے گوشت کے تغیر نے بعر او روث صلب یوکل بعد غسلہ وفی خثے لا جو نکلے سوکھی مینگنی یا لید مین تو دھونے کے بعد کھائے جاوین اور اگر گوبر مین نکلے تو نکھائے جاوین مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ پتا ہر جانور کا اُسکے پیشاب کے مانند ہے اور جگالی ہر جانور کی اُسکے سرگین کے مانند ہے یعنی جو بول ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہے وہ اُسکے پتے کو بھی طاہر کہتا ہے حکم العصیر حکم الماء پھل اور گھاس کے رس کا حکم پانی کے مانند ہے یعنے جیسے نجاست حقیقی پانی سے دور ہوتی ہے ویسے ہی رس سے اور جیسا آب کثیر وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا ویسا ہی وہ بھی اگر وہ دردہ ہو تو ناپاک نہو گا رطوبۃ الفرج طاہرۃ خلافا لہما عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے امام کے نزدیک ناپاک ہے صاحبین کے نزدیک العبرۃ للطاہر من تراب او ماء اختلطا بہ یفتی اعتبار پاک کا ہے مٹی یا پانی سے

کہ باہم مخلوط ہو گئی اسی کا فتوی ہے یعنی پانی اور مٹی سے جو گارا بنا اگر اُنین سے ایک بھی پاک ہے تو گارا پاک ہے م یہ قول ضعیف ہے بحر الرائق مین ہے کہ جب گارا بنا ناپاک پانی سے یا ناپاک مٹی سے تو صحیح قول یہ ہے کہ گارا ناپاک ہے دونون مین کوئی ناپاک ہو یہی قول مختار ہے قاضیخان اور فقیہ ابو للیث کا اور خلاصہ مین جو طہارت کی توجیہ کی ہے کہ ترکیب سے وہ دوسری چیز بنگئی وہ ظاہر الفہم نہین اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جن کھانون کا پانی یا گھی نجس ہو وہ پاک ہون کیونکہ ترکیب سے اور شی ہو گئی وعلیٰ ہذا سب مرکبات جبکہ اُنکے بعض مفردات ناپاک ہون حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الحلبی مشی فی حمام ونحوہ لا ینجس مالم یعلم انہ غسالۃ نجس پیادہ پا چلا حمام اور اُسکے مانند اور مکان مین چنانچہ غسل خانہ مین تو ناپاک نہو گا جبتک یہ معلوم نہو جاے کہ جو پانی پانون مین لگا وہ نجاست کا دھووں ہے م مراد یہ ہے کہ برہنہ پانون چلا تو بدون پانون دھوئے نماز جائز ہے اور احتیاط یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لا ینبغی اخذ الماء من الانبوبۃ لانہ لتغیر الماء راکدا پانی لینا اُس نالی سے جسکا پانی حوض مین گرتا ہے نچاہیے اسواسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہو جائیگا م شاید کہ ہاتھ مین نجاست ہو تو پانی لینے سے حوض مین نجاست واقع ہو گی یا مستعمل اُسمین گریگا تو ناپاک ہو گا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہ قول ظاہر اعلے سبیل الاولویۃ کے ہے یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہے التبکیر الی الحمام لیس من المروۃ لان فیہ اظہار مقلوب الکنایۃ علے الصباح حمام مین غسل کے واسطے جانا مروت کے افعال سے نہین ہے یعنے بے شرمی ہے اسواسطے کہ اسمین مقلوب کنایہ کا اظہار ہے م مقلوب کنایہ نیک ہے بمعنی جماع یعنے لوگون کے سامنے حمام مین جانا صبح کے وقت ظاہر کرنا ہے رات کے جماع کا اور یہ بے شرمی ہے طحطاوی نے کہا بہتر یون تھا کہ شارح بجاے مقلوب کنایہ مقلوب کان کہتا اور وہ مقلوب ناک ہے بمعنی جماع ثیاب الفسقۃ واہل الذمۃ طاہرۃ فاسقون اور ذمیون کے کپڑے پاک ہین م یعنے اُنکے مستعمل کپڑون مین نماز درست ہے تا وقتیکہ نجاست کا یقین نہو اور تجنیس مین ہے کہ ذمیون کے پاجامون مین نماز مکروہ ہے حلبی نے کہا شاید اسوجہ سے کہ وہ استبرا اور استنجا نہین کرتے دیباج اہل فارس نجس لجعلہم فیہ البول لبریقہ اہل فارس کا دیبا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہے اُسمین پیشاب ڈالنے کی وجہ سے چمک کیواسطے م فارسیون کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہے لہذا اُسکو ناپاک کہا اسی طرح جبں انگریزی کپڑے مین نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہو اُسکو ترک کرنا چاہیے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہین اسواسطے کہ کپڑون مین اصل حلت ہے رای فی ثوب غیرہ نجسا مانعا ان غلب علی ظنہ انہ لو اخبرہ ازالہا وجب والا فالامر بالمعروف علی ہذا ایک شخص نے دوسرے کے کپڑے مین نجاست دیکھی کہ وہ نماز کی مانع ہے یعنی درم سے زیادہ ہے اگر اُسکو اُسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اُسکو خبر کریگا تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا واجب ہے یعنی فرض ہے اور اگر اُسکا ظن غالب نہو تو بتانا فرض نہین تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی تفصیل پر ہے م یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہے ورنہ فرض نہین اور یہ بھی امر بالمعروف مین شرط ہے کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہ ہو ورنہ وہ شخص مختار ہے چاہے کرے چاہے نکرے اور نہی عن المنکر مین یہ بھی ہے کہ خود مرتکب نہوتا ہو اُس فعل کا جو نہی عنہ سے اعظم ہے اور وجوب فاسق پر بھی ثابت ہے اگرچہ اُسکا امر اور نہی فائدہ بخش نہین کذا فی الطحطاوی حمل السجادۃ فی زماننا اولی احتیاطا للماوردی اول ما یسئال عنہ فی القبر الطہارۃ وفی الموقف الصلوٰۃ جانماز کا لیے رہنا ہمارے زمانہ مین بہتر ہے احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ قبر مین پہلے طہارت کا سوال ہو گا اور قیامت مین نماز کی اول پرسش ہو گی م شارح رحمۃ اللہ علیہ کے حسن بیان کو غور کرنا چاہیے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوٰۃ مین اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الصلوٰۃ

آغاز کتاب الصلوٰۃ

یہ کتاب ہے نماز کے احکام اور مسائل کے بیان مین شروع فی المقصود بعد بیان الوسیلۃ یہ شروع ہے اصل مقصد مین کہ نماز ہے بعد بیان کرنے وسیلہ کے کہ طہارت ہے ولم تخل عنہا شریعۃ مرسل نماز سے خالی نہین رہی کسی رسول کی شریعت یعنی یہ عبادت دائمی قدیمی ہے کبھی منسوخ نہین ہوئی ولما صارت قربۃ بواسطۃ الکعبۃ کانت دون الایمان لانہ بل من فروعہ اور جبکہ شریعت محمدی مین نماز عبادت ٹھہری بواسطہ کعبہ معظمہ کے تو کمتر ہوئی ایمان سے ایمان کے

اجزاء سے بلکہ وہ ایمان کے فروع سے ہے م یعنی چونکہ ایمان بلاواسطہ عبادت ہے اور نماز بواسطہ استقبال قبلہ عبادت ہے بلاواسطہ عبادت نہین لہذا نماز ایمان
مین داخل نہین بلکہ اسکی شاخ ہے باعتبار فعل کے اور باعتبار اسکے حکم کے یعنی اسکے فرض ہونے کی راہ سے تو وہ ایمان مین داخل ہے اسواسطے کہ ایمان عبارت
ہے جمیع ارشادات قطعیہ نبویہ کی تصدیق سے کذافی الطحطاوی وہی لغۃ الدعاء فنقلت شرعا الی الافعال المعلومۃ وھو الظاھر لوجودہا بدون الدعاء فی الامی الاخرس اور
نماز لغت عرب مین بمعنی دعا ہے پھر شرع مین منقول ہوئے افعال معلومہ یعنی رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف اور یہی منقول ہونا ظاہر الفہم ہے بسبب موجود ہونے نماز کے
بدون دعا کے جاہل اور گونگے کی نماز مین م شارح نے اشارہ کیا کہ صلوٰۃ نقل شرعی ہے اور منقول شرعی وہ ہے جسمین معنی وضعی باقی نہوا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صلوٰۃ دعا مین حقیقت ہے افعال
مخصوصہ کو صلوٰۃ اسواسطے کہا کہ انمین دعا بھی داخل ہے کذافی الطحطاوی ہی فرض عین علی کل مکلف بالاجماع نماز یعنے پنجگانہ نماز فرض عین ہے ہر مسلمان عاقل بالغ پر
باجماع اہل اسلام م اجتماع نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہے کسی امت کو یہ اجتماع حاصل نہوا اور عشا کی نماز بھی اسی امت کو خاص ہے کسی نے نہین پڑھی اور اذان
اور اقامت اور شروع نماز مین اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہے چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا ہے اور نماز مین
اللہم ربنا ولک الحمد کہنا اور نماز مین گفتگو کا حرام ہونا بھی اسی امت کو خاص ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے انموذج مین بیان کیا ہے اور بعضون نے کہا کہ عشا کی نماز اول
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جبکہ مدین سے نکلے اور راہ بھول گئے تھے کذافی الطحطاوی عینی شرح ہدایہ مین ہے کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی
جبکہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا ہو کر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو ذبح فرزند کا حکم ہوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی
نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑھی اور ہمپر فرض ہے انتہی مختصراً اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یہ آیت ہے قرآن مجید کی کہ اقیموا الصلوٰۃ
یعنے اے مسلمانون قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشہورۃ فرضت فی الاسراء لیلۃ السبت سابع عشر رمضان قبل الہجرۃ لسنۃ ونصف و
کانت قبلہ صلوتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا شمنی نماز فرض ہوئی معراج مین شب شنبہ رمضان شریف کی سترھوین تاریخ ڈیڑھ برس ہجرت سے پہلے اور
معراج سے پہلے دو نمازین تھین ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اسکے ڈوبنے سے پہلے کذافی الشمنی م یہ جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف مین
ذکر کیا سو ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ معراج رجب مین ہوئی تھی اور یہی لوگون مین مشہور ہے اور امام نووی نے سیر روضہ مین اسی کو ذکر کیا ہے وان وجب
ضرب ابن عشر علیہا بید لا بخشبۃ لحدیث مروا اولادکم بالصلوٰۃ وہم ابناء سبع واضربوہم وہم ابناء عشر نماز فرض ہے عاقل بالغ مسلمان پر اگرچہ واجب ہے دس برس
والے لڑکے کو ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال مین کہ وہ سات برس کے ہون اور انکو مارو جبکہ وہ
دس برس کے ہون م ہر چند حدیث مین مطلق ضرب مذکور ہے لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکلف کی جنایت مین وارد ہے اور صغیر محل جنایت نہین لہذا اسکی ضرب ہاتھ پر محمول
ہوئی نہ لکڑی پر اور صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے مشروع ہوئی تاکہ اسکو نماز کی اسی عمر سے عادت پڑ جائے طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار
ضرب متوسط سلیم مارنا چاہیے قلت والصوم کالصلوٰۃ علی الصحیح کما فی صوم القہستانی معزیا للزاہدی وفی حظر الاختیار انہ یومر بالصوم والصلوٰۃ وینہی عن
شرب الخمر لیالف الخیر ویترک الشر مین کہتا ہون اور روزہ نماز کے مانند ہے حکم کرنے اور مارنے مین بنابر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم مین
زاہدی سے منقول ہے اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر مین ہے کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اسکو
نیکی کی عادت پڑے اور بدی کو چھوڑے م مراد یہ ہے کہ صغیر کو تمام مامورات کا امر کرنا اور جمیع منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوٰۃ اور شراب کی
کچھ خصوصیت نہین ویکفر جاحدہا لثبوتہا بدلیل قطعی اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنے قرآن و احادیث
اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہے جسمین کچھ احتمال نہین نہج الغفار مین ہے کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہے وتارکہا عمدا مجانۃ ای تکاسلا

فاسق یحبس حتے یصلی لانہ یحبس لحق العبد فحق الحق احق وقیل یضرب حتے یسیل منہ الدم وعند الشافعی یقتل بصلوة واحدة حدا وقیل کفرا اور نماز کا
قصدًا چھوڑنے والا سستی اور کاہلی کی راہ سے گنہگار ہی قید کیا جاے یہان تک کہ نماز پڑھے اسواسطے کہ مکلف محبوس ہوتا ہی حق العبد کے سبب سے
تو خدا کے حق مین حبس کرنا زیادہ بہتر سزاوار ہی اور بعض امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوة مارا جاے یہانتک کہ اسکا خون جاری ہو اور امام شافعی رح
کے نزدیک تارک الصلوة قتل کیا جاتا ہی ایک نماز کے چھوڑنے سے یہ قتل ہی حد کی راہ سے اور دوسرا قول یہ ہی کہ قتل ہی کفر کی راہ سے م اسی طرح رمضان کا
تارک الصوم واجب الحبس ہی اور شافعی کے مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی متؤ تارک الصلوة متکاسل لازم القتل ہی مگر کسی کے نزدیک وہ کافر نہین
سواے امام احمد کے کذا فی الطحطاوی ویحکم باسلام فاعلها بشروط اربعة ان یصلی فی الوقت مع جماعة موتمًا متمًا اور حکم کیا جاتا ہی نماز پڑھنے والے کے
مسلمان ہونے کا چار شرطون کے ساتھ یہ کہ نماز پڑھے عین وقت مین جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرکے م اسطرح نماز پڑھنا امت محمدی
مین مخصوص ہی لہذا اسکے فاعل پر اسلام کا حکم ہوا وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ وہ دلیل ہی فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کہ اسمین نفل کا
احتمال ہی یا اعتقاد فرضیت وقت قضا کا اور چونکہ جماعت مقتدی اور امام دونون کو شامل تھی لہذا شارح نے اقتدا کی قید زیادہ کی اسواسطے کہ اقتدا
اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہی برخلاف امام ہونے کے کہ اسمین نیت انفراد کا بھی احتمال ہی تو جماعت ثابت نہوگی اور اتمام صلوة سے مراد یہ ہی
کہ اسکو فاسد نکرے کذا فی الطحطاوی وکذا لو اذن فی الوقت او سجد للتلاوة وزکی السائمة صار مسلمًا اور اسی طرح اگر اسنے وقت نماز مین اذان دی یا تلاوت
قرآن کا سجدہ کیا یا چرندے جانورون کی زکوة ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہریگا م اسواسطے کہ یہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہین لا لو صلی فی غیر الوقت
او منفردا او اماما او افسدها او فعل بقیة العبادات لانها لا تخص شرعنا مسلمان نہ ٹھہریگا اگر ایک شخص نے غیر وقت مین نماز پڑھی یا تنہا یا امام ہو کر
نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کرڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات اسنے کیے اسواسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی کے ساتھ مخصوص نہین م
باقی عبادات چنانچہ زکوة اموال غیر سوائم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی مین مخصوص نہین لیکن ہیئت کاملہ پر حج کرنا اور قرآن کا پڑھنا
بھی اس امت کی خصوصیات سے ہی تو انکو بھی مستثنیٰ کرنا چاہیے کذا فی المنح ونظمها صاحب النهر فقال ؎ وکافر فی الوقت صلی باقتدار ٭ متمما صلوته
لا مفسدا ٭ او اذن ایضا معلنا او زکی ٭ سوائما کان سجدة تزکی ٭ فمسلم لا بالصلوة منفرد ٭ ولا الزکوة والصیام الحج زد ٭ اور خصوصیات مذکورہ
اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظم مین یون کہا ہی اور کافر نے عین وقت مین نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اذان
بھی دی آشکارا یا چرندے جانورون کی زکوة ادا کی مانند سجدۂ تلاوت کرنے کے پاک ہو کر تو وہ کافر ان افعال سے مسلمان ٹھہریگا نہ تنہا نماز پڑھے
سے اور نہ ادا اموال کی زکوة دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے وهی عبادة بدنية محضة فلا نيابة فيها اصلا اے بالنفس
کما صحت فی الحج ولا بالمال کما صحت فی الصوم بالفدية للفانی لانها انما تجوز باذن الشارع ولم یوجد اور وہ یعنے نماز صرف بدن کی عبادت ہی تو اسمین نیابت
نہین کسی طرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج مین صحیح ہی نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزے مین درست ہی فدیہ دے کر شیخ فانی کو اسواسطے کہ نیابت یا فدیہ
تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہی سو وہ اذن نماز مین پایا نہین گیا م نماز محض عبادت بدنی ہی یعنے مرکب نہین مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب
ہی اور حج نفل مین دوسرے شخص کو نائب کرنا ہر طرح درست ہی اور حج فرض مین بشرط عجز دائمی صحیح ہی اور صوم کے فدیہ مین بھی عجز دائمی تا موت
شرط ہی شیخ الغفار مین ہی کہ نماز مین نیابت اسواسطے بھی درست نہین کہ تکالیف شرعیہ سے مقصود ابتلا اور مشقت ہی سو وہ عبادات بدنیہ مین جان
اور اعضا کی محنت کشی مین افعال مخصوصہ کے کرنے سے حاصل ہی اور نائب کے کرنے سے منیب کے نفس پر مشقت متحقق نہین ہوتی تو نیابت مطلقًا جائز
نہین نہ عجز مین نہ قدرت مین انتہی سببها ترادف النعم ثم الخطاب ثم الوقت نماز کا سبب پے درپے ہونا ہی احسانات ربانی کا پھر حکم قرآنی پھر وقت نماز کا آنا م سبب عبارت ہی

نماز کو سستی سے
چھوڑنے والا
س
۱۲۵۱
چھوڑنے کا اقرار
کرنے والا ۱۲۵۱

مفضی الی الحکم سے بدون تاثیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ مین تواتر نعمات ہی پھر حکم قرآن مجید کا چنانچہ (اقیموا الصلوٰۃ وان الصلوٰۃ کانت
علے المؤمنین کتابا موقوتا) پھر سبب ظاہری وقت ہی اسواسطے کہ وجوب متجدد ہوتا ہی اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہی سبب ہونی کی کذا فی الطحطاوی
ای الجزء الاول منہ ان اتصل بہ الاداء والا فما ای جزء من الوقت یتصل بہ الاداء وان لا یتصل الاداء بالجزء فالسبب ہو الجزء الاخیر وقت سبب ہی
یعنے اُسکا پہلا جز سبب ہی اگر اُسکے ساتھ ادائے نماز متصل ہو اور اگر جزء اول مین نماز نہ پڑھے تو وقت کے جس جزء سے ادائے نماز کا اتصال ہوگا وہی جزء
سبب ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جزء سے ادا متصل نہوئی تو وقت کا پچھلا جز سبب ہوگا ماحاصل مقام یہ ہی کہ وجوب نماز مین وسعت ہی تو جزء اول اور ثانی
اور ثالث کی تاخیر سے مثلاً گنہگار نہوگا حلبی نے کہا مختصر بیان یہ ہی کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جزء ہی جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہی کذا فے
الطحطاوی ولو ناقصا حتے تجب علے مجنون ومغمی علیہ افاقا وحائض ونفساء طہرتا وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت وقت کا پچھلا جز سبب ہی اگرچہ
ناقص ہو چنانچہ عصر مین دھوپ کا زرد ہوجانا تو واجب ہوگی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ دونون ہوش مین آگئے پچھلے جزء مین اور حیض والی اور نفاس
والی عورت پر کہ دونون پاک ہوگئین اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہوگیا اور مرتد پر کہ جزء اخیر مین مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت مین نماز پڑھی ہو مراد جزء
اخیر سے مراد وہ جزء ہی جو تکبیر تحریمہ کی گنجائش رکھتا ہو نہ وہ آن اور لحظہ جسمین اللہ اکبر کہنا نہو سکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام کے بقدر تحریمہ وقت
باقی ہی تو اُسوقت کی نماز اُنپر واجب ہوگی اور نہین تو نہین اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہی اور نماز مرتد کی صورت یہ ہی کہ وہ مسلمان تھا اول وقت ظہر مین
مثلاً اُسنے فرض نماز ادا کی پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا پھر ظہر کے آخر وقت مین اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہوگئی کذا فی
الطحطاوی مختصرا وبعد خروجہ یضاف السبب الی جملتہ لیثبت الواجب بصفۃ الکمال وانہ الاصل حتے یلزمہ القضاء فی کامل ہو الصحیح اور بعد نکل جانے وقت کے
مضاف ہوتا ہی سبب جمیع وقت کی طرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال بھی اصل ہی تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم
ہوگا کامل وقت مین نہ ناقص مین یہی قول صحیح ہی ہم تو اگر آج کی عصر فوت ہوئی اور کل یاد پڑی آخر وقت عصر مین غروب سے پہلے تو اُسوقت قضا نکرے اسواسطے
کہ وہ ناقص وقت ہی وقت صلوٰۃ الفجر قدمہ لانہ لا خلاف فی طرفیہ نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کے وقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اُسکے دونون طرفون
مین یعنی اُسکے اول اور آخر مین خلاف نہین اتفاق ہی امت کا بر خلاف ظہر وغیرہ کے ہم اور یہ جو بعضون نے اول فجر مین اختلاف کیا ہی کہ اول صبح ہی یا انتشار اُسکا
اور آخر وقت مقدر ہے آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہی یا تیر انداز کو تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتماد کے نہین کذا
فی الطحطاوی واول من صلاہ آدم واول الخمس وجوبا اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اُسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ نماز کے پہلے ہی واجب
ہو نیکی راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج مین فرض ہوئی تو اُس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر شب
معراج مین ۵۰ نمازین فرض ہوئین پھر کم ہوئین یہانتک کہ پانچ ٹھہر گئین پھر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہین بدلتی تمکو پانچ وقت کی نمازین ۵۰ وقت
کا ثواب ملیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ وقدم محمد الظہر لانہ اولہا ظہورا وبیانا اور امام محمد بن
حسن شیبانی نے جامع صغیر مین ظہر کو اول مذکور کیا ہی اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ کے پہلی ہی باعتبار ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے ہم یہ قول
مبنی ہی اسپر کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کے وقت ہوئی تھی شب معراج کے بعد اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی اسمین دو روایتین ہین مشہور
تر یہی روایت ہی کہ ابتدا امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا یخفی توقف وجوب الاداء علے العلم بالکیفیۃ فلذا لم یقض نبینا صلے اللہ علیہ وسلم الفجر صبیحۃ لیلۃ الاسراء
اور پوشیدہ نہین موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسیواسطے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نہ کی شب معراج کی صبح کو ہم
یہ جواب ہی سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہی کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز کے اول ٹھہری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ وہ واجب

ہو گئی تھی رات کو خلاصہ جواب یہ ہی کہ طریقہ ادا نماز کا معلوم نہ تھا اور بدون اُسکے ادا کرنا واجب نہین اور یہ سوال وارد ہوتا ہی مشہور روایت پر نہ غیر مشہور پر اگر کوئی کہے کہ وجوب کیونکر ثابت ہوگا بدون وجوب ادا کے ہم جواب دینگے کہ اسمین کچھ استبعاد نہین اسواسطے کہ جو شخص دار الحرب مین اسلام لایا اور شرائع کو اُسنے مجملاً معلوم کیا تو اسپر وجوب ثابت ہوگا اور ادا کرنا بلا علم کیفیت واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی ثم ہل کان قبل البعثۃ متعبدا بشرع

احد المختار عندنا لا بل کان یعمل بما ظہر لہ من الکشف الصادق من شریعۃ ابراہیم وغیرہ پھر اُسکو دریافت کرنا چاہیے کہ ہمارے حضرت نبوت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہین جواب پسندیدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہی کہ کسی شریعت خاص پر عمل نکرتے تھے بلکہ اُسپر عمل کرتے تھے جو کشف صادق سے آپکو ظاہر ہوتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے وصح تعبدہ فی حراء اور صحیح ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا غار مین جسکا حرا نام ہی کذا فی البحر ابن اسحق وغیرہ نے مذکور کیا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہر سال ایک مہینے حرا مین تشریف لیجاتے تھے عبادت کرنے کو بعضون نے کہا عبادت آپکی ذکر تھی اور بعضون نے کہا فکر تھی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی من اول **طلوع الفجر الثانی** وہو البیاض المنتشر المستطیر لا المستطیل نماز فجر کا وقت ابتدا طلوع کرنے فجر ثانی سے ہی اور وہ یعنی فجر ثانی سفیدی ہی پھیلی کنارہ آسمان مین عرض مین اور چوڑی نہ لمبی م فجر دو قسم ہی اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہی جسکو حدیث مین فرمایا جیسے بھیڑیے کی دُم وہ سفیدی مٹ کر سیاہی وہان ہوجاتی ہی لہذا اُسکو صبح کاذب کہتے ہین اُسوقت تک عشا کی نماز کا وقت ہی اور صائم کو سحر کھانا درست ہی صبح کی نماز اُسوقت جائز نہین اور فجر ثانی افق مین معترض اور منتشر یعنے داہنے اور بائین پھیلی اور چوڑی ہوتی ہی دمبدم اُسکی روشنی زیادہ ہوتی جاتی ہی اُسکو صبح صادق بولتے ہین وہی وقت ہی ابتداء نماز فجر کا اُسوقت صائم کو سحر کھانا درست نہین الی **قبیل طلوع ذکاء** بالضم غیر منصرف اسم الشمس نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے ہی آفتاب کے نکلنے تک تھوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکاء بضم ذال معجمہ غیر منصرف آفتاب کا نام ہی م چونکہ حدیث امامت جبرئیل مواقیت نماز مین اصل ہی اور مشہور لہذا اُسکا ذکر کرنا عینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام ہی اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیے کہ اُس حدیث کو بہت صحابیون نے روایت کیا ہی از انجملہ ابن عباس رض اور عبد اللہ بن مسعود رض اور ابو ہریرہ رض اور عمرو بن حزم اور ابو سعید خدری اور انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابو موسے اشعری اور براء بن عازب اور جابر ہین رضی اللہ عنہم سو ابن عباس کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اُنسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو بار تو ظہر ادا کی پہلی بار جسوقت کہ سایہ اصلی مثل شراک یعنی بند نعلین کے مانند تھا پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اُسکے برابر تھا پھر مغرب پڑھی جبکہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کھولنے کا وقت آیا پھر عشاء پڑھی جبکہ شفق ڈوبا پھر فجر کی نماز پڑھی جبکہ فجر چمکی اور صائم پر کھانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اُسی چیز کے برابر ہو گیا کل کے عصر کے وقت پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر شے کا اُسکے دوچند تھا پھر مغرب پڑھی پہلے دن کے وقت پر پھر عشاء پڑھی جبکہ تہائی رات گئی پھر صبح پڑھی جبکہ زمین روشن ہو گئی پھر جبرئیل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوے اور کہا اے محمد یہ وقت ہی تجھسے پہلے انبیا کا اور وقت ہی مابین ان دونون وقتون کے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہی اور اُسکو ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے اپنی مستدرک مین اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہی کذا فی البدایۃ شرح الہدایۃ للعینی **ووقت الظہر من زوالہ** ای میل ذکاء عن کبد السماء **الی بلوغ الظل** مثلیہ اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے یعنے آفتاب کے ڈھلنے سے وسط آسمان سے ہر شے کے سایہ کے دوچند پہونچنے تک م ظہر کے اول وقت مین خلاف نہین آخر وقت مین اختلاف ہی امام اعظم کے نزدیک مثلین تک ہی یعنے دونا سایہ ہونے تک محمد کی روایت مین بدائع مین کہا کہ یہی قول صحیح اور ظاہر الروایۃ ہی اور محیط مین ہی کہ امام ہی کا قول صحیح ہی اور محبوبی نے اسی کو مختار کہا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعہ نے اسی کو ترجیح دی اور غیاثیہ مین کہا وہو المختار اور شرح مجمع مین کہا کہ

له صادق اسلیے کہتے ہین کہ صبح دلیل ہی طلوع آفتاب کی اور سفید ہونا افق کا دلیل ہی اسکی تو گویا اس صبح کے ساتھ گواہ بھی موجود ہی کہ آفتاب قریب ہی ۱۲

اصحاب متون نے اسی کو پسند کیا اور شارحین اسی پر راضی ہوئے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعنہ مثلہ وہو قول لہما وزفر والائمۃ الثلثۃ قال الامام الطحاوی وبہ
ناخذ وفی غرر الاذکار وہو الماخوذ بہ وفی البرہان وہو الاظہر لبیان جبرئیل وہو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی اور امام سے
ایک مثل کی روایت ہے یعنے حسن نے امام سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اُس چیز کے ہو گیا ظہر کا وقت آخر ہو گیا اور یہی صاحبین کا قول ہے اور
زفر اور تینون اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا امام طحاوی نے کہا اور اسی قول کو ہم لیتے ہین اور غرر الاذکار مین ہے کہ
یہی قول لیا گیا ہے یعنی اسی پر عمل ہے اور برہان مین ہے کہ یہی قول ظاہر تر ہے جبرئیل علیہ السلام کے بیان کر دینے سے اور قول جبرئیل باب مواقیت مین نص
صریح ہے اور فیض مین ہے کہ اسی پر لوگون کا آج عمل ہے اور اسی کا فتوی ہے م بحر الرائق مین ہے کہ طحاوی کا قول اسپر دلالت نہین کرتا کہ یہی مذہب صحیح ہے
تصحیحات متقدمہ کے مذکور ہونے کے بعد اور سراج وہاج مین ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاط اسمین ہے کہ ظہر کی نماز مثل تک تاخیر نکرے اور عصر کی نماز
نہ پڑھے جبتک مثلین تک سایہ نہ پہونچے تاکہ دونون نمازین اپنے وقتون پر بالاتفاق ادا ہون کذا فی الطحطاوی سوی فیٔ یکون للاشیاء قبیل الزوال
سوا اُس سایہ کے جو سب چیزون کا ہوتا ہے زوال آفتاب سے پہلے تھوڑا سا م یعنے ٹھیک دوپہر مین آفتاب ڈھلنے سے پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہے
وہ ظہر اور عصر کے وقت سے خارج ہے مثل اور مثلین کے حساب مین داخل نہین اسی سایہ کو فیٔ بروزن شیٔ اور سایہ اصلی کہتے ہین طحطاوی نے کہا فی الزوال
کو اسواسطے استثنا کیا کہ گاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہے ہر چیز کے بعضے مواضع مین ایام سرما مین اور گاہے دونا ہوتا ہے تو اگر مثل کو اعتبار کیجیے ذی الظل کے
پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جائے نہ امام کے نزدیک یہ حال ہے وہان کے لوگون کا جنکے سرون پر آفتاب سامنے نہین آتا لیکن
جن لوگون کے سرون کے اوپر آفتاب آجاتا ہے وہان مثل کا اعتبار نوی الظل کے پاس سے ہوتا ہے یعنی اسواسطے کہ وہان سایہ اصلی معدوم ہوتا ہے و تختلف
باختلاف الزمان والمکان اور فیٔ الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہے زمان اور مکان کے اختلاف سے م یعنے سرما مین سایہ اصلی بڑا ہوتا ہے اور گرما مین چھوٹا
اور جو ملک معدل النہار اور خط استوا سے قریب ہین وہان سایہ چھوٹا ہے اور جو بعید ہین وہان بڑا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی کے مانند ہے وہان سایہ اصلی
ایک دن بالکل معدوم ہوتا ہے یعنی جبکہ آفتاب نقطۂ سرطان مین داخل ہوا اور سال بھر مین یہی دن بہت بڑا ہوتا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی
سے کم ہوتا ہے وہان کا سایہ اصلی سال مین دو بار بالکل نابود ہو جاتا ہے چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کذا فی الحلبی ولو لم یجد ما یغرز اعتبر بقامتہ وہی ستۃ اقدام
و نصف بقدمہ من طرف ابہامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے واسطے وہ چیز نہ پاوے جسکو زمین پر گاڑ کر سایہ دریافت کرے تو اپنے قد کا اعتبار کرے
اور قد ہر آدمی کا ساڑھے چھ قدم کا ہوتا ہے اُسی شخص کے قدم سے انگوٹھے کی طرف سے م یہ کلام محذوف پر مرتب ہے اور معلوم ہوتا ہے بحر الرائق وغیرہ
کی عبارت سے اسمین یون ہے کہ زوال کی شناخت مین چند روایات ہین اُنمین صحیح تر یہ ہے یعنے ابو شجاع کی روایت کہ سیدھی لکڑی برابر زمین مین چاشت
کے وقت گاڑے اور سایہ کے سرے پر نشان کرے پھر اگر سایہ کم ہو جاتا ہو نشان مذکور سے تو آفتاب نہین ڈھلا پھر اگر سایہ ٹھہر گیا زیادت اور نقصان
سے تو یہ وقت ہے ٹھیک دوپہر کا اور جسقدر سایہ اسوقت باقی رہا وہ فیٔ الزوال اور سایہ اصلی ہے اور جبکہ سایہ فیٔ الزوال کے خط سے بڑھا اور لنبا ہوا تو
معلوم ہوا کہ آفتاب ڈھلگیا چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور مجتبی مین ہے کہ اگر کوئی لکڑی گاڑنے کو نہ ملے فیٔ الزوال اور امثال کی شناخت کو تو اپنے قد سے
قیاس کرے ساڑھے چھ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتے ہین اور جمع بین القولین یون ہو سکتا ہے کہ آدمی کا قد سات قدم ساق کی سمت سے
ہوتا ہے اور ساڑھے چھ قدم انگوٹھے کیطرف سے انتہی اور محمد سے وہ قول منقول ہے جو اُس سے بھی زیادہ تر آسان ہے وہ یہ ہے کہ آدمی قبلہ کے سامنے کھڑا ہو پھر
آفتاب بروے راست پر آیا ڈھلگیا کذا فی الطحطاوی متصرفاً عینی مین یون ہے کہ جب آفتاب بائین طرف سے ڈھلا تو بھی زوال کا وقت ہے انتہی م یہین اور یہ سایہ کا
اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہے کما فی حاشیۃ العینی عن السراج ووقت العصر منہ الی قبیل الغروب اور عصر کا وقت سایہ مثلین سے ہے آفتاب کے ڈوبنے تک

لحظہ بھر پہلے طحطاوی نے کہا یہی قول معتمد ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ آفتاب کے زرد ہونے تک ہو طو غربت ثم عادت ہل یعود الوقت الظاہر نعم سو اگر
آفتاب ڈوبا پھر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کریگا یا نہین جواب ظاہر یہ ہو کہ ہان وقت پھر آویگا م یہ بحث ہو صاحب نہر کی بدلیل حدیث
ردشمس یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضی رضہ کی گود مین سو گئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضی رضہ نے عصر کی نماز نہین پڑھی تو فرمایا کہ
الٰہی علی رضہ تیری اور تیرے رسول کی طاعت مین تھا تو آفتاب کو پھیر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہانتک کہ اُنھون نے عصر کی نماز پڑھ لی اور یہ واقعہ
خیبر مین ہوا تھا اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہو اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہو ازانجملہ طبرانی نے سند حسن سے اسکو روایت
کیا ہو اور جسنے اسکو موضوع کہا چنانچہ ابن جوزی نے اُسنے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اُسکے مخالف نہین کذا فی الطحطاوی وہی الوسطی علی المذہب
اور یہی عصر کی نماز وسطی ہو بنا بر مذہب صحیح کے ہم قرآن مجید مین فرمایا (حافظوا علی الصلوات والصلوٰة الوسطی) یعنے محافظت کرو نمازون پر اور نماز وسطی
پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو نماز وسطی کی تعیین پر تیئیس ۲۳ قول ہین جو وہبانیہ اور اسکی شرح مین مذکور ہین ازانجملہ ایک قول یہ ہو جو شارح نے ذکر کیا
واللہ اعلم ووقت المغرب منہ الی غروب الشفق وہو الحمرة عندہما وبہ قالت الثلثة والیہ رجع الامام کما فی شروح المجمع وغیرہا فکان ہو المذہب
اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے ہی شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہو جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف رہتی ہو صاحبین کے
نزدیک اور یہی کہا ہو تینون امامون نے اور اس قول کی طرف امام اعظم نے رجوع کیا ہو چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحون مین مذکور ہو تو یہی صاحبین کا قول
صحیح مذہب ٹھہریگا م امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہو جو سرخی کے بعد افق مین ہوتی ہو اور یہی قول ہو صدیق اکبر اور انس رضہ اور معاذ اور عائشہ صدیقہ کا
اور ایک روایت ہو ابن عباس رضہ اور ابو ہریرہ رضہ سے اور یہی مذہب عمر بن عبد العزیز اور اوزاعی اور زفر اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہو
مبرد اور ثعلب ائمہ لغت کا ابو داؤد مین حدیث ہو کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہو جبکہ افق سیاہ ہو جاے ابن حبان نے اسکو اپنے
صحیح مین روایت کیا ہو اور ابو داؤد اور نسائی اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اُسوقت پڑھتے تھے جبکہ تیسری
تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا کذا فی العینی اور محقق نے فتح القدیر مین امام کے قول کو ترجیح دی ہو اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا نہ امام کی روایت سے ثابت ہو نہ زبان
سے اول تو اسواسطے کہ امام کی ظاہر الروایة کے مخالف ہو اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہانتک ہو کہ افق غائب ہو جاے اور
غائب ہونا افق یعنی کنارہ آسمان کا اُس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہو جو سرخی کے بعد ہوتی ہو اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری مین کہا تو ثابت
ہوا کہ امام ہی کا قول صحیح تر ہو انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتوی اور عمل نہین مگر امام اعظم رہ کے قول پر اور اسکو چھوڑ کر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے
قول کو لینا نہ چاہیے الا بضرورت ضعیف دلیل یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ مین اور معراج مین ہو کہ
صاحبین کا قول اوسع ہو اور امام کا قول احوط کما فی البحر اور یہ جو درر مین ہو کہ یہان صاحبین کے قول پر فتوی ہو نوح افندی نے اسکو یون رد کیا ہو کہ اُسپر اعتماد
جائز نہین اور امام کے قول پر صاحبین کے قول کو ترجیح دینا درست نہین مگر بموجب ضعیف دلیل کے بالضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے حالانکہ ان
چارون امور سے کوئی متحقق نہین تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ مین لازم ٹھہرا انتہی وفیہ ان التعامل
علی خلافہ اگر کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہون اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہو جسپر چاہے عمل کرے اُسکے دو جواب ہین ایک یہ کہ یہ حکم مفتی مجتہد پر محمول
ہو اور جو مجتہد نہین تو اصح یہ ہو کہ امام ہی کے قول پر فتوی دے چنانچہ سراجیہ مین مصرح ہو اور دوسرا جواب یہ ہو کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہو اور بعضون کے
نزدیک تو امام کے قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل نچاہیے ازانجملہ صاحب ہدایہ ہو اُسنے تجنیس مین کہا کہ میرے نزدیک واجب یہ ہو کہ امام کے قول پر ہر حال
مین فتوی دیا جاے کذا فی الطحطاوی ملخصًا ووقت العشاء والوتر منہ الی الصبح اور نماز عشا اور وتر کا وقت غروب شفق سے ہو صبح تک ولکن لا یصح ان یقدم علیہا الوتر الا

ناسیا لوجوبہ للترتیب لانہا فرضان عندالامام ولیکن صحیح نہین عشا پر وتر کا مقدم کرنا اگر بھولکر بسبب واجب ہونے ترتیب کے اسواسطے کہ عشا اور وتر دونون
فرض ہین امام کے نزدیک م لیکن عشا فرض قطعی ہی اور وتر فرض عملی ہی اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک وتر سنت ہی والدلائل فی المبسوطات وفاقد
وقتہما کبلغار فان فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق فے اربعینیۃ الشتا اور نہ پانے والا عشا اور وتر کے وقت کے جیسے بلغار کے ساکن اسواسطے کہ بلغار
مین فجر طلوع کرتی ہی شفق کے غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما مین م قاموس مین ہی کہ بلغار ایک شہر ہی ملک صقالیہ کے نہایت مین جانب شمال کے شدید البرد
اور یہ جو شارح نے چلہ سرما کو ذکر کیا سو سہو ہے اور ٹھیک یہ ہی کہ اقصر لیالی سال مین وہان عشا کا وقت نہین ہوتا چنانچہ بحرالرائق اور امداد الفتاح مین مذکور ہی
یعنے اول صیف مین جبکہ آفتاب حلول کرتا ہی راس سرطان مین تو اُسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہی اور ایک ساعت یعنے گھنٹہ بھر غروب
ہوتا ہی عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت مین اسکی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکلف بہما فیقدر لہما نہ پانے والا عشا اور وتر کا مکلف
اُن دونون کا یعنی اُسپر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہی تو اندازہ کرے اُن دونون نمازون کے واسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب ہونے سے پہلے عشا اور
وتر ہوتی تھی اُسیقدر مدت کے بعد دونون کو پڑھے یا بلاد قریبہ پر قیاس کرے ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء بہ افتی البرہان الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی
نیت نکرے وقت ادا کے نہونے کے سبب سے اسی کا فتوی دیا ہی برہان الدین کبیر نے م قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا اسکو کہتے ہین جسکا وقت ہو اور فوت
ہوجاے اور یہان وقت ہی نہین تو قضا بھی نہین واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنۃ فی الغازہ وصححہ فزعم المصنف انہ المذہب اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار
کیا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکی پیروی کی ہی اپنے الغاز مین سو اسی کی تصحیح کی ہی تو مصنف اس متن نے اسی
قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی ولہذا اسکو متن مین داخل کیا برخلاف کنز کے اور کنز کے قول کی تضعیف کی چنانچہ اسکو اُسکے بعد بصیغۂ تمریض ذکر کر کے کلام شارح
نے اسین تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اُسکے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکلف بہما لعدم سببہما
اور بعضون نے کہا کہ عشا اور وتر کے وقت کا نپانے والا مکلف اُن دونون نمازون کا نہین اُنکے سبب کے نہونے کی وجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت
ہی اور انتفاء سبب مستلزم انتفاء مسبب ہی وبہ جزم فی الکنز والدرر والملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہی متون ثلثہ یعنے کنزالدقائق اور درر اور ملتقی الابحر
مین وبہ افتی البقالی ووافقہ الحلوانی والمرغینانی اور اسیکا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور اُنکی موافقت کی بعد مخالفت کے حلوانی اور مرغینانی نے م مجتبی مین ہی
کہ برہان الائمہ کے وقت مین استفتا وارد ہوا کہ ہلوگ اپنے شہر مین عشا کا وقت نہین پاتے تو ہمپر عشا کی نماز واجب ہی یا نہین تو جواب یہ لکھا کہ تمپر واجب
نہین اور اسیکا ظہیرالدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسی کا استفتا بلغار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا فتوی دیا پھر خوارزم مین
سیف السنہ بقالی سے بھی استفتا ہوا تو اُنھون نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو اُنکا جواب حلوانی کو پہونچا تو ایک شخص کو بھیجا اُنکے پاس خوارزم مین کہ مجمع مین اُنسے
سوال کرے کہ کیا کہتے ہو اُس شخص کے حق مین جو پانچ فرضون مین سے ایک فرض کا انکار کرتا ہی وہ کافر ہی یا نہین تو شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا
کہ تم کیا کہتے ہو اُس شخص کی نسبت جسکے دونون ہاتھ کہنیون سمیت یا دونون پانؤن ٹخنون سمیت کاٹے گئے اُسکے وضو مین کتنے فرض ہین سائل نے جواب
دیا کہ تین فرض ہین بسبب نہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسی طرح پانچوین نماز بھی فرض نہین اُسکے وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہ جواب حلوانی
کو پہونچا تو پسند کیا اور اس مسئلہ مین اُنکے موافق ہو گئے کذا فی الفتح ورجحہ الشرنبلالی والحلبی واوسعا المقال ومنعا ماذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی
ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمین بہت گفتگو کی ہی اور نہین مانا اُس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہی م
خلاصہ کلام محقق یہ ہی کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہی کیونکہ عدم محل فرض مین اور عدم سبب جعلی مین جو وجوب
خفی نفس الامری کی علامت ہی فرق صریح ہی علاوہ اُسکے اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوٰۃ خمسہ جمیع آفاق پر بلا تفصیل شریعت عام ہی

اور اسی طرح حدیث صحیح مسلم دلیل مدعا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین مین کتنا ٹھہریگا فرمایا ۴۰ دن ایکدن سال کے برابر اور ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن ہفتے کے برابر اور باقی دن تمھارے دنون کے مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن کہ سال کے برابر ہو اسمین ہمکو ایک دن کی نماز کفایت کریگی فرمایا نہین اُسکے واسطے اندازہ کر لیا کرنا انتہی تو اسدن مین ۳۰۰ سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوتی مثل ثلین کے سایہ ہو جانے سے پہلے انتہی کلام الکمال خلاصہ جواب حلبی یہ ہی کہ جیسے صلوات خمسہ ٹھہر چکی ہین اُسی طرح وجوب کے واسطے اسباب اور شروط ٹھہر گئے ہین کہ بدون انکے وجوب نہین پایا جاتا ہی تو اگر صلوات خمسہ کا حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھ مراد ہی تو مسلم ہی اور تمکو مفید نہین اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلقا مراد ہی تو باطل ہی اسلیے کہ حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلاً تو اُسپر اُسدن فقط چار نمازین واجب ہین نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہی تو اُسپر غیر کو قیاس نہین کر سکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ من المبسوطات قلت ولا یساعدہ حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمائۃ ظہر مثلاً قبل الزوال لیس کمسئلتنا لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان واما فیہا فقد فقد الامران مین کہتا ہون اور کمال الدین کو مساعدت نہین کرتی دجال کی حدیث اسواسطے کہ اگرچہ وہان تین سو ظہر سے مثلاً زیادہ تر واجب ہوئے زوال آفتاب سے پہلے ہمارے اس مسئلہ کے مانند وہ دن نہین اسواسطے کہ یوم دجال مین فقط علامت اوقات مفقود ہی زمانہ مفقود نہین اور بلغار کی عشا اور وتر مین علامت اوقات اور زمانہ دونون امر مفقود ہین یعنے نہ علامت عشا کی موجود ہی اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہی کہ مغرب اور عشا اور صبح کے اوقات کے برابر ہو بلکہ مابین غروب اور طلوع آفتاب کے فقط بقدر مغرب اور صبح کے زمانہ ہوتا ہی مترجم شارح کا یہ کلام مسلم نہین اسواسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہی تو چوبیس چوبیس ساعت یعنی ۲۴ گھنٹے مین پانچ نمازین ادا ہونگی اور بلغار کا دن بھی اپنی رات کے ساتھ ۲۴ گھنٹے کا ہی تو اُسمین بھی پانچ نمازین واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا اور بمنزلہ یوم دجال کے ہو گیا مین کہتا ہون الحاصل وجوب اور عدم وجوب عشا مین دونون قولون کی تصحیح ثابت ہی مگر یہ کہ دلیل تقدیر کی مرجح ہی اور مجکو بلغار کے رہنے والے نے خبر دی کہ چلہ ایام گرما مین شفق سرخ کے غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہی اور وہان کے لوگ صوم مین رات کی مدت مین ایکبار یا دو بار کھاتے ہین قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہان سے بھی دور کے رہنے والے شخص نے مجھسے حکایت کی کہ وہان مطلق اندھیرا نہین ہوتا اور بعضے اور بلاد مین ہمیشہ اندھیرا رہتا ہی وہان روشنی نہین مگر چراغ کی فسبحان العلیم بحقائق الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ ہو المختار بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد اور مرد کو مستحب ہی شروع کرنا نماز فجر کا روشنی مین اور ختم کرنا روشنی مین یہی قول مختار ہی اسطرح پر کہ ۴۰ آیت کو ادا ے حروف کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے دونون رکعتون مین پڑھے پھر نماز کو اعادہ کرے طہارت کے ساتھ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو فساد کی صورت یہ ہی کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑھے یا نماز مین کوئی فساد واقع ہوا وقیل یؤخر جدا لان الفساد موہوم اور قول ضعیف یہ ہی کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہو جانا نماز کا امر موہوم ہی م بحر الرائق مین ہی لیکن اسقدر تاخیر کرے کہ طلوع آفتاب مین شک واقع ہو الا الحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمرأۃ مطلقاً اگر حاجی کو مزدلفہ مین روز روشن مین نماز پڑھنا مستحب نہین تو وہان اندھیرے مین نماز افضل ہی جیسے عورت کو مطلقاً خواہ حج مین یا غیر حج مین اندھیرے مین نماز بہتر ہی اسواسطے کہ بناء حال نسوان پردہ داری مین ہی سو وہ اندھیرے مین حاصل ہی وفی غیر الفجر الافضل لہا انتظار فراغ الجماعۃ اور فجر کے سوا اور نمازون مین عورت کو فراغت جماعت کا انتظار کرنا افضل ہی یعنے جب مردون کی جماعت ہو چکے تب عورت مسجد مین نماز پڑھے وتاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقاً کذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدۃ حر وحرارۃ بلد وقصد جماعۃ اور مستحب ہی دیر کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیوارون کے سایہ مین چلے مسجد جانے کے وقت مطلقاً ایسا ہی مجمع وغیرہ مین مطلقاً کی تفسیر یہ ہی کہ تاخیر مذکور مین شرط نہین شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد جماعت کا م صیف کی قید مین اشارہ ہی کہ ربیع اور خریف کے موسم مین تعجیل ظہر کی مستحب ہی اور تاخیر کی حد یہ ہی کہ قبل از مثل نماز ہو اسواسطے کہ خزانہ مین ہی کہ وقت مکروہ وہ ہی جو اختلاف کی حد مین داخل ہو اور جبکہ سایہ ہر شی کا اُسکے برابر ہو تو اختلاف مین

داخل ہوا اور یہ قول شارح کے کلام سے بہتر ہے اسواسطے کہ مصر کی دیواروں کا سایہ انکی بلندی کے سبب سے جلد حاصل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وما
فی الجوہرۃ وغیرہا من اشتراطہ ذلک منظور فیہ اور جو کہ جوہرہ وغیرہ میں ہے شروط ہونا تاخیر کے واسطے امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا جو مسلم نہیں ہے وجل ہو
وجمعۃ کظہر اصلا واستحبابا فی الزمانین لانہا خلفہ اور جمعہ ظہر کے مانند ہے اصل اور استحباب کی راہ سے دونوں موسم گرمی اور جاڑے میں اسواسطے کہ
جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہے وہی جمعہ کا ہے اور جیسے صیف میں ظہر کی تاخیر مستحب ہے اور تعجیل اور ایام میں ویسا ہی جمعہ میں ہے اور اشباہ میں ہے
کہ جمعہ کو سرد وقت میں پڑھنا مسنون نہیں سو شاید اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور جو یہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا سو احد القولین ہے اور دوسرا قول مشہور یہ ہے کہ جمعہ
فرض مستقل ہے ظہر سے زیادہ تر موکد ہے کذا فی الطحطاوی وتاخیر عصر صیفا وشتاء توسعۃ للنوافل اور مستحب ہے تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور جاڑے میں نوافل کی گنجائش
کے واسطے م ابو داؤد میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جبتک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا کذا فی البحر مالم تتغیر ذکاء
بان لاتحار العین فیہا فی الاصح تاخیر عصر کی مستحب ہے جبتک کہ آفتاب متغیر نہو اسطرح پر کہ آنکھ قرص آفتاب میں حیران نہو صحیح تر قول میں مراد یہ ہے کہ آفتاب
کی روشنی کی چمک جاتی رہے تو بصارت کو اس سے حیرت حاصل نہو اور تغیر روشنی کا اعتبار نہیں اسلئے کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ شعاع دیواروں پر بدل جاوے اور بعضوں نے کہا قرص آفتاب متغیر ہو جاوے کذا فی الطحطاوی عن السراج وتاخیر عشاء الی ثلث اللیل قیدہ فی الخانیۃ وغیرہا
بالشتاء اما الصیف فیندب تعجیلہا اور مستحب ہے دیر کر کر پڑھنا عشا کا تہائی رات تک خانیہ وغیرہا میں اس تاخیر کو مقید کیا ہے جاڑوں کے ساتھ اور گرمیوں میں تو
جلد پڑھنا عشا کا مستحب ہے یعنی اس خوف سے کہ عشا کا وقت خارج نہو جاوے غلبہ خواب سے کیونکہ رات بہت کم ہوتی ہے فان اخرہا الی مازاد علی
النصف کرہ لتقلیل الجماعۃ اما الیہ فمباح پھر اگر عشا کی تاخیر کی یہانتک کہ آدھی رات سے زیادہ ہو گئی تو یہ تاخیر کروہ ہے تقلیل جماعت کی وجہ سے اور آدھی رات
تک تو تاخیر مباح ہے م نصف شب سے زیادہ تر تاخیر کروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح والبحر تتمہ عشا کی تاخیر اسواسطے مستحب ہے تاقصہ خوانی مکروہ قطع ہو
اور نامہ اعمال نماز پر ختم ہو جیسے شروع ہوا تھا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائیں مٹ جاویں حقتعالی نے فرمایا (ان الحسنات یذہبن السیئات) نیکیاں
برائیوں کو دفع کرتی ہیں اور عشا سے پہلے سونا مکروہ ہے فوت جماعت کے خوف سے اور بعد نماز کے بے حاجت گفتگو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں چنانچہ قرآن
پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سے اور مکروہ ہے کلام بعد فجر ہونے کے پھر نماز پڑھ چکے تو مکروہ نہیں
کذا فی الطحطاوی وآخر العصر الی اصفرار ذکاء اور عصر کی تاخیر آفتاب کے زرد ہو جانے تک تو مکروہ ہے فلو شرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لایکرہ پھر اگر عصر
شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے پھر نماز کو بڑھایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہیں والمغرب الی اشتباک النجوم ای کثرتہا کرہ ای التاخیر لا الفعل
لانہ مامور بہ اور اگر مغرب کی تاخیر کی تاروں کے چمک جانے تک یعنے انکے بکثرت نمود ہونے تک تو یہ تاخیر کرنا مکروہ ہے نہ نماز پڑھنا اسوقت کا اسواسطے
کہ نماز خوانی کا تو حکم ہے وہ کیونکر مکروہ ہو سکے تحریما الا بعذر کسفر وکونہ علی اکل تاخیر عشا زائد از نصف شب اور تاخیر عصر تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب
تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہے مگر سفر اور کھانا کھانے کے عذر سے تاخیر مکروہ نہیں م کراہت تحریمی تینوں مسئلوں سے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی لہذا ترجمہ
میں اسکی تصریح کر دی وتاخیر الوتر الی آخر اللیل لواثق بالانتباہ اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہے اسکو جو اسوقت کے جاگنے پر بھروسا رکھتا
ہو والا فقبل النوم اور اگر جاگنے پر اعتماد نہو تو سونے سے پہلے وتر کا پڑھنا افضل ہے فان افاق فانہ الافضل پھر اگر اول وقت وتر پڑھ کر سونے کے بعد
جاگا تو امر مستحب فوت ہو گیا م ظاہرا غیر واثق کے جاگنے سے استحباب فوت نہیں ہوتا بدلیل قول قاضیخان کہ جسکو وثوق نہو تو اسکو مطلقا تعجیل افضل ہے
کذا فی الطحطاوی والمستحب تعجیل ظہر شتاء اور مستحب ہے جلد پڑھنا ظہر کی نماز کا جاڑے میں م شتا وہ زمانہ ہے جسمیں سردی شدید ہو اور صیف وہ ہے جسمیں
گرمی سخت ہو اور بعضوں نے کہا کہ شتا وہ ہے جسمیں دو چیز کی حاجت ہو تاپنے کی اور روئی بھرے کپڑے کی اور صیف وہ ہے جسمیں دونوں چیزوں کی حاجت نہو اور ربیع اور خریف

وہ ہے جسمین ایک چیز کی حاجت ہو نہ دونون چیزون کی کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ ملحق بہ الربیع و بالصیف الخریف موسم سرما کے ساتھ ربیع ملحق ہے اور
موسم گرما کے ساتھ خریف ملحق ہے م یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ شرنبلالی نے مجمع الروایات سے نقل کیا کہ ربیع اور خریف
مین تعجیل ظہر کی مستحب ہے حالانکہ نقل کے ہوتے بحث کا کچھ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی و تعجیل عصر و عشاء یوم غیم اور مستحب ہے تعجیل عصر اور عشا کی ابر کے
دن مین یعنی اسواسطے کہ تاخیر عصر مین احتمال ہے مکروہ وقت کے آجانے کا اور عشا کی تاخیر مین تقلیل جماعت کا احتمال ہے پانی برسنے اور کیچڑ کے خوف سے
و تعجیل مغرب مطلقًا اور جلد پڑھنا مغرب کا ہر موسم شتا اور صیف مین مستحب ہے م اور اطلاق سے یہ مراد نہین کہ ابر ہو یا نہو تعجیل مغرب کی مستحب ہے اسواسطے کہ ابر
کے دن تاخیر مغرب کی مصرح ہے و تاخیرہ قدر رکعتین یکرہ تنزیہا اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے مکروہ تنزیہی ہے و تاخیر غیرہا فیہ اور عصر اور عشا کے سوا
اور نمازون مین ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہے یعنی فجر اور ظہر اور مغرب مین تاخیر ابر کے دن مین افضل ہے اسواسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت مین کراہت نہین
تو تاخیر مضر نہین اور مغرب کی تعجیل مین یہ خوف ہے کہ قبل از غروب مبادا واقع ہو وہذا فی دیارہم لکثرۃ شتاءہا و تقلیل رعایۃ اوقاتہا یہ حکم تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر
اُنکے سوا کا ابر کے دن اُن ملکون مین ہے جسمین جاڑا اکثرت ہوتا ہے اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سے کم ہوتی ہے چنانچہ بخارا وغیرہ اور ماوراء النہر کے ملک مین
اما فی دیارنا فیراعی الحکم الاول اور ہمارے ملک مین یعنی مصر اور شام مین تو پہلا حکم مرعی ہے یعنی تاخیر عصر کی مطلقًا اور عشا کی تا ثلث لیل اور تعجیل ظہر سرما
اور ابر او ظہر صیف الی آخر ما تقدم یہ بحث ہے عینی کی اور صاحب نہر نے اُسکو پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی وحکم الاذان کالصلوٰۃ تعجیلا و تاخیرا اور اذان کا حکم
نماز کے مانند ہے تعجیل اور تاخیر مین تفصیل سابق کے موافق ذکرہ تحریما کل ما لا یجوز مکروہ صلوٰۃ مطلقًا و لو قضاءً او واجبۃ او نافلۃ او علی جنازۃ و سجدۃ تلاوۃ و سہو
لا شکر قنیۃ مع شروق اور طلوع آفتاب کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے مطلقًا نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ پر کی نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا شارح
نے کہا شکر کا سجدہ اُسوقت مکروہ نہین کذا فی القنیۃ اور جو چیز جائز نہین وہ مکروہ ہے م یہ جواب ہے سوال مقدر کا وہ یہ ہے کہ مصنف نے مکروہ مین مطلق نماز کو
جو غیر منعقد کو بھی شامل ہے ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہے نہ مکروہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا اور شارع غیر جائز کو مکروہ رکھتا ہے خواہ
غیر جائز حرام ہو یا باطل یا مکروہ باصطلاح فقہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اصل مین مذکور ہے کہ جبتک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ در حکم طلوع ہے اور امام فضلی کا یہ قول
مختار ہے کہ جبتک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہے وہ طلوع مین داخل ہے اُسمین نماز حلال نہین پھر جب عاجز ہوا اُسکے نظر کرنے سے تو نماز حلال ہوگئی یہی تفسیر تعبیر
صحیح کی مناسب ہے چنانچہ سابق مین گذر گیا کذا فی الطحطاوی الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک اصلا کما فی
القنیۃ وغیرہا مگر عوام لوگ روکے نجاوین اُسوقت کی نماز سے اسواسطے کہ وہ نماز چھوڑ دینگے اور جوادا کہ بعضون کے نزدیک جائز ہے وہ بالکل چھوڑ دینے سے
اولے ہے چنانچہ قنیہ وغیرہا مین ہے م بعض سے یہان امام شافعی رح مراد ہین کذا فی الطحطاوی و استواء الا النفل یوم الجمعۃ علے قول الثانی المصحح المعتمد کذا فی
الاشباہ ونقل الحلبی عن الحاوی ان علیہ الفتوی اور نماز مطلق مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان مین یعنی ٹھیک دوپہر کو مگر روز
جمعہ کے نفل مکروہ نہین ابو یوسف رح کے قول مصحح معتمد پر چنانچہ اشباہ مین ہے اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سے نقل کیا کہ ابو یوسف رح کے قول پر
فتوے ہے و غروب الا عصر یومہ فلا یکرہ فعلہ لادائہ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدر الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی
ہے آفتاب کے غروب ہونے کے ساتھ مگر روز غروب کی عصر تو اُسکا پڑھنا اسوقت مکروہ نہین بسبب اُسکے ادا ہو جانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب
ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور احادیث اسمین متعارض ہین تو ساقط الادا ہوگئی چنانچہ شرح وقایہ مین صدر الشریعہ نے اُسکو مشرح بیان کیا ہے م اُسی
دن کی عصر جائز ہے یعنے کل کی عصر غروب کے وقت جائز نہین وجوب ناقص کی وجہ یہ ہے کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہے یعنے تغیر آفتاب کا
وقت اور وہ ناقص ہے یعنے عبادت کفار کا وقت ہے برخلاف فجر کے کہ اُسکا تمام وقت کامل ہے تو وجوب بھی کامل ہے تو طلوع ہونے سے وہ باطل

ہوجاویگی وقت ادا کے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہ بیان ہے کہ جماعہ محدثین نے حدیث مرفوع ابو ہریرہ رضی سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک
رکعت قبل غروب کے پائی اُسنے پوری نماز پائی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اُسنے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث مین
اور اُس حدیث مین جسمین اوقات ثلثہ مین نماز ممنوع ہے تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کی طرف رجوع کیا دفع تعارض کے واسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم ہے
تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز مین کذا فی الطحطاوی عن البحر وینعقد نفل بشروع فیہا بکراہۃ التحریم کراہت تحریمی کے ساتھ منعقد ہوتی ہے
نفل اوقات ثلثہ مین شروع کرنے سے یعنے تو اُسکا قطع کرنا اور اسکو کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہے م جبکا نماز نام ہے اگرچہ مجازاً اسکو نماز بولتے ہین وہ تین
قسم ہے فرض واجب نفل اول قسم علمی ہے اور قطعی تو فرض علمی وتر ہے اور فرض قطعی کفایہ ہے اور عین سو فرض کفایہ نماز جنازہ ہے اور فرض عین نماز پنجگانہ اور
جمعہ اور سجدہ صلبیہ ہے اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہے یعنے جو خدا کے واجب کردینے سے ہو یا واجب لغیرہ ہے یعنے جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کرلیا
ہو سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدۂ تلاوت ہے اور واجب لغیرہ سجدۂ سہو اور دو رکعتین طواف کی اور اُس نفل کی قضا جسکو اُسنے فاسد کردیا
اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت موکدہ ہے یا غیر موکدہ اور اسکو دریافت کر کہ اوقات مکروہہ دو نوع ہین نوع اول طلوع اور استوا اور غروب اور
اور نوع ثانی مابین فجر اور آفتاب کے اور مابین نماز عصر کے آفتاب کے زرد ہونے تک تو اوقات کے نوع اول مین جمیع اقسام مذکورۂ نماز کی منعقد نہین ہوتی
مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اُس نفل کی جسکو انھین اوقات مین فاسد کیا اور نماز اُس جنازہ کی جو انھین وقتون مین آیا اور سجدۂ تلاوت
اُس آیت کا جو انھین مین پڑھی گئی اور عصر اُسی دن کی منعقد ہوتی ہین یہ چھ نمازین کراہت کے ساتھ تو انکو قطع کرنا اور کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہے
مگر اُسی دن کی عصر کو قطع کرنا جائز نہین اور نوع ثانی مین تمام اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہوجاتی ہین سواے نفل اور واجب لغیرہ کے کہ اُسکا انعقاد کراہت
کے ساتھ ہوتا ہے تو اُسکا قطع اور قضا کامل وقت مین واجب ہے کذا فی الحلبی لا ینعقد الفرض وما ہو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر وسجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ
جنازۃ تلیت الآیۃ فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا یتادی ناقصاً اوقات ثلثہ مین منعقد نہین ہوتا ہے فرض اور جو فرض کے ساتھ
ملحق ہے چنانچہ واجب لعینہ مانند وتر کے اور سجدہ اُس آیت کا جو کامل وقت مین پڑھی گئی اور نماز اُس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتون سے پہلے
بسبب اُسکے واجب ہونے کے کامل ہو کر تو ادا نہوگا ناقص ہو کر فلو وجبتا فیہما لم یکرہ فعلہما اے تحریماً اور اگر سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ انھین اوقات مین
واجب ہوئی تو اُنکا فعل مکروہ نہین یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہین م تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہے وفی التحفۃ الافضل ان لا توخر الجنازۃ
اور تحفہ مین ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اوقات ثلثہ مین جنازہ کی نماز کی تاخیر نکرے م صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے کذا فی الطحطاوی و
صح مع الکراہۃ تطوع بدا بہ فیہا و نذر اداہ فیہا وقد نذرہ فیہا وقضاء تطوع بدا بہ فیہا فاسدہ لوجوبہ ناقصاً اور صحیح ہے کراہت کے ساتھ
وہ نفل جسکو شروع کیا انھین اوقات مین اور وہ نذر کی نماز جسکو ادا کیا انھین وقتون مین اور حالانکہ نذر بھی انھین مین کی اور اس نفل کی قضا
جسکو انھین اوقات مین شروع کیا پھر اسکو فاسد کردیا وجہ صحت نقصان وجوب ہے ثم ظاہر الروایۃ وجوب القطع والقضاء فی کامل کما فی البحر پھر
معلوم کر کہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہے کامل وقت مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے وفیہ عن البغیۃ الصلوٰۃ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
افضل من قراءۃ القرآن وکانہ لانہا من ارکان الصلوٰۃ فالاولی ترک ما کان رکناً لہا اور بحر الرائق مین بغیہ سے منقول ہے کہ اوقات مذکورہ مین نبی
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اور شاید کہ وہ اسواسطے ہے کہ قرآن خوانی نماز کے ارکان سے ہے تو جو نماز کا رکن ہے اُسکا
ترک اولے ہے م بغیہ بالضم وبالکسر بمعنی مطلوب ہے اور یہان کتاب کا نام ہے جو قنیہ کا مختصر ہے کذا فی الحلبی عن البحر وکرہ نفل قصداً ولو تحیۃ مسجد وکل ما کان
واجبا لا لعینہ بل لغیرہ وہو ما یتوقف وجوبہ علی فعلہ کمنذور ورکعتی طواف وسجدتی سہو والذی شرع فیہ فی وقت مستحب او مکروہ ثم افسدہ

ولو سنۃ الفجر بعد صلوۃ الفجر وصلوۃ عصر اور بعد فجر اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہے اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہ نہین بلکہ واجب لغیرہ ہے واجب لغیرہ وہ ہے جسکا وجوب عبد کے فعل پر موقوف ہو چنانچہ نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتین اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت مین پھر اسکو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو م یہ رد ہے اُس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہو اور فوت ہونے فرض کا خوف ہو تو سنت کو شروع کرکے قطع کرے پھر اسکو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہ ہے کہ جس نفل کو فاسد کیا اُسکی قضا اُسوقت مین مکروہ ہے علاوہ ہے کہ قطع کے واسطے شروع کرنا شرعاً قبیح ہے نفل مین قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑھتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو اصل یہ ہے کہ دوسری پڑھ لے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوئی اور یہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہین ہو سکتی صحیح تر قول مین کذا فی الطحطاوی ولو المجموعۃ بعرفۃ نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہے اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملائی گئی ہو عرفات مین کذا فی النہر عن المعراج والقنیۃ لا یکرہ قضاء فائتۃ ولو وترا او لا سجدۃ تلاوۃ وصلوۃ جنازۃ مکروہ نہین قضا فوت ہو گئی نماز کی اگرچہ فائتہ وتر ہو اور نہ سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ بعد نماز فجر اور عصر کے وکذا الحکم من کراہۃ نفل وواجب لغیرہ لا فرض وواجب لعینہ بعد طلوع فجر سوی سنتہ لشغل الوقت بہ تقدیرا اور اسیطرح حکم ہے مکروہ ہونے نفل اور واجب لغیرہ کا نہ فرض اور واجب لعینہ کا بعد طلوع ہونے فجر کے سوائے سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اُسوقت یعنی فجر کی نماز فجر کے ساتھ تقدیراً یعنی شارع نے اُسوقت مین نوافل اور واجب کی گنجائش نہین رکھی سوائے سنت فجر کے م کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جو ام المؤمنین حفصہ رض سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کرتی تھی نہین پڑھتے تھے مگر ہلکی دو رکعتین اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو رکعت سنت سے زیادہ نہین پڑھتے تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور مجتبی مین ہے کہ سنت فجر مین خفیف قرات چاہیے بدلیل قول ابن عمر رض کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سُنا کہ دونون رکعتون مین (قل یا ایہا الکافرون) اور (قل ہو اللہ) پڑھتے تھے کذا فی العینی حتے لو نوی تطوعا کان سنۃ الفجر بلا تعیین یہانتک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہو جاویگی بدون تعیین کرنے کے م یہ مبنی ہے اس قول راجح پر کہ تعیین نیت شرط نہین سنت اور مستحب مین بلکہ اسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہے کذا فی الطحطاوی وقبل صلوۃ مغرب لکراہۃ تاخیرہ الا یسیرا اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہین م قضا فائتہ اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت اُسوقت بلا کراہت جائز ہے اور پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شاید کہ یہ افضلیت کا بیان ہے اور شرح منیہ مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جمعہ کی سنت کے بعد نماز جنازہ کی پڑھے تو بموجب اُسکے مغرب کی سنت سے بھی تاخیر جنازہ چاہیے اسواسطے کہ موکدتر ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعند خروج امام من الحجرۃ او قیامہ للصعود ان لم یکن لہ حجرۃ لخطبۃ ما سیجیئ انہا عشر الی تمام صلوتہ اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کوئی خطبہ پڑھنے کے واسطے یا امام کے کھڑے ہونے کے وقت منبر پر چڑھنے کے لیے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین مین آویگا کہ سب خطبے دس ہین یعنی خطبہ جمعہ اور خطبہ عید الفطر اور خطبہ عید الضحی اور تین خطبہ حج کے اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ نکاح اور خطبہ استسقا اور خطبہ کسوف بخلاف فائتۃ فانہا لا تکرہ برخلاف نماز فائتہ کہ اسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہین وقیدہ المصنف فی الجمعۃ بواجبۃ الترتیب والاخیرہ وبہ یحصل التوفیق بین کلامی النہایۃ والصدر اور مصنف نے فائتہ مین باب الجمعہ مین لازم الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز فائتہ لازم الترتیب نہین تو اسکی قضا خطبہ کے وقت مکروہ ہے اور اس قید سے موافقت حاصل ہوتی ہے نہایہ اور صدر الشریعہ کے دونون کلام مین م صاحب نہایہ کہتا ہے کہ وقت خطبہ فائتہ مکروہ نہین اور شرح وقایہ مین صدر الشریعہ کا یہ قول ہے کہ مکروہ ہے تو صاحب نہایہ کا قول لازم الترتیب پر محمول ہے اور صدر الشریعہ کا کلام غیر لازم الترتیب پر وکذا یکرہ تطوع عند اقامۃ صلوۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذہبہ لحدیث اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ اور اسی طرح نفل مکروہ ہے

نماز فرض کی اقامت کے وقت بدلیل اس حدیث کے کہ جب اقامت ہو نماز کی تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہیں شارح نے کہا اقامت سے مراد اپنے
ہم مذہب امام کی اقامت ہے م مفہوم کلام شارح یہ ہے کہ مخالف مذہب کے اقامت مین نفل مکروہ نہین خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت
کرتا ہے یا معلوم نہو اور بحر الرائق مین یون ہے کہ جب رعایات معلوم ہو تو اقتدا مکروہ نہین اور یہ مستلزم کراہت نفل ہے کذا فی الطحطاوی الاسنۃ فجر ان لم
یخف فوت الجماعۃ ولو بادراک تشہدھا فان خاف ترکھا اصلا اقامت فرض مین نفل مکروہ ہے مگر سنت فجر کی مکروہ نہین اگر جماعت کے فوت ہو جانے کا
خوف نہو اگرچہ حصول اُسکے التحیات کے پاجانے سے ہو پھر اگر ڈرے فوت جماعت سے تو سنتون کو ترک کرے اصل سے یعنی اُنکو قضا بھی نکرے قبل طلوع
کے اور نہ بعد طلوع کے بلکہ اُسی دن قبل از زوال قضا کرے اور یہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا سو مصنف اور شرنبلالی اور صاحب بحر کے کلام کا
اعتبار کیا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے اسکی تضعیف کی اور ظاہر مذہب کو اختیار کیا یعنے بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑھے جبکہ یہ جانے کہ ایک رکعت جماعت
کے ساتھ پاویگا کذا فی الطحطاوی وما ذکر من الحیل مردود اور جو حیلے کہ قضا سنت فجر کے واسطے مذکور کیے ہین سو مردود ہین مقبول نہین م از انجملہ یہ حیلہ ہے کہ سنت
کو شروع کرے پھر قطع کرے تو اب سنت واجب ہو گئی تو اسکو قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت مین شروع کرے پھر فرض مین شروع کرے بدون قطع
کے پھر اسکو قضا کرے قبل طلوع کے وجہ رد یہ ہے کہ شروع کسی امر کا کرنا قطع کے واسطے شرعًا قبیح ہے اور دونون حیلون مین قطع ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اسنے
واجب لغیرہ کو فجر کے وقت مین ادا کیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا یکرہ غیر المکتوبۃ عند ضیق الوقت اور اسی طرح مکروہ ہے نفل وغیرہ سوائے
وقتی فرض کے وقت کی تنگی کے وقت م مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہے تو نفل اور سنت اور واجب اور فائتہ سب مکروہ ٹھہرین اور ضیق وقت سے وقت مستحب مرادی ہے
کیونکہ ترتیب ساقط ہو جاتی ہے وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر شارح یون کہتا وکذا یکرہ غیر الوقتیۃ عند ضیق الوقت المستحب تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی یعنے غیر
وقتیہ مکروہ ہے وقت مستحب کے تنگ ہونے کے وقت وقبل صلوۃ العیدین مطلقًا اور مکروہ ہے نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنے مسجد مین
بھی اور گھر مین بھی وبعدھا بالمسجد لابیت فی الاصح اور بعد نماز عیدین کے مسجد مین نفل مکروہ ہے نہ گھر مین صحیح تر قول مین م یہ رد ہے اس قول کا کہ گھر
مین نفل مکروہ نہین نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد نفل مکروہ نہین نہ گھر مین نہ مسجد مین کذا فی الحلبی وبین صلوتی الجمع
بعرفۃ ومزدلفۃ اور مکروہ ہے نفل بیچ دو نمازون کے جو ملائی جاتی ہین عرفہ اور مزدلفہ مین م یعنے عرفات مین ظہر کے وقت ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے ہین اور
مزدلفہ مین مغرب اور عشا پڑھتے ہین عشا کے وقت سو ان دو دو نمازون کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے وکذا بعدھا لما مر اور اسی طرح نفل مکروہ ہے
عرفات کی دو نمازون کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا عند قولہ ولو المجموعۃ بعرفۃ م ضمیر تثنیہ کی عرفات کی دو نمازون کی طرف راجع ہے فقط نہ مزدلفہ کی نمازون
کی طرف بھی اگرچہ کلام شارح اسکا بھی موہم ہے اسواسطے کہ مزدلفہ کی نمازون کے بعد نفل مکروہ نہین کذا فی الحلبی وعند مدافعۃ الاخبثین او احدھما او الریح
اور مکروہ ہے نماز بول اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کے وقت ووقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ اور نماز مکروہ ہے اس کھانے کے حاضر ہونے
کے وقت جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہے م بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اگر طعام کی طرف طبیعت حریص نہو تو نماز مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی
وکذا کل ما یشغل بالہ عن افعالھا ویخل بخشوعھا کائنًا ما کان اور طعام کے مانند ہر ایک وہ چیز ہے جو نمازی آدمی کے دل کو نماز کے افعال سے باز رکھے
اور نماز کے خشوع وخضوع مین خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنے ایسی چیز کے ہونے کے وقت جو حضور دل کی مانع ہے نماز مکروہ ہے اور حضور دل اہل دل کے
نزدیک فرض ہے حدیث مین وارد ہے کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہین مگر بقدر حضور دل تو گاہے نماز کا دسوان حصہ اسکو ملتا ہے یا کم یا زیادہ کذا فی الطحطاوی
فہذہ نیف وثلثون وقتا تو یہ چند اور تیس وقت ہین جنمین نماز مکروہ ہے یعنے طلوع آفتاب اور استوا اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر اور قبل
نماز فجر اور قبل نماز مغرب کے اور دس خطبون کے وقت اور اقامت فرض کے وقت اور ضیق وقت مین اور عید الفطر کی نماز سے پہلے اور اسکے بعد

سجد مین اور عید اضحی کی نماز سے پہلے اور اُسکے بعد سجد مین اور اما مین جمع تقدیم کے عرفات مین اور اما مین جمع تاخیر کے مزدلفہ مین اور مدافعت بول کے وقت
اور مدافعت براز کے وقت اور دونون کی مدافعت کے وقت اور مدافعت ریح کے وقت اور اُس طعام کے حضور کے وقت جسکی طرف طبیعت مشتاق ہی
اور اُس چیز کے حضور کے وقت جو مانع حضور قلب ہی اور عشا پڑہنا آدھی رات کے بعد اور تاخیر مغرب کی تارون کے چھٹکنے تک اور اگر عرفہ کی نمازون کے بعد کا اور
اوقات مستحبہ کے مقابل کا اعتبار کیجے چنانچہ مقابل اسفار کا صبح مین اور مقابل ابراد کا ظہر صیف مین تو انپر زیادہ ہوجاوین **فائدہ** طلوع اور استوا اور
غروب کی کراہت تا ان اوقات کے نقصان کے سبب سے ہی یعنے عبادت کفار کے وقت مین اور انکے سوا اور اوقات مین وجہ کراہت نقصان وقت نہین

بلکہ اور وجوہ ہین کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ وفی طریق ومزبلۃ ومجزرۃ ومقبرۃ ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر
اور اسی طرح اوقات مذکورہ کے مانند نماز کروہ ہی چند مکانون مین چنانچہ کعبہ معظمہ پر اور راہ مین اور کوڑے کی جگہ مین اور جہان جانور ذبح ہوتے ہین اور قبرستان مین
اور غسل خانہ مین اور حمام مین اور نالے کے اندر اور اونٹ اور بھیڑ بکری اور گاے بیل کے گھاٹ پر یعنے جہان پانی پی کر اُسکے پاس چوپائے بیٹھے ہین

زاد فی الکافی ومرابط دواب واصطبل وطاحون وکنیف وسطوحہا ومسیل واد وارض مغصوبۃ او للغیر لو مزروعۃ او مکروبۃ وصحراء بلا سترۃ نماز کافی مین اتنا
زیادہ کہا اور نماز مکروہ ہی چوپایون کے بندہنے کے مقامون مین اور گھوڑون کے اصطبل مین اور اُس چکی کے پاس جسکو بیل یا گدہے گھماتے ہین اور
پاخانہ مین اور انکی چھتون پر اور نالہ بہنے کے مقام مین یا چھینی ہوئی زمین مین یا بیگانی زمین مین بشرطیکہ بوئی یا جوتی ہو اور جنگل مین بدون سترہ یعنے
جبکہ چلنے والے کیواسطے کوئی چیز اوٹ نہو ویکرہ النوم قبل العشاء اور مکروہ ہی سونا نماز عشا سے پہلے م یہ اُسکے حق مین محمول ہی جسکو نماز کے واسطے جاگنے کا اعتقاد
نہو کذا فی البحر والکلام المباح بعدہا اور مکروہ ہی مباح کلام کرنا عشا کے بعد م مباح کلام سے مراد وہ کلام ہی جسکی حاجت نہو اور حاجت والے کلام
سے کراہت لازم نہین آتی چنانچہ قرآن پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور حدیث کا اور گفتگو کرنا مہمان کے ساتھ کذا فی البحر

وبعد طلوع الفجر الی ادائہ ثم لا باس بمشیہ لحاجتہ وقیل یکرہ الی طلوع ذکاء وقیل الی ارتفاعہا فیض اور مکروہ ہی بات چیت کرنا بعد طلوع ہونے
فجر کے نماز فجر کے ادا کرنے تک پھر نماز کے بعد کچھ ڈر نہین چلنے پھرنے مین اپنی حاجت کے لیے اور بعضون نے کہا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب مکروہ
ہی یعنے وہی کلام جسکی طرف متکلم کی حاجت نہو اور بعضون نے کہا آفتاب کے بلند ہونے تک کلام مکروہ ہی کذا فی الفیض م اور سنت فجر کے بعد
کلام کرنے سے سنت باطل نہین ہوجاتی بقول معتمد لیکن ثواب کم ہوجاتا ہی چنانچہ آگے معلوم ہوگا **ولا جمع بین فرضین فی وقت بعذر**
سفر ومطر خلافا للشافعی اور جمع کرنا دو فرض نمازون کا ایک فرض کے وقت مین جائز نہین سفر اور بارش کے عذر سے برخلاف امام شافعی رح
کے کہ اُنکے نزدیک سفر اور مطر کے عذر سے جمع کرنا درست ہی م بخاری اور مسلم مین ابن مسعود رض سے مروی ہی کہ اُسکی قسم جسکے سوائے کوئی معبود برحق نہین
کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز کبھی نہین پڑھی مگر اُسکے وقت مین لیکن دو نمازون کو جمع کیا ظہر اور عصر کو عرفات مین اور مغرب اور عشا کو
مزدلفہ مین کذا فی النہر وما رواہ محمول علی الجمع فعلا لا وقتا اور جو کہ امام شافعی نے جمع بین الصلوتین کی احادیث کی روایت کی ہی وہ جمع فعلی پر
محمول ہی نہ جمع وقتی پر م جمع فعلی کی صورت یہ ہی کہ پہلی نماز مثلاً ظہر کی تاخیر کی اور دوسری نماز مثلاً عصر کی تعجیل کی تو درحقیقت یہ جمع حقیقی نہین بلکہ
صوری اور ظاہری ہی اور جو صریح خروج وقت کی روایت ہی وہ قرب خروج پر محمول ہی چنانچہ فی قولہ تعالے فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ ای
قاربن بلوغ الاجل چنانچہ زیلعی مین ہی اور اس حل سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر مغرب کو سفر مین آخر وقت تک تاخیر کرے تو اُسمین کراہت نہین کذا
فی الطحطاوی فان جمع فسد لو قدم الفرض علی وقتہ پھر اگر دو فرضون کو جمع کیا ایک وقت مین تو وہ فرض فاسد ہی جسکو اُسکے وقت پر مقدم
کیا یعنے اگر ظہر کے وقت عصر پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہوگئی وحرم لو عکس ای اخرہ عنہ وان صح بطریق القضاء اور حرام ہی تاخیر اگر اُسکے بالعکس کیا

یعنے فرض کی تاخیر کی وقت سے چنانچہ مغرب عشا کے ساتھ ملاکر پڑھے اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہی بطریق قضا کے الا لحاج بعرفۃ ومزدلفۃ کما سیجی

اگر حاجی کو جمع کرنا ظہر اور عصر کا عرفات مین اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ مین ثابت ہی چنانچہ کتاب الحج مین آویگا ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ اور کچھ مضائقہ نہین اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے مین ضرورت کے وقت یعنے اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمع بین الصلوتین مین مثلاً تقلید کرے تو جائز ہی علے الخصوص سفر حجاز مین کہ وہان اہل قافلہ نہین ٹھہرتے اور تنہا رہنے مین جان و مال کا خوف ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا ضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہی کہ بدون ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہین اور یہ ایک قول ہی مذہب مین اور دوسرا قول مختار یہی کہ تقلید دوسرے امام کی جائز ہی اگرچہ بدون ضرورت کے ہو گو کہ بعد وقوع اور نزول کے ہو چنانچہ خطبہ اس کتاب مین ہم مذکور کرچکے ہین اور العبۃ مسائل

تقلید مین چند رسائل جداگانہ تصنیف ہوے ہین دونون قولون پر انتہی ما فی الطحطاوی ولکن تشترط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع لیکن دوسرے امام کی تقلید مین شرط ہی کہ لازم پکڑ لے سب اُن احکام کو جنکو اس عمل کے واسطے اُس امام نے واجب ٹھہرایا ہی اسواسطے کہ ہم آگے مذکور کرچکے ہین کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہی وہ بالاجماع باطل ہی م جمع بین الصلوتین مین امام شافعی رح کے احکام یہ ہین کہ اگر جمع تقدیم ہی تو اُسمین شرط ہی پہلے نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کرلینا پہلی نماز کے فارغ ہونے سے پہلے اور دونون نمازون مین اسقدر جدائی نکرے جسکو عرف مین جدائی جانتے ہون اور جمع تاخیر مین اُسکے سوا کوئی شرط نہین کہ نیت کرے جمع بین الصلوتین پہلی نماز کے وقت خارج ہونے سے پہلے اور جمع تقدیم افضل ہی مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہی چلنے کی حالت مین اور مسافر اکثر مبتلا ہوتا ہی ایسے فعل کا خصوصاً حاجی اور تقلید مین کچھ ڈر نہین کذا فی النہر الفائق

باب الاذان

یہ باب ہی اذان کے بیان مین م اذان بروزن زمان مصدر ہی اور بعضون نے کہا اسم مصدر ہی اسلیے کہ ماضی اُسکی اذن بالتشدید ہی اور مصدر تاذین آتا ہی ہو لغۃ الاعلام کذان لغت مین بمعنی اعلام ہی یعنے آگاہ و خبردار کرنا وشرعا اعلام مخصوص لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب علے وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ای مخصوصۃ اور شریعت مین اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہی یعنے نماز کے لیے بطریق مخصوص چند الفاظ معینہ ترجمہ سے مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص بدخول وقت نکہا تھا کہ اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل رہے یعنی قضا کی اذان مین وقت نہین ہوتا اور خطیب والی اذان مین اگرچہ وقت ہی مگر اُسکی آگاہی تو اذان سے پہلے ہوچکی م جن لوگون نے دخول وقت کی قید لگائی ہی تو انھون نے اصل مشروعیت اذان کا لحاظ کیا ہی اور اس صورت مین اذان فائتہ اور خطیب کے سامنے کی بھی داخل رہیگی اور الفاظ مخصوصہ کی قید سے یہ اشارہ ہوا کہ فارسی مین اذان درست نہین گو لوگ جان لین کہ اذان ہوتی ہی کذا فی الشامی ناقلا عن السراج سببہ ابتداء اذان جبرئیل لیلۃ الاسراء واقامتہ حین امامتہ علیہ السلام ثم رویا عبد اللہ بن زید اذان الملک النازل من السماء فی السنۃ الاولی من الہجرۃ شروع مین اذان کا سبب جبرئیل علیہ السلام کی اذان ہی اور اقامت اُنکی شب معراج مین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کے وقت یعنی جب بیت المقدس مین آپ امام ہوے تھے حضرات انبیا علیہم السلام کے ورود کے وقت نقل مین پھر اُسکے بعد خواب مین دیکھنا عبد اللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری مین اس فرشتے کی اذان جو آسمان سے اُترا تھا م یہان یہ اعتراض ہوتا ہی کہ غیر انبیا کے خواب پر بناء احکام شرعی نہین ہوتی پھر عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے اذان کیسے مشروع ہوئی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ ثبوت اذان کا فقط عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے نہین ہوا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے اسواسطے کہ عبد الرزاق اور ابو داود نے مراسیل مین روایت کی کہ عمر نے جب اذان خواب مین دیکھی اور حضرت کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی مین اسکا حکم ہوچکا اور بلال رض کی اذان کان مین پہونچی پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

باب الاذان

یہان سے ابتداء ہے مترجم ثانی کے ترجمہ کی

فرمایا کہ اذان میں وحی تجھسے سبقت کرگئی ابن حجر مکی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ کچھ حدیثیں اس بات پر دال ہیں کہ اذان مکہ معظمہ میں قبل ہجرت مشروع
ہوئی چنانچہ طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے اس مضمون کی حدیثیں روایت کی ہیں مگر حق یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی صحیح نہیں خبر صحیح یہ ہے کہ شروع اذان
کا مدینہ پاک میں ہوا جیسا کہ مسلم میں مذکور ہے کذا فی الشامی وہل ہو جبرئیل قیل وقیل سوال اذان کا فرشتہ جبرئیل تھے یا کوئی اور جواب بعضوں نے کہا جبرئیل
تھے اور بعضوں نے کہا غیر جبرئیل علیہ السلام سببہ لفاءہ دخول الوقت اور اذان کا سبب بقا کی راہ سے نماز کے وقت کا داخل ہونا ہے م شامی نے کہا
کہ بقاء میں ہے جسکا مضاف الیہ پھیر دیا گیا ہے یعنے سبب اُسکے باقی رہنے کا اس سے یہ مراد ہے کہ جس سبب کے حادث ہونے سے اذان از سر نو کہنی پڑے وہ
دخول وقت ہے وہو سنۃ للرجال فی مکان عال موکدۃ ہی کالواجب فی لحوق الاثم للفرائض الخمس اور اذان مردون کے واسطے اونچے مکان میں سنت
موکدہ ہے فرائض پنجگانہ کے لیے سنت موکدہ واجب کے مانند ہے گنہگار ہونے میں اُسکے چھوڑ دینے سے م محمدؒ نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کرین
تو انکا قتال حلال ہے اور ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہیں اور وہ سنت کفایہ ہے یعنے شہر مین ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے
کذا فی الطحطاوی فی وقتہا ولو قضاء لانہ سنۃ للصلوٰۃ حتے یبرد بہ لا للوقت اذان سنت ہے فرائض کے وقت مین اگرچہ فرض قضا ہو اسواسطے کہ اذان نماز کی
سنت ہے نہ وقت کی یہانتک کہ گرمیون کے ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دیجاتی ہے یعنے تقدیم و تاخیر مین اذان نماز کی تابع ہے کذا فی الطحطاوی لا لیسن لغیرہا
کعید اذان مسنون نہین سوائے فرض نماز ون کے لیے مانند عید کے م عید کے مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنن رواتب
ہین اور وتر ہر چند امام اعظم کے نزدیک واجب ہے مگر چونکہ وقت عشا مین ادا کیا جاتا ہے تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی فیعاد اذان وقع
بعضہ قبلہ کالاقامۃ خلافا للثانی فے الفجر تو دوسری بار اذان کہی جاے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کے وقت سے پہلے واقع ہوے ہین اقامت کے مانند
برخلاف ابو یوسف رحمہ کے فجر مین یعنے اُنکے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہے م اقامت اگر قبل وقت ہو تو اُسکا اعادہ بالاتفاق ہے اور اگر
امام حاضر ہو اقامت کے بعد ساعت بھر پیچھے اور اُسنے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہین تو صریحا معلوم ہو گیا کہ اگر اقامت کے بعد
فی الفور نماز نہ پڑھے تو اقامت باطل نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی عن المنح ہو تربیع تکبیر فی ابتدائہ وعن الثانی مثنین اذان سنت ہے چار بار تکبیر یعنی اللہ اکبر
کہنے کے ساتھ شروع اذان مین اور ابو یوسف سے ایک روایت مین دو بار تکبیر ہے م پہلے اذان مین چار بار اللہ اکبر کہے اسطرح کہ ایک آواز مین دوبار اور دوسری
آواز مین بھی دو بار اللہ اکبر کہے یعنی چار آوازون سے چارون تکبیر کو علٰحدہ علٰحدہ نکہے کذا فی الطحطاوی ویفتح راء اکبر والعوام یضمونہا روضۃ اکبر کی رے
کو زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اُسکو پیش دیتے ہین کذا فی روضہ م مضمرات مین ہے کہ موذن کو اختیار ہے چاہے اللہ اکبر کی رے کو ضمہ یعنی پیش دے چاہے جزم
اور اگر آتش زدگی مین اللہ اکبر چند بار مکرر کہے تو اسم ذات مرفوع ہے ہر بار اور اکبر کا لفظ پچھلی بار کے سوا چاہے پیش کے ساتھ کہے چاہے جزم کے ساتھ
کذا فی الطحطاوی عن ابی المسعود لکن فی الطلبۃ معنی قولہ علیہ السلام الاذان جزم ای مقطوع المد فلا یقول اللہ اکبر لانہ استفہام وانہ لحن شرعی لیکن طلبہ
مین ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول الاذان جزم کا یہ مطلب ہے کہ اذان مقطوع المد ہے یعنے اللہ کے لفظ مین الف کو کشش نہین تو اُسکے الف کو بڑھا کر
نبولے کہ وہ پوچھنا ہے کہ کیا اللہ بڑا ہے اور یون کہنا شرعا غلط ہے م جبکہ یہ شرعا غلط ہوا تو اسطرح اذان مکروہ ہے اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہو گا کذا فی
الطحطاوی اور شامی مین ہے کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہ حدیث ثابت نہین بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہے او مقطوع حرکۃ الآخر للوقف
فلا یقف الا ربع فانہ لحن لغوی فتاوی الصیرفیہ من الباب السادس والثلثین یا حدیث مذکور کا یہ مطلب کہ آخر کی حرکت مقطوع ہے تو وقف نکرے پیش پر
کہ وہ لغت عرب مین غلط ہے چنانچہ فتاوی صیرفیہ کے چھتیسوین باب مین ہے یعنے اذان مین جتنے جملے ہین اُسکے آخر حرف پر وقف کرے حرکت ندے لیکن
پہلا اللہ اکبر جو اذان مین ہین اُنمین سے اول اور تیسرے اور پانچوین مین اکبر کی رے کو چاہے ساکن ادا کرے چاہے فتحہ کے ساتھ آگے ملا دے اور اگر

تصحیح اول
سہ ۱۲ سنہ ۲۸۸ سطر ۳
ستاب ... کا ہر
سنہ فی الطحطاوی
۱۲

بیس سے ملادیگا تو خلاف سنت ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی لمخصاً ولا ترجیع فانہ مکروہ ملتقی اور اذان مین ترجیع نہین اسلیے کہ ترجیع مکروہ ہی کذا فی
الملتقی م ترجیع یہ ہی کہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ کو پہلے آہستہ کہے پھر
چارون کلمات کو زور سے کہے یہ شافعی مذہب مین سنت ہی اور ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الحلبی اور ابی محذورہ کی اذان مین جو ترجیع حدیث مین
مذکور ہی وہ اس بات پر محمول ہی کہ بطریق تعلیم کے تھی کیونکہ جمیع روایات متفق ہین اسپر کہ بلال اذان مین ترجیع نکرتے تھے اسکے سوا طبرانی مین ابی محذورہ کی اذان
مین بھی ترجیع نہین تو عدم ترجیع ہی ثابت ہوا اور وجہ کراہت یہ ہی کہ اذان اعلام کے لیے مشروع ہی اور آہستہ کہنے سے اعلام نہین ہوتا کذا فی الشامی ولا لحن فیہ
ای تغنی بغیر کلماتہ فانہ لا یحل فعلہ وسماعہ کالتغنی بالقرآن اور اذان مین یعنے وہ راگنی جو اذان کے کلمات متغیر کردے کہ اسکا کرنا اور سننا حلال نہین جیسے قرآن کے
تغنی کا فعل اور سماع حلال نہین م لحن یہ ہی کہ حروف کے ادا مین اور انکی حرکات اور سکنات مین کمی بیشی واقع ہو چنانچہ گانے مین ایسا ہوتا ہی اور خطا اعرابی
کو بھی لحن بولتے ہین وبلا تغیر حسن اور خوش آوازی بغیر متغیر کرنے کلمات اور حرکات اور سکنات کے خوب ہی اذان اور قرآن مین م تغنی بلا تغیر خوب ہی اسواسطے
کہ تحسین صوت مطلوب ہی اور تحسین صوت کو تغیر لازم نہین کذا فی البحر وقیل لا باس بہ فی الحیعلتین اور قول ضعیف یہ ہی کہ کچھ ڈر نہین حی علی الصلوۃ اور حی
علی الفلاح کی لحن مین م قائل اس قول کا حلوانی ہی اور وجہ یہ بیان کی ہی کہ یہ دونون کلمات ذکر نہین اور لفظ لا باس بہ سے اشارہ ہی اسطرف کہ اولی یہ ہی کہ
انمین بھی لحن نکرے کذا فی الشامی ویترسل فیہ بسکتۃ بین کل کلمتین ویکرہ ترکہ ویندب اعادتہ اور موذن اذان کو ٹھہر ٹھہر کہے اندک سکوت کرکے دو دو کلمے
کے درمیان مین اور ترسل یعنے سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہی اور اسکے ترک سے اذان کو پھر کہنا مستحب ہی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ ویلتفت فیہ وکذا فیہا مطلقاً قیل
ان المحل متسعاً یمیناً وشمالاً فقط لئلا یستدبر القبلۃ بصلاۃ وفلاح اور اذان مین منہ پھیرے داہنے اور بائین حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے
ساتھ اور اسی طرح اقامت مین التفات کرے ہر حال مین یعنی جگہ مین وسعت ہو یا نہو اور بعضون نے کہا کہ اگر جماعت کا مکان کشادہ ہو تو التفات کرے
التفات فقط داہنے اور بائین ہی تاکہ پشت واقع ہو قبلہ کیطرف ولو وحدہ او لمولود لانہ سنۃ الاذان مطلقاً التفات مذکور ترک نکرے اگرچہ موذن تنہا ہو یا بچہ
ہونے کے وقت اذان کہتا ہو اسواسطے کہ التفات اذان کی سنت ہی ہر طرح ویستدیر فی المنارۃ لو متسعۃ ویخرج رأسہ منہا اور موذن گردش کرے اذان گاہ
منارے مین اگر وہ کشادہ ہو اور اپنا سر اسکے طاقچے سے نکالے لوگون کے خبردار کرنے کو م آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت منارہ اذان کے لیے نہ تھا
حضرت بلال مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد کو امیر معاویہ رض کے حکم سے منارہ بنا گیا ویقول ندباً بعد فلاح اذان الفجر الصلوۃ خیر من النوم
مرتین لانہ وقت نوم اور استحباب کے طریق سے دو بار کہے اذان فجر کی حی علی الفلاح کے بعد الصلوۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہی نیند سے اسواسطے کہ یہ نیند کا وقت
ہی ویجعل ندباً اصبعیہ فی صماخ اذنیہ فاذانہ بدونہ حسن وبہ احسن اور بطریق استحباب کے کرے اپنی دونون انگلیان اپنے دونون کانون کے سوراخ مین
کہ اذان بغیر انگلی رکھنے کے خوب ہی اور انگلی رکھکر بہت خوب ہی م کان مین انگلی رکھنے کا فائدہ یہ ہی کہ اس فعل سے آواز بلند ہوتی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت بلال رض کو فرمایا کہ دونون کانون مین انگلیان کرلو کہ اس سے تمھاری آواز زیادہ بلند ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہی کہ بہرا اور دور کا آدمی آواز نہین سنتا اس فعل کو
دیکھکر آگاہ ہوجاتا ہی کہ اذان ہی والاقامۃ کالاذان فیما مر اور اقامت جسکو عوام تکبیر بولتے ہین اذان کے مانند ہی احکام مذکورہ مین م اذان کے احکام جو متن
مین مذکور کیے دس ہین یعنی مسنون ہونا فرائض کیواسطے اور اعادہ اسکا اگر وقت سے پہلے ہوئی اور شروع کرنا چار تکبیر سے اور ترجیع نکرنا اور لحن نکرنا اور ٹھہر ٹھہر کے کہنا اور
التفات اور گردش اور فجر مین الصلوۃ خیر من النوم کا زیادہ کرنا اور کانون مین انگلیان رکھنا لیکن مصنف نے تین احکام کو ان احکام عشرہ سے نکال ڈالا تو ٹھہر ٹھہر کے
کہنے کے بدلے جلد جلد کہنا اور الصلوۃ خیر من النوم کے عوض قد قامت الصلوۃ کہنا اور کان مین انگلی نرکھنا مذکور کیا تو سات حکم مشترک باقی رہے حلبی نے کہا تو مصنف کو گردش
کا نفی کرنا بھی لازم تھا لکن ہی ای الاقامۃ وکذا الامامۃ افضل منہ فتح لیکن اقامت اور اسیطرح امامت افضل ہی اذان سے کذا فی الفتح ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفض اور اقامت

گواہی دیتا ہون مین کہ کوئی معبود نہین سوا خدا کے اور گواہی دیتا ہون مین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے رسول

کہنے والا اپنی دونون انگلیان کانون مین نر رکھے اسواسطے کہ اقامت کی آواز پست تر ہوتی ہی اذان کی آواز سے ویحدر بضم الدال ای یسرع فیہا اور اقامت
کہنے مین جلدی کرے یعنی بین الکلمتین سکتہ نکرے شارح نے کہا کہ یحدر بضم دال بمعنی یسرع یعنے سرعت کرے فلو ترسل لم یعدہا فی الاصح تو اگر اقامت ٹھہر ٹھہر کہا
اذان کے مانند تو اسکا اعادہ نکرے صحیح تر قول مین م لیکن اگر اذان کو جلد جلد تکبیر کیطرح کہیگا تو اسکا دوبارہ کہنا مستحب ہی کیونکہ اذان مین تکرار شروع ہی چنانچہ جمعہ
کے روز اور تکبیر مین تکرار شریعت مین ثابت نہین ویزید قد قامت الصلوٰۃ بعد فلاحہما مرتین اور اقامت کی حی علی الفلاح کے بعد دو بار کہنے قد قامت
الصلوٰۃ وعند الثلثۃ ہی فرادی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد تینون کے نزدیک اقامت ایک ایک کلمہ ہو ویستقبل غیر الراکب القبلۃ بہما اور سوار کے سوا اور
شخص اذان اور اقامت مین قبلہ رخ ہو جائے م جماعت کے واسطے سوار ہو کر اذان کہے سفر کے حال مین سوار کو اپنے واسطے اذان اور اقامت درست ہی
اور استقبال قبلہ شرط نہین ویکرہ ترکہ تنزیہا اور ترک استقبال قبلہ کروہ تنزیہی ہی م صاحب محیط نے استقبال قبلہ کو احسن کہا ہیں صاحب بحر نے اس سے اسکا لاکہ
اسکا ترک کروہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی ولو قدم فیہما مؤخرا اعاد ما قدم فقط اور اگر اذان اور اقامت مین مؤخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھر کہے یعنے اسی
لفظ کا اسی کے محل مین اعادہ کرے مثلاً حی علی الفلاح کو حی علی الصلوٰۃ سے پہلے کہدیا تو اعادہ صرف انہین دونون کلمون کا صحیح طور پر کر دے تمام اذان
کا اعادہ ضرور نہین ولا یتکلم فیہما اصلا ولو رد سلام اور اذان اور اقامت مین اصلا کلام نکرے اگرچہ ہو وہ کلام جواب سلام کا م یعنے سلام کا جواب نہ دے نہ
اپنے دل مین اور نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول قول صحیح ہی اور کھنکھارنا بھی کلام مین داخل ہی مگر تحسین صوت کے واسطے جائز ہی کذا فی البحر فان تکلم استانفہ سم
اگر اذان اور اقامت مین بولا تو پھر سرے سے شروع کرے ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ اور موذن اذان اور اقامت مین بتادے سب
نمازیون کو بدون تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازون مین جسطرح کہ انکے بلانے کی عادت ہو م تثویب یعنی اعلام بعد الاذان کا طریقہ یہ ہی کہ بعد اذان بقدر بیس آیت
پڑھنے کے ٹھہر جائے پھر بلادے اسطرح کہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا کہے کہ چلو نماز تیار ہی یا جسطرح کا رواج ہو پھر اسکے بعد بقدر بیس آیت کے توقف کرے پھر اقامت
کہے کذا فی البحر مگر مغرب مین تثویب نہین چنانچہ نقایہ کی شرح مین مصرح ہی اور ماتن کے اگلے کلام سے بھی نکلتا ہی ویجلس بینہما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا لوقت
الندب اور موذن بیٹھ جائے اذان اور اقامت مین بقدر آنے ہمیشہ آنے والون کے وقت مستحب کی رعایت کرکے م جیسے صبح مین اسفار کا اور ظہر صیف مین ابراد
کا لحاظ موذن کو لازم ہی الا فی المغرب فیسکت قائما قدر ثلث آیات قصار مگر مغرب مین تثویب اور جلوس نچاہیے تو موذن چپکا کھڑا رہے چھوٹی تین
آیتون کی مقدار ویکرہ الوصل اجماعا اور بلا توقف ملا دینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق مکروہ ہی م بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور اقامت مین
توقف کر اسقدر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فراغت حاصل کرے فائدہ فائدہ لمحقہ شارح کا التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبعمائۃ
واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین احدث فی الکل الا المغرب ثم فیہا مرتین وہو بدعۃ حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم پر سلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری مین دو شنبہ کی رات کو عشا کی نماز مین پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازون
مین سوائے مغرب کے پھر مغرب مین بھی دو بار سلام کہنا رائج ہو گیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہی م یہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی رح کے
حسن المحاضرہ سے نقل کیا اور سخاوی کے قول بدیع مین ہی کہ اسکی ابتدا احداث سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۷۹۱ ہجری
مین طحطاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت مین رائج نہین اور نہ سیوطی کی اس عبارت مین ہی جو نہر الفائق مین منقول ہی انتہی بدعت حسنہ وہ ہی
جو قواعد شریعت کے مخالف نہو ویسن ان یؤذن ویقیم لفائتۃ رافعا صوتہ لو بجماعۃ او صحراء لا ببیتہ منفردا اور مسنون ہی اذان دینا اور اقامت کہنا قضا
کی نماز کے واسطے آواز بلند کرکے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل مین نہ اپنے گھر مین اکیلے اگر گھر مین بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان
کہے وکذا یسنان لاولی الفوائت لا الفاسدۃ اور اسیطرح اذان اور اقامت مسنون ہی چند قضا نمازون مین سے پہلی نماز کیواسطے نہ ناقص نماز کیواسطے یعنی

جسکا اعادہ کیا وقت مین ویخیر فیہ للباقی لو فی مجلس وفعلہ اولی ویقیم للکل اور آدمی اذان اور اقامت مین مختار ہے قضا کی باقی نمازون کے واسطے اگر ایک
مجلس مین ہو اور اگر چند مجالس مین قضاؤن کو ادا کرے تو ہر مجلس مین اذان واقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی مین اذان کہنا بہتر ہے اور اقامت کہے
سب نمازون قضا مین اسواسطے کہ جنگ خندق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نمازون کی قضا مین اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی الطحطاوی
ولا یسن ذلک فیما تصلیہ النساء اداء او قضاء ولو جماعۃ کجماعۃ صبیان وعبید اور یہ یعنی اذان اور اقامت مسنون نہین اس نماز مین جسکو عورتین پڑھتی
ہین ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہون جیسے لڑکے اور غلامون کی جماعت مین اذان اور اقامت مسنون نہین م اگر شارح بجاے ولو جماعۃ کے
ولو منفردۃ کہتا تو بہتر تھا اسلیے کہ عورتون کی جماعت مشروع نہین رہی کذا فی الشامی ولا یسنان ایضا لظہر یوم الجمعۃ فی مصر اور نہی اذان اور اقامت سنت
نہین جمعہ کے دن ظہر کی نماز کیواسطے شہر مین م اسواسطے کہ اسمین شبہہ پڑتا ہے مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گانؤن مین اذان جمعہ کے روز مکروہ
نہین ولا فیما یقضے من الفوائت فی مسجد لان فیہ تشویشا وتغلیطا اور نہین مسنون اذان اور اقامت اُس نماز مین فوائت سے جسکو قضا کرتے ہون مسجد
مین اسواسطے کہ اسمین لوگون کی پریشان خاطری اور غلط اندازی ہے یعنے وہ وقت کی اذان سمجھینگے ویکرہ قضاؤہا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا بزازیۃ
اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد مین مکروہ ہے اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہے تو گناہ کو ظاہر کرے کذا فی البزازیۃ م یہ وجہ جماعت مین ظاہر ہے نہ منفرد مین
اسلیے کہ منفرد اذان آہستہ کہتا ہے مگر تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کو جتا کر ادا کرنا مکروہ ہے خواہ جماعت مین ہو خواہ اکیلے ویجوز بلا کراہۃ اذان صبی مراہق
وعبد اور بلا کراہت جائز ہے اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی م کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہے جیسا کہ بحر الرائق مین خلاصہ
سے منقول ہے کہ سوا انکے اور شخص اولی ہے تو انکی اذان مین ترک اولی ہوا کذا فی الشامی ولا یحل الا باذن کاجیر خاص اور غلام کو اذان جماعت کی حلال نہین
مگر مولی کے اذن سے خاص مزدور کے مانند کہ اسکو بھی اذان حلال نہین بلا اذن مستاجر کیونکہ مراعات اوقات سے نقصان مولی اور مستاجر کا لازم آویگا اور
اسیوجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہین واعمی وولد زنا واعرابی اور جائز ہے اذان اندھے اور ولد الزنا اور دہقانی کی وانما یستحق ثواب
المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسب بحر اور اذان کہنے والا مؤذنون کے ثواب کا مستحق نہین ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو
جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگرچہ صرف بہ نیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا ولو غیر
محتسب یقین کرنے کے لائق نہین اسواسطے کہ صاحب بحر نے اسکو بطریق احتمال کے بیان کیا ہے ویکرہ اذان جنب واقامتہ محدث لا اذانہ علی المذہب
اور مکروہ ہے اذان نہانے کی حاجت والے کی اور اسکی اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر م مکروہ سے مراد ظاہرا
تحریمی ہے اور وجہ کراہت جنب کی اذان کی یہ ہے کہ وہ لوگون کو نماز کے لیے بلاتا ہے اور خود اسکی اجابت نہین کرتا کذا فی الشامی واذان امرأۃ وخنثی وفاسق
ولو عالما لکنہ اولی باما متہ واذان من جاہل تقی اور مکروہ ہے اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان مین فاسق عالم اولی ہے
جاہل پرہیزگار سے یعنی جہان سواے اُس فاسق کے دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وسکران ولو بمباح اور اذان مکروہ ہے متوالے کی اگرچہ مباح چیز سے
مست ہو گیا ہو جیسا خراسانی اجوائن سے کمعتوہ وصبی لا یعقل جیسے مدہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہے وقاعد الا اذا اذن لنفسہ اور مرد نشستہ
کی اذان مکروہ ہے مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہین وراکب الا لمسافر اور سوار کی اذان مکروہ ہے مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہین ویعاد اذان
جنب ندبا وقیل وجوبا اور پھر کہی جاے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضون نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامتہ لمشروعیۃ تکرارہ فی الجمعۃ دون
تکرارہا دوبارہ نہ کہی جاے اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار اذان کے جمعہ مین اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنے جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم
ہوا کہ عدد سے تکرار اذان درست ہے وکذا یعاد اذان امراۃ ومجنون ومعتوہ وسکران وصبی لا یعقل لا اقامتہم لما مر اور اسی طرح اعادہ کیا جاے عورت

اور اسکی مثل مجنون بھی ہے ۱۲ بحر

اور دیوانہ اور مدہوش اور مست اور صغیر غیر عاقل کی اذان کا نہ اُنکی اقامت کا بدلیل گذشتہ یعنے تکرار اذان شرعًا ثابت ہی نہ تکرار اقامت ویجب استقبالہما
لموت مؤذن وغشیہ وخرسہ وحصرہ ولا ملقن وذہابہ للوضوء لسبق حدث خلاصہ اور واجب ہی شروع سے کہنا اذان اور اقامت کا بسبب مرجانے مؤذن
کے اذان کہنے مین اور مرجانے مقیم کے اقامت کہنے مین اور بسبب اُسکے غش مین آجانے اور گونگا ہوجانے اور رُک جانے اور بند ہونے کے اور حالانکہ وہان
کوئی بتلانے والا نہین اور بسبب اُسکے جانے کے وضو کے واسطے وضو کے ٹوٹ جانے سے کذا فی الخلاصہ م مؤذن اور مقیم کا پانچون صورتون مین یکسان
حکم ہی شارح نے فقط مؤذن پر اسواسطے اکتفا کیا کہ اقامت کہنا مؤذن ہی کا حق ہی شامی مین کہا کہ پچھلی صورت مین یعنی اثنار اذان و اقامت مین بے وضو
ہو جانے مین مؤذن اور مقیم کو چاہیے کہ بعد اذان اور اقامت کے وضو کو جائے کیونکہ جب ابتدا ہی بے وضو پوری اذان کہہ سکتا ہی تو ناقص کو بطریق اولی
تمام کرسکتا ہی لکن غیر فی السراج بیندب لیکن سراج وہاج مین بلفظ یندب بیان کیا ہی یعنے کہا کہ پانچون صورتون مین شروع سے اذان اور اقامت کو کہنا
مستحب اور مندوب ہی واجب نہین وجزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لا یعقل اور یقین کیا ہی مصنف نے نہ صحیح ہونے اذان مجنون اور
مدہوش اور صغیر غیر عاقل کا قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات مین کہتا ہون اور کافر اور فاسق کی بھی اذان صحیح نہین بسبب مقبول نہونے
اُنکے قول کے دین کے کامون مین شامی مین کہا کہ اوپر گذر چکا کہ فاسق کی اذان مکروہ ہی اور یہان شارح نے عدم صحت کو بیان کیا تو یہ برابری فاسق کی
کافر کے ساتھ شارح کیطرف سے مناسب نہوئی وکرہ ترکہما معا لمسافر ولو منفردًا اور مکروہ ہی مسافر کو اذان اور اقامت کا یکبارگی چھوڑ دینا اگرچہ مسافر اکیلا ہو م
یہان چار صورتین ہین سو دو صورتین مکروہ ہین ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونون کو چھوڑنا دوسرے یہ کہ فقط اقامت کو چھوڑنا اور دو صورتین مکروہ نہین ایک یہ کہ
اذان اور اقامت دونون کہنا دوسری یہ کہ فقط اقامت کہنا مسافر کو اذان اور اقامت مین دو فائدے ہین ایک تو ثواب دوسرے حاضر ہونا نماز مین اُن بندگان
خدا کا جو نظر نہین آتے وکذا ترکہا لا ترکہ لحضور الرفقۃ اور اسی طرح مسافر کو مکروہ ہی چھوڑنا اقامت کا نہ اذان کا بسبب موجود ہونے سب رفیقون کے یعنی اذان
تو اعلام کے واسطے مشروع ہی پھر جب سفر کے رفیق ساتھ ہوے تو اعلام کی چندان ضرورت نہین بخلاف مصل ولو بجماعۃ فی بیتہ بمصر او قریۃ لہا مسجد فلا یکرہ
ترکہما اذ اذان الحی یکفیہ برخلاف اُس نمازی کے جو اپنے گھر مین شہر کے اندر نماز پڑھتا ہی اگرچہ بجماعت نماز ہو یا اُس گانوٗن مین نماز پڑھتا ہی جسمین مسجد ہی
تو وہان اذان یا اقامت کا ترک کرنا مکروہ نہین اسواسطے کہ اذان محلہ اُسکو کفایت کرتی ہی م اور اگر گانوٗن مین مسجد نہو یا ہو مگر اُسمین اذان و اقامت نہوتی
ہو تو وہان کا نمازی اذان اور اقامت ترک نکرے بلکہ اُسکا حکم مسافر کا سا ہی او مصل فی مسجد بعد صلوۃ جماعۃ فیہ بل یکرہ فعلہما وتکرار الجماعۃ الا فی مسجد
علی طریق فلا باس بذلک جوہرہ یا برخلاف اُس نمازی کے جو مسجد مین نماز پڑھتا ہی اُسمین جماعت ہوجانے کے بعد بلکہ مسجد مذکور مین اذان اور اقامت کہنا
اور دوسری جماعت کرنا مکروہ ہی مگر راہ کی مسجد مین اُسکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی الجوہرۃ یعنی راہ کی مسجد مین تکرار جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ درست ہی
لا باس کے لفظ سے یہ نکلا کہ اسکا نکرنا اولی ہی کذا فی الطحطاوی اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لا یکرہ مطلقًا اقامت کہی اور شخص نے سوائے اذان
کہنے والے کے مؤذن کی غیبت مین تو مطلقًا مکروہ نہین یعنے خواہ مؤذن خوش ہو یا ناخوش وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ اور اگر غیر شخص نے اقامت کہی
مؤذن کے سامنے تو مکروہ ہی اگر اُسکو وحشت اور ناخوشی ہو م اقامت کہنا مؤذن کا حق ہی بدلیل حدیث (من اذن فہو یقیم) یعنی جو اذان کہے وہی اقامت
کہے کما کرہ مشیہ فی اقامتہ جیسے مکروہ ہی اقامت کہنے مین چلنا ویجب وجوبًا وقال الحلوانی ندبًا والواجب الاجابۃ بالقدم من سمع الاذان ولو جنبًا اور
واجب ہی جواب دینا زبان سے اُسکو جسنے اذان کو سنا اگرچہ وہ جنب ہو اور حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہی اور قدم سے اجابت واجب ہی یعنی
اذان سنتے ہی مسجد مین جماعت کے لیے حاضر ہوجانا چاہیے لا حائضا ونفساء وسامع خطبۃ وفی صلوۃ وجنازۃ وجماع ومستراح واکل وتعلیم علم وتعلمہ بخلاف
قرآن نہ جواب دے اذان کا اگر سامع ہو حائض اور زچہ اور سامع کسی خطبہ کا اور نہ جواب دے نماز مین اور جنازہ مین اور صحبت کرنے مین اور پاخانہ مین اور کھانے

اور علم سکھلانے اور علم کے سیکھنے مین برخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کرکے اذان کا جواب دے **بان لیقول بلسانہ کمقالتہ ان سمع المسنون منہ**
وہو ما کان عربیا لالحن فیہ جواب دے اسطرح کہ کہے اپنی زبان سے مؤذن کے کلام کے مانند بشرطیکہ مؤذن سے مسنون اذان سنے مسنون اذان وہ ہے
جو بطور عرب کے ہو اسمین لحن نہو یعنی تغیر کلمات نہو مراد اذان عربی ہو یعنے مفسر الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوے ہون سواے جو اذان بعض لوگ کہتے ہین حروف
اور حرکات کو بڑھا گھٹا کر وہ حرام ہے اُس اذان کا جواب دینا نچاہیے کذا فی الطحطاوی لمخصا ولو تکرر اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ
مسجد کی اذان ہو یا اور مقام کی کذا فی الحلبی **الا فی الحیعلتین فیحوقل** جو مؤذن کہے وہی جواب دینے والا کہے مگر حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح مین کہ لاحول
ولا قوۃ الا باللہ کہے **وفی الصلوۃ خیر من النوم فیقول صدقت وبررت** اور الصلوۃ خیر من النوم مین یون کہے صدقت وبررت یعنی تو صادق اور نیکوکار ہے
اس کہنے مین کہ نماز نیند سے بہتر ہو ویندب القیام عند سماع الاذان بزازیہ اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیہ ولم یذکر ہل یستمر الی
فراغہ او یجلس اور بزازی نے یہ ذکر نہین کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاوے ولو لم یجبہ حتے فرغ لم اره وینبغی تدارکہ ان قصر الفصل اور
اگر سامع نے مؤذن کا جواب نہ دیا یہان تک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اُسکا حکم مین نے نہین دیکھا کتاب مین اور مناسب یہ ہے کہ اسکا تدارک کرلے اگر فصل
تھوڑا ہو یعنے اگر بہت عرصہ گذر گیا ہو مع یہ بحث صاحب بحر کی ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ جواب دینے والا مؤذن سے پیشتر کلمات جواب کے نکہے بلکہ ہر کلمے کے
تمام ہونے پر اُسکا جواب کہے کہ حدیث عمر ابن ابی امامہ مین اسکی تصریح موجود ہے اور اُس سے ظاہر ایہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی نہین کذا
فی الشامی ویدعو عند فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلہ مانگے ہم
دعاء وسیلہ مستحب ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو کہو مثل اُس
قول کے جو وہ کہتا ہے پھر مجھپر درود پڑھو اسواسطے کہ جو مجھپر درود پڑھیگا حق تعالی اُسکے بدلے اُسپر دس بار رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو اسواسطے کہ وسیلہ
ایک مرتبہ ہے بہشت مین کہ وہ لائق نہین مگر ایک بندے کیواسطے خدا کے بندون سے اور مین امید رکھتا ہون کہ وہ بندہ مین ہون سو جو شخص میرے لیے وسیلہ مانگیگا تو میری
شفاعت اُسکے لیے ضرور ہوگی انتہی یعنی اُسکی شفاعت واجب ہوگی الت سے زیادہ تر بسبب اس مناسبت کے کذا فی الطحطاوی من المواہب و ترجمہ اور دعاء وسیلہ
کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ مین جابرؓ سے یون مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر (اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ ات محمد
ن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودن الذی وعدتہ) تو اُسکے واسطے میری شفاعت حلول کریگی یعنے واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی الجامع الاصول اور
بیہقی نے وعدتہ کے بعد انک لا تخلف المیعاد اس دعا مین زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج مین کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو درجۃ الرفیعۃ کہتے ہین اور تمامی پر یا ارحم
الراحمین تو ان دونون کی کچھ اصل نہین اور اسیطرح وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی **ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس علیہ**
الاجابۃ ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ **بالقدم** اور اگر اذان کا سننے والا مسجد مین ہو جبکہ اُسنے اذان سُنی تو اُسپر جواب دینا لازم نہین اور اگر مسجد کے باہر ہو تو
جواب دے اُسکی طرف قدم سے چلکر **ولو اجاب باللسان لا بہ لا یکون مجیبا** وہذا بناء علے الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ لا بلسانہ کما ہو قول الحلوانی اور
اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چلکر تو وہ شخص مجیب نہوگا اور اس قول کی بنا اسپر ہے کہ اجابت مطلوبہ شرع مین قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ
یہی قول ہے حلوانی کا **فیقطع قراۃ القران لو کان یقرا بمنزلہ ویجیب** لو اذان مسجدہ کما یاتی **ولو بمسجد لا** لانہ اجاب بالحضور اور بموجب اسی قول
کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر مین اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اُسکی مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تاتارخانیہ سے اور اگر
مسجد مین قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نکرے اسواسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد کے حاضر ہونے سے وہذا متفرع علی قول الحلوانی والظاہر وجوبہا باللسان لظاہر
الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول کما بسط فی البحر واقرہ المصنف وقواہ فی النہر ناقلا عن المحیط وغیرہ بانہ علے الاول لا

لا یرد السلام ولا یسلم ولا یقرا بل یقطعها ویجیب ولا یشتغل بغیر الاجابۃ اور یہ جو ماتن نے اجابت بالقدم کو ذکر کیا متفرع ہے اور مستخرج ہے حلوانی کے قول پر اور ظاہر قول پر واجب ہونا ہے اجابت کرنا زبان سے بدلیل ظاہر امر کے جو اس حدیث میں ہے کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اس قول کے جو موذن کہتا ہے چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے بحر الرائق میں اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں اور زبان سے جواب دینے کو قوی کہا ہے نہر الفائق میں محیط وغیرہ سے نقل کرکے اسطرح کہا کہ اول قول پر یعنی وجوب اجابت زبانی پر اذان کا سامع سلام کا جواب ندے اور نہ کسی کو سلام کرے اور نہ قرآن پڑھے بلکہ قرائت کو قطع کرے اور اذان کا جواب دے اور مشغول نہو کسی فعل میں بجز اجابت کے قال وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب وان یجیب بقدمہ اتفاقا فی الاذان الاول یوم الجمعۃ لوجوب السعی بالنص صاحب نہر نے کہا اور یہ چاہیے کہ زبان سے جواب ندے باتفاق قولین خطیب کے سامنے کی اذان میں جمعہ کے دن اور یہ کہ اجابت بالقدم کرے باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان میں بسبب واجب ہونے سعی کے نص قرانی سے م عدم اجابت لسانی کی یہ وجہ ہے کہ جب خطیب منبر پر چڑھے تو امام کے نزدیک مطلقاً کلام مکروہ ہے لیکن باب الجمعہ میں آویگا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ امام کے نزدیک اذکار جائز ہیں خطبہ شروع ہونے سے پہلے تو اب کون مانع ہے اجابت کا کذا فی الطحطاوی وفی التاتارخانیۃ [illegible] اذان مسجدہ اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جواب ندے مگر اپنی مسجد کی اذان کا یعنے جواب قدم سے چلکر اپنی مسجد کو مخصوص ہے یہ متفرع ہے حلوانی کے قول پر چنانچہ شارح نے اسپر پہلے اشارہ کر دیا کما یاتی کہکر کذا فی الطحطاوی

وسئل ظہیر الدین عمن سمعہ فی ان من جہات ما ذا یجب علیہ قال اجابۃ اذان مسجدہ بالفعل اور ظہیر الدین سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک آن میں اذان سنی کئی طرف سے اسپر کیا واجب ہے کہا کہ اسپر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنے قدم سے چلکر واجب ہے ویجیب الاقامۃ ندبا اجماعا کالاذان ویقول عند قد قامت الصلوۃ اقامہا اللہ وادامہا اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کے مانند اور کہے قد قامت الصلوۃ کے وقت اقامہا اللہ وادامہا ان الفاظ کو ابو داود نے روایت کیا ہے اسقدر زیادتی کے ساتھ ما دامت السموات والارض وجعلنی من صالحی اہلہا یعنی اللہ تعالی نماز کو قائم ودائم رکھے جبتک آسمان وزمین ہیں اور مجکو زمین کے نیکبخت باشندوں میں کرے وقیل لا یجیبہا وبہ جزم الشمنی اور بعضوں نے کہا کہ اقامت کا جواب نکہے اور اسی قول کا یقین کیا ہے شمنی شارح نقایہ نے م یہ نفی اجماع سابق کی مخل نہیں کیونکہ یہ نفی نفی وجوب پر محمول ہے اور انعقاد اجماع استحباب پر ہے

فروع مسائل ملحقہ شارح کے صلی السنۃ بعد الاقامۃ او حضر الامام بعدها لا یعیدها بزازیہ مقیم نے سنت نماز پڑھی اقامت کے بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت کا اعادہ نکرے کذا فی البزازیہ وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعا کاکل ان تعاد اور لائق یعنے مستحب ہے کہ اگر اقامت اور نماز میں مدت زیادہ ہوجاے یا پایا جاے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جاے درمیان اقامت اور نماز کے چنانچہ کھانا تو اقامت پھر سے کہی جاے دخل المسجد والموذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ موذن اقامت کہتا ہے تو بیٹھ جاے امام کے کھڑے ہونے تک اپنی جاے نماز پر رئیس المحلۃ لا ینتظر ما لم یکن شریرا والوقت متسع رئیس محلہ کا انتظار نہ کیا جاے جبتک کہ وہ شریر نہو اور نماز کا وقت فراخ ہے یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہو تو اسکی انتظاری جائز ہے اور اگر وقت تنگ ہے تو انتظار نچاہیے اگرچہ رئیس بدذات ہو ویکرہ لہ ان یوذن فی مسجدین موذن کو مکروہ ہے اذان کہنا دو مسجدوں میں م یہ کراہت اسوقت ہے جبکہ موذن پہلے مسجد میں نماز پڑھ چکا ہو کذا فی الجوہرۃ ولایۃ الاذان والاقامۃ لبانی المسجد مطلقاً اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بنانے والے کیلئے واسطے ہے ہر طرح یعنی خواہ عادل ہو یا غیر عادل اگرچہ لوگوں کو پسند نہو کذا فی البحر وکذا الامامۃ لو عدلا اور اسیطرح مسجد کے بنانے والے کو امامت کا اختیار ہے اگر عادل ہو یعنی فاسق نہو

الافضل کون الامام ہو الموذن امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہے م امام ابو حنیفہ یہی کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وفی الضیاء انہ علیہ الصلوۃ والسلام اذن فی سفر بنفسہ فاقام وصلی الظہر وقد حققناہ فی الخزائن اور ضیاء مقدسی میں ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے سفر میں بذات مقدس اذان اور اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑھی اور العبد نے اسکو محقق بیان کیا ہے خزائن الاسرار میں م سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جبکہ آپ سوار تھے کذا فی الطحطاوی عن فتاوی الرملی

اور آپ کا اذان کہنا سفر مین ترمذی کی حدیث مین مروی ہی اور نووی نے اُسپر یقین کیا ہی مگر مسند احمد مین اُسی طریق سے جو حدیث کی تخریج کی ہی اُسمین بیان ہی کہ بلال کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپ کا صرف حکم دینا تھا ان عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہی کذا فی الشامی

باب شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہی نماز کی شرطون کے بیان مین م شرط تین قسم ہی شرط عقلی جیسے بسولا بڑھئی کے واسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کیواسطے اور شرط جعلی جیسے کہ جانا زوجہ کا جسکے ساتھ طلاق مشروط ہو کذا فی العینی تو یہان شروط شرعیہ مراد ہین نہ عقلیہ اور جعلیہ اور شروط شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہین جو صحت نماز کی شرطین ہین نہ نماز کے واجب ہونے کی منجملہ شرائط وجوب ایک تکلیف ہی یعنے مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا و از انجملہ عاجز نہونا نماز سے و از انجملہ وقت ہی ہی ثلثۃ انواع شرطین تین قسم ہین شرط انعقاد ایک قسم شرط ہی انعقاد نماز کی م شرط انعقاد وہ ہی جسکا وجود ضرور ہی ابتدا نماز مین پیشتر سے موجود ہو کر آخر نماز تک موجود رہے یا نرہے کذا فی الحلبی کنیۃ وتحریمۃ ووقت وخطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کے واسطے تو جبتک امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہوگا انمین نیت تو آخر نماز تک موجود رہسکتی ہی اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہین وشرط دوام کطہارۃ وستر عورۃ واستقبال قبلۃ اور دوسری قسم شرط ہی دوام نماز کی جیسے طہارت اور ستر عورت اور استقبال قبلہ م شرط دوام وہ ہی جسکا وجود مشروط ہی اول نماز سے آخر تک وشرط بقاء فلا یشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بابتداء وہو القراءۃ اور تیسری قسم شرط ہی باقی رہنے نماز کی بعد موجود ہوجانے نماز کے تو اسمین آگے ہونا اس شرط کا مشروط نہین اور نہ ابتدا نماز سے اسکا متصل رہنا اور وہ یعنی بقا نماز کی شرط قرات ہی م شرط بقاء نماز وہ ہی جو اثنار نماز مین پائی جاے بطریق استمرار کے اور قرات اسیطرح کی ہی کہ اثنار نماز مین اسکا وجود ہوتا ہی استمرار کے طور پر اور یہ تینون شرطین ایک دوسری مین متداخل ہین کیونکہ انمین عموم وخصوص مطلق ہی شرط دوام خاص ہی اور شرط انعقاد اور بقا عام مثلاً طہارت جو شرط دوام ہی اگر ابتدا نماز مین اسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہوجائیگی اور اگر حالت بقار مین اسکے وجود کو مشروط سمجھین تو شرط بقا ہوگی اور سوا ے وقت جمعہ کے اور وقت نماز کے لیے صرف شرط انعقاد ہی کہ نہ اسکا دوام شرط ہی اور نہ بقا اور صرف شرط بقا کی مثال قرات ہی کہ اثنار نماز مین حادث ہو کر انتہا تک رہتی ہی گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قرات کہ امام کی قرات گویا اسی کی قرات ہی کذا فی الشامی بتصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیراً اسواسطے کہ قرات بذات خود تو رکن ہی اور اپنے غیر کے حق مین شرط ہی بسبب پائے جانے قرات کے تمام ارکان مین تقدیراً یعنی اگرچہ سب ارکان مین قرات حقیقی موجود نہین لیکن گویا کہ موجود ہی م رکن اسکو کہتے ہین جو ماہیت مین داخل ہو اور شرط وہ ہی جو ماہیت سے خارج ہو اور یہ دونون ایک دوسرے کے مخالف ہین مگر چونکہ رکن دو طرح کا ہوتا ہی ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط بھی ہوجاتا ہی جیسے قرات کہ مقتدی سے ساقط ہوجاتی ہی تو اس لحاظ سے ایک حالت مین اسکو رکن کہا اور دوسری مین شرط سے تعبیر کیا کذا فی الشامی بتصرف ولذا لم یجز استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود قرات کا سب ارکان مین ضروری ہی امی شخص کا خلیفہ کرنا نماز مین اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہین ثم الشرط لغۃ العلامۃ اللازمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ شرط بفتح اول وسکون ثانی لغت مین علامت لازمہ کو کہتے ہین یعنی جو نشانی کہ ایک ہی چیز مین پائی جاے دوسری چیز مین نہو وشرعاً ما یتوقف علیہ الشی ولا یدخل فیہ اور اصطلاح شرع مین شرط وہ ہی جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اُس چیز مین داخل نہو یعنے اسکا جز نہو خارج ہو اُس سے م کسی چیز کا متعلق اگر اُسکی ماہیت مین داخل ہوتا ہی تو رکن کہلاتا ہی جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو تو حال سے خالی نہین یا چیز مین موثر ہوگا یا نہوگا اگر موثر ہی تو اسکو علت کہتے ہین جیسے عقد نکاح حلت کے لیے اور اگر موثر نہین تو پھر چیز کیطرف فی الجملہ موصل ہی یا نہین اگر ہی تو اسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہی اور اگر موصل نہین تو چیز اسپر موقوف ہوگی یا نہوگی اگر موقوف ہوگی تو اسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو ہی نماز کے حق مین اور اگر چیز اُسپر موقوف بھی نہین تو اسکو علامت بولتے ہین تو شارح کی تعریف سے رکن اور علامت نکلگئی مگر سبب اور علت شرط مین داخل رہی اسلیے چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف مین اتنا اور زیادہ کرتا کہ ولا موثر فیہ ولا موصل الیہ

فی الجملۃ یعنے نہ چیز مین موثر ہوا اور نہ اسکی طرف کسیقدر موصل ہو کذا فی الشامی عینی نے کہا اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہر کہ شرط وہ ہی جسکے نہونے
سے مشروط کا نہونا لازم ہووے اور شرط کے وجود سے مشروط کا وجود لازم نہو ہی ستۃ طہارۃ بدنہ ای جسدہ لدخول الاطراف فی الجسد دون البدن فلیحفظ
شرطین نماز کی چھہ ہین پہلی شرط پاک ہونا ہی نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہی بسبب داخل ہونے ہاتھ پانون کے جسد مین نہ بدن مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
م چونکہ لغت عرب کی راہ سے ہاتھ پانون بدن مین داخل نہ تھے لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھ پانون کی بھی طہارت ثابت ہو اگرچہ اردو زبان
مین بدن سارے جسم کو کہتے ہین من حدث بنوعیہ طہارت بدن کی شرط ہی دونون قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے م دونون قسم سے مراد حدث اصغر اور
حدث اکبر ہین اول مقتضی وضو کا ہی اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ اور مصنف نے مقدم کیا حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اسواسطے کہ وہ
غلیظ تر اور سخت تر ہی نجاست حقیقی سے م یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف نہین برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہی وخبث مانع
کذلک اور طہارت شرط ہی اسیطرح دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو نماز کی مانع ہی م دونون قسم کی نجاست یعنی مغلظہ اور مخففہ سو مغلظہ زائد از درم مانع نماز ہی
اور مخففہ زائد از ربع ثوب وثوبہ وکذا ما یتحرک بحرکتہ دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا ہی اور اسیطرح پاک ہونا اُس چیز کا جو ہلنے نمازی کے ہلنے سے
م یعنے ایسی چیز جو نمازی کے بدن سے متصل ہو مثلاً ایک چادر کا آنچل اُسکے بدن پر ہی اور دوسرے آنچل پر ایسی نجاست ہی جو مانع نماز ہی تو اگر نمازی کی
حرکت سے ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہی اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اُسکے بدن سے متصل نہین مثلاً چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہی اور یہ دوسرے
کنارہ پر نماز پڑھتا ہی تو یہ نجاست نماز کی مانع نہین خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی او یعد حاملا لہ کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یستمسک بنفسہ منع والا لا یا
نمازی اُس چیز کا اُٹھانے والا گنا جاے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہی بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تھامنے نمازی کے تو نماز کا مانع ہی اور اگر لڑکا نمازی
کے تھامنے کا محتاج نہو خود اُسکو چمٹا ہو تو نمازی اُسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا بھی مانع نہوگا م اور یہی حکم ناپاک چھت اور چھپر اور خیمہ نجس کا ہی
جبکہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزون مین لگتا ہو کذا فی الطحطاوی کجنب وکلب ان شد فمہ فی الاصح جسطرح مانع نماز نہین اگر نمازی پر جنب
آدمی اور کتا ہو اگر اُسکا مُنھہ باندھا ہو صحیح تر قول مین م اگر شارح یون کہتا کہ کتا بشرطیکہ اُس سے لعاب وغیرہ مانع نماز نہ بہے تو بہتر ہو کذا فی الشامی بحرالرائق
مین ہی کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہی جو اندر سے خون ہو گیا تو نماز جائز ہی کیونکہ وہ اپنے معدن مین ہی برخلاف اُس شیشے کے جسمین پیشاب ہی یعنی وہ
مانع نماز ہی ومکانہ ای موضع قدمیہ او احدہما ان رفع الاخری وموضع سجودہ اتفاقا فی الاصح اور تیسری شرط پاک ہونا مصلی کے مکان کا ہی یعنی اُسکے
دونون قدمون کی جگہ کا یا ایک قدم کی جگہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم اُٹھا لیا اور سجدہ کی جگہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین م موضع قدمین کی طہارت امام
اور صاحبین کے نزدیک شرط ہی بالاتفاق بلا نقل خلاف اور موضع سجود مین خلاف ہی مگر صحیح تر یہی قول ہی کہ امام کے نزدیک اسکی طہارت بھی شرط ہی اگر
نمازی کے کپڑون کی اطراف پر نجاست پڑی اور نماز پڑھی تو کچھ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی لا موضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر الا اذا سجد علی کفہ کما سیجئ
شرط نہین پاک ہونا دونون ہاتھون اور دونون گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آویگا یعنے
اُسوقت ہاتھ کے مکان کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ یہ سجود کا مکان ٹھہرا م فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی
ہی اور اسی کی تصحیح کی ہی عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہی اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہی اگرچہ
دونون ہاتھ ہون تو اُسکے مکان کی طہارت شرط ہی کذا فی الطحطاوی من الثانی ای الخبث لقولہ تعالے وثیابک فطہر فبدنہ ومکانہ بالاولے
لانہما الزم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہی ثانی یعنے نجاست حقیقی سے بدلیل قول حقتعالے وثیابک فطہر اور اپنے کپڑون کو پاک کر تو جب کپڑے
پاک کرنے لازم ہوے تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولے لازم ہوا اسواسطے کہ بدن اور مکان بہ نسبت کپڑون کے زیادہ لازم ہین یعنی سوا سطے

کہ کپڑون کا جدا ہونا متصور ہی بر خلاف بدن اور مکان کے م اظہر یہ ہی کہ آیت کریمہ مین نماز کے ثیاب ملبوسہ مراد ہین اور نجاست سے انکا پاک کرنا قول ہی جمیع فقہا کا اور ارجح تفاسیر کذا فی الطحطاوی والرابع ستر عورتہ ووجوبہ عام ولو فی الخلوۃ علی الصحیح الا لغرض صحیح اور نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور اوڑھنا ہی اپنی عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا علی العموم ہی اگرچہ آدمی خالی مکان مین ہو بنا بر قول صحیح کے مگر غرض صحیح کے واسطے شرمگاہ کھولنا جائز ہی چنانچہ دفع بول و براز یا ختنہ یا علاج یا جماع حلال م ستر عورت غیر سے واجب ہی نہ اپنی ذات سے جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہی کذا فی الزیلعی لیکن ادب نہین تو تصحیح مین اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چار طرف سے ہی نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برہنگی دوسرے کی دیکھلے تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الطحطاوی وله لبس ثوب نجس فی غیر صلوۃ اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہی اور حال مین سواے نماز کے وہی للرجل ما تحت سرتہ الی ما تحت رکبتیہ اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے ہی دونون گھٹنون کے نیچے تک م عورت کا لفظ نکلا ہی عور سے جو بمعنی نقصان اور عیب کے ہی تو شرمگاہ کو عورت کہا اسواسطے کہ اُسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور بیحیائی ہی کذا فی الطحطاوی اُردو مین عورت مرد کے مقابل کو کہتے ہین فارسی مین زن اور ہندی مین لگائی اور جورو بولتے ہین و شرطا احمد ستر احد منکبیہ ایضا اور امام احمد بن حنبل نے ڈھکنا ایک کندھے کا بھی نماز مین شرط کیا ہی و عن مالک ہی القبل والدبر فقط اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہی کہ عورت یعنی شرمگاہ فقط فرج اور مقعد ہی م امام اعظم کے مذہب مین شرمگاہ کی جو یہ حد ہی کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہ جوان کے حق مین ہی نہ صغیر کے حق مین کہ اُسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہی اور جو انین حکم زانو کا خفیف تر ہی ران سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہو اُسپر انکار نرمی سے کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اُس سے نزاع کرنا لائق نہین اور جو اپنی ران کھولے ہو اُسپر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وما ہو عورۃ منہ عورۃ من الامۃ ولو خنثی او مدبرۃ او مکاتبۃ او ام ولد مع ظہرہا و بطنہا اور جسقدر کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہی اُتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہی اُسکی پیٹھ اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ لونڈی خنثی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو م مدبرہ وہ لونڈی ہی جسکو آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہی اور مکاتبہ وہ جسکو یہ کہا ہو کہ اگر تو اتنا مال دے تو آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی جسکے آقا سے اولاد ہوئی ہو واما جنبہا فتبع لہا اور لونڈی کا پہلو اُسکی پیٹھ اور پیٹ کا تابع ہی یعنی جسقدر پہلو پیٹ سے متصل ہی وہ پیٹ کا تابع ہی اور جسقدر پیٹھ سے ملا ہی وہ پیٹھ کا تابع ہی یعنے اُسکے پہلو بھی شرمگاہ ہین ولو اعتقہا مصلیۃ ان استترت کما قدرت صحت والا لا علمت بعتقہا او لا علی المذہب اور اگر مولی نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت مین اگر اُسنے اپنا بدن ڈھک لیا فوراً جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز صحیح ہی اور اگر فوراً باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہوئی مولی کے آزاد کرنے کو اُسنے جانا ہو یا نہ جانا ہو بنا بر مذہب درست کے م پردہ سازی سے اُسقدر مراد ہی جسقدر حرہ یعنی بی بی کو پردہ چاہیے اور استتار مین یہ شرط ہی کہ بعمل قلیل ہو اور قبل ادا ے رکن ہو اور اگر استتار سے عاجز ہوگی تو نماز باطل نہوگی قال ان صلیت صلوۃ صحیحۃ فانت حرۃ قبلہا فصلت بلا قناع ینبغی الغاء القبلیۃ و وقوع العتق کما رجحہ بالطلاق الدوری مولی نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو صحیح نماز پڑھیگی تو تو آزاد ہی نماز سے پہلے پس اُسنے بدون اوڑھنی کے نماز پڑھی تو قبلیت کا لغو کردینا اور طلاق کا واقع ہونا لائق ہی چنانچہ فقہا نے قبلیت کے لغو کرنے کو طلاق دوری مین ترجیح دی ہی م یہ مسئلہ روایت مذہب نہین بلکہ صاحب بحر الرائق کی تجویز ہی طلاق دوری پر قیاس کرکے طلاق دوری کی یہ صورت ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین طلاق مین قبل از طلاق پھر اُسنے بلا شرط طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاقین اس طلاق سے پہلے واقع ہونگی اور اُنکا واقع ہونا یہ چاہتا ہی کہ پچھلی طلاق واقع نہو کیونکہ تین طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہین رہتی تو جب نیچے قبلیت کو لغو کردیا تو ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے یون کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین بار طلاق ہی تو ایک طلاق اُسکے واقع کرنے سے واقع ہوگی اور دو طلاقین تعلیق سے واقع ہونگی اور تیسری طلاق باطل ہو جاویگی عدم محل کے سبب سے وللحرۃ ولو خنثی جمیع بدنہا حتی شعرہا النازل فی الاصح اور حرہ یعنی بی بی کا تمام بدن شرمگاہ ہی

جسکا چھپانا واجب ہے یہانتک کہ اُسکے لٹکے بال بھی عورت ہین صحیح تر قول مین اگرچہ حرہ خنثیٰ ہو هم لٹکے بالون کی قید اسواسطے لگائی کہ جو بال سر پر ہین وہ
بالاتفاق عورت ہین خلا الوجہ والکفین فظہر الکف عورۃ علی المذہب والقدمین علی المعتمد بی بی کا تمام بدن عورت ہے مگر اسکا چہرہ اور دونون
ہتھیلیان اور دونون قدم عورت نہین قول معتمد پر تو پشت کفدست کا چھپانا واجب ہے مذہب درست پر هم اور اقوال نامعتمد یہ ہین کہ پشت کفدست نماز
مین عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ وہ مطلقاً عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ دونون قدم عورت ہین اور کسی نے اسکو صحیح بھی کہا ہے کذا فی الطحطاوی
وصوتہا علی الراجح اور حرہ کی آواز عورت نہین راجح قول پر هم اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہے تو بخوف فتنہ حرام ہے اور بعضون نے کہا کہ اسکو آواز کا بھی چھپانا
کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وذراعیہا علی المرجوح اور حرہ کی دونون کلائیان عورت نہین مرجوح یعنے ضعیف قول پر هم یہ ابو یوسف کا قول ہے اور اختیار
شرح مختار مین اسی کو راجح کہا ہے لیکن مذہب راجح اور قوی یہ ہے کہ کلائیان عورت ہین کذا فی الطحطاوی وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال
لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ اور جوان عورت منع کیجاوے چہرہ کھولنے سے درمیان مردون کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اُسکا عورت ہے بلکہ بخوف فتنہ منع کا
حکم ہے کمسہ وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ کما یاتی فی باب الحظر جیسے مرد کو عورت کا چہرہ چھونا ممنوع ہے اگرچہ شہوت کا خوف
نہ ہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر کرنے سے اور اسیواسطے شہوت کے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ باب الحظر مین آویگا ولا یجوز
النظر الیہ بشہوۃ کوجہ امرد فانہ یحرم النظر الی وجہہا ووجہ الامرد اذا شک فی الشہوۃ اما بدونہا فیباح ولو جمیلا کما اعتمدہ الکمال اور جائز نہین نظر
کرنا عورت کے چہرہ کیطرف شہوت سے مانند چہرہ امرد کے یعنے بے ریش لڑکے کے اسواسطے کہ حرام ہے نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جبکہ شہوت
کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہے اگرچہ امرد خوبصورت ہو چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہے
قال فحل النظر منوط بعدم خشیۃ الشہوۃ مع عدم العورۃ کہا کمال الدین نے تو حلت نظر وابستہ بعدم خوف شہوت ہے ساتھ اس امر کے کہ وہ محل واجب الاستار
نہو یعنی جبکہ محل نظر وہ مقام نہو جسکا چھپانا چاہیے اور شہوت کا خوف نہو تو نظر کرنا حلال ہے ورنہ حلال نہین وفی السراج لا عورۃ للصغیر جدا ثم مادام لم یشتہ
فقبل ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین ثم کبالغ اور سراج وہاج مین ہے کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہین یعنے ڈھکنے کے لائق نہین ہے جبتک کہ وہ قابل خواہش
کے نہین تو بول و براز کی راہ چھپانے کے لائق ہے پھر عورت غلیظہ ہوتی ہے دس برس تک یعنی بول و براز کا مقام مع گردونواح کے قابل چھپانیکے ہو جاتا
ہے پھر دس برس کے بعد جوان کے مانند سب برہنگی کے چھپانے مین هم نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہے لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی عن
النہر وفی الاشباہ یدخل علی النساء الی خمسۃ عشر سنۃ حسب اور اشباہ مین ہے کہ اندر جاوے لڑکا عورتون مین فقط پندرہ برس کی عمر تک هم یہ اس صورت
مین ہے کہ اسکا بلوغ بجز عمر کے ثابت نہو اور اگر احتلام وغیرہ سے اسکا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سے پہلے بھی اُسکا عورتون مین جانا منع ہوگا اور جو
عضو کہ عورت ہے بدن مین ملا ہوا اسکا دیکھنا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرۃ کہنا مناسب
تھا اسلیے کہ لفظ سنۃ مونث ہے ویمنع حتی انعقادہا کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ علی المعتمد اور منع کرتا ہے نماز کو
یہانتک کہ انعقاد نماز کو کھل جانا چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سے معتمد قول پر هم کشف ربع عورت مانع انعقاد
نماز اُسوقت ہوگا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت مین ہو اگرچہ اداے رکن سے کم مدت ہو اور اداے رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہے اور اگر کشف عورت
بفعل مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہوجائیگی اگرچہ کمتر ہو اداے رکن کی مقدار سے والغلیظۃ قبل ودبر وما حولہما والخفیفۃ ما عدا ذلک من الرجل
والمرأۃ اور عورت غلیظہ مرد اور عورت مین بول و براز کا محل ہے اور جو مکان کہ اُن دونون کے آس پاس ہے اور عورت خفیفہ وہ ہے جو اسکے سوا ہے وتجمع بالاجزاء
لو فی عضو واحد اور چند جگہ سے کھلی ہوئی برہنگی جمع کیجائیگی اجزا سے اگر ایک عضو مین ہو هم اجزا سے مراد کسور حسابیہ ہین مثلاً پانچوان اور چھٹا اور آٹھوان

حصہ تو اگر مثلاً ران ایک جگہ سے آٹھوان حصہ اور دوسری جگہ سے بھی اُسیقدر کھلی ہو تو دونون کو جمع کرینگے تو چہارم حصہ ٹھہر یگا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر جمع کرنے سے اُس عضو کا چہارم نہوگا تو مانع نماز کا نہوگا والا فبالقدر اور اگر عورت مکشوفہ متفرق ایک عضو مین نہین بلکہ چند اعضا مین ہو تو وہ پیمائش سے جمع کیجائیگی نہ اجزاء سے فان بلغ ربع ادنا کاذن منع سو اگر کھلے اعضا مین سے کمتر عضو کی چہارم کو پیمائش پہونچ جائیگی چنانچہ کان تو یہ کھلجانا نماز کا مانع ہوگا مثلاً سولھوان حصہ ران کا اور کچھ کان عورت کا کھل گیا تو اُسکی نماز جائز نہوگی اسواسطے کہ دونون کا مجموعہ کان کی چہارم سے زیادہ ہی اور یہی قول حق ہی برخلاف بحر الرائق کے کہ اُسمین مجموع اعضاء منکشفہ کے چہارم کو معتبر رکھا ہی کذا فی الطحطاوی والشرط سترہا عن غیرہ ولو حکما کمکان مظلم اور شرط ہی ڈھکنا برہنگی کا غیر شخص سے اگرچہ ستر حکمی ہو چنانچہ نمازی ہو اندھیرے مکان مین یعنے اگرچہ وہ مستور ہی باعتبار حس کے باینمعنی کہ وہ نظر نہین آتا لیکن وہ حکم شرع مین مستور نہین تو اسپر چھپانا کپڑے وغیرہ سے واجب ہی کذا فی الحلبی لا سترہا عن نفسہ وبہ یفتی شرط نہین چھپانا برہنگی کا اپنی ذات سے اُسیکا فتوی دیا ہی فلو راہا من زیقہ لم تفسد وان کرہ پھر اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو نماز فاسد نہوگی اگرچہ یہ نظر کرنا مکروہ تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی وعادم ساتر لا یصف ما تحتہ اور نہ پانیوالا اُس چھپانیوالی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نکردے یعنی جسمین بدن نظر نہ آوے عادم مبتدا ہی اُسکی خبر آگے آتی ہی یعنی یصلی قاعدًا ساتر مین یہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا ہی جس سے نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہی چنانچہ باریک ململ یا جالی تو وہ بمنزلہ معدوم کے ہی ولا یضر التصاقہ وتشکلہ اور ضرر نہین کرتا ساتر کے بدن مین چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسے کپڑے سے درست ہوجائیگی ولو حریرًا او طینا یبقی الی تمام صلوٰۃ او ماء کدرًا اگرچہ ساتر شرمگاہ کا ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گدلا پانی ہو ہم اگرچہ ریشمی کپڑا مردوں کو حرام ہی اور اُسکے ساتھ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز ساتر نپاوے تو ریشمی سے بدن چھپا کر نماز پڑھے اُسکے ہوتے نماز برہنہ جائز نہین لا صافیا ان وجد غیرہ نہ صاف پانی اگر اُسکے سوا کوئی چیز ساتر پاوے یعنے صاف پانی مین بیٹھ کر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز ملسکتی ہو اور اگر نہ ملی تو اُسمین نماز واجب ہی بوجہ تھوڑا کھلنے کے کذا فی الطحطاوی وہل تکفیہ الظلمۃ فی مجمع الانہر بحثا نعم فی الاضطرار لا الاختیار سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے مین نماز کفایت کرتی ہی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین بحث کرکے یون جواب دیا ہی کہ ہان اضطرار مین کافی ہی نہ اختیار مین ہم اس کلام کا ثمرہ کچھ معلوم نہین ہوتا اسواسطے کہ جب ساتر مفقود ہوا تو ہر حال مین نماز پڑھے خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اسمین اشارہ ہی بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دن کو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رات کو کھڑے نماز پڑھے اسواسطے کہ رات کا اندھیرا اُسکی شرمگاہ کا ساتر ہی کذا فی الطحطاوی یصلی قاعدًا کما فی الصلوٰۃ نہ پانیوالا کسی چیز ساتر کا نماز پڑھے بیٹھ کر جیسے نماز مین بیٹھتے ہین یعنے مرد بائین پانون پر بیٹھے داہنا پانون کھڑا کرکے اور عورت سرین پر بیٹھے وقیل مادًا رجلیہ اور بعضون نے کہا دونون پانون پھیلا کر بیٹھے ہم اور عورت غلیظہ پر ہاتھ رکھلے اور راجح پہلا قول ہی کہ اُسمین کثرت استتار ہی باوجود خالی ہونے کے قبلہ کیطرف پانون پھیلانے سے جو بہتر نہین کذا فی البحر مومیا برکوع وسجود بیٹھ کے نماز پڑھے رکوع اور سجود کا اشارہ کرکے تاکہ برہنگی نہ کھلے وہو افضل من صلوٰتہ قاعدا برکوع وسجود وقائما بایماء او برکوع وسجود لان الستر اہم من اداء الارکان اور وہ یعنے برہنہ شخص کو بیٹھ کے رکوع سجود کا اشارہ کرکے نماز پڑھنا افضل ہی اُسکی نماز سے بیٹھ کر اور رکوع اور سجود کرکے اور کھڑے ہوکر اشارہ سے یا رکوع سجود کرکے اسواسطے کہ شرمگاہ کا چھپانا زیادہ تر مقصود ہی ارکان کے ادا کرنے سے ہم اسواسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہی نماز اور غیر نماز مین اور ارکان یعنے قیام اور رکوع اور سجود نماز ہی مین فرض ہین ولو ابیح لہ ثوب ولو باعارۃ ثبتت قدرتہ ہو الاصح اور اگر برہنہ کو مباح کیا جاوے کپڑا اگرچہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو اُسکا قادر ہونا ساتر پر ثابت ہوگیا یہی قول صحیح تر ہی یعنی اگر اس صورت مین برہنہ نماز پڑھیگا تو نماز جائز نہوگی ولو وعد بہ ینتظر ما لم یخف فوت الوقت ہو الاظہر کراجی ماء وثوب وطہارۃ مکان اور اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اُسکا انتظار کرے جبتک فوت وقت کا خوف نہو یہی قول ظاہر تر ہی جیسے انتظار کرے پانی اور کپڑے اور طہارت مکان کا امیدوار ہم یعنی اگر مکان نجس مین مثلاً قید ہوا اور توقع قوی وہان سے نکلنے کی ہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ فوت وقت کا خوف ہو ولو

یلزمہ الشراء بثمن مثلہ ینبغی ذلک سوال اور کیا برہنہ شخص کو لازم اور ضرور ہی خرید کرنا کپڑے کا اُسکی برابر قیمت سے جواب لائق یہ ہی کہ خریدنا ضرور ہو ھم یہ بحث
ہی صاحب بحر الرائق کی مذہب کی روایت نہین ولو وجدہا ای ساترا کلہ نجس لبس باصلی کجلد میتۃ لم یدبغ فانہ لایستتر بہ فیہما اتفاقا قابل خارجہا ذکرہ الوانی
او اقل من ربعہ طاہر ندب صلوتہ فیہ وجاز الایماء کما مر اور جو پایا برہنہ نے وہ ساتر کہ اُسکا کل نجاست کے لگنے سے ناپاک ہی اصلی ناپاک
نہین اصلی ناپاک جیسے مردار کی کھال جسکی دباغت نہین ہوئی تو یہ شخص ستر عورت نکرے اس اصلی ناپاک سے نماز مین بالاتفاق بلکہ خارج نماز
سکے اُس سے شرمگاہ چھپاوے ایسا ذکر کیا ہی علامہ وانی محشی دُرر نے یا ایسا ساتر پایا جو چوتھائی سے کمتر پاک ہی تو اُسکو اُسمین نماز پڑھنا مستحب ہی اور
جائز ہی برہنہ نماز پڑھنا اشارہ سے چنانچہ نماز کا پڑھنا اشارے سے گذر گیا وحتم محمد لبسہ واستحسنہ فی الاسرار وبہ قالت الثلثۃ اور محمد بن حسن نے اُس ساتر کا
جو تمام ناپاک ہی یا چہارم سے کمتر طاہر ہی پہننا لازم کیا ہی نہ مستحب اور اسرار مین اس قول کو اچھا سمجھا ہی اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا ولو کان ربعہ طاہرا
صلی فیہ حتما اذ الربع کالکل اور اگر ساتر کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اُسی ساتر مین بالضرور نماز پڑھے اسواسطے کہ چہارم کل کے برابر ہی یعنے چوتھائی کا حکم کل کا سا
ہی مثلاً محرم کو چوتھائی سر کا منڈانا کل کے برابر ہی اور چوتھائی برہنگی کا کھلنا نماز کا مانع ہی کذا فی الشامی وہذا اذا لم یجد ما یزیل بہ النجاسۃ او یقللہا اور یہ حکم مذکور
اسوقت ہی جبکہ نپاوے اُس چیز کو جو نجاست کو دور کرے یا اُسکو کم کر ڈالے یعنے اگر مزیل نجاست پاوے تو ازالہ واجب ہی کذا فی البحر فیتحتم لبس اقل ثوبیہ
نجاستہ جب تقلیل نجاست کا حکم ہوا تو لازم ہی نماز مین پہننا اپنے دونون ناپاک کپڑون سے اُس کپڑے کا جسکی نجاست کمتر ہو دوسرے سے والضابط
ان من ابتلی ببلیتین فان تساویا خیر وان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ کلیہ اس مسئلہ کا یہ ہی کہ جو شخص مبتلا ہو دو بلاؤن مین مثلاً دو ناپاک کپڑون مین
سو اگر دونون برابر ہون نسبت نماز مین تو اُسکو اختیار ہی چاہے اُسکو لے چاہے اِسکو اور اگر دونون مختلف ہین یعنے ایک بلا کم ہی اور دوسری زیادہ تو
ہلکی کو اختیار کرے ھم مثلاً زخمی اگر سجدہ کرتا ہی تو زخم سیلان کرتا ہی اور نہین تو نہین وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اسواسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہی بے وضو ہونے
کے ساتھ نماز سے اور ترک سجدہ حالت اختیار مین بھی کر سکتا ہی مثلاً سواری پر نماز نفل اشارہ سے درست ہی تو حالت عذر مین ترک سجدہ کا مضائقہ نہین کذا
فی البحر ولو وجدت الحرۃ البالغۃ ساترا یستر بدنہا مع ربع راسہا یجب سترہا فلو ترکت ستر راسہا عادت بخلاف المراہقۃ لانہ لما سقط بعذر الرق
فبعذر الصبی اولے اور اگر آزاد جوان عورت نے پایا ایسا ساتر جو ڈھکتا ہی اُسکے بدن کو اُسکے چوتھائی سر کے ساتھ تو بدن اور چہارم سر کا ڈھکنا واجب
ہی یعنی فرض ہی دونون کا ڈھکنا تو اگر اپنے سر کا ڈھکنا چھوڑیگی تو نماز کا اعادہ کرے برخلاف قریب البلوغ عورت کے یعنے اگر وہ بدون سر ڈھکنے کے
نماز پڑھیگی تو اعادہ نماز کا ضرور نہین اسواسطے کہ سر کا ڈھکنا جبکہ ساقط ہو گیا تو لونڈی ہونے کے عذر سے تو لڑکپن کے عذر سے ساقط ہونا اولی ہی ھم شارح
کو علت بیان کرنا اس حدیث سے مناسب تھا کہ کوئی بالغ عورت نماز بدون سر ڈھانکنے کے نہ پڑھے کیونکہ شارح کے قول سے مفہوم ہوتا ہی کہ بعض اعضا کا ڈھکنا
لونڈی ہونے کی جہت سے ساقط ہی اُنکا ڈھکنا لڑکپن سے ساقط ہو جاوا لاکہ یہ کلیہ نہین کذا فی الشامی ولو کان المستتر اقل من ربع الراس لا یجب بل یندب
اور اگر ساتر ڈھکتا ہو کمتر چوتھائی سر سے تو اُسکو ڈھکنا واجب نہین بلکہ مستحب ہی لکن قولہ ولو وجد المکلف ما یستر بہ بعض العورۃ وجب استعمالہ
ذکرہ الکمال زاد الحلبی وان قل یقتضی وجوبہ مطلقا فتامل لیکن مصنف کا یہ قول اور اگر پاوے مکلف وہ چیز جس سے بعض برہنگی کو چھپاوے تو اُسکا
استعمال واجب ہی ذکر کیا ہی اُسکو کمال الدین نے فتح القدیر مین حلبی شارح منیہ نے اتنا زیادہ کیا ہی وان قل یعنے اگرچہ وہ ساتر قلیل ہو چاہتا ہی ساتر کے
استعمال کو مطلقاً خواہ چوتھائی کا ساتر ہو یا کمتر کا سو تامل کر اے مخاطب ھم یعنی مصنف کے دونون قولون مین تناقض ہی پہلا قول یہ ہی کہ چہارم سر سے
کمتر کا ڈھکنا واجب نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ بعض عورت کا ڈھکنا واجب ہی خواہ چہارم ہو یا کمتر حلبی محشی در المختار نے کہا کہ اگر کمال الدین کے کلام کو
سر کے سوا محمول کیجیے اسواسطے کہ سر کا عورت ہونا خفیف تر ہی باقی عورت سے اس دلیل سے کہ صلوۃ مراہقہ سر کھلی کی صحیح ہی تو اب تناقض باقی نرہیگا وتستیر

القبل والدبر اولاً اور ڈھکے پیشاب کی راہ کو اور پاخانہ کی راہ کو پہلے فان وجد مایستر احدہما قیل یستر الدبر لانہ افحش فی الرکوع والسجود وقیل القبل حکاہما فی البحر بلا ترجیح پھر اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپاوے بعضوں نے کہا دبر کو چھپاوے اسواسطے کہ اسکا کھلنا رکوع اور سجدہ مین فاحش تر اور قبیح تر ہی اور بعضون نے کہا قبل کو چھپاوے یعنے اسلیے کہ وہ قبلہ رخ ہی اور کوئی عضو اسکی آڑ نہین جیسے سرین مقعد کا حجاب ہین کذا فی الشامی نقل کیا ہی دونون قولون کو بحر الرائق مین بدون ترجیح کے وفی النہر الظاہر ان الخلاف فی الاولویۃ والتعلیل یفید انہ لوصلی بالایماء تعین ستر القبل ثم فخذہ ثم بطن المرأۃ وظہرہا ثم الرکبۃ ثم الباقی علی السواء اور نہر الفائق مین ہی کہ ظاہرا دونون قولون کا خلاف اولی ہونے مین ہی اور تعلیل یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود مین اسکا مفید ہی کہ اگر بدون رکوع اور سجود کے اشارہ سے نماز پڑھے تو قبل کا چھپانا متعین ہوگا پھر اسکے بعد ران کا پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کا پھر زانو کا پھر باقی بدن برابر ہی ہم ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہی نہ نہر الفائق سے یعنی اگر زیادہ ہووے کپڑا تو قبل کے بعد ران کو پھر عورت اپنے پیٹ اور پیٹھ کو پھر زانو کو چھپاوے کذا فی الطحطاوی واذا لم یجد المکلف المسافر مایزیل بہ نجاستہ او یقللہا لبعدہ میلا او لعطش صلی معہا او عاریا ولا اعادۃ علیہ اور اگر عاقل بالغ مسافر نپاوے اوس چیز کو جس سے نجاست کو دور کرے یا اسکو کم کر ڈالے بسبب دور ہونے مزیل کے کوس بھر یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑھے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہو کر اور اسپر اعادہ نماز کا نہین وینبغی لزومہا لو العجز عن مزیل وساتر بفعل العباد کما فی التیمم اور لزوم اعادہ نماز لائق ہی اگر عاجز ہونا مزیل نجاست اور ساتر سے بندون کے فعل سے ہو چنانچہ تیمم مین گذر گیا ہم یہ بحث ہی صاحب بحر الرائق کی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی ثم ہذا للمسافر لان المقیم یشترط طہارۃ الساتر وان لم یملکہ قہستانی پھر معلوم کر کہ یہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے حق مین ہی اسلیے کہ مقیم کے واسطے طہارت ساتر کی شرط ہی اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہو چنانچہ قہستانی مین ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے ساتھ بلاوجہ ہی والخامس النیۃ بالاجماع اور پانچوین شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہی بدلیل اجماع واتفاق ہم یعنی اشتراط نیت کی دلیل اجماع ہی نہ آیت (وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین) اسواسطے کہ عبادت سے یہان توحید مراد ہی تو یہ اخلاص یعنے خلوص ارادہ و نیت اس آیت سے توحید مین پایا گیا نہ عبادت مین اور یہ حدیث بھی دلیل نہین ہی کہ انما الاعمال بالنیات اسواسطے کہ اسمین تو نیت کا ثواب مراد ہی اور صحت سے تعرض نہین کذا فی الطحطاوی وہی الارادۃ المرجحۃ لاحد المتساویین اور نیت ارادہ ہی ترجیح دینے والا ایک چیز کا دو برابر چیزون سے ہم دو چیزین برابر چنانچہ کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلاً نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا دونون برابر ہین کہ بذات خود نہ فعل اسکا لازم اور محال ہی نہ ترک اسکا پھر جبکہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر صرف ارادہ سے ہوئی اسی ارادہ مرجحہ کو نیت کہتے ہین طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہین بلکہ عبارت ہی اوس ارادہ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہو اور علم مین اس سے پہلے ہو ای ارادۃ الصلوٰۃ للہ تعالی علی الخلوص یعنی نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالی کیواسطے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہد کا ہی یعنی نیت ہر ارادہ کا نام نہین بلکہ یہان ارادہ نماز کا مراد ہی خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نکرے عبادت مین نہ شرک جلی مشرکون کے مانند نہ شرک خفی ریاکارون کے طور پر لا مطلق العلم فی الاصح الا تری ان من علم الکفر لا یکفر ولو نواہ یکفر نیت عبارت ہی ارادہ مذکور سے نہ مطلق دانست سے صحیح تر قول مین کیا تو نہین دیکھتا کہ جسنے کفر کو جانا وہ کافر نہین ہوتا اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہی ہم غیر اصح عبد الواحد کا یہ قول ہی کہ نیت دانست کا نام ہی حالانکہ دونونکے مفہوم متبائن ہین ارادہ کو علم یعنے دانست لازم ہی اور دانست کو ارادہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیہا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان ان خالف القلب لانہ کلام لا نیۃ اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہی جسکو ارادہ لازم ہی تو کچھ اعتبار نہین زبان کے ذکر کا اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اسواسطے کہ زبانی ذکر کلام ہی نیت نہین ہی ہم جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ ضرر نہین مثلاً دل مین ارادہ ہو ظہر کا اور زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطا قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ تعیین عدد شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین

كذا فى الاشباه الا اذا عجز عن احضاره لهموم اصابته فيكفيه اللسان مجتبى مگر جبکہ آدمی عاجز ہو دل کے حاضر کرنے سے افکار اور تشویشات کے لاحق
ہونے سے تو اب اُسکو زبان کا عمل بجاے عمل دل کے کفایت کرتا ہی کذا فی المجتبی وهو اى عمل القلب ان يعلم عند الارادة بداهة بلا تامل اى صلوة
يصلى فلو لم يعلم الا بتامل لم يجز اور وہ یعنی دل کا عمل یہ ہی کہ جانے آدمی نماز کے وقت فوراً بدون غور اور تامل کے کہ کون سی نماز پڑھتا ہی سو اگر بجانے
اگر تامل کرنے سے تو نماز جائز نہین ہم یہ استحضار فقط نیت کے وقت شرط ہی تمام نماز مین شرط نہین یعنے اگر اتنا ر نماز مین نہوگا تو کچھ حرج نہین اور
اسمین کسی کو اختلاف نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار اور ارادہ نماز کے وقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہی
یہی قول مختار ہی وتكون بلفظ الماضى ولو فارسيا لانه الاغلب فى الانشارات وتصح بالحال قهستانى اور ہووے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھ جو
زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہی اگرچہ فارسی بولی مین ہو اسواسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہی انشارات مین یعنے اُن الفاظ مین جو ایجاد اشیا مین بولے جاتے
ہین چنانچہ معاملات مین اور صحیح ہی نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھ جو زمانہ موجود پر دلالت کرتا ہی کذا فی القہستانی شرح النقایہ لفظ حال سے صیغہ مضارع کا
مراد ہی جس سے فقط حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ استقبال سے وعدہ ٹھہریگا نہ وقوع تو عربی مین نیت بہ لفظ ماضی اسطرح ہی کہ
نويت ان اصلى الفجر اور فارسی مین یون کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذارم اور ہندی مین یون کہ نماز فجر کی مین نے نیت کی اور بلفظ حال اسطرح
كه اريد ان اصلى الفجر اور فارسی مین یون کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی مین یون کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہون وقيل سنة راتبة یعنے احببه او سنة
علمائنا اذ لم ينقل عن المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين بل قيل بدعة اور بعضون نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت مؤکدہ دائم العمل ہی
یعنے یہان سنت سے مراد یہ ہی کہ پسند کیا ہی اسکو یا اسکو طریقہ قرار دیا ہی ہمارے عالمون نے سنت شرعی یہان مراد نہین اسلیے کہ زبان سے
نیت کرنا جناب مصطفی علیہ الصلوة والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہین بلکہ بعضے عالمون نے اسکو بدعت
کہا ہی ہم بدعت سے یہان بدعت حسنہ مراد لیقول سنحمد ہی نہ بدعت سیئہ بحر الرائق مین کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہی اطمینان کے سبب سے نہ
اور وجہ سے یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہی اور زبان کے کہنے سے ارادہ دلی کو جمعیت ہو جاتی ہی اسلیے زبان سے کہنا مستحسن ہوا
كذا فى الطحطاوى وفى المحيط انه يقول اللهم انى اريد ان اصلى صلوة كذا فيسرلى ها وتقبلها منى وسيجى فى الحج اور محیط مین ہی کہ نماز کا پڑھنے والا یون
کہے کہ اے اللہ مین ارادہ کرتا ہون فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اسکو میرے لیے آسان کر دے اور میری طرف سے اسکو قبول کر اور عنقریب
اسکا بیان کتاب الحج مین آویگا ہم یہ مثال ہی نیت کی بلفظ حال نہر الفائق مین کہا کہ اکثر علما نے کہا ہی کہ یہ نیت حج کے واسطے مخصوص ہے
اسواسطے کہ حج زمانہ دراز مین پورا ہوتا ہی اور اسمین مشقتین بہت ہوتی ہین برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقديمها على التكبيرة
ولو قبل الوقت اور جائز ہی مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ تقدم نیت کی نماز کے وقت سے پہلے ہو ہم اور نماز کے مانند جمیع عبادات پر تقدم
نیت کی جائز ہی صحیح قول مین وفى البدائع خرج من منزله يريد الجماعة فلما انتهى الى الامام كبر ولم تحضره النية جاز ومفاده جواز تقديم
نية الاقتداء ايضا فليحفظ اور بدائع مین ہی کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہونچا تو اُسنے تکبیر تحریمہ
کی اور نیت اقتدا کی اسکو اُسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہی اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہی کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہی تو اسکو
یاد رکھنا چاہیے لیکن قہستانی مین ہی کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہین ما لم يوجد بينهما قاطعها من عمل غير لائق بصلوة
تقدیم نیت کی جائز ہی جب تک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنے والا نیت کا جو نماز کے مناسب نہین ہی پایا نجاے ہم عمل قاطع نیت
چنانچہ کھانا اور پینا اور لکڑی خرید کرنا کذا فی البحر وهو كل ما يمنع البناء اور وہ یعنی عمل غیر مناسب نماز وہ عمل ہی جو بنا ر نماز کا مانع ہی ہم اگر اتنا ء نماز مین

نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ چپ چاپ جاے اور دوسرا وضو کرکے بقیۂ نماز پڑہے اس بقیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ طلب آب اور وضو کرنا قاطع نیت نہوگا کیونکہ یہ دونون کام نماز کے اندر قاطع نہین ہوتے تو نماز کے خارج بطریق اولے قاطع نہونگے و شرط الشافعی قرانہا فیندب عندنا اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ شرط کیا ہی تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھ ہمارے نزدیک مستحب ہوگا اسواسطے کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہی اگرچہ ہمارے نزدیک قرآن شرط نہین ولا عبرۃ بنیۃ متاخرۃ عنہا علے المذہب وجوزہ الکرخی الی الرکوع اور اس نیت کا اعتبار نہین جو تحریمہ کے بعد ہو بنا بر صحیح مذہب کے اور کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز کہا ہی م شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی نے نہین کی بلکہ علمانے اُنکے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا ہی کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک و یکفی مطلق نیۃ الصلوٰۃ وان لم یقل للہ تعالی لنفل وسنۃ راتبۃ و تراویح علے المعتمد اذ تعینہا بوقوعہا وقت الشروع اور کفایت کرتی ہی مطلق نیت نماز کی نفل اور سنت مؤکدہ اور تراویح کے واسطے معتمد قول پر اگرچہ اُسنے نکہا ہو کہ اللہ تعالی کیواسطے نیت کرتا ہون اسلیے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا تعین ہونا ثابت ہوجاتا ہی اُنکے واقع ہونے سے شروع کرنے کے وقت م یعنے یون کہنا یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہون نفل کی یا سنت فجر کی مثلاً یا تراویح کی ضرور نہین بلکہ بلاقید نیت کرنا کافی ہی پہر جبکہ فجر کے وقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو سنت کا تعین حاصل ہوگا و قولہ وان لم یقل للہ بیان ہی اطلاق نیت کا والتعین احوط اور نفل یا سنت کا متعین کرلینا احوط ہی یعنے تعیین مین زیادہ تر احتیاط ہی اسواسطے کہ اطلاق اور تعیین کی تصحیح مین اختلاف ہی کذا فی البحر ولا بد من التعیین عند النیۃ فلو جہل الفرضیۃ لم یجز اور فرض نماز مین متعین کرلینا نیت کے وقت ضرور ہی تو اگر نماز کے فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اُسکی جائز نہوگی م ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز پڑھتا ہی لیکن اُنکا فرض ہونا نہین جانتا ہی تو اُسکی نماز جائز نہین اُسپر قضا کرنا واجب ہی کیونکہ اُسنے فرض معین کی نیت نہین کی کذا فی الطحطاوی ولو علم ولم یمیز الفرض من غیرہ ان نوی الفرض فی الکل جاز اور اگر اُسنے بعضی نمازون کو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نکیا فرض کو غیر فرض سے تو اگر سب نمازون مین فرض کی نیت کی تو جائز ہی یعنے اُسقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل وکذا الوام غیرہ فیما لا سنۃ قبلہا اور اسی طرح نماز جائز ہی اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت کی فرض کی نیت سے اُس نماز مین جسکے پہلے سنت نہین ہی م یعنے جو شخص فرض اور نفل کو ممتاز نہین کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے مغرب اور عصر اور عشا مین جنکے پہلے سنت مؤکدہ نہین تو مقتدیون اور امام کی نماز صحیح ہی اشباہ مین قنیہ سے منقول ہی کہ نمازی چھ قسم ہین پہلی قسم وہ نمازی ہی جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہی یعنی جانتا ہی کہ فرض وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب اور نکرنے مین عذاب ہی اور سنت وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب ہی اور نکرنے مین عذاب نہین سو اُسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی ہی ۲ وہ نمازی ہی جو فرض اور نفل کو جانتا ہی اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر یہ نہین جانتا کہ فرض کسقدر ہی اور سنت کتنی اُسکی بھی نماز درست ہی ۳ وہ نمازی ہی جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر فرض کے معنی نہین جانتا تو اُسکی نماز کفایت نہین کرتی ۴ وہ نمازی ہی جو یہ جانتا ہی کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہین اُنہین بعض نماز فرض ہی اور بعض نفل اور امتیاز نہین کرتا فرض اور نفل مین تو اُسکی نماز جائز نہین اسواسطے کہ فرض مین نیت کا معین کرنا شرط ہی اور بعضون نے کہا کہ اُسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہی ۵ وہ نمازی ہی جسنے یہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہی تو اُسکی نماز جائز ہی ۶ وہ نمازی ہی جو یہ نہین جانتا ہی کہ خدا کی نماز بندون پر فرض ہی ولیکن وہ پنجگانہ نماز پڑھتا ہی اُسکی نماز جائز نہین ہی انتہی ملخصًا الفرض انہ ظہر او عصر قرنہ بالیوم او الوقت اولا ہو الاصح یعنے ضرور ہی نیت کی تعیین فرض کیواسطے اسطرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہی یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ دن اور وقت کو ملاوے یا نملاوے یہی قول صحیح تر ہی م یعنی یون کہنا یا نیت کرنا کہ اصلی ظہر الیوم یا ظہر الوقت یعنی آج کی ظہر یا اسوقت کی ظہر ادا کرتا ہون کچھ ضرور نہین فقط ظہر یا عصر کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہی اصح قول مین

اسواسطے کہ وہ وقت تو اُسی کے واسطے متعین ہوگیا ہی ولو الفرض قضا نیت فرض کے تعین کی ضرورہو اگرچہ فرض قضا ہو لکنہ یعین ظہر یوم کذا

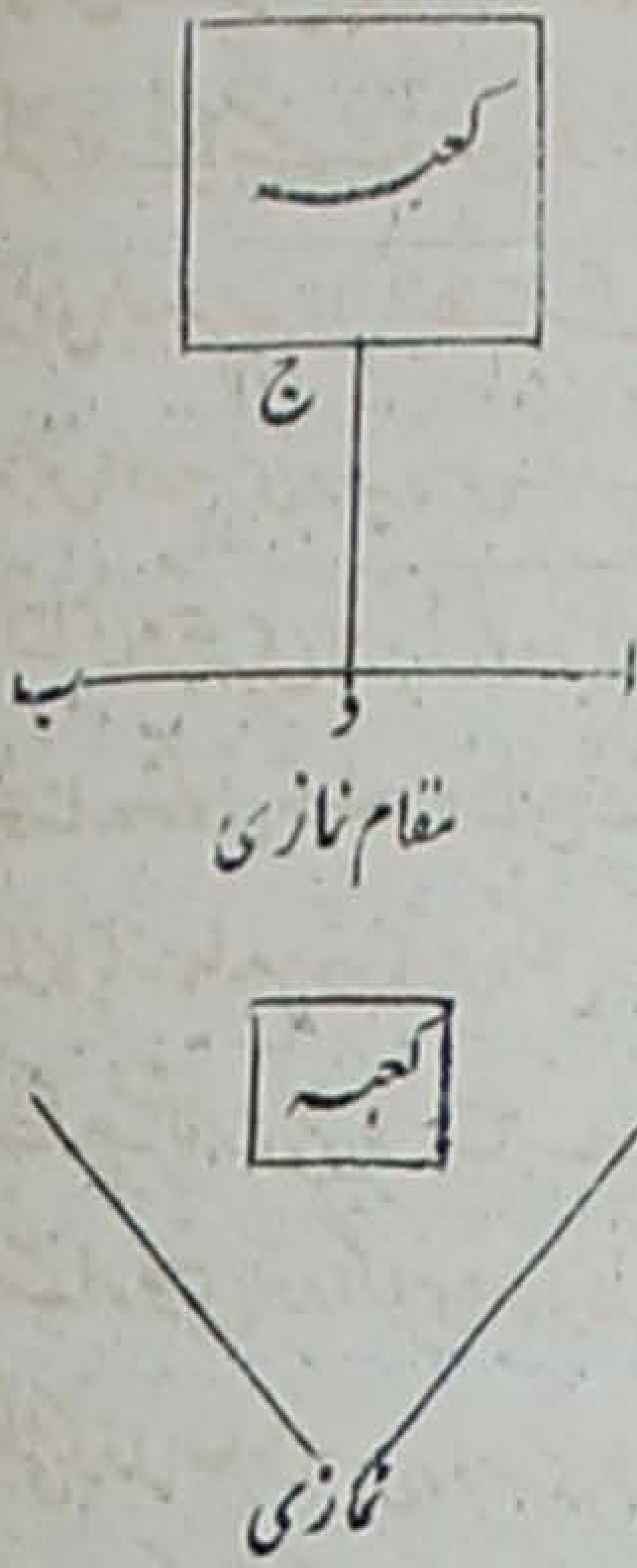
علے المعتمد لیکن قضا کا پڑھنے والا معین کرلے فلانے دن کی ظہر یا عصر کو بنا بر قول معتمد کے م یعنی قضا مین فقط ظہر یا عصر کا کہنا کفایت نہین کرتا بلکہ
معتمد قول یہ ہی کہ کہے فلانے دن کی ظہر پڑھتا ہون خواہ کثرت فوائت سے ترتیب ساقط ہوگئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور غیر معتمد قول یہ ہی کہ نیت تعیین کی
کثرت فوائت سے ساقط ہی کذا فی الطحطاوی والاسہل نیۃ اول ظہر علیہ او آخر ظہر اور تعیین نیت مین درصورت بہت سی قضا نمازون کے آسان تر
طریقہ یہ ہی کہ کہے کہ مین نیت کرتا ہون پہلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہی یا پچھلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہی م آسانی کی وجہ اس نیت مین یہ ہی کہ شاید تاریخ
اور دن قضا کے یاد نہون وفی القہستانی عن المنیۃ لایشترط ذلک فی الاصح ویجئی فی آخر الکتاب اور قہستانی مین منیۃ المصلی سے منقول ہی کہ قضا مین معین
کرنا نیت کا شرط نہین صحیح تر قول مین اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب مین یعنی مسائل شتے مین آویگا وواجب انہ وتر او نذر او سجود تلاوۃ اور ضرور
ہی نیت کا معین کرنا واجب نماز کیواسطے اسطرح کہ وہ وتر کی نماز ہی یا نذر کی یا سجدہ ہی تلاوت کا م وتر کی تعیین ضرور ہی لیکن اسکو واجب یا سنت کہنا
لازم نہین کیونکہ اسمین اختلاف ہی اور نذر نماز مین یون کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہون جو شفا کیواسطے یا فلانی حاجت کیواسطے مین نے نذر مانی تھی اسواسطے
کہ تعیین نذر کی نہین بدون ذکر کرنے اُسکے اسباب کے کذا فی الطحطاوی وکذا شکر بخلاف سہو اور اسی طرح ضرور ہی معین کرنا سجدۂ شکر کی نیت کا بخلاف
سجدۂ سہو کے کہ اسمین تعیین ضرور نہین م سجدۂ شکر اور سجدۂ سہو مین شارح سے سہو واقع ہوا یون کہنا ٹھیک تھا وکذا سہو بخلاف شکر یعنے اسی طرح ضرور
ہی معین کرنا سجدۂ سہو کا نہ سجدۂ شکر کا اسواسطے کہ سجدہ سہو کا واجب ہی اور سجدۂ شکر کا نفل ہی حالانکہ نفل مین تعیین نیت ضرور نہین یہ بحث ہی صاحب
نہر الفائق کی کہ تعیین نیت سہو مین واجب ہی نہ شکر مین کذا فی الطحطاوی مختصراً دون تعیین عدد رکعاتہ لحصولہا ضمنا فلا یضر الخطاء فی عددہا ضرور
نہین معین کرنا شمار رکعات کا فرض اور واجب مین کیونکہ رکعات تو ضمنا حاصل ہین یعنے تعیین رکعات تو حقتعالی کیطرف سے حاصل ہوچکی اُس مین تو
احتمال کمی بیشی کا نہین تو عدد رکعات مین چوکنا کچھ ضرر نہین کرتا یعنی جسکی تعیین ضرور نہین تو اُسمین خطا واقع ہونے سے کچھ ضرر نہین تو اگر ظہر مین مثلاً
تین رکعت کی اور فجر مین چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہی وینوی المقتدی المتابعۃ اور نیت کرے امام کے پیچھے پڑھنے والا امام کے پیچھے ہونے کی
یعنی یون ارادہ کرے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہون لم یقل ایضا لانہ لو نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوٰۃ الامام ولم یعین الصلوٰۃ صح فی الاصح وان لم
یعلم بہا لجعلہ نفسہ تبعا لصلوٰۃ الامام مصنف نے لفظ ایضا نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کیطرح یون نہ کہا کہ علاوہ نیت سابقہ کے مقتدی نیت متابعت کی بھی کرے
اسلیے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرلے اور نماز کو معین نکرے تو صحیح تر قول مین اقتدا درست ہوجائیگا گو مقتدی
امام کی نماز کو نجانتا ہو کیونکہ اُسنے تو اپنے آپ کو امام کا تابع کردیا ہی تو اُسکے لیے نماز کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہین م شامی نے کہا کہ تبعا لصلوٰۃ
الامام کی جگہ اگر شارح تبعاً للامام کہتا تو بہتر تھا جیسے زیلعی نے کہا ہی اسلیے مترجم نے دوسری لفظ کا ترجمہ کیا بخلاف ما لو نوی صلوٰۃ الامام وان انتظر تکبیرہ
فی الاصح لعدم نیۃ الاقتداء بخلاف اُس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اُسکے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے صحیح تر قول مین اور یہ صورت حکم سابق کے
خلاف ہی بسبب نہونے اقتدا کی نیت کے م یعنی اس صورت مین اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت اقتدا مفقود ہی اسلیے کہ جب امام کی نیت کی تو اس سے یہ لازم نہین
آتا کہ اقتدا کی نیت بھی کی ہو اسیطرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار بھی کبھی اقتدا کے لیے ہوتا ہی اور کبھی عادت کی وجہ سے تو دونو جھوتومین شک کی
وجہ سے مقتدی نہوگا کذا فی الشامی الا فی جمعۃ وجنازۃ وعید علی المختار لاختصاصہا بالجماعۃ مگر جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز مین مذہب مختار پر نیت اقتدا
ضرور نہین اسلیے کہ یہ نمازین جماعت کے ساتھ مخصوص ہین م یعنی تنہا نہین پڑھی جاتین تو جسوقت آدمی انکی نیت کریگا تو نیت اقتدا ضمنا ثابت ہوگی ولو
نوی فرض الوقت مع بقائہ جاز اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی ہوتے ہوئے تو یہ نیت کرنا جائز ہی یعنی اگر نماز مین صرف یہ

نیت کرے کہ فرض وقت پڑھتا ہون تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل مگر جمعہ کی نماز مین فرض وقت کی جائز نہین اسلیے کہ جمعہ کی
نماز عوض ہے اُس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہے نہ جمعہ الّا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہا فرض الوقت کما ہو رای البعض فتصح مگر یہ کہ نمازی
کے عندیہ اور اعتقاد مین ہو کہ جمعہ فرض وقت ہے ظہر کا بدل نہین چنانچہ بعض فقہا کی تجویز یہی ہے تو اُس صورت مین جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا
ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت ظہر کی نیت کی تو اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی تو جائز ہے اگرچہ جمعہ مین ہو
ہم فیض الغفار شرح المختار مین ہے کہ اگر نیت ظہر کے وقت کی جمعہ کے سوا مین کریگا تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہے اسلیے شارح نے شرنبلالیہ کی تبعیت سے
ولو فی الجمعۃ کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ اس حکم مین جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہین کذا فی الشامی ملتقطا ولو مع عدمہ بان کان قد خرج وہو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح
اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہونے کے ساتھ ہو اسطرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اُسکے نکلنے کو نجانتا ہو تو صحیح تر قول مین درست نہوگی م وقت کے
نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے کو جانکر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا فی الشامی ومثلہ فرض الوقت اور ظہر الوقت کی مثل ہے
حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نجانتا ہوگا تو یہ بھی اول مسئلہ کی طرح صحیح تر قول مین درست
نہوگی اور اشباہ مین جو درستی کا قول منقول ہے وہ اصح کے خلاف ہے کذا فی الشامی فالاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا لصحۃ القضاء بنیۃ الاداء وعکسہ ہو المختار پس
بہتر یہ ہے کہ نیت آج کے ظہر کی کرے واسطے اُسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ عین وقت مین پڑھے یا وقت نکل گیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے
ادا کی نیت سے مثل اُسکے عکس کے یعنے صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہے م یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہرچند وقت گذر بھی گیا ہو گا تب بھی
وہ نماز اُس روز کے ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اُسوقت کا ظہر نہ ٹھہریگا اور شارح نے جو یہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا بہ نیت
ادا اُسکا مطلب یہ ہے کہ وقت کے گذرنے پر اگر بے علمی مین ظہر الیوم کی نیت کریگا تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑھیگا حالانکہ یہ جائز ہے جیسے کوئی قیدی اٹکل سے
رمضان کے روزے رکھے اور بعد کو معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تھا تو اُسکے روزے درست ہونگے مگر اس تعلیل مین یہ خلل ہے کہ یہ اُسوقت مبنی ہے کہ نمازی ادا کی
نیت سے پڑھے اور اگر اُسکی نیت کچھ نہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اُسوقت یہ تعلیل نہ بنے گی کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی ومصلی الجنازۃ ینوی الصلوٰۃ للہ تعالیٰ
وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑھنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالیٰ کے لیے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لیے لانہ الواجب علیہ اسلیے
کہ نیت نماز اور دعا نمازی پر واجب ہے م طحطاوی نے کہا کہ اگر مرجع ضمیر لانہ کا نماز و دعا دونون کی طرف ہو تو یہ خلل رہیگا کہ دعا جنازہ مسنون ہے نہ واجب اسلیے
حلبی نے مرجع ضمیر صرف نیت صلوٰۃ قرار دیا ہے جو ینوی الصلوٰۃ سے سمجھا جاتا ہے اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا اس اعتبار سے ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہے کیونکہ
اُسمین قراءت اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہین اور اُسکا مؤید وہ قول ہے جو متن مین مذکور ہے کہ نماز جنازہ امام اعظم اور اُنکے اصحاب کے قول مین درحقیقت دعا ہے نماز
فیقول اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑھنے والا یون کہے کہ مین نماز پڑھتا ہون اللہ تعالیٰ کے لیے دعا مانگنے والا مردہ کے واسطے وان اشتبہ علیہ المیت ذکر ام
انثی یقول نویت ان اصلی مع الامام علی من یصلی علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہو کہ مرد ہے یا عورت تو وہ یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ
نماز پڑھون امام کے ساتھ جس شخص پر کہ امام نماز پڑھتا ہے وافاد فی الاشباہ بحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثی او عکسہ لم یجز اور اشباہ مین بحث کرکے یہ افادہ
کیا ہے کہ اگر نیت کی مذکر مردہ کی پھر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اسکا عکس کیا مردہ عورت کی نیت کی پھر ظاہر ہوا کہ مرد ہے تو نماز درست نہوگی م وجہ عدم جواز کی
یہ ہے کہ میت مثل امام کے ہے اُسکی تعیین مین چوک جانا ایسا ہے جیسا امام کی تعیین مین چوکنا تو جیسے امام کی تعیین مین چوکنے سے نماز درست نہین ہوتی ویسے ہی میت
کی تعیین مین خطا ہونے سے درست نہوگی مثلاً اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑھتا ہون پھر معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست نہوگی ہان اگر اشارہ کرکے کہے کہ اس
مرد پر پڑھتا ہون جو زید ہے پھر ظاہر ہو کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام مین خطا کرنا لغو ہو جاتا ہے کذا فی الشامی انہ لا یضر تعیین عدد الموتی الا اذا بان اکثر منہ

انہ اکثر لعدم نیۃ الزائد اور اشباہ مین یہ بھی مذکور ہی مردون کے عددون کا معین کرنا مضر نہین مگر جس صورت مین کہ ا ہو کہ شمار اُنکا نمازی کی تعیین سے
زیادہ ہو بسبب نہ پائے جانے نیت زائد از شمار کے یعنی اگر نمازی نے نیت دس جنازون کی کی اور وہ درحقیقت دس ہین یا کمتر تو نماز درست ہوگی اور اگر گیارہ
یا زیادہ ہونگے تو درست نہوگی کیونکہ جسقدر زیادہ ہین اُنکی نیت نہین پائی گئی طحطاوی نے کہا کہ اس صورت مین دس کی جو نیت کی ہی اُنکی بھی درست
نہوویگی کیونکہ دس غیر معین کی نیت کی ہی تو ہر جنازہ زائد ہو سکتا ہی اور زائد نیت مین داخل نہین اسی لیے سبکی نماز باطل ہوگی والامام ینوی صلوۃ فقط
اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے م یعنی کسی کے امام ہونے کی نیت نکرے اسلیے کہ وہ خاص اپنے حق مین تنہا پڑھنے والے کی طرح ہی اب یہان ایک
وہم ہوتا ہی کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہیے یعنے جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہی ویسیہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیے اس وہم کو مصنف
اور شارح نے آیندہ قول مین دفع کیا ولا یشترط لصحۃ الاقتداء نیۃ امامۃ المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد بہ لا قبلہ کما بحثہ فی الاشباہ لو ام رجالا
اور مشروط نہین اقتدا کی درستی کے لیے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورت مین کہ مردون کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنے
کے لیے امامت مقتدی کی نیت شرط ہی جبکہ کوئی امام کا اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو اشباہ مین بیان کیا ہی یعنے اقتدا کے صحیح ہونے کے لیے ضرور
نہین کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیے اور یہ نیت اسوقت ہو جب کوئی امام کی اقتدا کرے پہلے سے
یہ بھی ضرور نہین اگرچہ پہلے سے نیت کر لینی بھی جائز ہی فلا یحنث فی لا یؤم احدا ما لم ینو الامامۃ تو آدمی قسم مین جھوٹا نہوگا اس قسم مین کہ کسی کا امام نہونگا جبتک
کہ امامت کی نیت نکریگا م شارح نے یہ مسئلہ اپنے اس قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتدا کے لیے امام کو نیت امامت کی ضروری نہین اور صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک
شخص نے قسم کھائی کہ مین کسی کی امامت نکرونگا پھر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کھڑا ہوا تو لوگ اُسکے پیچھے نماز پڑھنے لگے پس اس صورت مین اُسکی قسم نہ ٹوٹیگی
اسلیے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہین ہوئی اسلیے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی بتصرف وان ام نساء
فان اقتدت بہ المرأۃ محاذیۃ لرجل فی غیر صلوۃ جنازۃ فلا بد لصحۃ صلوتہا من نیۃ امامتہا لئلا یلزم الفساد بالمحاذاۃ بلا التزام اور اگر نمازی عورتون کا
امام ہو تو اگر کوئی عورت اُسکا اقتدا کسی مرد کے برابر کھڑے ہو کر جنازہ کی نماز کے سوا مین کریگی تو اُس عورت کی نماز درست ہونے کے لیے اُسکی امامت کی
نیت ضرور ہوگی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے م صلوۃ جنازہ کو اسلیے استثنا کیا کہ اُسکے اندر نیت عورت کی
امامت کی بالاتفاق شرط نہین اور محاذاۃ سے وہ برابری مراد ہی جو اُن شروط کے ساتھ ہو جو آگے باب الامامۃ مین مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت
امامت ہی اور حاصل شارح کی تعلیل کا یہ ہی کہ اگر عورت کا اقتدا بدون نیت کے درست ہو جاوے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون لازم پکڑنے کے لازم آویگا
یعنے اگر بالفرض عورت مرد کے برابر کھڑی ہوگئی اور بدون نیت امامت کے اُسکا اقتدا صحیح ہو گیا تو چاہیے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہو جاوے
حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر بدون اُسکے لازم پکڑنے کے جائز نہین اسلیے عورت کی اقتدا کے لیے نیت اُسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیۃ
اختلف فیہ فقیل یشترط وقیل لا کجنازۃ اجماعا وکجمعۃ وعید علی الاصح خلاصۃ واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہو کر اقتدا نکیا تو اسمین اختلاف ہی بعض
نے کہا کہ صحت اقتدا کے لیے نیت امامت کی شرط ہی اور بعضون نے کہا کہ شرط نہین جیسے جنازہ مین بالاتفاق شرط نہین اور جیسے جمعہ اور عیدین مین اصح
قول پر شرط نہین م جمعہ اور عیدین مین اصح کی قید اسواسطے لگائی کہ جمہور کے نزدیک اُن دونون مین نیت امامت عورت کی شرط ہی کذا فی الطحطاوی وعلیہ
ان لم تحاذ احدا تمت صلوتہا والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لیے اسکی امامت کی نیت شرط نہین یہ ہی کہ عورت کسیکی محاذی یعنے برابر آگے بڑھی ہوئی
نہوگی تب تو اُسکی نماز پوری ہوگی اور آگے بڑھ جاویگی یا برابر ہوگی تو اُسکا اقتدا باقی نرہیگا اور نماز تمام نہوگی ونیۃ استقبال القبلۃ لیست بشرط
مطلقا علی الراجح اور نیت قبلہ کیطرف منہ کرنے کی شرط نہین ہر حال مین یعنی خواہ نمازی کعبہ کے قریب ہو یا دور جنگل مین ہو یا مسجد مین بنا بر قول قوی کے م مقابل

قول قوی ہے کہ قول ضعیف ہے کہ چونکہ قریب شخص کے لیے کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہے بالاتفاق اور دور والے کو یہ امر ممکن نہیں ہے اسلیے کہ دل مین نیت کرلے اسلیے دور والیکو نیت قبلہ کیطرف مُنھ کرنے کی شرط کی گئی فافقیل لونوی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز بتفرع علی المرجوح تو یہ جو کسی نے کہا ہے کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہو گی یہ مسئلہ قول ضعیف پر متفرع ہے م یعنے جو لوگ نیت قبلہ رخ ہونے کی شرط کہتے ہین اُنکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف مُنھ کرنے کی نیت ہو گی تو درست نہو گی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت کی جائز نہو گی اسلیے کہ کعبہ میدان خاص ہوا کا نام ہے نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بنانے کے وقت کھڑے ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہے غرضکہ ان صورتون مین عین کعبہ کیطرف مُنھ کرنے کی نیت نہین پائی جاتی اسلیے اُنکے نزدیک نماز بھی درست نہو گی اور یہ قول ضعیف ہے اور قول قوی کے بموجب نماز درست ہوگی اسلیے کہ جب نیت کعبہ شرط نہین تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہو گا کذا فی الشامی ملتقطاً کنیۃ تعیین الامام فی صحۃ الاقتداء فانہا لیست بشرط جیسے نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی مین کہ وہ بھی شرط نہین فلو ائتم بہ یظنہ زیدا فاذا ہو بکر صح مثلاً اگر امام کا اقتدا کیا اسکو زید سمجھکر پس وہ بکر نکلا تو اقتدا درست ہو گا اسلیے کہ اُسنے امام موجود کے اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اُسکا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کیا نقصان ہے کیونکہ اعتبار نیت کا ہے نہ سمجھ کا کذا فی الحلبیۃ الا اذا نواہ باسمہ فبان غیرہ مگر اس صورت مین اقتدا درست نہین کہ امام کو اُسکے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنے اقتدا مین امام موجود کی نیت نہ کی بلکہ اقتدا زید کی نیت کی خواہ اُسکا نام زبان سے کہا یا نہ کہا تو اب اگر وہ عمرو ہو گا تو اقتدا درست نہو گا کیونکہ نیت کا اعتبار ہے اور اُسنے امام حاضر کے غیر کے اقتدا کی نیت کی اسلیے صحیح نہوئی الا اذا عرفہ بمکان کالقائم فی المحراب او اشارۃ کہذا الامام الذی ہو زید مگر نام کے ساتھ تعیین مین اُسوقت اقتدا درست ہو گا کہ امام کا پتا درست بتادے مثلاً یون کہے کہ زید جو محراب مین کھڑا ہے یا اشارہ سے اسکو بتادے کہ یہ امام جو زید ہے تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اشارہ کردینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ مختصۃ کہذا الشاب فاذا ہو شیخ فلا یصح ہان اگر کسی صفت خاص سے اشارہ کریگا اور وہ صفت امام مین نپائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہو گا مثلاً یون کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہے تو اقتدا صحیح نہین وبعکسہ یصح لان الشاب یدعی شیخا لعلمہ اور اسکے عکس مین اقتدا درست ہے یعنی اگر نیت کی کہ اس بوڑھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہے کیونکہ جوان کو اُسکے علم کی جہت سے شیخ کہا کرتے ہین وفی المجتبی نوی ان لا یصلی الا خلف من ہو علی مذہبہ فاذا ہو غیرہ لم یجز اور مجتبی مین ہے کہ مقتدی نے نیت کی کہ اُسکے پیچھے نماز پڑھتا ہون جو میرے طریق پر ہے اور پھر وہ اُس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہو گا م وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ جب اُسنے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو گویا اُسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی عن المنیۃ فائدہ یہ ایک کام کی بات ہے لما کان الاعتبار بالتسمیۃ عندنا لم یختص ثواب الصلوۃ فی مسجدہ علیہ الصلوۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ۔ چونکہ ہم حنفیون کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہے (یعنے اُس صورت مین کہ اشارہ نہو) اسلیے ثواب نماز کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف مین مخصوص اُس مقدار پر نہو گا جو آپ کے عہد مبارک مین تھی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م یعنی یہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین بہتر ہے ہزار نمازون سے اُسکے سوا دوسری مسجدون مین سوا مسجد حرام کے تو یہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اُسقدر مسجد پر مخصوص نہین جو حضرت کے وقت مبارک مین تھی بلکہ مسجد شریف مین جو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور ولید اور مہدی نے اضافہ کیا ہے اُس زیادہ کی ہوئی مین بھی ایک نماز ہزار کے برابر ہو گی اسلیے کہ حدیث مین میری مسجد ارشاد فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ جو مسجد اب موجود ہے وہ سب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے تو بڑھی ہوئی مقدار مین بھی ثواب ہزار گنا ہو گا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص اسی مقدار کے ساتھ کیا ہے جو آپ کے عہد مبارک مین تھی وہ یہ فرماتے ہین کہ حدیث مین سوا نام لینے کے اشارہ بھی ہے کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہے یعنے میری اس مسجد مین جس سے جگہ خاص جو اُس روز موجود تھی مراد ہے پس بڑھی ہوئی مقدار اُسمین داخل نہو گی اسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیے اور حنفیہ جواب دیتے ہین کہ یہ اشارہ جگہ کے خاص

کرنے کے لیے نہین بلکہ اسلیے ہو کہ مسجد مدینہ مطہرہ کے سوا اور مساجد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہین وہ اس فضیلت مین داخل نہین کذا فی الشامی بتصرف والسادس استقبال القبلۃ حقیقۃ او حکما کالعاجز اور چھٹی شرط نماز کی کعبہ کیطرف منھ کرنا ہو خواہ حقیقت مین ہو یا حکما ہو جیسے عاجز یعنے وہ شخص کہ مرض یا دشمن کے ڈر سے یا قبلہ کے نہ معلوم ہونے کی جہت سے قبلہ رخ نہین ہو سکتا تو جسطرف کہ مریض و خائف اپنا منہ کر سکتے ہین یا قبلہ کا نجاننے والا اٹکل سے کسیطرف کو قبلہ ٹھہراتا ہو وہ انکا قبلہ حکمی ہو والشرط حصولہ لا طلبہ اور شرط قبلہ رخ ہونا ہو نہ اسکا طلب کرنا یعنے شرط صرف اسقدر ہو کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاے اس مقابلہ کا طلب کرنا شرط نہین یعنی سین اور ت استقبال مین بمعنی طلب نہین ہان جس صورت مین کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو اسوقت طلب شرط ہو گی کذا فی الشامی عن الحلیۃ وھو شرط زائد للابتلاء یسقط للعجز اور کعبہ کیطرف منھ کا ہونا ایک زائد شرط ہو بندون کے امتحان کے لیے ساقط ہو جاتی ہو عاجزی کے سبب سے مرزائد شرط یہ ہو یعنی عبادت مین مقصود نہین اور امتحان سے یہ مراد ہو کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالی پر جہت کو محال جانتا ہو اسکی اصل پیدائش اسکی مقتضی ہو کہ نماز مین کسی خاص طرف کو منھ نہ کرے اسلیے اللہ تعالی نے مکلف بندون کو ایسی بات کا حکم کیا جو انکی مقتضاے اصل پیدائش کے خلاف ہو تا کہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہین یا نہین کذا فی الحلبی حتے لو سجد للکعبۃ نفسھا کفر یہانتک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ کریگا تو کافر ہو جائیگا یعنے جب کعبہ کیطرف منھ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالی ہو تو عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہو گا کذا فی الشامی فللمکی وکذا المدنی لثبوت قبلتھا بالوحی اصابۃ عینھا یعم المعاین وغیرہ لکن فی البحر انہ ضعیف والاصح ان من بینہ وبینھا حائل کالغائب واقرہ المصنف قائلا فالمراد بقولی فللمکی مکی یعاین الکعبۃ تو مکہ کے رہنے والے کا قبلہ اور اسیطرح مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہو عین کعبہ کی سیدھ ہو یہ قول ماتن کا عام ہو کعبہ کے دیکھنے والیکو یعنے سب اہل مکہ اور مدینہ کو نماز مین عین کعبہ کی سیدھ پہ نماز پڑھنی چاہیے شامی نے کہا کہ لام للمکی کا بمعنی علے ہو یعنے مکی پر واجب ہو سیدھ باندھنی کعبہ کی مگر بحر الرائق مین ہو کہ یہ قول ضعیف ہو اور صحیح تر قول یہ ہو کہ جس شخص کے اور کعبہ کے درمیان مین آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اسکا حال مثل غائب کے ہو یعنی اسکا قبلہ جہت کعبہ ہو نہ عین کعبہ اور ثابت رکھا ہو اس قول کو مصنف نے یہ کہکر کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہو جو کعبہ کو دیکھتا ہو ولغیرہ ای غیر معاینھا اصابۃ جھتھا اور مکی کے سوا کا قبلہ یعنے اس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہو سیدھ ہو کعبہ کی جہت کی بان یبقی شیء من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ او لھوائھا بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلھا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اخر یقطعہ علے زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منح یعنی کچھ چہرہ کی سطح مقابل کعبہ کے یا ہوا کعبہ کے باقی رہے اسطرح کہ جو شخص بعض شہرون مین حقیقت مین کعبہ کیطرف کو منھ کیے ہو اسکے چہرہ کی سیدھ سے ایک خط زاویہ قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جاے اور ایک دوسرا خط اس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اس شخص کے داہنے بائین قطع کرے تو یہ خط دوسرا جو کعبہ کے مقابل ہو گا جہت کعبہ کی ہو گی کذا فی المنح م جہت کے معنون مین شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد کا سمجھنا دشوار ہو گیا اسلیے تعریف جہت کی ایسی طرح پر کرنی جس سے مقصود معلوم ہو جاے ضروری ہو معراج مین جہت کی تعریف یہ لکھی ہو کہ جہت کعبہ وہ طرف ہو کہ جب آدمی اسکی طرف منھ کرے تو کعبہ کا یا اسکی ہوا کا مقابلہ تحقیقا ہو جاے یا تقریبا اور مقابلہ تحقیقی سے یہ غرض ہو کہ اگر ایک خط اسکے چہرہ کی سیدھ سے افق پر عمود کھینچا جاے تو وہ کعبہ پر یا اسکی ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہ ہو کہ خط مذکور کعبہ یا اسکی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اس سے بالکل مقابلہ جاتا رہے بلکہ کسیقدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اسکی ہوا کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنے کے دو طریق ہین ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو ہم تشریح سے لکھتے ہین فرض کرو کہ نقطہ د پر ایک نمازی ہو جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہو تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اسکی ہوا پر نقطہ ج مین ملاقی ہوتا ہو اس خط د ج پر اگر ایک عمود نمازی کے داہنے بائین نکالو مثلا ا ب تو خط ا ب جہت کعبہ کی ہو گی یعنی جو شخص اس خط پر سواے نقطہ د کے کسی جگہ دہنے یا بائین ہو جائیگا تو وہ تقریبا مقابل کعبہ کا یا اسکی ہوا کا ہو گا اسلیے کہ تھوڑے فاصلہ مین تو ذرا سا دہنے بائین ہٹ جانے سے مقابلہ جاتا رہتا ہو اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہو تو اسی کے



مناسب سرکنے سے مقابلہ جاتا ہی تھوڑا سا دہنے بائین ہونے سے نہین جاتا مثلاً چاند جو لوگون سے بہت دور ہی تمام شہر کے آدمیون کو یکسان معلوم ہوگا یعنی اگر ایک کے سر پر ایک جگہ ہوگا تو اُسوقت سب شہر کے لوگون کو ہر جگہ سر پر ہی معلوم ہوگا اسیطرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا ہی تو مقابل تحقیقی کے مقام سے اِدھر اُدھر ٹل جانے سے مقابلہ زائل نہین ہوتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے اکثر شہرون کی مسجدین ایک سمت کو ہین ✣

دوسرا طریق جہت معلوم ہونے کا یہ ہی کہ نمازی کی آنکھون کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کھینچے جائین کہ وہ ایک دوسرے سے ملکر زاویہ قائمہ سے کم بنائین تو اگر کعبہ اِن دونون خطون کے درمیان مین واقع ہوگا تو مقابلہ زائل نہوگا ورنہ زائل ہوگا اُسکی صورت یہ ہی کذا فی الشامی بتصرف قلت فھذا معنی التیامن والتیاسر فی عبارۃ الدرر مترجم مین کہتا ہون کہ یہی معنی ہین دہنے بائین ہٹنے کے درر کی عبارت مین تو اِسکو خوب دیکھ بھال لے کہ مطلب دقیق ہی ہم یعنے درر کا یہ مطلب نہین کہ کعبہ کو دہنی طرف کرلے یا بائین طرف کہ اِسصورت مین قطعاً مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہ ہی کہ خط جہت پر دہنے بائین ہونے سے مقابلہ بنا رہتا ہی جیسا ہمنے اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول مین وتعرف بالدلیل اور قبلہ پہچانا جاتا ہی اُس علامت سے جو قبلہ کو بتائے وھو فی القریٰ والامصار محاریب الصحابۃ والتابعین وفی المفاوز والبحار النجوم کالقطب اور علامت قبلہ شہرون اور گانون مین مسجدین صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ہین اور جنگلون اور سمندرون مین ستارے ہین جیسے قطب یعنی جس جگہ مسجدین قدیم موجود ہون وہان سمت قبلہ کی اُنسے معلوم ہوسکتی ہی ورنہ قطب وغیرہ ستارون سے مثلاً ہندوستان کے اکثر شہرون مین قطب نمازی کے دہنے شانہ پر رہتا ہی تو رات کو ہر جگہ اُس سے سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہی والا من الاہل العالم بہا ممن لو صاح بہ سمعہ اور نہین تو اُس جگہ کے باشندہ قبلہ کے جاننے والے سے پوچھا جاے اور باشندہ اُنہین سے ہو کہ اگر نمازی اُسکو زور سے پکارے تو وہ اُسکی پکار سن لے م یعنی اگر نہ مسجدین ہون نہ قطب سے حال کھلے نہ کوئی آلہ مثل قبلہ نما کے پاس ہو تو سمت قبلہ کو اُس جگہ کے باشندے سے پوچھا چاہیے اُس سے پوچھنے مین دو شرطین ہین ایک یہ کہ قبلہ کا جاننے والا ہو نہر الفائق مین کہا کہ اُسکے ساتھ یہ بھی چاہیے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اُس سے معلوم ہوا کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اس باب مین مفید نہین دوسرے یہ کہ نمازی کی پکار سنے طحطاوی نے کہا کہ ممن لو صاح بدل پڑا ہی اہل سے والمعتبر فی القبلۃ العرصۃ لا البناء فھی من الارض السابعۃ الی العرش اور قبلہ کے باب مین معتبر کشادگی اور میدان کعبہ ہی نہ اُسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سے لیکر عرش تک ہی طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہرے کنوئین یا اونچے پہاڑون پر نماز پڑھیگا تو اُسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چھت پر نماز جائز ہی پس اگر قبلہ عمارت ہوتی تو نماز صحیح نہوتی وقبلۃ العاجز عنہا لمرض وان وجد موجہا عند الامام او خوف مال وکذا کل من سقط عنہ الارکان جہتہ قدرتہ ولو مضطجعا بایماء لخوف مدو یہ عدو اور قبلہ اُس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سے قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ کر دینے والے کو پاوے امام کے نزدیک یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سے قبلہ کیطرف ہونے سے عاجز ہوا اسیطرح ہر شخص جس سے ارکان نماز ساقط ہوگئی ہون ہر ایک کا قبلہ اُسکی قدرت کی جہت ہی یعنے جدھر کو پڑھسکتا ہو دہے قبلہ رخ ہونا لازم نہین اسلیے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہین اور امتحان ایسی صورت مین بھی حاصل ہی اگرچہ دشمن کے دیکھنے کے خوف سے نماز لیٹ کر اشارہ سے پڑھے م امام کے نزدیک اسلیے کہا کہ صاحبین کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رخ ہوسکتا ہو اور دوسرا اُسکے پاس موجود ہو تو اُسکو جہت قدرت کیطرف نماز درست نہوگی اور جس سے ارکان نماز کے ساقط ہوگئے ہون اُسکی مثال بوڑھا آدمی ہی جو پیری کے ضعف سے قیام وقعود نہین کرسکتا

تو اس سے قبلہ رخ ہونا بھی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے سقوط ارکان کی دشمن کے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی ہے یعنی اگر آدمی کو خوف ہو کہ کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لیگا تو اُسپر سے ارکان ساقط ہو جائینگے لیکر اشارہ سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورتمین ساقط ہوجا کذا فی البحر ولم یعد لان الطاعۃ بحسب الطاقۃ اور اس نماز کا اعادہ نکرے اسلیے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی یہ عذر آسمانی ہین کسی مخلوق کی جہت سے نہین یعنے مرض اور پیری وغیرہ کسی کے کرنے سے نہین ہوتی ہے یہانتک کہ خوف بھی کسی کے کرنے سے پیدا نہین ہوتا اسلیے ان عذرونمین نماز کا دوبارہ پڑھنا نہین کذا فی الشامی ویتحری ہو بذل المجہود لنیل المقصود عاجز عن معرفۃ القبلۃ بما مر اور تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے بذریعہ اُن اُمور کے جو بیشتر گذرے یعنی مسجد ہو نہ ستارہ نہ کوئی بتانیوالا شارح نے کہا کہ تحری کے معنی ہین کوشش کا کرنا مقصود حاصل کرنے کے لیے اور مراد تحری سے یہان اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے یعنی اگر مسجد وغیرہ سے قبلہ کا پتا نہ معلوم ہو تو نمازی اٹکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرائے فان ظہر خطاؤہ لم یعد لما مر پس اگر نماز کے بعد اٹکل مین خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے اسوجہ سے کہ پیشتر گذری یعنی طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے اُسنے نماز پڑھنے مین وہ امر کر لیا تھا جو اسکی طاقت مین تھا وان علم بہ فی صلوٰۃ او تحول رایہ ولو فی سجود سہو استدار وبنی اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اسکی رائے بدلگئی اگرچہ سہو کے سجدون مین بدلی ہو تو اُسی وقت پھر جاوے اور بنا کرے یعنے اگر نماز کے اندر رائے بدلگئی کہ قبلہ اسطرف نہین دوسری طرف ہے تو دوسری طرف فورا پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی اور بنا کرنیکا مطلب یہ ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے از سرنو نماز نہ پڑھے یعنی رائے کی غلطی سے پہلے کی نماز جاتی نہین رہی وہ بھی قائم ہے باقی کو اُسی پر بنا کرے حتی لو صلی کل رکعۃ لجہۃ جاز ولو بمکۃ او مسجد مظلم حتے کہ اگر ہر رکعت کو جداگانہ جہت کو پڑھیگا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نمازی مکہ مین ہو یا کسی مسجد تاریک مین ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اُسنے ایکطرف اٹکل سے ایک رکعت پڑھی دوسری رکعت مین اسکی اٹکل دوسری طرف ہو گئی تو دوسری رکعت اُسطرف کو ادا کی اسیطرح نماز کے آخر تک تو یہ نماز جائز ہے اور مکہ مین ہونیکی یہ صورت ہے کہ مکہ مین مقید ہو اور ایسا شخص پاس نہو جس سے قبلہ دریافت کرے پھر اٹکل سے نماز پڑھے اور اسمین خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی ولا یلزمہ قرع الابواب ومس الجدران اور لازم نہین نمازی کو لوگون کے دروازونکا ٹھوکنا کہ کوئی قبلہ بتادے اور دیوارون کو ٹٹولنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندھیری رات مین اگر مسجد مین جاوے اور قبلہ نہ سوجھے تو اٹکل کرلے لوگون کے پاس قبلہ پوچھتا نہ پھرے اور نہ دیوارون کو ٹٹولے صاحب مفتاح نے کہا کہ یہ حکم بعض مسجدون مین ہو سکتا ہے مگر اکثر مین تو محراب قبلہ اندھیری مین بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدون مین اٹکل نکرے کذا فی الشامی ولو اعمی فسواہ رجل بنی ولم یقتد الرجل بہ اور اگر نمازی اندھا ہے اور اسکو کسی شخص نے سیدھا قبلہ کیطرف کر دیا تو وہ اندھا نماز کو پہلی ہی نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنیوالا شخص اندھے کا اقتدا نکرے اسلیے کہ اُسکو معلوم ہو گیا کہ شروع کی نماز اندھے کی قبلہ رخ نہین تھی ولا المتحول ورنہ اُس اٹکل کرنیوالے کا اقتدا کرے جو ایک طرف کو ترک کرکے نماز کے اندر ہی دوسری طرف پھر گیا ہو شامی نے کہا کہ اسمین یہ قید ہے کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اسکو معلوم نہو تو اقتدا مین کچھ خرابی نہین ولو اتم متحریا لا محرم لم یجز ان اخطار الامام اور اگر کسی تحری کرنے والے کا اقتدا کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری مین غلطی کی ہوگی تو اقتدا درست نہوگا اسلیے کہ اشتباہ کی صورت مین بدون تحری کی نماز جب ہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ کیطرف ہو مگر امام کی نماز درست ہے کہ اُسنے تحری کے بعد پڑھی ولو سلم فتحول رای مسبوق ولاحق استدار المسبوق واستانف اللاحق اور اگر امام نے سلام پھیرا پھر رای مسبوق اور لاحق کی بدلگئی یعنے انکی رائے مین قبلہ اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی رائے کی سمت کیطرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز از سرنو پڑھے ہم مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا زیادہ رکعت اسکو نہ ملی ہو اسکو پھرنے کا حکم اسلیے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے مین مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر رائے بدل جانے سے پھرنا پڑتا ہے ویسے ہی مسبوق کو پھرنا ہوگا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ مین مثلاً وضو کے جانے یا اور کسی عذر سے کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر مین پھر شریک ہو گیا تو اسکا حکم یہ ہے کہ نماز از سرنو پڑھے اسلیے کہ باقی نماز مین یہ حکماً امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو اور اسکو معلوم ہو کہ قبلہ امام کے منھ کی

طرف نہین دوسری طرف کو ہو تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہین کر سکتا اسلیے کہ اگر دوسری طرف کو مُنھ پھیرتا ہو تو امام کی مخالفت لازم آتی ہو جو نماز کی مفسد ہو اور اگر نہین پھیرتا تو جان بوجھکر قبلہ کے سوا اور طرف کو نماز پڑھتا ہو یہ بھی مفسد نماز ہو تو یہی حال لاحق کا بھی ہو جب نماز کی اصلاح گھومنے سے نہین ہو سکتی اسلیے از سر نو پڑھے کذا فی الشامی ملخصًا ومن لم یقع تحریه علی شی صلی الی اربع جهات احتیاطًا اور جسکی اٹکل کسی طرف کو نہو بلکہ سب طرفین قبلہ ہونے مین اُسکے نزدیک برابر ہون تو وہ ہر طرف کو ایکبار نماز پڑھے بلحاظ احتیاط کے م جب نمازی قبلہ کے لیے چارون طرف اٹکل دوڑاوے اور کسیطرف نہ سمجھے تو اُسمین تین قول ہین ایک یہ کہ نماز مین تاخیر کرے جبتک کہ ایکطرف قبلہ اُسکے عندیہ مین ظاہر ہو دوسرے یہ کہ چارون طرف کو ایک ایک نماز پڑھ لے تیسرے یہ کہ اُسکو اختیار ہو چاہے تاخیر کرے چاہے چار نمازین پڑھے مگر فتاوے عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہو کہ زیادہ درست دوسرا قول ہو اسلیے شارح نے اُسکو اختیار کیا اور شرح منیہ مین بھی اسیکو احوط کہا ہو کذا فی الشامی ملخصًا ومن تحول رایه لجهة الاولی استدار اور جس شخص کی راے پہلی طرف کو پھر جاے وہ اسیطرف کو پھر جاے یعنے کچھ نماز ایک طرف کو تحری کے بعد پڑھی پھر نماز مین دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اُسطرف کو پھر گیا اُسکے بعد پھر اول ہی جانب پر راے آگئی تو اسیطرف کو ہو جاوے اور خلاصہ مین ایک قول یہ ہو کہ از سر نو پڑھے مگر تاتارخانیہ اور قہستانی نے اول قول کو مقدم کہا ہو اور طحطاوی اور شامی نے بھی اُسکو وجہ ذکر کیا ہو ومن تذکر ترک سجدة من الاولی استانف اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹ جانا یاد آیا وہ از سر نو نماز پڑھے م صورت اُسکی یہ ہو کہ ایک شخص نے تحری کے بعد ایک رکعت ایک جانب کو پڑھی پھر راے بدلگئی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھنے لگا اُسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ اگر سجدہ مذکور اُس جانب کو کرتا ہو جدھر دوسری رکعت پڑھتا ہو تو سجدہ قبلہ کیطرف نہوگا اسلیے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہ طرف نہ تھی اور یہ سجدہ رکعت مذکور کا جز ہو اور اگر پہلی رکعت کے قبلہ کیطرف کو کرتا ہو تو جو طرف اب اسکے نزدیک قبلہ ہو اُس سے پھرنا لازم آتا ہو اسلیے نماز از سر نو پڑھے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب لترکه فرض التحری اور جو شخص قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہو اگر وہ نماز کو بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹھیک قبلہ کو پڑھتا ہو اسلیے کہ اُسنے فرض تحری کو چھوڑ دیا یعنی در صورت اشتباہ قبلہ کے تحری فرض تھی اُسکو اُسنے چھوڑ دیا الا اذا علم اصابته بعد فراغه فلا یعید اتفاقًا مگر جب اپنے فارغ ہونے کے بعد ٹھیک قبلہ کو ہونا جانے تو دوبارہ نماز نہ پڑھے بالاتفاق بخلاف مخالف جهة تحریه فانه یستانف مطلقًا بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑھنے والے کے کہ وہ از سر نو پڑھے ہر حال مین یعنی اگر تحری ایک طرف پر ہوئی اور اُسنے دوسری طرف نماز پڑھی تو نماز کو پھر سے پڑھے ہر حال مین یعنے خواہ نماز مین جانے کہ ٹھیک قبلہ کی طرف پڑھی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانے یا کچھ بھی معلوم نہو اور امام اعظم سے مروی ہو کہ اُس شخص پر خوف کفر ہو کذا فی الشامی کمصل علی انه محدث او ثوبه نجس او الوقت لم یدخل فبان بخلافه لم یجز جیسے نماز پڑھنے والا اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہو یا اُسکا کپڑا ناپاک ہو یا وقت نہین آیا پھر اسکا خلاف معلوم ہوا تو اُسکی نماز درست نہوگی وہ بھی نماز از سر نو پڑھے وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہو کہ اُسکے عندیہ مین نماز فاسد ہو چکی ہو تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی صلی جماعة عند اشتباه القبلة فلو لم تشتبه ان اصاب جاز بالتحری مع امام وتبین انهم صلوا الی جهات مختلفة ومن تیقن منهم مخالفة امامه فی الجهة او تقدمه علیه حالة الاداء اما بعده فلا تفسد لم تجز صلوته ایک جماعت نے نماز پڑھی قبلہ کے مشتبہ ہونے کے وقت تحری سے ایک امام کے ساتھ اور ظاہر ہوا کہ اُنھون نے مختلف سمتون کیطرف نماز پڑھی تو جس شخص کو اُنمین سے یقین ہوا حالت ادا مین یعنی غلبہ ظن ہوا کذا فی الفیض کہ اُسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑھی یا امام سے آگے بڑھنے کا یقین ہوا تو اُسکی نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اُسکو مضر نہین شارح نے کہا کہ اگر قبلہ مشتبہ نہ تھا تو اگر نمازی ٹھیک طرف کو پڑھیگا تو درست ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا شخص موجود تھا جس سے قبلہ پوچھ لینا ممکن تھا مگر بدون دریافت کے تحری سے نماز پڑھی تو اگر ٹھیک قبلہ کیطرف کو پڑھی ہوگی تو درست ہوگی ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالة الاداء ظرف ہو تیقن مخالفته کا اور تقدم کو اس سے کچھ علاقہ نہین اسلیے کہ آگے بڑھنے سے تو نماز ہر صورت سے درست نہین خواہ حالت ادا مین آگے بڑھنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لاعتقاده خطاء

امامہ ولتنرکہ فرض المقام حالت ادا ہین امام کی مخالفت معلوم کرنے والے کی نماز اسلیے نہوگی کہ اُسکو اپنے امام کے چوکنے کا اعتقاد ہی یعنے اپنے عندیہ مین امام کو
خطا پر سمجھتا ہی پھر اُسکا اقتدا کیسے ہوگا اور آگے بڑھنے کو معلوم کرنے والے کی نماز اسوجہ سے نہوگی کہ اُسنے مقام کے فرض کو ترک کیا یعنی اسکو امام کے پیچھے
کھڑا ہونا فرض تھا آگے بڑھنے سے یہ فرض چھوٹ گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ لاعتقادہ اہ نخ نشر مرتب ہی ومن لم یعلم ذلک فصلوتہ صحیحۃ اور جس
شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑھنے کا معلوم نہوا تو اسکی نماز درست ہی کما لولم یتعین الامام بان رای رجلین یصلیان فائتم بواحد لا بعینہ جیسے امام کو
متعین نکرنے سے نماز درست نہین اسطرح کہ دو شخصون کو نماز پڑھتے دیکھا اور ایک غیر معین کا اقتدا کرلیا تو صحیح نہوگا م ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہی
کہ تشبیہ صحت نماز کی ہو حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو لم تجز صلوتہ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے
شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتا یعنی پیشتر استقبال قبلہ سے تو بہتر ہوتا النیۃ عندنا شرط مطلقا نیت ہمارے نزدیک شرط ہی
سب عبادتون مین یعنی کسی عبادت مین نیت رکن نہین بلکہ سب مین شرط ہی البتہ تکبیر تحریمہ مین اختلاف ہی کہ اسکو بعض نے رکن بھی کہا ہی مگر معتمد یہی ہی
کہ وہ شرط ہی ولو عقبہا بمشیئۃ فلو مما یتعلق بالاقوال کطلاق وعتاق بطل والا لا اور اگر الفاظ نیت کہکر انشاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہوئی چیز ان کامون سے ہوگی
جو زبانی قولون سے متعلق ہین چنانچہ طلاق اور آزادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہوجاینگے اور اگر ایسے نہین جو قول سے متعلق ہون جیسے روزے تو
اُنکی نیت کے بعد انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل نہونگے لیس لنا من نوی خلاف مایؤدی الا فی قول محمد فی الجمعۃ وہو ضعیف ہم حنفیون کے نزدیک
ایسا کوئی نہین جو نیت کچھ کرے اور ادا کچھ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمعہ مین ایسی صورت ممکن ہی اور وہ قول ضعیف ہی م صورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہی کہ
اُنکے نزدیک جمعہ نہین ہوتا جبتک کہ نمازی کو ایک رکعت نہ ملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ مین امام کا اقتدا کیا تو وہ یہ فرماتے ہین
کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام کے فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اس صورت مین نیت تو کچھ اور تھی یعنے جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی
نماز ظہر اس صورت کے سوا دوسری ایسی نہین کہ نیت اور کچھ ہو اور ادا اور کچھ کذا فی الشامی المعتمد ان العبادۃ ذات الافعال تنسحب نیتہا علی کلہا قول معتمد یہ
ہی کہ عبادت بہت سے فعلون والی کی نیت اُن سب افعال پر پہنچ جاتی ہی یعنے اُسکے ہر فعل ورکن کے لیے جدا جدا نیت ضرور نہین ایک نیت شروع مین
کافی ہی جیسے اُس عبادت مین کہ ایک ہی فعل ہو چنانچہ روزہ کہ بلا خلاف اُسکے اول مین نیت کرلینا کافی ہی افتتح خالصا ثم خالطہ الریاء اعتبر السابق شروع کیا
عمل کو اخلاص کے ساتھ پھر اس عمل مین ریا کا یعنی نمود کا خلط ہوگیا تو اعتبار سابق کا ہوگا یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہیگا م شامی نے کہا کہ اسکی وجہ
شاید یہ ہی کہ نماز قابل قسمت نہین تو ایسا نہین ہوسکتا کہ بعض خالص خدا تعالی کے لیے ہو اور بعض غیر کے لیے ہان اگر بعض کو دکھانے کے لیے بنا سنوار کر
پڑھیگا تو اُس بنانے اور سنوارنے کا کچھ ثواب نپاویگا والریاء انہ لو خلا عن الناس لا یصلے اور ریا کامل یہ ہی کہ اگر نمازی لوگون سے علحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑھتا
فلو معہم یحسنہا ووحدہ لا فلہ ثواب اصل الصلوٰۃ پس اگر لوگون کے ساتھ ہو کر نماز کو اچھی طرح پڑھے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اُسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا
اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نہ پائیگا بظاہر یہ حکم فرض اور نفل دونون کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موہوم اور نماز یا دوسرے
نیک کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے اسلیے کہ ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہی تو وہمی بات کے لیے نیک کام کیون چھوڑا جاے
ولا ریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور نمود نہین ہی فرضون مین واجب کے ساقط ہونے کے باب مین یعنی ریا فرض کو باطل نہین کرتا اور فقیہ ابو اللیث نے
نوازل مین اپنے بعض اساتذہ کا قول نقل کیا ہی کہ مذہب مستقیم یہ ہی کہ ریا اصل ثواب کو نہین کھوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہی تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ
نماز پڑھیگا تو اُسکے ذمہ سے واجب ساقط ہوجائیگا بسبب پائے جانے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظہر ولک دینار فصلی بہذہ النیۃ
ینبغی ان تجزیہ ولا یستحق الدینار ایک شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجھکو ایک دینار ملیگا سو اُسنے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو چاہیے کہ یہ نماز اُسکو کافی ہو

اور وہ مستحق دینار کا نہو مگر نماز کا کافی ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ فرض مین ریا کو دخل نہین اور دینار کا استحقاق اسوجہ سے نرہا کہ نماز اسکے ذمہ واجب تھی واجب چیز پر اجرت کا استحقاق نہین ہوتا مثلاً باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لیے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کا مستحق نہوگا اسلیے کہ باپ کی خدمت اسپر واجب ہے کذا فی الشامی

الصلوٰۃ لارضاء الخصوم لا یفید بل یصلے لله تعالیٰ فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنون کے راضی کرنیکے لیے مفید نہین بلکہ نماز اللہ تعالےٰ کیواسطے پڑھے پھر اگر اُسکا دشمن اپنا حق معاف نکریگا تو آخرت مین اُسکی نیکیون مین سے لیکر حقدار کو حوالہ کیا جائیگا مگر شارح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو ذکر نکیا بلکہ یہ کہا کہ مفید نہین لیکن مختارات النوازل مین کہا کہ ایسی نماز درست نہین یعنے اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا کیواسطے پڑھتا ہون تاکہ وہ حقدارون کو مجھسے راضی کر دے تو درست نہوگی اسلیے کہ بدعت ہے کذا فی الشامی جار انہ یوخذ لدانق ثواب سبعمائۃ صلوٰۃ بالجماعۃ بعض کتب آسمانی مین آیا ہے کہ ایک دانگ کے لیے ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا مگر دانگ درم کے چھٹے حصے کو کہتے ہین اور نماز باجماعت سے غرض فرائض ہین کہ جماعت انھین مین ہوتی ہے یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکہ کے اعتبار سے پون آنے کے قریب ہوتا ہے تو اُسکے عوض آخرت مین سات سو فرضون کا ثواب ظالم سے حقدار کو دلایا جائیگا ولو ادرک القوم فی الصلوٰۃ ولم یدر فرض ام تراویح ینوی الفرض فان ہم فیہ صح والا تقع نفلا اور اگر نمازی نے لوگون کو نماز مین پایا اور یہ نجانا کہ نماز فرض پڑھتے ہین یا تراویح تو یہ شخص فرض کی نیت سے انکا شریک ہو جائے پھر اگر وہ فرض ہی مین ہونگے تو اُسکا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز نفل ہو جائیگی یعنی تراویح نہوگی کیونکہ تراویح بعد فرض عشا کے ہوتی ہے کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کمکتوبۃ وجنازۃ فللمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضون کی یعنی فرض عین اور فرض کفایہ کی ایک ساتھ نیت کی جیسا کہ فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلیے کہ فرض وقت قوی ہے اور حقیقت مین نماز اسی کا نام ہے کہ اسمین رکوع اور سجدہ سب ارکان ہین بخلاف جنازہ کے مگر قاعدہ کلیہ اس طرح کی نیت کا یہ ہے کہ جب دو عبادتون کو ایک نیت کے ساتھ جمع کریگا تو اگر ان دونون مین سے ایک قوی ہوگی تو نیت اسی کی ہو جائیگی اور اگر دونون برابر ہونگی تو نیت لغو ہوگی اور کسی مین شروع کرنیوالا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیۃ اور اگر دو فرض کی نیت کی یعنے ایک جسکا وقت موجود ہے اور ایک جسکا وقت ابھی نہین ہوا مثلاً ظہر کے وقت مین عصر کے ساتھ نیت کی تو نیت اُسکی ہوگی جسکا وقت ہے اسلیے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت مین درست نہین اگرچہ نمازی عرفات مین ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہے بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاولی لو من اہل الترتیب اور اگر دو قضا نمازون کی نیت کی تو اُسمین سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو مگر اہل ترتیب اُسکو کہتے ہین جسکے ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ نمازین متصل باقی نہون تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کریگا تو یہ نیت پہلی کی ہوگی اسلیے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہین ہوتی جبتک پہلی کو ادا نکرلے کذا فی الشامی والا لغا ملخصا اور اگر صاحب ترتیب نہو اور دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اُسکو یاد کرنا چاہیے مگر وجہ لغو ہونیکی یہ ہے کہ ایک ساتھ تو دونون کا ادا ممکن نہین کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل علٰحدہ چاہیے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور صاحب ترتیب نہونے سے اولیت ترتیب معتبر نہین رہی کہ اول کی نیت ہو جاتی ہے اسلیے نیت لغو ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ ووقتیۃ فللفائتۃ لو فی الوقت سعۃ اور اگر ایک قضا نماز اور ایک وقت کی نماز کی نیت اکھٹی کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت مین گنجایش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کر سکے طحطاوی نے کہا کہ وقت مین گنجایش ہونے کے سوا یہ بھی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہو جائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کیلیے ہوگی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہو ولو فرضا ونفلا فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنہما اور اگر دو نفل نمازون کی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونون کی طرف سے کافی ہوگی یعنے دونون کا ثواب پاویگا ولو نافلۃ وجنازۃ فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلیے کہ نفل حقیقت مین

نماز ہے اور نماز جنازہ دعا ہے ولا تبطل بنیۃ القطع مالم یکبر بنیۃ مغایرۃ اور نماز باطل نہین ہوتی قطع کی نیت سے جبتک دوسری نیت سے تکبیر کہے م یعنی ایک
شخص نے فرض شروع کیا پھر یہ نیت کی کہ فرض کو قطع کرتا ہون نفل پڑھتا ہون تو جبتک نیت نفل کے بعد اللہ اکبر نہ کہیگا تب تک اسکا فرض باطل نہوگا
اور نیت مین جو غیر ہونے کی قید لگائی اس سے یہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کریگا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھ کر پھر اسنے ظہر کی نیت بدون زبان سے
کچھ کہنے کے کرلی تو پہلی رکعت باطل نہوگی کذا فی الطحطاوی ولو نوی فی صلوٰتہ الصوم صح اور اگر اپنی نماز مین روزہ کی نیت کی تو درست ہے طحطاوی نے
کہا کہ بہتر یہ ہے کہ جس فعل مین مشغول ہوا اُسکے اندر دوسری چیز مین مصروف نہو

باب صفۃ الصلوٰۃ

یہ باب ہے نماز کی کیفیت مین شروع فی المشروط بعد بیان الشرط شروع ہے مشروط کے بیان مین بعد شرط کے بیان کے یعنی اول نماز کی شرط کا بیان ہوا اب خود نماز کا
بیان شروع ہوتا ہے ہی لغۃ مصدر وعرفا کیفیۃ مشتملۃ علے فرض وواجب وسنۃ ومندوب صفت لغت مین مصدر ہے یعنی جسکے معنی ہین بیان کرنا اُس چیز کا
جو موصوف مین ہے اور عرف مین صفت وہ کیفیت ہے جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر م یہ تعریف عرفی مطلق صفت کی نہین بلکہ خاص صفت نماز
کی ہے اور نیز اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ صفت نماز سے مراد صفت اجزاء نماز ہے کہ بعض اجزا فرض ہین اور بعض واجب اور بعض مسنون اور بعض مستحب من فرائضہا
التی لا تصح بدونہا التحریمۃ قائما نماز کے ان فرضون مین سے جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہے حالت قیام مین م تحریمہ سے مراد ذکر خالص ہے مثل
اللہ اکبر تحریم کے معنی ہین کسی چیز کا حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ کے بعد نمازی پر کلام وغیرہ مباح چیزین حرام ہوجاتی ہین اسلیے اسکا نام تحریمہ ہوا اور فرائض مین یہ قید جو
شارح نے لگائی کہ جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی یہ ظاہر کرنیوالی صفت ہے کیونکہ فرضون مین ایسا کوئی نہین جسکے بدون نماز صحیح ہوتی ہو اور تحریمہ
حالت قیام مین چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کھڑے ہونیکے قریب تھا تو نماز صحیح ہوگی اور جھکے ہوئے کہیگا تو درست
نہوگی اور اسکو پہلی شرطون کے ساتھ اسلیے ذکر کیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہے جیسے دروازہ گھر سے کذا فی الشامی والطحطاوی وہی شرط فی غیر جنازۃ علے
القادر بہ یفتی اور تکبیر تحریمہ شرط ہے جنازے کے سوا اور نمازون مین اور فرض ہے قدرت والے پر یعنی گونگے اور امی پر اللہ اکبر کہنا فرض نہین بلکہ جو کہسکتا ہے اسپر فرض
ہے اسی پر یعنی تحریمہ کی شرط ہونے پر فتوی ہے نہ رکن ہونے پر جو قول ہے امام محمد رح کا جنازے کو اسلیے استثنا کیا کہ اسمین یہ تکبیر رکن ہے مثل اور تکبیرون کے کذا
فی الشامی فیجوز بناء النفل علے النفل وعلے الفرض وان کرہ جب تحریمہ شرط ہے تو درست ہے ایک نفل کی بنا دوسری پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہے
م یعنی چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہین تو اگر ایک دوگانہ نفل کے بعد دوسرے کے لیے کھڑا ہوگیا تو دونون صحیح ہونگے اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب
فوت ہونے رکن کے جائز نہوتی اور فرض پر بناء نفل اسلیے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہے قوی پر بنا ضعیف کی ہوسکتی ہے اسکا عکس صحیح نہین اور وجہ مکروہ ہونے
ان دونون صورتون کی یہ ہے کہ اول تو سلام مین تاخیر ہوتی ہے دوسرے ابتدا دوسرے نفل کی تحریمہ سے نہین ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی لا فرض علے
فرض او نفل علے الظاہر نہین جائز ہے بنا فرض کی دوسری فرض پر یا نفل پر بموجب ظاہر مذہب کے م اسمین یہ بحث ہے کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہے تو چاہیے یون تھا کہ
ہر نماز کی بنا دوسرے پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلاً دوسری نماز درست ہے اسیطرح اور شرطون کا حال ہے کہ انمین خصوصیت خاص نماز کی نہین پھر تحریمہ
ایک فرض کی دوسری کے لیے کافی کیسلیے نہین اسکا جواب یہ ہے کہ فرضون مین معین اور جدا ہونا مطلوب ہے تاکہ عبادت علحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسرے پر ہو تو دونون
مل کر ایک عبادت ہوجائینگی جو خلاف مقصود ہے ولاتصالہا بالارکان روعی لہا الشروط اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھ مراعات کی گئی ہین اُسکے
لیے شرطین م یہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا جسکی تقریر یہ ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہے تو اُسکے لیے شرطون کی رعایت کیون کی گئی ہے شرطین تو ارکان مین ہوتی ہین شارح نے
جواب دیا کہ تکبیر مین طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطون کی رعایت اسلیے ہے کہ تکبیر متصل ہے قیام سے جو رکن ہے نماز کا یعنی جو شرطین رکن مین ملحوظ نہین وہ

بوجہ اتصال تکبیر میں ملحوظ ہو میں یہ نہیں کہ خود تکبیر کے رکن ہونے کی جہت سے ملحوظ ہوئی ہوں وقد منعہ الزیلعی اور زیلعی نے تکبیر تحریمہ کے لیے شرائط کی مراعات کا انکار
کیا ہے یعنی امام شافعی جو اسکے رکن ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شرطیں نماز کی ہیں وہی تکبیر کے لیے ہیں انکے جواب میں زیلعی نے کہا ہے کہ یہ کہاں ہے کہ جو شرطیں
نماز کے لیے ضرور ہیں وہی تکبیر کے لیے ہوں مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اٹھائے تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہو کر نجاست ڈال دی یا شرمگاہ کھولے تحریمہ کی
اور تحریمہ کے بعد تھوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چھپالی تو نماز درست ہوگی حالانکہ نماز میں یہ امور مفسد نماز ہیں تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ میں نہیں ثم رجع الیہ
بقولہ ولئن سلم پھر زیلعی نے مراعات شروط کی طرف رجوع کیا اپنے اس قول میں کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ میں مان لیجاوے تو ہم یہ کہینگے کہ یہ مراعات
اسلیے نہیں کہ تحریمہ رکن نماز ہے بلکہ اسوجہ سے ہے کہ ادا ر نماز تحریمہ سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا تو اسمین کلام ہے اسلیے کہ یہ
قول بر سبیل فرض و تنزل ہے نہ بطور یقین اور جزم اور رجوع دوسرا کہلاتا ہے نہ یہ بیانعم نے التلویح تقدیم المنع علے التسلیم اور ایسا ہی تلویح میں ہے کہ مراعات
شروط کے نکرنے کو رعایت شرائط کے مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے یعنی یہی اچھا ہے کہ تحریمہ میں مراعات شروط نماز کا انکار کیا جاوے ورنہ جو صورتیں زیلعی نے لکھی
ہیں وہ بن نہ سکینگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہ نکلتا تھا کہ شاید وہی قول معتمد ہوگا اسلیے تلویح
کے اس جملے سے اس وہم کو دور کر دیا لکن نقول الاحتیاط خلافہ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ احتیاط اسکے خلاف ہے یعنی ہر چند تلویح کے قول سے ترجیح عدم مراعات
کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کی صورت یہ ہے کہ مراعات شروط کو مان لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار سے یہ ہے
کہ عدم مراعات پر اعتماد ہو وعبارۃ البرہان وانما اشترط لہا ما اشترط للصلوٰۃ لا باعتبار رکنیتہا بل باعتبار اتصالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی
یہ ہے کہ تحریمہ کے لیے جو وہ چیز شرط ہوئی جو نماز کے لیے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونے کی نہیں بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ تحریمہ قیام سے متصل ہے جو نماز
کا رکن ہے ومنہا القیام بحیث لو مد یدیہ لا ینال رکبتیہ اور ایک فرض نماز جسکے بدون نماز نہیں ہوتی کھڑا ہونا ہے اسطرح کہ اگر کھڑا ہوا اپنے دونوں ہاتھ پھیلاوے
تو اسکے دو گھٹنوں کو نہ پہونچیں یعنے اگر نماز میں خوب سیدھا نہ ہوگا کسقدر جھکا ہوگا تو فرض ادا ہو جائیگا لیکن جب اتنا جھکیگا کہ ہاتھ گھٹنوں کو لگجائیں تو
فرض ادا نہوگا ومفروضہ وواجبہ ومسنونہ ومندوبہ بقدر القراءۃ فیہ اور مقدار قیام کے فرض اور واجب اور مسنون اور مستحب ہونے کی منحصر ہے اسکے
اندر قرات کی مقدار پر یعنے قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورۂ فاتحہ اور دوسری صورت یا تین چھوٹی آیتوں کے واجب ہے اور وتر میں
اتنا قیام جسمین سورۂ اعلے اور کافرون اور اخلاص پڑھی جاوے مسنون ہے اور صبح میں طوال مفصل کے پڑھنے کی قدر مستحب ہے غرضکہ نماز میں جسقدر
قرات فرض یا واجب وغیرہ ہے اسیقدر قیام بھی فرض و واجب وغیرہ ہے فلو کبر قائما فرکع ولم یقف صح لان ما اتی بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ
قنیہ پس اگر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر اور رکوع کے درمیان میں وقفہ نہیں کیا تو قیام صحیح ہو گیا اسلیے کہ جتنا قیام اسنے
رکوع میں پہونچنے تک کیا اسی قدر کافی ہے کذا فی القنیہ م یعنے رکوع میں جھکنے کے وقت بھی جب تک گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہونچینگے قیام ہی میں داخل
ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت اس شخص کے حق میں ممکن ہے جسپر قرات نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوے یا کہ وہ اسنے قرات
پر اقتصار کرے مثلاً ثم انظر کہ ہے فی فرض وملحق بہ کنذر وسنۃ فجر فی الاصح قیام فرض ہے فرض نماز میں اور جو فرض سے ملحق ہے جیسے نماز نذر سنت
فجر صحیح تر قول میں یعنے فجر کی سنتیں بعضوں کے نزدیک واجب ہیں تو انکے وجوب کی رعایت سے جو انکو مسنون کہتے ہیں وہ بھی قیام کو انمین
فرض کہتے ہیں خلاصہ میں ہے کہ فجر کی سنتیں بدون عذر کے بیٹھ کر جائز نہیں بالاجماع چنانچہ یہ ہی روایت ہے حسن کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے
لقادر علیہ وعلے السجود قیام فرض ہے اس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماءہ قاعدا
پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھ کر اسلیے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہیں

تو وہ رکن کو بھی ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ مین اشارہ سے کھڑے ہو کر پڑھنا بھی جائز ہی وکذا من یسیل جرحہ لو سجد اور اسی طرح
اشارہ سے بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہی اس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اُسکا زخم بہنے لگے کیونکہ یہ شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہی اسلیے کہ سجدہ کرنے سے
وضو ٹوٹتا ہی تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا کذا فی الحلبی وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلسل بولہ او یبدو ربع عورتہ
او یضعف عن القراءۃ اصلا او عن صوم رمضان اور کبھی لازم ہوتا ہی بیٹھ کر پڑھنا مثلاً کھڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم بہنے لگے یا پیشاب
جاری ہو جاوے یا چوتھائی شرمگاہ کھلجاوے یا قرارت سے بالکل عاجز ہو جاوے یعنے قدر فرض بھی نہ پڑھ سکے یا قیام کی جہت سے رمضان
کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتون مین بیٹھ کر پڑھے کیونکہ کھڑے ہونے سے یا طہارت جاتی رہیگی یا ستر یا قرأت یا روزہ اور انکا کوئی بدل نہوگا
اور قیام کو ترک کرنے سے بیٹھنا اُسکا خلیفہ ہو جائیگا ولو اضعفہ عن القیام الخروج الی جماعۃ صلے فی بیتہ قائما بہ یفتے خلافاً للاشباہ اور اگر جماعت
کے لیے نکلنا نمازی کو قیام سے عاجز کردے یعنے جماعت مین جانے سے اتنی طاقت نہین رہتی کہ پھر کھڑا ہو کر جماعت کا شریک ہو تو اپنے گھر مین کھڑا
ہو کر نماز پڑھلے جماعت مین نجاوے اسی کا فتوے ہی اسلیے کہ قیام فرض ہی اور جماعت سنت موکدہ تو اُسکے لیے فرض کو نہ چھوڑنا چاہیے
بخلاف قول اشباہ کے ہم اشباہ مین مجتبی سے اُسکی تصحیح کی ہی کہ جماعت کے لیے جاوے اور بیٹھ کر شریک ہو ومنہا القراۃ لقادر علیہا لما سیجی اور ایک
فرض نماز کا قرأت ہی اس شخص کے لیے جو قرارت پر قادر ہو چنانچہ فصل آئندہ مین مذکور ہوگا وہی رکن زائد عند الاکثر اور قرارت رکن زائد ہی اکثر فقہا کے
نزدیک ہم رکن کی دو قسمین ہین ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہی کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہین ہوتا مثل قیام کے
اور زائد وہ ہی کہ بدون موجود ہونے ضرورت کے بھی بعض صورتون مین ساقط ہو جاتا ہی اور اُسکا کوئی قائم مقام بھی نہین ہوتا جیسے قرارت لسقوطہ
بالاقتداء بلا خلف بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سے بدون نائب کے یعنے مقتدی سے قرارت ساقط ہو جاتی ہی اور اسکا خلیفہ کچھ
نہین ہوتا بخلاف اور ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہین تو دوسری چیز اُنکا عوض ہوتی ہی مثلاً جس شخص پر سے رکوع اور سجدہ ساقط ہو جاتا ہی تو اشارہ
ان دونون کا قائم مقام ہوتا ہی ہم یہان یہ اعتراض ہی کہ رکن وہ ہی جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسے ہو سکتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ رکن ہونا اور حالتین
ہی اور زائد ہونا دوسری حالت مین یعنے جب ایسی حالت ہو کہ قرارت ہونے سے نماز ہوتی ہو اور نہونے سے نہوتی ہو تب تو اُسکو رکن کہینگے جیسے تنہا نماز
پڑھنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قرارت کے نہونے سے نماز ہو جاتی ہی تو اُسوقت اُسکو زائد کہینگے کذا فی الطحطاوی والشامی ومنہا الرکوع بحیث لو مد یدیہ
تال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا رکوع ہی یعنے اسطرح جھکنا کہ اگر اپنے دونون ہاتھ پھیلاوے تو دونون زانو کو پکڑلے اس سے معلوم ہوا کہ صرف سر کا
جھکانا رکوع مین کافی نہین اور یہ صورت کھڑے ہو کر رکوع کرنے کی ہی اور اگر بیٹھ کر رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آجانی چاہیے کذا ذکرہ
ابو السعود ومنہا السجود بجبہتہ وقدمیہ ووضع اصبع واحدۃ منہا شرط اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہی اپنی پیشانی اور دونون قدمون سے اور ایک
اُنگلی کا ٹکانا دونون پانٔون سے شرط ہی سجدہ کے درست ہونے کے لیے یعنے اگر دونون پانٔون زمین سے بالکل اُٹھے رہینگے تو سجدہ درست نہوگا
وتکرارہ تعبد ثابت بالسنۃ کعدد الرکعات اور مکرر کرنا سجدہ کا متعلق عبادت ہی حدیث سے ثابت ہی مثل رکعتون کے شمار کے ہم یعنے سجدہ کے
دوبارہ کرنے کی کوئی وجہ عقلی نہین صرف متعلق بعبادت ہی اور بعضون نے کہا کہ دو بار سجدہ شیطان کی مخالفت کرنے کے لیے ہوا کہ اُسنے
ایکبار نکیا ہم دو بار کرتے ہین بحر الرائق مین کہا کہ آیت قرآنی سے سجدہ کا تکرار نہین مفہوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سے ثابت ہوا جیسے شمار رکعات کا
نہین وہ دونون سے ثابت ہی ومنہا القعود الاخیر اور ایک فرض نماز کا قعدہ اخیرہ ہی والذی یظہر انہ شرط لانہ شرع للخروج کالتحریمۃ للشروع اور جو بات ظاہر ہی وہ
یہ ہی کہ قعدہ اخیرہ شرط ہی اسلیے کہ وہ مشروع ہوا ہی نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہی نماز کے شروع کرنے کو یعنی قعدہ اخیرہ مقصود

بالذات نہین ذریعہ خروج ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ علت شرط ہونے کے لیے کافی نہین کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہی حالانکہ وہ رکن ہی نہ شرط م قعدہ اخیرہ مین اختلاف ہی بعض کے نزدیک رکن اصلی ہی اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پھر اسمین بھی اختلاف ہی کہ فرض ہی یا واجب مگر اصح یہی ہی کہ فرض ہی اور رکن ہی وصحح فی البدائع انہ رکن زائد یحنث من حلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع مین تصحیح کی ہی اس بات کی کہ قعدہ اخیرہ رکن زائد ہی اسوجہ سے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ نماز نہ پڑھونگا تو اسکی قسم سجدہ سے سر اٹھانے پر ٹوٹ جاتی ہی اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جبتک وہ نہو چکتا قسم نہ ٹوٹتی وفی السراجیہ لا یکفر منکرہ اور سراجیہ مین ہی کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر نہین شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اسکی فرضیت کا منکر ہی اسلیے کہ بعض کے نزدیک قعدہ اخیرہ واجب ہی اور اگر اسکی اصل مشروع ہونے کا منکر ہوگا تو کافر ہو جانا چاہیے کیونکہ اسکا ثبوت حق ہی بالاجماع قدرہ ادنی قراءۃ التشہد الی عبدہ ورسولہ بلا شرط موالاۃ وعدم فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہی مقدار کم سے کم تشہد پڑھنے کی عبدہ ورسولہ تک بدون شرط پیہم بیٹھنے اور فاصلہ نکرنے کے م یعنی قعدہ اخیرہ اتنی دیر کا صحیح ہوگا جسمین جلد جلد صحت الفاظ کے ساتھ التحیات پوری عبدہ ورسولہ تک پڑھ سکے اور اسقدر بیٹھنے مین پیہم ہونا اور فاصلہ نکرنا شرط نہین لما فی الولوالجیہ صلی اربعا وجلس لحظۃ فظنہا ثلثا فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کان الجلستین قدر التشہد صحت والا لا موالات کی شرط اسلیے نہین کہ ولوالجیہ مین یہ مسئلہ ہی کہ ایک شخص چار رکعتین پڑھکر ایک لحظہ بیٹھا پھر انکو تین رکعتین سمجھکر اٹھا پھر یاد کرکے بیٹھ گیا پھر بول پڑا تو اگر دونون بار کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو نماز اسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اس صورت مین بیٹھنا پیہم نہین بیچ مین اٹھنا بھی موجود ہی ومنہا الخروج بصنعہ کفعلہ المنافی لہا بعد تمامہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز کا باہر ہونا نمازی کا ہی اپنے کام سے چنانچہ اسکا کرنا وہ کام جو مخالف ہی نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہی م مراد خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام پھیرنا ہی بلفظ السلام کہنا واجب ہی اور اسکی جگہ دوسرا فعل قصدا مخالف نماز کرنا مثل کھانے اور پینے اور باتین کرنے کے مکروہ تحریمی ہی بسبب ترک کرنے واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہین ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلاً قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا قالہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف وفی المجتبی وعلیہ المحققون اور صحیح یہی کہ خروج بصنعہ فرض نہین باتفاق امام اور صاحبین کے کہا ہی اسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور مجتبی مین ہی کہ اسی پر ہین تحقیق والے م اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام اعظم رح سے صراحۃً نہین ثابت ہی کہ فرض ہی بلکہ احمد بن حسین بردعی نے اُن بارہ مسئلون سے جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہین اور جنمین بعد تمامی ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی یہ نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہی حالانکہ بردعی کی رائے غلط ہی کیونکہ اُن مسائل مین نماز کا باطل ہونا اسوجہ سے نہین کہ خروج بصنعہ پایا گیا تو ایک فرض چھوٹ گیا بلکہ اسوجہ سے بطلان ہی کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہین جنسے فرض اور کا اور ہو جاتا ہی چنانچہ معلوم ہوگا کذا فی الشامی وبقی من الفروض تمییز المفروض اور ماتن نے جو فرض مذکور کیے انمین اتنے فرض اور باقی رہے اول جدا کرنا مفروض کا م حلبی نے کہا کہ تمییز مفروض سے یہ غرض ہی کہ جتنی نمازین اسپر فرض ہین انکو تمییز کرے اُنسے جو فرض نہین یہانتک کہ اگر کوئی شخص پانچ نماز دن کے فرض ہونے کو نجانتا ہو مگر اُنکے اوقات مین انکو پڑھ لیا کرتا ہو تو یہ پڑھنا اسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمییز مفروض کے یہ معنی کہے ہین کہ سجدہ ثانیہ کو پہلے سجدہ سے جدا کرے یعنے سجدہ اول فرض ہی تو دوسرے کو اس سے جدا کرنا چاہیے اسطرح کہ دونون کے بیچ مین سر اٹھاوے اگر بدون سر اٹھانے کے سجدہ ثانیہ ادا کریگا تو نماز نہوگی وترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ما قبلہ دوسرا فرض جو ماتن نے بیان نہ کیا ترتیب ہی نماز کے ارکان مین یعنے مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اُسکے پیشتر کے ارکان سے حلبی نے کہا کہ اگر شارع

سب کو ایک طرح پر بیان کرتا تو اچھا ہوتا یعنی یون کہتا کہ تقدیم قیام کی رکوع پر ... رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے خلاف کریگا تو نماز فاسد ہوجائیگی کذافی الطحطاوی واتمام الصلوٰۃ تیسرا فرض جو اتن کے بیان سے رہگیا نماز کا پورا کرنا ہے یعنی ایسی طرح ادا کرنا کہ اُسکا کوئی فرض نہ چھوٹے م طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول کے بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ماقبل کے ارکان سے موخر کرنا اُسکی حاجت نہین کہ نماز کے اتمام کو جدا فرض کہاجاے کیونکہ اُس سے اتمام نماز کا خود لازم آتا ہے والانتقال من رکن الی آخر چوتھا فرض ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانا ہے ومتابعۃ لامامہ فے الفرض پانچوان فرض اپنے امام کی پیروی ہے فرضون کے اندر یعنے ہر رکن مین امام کے ساتھ یا اُسکے بعد شریک ہو اُس سے پیشتر ادا کرے ورنہ نماز نہوگی اور فرضون کی قید اسلیے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازون مین متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہوگی کذافی الشامی وصحۃ صلوٰۃ امامہ فی رائہ چھٹا فرض یہ ہے کہ اپنے عندیہ مین اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی نائرہ یا عورت کو چھولیا اور اُسکے پیچھے کسی حنفی نے اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اُسکے نزدیک یہ دونون باتین ناقض وضو نہین وعدم تقدمہ علیہ ساتوان فرض مقتدی کا آگے نہ بڑھنا ہے امام پر یعنے ایڑیان امام سے آگے قبلہ کی جانب نہ بڑھین وعدم مخالفۃ فے الجہۃ آٹھوان فرض جہت مین امام کے مخالف نہونا یعنے اقتدا اور ادا کے وقت یہ نجانتا ہو کہ امام کا منھ اور طرف ہے ورنہ نماز نہ ہوگی چنانچہ پہلے گذرچکا وعدم تذکر فائتۃ وعدم محاذاۃ امراۃ وشرطہما نوان فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے اور دسوان فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا بموجب شرطان دونون کے یعنے قضا کے نہ یاد ہونے کی فرضیت مین یہ شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت مین گنجائش ہو اور عورت کے برابر نہونے مین وہ شرط ہے جو امامت کے بیان مین مذکور ہوگی وتعدیل الارکان عند الثانی والائمۃ الثلاثۃ گیارھوان فرض ارکان نماز مین تعدیل ہے امام ابویوسف اور باقی تین امامون شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک م تعدیل لغت مین برابر کرنے کو کہتے ہین اور شرعاً اعضا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین یعنے اُن ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قال العینی وہو المختار واقرہ المصنف وبسطناہ فے الخزائن عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے اور اُسکو مصنف نے ثابت رکھا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار مین مفصل لکھا ہے وشرط فی ادائہا اے ہذہ الفرائض اور مشروط ہے ان فرائض یعنی ارکان کے ادا کے لیے اختیار یعنے بیداری م شرط بصیغہ مجہول ماضی ہے اسکا نائب فاعل لفظ الاختیار بعد نظم کے مذکور ہے قلت بہ بلغت بقاء عشرین وقد نظم الشرنبلالی فے شرحہ للوہبانیۃ للتحرمۃ عشرین شرطاً ولغیرہا ثلاثۃ عشر فقال مین کہتا ہون کہ اس شرط اختیار کے ساتھ شرطین جو اوپر بیس تھین اکیس ہوگئین اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین تحرمیہ کے لیے بیس شرطین اور اُسکے سوا باقی نماز کے لیے تیرہ شرطین نظم کی ہین چنانچہ کہا ہے ؎ شروط التحریم حظیت الجمعہا ؛ مہذبۃ حسناً مدی الدہر تزہر ؛ کچھ شرطین ہین تکبیر تحرمیہ کی بہرہ ور ہوا مین اُنکے اکٹھا کردینے سے حالانکہ وہ شرطین آراستہ ہین خوبی سے اور زمانہ بھر چمکتی ہین ؎ دخول لوقت واعتقاد دخولہ ؛ وستر وطہر والقیام المحرر ؛ وہ شرطین یہ ہین داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونے کا کیونکہ دخول وقت مین شک کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا اور ستر عورت اور طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور قیام تنقیح کیا ہوا یعنے قدرت والے کے لیے اسطرح کھڑا ہونا کہ ہاتھون سے گھٹنے نہ پکڑسکے ؎ ونیۃ اتباع الامام ونطقہ ؛ وتعیین فرض او وجوب فیذکر ؛ اور نیت امام کی متابعت کی مقتدی کے حق مین اور بولنا تکبیر کا ایسی طرح کہ اپنے آپ اچھی طرح سن لے اور معین کرنا فرض یا واجب کا نیت مین کہ ظہر ہے یا عصر ادا ہے یا قضا پھر نمازی ذکر کرے یعنی اگلے شعر مین جو ذکر خالص مذکور ہے اسکو منھ سے ادا کرے ؎ بجملۃ ذکر خالص عن مرادہ ؛ وبسملۃ عربا ان ہو یقدر ؛ بولے ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اسکی حاجت سے جیسے اللہ اکبر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہم اغفرلی کہیگا تو تحرمیہ درست نہوگی کیونکہ یہ جملہ خالی حاجت سے نہین اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے بھی

تحریمہ صحیح نہیں چنانچہ بنایہ مین ہے اور وہ جملہ عربی ہے اگر نمازی عربی پر قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جملہ سے بھی تحریمہ صحیح ہے شامی نے کہا کہ آگے آویگا کہ شروع
کرنا نماز کا سواے عربی زبان کے بھی درست ہے بالاتفاق اگرچہ نمازی عربی پر قادر ہو ہان فارسی مین قرأت صحیح نہیں ہے وعن ترک بادالھا وجلالہ ونعن
مد ہمزات وباء اکبر ؛؛ اور خالی ہو لفظ اللہ اکبر جمیع کرنے سے ہاء کی یعنی الف دوم لفظ اللہ کے اور خالی ہو چھوڑنے ہاء لفظ اللہ سے اور خالی ہو دونون ہمزون
کے مد سے یعنی نہ اللہ کے ہمزہ پر مد ہو نہ اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے مد سے کہ ان باتون سے معنی بگڑ جاتے ہین ہے وعن فاصل فعل کلام مباین ؛؛ وعن
سبق تکبیر ونشلک بعذر ؛؛ اور خالی ہو وہ جملہ بیچ مین آنے والے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہوگی
اور خالی ہو کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کرکے کچھ کلام دنیاوی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہوگا اور خالی ہو اللہ اکبر کے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہو کہ اول
اللہ اکبر کہے پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہوگی اور شل تیرا ای مخاطب معذور رکھتا ہے یہ جملہ ناظم نے اپنے انکسار سے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ مین دیکھے تو ناظم کا عذر
قبول کرے کہ نظم مین تنگی الفاظ کی مجبوری ہوجاتی ہے فدونک ذی ستۃ قیا القبلۃ ؛؛ لعلک تحظی بالقبول وتشکر ؛؛ پس ان باتون کو لے سیدھ باندھنے والا قبلہ
کیطرف یعنی شرط اخیر قبلہ رخ ہونا ہے معذور والے کے حق مین تاکہ تو بہرہ پاوے ان اشعار کے قبول کا اور شکر گذار ہو اللہ تعالیٰ کا کہ اُسنے ایسی نعمت دی یا شکرگزار ہو ناظم
کا کہ شروط متفرق کو نظم سے ایک جا کردیا ہے فجملتھا العشرون بل زید غیرھا ؛؛ وناظمھا یرجو الجواد فیغفر ؛؛ تو مجموعہ ان شرطون کا بیس ہوا بلکہ اُنکے سوا زیادہ بھی
کی گئی ہین مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض اور نظم کرنے والا ان شرطون کا توقع رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بہت جود کرنے والے سے کہ وہی
اسکی مغفرت فرمائیگا ہے وازکی صلوٰۃ مع سلام المصطفیٰ ؛؛ وخیرۃ خلق اللہ للدین یظہر ؛؛ اور عمدہ درود وسلام کے ساتھ مخصوص ہے سرور کائنات حضرت
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو ذریعہ ہین اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہین ہے والحقتھا من بعد ذلک غیرھا ؛؛ ثلثۃ عشر للمصلین تظہر ؛؛
اور اضافہ کیا مین نے بعد بیان ان شرطون کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لیے تیرہ شرطون کو جو نمازیون کے لیے ظاہر ہوتی ہین ہے قیامک فی الفروض مقدار آیۃ
وتقرا فی ثنتین منہ تخیر ؛؛ اور وہ شرطین یہ ہین کھڑا ہونا تیرا بقدر ایک آیت کے فرض نماز مین اور جو فرض سے ملحق ہو یعنے واجب اور سنت فجر مین اور فرض کی دو
رکعتون مین تیری قرأت لیکن تجکو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے اول کی دو مین پڑھ چاہے پچھلی دو مین ہے وفی رکعات النفل والوتر فرضھا ؛؛ ومن کان موتما
فعن تلک یحظر ؛؛ اور نفل اور وتر کی سب رکعتون مین قرأت فرض ہے اور جو مقتدی ہو وہ اس قرأت سے منع کیا جاتا ہے یعنے اسکے حق مین قرأت مکروہ تحریمی
ہے کیونکہ امام کی قرأت اسکی قرأت ہے موجب حدیث کے ہم نفل کی سب رکعتون مین قرأت اسلیے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اُسکا نماز علیحدہ ہے اور وتر
بھی مشابہ سنتون کے ہے اس اعتبار سے کہ اُسکے لیے اذان وتکبیر نہین ہوتی کذا فی الشامی ہے وشرط سجود فالقرار لجبھۃ ؛؛ وقرب قعود حد فصل محرر ؛؛ اور
سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹھہر جانا ہے یعنے ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اسکا سر نیچے نہو جاوے جیسا رکھا تھا اُسی حالت پر رہے اس سے معلوم ہوا کہ
اگر چاول یا مسور وغیرہ کے ڈھیر پر سجدہ کریگا تو جائز نہوگا ہان اگر غلہ گون مین بھرا ہوگا تو درست ہوگا کیونکہ اس صورت مین قرار ممکن ہے اسیطرح روئی اور
گدیلے پر درست نہوگا لیکن اگر سر رکھنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہوجانا حد فاصل دونون سجدون کی مقرر ہوئی
ہے یعنے ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لیے اتنا اٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہوجاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہا نے جو ذرا سی اُٹھانے
کو حد ٹھہرایا ہے وہ قول معتمد نہین ہے ہے وبعد قیام فالرکوع فسجدۃ ؛؛ وثانیۃ قدصح عنہا توخر ؛؛ اور بعد قیام کے فرض رکوع ہے پھر سجدہ اور ساتوان فرض
ترتیب ہے جو ناظم کے قول بعد اور حرف ف سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے موخر کرنا صحیح ہے یعنے دونون سجدون مین ترتیب فرض
نہین بلکہ واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے ہے علی ظہر کف او علی فضل ثوبہ ؛؛ اذا اطہر الارض الجواز مقرر ؛؛ جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی
ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہے م خلاصہ اس شعر کا آٹھوین فرض کا بیان کرنا ہے یعنی آٹھوان فرض

سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا ہی گو سجدہ ہتھیلی یا زائد کپڑے پر ہووے سجود کی فی عال مظہر مشارک: یسجد بہا عند ازدحام بنفر: سجدہ کرنا تیرا اونچی جگہ مین اور اُس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ مین تیرا شریک ہو وقت انبوہ اور بھیڑ کے معاف ہی م یہ بیان ہی نویں فرض کا یعنی سجدہ بالشت بھر زمین سے اونچی جگہ پر ہو اور اگر بھیڑ کی جہت سے یا اور کسی عذر سے ہو تو معاف ہی اسی طرح اگر کثرت آدمیونکی جہت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بھی وہی نماز پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہی تو یہ بھی معاف ہی کذا فی الشامی سے اداء ارک افعال الصلوٰۃ بیقظۃ: وتمیز مفروض علیک تقرہ: ادا کرنا تیرا نماز کے افعال کو بیداری مین اور تمیز مفروض کی تجھ پر مقرر ہوے وختم افعال الصلوٰۃ قعودہ: وفی صنعہ عنہا ای خروج محررۃ: اور ختم کرنا ہی نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی کا اور باہر آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے منقح ہی شامی نے کہا کہ فی بمعنی ب ہی اور عنہا متعلق خروج ہی اور ضمیر صلوٰۃ کی طرف ہی الاختیار اسے الاستیقاظ اداے فرائض کے لیے اختیار شرط ہی یعنی ہوش مین ہونا اور جاگنا اور ایک نسخہ مین (وشرط فی اداۓھا الاختیار) ہی چونکہ ماتن کے قول مین (وشرط فی اداۓھا) گذر چکا ہی تو شارح کا مکرر لانا فضول ہی لیکن البتہ بسبب دور پڑ جانے قول ماتن کے اعادہ اسکا خالی فائدہ سے نہین ہالو رکع او سجد ذاہلا کل الذھول اجزاہ تو اگر رکوع کیا یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت مین تو اسکو کافی ہوگا یعنے غفلت اور بھول مخالف اختیار کے نہین بلکہ سونا اسکے مخالف ہی چنانچہ ماتن کہتا ہی فان اتی بہا

او باحد با بان قام او قرا او رکع او سجد او قعد الاخیر نائما لا یعتد با تیہ بل یعیدہ ولو القراءۃ او القعدۃ علی الاصح پس اگر ادا کیا سب فرائض کو یا انہین سے ایک کو سونے کی حالت مین اسطرح کہ سونے مین قیام کیا یا قراءت کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ کیا تو جو رکن سونے مین ادا کیا وہ معتبر نہو گا بلکہ اسکو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قراءت یا قعدہ ہو صحیح تر قول کے بموجب م قول غیر اصح قراءت اور قعدہ کے باب مین فقیہ ابو اللیث کا قول ہی کہ انکے نزدیک یہ دونون رکن سونے کی حالت مین بھی معتبر ہوتے ہین کذا فی الشامی وان لم یعدہ تفسد لصدورہ لا عن اختیارہ فکان وجودہ کعدمہ والناس عنہ غافلون اور اگر جس رکن کو سوتے ہوے ادا کیا اسکو نہ دہرا دیگا تو نماز فاسد ہو جاویگی بسبب سرزد ہونے اس رکن کے بے اختیاری سے تو اسکا وجود اور عدم برابر ہو گیا اور لوگ اس سے غافل ہین یعنے ایسے ارکان کو دوبارہ نہین پڑھتے جنکو سونے کی حالت مین ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعۃ تامۃ افسد صلوتہ لانہ زاد

رکعۃ وہی لا تقبل الرفض پھر اگر سونے والے نے ایک رکعت پوری ادا کی تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ اُسنے ایک رکعت زیادہ کر دی حالانکہ وہ رکعت ترک کو قبول نہین کرتی یعنی سونے مین جو رکعت ادا کی وہ غیر معتبر ہوئی اسکے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز مین ایک رکعت بڑھ گئی اور ایسا ہو نہین سکتا کہ قدر غیر معتبر کو ترک کرکے باقی کو صحیح کہا جاوے جیسے چار رکعتون کی جگہ کوئی پانچ پڑھ دے تو نماز درست نہین ہو سکتی اسی طرح یہ نماز بھی درست نہین ولو رکع

او سجد فنام فیہ اجزاہ لحصول الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ مین سو گیا تو اسکو کافی ہوگا واسطے پائے جانے سر اٹھانے اور رکھنے کے اختیار کے ساتھ یعنی رکوع کے لیے جھکنا اور سر اٹھانا اور سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھنا اور اٹھانا افعال اختیاری ہین انکے بیچ مین سو جانا مضر نہین ولہا واجبات لا تفسد بترکہا اور نماز کے کچھ واجب ہین جنکے ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہین ہوتی م شارح نے لا تفسد سے قہستانی کے قول کو رد کیا کہ اُسنے ذکر کیا ہی کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہی مگر باطل نہین ہوتی وجہ رد یہ ہی کہ ائمہ فقہا عبادات مین فاسد اور باطل کو ایک ہی معنے مین بولتے ہین تو پھر اسکے کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہی باطل نہین ہوتی البتہ معاملات مین فاسد اور باطل جدا جدا معنی مین مستعمل ہین فاسد اسکو کہتے ہین جس سے کوئی وصف مرغوب جاتا رہے اور باطل وہ ہی جسمین سے کوئی رکن مفقود ہو جاے وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ اور جس نماز مین واجب ترک ہوا ہو وہ دوبارہ پڑھی جاے بطور وجوب کے دانستگی مین اور بھول مین بشرطیکہ بھول کا سجدہ نہ کیا ہو یعنے اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سہو نہین کیا تو دونون صورتون مین اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہی وان لم یعدہا یکون فاسقا آثما اور اگر اس نماز کو نہ دہراویگا تو فاسق اور گناہگار ہوگا اسلیے کہ ترک واجب مکروہ تحریمی ہی اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گناہگار ہوتا ہی وکذا کل صلوٰۃ اُدیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتہا اور اسیطرح جو نماز کہ کراہت تحریمی کے ساتھ

واجبات نماز

اوا کیجائے شلاً بول یا براز کو بدقت روک کر یا جس کپڑے مین تصویر ہو اسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دُہرانا واجب ہی والمختار انہ جابر للاول لان الفرض لا یتکرر اور مختار یہ ہی کہ وو بارہ پڑھنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنے والا ہی اسلیے کہ فرض مکرر نہین ہوتا قول مختار کا مقابل قول ابی الیسر کا ہی کہ دوبارہ کی نماز کو فرض کہتا ہی نہ اول کو شارح کہتا ہی کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہی جیسے سجدہ سہو سے نقصان دور ہوتا ہی تو وہ نماز فرض نہین ہی کیونکہ اگر اسکو فرض قرار دین تو اول نماز بھی فرض ہی تھی اسلیے کہ اسکے سب ارکان و فرائض ادا ہوے تو کیا وجہ کہ فرض نہو علاوہ اسکے فرض وقت اسکے سبب سے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہی اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز اول فرض ہی تو ایک وقت مین دو فرض جمع ہو جائینگے حالانکہ ایک ہی فرض دو بار ایک وقت مین نہین ہو سکتا کذا فی الشامی بتصرف اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام ترک واجب کی جہت سے نماز کو دُہرا وے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار مین جماعت کا شریک ہوگا تو اُسکی نماز نہو گی کیونکہ جب امام کی نماز فرض نہین تو اقتدا فرض والیکا اُسکے پیچھے درست نہو گا و ہی علی ما ذکرہ اربعۃ عشر اور نماز کے واجبات بموجب اس بیان کے جو مصنف نے بیان کیے ہین چودہ ہین یعنے واقع کے اعتبار سے یہ شمار نہین بلکہ اس سے بہت زائد ہین قراءۃ فاتحۃ الکتاب فیسجد للسہو بترک اکثرہا لا اقلہا اول واجب الحمد کا پڑھنا ہی تو نمازی اسکے اکثر کے چھوڑنے سے سجدہ سہو کرے نہ اسکے کمتر کے چھوڑنے سے م قہستانی مین ہی کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہی اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد واجب ہی اسلیے باقی کو بھولنے سے سجدہ سہو واجب نہین تو شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہی کذا فی الطحطاوی لکن فی المجتبی یسجد بترک آیۃ منہا وہو اولی لیکن مجتبی مین ہی کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی ایک آیت چھوڑنے سے اور یہ بہتر ہی طحطاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی مواظبت ہی اور مواظبت مفید ہی واجب ہونے کو قلت وعلیہ فکل آیۃ واجبۃ لکل تکبیرۃ عید وتعدیل رکن واتیان کل مین کہتا ہون اور مجتبی کے قول پر تو ہر آیت واجب ہی مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چھہ تکبیرون سے اور مثل اطمینان سے ادا کرنے رکن کے اور مثل بجالانے ہر واجب کے م طحطاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہی تعدیل قومہ اور جلسہ کے کذا فی الحلبی اور اتیان کل کے یا یہ معنی ہین کہ واجبات مین سے ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہی یا یہ کہ ہر واجب کو اسی جگہ پر ادا کرنا واجب ہی و ترک تکریر کل کما یاتی فلیحفظ اور مثل ترک کرنے ہر واجب کے مکرر کرنے کے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ مکرر کرنا واجب کا واجب ہی مگر الحمد اس سے مستثنے ہی یعنے اگر سورہ کے بعد پھر الحمد کو مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہو گا وضم اقصر سورۃ کالکوثر او ما قام مقامہا وہو ثلاث آیات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الآیۃ او الآیتان تعدل ثلاثا قصارا ذکرہ الحلبی اور واجب ہی ملانا الحمد کے ساتھ بہت چھوٹی سورۃ کا مثل سورۃ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورہ کے اور اسکا قائم مقام تین چھوٹی آیتین ہین جیسے یہ تین آیتین سورہ مدثر کی (ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر) اور اسی طرح قائم مقام چھوٹی سورۃ کے ہی اگر ایک آیت یا دو آیتین تین چھوٹی آیتون کے برابر ہون ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے م چھوٹی تین آیتون سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہی کذا فی الشامی فی الاولیین من الفرض وہل یکرہ فی الآخریین المختار لا ملانا سورہ کا واجب ہی فرض کی دو پہلی رکعتون مین اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتون مین مکروہ ہی مذہب مختار یہ ہی کہ مکروہ نہین یعنے مکروہ تحریمی نہین بلکہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہی وفی جمیع رکعات النفل لان کل شفع منہ صلوۃ اور ملانا سورہ کا واجب ہی نفل کی سب رکعتون مین اسلیے کہ ہر ایک دوگانہ اسکا نماز جداگانہ ہی م تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس تحریمہ سے صرف دو رکعت اُسپر واجب ہونگی اور جب تیسری کو اُٹھیگا تو گویا نئی تحریمہ ہو گی اور اگر ان دوگانون مین کسی مین فساد ہو گا تو صرف وہی فاسد ہو گا نہ دوسرا وکل الوتر احتیاطا اور ملانا سورہ کا واجب ہی وتر کی ہر رکعت مین براہ احتیاط م یعنے جب وتر مین آثار سنت ہمیشہ کے ظاہر ہوئے کہ ثنا کے لیے اور ان دیجاتی ہی تکبیر کہی جاتی ہی تو احتیاط اسی کی مقتضی ہی کہ قرات کے باب مین اُسپر سنت کا حکم جاری کیا جاے کذا فی الشامی وتعیین القراءۃ فی الاولیین من الفرض علی المذہب اور واجب ہی معین کرنا قرات کا فرض کی پہلی دو رکعتون مین مذہب مشہور کے بموجب م فرض سے مراد یہان وہ ہی جو تین رکعتون یا چار کا ہو اور تعیین اور چیز ہی اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہ قول شارح کا مکرر نہین اب معلوم کرنا چاہیے کہ فرض قرات کے باب مین تین قول ہین اول یہ ہی کہ قرات کی جگہ خاص پہلی دو رکعتین ہین بدائع مین اسکی تصحیح کی ہی دوسرا قول یہ ہی کہ محل

قرأت فرض کی دو رکعتین ہین بلا تعیین تو اس صورت مین تعیین پہلی دو رکعتون مین واجب ہوا اور مذہب مشہور یہی ہو تیسرا قول یہ ہو کہ پہلی دو رکعتونکو قرأت کے لیے معین کرنا افضل ہو نہ واجب اور یہ قول ضعیف ہو وتقدیم الفاتحۃ علی کل السورۃ اور واجب ہو مقدم کرنا الحمد کا تمام سورہ پر یعنے اگر دوسرے سورہ کا حرف بھی الحمد سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حرف سے مراد اتنی دیر پڑھنا ہو جسمین ایک رکن ادا ہو تو اگر ادائے رکن سے کم دیر لگیگی تو سجدہ سہو لازم نہ آویگا وکذا ترک تکریرہا قبل سورۃ الاولیین اور اسیطرح واجب ہو مکرر نہ پڑھنا الحمد کا پہلی دو رکعتون مین سورہ سے پیشتر تو اگر سورہ سے پیشتر الحمد مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو واجب ہوگا بسبب تاخیر سورہ ملانے کے اور پہلی رکعتون کی اسلیے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتون مین سورہ سے پیشتر مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو نکرنا پڑیگا کذا فی الطحطاوی

ورعایۃ الترتیب بین القراءۃ والرکوع وفیما یتکرر اما فیما لا یتکرر ففرض کما مر فی کل رکعۃ کالسجدۃ وفی کل الصلوٰۃ کعدد رکعاتہا اور واجب ہو لحاظ رکھنا ترتیب کا درمیان قرأت اور رکوع کے اور درمیان اُن افعال کے جو ہر رکعت مین مکرر ہوتے ہین جیسے سجدہ ہو اور جو افعال ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتے تو اُنمین ترتیب فرض ہو چنانچہ اُنکی ترتیب کا بیان گذرچکا ترتیب واجب ہو اُن افعال مین جو کل نماز مین مکرر ہوتے ہین مثل عدد رکعات نماز کی رکعتون کے کہ عدم ترتیب رکعات کی صورت مسبوق مین ظاہر ہوتی ہو مثلاً چار رکعتون مین اگر اُسکو ایک رکعت آخر کی ملی تو اب وہ کھڑا ہو کر اول قرأت والی دو رکعتونکو ادا کریگا پھر بلا قرأت والی کو طحطاوی نے کہا کہ سجدہ کی مثال استیفائی ہو یعنی بجز اسکے اور کوئی فعل ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتا حتی لو نسی سجدۃ من الاولی اقضاہا ولو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشہد ثم یسجد للسہو ثم یتشہد یہانتک کہ اگر ایک سجدہ پہلی رکعت کا بھول گیا تو اُسکو قضا کرے اگرچہ بعد سلام پھیرنے کے قضا ہو لیکن کلام سے پیشتر قضا کرے یعنی اُسوقت تک کوئی مفسد نماز کا نہ کیا ہو لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑھے پھر سجدہ سہو کرے پھر التحیات اور درود اور دعا پڑھکر سلام پھیرے لانہ یبطل بالعود الی الصلبیۃ والتلاوۃ التشہد اسلیے پڑھے کہ التحیات مع قعدہ باطل ہو جاتی ہو سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت کیطرف عود کرنے سے م سجدہ صلبی خود نماز کے سجدہ کو کہتے ہین جو اُسکا جزو ہو اور وجہ باطل ہونے قعدہ کی یہ ہو کہ قعدۂ اخیرہ اور ارکان نماز مین ترتیب شرط ہو یعنے جب کل ارکان ہو چکین اُسوقت قعدۂ اخیرہ ہونا چاہیے تو جب سجدہ صلبی چھوٹ گیا اور قعدہ کے بعد اُسکو ادا کیا تو قعدہ مذکور اخیرہ نہوا تو وہ اور اُسکا تشہد باطل ٹھہرے اسلیے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ کے باطل ہونے کی یہ وجہ ہو کہ جب سجدہ تلاوت نماز کے اندر واقع ہوا تو اُسکو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی اما السہویۃ فترفع التشہد لا القعدۃ حتے لو سلم بمجرد رفعہ منہا لم تفسد بخلاف تلک السجدتین لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہو نہ قعدہ کو یہانتک کہ اگر بمجرد سر اُٹھانے کے سجدۂ سہو سے سلام پھیریگا تو نماز فاسد نہو گی بخلاف ان دو سجدون کے کہ اُنکے بعد سلام پھیرنے سے نماز فاسد ہو جائیگی بسبب نہ پائے جانے قعدۂ اخیرہ کے جو فرض ہو طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح تلک کی جگہ تینک کہتا بصیغہ تثنیہ وتعدیل الارکان اے تسکین الجوارح قدر تسبیحۃ فی الرکوع والسجود وکذا فی الرفع منہما علے ما اختارہ الکمال اور واجب ہو تعدیل ارکان کی یعنے ساکن کرنا اعضا کا بقدر سبحان اللہ کہنے کے رکوع مین اور سجدہ مین اور اسی طرح واجب ہو تعدیل سر اُٹھانے مین رکوع اور سجدہ سے یعنی قومہ اور جلسہ مین بنا بر اُس قول کے کہ پسند کیا ہو اُسکو کمال الدین محقق نے م بحر الرائق مین کہا کہ علت تعدیل کی مواظبت ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُسپر تو وہ چارون چیزون یعنے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین یکسان ہو کذا فی الشامی لکن المشہور ان مکمل الفرض واجب ومکمل الواجب سنۃ لیکن مشہور یہ قاعدہ ہو کہ فرض کی تکمیل کرنے والی چیز واجب ہو اور واجب کی تکمیل کرنے والی سنت ہو یعنے چونکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہو تو رکوع اور سجدہ جو فرض ہین اُنمین تعدیل واجب ہونی چاہیے اور قومہ اور جلسہ جو واجب ہین اُنمین تعدیل مسنون ہونی چاہیے م یہ شارح کا اعتراض ہو کمال الدین پر حلبی نے اُسکا یہ جواب دیا ہو کہ جب دلیل کی اقتضا کے موافق تعدیل واجب ہوئی تو قاعدہ کی مخالفت کچھ مضر نہین کذا فی الشامی وعند الثانی الاربعۃ فرض اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک چارون فرض ہین یعنے فرض عملی ہین کہ اُنکے نہونے سے نماز درست نہین یہی والقعود الاول ولو فی نفل فی الاصح اور واجب ہو اول قعدہ گو نفل مین ہو صحیح تر قول مین م

امام محمد نقل مین ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہین اسوجہ سے کہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو اسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ نفلون مین بھی قعدہ
اول واجب ہے کیونکہ جب قعدہ کے تیسری رکعت کو اٹھا تو معلوم ہو گیا کہ وہ قعدہ اخیرہ نہین اسلیے فرض نہ ہا کذا فی الشامی ولذا ترک الزیادۃ فیہ علے التشہد
اور اسی طرح واجب ہے قعدہ اول مین التحیات سے زیادہ نہ پڑھنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول مین التحیات تمام کر کے بقدر اللہم صلی علی محمد کے کچھ زیادہ پڑھیگا
تو واجب فوت ہو جائیگا والمراد بالاول غیر الاخیر اور مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا جو اخیر نہو یہ شارح نے اسلیے کہا کہ اگر آٹھ یا دس یا زیادہ نفل رکعتون کو
ایک تحریمہ سے پڑھیگا تو سوائے قعدہ اخیرہ کے سب بیشتر کے قعدون کا یہی حکم ہے یعنے واجب ہونگے لکن یرد علیہ لو استخلف مسافر سبقہ الحدث مقیما فان القعود الاول
فرض علیہ وقد یجاب بانہ عارض لیکن اول سے غیر اخیرہ مراد لینے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسافر امام بے وضو ہو کر مقیم کو اپنا خلیفہ کر دے تو اس صورت
مین اس مقیم پر پہلا قاعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہے اور اسکا جواب یہ ہے کہ یہ فرضیت عارضی ہے اسیطرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری
رکعت مین ملا تو بوجہ متابعت امام کے اسپر وہ قعدہ فرض ہوگا جو اسکے حق مین اخیر نہین والتشہدان یسجد للسہو بترک بعضہ ککلہ وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح
اور واجب ہین دونون تشہد یعنے دونون قعدون مین التحیات کا پڑھنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے یعنے اگرچہ نصف سے کم چھوڑا ہو کذا
فی الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے اور اسیطرح واجب ہے تشہد ہر قعدہ مین صحیح تر قول مین م اور قول ضعیف یہ ہے کہ سوائے اخیر قعدہ کے اور مین
تشہد سنت ہے اس قول سے شارح نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغہ تثنیہ نہ کہتا تو اچھا تھا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ
بحر الرائق مین اسکی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی الحلبی اذا قد یتکرر عشرا کمن ادرک الامام فی تشہدی المغرب وعلیہ سہو فسجد معہ وتشہد ثم تذکر سجود تلاوۃ
فسجد معہ وتشہد ثم سجد للسہو وتشہد معہ ثم قضے الرکعتین بتشہدین ووقع لہ کذلک وجوب تشہد کی قید ہر قعدہ مین اسلیے لگائی کہ بعض اوقات
تشہد دس بار مکرر ہوتا ہے مثلا ایک شخص نے مغرب کی دو تشہدون مین امام کا اقتدا کیا یعنے پہلے قعدہ مین اسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سہو تھا
تو اسنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشہد پڑھا پھر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی نے بھی اسکے ساتھ سجدہ کر کے تشہد چہارم پڑھا
اب چونکہ سجدہ تلاوت سے بیشتر کے قعدے اور تشہد باطل ہو گئے تو امام نے پھر سجدہ سہو کو دوہرایا اور مقتدی نے اسکے ساتھ تشہد پنجم پڑھا پھر مقتدی
نے اپنی باقی دو رکعتون کو دو تشہدون سے پڑھا تو سات تشہد ہوے اب جو امام کو پیش ہوا تھا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنے ان دو رکعتون مین اسکو سہو
ہوا تو سجدہ سہو کر کے آٹھوان تشہد پڑھا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اسکے ذمہ ہو گیا تھا تو اسکو ادا کر کے نوان تشہد پڑھا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے
قعدے اور تشہد بیکار ہو گئے اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہیے اسلیے سجدہ سہو کر کے دسوان تشہد پڑھا تو یہ سب تشہد واجب ہین خصوصیت دو تشہد
کی نہین قلت ومثل التلاوۃ تذکر الصلبیۃ فلو فرضنا تذکرہا ایضا لہا زید اسبع اخر لما مر مین کہتا ہون اور سجدہ تلاوت کی مثل ہے یاد ہونا سجدہ صلبی کا
تو اگر ہم فرض کرین اسکا بھی یاد پڑنا امام و مقتدی دونون کو تو چار تشہد اور بڑھ جاوینگے اسی وجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پھر سجدہ
سہو کرنا پڑیگا صورت اسکی یہ ہے کہ امام نے صورت مذکورہ بالا مین پانچوین تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اسکو ادا کر کے چھٹا تشہد پڑھا پھر سجدہ
سہو کر کے ساتوان تشہد پڑھا تو امام کے سات تشہد ہوے اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز مین بھی اسی طرح سات تشہد پڑھنے پڑے اور سات امام کے
ساتھ پڑھ چکا ہے تو اسکے چودہ تشہد ہوے اسلیے شارح نے کہا کہ چار اور بڑھ جاوینگے یعنے پہلے دس تھے اور اس صورت مین چودہ ہونگے ولو فرضنا
تعدد التلاوتیۃ والصلبیۃ لہما ایضا زید ست ایضا اور اگر فرض کرین تعدد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام اور مقتدی کے لیے تو چھ تشہد
اور بھی بڑھ جاوینگے م صورت اسکی یہ ہے کہ صورت مفروضہ بالا مین امام کو ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی اور یاد پڑا تو اسنے اسکو ادا کر کے
آٹھوان تشہد پڑھا پھر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدہ تلاوۃ دوسرا یاد کیا تو اسکو بھی ادا کیا اور نوان تشہد پڑھا اب سب کے بعد سجدہ سہو کیا

اور دسوان تشہد پڑھا تو اُس صورت مین جیسے دس تشہد امام کے ہوے اُسیطرح مقتدی کے ہونگے تو مقتدی کو ۲۰ تشہد ہوجاوینگے حلبی نے کہا کہ اگر اس صورت مین امام دوسرے سجدۂ صلبی کے بعد تشہد پڑھکر سجدہ سہو بھی کرلے اور تشہد نوان پڑھکر دوسرا سجدہ تلاوت ادا کرے اور دسوان تشہد پڑھے پھر سجدہ سہو کرے اور گیارھوان تشہد پڑھے تو کل تشہد مقتدی کے بائیس ہونگے یعنے پہلے کی نسبت کر آٹھ تشہد زیادہ ہونگے شامی نے کہا کہ درمختار کے اکثر نسخون مین ست کی جگہ ستون ہی یعنے ساٹھ تشہد زیادہ ہوجاینگے ساٹھ کے ہونے کی صورت یہ ہی کہ امام نے ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی یاد کیا اُسکو ادا کرکے ایک تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کرکے دوسرا تشہد پڑھا پھر اور سجدہ صلبی یاد کرکے اسیطرح دو تشہد پڑھے تو چار تشہد ہوے اب سجدۂ تلاوت تمام قرآن کے ایک ایک یاد کرتا گیا اور ہر ایک مین مع سجدہ سہو دو دو تشہد پڑھتا گیا تو چونکہ ایک سجدہ تلاوت اول ادا کرچکا تھا باقی رہے تیرہ تو تیرہ سجدون مین اس حساب سے ۲۶ تشہد ہونگے اور چار پہلے ہو چکے تھے تو امام کے کل تشہد ۳۰ ہوے اور اسیطرح مقتدی کے ۳۰ ہونگے تو مقتدی کے کل ساٹھ تشہد ہوجاینگے اور جب ان ساٹھ پر چودہ وہ بڑھاؤ جو پیشتر ہوچکے تھے شارح کے پہلے قول مین تو کل ۷۴ ہونگے اور انپر چار اور بڑھاؤ جنکو شارح اگلے قول مین ذکر کرتا ہی تو کل تشہد ۷۸ ہونگے اور انھین ۷۸ کا حوالہ شارح نے واجبات کی تمامی پر کیا ہی جہان کہا ہی کہ ۸ کو ضرب دو ۷ مین جیسا اُنکا بیان گذر چکا تو معلوم ہوا کہ جن نسخون مین ستون ہی وہی صحیح ہی ولو فرضنا اقتداءہ بالامام ساجدا او لم یسجدہما معہ فمقتضے القواعد انہ یقضیہما فیزاد اربع اخر

عند براور اگر ہم فرض کرین اقتدا کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کی حالت مین اور مقتدی نے اُن دونون سجدون کو امام کے ساتھ نہ ادا کیا تو مقتضائے قواعد یہ ہی کہ مقتدی انکو ادا کرے تو اس صورت مین چار تشہد اور ہو جاینگے سو اسکو سمجھ لے ط طحطاوی نے کہا کہ صورت اسکی یہ ہی کہ امام مغرب کی دوسری رکعت کے اول سجدہ مین تھا کہ مقتدی نے اقتدا کیا مگر دونون سجدہ مین شریک نہوا بلکہ بیٹھکر تشہد مین شریک ہوا اور مراد شارح کے قواعد سے صرف ایک قاعدہ ہی وہ یہ ہی کہ جس شخص کو بعد اقتدا کے نماز مین کچھ فوت ہوجاے تو وہ فوت ہوے ارکان کا اعادہ کرے جیسے لاحق کہ وہ بھی جتنی نماز رہجاتی ہی اسکو دوہراتا ہی لیکن شامی نے کہا کہ یہ صورت اسطرح ہے کہ طحطاوی نے فرض کی نہین یعنے اسلیے کہ مقتدی پر ہر چند متابعت امام کی دونون سجدون مین واجب تھی مگر اب جو اسنے وہ سجدہ نکیے اور بعد فراغت امام کے دوسری رکعت کو مع اسکے دونون سجدون کے پڑھ لیا تو اُسکی نماز مین کسی طرح کا نقصان نہین رہا چنانچہ تجنیس مین یہ تصریح موجود ہی کہ اگر امام کو سجدہ مین پایا اور اقتدا کرکے سجدہ مین شریک نہوا بلکہ باقی نماز مین شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑھ لی تو نماز درست ہی پھر اُن دونون سجدون کو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یہ ذکر نہین کیا کہ ایسی صورت مین مقتدی اُس رکعت مین تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہاے معتبر کے کیسے کہا جاوے کہ ان دونون سجدون کا ادا کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہی ہان اگر امام کا اقتدا سجدہ سہو مین کیا اور امام کا شریک اُنمین نہوا تو اپنی نماز پڑھنے کے بعد انکو استحسان کی روسے ادا کرلے انتہی بتصرف ولم ار من نبہ علے ذلک واللہ اعلم اور مین نے کسی کو نہ دیکھا کہ اس تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم م اگر کثرت تشہد کے لیے شارح اتنا گھبرانہ کرتا اور صرف اسقدر کہدیتا کہ تشہد زیادہ بھی ہوسکتے ہین چنانچہ کوئی ہزار رکعت نفل ادا کرے ایک سلام سے تو اسمین پانسو تشہد ہوسکتے ہین تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا و لفظ السلام مرتین فالثانی واجب علے الاصح برہان دون علیکم

و تنقضی قدوۃ بالاول قبل علیکم علے المشہور عندنا و علیہ الشافعیۃ خلافا للتکملۃ اور واجب ہی لفظ السلام دو بار یعنے دوسرا واجب ہی صحیح تر قول مین کذا فی البرہان نہین واجب ہی لفظ علیکم اور ہو چکتا ہی اقتدا پہلے سلام پر پیشتر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے نزدیک اور اسی پر ہین شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ اُسنے دوسرے سلام پر اقتدا کا تمام ہونا صحیح کہا ہی م ماتن نے جو لفظ السلام کہا اسمین اشارہ ہی کہ اور کوئی لفظ اسکے قائم مقام نہین ہوتا بشرطیکہ نمازی اسکے بولنے پر قادر ہو اور دوسرے سلام کو بعضون نے

مسنون کہا ہو اسلیے شارح نے اصح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو اتم بہ بعدہ قبل قولہ علیکم لم یجز وبل تنقطع التحریمۃ بالاول ام بالثانی جزم فی الجوہرۃ
والبرہان وغیرہما بالاول وصحح شارح التکملۃ الثانی وعلیہ فیصح الاقتداء قبلہ المعتمد عند الشافعیۃ انہ لو اقتدی بہ بعد شروعہ فی السلام وقبل علیکم لم یصح
القدوۃ ذکرہ الرملی الشافعی ہے نے باب سجود السہو میں اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز نہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام
اول پر منقطع ہوجاتی ہو یا دوسرے پر جوہرہ اور برہان اور ان دونون کے سوا اور کتابون مین تو اول پر یقین کیا ہو یعنے سلام اول پر تحریمہ
تمام ہوجاتی ہو اور شارح تکملہ نے دوسرے کی تصحیح کی ہو کہ دوسرے سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہو اور اس قول پر اقتدا دوسرے سلام سے پیشتر درست
ہوگا اور شافعی مذہب والون کے نزدیک معتمد یہ ہو کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح نہوگا ذکر
کیا ہو اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب مین م شامی نے کہا کہ یہ عبارت فلو اتم سے آخر تک درالمختار کے بعض نسخون مین ہو وقراءۃ قنوت الوتر وہو
مطلق الدعاء وکذا تکبیرۃ قنوتہ اور واجب ہو پڑھنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہو یعنے ہر ایک دعا سے حاصل ہوتا ہو خصوصیت اللہم انا نستعینک
الخ کی نہین کہ اس خاص دعا کا پڑھنا سنت ہو اور اسی طرح واجب ہو قنوت وتر کے لیے اللہ اکبر کہنا م بعضون نے اس اللہ اکبر کہنے کو سنت کہا ہو
کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا ہو کہ اسکے ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہو کذا فی الشامی وتکبیرۃ رکوع الثالثۃ زیلعی اور واجب ہو اللہ اکبر کہنا تیسری
رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی م زیلعی مین اس مسئلہ کا وجود نہ اسجگہ ہو نہ سجدہ سہو کے بیان مین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کا بیان صحیح نہین یعنے
یہ تکبیر رکوع کی واجب نہین بلکہ سنت ہو وتکبیرات العیدین وکذا احدہا اور واجب ہین تکبیرین دونون عید کی چھ چھ بار اللہ اکبر کہنا ہر رکعت مین تین بار
اور اسیطرح واجب ہو انمین سے ایک یعنی ہر تکبیر واجب جداگانہ ہو یہ نہین کہ چھون ملکر واجب ہون طحطاوی نے کہا کہ اسیطرح واجب ہین تکبیرین ایام
تشریق کی چنانچہ انکا بیان آگے آویگا وتکبیر رکوع رکعۃ الثانیۃ کلفظ التکبیر فی افتتاحہ اور واجب ہو تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسے
واجب ہو اللہ اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع مین یعنے اگر سوا اللہ اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کریگا تو کروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن الاشبہ
وجوبہ فی کل صلوٰۃ بحر فلیحفظ لیکن مشابہ ترجیح یہ ہو کہ اللہ اکبر کہنا ہر نماز کے شروع مین واجب ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والجہر للامام
والاسرار للکل فیما یجہر فیہ ویسر اور واجب ہو پکار کر پڑھنا امام کو اُن نمازون مین کہ پکار کر پڑھا جاتا ہو یعنے صبح اور مغرب اور عشا اور جمعہ وغیرہ مین
اور واجب ہو آہستہ پڑھنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول مین اُن نمازون مین کہ آہستہ پڑھی جاتی ہین چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت مغرب کی
وغیرہ وبقی من الواجبات اتیان کل واجب او فرض فی محلہ اور باقی رہے واجبات مین سے واجبات آئندہ یعنی ایک واجب ادا کرنا ہو ہر واجب یا فرض کا
اسکے محل مین فلو اتم القراءۃ فمکث متفکرا سہوا ثم رکع او تذکر السورۃ راکعا فضمہا قائما اعاد الرکوع وسجد للسہو تو اگر نمازی قراءت کو تمام کرکے
بھولے سے سوچتا رہگیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہ صورت ہوئی کہ سورہ کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے مین اسکو یاد ہوا سو اُسنے سورہ
کو کھڑے ہوکر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے م پہلی صورت مثال ہو فرض کی تاخیر کی اسکی موقع سے یعنے بعد قراءت کے رکوع فوراً
فرض تھا تو اُسنے رکوع کو اُسکے محل سے ٹلا دیا اور دوسری مثال ہو واجب کو اُسکی جگہ سے ٹالنی کی یعنے ضم سورہ واجب تھا بعد الحمد کے اسمین ایک
رکوع زائد حائل ہوگیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین ضعف ہو (اعاد الرکوع سجد للسہو) کہتا تو خوب تھا یعنے اس عبارت سے وہم یہ ہوتا ہو کہ اعادہ رکوع علاوہ
سجدہ سہو دونون مسئلون سے متعلق ہو حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سے متعلق ہو اور سجدہ سہو دونون سے وترک تکریر رکوع وتثلیث سجود اور واجب ہو
ترک کرنا رکوع کے مکرر کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنے اگر ایکبار رکوع کرکے پھر اعادہ اُسکا کریگا یا دو سجدون کی جگہ تین کریگا تو سجدہ سہو
لازم ہوگا وترک قعود قبل ثانیۃ او رابعۃ اور واجب ہو ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی رکعت مین قعدہ کریگا

اُ مکروہ اُس صورت مین ہی کہ حاجت زیادتی نہایت درجہ کو ہو شلا اوسکے پیچھے ایک صف ہو اور وہ اتنا چہنچتا ہی کہ دس صفون مین آواز جاوے تو مکروہ
ہوگا پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جب امام شروع مین اللہ اکبر کہے تو اگر اسکی نیت صرف لوگون کو خبردار کرنے کی ہو گی تو اسکی نماز نہو گی اور نہ کسی مقتدی کی
ہوگی بلکہ خبردار کرنے کے ساتھ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے اسیطرح مکبر جو امام کی آواز دوسرے لوگون کو پہونچاتا ہی وہ بھی اگر فقط خبردار کرنے کی نیت سے
اللہ اکبر کہیگا تو نماز نہ اسکی ہوگی اور نہ اُس شخص کی جو اسکی آواز پر اقتدا کریگا بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا تو نماز ہوگی اور بدون حاجت کے مکبر کا
اللہ اکبر پکار کر کہنا مکروہ ہی وداناالموتم والمنفرد ویسمع نفسہ اور مقتدی اور تنہا پڑھنے والا اللہ اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اپنی آپ سُن لے والثناء والتعوذ
والتسمیہ والتامین وکونہن سرًّا اور مسنون ہی سبحانک اللہم پڑھنا اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور الحمد کے بعد آمین کہنا اور ان سبکا
آہستہ ہونا یعنے آہستہ کہنا سنت علیحدہ ہی اور ہر ایک کا پڑھنا سنت جداگانہ ہی ووضع یمینہ علی یسارہ وکونہ تحت السرة للرجال لقول علی
رضی اللہ عنہ من السنة وضعہما تحت السرة ولخوف اجتماع الدم فی رؤس الاصابع اور مسنون ہی رکھنا اپنے داہنے ہاتھ کا بائین پر اور مسنون ہی مردون کو
رکھنا انکا ناف کے نیچے بسبب فرمانے علی مرتضیٰ کے کہ سنت ہی رکھنا دونون ہاتھون کا ناف کے نیچے اور بسبب خوف خون جمع ہوجانے کے انگلیونکے
پورون مین یعنے حکمت ہاتھون کے لٹکے نہ رکھنے مین یہ ہی کہ زیادہ کھڑے رہنے سے انگلیون مین خون نہ اُتر آوے وتکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث
یستوی قائما والتسبیح فیہ ثلاثا والصاق کعبیہ واخذ رکبتیہ بیدیہ فی الرکوع وتفریج اصابعہ للرجل ولا یندب التفریج الا ہنا ولا الضم
الا فی السجود اور مسنون ہی رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہی رکوع سے سر اُٹھانا اسطرح پر کہ برابر کھڑا ہوجاوے اور مسنون ہی رکوع مین
تین بار سبحان ربی العظیم کہنا یعنے تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہی اور مسنون ہی دونون ٹخنون کا ملانا یعنی اگر بلا عذر ہوسکے اور مسنون ہی پکڑنا اپنے دونون زانو
کا اپنے دونون ہاتھون سے رکوع کے اندر اور مسنون ہی پھیلانا اپنی انگلیون کا مرد کو اور نہین مستحب ہی کشادہ رکھنا انگلیون کا مگر رکوع کے اندر اور
نہ ملا ہوا رکھنا مگر سجدہ کے اندر وتکبیر السجود وکذا الفرض الرفع منہ بحیث یستوی جالسا وکذا التکبیرة والتسبیح فیہ ثلاثا ووضع یدیہ ورکبتیہ فی السجود
اور مسنون ہی سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہی سجدہ سے اُٹھنا اسطرح کہ برابر بیٹھ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہی سجدہ سے اُٹھتے کو اللہ اکبر
کہنا اور مسنون ہی سجدہ مین تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا اور مسنون ہی دونون ہاتھون اور زانودون کا رکھنا سجدہ مین م اکثر فقہا نے ہاتھون اور زانون
کا زمین پر رکھنا مسنون کہا ہی اور فقیہ ابو اللیث نے فرض کہا ہی اور فتوی عدم فرضیت پر ہی اور فتح القدیر مین اسکو واجب کہا ہی اسوجہ سے کہ مطابق حدیث
کے ہی اور اسیپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہی بحر الرائق مین کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور متوسط ہی بسبب اُسکے
موافق ہونے کے اصول سے کذا فی الشامی فلا تلزم طہارة مکانہما عندنا مجمع پس لازم نہین پاک ہونا ہاتھ اور زانو کی جگہ کا ہم حنفیون کے نزدیک کذا فی المجمع
یعنے جب انکا رکھنا سجدہ مین فرض نہین تو اگر ناپاک جگہ پر رکھے جائینگے تو نماز فاسد نہو گی م شامی نے کہا کہ ان دونون اعضا کے مکان کی طہارت
کا شرط نہونا روایت ضعیفہ ہی صحیح یہ ہی کہ اگر انکی جگہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا ہی جیسے نجاست کا اٹھانا
الا اذا سجد علی کفہ کما مر مگر جس صورت مین کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا اُسوقت پاک ہونا اسکی جگہ کا شرط ہی جیسا کہ پہلے بیان ہوا وافتراش
رجلہ الیسرى فی تشہد الرجل اور مسنون ہی بچھانا اپنے بائین پانون کا مرد کے تشہد مین یعنے التحیات پڑھنے مین مرد بائین پانون
کو بچھالے والجلسة بین السجدتین اور مسنون ہی بیٹھنا دونون سجدون کے درمیان مین طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ادنی سر اٹھانا
سجدہ سے مسنون کہا تھا شارح نے اسمین یہ قید لگائی کہ اسطرح سر اٹھاوے کہ برابر بیٹھ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکرر ٹھہرا لیکن اگر
شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اٹھانا جدا سنت ہی اور جلسہ جدا ووضع یدیہ فیہا علی فخذیہ کالتشہد للمتوارث اور مسنون ہی رکھنا اپنے

دونون ہاتھون کا جلسہ مین اپنے دونون زانوون پر جیسے التحیات مین ہاتھون کا رکھنا زانوون پر مسنون ہو بسبب توارث امت کے یعنے اکابر سے
اسی طرح پہونچا ہو طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیون کی پورین گھٹنون کے پاس ہون وہذا مما اغفلہ اہل المتون والشروح
کما فی امداد الفتاح للشرنبلالی اور یہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات کے بیٹھنے کے ہونا اُس قسم سے ہو کہ متن اور شرح والون نے اسکا ذکر نہین کیا چنانچہ
شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہو قلت یاتی معزیا للمنیۃ فافہم مین کہتا ہون اور یہ ذکر منسوب منیہ کی طرف آگے آویگا تو اسکو سمجھ لے م شاید فافہم
سے یہ اشارہ ہو کہ کلام فقہا سے اس جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکلسکتا ہو اسطرح کہ اگر ان دونون مین کچھ مخالفت ہوتی تو اسکو
بیان کر دیتے جیسے جلسہ اخیرہ مین دونون پانٔون کے ایکطرف نکالنے کو بیان کرتے ہین توجب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مثل جلسہ
تشہد کے ہو کذا فی الشامی والصلوٰۃ علی النبی فی القعدۃ الاخیرۃ وفرض الشافعی قول اللہم صل علی محمد اور مسنون ہو درود پڑھنا نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر قعدہ اخیرہ مین اور فرض کہا ہو امام شافعی نے کہنا اللہم صل علی محمد کا یعنے اُنکے نزدیک قعدہ اخیرہ مین درود اسقدر فرض ہو
ونسبوہ الی الشذوذ ومخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہو م طحاوی اور ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور
ابن منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا ہو لیکن بحر الرائق مین منقول ہو کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی ہو
تو اس صورت مین شاذ کہنا بلا وجہ ہو کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ الفاظ القرآن والسنۃ لا کلام الناس اور مسنون ہو درود کے بعد اور قبل سلام کے ایسی چیز
کی دعا جسکا مانگنا بندون سے محال ہو جو دعا کہ اس باب مین مسنون ہو اسکا ذکر فصل آئندہ مین آویگا وبقی بقیۃ تکبیرات الانتقالات حتے
تکبیرۃ القنوت علے قول اور مسنون مین سے باقی رہی اور تکبیرین ایک رکن سے دوسرے رکن مین جانے کی یعنے رکن کے بدلنے کے لیے
اللہ اکبر کہنا مسنون ہو یہان تک کہ قنوت کے لیے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونے کا قول ضعیف
ہو بلکہ وہ واجب ہو جیسا پہلے بیان ہوا والتسمیع للامام والتحمید لغیرہ اور مسنون ہو سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا ولک الحمد کہنا
امام کے غیر کو یعنے مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کو وتحویل الوجہ یمنۃ ویسرۃ للسلام اور پھیرنا مُنھ کا داہنے اور بائین سلام کے وقت م اور مسنون
ہو سلام مین ابتدا کرنا داہنے سے اور امام کو نیت مردون اور فرشتون کی کرنی اور پست کہنا دوسرے سلام کا بہ نسبت اول کے کذا فی الشامی
ولہا اداب اور نماز کے کچھ آداب ہین ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل آداب کا ترک کرنا نہ مکروہ تنزیہی ہونیکا
موجب ہو اور عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب وکراہت کا موجب نہین لیکن کرنا ادب کا افضل ہو م نماز مین ادب اسکو کہتے ہین
جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور اُسپر مداومت نفرمائی ہو جیسے رکوع اور سجدہ مین تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور
علیہ مین کئی تعریفین ادب کی کرکے آخر کو کہا کہ ظاہر ادب اور مستحب ایک ہی چیز ہین اور سنت زائدہ اُسکو کہتے ہین جو موکد نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم نے اسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسے آپ کی سیرت لباس اور نشست وبرخاست مین یا نماز چاشت اور اسکا مقابل سنت ہدی ہی یعنی سنت موکدہ
جیسے اذان اور جماعت ہو کذا فی الشامی نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ والی ظہر قدمیہ حال رکوعہ والی ارنبۃ انفہ حال
سجودہ والی حجرہ حال قعودہ والی منکبیہ الایمن والایسر عند التسلیمۃ الاولی والثانیۃ لتحصیل الخشوع مستحب ہو دیکھنا نمازی کا
کھڑے ہونیکے وقت اپنے سجدہ گاہ کیطرف اور رکوع کے وقت اپنے دونون پانون کی پشت کیطرف اور سجدہ کرنے مین اپنی ناک کی نوک کی طرف اور قعود کی
حالت مین اپنی گود کی طرف اور پہلے سلام پھیرنے کے وقت اپنے داہنے شانے کی طرف اور دوسرے سلام کے وقت اپنے بائین شانہ کیطرف
یہ سب آداب ہین واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اگر ان جگہون مین کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے دل ہٹے تو اُسکی طرف دیکھنا

یا چار رکعت والی نماز مین تیسری رکعت پر قعدہ کریگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا کل زیادۃ تخلل بین فرضین اور واجب ہی ترک کرنا ہر زیادتی کا جو دو فرضون کے بیچ مین پڑے شامی نے کہا کہ دو فرضون کی کچھ قید نہین فرض اور واجب کے بیچ مین بھی زیادتی کا یہی حکم ہی مثلاً قعدہ اول کے تشہد مین زیادتی کی اور تیسری رکعت کو نہ اٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا اور زیادتی مین چپ رہنا بھی داخل ہی وانصات المقتدی اور واجب ہی چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے پیچھے قرارت پڑھیگا تو قرارت مکروہ تحریمی ہوگی مگر اصح قول مین نماز فاسد نہوگی اور اگر بھول کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا کیونکہ مقتدی پر سہو نہین ہی

ومتابعۃ الامام یعنی فی المجتہد فیہ اور واجب ہی امام کی پیروی اُن افعال مین جنمین اختلاف مجتہدین ہی م مجتہد فیہ سے یہ مراد ہی کہ جسکی بنا دلیل معتبر شرعی پر ہو جسکی روسے مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلاً امام نے عید کی تکبیرین تین سے زیادہ کہین جیسے شافعی پانچ کہتے ہین یا دو سجدے سہو کے سلام سے پیشتر کیے یا وتر مین قنوت بعد رکوع کے پڑھا تو ایسے امور مین پیروی امام کی واجب ہی اسی طرح جن امور مین اتفاق ہی اُنمین متابعت بطریق اولی واجب ہی لا فی المقطوع بنسخہ نہین واجب ہی متابعت اس فعل مین جسکا منسوخ ہونا قطعی ہی جیسے نماز جنازہ مین امام نے پانچ تکبیرین کہین تو پانچوین مین اتباع نکرے اسلیے کہ ہرچند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیرین مروی ہین مگر آخر فعل آپ کا چار تکبیرین تھین تو یہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد او لعدم سنیتہ کقنوت فجر یا یقین ہوا اس فعل کے نہ مسنون ہونے کا تو اسمین بھی متابعت امام کی واجب نہین جیسے فجر کا قنوت یعنے اس صورت مین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر بد دعا ایک مہینے تک کی تھی پھر اسکا مسنون ہونا منسوخ ہوگیا تو اسمین بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر پہلے سنت تھا اب منسوخ ہوگیا یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہوسکتی ہی وانما تفسد بمخالفتہ فی الفروض کما بسطناہ فی الخزائن اور نماز صرف فرض مین امام کی مخالفت کرنے سے فاسد ہوتی ہی چنانچہ ہمنے اُسکو خزائن الاسرار مین مشرح بیان کیا ہی شامی نے کہا کہ فساد نماز واقع مین فرض کے ترک سے ہوتا ہی نہ متابعت کے ترک سے مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہی اسلیے نماز کے فساد کو مخالفت کیطرف منسوب کیا اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت کے ترک سے نماز فاسد نہین ہوتی قلت فبلغت اصولہا نیفا واربعین مین کہتا ہون کہ اصول واجبات کے کچھ اوپر ۴۰ ہوگئے م یعنے چودہ[14] واجب مصنف نے بیان کیے تھے اور ۲۸ شارح نے زاید کیے تو کل ۴۲ ہوگئے اور اُنکی تفصیل شامی نے یون بیان کی ہی کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب کہا شارح نے چھوٹون آیتون کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اسمین بڑھے اسی طرح عیدین کی چھوٹون تکبیرون کو ماتن نے ایک کہا اور شارح نے ہر ایک کو علیحدہ کہا تو پانچ اسمین زیادہ ہوے اور تعدیل ارکان کو ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین چارون جگہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمین زیادہ ہوے تو کل تیرہ[13] ہوے چودھوان[14] نہ مکرر پڑھنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرھوان[15] ترتیب قرارت اور رکوع مین سولھوان[16] ترتیب عدد رکعات مین سترھوان[17] بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارھوان[18] تکبیر قنوت انیسوان[19] تکبیر قنوت کے رکوع کی بیسوان[20] تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کی اکیسوان[21] عید کے دوگانہ کے شروع مین اللہ اکبر کہنا بائیسوان[22] ہر فرض و واجب کو اپنے محل پر ادا کرنا تئیسوان[23] ترک کرنا تکرار رکوع چوبیسوان[24] ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسوان[25] ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر چھبیسوان[26] ترک کرنا زیادتی کا بیچ مین دو فرضون کے ستائیسوان[27] چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسوان[28] پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات مین حاجت ضرب اور تفصیل کی نہین اسلیے شارح نے اُنکو اصول واجبات کہا انتہی د بالبسط اکثر من مائۃ الف اذا اخذ حاصل ۹۰ ۳ من ضرب خمستہ قعدۃ المغرب فیتہما ... وترک النقص منہ وزیادۃ فیہ ... علیہ فے ۷۰ کما مر اور پھیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکھ سے زیادہ ہوجائیگی اسلیے کہ ایک واجب یعنے تشہد ۹۰ ۳ واجب پیدا کرتا ہی یعنی پانچ واجب مفصلۂ ذیل کے ضرب کرنے سے ۷۸ تشہدون مین جسکا بیان اوپر گذر الیعنی جہان شارح

نے کہا ہو کہ تشہد کبھی دس بار مکرر ہوتا ہو الخ اور وہ پانچ واجب یہ ہین اول قعدہ مغرب دوم اسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا چہارم اسکے کلمات کے اثنا مین زیادتی نکرنی پنجم اسکے تمام کرنے پر کچھ زیادہ نہ کرنا تو چونکہ ہر تشہد مین ۱۰ تشہدون سے یہ پانچون واجب ضرور ہونے چاہئین اسلیے پانچ کو ۸۰ مین ضرب کیا ۴۰۰ ہوے م شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورہ بالا مین سو سے زیادہ سجدہ ہین اور ہر سجدہ مین تین واجب ہین تعدیل اور دونون ہاتھون کا زمین پر رکھنا اور دونون زانو کا رکھنا ان تین کو سو مین ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہین اور پہلے واجبات مین ملانے سے ۷۰۰ کے قریب ہوجاتے ہین اور جب اس رقم کو بقیہ ۴۲ واجبات مین ضرب کروگے تو ۲۵ ہزار سے زائد ہونگے اور چونکہ مقتدی کی متابعت کچھ اوپر ۲۰ فرض مین اور کچھ اوپر ۹۰ واجبات مین واجب ہو یعنے کچھ اوپر ۱۱۰ جگہ واجب ہو تو اب اگر اوپر کے مجموعہ کو ۱۱۰ مین ضرب کرو تو ۲۵ لاکھ سے زائد واجب ہوسکتے ہین حالانکہ ابھی اور واجب باقی ہین مثلاً ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع مین قرات نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر کھڑا نہونا وغیرہ پس انہین ضرب دینے سے تعداد اور بھی بڑھ جائیگی اسلیے شارح نے کہا والتتبع ینفی الحصر فتبصر اور تلاش واجبات کی نفی کرتی ہو حصر کو یعنے تلاش سے معلوم ہوتا ہو کہ لاتعد ولاتحصی ہین تو انکو خوب دیکھ بھال لو م شامی نے کہا کہ ان واجبات مین اکثر صورتین فرضی اور عقلی ہین کہ کبھی خارج مین نہین پائی جاتی اور انکی تلاش سے بجز تضییع اوقات اور کچھ فائدہ نہین اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی نہوتی تو بہتر تھا کہ اس سے پہلوتہی کیجاتی انتہی مترجم نے بھی اسلیے مختصر ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت مین بہت کچھ تصرف کیا تاکہ صرف مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہوجاے جو کوئی تفصیل اس مقام کی چاہے شامی کو دیکھے فیلغز ای واجب یستوجب ۳۹۰ واجبا تو چیستان پوچھی جاتی ہو کہ وہ کونسا واجب ہو جو ۳۹۰ واجبون کا مستوجب ہوتا ہو جس سے ۳۹۰ واجب لازم آتے ہین م جواب اس چیستان کا دوسرا قاعدہ اول مغرب کا ہو مقتدی کے حق مین بتفصیل مذکورہ بالا وسننہا اور نماز کی سنتین یہ ہین جو آگے مذکور ہوتی ہین

ترک السنۃ لایوجب فسادا ولا سہوا بل اساءۃ لو عامدا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہو نہ سجدہ سہو کا بلکہ اساءت یعنے برا کرنے کا موجب ہو اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو م یعنے اگر سنت نادانستگی مین ہوا تو کچھ برائی بھی نہوگی اور اگر سنت کو حقیر جانیگا تو کافر ہوگا چنانچہ نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہو کہ اگر سنت کو حق نجانیگا تو کافر ہوگا اسلیے کہ حق نجاننا حقیر سمجھنا ہو وقالوا الاساءۃ ادون من الکراہۃ اور فقہا نے کہا ہو کہ اساءت کم ہو بہ نسبت کراہت کے م شامی نے کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہو یعنے اساءت مین ملامت بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کمتر ہو اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہو اسلیے کہ تلویح مین ہو کہ سنت موکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہو اور نہر الفائق مین ہو کہ حکم سنت کا یہ ہو کہ اسکے ترک پر ملامت کیجاے اور کسی قدر گناہ بھی لاحق ہو اور طحطاوی نے کہا کہ اساءت کے معنے ترک اولی مین تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک ہوئی ثم ہی علی ما ذکرہ ثلاثۃ وعشرون پھر یہ سنتین بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہین اور واقع مین زیادہ ہین چنانچہ شارح بیان کریگا رفع الیدین للتحریمۃ فی الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ اثم سنت ہو اٹھانا دونون ہاتھون کا تحریمہ کے لیے یعنے تکبیر سے پیشتر اور بعضون نے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اٹھاوے خلاصہ مین ہو کہ اگر ہاتھ نہ اٹھانے کا عادی ہوگا تو گناہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہوجاوے تو گناہگار نہوگا ونشر الاصابع اے ترکہا بحالہا اور سنت ہی تکبیر کے وقت پھیلا رکھنا انگلیون کا یعنے انکو بحال خود چھوڑنا کہ نہ بہت ملی ہون نہ بہت پھیلی وان لایطاطی راسہ عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہو تکبیر کے وقت اپنے سر کو نہ جھکانا کیونکہ سر جھکانا اسوقت بدعت ہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اتمام قیام مین سر جھکانا ایسا ہی ہو وجہر الامام بالتکبیر بقدر حاجۃ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہو پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اسکی حاجت کے خبردار کرنے کے لیے دخول اور انتقال پر یعنے اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیون کو نماز مین داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کی طرف جانے کی خبر ہوجاوے اور اسیطرح سنت ہو پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا م طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہوگا شامی نے کہا

ستحب نہ رہیگا کیونکہ اُس سے انکسار جاتا رہیگا جو مستحب سے بڑھکر ہو وامساک فمہ عند التثاوب ولو باخذ شفتہ بسنہ فان لم یقدر غطاہ بظہر
یدہ الیسریٰ وقیل بالیمنی لو قائماً والا فبیسراہ مجتبیٰ اور مستحب ہو اپنا مُنھ بند کرنا جمائی لینے کے وقت اگرچہ ہونٹھ کو دانت کے پکڑنے سے بند کیا ہو پھر اگر مُنھ بند
نہو سکے تو اُسکو اپنے بائین ہاتھ کی پیٹھ سے چھپادے اور بعضون نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو داہنے کی پیٹھ سے چھپادے اور نہین تو بائین کی پیٹھ سے کذا
فی المجتبیٰ م وجہ مُنھ کے بند کرنے کی یہ ہو کہ جمائی لینا نماز مین اور خارج نماز کے مکروہ ہو اور کھڑے ہونے مین داہنا ہاتھ اسلیے کہا کہ حرکت ایک ہاتھ کی ہو
ورنہ بائین ہاتھ کو داہنے کے نیچے سے نکالنے مین دونون ہاتھون کو حرکت ہوگی اور بعض نسخون مین لفظ شفتیہ بصیغہ تثنیہ ہو مگر چونکہ دونون ہونٹھ کا دبانا جمائی
کے دفع کے لیے دانت سے دشوار ہو اسلیے صیغہ مفرد درست ہو کذا فی الشامی او کمہ یا مُنھ کو چھپادے اپنی آستین سے لان التغطیۃ بلا ضرورۃ مکروہۃ ہاتھ یا آستین
سے مُنھ اُسوقت چھپادے کہ جب بلا دباتھا اور آستین کے مُنھ بند ہوا اسلیے کہ مُنھ کا چھپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہو اگر ہونٹھ کو دانت سے دباکر جمائی
روک سکتا تھا اگر اسطرح نہ روکا بلکہ ہاتھ یا آستین سے مُنھ کو چھپایا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصہ فائدہ ترکیب جمائی کے دور کرنے کی یہ بہت عمدہ ہو کہ اپنے
دل مین سوچے کہ انبیا علیہم السلام نے جمائی نہین لی قدوری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہمنے اسکا بارہا امتحان کیا فوراً جمائی دور ہوگئی واخراج کفیہ من کمیہ
عند التکبیر للرجل الا لضرورۃ کبرد اور مستحب ہو اپنی دونون آستینون مین سے دونون ہاتھون کا باہر کرنا مرد کو اللہ اکبر کہنے کے وقت یعنی شروع نماز
مین مگر کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتھون کا مستحب نہین رہتا ودفع السعال ما استطاع لانہ بلا عذر مفسد فیجتنبہ اور مستحب ہو رفع کرنا
کھانسی کا اپنے مقدور بھر اسلیے کہ کھانسنا بلا عذر مفسد نماز ہو یعنی جبکہ اس سے حروف پیدا ہون کذا فی العینی تو اُس سے اجتناب کرے والقیام للامام
والموتم حین قیل حی علی الفلاح خلافاً لزفر فعندہ حی علی الصلوٰۃ ابن کمال اور مستحب ہو کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر مین حی علی الفلاح
کہا جاوے بخلاف قول زفر کے کہ اُنکے نزدیک حی علی الصلوٰۃ کہنے کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہو کذا ذکرہ ابن کمال شامی نے کہا کہ یہ نقل قول زفر کی
درست نہین بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہ ہو کہ قد قامت الصلوٰۃ کہنے کے وقت کھڑا ہو ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتھی
الیہ الامام علی الاظہر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اُسوقت مستحب ہو کہ امام محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو یعنی صفون کے پیچھے سے
اپنی جگہ جانا چاہے تو جس صف مین امام پہونچے وہی کھڑی ہو جاے ظاہر قول مین وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرہم علیہ اور اگر امام آگے
کی جانب سے داخل ہو تو لوگ اُسوقت کھڑے ہون جب اُنکی نظر امام پر پڑے الا اذا اقام الامام بنفسہ فی مسجدٍ فلا یقفوا حتی یتم اقامتہ ظہیریہ
جبکہ امام خود مسجد مین تکبیر کہے تو مقتدی کھڑے نہون یہانتک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریہ شامی نے کہا کہ شارح کو فی المسجد
الف لام کے ساتھ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا بصیغہ نفی وان خارجہ قام کل صفٍ ینتھی الیہ بحر اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک
پہونچے وہ کھڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اس قول کو مین نے بحر الرائق مین نپایا بلکہ نہر الفائق مین مذکور ہو وشروع الامام فی الصلوٰۃ
مذ قیل قد قامت الصلوٰۃ ولو اخر حتی اتمہا لا باس بہ اجماعاً وہو قول الثانی والثلاثۃ وہو اعدل المذاہب کما فی شرح المجمع لمصنفہ وفی القہستانی
معزیا للخلاصۃ انہ الاصح اور مستحب ہو نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلوٰۃ کہا جاے اور اگر نماز کے شروع کرنے مین تاخیر کی یہانتک
کہ موذن نے اقامت تمام کر لی تو اسمین کچھ مضائقہ نہین بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہو اور وہی درست تر
مذاہب کا ہو جیسا کہ شرح مجمع مین اُسکے مصنف نے ذکر کیا ہو اور قہستانی مین منسوب بخلاصہ یون ہو کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہو اسلیے کہ اس
سے نمازیون پر اشتباہ نرہیگا اور موذن بھی امام کے ساتھ نماز شروع کر سکیگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو لم یعلم ما فی الصلوٰۃ من فرائض
وسنن اجزاہ قنیہ اور اگر نمازی نے یہ نہ جانا کہ جو فرض شلاً ادا کرتا ہو اُسمین فرض کیا افعال ہین اور سنت کیا تو یہ نماز اُسکو کافی ہوگی کذا فی القنیہ

فصل

اس فصل مین نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اس طریق پر ہی جو سلف سے منقول چلا آیا ہی واذا اراد الشروع فی الصلوٰة کبر لو قادرا
للافتتاح ای قال وجوبا اللہ اکبر اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے تو شروع نماز کے لیے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنے براہ وجوب لفظ اللہ اکبر کہے طحطاوی
نے کہا کہ قادر کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ اکبر کہنے کے وجوب سے یہ نکلا کہ اگر اللہ کبیر یا اللہ اکبر یا اللہ الکبیر کہیگا تو واجب ادا نہوگا ولا یصیر شارعا بالمبتداء
فقط کاللہ لا باکبر فقط ہو المختار اور نماز کا شروع کرنے والا نہوگا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط اللہ کہے اور خبر کچھ نہ کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے شروع
کرنے والا ہوگا یہی قول مختار ہی شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظم سے اور وجہ شروع کرنیوالا نہونے کی یہ ہی کہ شروع

نماز کی شرط پورا جملہ ہی تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نپائی جاویگی فلو قال اللہ مع الامام و اکبر قبلہ او ادرک الامام راکعا فقال اللہ قائما و اکبر راکعا لم یصح
فی الاصح پس اگر مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر کو امام کے فارغ ہونے سے پیشتر کہہ لیا یعنے ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہین کیا تھا کہ مقتدی کہہ چکا یا
مقتدی نے امام کو رکوع مین پایا تو لفظ اللہ تو کھڑے ہوے کہا اور اکبر رکوع مین تو دونون صورتونمین اسکا اقتدا درست نہوگا صحیح تر قول مین م پہلی صورتمین اقتدا
اسلیے صحیح نہوا کہ امام بوجہ ناتمام ہونے اللہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنے والا نہین ہوا تھا کہ مقتدی نے اسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری
صورت مین شرط تحریمہ مفقود ہی یعنے حالت قیام مین پورا جملہ چاہیے تھا وہ نہوا اسلیے اقتدا بھی صحیح نہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہین ویسے ہی مقتدی

خود اپنی نماز کا شروع کرنے والا بھی نہوگا کیونکہ اسنے قصد شریک ہو کر پڑھنے کا کیا تھا یعنے تنہا پڑھنے کی نیت پہلے ہی نہ تھی کما لو فرغ من اللہ قبل الامام
جیسے اقتدا صحیح نہین جبکہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنے امام نے تکبیر تحریمہ ابھی شروع نہین کی کہ مقتدی
اللہ کہہ چکا تو اقتدا صحیح نہوگا ولو ذکر الاسم بلا صفۃ صح عند الامام خلافا لمحمد رح اور اگر صرف اسم ذات کو یعنے لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنی اکبر کے تو صحیح ہی
امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مکرر ہو گیا اور باوجود مکرر ہونے کے ضعیف ہی کیونکہ ظاہر الروایت پر مبنی نہین کذا ذکرہ الحلبی م
اگر پہلی صورت کو یعنے صرف مبتدا کے ذکر کرنے سے شروع کرنیوالا نہونے کو منفرد یا امام کے لیے محمول کرین اور اس صورت کو حالت اقتدا پر تو مکرر نہین ہی

بالحذف اذ مد احدی الہمزتین مفسد و تعمدہ کفر وکذا الباء فی الاصح اللہ اکبر وجوبا کہے ہمزون کے حذف کرنے کے ساتھ یعنے اللہ اور اکبر کے ہمزون کو
بڑھا کر نہ کہے اسلیے کہ کھینچکر پڑھنا ان دونون ہمزون مین سے ایک کا مفسد ہی شروع نماز کا اگر نادانستگی مین بڑھا کر پڑھا ہو اور جانکر انکو مد کرنا کفر ہی اور
اسیطرح ب کا بڑھانا لفظ اکبر سے صحیح تر قول مین مفسد ہی م مقابل اسکا وہ ہی جو حلبی نے شرح منیہ مین ذکر کیا ہی کہ ب کا بڑھانا مفسد نہین کذا فی الطحطاوی

ویشترط کونہ قائما فلو وجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع اور شرط ہی اللہ اکبر کہنا کھڑے ہو کر یعنے فرض
نماز مین باوجود قدرت کھڑے ہو کر تحریمہ کرنا چاہیے پس اگر امام کو رکوع مین پایا اور جھکے ہوے اللہ اکبر کہا تو اگر یہ جھکنا قیام سے قریب ہوگا
یعنے اسقدر جھکا ہوگا کہ ہاتھون سے گھٹنون کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہوگی م صورت اسکی یہ ہی کہ مقتدی نے جو
اللہ اکبر کہا اس سے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہ تکبیر تحریمہ کی ہو جائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہوگی اسلیے کہ تکبیر تحریمہ فرض اور شرط ہی اور رکوع
کی تکبیر نفل ہی اور چونکہ یہ نفل فرض کے محل مین واقع ہوئی اسلیے فرض کی طرف پھیری گئی کذا فی الشامی مختصراً فروع مسائل ملحقہ شارح کے کبر غیر عالم

بتکبیر امامہ ان اکبر رایہ انہ کبر قبلہ لم یجز والا جاز محیط مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور یہ نہین جانتا کہ امام اللہ اکبر کہہ چکا ہی یا نہین تو اگر اسکی رائے غالب
یہ ہی کہ مین نے امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہی تب تو اقتدا درست نہوگا ورنہ جائز ہوگا کذا فی المحیط یعنے اگر گمان غالب یہ ہوگا کہ امام کے ساتھ یا

اسکے بعد اللہ اکبر کہا ہی یا کچھ گمان ہی نہو کہ پہلے کہا یا پیچھے تو اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی ولو اراد بتکبیرہ التعجب او متابعۃ المؤذن

لم یصر شارعًا اور اگر نمازی نے اللہ اکبر کہنے سے قصد تعجب کا کیا یا موذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنیوالا نماز کا نہوگا کیونکہ تعجب کرنا اور جواب اذان کا دینا اجنبی باتین ہین اور نماز کی مفسد ہین تو انسے شروع درست نہوگا ویجزم الراء لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم الاذان جزم والاقامة

جزمٌ والتکبیر جزم نہر ومر فی الاذان اور اللہ اکبر کی ر کو جزم کرے بسبب فرمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہی اور اقامت جزم ہی اور اللہ اکبر کہنا جزم ہی کذا فی المنح اور یہ حدیث باب الاذان مین گذری م اذان جزم ہی یعنے اُسکے کلمات کے آخر پر کچھ حرکت نہین یہ حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفًا اور مرفوعًا مروی ہی وانما یصیر شارعًا بالنیة عند التکبیر لا بہ وحدہ ولا بہا وحدہا بل بہما اور بات یون ہی کہ شروع کرنے والا نیت سے ہوتا ہی اللہ اکبر کہنے کے وقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونون چیزون سے م یعنے چونکہ نیت بھی صحت نماز کی شرط ہی اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیشتر بھی جائز ہی بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل مثل کھانے پینے کے بیچ مین واقع نہو تو اس سے یہ وہم ہوتا ہی کہ شاید صرف نیت کافی ہو اسلیے ماتن نے تصریح کردی کہ نیت تحریمہ کے وقت ہونی چاہیے کذا فی الشامی ولا یلزم العاجز عن النطق

کاخرس وامی تحریک لسانہ وکذا فی حق القراءة ہو الصحیح لتعذر الواجب فلا یلزم غیرہ الا بدلیل فتکفی النیة اور جو شخص کہ بولنے سے عاجز ہو جیسے گونگا اور امی اسکو اللہ اکبر کہنے کے لیے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہین اور اسی طرح قرارت کے حق مین زبان کا ہلانا ضرور نہین یہی صحیح ہی زبان کا ہلانا لازم نہین بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہین لازم ہوگا واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلیے نیت کافی ہوگی م یعنی اللہ اکبر کہنا اور قرارت واجب ہی اور یہ واجب عاجز سے ادا نہین ہوسکتا تو دوسری چیز یعنے زبان ہلانے کو اسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہو اسلیے عاجز کی نیت ہی نماز مین کافی ہی لکن ینبغی ان یشترط فیہما القیام وعدم تقدیمہا لقیامہا مقام التحریمة ولم ارہ لیکن سزاوار یہ ہی کہ عاجز کی نیت مین قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر نہو کیونکہ نیت اس صورت مین قائم مقام تحریمہ کی ہی اور مین نے اسکو دیکھا نہین م یعنے چونکہ عاجز کے حق مین نیت کافی ہی تحریمہ کی کچھ ضرورت نہین اس سے یہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہوگئی تو شارح بہ تبعیت مصنف نہر الفائق کے کہتا ہی کہ تحریمہ کی شرطین یعنے قیام اور مقدم نہونا عاجز کی نیت مین ملحوظ ہونا چاہیے مگر مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونون شرطین علحدہ ہین تو جب ایک شرط کسی عذر سے ساقط ہوگئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کے قائم مقام ہوگئی

ثم فی الاشباہ فی قاعدة التابع تابع فالمفتی بہ لزومہ فی تکبیرة وتلبیة لا قراءة پھر اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ تابع تابع رہتا ہی یہ ہی کہ فتوےٰ اسپر ہی کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہی اللہ اکبر کہنے اور لبیک کہنے مین اور لازم نہین قرارت مین م شامی مین محیط سے منقول ہی کہ قرارت فرض قطعی ہی اور تلبیہ فرض ظنی تو چاہیے کہ تلبیہ مین بطریق اولے لازم نہو ورفع یدیہ قبل التکبیر وقیل معہ ماسا بابہامیہ شحمتی اذنیہ اور اٹھاوے اپنے دونون ہاتھ اللہ اکبر کہنے سے پہلے اور بعضون نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اٹھاوے لگانے والا دونون انگوٹھون کو دونون کانون کی لو سے م اللہ اکبر سے پہلے ہاتھون کا اٹھانا منسوب ہی طرفین کیطرف اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہی اور خلاصہ اور محیط وغیرہ مین ہی کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے اسیوقت ہاتھون کا اٹھانا شروع کرے اور جب اسکو تمام کرے اسیوقت اسکو تمام کرے اور تیسرا قول یہ ہی کہ بعد اللہ اکبر کے اٹھاوے اور یہ سب اقوال حدیث شریف مین مروی

ہین کذا فی الشامی وہو المراد بالمحاذاة لانہا لا تتیقن الا بذلک کانون تک ہاتھون کا اٹھانا ہی مراد ہی محاذات سے جو ظاہر الروایة اور بعض احادیث مین وارد ہوا اسلیے کہ محاذات بدون اسطرح اٹھانے کے یقینی نہوگی م یعنے بعض احادیث مین جو خذواذنیہ آیا ہی یعنے دونون کانون کے برابر ہاتھ اٹھاوے اس سے مراد یہی ہی کہ انگوٹھے کانون کی لو کو لگین اور شانون تک اٹھانے مین برابری کانون کی ثابت نہین اور جن حدیثون مین شانون تک اٹھانا مروی ہی اس حالت پر محمول ہی کہ ہاتھ سردی کے سبب کپڑون کے اندر ہون اور ابن ہمام نے دونون حدیثون مین توفیق اسطرح کی ہی کہ کلائیون کو

مونڈھون کے برابر کرنے سے کانون کی محاذات انگوٹھون سے ہوجاتی ہی کذا فی الشامی تبصرف ویستقبل بکفیہ القبلۃ وقیل خدیہ اور اپنی دونون ہتھیلیون
کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہتھیلیون کا رخ دونون رخسارہ ان کی طرف کو رکھے والمرأۃ ولو امۃ کما فی البحر لکن فی النہر عن السراج
انہا ہنا کالرجل وفی غیرہ کالحرۃ اور عورت اگر لونڈی ہو چنانچہ بحر الرائق مین ہی لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہی کہ لونڈی اس مقام مین یعنے
رفع یدین مین مرد کے برابر ہی اور دوسرے افعال مثل رکوع اور سجدہ مین مثل آزاد بی بی کے ہی ترفع بحیث یکون رؤس اصابعہا حذاء منکبیہا وقیل
کالرجل عورت اپنے ہاتھ اسطرح اٹھادے کہ اسکی انگلیون کے برابر اسکے دونون شانون کے ہوجائین اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی
کہ عورت مثل مرد کے ہی ہاتھ اٹھانے مین مگر اول قول کو ہدایہ مین صحیح کہا ہی وصح شروعہ ایضا مع کراہۃ التحریم بتسبیح وتہلیل وتحمید وسائر کلم التعظیم
الخالصۃ لہ تعالے ولو مشترکۃ کرحیم وکریم فی الاصح اور نیز صحیح ہی شروع کرنا نمازی کا نماز کو کراہت تحریمی کے ساتھ سبحان اللہ کہنے اور لا الہ الا اللہ
کہنے اور الحمد للہ کہنے سے اور سب اللہ تعالے کے خالص تعظیم کے کلمات سے اگرچہ مشترک ہون مثل رحیم اور کریم کے صحیح تر قول مین م تعظیم مین
خالص کی قید اسلیے لگائی کہ جو کلمات شامل ہون دعا اور حاجت پر وہ نکل جائین شامی نے کہا کہ لہ تعالی متعلق تعظیم سے ہی نہ خالص سے ورنہ
اسکے بعد ولو مشترکۃ نہ ہوگا اور اصح قول کا مخالف ذخیرہ اور خانیہ مین ہی کہ شروع نماز کو خالص لفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہی وخصہ الثانی باکبر وکبیر منکرا
ومعرفا وزاد فی الخلاصۃ والکبار مخففا ومثقلا اور مخصوص کیا ہی شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اللہ اکبر و کبیر سے خواہ انکو نکرہ بے الف لام کے بولے یا الف
لام کے ساتھ خلاصہ مین کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہی م کبار بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید آن بمعنی کبیر ہی یعنے ابو یوسف رح
کے نزدیک اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہوجائیگا اور الفاظ سے صحیح نہوگا شامی نے کہا کہ اس
باب مین صحیح طرفین کا قول ہی چنانچہ نہر الفائق مین ہی کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان جیسے کہ صحیح ہی اگر نماز کو شروع کیا عربی کے سوا دوسری
زبان مین کوئی سی زبان ہو وخصہ البردعی بالفارسیۃ لمزیتہا بحدیث لسان اہل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ الدریۃ بتشدید الراء قہستانی اور خاص
کیا ہی دوسری زبان کو احمد بن حسین بردعی نے فارسی کے ساتھ بسبب اسکے فائق ہونے کے اس حدیث سے کہ زبان جنت والونکی عربی ہی اور دری
فارسی اور لفظ دری را مہملہ کی تشدید سے ہی کذا فی القہستانی م محشی اس حدیث کی تخریج کے درپے نہین ہوے اور دری منسوب ہی درکیطرف بمعنی دروازہ یا
یہ زبان ان لوگون کی ہی جو بادشاہی دروازون پر رہتے ہین اور فارس نام ایک قلعہ کا ہی جسکی طرف ایک قوم منسوب ہی ان لوگون کی زبان عربی کے
بعد اشرف اور مشہور تر ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرطا عجزہ اور صاحبین نے دوسری زبان مین شروع نماز کے صحیح ہونے کے لیے عاجز ہونا
نمازی کا عربی مین تکبیر کہنے سے شرط کیا ہی وعلی ہذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوۃ اور اسی خلاف پر ہین خطبہ اور سب ذکر نماز کے یعنی امام اعظم رح کے نزدیک
اور زبانون مین خطبہ اور ثنا اور دوسری دعائین درست ہین اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کی صورت مین درست ہین طحطاوی نے
کہا کہ معتمد امام کا قول ہی واما ما ذکرہ بقولہ اوامن او لبی او سمی عند ذبح او شہد عند حاکم او رد سلاما ولم ار لو شمت عاطسا وقرأ بہا عاجزا فجائز اجماعا
اور جو امور کہ نماز کے ذکر مین داخل نہین اور انکو مصنف نے اپنے قول مین ذکر کیا ہی یعنے خواہ ایمان لایا یا لبیک کہا یا سلام کیا یا ذبح کے
وقت خدا تعالے کا نام لیا یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دی یا جواب سلام کا دیا یا قرات پڑھی عربی سے عاجز ہوکر تو یہ سب باتین باتفاق امام اور
صاحبین کے غیر زبان مین جائز ہین شارح نے کہا کہ اگر چھینک کا جواب غیر زبان مین دیا تو اسکا حکم مین نے نہین دیکھا شامی نے
حلبی سے نقل کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا قید القراءۃ بالعجز لان الاصح رجوعہ الی قولہما
وعلیہ الفتوی مصنف نے قرات مین عربی سے عاجز ہونے کی قید لگائی اسلیے کہ صحیح تر یہ ہی رجوع کرنا امام کا صاحبین کے قول کی طرف اور

اسی پر فتوی ہے قلت وجعل العینی الشروع کالقراءۃ لاسلف لہ فیہ ولاسند یقویہ بل جعلہ فے التاتارخانیۃ کالتلبیۃ تجوز اتفاقا فظاہرہ کالمتن رجوعہما الیہ لاہو الیہما فاحفظ فقد اشتبہ علے الکثیر من القاصرین حتے الشرنبلالی فی کل کتبہ قنیۃ اور عینی نے شروع نماز کی تکبیر کو قراءت کے مانند کیا ہے یعنی غیر زبان مین اُسکے صحیح ہونے کے لیے بھی قید عربی سے عاجز ہونے کی لگائی ہے نہ تو اس باب مین عینی کا کوئی سلف ہے جنسے پیشتر ایسا کہا ہو اور نہ کوئی سند اُسکے دعوے کو قوت دیتی ہے بلکہ شروع کو تاتارخانیہ مین تلبیہ کے مانند ٹھہرایا ہے کہ غیر زبان مین باتفاق جائز ہے پس ظاہر تجویز تاتارخانیہ کا مثل متن تنویر الابصار کے یہ ہے کہ صاحبین نے امام کے قول کیطرف رجوع کیا ہے نہ یہ کہ امام نے صاحبین کیطرف رجوع کیا ہو تو اُسکو یاد کر لے کہ بہت سی کم توجہ کرنے والون پر یہ امر مشتبہ ہو گیا ہے یہانتک کہ شرنبلالی پر بھی اُسکی سب کتابون مین مشتبہ ہو گیا ہے سو خبردار ہو جا ہم صاحبین کے نزدیک نماز کے سب ذکر اور تکبیر تحریمہ دوسری زبان مین اُسوقت درست ہوتے ہین کہ نمازی عربی سے عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قراءت کے سب اذکار و تحریمہ باوجود قدرت عربی کے غیر زبان مین جائز ہین تو فقط امام صاحب نے قراءت کے باب مین صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہے اسوجہ سے کہ قرآن ایک خاص عربی منظوم کا نام ہے جو بنقل متواتر ہم تک پہونچا ہے تو فارسی وغیرہ مین وہ منقول خاص باقی نرہیگا باقی رہا شروع کا حال تو اُسمین امام صاحب کی دلیل قوی ہے یعنے وہ یہ فرماتے ہین کہ شروع مین مطلوب ذکر اور تعظیم ہے یہ ہر زبان مین حاصل ہو سکتا ہے خصوصیت عربی کی نہین پس عینی نے جو شروع کو قراءت کے مانند ٹھہرایا اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے صاحبین کا قول شروع نماز مین اختیار کیا حالانکہ ایسا نہین کیونکہ تاتارخانیہ مین شروع نماز کو تلبیہ کے موافق کہا ہے جو بالاتفاق دوسری زبان مین درست ہے اور اس متن مین بھی شروع نماز مین قید عاجزی کی نہین لگائی جیسے قراءت مین لگائی ہے تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کی عدم تقیید اس بات کی دلیل ہین کہ صاحبین نے شروع نماز مین امام کا قول اختیار کیا ہے نہ یہ کہ امام نے صاحبین کا قول لیا ہو جیسا عینی نے سمجھا کذا فی الشامی

تبصرف لا یصح ان اذن بہا علے الاصح وان علم انہ اذان ذکرہ الحدادی واعتبر الزیلعی التعارف نہین صحیح ہے اگر اذان دی غیر عربی مین صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہ جانین کہ وہ اذان ہے ذکر کیا ہے اُسکو حدادی نے اور زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہے یعنے اذان فارسی مین ہو اور لوگ جان جاوین کہ اذان ہوتی ہے تو درست ہوگی ورنہ جائز نہو گی کیونکہ اذان سے مقصود خبر کرنا نماز کا ہے وہ حاصل نہین ہوا فروع مسائل ملحقہ شارح کے قرء بالفارسیۃ او التوراۃ او الانجیل ان قصۃ تفسد وان ذکرا لا قرأت پڑھے فارسی مین یا قرآن کی جگہ توریت یا انجیل پڑھے اگر کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہو گی م ہدایہ مین کہا کہ فارسی مین قراءت سے نماز فاسد نہین بلا خلاف بشرطیکہ جسقدر قراءت سے نماز درست ہو جاے اُسقدر عربی مین پڑھلی ہو اور قاضیخان نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے فتح القدیر مین ان دونون قول مین یون توفیق کی کہ اگر فارسی مین قصون کی جگہ یا امر ونہی کی جگہ سے پڑھیگا تو فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر اور تنزیہ کے مقام کو پڑھیگا اور اسی پر اکتفا کریگا تب بھی فاسد ہو گی کہ نماز قراءت سے خالی رہجائیگی اور کسی قدر قرآن اُسکے ساتھ ملا لیگا تو فاسد نہو گی کذا فی الشامی والحق بہ فے البحر الشاذ اور بحر الرائق مین فارسی مین قراءت پڑھنے کے ساتھ قرآن کی روایت شاذ کو ملحق کیا ہے یعنے روایت شاذ کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے جیسا فارسی قراءت مین مذکور ہوا لکن فے النہر الاوجہ انہ لا یفسد ولا یجزی کالتہجی لیکن نہر الفائق مین ہے کہ موجہ تر یہ ہے کہ روایت شاذ نماز کو فاسد نہین کرتی اور نہ قراءت واجب سے کافی ہوتی ہے جیسا ہجے کر کے پڑھنا قرآن کا مثلاً یون کہنا اَلْ حَ مْ دُ لِّ لٰ ا ہ کہ وہ بھی مفسد نہین اور نہ مقدار واجب کو کافی ہو م قرآن مجید کی روایات مشہور سات ہین اور ائمہ قراءت و نحو مین تو متواتر روایتین دس تک ہو سکتی ہین پس جو روایت کہ ان دسون روایتون سے خالی ہو گی وہ شاذ ہے نہر الفائق مین کہا کہ وجہ اُسکے مفسد نہونے کی یہ ہے کہ روایت شاذ کے قرآن ہونے مین شک ہے تو شک سے نماز فاسد نہین بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قرآن نہین کیونکہ عرف مین قرآن عربی

زبان ہی کو کہتے ہین و یجوز کتابۃ آیۃ او آیتین بالفارسیۃ لا اکثر اور درست ہی لکھنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی مین نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے
نقل کیا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ ایک یا دو آیت قلیل ہی اور قلیل معاف ہی نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہوگا اور ضرورت کی صورت مین زیادہ کے
لکھنے مین بھی کچھ مضائقہ نہین و یکرہ کتب تفسیرہ تحتہ بہا اور مکروہ ہی لکھنا قرآن کی تفسیر کا قرآن کے نیچے فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ شریعت
مین حکم ہی قرآن کے خالی رکھنے کا غیر قرآن سے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہی کہ لکھنا قرآن کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اسکے نیچے لکھنا جائز ہی اس سے
معلوم ہوا کہ کراہت سے تنزیہی کراہت مراد ہی اور فارسی کی کچھ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہی تو مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہ ہی کہ قرآن مجید متن مین اور ترجمہ
حاشیہ پر لکھے تا کہ اس کراہت سے بچے ولو شرع بمشوب حاجتہ کتعوذ و بسملۃ و حوقلۃ و اللہم اغفرلی او ذکرہا عند الذبح لم یجز اور اگر نماز کو شروع کیا ان
لفظون سے جو مخلوط ہین نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہوگا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہ قائم مقام دعا کے ہی گویا کہ یہ کہا کہ الٰہی مجکو پناہ
دے شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہ بھی برکت کے واسطے ہی تو گویا یون کہا کہ الٰہی تو میرے واسطے برکت کر اور جیسے لا حول و لا قوۃ
الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہ بھی دعا ہی تو گویا یون کہیگا کہ الٰہی مجکو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت دے کہ سوا تیرے اور کسیکو
یہ طاقت نہین اور جیسے اللہم اغفرلی کہنا کہ صریح دعا ہی مغفرت کی پس ان سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللہم اغفرلی کو ذبح کے وقت تو ذبح درست
نہوگا بخلاف اللہم فقط فانہ یجوز فیہما فی الاصح کیا اللہ بخلاف صرف لفظ اللہم کے کہ شروع اور ذبح دونون مین جائز ہی صحیح تر قول مین مثل
یا اللہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح مین درست ہی باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے ان لوگون کا قول نکل گیا جو عدم صحت شروع اور
ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اس قول کی تصحیح کی ہی اور اللہم بمعنی یا اللہ ہی و وضع الرجل یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ آخذا رسغہا بخنصرہ
و ابہامہ ہو المختار اور رکھے مرد یعنے بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتھ بائین پر نیچے اپنی ناف کے پکڑنے والا بائین ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگوٹھے
سے یہی مختار ہی یعنے چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کر کے بائین ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لے اور باقی تین انگلیاں اسپر پھیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر اور
بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پہونچے پر رکھے مگر مختار اول طور ہی اور وجہ مختار ہونے کی یہ ہی کہ بعض احادیث مین ہاتھ رکھنا دوسرے ہاتھ پر وارد
ہی اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکھنے مین دونون باتین حاصل ہین کذا فی الشامی بتصرف و تضع المرأۃ و الخنثی الکف علی الکف تحت ثدیہا اور
رکھے عورت اور خنثی مشکل داہنی ہتھیلی کو بائین ہتھیلی پر اپنی دونون پستان کے نیچے شامی نے کہا کہ منیہ کے بعض نسخون مین تحت ہی اور بعضون مین علی
یعنی پستان کے اوپر رکھے مگر بہتر تھا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکھے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر رکھنا لکھا ہی نہ پستان پر م خنثی اسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت
دونون کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہوگی تو اسکو حکم مردون کا ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اسکا حکم عورتون کا سا ہی اور
اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہی کما فرغ من التکبیر بلا ارسال فی الاصح ہاتھ رکھے بمجرد فارغ ہونے کے اللہ اکبر کہنے سے بدون ہاتھ
لٹکانے کے صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت یہی ہی اور اسکا مقابل نوادر مین امام محمد سے مروی ہی کہ ثنا پڑھنے کے وقت دونون ہاتھون
کو لٹکا رکھے جب سبحانک اللہم الخ سے فارغ ہو جاے تو ہاتھ باندھ لے م کاف کما فرغ کا محاورت کا کاف کہلاتا ہی و ہو سنۃ قیام اور ہاتھونکا باندھنا سنت
ہی قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک قرات کی سنت ہی اسلیئے ثنا مین انکے نزدیک ہاتھون کا لٹکانا اور انکو نہ باندھنا اسوقت تک درست
ہی کہ قرات شروع کرے ظاہرہ ان القاعد لا یضع و لم ارہ اور ہاتھون کے باندھنے کو سنت قیام ٹھہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہی کہ بیٹھنے والا اپنے ہاتھ
باندھے اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا ثم رایت فی مجمع الانہر المراد من القیام ما ہو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پھر مین نے مجمع الانہر مین دیکھا
کہ مراد قیام سے وہ ہی جو عام ہی حقیقی اور حکمی سے اسلیئے کہ بیٹھنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہی یعنے ہاتھ وہ بھی باندھتا ہی تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا

حکمی ہاتھونکا باندھنا سبکی سنت ہی حکمی قیام جیسے نفل مین بیٹھنا اور فرضون مین عذر کی جہت سے بیٹھنا کیونکہ نشست قائم مقام قیام کے ہی لہ قرار فیہ ذکر مسنون
فیضع حالۃ الثناء وفی القنوت وتکبیرات الجنازۃ ہاتھون کا باندھنا اُس قیام کی سنت ہی جسمین طول ہو اور اسمین کوئی ذکر شروع ہو یعنی جسکے
پڑھنے کا حکم ہو خواہ وہ ذکر فرض ہو یا واجب یا سنت اس سے یہ نکلا کہ ہاتھ باندھے ثنا پڑھنے کے وقت اور قنوت کے اندر اور جنازہ کی تکبیرون مین کیونکہ ان
قیامون مین ذکر مشروع پایا جاتا ہی علم اسیطرح خطبہ پڑھنے کے وقت ہاتھ باندھنے چاہئین کہ وہ بھی ذکر مشروع سے خالی نہین لا لبین فی قیام تخلل بین رکوع
وسجود لعدم القرار ولا بین تکبیرات العیدین لعدم الذکر مالم یطل القیام فیضع سراج نہین مسنون ہی ہاتھ باندھنا رکوع اور سجدہ کے درمیانکے قیام مین بسبب بائدار
ہونے قیام کے یعنی اگرچہ قومہ مین ذکر مسنون موجود ہی کہ سمع اللہ لمن حمدہ یا ربنا ولک الحمد کہنا پڑتا ہی مگر چونکہ اس قیام مین طول نہین تو ہاتھ باندھنا مسنون
نہین اور نہین مسنون عیدین کی تکبیرین مین ہاتھونکا باندھنا بسبب نہونے ذکر کے جبتک کہ قیام کو طول ندے اور اگر طول دے تو ہاتھ باندھ لے کذا فی السراج
طحطاوی نے کہا تو ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ صلوۃ التسبیح کے قومہ مین ہاتھونکا باندھنا مسنون ہوا سوجہ سے کہ اسمین طول اور ذکر مسنون دونون ہین وقرا الماکبر سبحانک
اللہم تارکا وجل ثناءک الا فی الجنازۃ مقتصرا علیہ فلا یضم وجہت وجہی الا فی النافلۃ ولا تفسد بقولہ وانا اول المسلمین فی الاصح اور پڑھے بمجرد تکبیر کہنے کے (سبحانک اللہم و
بحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک) کلمہ وجل ثناءک چھوڑ کر یعنے بعد تعالی جدک کے وجل ثناءک نکہے سوائے نماز جنازہ کے کہ اسمین اس لفظ کا زیادہ کرنا مسنون
برتر ہی تعریف تیری ۱۲
ہی درحالیکہ اکتفا کرنیوالا ہو اسی ثنا پر یعنے اسمین وجہت وجہی الخ نہ ملاوے بجز نماز نفل کے کہ اسمین اسکا ملانا ثنا کے ساتھ جائز ہی اور نماز فاسد نہین ہوتی صحیح تر
قول مین نمازی کے اس کہنے سے وانا اول المسلمین یعنے مین پہلا ہون سب مسلمانون کا منیہ مین کہا کہ اگر جل ثناءک بھی کہیگا تو نماز مین کچھ حرج نہوگا اور وجہت
وجہی پوری اسطرح ہی (وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت
وانا اول المسلمین) اسکو نفل نماز مین ثنا کے ساتھ ملالے اور متاخرین نے اسکو اختیار کیا ہی کہ تحریمہ سے پیشتر اسکو کہہ لے اور اصح قول کا مقابل وہ ضعیف قول ہی کہ نماز
فاسد ہو جاتی ہی اسلیے کہ انا اول المسلمین اُسکی طرف سے جھوٹ ہوتا ہی بحر الرائق مین کہا کہ احادیث صحیحہ مین اسکا پڑھا جانا ثابت ہی تو مفسد نماز نہین ہو سکتا علاوہ اسکے
جھوٹ اُسوقت ہو کہ نمازی اپنے حال کی خبر دیتا ہو اسکی غرض تو صرف قصد تلاوت ہی تو جھوٹ کیسے ہوگا کذا فی الشامی ملتقطا الا اذا شرع الامام فی القراءۃ سواء کان
مسبوقا او مدرکا وسواء کان امامہ یجہر بالقراءۃ اولا فانہ لا یاتی بہ لما فی النہر عن الصغری ادرک الامام فی القیام یثنی مالم یبدا بالقراءۃ تکبیر تحریمہ کہتے ہی ثنا پڑھے
مگر جب امام قرارت پڑھنے لگا ہو تو اُسوقت مقتدی ثنا نہ پڑھے خواہ مقتدی کچھ نماز ہو جانے کے بعد ملا ہو یا شروع سے امام کا شریک ہو اور برابر ہی کہ اُسکا امام
قرارت پکار کر پڑھتا ہو یا نہین اسلیے کہ نہر الفائق مین صغری سے منقول ہی کہ امام کو مقتدی نے قیام مین پایا تو ثنا پڑھے جبتک کہ امام نے قرارت شروع نکی طحطاوی
نے حلبی سے نقل کیا کہ عبارت متن سے معلوم ہوتا تھا کہ جب امام آہستہ پڑھنے کی صورت مین قرارت شروع کر دے تب بھی ثنا کا پڑھنا جائز ہی اسلیے شارح نے
متن کی عبارت کو قول صحیح کیطرف پھیر دیا قیل فی المخافتۃ یثنی اور بعضون نے کہا کہ امام کے آہستہ پڑھنے کی صورت مین ثنا پڑھ لے م حلبی نے اس قول کے
ضعیف کی وجہ یہ بیان کی ہی کہ جب مقتدی سے امام کے پیچھے قرارت ساقط ہو گئی جو فرض تھی تو ثنا جو نفل ہی بطریق اولی ساقط ہونی چاہیے ولو ادرکہ راکعا او ساجدا
ان اکبر رایہ انہ یدرکہ اتی بہ اور اگر امام کو رکوع یا سجدہ کرتے پایا تو اگر مقتدی کا گمان غالب ہو کہ ثنا پڑھ کر امام سے ملجائیگا تو ثنا پڑھ لے طحطاوی نے شرنبلالی
سے نقل کیا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا تو تحریمہ کہکے رکوع کرے اور ثنا کو ترک کرے اور اگر سجدہ مین پاوے تو بعد تحریمہ کے ثنا پڑھے اور سجدہ مین شریک ہو
اور یہی حال قعدہ کا ہی وکما استفتح تعوذ بلفظ اعوذ علی المذہب اور جب کہ دعا شروع یعنے ثنا کی پڑھ چکے شیطان سے پناہ مانگے اعوذ کی لفظ سے
بنا بر مذہب قوی کے یعنی اعوذ پڑھے بدون اس بات کے کہ ثنا مین اور اسمین تاخیر کرے یا کوئی اور چیز پڑھے اور اعوذ باللہ کہے استعیذ باللہ نہ کہے
اگرچہ ہدایہ مین استعیذ لکھا ہی سرا قید للاستفتاح ایضا فہو کالثناء ع اعوذ پڑھے آہستہ شارح نے کہا کہ سرا ثنا پڑھنے کی بھی قید ہی یعنے دونون کو آہستہ پڑھے

تو یہ لفظ مثل تنازع کے ہوا یعنی جیسے دو فعل ایک اسم مین تنازع کرتے ہین فاعل اور مفعول ہونے مین ویسے لفظ سر دو فعلون تعوذ اور قراءۃ کے بعد
دونون کی قید واقع ہوا ہی تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلیے نکہا کہ تنازع مفعول لہ اور تمیز اور حال مین ہوتا اور سر یہان حال ہی یا مفعول
مطلق فعل محذوف کالقراءۃ فلو تذکرہ بعد الفاتحۃ ترکہ ولو قبل اکمالہا تعوذ وینبغی ان یستانفہا ذکرہ الحلبی اعوذ پڑھے قرات کے لیے اس سے یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا نہ پڑھنا
یاد پڑا تو اسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنے کے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑھ لے اور چاہیے یون کہ الحمد کو از سر نو پڑھے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے م شامی نے
کہا کہ اصل مسئلہ خلاصہ مین مذکور ہی حلبی نے اسکو بے موقع سمجھ لیا اسلیے ایسا لکھا یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ قرات کو جو فرض ہی چھوڑ کر اعوذ پڑھے جو سنت ہی پس تحقیق اس
باب مین وہ ہی جو فقیہ ابو جعفر نے نوادر مین بیان کی ہی کہ اگر تکبیر کے بعد قرات شروع کر دے اور ثنا اور تعوذ کو بھول گیا تو انکو ترک کرے اسلیے کہ انکے پڑھنے کا موقع
جاتا رہا ولا یتعوذ التلمیذ اذا قرء علی استاذہ ذخیرہ ای لا یسن فلیحفظ اور اعوذ نہ پڑھے شاگرد جب اپنے استاد کے پاس سبق پڑھے کذا فی الذخیرہ یعنی اعوذ پڑھنا اسکو
مسنون نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی چونکہ اعوذ پڑھنا قرات قرآن کے لیے مسنون ہی اسلیے اور عبارت کے پہلے پڑھنا مسنون نہوگا فیاتی بہ المسبوق عند
قیامہ لقضاء ما فاتہ لقراءتہ لا المقتدی لعدمہا پس اعوذ پڑھے مسبوق جسوقت کھڑا ہوا اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑھے اسلیے کہ اسکو باقی نماز مین قرات
پڑھنی ہوگی نہ اعوذ پڑھے مقتدی بسبب نہ پڑھنے قرات کے ویؤخر الامام التعوذ عن تکبیرات العید لقراءتہ بعدہا اور امام اعوذ کو عید کی تکبیرون سے پیچھے
پڑھے بوجہ قرات پڑھنے کے بعد تکبیرون کے م طرفین کے نزدیک اعوذ قرات کا تابع ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع تو انکے نزدیک ثنا کے بعد پڑھنا
چاہیے اس صورت مین تکبیرون سے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ مین اسکو اصح کہا ہی مگر قاضی خان اور ہدایہ و کافی وغیرہا کا مختار طرفین کا قول ہی اور شرح
منیہ مین کہا کہ اسکو ہم لیتے ہین کذا فی الشامی وکما تعوذ سمی غیر الموتم بلفظ البسملۃ لا مطلق الذکر کما فی ذبیحۃ و وضوء سرا فی اول کل رکعۃ ولو جہریۃ اور بفور اعوذ پڑھنے کے
غیر مقتدی یعنے امام اور تنہا پڑھنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ مطلق ذکر جیسے ذبیحہ اور وضو مین مطلق ذکر کافی ہی خصوصیت بسم اللہ کی نہین
بسم اللہ کہے ہر رکعت کے شروع مین آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو م غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی قرات نہین پڑھتا اور ہر رکعت کے شروع
مین اسلیے بسم اللہ پڑھے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہ ہی اور جہری کی قید منیہ کے قول کے رد کرنے کے لیے ہی کہ بسم اللہ سری نماز مین پڑھے نہ جہری مین حالانکہ یہ
قول غلط ہی کذا فی الطحطاوی لا تسن بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا نہین مسنون ہی بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان مین مطلق خواہ
پہلی رکعت ہو یا اور کوئی اگرچہ نماز سری ہو اور نہین مکروہ ہی بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق م شامی نے کہا کہ وجہ نہ مکروہ ہونیکی یہ ہی کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ
ہر سورہ کی آیت ہی تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہہ اختلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی مین تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہہ لینا اچھا ہی وما صححہ الزاہدی من وجوبہا
ضعفہ فی البحر اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونے کی یعنے الحمد کے شروع مین تصحیح کی ہی اسکو بحر الرائق مین ضعیف کہا ہی اسوجہ سے کہ مخالف ظاہر مذہب
کے ہی جو متون اور شروح اور فتاوی مین مذکور ہی اور نہر الفائق مین کہا کہ حق یہ ہی کہ دونون قول مرجح ہین وہی آیۃ واحدۃ من القرآن کلہ انزلت للفصل
بین السور اور بسم اللہ ایک آیت ہی تمام قرآن مین سے اتری ہی سورتون مین جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ تو الحمد کے شروع مین تبرک کے لیے مذکور ہی فما فی النمل
بعض آیۃ اجماعا تو جو سورہ نمل مین بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی وہ آیت کا ٹکڑا ہی بالاتفاق یعنے شروع آیت انہ من سلیمان سے ہی اور انتہا و اتونی مسلمین پر ولیست من
الفاتحۃ ولا من کل سورۃ فی الاصح اور بسم اللہ الحمد کا جز نہین اور نہ ہر سورۃ کا صحیح تر قول مین م شارح کو مناسب تھا کہ من الفاتحۃ کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تا
کہ حلوانی کے قول کا رد ہوتا کہ انھون نے لکھا ہی کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جز ہی اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہین تو انکے
خلاف دفع کرنیکو فی الاصح کہنا فقہا کا دستور نہین فتحرم علی الجنب ولم تجز الصلوۃ بہا احتیاطا پس بسم اللہ پڑھنا حرام ہی جنب کو اور اسیطرح حائض و نفسا کو اور نہین
جائز ہی صرف بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ سے م شامی نے کہا کہ احتیاطا دونون مسئلونکی علت ہی یعنے چونکہ بسم اللہ بوجہ متواتر لکھے جانے کے قرآن کا جز معلوم ہوتی ہی

اسلیے احتیاطاً اسکا پڑھنا جنب کو حرام ہوا اور اسوجہ سے کہ امام مالک اُسکو قرآن نہین کہتے تو قرآن ہونا اُسکا مشکوک ٹھہرا اسلیے احتیاط آمین ہوئی کہ
اس سے نماز جائز نہو کیونکہ فرضیت قرأت یقینی ہی وہ مشکوک چیز کے پڑھنے سے ادا نہو گی ولم یکفر جاحدھا بشبہۃ اختلاف مالک فیہما اور بسم اللہ کا منکر
کافر نہین اسوجہ سے کہ اسمین امام مالک کے اختلاف کا شبہہ ہی یعنی اس شبہہ سے قطعی قرآن نرہا کہ اُسکا منکر کافر ہوتا وکما سمی قرأ المصلی لو اماما او منفرداً
الفاتحۃ اور بسم اللہ پڑھتے ہی نمازی اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑھے یعنی مقتدی ہو تو نہ پڑھے وقرأ بعدھا وجوبا سورۃ او ثلث آیات ولو کانت الآیۃ او
الآیتان تعدل ثلث آیات قصارا انتفت کراہۃ التحریم ذکرہ الحلبی ولا تنتفی التنزیہیۃ الا بالمسنون اور پڑھے بعد الحمد کے واجب ہونے کی راہ سے کوئی سورۃ
قرآن کی یا تین آیتین اور اگر ایک آیت یا دو آیتین برابر ہون تین چھوٹی آیتون کے تو کراہت تحریمی زائل ہو جائیگی ذکر کیا ہی اُسکو حلبی نے اور کراہت
تنزیہی دور نہو گی مگر مسنون قرأت سے ہم سورۃ کہنے سے اشارہ ہوا کہ الحمد کے بعد فرضون مین افضل ایک ہی سورہ کا پڑھنا ہی اور اگر دو یا زیادہ پڑھیگا
تب بھی کراہت نہین اور قرأت مسنون یہ ہی کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصل پڑھے اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی
وامن بمد وقصر وامالۃ اور آمین کہے الف کی مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ اور امالہ کے ساتھ تم آمین مد کے ساتھ بروزن یاسین ہی اور قصر کے ساتھ امین
بروزن قرین ہی اور امالہ[1] کے ساتھ ایمین بروزن بے کین ہی ان تینون طرح سے کہنا جائز ہی ولا تفسد بمد مع تشدید او حذف یاء بل بقصر مع احدھما او بمد معہما
وھذا مما تفردت بتحریرہ اور نماز فاسد نہین ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھ یا حذف یٰ کے ساتھ بلکہ فاسد ہوتی ہی قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھ اور
مد سے دونون کے ساتھ اور یہ وہ تنقیح ہی کہ اسمین مین ہی تنہا ہون اور کسی نے نہین بیان کی ہم حاصل یہ ہی کہ آمین کی آٹھ صورتین شارح نے بیان کین پانچ سے
نماز فاسد نہین ہوتی اور تین سے فاسد ہو جاتی ہی جنسے نہین ہوتی انمین سے تین تو اوپر بیان کر دین مع اُنکے وزن کے چوتھی صورت الف کو مد کے
ساتھ اور میم کو مشدد پڑھنا یعنی آمین بروزن ضالین پانچوین صورت الف کو ممدود پڑھنا اور یٰ کو دور کر دینا جیسے آمن بروزن ضامن تو ان پانچون
صورتون مین نماز فاسد نہو گی اسلیے کہ قرآن مین یہ الفاظ یعنے امین اور آمین اور آمن موجود ہین اور امالہ بھی جائز ہی اور تین صورتین نماز کی مفسد ہین
اول الف مقصور پڑھنا مع تشدید میم یعنی امّین دوسرے الف کو مقصور پڑھنا مع حذف یٰ یعنے امن تیسرے الف کو مد پڑھنا تشدید اور حذف
دونون کے ساتھ یعنے آمّن یہ الفاظ قرآن مین نہین ہین اسلیے مفسد ہین حلبی نے کہا کہ ایک صورت مفسد نماز اور رہگئی یعنے الف کو مقصور پڑھنا مع تشدید
اور حذف دونون کے یعنے امّن تو اگر شارح یون کہتا (او بمد او بقصر معہما) تو سب آجاتے الامام سرا کماموم ومنفرد ولو فی السریۃ اذا سمعہ ولو من مثلہ فی
نحو جمعۃ وعید آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کے اگرچہ مقتدی نماز سری مین ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سُنے گو خود جیسے مقتدی
سے یا بواسطہ سُنے مثل جمعہ اور عیدین یعنے انبوہ کثیر کی جماعت مین امام کی آمین بلا واسطہ نہ سُنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سُنے ہم امام مالک کے نزدیک
آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعی کے نزدیک امام و مقتدی دونون پُکار کر کہین اسلیے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہین اور بعضون نے کہا
مقتدی نماز سری مین آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین سُنے کذا فی الشامی واما حدیث اذا امن الامام فامنوا فمن التعلیق بمعلوم الوجود فلا یتوقف علی سماعہ منہ بل
یحصل بتمام الفاتحۃ بدلیل اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین اور یہ جو صحیحین کی حدیث مین آیا ہی کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کہ جسکا آمین کہنا
فرشتون کے آمین کہنے سے موافق پڑیگا اُسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے تو آمین مقتدیون کا آمین کہنا شرط معلوم الوجود پر معلق ہی اسلیے امام سے سننے پر
موقوف نہ رہیگا بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہوگا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ فرشتے آمین کہتے ہین سو جسکی آمین
موافق ہو گی فرشتون کی آمین کے اُسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے اس حدیث کو عبد الرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہی ہم یعنے صحیحین کی حدیث
سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ مقتدی امام سے سنکر آمین کہین اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہی کہ دوسرے مقتدی سے سنکر آمین کہین حالانکہ یہ حدیث کے

ے اسکا بیان آگے آویگا ۱۲
لہ الف کے [illegible] [illegible]
[illegible]
ہوجاوے امالہ کہلاتا ہی یعنے الف کو یا مجہول کردینا اور اسکے پہلے کے فتحہ کو کسرہ سے بدل لینا ۱۲

مخالف ہو تو شارح اسکا جواب دیتا ہو کہ حدیث مین آمین کہنے کو ایک شرط معلوم الوجود پر مشروط کیا ہو یعنے جگہ آمین کہنے کی مقرر کردی ہو بدلیل دوسری حدیث کے
کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہ غرض ہو کہ جب الحمد کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام سے سننے پر موقوف نہین بلکہ الحمد کی تمامی
معلوم کرنے پر ہو خواہ امام سے سنکر تمامی کا علم ہو یا مقتدی سے سنکر کذا فی الطحطاوی ملتقطا ثم کما فرغ یکبر مع الانحطاط للرکوع پھر قرارت سے فارغ ہوتے ہی رکوع
کے لیے الله اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون یہ ہو کہ جھکنا اور الله اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہون ولا یکرہ وصل القراۃ بتکبیرۃ اور مکروہ نہین قرارت کا ملا دینا
رکوع کے الله اکبر مین یعنی آخر حرف قراءت کو لام الله اکبر مین ملانا مکروہ نہین مثلاً سورہ نشرح کا خاتمہ فارغب پر ہو تو اگر اسکی ب کو الله اکبر مین زیر سے ملا کر پڑھیگا تو
مکروہ نہوگا شامی نے تاتارخانیہ سے اس باب مین یہ تفصیل ذکر کی ہو کہ اگر آخر سورہ مین ثنا ہو مثلاً کبرہ تکبیرا تو ایسی صورتین ملانا بہتر ہو ورنہ جدا کرنا بہتر ہو جیسے
سورہ کوثر کا اخیر کہ اسکو ملانا بہتر نہین ولو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حالۃ الانحناء لا باس بہ عند البعض منیۃ المصلی اور اگر قرارت مین سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور
اسکو جھکنے کی حالت مین پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہو معتمد وہی ہو کہ سب قرارت کو پوری کر کے رکوع
کرے ویضع یدیہ معتمدا بہما علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ للتمکن اور اپنے دونون ہاتھون کو دونون زانو پر سہارا دے کر رکھے اور ہاتھون کی انگلیون کو پھیلا دے
تمکن کے لیے یعنی تاکہ گھٹنون کو اچھی طرح پکڑ سکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھون کا رکھنا اور انسے گھٹنون کا پکڑنا اور انگلیون کا کشادہ رکھنا سنت ہو ویسن ان یلصق
کعبیہ وینصب ساقیہ ویبسط ظہرہ ویسوی ظہرہ بعجزہ غیر رافع ولا منکس راسہ اور مسنون ہو رکوع مین اپنے دونون ٹخنون کا ملانا اور دونون پنڈلیون کا سیدھا
کھڑا رکھنا اور اپنی پشت کا پھیلانا اور پشت کو سرین کے برابر رکھنا بدون سر کے ابھارنے یا نیچے ڈالنے کے یعنی سر بھی کمر کے برابر رہے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا
کہ پنڈلیون کو کمان کیطرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہین مکروہ ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ لفظ یسن کو یضع کے پیشتر لاتا تاکہ وضع اور زانو کے پکڑنے وغیرہ مسنون
کو شامل ہوتا اور یہ سب سنتین مردون کے حق مین ہین اور عورتین رکوع مین تھوڑا جھکین اور انگلیان نہ پھیلادین بلکہ ملی رکھین اور ہاتھ گھٹنون پر رکھین یعنی
پکڑنا انکو مسنون نہین اور اپنے گھٹنون کو جھکالین اور بازؤن کو علحدہ نکرین ویسبح فیہ واقلہ ثلثا فلو ترکہ او نقصہ کرہ تنزیہا اور رکوع مین تسبیح کہے اور کمتر
تسبیح تین بار ہو پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا امام احمد کے نزدیک ایکبار تسبیح واجب ہو اور حلبی بھی وجوب کیطرف مائل ہو تو تسبیح
ضرور کہنی چاہیے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریما اطالۃ رکوع او قراۃ لادراک الجائی ای ان عرفہ والا فلا باس بہ اور مکروہ تحریمی ہو رکوع یا قرارت کا
دراز کرنا اس غرض سے کہ آنیوالا نماز مین ملجاے یعنے اگر امام اسکو پہچان کر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ اس صورتین طول بقدر
ہو کہ دوسرے مقتدیون پر بار نہو اور لفظ لا باس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہو ولو اراد التقرب الی الله تعالی لم یکرہ اتفاقا لکنہ نادر وتسمی مسئلۃ الریاء فینبغی
التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قرارت یا رکوع سے صرف الله تعالی کا تقرب ارادہ کیا نہ آنیوالے کا ملجانا تو مکروہ نہوگا بالاتفاق مگر خاص تقرب الٰہی کی نیت
ہونی کمیاب ہو اور یہ مسئلہ مسمی بہ مسئلہ نمود ہو تو اس سے احتراز چاہیے واعلم ان مما یبتنی علی لزوم المتابعۃ فی الارکان انہ لو رفع الامام راسہ من الرکوع او السجود
قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا عکسہ فیعود ولا یصیر ذلک رکوعین اور جان کہ ارکان مین امام کی پیروی لازم ہونے پر
یہ مسئلہ مبنی ہو کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اٹھایا پیشتر اس سے کہ مقتدی تین بار تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہو یعنی
جسقدر تسبیح رہگئی ہو اسکو ترک کر کے امام کے ساتھ ہی سر اٹھائے اور یہی طرح حکم ہو اسکے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی تسبیحین پوری ہونے سے پیشتر سر
اٹھا لیا مثلاً رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہو یعنی پھر رکوع مین چلا جاے اگر نجائیگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور یہ دو رکوع نہونگے کیونکہ دوبارہ کا
رکوع پہلے کی تکمیل کے لیے ہو نہ جداگانہ مستقل کذا فی الحلبی بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃ قبل اتمام الموتم للتشہد فانہ لا یتابعہ بل یتمہ لوجوبہ ولو لم یتم جاز
بخلاف امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے پیشتر مقتدی کی التحیات پوری کرنے کے کہ مقتدی متابعت امام کی نکرے بلکہ التحیات کو

تمام کرے بسبب واجب ہونے التحیات کے اور اگر التحیات پوری نکریگا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیگا یا تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا تو جائز ہوگا اسوجہ سے
کہ جیسے التحیات واجب ہے متابعت بھی واجب ہے تو ایک واجب کو ترک کرکے دوسرے کا کرنا بلا کراہت درست ہوگا کذا فی الطحطاوی مگر حلبی نے کہا کہ نماز درست ہوگی
کراہت تحریمی کے ساتھ کیونکہ التحیات کے پورا کرنے سے متابعت بالکل نجائیگی بلکہ اُسمین تاخیر واقع ہوگی اور متابعت کرنے سے التحیات کا بقیہ فوت
ہوجائیگا اور پوری تقریر شامی مین ہے ولو سلم والمؤتم فی ادعیة التشہد تابعہ لانہا سنة والناس عنہ غافلون اور اگر امام سلام پھیرے اور مقتدی تشہد کی
دعائین پڑھتا ہو تو امام کی متابعت کرے کیونکہ وہ مسنون ہین واجب نہین کہ اُنکا پورا کرنا ضرور ہو اور لوگ اس امر سے غافل ہین یعنے دعائین پڑھتے
رہجاتے ہین امام کے ساتھ سلام نہین پھیرتے سنت کے لیے واجب مین تاخیر کرتے ہین شامی نے کہا کہ دعامین درود بھی داخل ہے **ثم یرفع راسہ
من رکوعہ سمعا** پھر رکوع سے اپنا سر اُٹھاوے سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا یعنی سر اُٹھانے کے ساتھ ہی یہ الفاظ شروع کرے نہ جھکے ہوے نہ سیدھا ہوکر
فی الولوالجیة لو ابدل النون لاما تفسد ولوالجیہ مین ہے کہ اگر نون کو لام سے بدلا کریگا یعنی لمن حمدہ کی جگہ لل حمدہ کہیگا تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ بیمعنی لفظ ہوگیا
شامی نے کہا کہ غنیة المصلی مین ہے کہ غالبًا فاسد نہوگی حلبی شارح منیہ نے کہا کہ اُسکا حکم توتلے آدمی کا سا ہے یعنے اگر قادر نہو گا صحیح کہنے پر تو فاسد نہوگی **وہل یقف بجزم**
اوتحریک قولان اور کیا وقف کرے حمدہ کی ہٗ پر جزم یا حرکت سے اُسمین دو قول ہین یعنی جو لوگ ہٗ کو سکوت کے لیے کہتے ہین وہ جزم پر وقف کرتے ہین اور
جو ضمیر کہتے ہین وہ ضمہ اشباع کے ساتھ کہتے ہین کذا فی الشامی **ویکتفی بہ الامام** وقالا یضم التحمید سرًا **ویکتفی بالتحمید المؤتم** اور کفایت کرے سمع اللہ لمن
حمدہ پر امام اور صاحبین نے کہا کہ اُسمین ربنا ولک الحمد آہستہ سے ملاوے اور کفایت کرے ربنا ولک الحمد پر مقتدی طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ حدیث
مین وارد ہوا ہے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو **وافضلہ اللہم ربنا ولک الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللہم فقط** اور تحمید کے کلمات مین سے افضل اللہم
ربنا ولک الحمد ہے پھر حذف کرنا واو کا یعنے اللہم ربنا لک الحمد پھر حذف کرنا صرف اللہم کا بدون حذف واو کے یعنی ربنا ولک الحمد شامی نے کہا کہ اسکے بعد چوتھی صورت
یہ ہے کہ اللہم اور واو دونون محذوف ہون یعنے ربنا لک الحمد اور واو مین اختلاف ہے بعض زائد کہتے ہین اور بعض واو عطف **ویجمع بینہما لو منفردا علی المعتمد
یسمع رافعا ویحمد مستویا** اور ان دونون کو جمع کرے اگر تنہا پڑھتا ہو مذہب معتمد پر یعنے سمع اللہ لمن حمدہ کہے سر اُٹھاتے وقت اور تحمید کہے سیدھا ہوکر **ویقوم
مستویا** لما مر من انہ سنة اوواجب اوفرض اور کھڑا ہو سیدھا برابر اسوجہ سے کہ پیشتر گذری کہ یہ قیام سنت ہے یا واجب یا فرض یعنی سنت ہے بقول طرفین اور
واجب ہے بموجب اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کے اور فرض ہے بقول امام ابو یوسف رح کے کذا فی الطحطاوی **ثم یکبر مع الخرور ویسجد واضعا رکبتیہ اولا
لقربہما من الارض ثم یدیہ الا لعذر ثم وجہہ** مقدما انفہ لما مر بین کفیہ اعتبارا للآخر الرکعة باولہا ضاما اصابع یدیہ للتوجہ للقبلة پھر اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی اور
سجدہ کرے اسطرح کہ اپنے دونون گھٹنے زمین پر اول رکھے کیونکہ زمین سے قریب وہی ہین پھر اپنے دونون ہاتھ رکھے مگر کسی عذر سے اگر ہاتھ پہلے رکھے گھٹنون سے
تو مضائقہ نہین پھر اپنا منھ یعنی پیشانی رکھے اسطرح کہ پہلے ناک ہے اُسی دلیل سے کہ گذری یعنی ناک بہ نسبت پیشانی کے زمین سے قریب ہے پیشانی کو رکھے دونون
ہتھیلیون کے بیچ مین ایسے طور پر کہ انگوٹھے کانون کی لو کے برابر ہوجائین واسطے اعتبار کرنے رکعت کے آخر کے اُسکے اول پر یعنے جیسے شروع رکعت اول مین
تحریمہ کے وقت سر دونون ہتھیلیون کے بیچ مین تھا آخر مین بھی ویسا ہی ہوجاے اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتون کو اول پر قیاس کرلیا جسمین تحریمہ ہی
اور پنجے ہاتھون کی انگلیون کو ملی رکھے تاکہ سب قبلہ کیطرف متوجہ رہین **ویعکس نہوضہ** اور عکس کرے سجدہ سے اُٹھنے مین یعنی سجدہ سے سر اُٹھانے مین اول پیشانی
اُٹھاوے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے **وسجد بانفہ** ای علی ما صلب منہ **وجبہتہ** حدہا طولا من الصدغ الی الصدغ وعرضا من اسفل الحاجبین الی القحف اور سجدہ
کرے اپنی ناک سے یعنی ناک کے اُس مقام سے کہ سخت ہے طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ مین اکتفا کریگا تو جائز نہوگا بالاتفاق
اور سجدہ کرے اپنی پیشانی سے پیشانی کی حد طول مین ایک کنپٹی سے دوسری تک اور عرض مین دونون بھوؤن سے لیکر کھوپڑی تک اور بعضون نے حد

پیشانی کی یہ لکھی ہی کہ بھوؤن کے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہی اور یہ حد واضح تر ہی کذا فی الشامی ووضع اکثرہا واجب وقیل فرض کبعضہا وان قل اور رکھنا اکثر پیشانی کا سجدہ مین واجب ہی اور بعضون نے کہا فرض ہی جیسے بعض پیشانی کا رکھنا فرض ہی اگرچہ قلیل ہو مترجم کہتا ہی سجدہ مین اختلاف ہی کہ سجدہ مین اکثر پیشانی کا رکھنا فرض ہی یا کسیقدر کا اور راجح دوسرا قول ہی مگر اکثر پیشانی کا رکھنا واجب ہی مواظبت کی وجہ سے کذا فی البحر اور معراج مین ہی کہ پیشانی کی سب اطراف کا رکھنا شرط نہین بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر اکتفا کریگا گو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وکرہ اقتصارہ فی السجود علی احدہما ومنعا الاکتفاء بالانف بلا عذر والیہ صح رجوعہ وعلیہ الفتوی کما حررناہ فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہی اکتفا کرنا سجدہ مین پیشانی اور ناک مین سے ایک پر اور صاحبین نے منع کیا ہی ناک پر اکتفا کرنے کو بدون عذر کے اور صاحبین کے قول کیطرف صحیح ہوا ہی رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوی ہی کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہوگا چنانچہ ہمنے شرح ملتقی مین اسکی تنقیح کی ہی وفیہ یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والالم تجز والناس عنہ غافلون اور شرح ملتقی مین ہی کہ فرض ہی پانون کی انگلیون کا رکھنا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کیطرف ورنہ سجدہ درست نہوگا اور لوگ اس سے غافل ہین مترجم شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ مین دونون پانون زمین سے اُٹھ جائینگے تو سجدہ درست نہوگا اور اگر ایک اُٹھ جائیگا تو درست ہوجائیگا اور اسی پر فتوی ہی اور برجندی اور قہستانی مین ہی کہ قبلہ رخ رکھنا پانون کی انگلیون کا سنت ہی اور اس سنت کا ترک مکروہ ہی کما یکرہ تنزیہا بکور عمامتہ الا لتعذر وان صح عندنا بشرط کونہ علی جبہتہ کلہا او بعضہا کما مر جیسے مکروہ تنزیہی ہی سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہی بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو یا تھوڑی پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہی یعنے اگر پیچ ڈھلک کر ماتھے پر آگیا ہوگا تو اُسپر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہی نہ یہ کہ سر کے پیچ پر ہو اسلیے کہ اُسپر تو سجدہ درست نہین چنانچہ مصنف بیان کرتا ہی اما اذا کان الکور علی راسہ فقط وسجد علیہ مقتصرا ای ولم تصب الارض جبہتہ ولا انفہ علے القول بہ لا یصح لعدم السجود علی محلہ اور جس صورت مین کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے اُسپر اکتفا کر کے یعنے زمین کو نہ اسکی پیشانی لگے اور نہ ناک اُس قول کے موجب کہ ناک پر اکتفا درست ہی سجدہ درست نہوگا بسبب نہونے سجدہ کے اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتھا ہی تو جب یہ دونون یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہوا وبشرط طہارۃ المکان وان یجد حجم الارض والناس عنہ غافلون اور پیچ پر سجدہ کرنے مین یہ شرط ہی کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور یہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہین مترجم شامی نے کہا کہ زمین کے حجم معلوم ہونے سے یہ مراد ہی کہ اگر نمازی سجدہ مین زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہو ولو سجد علے کمہ او فاضل ثوبہ صح لو المکان المبسوط علیہ ذلک طاہر والا لا بعد سجودہ علے طاہر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا بچے ہوے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ آستین یا بچا ہوا کپڑا پھیلا ہی وہ پاک ہو اور اگر وہ جگہ پاک نہوگی تو سجدہ درست نہوگا جبتک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ نکرے اور پاک جگہ پر سجدہ دوبارہ کرنے سے بالاتفاق درست ہوجائیگا طحطاوی نے کہا کہ شارح مفسدات نماز مین ذکر کریگا کہ ناپاک جگہ مین سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہی گو دوبارہ پاک جگہ پر کرے تو یہ بیان اُسکے مخالف ہی اور یہ جو فرق کیا گیا ہی کہ یہان سجدہ کی جگہ مین آڑ ہی اور وہان بدون حائل کے سجدہ ہی تو یہ وجہ بعید ہی وکذا حکم کل متصل ولو بعضہ ککفہ فے الاصح وفخذہ ولو بعذر لا رکبتیہ لکن صحح الحلبی انہا کالفخذ اور اسی طرح حکم ہی ہر چیز کا جو نمازی سے ملی ہو یعنی اُسپر سجدہ صحیح ہی بشرطیکہ اُسکے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جز ہو مثل اسکی ہتھیلی صحیح تر قول مین اور اُسکی ران اگر کسی عذر سے ران پر سجدہ کرے مثلاً پشت کے درد کی وجہ سے نہین صحیح ہی سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہی کہ گھٹنا بھی مثل ران کے ہی یعنے عذر سے اُسپر سجدہ درست ہی اور بلا عذر دونون پر درست نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ بسط ذلک ان لم یکن ثمہ تراب او حصاۃ او حراد بردا لانہ ترفع اور مکروہ ہی بچھانا آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لیے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہو اسلیے کہ یہ فعل تکبر ہی

شامی نے کہا کہ اگر بقصد تکبر بچھائیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا والا یکن ترفعا فاذالم یخف اذی لاباس بہ نیکرہ تنزیہا وان خافہ کان مباحا اور اگر بچھانا بقصد تکبر نہو تو اگر مٹی یا کنکر وغیرہ کی ایذا سے نہ ڈرے تو کچھ مضائقہ نہین اور اُس صورت مین بچھانا مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر ایذا سے خوف کرے تو مباح ہوگا وفی الزیلعی ان دفع التراب عن وجہہ کرہ وعن عمامتہ لا . زیلعی مین ہو کہ اگر بچھانا واسطے دور کرنے مٹی کے ہو اپنے چہرہ سے تو مکروہ ہو اسلیے کہ علامت تکبر کی ہو اور اگر اپنے عمامہ سے خاک دور کرنے کو ہو تو مکروہ نہین کہ مال کی حفاظت ہو وصحح الحلبی عدم کراہۃ لبسط الخرقۃ اور حلبی نے تصحیح کی ہو نہ مکروہ ہونے کپڑا بچھانے کی سجدہ کے لیے ہم یعنی اس دلیل سے کہ حدیث صحیح مین آچکا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھوٹا بوریا خرما کا ساتھ رہتا تھا جسپر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام اعظم رض سے مروی ہو کہ جب وہ مسجد حرام مین آئے تو کپڑے پر سجدہ کیا ایک شخص نے انکو منع کیا امام نے پوچھا کہ تو کہان کا ہو اُسنے کہا کہ خوارزم کا آپ نے فرمایا کہ کیا خوب مجھی سے سیکھتے ہو اور مجھی کو سکھاتے ہو کیا تم چٹائیون پر نماز نہین پڑھتے اُسنے کہا کہ پڑھتے تو ہین آپ نے فرمایا کہ گھاس پر سجدہ جائز تبلاتے ہو اور خرقہ پر ناجائز غرضکہ زمین پر ایسی بچھی ہوئی چیز پر سجدہ بین بالاجماع کراہت نہین جو نمازی کے ہلنے سے نہ ہلے ولو بسط القباء جعل کتفہ تحت قدمیہ وسجد علے ذیلہ لانہ اقرب للتواضع اور اگر نماز کے لیے قبا کو بچھاوے تو اسکے شانون کو اپنے پاؤن کے نیچے کرے اور سجدہ اُسکے دامن پر کرے اسلیے کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہو اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہو کہ وہ اکثر دامن کی نجاست کا وسوسہ ڈالا کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وان سجد للزحام علی ظہر ہل ہو قید احترازی لم ارہ مصل صلوٰتہ التی ہو فیہا جاز للضرورۃ اور اگر بھیڑ کے سبب سے سجدہ کرے پشت پر پڑھنے والے اسکی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہو اُسی کے پڑھنے والے کی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورت کی وجہ سے شارح نے کہا کہ پشت کی قید احترازی ہو یا نہین اسکا حکم مین نے نہین دیکھا طحطاوی نے کہا قہستانی سے منقول آگے آتا ہو کہ سجدہ عذر ازدحام کے باعث رانون پر درست ہو یعنی تو قید مذکور اتفاقی ہو وان لم یصلہا بل صلی غیرہا او لم یصل اصلا او کان فرجۃ لا یصح اور اگر دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو بلکہ اُسکے سوا دوسری پڑھتا ہو یا سرے سے نماز ہی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام بہت ہو مگر نمازی کے سامنے کشادگی سجدہ کے لیے موجود ہو تو ان صورتون مین دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ صحیح نہوگا وشرط فی الکفایۃ کون رکبتی الساجد علی الارض وشرط فی المجتبی سجود المسجود علیہ علے الارض فالشروط خمسۃ اور شرط کیا ہو کفایہ مین سجدہ کرنے والے کے دونون گھٹنون کا ہونا زمین پر اور مجتبی مین شرط کیا ہو سجدہ کرنا اُس شخص کا زمین پر جسپر سجدہ کیا جاے تو کل شرطین جواز سجدہ کی پانچ ہوئین یعنے اول انبوہ کثیر ہونا کہ فرجہ سجدہ کے لیے نہو دوم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت پر ہونا سوم سجدہ کرنے والے اور سجدہ کیے گئے کا ایک نماز مین شریک ہونا چوتھے سجدہ کرنے والے کے گھٹنون کا زمین پر ہونا پانچوین مسجود علیہ کا سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز ولو الثانی علے ظہر الثالث وعلی ظہر غیر المصلی بل علی ظہر کل ماکول بل علی غیر الظہر کالفخذین للعذر لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہو گو دوسرا شخص تیسرے کی پشت پر سجدہ کرے اور اگرچہ نماز نہ پڑھنے والے کی پشت پر کرے بلکہ ہر ماکول کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلا اپنی دونون رانون پر عذر انبوہ کی جہت سے جواز نقل کیا ہو غرضکہ قہستانی کے نزدیک سجدہ اونچی جگہ پر کرنے والے کے لیے صرف کثرت ازدحام شرط ہو اور قہستانی نے جلابی سے نقل کیا ہو کہ مستحب یہ ہو کہ نماز مین تاخیر کرے یہانتک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اُس صورت مین ممکن ہو کہ نماز جماعت نہو ولو کان موضع سجودہ ارفع من موضع القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جاز سجودہ وان اکثر لا الا لزحمۃ کما مر اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدمون کی جگہ کی نسبت کردو کھڑی اینٹون کے برابر اونچی ہو تو اُسکا سجدہ درست ہوگا اور اگر اسقدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہوگا مگر انبوہ کے باعث سے چنانچہ مذکور ہوا کہ انبوہ کی حالت مین پشت پر سجدہ درست ہو حالانکہ پشت دو اینٹون کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہو المراد لبنۃ بخاری وہی ربع ذراع عرض ستۃ اصابع فمقدار ارتفاعہما نصف ذراع ثنا عشرۃ اصبعا ذکرہ الحلبی اور اینٹ سے مراد بخارا کی اینٹ ہو یعنے چوتھائی ایک ہاتھ کی کہ چھ

انگشت ہوتی ہی تو مقدار دونون کی اونچائی کی نصف ہاتھ ہوا یعنی بارہ انگشت ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے اور یہ بلندی ایک بالشت کی ہوتی ہی متوسط ہاتھ سے
ویظہر عضدیہ فی غیر زحمۃ ویباعد بطنہ عن فخذیہ لیظہر کل عضو بنفسہ بخلاف الصفوف فان المقصود اتحادہم حتے کانہم جسد واحد اور ظاہر کرے
اپنے دونون بازون کو بدون ازدحام ہونے کی صورت مین اور دور رکھے اپنے پیٹ کو دونون زانوون سے تاکہ ہر عضو خود بخود ظاہر ہو جاوے
یعنے ایک کو دوسرے پر سہارا نہ رہے بخلاف صفون کے کہ اُنکے اندر اپنے بازو چھپائے رکھے علٰحدہ نکرے اسلیے کہ مقصود صفون سے سب لوگون کا ایک
ہو جانا ہی یہانتک کہ گویا ایک ہی جسم ہین اور یہ مقصود بازوون کے ملے رہنے سے خوب حاصل ہوتا ہی **ویستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ** وکرہ
ان لم یفعل ذلک اور متوجہ کرے اپنے پانوُن کی انگلیون کے سرون کو قبلہ کیطرف اور مکروہ تنزیہی ہی اگر قبلہ رخ نہ کریگا اسلیے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہی
کذا فی الشامی کما یکرہ لو وضع قدما ورفع اخری بلا عذر جیسے مکروہ ہی اگر ایک پانوُن کو رکھا اور دوسرے کو بدون عذر اٹھا لیا امام طحطاوی نے کہا کہ
ظاہر یہ کراہت تحریمی ہی اسلیے کہ یہ فعل عبث اور لغو ہی تو اُسکا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا **ویسبح فیہ ثلاثا** کما مر اور تسبیح پڑھے یعنے سبحان ربی الاعلٰی کہے
سجدہ مین تین بار چنانچہ اوپر گذرا رکوع کے بیان مین کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کریگا یا تین بار سے کم کہیگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا **والمرأۃ تنخفض فلا تبدی**
عضدیہا وتلصق بطنہا بفخذیہا لانہ استر وحررنا فی الخزائن انہا تخالف الرجل فی خمسۃ وعشرین اور عورت سجدہ مین پست ہو یعنی اپنے بازوون کو　ف عورتون اور مردون کی نماز کا فرق
ظاہر نکرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانون سے ملا رکھے اسلیے کہ یہ امر اسکے لیے زیادہ پردہ کا ہی اور ہمنے خزائن الاسرار مین لکھا ہی کہ عورت مرد کے
مخالف ہی پچیس باتون مین ہم شامی مین اُن مواضع کو خزائن سے مع اپنی تحقیق کے اسطرح ضبط کیا ہی ۱ عورت تحریمہ مین ہاتھ اُٹھاوے اپنے
شانون کے برابر ۲ ہاتھ آستینون سے باہر نہ نکالے ۳ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی دوسری ہتھیلی پر رکھے ۴ ہاتھ پستان کے نیچے باندھے ۵ رکوع مین تھوڑا
جھکے ۶ رکوع مین ہاتھون پر سہارا نہ دے ۷ رکوع مین ہاتھون کی انگلیون کو نہ پھیلاوے بلکہ ملی رکھے ۸ رکوع مین ہاتھ گھٹنون پر رکھ لے
انکو پکڑلے نہین ۹ اپنے گھٹنون کو رکوع مین جھکا لے ۱۰ رکوع مین سمٹی رہے ۱۱ سجدہ مین اپنی بغلین نہ کھولے یعنی اسمین بھی سمٹی رہے ۱۲ سجدہ مین
اپنے دونون ہاتھ بچھاوے ۱۳ التحیات مین دونون پانوُن داہنی طرف کو نکالکر سرین پر بیٹھے ۱۴ التحیات مین ہاتھون کی انگلیان ملی رکھے ۱۵ اجب کوئی امر
نماز مین پیش آوے تو تالی بجاوے یعنی مردون کی طرح سبحان اللہ نکہے ۱۶ مرد کی امامت نہ کرے ۱۷ عورتون کی جماعت مکروہ ہی ۱۸ عورتون کی جماعت مین
امام عورت بیچ مین کھڑی ہو نہ آگے بڑھ کر ۱۹ اگر وہ ہی اسکا حاضر ہونا جماعت مین ۲۰ مردون کے ساتھ مین عورت پیچھے کھڑی ہو ۲۱ عورت پر جمعہ فرض
نہین لیکن اگر پڑھ لیگی تو صحیح ہو جائیگا ۲۲ عورت پر عید کی نماز واجب نہین ۲۳ عورت پر ایام تشریق مین نمازون کے بعد تکبیر واجب نہین ۲۴ عورت
کو مستحب نہین کہ نماز فجر خوب اُجالا ہونے کے بعد پڑھے ۲۵ نماز جہری مین پکار کر نہ پڑھے بلکہ جن لوگون کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہی اُنکے
نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور بحر الرائق مین ذکر کیا ہی کہ عورت پانوُن کی انگلیون کو سجدہ مین کھڑی نہ رکھے طحطاوی نے دو باتین اور زیادہ
کی ہین کہ عورت اذان نہ دے نہ مسجد مین اعتکاف کرے اور یہ مخالفت عورتون کی مردون سے صرف نماز مین ہی ورنہ عورت بہت سے مسائل
مین مردون سے علٰحدہ ہی جنکا بیان اشباہ کے احکامات مین ہی **ثم یرفع راسہ مکبرا ویکفی فیہ مع الکراہۃ ادنی ما یطلق علیہ اسم الرفع**
کما صححہ فی المحیط لتعلق الرکنیۃ بالادنی کسائر الارکان پھر نمازی سجدہ سے اپنا سر اُٹھاوے اللہ اکبر کہتا ہوا اور کافی ہی سر اُٹھانے مین کراہت تحریمی کے
ساتھ نہایت کم سر اٹھانا جسپر نام اُٹھانے کا بولا جاے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہی محیط مین اتنا اُٹھانا کافی ہی بسبب متعلق ہونے رکنیت کے ادنی کے ساتھ
مثل تمام ارکان کے یعنے ادنی بھی آخر رکن ہی کہلائیگا تو جن لوگون کے نزدیک اُٹھانا رکن ہی اُنکے نزدیک بھی سب رکن پائے جائینگے بل لو سجد علی
لوح فنزع فسجد بلا رفع اصلا صح بلکہ اگر سجدہ کیا تختی پر پھر وہ نکال لی گئی سر کے نیچے سے پھر سجدہ کیا بدون کچھ بھی سر اُٹھانیکے تو صحیح ہی

یعنے کراہت تحریمی کے ساتھ وصحح فی الھدایۃ انہ کان الی القعود اقرب صح والا لا وصححہ فی النہر والشرنبلالیۃ اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہر کہ سر اُٹھانے مین اگر
نمازی بیٹھنے کے قریب ہوجائیگا تب تو سر اُٹھانا صحیح ہوگا ورنہ درست نہوگا اور نہرالفائق اور شرنبلالیہ مین اسی قول کو ترجیح دی ہر تم السجدۃ الصلوتیۃ تتم
بالرفع عند محمد وعلیہ الفتوی پھر نماز کا سجدہ پورا ہوتا ہر سر اُٹھانے سے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہر اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک سجدہ پورا
ہوجاتا ہر فقط سر رکھنے سے تو اگر سجدہ مین کوئی بے وضو ہوجاے تو بعد وضو کے امام محمد کے نزدیک اس سجدہ کا اعادہ اُسپر چاہیے اور امام ابو یوسف رح کے
نزدیک وہ رکن پورا ہوگیا اُسکا اعادہ نہین چاہیے کذا فی الطحطاوی کالتلاوتیۃ اتفاقا مجمع جیسے سجدۂ تلاوت سر اُٹھانے سے پورا ہوتا ہر باتفاق امام اور صاحبین
کے کذا فی المجمع طحطاوی نے کہا کہ تو فرق تلاش کرنا چاہیے کہ ابو یوسف کے نزدیک سجدۂ تلاوت صرف سر رکھنے سے کیون نہین ہوتا اور نماز کا سجدہ کیون ہوجاتا ہر
ویجلس بین السجدتین مطمئنا لما مر ویضع یدیہ علی فخذیہ کالتشہد منیۃ المصلی اور بیٹھے دونون سجدون کے درمیان اطمینان سے یعنی بقدر ایکبار سبحان اللہ
کہنے کے اُس دلیل کے باعث کہ مذکور ہوچکی یعنے یہ جلسہ یا سنت ہر یا واجب یا فرض اور رکھے اپنے دونون ہاتھ دونون رانون پر جیسے التحیات مین رکھتے
ہین کذا فی منیۃ المصلی ولیس بینہما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء وکذا لا یاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح علی المذہب وما ورد محمول
علے النفل اور دونون سجدون کے درمیان مین کوئی ذکر مسنون نہین اور اسیطرح رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد کوئی دعا مسنون نہین اور ایسا ہی اپنے رکوع
اور سجدہ مین تسبیح کے سوا اور کچھ نہ کہے بموجب معتمد مذہب کے اور جو ذکر یا دعائین کہ اُن مواضع مین وارد ہین وہ نفل نماز پر محمول ہین ہم دعا دونون سجدون کے
درمیان ابو داؤد کی حدیث مین یہ وارد ہر اللّٰہم اغفرلی وارحمنی وعافنی واہدنی وارزقنی اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد یہ دعا وارد ہر اللّٰہم ربنا لک الحمد ملاء السموات
وملاء الارض وملاء ما بینہما وملاء ما شئت من شئی بعد اہل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد
روایت کیا ہر اسکو مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے اور بین رکوع کی دعا کو مسلم نے روایت کیا ہر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے اللّٰہم لک
رکعت وبک امنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی اور اسی حدیث مین دعاء سجدہ کو روایت کیا ہر کہ جب آپ سجدہ کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے
اللّٰہم لک سجدت وبک امنت ولک اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین تو شارح کہتا ہر کہ یہ دعائین نفل پر محمول ہین یعنی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکو نماز تہجد یا دوسری نفلون مین پڑھا کرتے تھے تو نفل نماز مین یہ دعائین مستحب ہین نہ فرض مین شامی نے حلبہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤن
کے التزام سے کچھ ضرر بھی نہین گو مشائخ نے اسکی تصریح نہین کی اسلیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہین اور قرات اور تسبیح اور تکبیر اور فرضون اور نفلون مین
یکسان ہی ہین تو یہ دعائین اگر یکسان ہون تو کیا حرج ہر ویکبر ویسجد ثانیۃ مطمئنا اور جلسہ کے بعد اللہ اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے ویکبر للنہوض
علی صدور قدمیہ بلا اعتماد وقعود استراحۃ ولو فعل لا باس بہ اور دوسرے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہے اُٹھنے کے لیے اپنے دونون پاؤن کی چھاتی کے بل بدون زمین پر
سہارا دینے اور آرام کے لیے بیٹھنے کے اور اگر سہارا دیگا تو کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ لو فعل سے سہارا دینا مراد ہر چنانچہ بحر الرائق مین ہر مگر شارح کی عبارت سے
استراحت کا بیٹھنا بھی ہوسکتا ہر لیکن اُسمین یہ خلل ہر کہ جلسۂ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنی قیام کی لازم آتی ہر ویکرہ تقدیم احدی رجلیہ عند النہوض اور مکروہ ہر اُٹھنے
کے وقت اپنا ایک پاؤن آگے بڑھانا والرکعۃ الثانیۃ کالاولی فیما مر غیر انہ لا یاتی بثناء ولا تعوذ فیہما اذ لم یشرعا الا مرۃ اور دوسری رکعت مثل اول کے ہر اُن باتون مین جو
گذر گئین یعنے ارکان اور واجبات اور سنن مین دونون یکسان ہین بجز اسکے کہ دوسری رکعت مین ثنا اور اعوذ نہ پڑھے اسلیے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایکبار مشروع ہوے ہین
ولا یسن مؤکدا رفع یدیہ الا فی سبع مواطن کما ورد بناء علی ان الصفا والمروۃ واحد نظرا للسعی اور مسنون نہین تاکید کے ساتھ اُٹھانا اپنے دونون ہاتھون کا مگر سات جگہ
مین چنانچہ حدیث مین وارد ہوا ہر اس بنا پر کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے ایک ہین ہم رفع یدین حدیث مین سات جگہ مذکور ہر اور کلام مصنف اور نظم آئندہ مین آٹھ
شمار کیے ہین اسلیے شارح نے دونون مین مطابقت کے لیے کہا کہ صفا اور مروہ کو بلحاظ سعی کے حدیث مین ایک فرمایا ہر اسلیے سات جگہ ہوئین اور مصنف اور ناظم

نے انکو دو شمار کرکے آٹھ کیا ہے اور سنت مین موکدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ دعا وغیرہ مین رفع یدین مستحب ہے **وسنت مؤکدۃ ثلثۃ فی الصلوۃ تکبیرۃ
افتتاح وقنوت وعید وخمسۃ فی الحج استلام الحجر والصفا والمروۃ وعرفات والجمرات** تین تو نماز مین ہین یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لیے اور قنوت کے لیے اور عید
کی تکبیرون کے لیے اور پانچ حج مین ہین یعنی حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ پر اور اولیٰ اور وسطیٰ جمرون پر کنکر مارنے
کے وقت **ویجمعہا علی ہذا الترتیب بالنشر فقعس صمعج وبالنظم لابن الفصیح ؎ فتح قنوت عید استلم الصفا ٭ مع مروۃ عرفات والجمرات** ۔ اور جمع کرتا ہے ان مواضع کو پس
ترتیب مذکور پر نثر مین یہ کلمہ فقعس صمعج یعنے آٹھ حرف ہین جنمین سے ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہے مثلاً ف فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم مین ان
جگہون کو ابن فصیح کا شعر جامع ہے فتح یعنے شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کے ساتھ اور عرفات اور جمرات **والرفع بحذاء اذنیہ
کالتحریمۃ فی الثلثۃ الاول واما فی الاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانہ یرفع حذاء منکبیہ ویجعل باطنہما نحو الحجر والکعبۃ** اور ہاتھون کا اٹھانا
اول کے تین مقامون مین یعنے تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیرون مین اپنے دونون کانون کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول
اور درمیانی جمرون کے کنکر مارنے مین ہاتھون کو اپنے دونون شانون کے برابر اٹھاوے اور ہاتھون کے اندر کیطرف یعنی ہتھیلیان بوسہ مین حجر اسود کیطرف
اور کنکر مارنے مین کعبہ کیطرف کرے شارح نے مثل تحریمہ اسواسطے کہا کہ اسکی کیفیت مشہور ہے گو تین مقامون مین وہ بھی داخل ہے اور جمرۂ اولیٰ اور وسطیٰ کو
اسلیے مخصوص کیا کہ جمرۂ اخیرہ کے پاس دعا نہین اسلیے کہ دعا اسی کنکر مارنے کے بعد ہے جسکے بعد کنکر مارنا ہے کذا فی الطحطاوی **واما عند الصفا والمروۃ وعرفات
فیرفعہما کالدعاء والرفع فیہ وفی الاستسقاء مستحب** اور صفا اور مروہ پر اور عرفات مین ہاتھون کو اٹھاوے مانند دعا مانگنے کے اور دعا مین ہاتھون کا
اٹھانا اور مینھ کی طلب مین ہاتھ اٹھانا مستحب ہے **فیبسط یدیہ حذاء صدرہ نحو السماء لانہا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ** تو اپنے دونون ہاتھ اپنے سینہ کے
برابر آسمان کیطرف پھیلاوے اسلیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے یعنے جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہے تو کوئی یہ وہم نہ کرے کہ کریم متعال جس سے
دعا مانگتے ہین وہ اوپر کی جانب ہے کذا فی الطحطاوی اور دونون ہاتھون مین دعا کے وقت کسی قدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو **والاشارۃ بمسبحتہ لعذر کبرد یکفی**
اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہے یعنے ایک طریق دعا کا دعاء تضرع مین جو آگے آتا ہے اسمین خنصر اور بنصر کا
بند نکرنا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ نکرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہے اگر سردی وغیرہ کا عذر ہو **والمسح بعدہ علی وجہہ سنۃ فی الاصح**
شرنبلالیہ اور بعد دعا کے ہاتھون کا اپنے منھ پر پھیر لینا سنت ہے صحیح تر قول مین کذا فی الشرنبلالیہ وفی الوتر البحر الدعاء اربعۃ دعاء رغبۃ یفعل کما مر ودعاء رہبۃ یجعل کفیہ
لوجہہ کالمستغیث من الشیء ودعاء تضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق ویشیر بمسبحتہ ودعاء الخفیۃ ما یفعلہ فی نفسہ اور بحر الرائق کے باب الوتر مین ہے کہ دعا چار طرح کی ہے
اول دعاء رغبت یعنی کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلاً تو دعاء رغبت مین کرے چنانچہ گذرا یعنی ہاتھون کو آسمان کیطرف پھیلاوے دوسری دعاء رہبت
یعنی خوف جیسے دوزخ سے بچنے کی دعا اسمین ہتھیلیون کی پشت اپنے منہ کیطرف کرے جیسے کسی چیز سے زیاد چاہنے والا کرتا ہے شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین ظہر کفیہ
اور یہی صواب ہے شاید شارح کے قلم سے ظہر کا لفظ رہگیا انتہی اسلیے مترجم نے ترجمہ مین لفظ مذکور کا لحاظ رکھا تیسری دعاء تضرع ہے کہ اسمین نہ کسی چیز کی خواہش ہو نہ کسی
چیز کا خوف بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالیٰ کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الٰہی مین تیرا بندہ عاجز و مسکین ذلیل و حقیر ہون تو ایسی دعا مین اپنی خنصر اور بنصر کو بند کرے
اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے چوتھی دعا پوشیدہ ہے جو اپنے دلمین دعا مانگے یعنے اس دعا مین ہاتھ اٹھانا نہین اسلیے
کہ ہاتھ اٹھانا علامت اعلان کی ہے تو دعا خفیہ نرہیگی کذا فی الشامی **وبعد فراغہ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ یفترش الرجل رجلہ الیسریٰ فیجعلہا بین الیتیہ ویجلس علیہا
وینصب رجلہ الیمنیٰ ویوجہ اصابعہ فی المنصوبۃ نحو القبلۃ ہو السنۃ فی الفرض والنفل** اور بعد اپنے فراغت ہونیکے دوسری رکعت کے دونون سجدون سے مرد اپنا بایان
پانون بچھاوے اور اسکو اپنے دونون سرین کے تلے کرے اور اسپر بیٹھ جاوے اور دہنے پانون کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیون کو کھڑے پانون مین قبلہ کیطرف کرے یہی سنت ہے فرض

اور نفل مین م حلبی مین قہستانی سے منقول ہی کہ پچھے پانون کی انگلیون کو بھی حتے الوسع قبلہ رخ رکھے جسقدر ہوسکین اور نفل مین مسنون ہونیکی قید اسلیے لگائی کہ اسمین ضعیف قول یہ ہی کہ جیسے چاہے اسطرح بیٹھے کذا فی الطحطاوی **ویضع یمناہ علی فخذہ الیمنی ویسراہ علی الیسری ویبسط اصابعہ مفرجۃ قلیلا جاعلا اطرافہا عند رکبتیہ ولا یاخذ الرکبۃ ہو الاصح لتتوجہ القبلۃ** اور رکھے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایان ہاتھ بائین ران پر اور پھیلا دے اپنی انگلیان ہاتھون کی تھوڑی سی فرجہ رکھکر اور کرسے انگلیون کے سرے دونون گھٹنون کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہی اسلیے نہ پکڑے تاکہ انگلیان سب قبلہ رخ رہین کیونکہ پکڑنے کی صورت مین زمین کیطرف متوجہ ہوجائینگی اور ہرچند زانو کا پکڑنا بھی جائز ہی مگر افضل نہ پکڑنا ہی کذا فی الشامی عن البحر

ولا یشیر بسبابتہ عند الشہادۃ وعلیہ الفتوی کما فی الولوالجیۃ والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامۃ الفتاوی لکن المعتمد ما صححہ الشراح ولا سیما المتاخرون کالکمال والحلبی والبہنسی والباقانی وشیخ الاسلام جد وغیرہم انہ یشیر لفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ونسبوہ لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحہ غرر الاذکار المفتی بہ عندنا انہ یشیر باسطا اصابعہ کلہا اور اشارہ نکرے اپنی سبابہ انگلی سے اشہدان لا الٰہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ ولوالجیہ اور تجنیس اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاوون مین ہی مگر قول معتمد وہ ہی جسکی تصحیح کی ہی شارحین نے خصوص متاخرین مثل کمال اور حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام جد اور انکے سوا اورون نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نسبت کیا ہی ان لوگون نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کیطرف بلکہ درر بحار کے متن اور اسکی شرح غرر الاذکار مین ہی کہ مفتی بہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہی کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے سب انگلیون کو کھلا رکھکر شامی نے کہا کہ درر بحار اور اسکی شرح سے یہ نہین پایا جاتا کہ اشارہ کرنے مین انگلیان سب کھلی ہون بلکہ غرر الاذکار مین تصریح ہی کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہی سبابہ سے ترپن کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہین سبابہ کو لا الٰہ کہنے کے وقت اٹھادے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور یہی قول ہی امام اعظم اور محمد رح کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہین انتہی تو شارح کا باسطا اصابعہ شرح سے نقل کرنا غلط ہی خلاصہ یہ کہ اس مقام پر حنفیون مین دو ہی قول ہین ایک یہ کہ تمام التحیات مین اشہدان لا الٰہ الا اللہ کے پیشتر تک انگلیان کھلی رکھے اور جب اس کلمے کو کہے تو ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے یعنی حرف لا پر سبابہ اٹھادے اور الا اللہ پر رکھدے یہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد ہی اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ مین ثابت ہوا ہی اور ہمارے تینون امامون سے اسکا منقول ہونا صحیح ہی اور یہ جو شارح نے لکھا ہی کہ کھلی انگلیان رکھکر اشارہ کرے اور اس زمانہ کے عوام مین یہی مروج ہورہا ہی تو مین نے کسی کو نہین سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کے بہ تبعیت شرنبلالی عن البرہان پس جب شارح کا کلام جمہور شارحین اگلون اور پچھلون کے مخالف ٹھہرا تو جسپر جمہور علما ہین عمل اسی پر کرنا چاہیے یعنی ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے نہ انگلیون کو کھلی رکھکر **وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان الصحیح انہ یشیر بمسبحتہ وحدہا یرفعہا عند النفی ویضعہا عند الاثبات واحترزنا بالصحیح عما قیل لا یشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ وبقولنا بالمسبحۃ عما قیل یعقد عند الاشارۃ انتہی** اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ صحیح یہ ہی کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونون سبابہ سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے مین انگشت شہادت کو نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اٹھادے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور ہمنے جو اس قول مین صحیح کی قید لگائی تو اس سے ہمنے اس قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نکرے اسکے صحیح نہونے کی یہ وجہ ہی کہ اشارہ نکرنا خلاف ہی عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت ہمنے اسلیے کہا کہ اس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپن کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا مولف اوپر معلوم ہوچکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے خلاف ہی بلکہ ایسی طرح اشارہ کرنیکا کوئی قائل نہین اور اشارہ کا نہ کرنا خلاف عقل ہی یعنی اسلیے کہ اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہی اس نفی اور اثبات کے موافق ہوجاتا ہی جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہی اور یہ امر یعنی مطابقت قولی اور فعلی عقلاً عمدہ ہی اور اشارہ کا نکرنا اسکے خلاف پڑتا ہی اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہی کہ امام محمد نے موطا اور کتاب مشیخت مین روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہا کہ ہم کرتے ہین

جو کچھ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رح کا اور کتاب الامالی مین منقول ہے کہ امام ابو یوسف بھی اشارہ کرتے تھے جب تینون امام اشارہ پر متفق ہوگئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہو گیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے نفس کی شامت سے کسی روایت ضعیف پر عمل کرکے اشارہ نکرے تو وہ قطعاً تارک سنت ہوگا وفی العینی عن التحفۃ الاصح انہا مستحبۃ وفی المحیط انہا سنۃ اور عینی مین تحفہ سے منقول ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے اور محیط مین ہے کہ وہ سنت ہے ھ علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہے کہ متفق ہین روایتین ہمارے تینون امامون کی کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور ایسیطرح معدن شرح کنز مین ہے ویقرء تشہد ابن مسعود وجوبا کما بحثہ فی البحر لکن کلام غیرہ یفید ندبہ وجزم شیخ الاسلام الجد بان الخلاف فی الافضلیۃ ونحوہ فی مجمع الانہر اور پڑھے وہ التحیات جو مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور وجوب چنانچہ بحث کیا ہے اسکو بحر الرائق مین لیکن کلام اورونکا سوائے صاحب بحر فائدہ دیتا ہے اُس تشہد کے مستحب ہونیکا اور شیخ الاسلام جد نے یقین کیا ہے کہ خلاف افضل ہونے مین ہے اور اسکے مثل ہے مجمع الانہر مین م التحیات کو تشہد اسلیے کہا کہ مشتمل ہے دو شہادتون پر اور عبداللہ ابن مسعود کا تشہد یہ ہے (التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ) بحر الرائق کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تشہد کا پڑھنا واجب ہے مگر اُسکے حواشی مین خیر الدین رملی نے کہا کہ تشہد نماز مین واجب ہے لیکن غیر معین واجب ہے نہ خاص اور نہر الفائق مین ہے کہ اس خاص تشہد کا پڑھنا بہتر ہے جیسے وترون مین دعاء قنوت واجب ہے اور الفاظ مخصوصہ اللہم انا نستعینک الخ سنت ہین اور امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر التحیات مین کچھ کمی یا زیادتی کریگا تو مکروہ ہوگا اسلیے کہ نماز کے ذکر محصور اور معدود ہین اُنسے تجاوز نچاہیے انتہی کذا فی الشامی والطحطاوی ویقصد بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیاءہ لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبی اور قصد کرے تشہد کے الفاظ سے اُنکے معنی جو بطور انشا کے نمازی کو مقصود ہون یعنی اُنکا ایجاد اسیوقت تصور کرے اسطرح کہ گویا نمازی اللہ تعالی کو تحیت پہونچاتا ہے اور اپنے نبی اور اپنے نفس اور احباب پر سلام بھیجتا ہے نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اُس حال کا ذکر کیا ہے اسکو مجتبی مین م یعنی جو قصہ معراج مین واقع ہوا تھا اسکی حکایت کا قصد نکرے اور وہ قصہ یہ ہے کہ شب معراج مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام قرب پر فائز ہوے تو آپکو بیٹھنے کا ارشاد ہوا آپ نے فرمایا (التحیات للہ والصلوات والطیبات یعنے جیسے کوئی بادشاہون کے پاس جاکر اول ثنا کرتا ہے پھر خدمت پھر مال نذر کرتا ہے ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتین زبانی اور بدنی اور مالی پیشکش کین جناب احدیت سے بطور خلعت شاہی ارشاد ہوا (السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) یعنی یہ ہمارا سلام خاص تمپر ہو اے نبی اور رحمت اور برکتین اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس تکریم خاص الخاص کو ملاحظہ فرمایا بمقتضاے جود و کرم نہ چاہا کہ ضعفاء امت بھی اس سے بے بہرہ رہین عرض کیا (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) یعنی سلام خاص ہم سب پر اور اللہ تعالی کے نیک بندون پر ہو علینا مین سب گنہگاران امت کو بھی شامل کر دیا کہ کوئی اس سلام خصوصیت التیام سے محروم نرہے ھ نظم ما تیل سے چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان ٭ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان ٭ جب ملائکہ مقربین نے یہ جود و کرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا تو بولے (اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ) تو غرض مصنف کی یہ ہے کہ التحیات پڑھنے مین اس قصہ کی حکایت مد نظر نکرے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ مین خود اللہ تعالی کے حضور مین تحیت پیش کرتا ہون اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے اوپر اور دوستون پر سلام بھیجتا ہون وظاہرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لاحکایۃ سلام اللہ تعالی وظاہر کلام مصنف کا یہ ہے کہ ضمیر علینا موجود شخصون یعنی امام اور مقتدی اور ملائکہ کیطرف ہے نہ نقل سلام اللہ تعالی کی طحطاوی نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ شارح نقل سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا چنانچہ مترجم نے جو قصہ مذکور کیا اُس سے ظاہر ہے کہ السلام علینا مقولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وکان علیہ الصلوۃ والسلام یقول فیہ انی رسول اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشہد مین یون فرمایا کرتے تھے انی رسول اللہ یعنی بجاے ان محمدا عبدہ ورسولہ کے انی رسول اللہ کہتے تھے م نقل کیا ہے اسکو رافعی نے شافعی لوگون سے مگر حافظ ابن حجر نے اسکو رد کیا ہے کہ اسکی کچھ اصل نہین بلکہ تشہد کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اسیطرح مروی ہین کہ آپ اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ فرمایا کرتے تھے ہان اگر تشہد سے اذان کی شہادتین مراد ہون تو یہ قول صحیح ہے اسلیے کہ ثابت ہوا ہے کہ آپ نے سفر مین ایکبار اذان کہی تو ایسا فرمایا اور بخاری مین سلمۃ بن الاکوع کی حدیث مین بھی مذکور ہے

کہ آپ نے (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ) فرمایا مگر یہ نماز کے باہر کا ذکر ہے نہ التحیات مین کذا فی الشامی و لا یزید فی الفرض علی التشہد فی القعدة
الاولی اجماعًا اور زیادہ نکرے فرض مین التحیات پر کوئی چیز پہلے قعدہ مین سب کے نزدیک ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول حنفیون اور امام مالک اور احمد کا ہے اور امام شافعی
تو قعدہ اولی مین درود کو لازم فرماتے ہین پس شارح کو مناسب تھا کہ اجماعًا کی جگہ بالاتفاق کہتا فان زاد عامدًا کرہ فتجب الاعادة پس اگر التحیات مین کچھ جانکر زیادہ
بڑھا دیگا تو تشہد مکروہ ہوگا اور از سر نو پڑھنا واجب ہوگا او ساہیًا وجب علیہ سجود السہو اذا قال اللھم صل علی محمد فقط علی المذہب المفتی بہ لا لخصوص الصلوة
بل لتاخیر القیام یا بھولکر التحیات مین زیادہ پڑھ دیا تو اُسپر سجدۂ سہو واجب ہوگا جبکہ صرف اللھم صل علی محمد کہا ہو مذہب مفتی بہ پر سجدہ سہو کچھ درود کی خصوصیت سے واجب
نہین ہوا بلکہ قیام کے لیے دیر کرنے سے ہم صرف اللھم صل علی محمد اسلیے کہا کہ بعض نے یون کہا ہے کہ جبتک وعلی ال محمد نہ کہیگا سجدہ سہو واجب نہوگا اور اسکو اختیار کیا ہے قاضی
امام نے اور حلبی نے کہا کہ اسی پر اکثر ہین اور یہی اصح ہے اور بعضون نے کہا کہ جبتک تاخیر بقدر ادا کرنے ایک رکن کے نہوگی سجدۂ سہو واجب نہوگا اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا
اور تاتارخانیہ مین ہے کہ صاحبین کے قول پر سجدۂ سہو واجب نہین جبتک کہ حمید مجید تک نہ پہونچے کذا فی الشامی ولو فرغ المؤتم قبل امامہ سکت اتفاقا واما المسبوق
فیترسل لیفرغ عند سلام امامہ وقیل یتم وقیل یکرر کلمة الشہادة اور اگر مقتدی اپنے امام سے پیشتر التحیات پڑھ چکے تو چپکا ہو رہے بالاتفاق اور مسبوق قعدہ اخیرہ مین
اتنا ٹھہر کے پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت پڑھنے سے فراغت پاوے اور بعض نے کہا ہے کہ التحیات کو پورا کرے اور چپ ہو رہے اور بعضون نے کہا کہ چپ
رہے کلمۂ شہادت کو مکرر پڑھتا رہے شامی نے کہا کہ ان سب اقوال کی تصحیح ہوئی ہے اور قعدہ اگر آخر کا نہو تو اُسمین مسبوق اور مقتدی برابر ہین واکتفی المفترض فیما بعد
الاولیین بالفاتحة فانہا سنة علی الظاہر ولو زاد لا بأس بہ اور فرض پڑھنے والا اکتفا کرے الحمد پر دو پہلی رکعتون کے بعد کی نماز مین یعنی تیسری اور چوتھی رکعت مین
اسلیے کہ الحمد کا پڑھنا اُن رکعتون مین سنت ہے ظاہر روایت پر اور اگر الحمد سے زیادہ اُنمین پڑھیگا یعنی سورہ ملا دیگا تو کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے
کہ پچھلی رکعتون مین قرات بدون کسی اندازہ کے مشروع ہے اور الحمد پر اکتفا کرنا مسنون ہے واجب نہین تو اُسپر زیادہ ملانا سورہ کا خلاف اولی ہوگا وھو مخیر بین
قراءة الفاتحة وصحح العینی وجوبہا وتسبیح ثلثا وسکوت قدرہا وفی النہایة قدر تسبیحة فلا یکون مسیئا بالسکوت علی المذہب لثبوت التخییر عن علی وابن مسعود اور نمازی
مختار ہے چاہے الحمد پڑھے اور الحمد کے وجوب کی تصحیح کی ہے عینی نے اور چاہے تین بار سبحان اللہ کہے اور چاہے بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے چپ رہے اور نہایہ مین
چپ رہنا بقدر ایکبار سبحان اللہ کہنے کے ہے اس سے یہ نکلا کہ چپ رہنے سے ظاہر روایت کے بموجب بُرا کرنیوالا نہوگا مختار اسلیے ہے کہ اختیار دینا حضرت علی مرتضی اور
حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما سے ثابت ہے ہم عینی نے وجوب فاتحہ کی تصحیح کی ہے اُسکا مقابل ظاہر الروایة ہے یعنی اختیار مذکور کہ وہ صحیح ہے وھو الصارف للمواظبة
عن الوجوب اور یہی تخییر پھیرنے والی ہے مواظبت کو واجب ہونے سے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ صحیحین مین ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی
نماز مین پہلی دو رکعتون مین تو الحمد اور دو سورتین پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو مین صرف الحمد تو اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت الحمد پر پائی جاتی ہے اور
مواظبت بدون ترک کے دلیل ہے واجب ہونیکی اس سے معلوم ہوا کہ الحمد پڑھنا پچھلی دو مین واجب ہے شارح جواب دیتا ہے کہ حضرت علی اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے
تھے کہ نمازی کو پچھلی دو رکعتون مین اختیار ہے چاہے قرآن پڑھے چاہے چپ رہے چاہے سبحان اللہ کہے اور یہ اختیار قیاس سے معلوم ہو نہین سکتا تو ان حضرتون سے اسکا مروی
ہونا ایسا ہی ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعًا ہو پس تخییر مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث مذکور بصدر مین مواظبت مفید وجوب نہین اگر مفید وجوب ہوتی تو
اختیار نہ دیا جاتا اور اس جواب سے رد ہوا قول عینی کا کذا فی الشامی ویفعل فی القعود الثانی الافتراش کالاول وتشہد ایضا وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے
قعدہ مین پانوں بچھاوے مثل اول قعدہ کے اور التحیات بھی پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح افتراش کی قید نہ لگاتا
تاکہ سب احکام سابقہ ہین دونون قعدے یکسان رہتے اور کیفیت درود کی شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہے کہ امام محمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کسطرح
پڑھین انھون نے فرمایا کہ یون کہے (اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی

ع
یعنی درود بھیج محمد اور آل محمد پر جیسا تو نے درود بھیجا ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگی والا اور برکت اتار محمد اور انکے آل پر جیسے برکت اتاری تو نے ابراہیم پر اور انکے آل پر بیشک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے ۱۲

آل ابراہیم انک حمید مجید) اور یہی طریق درود کا موافق ہی بخاری و مسلم وغیرہما کے کذا فی الشامی وصح زیادۃ فی العالمین وتکرار انک حمید مجید اور درست ہی زیادہ
کرنا فی العالمین کا بیننے بعد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم نے ایکبار جیسے کہ مالک اور مسلم اور ابو داؤد کی روایت مین ہی اور پہلے جملہ مین بیننے کما صلیت کے
بعد یہ لفظ احادیث صحیحہ مین ثابت نہین ہو کذا فی الشامی اور درست ہی تکرار کرنا انک حمید مجید کا یعنی ایکبار کما صلیت کے بعد اور ایکبار کما بارکت کے بعد جیسا کہ
اوپر مترجم نے دونون جگہ لکھا ہی وعدم کراہۃ الترحم ولو ابتداء اور صحیح ہی نہ مکروہ ہونا ترحم کا اگرچہ ابتدا ہی مین ہو یعنی اگر بدون اللّٰھم صل الخ کے شروع سے اللھم ارحم
محمدا وآل محمد کما رحمت علی ابراہیم الخ کہا تو مکروہ نہو گا اسیطرح اگر دونون جملہ درود مذکور الصدر پر وارحم محمدا وآل محمد زیادہ کیا تو جائز ہو گا فیض مین کہا کہ اس جملہ کا
ترک کرنا بہتر ہی احتیاطا اور نووی نے اذکار مین کہا کہ اسکا بڑھانا بدعت ہی اور اسکی وجہ غالباً یہ ہی کہ دعا رحمت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد مین کسی معتبر
طریق سے ثابت نہین ہوئی کذا فی الشامی مختصرا وندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فہو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ اور مستحب ہی
سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف پر اسلیے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب پر چلنا ہی پس سیدنا
کہنا بہ نسبت اُسکے چھوڑنیکے افضل ہی ذکر کیا ہی اسکو رملی شافعی وغیرہ نے ثم طحطاوی نے کہا کہ لفظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہی اسلیے مترجم نے اسکو ترجمہ مین نہین شامل کیا
اور یہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا ادب کی راہ چلنا ہی اس سے یہ غرض ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہین تو آپ کے لیے سیدنا بڑھانا مطابق نفس الامر
کے اور بمقتضاے ادب ہی اس سے معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اسمین آٹھ جا سیدنا بڑھاوے کیونکہ چار جا آپ کا نام مبارک ہی اور چار جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا وما نقل لاتسودونی فی الصلوۃ فکذب وقولہم لاتسیدونی بالیاء لحن ایضا والصواب بالواو اور یہ جو منقول ہی کہ نماز مین مجکو سید مت کہو تو یہ حدیث جھوٹ ہی اور بعض نے جو
لاتسیدونی یاء تحتانیہ سے نقل کیا ہی وہ جھوٹ ہونے کے سوا غلط بھی ہی اور صحیح واو سے ہی کیونکہ اسکا مصدر روادی ہی وخص ابراہیم لسلامہ علینا ولانہ سمانا المسلمین ولان
المطلوب صلوۃ یتخذہ بہا خلیلا اور مخصوص ہوے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ مین بسبب اُنکے سلام کرنیکے ہم اہل اسلام پر یا اسلیے کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان
رکھا یا اسوجہ سے کہ مطلوب وہ رحمت ہی جس سے خدا تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کرے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تو مرسوال کی یہ ہی کہ صلوۃ و برکت مین تشبیہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیون دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھ کس وجہ سے نہ دی شارح نے اس سوال کے تین جواب دیے اول یہ کہ آپکے ساتھ تشبیہ کا
سبب یہ ہی کہ آپنے معراج کی شب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا سلام پہونچانا دوم یہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا چنانچہ خدا تعالی
خبر دیتا ہی (ہو سماکم المسلمین) تو اسکے عوض مین ہماری طرفسے یہ تشبیہ ہوئی سوم یہ کہ مطلوب اس صلوۃ سے یہ ہی کہ اس سے اللہ تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کرے
جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہی اور بعض لوگون نے اور جواب بھی دیے ہین منجملہ اُنکے ایک یہ ہی کہ تشبیہ آپکے ساتھ اسوجہ سے ہی کہ آپ جد امجد ہین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور فضائل مین تشبیہ باپ دادون کے ساتھ مرغوب ہوتی ہی اور ایک یہ کہ آپ باقی رسولون سے افضل ہین اس جہت سے تشبیہ دیگئی اور ایک یہ کہ اہل اسلام کی ملت آپکی ملت
سے ملتی جلتی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی (ملۃ ابیکم ابراہیم) اور ایک یہ کہ آنحضرت صلعم کو آپکی اقتدا کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہی ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا کذا فی الشامی وعلی الاخیر
فالتشبیہ ظاہر اوراجع لآل محمد والمشبہ بہ قد یکون ادنی مثل مثل نورہ کمشکوۃ اور وجہ اخیر پر یعنی جب صلوۃ سے مطلوب صلوۃ خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہی یعنی وجہ شبہ
خلت ہی یا تشبیہ رجوع کرنیوالی ہی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہی جیسے قرآن مجید مین ہی کہ کہاوت نور خدا کی جیسے قندیل مین چراغ یہ بھی جواب
ہی سوال مشہور کا جو علماے قدیم وجدید کرتے ہین اُسکی تقریر یہ ہی کہ قاعدہ اکثر یہ ہی کہ مشبہ بہ مشبہ سے وجہ شبہ مین اعلی ہوتا ہی اور یہان یہ بات نہین اسلیے کہ جو رحمت و برکت
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل کو حاصل ہی وہ حضرت ابراہیم اور اُنکی آل کی رحمت اور برکت سے اعلی ہی اسلیے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جو کوئی مجھپر ایکبار درود بھیجے
اللہ تعالی اُسپر دس بار رحمت بھیجتا ہی اور اُسکی دس برائیان دور کرتا ہی اور دس درجہ بلند کرتا ہی اور یہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق مین وارد نہین تو شارح نے
اسکا جواب یہ دیا کہ یا تو وجہ شبہ صلوۃ خاصہ ہی جو موجب خلت ہی یا یہ کہ تشبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہین مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی

یا یہ کہ مشبہ بہ کبھی کمتر ہوا کرتا ہی جیسے قرآن مجید مین مشابہت نور الٰہی کی چراغ سے واقع ہوئی ہی حالانکہ نور چراغ کو اس نور سے کچھ نسبت نہین مگر چونکہ نور چراغ محسوس اور واضح تر وجہ شبہ مین ہی اسلیے اُسکو مشبہ بہ کردیا اسیطرح بیان از بسکہ ابراہیم وآل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت و برکت کا ہونا جملہ ملتون مین واضح اور مشہور تھا اسوجہ سے مشبہ بہ کردیا گیا کذا فی الشامی و ہی فرض عملا بالامر فی شعبان ثانی الہجرۃ مرۃ واحدا اتفاقا فی العمر اور درود فرض ہی عمر بھر مین ایکبار بالاتفاق واسطے عمل کرنیکے امر پر جو شعبان سنہ دو ہجری مین ہوا طحطاوی نے کہا کہ عملا مفعول لہ ہی یعنی فرضیت درود کی اسوجہ سے ہی کہ امر قطعی الثبوت پر عمل ہو اور اس سے یہ نکلا کہ اسکی فرضیت قطعی ہی صرف عملی نہین تو اسکا منکر کافر ہوگا امر سے مراد یہ آیت ہی (یا ایہا الذین آمنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما) جو دوسرے سال ہجری مین نازل ہوئی اور بعضون نے کہا کہ شب معراج مین فلو بلغ فی صلوتہ ثابت عن الفرض بہ تجا پھر اگر نمازی اپنی نماز مین بالغ ہوا اور قعدہ اخیرہ مین درود پڑھا تو یہ درود قائم مقام فرض کا ہوگا یعنی اسکے بعد درود فرض نرہیگا کذا فی النہر بحثا و فی المجتبیٰ لا یجب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی علے نفسہ اور مجتبیٰ مین ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہین کہ خود اپنے اوپر صلوۃ بھیجین م نہر الفائق مین ہی کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ یا ایہا الذین آمنوا مین رسول علیہ السلام شامل نہین بخلاف یا ایہا الناس اور یا عبادی کے کہ اسمین سب شامل ہوتے ہین چنانچہ اصول مین معلوم ہوچکا ہی اور حکمت آپ پر واجب نہونیکی یہ ہی کہ درود دعا ہی اور دعا اپنے نفس کے لیے ہر شخص بالطبع چاہتا ہی اور اپنی خیر مناتا ہی تو اسمین کچھ تکلف اور مشقت نہین اور خطاب شرعی کا وجوب اسی امر مین ہوتا ہی جسمین کچھ مشقت اور طبیعت کو کلفت ہو کذا فی الشامی و اختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبہا علی السامع والذاکر کلما ذکر صلے اللہ علیہ وسلم والمختار عند الطحاوی تکرارہ ای الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح اور اختلاف کیا ہی طحاوی اور کرخی نے درود کے واجب ہونے مین سننے والے اور ذکر کرنیوالے پر جتنے بار کہ مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ہو اور طحاوی کے نزدیک مختار مکرر ہونا وجوب صلوۃ کا ہی جتنے بار کہ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اگرچہ ایک ہی مجلس مین ہو صحیح تر قول مین م شامی نے کہا کہ وجوب صلوۃ مین اختلاف ذکر کیا سلام کا ذکر نکیا حالانکہ آیت مین صلوۃ اور سلام دونون ہین اسلیے کہ مراد تسلیم سے آیت مین حکم ماننا ہی اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کافی مین تصحیح اسکی ہی کہ اتحاد مجلس کی صورت مین ایکبار صلوۃ کافی ہی اور شرح مقدمہ ابی اللیث مین وجوب کے مکرر ہونے کو طحاوی کے نزدیک بطور کفایہ کہا ہی نہ بطور عین یعنے اگر بعض صلوۃ پڑھ لینگے تو کل پر سے وجوب ساقط ہوگا لا لان الامر یقتضی التکرار بل لانہ تعلق وجوبہا بسبب متکرر وہو الذکر فیتکرر بتکررہ وتصیر دینا بالترک فیقضے لانہا حق عبد کالتشمیت بہ وجوب کا مکرر ہونا اسلیے نہین کہ صیغۂ امر تکرار کا مقتضی ہی بلکہ اسلیے ہی کہ وجوب صلوۃ ایک سبب مکرر سے متعلق ہی یعنے ذکر سے تو جب سبب مکرر ہوگا وجوب بھی مکرر ہوگا اور درود کے ترک کرنے سے ذمہ پر فرض ہوجائیگا تو اسکی قضا ہوگی اسلیے کہ صلوۃ حق عبد ہی جیسے جواب دینا چھینک کا بندہ کا حق ہی اور اسکی قضا ہوتی ہی م یہان ایک سوال ہوتا تھا کہ وجوب صلوۃ امر کے سبب سے ہی حالانکہ اصول مین ثابت ہوچکا ہی کہ امر کا صیغہ مقتضی تکرار وجوب کا نہین تو مکرر صلوۃ کا پڑھنا کسطرح واجب ہوا شارح نے جواب دیا کہ یہ تکرار امر کے اقتضاء سے نہین بلکہ سبب کے مکرر ہونے سے اور سبب صلوۃ ذکر ہی اسم شریف کا تو جب اسم شریف مکرر ہوگا وجوب صلوۃ بھی مکرر ہوگا اور چھینک کے جواب کی تشبیہ صرف قضا مین ہی نہ باقی احکام مین کذا فی الشامی والطحطاوی بخلاف ذکرہ تعالیٰ بخلاف ذکر اللہ تعالیٰ کے کہ وہ حق پروردگار ہی اسکی قضا نہوگی طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہی کہ جو حق حقتعالیٰ کا ہو اسکی قضا نہو مثلاً نماز و روزہ حق اللہ مین اور انکی قضا ہوتی ہی تو مراد شارح کی یہ ہی کہ خداوند جلشانہ کا نام سنکر ثنا کرنا واجب ہی اور ایک مجلس مین نام کے مکرر ذکر ہونے سے ایکبار ثنا کافی ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی انتہی ملخصا والمذہب استحبابہ ای التکرار وعلیہ الفتوی اور مذہب مشہور مستحب ہونا ہی تکرار کا یعنی ایکبار صلوۃ واجب ہی اور دوبارہ ذکر شریف ہونے سے صلوۃ مستحب ہی اور اسی پر فتوی ہی والمعتمد من المذہب قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقانی تبعا لما صححہ الحلبی وغیرہ اور مذہب معتمد قول طحاوی کا ہی کہ ہر بار صلوۃ واجب ہی ایسا ذکر کیا ہی اسکو باقانی نے بہ تبعیت تصحیح حلبی وغیرہ کے درجہ فی البحر باحادیث الوعید کرغم والبعاد والشقاء والبخل والجفاء اور ترجیح دی ہی قول طحاوی کو بحر الرائق مین وعید کی حدیثون سے جیسے وعید ذلیل ہونے اور دور ہونے اور بدبخت ہونے اور بخل اور ستم کی م یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر صلوۃ نہ پڑھنے والے پر ان الفاظ سے وعید احادیث مین آئی ہی اس سے معلوم ہوا کہ صلوۃ ہر بار آپکے اسم مبارک کے مذکور ہونے پر واجب ہی وعید رغم کی حدیث اسطرح ہی رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی

اور ابعاد کی یہ ہی (بعد من ذکرت عندہ فلم یصل علیک) اور شقا کی یون ہی (من ذکرت عندہ فلم یصل علے فقد شقی) اور بخل کی حدیث کے یہ الفاظ ہین (البخیل من ذکرت عندہ
فلم یصل علی) اور جفا کے الفاظ یون وارد ہین (من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلم یصل علے) کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ثم قال فتکون خمسًا فی العمر واجبا کلما ذکر علی الصحیح پھر صاحب بحر نے
اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑھنا فرض ہی عمر بھر مین اور واجب ہی جتنے بار کہ ذکر نام مبارک کا ہو مذہب صحیح پر وحرام عند فتح التاجر متاعہ ونحوہ اور حرام ہی وقت کھولنے
تاجر کے اپنے اسباب کو اور اس جیسے دوسرے وقتو نمین یعنی مکروہ تحریمی ہی شامی نے کہا کہ یہ اسصورتمین ہی کہ تاجر کو اس درود کے پڑھنے سے خریدار کا جتانا یا اپنے اسباب
کی ترجیح منظور ہو اور اگر اسکا مقصود صرف درود ہوگا تو مکروہ نہوگا اور اسمین ملحق ہی ذکر اللہ تعالی کا جس سے تعظیم مقصود نہو بلکہ دوسرے کو جتانا یا اپنے اسباب کا مروج
کرنا مد نظر ہو تو وہ بھی مکروہ تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی وسنۃ فی الصلوۃ اور مسنون ہی درود پڑھنا نماز مین یعنی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد ومستحبۃ فی کل اوقات الامکان اور
درود پڑھنا مستحب ہی سب امکان کے وقتون مین یعنی جسوقت کہ کوئی مانع شرعی نہو اسمین درود پڑھنا مستحب ہی ہم علمانے اوقات درود کی تصریح اسطرح کی ہی روز جمعہ
شب جمعہ روز شنبہ روز یکشنبہ روز پنجشنبہ وقت صبح وقت شام مسجد مین گھسنے کے وقت مسجد سے نکلنے کے وقت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے
وقت صفا کے اوپر مروہ پر جمعہ وغیرہ کے خطبہ مین بعد جواب اذان کے تکبیر کے وقت دعا مانگنے کے شروع اور درمیان اور آخر مین دعاء قنوت کے بعد تلبیہ سے فارغ
ہونیکے وقت اجتماع کے وقت جدا ہونیکے وقت وضو کرنیکے وقت کان بولنے کے وقت چیز کے بھول جانیکے وقت وعظ کہنے کے وقت حدیث کے پڑھنے کی ابتدا مین
اسکے انتہا کے وقت مسئلہ یا فتوی لکھنے کے وقت تصنیف کے وقت ہر درس دینے والیکو ہر پڑھنے والیکو ہر منگنی کرنیوالیکو ہر نکاح پڑھنے والیکو ہر نکاح پڑھولنے
والیکو سب ضروری کامون کے پیشتر آنحضرت صلعم کے نام لکھنے کیوقت کذا فی شرح دلائل الخیرات للفاسی شامی نے کہا کہ ان مواضع مین سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ مین
موجود ہی ومکروہۃ فی صلوۃ غیر تشہد اخیر اور درود پڑھنا مکروہ ہی نماز مین بجز اخیر تشہد کے کہ اسمین مسنون ہی شامی نے کہا کہ استثنا کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اُسکے آخر مین
درود مشروع ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور ایسے ہی نماز جنازہ کو استثنا کرنا چاہیے کہ اسمین بھی درود مسنون ہی تنبیہ درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات جگہ مکروہ
ہی حالت جماع حالت بول وبراز ترویج مبیع مین لغزش قدم کے وقت تعجب کے وقت ذبح کے وقت چھینکنے کے وقت کذا فی الشرعۃ فلذا استثنی فی النہر من قول الطحاوی
مافی تشہد اول اور چونکہ سوا تشہد اخیر کے نماز مین درود مکروہ ہی تو اسلیے نہر الفائق مین طحاوی کے قول سے استثنا کیا ہی اس نام مبارک کو جو تشہد اول مین ہی یعنے بموجب
قول طحاوی کے جس جگہ نام مبارک آوے درود واجب ہی مگر قعدہ اول مین باوجود نام پاک آنیکے درود واجب نہین بلکہ مکروہ تحریمی ہی کذا فی الشامی وضمن صلوۃ علیہ لئلا
یتسلسل اور مستثنی کیا ہی اس نام کو جو ضمن مین درود شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو تا کہ تسلسل نہو یعنی درود پڑھنا خالی نام مبارک کے سے نہین تو اگر ہر نام پر
درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہو شامی نے کہا کہ اس صورت کا بھی استثنا کرنا چاہیے کہ نام مبارک قرأت یا خطبہ مین سُنے اسلیے کہ سننا قرأت اور خطبہ کا واجب ہی
اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آوے تو افضل یہ ہی کہ قرأت نچھوڑے بعد فراغت قرأت کے اختیار ہی چاہے درود پڑھے چاہے نہ پڑھے بل خصہ فی درر البحار
بغیر الذاکر لحدیث من ذکرت عندہ فلیصل بلکہ درر بحار مین درود کے واجب ہونیکو خاص کیا ہی نام لینے والیکے سوا پر بسبب حدیث من ذکرت عندہ کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم بعض علمانے طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا تمام نہوگا اسلیے کہ درود خالی نام پاک کے نہین
ہوتا درر البحار مین طحاوی کیطرف سے یہ جواب دیا کہ وجوب اسپر ہی جو نام مبارک کو سُنے نہ نام لینے والے پر اسلیے کہ حدیث شریف مین جو وعید وارد ہی وہ نام کو سنکر درود پڑھنے
والے پر ہی مثلاً (البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علے) یعنی بخیل وہ ہی جسکے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھپر درود نہ پڑھے اس حدیث مین من موصولہ سے سننے والا مراد ہی جسکے روبرو نام
لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور وجہ وجوب کی یہی وعیدین ہین جو احادیث مین مذکور ہین تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہی وازعاج الاعضاء برفع الصوت
جہل وانما ہی دعاء لہ والدعاء یکون بین الجہر والمخافتۃ لذا اعتمدہ الباجی فی کنز العفاۃ اور اعضاء کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہی بلکہ درود تو آدمی کے حق مین دعا ہی اور
دعا مانگنا درمیان مین جہر اور اسرار کے ہوتا ہی یعنے نہ چیخ کر نہ بہت آہستہ اسیطرح اعتماد کیا ہی اسپر باجی نے کنز العفاۃ مین ہم یعنی درود پڑھنے مین چیخنا اور ہاتھ پانون یا گردن کا

ہلانا جہالت ہی فتاوی عالمگیری مین کہا کہ قرآن سننے اور وعظ کیوقت مین آواز بلند کرنی مکروہ ہی وجہرا نہا قد ترد وکلمۃ للتوحید مع انہا اعظم منہا وفضل حدیث الاصفہانی وغیرہ

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی مرۃ واحدۃ فتقلبت منہ محا اللہ عنہ ذنوب ثمانین سنۃ فقید المامول بالقبول اہ رہاجی نے تنقیح کی ہی کہ درود شریف بعض اوقات مقبول نہین ہوتا جیسے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ بدون اخلاص کے مقبول نہین ہوتا باوجودیکہ کلمہ توحید درود شریف سے بزرگی اور افضل ہی کیونکہ جزو ایمان ہی درود شریف کے مقبول نہونیکی وجہ یہ حدیث اصفہانی وغیرہ کی ہی انس رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ انھون نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے مجھپر ایکبار درود پڑھا اور وہ اُس سے مقبول ہوا تو اللہ اُسکے اسّی برس کے گناہ مٹا دیگا اس حدیث مین ثواب متوقع کو قبول کے ساتھ مقید کیا یعنی اس سے نکلتا ہی کہ کوئی درود نامقبول بھی ہوتا ہی ہم درود پڑھنا بھی ایک عمل ہی تو جیسے اور اعمال مقبول اور نامقبول ہوتے ہین اسیطرح درود شریف کا بھی حال ہی مگر بعض محققین نے فرمایا کہ درود شریف دو تعلق رکھتا ہی ایک ثواب کا ہونا پڑھنے والیکو تو اس سے تعلق مین درود کا حکم اور اعمال کا سا ہی کہ جب موانع اور عوارض سے خالی ہوگا تو موجب ثواب ہوگا اور ایک تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی آپ کے درجات زیادہ کرنیکے حق مین تو اس اعتبار سے درود شریف نامقبول نہین ہوا کرتا کذا فی الطحطاوی بتصرف ودعا بالعربیۃ وحرم بغیرہا نہر لنفسہ وابویہ واستادہ المؤمنین اور قعدہ اخیرہ مین درود کے بعد دعا پڑھے عربی مین اور حرام ہی دعا پڑھنا عربی کے سوا دوسری زبان مین دعا کرے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ اور اُستاد کے لیے جو مسلمان ہون ہم دعا درود کے پیچھے اسلیے ہوئی کہ جو کوئی دربار شاہی مین جاتا ہی تو بادشاہ کے خواص کو ضرور سلام کرتا ہی اور شاہنشاہ علی الاطلاق کا خاص الخاص اسکا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہی اور آپ پر درود پڑھنا مقبول ہی تو اس سے توقع ہی کہ اسکے بعد دعا بھی مقبول ہو اور دوسری زبان مین دعا کی حرمت نہر الفائق مین مذکور ہی اس تعلیل سے کہ دوسری زبان مین ایسے الفاظ ہوتے ہین جو منافی تعظیم ہون مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب نماز کا شروع کرنا غیر زبان مین جائز ہی تو دعا کیسے حرام ہوگی کذا فی الطحطاوی شامی نے بعد تحقیق کہا کہ غیر زبان مین دعا مکروہ ہی نہ حرام وحرم سوال العافیۃ مدی الدہر او خیر الدارین ودفع شرہما او المستحیلات العادیۃ کنزول المائدۃ قیل والشرعیۃ اور حرام ہی مانگنا تندرستی کا عمر کے سب وقتون مین یعنی سب مرضون سے یا بہتری دونون جہان کی اور دور ہونا دونون جہان کی برائیون کا اُن چیزون کا جو عادۃً محال ہین جیسے اُترنا دسترخوان کا آسمان سے اور بعضون نے کہا کہ محال چیزین شرعی بھی مانگنی حرام ہین جیسے دیکھنا پروردگار کا دنیا مین ہم سب مرضون سے عافیت کا مانگنا اسلیے حرام ہوا کہ خدا تعالی نے کسی حکمت کے سبب سے آدمی مین امراض کو پیدا کیا ہی جسکا فائدہ اُسی کیطرف عائد ہوتا ہی تو دعا سے آدمی اُس حکمت کو باطل کیا چاہتا ہی اور خیر دارین کی طلب اسلیے حرام ہوئی کہ بدون شر کے آدمی کو حاصل ہونی محال ہی بعض شر اُسپر ضرور آویگی مثلاً جان کندنی کی سختی ہان اگر خیر سے یہ ارادہ کریگا کہ جو مراد اللہ تعالی کے نزدیک اپنے حق مین خیر ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ اس قسم کی دعا حدیث مین وارد ہی اللّٰہم انی اسئلک من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم کذا فی الطحطاوی بتصرف والحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر لا لکل المؤمنین کل ذنوبہم بحر اور حق یہ ہی کہ دعا مانگنی کافر کی مغفرت کے لیے حرام ہی نہ سب مومنین کیواسطے انکے سب گناہون کے بخشے جانیکی کذا فی البحر یہ رد ہی امام قرافی وغیرہ کا جو یہ کہتے ہین کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہو جاتا ہی کیونکہ اللہ تعالی تو انکی عدم مغفرت کی خبر دیتا ہی پھر دعاے مغفرت سے اللہ تعالی کا اس خبر مین جھوٹا کرنا ہوا اور وہ یہ بھی کہتے ہین کہ سب ایمانداروں کے سب گناہون کی مغفرت کی دعا حرام ہی اسلیے کہ اس دعا سے تکذیب اُن صحیح حدیثون کی لازم آتی ہی جنمین تصریح ہی کہ کچھ مومنین دوزخ مین اپنے گناہون کے سبب سے بالضرور عذاب پاوینگے تو شارح اس قول کو رد کرتا ہی کہ دعاے مغفرت کافر سے کافر نہین ہوتا بلکہ گناہگار ہوتا ہی کہ دشمنان خدا ورسول کے لیے بہتری چاہتا ہی اسلیے دعا مذکور حرام ہی نہ کفر اور مومنین کے کل گناہون کی مغفرت عقلاً جائز ہی موجب آیت ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا کے تو جائز ہی کہ فرط شفقت برادران دینی کی جہت سے اُنکے لیے ایسی دعا مانگے جو جائز الوقوع ہو گو نفس الامر مین واقع نہو کذا یستفاد من الشامی والطحطاوی بالادعیۃ المذکورۃ فی القرآن والسنۃ لا بما یشبہ کلام الناس دعا پڑھے اُن دعاؤن سے جو مذکور ہین قرآن اور حدیث مین نہ اُنسے کہ لوگون کے کلام کے مشابہ ہون طحطاوی نے کہا کہ قرآنی دعا اگر پڑھے تو نیت قرآن ہونیکی اس سے نکرے اسلیے کہ قراءت قرآن سواے قیام کے دوسرے رکن مین مکروہ ہی ہم دعا مسنون نماز کے آخر مین پڑھنا بہت اچھا ہی مشکوۃ مین مذکور ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے

۷ [illegible] سوال آیا [illegible] سب سے بہتری [illegible] جانا اور [illegible] پناہ مانگنے [illegible] سب برائیون سے [illegible] آیت میں ان اللہ لا یغفر ان [illegible] بخشتا [illegible] اللہ تعالی نہین [illegible] ساتھ شرک کیے [illegible] سوا جسکو چاہے ۱۲ [illegible] سب گناہون کو ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجکو ایک دعا تعلیم فرمایئے کہ نماز مین اسکو پڑھون آپنے یہ دعا تعلیم فرمائی (اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم) تو امت والونکو چاہیے کہ خاص اسی دعا کو پڑھا کرین اضطرب فیہ کلامھم ولاسیما المصنف والمختار کما قالہ الحلبی ان ماھو فی القرآن او فی الحدیث لا یفسد وما لیس فی احدھما ان استحال طلبہ من الخلق لا یفسد والا یفسد لو قبل قدر التشہد دعا کے باب مین فقہا کا کلام پریشان ہی خصوص مصنف کا کہ کہین کچھ ہی اور کہین کچھ اور مختار بموجب قول حلبی کے یہ ہی کہ جو دعا قرآن یا حدیث مین ہی وہ مفسد نماز نہین اور جو دعا کہ قرآن یا حدیث مین سے کسی مین نہین تو اگر اسکا مانگنا خلق سے محال ہو مثلا اغفر لعمی یعنے میرے چچا کی مغفرت کر تو مفسد نماز نہو گی اور اگر اسکا مانگنا خلق سے محال نہوگا جیسے یون کہنا کہ الٰہی مجکو نمک دے یا تیل دے وغیرہ تو مفسد نماز ہو گی بشرطیکہ دعا مذکورہ مقدار التحیات سے پیشیتر ہو ولا تتم بہ مالم یتذکر سجدۃ فلا تفسد بسوال المغفرۃ مطلقا ولو لعمی او لعمرو وکذا الرزق مالم یقیدہ بالمال ونحوہ لاستعمالہ فی العباد مجازا اور اگر مقدار التحیات سے بیشتر نہ پڑہے بلکہ اسقدر کے بعد پڑہے تو نماز اس سے پوری ہو جائیگی یعنی کراہت تحریمی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی نماز پوری ہو گی جبتک کہ سجدہ نماز یا تلاوت یاد نہ پڑے تو فاسد نہو گی دعاے مغفرت سے مطلقا یعنی خواہ وہ دعا قرآن مین ہو یا نہو اگرچہ دعا یون کرے کہ الٰہی بخشدے میرے چچا یا عمرو کو اور اسیطرح فاسد نہو گی نماز طلب رزق سے اگر اسکو مقید بمال وغیرہ سے نکریگا واسطے مستعمل ہونے رزق کے بندون مین بطور مجاز کے م سجدۂ تلاوت اور سجدۂ نماز کے یاد نہ پڑنیکی قید اسلیے لگائی کہ اُنکے یاد ہونے سے قاعدہ اخیرہ باطل ہوجاتا ہی تو دعا نماز کے بیچ مین واقع ہو گی اسلیے مفسد ہو گی اور طلب رزق مین مال کی قید اسلیے لگائی کہ رزق تو خاص خدا تعالی کا کام ہی بندہ صرف اُسکا سبب یعنی مال پہونچا سکتا ہی اسلیے رزق مقید بمال سے نماز فاسد ہو گی مثلا یون کہنے سے کہ الٰہی مجکو مال روزی کر اور چونکہ بندے کے اختیار مین سبب رزق کا ہی نہ رزق اسلیے شارح نے بتلا دیا کہ رزق دینے کا استعمال بندون کے حق مین مجاز ا ہوا کرتا ہی نہ حقیقۃ ثم یسلم عن یمینہ ویسارہ حتی یری بیاض خدہ پھر سلام پھیرے منہ پھیر کر داہنے اور بائین کو بقدر کہ سفیدی اُسکے رخسار کی پیچھے کے نماز پڑھنے والیکو دکھائی دیوے یعنی داہنے رخسار کی داہنی طرف کو منہ پھیرنے مین اور بائین کی بائین طرف کو پھیرنے مین ہم کال تر سلام پھیرنے مین یہ کہنا ہی داہنے اور بائین السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اگر صرف السلام علیکم یا سلام علیکم کہیگا تو کافی ہو گا مگر تارک سنت ہو گا اور داہنے بائین کو منہ پھیرنا بھی سنت ہی کذا فی الطحطاوی ولو عکس سلم عن یمینہ فقط ولو تلقاء وجہہ سلم عن یسارہ اخری اور اگر الٹا کیا یعنی بائین طرف اول سلام پھیرا اور داہنی طرف پیچھے تو سلام پھیرے صرف اپنے داہنی طرف اور اگر سلام پھیرا اپنے سامنے کیطرف تو دوسرا سلام بائین طرف کو پھیر دے یعنی سامنے کا سلام قائم مقام داہنی طرف کے ہو جائیگا ولو نسی الیسار اتی بہ مالم یستدبر القبلۃ فی الاصح اور اگر بائین کو سلام پھیرنا بھول گیا تو اسکو ادا کرے جبتک کہ قبلہ کو پشت نہ پھیری ہو صحیح تر قول مین اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین ہی کہ سلام کو ادا کرے جبتک کہ مسجد سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کر لی ہو اسلیے شارح نے اصح کی قید لگا دی کہ بحر الرائق کا قول نکلجاوے وتنقطع التحریمۃ بتسلیمۃ واحدۃ برہان وقد مر اور منقطع ہو جاتی ہی تحریمہ ایک طرف کے سلام پھیرنے سے کذا فی البرہان اور یہ مسئلہ پیشتر گذرا یعنی واجبات نماز مین بیان ہو چکا ہی کہ اقتدا اتمام ہو جاتا ہی سلام اول پر پیشتر لفظ علیکم کے وفی التاتارخانیۃ ماشرع فی الصلوۃ تثنی فلواحد حکم المثنی فیحصل التحلیل بسلام واحد کما یحصل بالمثنی وتتقید الرکعۃ بسجدۃ واحدۃ کما تتقید بسجدتین اور تاتارخانیہ مین ہی کہ جو چیز نماز مین دو مشروع ہوئی ہی تو اُنمین سے ایک کے لیے حکم دو کا ہی اس سے یہ نکلا کہ نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہی جیسے دو سے حاصل ہوتا ہی اور رکعت ایک سجدہ سے مقید ہو جاتی ہی جیسے دو سے ہوتی ہی یعنی اگر قعدہ اخیرہ بھولکر مثلا کھڑا ہو گیا اور ایک رکعت زائد پڑھی تو جبھی رکعت مذکور کو ایک سجدہ سے مقید کریگا فرض باطل ہو جائینگے الامام ان اتم التشہد کما مر اور مقتدی سلام پھیرے امام کے ساتھ ہی اگر التحیات پڑھ چکا ہو چنانچہ گذر گیا یعنی التحیات پوری نکی ہو تو اُسکو پوری کر کے سلام پھیرے اسلیے کہ التحیات بھی واجب ہی اور متابعت امام بھی واجب ہی حالانکہ دوسری ترجیح اول پر نہین کذا فی الحلبی ولا یخرج المؤتم بخروج سلام الامام بل بقہقہۃ وحدثہ عمدا لانتفاء حرمتہا فالسلام اور نہین نکلتا ہی مقتدی نماز سے امام کے سلام جیسی چیز سے بلکہ اسکے کھلکھلا کر ہنسنے اور قصدا بے وضو ہو جانے سے مقتدی نماز سے باہر ہو جائیگا بسبب نہ رہنے حرمت نماز کے تو ان صورتین مقتدی سلام نہ پھیرے م

پہلی صورت اسطرح ہی کہ قعدہ اخیرہ کے بعد امام نے سلام پھیرا یا کلام کیا یا اور کوئی بات کی جس سے نماز پوری ہوگئی فاسد نہوئی تو ایسی صورت مین مقتدی نماز سے باہر نہوگا بلکہ اُسپر سلام پھیرنا واجب ہی اور قہقہہ اور قصداً حدث نماز کے مفسد مین تو چونکہ بعد تمامی ارکان کے پائے گئے اسلیے کچھ ضرر نکرینگے اور سلام کا پھیرنا بھی واجب نہوگا نہ امام پر نہ مقتدی پر کذا فی الشامی ولو اتمہ قبل امامہ فتکلم جاز وکرہ فلو عرض مناف تفسد صلوٰۃ الامام فقط اور اگر مقتدی نے تشہد کو اپنے امام سے پہلے پورا کر لیا پھر بول پڑا تو نماز درست ہوگئی اور یہ فعل مکروہ ہوگا کیونکہ متابعت امام کی بدون عذر کے ترک کی اب اگر مقتدی کے کلام کرنیکے بعد کوئی نماز کا منافی امام کو درپیش ہوگا تو صرف امام کی نماز فاسد ہوجائیگی مقتدی کی نہوگی کیونکہ وہ تو منافی کے پیش ہونے سے پہلے ہی نماز سے علیحدہ ہوگیا ہی کالتحریمۃ مع الامام وقالا الافضل فیھما بعدہ سلام پھیرے مثل تکبیر تحریمہ کے امام کے ساتھ ہی نہ پیچھے اور صاحبین رحمہما اللہ نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام مین یہی ہی کہ بعد امام کے ہو قائلا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ھو السنۃ سلام پھیرے یہ کہتا ہوا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہ ان الفاظ کا کہنا سنت ہی وصرح الحدادی بکراہۃ علیکم السلام وانہ لایقول ھنا وبرکاتہ اور حدادی نے تصریح کی ہی علیکم السلام کے مکروہ ہونیکی اور اس بات کی کہ وبرکاتہ بعد رحمۃ اللہ کے نکہے یہان سلام پھیرنے مین بلکہ یہ لفظ التحیات مین کہے وجعلہ النووی بدعۃ وردہ الحلبی اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے بدعت قرار دیا ہی اور حلبی شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہی یہ کہکر کہ سنن ابی داؤد مین بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح یہ لفظ وارد ہی پھر بدعت کیسے ہوسکتا ہی وفی الحاوی انہ حسن اور حاوی قدسی مین ہی کہ یہ لفظ کہنا بہتر ہی وسن جعل الثانی اخفض من الاول خصہ فی المنیۃ بالامام واقرہ المصنف اور مسنون ہی دوسرے سلام کو بہ نسبت اول کے پست کہنا منیہ مین اس بات کو امام کے لیے خاص کیا ہی یعنی مقتدی اور منفرد دونون طرف یکسان آواز سے سلام پھیرے اور ثابت رکھا ہی منیہ کے قول کو مصنف نے وینوی الامام بخطابہ السلام علی من فی یمینہ ویسارہ ممن معہ فی صلوتہ ولو جنا او نساء اما سلام التشہد فیعم لعدم الخطاب والحفظۃ فیھما بلانیۃ عدد کالایمان بالانبیاء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے سلام اُن لوگون پر جو اُسکے داہنے اور بائین طرف اُسکے نماز مین شریک ہین گو جن یا عورتین ہون اور سلام تشہد کا یعنی السلام علینا عام ہی سب مسلمانون پر بسبب نہونے خطاب کے اور نیت کرے فرشتون محافظ کے دونون سلامون مین بدون نیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیا علیہم السلام پر بدون شمار کے ہم محافظ فرشتون کی تعداد مین اختلاف ہی بعض کہتے ہین کہ ہر مومن کے ساتھ دو ہین اور بعضون کے نزدیک چار اور کسی کے نزدیک پانچ اور کسی کے دس اور کسی کے ایک سو ساٹھ اور اسکا پورا بیان منیہ کی شرحون مین ہی کذا فی الشامی و

قدم القوم لان المختار ان خواص بنی آدم وھم الانبیاء افضل من کل الملئکۃ وعوام بنی آدم وھم الاتقیاء افضل من عوام الملئکۃ والمراد بالاتقیاء من اتقی الشرک فقط کالفسقۃ کما فی البحر عن الروضۃ واقرہ المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنی آدمیون کو مقدم کیا فرشتون سے اسلیے کہ مختار یہ کہ بنی آدم کے خواص جو انبیا ہین وہ سب فرشتون سے افضل ہین اور بنی آدم مین کے پرہیزگار عوام فرشتون سے افضل ہین اور مراد پرہیزگارون سے وہ لوگ ہین جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہین جیسے فاسق چنانچہ بحر مین روضہ سے منقول ہی اور مصنف نے اُسکو ثابت رکھا ہی کتاب روضۃ العلما امام ابی الحسن بخاری کی تالیف ہی اُسمین لکھا ہی کہ امت کا اجماع ہی اسپر کہ انبیا سب مخلوق سے افضل ہین اور اُنمین سے افضل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور بعد انبیا کے سب خلق سے افضل خواص ملائکہ ہین یعنے جبرئیل اور اسرافیل اور میکائیل اور عزرائیل اور حاملین عرش اور روحانی اور رضوان اور مالک علیہم السلام اور صحابہ اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتون سے افضل ہین اب اسکے بعد اختلاف ہی امام صاحب تو فرماتے ہین کہ سب اہل اسلام باقی فرشتون سے افضل ہین اور صاحبین کہتے ہین کہ باقی فرشتے عوام مسلمانون سے افضل ہین غرضکہ بشر تین قسم ہین خواص مثل انبیا اور اوساط مثل صحابہ وصلحا اور عوام مثل باقی لوگون کے اور فرشتے دو قسم ہین خواص جو اوپر مذکور ہوے اور عوام جو انکے سوا ہین تو فضلیت بالاتفاق تین درجہ تک ہی یعنی سب مین افضل خواص بشر ہین پھر خواص ملائک پھر اوساط بشر اور اسکے بعد اختلاف ہی امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہین عوام ملائک سے اور صاحبین کے نزدیک عوام ملائک افضل ہین کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی مجمع الانہر تبعا للقہستانی خواص البشر واوساطہ افضل من خواص الملئکۃ واوساطہ عند اکثر المشائخ مین کہتا ہون اور مجمع الانہر مین بہ تبعیت قہستانی مذکور ہی کہ خواص بشر افضل ہین خواص ملائکہ سے اور اوساط بشر افضل ہین اوساط ملائکہ سے اکثر

ف اسی وجہ سے حدیث مین والسلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہتا ہی تو ہر بندہ نیکبخت کو آسمان وزمین مین یہ سلام پہونچتا ہی ۱۲ منہ

مشائخ کے نزدیک م شامی نے کہا کہ اس عبارت مین الف و نشر مرتب ہی تو آمین اور روضہ کی عبارت مین کچھ منافات نہین اتنا فرق ہی کہ آمین ادنی بشر کا ذکر نہین کیا
اسوجہ سے کہ اسمین اختلاف ہی چنانچہ اوپر بیان ہوا وہل تتغیر الحفظۃ قولان اور کیا محافظ فرشتے بدلتے رہتے ہین یا نہین اسمین دو قول ہین م بعض علما فرماتے ہین کہ بدلتے
رہتے ہین کیونکہ حدیث صحیح مین بخاری و مسلم کی وارد ہی کہ تمپر رات کو اور دن کو فرشتے پیاپے آتے ہین اور نماز صبح اور عصر مین جمع ہو جاتے ہین پھر جو تم مین رہے ہوتے ہین
وہ اوپر چڑھ جاتے ہین الحدیث اس حدیث مین قاضی عیاض وغیرہ نے جمہور علما سے نقل کیا ہی کہ مراد ان فرشتون سے محافظ یعنی کرام کاتبین ہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ
وہ دونون فرشتے آدمی کی زندگی تک نہین بدلتے اسلیے کہ حضرت انس رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے ایماندار بندہ پر دو فرشتے معین
کیے ہین کہ وہ اسکا عمل لکھا کرتے ہین جب وہ مرجاتا ہی تو وہ جناب الہی مین عرض کرتے ہین کہ فلان شخص مرگیا ہمکو تو اجازت دے کہ ہم آسمان پر چڑھ آوین اللہ جلشانہ فرماتا ہی کہ میرا
آسمان فرشتون سے پر ہی جو میری تسبیح پڑھتے ہین پھر وہ عرض کرتے ہین کہ تو ہم زمین مین ٹھہرین اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میری زمین میرے مخلوق سے پر ہی جو مجکو پاکی سے یاد
کرتے ہین پھر وہ دونون عرض کرتے ہین کہ اب ہم کہان رہین اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے بندہ کی قبر پر ٹھہرو اور میری تکبیر اور تہلیل اور میرا ذکر کرو اور ان سبکو میرے بندہ کے
لیے قیامت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی ویفارقہ کاتب السیئات عند جماع وخلاء وصلوٰۃ اور علیحدہ ہو جاتا ہی آدمی سے لکھنے والا برائیونکا وقت صحبت کرنے اور پاخانہ پھرنے
اور نماز پڑھنے کے م طحطاوی نے کہا کہ شارح اس عبارت مین بحر الرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت جماع اور بیت الخلاء مین دونون فرشتے کرتے ہین چنانچہ شرح جوہرہ مین ہی تو پھر
تخصیص کاتب سیئات کی کیا ہی ہان نماز مین چونکہ کاتب سیئات اپنے لکھنے کی چیز نہین پاتا تو علیحدہ ہونا خاص اسکا گنجائش رکھتا ہی والمختار ان کیفیۃ الکتابۃ والمکتوب فیہ
مما استاثر اللہ بعلمہ اور مختار یہ ہی کہ کیفیت فرشتون کے لکھنے کی اور جس چیز مین وہ لکھتے ہین اسکا حال ان اشیا مین ہی جنکا علم اللہ تعالی کو مخصوص ہی نعم فی حاشیۃ الاشباہ تکتب
فی رق بلا حرف کثبوتہا فی العقل وہو احد ما قیل فی قولہ تعالی والطور وکتاب مسطور فی رق منشور ہان حاشیہ اشباہ مین ہی کہ کاتب اعمال ورق مین بدون حرفونکے
لکھتے ہین جیسے معلومات عقل مین بدون حرفون کے رہتے ہین اور یہ قول ایک ہی ان اقوال مین سے جو اس آیت کی تفسیر مین کیے گئے ہین (والطور وکتاب مسطور
فی رق منشور) یعنی قسم ہی طور کی اور قسم ہی کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق مین یعنی لوح محفوظ کی م شامی نے کہا کہ جب قول مختار شارح لکھ چکا تھا تو اسکے مقابل کے لکھنے کی
ضرورت نہ تھی وصحح النیسابوری فی تفسیرہ وانہما یکتبان کل شیء حتی الانین اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین اس امر کی تصحیح کی ہی کہ وہ دونون فرشتے ہر چیز کو لکھتے ہین یہانتک
کہ آدمی کے آہ کرنے اور کراہنے کو بھی لکھتے ہین شامی نے کہا کہ اس سے یہ نکلتا ہی کہ ضروری چیزون کو مثل سانس لینے اور نبض وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہین قلت وفی
تفسیر الدمیاطی یکتب المباح کاتب السیئات ویمحی یوم القیامۃ مین کہتا ہون اور تفسیر دمیاطی مین ہی کہ مباح چیز کو بدیون کا کاتب لکھتا ہی اور قیامت کے دن مٹا دیگا م
اوپر جو بیان کیا تھا کہ دونون کاتب ہر چیز کو لکھتے ہین اب اسکی تفصیل کی خلاصہ یہ کہ اعمال تین قسم ہین ایک وہ جنمین ثواب ہو دوم وہ جنمین عذاب ہو سوم مباح جنمین
نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہی اور باقی کو کاتب سیئات کذا فی الشامی وفی تفسیر الکازرونی المعروف بالاخوین الاصح ان الکافر ایضا
تکتب اعمالہ الا ان کاتب الیمین کالشاہد کاتب الیسار اور تفسیر کازرونی محشی بیضاوی مین جو اخوین کے نام سے مشہور ہی لکھا ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ کافر کے اعمال بد بھی
لکھے جاتے ہین مگر داہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہی بائین پر م یعنی جب کافر کے اعمال بد ہی لکھے جاتے ہین تو ضرورت داہنے فرشتے کی کیا ہی اسلیے شارح نے جواب دیا کہ وہ
گویا بائین کا گواہ ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ قول نہر الفائق سے نقل کیا ہی اور اسمین کازرونی کی جگہ حازمی بحاء مہملہ و زاء معجمہ و میم در آخر ہی اور یہی صحیح ہی وفی البرہان
ان ملئکۃ اللیل غیر ملئکۃ النہار وان ابلیس مع ابن آدم بالنہار وولدہ باللیل اور برہان مین ہی کہ رات کے فرشتے غیر ہین دن کے فرشتون کے بسبب حدیث صحیحین کے جو اوپر گذری
اور یہ کہ ابلیس ہی ابن آدم کے ساتھ رہتا ہی دن کو اور اسکی اولاد ساتھ رہتی ہی رات کو طحطاوی نے کہا کہ ابلیس کی اولاد مین کئی قول ہین بعضون کے نزدیک اسکی جورو سے ہوئی ہی
اور بعضون کے نزدیک وہ انڈے دیتا ہی اور بعض کہتے ہین کہ اسکی ایک ران مین علامت نر ہے اور دوسری مین علامت مادہ وہ خود اپنی ذات سے صحبت کرتا ہی وفی صحیح
مسلم ما منکم من احد الا وقد وکل اللہ بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملئکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم روی بفتح المیم وضمہا اور صحیح مسلم مین ہی

کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جسپر خدا تعالی نے مقرر نکیا ہو اُسکا ساتھی شیطانون سے یعنی جو بُرائی پر دلالت کرتا ہو اور اُسکا ساتھی فرشتون سے جو خیر پر دلالت کرتا ہو لوگون نے عرض کیا اور آپ پر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ مجھپر بھی میرا قرین مقرر ہو لیکن اللہ تعالی نے مجکو اُسپر غالب کر دیا ہو تو وہ مسلمان ہو گیا ہو یعنی سواے خیر کے اور بات مجھسے نہین کہتا شارح نے کہا کہ اسلم میم کے فتحہ اور ضمہ دونون سے مروی ہو میم کے زبر سے صیغہ ماضی باب افعال سے اور ضمیر مستتر قرین کیطرف ہوگی جسکا ترجمہ اوپر لکھا گیا اور میم کے ضمہ سے صیغہ واحد متکلم مصدر سلامت سے ہوگا تب یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالی نے میری اعانت فرمائی تو مین اُس سے بچا رہتا ہون **ویزید الیہ تم السلام علی امامہ فی التسلیمۃ الاولی ان کان الامام فیہما والا ففی الثانیۃ وینواہ فیہما لو محاذیا** اور مقتدی قوم اور فرشتون کی نیت پر زیادہ کرے سلام اپنے امام پر داہنی طرف کے سلام مین اگر امام اسطرف ہو ورنہ بائین طرف کے سلام مین نیت امام کی کرے اور اگر امام اُسکے سامنے ہو تو دونون سلامون مین امام کی نیت کرے **وینوی المنفرد الحفظۃ فقط لم یقل الکتبۃ لیعم الممیز اذ لا کتب معہ** اور منفرد صرف محافظ فرشتون کی نیت کرے شارح کہتا ہو کہ مصنف نے کتبہ نکہا حفظہ کہا تا کہ عام ہووے تمیزدار لڑکے کو اسلیے کہ اُسکے ساتھ کاتب اعمال نہین شامی نے کہا کہ اسصورت مین مراد محافظون سے محافظین ذات ہین نہ محافظین اعمال لیکن صحیح یہ ہو کہ لڑکے کے حسنات لکھے جاتے ہین اور اُنکا ثواب اُسیکو ملیگا اور ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوگا کما فی الاتقانی تو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ لڑکے کے لیے کاتب حسنات ہوتا ہو **وبعمری لقد صار ہذا کالشریعۃ المنسوخۃ لا یکاد ینوی احد شیئا الا الفقہاء وفیہم نظر** اور قسم ہو اپنی جان کی کہ یہ یعنے سلام مین نیت قوم اور محافظین کی کرنی منسوخ شریعت کیطرح ہوگئی ہو گویا کوئی کچھ نیت ہی نہین کرتا بجز علما کے اور اُنمین بھی کلام ہو یعنی احتمال ہو کہ وہ نیت کرتے ہون یقینی نہین م واقع مین شارح کا قول درست ہو اگر لاکھ آدمیون سے پوچھو کہ تمنے اپنے سلام مین کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی ندیگا **ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللہم انت السلام الخ** اور مکروہ ہو فرضون کے بعد سنتونکی تاخیر کرنی مگر بقدر پڑھنے اللہم انت السلام الخ کے تمام پوری دعا اسطرح ہو (اللّٰہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام) یعنی فرض پڑھنے کے بعد صرف اسقدر دیر کرے جسمین یہ دعا یا اُسکے برابر کوئی اور پڑھ لے زیادہ دیر کرنی مکروہ ہو اسوجہ سے کہ مسلم اور ترمذی مین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد سلام کے اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات فرمالین شامی نے کہا کہ احادیث مین جو وظائف بعد نمازون کے آئے ہین اُن حدیثون مین یہ ذکر نہین کہ سنتون سے پہلے اُنکو پڑھنا چاہیے بلکہ اسی پر محمول ہین کہ بعد سنتون کے پڑھے جائین کیونکہ سنتین فرضون کی تابع ہین اُنسے اجنبی نہین تو جو ذکر سنتون کے بعد ہوگا وہ فرضون کے بعد کہلائیگا **وقال الحلوانی لا باس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراہۃ التنزیہیۃ ارتفع الخلاف** اور حلوانی نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہین فرضون اور سنتون مین وظیفون کے فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا ہو اس قول کو کمال الدین محقق نے حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لیجاے تو خلاف دور ہو جاے یعنے جو لوگ فصل کو مکروہ کہتے ہین اُنکے قول اور حلوانی کے قول مین اختلاف جاتا رہے تو دونون قائلون کے نزدیک مقدار (اللہم انت السلام الخ) سے زیادہ بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہوگا **قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ** مین کہتا ہون اور میری یاد مین حلوانی کے قول کا محمول کرنا ہو تھوڑے وظائف پر یعنے حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لاباس کہا ہو تو اوراد سے مراد تھوڑے وظائف ہین بقدر اللہم انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے بھی خلاف جاتا رہا **ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرا آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلثا وثلثین ویہلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان ربک** اور مستحب ہو کہ تین بار استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات یعنی سورۂ ناس اور سورۂ فلق اور سورۂ اخلاص پڑھے اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۳ بار کہے یہ تینون کلمہ ملکر ۹۹ ہوے تو سو پورا کرنیکو ایکبار لا الہ الا اللہ کہے اور دعا مانگے اور دعا کو سبحان ربک الآیہ پر تمام کرے م کیفیت استغفار کی امداد الفتاح مین یون ہو (استغفر اللّٰہ العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ) اور سو پورا کرنے کے لیے بعض احادیث مین یون وارد ہو (لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر) اور ان چارون کلمات کو سو بار پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہو **وفی الجوہرۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا للموتم** اور جوہرہ مین ہو کہ مکروہ ہو امام کو نفل پڑھنا اپنی جگہ مین نہ مقتدی کو یعنی مکروہ تنزیہی ہو چنانچہ خانیہ کی عبارت اسپر دال ہو کذا فی الشامی **وقیل یستحب کسر الصفوف** اور بعضون نے کہا کہ مستحب ہو امام کو نفل پڑھنے کے لیے صفون کا چیرنا

۴ آنحضرت صلعم کا سلام مستقل ... اسلام دلالت ہو سلامتی کی اور تو بھی سلامتی سے ہو اور سلامتی اور تعظیم و سلام تیری ہی طرف سے ہو اور بزرگی اور تعظیم والے تو بڑا متبرک ہو اور مین بخشش چاہتا ہون اللہ تعالی عظمت والے سے جسکے سوا کوئی معبود نہین وہ زندہ قوتوانا ہو ۱۲ م ۳ نہین کوئی معبود سوا اللہ کے وہ اکیلا ہو اُسکا کوئی شریک نہین اُسی کی سلطنت ہو اور اُسی کی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہو ۱۲

شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ میں اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہی اور محیط مین تصریح کی ہی کہ صفون کا چیرنا سنت ہی اور حلیہ مین کہا کہ ان سب سے بہتر یہ ہی کہ نفلین اپنے
گھر مین پڑھے اگر کسی مانع کا خوف نہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ یعنی یسار المصلی لتنفل بعد الورد اور خانیہ مین ہی کہ مستحب ہی امام کو پھرنا قبلہ کے داہنی طرف یعنی
نمازی کے بائین طرف نفل پڑھنے یا وظیفہ پڑھنے کو وخیرہ فی المنیۃ بین تحویلہ یمینا وشمالا وامامًا وخلفا وذہابہ لبیتہ واستقبالہ الناس بوجہہ ولو دون عشرۃ مالم یکن بحذائہ
مصل ولو بعیدا علی المذہب اور منیہ مین امام کو اختیار دیا ہی چاہے داہنے کو پھرے چاہے بائین کو چاہے آگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو جاوے چاہے لوگون
کیطرف اپنا منہ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہووے بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو گو دور نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب کے بموجب بحر مین لکھا ہی کہ منیہ کی وہ صورت
ہی جسمین فرضون کے بعد سنتین ہون اور لوگون کے طرف منہ کرنے کی وہ صورت ہی کہ فرضون کے بعد سنتین نہون اور دس مردون سے کم کی قید اسلیئے لگائی کہ جن
لوگون نے یہ کہا ہی کہ دس مردون کی جماعت ہو تو منہ کرے نہین تو نکرے اُن لوگون کا قول بے اصل ہی اور یہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور ہی
پڑھتا ہو تو یہ ذخیرہ مین مذکور ہی مگر حلیہ مین یون کہا ہی کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ مین کوئی تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کی جانب ہو تو امام کے منہ پھیرنے مین
کچھ کراہت نہین تیسرا شخص بجاے سترہ کے ہو جائیگا چنانچہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ اگر ایک شخص کے منہ کیطرف نماز پڑھے اور دونون کے درمیان تیسرا شخص ہو جسکی
پشت نمازی کیطرف ہو تو مکروہ نہوگا اور شاید ظاہر مذہب مین امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونیکی اسلیئے قید نہین لگائی کہ اُسکا حال تو معلوم ہی ہی انتہی کذا فی الشامی

فصل

یہ فصل ہی قرارت کے احکام مین چونکہ اور ارکان کے نسبت قرأت سے زیادہ احکام متعلق تھے اسلیئے انکو جداگانہ بیان کیا **ویجہر الامام** وجوبا بحسب الجماعۃ فان
زاد علیہ اساء اور پکار کر پڑھے امام بطور واجب موافق جماعت کے یعنی جسقدر جماعت ہو اُسیقدر آواز بلند کرے پھر اگر حاجت سے زیادہ پکار کر پڑھیگا تو برا کریگا اور وجہ جہر
کی مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی جہر پر کذا فی الطحطاوی ولو ائتم بہ بعد الفاتحۃ او بعضہا سرا اعادہا جہرا بحر لکن فی آخر شرح المنیۃ ائتم بہ بعد الفاتحۃ یجہر بالسورۃ ان
قصد الامامۃ والا فلا یلزمہ الجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی نے بعد کل فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو جہر سے اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ مین
ہی کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اُسکو ضرور نہین م بحر الرائق مین وجہ اعادہ کرنے کی یہ لکھی ہی
کہ دوسرے کے اقتدا کی سبب سے جہر اُسپر واجب ہو گیا اب اگر صرف باقی قرارت کو پکار کر پڑھتا ہی تو ایک ہی رکعت مین آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہوا جاتا ہے
حالانکہ یہ امر برا ہی اور اگر آہستہ پڑھتا ہی تو جہر کے واجب ہونیکے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہی اسلیئے اعادہ جہر سے ضرور رہا اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا ہی اور
خلاصہ مین اصل سے منقول ہی پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہی اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد کرے یہ بھی ضعیف ہی کیونکہ نیت امامت کا اعتبار بجز عورتون
کے امام ہونے کے اور کسی جا نہین کذا فی الطحطاوی **فی الفجر واولیی العشائین اداء وقضاء وجمعۃ وعیدین وتراویح ووتر بعدہا** ای فی رمضان فقط للتوارث امام جہر
کرے نماز فجر مین اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتون مین ادا پڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونون عید کی نماز مین اور تراویح مین اور تراویح کے بعد کے وترون مین یعنی صرف رمضان
کے وترین پکار کر پڑھے بسبب توارث کے یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہی قلت فی تقییدہ بعدہا نظر لجہرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر مین کہتا ہون
کہ مصنف نے جو وتر مین بعدہا کی قید لگائی تو اُسمین کلام ہی اسلیئے کہ امام وتر مین جہر کریگا اگرچہ اُسنے تراویح نہ پڑھی ہو مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر مین ہی یعنی مصنف کے
قول سے ایسا وہم ہوتا ہی کہ جہر اُس صورت مین ہی کہ وتر بعد تراویح پڑھنے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اُسمین جہر واجب ہی شامی نے شارح کا جواب یہ دیا
کہ تراویح رمضان مین ہوتی ہی اور اُسکے بعد کے وتر بھی رمضان ہی مین ہونگے تو بعدہا سے یہ مطلب ہوا کہ رمضان کے وتر مین جہر کرے نہ اور وترون مین نعم فی القہستانی تبعا
للقاعدی لا سہو بالمخافتۃ فی غیر الفرائض کعید ووتر نعم الجہر افضل ہان قہستانی مین بہ تبعیت قاعدی مذکور ہی کہ سواے فرضون کے اور جہری نمازون مین آہستہ پڑھنے سے
سجدۂ سہو نہین ہی مثل عید اور وتر کے ہان جہر افضل ہی م شامی اور طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے بعد اس عبارت کے یہ کہا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ عید اور وتر مین بھی جہر کرے یعنی

وجوبا چنانچہ اکثر کتب مروجہ مین ہو **ویسر فی غیرہا** وکان علیہ السلام یجہر فی الکل ثم ترکہ فی الظہر والعصر لدفع اذی الکفار کافی اور آہستہ پڑھے نمازون اور رکعتون مذکورہ
بالا کے سوا مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نمازون مین جہر کرتے تھے پھر جہر کو ظہر اور عصر کی نماز مین ترک کیا بسبب دور کرنے ایذاء کفار کے کذا فی الکافی م آپ شروع مین
سب نمازون مین جہر فرماتے تھے اور مشرک آپکو ایذا دیتے یعنی اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیان دیتے تھے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی (ولا تجہر بصلوتک
ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلاً) یعنی نہ کل نمازون مین جہر کرو نہ کل مین آہستہ پڑھو بلکہ ان دونون کے درمیان ایک راہ تلاش کرو کہ رات کی نمازون مین جہر کرو اور
دن کی نمازون مین آہستہ پڑھو بعد اسکے آپ ظہر اور عصر مین آہستہ پڑھا کرتے کیونکہ کفار ان دونون وقتون مین ایذا دینے کو مستعد رہتے تھے اور مغرب مین چونکہ کفار
کھانے مین مشغول رہتے اور عشا اور فجر مین سوتے ہوتے اسلیے ان تین وقتون مین آپ پکار کر پڑھا کرتے اور جمعہ اور عیدین آپنے مدینہ منورہ مین قائم کی ہین وہان کفار کا
زور نہ تھا اسلیے پکار کر پڑھی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی **کمتنفل بالنہار** فانہ یسر جیسے نفل پڑھنے والا دن کو کہ وہ بھی آہستہ پڑھے **ویخیر المنفرد فی الجہر** وہو افضل ویکتفی
بادناہ **ان ادی** اور مختار ہو تنہا پڑھنے والا جہر مین اور جہر کرنا اسکے لیے **افضل** ہو اسلیے کہ نماز جماعت کی صورت پر ہو جائیگی اور کفایت کرے ادنی جہر پر یعنے زیادہ آواز سے نہ پڑھے
یہ اختیار اس صورت مین ہو کہ منفرد ادا نماز پڑھے وفی السریۃ یخافت حتما علی المذہب اور نماز سری مین آہستہ پڑھے بطور وجوب کے ظاہر مذہب پر یعنی اگر پکار کر پڑھیگا تو سجدۂ سہو
لازم ہوگا **کمتنفل باللیل** منفردا فلو ام جہر لتبعیۃ النفل للفرض زیلعی جیسے مختار ہو آہستہ اور پکار کر پڑھنے مین رات کا نفل پڑھنے والا تنہا پس اگر امام ہو یعنے نوافل کو
جماعت سے پڑھے تو جہر کرے بسبب تابع ہونے نفل کے واسطے فرض کے یعنے جہر مین نفل فرضون کی تابع ہو کذا فی الزیلعی **ویخافت المنفرد** حتما ای وجوبا **ان قضی الجہریۃ فی وقت**
المخافتۃ کان صلی العشاء بعد طلوع الشمس کذا ذکرہ المصنف بعد عد الواجبات قلت وہکذا ذکرہ ابن الملک فی شرح المنار من بحث القضاء **علی الاصح** کما فی الہدایۃ اور آہستہ پڑھے
منفرد بطور وجوب کے اگر قضا پڑھے جہری نماز کو آہستہ پڑھنے کے وقت مین مثلاً عشا کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھے ایسا ذکر کیا ہو اسکو مصنف نے بعد واجبات کے شمار کرنیکے
مین کہتا ہون اور اسیطرح ذکر کیا ہو اسکو ابن ملک نے شرح منار مین قضا کی بحث کے ذیل مین آہستہ پڑھے صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ ہدایہ مین ہو م وقت مخافتۃ کی
قید اسلیے لگائی کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت مین قضا کرے تو مختار ہو چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر کذا فی الحلبی لکن تعقبہ غیر واحد ورجحوا التخییر کمن سبق برکعۃ من الجمعۃ
فقام یقضیہا بتخییر لیکن اس قول پر اعتراض کیا ہو بہتون نے اور ترجیح دی ہو منفرد کے اختیار دینے کو آہستہ اور پکار کر پڑھنے مین جیسے وہ شخص کہ جمعہ کی ایک رکعت
نپاوے اور کھڑا ہو کر اسکو پڑھنے لگے کہ اسکو بھی اختیار ہو چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر طحطاوی نے کہا ہو کہ مغرب اور عشا اور فجر کے مسبوق کا بھی یہی حال ہو اسلیے
کہ مسبوق مثل منفرد کے ہو فقہا کے اقوال مین و ادنی الجہر اسماع غیرہ و ادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ومن یقربہ اور ادنی درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہو یعنے جو اسکے قریب ہو
کذا فی الشامی اور ادنی درجہ آہستگی کا سنانا ہو اپنے آپ کو اور اپنے قریب کے شخص کو فلو سمع رجل او رجلان فلیس بجہر والجہر ان یسمع الکل خلاصۃ پھر اگر ایک یا دو
آدمیون نے قرارت کو سنا تو جہر نہوگا جہر یہ ہو کہ سب سنین کذا فی الخلاصۃ م قہستانی نے اسپر یہ اعتراض کیا ہو کہ اگر جماعت بہت ہو اور سبکو آواز نہ پہونچے تو چاہیے
کہ جہر نہو شامی نے اسکے جواب مین یہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہین اور ظاہر ہو کہ یہ جواب ناتمام ہو کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات اتنی طویل
ہوتی ہو کہ کل صف مین آواز نہین پہونچتی تو بہتر یہ ہو کہ کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی لیے جائین جو نہ بہت دور ہون نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت
سے لوگ سنین نہ صرف ایک یا دو **ویجری ذلک المذکور فی کل ما یتعلق بنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ ووجوب سجدۃ تلاوۃ وعتاق وطلاق واستثناء**
وغیرہا فلو طلق او استثنی اولم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح اور جاری ہو یہ مذکور یعنے ادنی درجہ آہستہ کہنے کا یہ ہو کہ آپ سنے اور پاس والا سنے ہر ایک بات مین
جو بولنے سے علاقہ رکھتی ہو مثلاً بسم اللہ کہنا ذبیحہ پر اور واجب ہونا سجدۂ تلاوت کا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور انشاء اللہ کہنا اور سوا اسکے پھر اگر طلاق دی یا انشاء اللہ
طلاق دینے خواہ آزاد کرنے کے بعد کہا اور اپنے آپ نہ سنا تو طلاق اور استثنا درست نہوگا صحیح تر قول مین م استثنا کی صورت یہ ہو کہ اپنی زوجہ کو کہا انت طالق
انشاء اللہ یعنی تو طالق ہو اگر خدا چاہے یا غلام کو کہا انت حر انشاء اللہ یعنے تو آزاد ہو اگر خدا چاہے اور انشاء اللہ اسی طرح کہا کہ اپنے آپ نہ سنا تو استثنا صحیح نہوگا اور

زوجہ مطلقہ ہوجائیگی اور غلام آزاد ہوگا اور صحیح کی قید اسلیے لگائی کہ کرخی نے ادنی درجہ کلام کا حروف صحیح کا نکلنا ٹھہرایا ہی گو اپنے آپ سنے یا نہین تو کرخی کے قول کے
بموجب استثناء مذکور صحیح ہوگا کذا فی الشامی وقیل فی نحو البیع یشترط سماع المشتری اور بعضون نے کہا ہی کہ بیع جیسے تصرفات مین سننا مشتری کا شرط ہی طحطاوی نے کہا کہ
اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی اور مثل بیع سے مراد وہ معاملات ہین جنمین مبادلہ ہو یا قبول غیر پر موقوف ہون ولو ترک السورۃ اولی العشاء مثلا ولو عمدا قرأہا وجوبا
وقیل ندبا مع الفاتحۃ جہرا فی الاخیرتین لان الجمع بین جہر ومخافتۃ فی رکعۃ شنیع اور اگر عشا کی پہلی دو رکعتون مین مثلا سورہ کو چھوڑا اگرچہ دانستہ ترک کیا ہو تو واجب
اور بقول بعض مستحب ہی کہ سورہ کو مع الحمد کے پچھلی دو رکعتون مین جہر سے پڑھے اسلیے کہ اگر صرف سورہ کو پکار کر پڑھیگا اور الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت مین جہر اور آہستہ
پڑھنا جمع ہوگا اور جمع کرنا ان دونون کا ایک رکعت مین برا ہی ہم شارح نے استحباب کو قیل کرکے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصح قول وجوب ہی کیونکہ وجوب کیطرف جامع
صغیر مین امام محمد نے اشارہ کیا ہی کذا فی الشامی ولو تذکرہا فی رکوعہ قرأہا واعاد الرکوع اور اگر سورہ کو یاد کیا رکوع کے اندر تو کھڑا ہوکر سورہ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ
کرے اسلیے کہ ترتیب درمیان ان ارکان کے جو مکرر نہین فرض ہی تو اگر دوبارہ رکوع نکریگا تو نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الشامی ولو ترک الفاتحۃ فی الاولیین لا یقضیہا
فی الاخریین للزوم تکرارہا اور اگر پہلی دو رکعتون مین الحمد کو ترک کیا تو اسکو پچھلی دو مین قضا نکرے بسبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے یعنے پچھلی رکعتون مین فاتحہ دو بار
ہوجائیگی حالانکہ مکرر نہ پڑھنا فاتحہ کا واجب ہی ولو تذکرہا قبل الرکوع قرأہا واعاد السورۃ اور اگر فاتحہ کو رکوع کے پیشتر یاد کیا تو فاتحہ پڑھ لے اور سورہ کو دوبار
پڑھے بطور وجوب اسلیے کہ ترتیب فاتحہ اور سورہ مین واجب ہی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہین اسلیے کہ اگر رکوع کے اندر یاد کرے تب بھی اسکو
وہی کرنا چاہیے جو سورہ کے یاد پڑنے مین کیا تھا کیونکہ جب سورہ کو کھڑے ہوکر پڑھنا واجب ہی تو فاتحہ تو سورہ کی نسبت کر زیادہ موکد ہی وفرض القراءۃ آیۃ علی المذہب
ہی لغۃ العلامۃ وعرفا طائفۃ من القرآن مترجمۃ اقلہا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد اور فرض قرات کا جسکے پڑھنے سے نماز صحیح ہوجاے ایک آیت ہی ظاہر مذہب پر یعنے
بقول امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک تین آیتین چھوٹی یا انکے برابر بڑی آیت فرض ہی کذا فی الطحطاوی آیت لغت مین بمعنی علامت ہی اور عرف فقہا مین ایک جملہ ہی
قرآن سے بیان کرنیوالا یعنی جسکی ابتدا اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہو کذا فی الحلبیہ عن حاشیۃ الکشاف اس جملہ مین کم سے کم چھ حرف ہون اگرچہ تقدیرا ہون مثل لم یلد کے
کہ بالفعل پانچ حرف ہین مگر چونکہ اصل مین لم یولد تھا اسلیے تقدیرا چھ حرف ہوے الا اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ وان کرر ہا مرارا مگر جس صورت مین کہ آیت ایک
کلمہ ہو تو صحیح تر نہ درست ہونا نماز کا ہی گو اس آیت کو نمازی چند بار کہے مثلا ص یا ق یا ن وغیرہ کہ انکو چند بار کہنے سے بھی نماز صحیح نہوگی الا اذا حکم حاکم فیجوز ذکرہ القہستانی
لیکن اگر کوئی حاکم حکم کردے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز ہوگی ذکر کیا اسکو قہستانی نے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو نماز
صحیح پڑھے تو آزاد ہی پھر اسنے نماز پڑھی جسمین قرات ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ اسکو مکرر پڑھا ہو یا نہین بعد اسکے اس مقدمہ کی نالش ایسے حاکم کے یہان ہوئی جو اس
طرح کی قرات سے صحت نماز کا قائل ہی تو اسنے اس غلام کی آزادی کا حکم کیا پس اب نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن مین ہوجائیگا کذا فی الشامی ولو قرأ آیۃ طویلۃ
فی الرکعتین فالاصح الصحۃ اتفاقا لانہ یزید علی ثلث آیات قصار قالہ الحلبی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتون مین پڑھی تو اصح صحیح ہونا ہی نماز کا باتفاق امام اور صاحبین کے
اسلیے کہ اسقدر پڑھنا زیادہ ہی تین چھوٹی آیتون سے کہا ہی اسکو حلبی نے ہم یعنی نصف آیت طویل جس صورت مین تین آیتون سے زائد ہوگی تو صاحبین کے قول پر
بھی نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وحفظہا فرض عین متعین علی کل مکلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہی یعنے ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض متعین
ہی وحفظ جمیع القرآن فرض کفایۃ وسنۃ عین افضل من التنفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہی یعنی کچھ مسلمانون کے یاد کرنے سے اورون کے ذمے یاد کرنا
فرض نرہیگا اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہی ہر شخص مکلف کے لیے افضل ہی نفل پڑھنے سے ہم شامی نے کہا کہ اسمین اشارہ ہی کہ سنت بھی کبھی عین ہوتی ہی اور کبھی کفایہ
مثلا تراویح کا پڑھنا سنت عین ہی اور اسکی جماعت ہر محلہ مین سنت کفایہ ہی تنبیہ قرآن کو بھول جانا حرام نہین مگر جبکہ ایسا بھول جاوے کہ قرآن سے دیکھکر بھی
نہ پڑھا جاوے کذا فی شرح المنیہ وتعلم الفقہ افضل منہا اور سیکھنا فقہ کا افضل ہی ان دونون سے یعنی نفل پڑھنے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے ہم فقہ سے مراد وہ

مسائل دینی ہین جو زائد اُس شخص کی حاجت سے ہون ورنہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض ہی اور باقی قرآن سے یہ غرض ہی کہ جسقدر قرآن کا یاد کرنا فرض یا واجب ہی اُسکے سوا باقی کو یاد کرنے سے فقہ کا سیکھنا افضل ہی اور اسمین یہ شرط ہی کہ کچھ لوگ سب قرآن کو یاد کرتے ہون اگر کوئی یاد نہ کرتا ہوگا تو اس صورت مین فقہ کا سیکھنا افضل نہوگا **وحفظ فاتحۃ الکتاب وسورۃ واجب علی کل مسلم لکن نقص شیٔ من الواجب** اور یاد کرنا الحمد کا اور ایک چھوٹی سورہ کا واجب ہی ہر مسلمان پر اور مکروہ تحریمی ہی کم کرنا کسی چیز کا واجب مین سے جیسے مکروہ تنزیہی ہی سنت مین سے کسی چیز کا کم کرنا کذا فی الطحطاوی **ویسن فی السفر مطلقاً** ای حالۃ قرار او فرار کذا اطلق فی الجامع الصغیر ورجحہ فی البحر ورد ما فی الہدایۃ وغیرہا من التفصیل وردہ فی النہر وحرر ان ما فی الہدایۃ ہو المحرر **الفاتحۃ وجوبا وای سورۃ شاء** اور مسنون ہی سفر مین بہرحال یعنی خواہ حالت اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بطور وجوب اور جس سورہ کو کہ مسافر چاہے شارح نے کہا کہ سفر کو اسیطرح مطلق کہا ہی جامع صغیر مین اور اطلاق کو ترجیح دی ہی بحر الرائق مین اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحر الرائق نے رد کیا ہی اور صاحب بحر کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا اور قول منقح بیان کیا کہ جو کچھ ہدایہ مین تفصیل ہی وہی منقح ہی ہم ہدایہ مین یہ تفصیل ہی کہ اگر مسافر جلدی مین ہو تو الحمد اور جس سورت کو چاہے پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر مین مثل سورۂ بروج کے پڑھے اور ظہر مثل فجر کے ہی اور عصر اور عشا مین بروج سے چھوٹی صورتین پڑھے اور مغرب مین بہت چھوٹی صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ اس تفصیل کی کچھ اصل نہین جامع صغیر مین اطلاق مثل متون کے مذکور ہی علاوہ اسکے مثل سورۂ بروج کے مسافر کے لیے معین کرنے کو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول نہین تو ظاہر یہی ہی کہ حالت قرار و جلدی دونون مین حکم یکسان ہو صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ مثل سورۂ بروج سے طوال مفصل ہین نہ تعیین کسی حد خاص کی بیس جب مراعاۃ سنت کی مسافر سے ممکن ہی تو کیا وجہ کہ اسکی رعایت نکرے ہتی اور وجوبا کی قید جو شارح نے لگائی تو اس وہم کے دفع کے لیے ہی کہ کوئی یہ نسمجھے کہ سفر مین الحمد کا پڑھنا سنت ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ بعد الحمد کے قرأت واجب کی جونسی صورت کو مسافر چاہے اسکا پڑھنا مسنون ہی کذا فی الطحطاوی والشامی **وفی الضرورۃ بقدر الحال** اور مسنون ہی کہ پڑھے ضرورت مین بقدر گنجائش حال کے ہم مثلاً اگر وقت تنگ ہو کہ قرأت مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہوتی ہی تو اتنی قرأت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جاے اور یہی حال ہی اگر خوف جان یا مال کا ہو کذا فی الطحطاوی **ویسن فی الحضر لامام ومنفرد** ذکرہ الحلبی والناس عنہ غافلون **طوال المفصل من الحجرات الی البروج فی الفجر والظہر** اور مسنون ہی حضر مین یعنی مقام کرنیکی صورت مین امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک ہی فجر اور ظہر کی نماز مین امام اور منفرد دونون کے لیے مسنون ہونیکو حلبی نے ذکر کیا ہی اور لوگ اس سے غافل ہین یعنے انکو خبر نہین کہ منفرد کے حق مین قرأت مسنون امام کے مثل ہی ہم طوال بکسر طا جمع ہی طویل کی اور مفصل کے معنی تفصیل کیے ہوئے قرآن کے آخر کے ساتوین حصہ کی سورتین مفصل کہلاتی ہین اسوجہ سے کہ انمین بسم اللہ فصل کے لیے بہت جگہ ہی یا اسوجہ سے کہ انمین منسوخ آیتین بہت کم ہین پھر مفصل کی تین قسمین ہین طوال یعنی لمبی اور اوساط یعنے درمیانی اور قصار یعنی چھوٹی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک طوال مفصل ہین اور وہان سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل اور وہان سے آخر قرآن تک قصار مفصل **و منہا الی آخر لم یکن اوساطہ فی العصر والعشاء وباقیہ قصارہ فی المغرب** اور سورۂ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشا مین پڑھنا مسنون ہی اور باقی مفصل سورتین یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب مین پڑھنا مسنون ہی ہم اسطرح کی قرأت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہی یعنی حضرت عمر رضنے ابو موسیٰ اشعری کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی ای فی کل رکعۃ سورۃ مما ذکر ذکرہ الحلبی یعنی ہر رکعت مین ایک سورہ اُن سورتون مین سے کہ مذکور ہوئین پڑھے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے **واختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام** اور بدائع مین نہ اندازہ کرنیکو پسند کیا ہی اور یہ کہ حال قرأت کا مختلف ہوتا ہی وقت اور قوم اور امام کے باعث سے ہم یعنی صاحب بدائع نے کہا ہی کہ قرأت مین کوئی حد مقرر نہوئی مختار ہی تو فجر مین کبھی چھوٹی سورہ پڑھے کبھی بڑی اسیطرح اور نمازون مین اور یہ اختلاف وقت پر منحصر ہی یعنی اگر وقت مین گنجائش ہی تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پر منحصر ہی کہ اگر مقتدی ملول نہون تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام پر منحصر ہی خوش آواز ہو تو لوگون کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہین ہوتا ورنہ گھبراتے ہین **وفی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم** اور فتاوی حجت مین ہی کہ فرض نماز مین قرأت ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور تراویح مین نہ ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر پڑھے

اور رات کی نفلون یعنی تہجد مین نمازی کو جائز ہی کہ جلد پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ مین آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید غالبًا اسلیے لگائی کہ تہجد والون کی عادت زیادہ قرآن
پڑھنے کی ہوتی ہی تو جلد پڑھنے سے انکا ورد پورا ہو سکتا ہی مگر جلدی کے یہ معنی کہ مد زیادہ نہ کھینچے نہ یہ کہ سمجھ مین نہ آوے ورنہ حرام ہوگا بسبب ترک کرنے ترتیل کے

ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لایقرا بالغریبة عند العوام صیانة لدینھم اور جائز ہی پڑھنا قرآن کا ساتون روایتون مین مگر بہتر یہ ہی کہ روایت غریب عوام کے سامنے
نہ پڑھے واسطے حفاظت انکے دین کے مم یعنی ہرچند ساتون روایتین صحیح اور فصیح ہین مگر غریب روایت عوام کے سامنے نہ پڑھنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر

اور حمزہ اور کسائی کی کہ اسکو سنکر عوام ہنستے ہین اور ہنسنا قرآن پر بیدینی ہی اسلیے انکے دین کے بچانیکے لیے روایت غریب نہ پڑھے وتطال اولی الفجر علی ثانیتھا بقدر الثلث
وقیل النصف ندبا فلو فحش لاباس بہ فقط اور زیادہ کیجاے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصہ کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے از راہ استحباب کے پس اگر
پہلی رکعت مین زیادتی بہت کر دیگا مثلاً پہلی مین دس گنی رکعت پڑھی بہ نسبت دوسری کے تو کچھ مضائقہ نہین مم یعنی پہلی رکعت مین اتنی قرات پڑھے کہ اسکی زیادتی بہ دوسری رکعت
کی قرات سے بقدر سوم حصہ دونون قراتون کے ہوجاے مثلاً پہلی رکعت مین ۴۰ آیتین پڑھین اور دوسری مین ۲۰ تو دونون مین ۶۰ آیتین ہوئین اور اول مین ۲۰ زائد مین دوسری سے
اور وہ تہائی ہین ۶۰ کی اور اگر اول مین ۴۵ پڑھین اور دوسری مین ۱۵ تو پہلی مین ۳۰ زائد ہونگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہین کل قرات کی اور فقط سے یہ مراد ہی کہ یہ حکم
صرف فجر کی نماز مین ہی نہ دوسری نمازون مین وقال محمد اولی الکل حتی التراویح قیل وعلیہ الفتوی اور امام محمد نے فرمایا ہی کہ سب نمازون کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا مستحب ہی
یہانتک کہ تراویح کی بھی کہتے ہین کہ فتوی اسی قول پر ہی مم طحطاوی نے کہا کہ یہ اختلاف جمعہ اور عیدین کے سوا دوسری نمازون مین ہی اور ان دونون مین بالاتفاق دونون رکعتین برابر
پڑھنی چاہئین اور حلیہ مین امام محمد اور شیخین کی دلیلین نقل کر کے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہونا چاہیے واطالة الثانیة علی الاولی یکرہ تنزیھا اجماعا ان بثلاث آیات
ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لا عدد الآیات اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتون کے مکروہ تنزیہی ہی بالاتفاق
اگر آیتین دونون رکعتون کی بڑی اور چھوٹی ہونے مین قریب قریب ہون اور اگر ایک سی آیتین نہون تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت مین دوسری رکعت کے کلمات اور
حروف اول سے زیادہ نہون اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہی نہ شمار آیتون کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ بڑھنے پاوے واستثنی فی البحر ما وردت بہ السنة واستظہر فی
النفل عدم الکراھة مطلقا اور بحر الرائق مین استثنا کیا ہی ان سورتون کو جو حدیث مین وارد ہین یعنی انکے پڑھنے مین کراہت نہین جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت مین سبح اسم اور دوسری
مین ہل اتٰک پڑھنا حالانکہ پہلی مین انیس ۱۹ آیتین ہین اور دوسری مین چھبیس ۲۶ اور ترجیح دی ہی نفل مین عدم کراہت کی مطلقًا یعنی حدیث مین وارد ہوا ہو یا نہو وان بأقل لا یکرہ لانہ
علیہ الصلوة والسلام صلی بالمعوذتین اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین آیتون سے کم ہو تو مکروہ نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہی معوذتین سے یعنی فجر کی اول
رکعت مین سورہ فلق اور دوسری مین سورہ ناس پڑھی حالانکہ دوسری مین چھ آیتین ہین اور اول مین پانچ ولا یتعین شیء من القرآن لصلوة علی طریق الفرض بل
تعین الفاتحة علی وجہ الوجوب اور نہین متعین ہی قرآن مین سے کچھ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اسکے بدون نماز درست نہو بلکہ متعین ہی فاتحہ ہر نماز مین بطور واجب ہونے کے

ویکرہ التعیین کالسجدة وھل اتی لفجر کل جمعة بل ندب قرأتھما احیانا اور مکروہ ہی معین کرنا کسی سورت کا نماز کے لیے جیسے جمعہ کی فجر مین پہلی رکعت مین الم سجدہ اور دوسری مین سورہ دہر
پڑھنا بلکہ کبھی کبھی ان دونون کا پڑھنا مستحب ہی مم طحاوی اور اسبیجابی نے ایمین قید لگائی ہی کہ اگر معین سورہ کے پڑھنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجھے تو اسطرح کی تعیین مکروہ ہی
اور اگر باتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کو پڑھے اور بعض اوقات دوسری سورتون کو بھی پڑھے یا سوا معین سورتون کے دوسری اسکو یاد نہون یا اسکا پڑھنا اسکو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہین
اور ہدایہ مین وجہ کراہت کی یہ لکھی ہی کہ معین کرنے سے چھوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے افضل ہونے کا لازم آتا ہی کذا فی الشامی مختصرًا والمؤتم لایقرأ مطلقا ولا الفاتحة فی السریة
اتفاقا وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطہ الکمال اور مقتدی قرات نہ پڑھے نہ جہری نماز مین نہ سری مین اور نہ الحمد پڑھے سری نماز مین باتفاق امام اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کیطرف منسوب ہی
کہ سری نماز مین مقتدی کو احتیاطًا الحمد کا پڑھنا مستحب ہی وہ ضعیف ہی چنانچہ اسکو کمال نے مشرح بیان کیا ہی مم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار مین فرمایا ہی کہ امام کے
پیچھے پڑھنا ہمارے نزدیک کچھ نہین خواہ نماز جہری ہو یا سری فان قرأ کرہ تحریما تصح فی الاصح پس اگر مقتدی قرات پڑھیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہوگی صحیح تر قول مین وفی درر البحار مبسوطا

خواهرزاده انها تفسد ويكون فاسقا وهو مروى عن عدة من الصحابة فالمنع احوط اور در بحار مین مبسوط خواهرزاده سے منقول ہی کہ امام کے پیچھے قرارت پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہی اور پڑھنے والا فاسق ہوتا ہی اور قرارت کا ممنوع ہونا چند صحابہ سے مروی ہی اسلیئے منع کرنے مین زیادہ احتیاط ہی ہم خزائن اور کافی مین ہی کہ مقتدی کو قرات سے منع کرنا اسی صحابہ سے ماثور ہی جنمین حضرات علی مرتضیٰ اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین ہین اور فساد نماز کا قول مقابل ہی صحیح قول کا کہ اسمین نماز صحیح رہتی ہی **بل يستمع اذا جهر وينصت اذا اسر** لقول ابی هريرة رضی الله عنه كنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا بلکہ مقتدی قرارت امام کی سُنے جب وہ پکار کر پڑھے اور چپ رہے جب آہستہ پڑھے بسبب قول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے پس حکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اُسکو سنو اور چپ رہو ہم اس قول سے وجہ استدلال کی یہ ہی کہ آیت مین دو باتین مطلوب ہین ایک قرآن کا سننا دوم سکوت کرنا تو سننا تو جہری نماز کے لیے مخصوص ہی مگر سکوت خاص نہین اسلیئے وہ دونون نمازون مین مطلقاً واجب رہیگا كذا فی الشامی **وان وصلت قراءة الامام آية ترغيب او ترهيب وكذا الامام لا يشتغل بغير القرآن وما ورد حمل على النفل منفردا** کما مر مقتدی کچھ نہ پڑھے اگرچہ امام آیت ترغیب پڑھے یعنی جسمین ذکر رحمت اور جنت اور ثواب کا ہو یا آیت ترہیب پڑھے جسمین ذکر دوزخ اور عذاب کا ہو یعنی نہ سوال ثواب کا کرے نہ عذاب سے پناہ مانگے بلکہ سکوت کرے اور اسیطرح امام بھی سوائے قرآن کے آیت ترغیب و ترہیب کے پڑھنے کے دوسری دعا مین مشغول نہو اور جو کچھ اس باب مین حدیث مین وارد ہوا ہی وہ حالت انفراد مین نفل پڑھنے پر محمول ہی جیسے کہ پیشتر اسکی نظیر واجبات کے بیان مین گذری نہ یہ مسئلہ خاص شارح نے کہا کہ ان متصلہ ہی نہ شرطیہ ہم یعنی ابو داؤد مین بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑھی تو جس آیت رحمت پر گذرے وہان توقف فرما کر اپنے لیے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر گذرے وہان وقفہ کرکے پناہ مانگی تو یہ نماز نفل پر محمول ہی كذا فی الشامی **وكذا الخطبة فلا يأتي بما يفوت الاستماع ولو كتابة او رد سلام وان صلى الخطيب على النبي صلى الله عليه وسلم الا اذا قرأ آية صلوا عليه فيصلي المستمع سرا في نفسه** وينصت بلسانه عملا بامري صلوا وانصتوا اور اسیطرح حکم ہی خطبہ کا یعنی امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت وہ بات نکرے جس سے سننا جاتا رہے اگرچہ لکھنا یا سلام کا جواب دینا ہی ہو اور اگرچہ خطبہ پڑھنے والا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یعنی اُسوقت بھی سکوت کرے مگر جبکہ خطیب یہ آیت پڑھے (صلوا علیه) تو سننے والا خطبہ کا پوشیدہ اپنے دل مین درود پڑھے اور زبان سے سکوت کرے تاکہ دونون امرون پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوا علیه کا اور دوسرا انصتوا کا تو دل مین درود کہنے سے دونون کی تعمیل ہو جائیگی شامی نے کہا کہ جو امر نماز مین حرام ہی وہ خطبہ مین بھی حرام ہی اور خطبہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا عید کا سب مین سکوت واجب ہی اور ظالم حاکمون کے نام اور تعریف خطبہ مین داخل نہین **والبعيد عن الخطيب والقريب سيان في افتراض الانصات** اور خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہین سکوت کرنے کے فرض ہونے مین ہم شارح نے سکوت کو فرض کہا بہ تبعیت ہدایہ کے اور نہر الفائق مین اُسکو واجب کہا ہی طحطاوی نے کہا کہ وجوب ہی بہتر ہی اسلیئے کہ ترک سکوت مکروہ تحریمی ہی **فروع مسائل ملتقطة** شارح کے **يجب الاستماع للقراءة مطلقا لان العبرة لعموم اللفظ** واجب ہی سننا قرارت کے قرآن کا ہر حال مین یعنی نماز مین اور خارج نماز سے اسلیئے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہی ہم یعنی آیت فاستمعوا ہرچند نماز کے باب مین نازل ہوئی ہی چنانچہ پیشتر بیان ہوا مگر احکام مین اعتبار الفاظ کے عام ہونیکا ہی نہ سبب کے خاص ہونیکا پھر یہ حکم وجوب استماع کا بیعذری مین ہی اور عذر کی صورت مین سننا واجب نہین مثلاً گھر مین لڑکا تلاوت کرتا ہی اور آدمی اپنے کاروبار مین پہلے سے مصروف ہین تو اُنپر سننا واجب نہوگا اسیطرح جو شخص بازار مین تلاوت کرنے لگے تو بازاری اور کاروبار کرنیوالون پر سننا واجب نہوگا كذا فی الشامی **ملتقطا لا بأس ان يقرأ سورة ويعيدها في الثانية** کچھ ڈر نہین اس بات کا کہ پڑھے ایک سورت ایک رکعت مین اور پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری مین ہم لا بأس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا ترک اولی یعنی مکروہ تنزیہی ہی اور اضطرار کی صورت مین بلا کراہت جائز ہی مثلاً پہلی رکعت مین سورہ ناس سہو سے پڑھ گیا تو دوسری مین پھر اسی کو پڑھے ورنہ اُلٹا پڑھنا لازم آویگا كذا فی الشامی **وان يقرأ في الاولى من محل وفي الثانية من آخر ولو من سورة ان كان بينهما آيتان فاكثر** اور اسکا بھی مضائقہ نہین کہ پہلی رکعت مین ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری مین دوسرے مقام سے اگرچہ دونون مقام ایک ہی سورت مین سے ہون بشرطیکہ دونون مقامون مین دو آیتون یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہوگا دیکرہ

الفصل بسورة قصيرة اور مکروہ ہی دونون رکعتون کی قرأت مین چھوٹے سورہ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت مین سورہ کافرون اور دوسری مین تبت پڑھے اور سورۂ نصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا ہان اگر بیچ مین بڑے سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہین وان یقرا منکوسًا اور مکروہ ہی یہ کہ قرآن کو اُلٹا پڑھے مثلاً پہلی رکعت مین سورۂ اخلاص اور دوسری مین تبت پڑھے ہم وجہ کراہت یہ ہی کہ ترتیب سورتون کے تلاوت کی واجبات مین سے ہی اور لڑکون کے لیے جو ترتیب بدلکر پڑھاتے ہین تو تعلیم کی ضرورت کے سبب سے ہی کذا فی الشامی الا اذا ختم فیقرء من البقرۃ اُلٹا پڑھنا مکروہ ہی مگر جبکہ قرآن کو ختم کرے تو سورۂ بقر مین سے پڑھے اسلیے کہ حدیث مین اُسطرح کے ختم کی خوبی وارد ہی

وفی القنیۃ قرأ فی الاولی الکافرون وفی الثانیۃ الم ترا وتبت ثم ذکر یتم وقیل یقطع ویبدأ اور قنیہ مین ہی کہ اول رکعت مین سورۂ کافرون پڑھے اور دوسری مین سورۂ فیل یعنی خلاف ترتیب یا سورۂ تبت یعنی چھوٹی سورت کا فاصلہ چھوڑکر شروع کی پھر یاد کیا کہ ترتیب بدل گئی یا چھوٹی سورۃ رہگئی تو اُنھین سورتون کو تمام کرے اور قول ضعیف یہ ہی کہ اُنکو چھوڑ دے اور دوسری سورت پڑھے جسمین بے ترتیبی وغیرہ لازم نہ آوے شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سہوًا ترتیب بدل جاے یا چھوٹی سورۃ کا فاصلہ رہجاے تو مکروہ نہین ولا یکرہ فی النفل شیٔ من ذلک اور نفل مین ان باتون مین سے کوئی مکروہ نہین ہم یعنی بے ترتیب پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا فاصلہ چھوڑنا نفل مین درست ہی حلبی نے اسپر اعتراض کیا کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہی تو جب نماز کے باہر بے ترتیبی مکروہ ہی تو نماز کے اندر کیون نہوگی طحطاوی نے جواب دیا کہ نفل مین چونکہ گنجایش زیادہ ہی اسلیے اسکی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہی تو بے ترتیب پڑھنا ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑھی اور چپ ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد دوسری آیت اُسکے اوپر کی پڑھی تو جیسے اسطرح کا پڑھنا مکروہ نہین ایسے ہی نماز نفل مین مکروہ نہین وثلث تبلغ قدر اقصر سورۃ افضل من آیۃ طویلۃ اور تین آیتین کہ بقدر چھوٹی سورت کے ہو جاین بڑی ایک آیت سے افضل ہین ہم شامی نے کہا کہ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہی اور ثلاث مبتدا ہی بتقدیر مضاف یعنی قرأت ثلاث اور بعض نسخون مین بثلاث ہی تو اُس صورت مین تقدیر الصلوۃ بثلاث ہوگی وفی سورۃ بعض سورۃ العبرۃ للاکثر وبسطناہ فی الخزائن اور پوری سورت اور تھوڑی سورت پڑھنے مین اعتبار اکثر کا ہی باعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتین پڑھی ہونگی تو سورۃ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور ہمنے اس ذکر فروع کو خزائن الاسرار مین مشرح بیان کیا ہی

باب الامامۃ

یہ باب ہی امامت کے بیان مین ہی صغری وکبری فالکبری استحقاق تصرف عام علی الانام وتحقیقہ فی علم الکلام امامت دو قسم ہی ایک چھوٹی ایک بڑی بڑی امامت مستحق ہونا تصرف عام کا ہی خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام مین مذکور ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف مین یہ خلل ہی کہ استحقاق تصرف امامت کا اثر ہی نہ اسکی حقیقت بلکہ حقیقت اُسکی وہ ہی جو مقاصد مین مذکور ہی کہ امامت ریاست عامہ ہی لوگون کے دین و دنیا کے مصالح کی حفاظت کے لیے بطور نیابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امرا نکل گئے کہ اُنکی ریاست اہل اسلام پر عام نہین ہوتی بلکہ خاص مسلمانون پر ہوتی ہی اور خلق سے مراد مسلمان ہین اور جو اُنکے حکم مین ہون مثل ذمی وغیرہ کے ونصبہ اہم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانون پر زیادہ ضروری واجبات مین سے ہی اسلیے کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر موقوف ہین اور یہین وجہ عقائد نسفیہ مین کہا ہی کہ مسلمانون کے لیے ایک امام ضرور چاہیے کہ اُنہین احکام جاری کرے اور اُن کو سزائین اعمال بد کی دے اور دشمنون کو اُنپر سے روکے اور اُنکے لشکرون کو سامان دے اور اُنسے صدقات وصول کرے اور گردن کشون کے سر بائے اور چورون اور رہزنون کو زیر کرے اور جمعہ اور عید قائم کرے اور حقوق کے ثابت کرنے کی گواہیان سُنے اور جن بچون کے ولی نہین اُنکے نکاح کردے اور مسلمانون مین غنیمتون کے مال تقسیم کردے انتہی فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے کہ امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلیفہ مقرر کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ہم یعنی وفات شریف دوشنبہ کے روز ہوئی اور سہ شنبہ کے دن یا بدھ کی رات خواہ دن مین دفن ہوے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ یہ سنت ابھی تک باقی ہی کہ کوئی خلیفہ دفن نہین ہوا جبتک کہ دوسرا اسکی جگہ قائم نہین ہوچکا ویشترط کونہ مسلمًا حرًا ذکرًا عاقلا بالغا قادرًا قرشیًا اور شرط ہی ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مذکر صاحب عقل بالغ قدرت والا قریشی نسب سے ہم مسلمان اسوجہ سے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہین اور آزاد بایں وجہ کہ غلام کو خود اپنے نفس پر ولایت نہین تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اسلیے کہ عورتون کو

گھر مین بیٹھنے کا حکم ہی اور عقل کی ناقصی ہین تو اُنسے واجبات شرعی کی تعمیل نہ ہوسکیگی اور عاقل و بالغ اسلیے کہ مجنون اور لڑکے کو اپنے اوپر ولایت نہین اور قادر سے یہ غرض کہ احکام کے جاری کرنے اور مصالح اہل اسلام کے قائم کرنے پر قدرت رکھتا ہو ورنہ امام کے مقرر کرنے کی غرض فوت ہوجائیگی اور قریشی ہونا ہو جہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ امام قریش مین سے ہین کذا فی الشامی اور جمہور نے امامت کے لیے شجاعت کو بھی شرط کیا ہی اور بعض نے عالم ہونا امام کا شرط قرار دیا ہی لا ہاشمیا علویا معصوما نہین شرط ہی امام کا ہاشمی ہونا یا اولاد حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی ہونا یا گناہون سے معصوم ہونا امام یہ قیدین شیعون نے لگائی ہین کہ امام کو ہاشمی ہونا ضرور ہی اس سے یہ مطلب کہ خلافت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی باطل ٹھہرے اور علوی کہنے سے یہ مدعا کہ خلافت عباسیون کی باطل ہو اور معصوم اثنا عشری شیعون اور اسماعیلیون کا قول ہی حلبی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لا تینون جگہ لاتا یعنی یون کہتا لا ہاشمیا ولا علویا ولا معصوما اسلیے کہ یہ تین قیدین شیعون کے تین فرقون کے قول جدا جدا ہین نہ یہ ایک ہی قول ہی ویکرہ تقلید الفاسق اور مکروہ ہی حاکم بنانا بدکار کا مکروہ کہنے سے اشارہ کیا کہ عادل ہونا امام کا شرط نہین ویعزل بہ الا لفتنۃ اور امام قابل معزولی ہوجاتا ہی فسق سے یعنی اگر اثنار حکومت مین اُسپر فسق طاری ہوگیا تو اس سے معزول نہوجائیگا بلکہ مستحق عزل ہوگا مگر بجہت خوف فساد کے اُسکو معزول نکیا جاے ویجب ان یدعی لہ بالصلاح اور واجب ہی کہ ایسے امام کے حق مین دعا نیکبخت ہونے کی کیجاوے وتصح سلطنۃ متغلب للضرورۃ اور صحیح ہی سلطنت زبردستی حاکم بننے والیکی بسبب ضرورت کے ہم عقد امامت دو طرح سے منعقد ہوتا ہی اول یہ کہ خلیفہ خود اپنی جگہ دوسرے امام کو کردے جیسے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ کیا تھا دوسرے یہ کہ زمرۂ علما اور صاحبان راے و تدبیر کسی کے ہاتھ پر بیعت کرین تو اگر یہ دونون صورتین نہون اور کوئی شخص زبردستی والی ہوجاوے تو اُسکی سلطنت صحیح ہوگی ضرورت کی وجہ سے یعنی تا کہ اہل اسلام مین فتنہ نہو

وکذا صبی وینبغی ان یفوض امور التقلید علے وال تابع لہ والسلطان فی الرسم ہو الولد وفی الحقیقۃ ہو الوالی لعدم صحۃ اذنہ بقضاء وجمعۃ کما فی الاشباہ عن البزازیۃ اور اسیطرح درست ہی سلطنت لڑکے کی ضرورت کی وجہ سے اور چاہیے کہ کاروبار حکومت کے ایک حاکم کے سپرد کیے جادین جو تابع سلطان کا ہو اور بادشاہ ظاہر مین تو وہ لڑکا ہی اور حقیقت مین والی مذکور کیونکہ اُسکی اجازت قضا اور جمعہ مین درست نہین چنانچہ اشباہ مین ہی بزازیہ سے م یعنی اگر والی مذکور کو حقیقت مین بادشاہ نہ کہین تو اُسکا حکم دینا قضا اور جمعہ کے لیے درست نہوگا کیونکہ ان دونون مین ایسے شخص کا اذن صحیح نہین جسکو ولایت نہو لیکن یون کہنا چاہیے کہ یہ شخص ایک خاص وقت تک حقیقت مین سلطان ہی یعنی لڑکے کے بالغ ہونے تک اس مدت کی قید سے یہ فائدہ ہوگا کہ جب وہ لڑکا بالغ ہونے کے بعد حاکم مستقل ہوگا تو اس والی کے معزول کرنے کی حاجت نہوگی کذا فی الشامی وفیہا ولو بلغ السلطان او الوالی یحتاج الی تقلید جدید اور بزازیہ مین ہی کہ اگر سلطان یا والی بالغ ہووے تو حاجت پڑیگی نئے سر سے اُسکو حاکم بنانے کی

والصغری ربط صلوۃ المؤتم بالامام بشروط عشرۃ اور امامت صغری وابستہ ہونا مقتدی کی نماز کا ہی امام کی نماز سے دس شرطون کے ساتھ م شارح نے جو دس شرطین مذکور کی ہین سو اقتدا کی ہین نہ امامت کی البتہ نور الایضاح مین چھ شرطین امامت کی علحدہ لکھی ہین تندرست مردون کے لیے اول مسلمان ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا چہارم مرد ہونا پنجم عذرون سے سلامت ہونا جیسے نکسیر اور پیشاب کے جاری رہنے اور توتلا ہونے وغیرہ سے ششم موجود ہونا شروط نماز کا مثل طہارت اور ستر عورت وغیرہ کے مگر چونکہ امامت بغیر اقتدا کے ہو نہین سکتی اسلیے جو شرطین شارح نے اقتدا کی لکھی ہین وہ امامت کی بھی ہوسکتی ہین بلحاظ موقوف ہونے امامت کے اقتدا پر اسیطرح یہ چھ شرطین اقتدا کی بھی ہوسکتی ہین اس سے معلوم ہوا کہ کل شرطین امامت اور اقتدا کی سولہ ہین مگر چونکہ دس مقتدی کے ساتھ قائم ہین اور چھ امام کی تو بہتر ہی کہ دس کو شرطین اقتدا کی ٹھہرایا جاے اور چھ کو امامت کی کذا فی الشامی نیۃ المؤتم الاقتداء شرط اول نیت اقتدا کی کرنی مقتدی کو واتحاد مکانہما اور دوسری شرط متحد ہونا امام و مقتدی کے مکان کا تو اگر سوار پیادہ کا اقتدا کریگا یا بالعکس تو جائز نہوگا اور اگر امام و مقتدی کے بیچ مین آڑ ہو تو کچھ حرج نہین اگر مقتدی پر حال امام مشتبہ نہو وصلوتہما اور تیسری شرط متحد ہونا دونون کی نماز کا بحر الرائق مین کہا کہ اس سے یہ غرض ہی کہ اگر مقتدی امام کی نماز کی نیت سے اقتدا کرے تو درست ہوجاے یہ تعبیر اسلیے کی کہ اقتدا المتنفل کا فرض پڑھنے والے کے پیچھے اس عبارت مین داخل ہوجاے اس شرط کو نور الایضاح مین خوب لکھا ہی کہ مقتدی سواے امام کے فرض کے اور کوئی فرض پڑھتا ہو کذا فی الشامی عن الحلبی وصحۃ صلوۃ امام

اور چوتھی شرط صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے گمان مین تو اگر مقتدی کی دانست مین امام کی نماز فاسد ہوگی تو اُسکا اقتدا صحیح نہوگا وعدم محاذاۃ امراۃ اور پانچوین شرط یہ ہی
نہ برابر ہونا عورت کا کیونکہ عورت کا برابر ہونا ان شرطون کے ساتھ جو آگے مذکور ہونگی مفسد نماز ہی وعدم تقدمہ بعقبہ اور چھٹی شرط ہی نہ آگے بڑھنا مقتدی کا اپنے امام سے بلحاظ
ایڑیون کے تو اگر ایڑیان برابر بھی ہونگی تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ پانون بڑا ہونے کی جہت سے مقتدی کی انگلیان آگے بڑھی ہوئی ہون وعلمہ بانتقالاتہ اور ساتوین شرط یہی جاننا
مقتدی کا امام کے ایک رکن سے دوسرے مین جانیکو خواہ دیکھنے یا آواز سنکر یا دوسرے مقتدیون کو دیکھ کر یہ علم حاصل ہو وبحالہ من اقامتہ وسفرہ اور آٹھوین شرط ہی جاننا مقتدی کا
امام کے حال کو یعنی اُسکے مسافر یا مقیم ہونیکو یہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز مین دو پر سلام پھیر دیا اور لوگون کو معلوم نہ ہوا کہ اسنے
بھول کر دو پڑھین یا سفر کی جہت سے تو نماز نہو گی ومشارکتہ فی الارکان اور نوین شرط ہی شریک ہونا مقتدی کا امام کے ساتھ ارکان نماز مین یعنی ہر رکن کو اُسکے ساتھ ادا کرنا
تو اگر کسی رکن کو چھوڑ دیگا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اقتدا بھی نرہیگا وکونہ مثلہ او دونہ فیہا وفی الشرائط کما بسطہ فی البحر اور دسوین شرط ہی ہونا مقتدی کا امام کے مانند یا اُس سے
کمتر ارکان مین اور نماز کی شرطون مین چنانچہ شرح مذکور ہی بحر الرائق مین ہم ارکان مین برابری ہونے سے یہ غرض کہ اُنکی بجاآوری مین برابر ہو مثلاً اگر امام اشارہ سے ارکان
ادا کرتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ ہی سے کرتا ہو تو اقتدا درست ہی کیونکہ دونون ارکان کے ادا کرنے مین یکسان ہین اور کمتر کی مثال یہ کہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا رکوع اور سجود
کرنیوالے کا اقتدا کرے اور شرائط مین یکسان ہونیکی یہ صورت ہی کہ ننگا آدمی دوسرے ننگے کا اقتدا کرے یا سب شرطون کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور شرطون مین
کم ہونے کی یہ مثال ہی کہ امام مین سب شرطین ہون اور مقتدی مثلاً ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسون شرطین اصل نسخہ بحر الرائق مین نہین بلکہ بعض نسخون کے حاشیہ پر بخط مؤلف
پائی جاتی ہین قیل وثبوتہا بارکعوا مع الراکعین کہتے ہین کہ امامت وجماعت کا ثبوت اس آیت سے ہی (ارکعوا مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنیوالون کے ساتھ یعنی شریک جماعت ہو
اس صورت مین جماعت سنت موکدہ نہ رہیگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضون نے مثل قاضی بیضاوی کے اسکے معنی یہ کہے ہین کہ خضوع کرو عاجزی کرنیوالون کے ساتھ
تو اس صورت مین ثبوت امامت کا اس آیت سے نہوگا ومن حکمہا نظام الالفۃ وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتون مین سے ہی الفت کا منتظم رہنا اور جاہل کا عالم سے
سیکھنا یعنی جماعت کے شروع ہونے مین یہ حکمت ہی کہ پانچ وقت محلہ والون اور ہمسایون سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو شخص افعال نماز کو نہ جانتا ہوگا وہ
دوسرے واقفکار سے سیکھ لیگا اور ایک حکمت یہ بھی ہی کہ تنہا پڑھنا نفس پر شاق ہوتا ہی جماعت مین دل نہین گھبراتا کذا فی الطحطاوی ہی افضل من الاذان عند نا خلافا للشافعی
قالہ العینی امامت ہم حنفیون کے نزدیک اذان سے افضل ہی یعنی امامت مین زیادہ ثواب ہی بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ اُنکے نزدیک اذان کہنے مین زیادہ ثواب ہی کہا ہی اسکو عینی نے
اور بعض علما دونون کو برابر کہتے ہین کذا فی الحلبی وقول عمر لولا الخلافۃ لاذنت ای مع الامامۃ اذ الجمع افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہوتی تو مین اذان
کہا کرتا اسکے یہ معنی ہین کہ امامت کے ساتھ کیونکہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہی ہم یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے افضلیت اذان کی نہین پائی جاتی کیونکہ اُسکے معنی یہ ہو سکتے
ہین کہ امامت بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونون باتون کے جمع ہونے مین بلاشبہہ فضیلت ہی خلافت کو مانع اسلیے فرمایا کہ کاروبار خلافت مین مشغول ہونے سے انتظار
اوقات نماز کا نہین ہو سکتا اسلیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا فی الشامی وقال بعضہم اخاف ان ترکت الفاتحۃ ان یعاتبنی الشافعی او قراتہا یعاتبنی ابو حنیفۃ فاخترت الامامۃ اور
بعض علما نے کہا ہی کہ مجکو خوف ہی کہ اگر مین فاتحہ کو حالت اقتدا مین چھوڑون تو امام شافعی مجھپر عتاب نہ کرین اور اگر اسکو پڑھون تو امام اعظم غصہ نہ فرمائین اسلیے مین نے امامت
کو اختیار کیا ہم یہ گویا دوسری دلیل ہی امامت کے افضل ہونے کی کہ امامت کی وجہ سے نماز بلا خلاف درست ہو جاتی ہی والجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال قال الزاہدی ارادوا
بالتاکید الوجوب الا فی جمعۃ وعید فشرط اور جماعت مردون کے لیے سنت موکدہ ہی زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہی یعنی جو لوگ سنت موکدہ کہتے ہین اُنکے
قول مین اور جو لوگ واجب کہتے ہین اُنکے قول مین کچھ فرق نہین دونون کا مآل ایک ہی کیونکہ تاکید سے غرض واجب ہونا ہی مگر جمعہ اور عید مین جماعت شرط ہی اُن دونونکے
صحیح ہونے کی وفی التراویح سنۃ کفایۃ وفی وتر رمضان مستحبۃ علی قول اور تراویح مین جماعت سنت کفایہ ہی کہ محلہ مین کچھ لوگون کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتی ہی
اور رمضان کے وترون مین جماعت مستحب ہی ایک قول پر اور دوسرے قول کے موجب نہین بلکہ وترون کو مکان پر ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ وتطوع ۴

علی سبیل التداعی مکروھۃ تحقیقۃ اور رمضان کے سوا کے وترون مین اور نماز نفل مین جماعت مکروہ ہی بطور تداعی کے عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ہم تداعی سے یہ غرض کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھین کذافی الطحطاوی اور قہستانی مین ہی کہ اگر چار مقتدیون سے کم ہون اور مسجد کے کسی گوشہ مین جماعت کرلین تو مکروہ نہین ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق اور مکروہ ہی مکرر کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد مین نہ شارع عام کی مسجد مین یا ایسی مسجد مین جسکا نہ امام ہی نہ موذن ہم مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہی اسلیے کافی نے کہا ہی کہ جماعت دوبارہ جائز نہین اور مجمع مین کہ جماعت مکرر مباح نہین اور شرح جامع صغیر مین ہی کہ بدعت ہی اور مسجد محلہ سے یہ مراد ہی کہ جسکا امام اور جماعت مقرر ہو درر مین کہا کہ اگر اہل محلہ بدون اذان واقامت کے جماعت دوبارہ کرین یا مسجد شارع پر ہو تو دوسری جماعت جائز ہوگی بالاتفاق جیسے اُس مسجد مین جسکا امام اور موذن نہین اور آدمی گروہ گروہ آکر نماز پڑھتے ہون تو افضل یہ ہی کہ ہر گروہ اذان اور اقامت جداگانہ سے نماز پڑھے منبع مین کہا کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہوا اُس صورت سے کہ محلہ کی مسجد مین دوبارہ جماعت بدون اذان پڑھی جاے کہ اسطرح پڑھنا مباح ہی بالاتفاق اور جماعت دوم کے مکروہ ہونے کی یہ دلیل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم مین صلح کرا دینے کو نکلے تھے تو نماز کے وقت مسجد مین تشریف لیگئے جسمین جماعت ہوچکی تھی آپ اپنے مقام پر واپس تشریف لائے اور گھر والون کو جمع کرکے نماز پڑھی پس اگر جماعت دوم مسجد مین درست ہوتی تو مسجد کی جماعت چھوڑ کر آپ گھر مین کیون نماز پڑھتے علاوہ اسکے جماعت ثانی کے جائز رکھنے مین جماعت کی کمی بھی متصور ہی کیونکہ جب لوگون کو معلوم ہوگا کہ دیر کرکے جائینگے بھی جماعت فوت نہوگی اگر اول نہ ملیگی دوسری ملجائیگی تو اول جماعت مین اکٹھے نہونگے تو اس تعلیل سے یہ نکلتا ہی کہ مسجد محلہ مین تکرار جماعت گو بدون اذان کے ہو مکروہ ہی اور اسیکا موید ظہیریہ مین ہی کہ اگر کچھ لوگ ایک مسجد مین آئے جسمین جماعت ہوچکی ہی تو وہ تنہا نماز پڑھین اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اور اسیوجہ سے شیخ سندی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ مین ذکر کیا ہی کہ یہ جو اہل حرمین جدا جدا امام کے پیچھے جماعتین ایک ہی وقت مین پڑھتے ہین یہ بالاتفاق مکروہ ہی اور شریف غزنوی جو ۵۵۱ھ مین حج کو گئے تھے تو ان جماعتون کے باب مین انکار صریح کیا تھا اور بعض مالکیون نے فتوی دیا ہی کہ تکرار جماعت مسجد محلہ مین چارون مذہب کے علما کے قول پر ناجائز ہی مگر اسمین مشکل یہ ہی کہ مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لیے نمازی مقرر نہین تو انکو مسجد محلہ کیسے کہہ سکتے ہین بلکہ انکا حال مثل مسجد شارع عام کے ہی اور پیشتر گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد مین تکرار جماعت بالاتفاق مکروہ نہین اور شرح منیہ مین امام ابو یوسف سے منقول ہی کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہو تو مکروہ نہوگی ورنہ مکروہ ہوگی اور یہی قول صحیح ہی اور تاتارخانیہ مین ولوالجیہ سے منقول ہی کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین اور بزازیہ مین ہی کہ محراب سے ہٹکر کھڑے ہونے مین پہلی جماعت کی صورت بدلجاتی ہی کذافی الشامی مختصراً چونکہ اس زمانہ مین جماعت دوم کے باب مین بہت بحث رہتی ہی اسلیے مترجم نے استیعاب روایات کو مناسب سمجھا اور مجکو کراہت وعدم کراہت جماعت دوم مین تردد تھا کہ ایک روز خود بخود صلوۃ خوف کا خیال دل مین گذرا کہ نصف فوج مقابل دشمن کے رہتی ہی اور نصف امام کے ساتھ پڑھتی ہی تو اگر مرضی شارع کی دوسری جماعت کے لیے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتھ پڑھنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہوتا اتنے تکلف کی اجازت نہوتی اُس روز سے مجکو وہ تردد رفع ہوگیا اور معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی ارجح ہی واقلہا اثنان واحد مع الامام ولو ممیزا او ملکا او جنیا فی مسجد او غیرہ اور کمتر جماعت دو شخص ہین یعنی ایک مقتدی امام کے ساتھ اگرچہ مقتدی لڑکا تمیز دار ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد مین ہو یا غیر مسجد مین ہم کمتر جماعت دو آدمیون سے ہونے کی وجہ وہ حدیث ہی جسکو سیوطی نے جامع صغیر مین روایت کیا ہی کہ دو اور اُس سے زیادہ جماعت ہین اور بحر الرائق مین وجہ عقلی بیان کی ہی کہ جماعت اجتماع سے ماخوذ ہی چونکہ دو مین بھی اجتماع ثابت ہی اسلیے جماعت بھی پائی جاویگی اور یہ حکم اور فرضون مین ہی سواے جمعہ کے کیونکہ جمعہ مین امام کے سوا تین آدمی لائق امام ہونے کے مقتدی ہونے چاہیین کذافی الشامی وفی صحۃ امامۃ الجنی اشباہ اور صحیح ہی امام ہونا جن کا کذافی الاشباہ اسلیے کہ جن بھی مکلف ہی اور فرشتہ کی امامت درست نہین کیونکہ فرشتہ مکلف نہونے کی جہت سے نفل پڑھیگا اور فرض پڑھنے والیکا اقتدا نفل پڑھنے والیکے پیچھے درست نہین اور حضرت جبریل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی تعلیم کے لیے مخصوص تھا اور یہ بھی احتمال ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذافی الطحطاوی وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ای عامۃ مشائخنا وبہ جزم فی التحفۃ وغیرہا قال فی البحر وہو الراجح عند اہل المذہب اور بعضون نے کہا کہ جماعت واجب ہی اور اسی قول پر ہین اکثر ہمارے علما اور اسی کا یقین کیا ہی تحفہ

وغیرہا مین بحرالرائق مین کہا کہ یہی روایت وجوب کی قوی ہی اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہرالفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب مین ٹھیک اور قوی تر ہی اور اسی لیے اجناس مین کہا ہی کہ جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چھوڑ دے تو اُسکی گواہی مقبول نہین اور بعضون کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہی فتس اوجب

ثمرتہ یظہر فی الاثم بترکہا مرۃ علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلوۃ بالجماعۃ من غیر حرج پھر جماعت مسنون ہی یا واجب ہی مردون عاقل اور بالغ اور آزاد اور جماعت کی نماز پر بدون کسیو تمت کے قدرت رکھنے والون پر شارح نے کہا کہ واجب اور مسنون ہونے کا ثمرہ اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ اگر جماعت کو ایکبار چھوڑیگا تو وجوب کے قول پر گناہگار ہوگا اور مسنون ہونے کے قول پر گناہگار نہوگا حرج سے مراد عذر شرعی ہی جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بوڑھا ہونا وغیرہ

اور نورالایضاح مین ہی کہ اگر کوئی شخص عذر سے جماعت مین حاضر نہوا اگر اسکی نیت مین یہ تھا کہ عذر نہوتا تو حاضر ہوتا تو اسکو جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ولو فاتتہ ندب

طلبہا فی مسجد آخر الا المسجد الحرام ونحوہ اور اگر نمازی کو مسجد محلہ مین جماعت نہ ملے تو مستحب ہی کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجد مین کرے مگر مسجد حرام اور اُس جیسی دوسری مسجدون مین اگر جماعت نہ ملے تو تلاش جماعت کی مستحب نہین اسلیے کہ اور مسجدون مین جماعت کی نماز سے اُن مسجدون مین نماز پڑھنی زیادہ ثواب رکھتی ہی بسبب حدیث ابن ماجہ کے جو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر مین نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہی اور مسجد محلہ مین پڑھنا پچیس نمازون کا ثواب ہی اور مسجد جامع مین پانسو کا اور بیت المقدس مین پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ مین پچاس ہزار کا اور مسجد حرام مین لاکھ کا ثواب ہی کذا فی الحلبی فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن ومقطوع ید ورجل من خلاف اور رجل فقط ذکرہ الحدادی ومفلوج وشیخ کبیر عاجز واعمی وان وجد قائدا جماعت واجب ہی بدون حرج کے اس سے یہ نکلا کہ واجب نہین بیمار اور اپاہج اور مدت کے بیمار پر اور اُسپر جسکا ایک ہاتھ اور ایک پانون مخالف جانب سے کٹا ہو یا فقط ایک پانون ہی کٹا ہو ذکر کیا ہی اسکو حدادی نے اور واجب نہین فالج زدہ اور بہت بوڑھے چلنے پھرنے سے عاجز پر واجب نہین اندھے پر اگرچہ کوئی ہاتھ پکڑ کر لیجانے والا موجود ہو ہم اور یہی حال ہی عاجز کا اگر اُسکے پاس سواری موجود ہو تو بھی جماعت واجب نہین فتح القدیر مین کہا کہ جماعت بالاتفاق ایسے اندھے اور عاجز پر واجب نہین جنکا پہونچانے والا میسر ہو اور جبکہ امام کے نزدیک واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہی کذا فی الشامی ولا علی من حال بینہ وبینہا مطر وطین وبرد شدید وظلمۃ کذلک اور نہ واجب ہی جماعت اُس شخص پر جسمین اور جماعت مین مینھ اور کیچڑ اور شدت کا جاڑا اور سخت اندھیرا حائل ہوا ہو یعنی مانع ہو ہم مراد یہ کہ مینھ اور کیچڑ کثرت سے ہو تو جماعت واجب نہ رہیگی اسیطرح جاڑا اگر بہت سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندھیرے کا سخت ہونا اسطرح کہ رستہ نہ سوجھے وریح لیلا لا نہارا وخوف علی مالہ او من غریم او ظالم او مدافعۃ احد الاخبثین اور آندھی رات کے وقت مانع ہی نہ دن مین یا حائل ہو خوف اپنے مال پر چور وغیرہ سے یا خوف ہو قرضدار سے یا کسی ظالم سے یا مانع ہو دبانا دو پلید چیزون کا یعنی بول وبراز کا اسیطرح ہی بند رکھنا گوز کا کذا فی الشامی وارادۃ سفر وقیامہ بمریض وحضور طعام تشوقہ نفسہ ذکرہ الحدادی اور مانع حضور جماعت ہی ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانے کا بشرط شرکت جماعت کے اور مریض کی خبر لینی یعنی جس صورت مین کہ مریض کو اُسکے چلے جانے سے ایذا ہو اور سامنے آنا کھانے کا کہ جسکی طرف نمازی کا نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہی اسکو حدادی نے وکذا اشتغالہ بالفقہ لا بغیرہ کذا جزم بہ الباقانی تبعا للبہنسی ای الا اذا واظب تکاسلا فلا یعذر ویعزر ولو باخذ المال یعنی یحبسہ عنہ مدۃ اور اسیطرح مانع وجوب جماعت ہی مشغول ہونا نمازی کا فقہ مین نہ غیر فقہ مین ایسا ہی یقین کیا ہی اسکو باقانی نے بہ تبعیت بہنسی کے یعنی بجز اُس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی مین ترک جماعت پر مواظبت کریگا کسل کی راہ سے تو معذور نہ متصور ہوگا اور تعزیر دیا جائیگا اگرچہ سزا مال کے لینے سے ہو یعنی اُسکے مال کو چند روز اُس سے روک دیا جاوے ہم فقہ سے مراد مسائل ضروریہ دین کے ہین اور مشغول ہونا عام ہی کہ سیکھنے سے ہو یا سکھانے سے یا تصنیف کرنے سے طحطاوی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنے کی سزا قول ضعیف ہی چنانچہ باب التعزیر مین مذکور ہوگا ولا تقبل شہادتہ الا بتاویل بدعۃ الامام او عدم مراعاتہ اور قبول نکیجاے گواہی جماعت کے ترک کرنیوالے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے ہم یعنی اگر ترک جماعت کا عذر بیان کرے کہ امام بدعتی ہی اسلیے جماعت مین حاضر نہین ہوتا یا امام رعایت مذہب مقتدی کی نہین کرتا اُن امور مین جو موجب نماز کے باطل ہونے کے ہین تو اِن عذرون سے گواہی مقبول ہوگی والاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانہر الاعلم باحکام الصلوۃ فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ وحفظہ قدر فرض وقیل واجب وقیل سنۃ اور زیادہ مستحق امامت کا آگے بڑھنے مین بلکہ ہمیشہ کو امام مقرر کرنے مین

کذافی مجمع الانہر وہ شخص ہی جو احکام فقط نماز کی صحت اور فساد کے زیادہ جانتا ہو یعنی اور علمون مین فاضل ہو یا نہین نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو بشرطیکہ اُسکے بچنے کے ظاہری
گناہون سے اور بشرطیکہ یاد کرنے مقدار فرائض نماز کے اور بعضون نے بقدر واجب اور بعض نے بقدر سنت یاد کرنے کو کہا ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہری گناہون سے بچنے کے
ساتھ یہ بھی شرط ہی کہ امام کے دین پر کوئی طعنہ نکرتا ہو اور مقدار فرض کا یاد کرنا قول کافی کا ہی اور مقدار واجب کا یاد کرنا بحرالرائق مین بطور بحث مذکور ہی اور زیلعی نے بقدر سنت کو
لکھا ہی اور یہی مبسوط اور فتح القدیر مین ہی اور یہی ظاہر ہی اسلیے کہ بیان امام کے اولیٰ ہونے کا ہی تو امام کو لحاظ رکھنا سنت کا مناسب تر ہی ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقرأۃ ثم
الاورع ای الاکثر اتقاء للشبہات والتقوی اتقاء المحرمات اگر علم مین برابر ہون تو پھر مستحق امامت کا وہ ہی جو تلاوت اور قرأت کی تجوید مین زیادہ اچھا ہو پھر زیادہ احتیاط والا
یعنی جو شبہون سے بہت بچے اور تقوی حرام چیزون سے بچنا ہی اور تلاوت اور تجوید سے یہ غرض ہی کہ حروف اور مخارج اور مد اور شد وغیرہ کو خوب جانتا ہو اور قاری کو دوسرے
مرتبہ مین اسلیے رکھا کہ قرأت کی احتیاج صرف ایک رکن مین ہوتی ہی اور علم کی احتیاج سب رکنون مین ہی پھر شارح نے ورع اور تقوی مین فرق بتایا کہ ورع شبہون سے بچنے
کو کہتے ہین اور تقوی حرام چیزون سے بچنے کو اور شبہہ اُسکو کہتے ہین جسکی حلت اور حرمت مین شک ہو ثم الاسن ای الاقدم اسلاما فیقدم شاب علی شیخ اسلم پھر مستحق امامت زیادہ
عمر والا ہی یعنی جو اسلام مین پیشتر ہو پس مقدم کیا جاے جوان اُس بوڑھے پر کہ چند روز سے مسلمان ہوا ہو وقالوا یقدم الاقدم ورعا وفی النہر عن الزاد وعلیہ یقاس سائر الخصال
فیقال یقدم اقدمہم علما ونحوہ وحینئذ قلما یحتاج للقرعۃ اور فقہانے کہا ہی کہ مقدم کیا جاے وہ شخص جو پیشتر ہو ورع مین یعنی جسکا ورع بہت دنون کا ہو وہ اُسپر مقدم ہی جسکا ورع کم
مدت کا ہی اور نہر الفائق مین زاد الفقیر سے منقول ہی کہ ورع کے اوپر سب خصلتون کا قیاس ہوگا یعنی یون کہا جائیگا کہ مقدم کیا جاے وہ جسکا علم سب سے پیشتر ہی اور مثل اُسکے یعنی
مثلاً جسکو فن قرأت مدت سے آتا ہو وہ اُس سے مقدم ہی جسکو چند روز سے آتا ہی اور اسوقت مین یعنی جبکہ ہر خصلت کے پیشتر ہونے کا لحاظ کیا جاے تو قرعہ ڈالنے کی احتیاج کم ہوگی کم
ماتن نے آگے بیان کیا ہی کہ اگر چند مستحق امامت سب خصلتون مین برابر ہون تو اُنمین قرعہ ڈالا جاے شارح کہتا ہی کہ جب خصال مین لحاظ پیشتر ہونے کا کیا جاے تو اب ضرورت قرعہ ڈالنے
کی کم ہوگی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا کہ چند آدمیون مین ورع اور علم اور قرأت ایک ہی مدت سے ہوے ہون ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس پھر مستحق امامت وہ ہی جو خوش خلق زیادہ
ہو شارح نے کہا کہ خلق بضم خا معجمہ لوگون سے ملنساری کو کہتے ہین ثم الاحسن وجہا ای اکثرہم تہجدا پھر زیادہ خوبصورت یعنی لوگون مین زیادہ تہجد گذار ہو یہ تغییر شارح نے
ملزوم کے ساتھ کی اسلیے کہ کثرت تہجد کو خوبصورتی لازم ہی کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جو شب کو زیادہ نماز پڑھیگا دن کو اُسکا چہرہ حسین ہوگا صاحب بدائع نے کہا کہ اس تکلف کی
کچھ حاجت نہین خوبصورتی ظاہر کی مراد لینی چاہیے کہ خوبصورت کی امامت سبب ہی جماعت کی کثرت کا کذافی الشامی زاد فی الزاد ثم اصبحہم ای اسمحہم وجہا زاد الفقیر مین اتنا
زیادہ کیا ہی کہ پھر سب مین کا زیادہ صبیح یعنے چہرہ مین زیادہ بشاش مستحق ہی اور اسمح مشتق ہی سماحت سے سماحت کے معنی یہ ہین کہ جس سے ملے بکشادہ پیشانی اور ہنس مکھ ملے
تو یہ بات حسن ظاہری سے علاوہ ہی مگر خوش خلقی مین اور اسمین ظاہرا کچھ فرق نہین معلوم ہوتا ثم اکثرہم حسبا پھر مستحق وہ ہی جو سب مین زیادہ ہو حسب کی رو سے م بعض
نسخون مین حسنا نون کے ساتھ ہی مگر چونکہ اسکا ذکر پیشتر ہو چکا اسلیے بای موحدہ کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہی قاموس مین ہی کہ حسب وہ بزرگی ہی جسکو آدمی اپنے آبا یا مال یا دین
یا کرم وغیرہ کے سبب سے شمار کرے ثم الاشرف نسبا پھر وہ مستحق ہی جو خاندان مین زیادہ شریف ہو مثلاً سید مقدم ہی اور لوگون پر زاد فی البرہان ثم الاحسن صوتا برہان
مین یہ زیادہ کیا ہی کہ پھر جسکی آواز زیادہ اچھی ہو یعنی اگر صفات گذشتہ مین برابری ہو تو خوش آواز مقدم کیا جائیگا وفی الاشباہ قبیل ثمن المثل ثم الاحسن زوجۃ اور اشباہ مین
تھوڑا سا پہلے ثمن مثل کے بیان کیا ہی کہ پھر مستحق وہ ہی جسکی بی بی زیادہ اچھی ہو اسلیے کہ بی بی کے اچھے ہونے سے اُسمین مضمون محبت اور عفت کا زیادہ ہوگا اور یہ اس
صورت مین ہی کہ لوگون یا ہمسایون مین اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہین کہ بقیہ صفات مین برابری کے وقت ہر شخص اپنی بی بی کے اوصاف بیان کرے کذافی
الشامی ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاہا پھر وہ مستحق ہی جو زیادہ ہو مال مین یعنی مال حلال جسکے پاس زیادہ ہو اور اگر مال حرام ہوگا تو وہ شخص فاسق ہوگا کذافی الطحطاوی پھر
وہ ہی جو زیادہ ہو جاہ مین یعنے لوگون کے دلون مین اُسکی جگہ زیادہ ہو ثم الانظف ثوبا پھر وہ جسکے کپڑے زیادہ ستھرے ہون اسلیے کہ یہ امر بھی موجب کثرت جماعت ہی
ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا پھر جسکا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہین کیونکہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضا کا مناسب ہونا دلیل ہی زیادتی عقل کی مگر کلانی سر کی

[illegible]

موقع سے ہو ہمیو قع نہو کذا فی الطحطاوی ثم المقیم علے المسافر پھر مقدم کیا جاے مقیم مسافر پر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ اُس صورت مین ہو کہ مقتدی سب مقیم ہون یا مقیم اور مسافر ملے جلے ہون اور جس صورت مین کہ سب مسافر ہون صرف ایک مقیم ہو تو وجہ اولی ہونے مقیم کی ظاہر نہین اور شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مقیم و مسافر دونون برابر ہین کسی کو اولویت نہین ثم الحر الاصلی علے المعتق پھر مقدم کیا جاے آزاد اصلی اُس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اور صفات مین دو شخص مساوی ہین مگر ایک اصل سے آزاد ہی اور دوسرا غلام تھا اب آزاد ہو گیا ہی تو حر اصلی مقدم ہو گا اسلیے کہ غلام کو بسبب خدمت آقا کے اتنی مہلت نہین ملتی کہ تحصیل علم کرے ثم المتیمم عن حدث علی المتیمم عن جنابۃ پھر مقدم کیا جاے وہ جسنے حدث سے تیمم کیا ہی اُس شخص پر جسنے جنابت سے تیمم کیا ہی اسلیے کہ بیوضو ہونا خفیف ہی بہ نسبت جنابت کے فائدہ ایک کام کی بات ہی لا یقدم احد فی

التزاحم الا بمرجح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی مین ایک دوسرے سے مزاحم ہون تو کسی کو بدون مرجح مقدم نکیا جاے ومنہ السبق الی الدرس والافتاء والدعوی اور اسباب ترجیح مین سے ہی پیشتر آنا پڑھنے کے لیے یا فتوی لینے کو قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنیکو یعنے دو طالب علم ایک اُستاد سے پڑھتے ہین تو اول اُسکو پڑھاوے جو پیشتر آیا ہو اسیطرح مفتی کے یہان فتوی پوچھنے والون مین تقدیم اُسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ افتا کی جگہ استفتا ہوتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ مین معنی استفتا ہی کے لکھے ہین فان استووا فالحجۃ القرعۃ بینہم انتہی کلام الاشباہ پھر اگر آنے مین برابر ہون یعنی سب ایک ساتھ آئے ہون تو انمین قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پیشتر نکلے اُسکو مقدم کیا جاے

تمام ہوا کلام اشباہ کا و فی الفصل الثانی والثلثین من حظر التاتارخانیۃ وفی طلبۃ العلم یقدم السابق فان اختلفوا وتمہ بنیۃ فبہا والا اقرع بینہم فعلا کما فی الحرقی والغرقی لو الم یعرف الاول و یجعل کانہم ماتوا معا انتہی اور بتیسوین فصل کتاب الحظر تاتارخانیہ مین مذکور ہی کہ طالب علمون کے سبق مین مقدم کیا جاے پیشتر آنیوالا یعنی اگر وہ سب ایک دوسرے کے بعد آئے ہون اور وہان کچھ دلیل پیشتر آنے کی ہو تو اُسی پر عمل ہو گا ورنہ قرعہ ڈال لیا جائیگا جیسے سب کے ایک ساتھ آنے مین قرعہ ڈالا جاتا ہی چنانچہ ایک ساتھ جلنے والون اور ڈوبنے والون مین جب اول نہین معلوم ہوتا اور یہ ٹھہرا لیا جاتا ہی کہ گویا وہ سب ساتھ ہی مرے ہین تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا مترجم تشبیہ جلنے والون اور ڈوبنے والون کی صرف اسمین ہی کہ در صورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہی کہ سب ایک ساتھ ہین اور قرعہ ڈالنے مین تشبیہ نہین اسلیے کہ جلنے اور ڈوبنے والون مین قرعہ نہین ہوتا

کذا فی الشامی و فی المحاسن القراء لابن وہبان وقیل ان لم یکن للشیخ معلوم جاز ان یقدم من شاء واکثر مشائخنا علی تقدیم الاسبق والاول من سنۃ ابن کثیر اور ابن وہبان کی محاسن القرا مین ہی کہ بعض علما کا قول یہ ہی کہ اگر اُستاد کو طالب علمون کے آنے کا حال معلوم نہو تو جائز ہی کہ جسکو چاہے مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پیشتر آنیوالے کی تقدیم پر ہین اور اول جسنے یہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہی امام سمہودی نے جوہر العقدین مین یہ روایت کی ہی کہ ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کچھ پوچھنے آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اُسکے بعد آیا آپنے فرمایا کہ انصاری تجھسے پہلے سوال کر رہا ہی اتنا بیٹھ جا کہ اُسکی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے اسمین متابعت آپ کی اختیار کی کذا فی الشامی فان استووا یقرع بین المستوین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرہم پس اگر مستحقین امامت برابر ہون یعنی کسی مین وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہو تو برابر صفات والون مین قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیون کو اختیار ہی کہ جسکو چاہین امام بنائین پھر اگر اختیار مین مقتدی مختلف ہون کچھ کسیکو چاہین کچھ دوسرے کو تو اعتبار اُنکے اکثر کا ہی یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کرین وہی امامت کرے ولو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم اور اگر مقتدی اولی کے سوا دوسرے کو پیش امام کرینگے تو برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کرینگے اور گناہگار نہ ہونگے واعلم ان صاحب البیت

ومثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الا ان یکون معہ سلطان او قاض فیقدم علیہ لعموم ولایتہما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور جان کہ گھر کا مالک امامت کیواسطے بہتر ہی دوسرے لوگون سے ہر حال مین یعنی گو دوسرا اُس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بھی مالک مکان افضل ہی اور مالک کے مانند ہی امام معین مسجد کا یعنی وہ بھی اپنے غیر سے بہتر ہی اگرچہ غیر اُس سے صفات گذشتہ مین فائق ہو مگر اُس صورت مین کہ ہووے مالک یا امام معین کے ساتھ بادشاہ یا قاضی کہ بادشاہ یا قاضی مالک وغیرہ پر مقدم ہو گا بسبب عام ہونے ولایت و تصرف بادشاہ اور قاضی کی تصریح کی ہی حدادی نے والی کے مقدم کرنے کی امام معین پر والمستعیر والمستاجر احق من المالک لما مر اور مکان کا عاریت لینے والا اور کرایہ دار زیادہ حقدار ہین بہ نسبت مالک کے اُسوجہ سے کہ پیشتر گذری ہم شامی نے کہا کہ شارح کو لما مر کہنا مناسب نہ تھا کیونکہ اوپر

امام المسجد الراتب
اولی بالامامۃ
من غیرہ مطلقا

عموم ولایت کا ذکر ہی حالانکہ مستعیر اور کرایہ دار کی ولایت عام نہین تو یہ کہنا چاہیے تھا ان الولایۃ لہما فی ہذہ الحالۃ دون المالک یعنی اسوقت اُن دونون کا تصرف ہی نہ مالک کا
ولو ام قوما وہم لہ کارہون ان الکراہۃ لفساد فیہ او لانہم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوٰۃ من تقدم قوما وہم لہ کارہون وان
ہو احق لا والکراہۃ علیہم اور اگر کوئی شخص ایک قوم کا امام ہوا اور وہ لوگ اسکو برا جانتے ہین تو اگر انکی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کے لیے ہی یا اسوجہ سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام مذکور کے
زیادہ مستحق امامت ہین تو اس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہی بسبب حدیث ابی داؤد کے کہ اللہ تعالی اُس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اُس سے
نفرت رکھین اور اگر امام مذکور زیادہ حقدار امام ہونے کا ہو تو اُسکے حق مین امام ہونا مکروہ نہین اور مقتدیون کو اُس سے نفرت کرنا مکروہ ہی ویکرہ تنزیہا امامۃ عبد ولو معتقا
قہستانی عن الخلاصۃ ولعلہ لما قدمناہ من تقدم الحر الاصلی اذ الکراہۃ تنزیہیۃ فتنبہ اور مکروہ تنزیہی ہی امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہو گیا ہو کذا فی القہستانی عن الخلاصۃ اور
شاید کہ اسکی وجہ وہی ہی جو ہم پیشتر بیان کر چکے ہین یعنی حر اصلی کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولی ہی کیونکہ کراہت اس مسئلہ مین تنزیہی ہی اور وہ ترک اولی سے ہوا کرتی ہی
پس خبردار ہو جا اور ایک نسخہ مین لعلہ لما قدمناہ کی جگہ والعلۃ ما قدمناہ ہی یعنی وجہ اسکی وہ ہی جو ہم پہلے لکھ چکے ہین واعرابی ومثلہ ترکمان واکراد وعامی اور مکروہ ہی امامت
بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی ہین یعنی امامت مکروہ ہی اور علت کراہت غلبہ جہالت ہی اور لوگون کا تنفر انکی امامت سے وفاسق
واعمی ونحوہ الاعشی نہر اور مکروہ ہی امامت فاسق اور اندھے کی اور مثل اندھے کے ہی وہ شخص جسکو رات او دن مین کم سوجھتا ہو کذا فی النہر اندھے کی امامت کی
کراہت بوجہ نہ بچنے نجاست کے ہی صاحب نہر الفائق نے بحث کی راہ سے کہا کہ اس امر مین کم سوجھ آدمی بھی ایسا ہی ہی الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم
فہو اولی مگر یہ کہ ہووے ہر واحد سابق کے شخصون سے سوا فاسق کے زیادہ عالم قوم کا تو اس صورت مین اُسکا امام ہونا اولی ہی اور فاسق کا استثنا اسلیے کیا کہ باوجود عالم
ہونے کے بھی اُسکی امامت خالی کراہت سے نہین کیونکہ امامت مین اُسکی تعظیم ہی حالانکہ شرعاً مقتدیون پر اُسکی اہانت واجب ہی مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس تعلیل کا مفاد یہ ہی
کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہی اور اندھے کی امامت مین ہر چند عالم ہونے سے علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے موجود رہتی ہی مگر اُسمین نص صریح کے ہونے سے کراہت
جاتی رہی یعنی ابن ام مکتوم اور عتبانؓ باوجودیکہ اندھے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو مدینۂ منورہ مین اپنا نائب کیا تھا نماز پڑھانے کو کیونکہ مردون مین اُنسے زیادہ
لائق موجود نہ تھا کذا فی الطحطاوی والشامی ومبتدع ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ اور مکروہ ہی امامت مبتدع یعنی
بدعت والے کی اور بدعت اعتقاد کرنا ہی خلاف اُس بات کے جو مشہور ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بروجہ عناد اعتقاد مخالف کا کرنا قطعاً کفر ہی بلکہ اعتقاد ہو کسی قسم
کے شبہہ سے حموی نے تعریف بدعت کی یہ کی ہی کہ جو چیز کسی قسم کے شبہہ استحسان سے پیدا ہو مخالف اُس حق کے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہی خواہ وہ حق بات
علم ہو یا عمل یا حال اور اُس چیز کو دین متین اور صراط مستقیم ٹھہرالیا ہو اس تعریف مین بدعت صرف اعتقاد کا نام نہین جیسا شارح کی تعریف سے مفہوم ہوتا ہی وکل من کان
من قبلتنا لا یکفر بہا حتی الخوارج الذین یستحلون دماءنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالی وجواز رویتہ لکونہ عن تاویل وشبہۃ اور جتنے لوگ کہ
ہمارے قبلہ کیطرف نماز پڑھتے ہین وہ بدعت سے کافر نہین ہوتے یہانتک کہ فرقہ خارجیون کا بھی کافر نہین جو ہماری جان اور مال حلال جانتے ہین اور گالی دینا اصحاب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روا سمجھتے ہین اور اللہ تعالی کی صفات کے اور اُسکی دیدار کے جواز کے منکر ہین یہ لوگ کافر نہین بسبب ہونے اس اعتقاد کے تاویل اور شبہہ سے کم تاویل عبارت
ہی معنی بنا لینے سے یعنی انکا اعتقاد اس جہت سے بگڑا کہ معنی نص کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا جو معنی سلف صالحین سے مروی تھے اُنکے پابند نہوے طحطاوی نے کہا کہ انکار
صفات الٰہی مذہب معتزلہ کا ہی نہ خارجیون کا ہان اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقۂ اہلسنت سے خارج ہو تو شارح کا قول اُنکے انکار صفات الٰہی کا درست ہوگا بدلیل قبول
شہادتہم الا الخطابیۃ خارجی کافر نہین بدلیل مقبول ہونے اُنکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہین اُنکی بھی نہوتی حالانکہ اُنکی گواہی
مقبول ہی اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہین لیکن بدعتی ہین بجز فرقہ خطابیہ کے کہ اُنکی گواہی مقبول نہین طحطاوی نے کہا کہ وجہ اُنکی گواہی مقبول نہ ہونے کی
یہ نہین کہ وہ کافر ہین بلکہ یہ وجہ ہی کہ وہ اپنے ساتھ والونکے لیے جھوٹی گواہی دینے کو دین سمجھتے ہین ومنا من کفرہم اور ہم حنفیون مین بعض ایسے ہین جو خارجیون

یعنی بدعتیون کو کافر کہتے ہین م شامی نے کہا کہ معتمد اسکے خلاف ہی چنانچہ بحر الرائق مین خلاصہ سے بعض فروع ایسے ذکر کیے ہین جنسے بدعتیون کا کفر پایا جاتا ہی مگر انکے بعد کہا
کہ مذہب معتمد یہ ہی کہ اہل قبلہ مین سے کسیکو کافر نہ کہا جاوے وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بہا کقولہ ان اللہ تعالی جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق فلا یصح
الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایک بات کا جو دین مین ضروری جانی گئی ہی تو وہ اس بدعت سے کافر ہو جائیگا مثلاً اسکا یہ کہنا کہ اللہ تعالی جسم ہی مانند جسمون
کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یعنی جسکی خبر قرآن مجید مین ہی اذ یقول لصاحبہ لا تحزن کذا فی الحلبی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہین تو اسکو
یاد رکھنا چاہیے وولد الزنا اور مکروہ ہی امامت ولد الزنا کی کیونکہ لوگون کو اس سے نفرت ہوتی ہی ہذا ان وجد غیرہم والا فلا کراہۃ بحر بحثا یہ مکروہ ان لوگون کی امامت اسوقت ہی
کہ انکے سوا دوسرے امام انسے بہتر موجود ہو اور اگر انسے بہتر کوئی اور وہان نہین تو کراہت بھی نہین ایسا مذکور ہی بحر الرائق مین بحث کی راہ سے وفی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق
او مبتدع نال فضل الجماعۃ اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہی کہ اگر نماز پڑھے پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت کا ثواب پاویگا م اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے انکے
پیچھے پڑھنا بہتر ہی کذا فی الشامی وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہی نماز پیچھے بے ریش کے اور پیچھے کم عقل کے م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ امرد سے مراد خوبصورت
ہی کہ محل فتنہ ہوتا ہی اور جب سب مین زیادہ عالم وہی ہی اور خوف شہوت یا لوگون کی نفرت کا نہ ہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہی اور سفیہ اسکو کہتے ہین جو تصرف بمقتضائے شرع یا عقل
کے موافق خوب نکر سکتا ہو ومفلوج وابرص شاع برصہ اور مکروہ ہی نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والیکے جسکا برص پھیل گیا ہو م برص ایک مرض ہی کہ بدن پر اسکے مخالف رنگ
کے داغ سفید یا سیاہ ہو جاتے ہین اور وجہ کراہت وہی تنفر ہی وشارب الخمر واکل الربو ونمام ومراء ومتصنع اور مکروہ ہی نماز پیچھے شرابخوار اور سود کھانے والے اور چغل خور
اور ریاکار اور تکلف والیکے م شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ یہ پانچون فاسق مین آگئے انکو علیحدہ لکھنا تکرار بیفائدہ ہی اور فرق ریاکار اور متکلف مین یہ ہی کہ ریاکار وہ ہی جسکا
مقصود لوگونکی نمائش ہو خواہ اطاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہین اور متکلف وہ ہی کہ بناوٹ اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو متکلف خاص ہی بہ نسبت ریاکار
کے ومن ام باجرۃ قہستانی اور مکروہ ہی نماز اسکے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لیکر کذا فی القہستانی م یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہی کہ طاعتون پر اجرت لینا باطل ہی اور
مفتی بہ متاخرین کے نزدیک یہ ہی کہ تعلیم قرآن اور اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہی ضرورت کی وجہ سے کیونکہ مفت یہ مہم کوئی نہین کرتا تو اگر انپر اجرت لینے کو ناجائز کہا
جاوے تو یہ باتین بالکل موقوف ہو جائین زاد ابن ملک ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ ابن ملک نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ مکروہ
ہی نماز پیچھے مخالف مذہب مثلاً شافعی کے لیکن بحر الرائق کے وتر کی بحث مین یہ تفصیل ہی کہ اگر مقتدی یقین کرے مراعات امام کا یعنی یہ جانے کہ فروض مین جو شرطین اور
رکن مقتدی کے اعتقاد مین ہین امام انکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے تو اقتدا صحیح نہوگا اور اگر شک کریگا مراعات اور عدم مراعات مین تو
اس صورت مین اقتدا مکروہ ہوگا م ملا علی قاری نے اپنے رسالہ الاہتداء فی الاقتداء مین کہا کہ ہمارے اکثر علما کا مذہب یہ ہی کہ اقتدا حنفی کا مثلاً شافعی کے پیچھے جائز ہی بشرطیکہ شافعی
خلاف کی جگہون مین احتیاط کرے یعنے فصد اور نکسیر کے بعد مثلاً وضو کرے اور اگر احتیاط نکرے تو اقتدا درست نہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنیوالے کے پیچھے بلا کراہت درست ہی
ورنہ مکروہ ہی شامی نے کہا کہ تفصیل بحر الرائق کی معتمد ہی کہ محققین کا میلان اسی طرف ہی اور قواعد مذہب بھی اسی کے شاہد مین ویکرہ تحریما تطویل الصلوۃ علی القوم زائدا علی
قدر السنۃ فی قراءۃ واذکار رضی القوم اولا لاطلاق الامر بالتخفیف نہر اور مکروہ تحریمی ہی طول دینا نماز کا قوم پر قرات اور ذکرون مین مقدار سنت سے زیادتی کرکے قوم راضی ہو یا نہین یہ
بڑھانا مکروہ ہی بسبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النہر م صحیحین مین ہی کہ جب کوئی تم مین سے لوگون کو نماز پڑھاوے تو چاہیے کہ تخفیف کرے کیونکہ
لوگون مین کم زور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہین الحدیث صاحب بحر الرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہی اسلیے شارح نے ترک تخفیف یعنی تطویل کو مکروہ تحریمی
کہا وفی الشرنبلالیہ ظاہر حدیث معاذ انہ لا یزید علی صلوۃ اضعفہم مطلقا ولذا قال الکمال الا لضرورۃ اور شرنبلالیہ مین ہی کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ ہی کہ امام نہ زیادہ کرے
قرات کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقاً یعنی اگرچہ قرات مسنون سے کم ہو اور اسیوجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہی کہ قدر مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی
جہت سے م مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہی کہ حضرت معاذ نے سورہ بقرہ عشا کی نماز مین شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر شکایت حضرت معاذ کی بیان کی تو آپنے اُنکو فرمایا کہ تم کیا لوگون کو فتنہ مین ڈالتے ہو جب امامت کرو تو والشمس وضحٰہا او رسبح اسم اور اقرا اور واللیل
پڑھا کرو شامی نے کہا کہ شرنبلالی نے جو اس حدیث سے یہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی نماز سے زائد نہ کرے گو قدر مسنون سے کم ہو جاے یہ بات اس سے نہین نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہو کہ
مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ سورۂ شمس اور واللیل وغیرہا پڑھا کرین جو عشا مین مسنون ہین باوجودیکہ قوم معاذؓ کا عذر ثابت
تھا اور یہی مطلب کمال کی عبارت کا ہو کہ مقدار مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی وجہ سے یہ نہین کہ ضعیف کی رعایت کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جاوے جیسا شرنبلالی نے سمجھا ہو

وصح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی اور صحیح ہوا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز مین معوذتین پڑھین جبکہ رونا ایک بچہ کا سُنا ہم نماز فجر مین طوال
مفصل کا پڑھنا مسنون ہو مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار معوذتین پڑھین سلام کے بعد لوگون نے عرض کیا کہ آپنے اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ مین نے ایک بچہ کا رونا سُنا
تو ڈرا کہ کہین اُسکی مان نہ گھبراوے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کیوقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایان ہو ویکرہ تحریما جماعۃ النساء ولو فی التراویح فی غیر صلوٰۃ جنازۃ لانہا
لم یشرع مکررۃ فلو انفردن تفوتہن بفراغ احدہن اور مکروہ تحریمی ہو جماعت صرف عورتون کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو سواے نماز جنازہ کے کہ نماز جنازہ مین انکی جماعت مکروہ
نہین اسلیے کہ نماز جنازہ دو بار تو مشروع نہین تو اگر تنہا سب نماز پڑھینگے تو ایک عورت کے فارغ ہونے سے باقی عورتون کی نماز فوت ہو جائیگی کہ دوبارہ پڑھنا نماز جنازہ کا مکروہ ہو
اسلیے اُنکو جماعت کرنی جنازہ کی نماز مین مکروہ نہوئی ہم نماز جنازہ فرض ایک ہی بار ہو دوسری بار پڑھنا نفل مکروہ ہو توجب ایک عورت تنہا نماز پڑھیگی تو فرض ادا ہو جایگا باقی عورتین آ[illegible]

سے محروم رہجائینگی اسلیے جماعت سے پڑھنے مین سب کو فضیلت فرض کی فوت نہوگی اور یہ مسئلہ اُس صورت مین ہو کہ جنازہ پر صرف عورتین ہون ولو امت فیہا رجالا لا تعاد لسقوط
الفرض بصلوتہا الا اذا استخلفہا الامام وخلفہ رجال ونساء فتفسد صلوٰۃ الکل اور اگر نماز جنازہ مین مردون کی امام ہوئی تو نماز دوبارہ نہ پڑھی جاوے بسبب ساقط ہونے فرض کے
عورت کی نماز سے یعنی مردون کی نماز تو سرے سے منعقد نہین ہوئی تھی تو تنہا امام کی نماز ہوئی اُسی سے فرض ساقط ہو گیا کذا فی الحلبی مگر اُس صورت مین اعادہ نماز کا چاہیے جبکہ
عورت کو امام خلیفہ کردے اور امام کے پیچھے مرد اور عورتین ہون کیونکہ خلیفہ کرنے سے نماز سب کی فاسد ہو جائیگی ہم شیخ رحمتی نے وجہ سب کے نماز فاسد ہونے کی یہ بیان کی کہ
جب امام نے ایسے شخص کو خلیفہ کیا جو لائق امامت نہین تو خود اُسکا مقتدی ٹھہرا اسلیے اُسکی نماز فاسد ہوئی اور اُسکی نماز کے فساد سے سب مقتدیونکی نماز فاسد ہو گئی فان فعلن تقف
الامام وسطہن فلو تقدمت اثمت الا الخنثی فتقدمہن پھر اگر عورتین باوجود کراہت کے جماعت کرین تو امام عورت انکے بیچ مین کھڑی ہو تو اگر آگے بڑھکر کھڑی ہوگی تو گناہگار ہوگی
بجز خنثے کے کہ وہ عورتون سے آگے بڑھکر کھڑا ہو نہ بیچ مین ہم لفظ امام مین مذکر و مونث برابر ہین اور بیچ مین کھڑے ہونے سے یہ مراد ہو کہ صف کے برابر ایسی طرح کھڑی ہو کہ اُسکی ایڑیان
صف کی ایڑیون سے آگے نکلی رہین اور خنثی کے آگے بڑھنے کی یہ وجہ ہو کہ اگر اُسکو مرد فرض کرین تو عورتون کی برابری سے اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسیوجہ سے کسیکی نماز نہوگی
کذا فی الطحطاوی کالعراۃ فیتوسطہم الامام وتکرہ جماعتہم تحریما فتح جیسے ننگے آدمی کہ امام اُنکے بیچ مین کھڑا ہوا اور اُنکی جماعت مکروہ تحریمی ہو کذا فی الفتح ہم بیچ مین کھڑے ہونیکی
قید سے افادہ کیا کہ تشبیہ ننگون اور عورتون کی جماعت مین صرف بیچ مین کھڑے ہونے سے ہو ہر وجہ سے نہین کیونکہ ننگون کو بیٹھ کر نماز پڑھنا افضل ہو بخلاف عورتون کے
کذا فی البحر اور وجہ کراہت جماعت کی غالبًا دیکھنا دوسرے کی برہنگی کا ہو ویکرہ حضورہن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان
واستثنی الکمال بحثا العجائز المتفانیۃ اور مکروہ ہو حاضر ہونا عورتون کا جماعت مین اگرچہ حاضر ہونا جمعہ مین اور عیدین اور وعظ مین ہو مطلقا یعنی اگرچہ بوڑھی عورت ہو یا جوان
رات کو مجمع مین حاضر ہو یا دن کو مکروہ ہو مذہب مفتی بہ پر بسبب خرابی زمانہ کے اور استثنا کیا ہو اس حکم سے کمال نے براہ بحث بوڑھی عورتون فانی کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کیوقت مین عورتین جماعت مین حاضر ہوتی تھین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتون کو مسجدون مین جانے سے منع فرمایا عورتون نے انکی شکایت حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے کی آپنے جواب دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حال معلوم ہوتا جو عمرؓ کو معلوم ہوا تو تمکو اجازت مسجد مین جانے کی نہ دیتے اس سے متاخرین نے فتویٰ دیا کہ
عورتون کا نکلنا جماعتون مین مکروہ ہو کذا فی الطحطاوی کما تکرہ امامۃ الرجل لہن فی بیت لیس معہن رجل غیرہ ولا محرم منہ کاختہ او زوجتہ او امتہ
اما اذا کان معہن واحد ممن ذکر او امہن فی المسجد لا یکرہ بحر جیسے مکروہ ہو امام ہونا مرد کا عورتون کو ایسے گھر مین کہ امام کے سوا کوئی مرد عورتون کے پاس نہو

اور نہ کوئی محرم امام کی عورتون مین ہو مثلا امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتون کے ساتھ اُنمین سے جنکا ذکر ہوا کوئی ہو یا مرد اُنکی امامت مسجد مین کرے تو مکروہ نہ ہوگا
کذافی البحر یعنی مرد اگر عورتون کا امام ہو تو خلوت کے مکان مین نہو یہانتک کہ مسجد مین ہو تو دروازہ مسجد کا کھلا ہونا چاہیے اور جماعت گوشہ مسجد مین نہ ہو اور اگر خلوت
مین جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضرور ہی کذافی القہستانی ولیقف الواحد ولو صبیا اما الواحدۃ فتتاخر محاذیا ای مساویا یمین امامہ علے المذہب اور
کھڑا ہو ایک مقتدی اگرچہ لڑکا ہو محاذی یعنی برابر امام کے اُسکے داہنی طرف مذہب قوی پر یعنی بخلاف اُس قول کے کہ امام محمد سے منقول ہی کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹکر کھڑا ہو کہ
اُسکی انگلیان امام کی ایڑی کے پاس ہون شارح نے کہا کہ اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کھڑی ہو شامی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنی طرف کھڑا
ہونے کے لیے کہدے ولاعبرۃ بالراس بل بالقدم فلو صغیرا فالاصح مالم یتقدم اکثر قدم الموتم لاتفسد اور اعتبار نہین سر کا یعنی سجدہ کی حالت مین اگر مقتدی کا سر بوجہ درازقد ہونے
کے امام سے آگے نکلتا ہو تو اسکا اعتبار نہین بلکہ قدم کا اعتبار ہی کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ نکلے پھر اگر قدم امام کا چھوٹا ہو تو صحیح تر قول یہ ہی کہ جبتک اکثر قدم مقتدی کا
آگے نہ بڑھیگا تو نماز فاسد نہوگی یعنی پنجون کا بڑھنا ضرر نہین کرتا فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقا وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفۃ السنۃ پھر ایک مقتدی اُسکے بائین طرف
کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہی بالاتفاق اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہی کھڑا ہونا امام کے پیچھے صحیح تر قول مین بسبب مخالفت کرنے طریقہ سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین
کرہ تنزیہا وتحریما لو اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کھڑے ہون امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچ مین کھڑا ہوگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر دو سے زائد کے بیچ مین کھڑا ہوگا
تو مکروہ تحریمی ہوگا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑھکر کھڑا ہونا امام کو واجب ہی چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہی ولو قام واحد بجنب
الامام وخلفہ صف کرہ اجماعا اور اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہو اور پیچھے امام کے جماعت ہی تو مکروہ ہی بالاتفاق مع اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو پھر دوسرا آیا تو بعضون
نے کہا کہ امام آگے بڑھجاوے ایک ڈگ مین اور بعضون نے کہا کہ مقتدی اول پیچھے کو ہٹے اور بعضون نے کہ دوسرا مقتدی نیت باندھکر پہلے کو ہٹاوے اور بے نیت اگر ہٹاویگا
تب بھی مضائقہ نہین اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائین جانب کھڑا ہو جاے تو امام دونون کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کردے اور یہ امر بہتر ہی اسلیے کہ امام متبوع ہی نہ تابع
اور صف کرنا پیچھے امام کے مقتدیون کا کام ہی نہ امام کا اس لحاظ سے امام کا اسی جگہ رہنا بہتر ہی اور اسکی موید ہی حدیث مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک غزوہ مین مین
ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کھڑے ہوے مین آپکے بائین طرف آکر کھڑا ہوا آپنے میرا ہاتھ پکڑکر داہنی طرف کو گھما لیا اسکے بعد ابن عمر آئے اور آپ کے بائین جانب
کھڑے ہوے آپنے اُنکے دونون ہاتھ پکڑے اور ہم دونون کو پیچھے ڈھکیلا یہانتک کہ ہمکو اپنے پیچھے کھڑا کیا کذافی الشامی ویصف ای یصفہم الامام بان یامرہم بذلک قال الشمنی وینبغی
ان یامرہم بان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبہم اور صف باندھین یعنی مقتدیون کی صف کرادے امام اسطرح کہ اُنکو حکم کرے صف باندھنے کا شمنی نے کہا کہ امام کو
چاہیے کہ مقتدیون کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہین اور دو شخصون کے بیچ مین کی جگہ کو بند کرین اور اپنے شانون کو برابر رکھین ویقف وسطا اور امام درمیان مین کھڑا ہو
یعنی ایسی طرح کھڑا ہو کہ داہنے اور بائین دونون طرف صف مساوی ہو شامی نے مبسوط سے نقل کیا کہ سنت ہی امام کا کھڑا ہونا محراب مین تاکہ دونون طرفین برابر ہو جاوین اور
اگر امام ایکطرف صف کے کھڑا ہوگا تو مکروہ ہوگا اور جب امام کے دونون طرف برابر ہون تو اب جو مقتدی آوے وہ داہنے طرف ملے اور اگر صف کے بیچ مین جگہ چھوٹی ہو تو اُسمین
کھڑا ہو جاوے اور اگر صف بھر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اُسکے ساتھ ملکر پیچھے کھڑا ہو اور اگر اس اثنا مین امام رکوع کردے تو کسی مسئلہ جاننے والے کو صف مین سے
کھینچ کر اپنے برابر کرے اور اگر ایسا شخص اُسکو نہ ملے تو امام کے پیچھے اُسکی سیدھ مین اکیلا کھڑا ہو جاے ضرورت کے لیے وخیر صفوف الرجال اولہا فی غیر جنازۃ ثم وثم اور بہتر صف مردون
کی سب سے پہلے ہی سواے جنازہ کے پھر دوسری تیسری سے بہتر ہی پھر تیسری چوتھی سے اور علی ہذا القیاس م بحرالرائق مین وجہ اولویت صف اول کی یہ لکھی ہی کہ اخبار مین وارد ہی کہ
اللہ تعالی جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہی تو اول امام پر نازل کرتا ہی پھر وہ رحمت امام کے بعد اُس شخص پر ہوتی ہی جو صف اول مین امام کی سیدھ پر ہو پھر داہنی طرف والون پر پھر
بائین طرف والون پر پھر صف دوم پر اسیطرح اور غیر جنازہ کی قید اسلیے لگائی کہ جنازہ مین سب سے پچھلی صف بہتر ہی اسلیے کہ منظور جنازہ مین زیادہ ہونا صفون کا ہی تو اگر پہلے
بہتر ہو تو آدمیون کی قلت کی صورت مین کوئی پیچھے کھڑا ہونا پسند نکرے کذافی الشامی ولو صلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف

صف فیہ فرجة اور اگر نماز پڑہے مسجد کی طاق پر تو اگر صحن مسجد مین جگہ تھی تو مکروہ ہوگی جیسے مکروہ ہی کھڑا ہونا نمازی کا اس صف کے پیچھے کی صف مین جسمین جگہ چھوٹی ہوئی ہی م
ر رفت طاق عمارت کو کہتے ہین تو اگر کوئی نمازی بلا عذر باوجود صف مین جگہ ہونے کے کسی طاق پر چڑھ کر نماز پڑھیگا تو نماز مکروہ ہوگی اسلیے کہ اسطرح پڑھنے سے صف کے
پورا ہونے مین خلل پڑتا ہی اور اگر کسی عذر سے کھڑا ہوا مثلاً وہ شخص مکبر ہی اور طاق پر چڑھنے سے آواز سب صفون مین پہونچیگی تو اس صورت مین مکروہ نہین اور نمازی نے
بعد نیت کے اگر اپنے سامنے کی صف مین جگہ چھوٹی دیکھی اور اپنی جگہ سے چلکر اگلی صف مین کھڑا ہوگیا تو اُسکی نماز فاسد نہوگی پھر فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہی
یا تنزیہی اسکی تنقیح چاہیے مگر حدیث شریف مین جو وعید آیا ہی کہ جو شخص صف کو قطع کرے اسکو خدا قطع کرے اسکا مؤید ہی کہ مکروہ تحریمی ہی کذا فی الشامی قلت وبالکراہة ایضا
صرح الشافعیة مین کہتا ہون کہ فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑے ہونے کی کراہت کو شافعیون نے بھی مصرح کردیا ہی قال السیوطی فی بسط الکف فی اتمام الصف وہذا الفعل مفوت

لفضیلة الجماعة الذی ہو التضعیف لا لاصل برکة الجماعة فتضعیفہا غیر برکتہا وبرکتہا ہی عود برکة الکامل منہم علی الناقص انتہا سیوطی شافعی نے اپنی کتاب بسط الکف فی اتمام الصف
مین بیان کیا ہی کہ صف مین جگہ چھوڑنا جماعت کے ثواب کو فوت کرتا ہی ثواب سے مراد کئی گنا ہونا ہی نماز کا اصل برکت جماعت کو فوت نہین کرتا کیونکہ تضعیف دوسری چیز ہی برکت
کے سوا اور جماعت کی برکت یہ ہی کہ نمازیون مین سے کامل شخص پرکی رحمت ناقص پر چلی آوے انتہی مطلب یہ جو وارد ہی کہ جماعت کی نماز تنہا پڑھنے سے پچیس یا ستائیس گنی
زیادہ ہی فرجہ چھوڑنے سے یہ ثواب نہین ملتا بلکہ اصل برکت جماعت کی ملتی ہی یعنی جو کامل شخصون کے اخلاص کے سبب سے رحمت نازل ہوتی ہی اُسین حاضرین شریک ہوجاتے
ہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حنفیون کے نزدیک تضعیف بھی ملتی ہی مگر کراہت کے ساتھ ولو وجد فرجة فی الاول لا الثانی لہ خرق الثانی لتقصیرہم اور اگر نمازی اول
صف مین فرجہ پاوے نہ دوسری مین تو اُسکو جائز ہی چیرنا دوسری صف کا بسبب قصور کرنے دوسری صف والون کے م یعنی جب کوئی شخص نماز مین داخل ہونا چاہے اور
اگلی صفون مین جگہ دیکھے تو پچھلی صف والون کے سامنے گویا اُنکو چیرکر اُس جگہ مین جا کھڑا ہو کیونکہ پچھلی صف والون کا قصور ہی کہ اُنھون نے جگہ کو نہ بھرا اسلیے اُنکو چیرنا یا اُنکی نماز کے
آگے کو گذرنا کچھ مضائقہ نہین کسلیے کہ حدیث مین وارد ہی کہ جب کوئی شخص فرجہ دیکھے تو اُسکو خود بند کردے اور اگر نہ بند کرے تو دوسرا شخص اُسکی گردن پر ہوکر چلا جاوے کہ اُسکی
کچھ تعظیم نہین رہی اخرجہ فی الفردوس عن ابن عباس وفی الحدیث من سد فرجة غفر لہ اور حدیث مین ہی کہ جو شخص فرجہ بند کرے اُسکی مغفرت ہوگی وصح خیارکم الینکم مناکب
فی الصلوٰة اور صحیح ہوا ہی یعنی حدیث صحیح مین آیا ہی کہ تم مین بہتر وہ ہین جو نماز مین زیادہ نرم شانہ ہون یعنی اگر کوئی صف مین داخل ہونے کے لیے اُنکے شانہ پر ہاتھ رکھے تو وہ شانہ
کو نرم کردین اور اُسکو جگہ دے دین وبہذا یعلم جہل من یستمسک عند دخول داخل بجنبہ فی الصف ویظن انہ ریاء کما بسط فی البحر اور اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتی ہی جہالت
اُس شخص کی جو رک رہے جب کوئی صف مین داخل ہونیوالا اُسکے برابر آنا چاہے اور گمان کرتا ہی کہ دوسرے کو جگہ دینی نمود کی بات ہی جیسا مشرح بیان کیا ہی بحر الرائق مین م
بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا ہی کہ ریا کا گمان اسلیے ہی کہ نمازی دوسرے کے لیے حرکت کرتا ہی حالانکہ یہ بات نہین بلکہ دوسرے کو جماعت کی نضیلت ملنے پر مدد دیتا ہی اور
فرجہ کے بند کرنے کے حکم کی تعمیل کرتا ہی لکن نقل المصنف وغیرہ عن القنیة وغیرہا ما یخالفہ لیکن مصنف اور دوسرے لوگون نے قنیہ اور اور کتابون سے وہ مضمون نقل کیا ہی جو مخالف
نقل بحر الرائق کے ہی م یعنی مصنف وغیرہ نے بہ تبعیت صاحب قنیہ لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے صف کے آدمیون کو ہٹایا اور وہ اُسکے لیے جگہ دینے کو ہٹ گیا تو اُسکی نماز فاسد
ہوجائیگی اسلیے کہ اُسنے نماز مین خارج شخص کا کہنا مانا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو اس استدراک کا ذکر نہ کرنا بہتر تھا اسلیے کہ مخالف حدیث کے ہی یعنی جب حدیث سے ثابت ہوگیا کہ
دوسرے کو جگہ دینے کے لیے ہٹنا افضل ہی تو پھر فساد نماز کے کیا معنی ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلة من جذب من الصف فتاخر فہل ثم فرق فلیحرر پھر مصنف نے نہ فاسد ہونے
نماز کی تصحیح کی نقل کی اس مسئلہ مین کہ ایک شخص صف مین سے کھینچا گیا اور وہ پیچھے ہٹ آیا تو کیا اسمین اور پہلے مسئلہ مین کچھ فرق ہی اسکی تنقیح چاہیے م مسئلہ قنیہ کی یہ صورت ہی
کہ ایک نمازی سے دوسرے نے کہا کہ آگے بڑھ وہ آگے بڑھ گیا یا دوسرے نے صف مین ملنے کے لیے اول کو ہٹایا اور اُسنے جگہ دیدی تو بقول صاحب قنیہ نماز فاسد ہوگی مخلوق کے
امر کا ماننا پایا گیا اور اگر بدون اُسکے امر کے نمازی نے جگہ دی تو اس مسئلہ مین اور اسمین کچھ فرق نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر اس مسئلہ کا تفصیل وار بیان کیا جاوے تو خوب ہو یعنی
دونون مسئلون مین اگر ہٹنے والا یہ سمجھے کہ مین اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہون تو نماز دونون جگہ فاسد نہوگی اور اگر خیال امر شرعی کا نہ کرے صرف نماز مین شریک

ہونے والیکی خاطر سے ہٹے تو نماز فاسد ہوگی الرجال ظاہرہ یعم العبید صف باندھین امام کے پیچھے پر مرد شارح نے کہا کہ ظاہر قول مصنف کا یعنی الرجال عام ہو غلامون کو کہ مرد آزاد ہون یا غلام یہ قید اسلیے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ حلیہ مین جو لڑکون کو بالغ غلامون پر مقدم بیان کیا ہو سو درست نہین اسلیے کہ حدیث مین وارد ہو کہ مجھسے قریب بالغ عاقل رہین اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم ہو ثم الصبیان ظاہرہ تعددہم فلو واحدا دخل فی الصف مردون کے پیچھے لڑکے صف باندھین متن کے صیغے کا ظاہر یہ ہو کہ لڑکے کئی ہون تو پیچھے صف کرین پس اگر ایک لڑکا ہو تو صف مین داخل کیا جاے م حلبی نے کہا کہ یہ حکم ہر پیچھے والیکے لیے ہو کہ اگر اکیلا ہو تو اگلی صف مین ملجاے مثلاً خنثی اکیلا ہو تو لڑکون کی صف مین ملجاوے ہان جس صورت مین کہ اسکے ملنے سے برابر والیکی نماز باتی ہو تو پیچھے رہے جیسے اکیلی عورت مردون کی صف کے پیچھے ہو تو وہ پیچھے ہی رہے کیونکہ اگر صف مین کھڑی ہوگی تو اسکے برابر والے مرد کی نماز درست نہو گی کذا فی الشامی ثم الخناثی ثم النساء پھر لڑکون کے پیچھے صف کرین خنثی پھر صف کرین عورتین قالوا الصفوف الممکنۃ اثنا عشر لکن لا یلزم صحۃ کلہا المعاملۃ الخناثی بالاضر فتہانے کہا کہ صفین جو ہو سکتی ہین بارہ ہین لیکن لازم نہین درست ہونا اُن سب کا بسبب معاملہ خنثون کے ساتھ مضر تربات کے م بارہ صفین اسطرح ہو سکتی ہین کہ مقتدی یا مذکر ہوگا یا مونث یا خنثی پھر ہر ایک یا بالغ ہوگا یا نابالغ تو چھ قسم کے مقتدی ہوے پھر انمین سے ہر ایک آزاد ہوگا یا غلام پس بارہ ہوے انکی تفصیل ترتیب حلیہ مین یون مذکور ہو کہ اول صف آزاد بالغ کرین دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد بالغ خنثی ششم آزاد لڑکے خنثی ہفتم غلام بالغ خنثی ہشتم غلام لڑکے خنثی نہم آزاد عورتین بالغ دہم آزاد عورتین نابالغ یازدہم لونڈیان بالغ دوازدہم لونڈیان نابالغ شارح کہتا ہو کہ ان سب صفون کا صحیح ہونا ضرور نہین کیونکہ خنثی صحت صف کو ضرر کرتے ہین اسلیے کہ خنثی کا برابر ہونا دوسرے خنثی کے یا اُسکے پیچھے کھڑا ہونا صحیح نہین کہ شاید اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والونمین سے ایک خنثی مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثون کو ایک صف مین اسطرح کھڑا کرین کہ دو شخصون کے بیچ مین کوئی چیز آڑ ہو یا فاصلہ ایک شخص کا چھوڑا رہے کیونکہ انکا برابر کھڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کو مضر ہو اور ایک ہی صف مین آزاد اور غلامون کو جمع کردین کا ایک دوسرے کے پیچھے ہونے مین بھی ضرر ہو واذا حاذتہ ولو بعضو واحد وخصہ الزیلعی بالساق والکعب امراۃ ولو امۃ مشتہاۃ حالا کبنت تسع مطلقا وثمان وسبع لو ضخمۃ او ماضیا کعجوز اور جبکہ محاذی ہو کوئی عورت مرد کے اگرچہ مقابلہ ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے خاص کیا ہو محاذات کو ساتھ پنڈلی اور ٹخنے کے گو عورت لونڈی ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ شارح نے اسلیے کہا تاکہ معلوم ہو کہ لونڈی کا حکم اس باب مین مختلف نہین اور شاید ولو امۃ بتشدید میم ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد محاذی کی ماں یا کوئی اور محرم ہو تو اس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی بشرطون کے پائے جانے سے اول شرط عورت کا مشتہاۃ یعنی قابل جماع ہونا ہو خواہ اُس وقت ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق یعنی دبلی ہو یا پتلی اور آٹھ اور سات برس کی لڑکی بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ بزمانہ ماضی مشتہاۃ ہو مثلاً بوڑھیا م ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہو کہ محاذات یعنی برابری اور سیدھ عورت کے کسی عضو کی مرد کے کسی عضو کے ساتھ مفسد نماز ہو حالانکہ ایسا نہین بلکہ قاضیخان نے تصریح کی ہو کہ عورت کے عضو سے مراد اُسکا قدم ہو یعنی عورت کا قدم اگر مرد کے کسی عضو کی سیدھ یا برابری مین ہوگا تو نماز مرد کی فاسد ہوجائیگی خواہ عورت اور مرد برابر کھڑے ہون خواہ عورت آگے ہو اور مرد اُسکے پیچھے اور یہ جو شارح نے مشتہاۃ ہونیکے لیے برسون کی تعداد مذکور کی ہو تو طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد نہین کیونکہ اس زمانہ کی عورتین ہرگز نو برس تک کی عمر مین قابل صحبت نہین ہوتین چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصحیح اس امر کی کی ہو کہ مشتہاۃ مین اعتبار عمر کا نہین جس عمر مین لیاقت وطی کی ہو جاوے اُسیکا اعتبار ہو کذا فی الشامی والطحطاوی ملتقطا ولا حائل بینہما اقلہ قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجۃ تسع رجلا دوسری شرط محاذات کی یہ ہو کہ عورت اور مرد مین کوئی آڑ نہو کمتر آڑ بلندی مین ایک ہاتھ اور موٹائی مین ایک انگشت ہو یا یہ کہ دونون مین فاصلہ اتنا نہ چھوٹا ہو کہ ایک آدمی کی گنجائش رکھتا ہو کہ آڑ یا فاصلہ ہونیکی صورت مین نماز فاسد نہو گی اور یہ اس صورت مین ہو کہ دونون برابر ہون اور اگر عورت آگے ہوگی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہو گا البتہ آڑ مانع ہو گی فی صلوۃ وان لم تتحد کنیتہا ظہرا بعصر علی الصحیح سراج فانہ یصح لفظا علی المذہب بحر ویحیی مطلقۃ تخرج الجنازۃ تیسری شرط محاذات کی ہونا مرد اور عورت کا ہو نماز مطلق یعنے رکوع سجدہ والی مین خواہ نماز عید ہو یا وتر یا نفل اگرچہ صورتین دونونکی نماز ایک نہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑھنے والیکے کہ بشرط محاذات دونون کی نماز فاسد ہوگی صحیح قول پر کذا فی السراج اسلیے کہ یہ نماز عورت کی نفل ہو کر صحیح ہو مذہب قوی کے بموجب کذا فی البحر اور عنقریب یہ مسئلہ مذکور ہوگا شارح نے کہا کہ مطلق کی قید سے نماز جنازہ نکلگئی

کہ انہیں محاذات مفسد نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں دو عاہی نماز ہم جلبی نے کہا کہ علی الصحیح متعلق محذوف کے ہی یعنی فسدت صلوتہا کے اور مذہب قوی سے مراد شیخین کا قول ہی کہ جب عورت کا ظہر صحیح نہوا تو وہ نفل ہوگیا کیونکہ وصف باطل ہونے سے اصل باطل نہیں ہوتی تو جب فرضیت باطل ہوئی تو نفل ہونا باقی رہگیا اور امام محمد کے نزدیک جب عورت کی نماز کا ظہر ہونا باطل ہوا تو اصل نماز باطل ہوگئی کیونکہ وصف کے باطل ہونے سے اُنکے نزدیک اصل باطل ہوجاتی ہی تو انکے قول کے موجب مرد کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ عورت حقیقت میں نماز نہیں پڑھتی بحر الرائق میں اس قول کو خلاف مذہب کہا ہی کذا فی الشامی بتصرف مشترکۃ فمحاذاۃ المصلیۃ لمصل لیس فی صلوتہا مکروہۃ لا مفسدۃ فتح تحریمۃ فان سبقت ببعضہا او ادا ولو حکما کلاحقین بعد فراغ الامام بخلاف المسبوقین والمحاذات فی الطریق چوتھی شرط محاذات کی ہونا نماز کا مشترک مرد اور عورت میں تحریمہ کی راہ سے اور ادا کی راہ سے تحریمہ میں مشترک ہونے سے یہ غرض ہی کہ عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمہ پر اپنی تحریمہ کی بنا کی ہو یا محاذی کی امام کے تحریمہ پر اگرچہ بعض نماز عورت سے پیشتر ہوچکی ہو یعنی یہ شرط نہیں کہ عورت شروع نماز میں ملے بلکہ اگر مرد ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہو اور اُسوقت عورت آکر شریک ہو تو بقیہ نماز میں اگر محاذات ہوگی تب بھی مفسد ہوگی اور ادا میں شرکت سے مراد یہ کہ جس نماز کو دونون پڑھتے ہیں انہیں ایک دوسرے کا امام ہو یا دونون تیسرے شخص کے مقتدی ہون گو شرکت ادا کی حکما ہو جیسے دو لاحق بعد امام کے فارغ ہونیکے یعنی اگر عورت اور مرد کی محاذات امام کے سلام پھیرنے کے بعد لاحق ہونیکی صورت میں ہوجائیگی تو مرد کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ حکما دونون ایک امام کے پیچھے ہیں بخلاف دو مسبوقون کے محاذات کے امام کے بعد کہ وہ مفسد نہیں کیونکہ مسبوق باقی نماز کے پڑھنے میں منفرد ہوتا ہی تو اُسوقت کی محاذات میں شرکت فی الادا نہ پائی گئی اور بخلاف محاذات راستہ کے کہ وہ بھی مفسد نہیں یعنی اگر مرد اور عورت بیوضو ہوکر وضو کرنے گئے اور راہ میں محاذات ہوئی تو نماز کی مفسد نہوگی شارح نے کہا تو اس اشتراک کی قید سے معلوم ہوا کہ محاذات نماز پڑھنے والی عورت کی اُس مرد نمازی سے جو عورت کی نماز نہیں پڑھتا مثلا دونون علٰحدہ علٰحدہ پڑھتے ہیں یا ایک مقتدی امام کا ہی اور دوسرا منفرد تو اس صورت میں محاذات مکروہ ہی نہ نماز کی مفسد کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا کہ مراد مکروہ سے بظاہر مکروہ تحریمی ہی بسبب مظنۂ شہوت کے واتحدت الجہۃ فلو اختلفت کما فی جوف کعبۃ ولیلۃ مظلمۃ فلا فساد پانچوین شرط محاذات کی یہ ہی کہ جہت دونون کے قبلہ کی ایک ہو تو اگر جہت مختلف ہو جیسے کعبہ کے اندر مثلا کہ ایک کا منہ ایک دیوار کیطرف ہوا اور ایک کا دوسری دیوار کیطرف اور جیسے اندھیری رات میں دونون نے نماز قبلہ کی اٹکل کرکے پڑھی اور مختلف سمت کو پڑھی تو اس صورت میں محاذات سے نماز فاسد نہوگی بلکہ مکروہ ہوگی فسدت صلوتہ لو مکلفا والا لا فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر وہ عاقل بالغ ہوگا اور نہیں تو فاسد نہوگی یعنی چھٹی شرط فساد نماز کی عاقل اور بالغ ہونا ہی ہم فسدت صلوتہ جزا ہی اذا حاذتہ کی اور تکلیف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر محاذات لڑکے کے ساتھ ہوگی تو اُسکی نماز فاسد نہوگی اور مرد کی نماز فاسد ہوگی اس سے یہ نکلا کہ عورت کی نماز فاسد نہوگی بشرطیکہ مرد محاذی امام نہ ہو ورنہ دونون کی فاسد ہوگی کذا فی الشامی ان نوی الامام وقت شروعہ لا بعدہ امامتہا وان لم تکن حاضرۃ علی الظاہر ولو نوی امرأۃ معینۃ او النساء الا ہذہ عملت نیتہ والا ینوہا فسدت صلوتہا کما لو اشار الیہا بالتاخر فلم تتاخر لترکہا فرض المقام فتح ساتوین شرط محاذات سے نماز فاسد ہونے کی یہ ہی کہ نماز مرد کی اُسوقت فاسد ہوگی جب امام اپنے شروع کے وقت عورت کی امامت کی نیت کرے نہ نماز شروع کرنے کے بعد یعنی نیت امامت عورت کی اگر بعد نماز شروع کرنیکے کریگا تو اقتدا عورت کا صحیح نہوگا تو مرد محاذی کی نماز بھی فاسد نہوگی نیت امامت عورت کی امام نے کی ہو اگرچہ عورت اُسوقت موجود نہو قول ظاہر پر اور اگر امام نے نیت کی معین عورت کی امامت کی یا اور عورتون کی نیت کی سوائے اس عورت کی تو عمل کریگی اُسکی نیت یعنی معین عورت کے سوا دوسرے کی محاذات پہلی صورت میں اور جسکا استثنا کیا اُسکی محاذات دوسری صورت میں مفسد نہوگی اور اگر امام نے اُس عورت کی نیت نکی ہوگی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی جیسے اگر امام نے اُسکو اشارہ کیا پیچھے ہٹنے کا اور پیچھے نہ ہٹی تو اس صورت میں بھی اُسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ عورت نے فرض مقام کو ترک کیا کذا فی الفتح ہم شامی نے کہا کہ اکثر فقہا اسپر ہیں کہ جمعہ اور عیدین میں عورت کی اقتدا کی صحت کے لیے نیت امام شرط نہیں اور یہی قول صحیح ہی جیسا کہ خلاصہ میں ہی اور جنازہ میں تو بالاتفاق شرط نہیں مگر قہستانی میں عدم اشتراط کو عدم محاذات پر منحصر کیا ہی یعنی جمعہ اور عیدین میں اگر عورت نے اقتدا کیا اور کسی مرد کی محاذات نہیں تو اُسکا اقتدا صحیح ہوگا گو امام نے اُسکی نیت نہ کی ہو اور نہایہ میں ہی کہ عدم اشتراط امام اعظم کا اول قول ہی تو اس سے یہ پایا جاتا ہی کہ شرط ہونا نیت کا پچھلا قول ہی اور عمل اور فتوی پچھلے قول پر ہوتا ہی وہ شرط او کونہا عاقلۃ اور فقہا نے شرط کیا ہی یعنی آٹھوین شرط بیان کی ہی ہونا عورت کا عاقل اس سے معلوم ہوا کہ

اگر مجنون عورت کی محاذات ہوگی تو مفسد نماز نہو گی کیونکہ اسکی نماز منعقد ہی نہین ہوتی شامی نے کہا کہ ماتن کے قول فی صلوٰۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہ تھی وکونہما فی
مکان واحد اور نوین شرط یہ ہو نا مرد اور عورت کا ایک مکان مین یعنی اگر مرد مثلاً قد آدم بھر اونچی دکان مین ہو اور عورت نیچے ہو تو فساد نماز نہو گا نہر الفائق مین کہا کہ یہ شرط
ہر چند محاذات کی لفظ سے معلوم تھی مگر مشایخ نے توضیح کے لیے اسکو ذکر کر دیا فی رکن کامل دسوین شرط یہ ہو کہ محاذات ایک رکن کامل کے ادا کرنے مین ہو شامی نے کہا کہ
خانیہ مین یہ ہو کہ محاذات مفسد ہو کم ہو یا زیادہ یعنی رکن کامل کی شرط کا اعتبار نہین فالشروط عشرۃ پس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی شرطین دس ہین چنانچہ
مترجم نے انکو شمار کے ساتھ لکھا ہو اور اگر اشتراک در تحریمہ اور اشتراک در ادا کو دو قرار دو تو گیارہ ہو جاتی ہین اور پیچھے ہٹنے کے لیے امام کے اشارہ نہ کرنے کو جدا ٹھہراؤ تو بارہ
ہوتے ہین اب معلوم کرنا چاہیے کہ ایک عورت کی محاذات سے تین مردون کی نماز فاسد ہو سکتی ہو ایک اسکی جو عورت کی داہنے طرف ہو اور ایک بائین طرف والے کی ایک پیچھے کھڑا ہونے
والیکی اس سے زیادہ کی نماز فاسد نہو گی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہونگے درمیان عورت اور دوسرے نمازیون کے ومحاذاۃ الامرد الصبیح المشتہی لا یفسد ہا علی المذہب

تضعیف لما فی جامع المحبوبی ودرر البحار من الفساد لانہ فی المرأۃ غیر معلول بالشہوۃ بل بترک فرض المقام کما حققہ ابن الہمام اور محاذی ہونا بے ریش لڑکے خوبصورت لائق شہوت
کا نماز کو فاسد نہین کرتا قوی مذہب پر شارح نے کہا کہ ماتن کا یہ کہنا ضعیف بناتا ہو اس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار مین مذکور ہو یعنی نماز کا فاسد ہونا اور وجہ ضعف
کی یہ ہو کہ نماز کے فاسد ہونے کی علت عورت مین شہوت نہین تا کہ اسی علت سے امرد کی محاذات کی مفسد ٹھہرایا جاے بلکہ وجہ فساد چھوڑنا فرض مقام کا ہو جیسا کہ اسکو ابن ہمام
نے ثابت کیا ہو ہم یعنی اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات مین شہوت ہوتی تو چاہیے تھا کہ بڑھیا اور ماں بہن اور دوسرے محرم کی محاذات سے فساد نہو تا حالانکہ انسے بھی ہوتا ہو
اس سے معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہو کہ جہاں عورت کو کھڑا کرنا فرض تھا اس جگہ نہ کھڑا کیا ولا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثیٰ وصبی مطلقا ولو فی جنازۃ ونفل علی الاصح اور نہین صحیح
ہو اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثیٰ اور لڑکے کے کسی نماز مین اگرچہ نماز جنازہ اور نماز نفل مین ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت مین خلل ہو اسلیے کہ مراد
رجل سے اگر بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ نابالغ کا اقتدا پیچھے عورت اور خنثیٰ کے درست ہو اور اگر رجل سے مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اقتدا
نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہین حالانکہ دونون باتین غیر واقع ہین تو بہتر یہ تھا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہین اقتدا مذکر کا عورت اور خنثیٰ کے پیچھے اور نابالغ کا لڑکے کے
پیچھے کذا فی الحلبی اور علی الاصح راجع ہو طرف مرد بالغ کی اقتدا کرنے کو نفل نماز مین ہدایہ مین کہا کہ تراویح اور سنتون مین مشایخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہو اور مختار یہ ہو
کہ کسی نماز مین لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہین خواہ تراویح ہو یا عید یا وتر یا کسوف وخسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمے کوئی نماز نہین اسکو حکم نماز کا صرف عادت پڑنے کے
لیے کیا جاتا ہو اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والیکے پیچھے لازم آویگا اور یہ بھی درست نہین اور نفلون مین اسلیے اقتدا جائز نہوا کہ بالغ
کی نفل قوی تر ہو کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہو کذا فی النہر وکذا لا یصح الاقتداء بمجنون مطبق او متقطع فی غیر حالۃ افاقۃ وسکران او معتوہ ذکرہ الحلبی اور اسیطرح درست
نہین اقتدا پیچھے مجنون دائمی یا مجنون منقطع کے سوا حالت افاقہ کے یا پیچھے متوالے کے یا پیچھے مدہوش کے ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے ہم مطبق بضم میم وکسر موحدہ وہ جنون جسمین کبھی ہوش
نہو تا ہو اور منقطع وہ کہ کبھی افاقہ ہوتا ہو اور کبھی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہ ہو کہ مجنون مکلف نہین اور متوالے اور مدہوش مین ثبوت نیت کا نہین ولا طاہر بمعذور ہذا ان
قارن الوضوء الحدث او طرأ علیہ بعدہ وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک اور نہین صحیح ہو اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہ اس صورت مین ہو کہ جب وضو کے ساتھ ہی حدث
ہوا ہو یا بعد وضو کرنے کے یعنی نماز سے پیشتر حدث اسپر طاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہو بشرطیکہ عذر نہونے پر وضو کیا ہو اور نماز اسیطرح پڑھی ہو یعنی تمام نماز مین عذر نہوا ہو تو اب طاہر کا
اقتدا معذور کے پیچھے درست ہو جائیگا ہم طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا کہ بجاے طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ڈالنے سے معلوم ہوتا ہو کہ معذور طاہر نہین ہوتا حالانکہ

شرعاً وہ طاہر ہو کالاقتداء بمفتصد من خروج الدم وکاقتداء امرأۃ بمثلہا وصبی بمثلہ ومعذور بمثلہ وذی عذرین بذی عذر لا عکسہ کذی انفلات ریح بذی سلس لان مع الامام حدثا ونجاسۃ
جیسے درست ہو اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کھلوانے والیکے کہ خون کے نکلنے سے مامون ہوا ہو اور جیسے صحیح ہو اقتدا عورت کا پیچھے اپنی مثل یعنے دوسری عورت کے اور اقتدا لڑکے کا دوسرے
لڑکے کے پیچھے اور اقتدا عذر والیکا اپنی مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والیکا ایک عذر والے کے پیچھے نہین صحیح ہو اسکا عکس یعنے اقتدا کرنا ایک عذر والیکا دو عذر والے کے پیچھے مثلاً اقتدا کرنا

بائی والے کا اس شخص کے پیچھے جسکو سلسل البول ہو درست نہین اسلیے کہ امام یعنی سلس البول والیکے ساتھ دو عذر ہین ایک بیوضو ہونا دوسرے نجاست کا ہونا اور مقتدی مین صرف ایک عذر ہی یعنی بائی سے بیوضو ہونا صاحب نہر الفائق مین کہا کہ اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اُسوقت صحیح ہی جبکہ دونون کا عذر متحد ہو تو اس صورت مین یہ جو شارح نے کہا کہ دو عذر والے کا اقتدا ایک عذر والیکے پیچھے صحیح ہو درست نہین کذا فی الحلبی وما فی المجتبی الاقتداء بالمماثل صحیح الا الثلثۃ الخنثی المشکل والضالۃ والمستحاضۃ ای لاحتمال الحیض فلو انتفی صح اور جو کہ مجتبیٰ مین مذکور ہی کہ اقتدا کرنا پیچھے اپنے مثل کے درست ہی مگر تین شخصون کا اقتدا اپنے مثل کے پیچھے درست نہین اول خنثیٰ مشکل کا اقتدا دوسرے خنثیٰ مشکل کے پیچھے درست نہین اس احتمال سے کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتدا ضالہ عورت کا اپنے مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے یہ دونون ناجائز ہین بسبب احتمال حیض کے یعنی شاید امام کو وہ دن حیض کا ہو پس اگر یہ احتمال دور ہوجاے اسطرح کہ یقین ہو مستحاضہ کا تو اقتدا درست ہوگا ضالہ اور متحیرہ اُس عورت کو کہتے ہین جسکو خون دائم ہوگیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے مین شبہہ رہیگا کہ جس روز وہ امام ہی وہ کہین حیض کا نہو مگر مستحاضہ مین یہ صورت مشکل ہی اسلیے کہ خون استحاضہ پر احتمال حیض نہین ہوسکتا ہان یون ہوسکتا ہی کہ ایک عورت کی عادت چھ روز کے حیض کی تھی پھر مثلاً ایکبار بڑھگئی تو چھ سے دس تک کے دنون مین دونون احتمال ہوسکتے ہین یعنی اگر خون دس تک منقطع ہوگا تو یہ دن حیض کا ہوگا اور اگر دس سے بڑھ جائیگا تو استحاضہ کا ہوگا تو ایسی مستحاضہ کی امامت درست نہوگی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ مین نے مجتبیٰ کی عبارت مین یہ قول پایا کہ اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہی اور ضالہ کا اقتدا ضالہ کے پیچھے جائز نہین اور اس نسخہ مین کسیطرح کا اشکال نہین اور ما فی المجتبی مبتدا ہی اور اُسکی خبر قول شارح ای لاحتمال ہی یعنی مفسر بکذا یعنی مجتبیٰ کے قول کی تفسیر اسطرح ہی کذا فی الشامی ولا حافظ آیۃ من القرآن بغیر حافظ لہا وہو الامی اور نہین درست ہی اقتدا اُس شخص کا جسکو ایک آیت قرآن کی یاد ہو پیچھے اُسکے جسکو ایک آیت بھی یاد نہو اور وہی امی کہلاتا ہی ولا امی باخرس لقدرۃ الامی علی التحریمۃ فصح عکسہ اور نہین جائز ہی اقتدا امی کا پیچھے گونگے کے بسبب قادر ہونے امی کے تحریمہ پر تو صحیح ہوگا اُسکا عکس یعنی اقتدا گونگے کا پیچھے امی کے درست ہی شامی نے کہا کہ اس تعلیل سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہو تو اُسکا اقتدا گونگے کے پیچھے درست ہوگا کیونکہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نہ رہی ولا مستور عورۃ بعار فلو ام العاری عریانا ولابسین فصلوۃ الامام ومماثلہ جائزۃ اتفاقا وکذا ذو جرح بمثلہ یصح اور نہین صحیح ہی اقتدا برہنگی کے چھپے ہوے شخص کا پیچھے ننگے کے تو اگر امام ہوا برہنہ شخص برہنون اور کپڑے پہنے ہوون کا تو امام کی نماز اور اُسکی مثل کی یعنے برہنہ مقتدیون کی جائز ہی بالاتفاق اور اسیطرح درست ہی نماز زخم والے کی ساتھ دوسرے زخمی اور تندرست کے یعنی اگر زخمی امام ہوا ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونون زخمیون کی جائز ہی ہم بالاتفاق کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امی اور قاریون کا تو امام کے نزدیک سب کی نماز فاسد ہوتی ہی تو ایسا نہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کر کے سب کی نماز کو فاسد کہے اور وجہ فرق کی دونون مسئلو نمین بحرالرائق مین یون بیان کی ہی کہ امی کو ممکن تھا کہ اپنی نماز قرات کے ساتھ کر لیتا قاری کو امام کر کے کیونکہ امام کی قرات مقتدی کی قرات ہی حدیث کی رو سے تو جب اُسنے ایسا نکیا تو نماز اُسکی خاسد ہوئی اسلیے سب کی نماز فاسد ہوگی اور ستر عورت اور طہارت کا یہ حال نہین کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کے لیے کافی ہو اسیواسطے کپڑے پہننے والونکی نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز زخمی کے پیچھے نہوگی کذا فی الشامی بتصرف ولا قادر علی رکوع وسجود بعاجز عنہما لبناء القوی علی الضعیف اور نہین درست ہی اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکھنے والیکا پیچھے اُس شخص کے جو رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑھتا ہو بسبب بنا ہونے قوی کے ضعیف پر یعنی قادر رکوع وسجود پر قوی حال ہی اور اشارہ سے پڑھنے والا ضعیف تو قوی کی بنا ضعیف پر نہین ہوسکتی ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر لان اتحاد الصلوتین شرط عندنا اور نہین صحیح ہی اقتدا فرض پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے اور پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والیکے اسلیے کہ دونون نمازون کا ایک ہونا شرط ہی ہمارے نزدیک ہم پیشتر اس باب کے شروع مین گذر چکا کہ اتحاد امام ومقتدی کی نماز سے یہ غرض ہی کہ مقتدی امام کی نماز کی نیت سے نماز مین داخل ہوسکے یعنی اگر یہ نیت کرے کہ مین امام کی نماز پڑھتا ہون تو اس نیت سے شریک ہوسکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہونی چاہیے وصح ان معاذا کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفلا وبقومہ فرضا اور صحیح ہوا ہی کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ فرض پڑھتے تھے

سم یہ جواب ہی امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین مین جو وارد ہی کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشا پڑھتے تھے پھر اپنی قوم مین آکر انکو عشا پڑھایا کرتے تھے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ فرض والیکا اقتدا پیچھے نفل والیکے درست ہی کیونکہ حضرت معاذ فرض اول پڑھ جاتے تھے تو اپنی قوم مین جو نماز پڑھتے تھے وہ نفل ہوتی تھی اور مقتدی اُنکے پیچھے فرض پڑھتے تھے شارح جواب دیتا ہی کہ ثابت ہوا ہی کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور امام ہوکر فرض پڑھتے تھے اسلیے کہ جب معاذ کی قوم نے اُنکی شکایت بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے اُنکو یہ ارشاد فرمایا کہ ای معاذ یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف کرو رواہ احمد اس سے یہ نکلا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھ لین تو امامت قوم کی نہین کر سکتے لیکن اگر آپکے ساتھ نفل پڑھین تو بالاجماع امامت کر سکتے ہین تو معلوم ہوا کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض **ولا ناذر بمتنفل** ولا بمفترض ولا بناذر لان کلا منهما کمفترض فرضا آخر اور نہین درست ہی اقتدا نذر کرنیوالے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اسلیے کہ نذر واجب ہی تو قوی کی بنا ضعیف پر نہین ہوسکتی اور نہ نذر کرنیوالیکی اقتدا فرض پڑھنے والے اور دوسرے نذر کرنیوالے کے پیچھے درست ہی اسلیے کہ ہر ایک ان دونون امام اور مقتدی سے ایسا ہی جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط اقتدا کی ہی ان دونون مسئلون مین نہین پایا جاتا **الا اذا نذر احدهما عین منذور الآخر** للاتحاد اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا دوسرے نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہین مگر اُس صورت مین کہ ایکنے وہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے م صورت شکی یہ ہی کہ زید نے مثلا کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا کہ جو نذر زید نے کی ہی وہی مین کرتا ہون تو جب دونون کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونون نے نماز معین کی نذر کی اسیوجہ سے اتحاد پایا گیا بخلاف اُس صورت کے کہ دونون نے نذر نماز کی جداگانہ کی کہ اُنمین دونون کے ذمے کے واجب علیحدہ ہین اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہین کذا فی الشامی **ولا ناذر بحالف** لان المنذورة اقوی فصح عکسه وبحالف و متنفل اور نہین درست ہی اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا پیچھے قسم کے نماز پڑھنے والیکے اسلیے کہ نذر کی نماز قوی تر ہی قسم کی نماز سے تو صحیح ہی اُسکا عکس وبحالف و متنفل یعنے قسم کی نماز والیکا اقتدا نذر کی نماز والیکے پیچھے درست ہی اور قسم کی نماز والیکے پیچھے اور نفل پڑھنے والیکے پیچھے درست ہی م صورت قسم کی یہ ہی کہ ایک شخص نے مثلا قسم کھائی کہ مین دو رکعت نماز پڑھونگا تو یہ دوگانہ نفل ہوگا اسلیے قسم کی نماز والیکو اختیار رہتا ہی چاہے دوگانہ پڑھ کر قسم سچی کرے خواہ ترک کرے اور کفارہ دے بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہوتی ہی اور نہین جہت نذر والا قسم والیکے پیچھے نہین پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور قسم والے اور نفل والیکے پیچھے اقتدا کر سکتا ہی حلبی نے کہا کہ شارح کا قول وبحالف عطف ہی بناذر محذوف پر جو کہ عکسہ مین سمجھا جاتا ہی کذا فی الشامی **وصلیا رکعتی طواف کناذرین** اور دو شخص پڑھنے والے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کے نماز پڑھنے والون کے ہین یعنے ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز نہین بسبب اختلاف سبب کے یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا غیر ہی اور اگر دوگانہ طواف کو مسنون کہین جیسا بعض فقہا کا قول ہی تو اس قول کے بموجب اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی **ولو اشترکا فی نافلة فافسداها صح الاقتداء** لان افسدا ہا منفردین اور اگر دو شخص شریک ہوے نماز نفل مین پھر دونون نے اُسکو فاسد کر دیا تو اقتدا صحیح ہی مثلا دونون دوگانہ تراویح امام کے پیچھے پڑھتے تھے پھر اُس دوگانہ کو فاسد کر دیا تو اُسے ایک دوسرے سے پیچھے پڑھ سکتے ہین کیونکہ نماز متحد ہی نہ اُس صورت مین جبکہ اُسکو فاسد کیا دونون نے تنہا کہ اس صورت مین اقتدا جائز نہین بسبب اختلاف سبب کے **ولو صلیا الظهر ونوی کل امامة الآخر صحت** لا ان نویا الاقتداء والفرق لایخفی اور اگر دو شخصون نے نماز ظہر پڑھی اور ہر ایک نے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونون نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہین م فرق یہ ہی کہ امام اپنے حق مین منفرد ہوتا ہی اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہین ہوتا تو جب دونون نے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہوا تو دونون منفرد رہگئے اور نماز درست ہوئی اور اقتدا کی نیت مین عدم جواز کی وجہ یہ ہی کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہین ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہین جسنے اپنی نماز غیر کی نماز پر مبنی کی ہو اور یہان دونون نے اپنی نماز کو دوسرے کی نماز پر مبنی کیا ہی اسلیے اقتدا ایک دوسرے کے پیچھے صحیح نہوا تو نماز بھی درست نہوئی کذا فی الحلبی **ولا لاحق ولا مسبوق بمثلهما** لما تقرر ان الاقتداء فی موضع الانفراد مفسد کعکسه اور نہین درست ہی اقتدا لاحق اور مسبوق کا پیچھے مثل ان دونون کے اس وجہ سے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہ مین مفسد ہی جیسے کہ اُسکا عکس مفسد ہی یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہ مین م لاحق وہ ہی جسکو امام کے ساتھ شریک ہونے کے بعد کسی عذر سے درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہوگئی ہو تو یہ شخص امام کے فارغ

ہونے کے بعد اس فوت شدہ نماز کے پڑھنے مین حکم مقتدی کا رکھتا ہی یعنی اُسیطرح نماز پڑھے جیسے امام کے پیچھے پڑھتا ہوا ور مسبوق وہ ہی جو بعد کسیقدر نماز ہوجانیکے شریک ہو شروع سے شریک نہو وہ اپنی باقی نماز پڑھنے مین حکم منفرد کا رکھتا ہی تو اب اگر لاحق پیچھے لاحق کے اقتدا کرے تو درست نہوگا اسلیے کہ دونون مقتدی ہین اگر ایک امام ہوگا تو وہ منفرد ہوجائیگا کیونکہ امام کا حال منفرد کا سا ہی اسیطرح مسبوق پیچھے مسبوق کے اقتدا نہین کرسکتا کیونکہ دونون منفرد ہین تو اقتدا حالت انفراد مین کیسے کرسکتے ہین اور یہی حال ہی اگر لاحق مسبوق کے پیچھے اقتدا کرے اور مسبوق لاحق کے پیچھے کذا فی الحلبی

ولا مسافر بمقیم بعد الوقت فیما یتغیر بالسفر کالظہر سواء احرم المقیم بعد الوقت او فیہ فخرج فاقتدی المسافر اور نہین صحیح ہی اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اُن نمازون مین جو سفر کے باعث سے بدلتی ہین جیسے ظہر اور عصر اور عشا برابر ہی کہ مقیم نے تحریمہ وقت کے بعد کی ہو یا وقت کے اندر تحریمہ کی پھر وقت نکلگیا تو اُس مسافر نے اقتدا کیا مسافر کی نماز وقت کے اندر تمام ہوسکتی ہی خواہ نیت اقامت کرنے سے خواہ مقیم کے پیچھے پڑھنے سے اُسکی متابعت کی جہت سے مگر جب وقت نکلگیا تو اُسکے ذمے دو رکعتین ثابت ہوگئین اب اُنہین قابلیت تمام ہونے کی کسیطرح نہ رہی اسیلیے بعد وقت کے اقتدا صحیح نہین ٹھہرا اور متغیر نمازون کی قید اسلیے لگائی کہ جنمین تغیر نہین مثلاً فجر اور مغرب تو نہین اقتدا درست ہی کذا فی المنح

بل ان احرم فی الوقت فخرج صح **واتم** تبعا للامامۃ اما بعد الوقت فلا یتغیر فرضہ فیکون اقتدائہ بمتنفل فی حق قعدۃ او قرأۃ باقتدائہ فی شفع اول او ثان بلکہ اگر مسافر اقتدا کی تحریمہ وقت کے اندر کرے پھر وقت نکلجاے تو اقتدا صحیح ہوگا اور مسافر چار رکعتین پڑھے اپنے امام کی تبعیت سے لیکن وقت کے بعد اُسکا فرض نہین بدلیگا دو ہی رکعتین اُسکے ذمے ہونگی تو اگر وہ مقیم کا اقتدا پہلے دوگانہ مین کریگا تو قعدہ کے حق مین اور دوسرے دوگانہ مین کریگا تو قرارت کے حق مین اقتدا نفل پڑھنے والیکے پیچھے ہوجائیگا حالانکہ فرض والیکا اقتدا نفل والیکے پیچھے جائز نہین م نفل سے مراد غیر فرض ہی خواہ سنت ہو یا واجب تو قعدہ اولی امام کے ذمے واجب ہی اور مقتدی مسافر پر اخیرہ ہونے کی جہت سے فرض ہی تو اقتدا فرض والیکا واجب والیکے پیچھے ہوگا اور پچھلے دوگانہ مین قرارت امام مقیم کے حق مین مسنون ہی اُنمین اگر مسافر اقتدا کریگا تب بھی صحیح نہوگا کیونکہ قرارت اُسکے حق مین فرض ہی تو اقتدا فرض والیکا سنت والیکے پیچھے لازم آویگا کذا فی الشامی

ولا نازل براکب ولا راکب براکب دابۃ اخری فلو معہ صح اور صحیح نہین اقتدا سواری سے اُترنے والیکا پیچھے سوار کے اور نہ اقتدا سوار کا پیچھے دوسرے سوار کے جو دوسرے جانور پر سوار ہو تو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدا درست ہوگا م وجہ عدم جواز اقتدا کی اِن صورتون مین اختلاف مکان ہی اور شرائط اقتدا سے مکان کا متحد ہونا اوپر مذکور ہوچکا اس سے معلوم ہوا کہ اگر سوار اُترے ہوے شخص کا اقتدا کریگا تب بھی جائز نہوگا کذا فی الشامی

ولا غیر الالثغ بہ ای بالالثغ **علی الاصح** کما فی البحر عن المجتبی اور نہین درست ہی اقتدا غیر توتلے کا توتلے کے پیچھے اصح قول کے بموجب جیسا کہ بحر الرائق مین مجتبی سے منقول ہی م الثغ بروزن افضل اُس شخص کو کہتے ہین جسکی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے مثلاً ر کی جگہ غین یا لام بولے ہندی مین اُسکو توتلا کہتے ہین اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ خلاصہ اور تاتارخانیہ اور ظہیریہ مین توتلے کی امامت کو صحیح لکھا ہی کذا فی الشامی

وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جہدہ دائما حتما کالامی فلا یوم الا مثلہ ولا تصح صلوتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض مما لا لثغ فیہ ہذا ہو الصحیح المختار فی حکم الالثغ اور حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہی کہ توتلا ہمیشہ کی وجوباً کوشش کرنیکے بعد امی کے مانند ہی یعنے اپنے جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی امامت نکرے اور نہ صحیح ہوگی اُسکی نماز جبکہ اُسکو اقتدا ایسے شخص کا جو قرآن اچھا پڑھے ممکن ہو یا وہ کوشش کرنا چھوڑ دے یا بقدر فرض قرارت وہ آیتین حاصل کرے جنمین تتلانا نہو یہی تنقیح صحیح اور مختار ہی توتلے کے حکم مین م حاصل تنقیح یہ ہی کہ توتلے کو ہمیشہ واجب ہی کہ تصحیح الفاظ مین کوشش کرے اگر بعد کوشش کے صحیح الفاظ نہ نکال سکے گا تو نماز اُسکی جائز ہوگی اور اگر کوشش کے بدون پڑھیگا تو نماز فاسد ہوگی چنانچہ محیط وغیرہ مین ہی مگر یہ اُس صورت مین ہی کہ بقدر فرض ایسی آیتین نہ پڑھ سکے جنمین نہ تتلاوے اور اگر پڑھ سکتا ہی تو اُسپر کوشش کرنا ضرور نہین نہ دوسرے صحیح پڑھنے والیکا اقتدا لازم ہی کذا فی الشامی

وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف او لا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار اور اسیطرح حکم ہی اُس شخص کا جو کوئی حرف حروف تہجی سے نہ بول سکے یا ف کو بدون مکرر کرنے کے نہ نکال سکے م یعنے ایسے شخص کو بھی ہمیشہ کوشش کرنا چاہیے ورنہ اُسکی نماز صحیح نہوگی مثلاً بعض لوگون سے ح اور ع اور ض اور ط نہین ادا ہوتے تو اُنکو کوشش کرنا اُنکی تصحیح مین واجب ہی اور چونکہ الثغ کو مغرب وغیرہ مین خاص کیا ہی اُس شخص کے لیے جو سین اور ر نہ بول سکے اسلیے شارح نے ہر حرف کے نہ بول سکنے کو اس قول مین عام کردیا اور ف کی تکرار سے بتایا کہ ہکلانا بھی تتلانے مین داخل ہی کذا فی الشامی بتصرف

واعلم انہ اذا فسد الاقتداء بای وجہ کان لایصح شروعہ فی صلوۃ نفسہ لانہ قصد المشارکۃ وہی غیر صلوۃ الانفراد علی الاصح محیط وادعی فی البحر انہ المذہب اور جان لے
کہ جب اقتدا فاسد ہو کسی طرح پر فاسد ہو یعنی خواہ عورت اور لڑکے کی امامت سے ہو یا دوسری باتون سے جو اوپر مذکور ہوئین تو نہین صحیح ہے شروع کرنا مقتدی کا خود اپنی
نماز مین اگرچہ نفل ہی ہو اسلیئے کہ مقتدی نے دوسرے کی شرکت کا قصد کیا تھا اور شرکت مین پڑھنا غیر ہے تنہائی کی نماز کا نہین صحیح ہے شروع قول صحیح پر کذا فی المحیط اور
بحر الرائق مین دعوی کیا کہ عدم صحت شروع مذہب ہے م وجہ عدم صحت شروع یہ ہے کہ جب اُس نماز مین جسکا مقتدی نے ارادہ کیا اُسکا شروع صحیح نہوا تو غیر مین کیسے
صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام الخلاصۃ یفید ان ہذا قول محمد خاصۃ مصنف نے کہا لیکن خلاصہ کا کلام اس بات کا مفید ہے کہ عدم صحت شروع قول
ہے خاص امام محمد کا م خلاصہ مین یہ مضمون ہے کہ جس جگہ مین اقتدا صحیح نہین تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنیوالا ہو جاتا ہے یا نہین امام محمد کے نزدیک نہین ہوتا
اور شیخین کے نزدیک ہو جاتا ہے کذا فی الشامی قلت وقد ادعی فیما مر بعد تصحیح السراج خلافہ ان المذہب انقلابہا نفلا فتامل مین کہتا ہون کہ صاحب بحر نے بیان گذشتہ مین
یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ مین دعوی کیا ہے کہ مذہب بدل جاتا ہے نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کرلے اس تناقض کو م صاحب بحر
نے محاذات مین سراج سے نقل کیا تھا کہ اگر مرد عصر پڑھتا ہو اور عورت نے ظہر کی نیت سے اُسکا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا ہرچند
فرض مین صحیح نہوا اگر نفل مین بموجب مذہب کے درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض مین فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہوا بلکہ نفل مین اقتدا باقی رہا
اور صحت شروع مذہب ٹھہرا ورنہ نماز مرد کی کیون فاسد ہوتی اور یہان دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہے تو دونون کلامون مین صریح تناقض ہوا کذا فی الشامی وحینئذ
فالاشبہ ما فی الزیلعی انہ متی فسد لفقد شرط کطاہر بمعذور لم ینعقد اصلا وان لاختلاف الصلوتین ینعقد نفلا غیر مضمون وثمرتہ الانتقاض بالقہقہۃ اسوقت مین یعنی جب
کلام صاحب بحر کا نقل مذہب مین مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقہیہ سے وہ قول ہے جو زیلعی مین ہے کہ جس صورت مین اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائے جانے کسی شرط
کے چنانچہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت مین نماز اصل سے منعقد نہوگی اور اگر دو نمازون کے مختلف ہونیکی جہت سے اقتدا فاسد ہو تو نماز مقتدی کی
نفل غیر مضمون منعقد ہوگی یعنے اُسکو فاسد کرنے سے قضا اُسکے ذمہ لازم نہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہے قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو ٹوٹ جائیگا
کیونکہ قہقہہ اثنائے نماز مین پایا جائیگا اور عدم صحت کے قول پر وضو نجائیگا م زیلعی کی تفصیل سے دونون قولون مین توفیق ہوگئی یعنی عدم صحت کی تصحیح اُس صورت پر
محمول ہے کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونے سے ہو اور صحت کی تصحیح اُسپر محمول ہے کہ اقتدا فرضیت مین نہ رہی نفل مین باقی رہی ویمنع من الاقتداء صف من النساء
بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعہن قدر قامۃ الرجل مفتاح السعادۃ اور منع کرتی ہے اقتداء عورتون کی صف بدون ایسے حائل کے جو مقدار ایک ہاتھ کے ہو یا بدون
اُنکے مرتفع ہونے کے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادۃ م عورتون کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفین مردون کی اُنکے پیچھے ہونگی سب کی نماز فاسد ہوگی اور
اگر تین عورتین ہونگی تو مردون کی پچھلی صفون مین سے تین تین محاذیون کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتین ہونگی تو صرف اول صف کے دو مردون کی
نماز جائیگی جو اُنکے پیچھے سیدھ مین ہونگے اسیطرح ایک عورت سے بھی پیچھے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے نہ آخر صفوف تک اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ اگر عورتین تین
یا پوری صف ہون تب بھی انکے محاذی مردون کی ایک ہی صف مین نماز فاسد ہو پچھلی صفون مین فساد نہ پھیلے اسلیئے کہ اُس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردون کیلیئے
حائل ہو جاتے ہین جیسے ایک یا دو عورتون مین ہوتے ہین مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمرؓ سے موقوفا اور مرفوعا ثابت ہے کہ جس شخص کے درمیان
اور اُسکے امام کے بیچ مین نہر یا رستہ یا عورتون کی صف ہو تو اُسکی نماز نہین تو معلوم ہوا کہ شارح نے جو حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہے یہ ایک یا دو عورتون کے لیے ہے
صف مین بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار نہین کذا فی الشامی او طریق تمر فیہ العجلۃ ای یحرہا الثور یا رستہ عام نافذ جسمین گاڑی گذر سکے مانع اقتدا ہے شارح نے کہا کہ
عجلۃ بفتحتین بعد آلہ ہے جسکو بیل کھینچتے ہین او نہر تجری فیہ السفن ولو زورقا ولو فی المسجد یا مانع اقتدا ہے نہر جسمین کشتیان چل سکین اگرچہ چھوٹی کشتی یعنے ڈونگی ہو اور اگرچہ
نہر مسجد مین ہو او خلاء ای فضاء فی الصحراء او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس یسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا کان قام فی الطریق ثلثۃ

وکذا اثنان عند الثانی لا واحد اتفاقا لانہ لکراہۃ صلوٰتہ صار وجودہ کعدمہ فی حق من خلفہ یا مانع اقتدا ہو خلا یعنی اثنار میدان جنگل مین یا بہت بڑی مسجد مین مثل
مسجد قدس کے کہ اسمین گنجایش دو صفون یا زیادہ کی ہو مگر اس صورت مین مانع نہین جبکہ صفین ملی ہوئی ہون تو صحیح ہو اقتدا مطلقا یعنی اگرچہ بیچ مین نہر یا راہ
نافذ ہو مثلاً راہ مین تین شخص کھڑے ہوجائین تو صفین متصل ہوجائینگی اور اسیطرح اگر دو کھڑے ہون امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہ ایک شخص بالاتفاق اسلیے کہ
بسبب مکروہ ہونے نماز اسکیلیے شخص کے اسکا وجود مثل عدم کے ہوگیا اُن لوگون کے حق مین جو اُسکے پیچھے ہین یعنی ایک شخص کے رستہ مین کھڑے ہونے سے صفون کا
اتصال ثابت نہوگا جیسا دو کا کھڑا ہونا طرفین کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہو ہم اور نہر مین صورت اتصال یہ ہو کہ پل پر صفین ہون یا کشتیان باندھکر اُنپر لوگ کھڑے
ہوجائین اور صحرا کی قید اسلیے لگائی کہ گھر اور مسجد مین جگہ کا چھوٹنا مانع اقتدا نہین اور گھر صحیح تر قول مین مثل مسجد کے ہو یعنی اسمین بھی بدون اتصال صفون کے
اقتدا صحیح ہو اور بڑا مکان مثل جنگل کے ہو اور حد بڑے کی یہ ہو کہ جسکا صحن چالیس ہاتھ یا زیادہ کا ہو اور بعضون نے ساٹھ ہاتھ کہا ہو مگر قول اول مختار ہو کذا فی الشامی
والحائل لا یمنع الاقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ بسماع او رؤیۃ ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح اور حائل یعنی آڑ کا ہونا درمیان امام اور مقتدی کے مانع اقتدا
نہین بشرطیکہ مقتدی پر حال اُسکے امام کا اُسکی آواز سننے یا اُسکو دیکھنے کے سبب سے مشتبہ نہو اگرچہ دیکھنا جھنجری دار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہونچنے کا ہو
صحیح تر قول مین م طحطاوی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ سننا امام کی آواز کا یا مکبر کی آواز کا یکسان ہو اور دیکھنا عام ہو اس سے کہ امام کو دیکھے یا دوسرے مقتدی کو
دیکھے و لم یختلف المکان حقیقۃ کمسجد و بیت فی الاصح قنیہ ولا حکما عند اتصال الصفوف اور حائل مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مکان مختلف نہو حقیقت مین جیسے مسجد اور
گھر ہو صحیح تر قول مین کذا فی القنیہ اور نہ حکما مکان جدا ہو صفون کے ملنے کے وقت یعنی اگر درمیان مین رستہ یا نہر ہو تو ہر چند دونون کنارے رستہ یا نہر کے مکان مختلف
ہین مگر صفون کے اتصال کی صورت مین حکماً ایک ہی مکان ہین اسلیے مانع اقتدا نہین ولو اقتدی من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان درر و بحر واقرہ
المصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیہ ونقل عن البرہان وغیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت وفی الاشباہ وزواہر الجواہر ومفتاح السعادۃ ومجمع الفتاوے
فالنصاب والخانیۃ انہ الاصح وفی النہر عن الزاد انہ اختیار جماعۃ من المتاخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اُس مکان کی چھت سے جو مسجد کے ساتھ ملا ہوا ہو تو جائز نہوگا بسبب
اختلاف مکان کے کذا فی الدرر و البحر وغیرہما اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہو اس قول پر شرنبلالیہ مین اور برہان وغیرہ سے نقل کیا کہ
صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہو نہ اختلاف مکان کا مین کہتا ہون اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادۃ اور مجمع الفتاوی اور
نصاب اور فتاوی قاضیخان مین ہو کہ یہی قول صحیح تر ہو اور نہر الفائق مین زاد سے منقول ہو کہ یہی قول اختیار ہو ایک جماعت متاخرین کا م فتاوی عالمگیری مین ہی
کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گھر مین اقتدا کرے تو درست ہو بشرطیکہ اُسکے اور مسجد کے درمیان شارع عام نہو یا ہو مگر صفون سے بھر گیا ہو وصح اقتداء
متوضی لا ماء معہ بمتیمم ولو مع متوضی بسور حمار مجتبٰی وبحر اور صحیح ہو اقتدا کرنا وضو والیکا جسکے ساتھ پانی نہین پیچھے تیمم والیکے اگرچہ ساتھ وضو کرنے کے گدھے کے جھوٹے
پانی سے ہو کذا فی المجتبی والبحر م مقتدی کے ساتھ پانی نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر پانی اُسکے ساتھ ہوگا تو امام کو پانی بتلا سکیگا اس صورت مین اقتدا صحیح نہوگا کیونکہ
تیمم امام کا اسکے عندیہ مین باطل ہو اور یہ اُسوقت ہو کہ امام نے تیمم پانی کے نہ ہونیکی جہت سے کیا ہو اور اگر اور عذر سے کیا ہوگا تو اقتدا درست ہوگا گدھے کے جھوٹے
پانی سے وضو کرنے کے ساتھ تیمم کرنے کے یہ معنی کہ اول وضو کیا پھر تیمم کیا اور اگر وضو کرکے فرض بھی ادا کر لیا پھر تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑھی تو اقتدا درست نہوگا اسلیے
کہ ادائے فرض مین شک ہوگیا کذا فی الطحطاوی وغاسل بماسح ولو علی جبیرۃ اور درست ہو اقتدا دھونے والیکا پیچھے مسح کرنے والیکے اگرچہ مسح شکستہ عضو کی
بندش پر ہو یعنی جو شخص پانون کو دھوتا ہو وہ موزہ پر مسح کرنیوالیکا اقتدا کر سکتا ہو اور جو شخص غسل یا وضو مین تمام اعضا کو دھوتا ہو وہ ایسے شخص کا اقتدا
کر سکتا ہو جسکے ایک عضو پر کھپاچین بندھی ہین وقائم بقاعد یرکع ویسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی آخر صلوتہ قاعدا وہم قیام وابو بکر یبلغہم تکبیرہ وبہ علم جواز
رفع المؤذنین اصواتہم فی جمعۃ وغیرہا یعنی اصل الرفع اما ما تعارفوہ فی زماننا فلا یبعد انہ مفسد اذ الصیاح ملحق بالکلام الفتح اور درست ہو اقتدا کھڑے شخص کا

پیچھے بیٹھنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنے اشارہ سے نہ پڑھتا ہو اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر نماز بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدی کھڑے تھے
اور حضرت ابو بکر صدیق لوگون کو آواز آپ کے اللہ اکبر کی پہونچاتے تھے اور اس تکبیر کے پہونچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا موذنون کی آوازون کے بلند کرنیکا
جمعہ وغیرہ مین یعنی اصل بلند کرنا جائز ہی اور یہ جو ہمارے زمانہ مین موذنون نے رائج کر لیا ہی سو بعید نہین کہ مفسد انکی نماز کا ہو کیونکہ کھینچنا کلام کے ساتھ ملحق ہی
کذا فی فتح القدیر ثم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز اسطرح پڑھائی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگون کو نماز پڑھاوین جب
حضرت صدیق نے تحریمہ کر لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ مرض سے پایا تو آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے اٹھکر جماعت مین
تشریف لائے اور حضرت صدیق کے بائین طرف بیٹھے حضرت صدیق قرارت سے رک گئے اور پیچھے کو ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگون کو بیٹھے ہوے
نماز پڑھائی اور صدیق اکبر آپ کے اللہ اکبر کی آواز لوگون کو سناتے رہے اور یہ نماز ظہر کی تھی اور مکبر کا آواز بلند کرنا باتفاق درست ہی جبکہ جماعت مین امام کی آواز نہ پہونچے
اور اگر حاجت مکبر کی نہو تو مکبر کا بولنا چارون مذہب مین مکروہ ہی کذا فی الدرر والحلیۃ و قائم باحدب وان بلغ حدبہ الرکوع علے المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولی اور درست ہی
اقتدا کھڑے ہونے والیکا پیچھے کوبڑ نکلے ہوئے کے اگرچہ اسکا کوبڑ رکوع کو پہونچ گیا ہو قول معتمد پر یعنی شیخین کے قول پر بخلاف محمد کے اور اسیطرح قائم کا اقتدا پیچھے لنگڑے
کے درست ہی کیونکہ لنگڑا اور کبڑا بیٹھے ہوئے شخص سے کم نہین اور غیر لنگڑے کا بہتر ہی یعنے لنگڑے کے سوا دوسرے کا امام ہونا بہتر ہی شامی نے کہا کہ اسمین خصوصیت لنگڑے کی نہین بلکہ قیم اور
قاعد اور کبڑے کا غیر انکی نسبت کراہت مین اولی ہین و موم بایماء الا ان یومی الامام مضطجعا والموتم قاعدا او قائما ہو المختار اور صحیح ہی اقتدا اشارہ سے پڑھنے والیکا پیچھے اپنے مثل کے
مگر یہ کہ امام لیٹ کر اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو کہ اس صورت مین اقتدا صحیح نہین اسوجہ سے کہ مقتدی امام کی نسبت کر قوی الحال ہی کذا فی البحر یہی قول مختار
ہی و متنفل بمفترض فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سنۃ مخصوصۃ بغیرامعی وصفہا الخاص للخروج عن العہدۃ اور درست ہی اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے فرض پڑھنے والیکے
سوائے تراویح کے صحیح قول مین کذا فی الخانیۃ یعنے تراویح مین اقتدا فرض پڑھنے والیکے پیچھے صحیح نہین اور غالبا عدم صحت کی وجہ یہ ہی کہ تراویح سنت مخصوص ہی تو اسکے عہدہ سے
باہر ہونے کے لیئے اسکی وضع خاص کا لحاظ کیا جائیگا ہمین یہ اعتراض ہی کہ نفل کی ہر رکعت مین قرارت فرض ہی اور فرض کے دوگانہ اخیر مین سنت تو اخیر دوگانہ مین اقتدا فرض والیکا
پیچھے سنت والیکے لازم آویگا حالانکہ یہ درست نہین اسکا یہ جواب ہی کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہی قرارت کے باب مین اسی جہت سے قرارت اسکے حق مین اُن دونون
رکعتو مین سنت ہوگئی کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقہ شارح کے صحیح اقتدا متنفل بمتنفل صحیح ہی اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے ومن یری الوتر واجبا بمن یراہ
سنۃ اور صحیح ہی اقتدا اُس شخص کا جو وتر کو واجب سمجھتا ہی پیچھے اُس شخص کے جو وتر کو سنت سمجھتا ہی یعنے اس شرط سے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ومن
اقتدی فی العصر وہو مقیم بعد الغروب بمن احرم قبلہ للاتحاد اور درست ہی اقتدا اُس شخص کا کہ وہ مقیم ہی اور عصر کی نماز مین غروب کے بعد ایسے شخص کا اقتدا کرے جسنے نیت عصر کی غروب
سے پیشتر کی ہو بسبب متحد ہونے دونون کی نماز کے ثم مقیم کی قید اسلیئے لگائی کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا کریگا تو جائز نہو گا چنانچہ پیشتر گذر الطحطاوی نے کہا کہ للاتحاد تینون
مسئلون کی علت ہی نفل مین تو اتحاد ظاہر ہی اور وتر مین اسلیئے کہ اعتقاد اختلاف مین ہی نہ اصل وتر ہونے مین اور تیسرے مسئلہ مین دونون کی نماز عصر ہی اسدن کی واذا ظہر
حدث امامہ وکذا کل مفسد فی رای مقتد بطلت فیلزم اعادتہا لتضمنہا صلوۃ الموتم صحۃ وفسادا اور جبکہ ظاہر ہو جاے مقتدی کو بیوضو ہونا اسکے امام کا تو اسکی نماز باطل ہوگی
یعنی سرے سے منعقد نہو گی تو لازم ہوگا اسکا اعادہ کیونکہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو متضمن ہی صحت اور فساد مین شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم ہی ظاہر ہونے ہر مفسد کا مقتدی کے
اعتقاد مین ثم یعنی اگر گواہون سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بیوضو نماز پڑھی یا کوئی اور مفسد نماز اُس سے سرزد ہوا تو مقتدی کو فرض پھر پڑھنی چاہئین اسلیئے کہ امام
کی نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور لفظ باطل اور اعادہ کا متن کے کلام مین مجمل ہی اسلیئے کہ باطل اصطلاح مین اُسکو کہتے ہین جو منعقد ہو کر فاسد ہو
اور اعادہ اُس مقام پر بولتے ہین کہ جبر نقصان کے لیئے دوبارہ پڑھے اور یہان یہ صورت متحقق نہین ہان اگر یہ کہا جاے کہ مجازا ایسا کہدیا ہی تو ہو سکتا ہی کذا فی الطحطاوی
کما یلزم الامام اخبار القوم اذا امہم وہو محدث او جنب او فاقد شرط او رکن ہل علیہم اعادتہا ان عدلا نعم والا ندبت وقیل لا لفسقہ باعترافہ ولو زعم انہ کافر لم یقبل منہ لان الصلوۃ

دلیل الاسلام واجبر علیہ جیسے لازم ہی امام کو خبر دینا قوم کو جبکہ وہ امام ہوا ہو اُنکا حالانکہ وہ بیوضو تھا یا ناپاک یا نہ پایا جانیوالا کسی شرط کا یا رکن کا اور کیا واجب ہی مقتدیوں پر دوبارہ پڑھنا نماز کا امام کے خبر دینے سے جواب یہ ہی کہ اگر امام سچا ہی تو ہان واجب ہی اور اگر عادل نہین تو اعادہ مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ اعادہ نہین ہی بسبب فاسق ہونے امام کے اپنے اقرار سے یعنی اگر دانستہ امام نے حالت بیوضو یا ناپاکی وغیرہ مین امامت کی اور پھر لوگونکو آگاہ کر دیا تو خود اپنی زبان سے فاسق ہوگیا اور دین کے باب مین فاسق کا قول معتبر نہین اسلیے اُسکے خبر دینے سے اعادہ نماز کا نہین اور اگر یہ احتمال ہو کہ امام نے براہ ورع اسکا اقرار کیا تو اعادہ کرین کذا فی الشامی اور اگر امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا کہ وہ شخص کافر ہی تو یہ قول اُسکا نہ مانا جائیگا کیونکہ نماز پڑھنا مسلمان ہونیکی دلیل ہی اور امام پر جبر کیا جائیگا مسلمان ہونے کے لیے کیونکہ اس کلام سے وہ مرتد ہوگیا بالقدر الممکن لسان

او بکتاب او رسول علی الاصح لو تعیینین والا لایلزمہ بحر عن المعراج وصحح فی مجمع الفتاوی عدمہ مطلقا لکونہ عن خطاء معفو عنہ لکن الشروح مرجحۃ علی الفتاوی امام کے ذمہ خبر دینا جسطرح کہ ہو سکے یعنی زبان سے کہکر یا خط لکھکر یا قاصد بھیجکر لازم ہی صحیح تر قول کے بموجب اگر مقتدی معین یعنی معلوم ہون اور اگر معلوم نہون تو خبر دینا اُسپر لازم نہین کذا فی البحر عن المعراج حلبی نے کہا کہ اگر تھوڑے معلوم ہون اور تھوڑے نامعلوم تو معلوم کو خبر دینا لازم ہی اور تصحیح کی ہی مجمع الفتاوی مین نہ خبر دینے کی مطلقاً یعنی خواہ نماز کا فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا مختلف فیہ بسبب ہونے اس فعل امام کے خطا کے طور پر جس سے درگذر کی گئی ہی لیکن شرحین ترجیح دیگئی ہین فتاوون پر یعنے خبر دینا معراج الدرایہ شرح ہدایہ اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین مذکور ہی تو مجمع الفتاوی کا قول اُنکے سامنے قابل التفات نہین شامی نے کہا کہ بالقدر متعلق اخبار سے ہی اور علی الاصح متعلق ہی یلزم سے

واذا اقتدی امی وقاری بامی تفسد صلوۃ الکل للقدرۃ علی القراءۃ بالاقتداء بالقاری سواء علم بہ اولا نواہ اولا علی المذہب او استخلف الامام امیا فی الاخریین ولو فی التشہد اما بعدہ فتصح بخروجہ بصنعہ تفسد صلوتہم لان کل رکعۃ صلوۃ فلا تخلو عن القراءۃ ولو تقدیرا اور جبکہ اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو نماز سب کی فاسد ہوگی بسبب قادر ہونے امیون کے قرارت پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہی کہ امام کو علم قاری کا ہو یا نہو اور نیت قاری کی کی ہو یا نہ کی ہو بنا بر مذہب قوی کے شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اسکی یہ ہی کہ فرائض کا حال علم اور جہالت سے بدلتا نہین تو جب علم شرط نہوا تو نیت بھی بطریق اولی شرط نہوگی انتہی یا خلیفہ کردے امام کسی امی کو پچھلی دو رکعتون مین اگرچہ تشہد مین خلیفہ کرے فاسد ہوگی نماز سب کی اسلیے کہ ہر رکعت نماز علحدہ ہی تو خالی نہوگی کوئی رکعت قرارت سے اگرچہ قرارت تقدیری ہو اور امی مین قرارت تقدیری بھی نہین کیونکہ وہ اہل ہی نہین تو امام نے ایسے کو خلیفہ کیا جسمین صلاحیت امامت کی نہین اسلیے نماز مقتدیون کی فاسد ہوئی اور امام کی نماز عمل کثیر کی جہت سے فاسد ہوئی اور مقتدیونکی نماز امام کی نماز پر مبنی تھی کذا فی البحر شارح نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل یعنے استخلاف سے وصحت لو صلی کل من الامی والقاری وحدہ فی الصحیح اور صحیح ہی نماز اگر پڑھی ہر ایک امی اور قاری نے تنہا قول صحیح مین ہم قول صحیح کا مقابل قول ابو حازم کا ہی کہ نماز امی کی اس صورت مین بھی جائز نہین بقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ مین قول اول کو صحیح کہا ہی کذا فی الشامی بخلاف حضور الامی بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد بہ وصلی منفردا فانہا تفسد فی الاصح لما مر بخلاف آنے امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جبکہ قاری کا اقتدا نہ کرے اور تنہا نماز پڑھے کہ نماز امی کی فاسد ہوگی صحیح تر قول مین اُس وجہ کے سبب سے کہ گذر گئی یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءۃ کے قرارت کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑھتا تو اسکی قرارت اُسکی بھی قرارت ہو جاتی واعلم ان المدرک من صلاہا کاملۃ مع الامام واللاحق من فاتتہ الرکعات کلہا او بعضہا لکن بعد اقتدائہ اور جان کہ مدرک وہ مقتدی ہی جسنے نماز کی پوری رکعتین امام کے ساتھ پڑھی ہون اور لاحق وہ مقتدی ہی جسنے کل رکعات یا تھوڑی سی رکعتین امام کے ساتھ نہ پڑھی ہون مگر اقتدا کر چکنے کے بعد یہ رکعتین فوت ہوئی ہون بعذر کغفلۃ وزحمۃ وسبق حدث وصلوۃ خوف ومقیم ائتم بمسافر فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلاً غفلت سے یا بھیڑ سے یا وضو جاتے رہنے سے یا خوف کی نماز سے یا مقیم کہ اقتدا کرے مسافر کے پیچھے م غفلت کی صورت یہ ہی کہ مقتدی اقتدا کے بعد غافل ہوگیا یہانتک کہ امام نے سب نماز یا بعض پڑھ لی اور انبوہ کی صورت یہ ہی کہ مثلاً جمعہ مین اقتدا کیا اور لوگون کی کثرت کے باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور بیوضو ہو جانے سے مقتدی اور امام دونون لاحق ہو سکتے ہین امام کے لاحق ہونیکی یہ صورت ہی کہ جب امام وضو کو گیا تو جسکو خلیفہ کر گیا تھا اُسنے اس اثنا مین کل یا بعض رکعات پڑھ لین اور خوف کی نماز اسطرح ہوتی ہی کہ امام فوج کے دو حصہ

کر کے ایک کو نماز پڑھاوے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے جب پہلا حصہ نصف نماز امام کے ساتھ پڑھے تو وہ دشمن کے سامنے جاوے اور دوسرا امام کے
پیچھے اقتدا کرے چنانچہ صلوٰۃ خوف مین بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا جو شارح نے مراد لیا ہی اور دوسرا حصہ مسبوق ہی وہ مراد نہین اور مقیم جو مسافر کے پیچھے پڑھے یعنی چار رکعتون
والی نماز مین مقیم کو امام کے فارغ ہونیکے بعد دو رکعتین اور پڑھنی پڑینگی اُن دونوین مقیم کا حکم لاحق کا ہی وکذا بلا عذر بان سبق امامہ فی رکوع وسجود فانہ یقضی رکعۃ اور اسیطرح ہی
فوت ہونا رکعات کا بلا عذر اسطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر ایک رکوع اور سجدہ کرے تو وہ ایک رکعت قضا کریگا اور اس رکعت کے پڑھنے مین لاحق ہوگا وحکمہ کموتم فلا یاتی
بقراءۃ ولا سہو ولا یتغیر فرضہ بنیۃ اقامتہ ویبدا بقضاء مافاتہ اور حکم لاحق کا مقتدی کیطرح ہی یعنی فوت شدہ رکعت مین قرات نہ پڑھے اور اگر اسکے پڑھنے مین کچھ سہو ہوجاوے
تو سجدۂ سہو نکرے اور اُسکا فرض نہ بدلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہوگیا اور فوت شدہ نماز کو پڑھنے مین نیت اقامت کی کرے تو دوہی رکعتین اسکے ذمہ رہینگی چار
نہو جائینگی اور شروع کرے ادا کرنا فوت شدہ کا یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہوگئی پھر امام کی متابعت کرے عکس المسبوق مسبوق کے برعکس یعنے چارون باتون مذکورہ
بالا مین لاحق مسبوق کے برعکس ہی تو مسبوق اپنی باقی نماز مین قرات پڑھیگا اور اگر اُسمین سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور نیت اقامت سے اُسکا فرض بدل جائیگا دو کی جگہ چار
رکعتین پڑھنی ہونگی اور اول امام کی متابعت کریگا بعد اُسکے فارغ ہونیکے باقی نماز پڑھیگا ثم یتابع امامہ ان امکنہ ادراکہ والا تابعہ ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا
ایضا پھر لاحق بعد ادا کرنے فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت کرے اگر امام کا پالینا اسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نکرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہو تو اول وہ نماز بے قرات پڑھے
جسمین مثلاً سو گیا ہو اُسکے بعد وہ پڑھے قرات کے ساتھ جسمین مسبوق ہو امام صورت لاحق اور مسبوق ہونیکی یہ ہی کہ ایک شخص مثلاً ظہر کی دوسری رکعت مین شریک ہوکر لاحق ہوگیا یعنی
تیسری اور چوتھی رکعت اُسکو نہ ملی تو اب وہ تیسری اور چوتھی کو بلا قرات پڑھے پھر اول رکعت کو قرات کے ساتھ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب سے قاصر ہی بہتر تعبیر
یون تھی کہ شارح یون کہتا (ویبدا بقضاء مافاتہ بلا قراءۃ عکس المسبوق ثم یتابع امامہ ان اورکہ ثم ما سبق بہ) یعنی شروع کرے قضائے مافات کو بدون قرات کے برعکس مسبوق کے پھر
متابعت امام کی کرے اور اگر اُسکو نماز مین پاوے پھر وہ نماز پڑھے جسمین مسبوق ہوگیا ہی تاکہ عبارت مختصر اور تفہیم غرض کے لیے واضح تر ہوتی غرضکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ
بیموقع ہی اسلیے مترجم نے اُسکا ترجمہ اور طور پر کیا ولو عکس صح واثم لترک الترتیب اور اگر لاحق اسکا عکس کرے یعنی اول وہ رکعت پڑھے جسمین مسبوق ہوا پھر وہ جسمین لاحق ہوا تو نماز
صحیح ہوگی اور گناہگار ہوگا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب ہی اور امام زفر کے نزدیک اسکی نماز صحیح نہوگی کیونکہ ترتیب رکعات اُنکے نزدیک فرض ہی کذا فی الشامی والمسبوق
من سبقہ الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہی جس سے پیشتر امام سب رکعتین یا بعض رکعتین پڑھ چکا ہو یعنی مثلاً اگر اخیر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہوگا تو سب رکعتون مین
مسبوق ہوگا ورنہ بعض مین ہم غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہوئے اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی وہو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرا وان قرا مع الامام
لعدم الاعتداد بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ و مسبوق منفرد ہوتا ہی یہانتک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قرات پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ اُسنے قرات پڑھی ہو کیونکہ امام کے پیچھے
قرات مکروہ ہونیکی جہت سے اُسکا کچھ شمار نہین وجود و عدم برابر ہی کذا فی مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ ای بعد متابعتہ لامامہ فلو قبلہا فالا ظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہی اُس نماز مین کہ قضا
کرے یعنے وہ نماز جو امام کے ساتھ نہین ملی اسکے پڑھنے مین منفرد ہی شارح نے کہا کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے پس اگر قبل متابعت
کے یعنے اثنائے متابعت مین پڑھیگا تو ظاہر تر نماز کا فاسد ہونا ہی اسلیے کہ منفرد ہونا اقتدا کے محل مین درست نہین ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ وآخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ
من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قرات کے باب مین اول اپنی نماز کا اور تشہد کے باب مین آخر اپنی نماز کا
پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قرات کے حق مین شروع نماز سمجھے اور تشہد کے حق مین امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو بھی ملا لیوے اب شارح اسپر تفریع کرتا ہی کہ پانیوالا ایک
رکعت کا فجر کے سوا دوسری نمازون مین سے بقیہ نماز اسطرح پڑھے کہ دو رکعتین اول فاتحہ اور سورہ کے ساتھ اور اُنکے درمیان مین تشہد کے ساتھ ادا کرے یعنی ایک رکعت
مع الحمد و سورہ پڑھکر بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتون کے بعد ہوتا ہی اور اُسنے ایک امام کے ساتھ پڑھ لی ہی پھر تیسری رکعت مع الحمد و سورہ پڑھے اور چوتھی رکعت چار
رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھ ادا کرے اور اُس سے پیشتر یعنے تیسری کے آخر مین نہ بیٹھے فیض مین مستصفی سے ہی کہ امام اعظم کے نزدیک مسبوق اسطرح پڑھے

کہ پہلی دو رکعتین مع قرات پڑھکر تشہد کرے اور تیسری کو صرف فاتحہ سے پڑھے اور شامی نے کہا کہ ظاہر اعتماد قول پر صاحبین کے ہی جسکو شارح نے بیان کیا ہی و الا فی اربع فکمقتد احد بھا لایجوز الاقتداء بہ وان صح استخلافہ فی حد ذاتہ لاحالۃ اقتضاء فلا استثناء اصلا کما زعم فی الاشباہ مسبوق منفرد ہی مگر چار مسئلون مین کہ وہ مثل مقتدی کے ہی اول مسئلہ یہ ہی کہ اقتدا اُسکے پیچھے جائز نہین اور منفرد کے پیچھے درست ہی اگرچہ صحیح ہی خلیفہ کرنا مسبوق کا حالت مسبوق ہونے مین نہ حالت قضاے مافات مین تو استثنا نہین ہر گز جیسا کہ اشباہ مین کہا ہی ہم اشباہ مین کہا ہی کہ مسبوق کے پیچھے اقتدا جائز نہین اس سے استخلاف کا مسئلہ مستثنیٰ ہی یعنی اگر امام کو حدث ہوا اور وہ مسبوق کو خلیفہ کردے تو درست ہی شارح کہتا ہی کہ یہ استثنا نہین اسلیے کہ استخلاف مسبوق کا امام کے سلام سے پیشتر ہی اور عدم جواز اقتدا بعد سلام امام کے ہی جب مسبوق اپنی نماز پڑھے کذا فی الحلبی نعم لو نسی احد المسبوقین فقضی ملاحظا للآخر بلا اقتداء صح ہان اگر دو مسبوق جو ایک ساتھ آکر شریک جماعت ہوے اُنمین سے ایک بھول گیا کہ کتنی رکعتین باقی ہین اور اُسنے باقی کو ادا کیا دوسرے کو دیکھ دیکھ کر بدون اقتدا کے تو درست ہوگا طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اسمین اقتدا ہی نہین وثانیہا یاتی بتکبیر التشریق اجماعا اور دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مسبوق تکبیرات تشریق کو کہے بالاتفاق یعنی عرفہ کی صبح سے تیرہوین کی عصر تک ہر فرض باجماعت کے بعد جو تکبیر واجب ہی مسبوق بھی اُسکو کہے حال آنکہ منفرد امام اعظم کے نزدیک تکبیر نہ کہے وثالثہا لو کبر ینوی استئناف صلوۃ وقطعہا یصیر مستانفا وقاطعا للاولی بخلاف المنفرد کما سیجئ اور تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ اگر مسبوق بقیہ نماز تھوڑی سی پڑھکر اللہ اکبر کہے نیت کرکے از سر نو پڑھنے اپنی نماز کی اور اُسکے قطع کرنے کی تو از سر نو پڑھنے والا اور پہلی نماز کو توڑنیوالا ہو جائیگا بخلاف منفرد کے کہ وہ مستانف نہین ہوتا چنانچہ عنقریب آویگا ورابعہا لو قام الی قضاء ما سبق بہ وعلی الامام سجدتا سہو ولو قبل اقتدائہ فعلیہ ان یعود وینبغی ان یصبر حتی یفہم انہ لا سہو علی الامام اور چوتھا مسئلہ جسمین مسبوق مقتدی کے مانند ہی یہ ہی کہ اگر مسبوق کھڑا ہوا اُس نماز کو پڑھنے جو اُس سے پیشتر ہو گیا ہی حالانکہ امام پر دو سجدہ سہو کے ہین اگرچہ سہو مسبوق کے مقتدی ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مسبوق پر واجب ہی کہ عود کرے یعنی امام کے ساتھ سجدہ سہو مین شریک ہو جاے اور مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد صبر کرے یہانتک کہ سمجھے کہ امام کے ذمے سہو نہین یعنی قضاء مافات کے لیے اُٹھنے مین جلدی نہ کرے جب امام دوسری طرف سلام پھیرے اُسوقت اُٹھے ولو قام قبل السلام ہل یعتد باداۂ ان قبل قعود الامام قدر التشہد لا وان بعدہ نعم اور اگر مسبوق امام کے سلام سے پیشتر کھڑا ہو گیا تو کیا معتبر ہوگا اُسکا ادا کرنا یعنی قیام و رکوع وغیرہ کرنا اسکا جواب یہ ہی کہ اگر بقدر تشہد امام کے بیٹھنے سے پیشتر کھڑا ہو کر پڑھنے لگے گا تو اُسکا ادا کرنا معتبر نہین اور اگر بعد بیٹھنے امام کے بقدر تشہد کھڑا ہوا ہو گا تو معتبر ہوگا وکرہ تحریما الا بعذر کخوف حدث وخروج وقت فجر وجمعۃ وعید ومعذور وتمام مدۃ المسح ومرور مار بین یدیہ اور مکروہ تحریمی ہی کھڑا ہو جانا مسبوق کا بقدر مقدار تشہد بیٹھنے امام کے مگر کسی عذر کی جہت سے مکروہ تحریمی نہین جیسے خوف بیوضو ہو جانے کا در صورت توقف اور خوف جاتے رہنے وقت فجر اور جمعہ اور عید اور معذور کا یعنی امام کے ساتھ سلام تک ٹھہرنے اور پھر اپنی باقی نماز پڑھنے مین آفتاب نکل آویگا یا جمعہ کا وقت خواہ عید کا نہ رہیگا یا عذر والے شخص کو وقت باقی نہ رہیگا اور خوف پورا ہو جانے مدت مسح موزون کا اور خوف گذرنے کسی گذرنیوالے کا اُسکے سامنے کہ ان صورتون مین اگر مسبوق کھڑا ہو جائیگا تو کھڑا ہونا مکروہ تحریمی نہوگا م بدون عذر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی اسلیے ہوا کہ امام کی متابعت سلام مین واجب ہی کھڑا ہو جانے سے وہ چھوٹ جائیگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ خروج اور تمام اور مرور کا عطف حدث پر ہی اور جمعہ اور عید اور معذور کا فجر پر فان فرغ قبل سلام امامہ تابعہ فیہ صحت پھر اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا امام کے سلام سے پیشتر پھر سلام مین اُسکی متابعت کی تو نماز صحیح ہوگی م بعض فقہا نے کہا ہی کہ اس صورت مین نماز فاسد ہوگی کیونکہ مسبوق جب کھڑا ہو گیا تو بقیہ کے پڑھنے مین منفرد ہو گیا اب پھر اقتدا کیسے کریگا مگر فتوی اسپر ہی کہ نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ اقتدا کیا ہی بعد فراغت پانے کے ارکان سے تو ایسا ہوا گویا جان بوجھ کر اسوقت مین حدث کیا کذا فی البحر والفتح ولو لم یعد کان علیہ ان یسجد للسہو فی آخر صلوتہ استحسانا اور اگر مسبوق عود نکرے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو مین شریک نہو تو اُسکو چاہیے کہ اپنی نماز کے آخر مین سجدہ سہو کرے براہ استحسان قید بالسہو لان الامام لو تذکر سجدۃ صلبیۃ او تلاوۃ فرضت المتابعۃ مصنف نے قید لگائی سہو کی یعنی اوپر کے قول مین کہ امام پر سہو کے سجدے ہین اسلیے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے اندر کا یا سجدہ تلاوت کا ہوگا تو اُس سجدہ مین مسبوق کو متابعت امام کی

فرض ہی ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی اسلیئے کہ سجدۂ صلبی فرض ہی اور سجدۂ تلاوت گو واجب ہی مگر چونکہ یہ سجدہ قعدۂ اخیرہ کو معدوم کر دیتا ہی اسلیئے اُسکے بعد کا قعدہ فرض ہی تو
تو متابعت امام کی فرض مین فرض ہی اُسکے نکرنے سے نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الحلبی وهذا كله قبل تقييده بالسجدة اما بعده فتفسد في صلبية مطلقا وكذا تلاوية وسهو
ان تابع والا لا اور یہ سب یعنی مسبوق کا عود کرنا اور سجدۂ سہو اور صلبی اور تلاوت مین امام کی متابعت کرنی اُسوقت تک ہی کہ جس رکعت کو مسبوق کھڑا ہوا ہی اسکو سجدہ
کے ساتھ مقید نکیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد تو صلبی سجدہ مین نماز مطلقاً فاسد ہوگی خواہ متابعت کرے یا نکرے کیونکہ وہ منفرد ہوگیا حالانکہ اُس سے دو رکن سجدہ
اور قعدہ رہگئے اور بعد رکعت پورا کرنے کے متابعت سے عاجز ہی لہذا نماز فاسد ہوگی کذا فی الحلبی اور اسیطرح نماز فاسد ہوگی سجدۂ تلاوت اور سجدۂ سہو مین اگر مسبوق متابعت
کریگا اسلیئے کہ ایک رکعت کو پورا کرنے سے حالت انفراد مستحکم ہوچکی اب وہ متروک نہین ہوسکتی اور متابعت سے اُسکا ترک لازم آتا ہی کذا فی الشامی اور اگر متابعت نکریگا تو نماز فاسد
نہوگی کیونکہ سجدۂ سہو تو واجب ہی اور سجدۂ تلاوت سے جو قعدۂ اخیرہ جاتا رہا تو ایسے وقت گیا کہ مسبوق پکا منفرد ہوچکا تھا وہ مسبوق پر لازم نہوگا اور یہین وجہ نماز فاسد نہوگی
کذا فی الحلبی ولو سلم ساهيا ان بعد امامه لزمه السهو والا لا اور اگر مسبوق نے بھول کر سلام پھیرا تو اگر بعد امام کے پھیرا تب تو اُسپر سجدۂ سہو لازم ہی کیونکہ وہ اس حالت مین منفرد ہی
اور اگر ایسا نہین یعنے امام سے پیشتر پھیرا یا اُسکے ساتھ ہی پھیرا تو سجدۂ سہو لازم نہین کیونکہ وہ دونون صورتون مین مقتدی ہی اور مقتدی کے سہو سے مقتدی پر کچھ لازم
نہین ولو قام امامه لخامسة فتابعه ان بعد القعود تفسد والا لا حتى يقيد الخامسة بسجدة اور اگر مسبوق کا امام پانچوین رکعت کو کھڑا ہوگیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی تو اگر امام
بعد قعدۂ اخیرہ کے کھڑا ہوا ہی تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ انفراد کی جگہ مین اقتدا کریگا اور اگر امام نے قعدۂ اخیرہ نہین کیا اور کھڑا ہوگیا تو نماز مسبوق کی فاسد نہوگی اسلیئے
کہ امام کی نماز بھی پوری نہین ہوئی تو متابعت سے کچھ ضرر نہین جبتک کہ امام پانچوین رکعت کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچوین رکعت کا سجدہ کرنے سے امام کی نماز
نفل ہوجائیگی اسلیئے مسبوق کی نماز فاسد ہوگی ولو ظن الامام السهو فسجد له فتابعه فبان ان لا سهو فالاشبه الفساد لاقتدائه في موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمہ سہو کا
گمان کر کے سجدۂ سہو کے لیئے کیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی پھر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تھا تو مشابہ تر قواعد فقہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہی بسبب اقتدا کرنے
مسبوق کے انفراد کی جگہ مین اھ شامی نے فیض سے نقل کیا کہ عدم فساد پر فتوی ہی اور فقیہ ابو اللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ مین قاریون پر جہالت غالب ہی

باب الاستخلاف

یہ باب ہی خلیفہ کرنے کے احکام مین یعنی اگر امام کو اثنائے صلوۃ مین مانع صلوۃ پیش آوے اور دوسرے شخص کو اپنا نائب کر دے اُسکے احکام اس باب مین مذکور ہین طحطاوی نے
کہا کہ سین اور تا استخلاف مین زائد ہین کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہی نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اُس حدث کے ہونے پر مشروط ہی جو بنا کا مانع ہوا اسلیئے شارح نے
عنوان مین بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلثة عشر شرطا جان لے کہ بنا کے جائز ہونے کے لیئے تیرہ شرطین ہین كون الحدث سماويا پہلی شرط ہونا حدث کا ہی
آسمانی یعنی حدث مین اور اُسکے سبب مین بندہ کو اختیار نہ ہو اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہوگی نماز نئے سر سے پڑھنی پڑیگی من بدنه دوسری شرط ہی ہونا حدث کا نمازی
کے بدن سے یعنی خارج سے نجاست مانع نماز نہ لگے غير موجب لغسل تیسری شرط یہ ہی کہ وہ حدث موجب غسل کا نہو مثلاً سوچنے سے انزال نہ ہوگیا ہو ولا نادر وجود اور چوتھی شرط
ہی حدث کا نادر الوجود نہ ہونا اس سے کھلکھلا کر ہنسنا اور بیہوشی نکل گئی ولم يؤد ركنا مع حدث اور پانچوین شرط یہ ہی کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ نہ ادا کیا ہو
مثلاً سجدہ مین حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اُٹھایا تو نماز از سر نو پڑھے او مشى اور چھٹی شرط یہ ہی کہ کوئی رکن چلنے کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلاً جب نماز مین سے وضو کرنے گیا اور
ہٹ کر آنے مین قرات پڑھتا آیا تو بنا نہ ہوسکیگی ولم يفعل منافيا اور ساتوین شرط یہ ہی کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلاً کھانا نہ کھایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑھے
او فعلا له منه بد اور آٹھوین شرط یہ ہی کہ کوئی کام ایسا بھی نہ کیا ہو جس سے نمازی کو چارہ ہو مثلاً پانی پاس تھا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم يتراخ بلا عذر كزحمة اور نوین شرط
یہ ہی کہ بدون عذر کے دیر نہ کی ہو عذر جیسے انبوہ کا ہونا تو اگر بدون انبوہ کے مقدار ادا کرنے رکن کے توقف کریگا مثلاً تو نماز فاسد ہوجائیگی اور بنا جائز نہوگی ولم يظهر حدثه
السابق كمضي مدة مسحه اور دسوین شرط یہ ہی کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہوا ہو جیسے گذر جانا مدت نمازی کے موزہ کی مسح کی کہ اس صورت مین بھی نماز فاسد

ہوجائیگی ولم یتذکر فائتۃ وہو ذو ترتیب اور گیارھوین شرط یہ ہی کہ اُسنے کوئی نماز قضا یاد نکی ہو اُس صورت مین کہ وہ ترتیب والا ہو کیونکہ ترتیب والیکو فائتہ کا یاد آنا

مفسد اُسکی حال کی نماز کا ہو ولم یتم المؤتم فی غیر مکانہ اور بارھوین شرط یہ ہی کہ مقتدی نے اپنی جگہ کے سوا مین نماز کو پورا نہ کیا ہو شامی نے کہا کہ مقتدی امام کو بھی شامل ہی کیونکہ

اسوقت وہ بھی اپنے خلیفہ کا مقتدی ہی تو اگر مقتدی یا امام نے وضو کیا اور اُنمین اور امام مین حائل مانع اقتدا ہی تو دونون کو چاہیئے کہ اُسی جگہ آوین جہان امام نماز پڑھتا

ہو ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی اور منفرد کو اختیار ہی چاہے پہلی جگہ آوے چاہے وضو کی جگہ تمام کرے ہدایہ مین ہی کہ یہی حال ہی مقتدی کا اگر اُسمین اور امام مین کوئی آڑ نہو یا امام

نماز سے فارغ ہوچکا ہو ولم یستخلف الامام غیر صالح لہا اور تیرھوین شرط یہ ہی کہ امام نے ایسے شخص کو خلیفہ نہ کیا ہو جو لائق امامت نہو مثلاً عورت کو یا لڑکے کو خلیفہ نہ کیا ہو ورنہ

سب کی نماز فاسد ہوگی سبق الامام حدث سماوی لا اختیار للعبد فیہ ولا فی سببہ کسفر حلبۃ من شجرۃ وکحدثہ من نحو عطاس علی الصحیح پیش ہوا امام کو بے وضو ہونا آسمانی کہ نہین

اختیار ہی بندہ کو اُسمین اور نہ اُسکے سبب مین مثلاً ایک بہی درخت سے گری اور اُس سے نمازی کے خون نکلا اور مثل بیوضو ہوجانے نمازی کے چھینک جیسی چیز سے قول

صحیح پر م شامی نے کہا کہ یہ مثال منفی کی ہی تو اسپر بنا نکرے اور اس مسئلہ مین اختلاف ہی ابو یوسف ح اور طرفین مین ابو یوسف کے نزدیک بندہ سے مراد نمازی ہی تو جس فعل مین

نمازی کا اختیار نہوگا اُنکے نزدیک وہ آسمانی ہوگا اور طرفین کے نزدیک جو فعل ایسا ہو کہ کسی بندہ کے اختیار مین نہو وہ آسمانی ہوگا اور چھینک کے مانند کھانسنا ہی غرض کہ

طرفین کے ان عذرات سے بیوضو ہونیمین بنا درست نہین غیر مانع للبناء کما قدمناہ ولو بعد التشہد لیاتی بالسلام استخلف ای جاز لہ ذلک ولو فی جنازۃ باشارۃ

او جر المحراب ولو المسبوق امام کو حدث آسمانی ہوا ہو جو مانع بنا کا نہ ہو چنانچہ ہمنے اُسکو مقدم بیان کردیا یعنی اُس حدث مین وہ تیرہ شرطین ہون جو اوپر مذکور ہوئین

تو امام مذکور کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ کرے اگرچہ بعد تشہد کے حدث ہو تب بھی خلیفہ کرے تا کہ خلیفہ سلام پھیر دے یعنی امام کو خلیفہ کرنا درست ہی گو نماز جنازہ مین ہو

خلیفہ کرے مقتدی کو اشارہ سے یا محراب کیطرف کھینچنے سے اگرچہ مقتدی مسبوق ہو ویشیر باصبع لبقاء رکعۃ وباصبعین لرکعتین ویضع یدہ علی رکبتہ لترک رکوع وعلی جبہتہ

لسجود وعلی فمہ لقراءۃ وعلی جبہتہ ولسانہ لسجود تلاوۃ وصدرہ لسہو اور امام اشارہ کرے خلیفہ کیطرف ایک اُنگلی سے ایک رکعت باقی رہنے کے لیے اور اُنگلیون سے

اشارہ کرے دو رکعتین رہنے کا اور رکھے اپنا ہاتھ زانو پر رکوع کے چھوٹ جانے کے لیے اور پیشانی پر سجدہ کے رہجانے کے لیے اور مُنھ پر قرارت کے رہجانے کے لیے اور

پیشانی اور زبان دونون پر ہاتھ رکھے سجدۂ تلاوت کے چھوٹ جانے کے لیے اور فقط سینہ پر ہاتھ رکھے سہو کے واسطے اگر امام کے ذمہ ہو مالم یجاوز الصفوف لو فی الصحرا

مالم یتقدم فحدہ السترۃ او موضع السجود علی المعتمد کالمنفرد خلیفہ کرے امام اُسوقت تک کہ صفون سے نہ نکلجاوے اگر جنگل مین ہو در صورتیکہ آگے نہ بڑھے کہ اُسکی حد سترہ ہی یا سجدہ

کی جگہ معتمد قول پر مثل منفرد کے م یعنی خلیفہ کرنے کی مدت امام کو جنگل مین اُسوقت تک ہی کہ صفون سے تجاوز نکرے یہ صورت داہنے یا بائین اور پیچھے کی جانب مین ہوئی

اور آگے کی کیطرف مین حد سترہ سے بڑھنا ہی اور اگر سترہ نہو تو سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا اسکے بعد نماز جاتی رہیگی اور خلیفہ کرنا درست نہوگا اور اسیطرح منفرد کے لیے سترہ حد ہی

اور اگر سترہ نہو تو سجدہ کی جگہ یعنی اگر منفرد کو شبہہ ہوا بیوضو ہونے کا اور وہ سترہ سے یا سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ گیا پھر معلوم ہوا کہ وضو نہین گیا تو اب بنا نکر سکیگا کہ نماز

فاسد ہوگئی اور منفرد کے لیے ہر طرف اتنا ہی فاصلہ معتبر ہی جتنا آگے کیطرف کذا فی الطحطاوی ومالم یخرج من المسجد او الجبانۃ او الدار لو کان یصلی فیہ لانہ علی

امامتہ مالم یجاوز ہذا الحد ولم یتقدم احد ولو بنفسہ مقامہ ناویا الامامۃ وان لم یجاوزہ اور اُسوقت تک کہ مسجد یا جبانہ یا مکان سے باہر نہو اگر امام اُنمین سے کسی مین نماز

پڑھتا ہو اسلیے کہ امام اپنی امامت پر باقی ہی جبتک اس حد سے تجاوز نکرے اور جبتک کہ اور کوئی امام کی جگہ پر بہ نیت امامت آگے نہ بڑھگیا ہو گو خود ہی بڑھا ہو بدون

اشارہ امام کے اگرچہ امام حد مذکور سے نہ بڑھا ہو یعنی امام کی جگہ اگر کوئی شخص مقتدیون سے امامت کی نیت کر کے جا کھڑا ہوگا تو اُسوقت اُسکی امامت باقی نرہیگی اگرچہ

امام صفون سے یا مسجد سے نہ نکلا ہو وہ مقتدی امام ہوجائیگا م جبانہ بفتح جیم وتشدید موحدہ نماز کی جگہ عام کو کہتے ہین جو جنگل مین بنائی جائے کذا فی المغرب طحطاوی نے کہا

کہ بہتر یہ تھا کہ شارح ولم یتقدم کی جگہ اولم یتقدم کہتا اور یہی تقدم کو استخلاف حکمی کہتے ہین حتی لو تذکر فائتۃ او تکلم لم تفسد صلوۃ القوم لانہ صار مقتدیا یہانتک کہ اگر بعد مقتدی کے

کھڑا ہوجانے کے امام کی جگہ مین امام کسی فوت شدہ نماز کو یاد کریگا یا کلام کریگا تو قوم کی نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ امام مقتدی ہوگیا اپنے خلیفہ کا تو قوم کی نماز اُسکی نماز پر باقی نہ رہی

له جیسا [illegible] ۱۲

ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف اور اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو حاجت خلیفہ کرنے کی نہین کیونکہ خلیفہ کرنا جائز ہی نہ واجب اور امام جبتک مسجد مین رہے اپنی امامت پر قائم ہی تو ہو سکتا ہی کہ وضو کرکے پھر امام ہو جاے شامی نے کہا کہ بعض نسخون مین اتنا مضمون زائد ہی کہ اگر اس صورت مین خلیفہ کر دیگا تو اُسکی نماز فاسد نہو گی والاستیناف افضل تحرزا عن الخلاف اور از سر نو پڑھنا امام کا افضل ہی واسطے بچنے کے خلاف سے ع امام شافعی رح کے نزدیک استخلاف جائز نہین اُس سے نماز فاسد ہو جاتی ہی اسلیے کہا کہ نماز کو نئے سرے پڑھنا افضل ہی تاکہ سب کے نزدیک نماز ہو جاے پھر استیناف کی یہ صورت ہی کہ کوئی کام نماز کے مخالف کرکے پہلی نماز کو قطع کر دے اور وضو کے بعد جدا نیت کرے کذا فی الشامی وتعین الاستیناف ان لم یکن تشہد لجنون او حدث عمدا او خروجہ من مسجد بظن حدث او احتلام بنوم او نظر او تفکر او مس بشہوۃ او اغماء او قہقہۃ لندرتہا اور متعین ہی از سر نو پڑھنا اگر بقدر تشہد نہ بیٹھا بسبب جنون کے یا دانستہ حدث کرنے کے یا حدث کے گمان پر مسجد سے باہر نکلنے کے یا بسبب احتلام ہو جانے کے سونے سے یا فکر سے یا دیکھنے یا شہوت کے ساتھ چھونے سے یا بسبب بیہوشی کے یا کھلکھلا کر ہنسنے کے کیونکہ اس قسم کے واقعات نادر ہین اور شرط استخلاف اور بنا کی عدم ندرت ہی چنانچہ مذکور ہوا وکذا

یجوز لہ ان یستخلف اذا حصر عن قراءۃ قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ فانہ لما احس بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حصر عن القراءۃ فتاخر فتقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واتم الصلوۃ فلو لم یکن جائزا لما فعلہ بدائع اور اسی طرح جائز ہی امام کو خلیفہ کرنا جبکہ بند ہو جاوے قدر فرض قرات کے پڑھنے سے بسبب حدیث حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے اُنھون نے جب آہٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی تو قرات سے بند ہوے اور پیچھے ہٹ گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھکر نماز کو تمام کیا تو اگر یہ امر جائز نہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکو نکرتے کذا فی البدائع ہ فرض کے مقدار کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بعد پڑھنے مقدار فرض کے رکیگا تو خلیفہ کرنا بالاجماع ناجائز ہوگا کذا فی الہدایہ وقالا تفسد اور صاحبین نے فرمایا کہ قرات فرض سے رک جانے کے باعث نماز فاسد ہو جائیگی تو از سر نو پڑھے خلیفہ نکرے ع وجہ فساد یہ ہی کہ یہ عذر نادر الوجود ہی اور شرط استخلاف یہ ہی کہ نادر نہو کذا فی الشامی وبعکس الخلاف لو حصر ببول او غائط اور اس خلاف کے برعکس ہی اگر امام بباعث پیشاب یا پاخانہ کے نماز سے رک جاے یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہی اور امام اعظم کے نزدیک ناجائز ولو عجز عن رکوع وسجود ہل یستخلف کالقراءۃ لم ارہ اور اگر امام عاجز ہو رکوع اور سجود سے تو کیا خلیفہ کر دے جیسے قرات کے رکنے مین کرتا ہی اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا ع شامی نے کہا کہ مین نے شارح کے ہاتھ کا لکھا خزائن الاسرار کے حاشیہ پر دیکھا کہ ظاہر کلام فقہا سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اس مسئلہ مین خلیفہ نکرے کیونکہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہی یعنی بسبب عمل کثیر ہونے کے تو جہان وارد ہی اُسی جگہ جائز ہوگا نہ دوسری جگہ مین لخجل ای لاجل خجل او خوف اعتراہ قرات سے رکنا بسبب خجالت کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو لا یستخلف اجماعا لو نسی القراءۃ اصلا لانہ صار امیا او اصابہ عطف علی المنفی بول کثیر ای نجس مانع من غیر سبق حدثہ فلو منہ فقط بنی خلیفہ نکرے اجماعا اگر بھول جاے قرات کو سرے سے اسلیے کہ امام اس صورت مین امی ہو گیا اور قوم کی نماز باطل ہو گئی تو اگر منفرد کو یہ صورت پیش ہو گی تو بھی بنا نہ کر سکیگا کذا فی الشامی یا لگ جاے امام کو پیشاب بہت یعنی نجاست مانع نماز کی اُسکے حدث سابق کے سوا مین سے تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگے تو بنا کرے شارح نے کہا کہ او اصابہ عطف ہی منفی پر یعنی لو نسی پر ع صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ امام کو مثلاً نکسیر پھوٹی اور زائد از قدر درم اُسکے کپڑے کو لگ گئی تو اس نجاست سے نماز فاسد نہو گی وضو کے ساتھ کپڑا دھو کر بنا کر سکتا ہی ہان اگر خارج سے نجاست مانع لگیگی تو مفسد ہو گی او کشف عورتہ فی الاستنجاء او المراۃ ذراعہا للوضوء او ام الضیطر لہ فلو اضطر لم تفسد یا کھولے اپنی برہنگی استنجا کرنے مین یا عورت کھولے اپنا ہاتھ وضو کے لیے تو نماز فاسد ہو گی اور استخلاف اور بنا درست نہو گا بشرطیکہ کشف عورت کے لیے مضطر نہ ہو پس اگر ناچار کھولنا پڑے یعنی ڈھانپے ہوے استنجا یا وضو ممکن نہو تو نماز فاسد نہو گی او قرا فی حالۃ الذہاب او الرجوع لادائہ رکنا مع حدث او مشی یا پڑھے قرات وضو کے لیے جانے کی حالت مین یا واپس آنے کی حالت مین تو نماز فاسد ہو گی بسبب ادا کرنے نمازی کے رکن نماز کو حدث کے ساتھ جانے کیصورت مین یا چلنے کے ساتھ واپس آنے کی صورت مین حالانکہ شرط بنا یہ تھی کہ ادا رکن نہ حدث کے ساتھ ہو نہ چلنے کے ساتھ غرضکہ اس صورتین بھی استخلاف و بنا درست نہین بخلاف تسبیح فی الاصح بخلاف سبحان اللہ کہنے کے صحیح تر قول مین کہ اُس سے نماز فاسد نہو گی ع شامی نے کہا کہ فی الاصح قرات اور تسبیح دونون سے متعلق ہی اور راجح کا مقابل قرات مین زیلعی کا قول ہی کہ جانے مین قرات پڑھیگا تو فاسد

ہوگی اور رکوع کے وقت پڑھیگا تو فاسد ہو گی او طلب الماء بالاشارۃ او شراہ بالمعاطاۃ للمنافات اور یا پانی مانگا اشارہ سے یا اُسکو خرید التعاطی سے تو
نماز فاسد ہوگی بسبب مخالف ہونے اُن دونوں باتون کے نماز سے ہم شرنبلالی نے پہلے مسئلہ مین یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نمازی سلام کا جواب اشارہ سے دیدے تو
کسی کے نزدیک اُسکی نماز فاسد نہین پھر کیا وجہ کہ پانی کو اشارہ سے مانگنے مین نماز فاسد ہو شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ پانی کا مانگنا اور قبول کرنا بمنزلہ عقد ہبہ کے ہے اسلیے
مفسد ہے بخلاف رد سلام کے اور تعاطی کے یہ معنی کہ دام سامنے بائع کے رکھدینے اور مبیع کو اُٹھا لینا زبان سے ایجاب و قبول کچھ نہ کرنا تو جب نماز تعاطی سے فاسد ہو گی تو
ایجاب و قبول کے ساتھ خریدنے سے بطریق اولی فاسد ہو گی غرضکہ ان دونوں صورتون مین بھی استخلاف دینا جائز نہین او جاوز ماء الی آخر الاقد صفین اولنسیان او
زحمۃ او کونہ بیرًا لان الاستقاء منع البناء علی المختار یا بڑھ گیا قریب کے پانی سے دوسرے پانی کیطرف مگر بمقدار دو صفون کے تجاوز کرنا یا قریب کے پانی کو بھولنے کے
سبب سے یا اُسپر انبوہ کثیر ہونے کی جہت سے یا اُسکے کنواں ہونے کی جہت سے دوسرے پانی پر جانا بنا کا مانع نہین اسلیے کہ پانی کنوئین سے نکالنا مانع بنا ہے مذہب
مختار پر یعنی جب قریب کا پانی کنواں ہو تو اُسکو ترک کرے اور دور والے پر جاوے کیونکہ کنوئین سے پانی کھینچنا مانع بنا ہوتا ہے اور مختار کی قید اسلیے لگائی کہ
بعضون نے کہا ہے کہ اگر دوسرا پانی نہ ہو تو کنوئین سے پانی نکالنا مانع بنا نہین ہے یہ قول غیر مختار ہے او مکث قدر اداء رکن وان لم ینو الاداء بعد سبق الحدث
الا لعذر کنوم و رعاف یا توقف کیا مقدار ادائے رکن کے اگرچہ قصد رکن کے ادا کا نکیا ہو بعد پیش ہونے حدث کے مگر عذر کی جہت سے توقف کرنا مانع بنا نہین جیسے
نیند یا نکسیر کے باعث مثلاً توقف کرنا لیکن بدون عذر بعد حدث کے مقدار ادائے رکن کے توقف کرنا مانع استخلاف اور بنا کا ہے و اذا ساغ لہ البناء توضا فورًا بکل سنۃ
و بنی علی مامضی بلا کراہۃ و یتم صلوتہ ثمہ و ہو اولی تقلیلًا للمشی او یعود الی مکانہ لیتحد مکانہا کمنفرد فانہ مخیر فی ہذا کلہ ان فرغ خلیفتہ والا عاد الی مکانہ حتمًا لو
بینہما ما یمنع الاقتداء کالمقتدی اذا سبقہ الحدث اور جبکہ درست ہو امام کو بنا کرنا بسبب نہ پائے جانے موانع بنا کے تو وضو کرے فورًا یعنی بلا توقف بقدر رکن ساتھ
ہر سنت کے وضو کی سنتون سے اور بنا کرے اُس نماز پر جو پڑھ چکا ہے بدون کراہت کے اور تمام کرے اپنی نماز اُسی جگہ جہان وضو کیا اور وہان تمام کرنا بہتر ہے بوجہ
کم ہونے رفتار کے یا پھر آوے اپنی جگہ پر تاکہ جگہ کل نماز کی ایک ہو مثل منفرد کے کہ وہ بھی مختار ہے چاہے باقی نماز وضو کی جگہ پڑھے چاہے اُسجگہ چلا آوے جہان پڑھتا
تھا اور یہ سب یعنی امام کو اختیار کا ہونا اُسوقت ہے کہ امام کا خلیفہ اس اثنا مین نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور اگر فارغ نہوا ہو تو امام واپس آوے اپنی جگہ پر یعنی جس جگہ
پڑھتا تھا اسی جگہ یا اُسکے قریب جہان سے اقتدا درست ہو چلا آوے وجوبًا بشرطیکہ امام مین اور اُسکے خلیفہ مین کوئی آڑ مانع اقتدا ہو جیسے مقتدی جس صورت مین کہ
اُسکو حدیث پیش ہو تو وضو کرکے اُسکو بھی اپنی جگہ چلا جانا واجب ہے بشرطیکہ مانع اقتدا اُسمین اور امام مین ہو ورنہ وضو کی جگہ سے بھی اقتدا کر سکتا ہے واعلم انہ ان تعمد
عملًا منافیًا فیہا بعد جلوسہ قدر التشہد ولو بعد سبق حدثہ تمت لتمام فرائضہا نعم تعاد لترک واجب السلام اور جان کہ اگر نمازی دانستہ کوئی کام مخالف نماز کے کرلے
بعد اپنے بیٹھنے کے مقدار تشہد کے اگرچہ بعد بیوضو ہو جانے کے کرے تو نماز اُسکی تمام یعنی درست ہوگی بسبب پورا ہونے فرضون نماز کے ہان یہ نماز اعادہ کیجائیگی بسبب
چھوٹنے واجب سلام کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تمت کے معنی صحت کے ہین کیونکہ تمام تو جب ہوتی کہ نقصان ترک واجب کا نہ رہتا و لو وجد المنافی بلا صنعہ قبل القعود
بطلت اتفاقًا اور اگر عمل مخالف نماز بدون صنعت نمازی کے یعنی بے اختیاری سے بیٹھنے کے پیشتر پایا جائیگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے نماز باطل ہو گی
ہم شامی نے کہا کہ منافی سے غرض وہ فعل ہے جو حدث آسمانی مذکور الصدر کے سوا ہو کیونکہ ہر چند وہ بھی قیاس کی رو سے مخالف ہے مگر شرع نے اُسکو مخالف
نہین اعتبار کیا و لو بعدہ بطلت فی المسائل الاثنی عشریۃ عند الامام و قالا صحت و رجحہ الکمال و فی شرنبلالیۃ والاظہر قولہما بالصحۃ فی الاثنی عشریۃ اور اگر فعل
مخالف بے اختیار بعد بیٹھنے مقدار تشہد کے پایا جائیگا تو نماز باطل ہو گی مسائل دوازدہ گانہ مین امام کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ درست ہو گی اور ترجیح دی ہے
کمال نے صاحبین کے قول کو اور شرنبلالیہ مین ہے کہ ظاہر تر قول صاحبین کا ہے نماز کی صحت کا مسائل دوازدہ گانہ مین ہم وجہ باطل ہونے نماز کی امام کے نزدیک یہ ہے کہ
نماز سے باہر آنا باختیار خود امام کے نزدیک فرض ہے بموجب تخریج بردعی کے تو جبتک باختیار خود نماز سے باہر آنا نہ پایا جائیگا اُسوقت تک جو فعل مخالف نمازی سے بے اختیار

سرزد ہوگا وہ نماز کے اندر ہوگا اسی لیے نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعہ فرض نہین تو قعدۂ اخیرہ پر فرائض نماز تمام ہوجائینگے اسلیے نماز صحیح ہوگی اور کرخی کے
قول کے بموجب امام کے نزدیک بھی خروج بصنعہ فرض نہین تو اس صورت مین وجہ بطلان نماز یہ ہو کہ فرض مین تغیر ہوتا ہو مثلاً تیمم والے نے بعد قعدہ اخیرہ کے پانی پر
قدرت پائی تو اسکے حق مین پہلے فرض تیمم تھا اب متغیر ہوکر وضو ہوگیا کذا فی الشامی وہی ما ذکرہ بقولہ کما تبطل لو فرغ بالفاء کما فی الدرر کان اولی بقدرۃ المتیمم علی الماء
اور وہ بارہ مسئلے یہ ہین جو مصنف اپنے قول آیندہ مین مذکور کرتا ہو چنانچہ باطل ہوتی ہو نماز بسبب قادر ہونے تیمم کرنیوالیکے پانی پر یعنی بباعث نہ ملنے پانی کے یا نہ استعمال
کرسکنے کے تیمم کرکے نماز پڑھی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی یکایک نظر آگیا یا اُسکے استعمال پر قادر ہوگیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک
صحیح شارح نے کہا کہ اگر مصنف لفظ کما کی جگہ ف کے ساتھ تفریع کرتا جیسا درر مین ہو تو اچھا ہوتا اسلیے کہ کما سے یہ وہم ہوتا ہو کہ اوپر جو بطلان نماز کا مذکور ہو وہ ان مسائل کے
سوا مین ہو حالانکہ وہ انھین مسائل مین مخصوص ہو ثم یہ پہلا مسئلہ ہو بارہ مین کا واما مسئلۃ رویۃ المتوضی المؤتم بمتیمم الماء ففیہا خلاف زفر فقط وتنقلب نفلا اور مسئلہ پانی دیکھنے
وضو والے مقتدی کا پیچھے تیمم والیکے اُسمین صرف خلاف زفر کا ہو کہ اُنکے نزدیک نماز فاسد نہین ہوتی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اُسکا وصف باطل ہوجاتا ہو یعنی نفل ہوجاتی ہو
یہ جواب ہو زیلعی کے اعتراض کا کہ میرا اعتراض زیلعی کا یہ تھا کہ اول مسئلہ مین جو قدرت تیمم کے خلاف ہو اس سے کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ اگر وضو کرنیوالا تیمم والیکے پیچھے پڑھتا ہو اور وہ
پانی دیکھ لے تب بھی نماز باطل ہوتی ہو کیونکہ اُسکے عندیہ مین امام پانی پر قدرت رکھتا ہو تو تیمم سے امام کی نماز درست نہوگی گو واقع مین امام کی نماز پوری ہو شارح نے جواب دیا کہ
ذکر ان مسائل کا ہو جنمین اختلاف مابین امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کے ہو اور اس مسئلہ مین تینون مین کچھ اختلاف نہین سبکے نزدیک فاسد ہوجاتی ہو البتہ خلاف زفر کا ہو کہ وہ
فاسد نہین کہتے کذا فی الشامی ومضی مدۃ مسحہ ان وجد ماء ولم یخف تلف رجلہ من برد والا فیمضی علی الاصح کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ مین کا گذر نا مدت نمازی کے
مسح کا ہو جس صورت مین کہ پانی پاوے اور اپنے پاؤن کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نکرے اور اگر مدت مسح کے پورا ہونے پر پانی نہ پاوے یا پانی ہو مگر سردی
کے مارے دھو نہ سکے تو نماز پڑھی جاوے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح مین گذرا وتعلم امی آیۃ ای تذکرہ او حفظہ بلا صنع ولو کان الامی مقتدیا بقاری علی ما
علیہ الاکثر لکن فی الظہیریۃ صحح الصحۃ قال الفقیہ وبہ ناخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہو آیت کو یعنی خود اُسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہوگئی بدون اختیار کے اگرچہ امی
مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی امام کے نزدیک بنا بر اُس قول کے جسپر اکثر فقہا ہین لیکن ظہیریہ مین صحت نماز کی تصحیح کی ہو فقیہ ابو اللیث نے کہا
کہ ہم اسی قول کو لیتے ہین م بحر الرائق مین کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ ہو کہ امام کی قرأت اُسکی قرأت ہو تو اُسکی نماز کا شروع کامل طور پر تھا تو آخر مین آیت
کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہین آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہوگا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا ووجود العاری ساترا تصح بہ الصلوۃ
چوتھا مسئلہ پانا برہنہ کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کے لیے کافی ہو مثلہ لو صلی بنجاستہ فوجد ماء یزیلہا او عتقت الامۃ ولم تقنع فوراً اور
اس مسئلہ کے مانند ہو اگر نماز پڑھی نجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے اُس چیز کو پایا جو نجاست دور کرے تو اُس صورت مین بھی امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی یا لونڈی
بعد تشہد کے آزاد ہوئی اور اُسنے فوراً سر کو نہ چھپا لیا تب بھی نماز جاتی رہیگی م یہ دو مسئلے شارح نے زائد کیے ہین ونزع الماسح لخفہ الواحد بعمل یسیر فلو بکثیر تمت اتفاقاً
پانچوان مسئلہ نکالنا مسح کرنیوالیکا اپنے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلاً موزہ ڈھیلا تھا ادنی حرکت سے پاؤن سے نکل گیا تو نماز باطل ہوجائیگی پس اگر
عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہوجائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر مین نماز سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہو وقدرۃ موم علی الارکان چھٹا
مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والیکا رکوع اور سجدہ پر مفسد نماز ہو امام صاحب کے نزدیک وتذکر فائتۃ علیہ او علی امامہ وہو صاحب ترتیب والوقت متسع
ساتوان مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمہ اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ یعنی جسکے ذمے قضا نماز ہو صاحب ترتیب ہو اور وقت وسیع ہو
یعنی فائتہ اور وقتی دونون پڑھ سکتا ہو تو اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز باتفاق تمام ہوجائیگی م قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے نزدیک نماز قطعاً باطل نہین ہوتی بلکہ اُسکا
فساد موقوف رہتا ہو اگر بعد اُسکے پانچ نمازین وقتی اور پڑھ لیگا باوجود قضا کے یاد ہونے کے تو یہ نماز بھی جائز ہوجائیگی اور اگر قضا شدہ کو ادا کریگا تو باطل ہوجائیگی

تو یہان باطل کے ذیل مین مصنف کا اُسکو ذکر کرنا اس اعتماد پر ہی کہ قضا نمازون کے بیان مین اُسکی تفصیل آویگی کذا فی الحلبی **وتقدیم القاری امیا مطلقا وقیل**
لا فساد لو کان استخلافہ بعد التشہد بالاجماع وہو الاصح کما فی الکافی لانہ عمل کثیر آٹھوان مسئلہ آگے کرنا قاری کا امی کو مطلقاً خواہ تشہد کے پہلے ہو یا پیچھے اور
بعض فقہانے کہا ہی کہ اگر خلیفہ کرنا امی کو بعد تشہد کے ہوگا تو بالاتفاق نماز فاسد نہوگی اور یہی قول صحیح تر ہی چنانچہ کافی مین ہی اور وجہ عدم فساد کی یہ ہی کہ استخلاف عمل کثیر ہی
یعنی اُس سے نماز پوری ہو جائیگی م حلبی نے کہا کہ شارح کو مطلقاً کہنا زیبا نہ تھا اسلیئے کہ یہ مسائل تو مفروض تشہد کے بعد ہین علاوہ ازین قبل تشہد استخلاف امی کا بالاتفاق
مفسد ہی نہ فقط امام صاحب رح کے نزدیک ور یہان منظور بیان کرنا اُن صورتون کا ہی جنمین امام اور صاحبین مین اختلاف ہی اور صرف بعد تشہد کے ہی اور جب اصح
اس باب مین عدم فساد ہی تو معلوم ہوا کہ یہ صورت خلافی نہین کذا فی الطحطاوی والملتقط **وطلوع الشمس فے الفجر** نوان مسئلہ آفتاب کا نکل آنا فجر کی نماز مین بعد تشہد کے
کہ امام رح کے نزدیک مفسد ہی **وزوالہا فی العید ودخول وقت من الثلاثۃ علی مصلی القضاء** اور ڈھل جانا آفتاب کا عید کے تشہد کے بعد اور قضا پڑھنے والے پر تین
وقتون مین سے ایک کا آجانا یعنی طلوع خواہ استوا یا غروب کا وقت ہو جانا قضا نماز کے تشہد کے بعد م یہ صورتین شارح نے زیادہ کی ہین **ودخول وقت العصر**
بان بقی فی قعدتہ الی ان صار ظل مثلیہ فی الجمعۃ بخلاف الظہر فانہا لا یبطل دسوان مسئلہ وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز مین اسطرح کہ امام قعدہ مین ٹھہرا رہا
یہانتک کہ سایہ دو مثل ہو گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نماز فاسد ہوگی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کے آجانے سے وہ باطل نہین ہوتی م کافی مین اس مسئلہ پر اعتراض
کیا ہی کہ امام کے نزدیک وقت عصر دو مثل پر ہوتا ہی اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل پر تو وقت عصر کے جمعہ مین داخل ہونے سے خلاف کی صورت کیسے بنیگی
شارح نے اُسکی صورت کو بیان کر دیا کہ یون ہو سکتی ہی کہ امام قعدہ مین بیٹھا رہے کذا فی الطحطاوی **وزوال عذر المعذور بان لم یعد فی الوقت الثانی** گیارھوان
مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا اسطرح کہ دوسرے وقت مین پھر نہ عود کرے م معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہو گیا تو دیکھنا چاہیئے کہ اگر عذر مذکور آئندہ نماز کے وقت کامل
تک موقوف رہا تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ نماز جسکے تشہد کے بعد عذر موقوف ہو گیا فاسد ہو گئی اُسکی قضا کرے اور اگر عذر مذکور نے دوسرے وقت مین عود کیا تو نماز صحیح ہی
کذا فی البحر **وکذا خروج وقتہ** شارح نے یہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہی معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز جاتا رہیگا تو معذور کی نماز فاسد ہوگی اسلیئے کہ وقت
کے نکلجانے سے معذور کی طہارت باطل ہو جاتی ہی **وسقوط جبیرۃ عن برء** بارھوان مسئلہ گرجانا جبیرہ کا اچھا ہونے کے بعد م جبیرہ وہ کھپاچین ہین جنسے ٹوٹے عضو کو
باندھتے ہین تو اگر نمازی نے وضو کرنے مین مثلاً جبیرہ پر مسح کر لیا تھا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو مسح جاتا رہیگا اور نماز بھی فاسد ہو جائیگی **واعلم انہ لا تنقلب الصلوٰۃ**
فی ہذہ المواضع العشرین نفلا اذا بطلت الا فی ثلث فیما اذا تذکر فائتۃ او طلعت الشمس او خرج وقت الظہر فے الجمعۃ کما فی الجوہرہ زاد فی الحاوی
والمومی اذا قدر علی الارکان دیزاد مسئلۃ **الموتم بمتیمم کما قدمنا والظاہران زوالہا فی العید ودخول الاوقات المکروہتہ فی القضاء کذلک** دلم ارہ جاننا چاہیئے کہ نماز
ان بیس جگھون مین جب باطل ہو جاتی ہی تو نفل نہین ہو جاتی بجز تین صورتون کے ایک اُس صورتین کہ فوت شدہ نماز یاد کرے ۲ یا آفتاب فجر کی نماز مین نکل آوے
۳ یا وقت ظہر جمعہ مین جاتا رہے چنانچہ جوہرہ مین ہی حاوی قدسی مین چوتھی صورت زیادہ کی ہی کہ اشارہ سے پڑھنے والا جب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اُسکی نماز بھی
نفل ہو جائیگی شارح کہتا ہی اور مسئلہ باوضو مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے زیادہ کرنا چاہیئے یعنی اُن نمازون مین جو نفل ہو جاتی ہین گو اختلافی نہ ہو کذا فی الطحطاوی چنانچہ
ہمنے پیشتر بیان کیا اور ظاہر یہ ہی کہ آفتاب کا ڈھلنا عید مین اور اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا مین ایسا ہی ہو اور مین نے اُسکو مصرح نہین دیکھا م شارح نے بیس جگہ
اسلیئے کہا کہ بارہ مسئلے ماتن نے لکھے تھے آٹھ شارح نے زیادہ کیے اول پانا اُس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جبکہ نجس کپڑے سے نماز پڑھتا ہو دوم سر ڈھانکنا ننگے کا
سوم یاد کرنا مقتدی کا امام کی فوت شدہ نماز کو جبکہ امام صاحب ترتیب ہو چہارم آفتاب کا ڈھلنا عید مین پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا مین ششم ٹھیک دوپہر کا ہو جانا
قضا مین ہفتم وقت غروب کا آجانا قضا مین ہشتم معذور کے وقت کا نکلجانا اور بحر الرائق مین ان سب صورتون کو بھی بارہ مین داخل کر دیا ہی یعنی اول اور دوم کو
برہنہ کے مسئلے مین اور چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع مین اور اخیر صورت کو مدت مسح کے گذر جانے مین باقی رہی تیسری صورت اُسکو محشی نے ساتوین

مسئلہ مین داخل کیا ہی شامی نے کہا کہ اس داخل کرنے مین صریح تکلف ہی حلبی نے کہا کہ جن مسئلون کو شارح نے ظاہر کہا ہی اُسمین تصریح دیکھنے کی حاجت نہین اُنکا حکم وہی ہی جو شارح نے لکھا اسلیے کہ جب اوقات مکروہہ مخالف نفل کے مکروہ ہونے کے نہین یعنی ابتداءً نفل انمین جائز ہی تو بقاء نفل کے مخالف کیسے ہونگے ولو استخلف الامام مسبوقاً او لاحقاً او مقیماً وہو مسافر صح والمدرک اولی اور اگر خلیفہ کرے امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کرے مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہو یعنی بوجہ شریک ہونے کے تحریمہ مین اور مدرک خلیفہ کرنے کے لیے بہتر ہی اسلیے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہی ہم مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہی مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا ضروری ہی پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اُسکو چاہیے کہ لوگون کو اشارہ سے منع کردے کہ میری متابعت نہ کرنا جبتک کہ مین فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ چکون پھر اول فوت شدہ نماز کو پڑھے اُسکے بعد جہان سے امام کی نماز رہی ہو اُسکو پڑھے اسمین مقتدی اُسکی متابعت کرین فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا مسافر نے اور مقتدی مسافر اور مقیم ملے جلے ہین تو اُسکو چاہیے کہ دو رکعتون کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کردے کہ وہ سلام پھیرے پھر مقیم مقتدی دو رکعتین باقی اکیلے اکیلے بدون قرارت کے پڑھ لین اور بہتر یہ ہی کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول نہ کرین اور امام کے حق مین بھی بہتر ہی کہ مدرک کے سوا دوسرے کو خلیفہ نکرے کذا فی الشامی

ولو جہل الکمیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطاً اور اگر مسبوق یہ نجانے کہ کتنی رکعتین امام نے پڑھی ہین تو ہر رکعت مین بیٹھے براہ احتیاط یعنی اس احتمال سے کہ شاید وہ رکعت امام کی آخر رکعت ہو م یہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اُسکی تفصیل یہ ہی کہ اگر مسبوق خلیفہ اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار نجانتے ہون مثلاً سب مسبوق ہون تو خلیفہ ایک رکعت پڑھکر بیٹھے پھر کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑھے اور مقتدی اُسکا ساتھ اس باقی مین نہ دین بلکہ اُسکے فارغ ہونے تک صبر کرین جب وہ سلام پھیر چکے اُسوقت اپنی اپنی باقی نماز تنہا پڑھ لین کذا فی النہر الفائق ولو مسبوقاً برکعتین فرضنا القعدتین اور اگر خلیفہ مسبوق ہی دو رکعتون سے تو ہم دو قعدہ اُسپر فرض کہینگے یعنی ایک قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے اور دوسرا خود اُسکا قعدہ اخیرہ ولو اشار لہ انہ لم یقرء فی الاولیین فرضت القراءۃ فی الاربع اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو کہ مین نے پہلے دوگانہ مین قرارت نہین پڑھی تو چارون رکعتون مین قرارت مسبوق پر فرض ہوگی یعنی دو مین بوجہ نیابت امام کے اور دو مین خود اُسکی نماز مین م اس مسئلہ کی چیستان پوچھی جاتی ہی کہ کونسا نماز ی ہی جسپر چارون رکعتون مین قرارت فرض ہی فلو اتم المسبوق صلوۃ الامام قدم مدرکاً للسلام پھر جب مسبوق امام کی نماز تمام کر چکے تو کسی مدرک کو آگے کردے تاکہ وہ سلام پھیر دے ثم لو اتی بما ینافیہا کضحک تفسد صلوتہ دون القوم المدرکین لتمام ارکانہا وکذا تفسد صلوۃ من حالہ کحالہ للمنافی فی خلالہا پھر یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگرچہ مدرک کو خلیفہ کیا ہو یا نہین اگر مسبوق وہ حرکت کرے جو مخالف نماز ہو مثلاً ہنسا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی نہ مدرک مقتدیون کی بوجہ پورا ہو جانے ارکان نماز مذکور کے اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز اُس شخص کی جسکا حال مثل حال مسبوق کے ہو بسبب پائے جانے حرکت مخالف نماز کے درمیان مسبوقون کی نماز کے وکذا تفسد صلوۃ الامام الاول المحدث ان لم یفرغ فان فرغ بان توضأ ولم یبقَ شیٔ لا تفسد فی الاصح لما مرانہ کموتم اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز امام اول بیوضو کی اگر وہ نماز سے فارغ ہوا ہو صحیح تر قول مین بسبب اُس بیان کے کہ گذرا کہ امام مذکور مثل مقتدی کے ہی جبتک خلیفہ فارغ نہوا ہو ورنہ مثل منفرد کے ہی پس اگر امام اول فارغ ہوگیا ہو بسطرح کہ وضو کرکے خلیفہ کا شریک ہوگیا ہو اور کوئی رکعت فوت نہوئی ہو تو نماز فاسد نہوگی م شامی نے کہا کہ فی الاصح عدم فراغت کیصورت سے متعلق ہی اور اُسکا مقابل روایت ابی حفص کی ہی کہ اس صورت مین بھی امام مذکور کی نماز پوری ہی وتفسد صلوۃ مسبوق عند الامام لقہقہۃ امامہ وحدثہ العمد فی ای قعودہ قدر التشہد الا اذا قید رکعتہ بسجدۃ لتاکد انفرادہ اور فاسد ہوتی ہی نماز مسبوق کی امام اعظم کے نزدیک بسبب کھلکھلا کر ہنسنے اور دانستہ حدث کرنے اُسکے امام کے بعد بیٹھنے امام کے بقدر تشہد کے مگر جبکہ مقید کرے مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ سے تو اب اُسکی نماز فاسد نہوگی بوجہ مستحکم ہو جانے اُسکے انفراد کے م یعنی اگر مسبوق متابعت امام کی ترک کرکے اپنی نماز پڑھنے مین مشغول ہوا اور ایک رکعت کا سجدہ کر چکا تو اُسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت بیوضو ہونیکی دانستہ کریگا تو مسبوق کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ مسبوق بسبب ایک رکعت پڑھ لینے کے منفرد ہو چکا امام کے پیچھے نہین کہ حرکت امام کی اُسکی نماز کے اثنا مین واقع ہو ولو تکلم امامہ او خرج من مسجدہ لا تفسد اتفاقاً لانہما منہیان لا مفسدان ولذا یلزم المدرکین السلام ویقومون فی القہقہۃ بلا سلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز باتفاق

امام اور صاحبین کے فاسد نہوگی اسلیے کہ بولنا اور مسجد سے باہر ہونا تمام کرنیوالے ہین نہ مفسد اور انکے مفسد نہونے کی جہت سے مدرکین پر سلام لازم ہی یعنی اگر امام بول پڑے یا مسجد سے تجاوز کرجاے تو مدرک مقتدیون پر واجب ہی کہ سلام پھیرین اور قہقہہ اور حدث عمد مین بدون سلام اٹھ کھڑے ہون کیونکہ یہ دونون مفسد ہین ہم عنایہ مین ہی کہ منہی اسکو کہتے ہین جسکو شارح نے تحریمہ کا اٹھا دینے والا اعتبار کیا ہو نماز سے فارغ ہونے کے وقت جیسے سلام پھیرنا اور خروج بصنعہ ہی اور قہقہہ اور حدث عمد مفسد ہین کیونکہ ایسے شرط نماز کی یعنی طہارت دور ہوجاتی ہی تو نماز امام کی جس جزو سے یہ ملینگے اسکو فاسد کردینگے اور اسی قدر مسبوق کی نماز کا جز فاسد ہوجائیگا اب جو وہ اپنی نماز پڑھیگا تو جزو فاسد پر بنا ہوگی اور فاسد پر بنا فاسد ہوتی ہی لہذا مسبوق کی نماز فاسد ہوئی کذا فی الشامی بخلاف المدرک فانہ کالامام اتفاقاً بخلاف مدرک کے کہ وہ مثل امام کے ہی بالاتفاق یعنے امام کے قہقہہ اور حدث عمد سے اسکی نماز فاسد نہین ہوتی ولو لاحقاً ففی فساد صلوتہ تصحیحان صحح فی السراج الفساد وفی الظہیریۃ عدمہ وظاہر البحر والنہر تائید الاول اور اگر مقتدی لاحق ہوا اور امام بعد تشہد کے قہقہہ یا حدث عمد کرے تو لاحق کی نماز کے فاسد ہونے مین دو تصحیحین ہین سراج مین فساد کو صحیح کہا ہی اور ظہیریہ مین عدم فساد کو اور ظاہر بحر الرائق اور نہر الفائق کا قول اول یعنی فساد نماز کی تائید کرتا ہی ہم مضمون بحر الرائق کا اس مسئلہ مین یہ ہی کہ امام کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ اسکے ذمہ کچھ نماز باقی نہین بخلاف لاحق کے تو اس سے ظاہراً یہی مفہوم ہوتا ہی کہ لاحق کی نماز فاسد ہو ولو احدث الامام لاخصوصیۃ لہ فی ہذا المقام فی رکوعہ او سجودہ توضأ وبنی واعادہما فی البناء علی سبیل الفرض مالم یرفع راسہ منہما مریدا للاداء اما اذا رفع راسہ مریدا بہ اداء رکن فلا یبنی بل تفسد ولو لم یرد الاداء فروایتان کما فی الکافی وفی المجتبی دبتاخر محدودبا ولا یرفع مستویا فتفسد اور اگر امام بیوضو ہوگیا اپنے رکوع یا سجدہ مین شارح نے کہا کہ اس مقام مین امام کی کچھ خصوصیت نہین اگر مقتدی یا منفرد ہو اسکا بھی یہی حکم ہی یعنی وضو کرکے نماز سابق پر بنا کرے اور بنا مین اس رکوع یا سجدہ کو بطور فرض پھر کرے جسمین حدث ہوا بنا کرے جبتک کہ اپنا سر رکوع اور سجدہ سے بارادہ ادا نہ اٹھایا ہو اور جس صورت مین کہ سر اٹھایا ہو یہ ارادہ کرکے کہ سر اٹھانے سے رکن ادا کرے تو اب بنا کرے بلکہ نماز فاسد ہوجائیگی از سر نو پڑھے اور اگر سر اٹھانے سے ادا کا ارادہ نہین کیا تو دو روایتین ہین چنانچہ کافی مین ہی یعنی ایک کے موجب بنا کرے اور دوسری روایت کے موجب نماز فاسد ہوگی اور مجتبی مین ہی کہ جب رکوع مین بیوضو ہو تو کھڑا اور جھکا ہوا پیچھے ہٹے اور سر اونچا نکرے خوب سیدھا ہو کر ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ مجتبی کی مراد یہ ہی کہ خاص اس جگہ سر اونچا نہ کرے یعنی اگر وہان سے ہٹکر سیدھا ہوجائیگا تو نماز فاسد نہوگی ولو تذکر المصلی فی رکوعہ او سجودہ انہ ترک سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ فانحط من رکوعہ بلا رفع او رفع من سجودہ فسجدہا عقب التذکر اعادہما ای الرکوع والسجود ندبا لسقوطہ بالنسیان وسجد للسہو ولو اخرہا الی آخر صلوتہ قضاہا فقط اور اگر یاد کیا نمازی نے اپنے رکوع یا سجدہ مین کہ ایک سجدہ نماز کا یا تلاوت کا چھوڑ دیا اور رکوع سے بدون سر اٹھانے کے جھک پڑا یا سجدہ سے سر اٹھایا اور چھوٹے ہوے سجدہ کو یاد کرنے کے بعد کرلیا تو مستحب ہی کہ اس رکوع کو اور سجدہ کو دوبارہ کرے جسمین چھوٹا ہوا سجدہ یاد کیا بسبب ساقط ہونے وجوب اعادہ کے بھولنے کے باعث اور سجدہ سہو کرے اور اگر چھوٹے ہوے سجدہ کو تاخیر کرے آخر نماز تک تو صرف اسی کو قضا کرے یعنی اس صورت مین اعادۂ رکوع اور سجدہ کا نہ واجب ہی نہ مستحب ہان سجدہ سہو اس صورت مین بھی واجب ہوگا بسبب چھوٹنے ترتیب کے دو سجدون مین حلبی نے کہا کہ سقوط بالنسیان جواب ہی اعتراض کا اسکی تقریر یہ ہی کہ اعادہ رکوع یا سجدہ کا واجب ہونا چاہیے کیونکہ ترتیب واجب تھی وہ ترک ہوئی شارح نے جواب دیا کہ بھولنے سے واجب ساقط ہوجاتا ہی اور سجدہ سہو سے اسکا نقصان پورا ہوجاتا ہی اور ضمیر سقوط کی وجوب اعادہ کیطرف ہی جو مذکور نہین ولو ام واحدا فقط فاحدث الامام ای خرج من المسجد والا فہو علی امامتہ کما مر تعین المأموم للامامۃ لو صلح لہا ای للامامۃ الامام بلا نیۃ لعدم المزاحم ولا یصلح کالصبی فسدت صلوۃ المقتدی اتفاقا دون الامام علی الاصح لبقاء الامام اما المؤتم بلا امام ہذا اذا لم یستخلفہ فان استخلفہ فصلوۃ الامام والمستخلف کلیہما باطلۃ اتفاقا اور ایک شخص صرف ایک مقتدی کا امام ہوا پھر امام بیوضو ہوگیا یعنی بیوضو ہو کر مسجد سے باہر ہوا متعین ہوگا مقتدی بدون نیت کے واسطے امامت کے اگر صلاحیت امام کی امامت کی رکھتا ہوگا بسبب نہ پائے جانے مزاحم کے شارح نے کہا کہ مسجد سے خارج ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امام مذکور مسجد سے خارج نہوگا تو اپنی امامت پر قائم رہیگا مقتدی امام نہین ہوجائیگا اور اگر مقتدی مین صلاحیت امام کی امامت کی نہوگی مثلاً لڑکا مقتدی ہو تو اس مقتدی لڑکے

ف یہان پہیلیان ہوسکتی ہی کہ کونسا نمازی ہی جسپر سلام نہین ۱۲

کی نماز فاسد ہو گی بالاتفاق نہ نماز امام کی صحیح تر قول کے بموجب بسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام یہ فاسد ہونا نماز مقتدی کا اور نہ فاسد ہونا امام کی نماز کا اُس صورت مین ہی کہ امام نے اسکو خلیفہ نکیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کر دیگا تو امام اور خلیفہ دونون کی نماز بالاتفاق باطل ہو گی م صحیح کا قول مقابل یہ ہی کہ بعض کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہو گی اور بعض کے نزدیک دونون کی اور خلیفہ کرنے مین یہ قول ہی کہ تشہد اخیر کے پہلے ہو اور اگر بعد قدر تشہد کے قعدہ کے خلیفہ کریگا تو امام کی نماز فاسد نہو گی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل اختیاری سے کذا فی الشامی ولو ام رجل رجلا فاحدثا وخرجا من المسجد تمت صلوٰۃ الامام وبنی علی صلوتہ وفسدت صلوٰۃ المقتدی للامام اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہو اور دونون بیوضو ہو گئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری ہی اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز فاسد ہو گئی بسبب اسوجہ کے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہی اور مقتدی بلا امام رہگیا کذا فی الطحطاوی واخذہ رعاف یمکث الی انقطاعہ ثم یتوضأ ویبنی للعذر واللہ اعلم نمازی کی نکسیر پھوٹی اُسکے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کر کے بنا کرے اسوجہ کے سبب سے کہ پیشتر ہوئی یعنی توقف کرنا عذر کے لیے مانع بنا نہین واللہ تعالی اعلم

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

یہ باب ہی اُن امور کے بیان مین جو نماز کو فاسد کرتے ہین اور جو اُسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہین عقب العارض الاضطراری بالاختیاری مصنف نے عارض اضطراری کے بعد اختیاری کو ذکر کیا ہی یعنی عوارض دو قسم ہین ایک بے اختیار جسکا بیان باب سابق مین گذرا دوسرے اختیاری جسکو مصنف اس باب مین ذکر کرتا ہی یفسدہا التکلم ہو النطق بحرفین او بحرف مفہم کع وق امرا ولو استعطف کلبا او ہرۃ او ساق حمارا لا تفسد لانہ صوت لا ہجاء لہ فاسد کرتا ہی نماز کو کلام کرنا کلام بولنا ہی دو حرف کا یا ایک حرف مطلب سمجھانے والے کا مثلا ع اور ق امر کے صیغے کہ اول کے معنی ہین حفاظت کر اور دوسرے کے ہین بچا تو اس سے یہ نکلا کہ ایک حرف بمعنی کا بولنا کلام مین داخل نہو گا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلانا چاہا یا گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد نہو گی اسلیے کہ یہ آوازین ہین جنکے ہجے نہین اور کلام مین حرفون کا ہونا چاہیے ہرچند یہ آوازین مفسد نہین مگر مکروہ ہین کذا فی الطحطاوی عمدہ وسہوہ قبل قعودہ قدر التشہد سیان کلام کا دانستہ کرنا اور سہو سے کرنا پہلے بیٹھنے نمازی کے مقدار تشہد کی یکسان ہی م قبل قعود کے اسلیے قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمدا ہو یا سہوا مفسد نہین وسواء کان ناسیا او نائما او جاہلا او مخطیا او مکرہا ہو المختار اور برابر ہی کہ کلام صادر ہو نسیان سے یعنی بھول گیا کہ نماز پڑھتا ہی یا سوتے مین کلام کیا یا انجاننے کی صورت مین یعنی اُسکو معلوم نہ تھا کہ کلام مفسد نماز ہی یا چوک کر کلام کیا کہ قصد قرات خواہ ذکر کا تھا اُسکی جگہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ مین کلام کیا اسطرح کہ کسی نے زبردستی اُس سے کلام کرایا تو ان سب قسمون کے کلام سے نماز فاسد ہو گی یہی مختار ہی م جاننا چاہیے کہ فقہا اور اصولیون اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان مین کچھ فرق نہین مگر حکما یہ فرق بیان کرتے ہین کہ سہو اسکو کہتے ہین کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہے لیکن حافظہ مین باقی رہے اور نسیان یہ ہی کہ مدرکہ اور حافظہ دونون سے جاتی رہے اُسکے معلوم کرنے کو پھر سبب جدید کی احتیاج پڑے اور سہو اور خطا مین یہ فرق ہی کہ سہو والا آگاہ کرتے ہی خبردار ہو جاتا ہی اور خطا والا متنبہ نہین ہوتا اور اگر ہوتا ہی تو مشقت کے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونے کی حالت کے کلام کیطرف راجع ہی اسلیے کہ اسی مین اختلاف فقہا مذہب مذکور ہی چنانچہ فخر الاسلام نے عدم فساد کو اختیار کیا ہی اور بقیہ صورتون مین حنفیون کا خلاف نہین بلکہ اور مذہب والون کا ہی وحدیث رفع عن امتی الخطاء محمول علی رفع الاثم اور یہ حدیث کہ اُٹھا لیا گیا میری امت سے چوکنا محمول ہی گناہ کے اُٹھا لینے پر م حلبی نے کہا کہ یہ حدیث ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث مین نہین پائی گئی بلکہ ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ان الفاظ سے روایت کی ہی (ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ) یعنی اللہ تعالی نے اُٹھا رکھا میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جسپر وہ زبردستی کیے جائین غرضکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ کلام کرنا بھولنے یا چوکنے یا زبردستی سے مفسد نماز نہو اسلیے شارح نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہین کہ بھول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم مراد ہی یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہی مراد نہ ہو گا ورنہ تعمیم لازم آویگی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین منسوخ بحدیث مسلم ان صلوتنا ہذہ لا یصلح فیہا شیء من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہی مسلم کی اس حدیث سے کہ ہماری اس نماز مین آدمیون کا کوئی کلام مناسب نہین م ذی الیدین کے دونون ہاتھ یا ایک لنبا تھا اس جہت سے ذی الیدین کہلائے اُنکا نام عمیر اور لقب خرباق

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

اور کنیت ابو محمد ہی انکی حدیث سے مراد وہ حدیث ہی جو صحیحین مین بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب یا عشا کی پڑھی اور دو
رکعتون پر سلام پھیر کر اُٹھے اور مسجد مین ایک لکڑی پر تکیہ لگا لیا اُسکے آخر مین مذکور ہی کہ ذوالیدین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نماز کم ہوئی یا آپ بھول گئے آپ نے فرمایا
کہ نہ مین بھولا نہ نماز کم ہوئی اُسنے عرض کیا کہ کوئی بات تو ہوئی آپ نے حاضرین سے دریافت کیا کہ ذوالیدین جسطرح کہتا ہی ایسا ہی ہوا لوگون نے عرض کیا کہ ہان آپ
آگے بڑھے اور جسقدر نماز رہگئی تھی اسکو پڑھا اور سجدہ سہو کیا تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ کلام مفسد نماز نہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کلام فرمانے کے پہلی ہی نماز
پر بنا کی شارح جواب دیتا ہی کہ یہ حدیث منسوخ ہی اُس حدیث سے جو مسلم نے معاویہ بن الحکم سلمی سے روایت کی ہو کہ اس اثنا مین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز
پڑھتا تھا کہ ایک شخص نے لوگون مین سے چھینک لی مین نے یرحمک اللہ کہا لوگون نے مجکو گھورنا شروع کیا مین نے کہا کہ تمکو کیا ہوا مجھے کیون دیکھتے ہو انھون نے اپنے ہاتھ
رانون پر مارے مین نے جب جانا کہ مجھکو چپ کرتے ہین مین خاموش ہو رہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے مجکو بلایا پس فدا ہون آپ پر میرے والدین مین نے آپ سے
بہتر تعلیم کرنیوالا نہ پیشتر دیکھا تھا نہ آپ کے بعد کہ بخدا نہ مجکو ڈانٹا نہ مارا نہ بُرا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ اس نماز مین کوئی کلام آدمیون کا مناسب نہین ہی یہ تو صرف تکبیر اور تسبیح
اور قرارت قرآن ہی الحدیث الا السلام ساھیا للتحلیل ای للخروج من الصلوٰۃ قبل اتمامہا علی ظن اکمالہا فلا یفسد مگر سلام پھیرنا بھول کر تحلیل کے لیے یعنی نماز سے
باہر آنے کو پیشتر اُسکے پورا پڑھنے کے بخیال اُسکے کامل ادا کرنے کے کہ یہ سلام مفسد نماز نہین بخلاف السلام علی انسان للتحیۃ او علی ظن انہا ترویحۃ مثلا او سلم قائما فی غیر جنازۃ
فانہ یفسدہا مطلقا وان لم یقل علیکم ولو ساھیا فسلام التحیۃ مفسد مطلقا وسلام التحلیل ان عمدا بخلاف سلام کے کسی آدمی پر تعظیم کے لیے یا سلام اس خیال سے کہ نماز
تراویح ہی مثلا یا سلام کیا حالت قیام مین سوا جنازہ کی نماز کے کہ یہ تینون سلام مفسد نماز ہین مطلقا اگرچہ لفظ علیکم نہ کہا ہو اور اگرچہ بھول کر سلام کہا ہو پس سلام تحیت
کا مفسد ہی مطلقا خواہ دانستہ ہو یا بھولکر اور سلام نماز سے باہر آنے کا مفسد ہی اگر دانستہ ہو فساد نماز سلام تحیت سے اسلیے ہی کہ وہ کلام مین داخل ہی اور بگمان تراویح اسلیے
مفسد ہی کہ نمازی نے قطع نماز کی نیت کی اور حالت قیام کا سلام اسلیے مفسد ہی کہ قیام اُسکا محل نہین اور چونکہ جنازہ مین سلام کھڑے ہونے کی حالت مین ہوتا ہی اسلیے جنازہ
مین سلام سہوا کرنا معاف ہی جیسے سلام تحلیل قعدہ مین سہوا معاف ہی ورد السلام ولو سہوا بلسانہ لا بیدہ بل یکرہ علی المعتمد نعم لو صافح بنیۃ السلام قالوا تفسد لانہ عمل کثیر اور
فاسد کرتا ہی نماز کو جواب دینا سلام کا زبان سے اگر بھولکر ہو نہین تو فاسد کرتا ہاتھ سے جواب دینا بلکہ مکروہ ہی معتمد مذہب پر ہان اگر مصافحہ کرے سلام کی نیت سے تو فقہا
نے کہا کہ نماز فاسد ہوتی ہی غالبا اسوجہ سے کہ مصافحہ کرنا عمل کثیر ہو وفی النہر عن صدر الدین الغزی انہ قال اور نہر الفائق مین صدر الدین غزی سے یہ نظم نقل کی ہی جسمین
اُن لوگون کو جمع کیا ہی جنپر سلام کرنا مکروہ ہی صدر الدین نے کہا ہے سلامک مکروہ علی من ستسمع ✤ ومن بعد ما ابدی یسن ویشرع ✤ سلام کرنا تیرا ای مخاطب مکروہ ہی ان
لوگون پر جنکو تو سنیگا اور بعد اُس چیز کے کہ ظاہر کرتا ہون مین مسنون اور مشروع ہی یعنی جنکو مین نے اس جا ذکر کیا ہی اُنکے سوا اور لوگون پر سلام کرنا مسنون ہی ے مصل وتال
ذاکر ومحدث خطیب ومن یصغی الیہم ویسمع ✤ نماز پڑھنے والا اور تلاوت قرآن کرنیوالا اور واعظ یا ذکر الٰہی مین مشغول اور حدیث بیان کرنیوالا اور خطبہ پڑھنے والا اور
جو شخص ان پانچون کیطرف کان لگادے اور سُنے ان سب پر سلام کرنا مکروہ ہی ے مکرر فقہ جالس لقضائہ ✤ ومن بحثوا فی العلم دعہم لینفعوا ✤ تکرار کرنیوالا فقہ کا اُسکے
یاد کرنے یا سمجھنے کے لیے اور قاضی بیٹھنے والا اپنے حکم دینے کے لیے کہ مدعی اور مدعا علیہ اُسپر سلام نہ کرین کیونکہ سلام تحفہ ملاقات کا ہی اور یہ لوگ ملاقات کو نہین جاتے
کذا فی الشامی اور جو لوگ بحث کرین علم شرعی مین چھوڑ انکو تاکہ فائدہ اُٹھا دین یعنی اُنپر سلام مت کر ے مؤذن ایضا او مقیم مدرس ✤ کذا الاجنبیات الفتیات امنع ✤
اذان دینے والا یا تکبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکھانے والا اسیطرح اجنبی عورتین جوان سلام کے حق مین ممنوع ہین ہم اس سے یہ نکلا کہ بوڑھی عورتون کو سلام کرنا
بدون کراہت جائز ہی ے ولعاب شطرنج وشبہ بخلقہم ✤ ومن ہو مع اہل لہ یتمتع ✤ اور شطرنج کھیلنے والے اور جو لوگ انکی عادت کے مشابہ ہون یعنی جو فسق اور
معصیت مین اُنکے مثل یا بڑھکر ہون جیسے جواری اور شرابخوار اور غیبت کرنیوالا اور کبوتر اڑانے والا اور گانے والا وغیرہم اور جو شخص کہ اپنی بی بی کے ساتھ بوس و
کنار مین مصروف ہو ے ودع کافرا ایضا ومکشوف عورۃ ✤ ومن ہو فی حال التغوط اشنع ✤ اور چھوڑ کافر کو بھی یعنی بدون حاجت ابتدا بسلام مت کر اور

چھوڑ کھلے ہوئے شرمگاہ کو اور اُس شخص کو جو حالت براز یا بول مین ہو کہ اُسپر سلام کرنا اورون سے زیادہ بُرا ہے ۔ ودع آکلا الا اذا کنت جائعا ۔ وتعلم منہ انہ
لیس بممنوع ۔ اور چھوڑ کھانیوالے کو مگر جس صورت مین کہ تو بھوکا ہو اور اُسکا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نکریگا تو ان دو قیدون کے ساتھ اُسپر سلام مکروہ نہین
ورنہ مکروہ ہے وقد زدت علیہ المتفقہ علی استاذہ کما فی القنیۃ والمغنی ومطیر الحمام والحقۃ فقلت ۔ کذاک استاذ مغن مطیر ۔ فہذا اختتام والزیادۃ تنفع ۔ صاحب نہر
کہتا ہو کہ مین نے شمار مذکور پر تین شخص اور زیادہ کیے اول شاگرد کا سلام استاد پر یعنی جب استاد مشغول پڑھانے مین ہو دوسرا گانے والا تیسرا کبوتر اڑانے والا اور مین نے
انکو ایک شعر بڑھا کر تعداد مذکورہ سابق مین ملادیا تو یون کہا کہ یہی حکم ہے استاد اور مغنی اور کبوتر اڑانے والے کا اور یہ خاتمہ ہے ان لوگون کا جنپر سلام مکروہ ہے اور یہ میل زیادہ کرنا مفید ہے
اور بعضون نے ان لوگون کو بھی بڑھایا ہے بوڑھا آدمی ٹھٹھا کرنیوالا اور لغو گو اور جھوٹ بولنے والا اور جو بازار مین قصداً لوگون کی بُرائیون پر نظر ڈالے اور جو لوگون کو گالیان
دے اور جو لبیک کہتا ہو کذا فی العالمگیریۃ وصرح فی الضیاء بوجوب الرد فی بعضہا وبعدمہ فی قولہ سلام علیکم بجزم المیم اور ضیاء معنوی مین تصریح کی ہے واجب ہونے جواب سلام
کی بعض ان صورتون مین اور نہ واجب ہونے جواب کے سلام علیکم کہنے مین میم سلام کے جزم کے ساتھ ہے شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا اسطرح ہے ۔ کہ
السلام علیکم یا یون ہے کہ سلام علیکم ان دونون کے سوا اور طرح پر کہنا جیسے عوام کہتے ہین سلام نہوگا اور نہ اُسکا جواب واجب ہے شارح نے خزائن الاسرار مین جلال الدین
سیوطی کی نظم لکھی ہے جنمین وہ لوگ ضبط کیے ہین جنپر جواب سلام واجب نہین چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا اُن لوگون پر واجب نہین جو نماز مین مصروف ہو جو کھانے مین یا
پینے مین یا قرارت یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے مین یا قضاء حاجت یا تکبیر یا اذان مین مشغول ہو یا سلام کرنے والا لڑکا یا متوالا یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا
اونگھنے والا یا جماع کی حالت مین ہو یا حکم کا خواہان ہو یا حمام مین ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی والتنحنح بحرفین بلا عذر اما بہ بان نشا من طبعہ فلا او بلا غرض صحیح فلو لتحسین صوتہ
او لیہتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلوۃ فلا فساد علی الصحیح اور فاسد کرتا ہے نماز کو کھنکھارنا دو حرفون سے بدون عذر کے یعنی اُح اح کرنا بلا عذر مفسد نماز ہے اور اگر زیادہ
حرف نکلین تو بطریق اولی مفسد ہے اور بدون حروف کے کھنکھارنا بلا عذر مفسد نہین بلکہ مکروہ ہے کذا فی الشامی اور کھنکھارنا عذر کے ساتھ اسطرح کہ نمازی کی طبیعت سے
خود بخود بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہین یا مفسد نماز ہے کھنکھارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کھنکھارے یا اسلیے کہ امام کو ہدایت ہو جاکہ غلطی
کو چھوڑ کر صواب اختیار کرے یا کھنکھارنے سے یہ بتلانا منظور ہو کہ مین نماز مین ہون تو ان صورتون مین نہ فساد ہے نہ کراہت مذہب صحیح پر مع قیاس اسکا مقتضی ہے کہ کھنکھارنا مفسد ہو
کیونکہ وہ کلام ہے اور کلام مفسد ہے مگر غرض صحیح مین کھنکھارنے کا مفسد نہونا نص کے سبب سے اختیار کیا گیا یعنی سنن ابن ماجہ مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین دو بارہ حاضر ہوا تھا ایکبار دن مین اور ایکبار رات مین تو جس وقت مین آتا اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کھنکھار دیتے اس سے معلوم ہوا کہ
غرض صحیح کے باعث کھنکھارنا مفسد نہین کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ کلامنا خلافا للشافعی اور فاسد کرتا ہے نماز کو دعا مانگنا اُن الفاظ سے جو مشابہ ہون آدمیون کی
گفتگو سے برخلاف امام شافعی کے ہم دعا مشابہ لوگون کی گفتگو کے وہ ہے جو نہ قرآن مین ہو نہ حدیث مین اور اُسکا مانگنا بندون سے محال نہو جیسے الٰہی مجھکو نمک دے تیل
دے وغیرہ تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث مین ہو یا اُسکا طلب کرنا بندون سے محال ہو تو اُس سے نماز فاسد نہوگی کذا فی البحر والانین ہو قولہ آہ بالقصر والتاوہ ہو قولہ
آہ بالمد والتافیف اف او تف والبکاء بصوت یحصل بہ حروف لوجع او مصیبۃ قید للاربعۃ الا لمریض لا یملک نفسہ عن انین وتاوہ لانہ حینئذ کعطاس وسعال و
جشاء وتثاوب وان حصل حروف للضرورۃ اور فاسد کرتا ہے نماز کو انین یعنی اُہ کہنا نمازی کا الف کے قصر سے اور تاوّہ یعنی مد الف سے آہ کرنا اور مفسد نماز ہے تافیف یعنی اف کرنا
یا تف کرنا اور مفسد ہے رونا ایسی آواز سے کہ اُس سے حروف پیدا ہون بسبب درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چارون کی قید ہے یعنی انین اور آہ کرنا اور اف
کرنا اور حروف آمیز آواز سے رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہے مگر اُس مریض کے لیے مفسد نہین جو اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہین روک سکتا اسلیے کہ اُسکا آہ کرنا اسوقت ایسا ہے
جیسا چھینکنا اور کھانسنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ حروف پیدا ہون کہ یہ امور مفسد نہین ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہے بمعنی نہی یعنی تنگ مت کر اور اس مین بہت سے
لغت ہین یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ ف کی تینون حرکتین مخفف اور مشدد اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہین نہر الفائق مین کہا کہ رونا افسوس سے بلا آواز یا آواز کے

ساتھ جسمین حروف ہوں مفسد نماز نہیں کذا فی الشامی **لا لذکر الجنۃ او النار فلو عجبہ قرأۃ الامام فجعل یبکی ویقول بلی او نعم او آری لا تفسد سراجیۃ لدلالتہ علی الخشوع** نہیں مفسد ہے آہ وغیرہ کرنا بسبب ذکر جنت یا دوزخ کے پس اگر اچھی معلوم ہوئی مقتدی کو امام کی قرارت اور رو کر کہنے لگا کیون نہیں یا ہان یا البتہ تو نماز فاسد نہوگی کذا فی السراجیۃ بسبب دلالت کرنے ان الفاظ کے خشوع پر جو نماز مین مطلوب ہے م یعنی ذکر جنت یا دوزخ سے رونا اور آہ کرنا گویا یون کہنا ہے کہ الٰہی تجھ سے جنت مانگتا ہون اور مجکو دوزخ سے بچانا تو چونکہ اسطرح کی دعا مفسد نہیں اسلیئے آہ وغیرہ کرنا بھی مفسد نہوگا خشوع پر دلالت کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر صرف خوش لہجہ ہونے کی جہت سے مزہ لیکر رو دیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور درد اور مصیبت کے لیئے آہ کرنا اظہار افسوس ہے تو لوگون کے کلام سے مشابہ ہوا اسلیئے مفسد ٹھہرا کذا فی الشامی **ویفسدہا تشمیت عاطس بغیرہ بیرحمک اللہ ولو عن العاطس نفسہ لا** اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا نمازی کا چھینکنے والیکو یعنی اپنے سوا دوسرے کو لفظ یرحمک اللہ سے یعنی خدا تجھپر رحم کرے اور اگر جواب چھینکنے والے نمازی سے ہو خود اپنے نفس کے لیئے تو مفسد نہیں م شامی نے کہا کہ بغیرہ بدل ہے عاطس سے اسلیئے کہ تشمیت عاطس مین اضافت بمعنی لام ہے اور یہ لفظ شارح نے صرف لنفسہ کے مقابلہ کو بڑھا دیا ورنہ بہتر یہی ہے کہ عبارت سے ساقط کیا جائے کیونکہ تشمیت کا فاعل نمازی ہے اور مفعول عاطس پھر بغیرہ کی کیا حاجت ہے اور معنی تشمیت کے دعاء خیر کرنے کے ہین اور وجہ فساد کی یہ ہے کہ غیر کیطرف خطاب کی جہت سے یہ جملہ لوگون کے کلام مین داخل ہو گیا اسلیئے اگر اپنے نفس کو خطاب کر کے یرحمک اللہ کہیگا تو غیر کو خطاب نہونے کی جہت سے نہ کلام ہوگا نہ مفسد **وبعکسہ التامین بعد التشمیت** اور اسکا الٹا ہے آمین کہنا بعد جواب چھینک کے یعنی خود اپنے لیئے آمین کہیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور غیر کے لیئے کہنے سے فاسد نہو گی م صورت اس مسئلہ کی ظہیریہ مین یون ہے کہ مثلاً حامد اور محمود نماز پڑھتے ہین اور حامد نے چھینک لی تو خالد نے جو خارج نماز تھا کہا یرحمک اللہ یہ سنکر حامد اور محمود دونون نے کہا آمین تو اس صورت مین نماز حامد کی فاسد ہو گی کہ اُسنے خود اپنے حق مین دعا کا جواب دیا اور محمود کی نماز فاسد نہوگی کہ غیر کے لیئے آمین کہا کذا فی الطحطاوی **وجواب خبر سوء بالاسترجاع علی المذہب لانہ بقصد الجواب صار ککلام الناس** اور مفسد نماز ہے جواب خبر بد کا دینا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر بموجب قوی مذہب کے اسلیئے کہ یہ جملہ پڑھنا جواب کے ارادہ سے مثل لوگون کے کلام کے ہو گیا م علی المذہب کی قید سے ظہیریہ کے قول کا رد ہوا کہ اُسمین عدم فساد کی تصحیح کی ہے اور یہ تصحیح مخالف متون اور شروح کے ہے کذا فی الحلیۃ والبحر **وکذا یفسدہا کل ما قصد بہ الجواب کان قیل أمع اللہ الٰہ فقال لا الٰہ الا اللہ او مالک فقال الخیل والبغال والحمیر او من این جئت فقال وبئر معطلۃ وقصر مشید** اور اسیطرح فاسد کرتا ہے نماز کو ہر ایک جملہ جس سے نمازی نے قصد کیا ہو جواب دینے سائل کا اگرچہ وہ جملہ قرآن کا ہو مثلاً اگر کہا گیا کہ کیا ہے خدا کے ساتھ کوئی معبود تو نمازی نے جواب مین کہا لا الٰہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہیں سوا خدا تعالی کے یا کسی نے کہا کہ تیرا مال کیا ہے تو نمازی نے کہا کہ گھوڑے اور خچر اور گدھے یا کسی نے کہا تو کہان سے آیا تو نمازی نے کہا اور کنوئین بیکار اور محل گچگیری کے تو ان صورتون مین نماز فاسد ہو جائیگی م نماز کا فاسد ہونا استرجاع یا ان قرآن کے جملون سے طرفین کے نزدیک ہے نہ ابو یوسف کے امام ابی یوسف کے نزدیک جو جملہ متضمن ثنا ہو یا قرآن کا ہو وہ نیت سے نہیں بدلتا یعنی ثنا یا قرآن ہی رہتا ہے اور طرفین کے نزدیک بدل جاتا ہے یعنی کلام ہو جاتا ہے اور قصد جواب کی قید کا فائدہ شارح آگے بیان کریگا **او الخطاب کقولہ لمن اسمہ یحیی او موسی یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ او ما تلک بیمینک یا موسی مخاطبا لمن اسمہ ذلک او لمن بالباب ومن دخلہ کان آمنا** یا قصد کیا جاوے اس جملے سے خطاب تب بھی مفسد ہوگا جیسے نمازی کا کہنا اُس شخص سے جسکا نام یحیی ہے یہ آیت (یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ) یعنی اے یحیی پکڑ کتاب کو زور سے یا جسکا نام موسی ہے اُسکو یہ کہنا (ما تلک بیمینک یا موسی) یعنی اور کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ مین اے موسی یہ آیتین کہ مخاطب ہو کر اُنسے جنکا نام یہ ہے یعنی یحیی یا موسی یا دروازے پر والے شخص سے یہ کہنا کہ جو کوئی اُسمین داخل ہوگا وہ بخوف ہوگا م خطاب کی صورت مین سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے امام ابو یوسف بھی خطاب کیصورت مین قرآن کو لوگون کے کلام مین تصور کرتے ہین کیونکہ قرآن اُس شخص کے خطاب کے لیئے موضوع نہیں جسکے لیئے نمازی خطاب کرتا ہے کذا فی الشامی **فروع مسائل لحقہ شارح کے سمع اسم اللہ تعالی فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی علیہ او قرأۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ تفسد ان قصد جوابہ** نمازی نے خدا تعالی کا نام سنکر کہا جل جلالہ یعنی بڑی ہے بزرگی اُسکی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود پڑھا یا امام کی قرارت سُنی اور کہا سچ کہا اللہ نے اور اُسکے رسول نے تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوگی اگر متکلم کے جواب کا قصد

کیا ہو گا ہم یعنی اگر بقصد تعظیم اور سُننے کے کہیگا تو نماز فاسد نہو گی اور کہنا اسقدر معتبر ہے کہ اپنے آپ سن لے اور اگر ایسی طرح کہا کہ خود بھی نہ سُنا تو نماز فاسد نہو گی کذا فی الشامی والطحطاوی

ولو سمع ذکر الشیطان فلعنہ تفسد وقیل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اُسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہو گی اور قول ضعیف یہ ہے کہ فاسد نہو گی ولو حوقل لدفع الوسوسۃ

ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الآخرۃ اور اگر نمازی نے لاحول پڑھی وسوسہ کے دور ہونیکے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے دفع وسوسہ ہے تو فاسد ہو گی نہ امور آخرت کے لیے

ولو سقط شیء من السطح فبسمل او دعا لاحد او علیہ فقال آمین تفسد اور اگر چھت مین سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ یا کسی کے لیے دعاء خیر یا دعاء بد ہوئی اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہو گی ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولہما عملا بقصد المتکلم اور نہین فاسد ہوتی ہے نماز کل صورتون مین امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول طرفین کا ہے بسبب عمل کرنیکے متکلم کے قصد پر ہم چونکہ الفاظ گذشتہ یا قرآن مین یا ثنا اور یہ دونون بجز خطاب کی صورت مین ابو یوسف کے نزدیک قصد متکلم سے متغیر نہین ہوتے اسلیے نماز فاسد نہین ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنے مین اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن مین ہین تب تو شارح کا قول بجا ہے اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو وہ جملہ نہ ثنا ہو گا نہ قرآن تو ظاہر امام ابو یوسف کے نزدیک بھی فاسد ہو گی مگر کوئی محشی اسکے درپے نہین ہوتے ہین

لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برأیہ قہستانی معزیا للزاہدی ومر وبأتی فتنبہ یہانتک کہ اگر نمازی اپنے غیر کا امر مانیگا مثلاً اُس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ اور وہ آگے بڑھ گیا یا جماعت کے فرجہ مین کوئی گھسا اور نمازی نے اُسکو جگہ دی تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بلکہ ایک ساعت توقف کرے پھر اپنی تجویز سے آگے بڑھے کذا فی القہستانی منسوب بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت مین گذر گیا اور آگے آویگا تو خبردار رہنا وقید بقصد الجواب لانہ لو لم یرد جوابہ بل اراد اعلامہ بانہ فی الصلوٰۃ لا تفسد اتفاقا ابن ملک وملتقی اور ماتن نے فساد نماز مین ان جملون سے قید جواب کے قصد کی لگائی اسلیے کہ اگر نمازی جواب متکلم کا ارادہ نہ کریگا بلکہ یہ جتانا چاہیگا کہ مین نماز کے اندر ہون تو نماز باتفاق فاسد نہو گی بیان کیا ہے اسکو ابن ملک نے اور مصرح ہے ملتقی مین وفتحہ علی غیر امامہ الا اذا اراد التلاوۃ اور مفسد نماز ہے نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام کے سوا دوسرے شخص کو یعنی قراءت مین رُکنے والیکو بتانا مگر جس صورت مین کہ ارادہ کرے تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہو گا ہم یہ صورت شامل ہے مقتدی کے ایک دوسرے کے بتانے کو یا یہ کہ مقتدی منفرد کو بتا دے یا بالعکس یا یہ کہ نمازی اُس شخص کو بتا دے جو نماز نہین پڑھتا ہے تو ہر صورت بتانیوالیکی نماز فاسد ہو گی کیونکہ بتانا تعلیم ہے بدون حاجت کے جو نماز کا منافی ہے وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح اور اسیطرح مفسد نماز ہے لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جبکہ نمازی خود یاد کرکے پڑھے پہلے پورا ہونے لقمہ دینے کے تو مفسد نہو گا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتا دے تو اگر وہ اُسکا بتایا ہوا پڑھیگا تو نماز فاسد ہو گی اور اگر ہنوز بتانیوالا بتا نہ چکا تھا کہ خود یاد آگیا اور پڑھا تو فاسد نہو گی بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح وآخذ بکل حال الا اذا سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلوٰۃ الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ وہ مفسد نماز نہین مطلقا یعنی نہ لقمہ دینے والیکی نماز کا مفسد ہے نہ لینے والیکی نماز کا ہر حال مین یعنی برابر ہے کہ امام اسقدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا نہ پڑھ چکا ہو ایک آیت سے دوسری کی طرف چلا گیا ہو یا نہین لقمہ دینا پہلے ہی بار ہو یا دوسری تیسری بار کسیطرح مفسد نماز نہین ہان اگر مقتدی نے کسی نماز پڑھنے والے سے لقمہ کو سُنکر اپنے امام کو بتایا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہو گی ہم اسلیے کہ جب مقتدی نے خارج آدمی کا بتایا ہوا لیا تو اُسکی نماز فاسد ہو گئی اب اگر امام کو بتا دیگا اور وہ لیگا تو امام کی نماز فاسد ہو گی اور اُسکے فساد کی جہت سے سب کی نماز باطل ہو گی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ غیر مصلی سے یہ مراد ہے کہ مقتدی جس نماز کو پڑھتا ہے اُسمین اُسکا شریک نہو خواہ دوسری پڑھتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑھتا ہو وینوی الفتح لا القراءۃ اور لقمہ دینے والا مقتدی نیت بتانے کی کرے نہ قراءت کی کیونکہ قراءت پیچھے امام کے ممنوع ہے اور لقمہ دینا ہم مقتدی کے حق مین فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے بلکہ توقف کرے تاکہ امام دوبارہ پڑھکر خود نکال لے اسیطرح امام کے حق مین مکروہ ہے کہ قراءت مین نماز کے اور اُلجھے کہ مقتدی کو بتانا ہی پڑے بلکہ اسکو چاہیے کہ متشابہ کو چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنے لگے جسکے ملانے سے معنی نہ بگڑتے ہون یا دوسری سورۃ شروع کر دے یا اگر قراءت بقدر واجب پڑھ چکا ہو تو رکوع کر دے کذا فی الشامی

ولو جری علی لسانہ نعم او آری ان کان یعتادہا فی کلامہ تفسد لانہ من کلامہ والا لا لانہ قرآن اور اگر نمازی کی زبان سے نعم یا آری نکل گیا تو اگر اس کلمہ کا عادی ہو یعنی گفتگو مین یعنی اُسکا تکیہ کلام ہو تو نماز فاسد ہو گی اسلیے کہ یہ الفاظ منجملہ اُسکے کلام کے متصور ہونگے اور اگر تکیہ کلام نہین

تو نماز فاسد نہوگی کیونکہ لفظ قرآن ہو شامی نے کہا کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہین کہ قرآن نظم الفاظ و معانی دونون کا نام ہو اُنکے قول کے بموجب آرے قرآن نہین ہوسکتا
واکلہ وشربہ مطلقا ولو سمسمة ناسیا الا اذا کان بین اسنانہ ماکول دون الحمصة کما فی الصوم ہو الصحیح قالہ الباقانی فابتلعہ اور مفسد نماز ہو کھانا نمازی کا اور پینا اُسکا مطلقا
یعنی تھوڑا یا بہت دانستہ ہو یا بھولکر اگرچہ ایک تل ہی کھائے بھولکر یا ایک قطرہ پانی کا بھولکر پی جاے تب بھی مفسد نماز ہو مگر اُس صورت مین کہ نمازی کے دانتون کے درمیان کوئی
کھانے کی چیز ہو اور اُسکو نگل جاے تو نماز فاسد نہوگی شارح نے کہا کہ دانتون کے اندر چیز چنے سے کم ہو جیسا کہ روزہ مین ہو کہ اگر اسقدر دانتون کے درمیان سے نگل جائیگا تو روزہ
نہ جائیگا یہی قول صحیح ہو کہا ہو اُسکو باقانی نے شرح ملتقی مین اما المضغ فمفسد کسکر فی فیہ یبتلع ذوبہ اور چابنا تو مفسد ہو جیسے شکر نمازی کے مُنھ مین کہ گھلی ہوئی کو نگلتا ہو شامی
نے کہا کہ چابنے سے مراد یہ ہو کہ زیادہ چابے یعنی تین بار یا اکثر اور اس عبارت سے شارح نے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ مفسد نماز یا تو چابنا ہی یا خود ماکول کا پیٹ مین پہونچنا یعنی
صرف مزہ کسی چیز کا مفسد نماز نہین مثلاً اگر کسی نے شکر کی ڈلی نگل کر نماز کی نیت کی اور اُسکی مٹھائی مُنھ مین باقی ہو تو اُسکے نگلنے سے نماز فاسد نہوگی ولیفسد ہا انتقالہ من
صلوة الی مغایرتہا ولو من وجہ حتی لو کان منفردا فکبر ینوی الاقتداء او عکسہ صار مستانفا بخلاف نیة الظہر بعد رکعة الظہر الا اذا تلفظ بالنیة فیصیر مستانفا مطلقا اور فاسد
کرتا ہو نماز کو جانا نمازی کا ایک نماز سے اُسکی غیر مین اگرچہ غیر ہونا کسی اعتبار سے ہو یہانتک کہ اگر اکیلا نماز پڑھتا ہو پھر اللہ اکبر کہکر نیت اقتدا کرے یا اسکا عکس ہو یعنی مقتدی ہو
اور تکبیر سے نیت تنہا پڑھنے کی کرلے تو از سرنو پڑھنے والا ہو جائیگا یعنی جس نماز کو اول شروع کیا تھا وہ فاسد ہو جائیگی مثلاً فجر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد جو اللہ اکبر کہا اُس
سے نیت عصر کی کرلی تو فجر کی نماز فاسد ہو جائیگی بخلاف نیت ظہر کے بعد ایک یا دو رکعت ظہر کے یعنی اگر ایک ہی نماز کی نیت دوبارہ کی تو پہلی نماز فاسد نہوگی مثلاً ظہر کی نماز پڑھتا تھا
ایک رکعت کے بعد پھر اُسی ظہر کی نیت کی تو اول رکعت باطل نہوگی مگر اُس صورت مین کہ نیت کے الفاظ مُنھ سے کہے تو اس صورت مین از سرنو پڑھنے والا ہو جائیگا مطلقاً یعنی خواہ
غیر نماز کی نیت کرے خواہ اُسی کی کرے تلفظ نیت سے پہلی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نیت کا تلفظ کلام ہو اور کلام نماز کا مفسد ہو کذا فی الشامی وقراءتہ من مصحف ای ما فیہ قرآن مطلقاً
لانہ تعلم اور مفسد نماز ہو نمازی کا پڑھنا مصحف کو دیکھکر یعنی جسمین قرآن لکھا ہو خواہ مصحف ہو یا محراب ہو اُسمین سے دیکھکر پڑھنا مفسد ہو مطلقاً خواہ تھوڑا پڑھے یا بہت امام ہو
یا منفرد بدون دیکھے پڑھنا اُسکو ممکن ہو یا نہین ہر صورتمین مفسد ہو اسلیے کہ یہ پڑھنا تعلیم ہو امام اعظم کے نزدیک دیکھکر پڑھنے مین وجہ فساد کی دو طرح سے ذکر کیگئی اول جو ضعیف ہے
وہ یہ ہو کہ اسمین قرآن کا اُٹھانا اور اُسکو دیکھنا اور ورق لوٹنا پڑتا ہو یہ عمل کثیر ہو اور دوسری وجہ جو کافی نے بہ تبعیت سرخسی تصحیح کی ہو یہ ہو کہ اسطرح پڑھنا تعلم ہو یعنی گویا قرآن
سکھاتا جاتا ہو اور نمازی سیکھتا ہو اور تعلم و تعلیم نماز کی مفسد ہو کذا فی الشامی الا اذا کان حافظا لما قرأہ وقرأ بلا حمل ہان اگر حافظ ہو اُسکا جسکو دیکھکر پڑھا اور بدون قرآن اُٹھانے
کے پڑھا تو اس صورتمین نماز فاسد نہوگی کیونکہ دونون وجہین فساد کی اس صورتمین مفقود ہین وقیل لا تفسد الا بآیة استظہرہ الحلبی اور ایک قول یہ ہو کہ نماز فاسد نہوگی مگر
ایک آیت سے اور ظاہر کہا ہو اسکو حلبی نے یعنی اسوجہ سے کہ ایک آیت سے امام کے نزدیک نماز جائز ہوتی ہو وجوزہ الشافعی بلا کراہة وہما بہا للتشبیہ باہل الکتاب ای ان قصدہ
فان التشبہ بہم لا یکرہ فی کل شیٔ بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ کما فی البحر اور جائز رکھا ہو دیکھکر پڑھنا امام شافعی نے بدون کراہت کے اور صاحبین نے اُسکو جائز
رکھا ہو کراہت کے ساتھ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بھی نماز مین توریت و انجیل دیکھکر پڑھتے ہین یعنی اگر نمازی قصد تشبہ کا کریگا تو کراہت ہوگی کیونکہ
مشابہ ہونا اہل کتاب سے ہر چیز مین مکروہ نہین مثلاً کھانا اور پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانون اور اہل کتاب مین یکسان ہین تو مشابہت سے کچھ ہرج نہین
بلکہ بری بات مین مشابہت مکروہ ہو اور اُس چیز مین مکروہ ہو جس سے قصد مشابہ ہونیکا کیا جاے چنانچہ بحر الرائق مین ہو ولیفسدہا کل عمل کثیر لیس من اعمالہا ولا لاصلاحہا
اور فاسد کرتا ہو نماز کو ہر عمل کثیر جو نماز کے اعمال مین سے نہو اور نہ نماز کی اصلاح کے لیے ہو مثلاً نماز کے اعمال مین سے نہو یعنی اگر مثلاً رکوع یا سجدہ زیادہ کرلیا تو یہ مفسد نہوگا اگرچہ
عمل کثیر ہو مگر نماز کے اعمال مین سے ہو اسیطرح اصلاح کے لیے عمل کثیر مفسد نہین جیسے بیوضو ہو جانے سے وضو کو جانا کذا فی الشامی وفیہ اقوال خمسة اصحہا ما لا یشک بسببہ
الناظر من بعید فاعلہ انہ لیس فیہا اور عمل کثیر کی تعریف مین پانچ قول ہین اُنمین سے صحیح تر یہ ہو کہ عمل کثیر وہ ہو کہ جسکے سبب سے دور کا دیکھنے والا اُسکے کرنیوالیکو اس بات
مین تردد نکرے کہ وہ نماز کے اندر نہین ہم دور سے دیکھنے والے سے یہ مراد ہو کہ جسکے سامنے نماز شروع نکی ہو حاصل یہ کہ عمل کثیر وہ ہو کہ اُسکا کرنیوالا دیکھنے والے کی نظر مین

بظن غالب معلوم ہو کہ نماز نہین پڑھتا یہ ایک قول ہوا اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو کام عادت مین دو ہاتھون سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی اُسکو ایک ہاتھ سے کرے جیسے پگڑی یا پاجامہ کا باندھنا اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دو ہاتھون سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اُتارنا تیسرا قول یہ ہے کہ تین حرکتین متصل بہم کثیر ہین ورنہ قلیل چوتھا قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ کرنیوالے کا مقصود ہو یعنی جسکے لیے جداگانہ مجلس کرتا ہو پانچوان قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جسکو نمازی خود بہت سمجھے کذا فی الشامی مختصراً وان شک انہ فیہا ام لا فقلیل لکنہ یشکل بمسئلۃ المس والتقبیل فتأمل اور اگر دیکھنے والا تردد کرے کہ کام کرنیوالا نماز مین ہے یا نہین تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہے مسئلہ چھونے اور بوسہ لینے سے سو اسکو سوچ لے ام صورت مس اور تقبیل کی یہ ہے کہ ایک عورت نماز پڑھتی ہے اُسکے شوہر نے اُسکو شہوت سے چھو دیا خواہ بدون شہوت کے اُسکا بوسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہو جاتی ہے حالانکہ عورت سے اس صورت مین کوئی فعل سرزد نہین ہوا چنانچہ یہ مسئلہ مع اسکے جواب کے شاح فروع مین ذکر کریگا فلا تفسد برفع یدیہ فی تکبیرات الزوائد علی المذہب وما روی من الفساد فشاذ پس نہین فاسد ہوتی ہے نماز نمازی کے اُٹھانے سے دونون ہاتھون کو رکوع کرنیکے وقت اور اُس سے سر اُٹھانے کے وقت مذہب قوی کے بموجب اور جو فساد کہ روایت کیا گیا ہے وہ مخالف ہے روایت اور درایت کے ام طحطاوی نے کہا کہ تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنیکا اور اُس سے سر اُٹھانے کا وقت ہے اور انکو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح فقہا ہے اسلیے کہ فقہا کی اصطلاح مین تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہین اور روایت فساد وہ ہے جو مکحول نے حضرت امام سے کی ہے کہ رکوع کے وقت اور اُس سے سر اُٹھانے کے وقت ہاتھون کا مفسد ہے اور وجہ اسکے شاذ ہونے کی یہ ہے کہ عمل کثیر اصح قول کے بموجب وہ ہے جو دیکھنے والے کی نظر مین معلوم ہو کہ اسکا کرنیوالا نماز مین نہین وہ کہ دونون ہاتھون سے کیا جاوے کذا فی الشامی ویفسدہا سجودہ علی نجس وان اعادہ علی طاہر بخلاف یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر اور فاسد کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اسکو پاک چیز پر دُہرا لیا ہو بخلاف دونون ہاتھون اور گھٹنون کے کہ اگر انکو نجس پر رکھا ہوگا تو نماز فاسد نہوگی ظاہر روایت پر ام فساد نماز سجدہ کی صورت مین قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صرف سجدہ فاسد ہوتا ہے نہ نماز اسلیے اگر طاہر چیز پر پھر سجدہ کریگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہو جاویگی اور طرفین کے نزدیک جب بھی صحیح نہین کیونکہ انکے نزدیک نماز قابل قسمت نہین جب اُسکا ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہو گئی اور رہا ہاتھون اور گھٹنون کے مسئلہ مین عدم فساد اس جہت سے ہے کہ انکا زمین پر رکھنا نماز مین شرط نہین کذا فی الشامی ویفسدہا اداء رکن حقیقۃ اتفاقا او تمکنہ منہ بسنتہ وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاسۃ مانعۃ او وقوع زحمۃ فی صف نساء او امام امام عند الثانی وہو المختار فی الکل لانہ الاحوط قالہ الحلبی اور فاسد کرتا ہے نماز کو حقیقت مین ادا کرنا ایک رکن کا باتفاق امام ابو یوسف اور محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادائے رکن پر موافق سنت کے یعنی بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے توقف کرنا فاسد کرتا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک برہنگی کے کھلے رہنے کے ساتھ یا نجاست نماز کی مانع کے لگ جانے کی صورتین یا بھیڑ کے باعث عورتون کی صف مین جا پڑنے یا امام سے آگے ہو جانے کی صورت مین اور یہی قول مختار ہے ان سب مسئلون مین کیونکہ زیادہ احتیاط والا ہے بیان کیا ہے اسکو حلبی نے ام حاصل یہ کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کہ مانع نماز ہے کھل گئی پس اگر حقیقت مین اُسنے کوئی رکن ادا کر لیا تب تو ابو یوسف اور محمد دونون کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اگر واقع مین ادا نہین کیا مگر اتنا عرصہ لگا کہ ادا کر سکتا تھا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اسقدر سے کم دیر تک برہنگی کھلیگی تو نماز کسی کے نزدیک فاسد نہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی یا اتفاقاً نجاست پر کھڑا ہو گیا یا عورتون کی صف مین کسیطرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکل گیا تو اگر ان صورتون مین کوئی رکن ادا کریگا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر اتنا ٹھہر کہ رکن ادا کر سکتا تھا تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوگی طحطاوی نے کہا کہ زحمت کی قید اتفاقی ہے وصلوتہ علی مصلی مضرب نجس البطانۃ بخلاف غیر مضرب ومبسوط علی نجس ان لم یظہر لون او ریح اور فاسد کرتا ہے نماز کو نماز پڑھنا نمازی کا سی ہوئی جانماز پر جسکا استر ناپاک ہے بخلاف بدون سی ہوئی کے اور بخلاف بچھی ہوئی کے ناپاک پر اگر رنگ یا بو نجاست کا ظاہر نہو کہ اس صورت مین نماز فاسد نہوگی ام یعنی اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھا یا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اُسمین سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز درست نہوگی اور اگر گاڑھا ہے تو درست ہوگی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اسجگہ حائل شمار نہوگا جہان نجاست سجدہ یا قوم کی جگہ ہوگی کیونکہ اس صورت مین سجدہ یا قیام نجاست پر ہوگا ورنہ مطلق ہوگا اما مفسد نماز نہین نجاست قریب ہو یا بعید وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقا بغیر عذر اور فاسد کرتا ہے نماز کو پھیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب سے بالاتفاق بدون عذر کے ام شامی نے کہا کہ مُنہ کا پھیرنا مکروہ ہے نہ مفسد خواہ سارا مُنہ پھیرے یا تھوڑا فلو ظن حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروجہ من المسجد لا تفسد

بعدہ فسدت پس اگر نمازی نے اپنا بیوضو ہونا گمان کیا اور قبلہ سے پشت پھیری بسبب عذر مذکور کے پھر جانا کہ حدث نہین ہی تو اگر یہ علم مسجد سے نکلنے کے پیشتر ہو تو نماز فاسد نہو گی اور اگر بعد نکلنے کے ہوگا تو فاسد ہو گی بسبب مختلف ہوجانے مکان نماز کے فروع مسائل لمحقہ شارح کے مشی مستقبل القبلۃ ہل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی ووقف کذلک وہکذا لا تفسد وان کثر مالم یختلف المکان وقیل لا تفسد حالۃ العذر مالم یستدبر القبلۃ استحسانا ذکرہ القہستانی نمازی چلا قبلہ کو مُنھ کیے تو نماز فاسد ہو گی یا نہین جواب اگر بقدر ایک صف کے چلا پھر ٹھہرا بقدر ایک رکن کے پھر چلا اور ٹھہرا اُسیطرح یعنے ایک صف اور ایک رکن کی مقدار اور اسیطرح چلا گیا تو فاسد نہو گی اگرچہ بہت دفعہ چلا اور ٹھہرا ہو جبتک کہ مکان مختلف نہو گا یعنی اگر مسجد مین ہی تو جبتک مسجد سے باہر نہوا ہو گا اور جنگل مین ہی تو جبتک صفون سے باہر نہوا ہو گا فاسد نہو گی ورنہ فاسد ہو جائیگی جیسے ایک ہی دفعہ مین دو صفون کی مقدار چلنے سے فاسد ہوتی ہی کذا فی الشامی اور بعض فقہا نے کہا کہ حالت عذر مین چلنے سے نماز فاسد نہین ہوتی اگرچہ بہت چلے اور جگہ مختلف ہوجاے جبتک کہ قبلہ کیطرف پشت نکرے بوجہ استحسان کے ذکر کیا ہی اُسکو قہستانی نے طحطاوی نے کہا کہ قہستانی مین حالت غزو یعنی جہاد ہی نہ حالت عذر وہل یشترط فی المفسد الاختیار فی الخبازیۃ نعم وقال الحلبی لا اور کیا شرط ہی عمل مفسد مین نمازی کا قابو ہونا خبازیہ مین ہی کہ ہان شرط ہی اور حلبی نے کہا کہ عمل مذکور مین اختیار کا ہونا شرط نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرانہ مشروط ہونا معتمد ہی اسلیے کہ شارح اسی پر اگلا قول متفرع کرتا ہی فان من دفع او جذبتہ الدابۃ خطوات او وضع علیہا او اخرج من مکان الصلوۃ او مص ثدیہا ثلاثا او مرۃ ونزل لبنہا او مسہا بشہوۃ او قبلہا بدونہا فسدت کیونکہ جس نمازی کو دھکا لگا یا اُسکو سواری کے جانور نے کھینچا اور اس دھکے یا گھسیٹنے سے وہ چند قدم چلا یا اپنی جگہ سے اُٹھا کر سواری پر رکھ دیا گیا یا نمازی کی جگہ سے نکالدیا گیا یا نمازی عورت کی پستان تین بار چوسی گئی یا ایک بار چوسی گئی اور اُسکا دودھ اُترا یا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چھوا یا بدون شہوت کے اُسکا بوسہ لیا تو سب صورتون مین نماز فاسد ہو گی حالانکہ عمل اختیاری کسی مین نہین پایا جاتا شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ مُسّہا او قُبّلہا کی جگہ مُسّت اور قُبّلت بصیغۂ مجہول کہتا جیسے اُس سے اوپر کے افعال تھے لا لو قبلتہ ولم یشتہہا والفرق ان فی تقبیلہ معنے الجماع نہین فاسد ہو گی نماز مرد کی اگر عورت نے اُسکا بوسہ لیا اور مرد کو اُسکی خواہش نہ تھی اور فرق دونون مسئلون مین یہ ہی کہ مرد کے بوسہ لینے مین جماع کے معنی ہین ہم یعنی اگر عورت نماز پڑھتی تھی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اسلیے فاسد ہوئی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہی تو جب دواعی جماع مین سے کوئی عورت کے ساتھ کریگا تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر مرد نماز پڑھتا ہی اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہین اسلیے اُسکی طرف سے دواعی کا پایا جانا داخل جماع نہین جبتک کہ مرد کو شہوت نہو کذا فی الشامی بعہ حجر فرمی بہ طائر الم تفسد ولو انسانا تفسد کضرب ولو مرۃ لانہ مخاصمۃ او تادیب او ملاعبۃ وہو عمل کثیر ذکرہ الحلبی نمازی کے پاس ایک پتھر ہی اُسنے اُسکو ایک پرند پر پھینکا تو نماز فاسد نہو گی اور اگر کسی انسان پر پھینکا تو فاسد ہو گی جیسے کسیکو مارنا اگرچہ ایک دفعہ ہی مارے اسلیے کہ مارنا یا پتھر پھینکنا انسان پر یا باہم خصومت ہی یا ادب دینا یا چُہل کرنا بہر حال عمل کثیر ہی ذکر کیا ہی اُسکو حلبی یعنے شارح منیہ نے ہم طحطاوی نے کہا کہ منیہ مین یون ہی کہ اگر پتھر زمین سے اُٹھا کر پھینکا تو نماز فاسد ہو گی اور اگر اپنے پاس سے پھینکا تو فاسد نہو گی تو اس سے ظاہرا پرند و انسان مین فرق نہین معلوم ہوتا اور اگر پاس سے پھینکنے کو عمل کثیر قرار دیجیے تو پرند پر پھینکنے سے بھی نماز فاسد ہو جائیگی بقی من المفسدات ارتدادہ بقلبہ باقی رہے مفسدات نماز سے اشیاء آیندہ اول مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل مین یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنے سے نماز جاتی رہتی ہی وموتہ دوسرا مفسد نماز کا مرجانا ہی نمازی کا شامی نے کہا کہ اسکا ثمرہ اس مسئلہ مین معلوم ہوتا ہی کہ اگر بعد قعدۂ اخیرہ کے امام مرگیا تو نماز مقتدیون کی باطل ہو گئی نئے سر سے اُنکو پڑھنی چاہیے وجنون واغماء اور مفسد نماز ہی جنون اور بیہوشی اور انکا حکم مفصل صلوۃ مریض کے آخر مین اویگا وکل موجب لوضوء او غسل اور مفسد نماز ہی ہر فعل موجب وضو کا یا غسل کا ہم شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت صاحب نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکھ دیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہین چنانچہ استخلاف اور بنا کے بیان مین مذکور ہوچکا کہ حدث اتفاقی سے نماز فاسد نہین ہوتی تو بہتر تھا کہ شارح یون کہتا کہ ہر حدث عمد مفسد ہوتا ہی وترک رکن بلا قضاء اور مفسد نماز ہی چھوڑنا کسی رکن کا بدون ادا کے مثلاً ایک سجدہ چھوڑ دیا اور سلام پھیرنے تک اُسکو ادا نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائیگی او شرط بلا عذر یا مفسد نماز ہی چھوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلاً وضو یا ستر عورت یا استقبال

قبلہ بلاعذر نکیا تو فاسد ہوگی اور عذر کے ساتھ ان باتون کا نکرنا مفسد نہین ومسابقۃ المؤتم برکن لم یشارکہ فیہ امامہ کان رکع ورفع راسہ قبل امامہ ولم یعدہ معہ او
بعدہ وسلم مع الامام اور مفسد نماز ہے پہلے کرلینا مقتدی کا کسی رکن کو جسمین اُسکا امام اُسکا شریک نہوا ہو مثلاً مقتدی نے رکوع امام سے پیشتر کیا اور امام کے
رکوع سے پیشتر اپنا سر اُٹھا لیا اور پھر اُس رکوع کو امام کے ساتھ یا اُسکے بعد دوبارہ نہ کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز نہوگی ہم طحطاوی نے کہا کہ
امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی قید کی کچھ حاجت نہین ومتابعۃ المسبوق امامہ فی سجود السہو بعد تاکد انفرادہ اما قبلہ فیجب متابعتہ اور مفسد نماز ہے پیروی کرنا مسبوق کا
اپنے امام کو سجدہ سہو مین بعد مستحکم ہونے انفراد مسبوق کے اور پیشتر مستحکم ہونے انفراد کے تو متابعت واجب ہے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے
سے پیشتر یا بعد مثلاً اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ رکعت مذکور کا کرلیا اُسوقت امام نے سجدہ سہو کیا تو اب مسبوق اگر اس سجدہ مین امام کا شریک ہوگا
تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ محل انفراد مین اقتدا کرنا مفسد ہے ہان جبتک اُسنے رکعت جداگانہ کا سجدہ نہین کیا تب تک انفراد پختہ نہین ہوا اسوقت اگر امام سجدہ
سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہے وعدم اعادتہ الجلوس الاخیر بعد اداء سجدۃ صلبیۃ او تلاوتیۃ تذکرہا بعد الجلوس اور مفسد نماز ہے دوبارہ نکرنا نمازی کا قعدہ اخیرہ
کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے کم اسلیئے کہ سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت سے قعدہ باطل ہوجاتا ہے تو اگر دوبارہ نکریگا تو ایک
رکن نماز کا یعنی قعدۂ اخیرہ چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہوجائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک رکن مین داخل ہے اسکو جدا لکھنا ضرور نہ تھا وعدم اعادۃ رکن
اداہ نائما اور مفسد نماز ہے دوبارہ نکرنا نمازی کا اُس رکن کو جسکو سونے کی حالت مین ادا کیا ہم طحطاوی نے کہا یہ صورت ترک شرط مین داخل ہے یعنی نمازی کا ادا کرنا
حالت اختیار مین شرط نماز ہے اور سونے کی حالت مین یہ شرط چھوٹ جاتی ہے لیکن مترجم کے نزدیک ترک شرط مین بلاعذر کی قید تھی وہ یہان متحقق نہین اسلیئے
یہ صورت جدا ہے وقہقہۃ امام المسبوق بعد الجلوس الاخیر اور مفسد نماز ہے کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدہ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے بعد
قعدہ اخیرہ مین زور سے ہنس پڑیگا تو اسکی نماز اور مدرک کی نماز پوری ہوجائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہوجائیگی کہ یہ فعل امام کا اسکی نماز کے درمیان مین واقع ہوگا چنانچہ
اسکی تفصیل پہلے باب مین گذر گئی ومنہا مد الہمزۃ فی التکبیر کما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہے اللہ اکبر کہنے مین چنانچہ پیشتر گذرا ہم یعنی اللہ اکبر رکوع اور سجدہ
کے لیے بمد ہمزہ اگر کہیگا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور تکبیر تحریمہ مین تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہین فساد تو شروع کے بعد ہوا کرتا ہے کذا فی الشامی ومنہا القراءۃ
بالالحان ان غیر المعنی والالا الا فی حرف مدولین اذا فحش والالا بزازیۃ اور ایک مفسد نماز ہے قرأت کا پڑھنا الحان سے یعنی زیر وزبر پیش کو نغمون کی رعایت
سے بڑھا کر پڑھنا کذا فی فتح القدیر الحان سے پڑھنا مفسد ہے اگر معنی کو بدل دے مثلاً رب العٰلمین کو رآب العٰلمین پڑھے اور اگر معنی نہ بدلین تو مفسد نہین مگر
حروف مد اور لین مین اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہوگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی البزازیہ وا لے
تین حرف علت کے حروف کہلاتے ہین انکے پہلے کی حرکت اگر انکے موافق ہوتی ہے یعنی واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور یٰ کے پہلے زیر ہو تو انکو حروف مد
کہتے ہین اور اگر ناموافق حرکت ہو یعنی واو کے پیشتر یا یٰ کے پہلے زبر ہو مثلاً تو حرف لین کہلاتے ہین تو حرف لین صرف دو ہین کیونکہ الف سے پہلے سوائے زبر کے
اور کچھ نہین ہوتا غرضکہ حروف علت مین اشباع زائد از حد مفسد نماز ہے ومنہا زلۃ القاری اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑھنا ہے ہم جاننا چاہیئے کہ
قرأت مین غلطی سے نماز فاسد ہونے کے چند قاعدے ہین کہ اگر انکو جان لیا جاے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہوسکتا ہے کہ اُس سے نماز فاسد ہوئی یا نہین تو ان قواعد کے
ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہین کہ غلطی یا تو اعراب مین ہوگی یعنی زیر زبر پیش سکون مین اور اسی مین داخل ہے مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور اسکا عکس اور مد والے کو
قصر سے پڑھنا اور اسکا عکس یا غلطی حروف مین ہوگی یعنے ایک حرف کی جگہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی کلمات مین
ہوئی کہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرے کو پڑھنا یا زیادہ کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی جملون مین ہو اسیطرح یا غلطی وقف مین ہو کہ وصل کی جگہ وقف کیا جاے اور وقف
کی جگہ وصل تب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنی ایسے بگڑ جائین کہ انکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اُس غلطی سے نماز فاسد ہوجائیگی خواہ

کسی قسم کی غلطی ہو اور اگر غلطی سے معنی ایسے نہین بگڑتے جنکا اعتقاد کفر ہو لیکن بہت کی تبدیل معنون مین آجاتی ہی جیسے ہٰذا الغراب کی جگہ ہٰذا الغبارہ پڑھنا یا
بالکل بمعنی لفظ ہو جاتا ہی جیسے سرائل پڑھنا سرائر کی جگہ تو اس صورت مین بھی نماز فاسد ہوجاتی ہی اور اگر غلطی سے معنون مین بہت تبدیل نہین ہوتی مگر مطلب سے
دور پڑجاتے ہین، تو اس صورت مین دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن مین ہی یا نہین اگر نہین ہی تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن مین وہ لفظ ہے تو
طرفین کے نزدیک نماز فاسد نہوگی اور یہی قول احوط ہی اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہوگی اور اگر غلطی سے معنی نہ بگڑین اور ویسا لفظ قرآن مین نہو تو نماز طرفین
کے نزدیک فاسد نہوگی جیسے قوامین کی جگہ قیامین پڑھنا کہ دونون کے معنی ایک ہین حالانکہ قیامین قرآن مین نہین اور ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہوجائیگی
یہ قاعدے متقدمین کے ہین اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسماعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور ہندوانی اور حلوانی وغیرہ متاخرین کا اسپر اتفاق ہی کہ اعراب مین
غلطی کرنی کسیطرح کی ہو نماز کی مفسد نہیں۔ اگرچہ اُسکا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہین کرسکتے اور اگر غلطی حرف کی تبدیل مین ہو تو اگر دونون
حرفون مین فرق بآسانی معلوم ہوسکتا ہو مثلاً ص کی جگہ ط پڑھنا تو متاخرین کا اتفاق ہی کہ نماز کا مفسد ہی اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ض کی جگہ
س پڑھنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہین ہوتی لیکن متاخرین کے قواعد منضبط نہین اسلیے نماز کے باب مین متقدمین کا قول اختیار کرنے مین زیادہ احتیاط ہی
کہ اُنکے قواعد بھی درست ہین اور اکثر فروع فتاوون مین اُنھین کے قول پر محمول ہین کذا فی الشامی عن شرح المنیہ فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسہ او بزیادۃ حرف

فاکثر نحو الصراط الذین او بوصل حرف بکلمۃ نحو ایاک نعبد او بوقف وابتداء لم تفسد وان غیر المعنی بہ یفتی بزازیۃ پس اگر غلطی اعراب مین ہو جیسے نعبد کی ب کو زبر پڑھنا
یا تخفیف سے پڑھنے مین مشدد کے جیسے قُتِّلُوا کی جگہ قُتِلُوا پڑھنا اور مشدد پڑھنے مین مخفف کے جیسے اَفَعَیِینا کو افعیّنا پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے
بڑھا دینے کی جیسے الصراط الذین بجاے صراط الذین کے یعنی الف اور لام کی زیادتی سے پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف کے ملانے کی دوسرے کلمہ مین جیسے ایاک
نعبد مین ایا جدا پڑھکر ٹھہرنا اور ک کو نعبد مین وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے اور ابتدا کرنے کی جیسے لا الٰہ پر مثلاً وقف کرنا اور الا اللہ سے ابتدا کرنا تو ان صورتون
مین نماز فاسد نہوگی اگرچہ معنی بدل جائین اسی کا فتوی دیا جاتا ہی کذا فی البزازیہ شامی نے کہا کہ شارح کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ سب مسائل مین عدم
فساد پر فتوی بزازیہ مین منقول ہی حالانکہ ایسا نہین بلکہ بزازیہ مین صرف اعراب کی غلطی مین اگرچہ معنی بھی بگڑ جائین فتوی عدم فساد کا مذکور ہی اور باقی
صورتون مین درصورت بگڑ جانے معنی کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہی جیسا کہ متقدمین کا قول ہی اور احتیاط اسی مین ہی الا تشدید رب العلمین

وایاک نعبد فتترکہ تفسد مگر تشدید رب العلمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کی کہ اُسکے ترک سے نماز فاسد ہوجاتی ہی ولو زاد کلمۃ او نقص کلمۃ او نقص حرفا او قدمہ او بدلہ

باخر نحو من ثمرہ اذا اثمر واستحصد تعال جد ربنا انفرجت بدل انفجرت ایاب بدل اواب لم تفسد ما لم تغیر المعنی اور اگر زیادہ کیا ایک کلمہ کو مثلاً من ثمرہ اذا اثمر مین
کلمہ واستحصد زیادہ کردیا یا ناقص کیا کلمہ کو اُسکی مثال شارح نے نہین لکھی شامی نے کہا جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا مین جزاء سیئۃ مثلہا پڑھا دوسری سیئۃ کو
چھوڑکر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعالٰی جد ربنا بدون ی کے آخر مین یا مقدم کیا حرف کو دوسرے سے جیسے انفرجت عوض مین انفجرت کو یا بدلا کسی
حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب بجگہ اواب کے تو نماز فاسد نہوگی جبتک کہ معنی نہ بدلین ہم شارح کے کلام مین لف ونشر مرتب ہی اسلیے مترجم نے تسہیل کیواسطے
ہر مثال کو اُسکے موقع پر ترجمہ کردیا اور واضح ہو کہ تغیر معنی کی صورت مین نماز طرفین کے نزدیک فاسد ہوتی ہی اور ابو یوسف کے نزدیک اُس صورت مین کہ لفظ مفرد
قرآن مین نہو فاسد ہوگی ورنہ فاسد نہوگی الا ما یشق تمیزہ کالضاد والظاء فاکثرہم لم یفسدہ باحرف کے بدلنے سے درصورت بدل جانے معنی کے نماز فاسد
ہوتی ہی مگر ایسے حروف کے مبادلہ سے جنمین تمیز دشوار ہی مثلاً ضاد اور ظ کے بدلنے سے کہ اکثر فقہا نماز کو فاسد نہین کہتے ہم شامی مین حلیہ سے منقول ہی کہ اگر ایسی
تبدیل دانستہ کریگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکلگیا یا تمیز حروف کو نہین جانتا تو فاسد نہوگی بزازیہ مین کہا کہ یہ قول سب اقوال سے
درست تر ہی اور یہی مختار ہی وکذا لو کرر کلمۃ وصحح الباقانی الفساد ان غیر المعنی نحو رب العلمین للاضافۃ کما لو بدل کلمۃ بکلمۃ وغیر المعنی نحو ان الفجار

یعنی جنات وتامہ فی المطولات اور اسی طرح فاسد نہین ہوتی نماز اگر تکرار کرے کسی کلمہ کو اور تصحیح کی ہو تاتانی نے فساد نماز کی اگر معنی بدل جائین جیسے رب العلمین
بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہو نماز اگر بدل دے ایک کلمہ کو دوسرے سے اور معنی بگڑ جائین جیسے ان الفجار یعنی جنات پڑھنا یعنی جحیم کی جگہ اور پورا بیان
اسکا بڑی کتابون مین ہو شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریہ سے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ تکرار پڑھنا ایک کلمہ کا اُس صورت مین مفسد ہو کہ پڑھنے والا مضاف مضاف الیہ
کو جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو یا قصداً اضافت نکیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکلگیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد نہ ہو اور
مفسدات نماز سے وہ صورتین بھی ہین جو اس باب سے پیشتر ہو چکین مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہ ہو اور امام کا مسجد سے
باہر چلا جانا بدون خلیفہ کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار مین ایک رکن کو ادا کرنا یا اثنا نماز مین کسی فعل
مخالف نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالباً ماتن وشارح نے انکو اسلیے یہان ذکر نہین کیا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہو ولا یفسد ہا نظرہ الی مکتوب وفہمہ
ولو مستفہما وان کرہ اور نہین فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اُسکا اگرچہ دانستہ سمجھا ہو ہر چند دانستہ سمجھنا مکروہ ہو اسلیے کہ لکھے کو
سمجھنا نماز کے اعمال مین سے نہین اس سے یہ نکلا کہ اگر اتفاقاً نظر لکھے پر پڑ گئی اور سمجھ مین بدون قصد کے آگیا تو مکروہ بھی نہین کذا فی الطحطاوی ومرور
مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اور نہین فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے والے کا جنگل مین یا بڑی مسجد مین نمازی کے سجدہ کی جگہ مین
گو صحیح تر قول مین ہم یعنی نمازی کے قدمون سے سجدہ کی جگہ تک مین سے کسی کا گذر جانا مفسد نماز نہین اور اسکا مقابل قول تمرتاشی کا ہو کہ قدمون سے لیکر اُس
جگہ تک گذرنا مفسد نہین جہانتک نمازی کی نظر پڑے جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونون صورتون مین نہین لیکن گذرنے والے پر
گناہ کا ہونا صحیح قول مین قدمون سے لیکر سجدہ تک کی جگہ مین گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اُس جگہ مین بھی گذرنے سے ہوگا جہان نمازی کی نظر
پڑے سجدہ گاہ کو تاکنے کی حالت مین کذا فی الشامی او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ مطلقاً ولو امرأۃ او کلبا
یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا سامنے نمازی کے اُسکے قدمون سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر مین اور چھوٹی مسجد مین کہ گھر اور چھوٹی مسجد مثل ایک
مکان کے ہین یعنی مقدار دو صفون کے فاصلہ ہونا اُن دونون مین مانع اقتدا نہین جیسے جنگل اور بڑی مسجد مین مانع ہوتا ہو مفسد نماز نہین گذرنا کسیکا
مطلق خواہ وہ عورت ہو یا کتا ہو شامی نے کہا کہ اسمین رد ہو ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہین کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا مفسد ہو اور اشارہ ہو
اس امر کی طرف کہ اس باب مین جو کچھ مروی ہو وہ منسوخ ہو چنانچہ حلیہ مین اسکو ثابت کیا ہو او مرورہ اسفل من الدکان امام المصلی لو کان
یصلی علیہا ای الدکان بشرط محاذاۃ بعض اعضاءہ وکذا سطح وسریر وکل مرتفع دون قامۃ المار وقیل دون السترۃ کما فی غرر الاذکار
یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا مکان کے نیچے نمازی کے سامنے کو جبکہ وہ دوکان پر نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آجانے بعض اعضا گذرنے والے کے
بعض اعضاء نمازی کو اور یہی حکم فساد کا ہو چھت اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جسکی بلندی گذرنے والے کے قد سے کم ہو اور قول ضعیف یہ ہو
کہ مقدار سترہ یعنی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ غرر الاذکار مین ہو ہم بحر الرائق مین اس قول ضعیف کو غلط کہا ہو اسوجہ سے کہ اگر مقدار سترہ کا اعتبار
ہو تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے مکروہ نہو تا کہ وہ تو غالباً ہاتھ سے اونچا ہی ہوتا ہو کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار
ماذا علیہ من الوزر لوقف اربعین خریفا فی ذلک المرور لو بلا حائل ولو سترۃ ترتفع اذا سجد وتعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے مین گذرنیوالا گناہگار
ہوتا ہو بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اُسپر کیا گناہ ہو تو ٹھہر رہے چالیس برس اور گناہ اُسوقت ہو کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو
اگرچہ آڑ ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو ہم حلیہ مین کہا کہ اس مسئلہ مین چار صورتین
ہین اول یہ کہ گذرنے والے کو گنجایش ہو کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے راستہ روکا نہین تو اس صورت مین اگر گذرے گا تو

گناہ خاص گذرنے والے پر ہوگا دوم یہ کہ اور طرف کو راستہ نہین اور نمازی نے راستہ روک لیا ہی تو اس صورت مین گناہ نمازی پر ہوگا سوم یہ کہ نمازی نے
راستہ روکا ہی مگر گذرنیوالا اور طرف کو بھی نکلسکتا ہی تو اب گذرنے سے دونون گناہگار ہونگے چہارم یہ کہ نمازی نے راستہ نہین روکا اور گذرنیوالے
کو اور طرف راہ نہین تو اسمین کسی پر گناہ نہین اور صورت سترہ کی یہ ہی کہ مثلاً ایک انگشت کے برابر موٹی رسی یا اور کوئی چیز چھت مین لٹکتی ہی جب نمازی سجدہ
کرتا ہی تو وہ سر کی حرکت سے اُسکی گردن یا کمر پہ ہوجاتی ہی اور جب کھڑا ہوتا ہی پھر بدستور ہوجاتی ہی تو اسطرح کی آڑ سے بھی گذرنے والے پر کچھ گناہ نہین
اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت مین ہی کذا فی الشامی والطحطاوی ولو کان فرجۃ فللداخل ان یمر علی رقبۃ من لم یسد ہا لانہ اسقط
حرمتہ نفسہ فتنبہ اور اگر صف مین کوئی جگہ خالی ہو تو نماز مین آنیوالے کو جائز ہی کہ جس شخص نے اُس جگہ کو بند نہین کیا اُسکی گردن کو پھلانگ کر چلا جاے
کیونکہ اُسنے اپنی عزت آپ کھودی تو خبردار ہوجا یعنے اُسکے سامنے سے گذرنا گناہ نہین م شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے سامنے گذرنا
چاہتا ہی اور اُسکے ساتھ کوئی چیز قابل سترہ کر دینے کے ہی تو اُسکو نمازی کے سامنے رکھ دے اور دوسری طرف جاکر اسکو اُٹھالے اور اگر دو شخص ہون
تو ایک نمازی کے سامنے کھڑا ہوجاے دوسرا اُسکی آڑ سے نکلجاے پھر دوسرا کھڑا ہوجاے تا کہ اول شخص اُسکی آڑ سے گذرجاے انتہی ان دونون مسئلون سے معلوم ہوا
کہ ایک طرف سے سامنے نمازی کے کھڑا ہوجانا یا ہاتھ بڑھا کر اسکے سامنے سے چیز کا اُٹھا لینا موجب گناہ کا نہین ویغرز ندبا بدائع الامام وکذا المنفرد فی الصحرار
ونحوہا سترۃ بقدر ذراع طولا وغلظ اصبع لتبدو للناظر بقربہ دون ثلثۃ اذرع علی حذاء حاجبیہ لا بین عینیہ والایمن افضل اور کھڑا کرے امام بطور استحباب
کذا فی البدائع اور اسی طرح تنہا پڑھنے والا جنگل مین اور مثل جنگل مین یعنے بڑی مسجد مین کھڑا کرے ایک سترہ مقدار ایک ہاتھ کی لنبائی مین اور ایک انگلی کی
موٹائی مین تا کہ دیکھنے والے کو یعنے گذرنے والے کو سوجھے قریب اپنے تین ہاتھ کے فاصلہ کے اندر مقابل ایک ابرو کے نہ دونون آنکھون کے بیچ کے
سامنے اور داہنی ابرو کے مقابل کھڑا کرنا بہتر ہی کہ مطابق سنت ہی م طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ دون ثلثۃ اذرع کی جگہ قدر ثلثۃ اذرع کہتا
کیونکہ حلبی مین ہی کہ سنت یہ ہی کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتھ سے زیادہ نہ ہو اور ایک ہاتھ کا طول اور انگلی کی موٹائی بیان اقل
مقدار کا ہی کہ اس سے کم نہو اور بحر الرائق مین کہا کہ مذہب قوی کے بموجب موٹائی کا کچھ اعتبار نہین ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولا وقیل کالمحراب
اور کفایت نہین کرتا رکھ دینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لاٹھی وغیرہ کا اور نہ کافی ہی خط کھینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہو تو خط کھینچنا کافی ہی
تو خط کھینچے نمازی طول مین یعنی سیدھا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کھینچے م فتح القدیر مین درصورت نہ ہونے سترہ کے خط کھینچنے پر یقین کیا ہی
اور کہا ہی کہ اتباع سنت بہرحال بہتر ہی علاوہ اسکے خط کچھ نہ کچھ نظر آتا ہی تو کافی ہوگا اور یہ قول امام محمد سے مروی ہی اس سے یہ نکلتا ہی کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے
سامنے رکھ لیگا تب بھی سترہ ہوجائیگا ویدفعہ ہو رخصۃ فترکہ افضل بدائع قال الباقانی فلو ضربہ فمات لاشئ علیہ عند الشافعی رضی اللہ عنہ خلافا لنا علی ما فہیم من کتبنا
بتسبیح او جہر قرأۃ او اشارۃ ولا یزاد علیہا عندنا قہستانی لا بہما فانہ یکرہ اور ہٹا دے نمازی گذرنے والے کو یعنے جبکہ سترہ نہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر کو
گذرتا ہو تو ہٹا دے سبحان اللہ کہنے یا پکار کر پڑھنے سے اگرچہ نماز سری ہو یا اشارہ سے ہاتھ یا آنکھ یا سر کے شارح نے کہا کہ ہٹانا رخصت ہی
عزیمت نہین پس ترک دفع بہتر ہی اسلیے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہین کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنے والے کو مارا اور وہ
مر گیا تو اُسپر کچھ نہین نہ دیت نہ قصاص امام شافعی رح کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجھا جاتا ہی ہماری کتابون سے یعنی رخصت
فقط اشارہ ہی نہ جنگ ومحاربہ اور نہ زیادہ کیا جاے ان باتون پر ہمارے نزدیک یعنی کپڑا پکڑ لینا یا مارنا ہمارے نزدیک درست نہین کذا فی القہستانی
نہ دفع کرے سبحان اللہ کہنے اور اشارہ دونون سے کہ دونون باتون کا جمع کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ مقصود ایک سے حاصل ہی م یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ گذرنیوالے
سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہی تو یہ منسوخ ہی چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہی کہ یہ حکم ابتداے اسلام مین تھا جب نماز کے اندر کام کرنا مباح تھا اب اسکی

اجازت نہین کذا فی الشامی مختصرا والمرأۃ تصفق لا بطن علے بطن اور عورت گذرنیوالے کو ہٹانے کے لیے تالی بجاوے نہ اسطرح کہ ہتھیلی ہتھیلی پر لگے بلکہ کیفیت تالی بجانے کی بحرالرائق مین یون منقول ہو کہ پشت داہنے ہاتھ کے انگلیون کی بائین ہاتھ کے اندر طرف یعنی ہتھیلی مین مارے شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اسطرح تالی بجانے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی دونون ہاتھ اپنی جگہ سے ٹل جاتے ہین اس سے تو یہی بہتر ہو کہ بائین ہاتھ کو اپنی جگہ رہنے دے اور داہنے ہاتھ کی انگلیون کے اندر کیطرف کو بائین کی پشت پر مار دے کہ اسمین عمل تھوڑا ہو ولو صفق او سبحت لم تفسد وقد ترکا السنۃ تاتارخانیۃ اور اگر ہٹانے کے لیے مرد نے تالی بجائی یا عورت نے سبحان اللہ کہدیا تو نماز فاسد نہو گی لیکن دونون نے طریق مسنون کو ترک کیا کذا فی تاتارخانیہ وکفت سترۃ الامام للکل اور کافی ہو سترہ امام کا کل مقتدیون کے لیے یعنے اگر امام کے سامنے سترہ ہوگا تو جو کوئی مقتدیون کی صف کے سامنے کو گذریگا اُسپر کچھ گناہ نہوگا ولو عدم المرور والطریق جاز ترکہا وفعلہا اولی اور اگر گذر اور راستہ نہو یعنی ایسی جگہ نماز پڑھے جہان کوئی گذرتا نہو اور مُنہہ راستہ کی طرف نہو تو ترک کرنا سترہ کا جائز ہو اور کھڑا کرنا سترہ کا ایسی جگہہ بھی بہتر ہو ہم راستہ کیطرف مُنہہ نہ کرنے کی قید اسلیے لگائی کہ راستہ کی طرف کو نماز پڑھنا سترہ کے ساتھ اور بدون سترہ کے دونون طرح مکروہ ہو کیونکہ راستہ چلنے کے لیے بنا ہو تو اسمین ایسی چیز نہ چاہیے جو اُسکے مناسب نہو کذا فی البحر وکرہ تعم التنزیہیۃ التی مرجعہا خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان نہیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیۃ والا فتنزیہیۃ اور مکروہ ہو لٹکانا کپڑے کا شارح کہتا ہو کہ کراہت شامل ہو تنزیہی کو جسکا مآل ترک اولیٰ ہو پس فرق کرنیوالی چیز کراہت تحریمی اور تنزیہی مین دلیل ہو یعنے اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جسکا ثبوت ظنی ہو اور کوئی پھیرنے والا تحریم سے استحباب کیطرف نہو تب تو کراہت تحریمی ہو ورنہ کراہت تنزیہی ہو ہم بحرالرائق مین کہا کہ مکروہ دو قسم ہو ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے رتبہ مین ہو یعنی جسطرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہو اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہو دوم مکروہ تنزیہی جو ایسا نہو تو جب فقہا کی عبارت مین لفظ مکروہ پایا جاے تو اُسکی دلیل کو دیکھنا چاہیے اگر دلیل مذکور نہی ظنی ہو تو تحریمی ہو ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون دلیل کے بھی اُسکا حال معلوم ہو سکتا ہو اسطرح کہ اگر وہ مکروہ ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہوگا اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہوگا سدل تحریماً للنہی ثوبہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد وکذا القباء بکم الی وراء ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہو لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب ممانعت کے یعنی چھوڑ دینا کپڑے کا بدون پہننے معمولی کے اور اسی مین داخل ہو قبا کا پہننا ایسی طرح کہ آستین پشت کی جانب ہو یعنی اُسکی کشادہ بغلون مین سے ہاتھ نکال کر آستین کو پیچھے ڈالنا بھی سدل مین داخل اور مکروہ ہو ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے ثم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ تحریما للنہی کو بعد ثوبہ کے لکھتا تاکہ لفظ سدل جو مضاف ہو اور ثوبہ جو مضاف الیہ ہو ان دونون مین فاصلہ نہ پڑتا اور سدل کی صورت کرخی نے یہ بیان کی ہو کہ مثلاً چادر یا دوسرا کپڑا سر خواہ شانہ پر رکھ کر اُسکے کنارے چھوڑ دے تو کرتہ کے دامنون کا لٹکنا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکنا اسمین داخل نہین کذا فی الشامی کشد ومندیل یرسلہ من کتفیہ فلو من احدہما لو یکرہ کحالۃ عذر وخارج صلوۃ فی الاصح مثل ڈوپٹہ اور رومال کے کہ اُسکو اپنے دونون مونڈھون سے لٹکا دے تو مکروہ ہوگا پس اگر ایک مونڈھے سے لٹکا لیگا تو مکروہ نہوگا جیسے عذر کی حالت مین اور نماز سے باہر صحیح تر قول مین سدل مکروہ نہین ہم شد بفتح شین معجمہ ودال مشدد ایک کپڑا ہو جسکو مونڈھون پر ڈالتے ہین اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہین بشرطیکہ تکبر کے لیے نہو کذا فی الشامی عن النہر وفی الخلاصۃ اذا لم یدخل یدہ فی کم الفرجی المختار انہ لا یکرہ وہل یرسل الکم او یمسک خلاف والاحوط الثانی قہستانی اور خلاصہ مین ہو کہ جب نمازی اپنا ہاتھ فرجیہ کی آستین مین نہ ڈالے تو مختار یہ ہو کہ مکروہ نہین اور کیا اس صورت مین آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ لے اسمین اختلاف ہو زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہو کذا فی القہستانی ثم شامی نے کہا کہ خلاصہ مین عدم کراہت کو مختار کہا ہو اسپر کسی نے سوائے بزازی کے اُسکی موافقت نہین کی بلکہ صحیح وہ قول ہو جو قاضی خان اور جمہور فقہا کہتے ہین کہ فرجیہ کو بدون آستین مین ہاتھ ڈالنے کے پہننا مکروہ ہو کیونکہ سدل اس صورت مین بھی موجود ہو وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم او ذیل

واعبثه به ای بثوبه وبجسده للنہی الا لحاجة ولا باس به خارج صلوة اور مکروہ تحریمی ہی کپڑے کا اوپر اُٹھانا اگرچہ مٹی مین بھرنے کے سبب سے ہو جیسے مکروہ ہی داخل ہونا نماز مین آستینین یا دامن چڑھائے اور مکروہ تحریمی ہی کھیلنا نمازی کا اپنے کپڑے سے اور بدن سے بسبب ممانعت کے مگر حاجت کے لیے مکروہ نہین مثلاً بدن کو خارش کے سبب سے کھجلایا یا پسینا تکلیف دیتا تھا اُسکو پونچھ ڈالا تو عمل قلیل سے یہ امور مکروہ نہونگے اور کچھ مضائقہ نہین کھیلنے کا کپڑے اور بدن سے نماز کے باہر م شافعی نے کہا کہ آستین چڑھائی نماز شروع کرنے مین یہ صورت بھی داخل ہی کہ آستین اور کام کے لیے چڑھائی تھی یا وضو کے لیے چڑھائی تھی اور رکعت ملنے کے لیے جلدی مین آستین نہ اُتاری شریک جماعت ہو گیا تو ایسی صورت مین افضل یہ ہی کہ عمل قلیل سے آستین نماز کے اندر اُتارے اور عبث کے باب مین نہی وہ حدیث ہی جسکو قضاعہ نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمھارے لیے تین چیزین مکروہ کین نماز کے اندر عبث کرنا اور روزہ مین فحش باتین کرنی اور قبرستان مین ہنسنا وصلوته فی ثیاب بذلة یلبسها فی بیته ومهنة ای خدمة ان له غیرها والا لا اور مکروہ تنزیہی ہی کذا فی البحر نماز پڑھنا نمازی کا میلے کچیلے کپڑون مین جنکو گھر مین پہنتا ہی اور کام کرنیکے کپڑون مین بشرطیکہ اُسکے پاس اور کپڑے ہون ورنہ مکروہ نہوگا م بذلہ بار موحدہ مکسور اور سکون ذال معجمہ سے بمعنی خدمت اور ابتذال ہی اور مہنہ بفتح میم وسکون ہا عطف تفسیر ہی یعنے وہ کپڑے جنکو پہنکر دوسرون کے پاس نجاوے کذا فی الشامی واخذ درهم ونحوه فی فیه لم یمنعه من القراءة فلو منعه تفسد اور مکروہ ہی درم اور اُس جیسی چیز کا مُنھ مین لینا جو نمازی کو قرات سے مانع نہو اور اگر قرات کی مانع ہو یعنی اسطرح کہ بالکل پڑھ نہ سکے یا ایسے الفاظ نکلین جو قرآن کے الفاظ نہون تو نماز فاسد ہو جائیگی م شامی نے قاضی خان سے نقل کیا کہ کسی چیز کا مُنھ مین لینا جو مانع قرات نہو مکروہ تنزیہی ہی وصلوته حاسرا ای کاشفا راسه للتکاسل ولا باس به للتذلل واما للاهانة بها فکفر اور مکروہ ہی نماز پڑھنا نمازی کا سر کھولکر سستی کی وجہ سے اور کچھ مضائقہ نہین سر کھولنے کا انکسار کے لیے اور نماز کی اہانت کے لیے تو سر کھولنا کفر ہی م شامی نے بعض علما سے نقل کیا کہ گرمی کی وجہ سے بھی ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہی ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل الا اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر اور اگر گرجاے نمازی کی ٹوپی تو اُسکا دوبارہ سر پر رکھ لینا افضل ہی مگر جس صورت مین کہ محتاج ہو لپیٹنے کی یا عمل کثیر کی تو اعادہ افضل نہین وصلوته مع مدافعة الاخبثین او احدهما او الریح للنهی اور مکروہ تحریمی ہی نماز پڑھنا نمازی کا بول وبراز کے دباؤ کے ساتھ یا دونون مین سے ایک کے دباؤ کے ساتھ یا ہوا کے روک رکھنے کے ساتھ اور یہ کراہت بباعث ممانعت کے ہی یعنے ابو داؤد کی حدیث کے باعث کہ نہین حلال ہی کسیکو جو ایمان رکھتا ہو اللہ تعالے اور روز آخرت پر کہ نماز پڑھے اُس حال مین کہ پیشاب کو دبائے ہو یہانتک کہ اُس سے ہلکا ہو جاے اور اسی جیسا ہی پاخانہ کا ضبط کرنے والا کذا فی الشامی وعقص شعره للنهی عن کفه ولو لجمعه او ادخال اطرافه فی اصوله قبل الصلوة اما فیها فیفسد اور مکروہ ہی بالون کا جوڑہ کرنا بسبب منع کے اُنکے اوپر اُٹھانے سے اگرچہ جوڑا کرنا اُنکے اکٹھا کرنے سے ہو یا اُنکے سرون کو جڑون مین کر لینے سے ہو نماز کے پیشتر اور نماز مین جوڑا کرنا نماز کا مفسد ہی م عقص بفتح اول بالون کے گوندھنے کو کہتے ہین یہان یہ مراد ہی کہ بالون کو سر پر جمع کر کے گوند سے چپکائے یا ڈورے سے باندھے خواہ مینڈھیان گوندھکر سر کے گرد لپیٹے خواہ گدی پر سبکو باندھے کہ سجدہ مین زمین پر نہ گرین تو یہ سب باتین مکروہ ہین کیونکہ طبرانی کی حدیث مین اس سے ممانعت وارد ہی اور حلیہ مین نقل کیا کہ ہرچند بموجب مضمون احادیث کے کراہت تحریمی ہونی چاہیے مگر اجماع اسپر ہی کہ یہ فعل مکروہ تنزیہی ہی اور نماز کے اندر اسکے مفسد ہونیکی یہ وجہ ہی کہ بالاجماع عمل کثیر ہی کذا فی الشامی وقلب الحصا للنهی الا للسجود التام فیرخص مرة وترکها اولی اور مکروہ ہی کنکرون کا ہٹانا بسبب نہی کے مگر واسطے پورا سجدہ کرنے نمازی کے مکروہ نہین سوا ایک دفعہ ہٹانے کی اجازت ہی اور ترک ایک دفعہ کا بھی بہتر ہی م صحاح ستہ مین معیقیب سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنکرون کو مت ہٹا جبکہ تو نماز پڑھتا ہو اگر بالضرور ہٹانا ہی ہو تو ایکبار ہٹالے اور پورا سجدہ کرنے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بالکل سجدہ نہو سکے بدون ہٹائے تو پھر کنکرون کو ہٹا دے گو ایک دفعہ سے زیادہ ہٹانے پڑین کذا فی الشامی وفرقعة الاصابع وتشبیکها ولو منتظر الصلوة او ماشیا الیها للنهی ولا

یکرہ خارجہا لحاجۃ اور مکروہ تحریمی ہی اُنگلیان چٹکانی اور ایک ہاتھ کی اُنگلیون کو دوسرے کی اُنگلیون مین ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کا یا جانے والا نماز
کیطرف تب بھی مکروہ ہی بباعث نہی کے اور مکروہ نہین نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے م ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ اپنی اُنگلیان مت چٹکا جبکہ تو
نماز پڑھتا ہو اور مجتبی مین حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی اُنگلیان چٹکائے جسوقت کہ مسجد مین نماز کا منتظر
بیٹھا ہو اور ایک روایت مین ہی کہ جسوقت نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابوداؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہی اور خارج نماز سے
یہ مراد ہی کہ نماز کو نہ جاتا ہو اور نہ مسجد مین اُسکا منتظر ہو اور حاجت یہ کہ جوڑون کا آرام دینا ہو مثلاً اس سے معلوم ہوا کہ بدون حاجت کھیل کے طور پر
اُنگلیون کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے مین ڈالنا مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الشامی والتخصر وضع الید علے الخاصرۃ للنہی ویکرہ خارجہا تنزیہا اور مکروہ تحریمی ہی
تخصر یعنی ہاتھ کا کولے پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہی م صحیحین وغیرہما مین مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین
کولے پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہی صاحب بحر کی کذا فی الشامی والطحطاوی والالتفات بوجہہ کلہ او بعضہ
للنہی اور مکروہ تحریمی ہی سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز مین دیکھنا بسبب نہی کے م ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ بچ نماز مین التفات سے کیونکہ التفات نماز مین موجب ہلاکی ہی کذا فی الشامی وببصرہ ویکرہ تنزیہا وبصدرہ تفسد کما مراد ربدون مُنہ پھیرنے کے آنکھ سے
اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہی اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے مفسد نماز ہی چنانچہ مفسدات نماز مین بیان ہوا وقیل قائلہ قاضی خان تفسد بتحویلہ
و المعتمد لا اور قاضی خان نے کہا ہی کہ نماز فاسد ہوتی ہی مُنہ کے پھیرنے سے اور معتمد یہ ہی کہ فاسد نہین ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہی واقعاؤہ کاقعاء الکلب للنہی
اور مکروہ تحریمی ہی نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے بسبب نہی کے م اقعا کی تفسیر طحطاوی نے بیان کی ہی کہ دونون سرین پر بیٹھے اور رانون کو کھڑا کرکے
دونون گھٹنے چھاتی سے لگائے اور دونون ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہی اسلیے یہی صحیح تر ہی اور حدیث مین اسی نشست
کی ممانعت ہی اور کرخی نے یہ تفسیر کی ہی کہ دونون پاؤن کو کھڑا کرکے اُنکی ایڑیون پر بیٹھے اور دونون ہاتھ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہ نشست مکروہ تحریمی
نہین بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون کی ہی اسلیے مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعیہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہی بچھانا مرد کا اپنے دونون
ہاتھون کو واسطے نہی کے یعنی حدیث مسلم مین ممانعت وارد ہی وصلوتہ الی وجہ انسان لکراہۃ استقبالہ فالاستقبال لو من المصلے فالکراہۃ علیہ ولا
فعلی المستقبل ولو بعیدا ولاحائل اور مکروہ تحریمی ہی نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے مُنہ کی طرف جیسے مکروہ ہی مُنہ کرنا نمازی کیطرف پس اگر مُنہ کرنا نمازی
کی طرف سے ہوگا تو کراہت اُسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کی طرف کو مُنہ کریگا اگرچہ مُنہ کرنے والا دور ہو اور نمازی مین اور اُسمین کوئی آڑ نہو م طحطاوی
نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کی طرف ہی اور استقبال ضمیر مفعول کی طرف مضاف ہی اور آڑ نہ ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ آڑ کی صورت مین کراہت نہین ہی
مثلاً نمازی کا مُنہ دوسرے کے مُنہ کی طرف ہی مگر دونون کے بیچ مین ایک اور شخص ہی جسکی پشت نمازی کی طرف ہی تو مکروہ نہ ہوگا ورد السلام بیدہ
او برأسہ کما مر اور مکروہ تنزیہی ہی جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے جیسا پیشتر مفسدات مین گذرا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لاباس بتکلم المصلی
واجابتہ برأسہ کما لو طلب منہ شئی اواری درہما وقیل اجید فاومأ بنعم اولا او قیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین کچھ مضائقہ نہین نمازی کے بولنے
یا جواب دینے مین اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہی پس نمازی نے اشارہ سے ہان یا نہین کیا یا نمازی
سے پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعتین پڑھی ہین اور اُسنے ہاتھ سے اشارہ کر دیا کہ ہم نے دو رکعتین پڑھی ہین م لفظ لا باس سے اشارہ ہوا کہ بہتر یہی ہی کہ سر
یا ہاتھ سے اشارہ نکرے کذا فی الطحطاوی امالو قیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصفوف فوسع لہ فورا فسدت ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا للمامر عن البحر اور
اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ جا پس وہ آگے بڑھا یا کوئی شخص صفون مین داخل ہوا اور نمازی نے فوراً اُسکو جگہ دیدی تو نماز فاسد ہوجائیگی

ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے برخلاف اُس قول کے جو گذر البحر الرائق سے م بحر الرائق مین کہاکہ اس صورت مین نماز فاسد نہین ہوتی اور طحطاوی نے کہاکہ یہی قول
عدم فساد کا معتمد ہے اور قول نماز کے فاسد ہونے کا ضعیف ہے چنانچہ پیشتر شرنبلالی سے اسکی تضعیف گذر چکی وکرہ التربع تنزیہا لترک الجلسۃ المسنونۃ
بغیر عذر ولا یکرہ خارجہا لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان جل جلوسہ مع اصحابہ التربع وکذا عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور مکروہ تنزیہی ہے چار زانو بیٹھنا نماز
کے اندر بدون عذر کے بسبب ترک کرنے جلسہ مسنون کے اور مکروہ نہین پالتی مار کر بیٹھنا نماز سے باہر اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست
اصحاب کبار کے ساتھ اکثر چار زانو ہوتی تھی اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست تھی نقل کیا ہے اس حدیث کو شرح منیہ مین ابن ہمام
سے اور اسمین رد ہے اُن لوگون کے قول کا جو کہتے ہین کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ جابر لوگون کی نشست ہے کذا فی الشامی
والتثاؤب ولو خارجہا ذکرہ مسکین لانہ من الشیطان والانبیاء محفوظون منہ اور مکروہ ہے جمائی لینا اگرچہ نماز کے باہر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین نے اسلیے
کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے اور انبیا علیہم السلام اس سے محفوظ ہین م صحیحین مین مروی ہے کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے تو جب کوئی
تم مین سے جمائی لے تو چاہیے کہ اُسکو حتی الوسع روکے شامی نے کہاکہ جمائی کی کراہت کو کسی نے یہ نہین لکھاکہ تحریمی ہے یا تنزیہی مگر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ اگر اپنے آپ آوے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دانستہ جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہو کیونکہ یہ فعل عبث ہے اور عبث مکروہ تحریمی ہوتا ہے وتغمیض عینیہ للنہی الا
لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھون کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لیے بند کرنا مکروہ نہین م نہی کی حدیث کو
ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع مین وجہ کراہت یہ مذکور کی ہے کہ سجدہ گاہ کا تاکنا مسنون ہے اور آنکھون کے بند کرنے سے یہ
سنت متروک ہو جاتی ہے تو اسلیے حلیہ اور بحر الرائق مین کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی بتصرف وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ
وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یشتبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراہۃ اور مکروہ ہے
کھڑا ہونا امام کا محراب مین نہ سجدہ کرنا امام کا محراب مین حالانکہ دونون پاؤن اُسکے محراب کے باہر ہون اسلیے کہ اندر اور باہر ہونے مین اعتبار قدم
کا ہے امام کا کھڑا ہونا محراب مین مطلق مکروہ ہے اگرچہ حال امام کا مقتدیون پر مشتبہ نہو خواہ محراب مسجد مین سے ہو یا نہو اگر علت مکروہ ہونے کی اہل کتاب کی
مشابہت کو ٹھہرایا جاوے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونے کو کہا جاوے اور محراب مین کھڑا ہونے سے کچھ اشتباہ نہوتا ہو تو مکروہ نہونے مین کچھ شبہہ نہین
م حاصل یہ ہے کہ امام محمد رح نے جامع صغیر مین امام کے محراب مین کھڑا ہونے کو مکروہ لکھا ہے اور کچھ تفصیل نہین کی اسلیے اس کراہت کے سبب مین مشائخ نے
اختلاف کیا بعض نے تو یہ کہاکہ محراب ایک جداگانہ حجرے کی طرح ہے تو اُسمین کھڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے امام کا مکان جداگانہ بناتے
ہین اور ہدایہ مین اسی پر اکتفا کیا ہے اور مختار امام سرخسی کا بھی یہی ہے اور بعض فقہا نے کراہت کا سبب یہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنے اور بائین کے مقتدیون
پر مشتبہ رہیگا اسلیے مکروہ ہے شارح کہتا ہے کہ اگرچہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر صورت سے مکروہ ہے مقتدیون پر اشتباہ ہو یا نہو اور اگر وجہ کراہت
اشتباہ حال امام ہے تو جس صورت مین اشتباہ نہوگا مکروہ بھی نرہیگا کذا فی الشامی وانفراد الامام علی الدکان للنہی وقدر الارتفاع بذراع ولا باس بما دونہ
وقیل ما یقع بہ الامتیاز وہو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہے کھڑا ہونا امام کا تنہا چبوترہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث حاکم کے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس سے کہ امام کھڑا ہوا اوپر اور لوگ اسکے پیچھے ویسے ہی رہین کذا فی الطحطاوی اور اندازہ کی گئی ہے بلندی ایک ہاتھ کی اور کچھ مضائقہ نہین
ایک ہاتھ سے کمتر بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع مین یہ ہے کہ جس سے امتیاز ہو جاوے اور یہی قول موجہ زیادہ ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین
محقق وغیرہ نے م بدائع مین کہاکہ ظاہر الروایۃ بھی دوسرا قول ہے اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہے طحطاوی نے کہاکہ دکہ بفتح دال وتشدید کاف وہ اونچی
جگہ جو بیٹھنے کے لیے بنائی جاوے اور مقتضاے حدیث یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی وکرہ عکسہ فی الاصح اور مکروہ ہے اسکا عکس صحیح تر قولمین یعنی

کھڑا ہونا مقتدیوں کا اونچے مکان پر اور صرف امام کا پستی مین ہو تو امام طحطاوی نے کہا کہ غالبًا کراہت تنزیہی ہی اسلیے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت مین وارد ہی
اور وجہ کراہت یہ ہی کہ اسمین امام کی حقارت ہی اور اصح قول ظاہر الروایۃ ہی اور اُسکا مقابل قول طحطاوی کا ہی کہ یہ صورت مکروہ نہین کذا فی الشامی ہذا کلہ عند

عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین
اور یہ کراہت تینوں مسئلوں مین وقت نہونے عذر کے ہی مثل انبوہ جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بھیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانوں پر کھڑے ہوں اور
امام زمین پر یا محراب مین کھڑا ہو بسبب تنگی جگہ کے تو مکروہ نہوگا جیسے اس صورت مین مکروہ نہین کہ امام کے ساتھ مقتدیوں مین سے بعض ہوں صحیح تر
قول مین یعنے اگر امام چبوترہ پر ہو اور اسکے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہوگا اور اسی بات کی عادت ہو گئی ہی جامع مسجدوں اہل اسلام مین یعنی اگر تنگی کے

باعث امام کو محراب مین یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہی تو اسکے ساتھ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہین ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ کما بسط فی البحر
اور عذر مین سے ہی ارادہ کرنا امام کا تعلیم کو یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہونچانے کو دوسرے مقتدیوں تک چنانچہ مفصل بیان کیا ہی اسکو بحر الرائق
مین م یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلیے کھڑا ہو کہ مقتدی اسکے افعال دیکھ کر سیکھین یا مقتدی اسلیے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کہے تو مکروہ نہوگا اس سے
معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہ پر مکروہ ہی کذا فی الشامی وقدمنا کراہۃ القیام فی صف خلف صف فیہ فرجۃ للنہی وکذا

القیام منفردا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولیٰ فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ
اور ہم پیشتر باب الامامۃ مین لکھ آئے ہین مکروہ ہونا قیام کا ایک صف مین پیچھے ایسی صف کے جسمین فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسی طرح مکروہ ہونا قیام
کا تنہا اگرچہ صف مین جگہ نہ پاوے بلکہ ایک نمازی کو صف مین سے اپنے برابر کھینچ لے ذکر کیا ہی اسکو ابن کمال نے لیکن کہا ہی صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ
ہمارے زمانے مین نہ کھینچنا بہتر ہی یعنے لوگون مین جہل زیادہ ہی اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑ پڑتے ہین اور یہین وجہ بحر الرائق مین کہا کہ مکروہ ہی
تنہا کھڑا ہونا مگر اس صورت مین کہ صف مین جگہ نہ پاوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہین یعنے دوسرے نمازی کے کھینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہین کیا ولبس

ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق راسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او یسرۃ او محل سجودہ تمثال ولو فی وسادۃ منصوبۃ لا مفروشۃ
اور مکروہ ہی نمازی کو پہننا اُس کپڑے کا جسمین تصویرین جاندار کی ہوں اور مکروہ ہی کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنے چھت مین یا سامنے یا برابر داہنے
خواہ بائین یا سجدے کی جگہ مین کوئی تصویر اگرچہ کھڑے گدّے مین ہو جسپر نہ چلتے ہوں نہ تکیہ کرتے ہوں نہین مکروہ ہی اگرچہ بچھے ہوے گدّے پر تصویر ہو
تمثال صرف جاندار کی صورت کو کہتے ہین اور تصویر عام ہی جاندار کی ہو یا بیجان کی اور جاندار کی تصویر کا گھر مین رکھنا مکروہ تحریمی ہی کیونکہ حدیث مین وارد ہی
کہ فرشتے داخل نہین ہوتے اُس گھر مین جسمین کتا یا تصویر ہو کذا فی النہر برابر ہی کہ تصویر کپڑے مین ہو یا برتن مین یا دیوار مین واختلف فیما اذا کان

التمثال خلفہ والاظہر الکراہۃ اور اختلاف ہی اس صورت مین کہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو اور ظاہر تر کراہت ہی اسلیے کہ جامع صغیر مین امام محمد رحمہ نے
اسکی کراہت کی تصریح کی ہی اور یہ کتاب انکی آخر تالیف ہی تو غالبًا اسمین اُن امور کو لکھا ہوگا جو منقح ہو چکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ لو کانت تحت

قدمیہ او محل جلوسہ لانہا مہانۃ او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ اور مکروہ نہین اگر تصویر نمازی کے دونوں پانوں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ مین ہی
کیونکہ اس صورت مین تصویر ذلیل ہی یا تصویر ہاتھ کے اندر ہو تب بھی مکروہ نہین کہ وہ نمازی کے کپڑوں مین پوشیدہ ہی شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت مین
فی یدہ کی جگہ فی بدنہ ہی یعنی اسکے بدن مین تصویر کا ہونا مکروہ نہین م یعنے متن کی عبارت مین یہ اشکال ہی کہ اگر ہاتھ مین تصویر ہوگی تو ایک ہاتھ کو دوسرے
پر رکھنے کی سنت ادا نہوسکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہی پھر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ہان اگر تصویر ہاتھ مین لٹکی ہو یا گدی ہوئی ہو تو ہو سکتا ہی

کذا فی شرح المنیۃ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکیس او صرۃ او ثوب آخر واقرہ المصنف او کانت صغیرۃ لا تتبین

تفاصيل اعضائها للناظر قائما وهي على الارض ذكره الحلبي یا تصویر نمازی کی انگوٹھی پر ہو غیر ظاہر نقش سے تب بھی مکروہ نہو گی بحر الرائق مین کہا کہ اسکا مفاد یہ ہی کہ جبس تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ مکروہ ہو نہ وہ کہ تھیلی یا بدرہ یا دوسرے کپڑے مین چھپی ہو اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اسکے اعضا کی تفصیل دیکھنے والیکو نہ سوجھتی ہو جب وہ کھڑا ہو اور تصویر زمین پر ہو یعنی اگر اتنے فاصلے سے اسکے اعضا جدا جدا معلوم نہوتے ہون تب بھی مکروہ نہو گی ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے او مقطوعة الراس او الوجه او ممحوة عضو لا تعيش بدونه او لغير ذي روح لا يكره لانها لا تعبد یا تصویر سر کٹی ہو یا چہرہ کٹا ہو یا اسکا ایسا عضو مٹا دیا ہو جسکے بدون اُس صورت کا جاندار زندہ نہ رہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو مکروہ نہو گی کیونکہ یہ سب مذکور چیزین عبادت نہین کیجاتین ہم شامی نے کہا کہ سر کا کاٹنا عام ہی اس سے کہ اُسکو مٹا دیا ہو یا بنایا ہی نہو یا بنا کر لکیرون سے کاٹ دیا ہو یا کہرچ ڈالا ہو یا سیاہی خواہ سرخی پھیر دی ہو سب صورتون سے کراہت رہیگی وخبر جبرئيل مخصوص بغير المهانة كما بسطه ابن الكمال اور حدیث جبرئیل علیہ السلام کی مخصوص ہی اس تصویر کے باب مین جو ذلیل نہو چنانچہ مشرح بیان کیا ہی اسکو ابن کمال نے ہم یہ جواب ہی ایک سوال مقدر کا اُسکی تقریر یہ ہی کہ اگر تصویر کی کراہت اسوجہ سے ہی کہ جس جگہ نماز ہوتی ہی وہان فرشتے بسبب تصویر کے نہ آئینگے چنانچہ حدیث جبرئیل مین جسکو مسلم نے روایت کیا ہی مذکور ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ فلان ساعت مین حاضر خدمت ہونگا جب وہ ساعت آئی تو جبریل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اور اسکا رسول اپنا وعدہ خلاف نہین کرتا اور عصا جو آپکے ہاتھ مین تھا اسکو زمین پر ڈالا پھر دیکھا تو ایک کتے کا بچہ چارپائی کے نیچے تھا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہ کب آ گیا انھون نے عرض کیا کہ مجکو خبر نہین پھر وہ بچہ نکالا گیا اسوقت جبریل تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ مین تمھارے وعدہ کا منتظر تھا تم وعدہ پر نہ آئے انھون نے عرض کیا کہ میرے اندر آنے کا یہ بچہ مانع ہوا جو آپ کے گھر مین تھا ہم ایسے گھر مین نہین جاتے جسمین کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونون صورت مین کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث مین لفظ صورت عام مذکور ہی اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہی تو جس صورت مین تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو اُسی وقت مکروہ ہونی چاہیے نہ داہنے بائین ہونے مین شارح جواب دیتا ہی کہ کراہت کی وجہ یہی ہی کہ نماز کی جگہ مین فرشتون کا گذر نہین ہوتا اور حدیث جبریل مین ہر چند لفظ تصویر عام ہی مگر وہ اسی تصویر سے مخصوص ہی جو ذلیل نہو اسکی خصوصیت دوسری حدیث سے ہی جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہی کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ انھون نے عرض کیا کہ مین اندر کیسے آؤن آپ کے گھر مین تو ایک پردہ ہی جسمین تصویرین ہین اگر آپکو انکا رکھنا منظور ہی تو انکے سر کاٹ ڈالیے یا انکے گدے اور بچھونے بنوا لیجیے انتہی كذا في الشامي واختلف المحدثون في امتناع ملائكة الرحمة بما على النقدين فنفاه عياض واثبته النووي اور اختلاف کیا ہی اہل حدیث نے رحمت کے فرشتون کے نہ آنے مین بسبب اُن تصویرون کے جو روپیہ اشرفی پر ہوتی ہین تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہی اور نووی شافعی نے اسکو ثابت رکھا ہی ہم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علماء حنفی نے بھی تصریح کی ہی چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ چھوٹی تصویر کا رکھنا گھر مین مکروہ نہین یعنے جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اُس سے نماز مکروہ نہوتی ہو تو اسکا رکھنا گھر مین مکروہ نہین اور جو نماز مین کراہت پیدا کرتی ہو اسکا رکھنا بھی مکروہ ہی فائدہ یہ حکم تصویر کے رکھنے کا ہی لیکن بنانا تصویر جاندار کا چھوٹی ہو یا بڑی ہر طرح سے حرام ہی کہ اسمین مشابہت اللہ تعالی کے پیدا کرنے سے ہی چنانچہ نووی نے شرح مسلم مین اسپر اجماع نقل کیا ہی وكره تنزيها عد الآي والسور والتسبيح باليد في الصلوة مطلقا ولو نفلا اما خارجها فلا يكره كعده بقلبه او بغمزة انامله وعليه يحمل ما جاء من صلوة التسبيح اور مکروہ تنزیہی ہی شمار کرنا آیتون اور سورتون اور سبحان اللہ کہنے کا ہاتھ سے یعنے انگلیون پر یا تسبیح ہاتھ مین لیکر كذا في البحر مطلق نماز مین اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہین ہی شمار کرنا باہر نماز سے جیسے مکروہ نہین شمار کرنا نمازی کا اپنے دل مین یا پورون کے دبانے سے اور اسی پر محمول ہی صلوة التسبيح جو حدیث مین مذکور ہی یعنے اسمین بھی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دباتا جاوے فرع مسئلہ لحقه شارح كالا بأس باتخاذ المسبحة لغير رياء كما بسط في البحر کچھ مضائقہ نہین

تسبیح رکھنے کا بدون ریا کے جیسا کہ شرح بیان کیا ہے بحر الرائق مین م سجہ بکسر میم صیغہ آلہ کا ہے اور بحر الرائق اور حلیہ وغیرہ مین سبحہ بضم سین ہے جسکو اصطلاح عوام مین تسبیح کہتے ہین یعنی کچھ دانے ایک ڈورے مین پروئے ہوئے اور دلیل جواز تسبیح رکھنے کی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے سعد ابن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے کچھ گٹھلیان یا کنکریان تھین جنپر وہ وظیفہ پڑھتی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین تجھکو اس سے آسان تر اور افضل بتائے دیتا ہون اسطرح پڑھو (سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء سبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ہو الخالق والحمد للہ مثل ذلک واللہ اکبر مثل ذلک ولا الہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ مثل ذلک) تو اس حدیث مین اسکو کنکریون یا گٹھلیون پر شمار کرنے سے منع نہ فرمایا بلکہ طریق آسان اور افضل ارشاد کر دیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح مین اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی ہوتی ہے کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک دھاگے مین پرو لیتے ہین اسطرح کی زیادتی منع مین کچھ اثر نہین کرتی علاوہ ازین تسبیح کا رکھنا صوفیہ اخیار سے منقول ہے ہان اگر نمود اور شہرت کے لیے رکھے تو البتہ مکروہ ہے کذا فی الشامی لا یکرہ قتل حیۃ وعقرب ان خاف الاذی اذ الامر للاباحۃ لانہ منفعۃ لنا فالاولی ترک الحیۃ البیضاء لخوف الاذی مکروہ نہین نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچھو کا اگر نمازی ایذا سے ڈرے کیونکہ امر قتل کے مباح کرنے کے لیے اسلیے کہ ہمارے فائدہ کیواسطے ہے تو بہتر ہے چھوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے م صحیحین مین ہے کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزون کو قتل کرو یعنی سانپ اور بچھو کو تو یہان اعتراض ہوتا تھا کہ جب حکم انکے مارنے کا ہے تو چاہیے تھا کہ انکا مارنا مستحب ہوتا اور ماتن نے صرف عدم کراہت پر اکتفا کیا شارح اسکا جواب دیتا ہے کہ یہ امر حدیث مین اباحت کے لیے ہے کہ اسمین ہمارا ہی نفع ہے اور سفید سانپ کو نہ مارنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث مین اسکو جن فرمایا ہے تو جنات کے آسیب سے محفوظ رہنے کے لیے اسکا نہ مارنا اولی ہوا کہ اسکے مارنے مین ہمارا ضرر ہے اور نہایہ مین ہے کہ بدون خوف ایذا کے مارنا سانپ اور بچھو کا نماز کے اندر مکروہ ہے کذا فی الشامی مقتطا مطلقا ولو بعمل کثیر علی الاظہر ولکن صحح الحلبی الفساد سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا نماز مین مطلق مکروہ نہین اگر عمل کثیر سے مارے اور یہ قول ظاہر تر ہے لیکن حلبی نے تصحیح نماز کے فاسد ہونے کی کی ہے در صورت عمل کثیر کے ولا یکرہ صلوۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہین نماز پڑھنا بیٹھے ہوئے شخص یا کھڑے ہوئے کی پشت کیطرف اگرچہ وہ باتین کرتا ہو مگر جس صورت مین کہ خوف بہک جانے کا ہو اسکی باتون سے تو البتہ مکروہ ہے ولا الی مصحف او سیف مطلقا او شمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیہ اور مکروہ نہین نماز قرآن کیطرف یا تلوار کیطرف کو مطلق یعنی لٹکی ہوئی ہو یا رکھی ہوئی ہو یا نماز پڑھنا موم کی بتی کیطرف یا چراغ کیطرف یا آگ کیطرف جو روشن ہو اسلیے کہ آتش پرست عبادت اخگاری کی کرتے ہین نہ جلتی آگ کی کذا فی القنیہ م طحطاوی نے کہا کہ یہ جملہ ہی اور چراغ اور آگ تینون کی علت ہے اور آگ سے مراد وہ ہے جسمین صرف شعلہ ہو اور بندھی آگ نہو تا اگر کوئلہ یا اخگاری بھی ہو گی تو خالی کراہت سے نہین کذا فی الغایہ او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا لما مر یا مکروہ نہین نماز اس فرش پر جسمین تصویرین ہون بشرطیکہ تصویرون پر سجدہ نکرے مکروہ نہین بسبب اس وجہ کے کہ پیشتر گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اسکی ذلت کا باعث ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے یکرہ اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتنخم مکروہ ہے اشتمال صما یعنی چادر کو بدن مین سر سے پانون تک ایسی طرح لپیٹنا کہ کہین سے ہاتھ باہر نہ نکلا اور مکروہ ہے اعتجار یعنے دوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندھنا اسطرح کہ بیچ مین سے سر کھلا رہے اور وجہ کراہت ان دونون امر کی یہ ہے کہ حدیث مین ان سے نہی وارد ہے اسلیے کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے کذا فی الشامی اور مکروہ ہے ڈھاٹا باندھنا اسطرح کہ ناک اور منہ ڈھک جاے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت ایسا ہی کرتے ہین اور مکروہ ہے زور کی سانس کے ساتھ رینٹھ نکالنا تنخم بتاے فوقانیہ و نون و خاے معجمہ ہے اور بعض نسخون مین تختم ہے یعنی انگوٹھی کا پہننا نماز مین عمل قلیل کے ساتھ مکروہ ہے طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ ڈھاٹے کا باندھنا مکروہ تحریمی ہے اور تنخم کر کے رینٹھ نکالنے کا حکم مثل کھنکارنے کے ہے چنانچہ اسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی وکل عمل قلیل بلا عذر کتعرض القملۃ قبل الاذی اھ مکروہ تنزیہی ہے ہر عمل قلیل بدون عذر کے مثلاً جون کا مار ڈالنا پہلے کاٹنے کے و ترک کل سنۃ ومستحب اور

مکروہ تنزیہی ہے چھوڑنا ہر سنت اور مستحب کا شامی نے کہا کہ اگر سنت زیادہ مؤکد ہوگی تو عجب نہیں کہ اُسکا ترک مکروہ تحریمی ہو وحمل الطفل وما ورد نسخ بحدیث ان فی الصلوۃ لشغلا اور مکروہ ہے بدون حاجت اٹھالینا بچہ کا نماز مین اور جو قصہ کہ حدیث مین وارد ہے وہ منسوخ ہے اس حدیث سے کہ ان فی الصلوۃ لشغلا یعنی نماز مین ایک شغل ہے جو اور باتون کا مانع ہے م یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ بچہ کا اٹھانا مکروہ کیسے ہو سکتا ہے یہ امر تو صحیحین مین بروایت ابو قتادہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز مین اپنی نواسی بی بی امامہ کو اُٹھا لیتے تھے جب سجدہ کرتے تھے تو اُنکو اُتار دیتے تھے اور کھڑا ہونے کے وقت پھر اٹھا لیتے تھے اس سوال کا جواب ایک تو یہی ہے جو شارح نے دیا کہ یہ حکم منسوخ ہے مگر یہ جواب کام کا نہین اسلیے کہ حدیث ان فی الصلوۃ لشغلا ہجرت سے پیشتر کی ہے اور قصہ بی بی امامہ کا ہجرت کے بعد ہے تو وہ حدیث اسکی ناسخ کیسے ہو سکتی ہے اور ایک جواب بدائع مین مذکور ہے کہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلیے تھا کہ آپکو اسکی ضرورت تھی کیونکہ ایسا شخص کوئی نہ تھا جو بی بی امامہ کی حفاظت کرتا تو اگر اب بھی کوئی شخص اسیطرح کی ضرورت مین مبتلا ہو تو اسکو بچہ کا اٹھانا مکروہ نہین البتہ بدون حاجت مکروہ ہوگا کذا فی الشامی ویباح قطعہا لنحو قتل حیۃ وندّ دابۃ وفور قدر وضیاع ماقیمتہ درہم لہ او لغیرہ اور مباح ہے نماز کا توڑ دینا اگرچہ نماز فرض ہو ان جیسے عذرون سے مثلاً سانپ کا مارنا اور سواری کا بھاگ جانا اور ہانڈی کا ابلنا اور تلف ہونا ایسی چیز کا جسکی قیمت ایک درم یعنی پانچ آنہ ہون خواہ وہ چیز نمازی کی ہو یا کسی دوسرے کی م اسی طرح اگر خوف ہو کہ بھیڑیا کوئی بکری اٹھا لیجائیگا تو جائز ہے کہ نماز توڑ کر بھیڑیے کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح ویستحب لمدافعۃ الاخبثین وللخروج من الخلاف ان لم یخف فوت وقت وجماعۃ اور مستحب ہے نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دباؤ کے وقت اور خلاف سے نکلنے کیواسطے اگر خوف نہو وقت کے جانیکا یا جماعت کے نہ ملنے کا م شامی نے کہا کہ بول و براز کے دباؤ کے ساتھ نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے تو اُسکے توڑنے کو واجب کہنا چاہیے تھا نہ مستحب اگرچہ جماعت فوت ہو جائے اور خلاف سے نکلنے کی یہ صورت ہے کہ نماز پڑھنے مین کسی عورت اجنبی نے مثلاً ہاتھ لگا دیا تو مستحب ہے کہ نماز کو توڑ دے کیونکہ اس صورت مین امام شافعی کے نزدیک نماز نہوگی ویجب لاغاثۃ ملہوف وغریق وحریق اور واجب ہے نماز توڑ دینا واسطے فریاد رسی فریاد خواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے م طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ ایسے امور کے لیے نماز کا توڑنا فرض ہو اور مثل اُسکے ہے اندھے کو کوین مین گرتے دیکھنا لا النداء احد ابویہ بلا استغاثۃ الا فی النفل فان علم انہ یصلی لاباس ان لایجیبہ وان لم یعلم اجابہ نہین جائز ہے نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ماں یا باپ کے بدون فریاد خواہی کے مگر نفل نماز مین اگر ماں یا باپ پکارے تو جواب دینا واجب ہے گو بغیر فریاد خواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی پھر اگر ماں یا باپ کو معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھتا ہے تو کچھ مضائقہ نہین جواب نہ دینے کا اور اگر معلوم نہو تو جواب دے م ماں باپ سے مراد اصول ہین گو اوپر کے ہون یعنی دادا یا نانا یا نانی یا دادی ہو تب بھی یہی حکم ہے یہانتک بیان نماز کے اندر کے مکروہات کا تھا اب مصنف وہ مکروہات بیان کرتا ہے جو نماز کے باہر ہون مگر نماز کے توابع مین سے ہون وکرہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلاء بالمد بیت التغوط وکذا استدبارہا فی الاصح اور مکروہ تحریمی ہے بول و براز کے وقت شرمگاہ کا منہہ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے پشت پھیرنا قبلہ کیطرف کو صحیح تر قول شارح نے کہا کہ لفظ خلا الف ممدودہ کے ساتھ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہین م وجہ کراہت کی یہ ہے کہ صحاح ستہ مین مروی ہے کہ جب تم پاخانہ پھرو تو قبلہ کیطرف منہہ نکرو نہ پشت بلکہ اُسکو داہنی طرف کرلو یا بائین اور یہ حکم مرد و عورت دونون کو یکسان ہے اور کراہت بول و براز کے وقت ہے پانی سے استنجا کرنے کے وقت کراہت تحریمی نہین اور استقبال فرج کی قید سے یہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کی جانب ہو اور شرمگاہ کو جانب قبلہ سے پھیر کر پیشاب کریگا تو مکروہ نہوگا کذا فی الشامی کما کرہ للبالغ امساک صبی لیبول نحوہا جیسے مکروہ تحریمی ہے بالغ شخص کو پیشاب کرانا بچہ کا قبلہ کی طرف کو اسلیے کہ بالغ کو بچہ کے ساتھ ایسا فعل کرنا حرام ہے جو بچہ پر بالغ ہونے کے بعد حرام ہو مثلاً حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہے کذا فی الشامی وکما کرہ مد رجلیہ فی نوم او غیرہ الیہا ای عمدا لانہ اساءۃ ادب قالہ ملا پاکیر اور جیسے مکروہ ہے دونون پانون کا پھیلانا سونے مین یا سوائے سونے کی حالت کے قبلہ کی طرف یعنے پاؤن پھیلانا دانستہ مکروہ ہے اسلیے کہ یہ بے ادبی ہے کہا ہے اسکو ملا پاکیر نے م طحطاوی نے کہا کہ عمدا کے یہ معنی کہ بدون عذر اور سہو کے پھیلاوے

تو اگر عذر سے یا بھول کر پھیلاوے گا تو مکروہ نہوگا اور دونون پانوٗن کے مانند ہی حکم ایک پانوٗن کے پھیلانے کا اور بالغ اور لڑکا اس حکم مین برابر ہین شامی نے کہا کہ وجہ کراہت کو بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو مگر آگے آویگا کہ قبلہ کیطرف پانوٗن پھیلانے سے آدمی کی گواہی قبول نہین ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تحریمی ہی **او الی مصحف او شئی من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ فلا یکرہ قالہ الکمال** یا مکروہ ہی پانوٗن پھیلانا قرآن مجید کے یا کسی کتاب شرعی کیطرف یعنی تفسیر و حدیث و فقہ اور انکے اصول کی کتاب کیطرف مگر یہ کہ کتاب موصوف کسی اونچی جگہ پر ہو پانوٗن کی سیدھ سے تو پانوٗن پھیلانا مکروہ نہوگا کہا ہی اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہر اگر کتاب بہت دور رکھی ہو تب بھی کراہت نہوگی **وکرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتے** اور جیسے مکروہ ہی قفل لگانا مسجد کے دروازہ کو مگر اپنے اسباب کے ڈر سے اگر قفل لگادے تو مکروہ نہین اسی پر فتوی ہی م شامی نے کہا کہ غلق کی جگہ اغلاق کہنا چاہیے تھا کیونکہ قاموس مین ہی کہ غلق باب لغت خراب ہی اغلاق باب فصیح ہی اور وجہ کراہت یہ ہی کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیون کو نماز سے روکنا پایا جائیگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی (ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ ۔) اور خوف متاع کی صورت مین بھی اوقات نماز مین بند کرنا مکروہ ہوگا کذافی البحر **وکرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء واتخاذہ طریقا بغیر عذر وصرح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ** اور مکروہ تحریمی ہی صحبت کرنا مسجد کی چھت پر اور بول و براز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہی تحت الثری سے لیکر آسمان کی سطح تک اور مکروہ ہی ٹھہرا دینا مسجد کو راستہ بدون عذر کے اور قنیہ مین تصریح کی ہی آدمی کے فاسق ہو جانے کی مسجد کو راستہ بنالینے کی عادت کرنے سے یعنے اگر عادت کریگا کہ راستہ مسجد ہی مین ہوکر چلے تو فاسق ہو جائیگا **وادخال نجاسۃ فیہ وعلیہ فلا یجوز الاستصباح بدہن نجس فیہ والا تطیینہ بنجس ولا البول والفصد فیہ ولو فی اناء** اور مکروہ ہی اندر لیجانا نجاست کا مسجد مین اور اس بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہین چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ استرکاری کرنا مسجد کا ناپاک گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد کھلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب اور خون لیا جاے م فتاوے عالمگیری مین ہی کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جس گارے مین ناپاک پانی پڑا ہوا اس سے مسجد کا لیسنا مکروہ ہی **ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسہم والا فیکرہ** اور حرام ہی داخل کرنا لڑکون اور مجنونون کا مسجد مین جبکہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کر دینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا انکا مکروہ ہی م شامی نے کہا کہ مراد حرام ہونے سے مکروہ تحریمی ہی اور وجہ اندر نہ لیجانے لڑکون اور دیوانون کی یہ ہی کہ حدیث مرفوع مین آچکا ہی کہ اپنے مساجد کو لڑکون اور دیوانون اور بیع و شرا اور شور و غل اور شمشیر کشی اور اقامت حدود سے علیحدہ رکھو اور جمعون مین انکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذافی البحر اس سے معلوم ہوا کہ در صورت گمان نجس نہونے کے لڑکون کا لیجانا مکروہ تنزیہی ہی **وینبغی لداخلہ تعاہد نعلہ وخفہ وصلوتہ فیہما افضل** اور مسجد مین جانے والے کو چاہیے دیکھ بھال لینا اپنے جوتے اور موزہ کو کہ آلودہ نجاست نہون اور نماز پڑھنا نمازی کا جوتون اور موزون کو پہن کر بشرطیکہ طاہر ہون افضل ہی م وجہ افضلیت یہ ہی کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہی کہ نماز پڑھو جوتون کو پہن کر اور یہود کی مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی مین ہی کہ جوتا پہن کر مسجد مین جانا اس زمانہ کے عرف مین داخل بے ادبی ہی اور خوف مسجد کی فرش کے آلودگی کا بھی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین یہ خوف نتھا کیونکہ مسجد شریف مین اسوقت کنکرین بچھی ہوئی تھین **لا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس بمسجد شرعا** مکروہ نہین اشیاء مذکورہ یعنے جماع اور بول و براز اس گھر کی چھت پر جسمین نماز پڑھنے کی جگہ بنائی گئی ہی بلکہ خود اس جگہ مین یہ چیزین مکروہ نہین اسلیے کہ وہ مسجد شرعی نہین م یعنی مسجد شرعی وقف اور اذان عام سے ہوتی ہی اور گھر مین ایک جگہ لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہین ہو جاتی **واما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایۃ** اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاے سو وہ مسجد ہی اقتدا کے درست ہونے کے حق مین اگرچہ صفون مین انفصال ہو جواز اقتدا مین اسکو مسجد اسلیے قرار دیا گیا کہ لوگون پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہین ہی جواز اقتدا کے سوا دوسری چیزون کے

اتحی ہین کذا فی النہایہ ہم بحر الرائق مین کہاکہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب عیدگاہ اور نماز جنازہ کا مکان مسجد نہین تو اُنمین بول وبراز وجماع جائز
ہو حالانکہ بانی نے اسلیے نہین بنوایا تو لائق یہ ہے کہ یہ امور درست نہون اگرچہ ہم اُسکو مسجد نہ کہین اور مقابل قول مفتی بہ کا وہ قول ہے جسکی تصحیح محیط مین کی ہے
کہ مکان نماز جنازہ کے لیے کسی بات مین حکم مسجد نہین اور جسکی تصحیح تاج الشریعہ نے کی ہے کہ عیدگاہ ہر بات مین حکم مسجد کا رکھتی ہے کذا فی الشامے
فحل دخوله لجنب وحائض كفناء ورباط ومدرسة ومساجد حياض واسواق لاشوارع پس حلال ہے داخل ہونا عیدگاہ اور مکان جنازہ مین جنب
اور حائضہ کو جیسے حلال ہے انکو داخل ہونا مسجد کے فناہین اور خانقاہ اور مدرسہ مین اور حوضون کی مسجدون اور بازارونکی مسجدون مین نہ شارع عام
کے مساجد مین هم فناء مسجد وہ مکان ہے جسکے اور مسجد کے بیچ مین راستہ نہو اور حوض کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہے جو حوض کے پاس بنا دیتے ہین تاکہ جو کوئی
وضو کرے اُسپر تحیۃ الوضو پڑھے اور نماز پڑھ لے اور بازار کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہے جو عموماً شہر بازارمین نماز کے لیے بنالیتے ہین جیسے سوداگرون کی سرائے
مین ہوا کرتے ہین غرضکہ ان مکانون کو حکم مسجد کا نہین اور شارع عام کی مسجدین جنمین جماعت معین نہین وہ بحکم مسجد ہین مگر اُنمین اعتکاف نکیا جاے
کذا فی الشامی ولا باس بنقشه خلا محرابه فانه يكره لانه يلهي المصلي ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصاً فى جدار القبلة قاله الحلبي
وفي حظر المجتبى وقيل يكره في المحراب دون السقف والمؤخر انتهى وظاهره ان المراد بالمحراب جدار القبلة فليحفظ اور کچھ مضائقہ نہین مسجد کے نقش کرنیکا
سوا محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ نمازی کو لہو مین ڈالتا ہے یعنے خشوع کو مخل ہے اور مکروہ ہے تکلف کرنا باریک نقش ونگار اور اُسکے
مثل سے خصوصاً قبلہ کی دیوار مین کہا ہے اُسکو حلبی نے اور مجتبی کے باب الحظر مین ہے کہ بعض فقہانے کہاکہ نقش ونگار محراب مین مکروہ ہے نہ چھت اور پچھلی دیوار
مین تمام ہوا قول مجتبی کا اور ظاہر اس قول کا یہ ہے کہ محراب سے مراد قبلہ کی دیوار ہے تو اسکو یاد کر لینا چاہیے ہم یعنے پچھلی دیوار اور چھت کو کراہت سے مستثنی کرنے
سے اور نیز علت کراہت کو عدم خشوع قرار دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ محراب سے غرض مصلی کے سامنے کی دیوار ہے اسلیے کہ خشوع کا جاتا رہنا صرف امام کو
برا ہے ویسا ہی صف اول کے مقتدیون کو بھی برا ہے کیونکہ خشوع سب کے لیے مستحب ہے اور لہو کو علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہان غرض کراہت سے تنزیہی
ہے کذا فی الشامی بجص وماء ذهب لو بماله الحلال لا من مال الوقف فانه حرام وضمن متوليه لو فعل النقش والبياض الا اذا خيف طمع الظلمة فلا باس به كافي وال
او كان الاحكام البناء او الواقف فعل مثله لقولهم يعمر الوقف كما كان وتمامه في البحر مضائقہ نہین نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے پانی سے اگر نقش کرنیوالا
اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اسلیے کہ مال وقف سے نقش کرنا حرام ہے اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش ونگار یا سفیدی بمال وقف سے
کریگا مگر جبکہ خوف ہو لالچ ظالمون کا یعنے مال وقف بہت سا جمع ہو اور ڈرے کہ ظالم چھین لینگے تو اُسوقت نقش کرنیکا مضائقہ نہین کذا فی الکافی اور
مگر اُس صورت مین ضمان نہ دیگا کہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کے لیے ہون یا خود وقف کرنیوالے نے اسطرح کے نقش بنوائے ہون تو اُس صورت مین بھی
ضمان نہ دیگا بسبب قول فقہا کے کہ وقف کی تعمیر ویسی کیجاوے جیسے پہلے تھی اور اُسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہے ہم مال حلال کی قید اسلیے لگائی کہ مال حرام سے
مسجد کا نقش ونگار مکروہ تحریمی ہے اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہے اس سے معلوم ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہے کذا فی الشامی عن البحر فروع مسائل
الحقه شارح کے مساجد کے احکام مین افضل المساجد مكة ثم المدينة ثم القدس ثم قباء ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب سب مسجدون مین افضل مسجد مکہ معظمہ ہے
کیونکہ اُسمین کعبہ ہے جسکی شان مین اللہ تعالی فرماتا ہے (اول بيت وضع للناس) پھر مدینہ منورہ ہے جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک
نماز میری اس مسجد مین برابر ہے ہزار نمازون کے اُسکے سوا دوسری مسجدمین بجز مسجد حرام کے پھر مسجد مقدس یعنی بیت المقدس ہے کہ تصریح ثواب کے زیادتی
کی اسکے اندر حدیثون مین موجود ہے پھر مسجد قبا بضم قاف والف مقصورہ یا ممدودہ ہے جسکی شان مین آیت (اسس علی التقوی من اول یوم) الآیہ ہے ان چارون
مسجدون کے بعد افضل وہ مسجد ہے جو قدیم تر ہو پھر وہ ہے جو زیادہ بڑی ہو پھر وہ جو بہت قریب ہو ہم یہ ترتیب حلیہ مین اجناس سے نقل کی ہے اور بحر الرائق

مین بعد بیت المقدس کے جامع مسجدون کو اور انکے محلہ کی مسجدون کو اور انکے بعد شارع عام کی مسجدون کو لکھا ہے اور شارع عام کی مسجدون سے وہ مسجدین
مراد ہین جنکا امام اور موذن معین نہین اور جامع مسجدون سے یہ غرض ہے کہ جنمین وسعت زیادہ اور جماعت بہت ہوتی ہو اور انمین سے افضل وہ ہے
جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا ہے پھر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی ومسجد استاذہ لدرسہ او لسماع الاخبار افضل اتفاقا اور مسجد
اپنے اُستاد کی اُس سے پڑھنے کے لیے یا حدیث سننے کے واسطے افضل ہے یعنے قدیم تر اور اعظم اور اقرب سے بالاتفاق اسلیے کہ اُسمین دو ثواب ہین ایک
جماعت دوسرے تحصیل علم ومسجد حیہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے محلہ کی افضل ہے مسجد جامع سے م شامی نے کہا کہ مسجد جامع سے مراد یہ ہے کہ جسکی
جماعت بہ نسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ خانیہ مین ہے کہ اگر محلہ کی مسجد مین کوئی موذن نہو تو نمازی اُسمین جاکر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو
اسلیے کہ محلہ کی مسجد کا اسکے ذمہ حق ہے اور اگر محلہ مین دو مسجدین ہون تو جو قدیم تر ہو اُسمین جاے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد مین جاسے والصحیح
ان ما الحق بمسجد المدینۃ ملحق بہ فی الفضیلۃ نعم تحری الاول اولی وہو مائۃ فی مائۃ ذراع ذکرہ ملا علی فی شرح لباب المناسک اور صحیح یہ ہے کہ مسجد مدینہ منورہ مین جسقدر
لاحق کی گئی ہے وہ ثواب مین اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہے یعنے مقدار لاحق مین بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہے ہان اول مسجد کی اٹکل کرنی بہتر ہے اور
اصل مسجد سو ہاتھ کا طول اور اتنا ہی عرض ہے ذکر کیا ہے اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین ہم اندنون مین اصل مسجد کی شناخت کے لیے
سلطان روم مرحوم نے ستونون پر لکھوا دیا ہے تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرلے کہ مسجد مبارک اسقدر تھی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط صلوٰۃ مین قبلہ کی بحث
سے پیشتر گذر چکا وہان دیکھنا چاہیے ویحرم فیہ السوال ویکرہ الاعطاء مطلقا وقیل ان تخطی اور حرام ہے مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہے سائل کو مسجد مین
دینا ہر حال مین اور بعضے نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پھاندیگا تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہین ہم شارح نے باب الحظر والاباحۃ مین اسی پچھلے قول پر اکتفا
کیا ہے چنانچہ کہا کہ مکروہ ہے سائل مسجد کو دینا اگر جسوقت کہ وہ لوگون کی گردنین نہ پھاندیگا قول مختار مین اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز کے
اندر دی اللہ تعالیٰ نے انکی تعریف کی اس آیت مین ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون یعنے دیتے ہین خیرات اُسوقت مین کہ وہ رکوع کرتے ہون کذا فی الطحطاوی
وانشاد ضالۃ او شعر الا ما فیہ ذکر اور مکروہ ہے کھوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہے مسجد مین شعر پڑھنا مگر جن اشعار مین ذکر ہو اُنکا پڑھنا مکروہ نہین
ہم گم ہوئی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسیکو دیکھو کہ مسجد مین گم ہوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہے تو کہو کہ
خدا تعالیٰ اُسکو تجھ پر واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجھکو وہ چیز نملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر مین یہ تفصیل کی کہ اگر اشعار مین وعظ اور خدا تعالیٰ کی نعمتون
اور حکمتون کا ذکر اور متقیون کی صفت کا بیان ہو تو انکا پڑھنا بہتر ہے اور اگر اُنمین ذکر زمانون اور امتون کا ہو گو مباح ہے اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیہودہ
کی باتین ہون تو حرام ہے اور اگر خط وخال کا وصف ہو تو پڑھنا مکروہ ہے اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعر خوانی کی ممانعت کی بے اشعار پر
محمول ہے کذا فی الشامی ورفع صوت بذکر الا للمتفقہۃ اور مکروہ ہے مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکھنے سکھانے والونکو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین ہم ذکر
جہری مین قید اس بات کی ہونی چاہیے کہ جسمین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر اُنسے خالی ہو تو بعض علما کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہے اسلیے کہ اُسکا
فائدہ سننے والون کو بھی ہوتا ہے اور خود ذاکر نیوالا بیدار دل رہتا ہے اور نشاط زیادہ پاتا ہے اور اکثر علما ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین ارشاد
ہے الذکر الخفی یعنے بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہے کذا فی الطحطاوی والشامی بتصرف والوضوء الا فیما اعد لذلک اور مکروہ ہے مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے کہ اُسکے پانی سے
گھن آتی ہے کیونکہ اکثر تھوک اور رینٹ سے خالی نہین ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اُس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ نہین طحطاوی نے کہا کہ یہی
حکم بدون جنابت کے نہانے کا ہے وغرس الاشجار الا لنفع کتقلیل نز نحو ان للمسجد اور مکروہ ہے مسجد مین درختون کا لگانا مگر کسی نفع کے لیے مکروہ نہین
جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی انکی لکڑی اور پھل مسجد کا ہوگا نز بفتح نون وتشدید زا اسجمہ زمین کی رطوبت کو کہتے ہین

خلاصہ مین کہا کہ جب مسجد کے ستون بباعث رطوبت کے نہ ٹہرتے ہون تو اس رطوبت کے کم کرنے کو درختونکے لگانے کا مضائقہ نہین اور بدون کسی نفع کے لگانا ناجائز ہے اور فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر لوگون کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور اُنسے مسجد تنگ نہو اور جماعت مین خلل پڑے تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگادے کہ اُسکے پہل اور لکڑی آپ لیا کرے یا صفون مین خلل ہوتا ہو یا درختونکے باعث کفار کے معابد سے مشابہت ہوتی ہو تو مکروہ ہے واكل ونوم الا المعتكف وغريب اور مکروہ ہے مسجد کے اندر کہانا اور سونا مگر اعتکاف والے اور مسافر کو مکروہ نہین ودخول اكل نحو ثوم ويمنع منه وكذا كل موذ ولو بلسانه اور مکروہ ہے مسجد مین آنا کہانے والے لہسن جیسی چیز کا یعنی کچا پیاز اور مولی وغیرہ جنمین بدبو آتی ہے اور منع کیا جاے ایسا شخص مسجد مین گھسنے سے اور اسیطرح ہر شخص ایذا دینے والا اگرچہ زبان ہی سے ایذا دے مسجد سے منع کیا جاے م آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت بدبو مین سے کہائے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے اسلیے کہ جس چیز سے انسانون کو ایذا ہوتی ہے اُس سے فرشتون کو ایذا ہوتی ہے انتہی اور ایذا دینے والے سے مراد گندہ دہن اور گندہ بغل ہین یا جسکے پسینے سے یا کپڑے کی بدبو سے تکلیف ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغلی وغیرہ ہے كذا في الطحطاوي و كل عقد الا المعتكف بشرطه اور مکروہ ہے مسجد مین ہر معاملہ یعنی معاوضہ مثل بیع وشرا کے كذا في الشامي مگر اعتکاف والے کو بیع وشرا درست ہے بموجب اُسکی شرط کے م شرط یہ ہے کہ اُس چیز کی حاجت اُسکو یا اُسکے عیال کو ہو اور ایک یہ کہ متاع کو مسجد مین نہ منگادے كذا في الطحطاوي والكلام المباح وقيده في الظهيرية بان يجلس لاجله لكن في النهر الاطلاق اوجه اور مکروہ ہے مسجد مین کلام مباح کرنا اور ظہیریہ مین قید لگائی ہے کہ کلام ہی کے خاطر مسجد مین بیٹھے یعنے اگر مسجد مین عبادت کے لیے بیٹھا اور اُسکے بعد کلام دنیا کا کیا تو مکروہ نہوگا لیکن نہر الفائق مین ہے کہ کراہت کو مطلق رکھنا موجہ تر ہے یعنے کلام کے لیے بیٹھا ہو یا عبادت کے لیے دونون صورتون مین کلام مباح مکروہ ہے م شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہے اور اُسمین حرج بھی بہت ہے وتخصيص مكان لنفسه وليس له ازعاج غيره منه ولو مدرسا واذا ضاق فللمصلي ازعاج القاعد ولو مشتغلا بقراءة او درس بل ولاهل المحلة منع من ليس منهم عن الصلوة فيه اور مکروہ ہے اختصاص کرنا کسی جگہ کا اپنے لیے اور نہین جائز ہے اُسکو ہٹادینا غیر شخص کا اُس جگہ سے اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہے ہٹادینا بیٹھنے والے کو بیٹھنے والا قرارت یا درس مین مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت مین اہل محلہ کو اختیار ہے کہ جو شخص اُس محلہ والون سے نہو اُسکو مسجد مین نماز سے منع کرین م شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹھنے سے صف مین خلل پڑتا ہو تو اُسکا اُٹھادینا بھی نمازیون کو جائز ہے ولهم نصب متول وجعل المسجدين واحدا وعكسه لصلوة لا لدرس او ذكر اور جائز ہے محلہ والون کو مقرر کرنا متولی کا مسجد کے کامون کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نکرے اور جائز ہے دو مسجدون کا ایک کرلینا اور ایک مسجد کا دو کرلینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیونکہ مسجدین درس اور ذکر کے لیے نہین بنائی گئین اگرچہ درس اور ذکر اُنمین جائز ہے كذا في القنية في المسجد عظة وقرآن فاستماع العظة اولى مسجد مین وعظ اور تلاوت قرآن ہے تو سننا وعظ کا بہتر ہے م شامی نے کہا کہ یہ حکم عوام کے لیے ہے اور جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجھ سکتے ہون اُنکے حق مین قرآن کا سننا بہتر بلکہ ضرور ہے ولا ينبغي الكتابة على جدرانه اور مناسب نہین لکھنا قرآن اور اشیاء قابل التعظیم کا مسجد کی دیوارون پر م یعنی اسلیے کہ گر کر پامال نہون كذا في البحر اور مثل اُسکے ہے فرش پر کچھ لکھ کر دروازون پر چپکانا كذا في الطحطاوي ولا باس برمي عش خفاش وحمام لتنقيته اور کچھ مضائقہ نہین چمگادڑ اور کبوتر کے گھونسلے کا پھینکدینا واسطے مسجد کی صفائی کے م طحطاوی نے کہا کہ لتنقيته جواب سوال ہے اُسکی تقریر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندون کو اُنکے گھرون مین تو دور کرنا گھونسلونکا مخالف ہے اس امر کے شارح نے جواب دیا کہ یہ دور کرنا صفائی کے لیے ہے جو شرعاً مطلوب ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہے

باب الوتر والنوافل

باب الوتر والنوافل

یہ باب ہے وتر اور نوافل کے بیان مین م وتر بفتحہ اور کسرہ واو لغت مین طاق عدد کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین تین رکعتونکا نام ہے چنانچہ آگے

تا ہے اور نفل کے معنی لغت میں زیادتی کے ہیں اور شرعاً نفل اس عبادت کو کہتے ہیں جسکے کرنے سے ثواب ہو اور نہ کرنے سے عذاب نہو کل سنۃ نافلۃ ولا عکس ہر سنت نفل ہے اور اسکا الٹا نہیں یعنی ہر نفل سنت نہیں ہوتی یہ جملہ شارح نے اسلیے بیان کیا کہ اس باب میں ذکر سنتوں کا بھی ہے حالانکہ عنوان میں صرف وتر اور نوافل مذکور ہیں سنتوں کی تصریح نہیں کی تو تصریح نکرنیکا عذر کر دیا کہ سنتیں نفل ہوتی ہیں ہو فرض عملاً وواجب اعتقادا وسنۃ ثبوتا لهذا توفق بین الروایات وتر فرض ہے عمل کے لحاظ سے اور واجب ہے اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہے ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہے فقہا نے روایتوں میں عملاً فرض ہے اسکے یہ معنی کہ عمل میں اسکا حال فرائض کا سا ہوتا ہے کہ چھوڑنے سے گناہگار ہو اور اسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضوں میں ہے ویسی ہی وتر میں ہے اور اعتقاداً واجب ہونے کے یہ معنی کہ اسکے واجب ہونے کا اعتقاد پر ضرور ہے اور ثبوتاً سنت ہونے سے یہ غرض کہ ثبوت اسکا حدیث سے ہے نہ قرآن سے چنانچہ مسلم نے روایت کی کہ اوتروا قبل ان تصبحوا یعنی وتر پڑھو پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات سے یہ مراد کہ امام اعظمؒ سے وتر کے باب میں تین روایتیں مروی ہیں ایک فرض ہونیکی دوسرے واجب ہونیکی تیسری سنت ہونیکی تو انکی تطبیق اسطرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ سے ہے اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی ملتقطا وعلیہ فلا یکفر بضم فسکون ای لاینسب الی الکفر جاحدہ اور اس توفیق پر یہ متفرع ہوا کہ کافر نہ کہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لایکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہے یعنی منسوب بکفر نہیں ہوتا ضمیر علیہ کی محشیوں نے توفیق کیطرف پھیری ہے اور راقم نے شرح منح الغفار میں فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض عملی ہونیکی قرار دیا ہے وتذکرہ فی الفجر مفسد لہ کعکسہ بشرطہ خلافا لهما ولکنہ یقضی ولا یصح قاعدا ولا راکبا اتفاقا اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہ ہے کہ فجر کے فرضوں میں اسکا یاد آنا صاحب ترتیب کی فجر کا مفسد ہے مثل اسکے عکس کے یعنی اگر وتر میں یاد ہوگا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہے تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جبکہ وقت تنگ نہو اور نمازیں چھ نہو گئی ہوں کہ ان صورتوں میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک وتر دن کے یاد ہونے سے فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ وتر انکے نزدیک سنت ہیں لیکن وتر قضا کیے جاتے ہیں اور بیٹھ کر اور سوار ہو کر درست نہیں ہوتے بالاتفاق یعنے ہر چند سنتوں کی قضا نہیں اور بیٹھ کر اور سواری پر جائز ہیں مگر صاحبینؒ کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونے کے ان باتوں میں سنت سے علحدہ ہیں وھو ثلث رکعات بتسلیمۃ کالمغرب حتی لو نسی القعود لا یعود ولو عاد یفسد الفساد کما سیجیئ وتر تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ اگر بیچ کے قعدہ کو بھول کر کھڑا ہو گیا تو پھر نہ بیٹھے اور اگر پھر بیٹھ جائیگا تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو جاے چنانچہ آگے آویگا مثل مغرب سے یہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قاعدہ واجب ہے اسمیں ورد و نہ پڑھے اور نماز کے فاسد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ قیام فرض کو چھوڑ کر واجب کے لیے بیٹھنا نہیں چاہیے اور نماز نفل میں چونکہ ہر دوگانہ علحدہ نماز ہے اسلیے اگر کھڑا بھی ہو جائے تب بھی بیٹھ جائے کذا فی الطحطاوی ولکنہ یقرأ فی کل رکعۃ منہ فاتحۃ الکتاب وسورۃ احتیاطا وتر مثل مغرب کے ہیں لیکن نمازی اسکی ہر رکعت میں الحمد اور ایک سورہ یا تین تین آیتیں احتیاطا پڑھے ہم وجہ احتیاط کی یہ ہے کہ صاحبینؒ وتر کے سنت ہونیکے قائل ہیں تو اس لحاظ سے احتیاط اسکی مقتضی ہے کہ سب رکعتوں میں قرات پڑھی جاوے والسنۃ السور الثلث وزیادۃ المعوذتین لم یختر ہا الجمہور اور مسنون تین سورتیں ہیں یعنی اول میں سورۂ اعلیٰ اور دوسری میں سورۂ کافرون اور تیسری میں اخلاص اور زیادتی معوذتین کو جمہور فقہا نے پسند نہیں کیا یعنی تیسری رکعت میں بعد سورۂ اخلاص کے سورۂ فلق اور ناس پڑھنا مختار نہیں وکبر قبل رکوع ثالثۃ رافعا یدیہ کما مر ثم یعتمد وقیل کالداعی وقنت فیہ اور اللہ اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کے رکوع کرنیکے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح کانوں تک ہاتھ اٹھادے پھر ہاتھ باندھ لے اور بعض نے کہا کہ کھلے رکھے دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چھاتی تک اٹھادے اور ہتھیلیاں آسمان کیطرف رکھے یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور ضعیف ہے اور دعا کرے اسمیں ہم شامی نے کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کیطرف ہے یا قبل الرکوع کے ویسن الدعاء المشہور ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ یفتی اور مسنون ہے دعا مشہور اور درود پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی پر فتوی ہے ہم دعا قنوت مشہور یہ ہے اللهم انا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک

۵ اے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے بخشش چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسا کرتے ہیں اور تیری تعریف کرتے ہیں بھلائی کی اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور دل سے بیزار ہیں ہم

وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ) اور حضرت امام حسن بن علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کے لیے مجکو یہ دعا سکھائی (اللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ اِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَیْكَ) طحطاوی اور شارح منیہ نے کہا کہ بہتر یہ ہے ان دونون دعاؤن کو قنوت مین ملا لیا کرے اور صیغہ درود کا بعد دعاء قنوت کے بحر الرائق مین کہا کہ مثل التحیات کے درود ہی اور نووی اور حلبی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ یون کہے (وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم) اور نسائی کی روایت مین ان الفاظ سے وارد ہے (وصلی اللہ علی النبی) بہرحال درود پڑھنا ضرور ہے کیونکہ طبرانی مین حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ ہر دعا رکی رہتی ہے جبتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جاوے شامی نے کہا کہ جو شخص دعاء قنوت پڑھنا نجانتا ہو تو وہ اسکی جگہ یہ آیت پڑھے (ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) یا تین بار (اللہم اغفرلی) کہہ لے یا تین بار (یا رب) کہہ لے وصح الجد بالکسر بمعنی الحق وملحق بمعنی لاحق ویحفد بدال مہملۃ بمعنی نسرع فان قرأ بذال معجمۃ فسدت خانیۃ لانہ کلمۃ مہملۃ اور صحیح ہوا ہے یعنی جو واقع ہی حدیث مرسل مین وارد ہی الجد بکسر جیم وتشدید دال بمعنی حق کے بعد لفظ عذابک کے دو جگہ اور ملحق بمعنی لاحق ہے یعنی ملنے والا اور نحفد بفتح نون اور کسرہ فا اور ضمہ دال مہملہ ہے اسکے معنی ہین ہم جلدی کرتے ہین پس اگر نمازی اس کلمہ کو ذال معجمہ سے پڑھیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الخانیہ شاید فساد نماز اسلیے ہے کہ یہ کلمہ بےمعنی ہے مگر طحطاوی نے کہا کہ یہ کلمہ بےمعنی نہین اسلیے کہ براق کی صفت مین حدیث مین مذکور ہے یحفد بہا یعنی استعانت لیتا تھا چلنے پر اپنے دونون بازوؤن سے مخافتا علی الاصح مطلقا ولو اماما لحدیث خیر الدعاء الخفی دعاء قنوت پڑھے آہستہ صحیح تر قول کے بموجب مطلقاً اگرچہ امام ہو بوجہ اس حدیث کے کہ بہتر دعا آہستہ ہے مگر اس علت کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑھنا واجب نہین اور مطلقاً سے یہ غرض ہے کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ادا پڑھتا ہو یا قضا رمضان کے وتر ہون یا غیر رمضان کے سب صورتون مین آہستہ پڑھے کذا فی الشامی وصح الاقتداء فیہ ففی غیرہ اولی ان لم یتحقق منہ ما یفسدہا فی اعتقادہ فی الاصح کما بسطہ فی البحر بشافعی مثلا لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح فیہما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد اور درست ہے وتر مین اقتدا حنفی کا پیچھے شافعی کے مثلاً جو وتر کو سلام سے جدا نکر دے یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیر دے تو وتر کے غیر مین اقتدا بطریق اولی درست ہے بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا امر متحقق نہو جو نماز کا مفسد ہو مقتدی کے اعتقاد مین صحیح تر قول مین چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق مین نہین درست ہے اقتدا اگر جدا کیا امام نے وتر کو دوگانہ کے بعد سلام پھیرنے سے صحیح تر قول کے بموجب دونون مین یعنی اقتدا مین اور فاصلہ سلام نہونے مین اقتدا درست ہے بسبب اتحاد نیت کے اگرچہ اعتقاد امام اور مقتدی کا مختلف ہے امام سنت ہونے کا معتقد ہے اور مقتدی واجب ہونے کا مگر نیت دونون کی وتر ہی پڑھنے کی ہے مگر غیر وتر مین وجہ اولویت کی یہ ہے کہ نفل اور فرض مین نیت دونونکی ایک ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام سنت کی نیت کریگا اور مقتدی وتر کی تو جب اختلاف کے ساتھ اقتدا درست ہوا تو اتحاد مین بطریق اولی درست ہونا چاہیے اور مثل شافعی سے یہ غرض ہے کہ جو وتر کے مسنون ہونے کا معتقد ہو اور قول اصح کا مقابل اقتدا مین یہ ہے کہ اقتدا درست نہین اسلیے کہ نفل والے کے پیچھے اقتدا واجب پڑھنے والیکا درست نہین اور سلام سے فاصلہ کرنے مین قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ باوجود فاصلہ کے اقتدا جائز ہے کذا فی الشامی ولذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب کما فی العیدین للاختلاف اور اسیوجہ سے یعنی بوجہ اختلاف کے مقتدی نیت وتر کی کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین مین بسبب اختلاف وجوب اور مسنون ہونیکے نیت واجب کی نکرے مگر یعنی نیت واجب کی اگر نکریگا تو امام اور مقتدی کی نیت متحد ہو جائیگی ویاتی الماموم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانہ مجتہد فیہ لا الفجر لانہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظہر مرسلا یدیہ اور مقتدی دعاء قنوت پڑھے اگرچہ پیچھے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کے بعد دعا پڑھتا ہے اسلیے کہ مقام قنوت پڑھنے کا مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ مسئلہ مین متابعت امام غیر حنفی کی درست ہے نہ قنوت پڑھے نماز فجر مین اسلیے کہ فجر مین قنوت کا پڑھنا منسوخ ہے اور منسوخ چیز مین اقتدا درست نہین بلکہ چپکا کھڑا رہے ظاہر تر قول کے موجب ہاتھون کے لٹکائے ہوئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی

نماز مین عرب کے چند قبیلون پر جنھون نے ستر یا اسی قاریون کو مار ڈالا تھا رکوع کے بعد دعا بد فرماتے تھے جب آپ نے اُنپر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ منسوخ ہو گئی کذا فی الامداد طحطاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت مین اب بھی فجر کی نماز مین اگر کوئی دعا پڑھے تو کچھ مضائقہ نہین **ولو نسیہ ای القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب** اور اگر نمازی قنوت کو بھول گیا پھر رکوع مین اُسکو یاد کیا تو رکوع مین اسکو نہ پڑھے بسبب جاتے رہنے اُسکے محل کے یعنی اُسکا پڑھنا محض قیام مین تھا وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کیطرف صحیح روایت مین یعنی رکوع کو چھوڑ کر قنوت پڑھنے کے لیے پھر نہ کھڑا ہو اسلیے کہ اسمین قنوت واجب کے لیے فرض رکوع کو چھوڑنا ہے م دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ پھر قیام کرکے قنوت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح پہلی روایت ہے **فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قراءۃ تامۃ وسجد للسہو قنت او لا لزوالہ عن محلہ** پس اگر نمازی نے قیام کیطرف عود کیا اور قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع نکیا تو اسکی نماز فاسد نہو گی بسبب ہونے اُسکے رکوع سابق کے پوری قرارت کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو بسبب ٹل جانے قنوت کے اپنی جگہ سے م اس مسئلہ کی چار صورتین ہو سکتی ہین ایک یہ کہ رکوع مین قنوت پڑھا دوسری یہ کہ رکوع سے سر اُٹھا کر پڑھا اور رکوع پھر سے کیا تیسری یہ کہ سر اُٹھا کر پڑھا اور رکوع دوبارہ نکیا چوتھی یہ کہ بالکل قنوت نہ پڑھا نہ رکوع مین نہ اُسکے کھڑا ہو کر تو چارون صورتون مین سجدہ سہوا سوجہ سے ہے کہ قنوت اپنی جگہ پر نہ رہا کذا فی الحلبی **رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعہ وتابعہ ولو لم یقرأ منہ شیئا ترکہ ان خاف فوت الرکوع معہ بخلاف التشہد لان المخالفۃ فیما ہو من الارکان او الشرائط مفسدۃ لا فی غیرہا** اور امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونیکے قنوت سے تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت مین سے کچھ نہ پڑھا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈرے کہ امام کے ساتھ رکوع نملیگا بخلاف تشہد کے یعنی اگر تشہد کچھ باقی رہگیا ہو تو اسکو پورا کرکے امام کی متابعت کرے قنوت کو ترک کرے اسلیے کہ امام کی مخالفت اُن اُمور مین کہ ارکان ہین یا شرائط نماز کی مفسد ہے غیر ارکان و شرائط مین مخالفت کرنی کذا فی الدر م شامی نے کہا کہ یہ تعلیل رکیک ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت مذکورہ فرض ہے حالانکہ متابعت بدون تاخیر اُن فرائض و واجبات مین جب ہے جہان کوئی دوسرا واجب پیش نہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت مین یہ کہنی چاہیے کہ قنوت کا پڑھنا سنت ہے اور رکوع مین امام کی متابعت واجب تو جب دلے سنت مین خوف ترک واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا پورا کرنا واجب ہے اور امام کی متابعت بھی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرے کو چھوڑنا ضرور نہین **قنت فی اولی الوتر او ثانیتہ سہوا لم یقنت فی ثالثتہ الا و شک انہ فی ثانیتہ او ثالثتہ کررہ مع القعود فی الاصح والفرق ان الساہی قنت علی انہ موضع القنوت فلا یتکرر بخلاف الشاک ورجح الحلبی تکرارہ لہما** نمازی نے وتر کی پہلی رکعت یا دوسری مین بھولکر قنوت پڑھ لیا تو وہ تیسری رکعت مین قنوت نہ پڑھے اور اگر اُسنے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑھتا ہے یا تیسری مین ہے تو قنوت کو مکرر کرے بیٹھنے کے ساتھ صحیح تر قول مین یعنی قنوت پڑھ کر قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اُسمین قنوت پڑھے کیونکہ دونون رکعتون پر احتمال ہے کہ تیسری ہو اور فرق یہ ہے کہ بھولنے والے نے قنوت پڑھا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہے اسلیے اب قنوت مکرر نہوگا بخلاف شک کرنیوالے کے اور حلبی نے ترجیح دی ہے مکرر قنوت پڑھنے کی دونو نکو یعنی بھولنے اور شک کرنیوالے کو م شامی نے کہا کہ حلیہ اور بحر الرائق مین بھی موافق حلبی کے قول کے ہے **والمسبوق یقنت مع امامہ فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثۃ** اور مسبوق صرف قنوت پڑھے اپنے امام کے ساتھ کیونکہ اُسکی آخر نماز وہی ہے اور جب ایکبار امام کے ساتھ پڑھ چکا تو دوبارہ پڑھنا مشروع نہین اور ہو جاویگا پانیوالا قنوت کا تیسری رکعت وتر کی رکوع پانے سے یعنی جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو کل رکعت اُسکو ملگئی اب باقی دو رکعتون مین اگر قنوت پڑھیگا تو بے جگہ ٹھہریگا اسلیے کہ اُسکی جگہ تیسری رکعت ہے جو ہو چکی کذا فی الطحطاوی **ولا یقنت لغیرہ الا النازلۃ فیقنت الامام فی الجہریۃ وقیل فی الکل** اور قنوت نہ پڑھے وتر کے سوا دوسری نماز مین مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام قنوت پڑھے جہری نمازون مین اور بعض فقہا کا قول یہ ہے کہ یہ سب نمازون مین پڑھے جہری ہون یا سری م نماز جہری مین قنوت پڑھنا بحر الرائق مین شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر اشباہ مین غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر مین قنوت پڑھے اور عبارت شارح منیہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیون کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز مین ہے نہ اور کسی نماز جہری یا سری مین بلکہ سری نمازون مین تو بجز امام شافعی کے اور کوئی

فائل قنوت پڑھنے کا نہین اور بحر الرائق مین اسکو محدثین کا مذہب لکھا ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کر دیتا تاکہ سری نماز کے قنوتکو کوئی روایت مذہب نہ سمجھے
پھر قنوت کا موقع نماز فجر مین دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہی چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہی کذا فی الشامی مختصرا فائدہ یہ ایک کام کی بات ہی خمسۃ ف

یتبع فیہا الامام قنوت وقعود اول وتکبیر عید وسجدۃ تلاوۃ وسہو واربعۃ لا یتبع فیہا زیادۃ تکبیر عید وجنازۃ ورکن وقیام لخامسۃ پانچ باتین ہین جنمین امام کی متابعت
کیجائے یعنی اگر امام انکو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر نکرے تو وہ بھی نکرے کذا فی الحلبی اول قنوت پڑھنا دوم قعدہ اولی سوم تکبیر عید چہارم سجدہ تلاوت پنجم سجدہ سہو
کہ اگر امام ان چیزون کو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر سہواً اُس سے رہجائین تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور چار چیزین ایسی مین کہ انمین متابعت
امام کی نکیجائے یعنی اگر امام انکو کرے تو مقتدی نکرے اول زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلاً امام اگر چوتھی بار تکبیر کہے تو مقتدی اُسکا ساتھ ندے دوم زیادہ کرنا تکبیر جنازہ کا کہ اگر امام
چار تکبیرون سے زیادہ کرے تو مقتدی متابعت نکرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلاً دوبار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کھڑا ہوجانا امام کا پانچوین رکعت کے لیے مثلاً نجی
لہٰذا کہ چوتھی صورت رکن کے زیادہ کرنے مین داخل ہی تو اُسکے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی وثمانیۃ تفعل مطلقاً الرفع لتحریمۃ والثناء وتکبیر انتقال وتسمیع وتسبیح وتشہد وسلام وتکبیر تشریق
اور آٹھ باتین ہین کہ مطلق کیجائین یعنی امام انکو کرے یا نکرے مقتدی انکو کرے اول ہاتھون کا اُٹھانا تکبیر تحریمہ کے لیے دوم ثنا یعنی سبحانک اللہم الخ سوم تکبیر انتقال یعنی ایک
رکن سے دوسرے مین جانیکو اللہ اکبر کہنا چہارم سمع اللہ لمن حمدہ کہنا کہ اگر امام نکہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم تشہد یعنی التحیات اُس صورت
مین کہ امام اُٹھ جاوے لیکن اگر قعدہ اولی مین امام نہ بیٹھے تو مقتدی کو اُسکی متابعت چاہیے چنانچہ پہلے گذرا ہفتم سلام پھیرنا یعنی اگر امام بول پڑے یا مسجد سے نکلجاوے
تو مقتدی سلام پھیرلین کذا فی الطحطاوی ہشتم تکبیر تشریق وسن موکدا اربع قبل الظہر واربع قبل الجمعۃ واربع بعدہا بتسلیمۃ ولو بتسلیمتین لم تنب عن السنۃ ولذا
لو نذرہا لا یخرج عنہ بتسلیمتین وبعکسہ یخرج اور سنت موکدہ ہین چار رکعتین پہلے ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام
سے پڑھیگا تو سنت کے قائم مقام نہونگی اور اسیلیے اگر چار رکعتون کی نذر ایک سلام سے کریگا تو نذر سے باہر نہوگا دو سلامون کے ساتھ پڑھنے سے اور اُسکے عکس مین
یعنی نذر کی دو سلامون سے پڑھنے کی اور ایک سلام سے چارون کو پڑھا تو نذر سے باہر ہوجائیگا ورکعتان قبل الصبح وبعد الظہر والمغرب والعشاء اور سنت
موکدہ ہین دو رکعتین صبح کے پیشتر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے بعد شرعت البعدیۃ لجبر النقصان والقبلیۃ لقطع طمع الشیطان مشروع ہوئی
ہین بعد کی سنتین واسطے پورا کرنے نقصان کے یعنی فرائض مین کسی عذر مثلاً نسیان وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخرت مین بعد کی سنتین اُسکی کمی کو پورا کر دینگی اور
مشروع ہوئی ہین پہلے کی سنتین واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتون کو پڑھیگا تو شیطان کہیگا کہ جو چیز اُسپر فرض نہ تھی اُسکو اُسنے ترک ہی نکیا تو فرض کو
کیسے ترک کریگا اور ان سنتون کی موکد ہونے کی یہ وجہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انپر مواظبت فرماتے تھے چنانچہ مسلم مین حضرت عائشہ رضی سے مروی ہی کہ آپ ظہر کے پیشتر
چار رکعتین اور بعد ظہر دو رکعتین اور بعد مغرب دو اور بعد عشا دو اور قبل فجر کے دو پڑھا کرتے تھے اور بحر الرائق مین ہی کہ سنت موکدہ مثل واجب کے ہی کہ اسکے ترک کرنے
سے گناہ ہوتا ہی اور تارک مستحق ملامت ٹھہرتا ہی بشرطیکہ بلا عذر ترک کرے کذا فی الشامی ویستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدہا بتسلیمۃ وان شاء رکعتین وکذا
بعد الظہر لحدیث الترمذی من حافظ علی اربع قبل الظہر واربع بعدہا حرمہ اللہ علی النار اور مستحب ہین چار رکعتین پہلے عصر اور چار پہلے عشا کے اور چار بعد عشا کے ایک
سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتین پڑھے اور اسیطرح ظہر کے بعد چاہے چار ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعتین پڑھے بسبب حدیث ترمذی کے کہ جو کوئی محافظت
کرے چار رکعتون پر ظہر سے پہلے اور چار پر بعد نماز ظہر کے تو اللہ تعالی اُسکو آگ پر حرام کر دیتا ہی یعنی اسکو دوزخ مین نہ ڈالیگا وست بعد المغرب لیکتب من الاوابین
بتسلیمۃ او ثنتین او ثلاث والاول ادوم واشق اور مستحب ہین چھ رکعتین مغرب کے بعد تاکہ نمازی اوابین سے لکھا جاے یعنی رجوع کرنیوالون مین اللہ تعالی کیطرف چھ رکعتین ایک سلام
سے مستحب ہین یا دو سے یا تین سے اور اول صورت یعنی ایک سلام سے پڑھنا زیادہ دیرپا اور بہت مشکل کا ہوتا ہی وجہ اُسکے مشکل ہونیکی یہ ہی کہ نفس کو ایکہی تحریمہ پر بہت
دیر تک روکنا پڑتا ہی شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ افضل یہ ہی کہ ہر شفعہ پر سلام پھیرا جاے عمل کے سبب الموکدۃ من المستحب ویؤدی الکل بتسلیمۃ وحدۃ اختار الکمال نعم ادریکا

ف
پانچ چیزون مین
امام کی اتباع
چاہیے اور چار
مین نہین ۱۲

شمار کیجاویگی سنت موکدہ مستحب سے اور ادا کیجاویگی دونوں ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہو کہ ابن ہمام کمال الدین نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہو کہ چار رکعتین جو بعد ظہر کے شمار
کے مستحب ہین اسمین اختلاف ہو کہ وہ چار دن جداگانہ مستحب ہین سوا دو رکعت سنت موکدہ کے یا انکے ساتھ شمار کیجاتی ہین پھر اگر مع سنت موکدہ کے ملکر چار شمار
ہوتی ہین تو انکے ساتھ ایک ہی سلام مین ادا ہو جاتی ہین یا نہین تو اکثر علما نے یہ کہا ہو کہ ایک سلام سے دونوں ادا ہونگی اور خود کمال الدین نے یہ اختیار کیا ہو کہ جب نمازی
چار رکعتین ایک سلام خواہ دو سے پڑھیگا تو وہ سنت موکدہ اور مستحب دونوں سے کافی ہونگی کذا فی الشامی وحرر اباحۃ رکعتین خفیفتین قبل المغرب واقرہ فی البحر والمصنف اور
کمال الدین نے نہایت عمدہ تنقیح کے ساتھ ثابت کیا ہو مباح ہونا دو ہلکی سی رکعتوں کا مغرب سے پیشتر اور ثابت رکھا ہو اسکو بحر الرائق مین اور مصنف نے ہم حاصل تقریر کمال کا یہ ہو
کہ قبل مغرب کے دو رکعتین نہ مستحب ہین نہ کروہ بلکہ اختصار کے ساتھ اگر پڑھی جائین تو مباح ہین کذا فی الشامی ملتقطا والسنن اکدہا سنۃ الفجر اتفاقا ثم الاربع قبل الظہر

فی الاصح لحدیث من ترکہا لم تنلہ شفاعتی ثم الکل سواء اور سنتون مین موکد زیادہ فجر کی سنتین ہین بالاتفاق پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول مین بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی
ظہر کی سنتون کو چھوڑ دیگا نہین پہونچیگی اسکو میری شفاعت پھر سب سنتین برابر ہین ہم فجر کی سنتین زیادہ موکد اسلیے ہوئین کہ صحیحین مین حضرت عائشہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اتنی خبرگیری نفرماتے جتنی فجر کی دو رکعتون کی فرماتے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالبا شفاعت خاص ہو جو زیادتی
درجات کے لیے ہوگی ورنہ شفاعت عظمی تو سبکے لیے عام ہوگی وقیل لوجوبہا فلا تجوز صلوتہا قاعدا ولا راکبا اتفاقا بلا عذر علی الاصح اور بعض فقہا نے سنت فجر کے
واجب ہونیکو کہا ہو تو نہین جائز ہو پڑھنا اسکا بیٹھکر اور سواری کی حالت مین بالاتفاق بدون عذر کے صحیح تر قول کے بموجب ہم واجب ہونیکی صورت مین بیٹھکر اور سواری پر پڑھنا جائز
ہونا ظاہر ہو اور سنت موکدہ کہنے کی صورت مین اسلیے ناجائز ہو کہ یہ سنتین ہم پلہ واجب ہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز ترکہا لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف
باقی السنن فلہ ترکہا لحاجۃ الناس الی فتواہ اور نہین جائز ہو چھوڑنا فجر کی سنتون کا اس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوی پوچھنے آتے ہون بخلاف باقی سنتون کے
کہ اسکو انکا ترک کرنا درست ہو بسبب حاجت لوگونکے اسکے فتوی کیطرف ہم شامی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ فتوی دینے کی حالت مین لوگونکے ہجوم کے باعث اور سنتونکو
ترک کردے اور بعد فراغت پانیکے پڑھلے جیسے جماعت کے فوت ہونیکے خوف سے ترک درست ہو ویخشی الکفر علی منکرہا اور خوف کفر ہو سنت فجر کے منکر پر یعنی جو انکی
مشروعیت کا منکر ہو بوجہ کسی شبہہ یا تاویل کے ورنہ قطعا کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہو اسکا منکر ہونا کفر ہو کذا فی الشامی وتقضی اذا فاتت معہ بخلاف الباقی اور سنت فجر
قضا بھی پڑھی جائے جبکہ فوت ہوگئی ہون فرض کے ساتھ بخلاف باقی سنتونکے کہ انکی قضا نہین ہم شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتونکا زوال سے پیشتر ہو تو بعد زوال قضا نہ پڑھی
جائین اگرچہ فرض کے ساتھ ہون اور اگر تنہا فوت ہوئی ہون تو طلوع آفتاب سے پیشتر انکی قضا نچاہیے ولو صلی رکعتین مقطوعا مع ظن ان الفجر لم یطلع فاذا ہو طالع او صلی اربعا

فوقع رکعتان بعد طلوعہ لا تجزیہ عن رکعتیہا علی الاصح تجنیس لان السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بتحریمۃ مبتداۃ اور اگر نماز پڑھی دو رکعتین نفل اس گمان سے کہ فجر نہین
طلوع ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہوگئی یا نماز پڑھی چار رکعتین اور دو رکعتین بعد آفتاب نکلنے کے ہوئین تو اسکو دو رکعتون سے فجر کی سنتون کی کافی نہونگی قول اصح پر کذا
فی التجنیس اسلیے کہ سنت وہ ہو جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہو ہم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلے سے ہو اور مسئلہ اول
خلاصہ مین مذکور ہو اور علت شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہو اور تجنیس مین پہلے مسئلہ مین سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہو اور نہر الفائق مین اسکی وجہ بیان کی ہو

کذا فی الشامی وتکرہ الزیادۃ علی اربع فی نفل النہار وعلی ثمان لیلا بتسلیمۃ لانہ لم یرد والافضل فیہما رباع بتسلیمۃ وقالا فی اللیل المثنی افضل قیل وبہ یفتی
اور مکروہ ہو زیادہ پڑھنا چار رکعتون سے ایک سلام مین دن کی نفلون کو اور آٹھ سے زیادہ رات کی نفلون کو اسلیے کہ اسقدر سے زیادہ حدیث مین وارد نہین
اور افضل رات دن دونوں مین چار چار رکعتون کا پڑھنا ہو ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ دو دو کا پڑھنا افضل ہو کہتے ہین کہ فتوی صاحبین کے ہی قول
پر ہو ہم اس فتوی کو معراج مین عیون کیطرف منسوب کیا ہو اور نہر الفائق مین علامہ قاسم نے امام کے قول کو ترجیح دی ہو کذا فی الشامی مختصرا ولا یصلی علی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدہا ولو صلی ناسیا فعلیہ السہو وقیل لا شمنی اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

قعدۂ اولی میں ظہر اور جمعہ کی پیشتر کی چار سنتوں میں اور جمعہ کے بعد کی چار میں اور اگر بھولے سے درود پڑھ لیا تو اسپر سجدۂ سہو ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سجدۂ سہو نہیں
کذا فی الشمنی ہم شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتوں میں درود پڑھنے سے سجدۂ سہو کا لازم آنا مسلم نہیں کیونکہ انکا حکم اور سنتوں کا سا نہیں اسلیے انکو دو سلام سے
پڑھنا درست ہے ولا یستفتح اذا قام الی الثالثة منها لانها لتاکدہا اشبہت الفریضة اور جب تیسری رکعت کے لیے ان سنتوں مذکورہ سے کھڑا ہو تو دعاے استفتاح یعنی
سبحانک اللہم الخ نہ پڑھے اسلیے کہ یہ سنتیں بوجہ اپنے موکد ہونیکے فرض کے مشابہ ہوگئی ہیں وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو
نذرا لان کل شفع صلوۃ وقیل لا یاتی فی الکل وصححہ فی القنیة اور باقی نوافل چار رکعت والیوں میں درود پڑھے قعدۂ اولی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسری رکعت میں
دعاے استفتاح اور اعوذ پڑھے اگرچہ وہ نماز نذر ہو اسلیے کہ ہر دوگانہ نوافل کا نماز جداگانہ ہے اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ سب سنتوں میں دعا اور درود نہ پڑھے اور صحیح کہا ہے
اس قول کو قنیہ میں ہم نماز نذر کو اسواسطے شامل کیا کہ اسکا وجوب عارضی ہے اور حقیقت وہ بھی نفل ہے کذا فی الطحطاوی وکثرۃ الرکوع والسجود احب من طول القیام
کما فی المجتبی ورجحہ فی البحر لکن نظر فیہ فی النہر من ثلاثة اوجہ اور دیر تک رکوع اور دیر تک سجدہ کرنا زیادہ اچھا ہے بہ نسبت بہت قیام کرنے کے چنانچہ مجتبی میں ہے اور
ترجیح دیا ہے اسکو بحر الرائق میں مگر اعتراض کیا ہے اسمیں نہر الفائق کے اندر تین وجہوں سے ہم وجہ اول یہ ہے کہ قیام ہر چند وسیلہ ہے مگر اسکے طول کی خوبی اس
باعث سے ہے کہ اسمیں قراءت بہت ہوگی اور قراءت اگرچہ تمام قرآن کو پہونچ جاے سب فرض ہوگی بخلاف رکوع اور سجدہ کی تسبیحوں کے دوسری وجہ یہ ہے
کہ قراءت ہے رکن زائد ہونے کو فضیلت میں کچھ تاثیر نہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ موضوع مسئلہ کا نماز نفل ہے اور اسکی سب رکعتوں میں قراءت واجب ہے کذا فی الشامی ونقل
عن المعراج ان ہذا قول محمد وان مذہب الامام افضلیة القیام وصححہ فی البدائع قلت وہکذا رأیتہ فی المنتقی معزیا لمحمد فقط فلیتنبہ اور صاحب نہر الفائق نے معراج سے
نقل کیا کہ کثرت رکوع وسجود کا افضل ہونا قول ہے امام محمد کا اور یہ کہ مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہے اور تصحیح کی ہے اسکی بدائع میں میں کہتا ہوں اور ایسا ہی میں نے
دیکھا ہے مجتبی کے اپنے نسخہ میں منسوب امام محمد کیطرف فقط پس تو خبردار ہو جا ہم حلبی نے کہا کہ نسخہ مضاف ہے یاے متکلم کیطرف اور مجتبی اس سے بدل واقع ہوا ہے وقیل طول
قیام اللیل افضل کالقاری ہم لم اره اور کہا گیا کہ زیادہ قیام کرنا افضل ہے مثل قاری کے اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ گویا کہ چونکہ حکما
قاری ہے تو اسکا قیام بلا شبہہ افضل ہے وسن تحیة رب المسجد وہی رکعتان واداء الفرض او غیرہ وکذا دخولہ بنیة فرض او اقتداء ینوب عنہا بلا نیة اور مسنون
ہے تحیة المسجد یعنی تحفہ رب مسجد کے لیے اور وہ دو رکعتیں ہیں اور پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور اسیطرح داخل ہونا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے یا اقتدا کی نیت سے
قائم مقام ہوجاتا ہے تحیة المسجد کے بدون نیت کے ہم رب کی قید اسلیے لگائی کہ تحفہ دینے کے قابل صاحب خانہ ہوتا ہے نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تحیة المسجد بحذف مضاف
ہے کذا فی الحلیة وتکفیہ لکل یوم مرۃ ولا تسقط بالجلوس عندنا بحر اور کافی ہے آدمی کو ہر روز کے لیے ایکبار تحیة المسجد پڑھنا یعنی جب کسی عذر سے مسجد میں چند بار جاے
تو تحیة المسجد ایکبار اول مرتبہ میں یا اور کسی مرتبہ میں پڑھ لے اور ساقط نہیں ہوتا تحیة المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ
جب تمسے کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہانتک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہ بیان امر بہتر کا ہے کیونکہ ابن حبان کی حدیث میں وارد ہے کہ آپنے ابوذر کو فرمایا کہ تحیة المسجد
دو رکعتیں ہیں سو اٹھو اور انکو پڑھ لے کذا فی الشامی قلت وفی الضیاء عن القوت من لم یتمکن منہا لحدث او غیرہ فلیقل ندبا کلمات التسبیح الاربع اربعا میں کہتا ہوں
اور ضیاء معنوی میں قوت القلوب سے منقول ہے کہ جو شخص قادر نہو تحیة المسجد پر بسبب بے وضو ہونے یا کسی اور عذر کے وہ کہے مستحب طور پر چار تسبیحوں کے الفاظ چار بار یعنی
(سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) کو چار بار کہنا مستحب ہے اگر کسی وجہ سے تحیة المسجد نہ پڑھ سکے ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطہا ولکن ینقص ثوابہا
وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمة علی الاصح قنیة اور اگر کلام کیا درمیان سنت اور فرض کے خواہ سنتیں فرضوں سے پہلے کی ہیں یا پیچھے کی تو بولنا ساقط نہیں
کرتا سنت کو مگر سنتوں کا ثواب کم کر دیتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی انکو پھر سے پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر اور اسیطرح ہر عمل جو
تحریمہ کے مخالف ہو صحیح تر قول کے بموجب ساقط نہیں کرتا سنتوں کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہے کذا فی القنیة وفی الخلاصة لو اشتغل ببیع او شراء او اکل اعادہ وبلقمة او شربة لا تبطل

اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کھانے مین تو سنتون کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا ایک لقمہ یا ایک گھونٹ مین تو سنتین باطل نہونگی ولو جی بطعام

ان خاف ذہاب حلاوتہ او بعضہا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف فوت الوقت اور اگر کھانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اسکے مزہ کا یا کچھ

لذت جاتی رہنے کا تو اسکو کھالے پھر سنتین پڑھے مگر جبکہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتین پڑھے پھر کھانا کھاوے م یعنے عمل مخالف

عذر کی جہت سے سنتون کو ساقط نہین کرتا چنانچہ کھانے کا بے مزہ ہو جانا بھی عذر ہی تو اسکے لیے سنتون کو تاخیر کر سکتا ہی ولو اخرہا الی آخر الوقت لا تکون سنۃ

وقیل تکون اور اگر سنتون کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتین نہونگی اور ایک قول یہ ہی کہ سنتین ہو جائینگی م شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح تر ہی اسلیے کہ پہلا

قول بنی ہی اسپر کہ عمل مخالف کرنیسے سنتین ساقط ہو جاتی ہین اور اصح یہی ہی کہ ساقط نہین ہوتین فرع مسائل ملحقہ شارح کے الاسفار بسنۃ الفجر افضل وقیل لا خوب جاننا چاہیے کہ روشنی مین

پڑھنا سنت فجر کا افضل ہی اور ایک قول یہ ہی کہ خوب روشنی مین پڑھنا افضل نہین بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہی م شامی نے کہا کہ موید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہی خلاصہ سے

منقول ہی کہ فجر کی سنتین تین امر مین مخصوص ہین اول سورہ کافرون اور اخلاص کا پڑھنا دوم انکو اول وقت مین پڑھنا سوم اپنے گھر پر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا اور

حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپکو فجر معلوم ہوتی تھی تو اٹھکر دو رکعتین ہلکی سے پڑھتے پھر

داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے یہانتک کہ موذن تکبیر کے لیے آپکی خدمت مین آتا اسوقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان نذر السنن واتی بالمنذور فہو السنۃ وقیل لا نذر کیا سنتونکو پھر ادا

کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہوگی اور بعض فقہانے کہا کہ سنت نہو گی م نہر الفائق مین کہا کہ نذر کے سبب سے اسکا سنت ہونا جاتا رہیگا جیسے کوئی شلاً ظہر کی سنتونکی نیت کرکے

توڑ دے پھر انکو دوبارہ پڑھے تو وہ سنت ہی رہینگی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زائد ہو جائیگا اسیطرح یہان وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہی اصلی واجب نہین کہ سنت نرہین اراد

النوافل ینذرہا ثم یصلیہا وقیل لا ارادہ کیا نوافل کا تو انکو نذر کرے پھر پڑھ لے اور ایک قول یہ ہی کہ نذر نکرے م نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتونکو نذر نکرے اور وجہ نذر کرنیکی یہ ہی کہ نفلین

جب نذر کی نماز ہو جائینگی تو انکے پڑھنے سے واجب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہ ہی کہ نذر نکرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادت مین ثقل اور نفس پر شاق ہو جائیگا علاوہ اسکے مسلم کی

حدیث مین نذر سے نہی وارد ہی کذا فی الشامی مختصرا ترک السنن ان راہا حقا اثم والا کفر ترک کیا سنتونکو اگر انکو حق سمجھتا ہی تب تو ترک سے گناہگار ہوگا ورنہ کافر ہو جائیگا یعنی حقارت کی

وجہ سے والافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنہا والاصح افضلیۃ ما کان اخشع واخلص اور نماز نفل مین سوا تراویح کے بہتر ہی مکان پر پڑھنا مگر بوجہ مشغول ہو جانے

کے اسکے اور صحیح تر قول افضل ہونا اس صورت کا جسمین خشوع اور اخلاص زیادہ ہو م وجہ مکان پر بہتر ہونیکی یہ ہی کہ صحیحین مین مروی ہی کہ بہتر نماز آدمی کی اسکے گھر مین ہی سوا

فرض نماز کے تو اسکی رعایت پر ضرور ہی ہان جسوقت خوف ہو کہ گھر پر اور کامون مین لگ جائیگا اور سنتین یا نفل چھوٹ جائینگی تو اس صورت مین بہتر ہی کہ مسجد مین پڑھے اور اصح یہ ہی

کہ خشوع واخلاص اگر مسجد مین زیادہ ہوتا ہو تو وہان پڑھے ورنہ گھر پر پڑھا ولہ تراویح کو اسلیے استثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور جماعت مسجد مین ہوتی ہی اسیطرح تحیۃ المسجد

اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والیکی اس حکم سے مستثنی ہین کذا فی الشامی وندب رکعتان بعد الوضوء یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب اور مستحب

ہین دو رکعتین بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونے کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہی مواہب سے م ورمثل وضو کے غسل کے بعد بھی دوگانہ مستحب ہی کذا فی الطحطاوی اور

تحیۃ الوضوء مین بھی سورہ کافرون اور اخلاص مستحب ہی کذا فی الشامی وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتہا المختار بعد ربع النہار

اور مستحب ہین چار رکعتین اور چار سے زیادہ چاشت مین قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اسکا وقت مختار یعنے افضل پہر دن چڑھے کے بعد ہی وفی المنیۃ اقلہا رکعتان

واکثرہا اثنا عشر واوسطہا ثمان وہو افضلہا کما فی الذخائر الاشرفیۃ لثبوتہ بفعلہ وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام واما اکثرہا فبقولہ فقط اور منیہ مین ہی کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتین

ہین چنانچہ بخاری مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتونکی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتین چاشت کی بارہ ہین چنانچہ ترمذی اور

نسائی مین بسند ضعیف مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتین پڑھیگا اسکے لیے اللہ تعالی جنت مین سونیکا محل تیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط

رکعتین چاشت کی آٹھ ہین اور وہی افضل ہین جیسا کہ ابن الشحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین ہی بسبب ثابت ہونے آٹھ رکعتون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل

دونون سے اور اکثر رکعتون یعنی بارہ کا ثبوت تو صرف آپکے قول سے ہی فقط یعنی جو دونون سے ثابت ہو وہ اولی ہی بہ نسبت اُسکے جو ایک سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی

وھذا لو صلی الاکثر بسلام واحد اما لو فصل فکل ما زاد افضل کما افادہ ابن حجر فی شرح البخاری اور یہ آٹھ رکعتون کا افضل ہونا اس صورت مین ہی کہ بارہ رکعتون کو ایک سلام سے پڑھیگا اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو جتنی زیادہ پڑھیگا وہی افضل ہونگی چنانچہ ابن حجر مکی نے بخاری کی شرح مین افادہ کیا ہی ہم ابن حجر نے کہا ہی کہ اکثر اور افضل مین فرق اسی صورت مین ہوگا کہ اکثر ایک سلام سے پڑھے اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو آٹھ رکعتین مستحب ٹھہرینگی اور باقی نفلین ہو جائینگی تو ظاہر ہی کہ مستحب مع نفل صرف مستحب سے افضل ہوگا طحطاوی نے کہا کہ ابن حجر کا کلام ہمارے مذہب کے موافق نہین کیونکہ چار رکعتون سے زیادہ دن کی نفلون کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہی ومن المندوبات رکعتا السفر

والقدوم منہ اور مستحبات مین سے ہین دو رکعتین سفر کرنے کی اور سفر سے آنے کی ہم طبرانی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی نے اپنے گھر والون مین دو رکعتون سے بہتر نائب نہین چھوڑا جنکو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گھر والون مین پڑھتا ہی اور مسلم مین کعب بن مالک سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ سفر سے دن ہی مین چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے نہ رات مین اور آتے ہی مسجد مین قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتین پڑھ کر اُسمین بیٹھ جاتے کذا فی الشامی وصلوۃ

اللیل واقلہا علی ما فی الجوہرۃ ثمان ولو جعلہ اثلاثا فالاوسط افضل ولو انصافا فالاخیر افضل اور مستحب ہی نماز تہجد اور اُسکی کمتر رکعتین بموجب بیان جوہرہ کے آٹھ مین اور اگر رات کے تین حصہ کرے تو بیچ کا حصہ تہجد کے لیے افضل ہی اور اگر آدھون آدھ کرے تو اخیر کی آدھی شب افضل ہی ہم جاننا چاہیے کہ نماز تہجد دن کی نوافل سے افضل ہی اور اُسکی فضیلت شریعت مین بہت کچھ وارد ہی چنانچہ مسلم مین مروی ہی کہ افضل نماز بعد فرض کے نماز تہجد ہی پھر اُسمین اختلاف ہی کہ نماز مذکور مستحب ہی یا سنت کیونکہ قولی دلیلون سے تو مستحب معلوم ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسپر مواظبت فرمائی اُسکی رو سے سنت معلوم ہوتی ہی شامی نے بڑی گفتگو کے بعد کہا کہ تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرض تھا اور ہمارے حق مین سنت معلوم ہوتا ہی اور اسیوجہ سے حلبیہ مین کہا کہ اشبہ یہ ہی کہ تہجد سنت ہی پھر اُسکی رکعتون کی تعداد مین اختلاف ہی نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث مین مروی ہی کہ جو کوئی رات سے جاگے اور اپنی گھر والی کو جگادے پھر دونون دو رکعتین پڑھین تو وہ دونون اللہ کے بہت ذکر کرنیوالون مین لکھے جاینگے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اقل تہجد دو رکعتین ہین اور ابو داؤد کی حدیث مین معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقل تہجد چار رکعتین تھین اور حاوی قدسی مین ہی کہ آپکا اقل تہجد دو رکعتین تھین اور زیادہ آٹھ رکعتین شامی نے کہا کہ اس صورت مین یون کہنا چاہیے کہ کمتر تعداد تہجد کی دو رکعتین ہین اور اوسط چار ہین اور اکثر آٹھ ہین پھر اگر نمازی یہ چاہے کہ ایک تہائی شب کی جاگے اور دو تہائی سووے تو چاہیے کہ بیچ کی تہائی مین جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف مین جاگے اور بہتر یہ ہی کہ رات کے چھ حصہ کرکے پہلے تین حصہ مین سووے اور چوتھے اور پانچوین مین جاگے اور چھٹے مین سووے کیونکہ صحیحین مین مروی ہی کہ اللہ تعالی کو سب نمازون سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہی کہ وہ آدھی رات سوتے پھر تہائی رات جاگتے پھر چھٹا حصہ

سوتے کذا فی الحلبیہ واحیاء لیلتی العیدین والنصف من شعبان والعشر الاخیر من رمضان والاول من ذی الحجۃ ویکون بکل عبادۃ تعم اللیل او اکثرہ اور مستحب ہی جاگنا عید فطر اور عید قربان کی دو راتون کا اور مستحب ہی جاگنا پندرھوین شب ماہ شعبان کا اور مستحب ہی جاگنا دس راتون اخیر رمضان المبارک کا اور دس راتون پہلی ماہ ذی الحجہ کا اور ہووے یہ راتین عبادت کہ عام ہو تمام رات کو یا اکثر شب کو ہم یعنی جاگنا وہ معتبر ہی جسمین تمام شب یا اکثر شب عبادت ہو عام ہی کہ نماز نفل پڑھے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر و تسبیح یا درود کا ورد کرے یا حدیث پڑھے یا سنے اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ جو کوئی نماز عشا پڑھے اور اُسکی نیت یہ ہو کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑھونگا تو اُسکو شب بیداری کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ومنہا رکعتا الاستخارۃ اور مستحبات سے ہین دو رکعتین استخارہ کی ہم یعنی جب کوئی امر مہم پیش آوے اور اُسکے کرنے اور نکرنے مین تردد ہو تو چاہیے کہ دو رکعتین نفل پڑھے اور پھر دعاء استخارہ پڑھے (اللھم انی استخیرک آہ) چنانچہ دعاء مذکور کتاب الحج کے حاشیہ پر ہمنے لکھ دی ہی اور مستحب ہی اس دعا کے اول و آخر مین حمد و صلوۃ کا پڑھنا اور بہتر ہی کہ اول رکعت مین سورۃ کافرون پڑھے اور دوسری مین اخلاص اور ایک بزرگ سے منقول ہی کہ پہلی رکعت مین یہ بھی پڑھے (وربک یخلق ما یشاء ویختار) یعلنون تک اور دوسری مین (وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ) آخر آیت تک اور چاہیے کہ سات بار عمل کو کرے پھر بعد اُسکے جو بات اُسکے دل مین آوے اُسی پر کاربند ہو کہ خیر اُسی مین ہی اور شرح شرعہ مین ہی

ُ دعاء استخارہ کے بعد با طہارت قبلہ رخ سو رہے پس اگر خواب مین سفیدی یا سبزی دیکھے تو اس کام کو کرے کہ اچھا ہی اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو نہ کرے کہ برا ہی کذا فی الشامی

واربع صلوٰۃ التسبیح بثلٰثمائۃ تسبیحۃ وفضلھا عظیم اور مستحب ہین چار رکعتین صلوٰۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتھ اور ثواب اسکا بہت ہی صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کے دو طور احادیث سے ثابت ہین اول جو ترمذی مین بروایت عبد اللہ بن مبارک مروی ہی یہ ہی کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ ملانیکے دس بار پھر رکوع مین دس بار پھر قومہ مین دس بار پھر سجدہ مین دس بار پھر جلسہ مین دس بار پھر دوسرے سجدہ مین دس بار اسیطرح چارون رکعتون مین پچھتر پچھتر بار پڑھے کل تین سو دفعہ ہو جائینگے اور حضرت ابن عباس سے اسطرح مروی ہی کہ الحمد سورہ کے بعد پندرہ بار رکوع مین دس بار قومہ مین دس بار سجدہ اول اور جلسہ اور سجدہ دوم مین دس دس بار بعد سجدہ دوم کے دس بار کہکر دوسرے رکعت کو اٹھے پس دونون طور مین اتنا فرق ہی کہ اول مین صرف قیام مین پچیس بار کہنا ہی تا ہی پندرہ بار قرات سے پیشتر اور دس بار قرات کے بعد اور دوسرے مین قیام مین پندرہ بار بعد قرات کے ہی اور دس بار بعد سجدہ دوم کے اور چونکہ حنفی بعد سجدہ دوم کے بیٹھنا مکروہ کہتے ہین اسلیے شرح منیہ اور قنیہ مین اول ہی روایت کو اختیار کیا ہی کہ اسمین حاجت دوسرے سجدہ کی بعد جلسہ کے نہین پڑتی مگر جب معلوم ہو گیا کہ دونون طور حدیث سے ثابت ہین تو مناسب یہ ہی کہ کبھی اسطرح پڑھے کبھی اسطرح اب کئی باتین اور قابل سننے کے ہین اول یہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کے لیے کچھ سورتین معین آپ کو معلوم ہین تو فرمایا کہ اول مین الہاکم التکاثر دوسری مین سورہ عصر تیسری مین کافرون چوتھی مین اخلاص دوم یہ کہ اس نماز کا وقت کوئی نہین سوائے اوقات مکروہہ کے جب چاہے پڑھے لیکن فتاوی عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہی کہ ظہر سے پیشتر پڑھے سوم اس نماز مین اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کے بعد پھر تسبیح کا پڑھنا ضرور نہین ہان اگر کسی جگہ خود تسبیح کو بھول جائے تو دوسرے ہی رکن مین اسکو پڑھ لے شلا رکوع مین بھول جائے تو قومہ مین نہ پڑھے کہ چھوٹا رکن ہی بلکہ سجدہ اول مین بیس بار پڑھ لے تاکہ شمار ہر رکعت مین کچھ ہو جائے چہارم یہ کہ رکوع اور سجدہ مین اول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہے اسکے بعد اسکی تسبیح پڑھے پنجم یہ کہ شمار تسبیحات کا انگلیون پر نہ کرے بلکہ دل مین گننا چاہیے یا انگلی کی پورونکو دبانا چاہیے ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہ دعا پڑھے (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَاَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصَحَۃَ اَھْلِ التَّوْبَۃِ وَعَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَھْلِ الْخَشْیَۃِ وَطَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَۃِ وَتَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَخَافَۃً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَعَاصِیْکَ حَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِکَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِہٖ رِضَاکَ وَحَتّٰی اُنَاصِحَکَ بِالتَّوْبَۃِ خَوْفًا مِّنْکَ وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَکَ النَّصِیْحَۃَ حُبًّا لَّکَ وَحَتّٰی اَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فِی الْاُمُوْرِ حُسْنَ ظَنٍّ بِکَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ) ہفتم اسکی تسبیح مین (ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) بھی ملا لینا چاہیے کہ اس سے ثواب بہت ہوتا ہی ہشتم اسکے حدیث مین اگرچہ بعض طرق ضعیف ہین مگر کثرت طرق سے درجہ حسن کو پہونچ گئی ہی اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہی نہم شارح نے جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہی یہ اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑھوگے تو اللہ تعالی تمہارے گناہ پہلے اور پچھلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخش دیگا اور آخر کو فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے تو اللہ تعالے معاف فرمائیگا کذا فی الشامی تصرف واربع صلوٰۃ الحاجۃ وقیل رکعتان وفی الحاوی اثنا عشر

بسلام واحد وبسطناہ فے الخزائن اور مستحب ہین چار رکعتین نماز حاجت کی اور ایک قول یہ ہی کہ دو رکعتین ہین اور حاوی مین ہی کہ وہ بارہ رکعتین ہین ایک سلام سے اور مشروح بیان کیا ہی ہمنے اسکو خزائن الاسرار مین م تجنیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوے وغیرہ مین نماز حاجت کی چار رکعتین لکھی ہین بلکہ تجنیس مین یہی نقل کیا ہی کہ انکو بعد عشا کے پڑھے اور اول رکعت مین بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتون مین الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور اس باب مین ایک حدیث مرفوع نقل کی ہی اور شرح منیہ مین مذکور ہی کہ نماز حاجت کی دو رکعتین ہین چنانچہ ترمذی مین عبد اللہ بن ابی اوفی سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالی یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دوگانہ نماز پڑھے پھر اللہ تعالی کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یہ دعا کرے (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

انشاء اللہ حاجت روا ہوگی طحطاوی نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ نماز استخارہ بھی تو حاجت ہی کے لیے ہے پھر اسمین اور اُسمین کیا فرق ہے تو اسکا جواب نہر الفائق مین یہ لکھا ہے کہ استخارہ حاجت آیندہ کے لیے ہے اور یہ نماز حاجت موجود کے لیے شامی نے کہا کہ بارہ رکعتون کی روایت مین کلام ہے **وافترض القراءة عملا فی رکعتی الفرض مطلقا اما تعیین الاولیین فواجب علی المشہور** اور فرض علی ہے قرات فرض کی دو رکعتون مین کوئی سی دو ہون اول کی یا آخر کی اور معین کرنا دو اول کی رکعتون کا واجب ہے مذہب مشہور کے بموجب ہم فرض علمی ہے یعنے اعتقادی نہین کہ اسکا منکر کافر ہو بلکہ شدت سے گناہگار ہوتا ہے کیونکہ فرض علمی واجب کی اعلی قسم ہے کذافی النہر اور مشہور کی قید اسلیے لگائی کہ وہ قول نکلجائے جسمین اول دوگانہ مین فرض کہا ہے یا بعضون نے افضل بیان کیا ہے کذافی الشامی **وکل النفل للمنفرد لان کل شفع صلوة لکنہ لا یعم الرباعیة الموکدة فتامل** اور فرض علمی ہے قرات نماز نفل کی ہر رکعت مین منفرد یعنی غیر مقتدی کے حق مین اسلیے کہ نفل کا ہر شفعہ علحدہ نماز ہے لیکن یہ تعلیل شامل نہین چار رکعت والی سنتون موکدہ کو پس تامل کر م نہ شامل ہونیکی وجہ یہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا کہ اُنکے قعدہ اولی مین درود نہ پڑھے اور تیسری رکعت مین دعاء استفتاح نہ پڑھے اور تامل سے اشارہ ہے جواب کا جو شارح نے پہلے لکھا ہے کہ سنن موکد بسبب موکد ہونیکے مشابہ فرض ہین تو انمین دونون رعایتین کی گئین قرات کا فرض ہونا ہر رکعت مین نفل ہونیکے سبب ہے اور دوگانہ پڑھنا اور دعا کا نہ پڑھنا بسبب مشابہت فرض کے ہے کذافی الشامی **وکل الوتر احتیاطا** اور فرض علمی ہے قرات وتر کی ہر رکعت مین احتیاط کی رو سے چنانچہ پہلے گذرا **ولزم نفل شرع فیہ بتکبیرة الاحرام او بقیام لثالثة شروعا صحیحا قصدا** اور لازم ہو جاتی ہے وہ نفل جسکو شروع کیا ہو تکبیر تحریمہ سے یا ایک دوگانہ پورا کر کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے سے شروع کیا ہو صحیح طور پر قصداً م صحیح شروع سے وہ صورت نکلگئی جسمین شروع فاسد ہو جیسے امی اور عورت کے پیچھے شروع کرنا اور قصداً سے وہ صورت نکلگئی کہ شروع گمان سے کیا ہو مثلاً اس گمان سے کہ میرے ذمہ فرض ظہر ہین نیت فرض کی کی پھر یاد آیا کہ پڑھ چکا ہون تو یہ نماز نفل ہو جائیگی جو قصداً شروع نہین ہوئی کذافی الشامی حاصل یہ کہ شروع صحیح قصداً کے بعد اگر نماز فاسد ہو جائیگی تو اُسکی قضا لازم ہوگی **الا اذا شرع متنفلا خلف مفترض ثم قطعہ واقتدی ناویا ذلک الفرض بعد تذکرہ او تطوعا آخر** لیکن قضا لازم نہوگی جبکہ شروع کیا نفل پڑھنے کو پیچھے فرض پڑھنے والے کے پھر نفل کو توڑ کر اُسی فرض کی نیت سے اقتدا کیا بعد اس فرض کے یاد آنیکے یا دوسری نفل کی نیت سے اقتدا کیا م پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اس خیال سے کہ مثلاً فرض ظہر پڑھ چکا ہون امام کا اقتدا بہ نیت نفل کیا پھر یاد آیا کہ ظہر میں نے نہین پڑھا تو نفل کو توڑ کر فرض ظہر کی نیت سے اقتدا کر لیا تو اس نفل کی قضا لازم نہوگی اسیطرح اگر بدون فرض کے یاد آئے نفل کو توڑ کر دوسری نفل سے اقتدا کریگا تب بھی قضا لازم نہوگی اسلیے کہ اسکی نیت ادا نماز کی امام کے ساتھ ہے سو دونون صورتون مین حاصل ہے کذافی الشامی **(فی صلوة ظان) یا قضا لازم نہوگی جبکہ اقتدا کرے نماز کا گمان کرنیوالے کے پیچھے** م صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلاً عشا کی فرض پڑھنی چاہی اس گمان سے کہ مین نے نہین پڑھی اور اُسکے پیچھے ایک دوسرے شخص نے اقتدا بہ نیت نفل کیا پھر امام کو یاد آیا کہ عشا اُسکے ذمہ نہین اور نماز کو توڑ دیا تو نہ اُسپر قضا ہے نہ اُسکے مقتدی پر شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین ہے اس صورت مین مقتدی پر قضا نہ کورہے تو شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین **او امی او امراة او محدث** یا قضا لازم نہوگی امی یا عورت یا بیوضو کے اقتدا کرنے مین اسلیے کہ شروع نماز کا صحیح نہین م مفتی ابو السعود نے کہا کہ امی کے پیچھے اقتدا مین وجوب قضا مناسب ہے اسلیے کہ اُسمین شروع صحیح ہوتا ہے اور قرات کا وقت آنے پر نماز فاسد ہوتی ہے کذافی الطحطاوی **یعنے ولو افسدہ فی الحال اما لو اختار المضی ثم افسدہ لزمہ القضاء** مراد یہ ہے کہ مقتدی نماز نفل کو بفور امام کے ترک کر نیکے فاسد کر دے تب قضا لازم نہوگی اور اگر مقتدی نے نماز کا پڑھے جانا پسند کیا پھر کچھ دیر کے بعد اُسکو فاسد کیا تو اُسکو قضا لازم ہوگی م یہ صورت حاصل اس صورت سے متعلق ہے جسمین اقتدا گمان والے کے پیچھے مذکور ہے اور عورت اور امی وغیرہ کے پیچھے اقتدا سے متعلق نہین کذافی الشامی **ولو عند غروب وطلوع واستواء علی الظاہر** نفل شروع سے لازم ہو جاتی ہے اگرچہ شروع غروب اور طلوع آفتاب اور ٹھیک دوپہر ہونیکے نزدیک ہو بموجب ظاہر روایت کے امام اعظم سے **فان افسدہ حرم لقولہ تعالی ولا تبطلوا اعمالکم الا بعذر ووجب قضاءہ ولو فسادہ لغیر فعلہ کتیمم رای ماء ومصلیة او صائمة حاضت** پس اگر نمازی نفل کو فاسد کریگا تو حرام ہوگا بسبب ارشاد خداوندی کے کہ باطل نکرو اپنے اعمال کو مگر کسی عذر کی جہت سے فاسد کرنا حرام نہین جیسے اوقات مکروہ مین شروع کرنا کہ ان صورتون مین فاسد کرنا اچھا ہے اور واجب ہے قضا اُس نفل کی گو وجہ فساد نمازی کے اختیار سے نہوا ہو جیسے تیمم والا کہ نماز مین پانی کو دیکھے اور نماز پڑھنے والی عورت یا روزہ رکھنے والی حیض سے ہو جاوے کہ فساد عمل مین انکا اختیار نہین مگر قضا نماز و روزہ کی لازم ہے اسیطرح اگر عذر کے باعث

خود فاسد کردیگا تب بھی قضا واجب ہوگی کذا فی الشامی واعلم ان ما یوجب علی العبد بالتزامہ نوعان ما یجب بالقول وہو النذر ویسمّی وما یجب بالفعل وہو الشروع فی النوافل ونحوہا اور جاننا چاہیے کہ بندہ پر جو چیز اُسکے لازم پکڑنے سے واجب ہوجاتی ہے وہ دو قسم ہے ایک وہ کہ قول سے واجب ہو تو وہ نذر ہے اسکا حکم آگے آویگا اور ایک وہ ہے کہ فعل سے واجب ہو اور وہ شروع کرنا ہے نفلوں میں اور شارح کا قول ان نوافل کو جمع کرتا ہے جو شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہیں ۵ من النوافل سبع ایام الشارع بہا اخذا لذلک مما قالہ الشارع ثم صوم صلوٰۃ طواف حجۃ رابع ثم عمرۃ احرام السابع ثم نفلوں میں سے سات ہیں جو شروع کرنیوالے کو لازم ہوجاتی ہیں یہ حاصل ہوا ہے اس قول سے کہ فرمایا ہے اسکو شریعت مقرر کرنیوالے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اول نماز نفل دوم روزہ نفل سوم طواف نفل چہارم حج نفل پنجم اعتکاف کرنا مسنون ششم عمرہ نفل ہفتم احرام نفل ہم طواف شروع کرنے سے سات پھیرے پورے کرنے لازم ہونگے اور اعتکاف کی صورت اُسوقت ہوسکتی ہے جب اُسکی میعاد اقل ایکدن ہو یعنے جن لوگوں کے نزدیک اعتکاف میں روزہ شرط ہے اُنکے نزدیک تمام دن اقل مدت ہوگا اور قول راجح یہ ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں تو اقل اعتکاف ایک ساعت کا ہوگا اس صورت میں قضا لازم نہوگی کیونکہ شروع اعتکاف میں جسقدر دیر لگیگی اسقدر سے اعتکاف ادا ہوجاویگا ہاں فتح القدیر میں ہے کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوجاتا ہے تو اس مسئلہ کو اسپر محمول کرسکتے ہیں اور احرام کی صورت یہ ہے کہ بدون تعیین حج یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہوجائیگا پھر اسکو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ میں سے جسکے لیے چاہے اسکو کرے کذا فی الشامی **وقضی رکعتین لو نوی اربعا غیر مؤکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ونقض فی خلال الشفع الاول والثانی** ای وتشہد للاول والا فیفسد الکل اتفاقا اور قضا کرے دو رکعتیں اگر نیت چار رکعتوں غیر مؤکدہ کی کی ہو موجب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑدے نماز کو اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے اشارہ کیا دوسرے میں توڑنے کی یہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو یعنے مقدار تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونوں دوگانے فاسد ہوجاینگے بالاتفاق اسلیے کہ دوگانہ اول اسوقت صحیح ہوا کہ اسکا قاعدہ پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ یہ حکم غیر مؤکدہ نفلوں کا ہے اور اگر موکدہ سنتوں میں سے چار رکعت ادا کی نیت کرکے اول یا دوم دوگانہ کو توڑ دیگا تو بالاتفاق چار رکعتیں قضا کرے کیونکہ وہ ایک ہی سلام سے شروع ہیں اور اُسکے دونوں دوگانوں کو حکم ایک ہی نماز کا ہے اور درمیانی قید اسلیے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑ دیگا تو کچھ لازم نہوگا والاصل ان کل شفع صلوٰۃ الا بعارض اقتداء او نذر او ترک قعود اول اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر دوگانہ نفل کا نماز علیحدہ ہے مگر بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑنے قعدہ اولی کے ہے یعنی ان تین صورتوں میں ہر دوگانہ جدا نہیں چاروں کا ایک حکم ہے اقتدا کی صورت یہ ہے کہ ظہر کے پڑھنے والے کے پیچھے نیت نفل کی کرکے توڑ دے تو چار رکعتیں قضا کرنی چاہییں کذا فی الشامی **کما یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکہا فی الاول فقط او الثانی او احدی رکعتی الثانی او احدی رکعتی الاول والاول واحد الثانی** لا غیر لان الاول لما بطل لم یصح بناء الثانی علیہ فہذہ تسع صور للزوم رکعتین جیسے دو رکعتیں قضا کرے اگر قرأت ترک کرے نفل کے دونوں دوگانوں میں یا قرأت ترک کرے صرف اول کے دوگانہ میں یا دوسرے دوگانہ میں یا دوسرے کی ایک رکعت میں یا پہلے کی ایک رکعت میں یا پہلے دوگانہ میں اور دوسرے کی ایک رکعت میں نہ اُسکے سوا اور صورتوں میں ان صورتوں میں قضا رکعتیں اسلیے ہوئی کہ اول دوگانہ جب باطل ہوگیا تو دوسرے دوگانہ کا بنا کرنا اسپر درست نہوا یہ نو صورتیں ہیں دو رکعتوں کے لازم ہونیکی **وقضی اربعا فی ست صور لو ترک القراءۃ فی احدی کل شفع او فی الثانی واحدی الاول** والصور قبل القراءۃ فی الکل تبلغ ستۃ عشر اور قضا کرے چار رکعتیں چھ صورتوں میں اگر ترک کرے قرأت کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت میں یا دوسرے دوگانہ میں مع ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت میں قرأت کی صورت لانے سے سولہ صورتیں ہوجاتی ہیں ہم ان صورتوں کا نام مسائل ثمانیہ رکھتے ہیں جن میں سے چھ میں قضا دو رکعتوں کی لازم آتی ہے اور دو میں قضا چار کی چنانچہ ماتن نے ان آٹھ کو ذکر کیا ہے اگرچہ صورتیں حقیقت میں بموجب تقسیم عقلی کے نو ہیں اور دو صورتیں چھ کو حاوی ہیں اس حساب سے کل صورتیں پندرہ ہوئیں اور اگر چاروں رکعتوں میں قرأت پڑھنے کی صورت بھی ملا لیجاوے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر میں قضا لازم نہیں قضا لازم ہونیکی پندرہ ہی صورتیں ہیں اور مزید توضیح کے لیے ہم اسکا نقشہ لکھ دیتے ہیں چار رکعتوں کے لیے چار خانے مقرر کرکے قراءت کی جگہ ق اور ترک قراءت کی جگہ نقطہ لگادینگے اور ترتیب وہی رکھتے ہیں جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور انکے آگے کیفیت کا لکھتے ہیں کہ قضا دو کی چاہیے یا چار کی اور اسکی تفصیل شرح شامی میں ہے جو چاہے اسکو ملاحظہ کرے لکن الحق ما ذکرہ القدوری پہلی وہ صورت ہے جسمیں کل میں نقطہ

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
.	.	.	.	دو رکعتیں لازم ہونگی
.	.	ق	ق	؍؍

نہ کیا ہو اُسکی صورت یہ ہے کہ اول دوگانہ کی دونون رکعتون مین قرارت نہ پڑھی اور پہلا قعدہ بھی نہ کیا اور دوسرے
دوگانہ کو فاسد کردیا اُسکا حکم یہ ہے کہ چار رکعتین قضا کرے اجماعًا کذا فی النہر او قعد ولم یقم لثالثۃ یا بیٹھا اور
تیسری رکعت کے لیے نہ اٹھا ہو اُسکی صورت یہ ہے کہ دوگانہ اول مین قرارت ترک کی اور قعدہ اولی کے لیے
بیٹھا اور تیسرے کے لیے نہ اُٹھا تو صرف اسمین دو رکعتین قضا کرے کذا فی النہر او قام ولم یقید ہا بسجدۃ او
قیدہا فتنبہ ومنیر المتداخل یا تیسری کے لیے اُٹھا اور اُسکو سجدہ سے مقید نکیا یا مقید کیا سجدہ سے پس خبردار ہو
اور متداخل صورتون کو تمیز کر مرم یعنے پہلے دوگانہ قرارت ترک کر کے تیسری رکعت پہلے سجدہ کرنے سے فاسد
کردی یا بعد سجدہ کرنے کے فاسد کی تو اُسکا حکم یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک دو رکعتین قضا کرے اور امام ابو یوسف کے
نزدیک چار کذا فی النہر متداخل سے مراد وہ صورتین ہین جو ظاہر مین مختلف ہین اور اُنکا حکم متحد ہے چنانچہ اُن نے متداخل
کو ملا کر آٹھ صورتین لکھی ہین حالانکہ واقع مین پندرہ ہین وحکم موتم ولو فی تشہد کا امام اور حکم مقتدی کا اگرچہ تشہد مین اقتدا
کیا ہو مثل امام کے ہے یعنی اگر امام چار رکعت والی نفل پڑھتا ہے اور اُسکا اقتدا کسی نے کیا تو جن صورتون مین امام کو جا
کی قضا لازم آویگی مقتدی کو بھی چار کی لازم ہوگی گو اُسنے اقتدا تشہد مین کیا ہو ولا قضاء لو نوی اربعًا وقعد
قدر التشہد ثم نقض لانہ لم یشرع فی الثانی اور نہین قضا اگر نیت کی چار رکعتون کی اور بیٹھا مقدار التشہد
کے پھر توڑ دیا نماز کو اسلیے کہ اُسنے شروع نہین کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہوچکا او شرع فی فرض
ظانا انہ علیہ فذکر ادائہ انقلب نفلا غیر مضمون لانہ شرع مسقطًا لا ملتزمًا یا قضا نہین اگر شروع کیا
فرض کو اس گمان سے کہ فرض مذکور اُسکے ذمہ ہے پھر یاد آیا اُسکا ادا کرنا تو یہ فرض نفل ہوجائیگا بدون قضا لازم آنے کے در صورت فاسد کرنے کے اسلیے کہ اُسنے نماز کو شروع
کیا تھا اپنے اوپر سے فرض ساقط کرنیکو نہ دوسری نماز اپنے ذمے لینے کو او صلی اربعًا فاکثر ولم یقعد بینہا استحسانًا الا انہ بقیامہ جعلہا صلوٰۃ واحدۃ فبقی واجبۃ والخاتمۃ ہی الفریضۃ
یا قضا نہین اگر پڑھین چار رکعتین یا زیادہ یعنی چھ یا آٹھ اور بیچ مین نہ بیٹھا قضا نہین استحسان کی وجہ سے اسلیے کہ نمازی نے کھڑے ہوجانے سے ہر دوگانہ کو جدا
نرکھا بلکہ ایک نماز کردیا تو قعدہ اولی واجب رہگیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹھہرا م یعنے قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہونا چاہیے کیونکہ ہر دوگانہ نماز جدا ہے تو دوگانہ کے
بعد کا قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز نہین ہوتی مگر جب یہ دوگانہ کے بعد پھر کھڑا ہوگیا تو اُسنے سب نماز کو ایک کردیا اسلیے بیچ کا قعدہ استحسانًا نفلون کے قعدہ
کیطرح واجب ہوگیا اور اخیر قعدہ فرض ٹھہرا وفی التراویح صلے الف رکعۃ ولم یقعد الا فی آخرہا صح خلافًا لمحمد ویسجد للسہو والاثنی ولا یتعوذ فلیحفظ اور تراویح مین ہے کہ نماز پڑھی ہزار
رکعتین اور نہ بیٹھا مگر سب سے آخر مین تو صحیح ہونگی بخلاف امام محمد کے کہ اُنکے نزدیک قعدہ ترک کرنے سے شفع باطل ہوجاتا ہے اور سجدہ سہو کرے بسبب ترک واجب یعنی
بیچ کے قعدون کے اور دعاء استفتاح اور اعوذ نہ پڑھے کسی دوگانہ کے شروع مین کیونکہ یہ دونون ابتداء نماز مین ہوتی ہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م ایک نسخہ مین بجاے
تراویح کے تشریح بتقدیم شین لکھا ہے اور ایک نسخہ مین توشیح بواو ہے شامی نے کہا کہ واو کے ساتھ زیادہ مشہور ہے یہ کتاب شرح ہدایہ کی ہے تالیف سراج ہندی کی وتنفل مع قدرتہ
علے القیام قاعدا لا مضطجعا الا بعذر ابتداءً وکذا بناءً بعد الشروع بلا کراہۃ فی الاصح کعکسہ بحر وفیہ اجر غیر النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی النصف الا بعذر اور نفل پڑھے بیٹھ کر
باوجود قدرت اپنی کے قیام پر نہ نفل پڑھے لیٹ کر مگر عذر سے لیٹ کر بھی پڑھے نفل بیٹھ کر پڑھے وقت ابتدا کرنے کے اور اسیطرح وقت بنا کرنیکے بعد شروع کے یعنی شروع دوگانہ
کھڑا ہو کر کرے اور تمام بیٹھ کر کرے بدون کراہت کے صحیح تر قول مین مثل اُسکے عکس کے یعنی بیٹھ کر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کھڑا ہو کر تمام کرنا جائز ہے بلا کراہت کذا فی البحر
بیٹھ کر نفل پڑھنے مین ثواب اور لوگون کا سواے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدھا ہوتا ہے مگر عذر کی جہت سے آدھا نہین ہوتا بلکہ پورا ثواب ہوتا ہے م فی الاصح راجع ہے بلا کراہت

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
ق	ق	۰	۰	دو رکعتین لازم ہونگی
ق	ق	ق	۰	//
ق	ق	۰	ق	//
ق	۰	ق	ق	//
۰	ق	ق	ق	//
۰	ق	ق	۰	//
۰	۰	۰	ق	//
ق	۰	ق	۰	چارون کی قضا لازم ہوگی
۰	ق	۰	ق	//
ق	۰	۰	ق	//
۰	ق	ق	۰	//
ق	۰	۰	۰	//
۰	ق	۰	۰	//
ق	ق	ق	ق	چارون صحیح ہونگی

کی تعریف اور اُسکا مقابل ہے درر اور دقایہ وغیرہ کا قول ہے کہ انہون نے کراہت پر یقین کیا ہے بنا کی صورتین بسبب خلاف صاحبین کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلیے استثنا
کیا کہ اسکا ثواب قیام اور قعود مین یکسان ہے بسبب اپنی شرافت کے کذا فی الطحطاوی ولا یصلی بعد صلوۃ مفروضۃ مثلھا فی القراءۃ او فی الجماعۃ اور نمازی نہ پڑھے بعد فرض
نماز کے ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قراءت مین یا جماعت مین ہم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرؓ سے یہ الفاظ روایت کیے ہین لا یصلی بعد صلوۃ مثلھا یعنی نہ پڑھی جاوے بعد نماز کے
کوئی نماز مثل اُسکے اور ظاہر کلام امام محمد کا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور چونکہ ظاہر حدیث اجماعاً مراد نہین کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسیطرح پڑھی جاتی ہے کہ انکے پیشتر ویسی ہی سنتین پڑھی
ہین اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص صورت پر حمل کیا جاوے یعنے مثل ہونا مطلقاً مراد نہین بلکہ قراءت یا جماعت مین مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتین اسطرح
پڑھے کہ اول کی دو مین قراءت پڑھے اور دوسرے دوگانہ کو خالی مثل فرض کے تو یہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑھنا ایسا ہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی الشامی
مختصراً ولا اعادۃ عند توہم الفساد للنہی اور نہ دہرائی جاوے نماز وقت وہمی ہونے فساد کے بسبب ممانعت کے ہم یعنے اگر ایکبار نماز پڑھ لی پھر وسوسہ کے باعث شبہہ ہو گیا کہ یہ نماز
فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہے ہان اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلاً کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس صورتین اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد وہی حدیث ہے جو اوپر گذری
کذا فی الشامی وما نقل ان الامام قضا صلوۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعا بثلاث قعدات اور یہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظم رح نے اپنی عمر کی نماز قضا کی تو
اگر یہ نقل صحیح ہے تو ہم کہتے ہین کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتین تین قعدون سے پڑھا کرتے تھے ہم یہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہ ہے کہ امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا
حدیث مذکور کے مخالف ہے اسلیے کہ ایسا تو ہوا نہوگا کہ امام صاحب نے اپنی پیشتر کی نمازون مین کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوے ہون تا کہ اعادہ انکا واجب ہو جاوے
بلکہ غالباً انکی قضا بنظر احتیاط اور توہم فساد تھی تو یہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹھہری اور اگر یہ کہیے کہ قضا کی سب رکعتون مین آپ نے قراءت پڑھی تا کہ نفل ہو جاوین تو مغرب
اور وتر کی تین رکعتین نفل ٹھہرینگی حالانکہ نفل تین رکعت موضوع نہین تو اسکا جواب شارح نے یہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہین اور اگر صحیح ہو تو
وتر اور مغرب کو آپ چار رکعتین تین قعدون سے پڑھتے تھے یعنے تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر تشہد پڑھ لیتے تھے تا کہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہ نماز نفل ہو جاوے اور قعدہ کا زیادہ
ہو جانا نفل کو باطل نہین کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہوئی تو یہ نماز فرض ہو گی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہین کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہے
کہ یہ روایت صحیح نہین ویقعد فی کل نفلہ کما فی التشہد علی المختار اور بیٹھے نمازی تمام نفل مین جیسے تشہد مین بیٹھتا ہے قول مختار پر ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی پر فتوے
ہے اور بعضون نے کہا کہ چار زانو بیٹھ کر نفل پڑھے اور بعضون نے کہا گوٹ مار کر اور یہ اختلاف افضلیت مین ہے نہ جواز مین یعنے مختار یہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹھ کر پڑھنا افضل
ہے گو اور طرح پر پڑھنے سے بھی ادا ہو جاویگی مگر تشہد مین کسی کا اختلاف نہین سب کے نزدیک نفل مین بھی التحیات کے لیے اسیطرح بیٹھے جیسے فرضون مین بیٹھتے ہین کذا
فی الشامی ویتنفل المقیم راکبا خارج المصر محل القصر مومیا فلو سجد اعتبر ایماء لانہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ ولو ابتداء عندنا او علی سرجہ
نجس کثیر عند الاکثر اور نفل پڑھے مقیم حالت سواری مین شہر کے باہر یعنے ایسی جگہ کہ وہان مسافر کو قصر کرنا پڑے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زین پر سجدہ کریگا
تو یہ سجدہ کرنا بھی اشارہ مین متصور ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل پڑھے جسطرف کو اُسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے
شروع کرنے کے وقت ہو ہمارے نزدیک یعنی سواری پر نماز پڑھنے مین استقبال قبلہ شرط نہین نہ نیت کے وقت نہ درمیان مین بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک نیت کے
وقت قبلہ رو ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی یا اگرچہ اُسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے
اور اگر جانور یا رکاب پر نجاست ہو تو بھی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولی سواری پر نفل نماز درست ہے ولو سیرھا بعمل قلیل لا بأس بہ او
اگر سواری کے جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اسکا مضائقہ نہین یعنی اس سے نماز فاسد نہوگی واتم ونفتح التنفل راکبا ثم نزل بنی وفی عکسہ لا لان الاول ادی اکمل مما وجب والثانی
بعکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری مین پھر اتر پڑا تو اسی پہلی نماز کو پورا کر لے جتنی باقی ہو اور اسکے عکس مین یعنے شروع کیا زمین پر پھر سوار ہو گیا بنا نکرے اسلیے
کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بہ نسبت نماز واجب کے اور دوسری اسکی عکس ہے ہم یعنے پہلی صورتین نیت ایسی نماز کی ہوئی جسمین رکوع اور سجدہ اشارہ سے تھا اور جب اسکو اترکر ادا کیا

تو شروع کی نسبت زیادہ کامل طور پر پایا گیا اور دوسری صورت مین تکبیر تحریمہ اُس نماز کی ہے جسکا پڑھنا رکوع وسجدہ کے ساتھ واجب ہے تو بدون عذر کے اس واجب کو
چھوڑ نہین سکتا کذا فی البحر ولو افتتحہا خارج المصر ثم دخل المصر اتم علی الدابۃ بایماء وقیل لا بل ینزل وعلیہ الاکثر قالہ الحلبی وقیل یتم راکبا ما لم یبلغ منزلہ
قہستانی اور اگر نماز نفل کو شہر کے باہر شروع کیا پھر شہر مین داخل ہوا تو سواری ہی پر اشارہ سے پورا کرے اور ایک قول یہ ہے کہ سواری پر تمام نہ کرے بلکہ باقی کو
اُتر کر تمام کرے اور اسی قول پر مین اکثر فقہا کہا ہے اُسکو حلبی نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سواری پر تمام کرے جبتک اپنے مکان کو نہ پہونچا ہو اور مکان پر پہونچنے سے
اُتر کر تمام کرے کذا فی القہستانی ویبنی قائما الی القبلۃ او قاعدا اور بنا کرے قبلہ کیطرف کو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر م یعنے جب نفل کو سواری پر شروع کیا پھر اُتر پڑا تو اب باقی
نماز کو قبلہ رخ کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر ولو رکب تفسد لانہ عمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پھر سوار ہوا تو فاسد ہو جاویگی اسلیے کہ سوار ہونا
عمل کثیر ہے بخلاف اُترنے کے سواری سے کہ عمل قلیل سے ممکن ہے اسطرح کہ دونون پانون ایک طرف کو کرکے کھسک پڑے م یہ مسئلہ شارح نے مکرر اسلیے بیان
کیا کہ پہلے علت فساد یہ لکھی تھی کہ کامل طور پر ادا کرکے ضعیف طور پر ادا درست نہوگا اور یہان علت فساد عمل کثیر کو ٹھہرایا ہے کذا فی الشامی ولو صلی علی
دابۃ فی شق محمل وہو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز صلوتہ علیہا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ
خشبۃ اور اگر نماز پڑھی اونٹ پر محمل کے ایک طرف مین حالانکہ وہ اپنے آپ اُسپر سے اُتر سکتا ہے تو اُسکی نماز اونٹ پر درست نہوگی جبکہ اونٹ ٹھہرا ہو مگر یہ کہ پایے
محمل کے زمین پر ہون مثلاً محمل کے نیچے لکڑی گاڑ دی ہو جس سے محمل زمین پر ٹھہر جاوے اونٹ کی پشت پر نرہے م یہان سے نماز فرض اور واجب کا بیان ہے سواری
پر سوجاننا چاہیے کہ فرض واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہین اور ضرورتین یہ ہین کہ خوف ہے چور کا یا درندہ کا اُترنے کی صورت مین یا زمین پر گارا وغیرہ
ہو چنانچہ آگے آتا ہے اور محمل مین نماز کا حال ایسا ہے جیسا خود سواری پر تو ٹھہری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑھے بشرطیکہ اُسکے ٹھہرانے کے قبلہ کی طرف کو اگر
ممکن ہو ورنہ حتے الوسع قبلہ جانب رکھنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹھہرانے پر قادر ہو تو نماز درست نہین اور اگر خوف وغیرہ عذر ونکے باعث ٹھہرا نہ سکے
تو جسطرح پڑھ سکے پڑھ لے اور قدرت کے وقت اُس نماز کا اعادہ اُسکے ذمہ نہین جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہین کذا فی الشامی واما الصلوۃ علی العجلۃ ان کان
طرف العجلۃ علی الدابۃ وہی تسیر اولا تسیر فہی صلوۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرہا اور گاڑی پر نماز کا یہ حال ہے کہ اگر گاڑی کا
جوا جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنے جائز ہوگی حالت عذر مین جسکا ذکر تیمم مین ہوا نہ دوسری حالت مین م عجلہ بفتحتین بوجھ لادنیکی
گاڑی کو کہتے ہین جو کراچی کیطرح ہوتی ہے کذا فی المغرب اور عذر جسکا ذکر تیمم مین ہے خوف مال اور نفس یا عورت کو خوف کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ و
ذہاب الرفقاء ودابۃ لا ترکب الا بعناء او بمعین ولو محرما لان قدرۃ الغیر لا تعتبر اور عذر مین داخل ہے مینھ کا برسنا اور گارا جسمین منھ غائب ہو جاوے یعنے لتھڑ جاوے
اور چلا جانا رفیقون کا اور جانور کا ایسا ہونا جسپر بدون مشقت سوار نہو سکے یا بدون مددگار کے سوار نہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہین م
شامی نے کہا کہ اگر کسی کے پاس سواری نہین اور زمین سب گارا ہو رہی ہے کہ سجدہ نہین کر سکتا تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے حتی لو کان مع امہ مثلا فی شق محمل
واذا نزل لم تقدر ترکب وحدہا جاز لہ ایضا کما افادہ فی البحر فلیحفظ یہانتک کہ اگر ہووے مرد اپنی ماں کے ساتھ محمل کے ایکطرف مین اور جب وہ اُترتا تو اُسکی ماں اکیلی
سوار نہین رہسکتی تو اس مرد کو بھی نماز پڑھنا محمل مین درست ہے چنانچہ بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م یعنے محمل کے دو سوارون مین سے ایک کا ایسا ہونا
کہ تنہا نہ تھم سکے دوسرے کے حق مین عذر ہے وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیلہم بانہا کالسریر اور اگر گاڑی سہرا بیل وغیرہ پر نہو تو نماز اُسمین جائز ہے
اگر وہ کھڑی ہو چلتی نہو بسبب علت بیان کرنے فقہا کے کہ زمین پر کھڑی ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہے م یہان ریل کے اندر نماز پڑھنے کا حکم بیان کرنا ضروری ہے کہ آمین
علما ہند مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ چلتی ریل مین نماز فرض و واجب درست نہین اور بعض درست کہتے ہین جو درست نہین کہتے اُنکی تقریر یہ ہے کہ ریل ہر جگہ پر اتنی دیر
ٹھہرتی ہے کہ اُسمین آدمی نماز چھوٹی سورتونسے مسافرون کیطرح پڑھ سکتا ہے اور نماز کے ہر ایک وقت مین اتنی وسعت ہے کہ اسقدر عرصہ مین ریل کسی جگہ ضرور ٹھہرتی ہے تو ریل کے

ریل میں نماز کا بیان

سوار کو کوئی عذر نہیں کہ ریل پر پڑھے اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہیں اور جو درست کہتے ہیں اُنکی دلیل یہ ہے کہ نمازی کا عذر وقت ارادۂ نماز اور اُسکے شروع کرنے کے معتبر ہے گو قبل خروج وقت کے اسکا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس چلتی ریل پر سے اُترنے سے عاجز ہونا عذر صریح ہے پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہو حالانکہ اگر نمازی تیمم سے اول وقت نماز پڑھ لے اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی ملجائیگا تو اُسکی نماز ہو جائیگی کوئی اسکے عدم جواز کا قائل نہیں کیونکہ جسوقت نماز ادا کی اُسوقت پانی پر قادر نہ تھا یہ دونوں طرف کی دلیلیں ہیں پھر جو مترجم نے کتب فقہ کیطرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والوں کا درست ہے چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکھی ہے کہ مسافر قافلہ حجاج میں جو عذر کے سبب اُتر نہیں سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکھتا ہے کیا اسکو درست ہے کہ مثلاً عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل میں اول وقت پڑھ لے یا اُسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لیے اُترے پس میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اول وقت پڑھ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہے گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی ملجائیگا انتہی مختصراً تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز میں کچھ تردد نہیں ہان اگر وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹھہرنے پر نماز پڑھے تو یہ صورت احتیاط کی ہے چنانچہ حلیہ کے باب التیمم میں منتقی سے منقول ہے کہ اولے یہ کہ تیمم سے اول وقت نماز نہ پڑھے اور تاخیر کرے یہانتک کہ جب وقت جاتا دیکھے اُسوقت پڑھ لے **ہذا کلہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافہا للقبلۃ ان امکنہ والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرہا المکان** یہ سب یعنے نہ قادر ہونا اُترنے پر اور محمل کے نیچے پایہ کا رکھنا یا گاڑی کا جا ٹھیلوں پر نہونا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتوں کے لیے ہے بشرط کھڑا کرنے سواری کے قبلہ کی جانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کھڑا کرنا ممکن نہو تو جتنا ہو سکے کھڑا کرنا اسلیے شرط ہوا کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہو مگر حاصل یہ ہے کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوائے نفل کے اور نمازوں میں شرط ہے اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونوں امر ساقط نہونگے پس اگر قبلہ رخ سواری کو کھڑا کر سکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کر سکتا ہے قبلہ رخ نہیں کر سکتا تو کھڑا کرنا لازم ہے تاکہ اتحاد مکان سب نماز میں حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کر سکتا ہے اور کھڑا نہیں کر سکتا تو حلیہ میں مذکور ہے کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہے اور شارح کے قول بقدر امکان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور واجب کے اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر اور اُس نماز نفل کی قضا جسکو شروع کرکے توڑ دیا ہو کذا فی الشامی **واما فی النفل فیجوز علی المحمل والعجلۃ مطلقا فرادی لا بجماعۃ الا علی دابۃ واحدۃ** اور نفل کا حال یہ ہے کہ درست ہے نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقاً خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہ ہو اُترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہے نہ جماعت سے مگر ایک سواری کے جانور پر جماعت سے بھی درست ہے خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محمل میں برابر ہو کذا فی الشامی **ولو جمع بین نیتہ فرض ونفل ولو تحیۃ رجح الفرض لقوتہ وابطلہا محمد والائمۃ الثلثۃ** اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح دیا جائیگا فرض بسبب اُسکے قوی ہونے کے اور باطل کیا ہے اس نیت کو امام محمد اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک واحمد وشافعی رحمہم نے یعنے فرض ونفل کی نیت ایک ساتھ کرنے سے فرض ہو جائیگا اور نفل کا ثواب نہ ملیگا بخلاف اُس صورت کے کہ کئی نفلوں کی ایک ساتھ نیت کرے مثلاً تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دوگانہ میں کرے تو سب کا ثواب ملیگا کذا فی الطحطاوی **ولو نذر رکعتین بغیر طہر لزماہ بہ عندہ ای ابی یوسف کما لو نذر بغیر قراءۃ او عریانا او رکعۃ وکذا نصف رکعۃ عند ابی یوسف رح وہو المختار** اور اگر نذر کی دو رکعتین بدون طہارت کے تو لازم ہونگی اُسپر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قراءت کے یا حالت برہنگی میں تو قراءت اور ستر عورت کے ساتھ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدھی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتین لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہے م طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عندہ کی بموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہ ٹھہری ہوئی ہے کہ عندہ کی ضمیر امام کی طرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو **واہدرہ الثالث ای محمد** اور باطل کیا ہے اس نذر کو امام سوم یعنے امام محمد رح نے تو اُنکے نزدیک اس نذر سے اُسپر کچھ لازم نہوگا کیونکہ نذر معصیت کی ہے اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ نماز کا لازم کرنا اُس چیز کا لازم کرنا ہے جسکے بدون نماز صحیح نہوتی ہو اور چونکہ عذر والے کے حق میں نماز بدون طہارت کے اور امی کے حق میں بدون قراءت کے عبادت ہے تو نذر معصیت نہوئی کذا فی الشامی **او نذر عبادۃ فی مکان کذا فادّاہا فی اقل**

من شرفه جاز لان المقصود القربة خلافا لزفر والثلاثة یا نذر کی عبادت کی کسی مکان معین مین پھر اسکو ادا کیا ایسے مکان مین جسکا شرف بہ نسبت مکان نذر کے کم تھا
تو ادا اسے نذر درست ہوگا اسلیے کہ مقصود قربت ہی اور ہر جگہ کی نماز سے حاصل ہی بخلاف زفر اور تینون اماموں کے ولو نذرت عبادة کصوم وصلوٰة فی
غد فحاضت فیه یلزمها قضاءها لانه یمنع الادا الا الوجوب اور اگر کسی عورت نے کسی عبادت کی مثل نماز اور روزہ کے نذر کی کل کے روز مین پھر اُس روز مین وہ حائضہ
ہوگئی تو لازم ہوگی اُس عورت کو قضا اُس عبادت کی اسلیے کہ حائضہ ہونا ادا عبادت کا مانع ہے نہ وجوب عبادت کا م شامی نے کہا کہ ضمیر لانه کی حیض کی طرف ہی
جو فعل حاضت سے مفہوم ہوتا ہی ولو نذرتها یوم حیضها لا لانه نذر معصیة اور اگر عورت نے عبادت کی نذر اپنے حیض کے دن مین کی یعنے یون کہا مثلاً کہ جسدن
مین حائضہ ہون اُس روز اتنی نفلین پڑھون یا روزہ رکھون تو اُسپر قضا لازم نہوگی اسلیے کہ یہ نذر ہی معصیت کی یعنے یوم حیض عبادت نماز و روزہ کا منافی ہی تو یہ
نذر ہی درست نہوئی التراویح سنة موکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعا تراویح سنت موکدہ ہی بسبب مواظبت خلفاء الراشدین کے مردون
اور عورتون کے حق مین بالاجماع م خلفاے راشدین سے اکثر مراد ہین کیونکہ تراویح کی مداومت عہد مبارک حضرت عمرؓ کے درمیان ہوئی اور اُسکے بعد سے آجتک
صحابہ اور علما سب اسپر متفق چلے آئے کسی نے انکار نہین کیا اور شرح منیہ مین ہی کہ اکثر علما نے اُسکے مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہی اور اُسکے سنت موکدہ ہونے کی
تصحیح ہدایہ وغیرہ مین کی ہی اور اجماع کی قید اسلیے لگائی کہ روافض کا قول قابل اعتبار نہین جو صرف مردون کے حق مین سنت بتاتے ہین یا سرے سے سنت ہی
نہین کہتے اور سعید بن منصور نے بروایت عروہ روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے ابی ابن کعبؓ کو امام مردون کا کیا تھا اور تمیم داری عورتون کو نماز
پڑھایا کرتے تھے کذا فی الشامی ووقتها بعد صلوٰة العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعده فی الاصح اور وقت تراویح کا نماز عشا کے بعد ہی فجر تک وتر سے پہلے اور وتر
کے بعد صحیح تر قول مین م وقت تراویح مین تین قول ہین اول یہ کہ تمام شب اُسکا وقت ہی تو اُس صورت مین آفتاب کے غروب سے صبح صادق تک وقت ہوگا دوسرا
قول یہ ہی کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہی یعنے عشا کے بعد اور وتر سے پیشتر اور تیسرا قول جو ماتن نے ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ پہلے قول کی تصحیح کسی
نے نہین کی اور دوسرے کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور غایة البیان مین کہا کہ متوارث اور ماثور یہی ہی اور تیسرے قول کو ہدایہ اور خانیہ اور محیط مین صحیح کہا ہی اور کافی
مین اسی کو جمہور کی طرف نسبت کیا ہی کذا فی الشامی فلو فاته بعضها وقام الامام الی الوتر اوتر معه ثم صلی ما فاته پس اگر نمازی کو کچھ تراویح نملی ہون اور امام وترون
کے لیے کھڑا ہو جاے تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر پڑھ لے پھر وہ تراویح پڑھ لے جو فوت ہو گئی ہو م یہ تفریع تیسرے قول پر ہی اور دوسرے قول کے بموجب وتر امام
کے ساتھ پڑھنے سے وقت تراویح کا تمام ہو جائیگا اور دونون قولون پر یہ مسئلہ متفرع ہی کہ جس شخص نے فرض عشا نہ پڑھے ہون تو وہ بدون فرض پڑھے جماعت
تراویح مین شریک نہو ویستحب تاخیرها الی ثلث اللیل او نصفه ولا تکره بعده فی الاصح اور مستحب ہی دیر کرنا تراویح کا رات کی ایک تہائی تک یا اُسکے نصف تک اور
نہین مکروہ ہی تراویح بعد نصف شب کے صحیح تر قول مین م اور قول ضعیف یہ ہی کہ بعد نصف شب کے تراویح مکروہ ہی کیونکہ تراویح تابع عشا کی ہی تو جب اصل عشا مکروہ
ہی تو تابع بھی مکروہ ہونی چاہیے اور وجہ مکروہ نہونے کی یہ ہی کہ تراویح نماز شب ہی اور افضل نماز شب مین یہی ہی کہ آخر شب مین ہو کذا فی الشامی مختصراً ولا تقضی اذا
فاتت اصلا ولو وحده فی الاصح فان قضاها کانت نفلا مستحبا ولیس بتراویح کسنة مغرب وعشاء اور تراویح جب فوت ہو جاے تو قضا نہ کی جاے اصلا یعنی نہ
جماعت مین اور نہ تنہا صحیح تر قول مین پس اگر تراویح کو قضا پڑھیگا تو نفلین مستحب ہو جائینگی اور تراویح نہونگی جیسے مغرب اور عشا کی سنتین فوت ہو جائیں تو قضا نہین کی
جاتین م طحطاوی نے کہا کہ ولو وحده بیان ہی اصلا کا یعنے نہ جماعت مین اور نہ تنہا اور اصح قول کا مقابل یہ ہی کہ دوسری تراویح کے وقت آنے تک تنہا قضا پڑھ سکتا ہی
والجماعة سنة علی الکفایة فی الاصح فلو ترکها اهل مسجد اثموا الا لو ترک بعضهم اور جماعت تراویح مین سنت کفایہ ہی اصح قول مین اس سے یہ نکلا کہ اگر کسی مسجد والے
جماعت تراویح کو ترک کرینگے تو سب گنہگار ہونگے نہ جبکہ جماعت کو اُنمین سے بعض نے چھوڑا ہو م جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہ اشارہ کیا کہ مطلق تراویح
سب کے حق مین جداگانہ سنت ہی اگر کوئی تراویح کو چھوڑیگا تو گنہگار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہ کہ بعض کے کرنے سے بقیہ کے ذمہ سے ساقط ہو جاے وکل اهل محلة فی المسجد

فیما افضل قالہ الحلبی اور جو نمازین کہ جماعت سے مشروع ہین انہین مسجد افضل ہو کہا ہی اسکو حلبی نے ہم یعنی کسوف اور تراویح وغیرہ کو مسجد مین پڑھنا افضل ہی بنسبت گھر پڑھنے کے
وہی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل اور تراویح بیس رکعت ہین حکمت اُنکے بیس ہونے کی برابر ہونا مکمل بالکسر کا مکمل بالفتح سے ہی ہم یعنی نوافل فرائض کی تکمیل کیلیے ہوتی
ہین اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہی اسلیے تراویح بھی بیس رکعتین ہوئین تو تکمیل کرنے والی تراویح ہین اور تکمیل کیے گئے فرائض اور وتر یہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل
نقلی یہ ہی کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضہ سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مین بیس رکعتین اور وتر پڑھتے تھے بعشر تسلیمات
لو فعلہا بتسلیمۃ فان قعد لکل شفع صحت بکراہۃ والا نابت عن شفع واحد بہ یفتی تراویح بیس رکعتین ہین دس سلامون سے تو اگر انکو ایک سلام سے پڑھا اور ہر دوگانہ
پر بیٹھا تب تو کراہت کے ساتھ درست ہوجائینگی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہونگی اسی پر فتوی ہی ہم یعنی سلف سے انکا پڑھنا دس سلامون سے مروی ہی اور
فقہانے تصریح کی ہی کہ رات کی نفلین آٹھ سے زیادہ ایک سلام مین پڑھنا مکروہ ہین اسلیے بیسون کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہی حلبی ہدا مین کل اربعۃ بقدرہا
وکذا بین الخامسۃ والوتر دیخیرون بین تسبیح وقراءۃ وسکوت وصلاۃ فرادی نعم تکرہ صلوۃ رکعتین بعد کل رکعتین بیٹھے بطور استحباب کے درمیان چار رکعتون کے
بمقدار چار رکعتون کے اور اسیطرح درمیان پانچوین ترویحہ اور وتر کے اور آدمی مختار ہین چاہین اُس توقف مین تسبیح پڑھین چاہین قرآن چاہین خاموش رہین چاہین نفلین تنہا
پڑھین ہان مکروہ ہی ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتین پڑھنی اسلیے کہ توقف ہر ترویحہ کے بعد مشروع ہی نہ ہر دوگانہ کے بعد م قہستانی نے کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے (سبحان
ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملٰئکۃ والروح لا الہ الا اللہ
نستغفر اللہ نسالک الجنۃ ونعوذ بک من النار) کذا فی الطحطاوی والختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم اور تراویح مین پڑھنا تمام
قرآن کا ایکبار سنت ہی اور دو بار فضیلت ہی اور تین بار افضل ہی اور نہ چھوڑا جاے تمام قرآن کا پڑھنا لوگون کی سستی کی جہت سے م قرآن مجید کی آیتین کچھ اوپر چھ ہزار
ہین اور شمار تراویح کی رکعتون کی چھ سو ہی اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت مین دس آیتین پڑھیگا تو مہینے مین ایک ختم ہوجائیگا کذا فی الطحطاوی لکن
فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیہم واقرہ المصنف وغیرہ لیکن اختیار مین ہی کہ افضل ہمارے زمانہ مین اُسقدر کا پڑھنا ہی کہ لوگون پر گران نہو اور ثابت رکھا ہی
اسکو مصنف وغیرہ نے وفی المجتبی عن الامام لو قرا ثلاثا قصارا او آیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسیٔ فما ظنک فی التراویح اور مجتبی مین ہی امام اعظم سے کہ اگر فرض
مین تین آیتین چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھی تو اچھا کیا اور برا نہین کیا تو کیا گمان ہی تیرا تراویح مین م یعنے جب فرض مین تین آیتین پڑھنی بہتر ہین تو تراویح
مین بطریق اولی احسن ہونگی وفی فضائل رمضان للزاہدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری انہ اذا قرا فی التراویح الفاتحۃ وآیۃ او آیتین لا یکرہ ومن لم یکن عالما
باہل زمانہ نہو جاہل اور زاہدی کی فضائل رمضان مین ہی کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت مین الحمد اور ایک آیت
خواہ دو آیتین پڑھین تو مکروہ نہو گی اور جو شخص اپنے زمانہ والون سے واقف نہو وہ جاہل ہی م ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہی جو تین چھوٹی آیتون کے
برابر ہو اسی طرح دو آیتین برابر تین آیتون کے ہونی چاہین ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہ ہوا کہ اگر لوگ اسطرح کے سست
بد دل ہون کہ تمام قرآن کے سننے کی تاب نہ رکھتے ہون تو اس صورت مین اسقدر پر اقتصار کرنا چاہیے تاکہ مسجد جماعت سے خالی نہ رہین ورنہ ایکبار ختم کرنا
سنت وہی ہی ویاتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشہد الا ان یمل القوم فیاتی بالصلوۃ ویکتفی باللہم صل علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی
ویترک الدعوات اور پڑھے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ مین اور امام تشہد پر بڑھاوے درود اور دعا کو مگر یہ کہ قوم تھکجاوے تو صرف درود پڑھے اور آمین بھی اللہم صل علی
محمد پر اکتفا کرے اسلیے کہ درود فرض ہی امام شافعی کے نزدیک تو اسکا پڑھنا ضروری ہی اور چھوڑ دے دعاؤن کو ویجتنب المنکرات ہذرمۃ القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وطمانینۃ وتسبیح
واستراحۃ اور احتراز کرے غیر مشروع باتون سے یعنی قرات کے جلد پڑھنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چھوڑنے اور اطمینان اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحہ کے بعد توقف
کے چھوڑنے سے م ہذرمہ بروزن زلزلہ معنی جلد پڑھنے کے ہی اور وہ بدل ہی منکرات سے کذا فی الطحطاوی وتکرہ قاعدا لزیادۃ تاکدہا حتی قیل لا تصح مع قدرۃ القیام

اور مکروہ ہی تراویح کا پڑھنا بیٹھ کر بسبب زیادہ تاکید ہونے تراویح کے یہانتک کہ بعض فقہانے کہا ہی کہ بیٹھ کر درست نہین باوجود قادر ہونیکے کھڑا ہونے پر م یعنی اگر کھڑا ہو کر
پڑھنے کی طاقت ہو تو بیٹھنا مکروہ نہین اور بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر مکروہ تنزیہی ہی اسلیے کہ خلاف سلف کے فعل کے ہی کذا فی الشامی کما یکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام
للتشبہ بالمنافقین جیسے مکروہ ہی دیر کرنا قیام مین امام کے رکوع تک واسطے مشابہت کے منافقون سے م یعنے مقتدی کا بیٹھا رہنا اور امام کے رکوع کے وقت
نماز کا شروع کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ یہ علامت کسل کی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی منافقون کے حال مین (واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی) یعنے جب نماز کو کھڑے ہون
تو کھڑے ہون سست اسی تشبیہ کی جہت سے یہ حرکت مکروہ ہی ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح بجماعۃ لانہا تبع فیصلیہ وحدہ یصلیہا معہ م اور اگر لوگون
نے جماعت فرض مین نکی ہو تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھین اسلیے کہ جماعت تراویح کی تابع ہی جماعت فرض کی تو جس شخص نے فرض تنہا پڑھی ہون وہ تراویح کو
امام کے ساتھ پڑھے ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاہا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ اور اگر نہ پڑھا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے امام کے
ساتھ پڑھا تو نمازی کو جائز ہی کہ وتر کو امام کے ساتھ پڑھے م مراد اس سے یہ ہی کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت سے نہین پڑھا تو وتر
جماعت سے پڑھ سکتا ہی لیکن اگر فرض تنہا پڑھے ہون تو وتر کو جماعت سے نہ پڑھے کذا فی الشامی بقی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر
تراویح کی جماعت سب نے نہ کی ہو تو کیا سب لوگ وتر کو جماعت سے پڑھین اسکا حکم تلاش کرنا چاہیے م شامی نے کہا کہ ظاہر وتر کو جماعت سے نہ پڑھے اسلیے کہ وتر
مین جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کے بعد سلف سے منقول ہی تو وتر کی جماعت تابع ہوئی تراویح کی جماعت کے ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج
رمضان ای یکرہ ذلک او علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء اذ لا مانع نہر اور نہ پڑھا جاوے وتر اور نہ نفل
جماعت سے رمضان کے سوا اور دنون مین یعنی جماعت وتر اور نفل کی اور دنون مین مکروہ ہی بشرط کثرت کے اسطرح کہ چار شخص ایک کے پیچھے پڑھین چنانچہ درر
مین ہی اور خلاف نہین اقتدا کے صحیح ہونے مین کیونکہ کوئی مانع اقتدا کا نہین کذا فی النہر م چار مقتدیون کی قید اسلیے لگائی کہ ایک شخص یا دو مقتدی ہونگے
تو بلا کراہت درست ہی شامی نے کہا کہ ہر چند اقتدا نفل مین درست ہی مگر ثواب جماعت کا نہین ملتا و فی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلوۃ رغائب
و براءۃ و قدر الا اذا قال نذرت کذا رکعۃ بہذا الامام جماعۃ انتہی قلت وتتمۃ عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ہذا التکلف لامر مکروہ اور اشباہ مین بزازیہ
سے ہی کہ مکروہ ہی اقتدا کرنا صلوۃ رغائب مین اور صلوۃ برات اور صلوۃ قدر مین مگر جب مقتدی یون کہے کہ مین نے اتنی رکعتین اس امام کے پیچھے جماعت سے
نذر کی تمام ہوا قول اشباہ کا مین کہتا ہون کہ باقی عبارت بزازیہ کی باب الامامۃ سے یہ ہی کہ نہین چاہیے یہ کل تکلف ایک امر مکروہ کے لیے م رجب کے پہلے جمعہ
کی شب مین نماز نفل صلوۃ رغائب کہلاتی ہی یہ نماز ۴۸۰ھ مین ایجاد ہوئی اور علما نے اسکی برائی اور اسکے پڑھنے والون کی حماقت مین کتب مین تالیف کین اور منیہ
کے شارحون نے تصریح کی کہ جو کچھ اس باب مین مروی ہی سب باطل اور موضوع ہی اسکی جماعت کے لیے اہل روم یہ حیلہ کرتے ہین کہ رکعتون کو نذر کر لیتے ہین تاکہ جماعت
نفل کی نہ رہے واجب کی ہو جاوے اور صلوۃ برات سے مراد پندرھوین شب شعبان کی نفلین ہین اور صلوۃ قدر سے ستائیسون شب رمضان کی نفلین
ہین انمین بھی جماعت مکروہ ہی تو جماعت سے نفل ادا کرنے کے لیے نذر کا تکلف نکرنا چاہیے کذا فی الشامی و فی التتارخانیۃ لو لم ینو الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اور
تاتارخانیہ مین ہی کہ اگر امام امامت کی نیت نکریگا تو اسکے حق مین کراہت نہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفیہ ای رمضان یصلی الوتر وقیامہ بہا اور رمضان مین
پڑھا جاوے وتر اور قیام رمضان جماعت سے م قیام رمضان سے مراد تراویح ہی یعنی وتر اور تراویح کو جماعت سے پڑھے وہل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل
شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ اور کیا افضل وتر مین جماعت ہی یا گھر پر پڑھنا دونون قولون کی تصحیح ہوئی ہی لیکن شارح
وہبانیہ نے وہ عبارت نقل کی ہی جسکا مقتضا یہ ہی کہ گھر پر پڑھنے کا افضل ہونا مذہب ہی اور اسکو ثابت رکھا ہی مصنف وغیرہ نے م حلبی نے کہا کہ شارح نے
جو اوپر قاعدہ لکھا تھا کہ جو نمازین جماعت سے مشروع ہین انکو مسجد مین پڑھنا افضل ہی اسکے رو سے معلوم ہوتا ہی کہ قول اول ہی راجح ہی ؏

باب ادراک الفریضۃ

یہ باب ہے حاصل کرنے جماعت فرض کا م طحطاوی نے کہا کہ مناسب یہ تھا کہ اس باب کا عنوان مسائل شتی ہوتا اسلیے کہ سوائے کیفیت جماعت مین ملنے کے اور مسائل بھی اسمین مذکور ہین شرع فیہا ای اخرج النافلۃ والمنذورۃ والقضاء فانہ لا یقطعہا ثم اقیمت ای شرع فی الفریضۃ فی مصلاہ لا الاقامۃ المؤذن ولا الشروع فی مکان وہو فی غیرہ یقطعہا لعذر احراز الجماعۃ شروع کیا نمازی نے فرض کو ادا کے طور پر پھر اُسی فرض کی جماعت شروع ہو گئی اُسکی نماز پڑھنے کی جگہ مین تو وہ اپنے فرض کو توڑ دے بسبب عذر حاصل کرنے جماعت کے شارح نے کہا کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور ادا کی قید سے نماز قضا نکلگئی کہ اگر انکو پڑھتا ہو اور جماعت شروع ہو جاوے تو انکو قطع نکرے اور اقامت سے غرض اسی جگہ مین شروع فرض ہے نہ موذن کی اقامت اور نہ شروع ایسے مکان مین کہ نمازی اسکے غیر مین ہو م یعنی موذن کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست نہین بلکہ امام کی تکبیر تحریمہ پر توڑے اسیطرح اگر نمازی گھر پر پڑھتا ہو اور جماعت مسجد مین شروع ہو تب بھی نہ توڑے طحطاوی نے کہا کہ شرع فی الفریضۃ بصیغہ مجہول ہے اور اقامۃ المؤذن مرفوع ہے عطف ہے شرع کے حاصل پر یعنے مراد اقامت سے شروع ہے نہ اقامت موذن کما لو ندت دابۃ او فار قدرہا او خاف ضیاع درہم من مال او کان فی النفل فجیء بجنازۃ وخاف فوتہا قطعہ لامکان قضائہ چنانچہ قطع کرے اگر بھاگ جاوے اُسکی سواری کا جانور یا اُبلی ہانڈی عورت کی یا خوف کرے تلف ہونے ایک درم کا مال سے یا ہووے نفل نماز مین اور جنازہ لایا جاوے اور ڈرے فوت ہونے نماز جنازہ کو تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا کر سکنے نفل کے م یعنی اگر فرض نماز پڑھنے مین جنازہ کی نماز کے نہ ملنے کا خوف ہو تو فرض کو قطع نکرے کہ وہ قوی تر ہے نماز جنازہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق اور واجب یعنی فرض ہے توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے اور اُنکے مثل کے ولو دعاہ احد ابویہ فی الفرض لا یجیبہ الا ان یستغیث بہ وفی النفل ان علم انہ فی الصلوۃ فدعاہ لا یجیبہ والا اجابہ اور اگر پکارے نمازی کو اسکی مان یا باپ فرض مین تو جواب نہ دے مگر یہ کہ فریاد چاہے اس سے یعنی فریاد خواہی کے وقت جواب دے اور اسمین مان باپ اور غیر برابر ہین کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز مین اگر مان باپ کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑھتا ہے پھر اسکو پکارا تو جواب نہ دے ورنہ جواب دے م صاحب بحر الرائق نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور کاہے مباح اور کاہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا ہے اور مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کامل کرنے کے لیے اور مباح فوت مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی قائما لان القعود مشروط للتحلل وہذا قطع لا تحلل ویکتفی بتسلیمۃ واحدۃ ہو الاصح غایۃ ویقتدی بالامام نماز کو قطع کرے کھڑا ہوا اسلیے کہ بیٹھنا شرط ہوا ہے واسطے حلال ہونے کے اور یہ توڑنا ہے نہ حلال ہونا اور کفایت کرے نماز توڑنے مین ایک سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی الغایۃ اور اقتدا کرے امام کے پیچھے م یعنی اپنی نماز کو حالت قیام مین ایک سلام سے توڑ کر امام کا اقتدا کرے وہذا ان لم یقید الرکعۃ الاولی بسجدۃ او قیدہا بہا فی غیر رباعیۃ او فیہا ولکن ضم الیہا رکعۃ اخری وجوبا لم یاثم احرازا للنفل والجماعۃ اور یہ نماز کا توڑنا اور امام کا اقتدا اس صورت مین ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ نکیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز مین یعنے فجر اور مغرب کی نماز مین یا چار رکعتون والی مین سجدہ کیا ہو لیکن اُس رکعت مین دوسری رکعت ملا دے بطور وجوب کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل اور جماعت کے م حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جب ایک شخص نے فرض پڑھنے شروع کیے پھر اسکی جماعت شروع ہو گئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہے اور نماز فجر یا مغرب پڑھتا ہے تب بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے تو ایک رکعت اُسمین اور ملا کر توڑے اور اقتدا کرے تا کہ دو رکعت نفل ہو جائین اور جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب مین اس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہے تو اب اسکو پورا کر لے اور اقتدا نکرے کذا فی الشامی وان صلی ثلثا منہا ای الرباعیۃ اتم منفردا ثم اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلۃ الجماعۃ حاوی الا فی العصر فلا یقتدی للکراہۃ النفل بعدہ اور اگر چار رکعتون والی نماز سے تین پڑھ چکا ہے تو انکو اکیلا تمام کرے پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے نفل پڑھنے والا اور حاصل کریگا اُس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر مین اقتدا نکرے واسطے مکروہ ہونے نفل کے بعد عصر کے م یعنی چار مین سے تیسری کا سجدہ کر چکا ہے تو اکیلا تمام کرے اور جبتک سجدہ نکیا ہے تبتک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی والشارح فی نفل

لا یقطع مطلقا ویتمہ رکعتین وکذا سنۃ الظہر وسنۃ الجمعۃ اذا اقیمت او خطب الامام یتمہا اربعا علی القول الراجح لانہا صلوٰۃ واحدۃ ولیس القطع للاکمال بل
للابطال خلافا لما رجحہ الکمال اور شروع کر نیوالا نفل مین قطع نکرے کسی حال مین یعنی اول رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نکیا ہو اور پورا کرے نفل کو دو رکعتین اور اسیطرح سنت ظہر کی اور سنت جمعہ
جب جماعت ظہر شروع ہو جاوے یا امام خطبہ پڑھنے لگے تو انکو چار رکعتین پڑھے قول غالب کے بموجب اسلیے کہ وہ سنتین ایک نماز ہین اور قطع کرنا انکا کامل کرنے کے لیے نہین ہے
بلکہ باطل کرنے کے لیے بخلاف اُس قول کے کہ ترجیح دی ہے اسکو کمال نے یعنی قطع کرنا کمال کے لیے نہین اسکے یہ معنی کہ اگر قطع کریگا اور پھر پڑھیگا تو پہلی ہی طرح پڑھیگا
بخلاف فرض کے قطع کرنے کے کہ اسکو دوبارہ جماعت مین پڑھتا ہے تو اسکا توڑنا کامل کرنے کے لیے ہے اور کمال الدین نے اسکو ترجیح دی ہے کہ سنت کو دو رکعتون پر قطع
کردے اور ہدایہ مین بظاہر اسی کو اختیار کیا ہے کذا فی الشامی وکرہ تحریما للنہی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولا
اور مکروہ تحریمی ہے بسبب ممانعت کے نکلنا اُس شخص کا جسنے نماز نہین پڑھی اُس مسجد سے جسمین اذان ہو گئی ہو شارح نے کہا کہ اذان چلا ہے اکثر پر یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ وقت
نماز ہو جانے پر اذان ہو جاتی ہے اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد مین اذان ہوئی ہو یا نہو یعنی اگر کسی شخص کو کسی مسجد مین نماز کا وقت ہو جاوے
تو بدون نماز پڑھے اسمین سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت مراد لینا بحث ہے صاحب بحر الرائق کی اور ممانعت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے
کہ جسنے مسجد مین اذان کو پایا پھر نکلگیا اور کسی کام کو نہین نکلا اور پھر آنے کا ارادہ نہین رکھتا تو وہ منافق ہے الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری او کان الخروج لمسجد حیہ ولم
یصلوا فیہ او لاستاذہ لدرسہ او لسماع الوعظ او لحاجۃ ومن عزمہ ان یعود نہر مگر نکلنا اُس شخص کو مکروہ نہین جس سے دوسری جماعۃ کا انتظام ہو یعنی دوسری مسجد کا امام یا موذن
ہو یا یہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اسمین لوگون نے نماز نہ پڑھی ہو یا نکلنا اپنے اُستاد کی مسجد کے لیے ہو اپنے پڑھنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ کے سننے کے لیے
یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اُسکا ارادہ ہو کہ پھر آوے گا تو مکروہ نہین کذا فی النہر والا لمن صلی الظہر والعشاء وحدہ مرۃ فلا یکرہ لہ الخروج بل ترکہ للجماعۃ الا عند الشروع
فی الاقامۃ فیکرہ لمخالفۃ الجماعۃ بلا عذر بل یقتدی متنفلا لما مر اور مگر اُس شخص کے لیے جسنے ظہر اور عشا کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑھ لی ہے تو اسکو نکلنا مکروہ نہین بلکہ چھوڑنا
جماعت کا یعنی یہ فعل مکروہ ہوا کہ نماز کو تنہا پڑھ لیا اور جماعت کا انتظار نکیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے کہ مکروہ ہے اُس شخص کو نکلنا بسبب اسکی مخالفت کرنے کے
جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑھنے والا بسبب اُس وجہ کے کہ گذری یعنی نفل اور جماعت دونون حاصل کرنے کے لیے کذا فی الطحطاوی والا لمن
صلی الفجر والعصر والمغرب مرۃ فیخرج مطلقا وان اقیمت لکراہۃ النفل بعد الاولیین وفی المغرب احد المحظورین البتیراء او مخالفۃ الامام بالاتمام اور مگر اُس شخص کو مکروہ
نہین جو فجر اور عصر اور مغرب کی نماز ایک بار پڑھ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال مین اگرچہ تکبیر ہو جاوے بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کی نماز کے یعنی اگر ان دونون
نمازونکو پڑھکر امام کا شریک بہ نیت نفل ہو گا تو نفل کا پڑھنا ان دونونکے بعد مکروہ تحریمی ہے اور مغرب کی نماز مین اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتون مین ایک ہو گی یا ایک رکعت نفل
کی یا امام کی مخالفت پورا کرنے سے یعنی بتیرا صغیر ہے تبرا کی اور تبرا اُس ایک رکعت کو کہتے ہین جسکے ساتھ دوسری نہو یعنی اگر مغرب مین اقتدا بہ نیت نفل کریگا تو اس سے یہ لازم
آویگا کہ تیسری رکعت تنہا رہجاوے اور اگر یہ فرض کیا جاوے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین رکعتین پڑھکر انمین چوتھی اور ملالے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے وفی النہر ینبغی ان یجب
خروجہ لان کراہۃ مکثہ بلا صلوٰۃ اشد اور نہر الفائق مین ہے کہ مناسب یہ ہے کہ جماعت ہونے کے وقت اُسکا نکلنا واجب ہو اسلیے کہ ٹھہرنا اسکا مسجد مین بدون نماز کے زیادہ
مکروہ ہے بہ نسبت نفل پڑھنے کے یعنی محیط مین کہا ہے کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہے کذا فی الطحطاوی قلت افاد القہستانی ان کراہۃ التنفل بالثلاث تنزیہیۃ وفی المضمرات لو اقتدی
فیہ لا باس مین کہتا ہون کہ قہستانی نے بیان کیا ہے کہ تین رکعتین نفل پڑھنے کی کراہت تنزیہی ہے اور مضمرات مین ہے کہ اگر اقتدا کریگا مغرب مین تو برا کریگا قہستانی نے اپنے قول کی تائید
مین مضمرات کا یہ قول نقل کیا ہے حالانکہ قول قہستانی کا مردود ہے اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کر دی ہے اور رعایۃ البیان مین کہا ہے کہ تین رکعتون نفل کا پڑھنا بدعت ہے اور
قاضیخان نے شرح جامع صغیر مین کہا کہ انکا پڑھنا حرام ہے اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حدیث مین بتیرا سے ممانعت وارد ہے تو معلوم ہوا کہ انکا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی
واذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغالہ بسنتہا ترکہا لکون الجماعۃ اکمل اور جب نمازی ڈرے فوت ہونے جماعت دوگانہ فرض فجر سے بسبب اپنے مشغول ہونے کے

انکی سنتون مین تو سنتون کو ترک کرے واسطے ہوئے جماعت کے کامل ترم یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے پچیس یا ستائیس گنا ہی اسلئے سوا وعید ترک جماعت کا

زیادہ ہی بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی والا بان رجا ادراک رکعۃ فی ظاہر المذہب وقیل التشہد واعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعفہ فی النہر

لا یترکہا بل یصلیہا عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکہا لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر خوف جماعت کے فوت ہونیکا نہو اسطرح کہ توقع کرے ایک رکعت کے

ملنے کا ظاہر مذہب مین اور ایک قول یہ ہی کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہی مصنف اور شرنبلالی نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول

کو ضعیف کہا ہی نہر الفائق مین تو اس صورت مین سنتون کو ترک نہ کرے بلکہ انکو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھے اگر جگہ پاوے اور اگر جگہ نپاوے تو سنتون کو ترک کرے

اسلیے کہ مکروہ کا نکرنا سنت کے کرنے پر مقدم ہی یعنی سنتون کو جماعت کے بیچ مین پڑھنا مکروہ ہی اور ادا سنت سنون تو مقدم یہ ہی کہ فعل مکروہ کو نکرے م شامی نے کہا کہ

تضعیف صاحب نہر کی ضعیف ہی فتح القدیر مین اسکو قوی کہا ہی کہ اگر جماعت کی التحیات بھی ملے تو سنتون کو ترک نکرے اور شارح نے بھی نماز کے اوقات کے بیان مین

اسی پر یقین کیا ہی اور شرح منیہ مین بھی یہی ہی اور دروازہ مسجد سے یہ غرض ہی کہ مسجد کے باہر پڑھے اگر جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ مین پڑھے

اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہی کہ فرضون کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اس سے کم کراہت اسمین ہی کہ صف کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتین امام کے فرض

شروع کرنے سے پہلے شروع کر چکا ہو تو جہان چاہے پڑھے کچھ کراہت نہین تم ما قیل یشرع فیہا ثم یکبر للفریضۃ او ثم یقطعہا و یقضیہا مردود بان درا المفسد مقدم علی

جلب المصلحۃ پھر جو یہ کہا گیا ہی کہ سنتون کو شروع کرے پھر فرضون کے لیے اللہ اکبر کہ لے یا اول سنتون کو شروع کرے پھر انکو توڑ دے تو یہ دونون قول رد

کیے گئے ہین اس دلیل سے کہ دفع کرنا خرابی کا مقدم ہی بہتری کے کھینچنے سے م فقیہ اسمٰعیل زاہدی نے یہ کہا ہی کہ فجر کی سنتون کو شروع کرکے توڑ دے تا کہ انکی قضا واجب

ہوجاے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب انکو پڑھ لے کیونکہ وہ اب واجب ہین نہ سنت کہ قبل طلوع انکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہی

کہ یہ واجب کچھ نذر کی نماز سے بڑھ کر نہین حالانکہ نماز نذر کا ادا بھی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہی چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہی علاوہ اسکے عبادت کو بقصد فاسد کرنے

کے پڑھنا اور عمل کا باطل کرنا شرعاً ممنوع ہی تو اس خرابی کا دور کرنا ادا سنت کی مصلحت سے مقدم ہی کذا فی الطحطاوی ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ لقضاء فرضہا

قبل الزوال لا بعدہ فی الاصح لورود الخبر بقضائہا فی الوقت المہمل بخلاف القیاس فغیرہ علیہ لا یقاس اور فجر کی سنتون کو قضا نہ پڑھے مگر بہ تبعیت اسکے فرضون کی قضا اگر کے

زوال سے پیشتر نہ اسکے بعد صحیح تر قول مین اسلیے کہ حدیث مین انکا قضا کرنا مہمل وقت مین خلاف قیاس وارد ہوا ہی تو غیر اسوقت کا وقت مذکور پر قیاس نکیا جائیگا م وقت

مہمل اسکو کہتے ہین جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہی اور حنفیون کے نزدیک رات دن مین اسکے سوا دوسرا وقت مہمل نہین اور حدیث سے

مراد قصہ لیلۃ التعریس کا ہی جو مسلم مین مفصل مروی ہی مطلب یہ ہی کہ آخر شب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استراحت فرمائی اور حضرت بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دینا وہ بھی سو گئے

یہانتک کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی آپنے اس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونیکے بعد فجر کی سنتین پڑھ کر فرض جماعت سے پڑھی تو شارح کہتا ہی کہ یہ قضا ہونا اسیوقت پہ منحصر

رہیگی اور وقت کو اسپر قیاس نکیا جائیگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہ ہی کہ بعد زوال کے بھی تبعاً قضا درست ہی اور کافی مین ہی کہ بدون تبعیت فرض اجماعاً قضا نہین بخلاف سنۃ الظہر

وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکہا و یقتدی ثم یاتی بہا علی انہا سنۃ فی وقتہ ای الظہر قبل شفعۃ عند محمد و بہ یفتی جوہرۃ واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا بخلاف

سنت ظہر اور اسیطرح جمعہ کی سنتونکے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے نکلنے کا تو سنتون کو ترک کرکے امام کا اقتدا کرے پھر انکو پڑھ لے وقت ظہر مین اور وہ سنتین ہین

بالاتفاق انکو پڑھے بعد کی دو سنتون سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہی کذا فی الجوہرہ اور جو رکعتین کہ عشا کے پیشتر ہین وہ مستحب ہین انکو قضا نہ پڑھے ہرگز

ولا یکون مصلیا بجماعۃ اتفاقاً من ادرک رکعۃ من ذوات الاربع لانہ منفرد ببعضہا لکنہ ادرک فضلہا ولو بادراک التشہد اتفاقاً لکن ثوابہ دون المدرک

لفوات التکبیرۃ الاولی واللاحق کالمدرک لکونہ موتماً حکماً اور نہین ہوگا نماز پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتون والی نماز سے

اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہی بعض نماز مین لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت کا اگرچہ جماعت مین التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے

اقتدا کرنیوالیکی نسبت کم ہوگا بہ سبب نہ ملنے تکبیر اولے کے اور لاحق یعنے جسکی بیچ کی نماز امام کے ساتھ نہین ہوئی مثل مدرک کے ہی ثواب پانے مین بسبب ہونے لاحق کے
مقتدی حکم کی راہ سے م حاصل یہ کہ ثواب جماعت سب سے زیادہ مدرک کو ملتا ہی جو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ کرے اور لاحق مدرک کی برابر ہی اور مسبوق کو ان دونو نسے کم
ملتا ہی شامی نے کہا کہ ایک رکعت ملنے کی قید جو رباعی نماز مین کی یہ اگلے قول وکذا مدرک الثلاث کے لیے ہی ورنہ حکم دو اور تین رکعتون والی نماز کا بھی یہی ہی کہ ایک رکعت ملنے
سے جماعت نہین ملیگی وکذا مدرک الثلاث لایکون مصلیا بجماعۃ علی الاظہر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفہ فی البحر اور اسیطرح تین رکعتونکا پانیوالا چار مین سے جماعت
کے ساتھ نماز کا پڑھنے والا نہوگا بموجب ظاہر تر قول کے اور امام سرخسی نے کہا ہی کہ اکثر کو حکم کل کا ہی یعنی تین رکعتون کو پانے سے جماعت کا پانیوالا ٹھہریگا اور ضعیف کہا اسکو بحر الرائق
مین م صاحب بحر الرائق نے کہا ہی کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین یہ روٹی نہ کھاؤنگا تو بالاتفاق اسکی قسم جب ہی ٹوٹیگی جبکہ وہ کل روٹی کھاوے اکثر کے کھانے سے نہ ٹوٹیگی اس سے
معلوم ہوا کہ اکثر قائم مقام کل کے نہین کیا جاتا کذا فی الشامی واذا امن فوت الوقت تطوع بما شاء قبل الفرض والا لا بحرم التطوع لتفویتہ الفرض اور جب نمازی بخوف ہو وقت
کے جانے سے تو نفل پڑھے جسقدر چاہے فرض سے پہلے اور اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو نفل نہ پڑھے بلکہ نفل پڑھنا حرام ہی واسطے فوت کرنے فرض کے ویاتی بالسنۃ
مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونہا مکملات وانا فی حقہ علیہ الصلوۃ والسلام فلزیادۃ الدرجات اور پڑھے سنتون کو ہر حال مین اگرچہ فرض تنہا پڑھے صحیح تر قول کے
بموجب اسلیے کہ سنتین فرضون کی تکمیل کرنیوالی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین زیادتی درجات کے لیے ہین م جاننا چاہیے کہ نفل دو طرح ہی ایک سنت
موکدہ جو بارہ رکعتین ہین پانچون نمازون مین اور ایک غیر موکدہ جیسے عصر سے پیشتر کی رکعتین یا اور نوافل پھر نمازی دو حال سے خالی نہین یا فرض جماعت سے پڑھیگا
یا تنہا اگر جماعت سے پڑھے تو سنت موکدہ قطعا پڑھے یعنی بلا عذر انکو ترک کرنے کا اختیار نہین اور اگر تنہا پڑھنا چاہتا ہی تب بھی ایک روایت مین یہی حکم ہی اور ایک روایت
مین اسکو اختیار ہی اسلیے ماتن نے کہا کہ اگرچہ منفرد ہی پڑھے تاہم سنتین پڑھے صحیح تر قول کے بموجب شامی نے کہا کہ نص شرعی مین جب تفرقہ منفرد اور جماعت کی نہین تو
احوط یہی ہی کہ اختیار ترک کا مطلقا نہو ہان اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو انکا ترک کر سکتا ہی م قول الدرر وان فاتتہ الجماعۃ شکل بان قیدہ بہ قول درر کا اگرچہ فوت ہو جاوے
نمازی کو جماعت مشکل ہی اس مسئلہ سے کہ گذرا سو اسکو خوب سوچ لے م یعنے پیشتر بیان ہوا کہ جسکو ایک رکعت فجر یا ظہر کے نکلنے کا خوف ہو وہ سنتین فجر یا ظہر کی ترک کرے
تو اب یہ کیسے کہہ سکتے ہین کہ سنتون کو پڑھے اگرچہ اسکو جماعت نہ ملے جیسا صاحب درر نے کہا ہی م یہ اعتراض ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین کیا ہی در واقع مین
اعتراض نہین بلکہ درر کی عبارت کا مطلب غلط سمجھ لیا ہی اسکے شروع کو خیال نہین کیا اسمین مسئلہ یون لکھا ہی کہ ایک شخص کو جماعت فوت ہو گئی اسنے فرض تنہا پڑھے
چاہے تو یہ شخص سنتین پڑھے یا نہین بعض مشائخ نے کہا کہ نہ پڑھے اسلیے کہ سنتین اسی وقت پڑھی جاتی ہین کہ فرض جماعت سے پڑھی جاہین مگر صحیح یہ ہی کہ سنتین پڑھے اگرچہ
جماعت اسکو نملے پس مصنف اور صاحب نہر الفائق نے اسکا مطلب یہ سمجھ لیا کہ سنتین ادا کرے اگرچہ ادا کرنے سے آگے کو جماعت نہ ملے حالانکہ اسکا مطلب یہ تھا کہ گو جماعت
اس سے فوت ہو گئی ہی مگر تاہم سنتین پڑھے کذا فی الشامی بتصرف ولو اقتدی بامام راکع فوقف حتی رفع الامام راسہ لم یدرکہا لان الشرکۃ فی جزء
من الرکن شرط ولم توجد فیکون مسبوقا فیاتی بہا بعد فراغ الامام بخلاف ما لو ادرکہ فی القیام ولم یرکع معہ فانہ یصیر مدرکا لہا فیکون لاحقا فیاتی بہا قبل الفراغ اور اگر
اقتدا کیا نمازی نے پیچھے امام رکوع کرنے والے کے اور توقف کیا یہانتک کہ اٹھالیا امام نے اپنا سر تو مقتدی مذکور نے اس رکعت کو نہین پایا اسلیے کہ شرکت ایک
جزو مین کسی رکن کے اقتدا کی شرط ہی اور وہ نہین پائی گئی تو مقتدی اس صورت مین مسبوق ہوگا یعنے اس رکعت کو امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے بخلاف اسکے صورت
کے کہ اگر امام کو قیام مین پایا اور توقف کیا اور اسکے ساتھ رکوع نکیا تو وہ اس رکعت کا پانیوالا ہوگا یعنی مقتدی مذکور اس رکعت کے حق مین لاحق ہوگا تو اسکو پڑھے
امام کے فارغ سے پیشتر م یعنی پہلے اسکو ادا کرے پھر متابعت امام کی بقیہ نماز مین کرے اور چونکہ مسبوق کے مسئلہ مین بعد الفراغ کہا تھا اسکی مناسبت سے یہان بھی قبل
الفراغ کہدیا حاصل یہ کہ اقتدا رکعت ملنے کے حق مین ابتداء اسی وقت ثابت ہوتا ہی جب کوئی حصہ قیام کا ملے یا رکوع کا تو پہلی صورت مین نہ جزو قیام مین شارکت
نہ رکوع مین اسلیے مسبوق ہوا اور دوسری صورت مین اقتدا ثابت ہو گیا مگر رکوع مین ساتھ نہ دینے سے لاحق ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا ومتی لم یدرکہا اگرچہ

تجب المتابعة فی السجدتین وان لم تجب الیہ ولا تفسد تبر کہا اور جب اوپر کے مسئلہ تمین مین مقتدی نے رکوع امام کے ساتھ نپایا تو واجب ہو امام کی متابعت دونون سجدون

مین اگرچہ یہ دونون سجدہ اسکے حق مین شمار نہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دونون سجدون کے پڑھنی پڑیگی اور فاسد نہوگی نماز ان دونون سجدون کے ترک

سے م بعض نادواقف جب رکوع نہین ملتا تو نیت توڑ دیتے ہین کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیے ماتن نے آگاہ کردیا کہ اگر رکوع نملے تو اقتدا صحیح ہوگیا امام کی

متابعت سجدون مین واجب ہو گو انکے نکرنے سے نماز فاسد نہوگی فلو لم یدرک الرکعة ولم یتابعه لکنه اذا سلم الامام قام واتی برکعة فصلوته تامة وقد ترک واجبا النهر عن التجنیس

پھر اگر مقتدی نے رکوع نپایا اور امام کی متابعت سجدون مین نکی مگر جب امام نے سلام پھیرا تو اُسنے اُٹھکر ایک رکعت پڑھلی تو نماز اسکی پوری ہو اور اُسنے ترک واجب کیا

یعنے شروع اقتدا مین متابعت امام کی سجدون کے اندر واجب تھی اُسکا تارک ہوا کذا فی النهر عن التجنیس ولو رکع قبل الامام فلحقه امامه فیه صح رکوعه وکره بان قرا

الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پھر امام نے اُسکو رکوع مین جالیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہو پہلے رکوع کرنا اگر امام

مقدار فرض پڑھ چکا ہو م مکروہ تحریمی اسوجہ سے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجھسے پہلے مت کرو اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جو شخص امام سے

پہلے رکوع کرتا ہو یا اپنا سر اٹھاتا ہو اسکو یہ خوف نہین کہ خدا تعالی اُسکا سر کہین گدھے کے سر سے نہ بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قرات واجبہ ہی یعنی الحمد تمام آیتین پڑھ چکا

ہو اسوقت مقتدی اُس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا الا یجزیه اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ مین نہ جالیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اُٹھالیا تب امام نے

رکوع کیا یا مقتدی نے اسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قرات واجبہ نہ پڑھ چکا تھا تو رکوع مذکور اُسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہوجائیگی

کذا فی الشامی ولو سجد المؤتم مرتین والامام فی الاولے لم تجزه سجدته عن الثانیة وتمامه فی الخلاصة اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دوبار اور امام پہلے ہی سجدہ مین ہو تو مقتدی

کا اُسکا سجدہ دوسرے سجدہ سے کافی نہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہو م یعنے اگر مقتدی نے دو سجدہ کیے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہو تو مقتدی کا دوسرا

سجدہ معتبر نہین اُسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہو ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت

یہ باب ہو احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازون کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرة لا تزول بالقضاء بل بالتوبة والحج مصنف نے فائت کو

متروکات نہ کہا واسطے بہتری گمان کرنے کے مسلمانون پر کیونکہ نماز مین بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہو کہ دور نہین ہوتا قضا پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہو توبہ کرنے سے

یا حج کرنے سے م یعنی اگر متروکات کہتا تو چھوڑی ہوئی نمازین مراد ہوتین جنکو نمازی نے چھوڑ دیا جان بوجھکر اور چونکہ جان بوجھکر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ تھا اسلیے فوایت کہا

یعنی جو نمازین مسلمان سے رہ گئین خود اُسنے نہین چھوڑین اور حج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اُس قول کے بموجب ہو کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہوجاتا ہو چنانچہ کتاب الحج مین

آویگا کذا فی الطحطاوی ومن العذر العدو وخوف القابلة موت الولد لانه علیه الصلوة والسلام اخرها یوم الخندق اور عذر مین سے ہو دشمن کا ہونا اور ڈر دائی جنائی کا بچہ کے مرنے

سے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن م یعنے جس روز خندق کھودی اُس روز چار نمازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

اوقات معینہ پر نہوئین یہانتک کہ کچھ رات گذرے آپنے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا اُنھون نے اذان کہی پھر تکبیر کہی آپنے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہلوا کر مغرب

پڑھی پھر تکبیر کہی اور عشا پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کر لینے سے نماز مین تاخیر درست ہو کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند اصطلاحین

فقہی بیان کرتا ہو م الاداء فعل الواجب فی وقته وبالتحریمة فقط بالوقت یکون اداء عندنا وبرکعة عند الشافعی پھر ادا کے یہ معنی ہین کہ واجب کو اسکے وقت مین کرنا اور بسبب صرف تحریمہ

اُسکے وقت کے اندر ادا ہوگی ہمارے نزدیک اور ایک رکعت وقت مین ہونے سے ادا ہوگی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہ ضرور نہین کہ ادا مین سب نماز یا ارکان واجب وقت کے اندر ہون

بلکہ حنفیہ کے نزدیک نماز کی تحریمہ اگر وقت مین ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وقت مین ہوجانیسے ادا کہلائیگی والاعادة فعل مثله فی وقته لخلل غیر الفساد

۱۱ لقولهم کل صلوة ادیت مع کراهة التحریم تعاد ای وجوبا فی الوقت واما بعده فندبا اور اعادہ کے یہ معنی ہین کہ مثل واجب کو وقت واجب مین کرنا بسبب کسی خلل کے سوائے فاسد ہونیکے

یہ تعریف اسلیے کی کہ فقہا کا قول ہو کہ جو نماز ادا کیجاے کراہت تحریمی کے ساتھ وہ اعادہ کیجائے یعنی اسکا اعادہ واجب ہو وقت کے اندر اور بعد وقت کے تو اعادہ مستحب ہو
م شامی نے کہا کہ یہ تعلیل شارح کی علیل ہو اسلیے کہ اس سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ جو نماز فاسد ہو اُسکا اعادہ نکیا جاے حالانکہ تعریف مین غیر فاسد مذکور ہو اور نیہ
لہ اعادہ خاص ہو وقت کے اندر بلکہ خود تصریح کردی کہ بعد وقت کے بھی اعادہ ہوتا ہو دوسرے یہ کہ تفصیل اعادہ کے واجب ہونے کی وقت مین اور مستحب ہونیکی
بعد وقت کے صرف بے دلیل ہو بحر الرائق کی تبعیت سے شارح نے ذکر کی ہو حالانکہ خیر الدین رملی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا ہو کہ واجب ہو کہ بحر الرائق کے اس قول پر
اعتماد نکیا جاے کیونکہ فقہا کا قول ہو کہ جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کیجاے اُسکا اعادہ لازم ہو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ اعادہ خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد دونون
صورتون مین واجب ہو اور یہی قول راجح ہو والقضاء فعل الواجب بعد وقتہ واطلاقہ علی غیر الواجب کالتی قبل الظہر مجاز اور قضا کے یہ معنی ہین کہ واجب کو اُسکے وقت
کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا جیسے ظہر کے پیشتر کی سنتون پر قضا کا کہنا مجاز ہو یعنے قضا صرف فرض وواجب کی ہوتی ہو اور سنت پر قضا کا بولنا مجازا ہو
نہ حقیقۃ الترتیب بین الفروض الخمسۃ والوتر اداء وقضاء لازم یفوت الجواز بفوتہ للخبر المشہور من نام عن صلوۃ وبہ یثبت الفرض العملی ترتیب درمیان پانچون
فرض اور وتر کے ادا مین اور قضا مین لازم ہو فوت ہوتا ہو صحیح ہونا فرض و وتر کا ترتیب کے فوت سے بسبب خبر مشہور من نام عن صلوۃ کے اور اس حدیث سے
ثابت ہوتا ہو ترتیب کا فرض عملی ہونا م ترتیب کو صدر الشریعۃ نے فرض کہا ہو اور محیط مین شرط اور معراج مین واجب اور چونکہ فرض اکثر اعتقادی کو بولا کرتے ہین اور ترتیب فرض
عملی ہو اور شرط حقیقی بھولنے سے ساقط نہین ہوتی اور ترتیب ساقط ہوجاتی ہو اور واجب کے فوت سے صحت فوت نہین ہوتی بخلاف ترتیب کے اسلیے مصنف نے لازم
کہا تاکہ سب الفاظ کو عام ہو شارح نے لزوم کی دلیل اس حدیث کو بتایا کہ پوری اسطرح ہو جو کوئی سو جاوے کسی نماز سے یا بھول جائے اور اُسکو یاد نہ آئے مگر اُس وقت
کہ وہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو تو چاہیے کہ اس جماعت کی نماز کو پڑھ لیوے اور اُسکے بعد اسکو پڑھے جسکو یاد کیا تھا پھر اُسکا اعادہ کرے جسکو امام کے ساتھ پڑھا تھا ہی
فتح القدیر مین کہا کہ دعوی اُسکے مشہور ہونے کا نامقبول ہو کیونکہ اُسکے مرفوع ہونے مین بھی اختلاف ہو کہ بعض موقوف کہتے ہین چہ جائے کہ مشہور ہو کذا فی الشلبی
قضاء الفرض والواجب والسنۃ فرض وواجب وسنۃ لف ونشر مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب اور سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہو شارح نے
کہا کہ اس عبارت مین لف ونشر مرتب ہو یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہو اور واجب نماز فوت شدہ کی قضا واجب ہو اور سنت کا قضا پڑھنا سنت ہو اور واجب نماز جیسے
نذر کی یا جس نفل کو شروع کرکے توڑ دیا ہو یا وتر امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی بتصرف وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلثۃ المنھیۃ کما مر اور سب اوقات عمر کے وقت
ہین قضا پڑھنے کے لیے بجز تین وقتون منع کیے ہوے کے جیسا کہ گذرا یعنی اوقات نماز مین بیان ہوچکا ہو کہ طلوع اور غروب اور استوا کے وقت مین نماز مکروہ تحریمی ہو
اور سوا ان تین وقتون کے اور وقتون مین قضا نماز صحیح ہو اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو فلم یجز تفریع علی اللزوم فجر من تذکر انہ لم یوتر لوجوبہ عندہ الا اذا استثنی من اللزوم
فلا یلزم الترتیب اذا ضاق الوقت المستحب حقیقۃ اذ لیس من الحکمۃ تفویت الوقتیۃ لتدارک الفائتۃ پس نہین جائز ہو فجر اُس شخص کی جسکو یاد ہوا کہ اُسنے وتر نہین پڑھی بسبب واجب
ہونے وتر کے امام کے نزدیک شارح نے کہا کہ یہ تفریع ہو لزوم ترتیب پر درمیان فرض اور واجب کے مگر جبکہ تنگ ہوجاے وقت مستحب واقع مین نہ نمازی کے گمان مین
یعنے یہ صورت لزوم ترتیب سے خارج ہو اسمین ترتیب لازم نہوگی کیونکہ حکمت کی بات نہین وقتی نماز کا فوت کردینا واسطے تدارک فوت شدہ کے م نہ جائز ہونیکے معنی
کہ نماز فجر کا فاسد ہونا ملتوی رہیگا چنانچہ آگے آویگا اور وقت کے تنگ ہوجانے سے یہ غرض کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑھتا ہی تو وقت مستحب وقتی کے لیے نہین رہتا مثلاً عصر
مین آفتاب زرد ہوجاتا ہو تو اس صورت مین ترتیب ساقط ہوجاتی ہو کیونکہ وقتی کو فائتہ کردینا اور فائتہ کو ادا کرنے مین کچھ حکمت نہین ولو لم یسع الوقت کل الفوائت
فالاصح جواز الوقتیۃ مجتبی اور اگر وقت گنجائش نرکھتا ہو سب فائتہ نماز دن کے لیے تو صحیح تر جائز ہونا وقتیہ کا ہو کذا فی المجتبی م صورت اسکی یہ ہو کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ نماز عشا
مع وتر ہو اور صبح کا وقت اتنا ہو کہ اُسمین وتر اور نماز صبح ہوسکتی ہو تو فقہا نے اسکو ترجیح دی ہو کہ جبتک وتر نہ پڑھ لیگا صبح کی نماز درست نہوگی اور مجتبی مین اصح
اسکو ٹھہرایا ہو کہ صبح کی نماز جائز ہوگی کذا فی الحلبی وفیہ ظن من علیہ العشاء ضیق وقت الفجر فصلاہا وفیہ سعۃ یکررہا الی الطلوع وفرضہ الاخیر اور مجتبی مین ہو

کہ جس شخص کے ذمہ عشا ہو اُسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا پس پڑھا فجر کی نماز کو اور وقت مین وسعت ہو تو نماز فجر کو مکرر پڑھے طلوع آفتاب تک اور فرض اُسکا سب سے پچھلا
ہوگا م صورت اسکی یہ ہے کہ نمازی نے یہ خیال کیا کہ وقت مین اتنی گنجائش نہین کہ عشا اور فجر دونون ہو جائین اسلیے اُسنے صرف فجر کی نماز پڑھی پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت
ابھی باقی ہے اور اُسمین بھی یہی خیال کیا کہ دونون نمازین نہونگی تو فجر کی نماز پھر پڑھے اسی طرح جتنی بار گنجائش ہو فجر کو پڑھتا تو جو دوگانہ طلوع کے قریب ہوگا وہ فرض ہوگا اور باقی
نفلین ہونگی اور جب یہ خیال ہو کہ وقت مین گنجائش دونون نمازونکی ہے تو اول عشا پڑھے پھر فجر کذا فی الشامی او نسیت الفائتة لانہ عذر یا بھول جاے نماز فوت شدہ تب بھی
ترتیب لازم نہین اسلیے کہ بھولنا عذر ہے یعنی عذر آسمانی ہے کہ اسمین بندہ کو اختیار نہین اور فائتہ کا یاد پڑنے سے ہوتا ہے جبتک یاد نہ آویگی اُسکا وقت نہوگا کذا فی البحر او فاتت ست
اعتقادیة لدخولہا فی حد التکرار المفضی للحرج یا فوت ہو جائین چھ نمازین فرض اعتقادی تب بھی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے چھ کے اُس شمار مین کہ جاتی ہے مکرر ہونے کو
اور پہونچانیوالی ہے تنگی کی طرف م یعنی چھ سے کمتر نمازون مین ہو سکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر نہو جیسے ایکدن رات کی پانچ نمازین اور اگر فائتہ نمازین چھ ہونگی تو بالضرور ایک نماز مکرر
ہوگی اور تکرار کی صورت مین ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تھا اسلیے چھ نمازون کو جنمین قطعاً تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا سبب ٹھہرایا اور اعتقادی کی قید اسلیے
لگائی کہ فرض عملی یعنے وتر نکلجاے ہر چند ترتیب اُسمین اور دوسری نمازون مین فرض ہے مگر وتر کا شمار فوائت مین جداگانہ نہین اور شاید اسلیے نہین کہ اسکا کوئی وقت مستقل
نہین پھر ترتیب کا سقوط اس سبب سے فائتہ اور وقتی مین یا وہ فوت شدہ نمازون مین ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازون مین ترتیب ساقط نہین ہوتی مثلاً جسکی چھ نمازین فوت
ہوگئی ہین تو عشا اور وتر کی ترتیب اُسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسة علی الاصح ولو متفرقة او قدیمة علی المعتمد لانہ متی اختلف الترجیح رجح اطلاق المتون بخروج
نمازونکے فوت ہونیسے ترتیب ساقط ہوگی ساتھ نکلنے چھٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چھ نمازین متفرق ہون یا قدیم ہون مذہب معتبر پر اسلیے کہ جب ترجیح مختلف
ہوتی ہے تو متون کے اطلاق کو ترجیح دیجاتی ہے کذا فی البحر م قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ وقت چھٹی نماز کے داخل ہونیکا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہ ہے کہ مثلاً چھ نمازین
صبح ہی کی فوت ہو گئین اور اُنکے بیچ کی نمازین بدون یاد آنے فوائت کے پڑھ لین اور قدیم کی مثال یہ کہ ایک شخص نے مثلاً ایک مہینا برابر نماز نہ پڑھی پھر اُسنے کوئی نماز قضا نہ کی
اب اگر کوئی نماز نئی قضا ہوگی اور باوجود اسکی یاد کے دوسری نماز پڑھیگا تو دوسری درست ہو جائیگی کیونکہ یہ فائتہ پہلے کی نمازون فوت شدہ مین ملجائیگی اور بعضون نے
کہا ہے کہ چھ نمازین حال کی فوت ہو جانے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پہلے فوائت کا اعتبار نہین اور تجنیس مین اسی پر فتوی لکھا ہے اور مجتبی مین قول اول کو اصح کہا ہے اور معراج مین
اُسپر فتوی بیان کیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین فتوی اور تصحیح مختلف ہین مگر چونکہ متون فقہ مین مطلق چھ نمازون فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہون یا پرانی اسلیے شارح نے کہا کہ ترجیح متونکے
اطلاق کو دینا چاہیے یعنی قول اول ہی معتمد ہے کذا فی البحر او ظن ظنا معتبرا ای یسقط لزوم الترتیب ایضا بالظن المعتبر کمن صلے الظہر ذاکرا لترکہ الفجر فسد ظہرہ فان قضی الفجر ثم
صلی العصر ذاکرا للظہر جاز العصر اذ لا فائتة علیہ فی ظنہ حال اداء العصر وہو ظن معتبر لانہ مجتہد فیہ یا گمان کیا گمان معتبر یعنے ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے بھی مثلاً ایک
شخص نے ظہر کی نماز پڑھی یاد کر کے کہ مین نے فجر نہین پڑھی تو اُسکی نماز ظہر فاسد ہوگئی پھر جب اُسنے فجر کو قضا پڑھ لیا اور اُسکے بعد عصر کو پڑھا حالانکہ ظہر اُسکو یاد ہے تو اُسکی
نماز عصر کی درست ہوگی اسلیے کہ اُسکے گمان مین عصر کے ادا کرنے کے وقت اُسپر کوئی نماز قضا نہین اور گمان معتبر ہے اسلیے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے م یعنے اگر اپنے گمان مین ترتیب
کو واجب نہین جانتا اور بعد اسطرح نمازونکے پڑھنے کے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونیکا حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہین تو اُسکا گمان
غیر معتبر نہ ٹھہرا اسلیے ترتیب ساقط ہوئی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی مین ہے و فی المجتبی من جہل فرضیة الترتیب لحق بالناسی واختارہ جماعة من ائمة بخاری و علیہ یخرج ما فی القنیة
صبی بلغ وقت الفجر و صلی الظہر مع تذکرہ جاز ولا یلزم الترتیب بہذا العذر اور مجتبی مین ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائیگا بھولنے والے سے یعنے
عذر جہالت سے بھی ترتیب ساقط کر دیجاتی ہے اور اختیار کیا ہے اسکو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ مین ہے کہ ایک لڑکا فجر کے
وقت بالغ ہوا اور اُسنے ظہر کی نماز پڑھی باوجود فجر کے یاد ہونیکے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عذر سے اُسپر ترتیب لازم نہوگی یعنے ترتیب کے فرض ہونیکا علم غالباً اس عمر مین نہین
ہوتا تو جہالت کے عذر سے اُسپر سے ترتیب ساقط ہوگی کذا فی النہر م ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونیکا تصور کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ جب جہالت بھول مین

داخل ہے اور ظن معتبر بھی جہالت کی قسم ہے تو یہ بھی نسیان مین داخل ہو چنانچہ صاحب بحر الرائق نے انکو نسیان سے ملحق کیا ہے پس سبب سقوط ترتیب کے وہی تین رہے جو متن والون نے لکھے ہین یعنے وقت کا تنگ ہونا اور بھولنا اور فوائت کا چھ یا زیادہ ہونا کذا فی الشامی

ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتہا ای الفوائت بعود الفوائت الی القلۃ بسبب القضاء لبعضہا علی المعتمد لان الساقط لا یعود

اور عود نہین کرتا لزوم ترتیب کا بعد ساقط ہو جانیکے فوائت کی کثرت کی وجہ سے بسبب ہو جانے فوائت کے قلت کی طرف بباعث قضا پڑھ لینے بعض فوائت کے مذہب معتمد پر وجہ عود نکرنیکی یہ ہے کہ ساقط چیز دوبارہ نہین آتی م صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازین قضا ہین تو ظاہر ہے کہ لزوم ترتیب ان فوائت کی وجہ سے ساقط ہو گیا اب اُس شخص نے اُن نمازون کو قضا پڑھتے پڑھتے چھ نمازون سے کم کر دیا یہانتک کہ مثلاً ایک ہی فائتہ اسکے ذمہ لگی تب بھی لزوم ترتیب عود نکریگا یعنی اُس نماز باقی کو یاد کر کے اگر کوئی نماز پڑھیگا تو نماز وقتی جائز ہوگی اور معتمد کی قید اسلیے لگائی کہ غیر معتمد قول یہ ہے کہ جب فوائت چھ سے کم ہو جائین تو ترتیب عود کر آتی ہے اور اسی قول کو ہدایہ مین پسند کیا ہے اور کافی مین اسکو رد کیا ہے اور محیط اور معراج اور کافی مین فتوی اول قول پر ہے اور بعض کے قضا پڑھنے کی قید اسلیے کی کہ اگر کل کی قضا کر لیگا اور ایک نماز بھی اُسکے ذمہ نرہیگی تو سب کے نزدیک صاحب ترتیب ہو جائیگا چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہے کذا فی الشامی

وکذا لا یعود الترتیب بعد سقوطہ ببعض المسقطات الثلثۃ السابقۃ من النسیان والضیق حتی لو خرج الوقت فی خلال الوقتیۃ لا تفسد وہو مؤد ہو الاصح مجتبی

اور اسیطرح عود نہین کرتی ترتیب بعد اسکے ساقط ہونے کے کسی گذشتہ ساقط کرنیوالی چیزون کی وجہ سے یعنی بھولنے اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط ہو جائیگی تب بھی عود نکریگی یہانتک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہوگی اور نمازی ادا پڑھنے والا ہوگا یہی صحیح تر ہے کذا فی المجتبی م یعنی تنگی وقت کے باعث ترتیب ساقط ہو کر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نکریگی یہانتک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جائیگا تو فاسد نہوگی کیونکہ ترتیب ساقط ہو گئی اور یہ نماز وقتی ادا ہوگی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہو کر پھر عود نکریگی اور بعض فقہا کے نزدیک جتنی نماز وقت مین ہوگی اسقدر ادا ہوگی اور جتنی وقت سے خارج ہوگی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ سب قضا ہوگی مگر اصح یہ ہے کہ ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً

لکن فی النہر والسراج عن الدرایۃ لو سقط للنسیان والضیق ثم تذکر وتسع الوقت یعود اتفاقاً ونحوہ فی الاشباہ فی بیان الساقط لا یعود فلیحرر

لیکن نہر الفائق اور سراج مین درایہ سے ہے کہ اگر ترتیب نسیان اور وقت کی تنگی سے ساقط ہو گئی پھر اسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت مین گنجایش ہے تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اُسکے ہے اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی تو اسکی تنقیح کرنی چاہیے م تنقیح یہ ہے کہ وقت کی تنگی مین خلاف لفظی ہے کیونکہ مجتبی مین عدم عود کی تصریح اُس صورت مین ہے کہ وقت نکل گیا ہو اور درایہ مین عود کی تصریح اُس صورت مین ہے کہ وقت مین گنجایش ہو دونون کو جمع کرینگے تو دونون قولون مین کچھ منافات نہین اور اسیطرح بھولنے کے بعد یاد کرنیکی صورت مجتبی مین اسپر محمول ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور درایہ مین اُسپر محمول ہے کہ نماز وقتی کے فارغ ہونیسے پیشتر یاد ہوتی ہو کذا فی الحلبی

وفساد اصل الصلوٰۃ بترک الترتیب موقوف عند ابی حنیفۃ سواء ظن وجوب الترتیب اولا فان کثرت وصارت الفوائت مع الفائتۃ ستا ظہر صحتہا بخروج وقت الخامسۃ التی ہی سادسۃ الفوائت لان دخول وقت السادسۃ غیر شرط لانہ لو ترک فجر یوم وادی باقی صلوٰتہ انقلب صحیحۃ بعد طلوع الشمس

اور فاسد ہونا وصف نماز کا بسبب چھوڑنے ترتیب کے ملتوی ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک برابر ہے کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہین پس اگر بہت ہو جائین اور وہ سب نمازین جنکا فساد موقوف ہے فائتہ کے ساتھ ملکر چھ ہو جائین تو ظاہر ہوگی صحت ان پانچون کی پانچوین نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار مین چھٹی ہے نمازون سے اسلیے کہ داخل ہونا چھٹی نماز کے وقت کا شرط نہین کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر نہ پڑھی اور باقی نمازین اس دن کی ادا کین فجر کو یاد کر کے تو یہ نمازین دوسرے دن کے آفتاب کے طلوع ہونے پر صحیح ہو جائینگی م یعنے اگر دخول وقت چھٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دن کے زوال پر صحیح ہوتین شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت نہر الفائق فساد اصل کہا حالانکہ امام کے نزدیک اصل نماز فاسد نہین ہوتی بلکہ وصف فاسد ہو جاتا ہے یعنے نماز فرض نہین رہتی نفل ہو جاتی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اصل کی جگہ وصف لکھتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ وصف کا کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہین رہتا بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونون قطعاً فاسد ہو جاتے ہین

اور امام ابو یوسف کے نزدیک فقط وصف قطعاً فاسد ہو جاتا ہی دوسرے یہ کہ سادستہ الفوائت کہنا مناسب نہین بلکہ سادستہ الصلوٰۃ درست ہی اسلیے کہ پچھلی پانچون نمازین نہین
ہوئین کذا فی الطحطاوی والا بان لم تصر ستا لا یظہر صحتہا بل تصیر نفلا وفیہا یقال صلوٰۃ تصحح خمسا واخری تفسد خمسا اور اگر فاسد نمازین بہت نہون یعنی چھ نہو جائین تو اُن
نمازون پنجگانہ کی فرضیت ظاہر نہو گی بلکہ نفلین ہو جائینگی یعنے اگر نماز متروکہ فجر کو دوسرے فجر کے وقت مین بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے پیشتر پڑھیگا تو جو نمازین موقوف الفساد
تھین وہ فاسد ہو جائینگی یعنے نفلین ہو جائینگی اور اگر نماز متروکہ کو طلوع شمس تک نہ پڑھیگا تو سب درست ہو جائینگی اور اسی چھٹی نماز مین یہ بھی معما کہا جاتا ہی کہ ایک نماز
پانچ نمازون کو درست کر دیتی ہی اور دوسری نماز پانچ فرض کو فاسد کرتی ہی ہم جواب اس معما کا یہ ہی کہ وہی نماز فائتہ ہی کہ اگر اسکو پانچوین نماز پڑھنے کے بعد اسکے وقت
نکلنے سے پیشتر قضا کریگا تو پانچون نمازین فاسد ہو جائینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھیگا تو پانچون نمازین صحیح ہو جائینگی اور دوسری نماز اسلیے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد
پڑھی گئی ورنہ حقیقت مین ایک ہی ہی اور چونکہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہی تو نماز کو صحیح کہنے مین شارح سے سامحت ہوئی کذا فی الشامی ولو مات وعلیہ صلوات
فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوٰۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ اور اگر ایک شخص مرا اور اسکے ذمہ نمازین فوت شدہ ہین اور وصیت کی کفارہ دینے کی
دیا جاے ہر نماز کے لیے آدھا صاع گیہون مانند صدقہ فطر کے م یعنے آدھا صاع گیہون یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خواہ چھوارا یا اُنکی قیمت دیوے اور وصیت کرنی
اُس شخص کو لازم ہوگی اگر وہ قادر تھا فوائت کے ادا پر اور ادا نہ کی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر مین لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی
من ثلث مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا ویدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم اور ایسا ہی حکم ہی وتر اور روزہ کا یعنی اُنمین سے ہر ایک کے
عوض صدقہ فطر کے مانند دینا چاہیے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جاے اور اگر میت نے کچھ مال نچھوڑا ہو یا اتنا نہو کہ سب نمازونکے کفارہ کو کافی ہو تو میت کا
وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہون مثلاً قرض لے اور اُسکو فقیر کے حوالہ کرے پھر فقیر وہ گیہون وارث کو ہبہ کردے اور وارث پھر فقیر کو دیدے اسیطرح اتنی بار داد و ستد
ہو کہ کفارہ تمام ہو جاے م یہ حیلہ اس امر کا ہی جو اس زمانہ مین اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہی اور اہل ہند اس باب مین بالفعل یہ حیلہ استعمال کرتے ہین کہ عمر بھر کے نماز و
روزہ کا حساب کر کے کفارہ کا نقد دام ٹھہرایا یا اناج معلوم کر لیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دیکر اپنے ذمہ قرض لیا یا جا اسکے اُس قرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہین
اور یہ اسقاط وارث کے ذمہ واجب نہین تبرع ہی مگر اسطرح کا تبرع خالی تکلف سے نہین ولو قضاہا ورثتہ بامرہ لم تجز لانہا عبادۃ بدنیۃ بخلاف الحج لانہ یقبل النیابۃ اور اگر
نمازون فوت شدہ کو میت کے وارثون نے اسکے حکم سے قضا پڑھا تو اُسکی طرف سے درست نہونگی اسلیے کہ نماز عبادت بدنی ہی ہر مکلف کو حکم ہی کہ اپنے بدن سے اسکو بجا لائے
دوسرے کے ادا کرنے سے ادا نہو گی بخلاف حج کے اسلیے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہی یعنی وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہی اگرچہ میت نے اُسکی وصیت
نکی ہو کیونکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اسکے مردہ باپ کیطرف سے حج کرنیکی اجازت فرمائی تھی کذا فی الطحطاوی ولو ادی للفقیر اقل من
نصف صاع لم تجز ولو اعطاہ الکل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہوگا اور اگر سب غلہ اُسیکو دے دیا تو درست ہی م یعنے صدقہ فطر سے اس کفارہ
مین اتنا فرق ہی کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہی اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہین اور کفارہ یمین اور ظہار اور افطار مین عدد شرط ہی ایک کو سب
دینا درست نہین کذا فی الشامی ولو فدی عن صلوٰتہ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا میت نے اپنی نماز سے اپنے مرض موت مین تو صحیح نہوگا یعنی اُسپر
واجب ہی کہ وصیت کر جاے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت مین روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہی لیکن اُسکی صحت بعد موت کے ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ویجوز
تاخیر الفوائت وان وجبت علی الفور لعذر السعی علے العیال وفی الحوائج علی الاصح اور جائز ہی تاخیر کرنا فوت شدہ نمازونکا اگرچہ واجب اُسیوقت ہوتی ہین بسبب
عذر کمائی کے عیال کے لیے اور سعی کرنے کے اپنی حاجتون مین صحیح تر قول کے بموجب یعنی بہت سے فائتہ جنسے ترتیب ساقط ہو جاتی ہی اُنکو اگر زن و فرزند کے لیے کمائی کی وجہ
سے یا اور کسی حاجت کے باعث تاخیر کرے تو جائز ہی تو جب اپنے کام سے جسقدر فرصت ملے اُسیقدر قضا پڑھلے اُنکو چھوڑنا نچاہیے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ التلاوۃ
والنذر المطلق وقضاء رمضان موسع وضیق الحلوانی کذا فی المجتبی اور سجدہ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا وسعت دیگئی ہی یعنی ان

تینون کو جب چاہے ادا کرے اور تنگ کیا حلوانی نے کذا فی المجتبی م یعنے حلوانی کا قول ہے کہ واجب علی الفور ہین اور نذر مین مطلق کی قید اسلیے لگائی کہ نذر معین کا اُسکے وقت
مین ادا کرنا واجب ہے کذا فی الشامی ویعذر بالجہل حربی اسلم ثمہ ومکث مدۃ فلا قضاء علیہ لان الخطاب انما یلزم بالعلم او بدلیلہ ولم یوجدا ور معذور رکھا جائیگا جہالت
سے وہ حربی کہ مسلمان ہوا دار الحرب مین اور ٹھہرا رہا کچھ مدت تو اُسپر قضا نہو گی اسلیے کہ خطاب شریعت کا صرف لازم ہوتا ہے علم سے یا دلیل علم سے اور وہ دونون پائے
نہین گئے م دلیل علم سے مراد دار الاسلام مین ہونا ہے کہ دار الاسلام مین اسلام کے فرض ہر کوئی جانتا ہے تو یہان رہنے سے عذر جہالت مسموع نہو گا اور جسقدر نمازین
فوت ہوئی ہونگی اُنکو قضا پڑھیگا کذا فی الشامی کما لا یقضی مرتد ما فاتہ زمنہا ولا ما قبلہا الا الحج لانہ بالردۃ یصیر کالکافر الاصلی جیسے نہ قضا پڑھے مرتد اُن نمازون کو
کہ فوت ہوئی ہون زمانہ ردت مین اور نہ اُنکو کہ ردت سے پیشتر فوت ہوئی ہون بجز حج کے کہ اُسکا اعادہ کرنا پڑیگا کیونکہ وہ مرتد ہونے سے مثل کافر اصلی کے
ہو جاتا ہے تو جیسے کافر پر قضا کفر کے وقت کی نمازون کی نہین ہے اور حج اسلام بشرط قدرت فرض ہے اسی طرح مرتد کو تصور کرنا چاہیے ولذا یلزم باعادۃ فرض
اداہ ثم ارتد عقیبہ وتاب ای اسلم فی الوقت لانہ حبط بالردۃ قال اللہ تعالی ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ اور اسی لیے یعنے مرتد کے کافر اصلی کے مانند ہونے
سے لازم کیا جائیگا مرتد کو دوبارہ پڑھنا فرض کا جسکو مرتد نے ادا کیا پھر اُسکے پیچھے مرتد ہو گیا اور توبہ کی یعنے مسلمان ہوا اُسی فرض کے وقت مین کیونکہ
فرض مذکور باطل ہو گیا مرتد ہونے کی جہت سے اللہ تعالے فرماتا ہے اور جو شخص نہ مانے ایمان کو تو اُسکے عمل باطل ہو جاتے ہین وخالف الشافعی رح بدلیل ثم یمت
وہو کافر قلنا افادت عملین وجزئین احباط العمل والخلود فی النار فالاحباط بالردۃ والخلود بالموت علیہا فلیحفظ اور خلاف کیا ہے امام شافعی رح نے دلیل فیمت
وہو کافر سے ہم کہتے ہین کہ آیت مین دو کامون اور دو جزا اُن کا افادہ فرمایا ہے عمل کا باطل ہونا اور دوزخ مین ہمیشہ رہنا دو جزائین ہین سو اول جزا ردت کی ہے
اور دوسری ردت پر مرنے کی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م امام شافعی رح نے فرمایا ہے کہ اس شخص پر اعادہ فرض لازم نہین اسلیے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ومن
یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحب النار ہم فیہا خلدون تو اس آیت مین عمل کے باطل ہونے
کو معلق کیا ہے ردت پر مرنے سے پس جبکہ وہ شخص اسی وقت مسلمان ہو گیا اور ردت پر نہین مرا تو اُسکا فرض نہین باطل ہوا ہم جواب دیتے ہین کہ
اس آیت مین دو شرطین اور دو جزائین بطریق لف ونشر مرتب کے اول شرط مرتد ہونے کی ہے اُسکی جزا عمل کا باطل ہونا ہے اور دوسری شرط کفر
پر مرنے کی ہے جسکی جزا دوزخ مین ہمیشہ رہنا ہے کیونکہ پہلی آیت ومن یکفر الآیہ مین عمل کے باطل ہونے کو صرف کفر پر مشروط کیا ہے تو اسمین بھی یہی جاننا چاہیے
کذا فی الشامی مختصرا فرع مسائل ملحقہ شارح کے صبی احتلم بعد صلوٰۃ العشاء واستیقظ بعد الفجر لزمہ قضاءہا ایک لڑکے کو احتلام ہوا بعد اُسکے عشا کی نماز
پڑھ لینے کے اور وہ جاگا فجر کے بعد تو اُسکو لازم ہے عشا کا قضا پڑھنا کیونکہ جو اُسنے پڑھی تھی وہ نفل ہوئی تھی اور مکلف بعد اسکے ہوا وقت کے ہونے اور سونا
مانع خطاب شرعی کا نہین کذا فی الشامی صلی سنۃ مرضہ بالتیمم والایماء ما فاتہ فی صحتہ صح ولا یعید لو صح پڑھی نمازی نے اپنے مرض مین تیمم اور اشارہ سے وہ
نمازین کہ اُسکو فوت ہوئی تھین اسکی صحت مین تو درست ہونگی اور اُنکو دوبارہ نہ پڑھے جب تندرست ہو جاے کثرت الفوائت نوی اول ظہر علیہ او آخرہ وکذا
الصوم لو من رمضانین ہو الاصح بہت ہو گئین فوائت نیت کرے اول ظہر کی اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی اور یہی حال ہے اگر دو رمضانون سے ہو یہی صحیح تر ہے م
مثلا بہت سے فوائت کی یہ ہے کہ مثلا ہفتہ بھر کی نمازین قضا پڑھنی ہین تو تعیین قضا مین ضروری ہے کہ مثلا کون سے دن کی ظہر پڑھتا ہے اسلیے شارح نے کہا کہ
نیت سب سے اول ظہر کی کرے تو سب سے پہلے دن کی نماز ذمہ سے ساقط ہو گی بعد اُسکے دوسرے روز کے ظہر اول ہو جاینگی اسی طرح سب ادا ہو جائینگی اور آخر
ظہر کی نیت سے بھی یہی فائدہ ہے اور دو رمضانون کے روزے مین بھی اول رمضان یا آخر رمضان کی نیت سے تعیین ہو جائیگی اور اگر ایک رمضان کے کئی
روزہ ہون تو تعیین کی کچھ حاجت نہین کذا فی الشامی وینبغی ان لا یطلع غیرہ علی قضائہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا واللہ اعلم اور چاہیے یہ کہ اپنی قضا پڑھنے پر
دوسرے شخص کو اطلاع نہ کرے یعنے قضا نماز چھپا کر پڑھے کیونکہ نماز کو وقت سے ٹالنا گناہ ہے تو اُسکو ظاہر نہ کرے واللہ اعلم شامی نے کہا کہ ظاہر اقضا نماز کا

اعلان کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

باب سجود السهو

یہ باب ہے سہو کے سجدونکے بیان مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجود سہو کی اضافت از قبیل اضافت حکم کے ہے طرف اُسکے سبب کے م اسپر یہ اشکال ہے کہ حکم تو وجوب ہے نہ سجدہ کرنا تو اُسکا جواب یہ ہے کہ یہ اضافت بتقدیر مضاف ہے یعنی اصل مین وجوب سجود السہو ہے کذا فی الشامی واولاہ بالفوائت لانہ لاصلاح مافات اور سہو کو فوائت کے متصل اسلیے بیان کیا کہ سجدۂ سہو واسطے درستی اُس امر کے ہے جو نماز مین فوت ہو گیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اُس نماز کی اصلاح ہے جسکا وقت جاتا رہا ہے

والنسیان والشک واحد عند الفقہا والظن الطرف الراجح والوہم الطرف المرجوح اور سہو اور نسیان اور شک ایک چیز ہین فقہا کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہے اور وہم طرف مغلوب کا نام ہے م یعنی حکم کے اعتبار سے تینون مین فرق نہین بحر الرائق مین کہا کہ لغت کی راہ سے نسیان اور سہو مین کچھ فرق نہین دونون کے معنی یہ ہین کہ نہ یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہین کہ کسی چیز کے ہونے یا نہونے مین تردد کرنا بدون ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان دونون مین ترجیح ہو تو اُسکو ظن کہینگے اور دوسرے کو وہم اور جمع الجوامع مین ہے کہ سہو اُسکو کہتے ہین کہ معلوم چیز سے غفلت ہو جاے یعنی ادنی تنبیہ سے اُسپر آگاہ ہو جاے اور نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہین کذا فی الشامی

یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لانہ المعہود وبہ یحصل التحلیل وہو الاصح بحر عن المجتبی واجب ہین نمازی پر دو سجدے واسطے سہو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اسلیے کہ داہنی طرف کو سلام پھیرنا سہو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہے اور نماز کا حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہے اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البحر عن المجتبی م یجب کا فاعل قول ماتن کا سجدتان مع اپنے معطوف کے ہے اور ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنا قول اکثر فقہا کا ہے اور شمس الائمۃ اور صدر الاسلام نے کہا ہے کہ دونون سلامون کے بعد سجدۂ سہو کرے اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہے اور فخر الاسلام نے ایک سلام کو اختیار کیا ہے مگر سامنے کیطرف نہ داہنے کو اسلیے شارح نے ایک سلام داہنے کو پھیرنا اصح کہا کذا فی الشامی مختصر الطحاوی نے کہا کہ لفظ فقط تاکید ہے واحد کی اور وجہ وجوب سجدۂ سہو حدیث ثوبان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سہو کرے نماز مین اُسکو چاہیے کہ دو سجدہ کرے

وعلیہ لو اتی بتسلیمتین سقط عند السجود اور ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنے پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر دونون سلام پھیر دیگا تو اُسپر سے سجدۂ سہو ساقط ہو جائیگا م یعنی سلام اول دو چیزونکے لیے ہے اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرا سلام صرف تحیت کے لیے ہے تو مشابہ کلام کے ہوا اسیوجہ سے اگر دوسرا سلام بھی پھیر دے تو سجدۂ سہو کر

کذا فی الشامی یعنی اس صورت مین تدارک سجدۂ سہو سے نہین ہو سکتا نماز کے اعادہ سے ہوگا ولو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیہا وعند مالک قبلہ فی النقصان وبعدہ فی الزیادۃ

فیعتبر القاف بالقاف والدال بالدال اور اگر سجدۂ سہو کیا سلام سے پہلے تو جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک پہلے سلام سے ہے نقصان کی صورت مین اور بعد سلام کے ہے زیادت کی صورت مین تو معتبر ہوا اُنکے نزدیک قاف قبلیت کا نقصان کے قاف کے ساتھ اور دال بعد کی زیادتی کی دال کے ساتھ م یعنی اگر نماز مین واجب کی کمی ہو تو سلام سے پیشتر سجدہ چاہیے اور اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے کہتے ہین کہ ہارون رشید کی مجلس مین امام ابو یوسف رح نے امام مالک سے کہا کہ اگر نماز مین واجب کی کمی اور زیادتی دونون ہوئی ہون تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے امام مالکؒ اسکے جواب مین حیران رہگئے کذا فی الطحطاوی

سجدتان ویجب ایضا تشہد وسلام لان سجود السہو یرفع التشہد دون القعدۃ لقوتہا بخلاف الصلبیۃ فانہا ترفعہما وکذا التلاوتیۃ علی المختار واجب ہین دو سجدے اور نیز واجب التحیات پڑھنا اور سلام پھیرنا اسلیے کہ سجدۂ سہو دور کرتا ہے التحیات کے پڑھنے اور سلام کو نہ قعدہ کو سبب قوی ہونے قعدہ کے یعنی قعدہ اخیرہ فرض ہے اور سجدۂ سہو واجب تو واجب فرض کو نہین اُٹھا سکتا بخلاف سجدۂ نماز کے کہ وہ التحیات اور قعدہ دونون بیکار کر دیتا ہے اور اسیطرح سجدۂ تلاوت ہے قول مختار پر م اور ایک قول یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مثل سجدۂ سہو ہے کیونکہ دونون واجب ہین اور وجہ قول مختار کی یہ ہے کہ ہر چند سجدۂ تلاوت واجب ہے مگر چونکہ قرأت کا تابع ہے اور قرأت رکن ہے اسلیے اسکو بھی اُسیکا حکم ہو گیا کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اسکے یہ معنی کہ بعد سجدہ کرنیکے حکم قرأت حاصل کرتا ہے اور قبل سجدہ کرنیکے واجب ہی رہتا ہے

ویاتی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء فی القعود الاخیر فی المختار وقیل فیہما احتیاطا اور پڑھے درود نبی صلی اللہ علیہ

وسلم پر اور دعا قعدہ اخیر یعنے سجدہ سہو کے بعد کے قعدہ مین قول مختار ہین اور قول غیر مختار یہہ ہے کہ دونون قعدون مین پڑھے احتیاط کی رو سے اذا کان الوقت صالحا فلو طلعت الشمس فی الفجر او احمرت فی القضاء او وجد منہ ما یقطع البناء بعد السلام سقط عنہ یعنی سجدۂ سہو کرے جبکہ وقت نماز کی صلاحیت رکھتا ہو تو اگر آفتاب نکل آوے نماز فجر مین بعد سلام کے یا آفتاب سرخ ہو جاوے بعد سلام کے نماز قضا مین یا پائی جاوے نمازی سے وہ حرکت جو قطع کردے بنا نماز کو یعنی کوئی عمل منافی نماز کا بعد سلام کے نمازی سے ظاہر ہو تو سجدۂ سہو اسپر سے ساقط ہو جاویگا کذا فی الفتح م آفتاب کی سرخی مین قضا نماز کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اسی روز کے عصر مین یہ کیفیت واقع ہو تو سجدۂ سہو ساقط نہوگا کذا فی الطحطاوی و فی القنیة لو بنی النفل علی فرض سہا فیہ لم یسجد اور قنیہ مین ہے کہ اگر بنا کیا نفل کو اس فرض پر جسمین سہو کیا تو سجدۂ سہو نکرے یعنی فرض کے بعد سجدۂ سہو نکرے بلکہ نفل کے آخر مین کرے کذا فی الطحطاوی بترک متعلق بیجب واجب مما مر فی صفة الصلوة سہوا فلا سجود فی العمد واجب ہین دو سجدہ بسبب بھول کر چھوڑنے کسی واجب کے ان واجبون مین سے کہ صفت صلوة مین گذرے یعنی سجدہ سہو نہین دانستہ واجب کو چھوڑنے مین بلکہ اعادہ نماز کا لازم ہے شارح نے کہا کہ ماتن کا قول بترک واجب متعلق ہے یجب سے قیل لا الا فی اربع ترک القعدة الاولی و صلوتہ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تفکرہ عمدا حتی شغلہ عن رکن و تاخیر سجدة الرکعة الاولی الی آخر الصلوة نہر عمدا ترک واجب مین سجدہ نہین بجز چار صورتون کے قول ضعیف مین اول عمدا چھوڑنا قعدہ اولی کا دوم عمدا درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اولی مین سوم عمدا اسقدر فکر کرنا نماز مین کہ ایک رکن سے مشغول کردے چہارم سجدہ رکعت اولی کو آخر نماز تک تاخیر کرنا کذا فی النہر م علامہ قاسم نے کہا کہ ان صورتون کی اصل نہ روایت مین ہے نہ درایت مین اور طرفہ یہ کہ تاخیر سجدہ مین رکعت اولی اور آخر نماز تک کی قید لگائی اگر دوسری رکعت کا سجدہ ہو یا پہلی کے سجدہ کو دوسری یا تیسری تک تاخیر عمدا کی تب یہ حکم کیون نہین کذا فی الشامی و الطحطاوی

وان تکرر لان تکرارہ غیر مشروع اگرچہ ترک واجب مکرر ہو تب بھی سجدۂ سہو دو ہی واجب ہونگے اسلیے کہ تکرار سجدۂ سہو کا مشروع نہین م بحر الرائق مین کہا کہ اگر نماز کے سب واجب بھولے چھوٹ جاوین تب بھی اسکو دو ہی سجدے لازم ہونگے کذا فی الشامی کرکوع متعلق بترک واجب قبل قراءة الواجب لوجوب تقدیمہا جیسے رکوع کرنا قراءت واجب سے پہلے شارح نے کہا یہ مثال ہے ترک واجب کی اسلیے کہ مقدم کرنا قراءت کا واجب ہے م انما یتحقق الترک بالسجود فلو تذکرہ ولو بعد الرفع من الرکوع عادہ ثم الرکوع الا انہ فی تذکر الفاتحة یعید السورة ایضا پھر نہین ثابت ہوتا چھوڑنا قراءت کا مگر سجدہ کرنے کے بعد پس اگر یاد کرے قراءت کو اگرچہ بعد سر اٹھانے کے ہو رکوع سے یعنی قومہ مین تو قراءت پھر عود کرے یعنی قراءت پڑھے اور رکوع کو دوبارہ کرے مگر الحمد کے یاد کرنے کی صورت مین سورہ کا اعادہ بھی کرے یعنی اگر رکوع مین یا قومہ مین یاد آوے کہ سورہ پڑھی ہے الحمد نہین پڑھی تو الحمد پڑھے اور اسکے ساتھ سورہ دوبارہ ملاوے تاکہ الحمد اور سورہ مرتب وار ہو جاوین اور خلاصہ مین ہے کہ قراءت کیطرف عود کرے یا نکرے ہر صورت مین سجدۂ سہو کرے کذا فی الطحطاوی و تاخیر قیام الی الثالثة بزیادة علی التشہد بقدر رکن و قیل بحرف و فی الزیلعی الاصح وجوبہ باللہم صل علی محمد اور جیسے دیر کرنا اٹھنے مین تیسری رکعت کے لیے مقدار ایک رکن کی بسبب بڑھا دینے کے التحیات پر اور قول ضعیف یہ ہے کہ بڑھانا ایک حرف کا موجب سجدۂ سہو ہے اور زیلعی مین ہے کہ صحیح تر واجب ہونا سجدہ کا ہے اللہم صل علی محمد سے م اس مسئلہ کا بیان پہلے ہو چکا ہے کہ جبتک وعلی آل محمد نہ کہیگا سجدہ واجب نہو گا شامی نے کہا کہ سجدہ کے واجب ہونیکے لیے خصوصیت درود شریف کی نہین اگر التحیات کے بعد قعدہ اولی مین مقدار ایک رکن کی ساکت رہیگا یا قرآن پڑھیگا تب بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا اور مناقب مین ہے کہ امام اعظم رح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہین کہ تمنے سجدۂ سہو مجھپر درود پڑھنے والے پر کیسے واجب کیا آپنے عرض کیا کہ اس جہت سے کہ اسنے بھولے سے آپپر درود پڑھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو پسند فرمایا و الجہر فیما یخافت فیہ للامام وعکسہ لکل مصل فی الاصح اور جیسے پکار کر پڑھنا ان نمازون مین جنمین آہستہ پڑھا جاتا ہے امام کے لیے موجب سجدہ ہے اور اسکے عکس مین یعنے آہستہ پڑھنے مین ان نمازون کے اندر جنمین پکار کر پڑھا جاتا ہے سجدۂ سہو ہے ہر نمازی کیلیے صحیح تر قول مین م طحطاوی نے کہا کہ شارح نے مطلب الٹ دیا صواب یہ ہے کہ قراءت خفیہ کے مقام مین جہر کرنے سے ہر نمازی پر سجدہ ہے اور اسکے عکس مین امام پر کیونکہ جہری نماز مین منفرد پر جہر واجب نہین تاکہ اسکے ترک سے اسپر سجدہ آوے والاصح تقدیرہ بقدر ما تجوز بہ الصلوة فی الفصلین و قیل قائلہ قاضیخان یجب السہو بہما ای بالجہر والمخافتة مطلقا ای قل او کثر وہو ظاہر الروایة واعتمدہ الحلوانی اور صحیح تر یہ ہے کہ اندازہ جہر و اخفا کا ہے اسقدر کہ جائز ہو اس سے نماز دونون مسئلون جہر اور اخفا مین کیونکہ کم جہر و اخفا سے تو بچنا ممکن نہین اور ایک قول یہ ہے جسکا قائل قاضیخان ہے کہ واجب ہے

سجدہ سہو جہر اور اخفا دونوں سے مطلق یعنی خواہ کم ہو یا زیادہ اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے حلوانی نے م صحیحین میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد پڑھتے تھے اور کبھی ہمکو آیت سنا دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخفا کی جگہ میں کسیقدر کلمات کا جہر کرنا درست ہے اور موجب سہو نہیں اسلیے شارح نے قول اول کو اصح کہا کذا فی الشامی بتصرف علی منفرد متعلق بیجب و تقید بسہو امامہ ان سجد امامہ لوجوب المتابعة لا بسہوہ اصلا سجدہ سہو ترک واجب سے واجب ہے منفرد پر اور مقتدی پر واجب ہے اسکے امام کے سہو سے بشرطیکہ امام سجدہ کرے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے تو اگر امام پر سے سجدہ سہو کسی سبب سے ساقط ہو جاوے تو اس صورت میں مقتدی پر سجدہ نہو گا کذا فی الطحطاوی نہیں واجب ہے سجدہ مقتدی پر خود اسکے سہو سے کسیطرح یعنی نہ سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد کیونکہ سلام سے پہلے اگر سجدہ کریگا تو امام کی مخالفت لازم آویگی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جاویگا کذا فی البحر والمسبوق یسجد مع امامہ مطلقا سواء کان السہو قبل الاقتداء او بعدہ ثم یقضی ما فاتہ ولو سہا فیہ سجد ثانیا اور مسبوق سجدہ کرے ساتھ اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں یعنی خواہ امام کو سہو مسبوق کی اقتدا سے پہلے ہوا ہو یا بعد اقتدا کے پھر مسبوق سجدہ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پڑھے اور اگر اس باقی میں سہو ہو جاوے تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ خود اسکی نماز حکم منفرد کی نماز کا رکھتی ہے تو گویا دوسری نماز ہوئی اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نکیا اور اپنی نماز کے آخر میں کر لیا گو اسکی باقی نماز میں سہو ہوا ہو یا نہیں تو کافی ہوگا کذا فی البحر وکذا اللاحق لکنہ یسجد فی آخر صلوتہ ولو سجد مع امامہ اعاد اور اسیطرح لاحق پر سجدہ واجب ہے اسکے امام کے سہو سے مگر وہ سجدہ کرے اپنی نماز کے آخر میں اور اگر سجدہ کیا لاحق نے اپنے امام کے ساتھ تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ اسنے التزام کیا تھا متابعت امام کا ساری نماز میں اور امام نے اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کیا ہے تو وہ بھی ایسا ہی کرے کذا فی الطحطاوی والمقیم خلف المسافر کالمسبوق وقیل کاللاحق اور مقیم پیچھے مسافر کے مثل مسبوق کے ہے یعنی اسکے ساتھ سجدہ کرے اور ایک قول کرخی کا یہ ہے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے یعنی آخر نماز میں سجدہ کرے م صورت اسکی یہ ہے کہ مسافر امام ہوا اور اسکو سہو ہو تو مقتدی مقیم بھی سجدہ میں اسکا ساتھ دے اور کرخی نے کہا کہ وہ سجدہ میں متابعت نکرے بلکہ دو رکعتیں باقی پڑھ کر آخر میں سجدہ کرے سہا عن القعود الاول من الفرض ولو عملیا اما النفل فیعود ما لم یقیدہ بالسجدة ثم تذکرہ عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائما فی ظاہر المذہب وہو الاصح فتح بھول گیا نمازی قعدہ اولی فرض کا اور اٹھنے لگا پھر بیٹھنے کو یاد کیا تو عود کرے بیٹھنے کیطرف یعنی وجوباً بیٹھ جاوے اور التحیات پڑھے اور صحیح تر قول میں اسپر سہو نہیں جب تک پورا کھڑا نہیں ہوا ظاہر مذہب میں اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الفتح شارح نے کہا کہ فرض عام ہے خواہ اعتقادی ہو جیسے نماز پنجگانہ خواہ فرض عملی ہو جیسے وتر ہے اور اگر نفل ہو تو عود کرے قعدہ کے لیے جبتک کہ قیام کو سجدہ سے مقید نکیا ہو والا ای وان استقام قائما لا یعود لاشتغالہ بفرض القیام وسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححہ الزیلعی اور اگر یہ صورت نہو یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کے لیے عود نکرے بسبب اسکے مشغول ہو جانیکے قیام کے فرض میں اور سجدہ سہو کرے واسطے چھوڑنے واجب یعنے قعدہ اولی کے پس اگر عود کریگا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانیکے تو اسکی نماز فاسد ہو جاویگی بسبب چھوڑ دینے فرض کے اس چیز کے لیے جو فرض نہیں یعنی قیام کو قعدہ کی خاطر چھوڑنے کی وجہ سے فاسد ہو جاویگی اور تصحیح کی ہے اس قول کی زیلعی نے وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وہو الاشبہ کما حققہ الکمال وہو الحق بحر اور ایک قول یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر نمازی برا کرنیوالا ہوتا ہے یعنی گنہگار ہوتا ہے کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لیے یعنے قعدہ واجب میں بیٹھنے کی تاخیر کرنے سے اور یہ قول مشابہ بحق زیادہ ہے چنانچہ تحقیق کیا ہے اسکو کمال الدین نے اور یہی حق ہے کذا فی البحر م کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ قعدہ کیطرف رجوع کرنے سے صرف قیام کی زیادتی لازم آتی ہے جو نماز کی مخل نہیں کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہیں باقی رہا یہ کہ بیٹھ جانے سے فرض کو واجب کے لیے چھوڑنا لازم آتا ہے یہ بات بھی نہیں کیونکہ یہ ترک نہیں ہے بلکہ تاخیر ہے تو جیسے کسی کو رکوع میں یاد پڑے کہ سورت نہیں پڑھی اور وہ کھڑا ہو کر سورہ پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ایسا ہی اس صورت میں بھی فاسد نہیں ہو گی کذا فی الشامی ملخصا بتصرف وہذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما ان خاف فوت الرکعة لان القعود فرض علیہ بحکم المتابعة سراج اور یہ تفصیل کہ اگر سیدھا نہ کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جاوے ورنہ عود نکرے غیر مقتدی کے لیے ہے یعنے امام و منفرد کے لیے اور مقتدی وجوباً بیٹھ جاوے اگر خوف ہو نہ ملنے تیسری رکعت کا امام کے ساتھ اسلیے کہ بیٹھنا اسپر فرض ہے بسبب متابعت کے کذا فی السراج م صورت اسکی یہ ہے کہ امام بعد دو رکعتوں کے بیٹھ گیا اور ایک مقتدی بھولکر سیدھا کھڑا ہو گیا امام کے ساتھ قعدہ نکیا

تو مقتدی پر واجب ہے کہ بیٹھ کر التحیات پڑھے اگرچہ یہ ڈر ہو کہ التحیات پڑھنے سے تیسری رکعت امام کے ساتھ نہ ملیگی کذا فی الشامی وظاہرہ انہ لو لم تعد بطلت بحر قلت وفیہ
کلام والظاہر انہا واجبۃ فی الواجب وفرض فی الفرض نہر ولنا فیہا رسالۃ جامعۃ فراجعہا اور ظاہر تعلیل سراج کا یعنے قعدہ کی متابعت کو فرض کہنے کا یہ ہے کہ اگر مقتدی عود
نکریگا تو نماز باطل ہوجائیگی کذا فی البحر مین کہتا ہون کہ تعلیل مین کلام ہے اور ظاہر یہ ہے کہ متابعت واجب ہے واجب نماز مین اور فرض ہے فرض نماز مین کذا فی النہر اور متابعت
کے باب مین ہمارا ایک رسالہ جامع سب احکام کا ہے اُسکو دیکھو م طحطاوی نے کہا کہ فرض نماز مین متابعت کے فرض ہونے کے یہ معنی کہ فرض کو ادا کرے اگرچہ بعد ادا کرنے
امام کے ہو نہ امام سے پہلے اور یہ معنی نہین کہ کسی جز مین قعدہ کی شرکت بھی ضرور ہو ولو سہا عن القعود الاخیر کلہ او بعضہ عاد ویکفی کون کلا الجلستین قدر التشہد مالم
یقیدہا بسجدۃ لان ما دون الرکعۃ محل الرفض وسجد للسہو لتاخیر القعود اور اگر بھول گیا نمازی قعدہ اخیرہ کے کل کو یا تھوڑے کو اور کھڑا ہوگیا زائد رکعت کے لیے تو عود
کرے جبتک کہ رکعت زائد کو مقید بہ سجدہ نکیا ہو اسلیے کہ رکعت سے کم مقام ترک کا ہے اور سجدہ سہو کرے واسطے دیر کر بیٹھنے کے شارح نے کہا کہ کافی ہے دونون جلسون کا ہونا
مقدار التحیات کے یعنی نمازی قعدہ اخیر مین تھوڑا سا بیٹھ کر اُٹھ کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا اور تھوڑا سا بیٹھنے کے بعد مثلاً کلام کیا تو اگر دونون دفعہ کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگیا
ہے تب تو نماز درست ہوگی ورنہ فاسد ہوجائیگی کذا فی الشامی وان قیدہا بسجدۃ عامدا او ناسیا تحول فرضہ نفلا برفعۃ الجبہۃ عند محمد وبہ یفتی لان تمام الشیء باخرہ
اور اگر مقید کیا رکعت زائد کو سجدہ سے جان بوجھ کر یا بھول کر ہوجائینگے فرض اُسکے نفل وقت اُسکے اُٹھانے کے پیشانی کو امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اسیے کہ تمام ہونا
چیز کا اُسکے آخر سے ہوتا ہے یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک سر کے زمین پر رکھنے سے سجدہ ثابت ہوجاتا ہے اور امام محمد کے نزدیک سر اُٹھانے سے تو یہ دلیل امام محمد کی ہوئی
کہ سجدہ پورا جبہی ہوگا جب اُسکا آخر ہوچکے گا م یہان شارح نے خلط کر دیا کیونکہ ظاہر کلام شارح سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد بھی اسکے قائل ہین کہ فرض نفل ہوجاتے ہین
بعد پانچوین رکعت کے سجدہ کے حالانکہ ایسا نہین اُنکے نزدیک جب فرض نہ رہے تو اصل تحریمہ باطل ہوجاتی ہے اور مسئلہ مذکورہ مین اختیار شیخین کا ہے تو عند محمد صرف اسقدر
سے متعلق ہے کہ سجدہ بدون سر اُٹھانے کے کامل نہین ہوتا تو مطلب یہ ہے کہ فرض اصل سے باطل ہوجاتے ہین وقت سر اُٹھانیکے سجدہ سے امام محمد کے نزدیک اور نفل
ہوجاتے ہین شیخین کے نزدیک فاسبقہ الحدث قبل رفعہ توضا وبنی خلافا لابی یوسف حتی قال زہ صلوۃ فسدت اصلحہا الحدث پس اگر پیش ہوا نمازی کو حدث پہلے سر اُٹھانے
کے تو وضو کرے اور بنا کرے برخلاف ابو یوسف یہانتک کہ اُنھون نے فرمایا کہ عجب نماز ہے کہ فاسد ہوگئی اور حدث نے اُسکی اصلاح کر دی م صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص قعدہ اخیر
کو ترک کرکے پانچوین رکعت کو اُٹھا اور اُسکے سجدہ مین تھا کہ بے وضو ہوگیا تو چونکہ امام محمد کے نزدیک بطلان فرض کے لیے سجدہ سے سر اُٹھانا شرط ہے اسلیے اُسکے فرض ہنوز باطل
نہین ہوے تو وہ شخص وضو کرکے قعدہ اخیرہ کرے اور سجدہ سہو کرکے سلام پھیرے فرض پورے ہوجائینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھتے ہی فرض
نفل ہوگئے تو اب بنا فرض پر نہین کر سکتا اور یہ آپکا قول زہ بکسر زا معجمہ وسکون ہا کلمہ فارسی ہے بمعنی عجب کے یہ آپنے اُسوقت فرمایا کہ اس مسئلہ مین آپکے سامنے امام محمد کا قول نقل کیا
گیا اور نماز کو فاسد بتایا تھا اسلیے فرمایا کہ عنقریب امام محمد کے نزدیک بھی باطل ہوجاتی اگر نمازی سجدہ سے سر اُٹھا لیتا یا اسلیے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ نماز فاسد ہوچکی اس اعتبار سے
فاسد کہا کذا فی الشامی وتصرف والعبرۃ للامام حتی لو عاد ولم یعلم بہ القوم حتی سجدوا لم تفسد صلوتہم مالم یتعمدوا السجود وفیہ یلغز ای مصل ترک القعود الاخیر وقید الخامسۃ بسجدۃ ولم یبطل فرضہ
اور اعتبار قعدہ کیطرف عود کرنے مین قبل پانچوین رکعت کے سجدہ کے امام کا ہے یہانتک کہ اگر امام بیٹھ گیا اور مقتدیون نے اسکا بیٹھنا نہ جانا تا آنکہ اُنھون نے سجدہ کیا تو اُنکی نماز فاسد
نہوگی یعنے اُنکے فرض نفل نہونگے جبتک سجدہ دانستگی مین نہ کیا ہوگا اور اسی صورت مین یہ چیستان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا نمازی ہے جسنے قعدہ آخر کا ترک کیا اور پانچوین رکعت کو سجدہ سے
مقید بھی کر دیا مگر اُسکے فرض باطل نہوئے م طحطاوی نے کہا کہ یہ اُس صورت مین ہے کہ امام رکوع کے بعد بیٹھا ہو کیونکہ اس صورت مین بیٹھنے سے امام کا رکوع جاتا رہیگا تو مقتدیون کا رکوع
بھی اسکی متابعت کی جہت سے جاتا رہیگا تو فقط مقتدیون کا سجدہ امام سے زائد رہیگا اور سجدہ کی زیادتی سے نماز فاسد نہین ہوتی پس اگر امام رکوع سے پہلے ہی بیٹھ جائیگا
اور مقتدی رکوع اور سجدہ دونون کرینگے تو نماز مقتدیون کی فاسد ہوجائیگی وضم سادسۃ ولو فی العصر والفجر ان شاء لاختصاص الکراہۃ والاتمام بالقصد ولا یسجد
للسہو علی الاصح لان النقصان بالفساد لا یجبر اور ملاوے چھٹی رکعت اگرچہ عصر اور فجر مین ہو اگر چاہے بسبب خاص ہونے کراہت اور پورا کرنے کے قصد سے اور نہ سجدہ کرے

سہو کا صحیح تر قول کے بموجب اسکے کہ نقصان فساد کا یعنی ترک قعدہ سے جو فساد ہوا اور فرض باطل ہو گئے وہ سجدہ سے پورا نہیں ہو تا مراد چھٹی رکعت سے رکعت زائد ہی
تو فجر مین وہ چوتھی ہو گی اور یہ جو کہا کہ کراہت و اتمام قصد سے مخصوص ہین یہ جواب ہی اس سوال کا کہ عصر کے اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہی تو تم نے کیسے کہدیا کہ اگرچہ عصر اور فجر مین تو بھی
بھی رکعت ملالے دوسرے یہ کہ ملانا رکعت کا ظہر و عشا مین واجب ہونا چاہیے کیونکہ نفل کا شروع کر کے پورا کرنا واجب ہی تو پھر کیسے کہا کہ اگر چاہے تو ملالے شارح نے دونون کا
جواب دیا کہ خاص ہونا کراہت کا اور پورا کرنا اُس نفل مین ہی جو قصداً شروع کی ہو اور یہان نفل بلا قصد شروع ہوئی ہی اور عصر کے اعتراض کا جواب نہر الفائق مین یون بھی
دیا ہی کہ جب نمازی کے فرض باطل ہو گئے تو نفل بعد عصر کہان ہوئی قبل عصر ہوئی جو مکروہ نہین ہان اگر عصر کے بعد کوئی قضا نماز پڑھتا ہو اور اسمین یہ صورت پیش آوے تو ہو سکتا
ہی اور شارح نے مغرب کا ذکر نہ کیا تو حلیہ مین مذکور ہی کہ اسمین پانچوین رکعت نہ ملاوے کیونکہ اول تو قبل مغرب نفلین مکروہ ہین دوسرے طاق نفلین مطلقاً مکروہ ہین کذا فی الشامی

وان قعد فی الرابعۃ مثلا قدر التشہد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائما صح ثم الاصح ان القوم ینتظرونہ فان عاد تبعوہ وان سجد للخامسۃ سلموا لانہ تم فرضہ اذ لم یبق علیہ الا السلام
وضم الیہا سادسۃ ولو فی العصر وخامسۃ فی المغرب ورابعۃ فی الفجر بہ یفتی لتصیر الرکعتان لہ نفلا والضم ہنا آکد اور اگر نمازی بیٹھا چوتھی رکعت مین مثلاً یعنی آخر رکعت مین خواہ وہ
تیسری ہو یا دوسری مقدار التحیات کے پھر کھڑا ہو گیا تو بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے کیونکہ بیٹھ کر سلام پھیرنا مسنون ہی اور اگر کھڑا ہوا سلام پھیر دیگا تب بھی صحیح ہی پھر صحیح تر قول
یہ ہی کہ مقتدی امام کا انتظار کرین پس اگر عود کرے وہ بیٹھنے کیطرف تو اسکی متابعت کرین اور اگر امام سجدہ کرے پانچوین کے لیے یعنے رکعت زائد کے لیے تو مقتدی سلام پھیر دین
اسلیے کہ اسکا فرض تمام ہو گیا کیونکہ سلام کے سوا اور کچھ اُسپر باقی نہین اور ملاوے اُس رکعت مین چھٹی اگرچہ نماز عصر مین ہو اور پانچوین مغرب مین اور چوتھی فجر مین اسیکا فتوی
ہی اور ایک رکعت اسلیے ملاوے تاکہ دو رکعتین اسکی نفل ہو جائین اور ملانا یہان موکد زیادہ ہی ولا عہدۃ لو قطع ولا باس باتمامہ فی وقت کراہۃ علی المعتمد اور ضمان نہین اگر
توڑدے یعنے اگر دوسری رکعت ایک رکعت زائد مین نہ ملاوے ایک ہی رکعت پر نماز قطع کردے تو اُسپر قضا لازم نہو گی کیونکہ اس نفل کو اُسنے قصداً شروع نہین کیا اور کچھ مضائقہ
نہین اُسکے پورا کرنے کا کراہت کے وقت قول معتمد پر یعنی رکعت زائد پر دوسری کا ملانا گو عصر و فجر کے بعد ہو مضائقہ نہین کیونکہ یہ نفل قصداً شروع نہین ہوئی علاوہ اسکے
نہ ملانے سے یا تو سجدہ سہو چھوٹ جائیگا جو واجب ہی یا اگر سجدہ سہو ایک ہی رکعت پر کریگا تو مسنون طور پر ادا نہو گا اسلیے اس صورت مین ملانیکی زیادہ تاکید ہی چنانچہ بیان ہوا

وسجد للسہو فی الصورتین لنقصان فرضہ بتاخیر السلام فی الاولی وترکہ فی الثانیۃ اور سجدہ سہو کرے دونون صورتون مین یعنے رکعت زائد کا سجدہ نہ کیا ہو اور ویسے ہی اٹھ گیا
ہو یا سجدہ کر لیا ہو اور دوسری رکعت ملائی ہو سجدہ کرے بسبب ناقص ہونے اُسکے فرض کے سلام کی تاخیر سے پہلی صورتین اور ترک کرنے سلام کے دوسری صورتین ہم یعنے دوسری
صورتین ہر چند سلام نماز کے آخر مین پھیرا مگر چونکہ فرضون کا سلام خاص نہین پھیرا اسلیے اُسکو یہ سلام مخصوص فوت ہو گیا کذا فی الحلبی والرکعتان لا تنوبان عن السنۃ الراتبۃ
بعد الفرض فی الاصح لان المواظبۃ علیہما انما کانت بتحریمۃ مبتداۃ اور یہ دونون رکعتین زائد قائم مقام سنت موکدہ فرضون کے بعد کی نہونگی صحیح تر قول مین اسلیے کہ موکدہ سنتون پر
مداومت جدا تحریمہ سے ثابت ہوئی ہی نہ بلا قصد کے تحریمہ سے اور نہ ضمن مین دوسری نماز کے ولو اقتدی بہ فیہما صلاہما ایضا اور اگر نمازی اقتدا کرے پیچھے امام کے اُن دونون
رکعتون زائد مین تو انکو بھی پڑھے یعنی اگر امام چوتھی رکعت پڑھ کر اُٹھا اور دو رکعتین اور پڑھین تو ان دو مین اگر کوئی اُسکا مقتدی ہو تو وہ بھی چھ رکعتین پڑھے وان افسد قضاہما
بہ یفتی نقایہ اور اگر مقتدی اُن دونون رکعتون کو فاسد کر دے تو صرف اُن دو نو کی قضا کرے اسی پر فتوی ہی کذا فی النقایہ مگر شامی نے کہا کہ یہ پہلی ہی صورت مین ہی یعنی اگر امام قعدہ اخیرہ مین
بیٹھا ہو تو اس صورت مین فاسد کرنے سے چھ رکعتین قضا کرے ولو ترک القعود الاول فی النفل سہوا سجد ولم تفسد استحسانا لانہ کلما شرع رکعتین شرع اربعا ایضا وقد منا انہ
یعود ما لم یقید الثالثۃ بسجدۃ وقیل لا اور اگر چھوڑا قعدہ اولی کو نفل مین سہو سے تو سجدہ کرے اور یہ نماز فاسد نہو گی بوجہ استحسان اسلیے کہ اُسنے جب دو رکعتین شروع کی ہین اُسی
وقت چار کو بھی شروع کیا ہی اور ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ نمازی عود کرے قعود کیطرف جبتک کہ تیسری رکعت نفل کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو اور ایک قول یہ ہی کہ سیدھا کھڑے ہو جانے
کے بعد عود نہ کرے اسلیے کہ اب نفلین مثل فرض کے ہو گئی ہین ہم یعنے قیاس کی رو سے یہ نفلین فاسد ہونی چاہیین کیونکہ ہر دوگانہ نماز علحدہ ہی تو قعدہ اخیرہ جو فرض ہی اول
دوگانہ مین نہ پایا گیا مگر استحساناً فاسد نہین ہوتین واذا صلی رکعتین فرضا او نفلا وسہا فیہما فسجد لہ بعد السلام ثم اراد ان یبنی شفعا علیہ لم یکن لہ ذلک لان البناء ای یکرہ لہ

تحریمۃ لئلا یبطل سجودہ بلا ضرورۃ اور جب پڑھین دو رکعتین فرض یا نفل کی اور انمین سہو ہوا اور بعد سلام کے اس سہو کا سجدہ کر لیا پھر چاہا کہ اُس دوگانہ پر دوسرا دوگانہ بنا کرے
تو اسکو یہ بنا کرنا نہین پہونچتا یعنے یہ بنا اُسکے لیے مکروہ تحریمی ہی تاکہ اُسکا سجدہ سہو کرنا بدون ضرورت بیکار نہو جاوے مر سجدۂ سہو واجب ہی اور واجب کا باطل کرنا بدون
ضرورت کے جائز نہین ہان اگر اسکے صحیح رکھنے سے کوئی چیز واجب سے بڑھکر ٹوٹی جاتی ہو تو اُسوقت باطل کیا جائیگا جیسے اگلے مسئلہ مین ہی بخلاف المسافر اذا نوی الاقامۃ
لانہ لو لم یبن بطلت بخلاف مسافر کے کہ اگر اُسنے دو رکعتین پڑھین اور انمین سہو کا سجدہ کیا پھر نیت اقامت کی کی اور انھین دو کو چار کرنا چاہا تو اسکو اختیار ہی اسلیے کہ اگر وہ بنا
نہ کرے اور پورا پڑھنا اُسکو اقامت کی جہت سے لازم ہو گیا ہی تو اُسکی دو رکعتین پڑھی ہوئی باطل ہو جائینگی اور اگر بنا کریگا تو سجدۂ سہو جو واجب ہی وہ باطل ہوگا اور چونکہ واجب
کا باطل ہونا نسبت ابطال فرض کے خفیف ہی تو اسیکو اختیار کیا گیا کذا فی البحر ولو فعل ما لیس لہ من البناء صح بناؤہ لبقاء التحریمۃ ویعید ہو والمسافر سجود السہو
علی المختار لبطلانہ بوقوعہ فی خلال الصلوۃ اور اگر نمازی نے کیا وہ فعل جسکا اُسکو اختیار نہ تھا یعنے بنا کر لیا تو اُسکی بنا صحیح ہوگی بسبب تحریمہ کے باقی رہنے کے اور
دوبارہ کرے نمازی مذکور اور مسافر سجدۂ سہو کو مذہب مختار پر واسطے باطل ہو جانے سجدۂ سہو کے بسبب پڑجانے کے نماز کے درمیان مر قول مختار کا مقابل یہ کہ سجدۂ سہو
کو دوبارہ نہ کرے کیونکہ وہ جس جگہ ہوا ہی جبر نقصان کے لیے ہوا ہی تو اب اُسکی کیا حاجت رہی کذا فی الحلبی سلام من علیہ سجود سہو یخرجہ من الصلوۃ خروجا موقوفا ان سجد
عاد الیہا والا لا اس نمازی کا سلام پھیر دینا جسپر سجدۂ سہو ہی اُسکو نماز سے باہر کر دیتا ہی مگر ملتوی طور پر یعنے اگر اب سجدہ کریگا تو نماز مین پھر عود کر آئیگا اور اگر سجدہ نہین کریگا تو عود نکریگا
م یہ نکلنا نماز سے قول ہی شیخین کا اور امام محمد کے نزدیک نماز سے خارج نہین ہوتا کذا فی الشامی علی ہذا فیصح الاقتداء بہ ویبطل وضوءہ بالقہقہۃ ویصیر فرضہ اربعا بنیۃ
الاقامۃ ان سجد للسہو فی المسائل الثلث والا یسجد لا تثبت الاحکام المذکورۃ کذا فی غایۃ البیان اور اسی بنا پر یعنے سلام کے سبب سے نماز سے باہر ہو جانے پر بشرطیکہ سجدہ کرے
صحیح ہی اقتدا کرنا پیچھے اسکے اور باطل ہو جائیگا وضو اُسکے قہقہہ سے اور ہو جائینگے فرض اُسکے چار بسبب نیت اقامت کے اگر سجدہ کریگا سہو کا مسائل سہ گانہ مین اور اگر سجدۂ سہو
نکریگا تو احکام مذکورہ ثابت نہونگے ایسا ہی ہی غایۃ البیان مین مر صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص نے قعدہ اخیرہ کے بعد سلام پھیرا اور اُسپر سجدۂ سہو ہی تو اب اگر کوئی شخص اسکے
پیچھے اقتدا کریگا تو اُسکا اقتدا صحیح ہوگا بشرطیکہ بعد اقتدا کے امام سجدۂ سہو کرے اور اگر سجدہ سہو نکریگا تو اقتدا درست نہوگا اسیطرح اگر بعد سلام کے سجدۂ سہو سے پیشتر نمازی
نے قہقہہ کیا یا مسافر نے اسوقت اقامت کی نیت کی اور پھر سجدۂ سہو کیا تو اول شخص کا وضو جاتا رہیگا اور مسافر کے فرض دو کی جگہ چار ہو گئے اور اگر بعد قہقہہ و نیت کے سجدہ
نہ کیا تو وضو بچ جائیگا اور فرض چار نہونگے شامی نے کہا کہ بعض نسخون مین عامۃ الکتب ہی غایۃ البیان کی جگہ اور وہ غلط ہی کیونکہ جو تفصیل ان تین مسئلون مین مصنف نے لکھی ہی وہ عامہ
کتب کے مخالف ہی البتہ غایۃ البیان مین اسیطرح ہی جیسا مصنف نے لکھا ہی وہو غلط فی الاخیرتین والصواب انہ لا یبطل وضوءہ ولا یتغیر فرضہ سجد او لا لسقوط السجود بالقہقہۃ
وکذا بالنیۃ لئلا یقع فی خلال الصلوۃ وتمامہ فی البحر والنہر اور یہ حکم غلط ہی دو اخیر کی صورتون مین اور صحیح یہ ہی کہ نمازی کا وضو باطل نہین ہوتا اور اسکے فرض نہین بدلتے سجدۂ
سہو بعد کو کرے یا نہین بسبب ساقط ہونے سجدہ کے قہقہہ سے اور اسیطرح اقامت کی نیت سے تاکہ سجدہ کرنا واقع نہو نماز کے درمیان مین اور اسکا پورا بیان بحر الرائق اور
نہر الفائق مین ہی مر یعنی تفصیل اس بات کی کہ اگر سجدۂ سہو کریگا تو وضو باطل ہو جائیگا قہقہہ کی صورت مین اور فرض دو کی جگہ چار ہو جائینگے نیت اقامت کی صورت مین اور اگر
سجدۂ سہو نکریگا تو دونون باتین نہونگی ماتن کی غلطی ہی کہ سہو سے ایسا لکھ دیا بلکہ صحیح یہ ہی کہ ان دونون صورتون مین سجدہ کرے یا نکرے حکم مسئلہ کا ایک ہی رہتا ہی یعنی نہ وضو
باطل ہو نہ فرض بدلین اسلیے کہ بعد سلام کے جب قہقہہ ہوا تو شیخین کے نزدیک سلام کے سبب نماز سے خارج ہوا مگر خروج موقوف تو اب چونکہ قہقہہ فعل مخالف نماز کے ہی اسلیے
بالکل خارج ہو گیا اور سجدۂ اُسپر سے ساقط ہو گیا پس وضو باطل نہوا اور نیت اقامت کی صورت مین اگر فرض سجدہ سے پیشتر بدل جائین اسکے یہ معنی کہ نیت سجدہ سے پیشتر درست
ہوئی اور اگر نیت کو درست کہو تو سجدۂ سہو نماز کے درمیان مین واقع ہوگا جسکا ہونا نہونا برابر ہی حاصل یہ کہ شیخین کے نزدیک سلام سے خارج از نماز ہو گیا اب بدون سجدۂ سہو
نماز مین داخل نہین ہو سکتا تو اگر سجدۂ سہو بعد نیت اقامت کے کرتا ہی تو سجدہ بیچ مین نماز کے واقع ہوتا ہی جو باطل اور بے اصل ہی اسلیے یہی کہا گیا کہ اب نماز سے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اُسپر سے
ساقط ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا ویسجد للسہو ولو مع سلامہ ناویا للقطع لان نیتہ تغییر المشروع لغو ما لم یتحول عن القبلۃ او یتکلم لبطلان التحریمۃ اور سجدۂ سہو کرے اگرچہ اپنے سلام سے نیت

قطع نماز کی کرے جبتک کہ قبلہ سے نہ پھرے یا جبتک بات نہ کرے کیونکہ قبلہ کیطرف سے پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہوجائیگی اور سجدہ سہو کرسکیگا شارح نے کہا کہ نیت قطع نماز کی
اسلیے معتبر نہوئی کہ مشروع چیز کے متغیر کرنے کی نیت باطل ہوتی ہی یعنی مشروع یہ تھا کہ سجدہ سہو سے نماز کو پورا کرتا اب بیچ مین نیت اُسکے قطع کی کرنی لغو ٹھہریگی ولو نسی السہو
او سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ یلزمہ ذلک مادام فی المسجد اور اگر نمازی سجدہ سہو کو بھول گیا یا سجدہ نماز کو یا سجدہ تلاوت کو لازم ہوگا اُسپر یہ سجدہ کرنا جبتک کہ مسجد کے اندر موم شامی نے کہا
کہ شارح کے کلام مین مانعہ الخلو ہی تو ہوسکتا ہی کہ اُسکے ذمہ ایک ہی تین سے ہو یا دو ہون یا تینون ہون غرض بھولنے کے بعد جب یاد آئین اور مسجد کے اندر ہو تو اُسپر اُنکا کرنا لازم ہی مسلم
مصلی الظہر مثلا علی راس الرکعتین توہما اتمامہا اتمہا ارباعا وسجد للسہو لان السلام ساہیا لا یبطل لانہ دعاء من وجہ سلام پھیر ظہر کے پڑھنے والے نے مثلا دو رکعتوں پر نماز کے پورا ہونیکے
وہم سے تو انکو چار پورا کرے اور سجدہ سہو کرے اسلیے کہ سلام پھیرنا بھولے سے نماز کو باطل نہین کرتا کیونکہ سلام ایک وجہ سے دعا ہی یعنی اسوجہ سے کہ اُس سے مومنین کے لیے دعا
اسن مطلوب ہی اور دعا قاطع نماز نہین بخلاف مالو سلم علی ظن ان فرض الظہر رکعتان بان ظن انہ مسافر او انہا الجمعۃ او کان قریب عہد بالاسلام فظن ان فرض الظہر
رکعتان او کان فی صلوٰۃ العشاء فظن انہا التراویح فسلم او سلم ذاکرا ان علیہ رکنا حیث تبطل لانہ سلام عمدا بخلاف اُس صورت کے کہ سلام پھیرا اس گمان پر کہ ظہر کے
فرض دو ہین اسطرح کہ خیال کرلیا کہ مین مسافر ہون یا یہ نماز جمعہ ہی یا اُسکو مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا اُسنے گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہین یا یہ کہ نماز عشا مین مشغول تھا اسکو تراویح
گمان کرکے سلام پھیر دیا یا سلام پھیرا اُس حال مین کہ اُسکو یاد ہی کہ مجھپر ایک رکن باقی ہی کہ ان سب صورتون مین نماز باطل ہوجاتی ہی کیونکہ یہ سلام عمدا ہی سہو سے نہین م فرق پہلے
مسئلہ مین اور اس مسئلہ مین یہ ہی کہ وہان نماز کو پورا گمان کیا تھا اسلیے سلام سہوا قرار دیا گیا اور یہان قطعا دو پڑھا جانکر سلام پھیرا اسلیے عمدا ہوا اور نہ سلام دونون صورتون
مین عمدا سہو سے نہین کذا فی الشامی وقیل لا تبطل حتے یقصد بہ خطاب آدمی اور ایک قول یہ ہی کہ نماز فاسد نہین ہوتی جبتک سلام سے کسی آدمی کا خطاب مقصود نہو م
یہ قول دوسرا بحث ہی صاحب بحر کی اور قول اول پر معتبر کتابون مین یقین کیا ہی کذا فی الشامی والسہو فی صلوٰۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء والمختار
عند المتاخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر اور سہو نماز عید اور جمعہ اور فرض اور نفل مین برابر ہی یعنی ہر ایک کے لیے سجدہ سہو کرنا چاہیے
اور مختار متاخرین کے نزدیک نہونا سجدہ سہو کا ہی عید اور جمعہ مین واسطے دور کرنے فتنہ کے چنانچہ باب الجمعہ بحر الرائق مین ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور اسی پر یقین
کیا ہی درر البحار مین م فتنہ سے مراد لوگون کا تردد ہی یعنی عید و جمعہ مین چونکہ مجمع بہت ہوتا ہی تو عجب نہین کہ سجدہ سہو کرنے سے لوگ تشویش مین پڑجائین اسلیے متاخرین نے
اختیار کیا ہی کہ نہ کرنا سجدہ کا ایسے مجمعون مین اولی ہی کذا فی الطحطاوی واذا شک فی صلوٰتہ من لم یکن ذلک ای الشک عادۃ لہ وقیل من لم یشک فی صلوٰۃ
قط بعد بلوغہ وعلیہ اکثر المشائخ بحر عن الخلاصۃ کم صلی استانف بعمل مناف وبالسلام قاعدا اولی لانہ المحلل اور جب شک کرے اپنی نماز مین وہ نمازی کہ شک کرنا اُسکی
عادت نہو اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ اُسنے کسی نماز مین کبھی شک نہ کیا ہو بعد بالغ ہونیکے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اسی قول پر ہین اکثر مشائخ کذا فی البحر
عن الخلاصہ شک اس بات مین کرے کہ نماز کتنی رکعتین پڑھین تو وہ نماز کو از سر نو پڑھے اور اس نماز کو قطع کردے کسی عمل مخالف نماز سے اور سلام سے قطع کرنا بیٹھکر
اولی ہی اسلیے کہ سلام حلال کرنیوالا ہی یعنی نماز کی تحریمہ کے اُٹھانے کے لیے ہی وان کثر شکہ عمل بغالب الظن ان کان لہ ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنہ وقعد
فی کل موضع توہمہ موضع قعودہ ولو واجبا لئلا یصیر تارکا فرض القعود او واجبہ اور اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کی رکعتون مین اکثر شک ہوجایا کرتا ہو
تو عمل کرے اپنے گمان غالب پر اگر اُسکو گمان ہو واسطے دور کرنے تنگی کے اگر یقین کامل کے بموجب عمل کرنے کا حکم دیا جائے تو اُسمین حرج ہوگا اسلیے گمان غالب پر عمل
کرے اور اگر گمان غالب اُسکو نہو تھوڑی رکعتون کو اختیار کرے بسبب یقینی ہونے کمتر کے یعنی مثلا تین اور چار مین اگر شک ہی تو تین یقینی مین شبہہ چوتھی مین ہوگا اور بیٹھے ہر جگہ مین کہ خیال
کرے اُس جگہ کو بیٹھنے کا مقام اگرچہ بیٹھنا واجب ہو اسلیے قعدہ کرے تا ترک قعدہ فرض یا واجب کا نہو م مثلا اول رکعت مین شک ہوا کہ یہ دوسری ہی یا اول اور گمان غالب
اول ہونے کا ہی تو اول سمجھے اور اُسکے آخر مین قعدہ کرے کیونکہ اُسکے وہم کے بموجب یہ دوسری بھی ہی تو محل قعدہ ہی اسیطرح دوسری رکعت کے آخر مین قعدہ کرے کہ وہ باعتبار
ظن غالب کے دوسری ہی اسیطرح اگر غلبہ ظن اول ہونے کا نہو تو اقل پر بنا کرنے مین یہی صورت کرے ہرچند ہر رکعت پر بیٹھنا بدعت ہی مگر ترک قعود بعد یا فرض کی ضرورت ۱

سے اسکو اختیار کیا گیا کذا فی الشامی واعلم انہ اذا شغلہ ذلک الشک فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالۃ الشک بقراءۃ ولا تسبیح ذکرہ فی الذخیرۃ وجب علیہ سجود السھو فی جمیع صور الشک سواء عمل بالتحری او بنی علی الاقل فتح لتاخیر الرکن اور جان لے کہ جب نمازی کو شک رد کرے اور بقدر ادا کرنے ایک رکن کے سوچے اور شک کی حالت مین قرات اور تسبیح مین مشغول نہو ذکر کیا ہے اسکو ذخیرہ مین واجب ہے اسپر سجدہ سہو کرنا سب صورتون مین شک کی یعنے خواہ اسنے عمل غالب ظن کیا ہو یا کمتر پر بنا کی ہو کذا فی الفتح سجدہ سہو کرے بسبب تاخیر رکن کے ہم یعنے غلبہ ظن کی صورت مین اور امر یقینی کے اعتبار کرنے کی صورت مین اگر شک کرنے سے بقدر رکن تاخیر ہوئی ہو تو سجدہ کرے اور اس سے کمتر فکر کرتے مین سجدہ سہو نہین کذا فی الطحطاوی ولکن فی السراج انہ یسجد للسھو فی اخذ الاقل مطلقا وفی غلبۃ الظن ان تفکر قدر رکن لیکن سراج مین ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے اقل کے اختیار کرنے مین مطلق خواہ مقدار رکن کی تامل کرے یا نکرے اور غلبہ ظن مین اگر فکر بقدر رکن کرے تو سجدہ کرے ورنہ نکرے فروع مسائل ملحقہ شارح کے اخبرہ عدل بانہ ما صلی اربعا وشک فی صدقہ وکذبہ اعاد احتیاطا خبر دی اسکو ایک عادل یعنی سچے آدمی نے کہ اُسنے چار رکعتین نہین پڑھین اور اُسنے شک کیا مخبر کے سچے اور جھوٹے ہونے مین تو اُس نماز کو پھر سے پڑھے براہ احتیاط ہم اور اگر نمازی کو یقین ہو کہ مین نے پوری چار پڑھی ہین تو مخبر کے قول پر لحاظ نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولھم اور اگر اختلاف کیا امام نے اور مقتدیون نے پس اگر امام کو یقین ہو اپنے ٹھیک پڑھنے کا تو اعادہ نہ کرے اور اگر یقین نہو تو مقتدیون کے کہنے کے بموجب نماز کا اعادہ کرے طحطاوی نے کہا کہ پہلی صورتین قوم اعادہ کرے کیونکہ اُنکے ظن مین اُنکی نماز فاسد ہے شک انھا ثانیۃ الوتر ام ثالثۃ قنت وقعد ثم صلی اخری وقنت ایضا فی الاصح شک کیا نمازی نے اس باب مین یہ کہ رکعت وتر کی دوسری ہے یا تیسری تو وہ قنوت پڑھے اور قعدہ کرے پھر اور رکعت پڑھے اور اُسمین بھی قنوت پڑھے صحیح تر قول مین ہم قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ دوبارہ قنوت نہ پڑھے کہ بدعت ہے اور اُسکا جواب یہ ہے کہ ترک واجب کی ضرورت سے احتیاطا قنوت پڑھنے مین ہے کذا فی الشامی شک ھل کبر للافتتاح او لا او احدث او لا او اصابہ نجاستہ او لا او مسح رأسہ او لا استقبل ان کان اول مرۃ والا لا شک کیا کہ شروع کی تکبیر کہی یا نہین خواہ یہ شک کیا کہ حدث ہوا یا نہین خواہ یہ کہ کپڑے پر نجاست لگی یا نہین خواہ یہ کہ مسح اپنے سر کا کیا یا نہین تو اگر یہ شک اول مرتبہ ہے تو از سر نو کرے ورنہ نہین ہم یعنی اول صورتمین نماز از سر نو پڑھے اور دوسری مین وضو کرے اور تیسری مین نجاست کو دھو کر پاک کرے اور چوتھی مین مسح کرے اور اگر شک اول دفعہ نہو تو اُس شک کا کچھ اعتبار نہین طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم اثنا وضو یا نماز مین شک ہونے کا ہے اور بعد فراغ کے شک کا اعتبار نہین واختلف لو شک فی ارکان الحج فظاھر الروایۃ البناء علی الاقل علیک بالاشباہ فی قاعدۃ الیقین لا یزول بالشک اور اختلاف کیا گیا ہے اس صورت مین کہ شک کیا حج کے ارکان مین اور ظاہر روایت ہے بنا کرنا کمتر پر یعنے اگر شک کیا کہ طواف زیارت مثلا چار پھیرے پھرا ہے یا تین تو تین پر بنا کرے اور تجکو چاہیے کہ اشباہ کو دیکھے اس قاعدہ کے ذکر مین کہ یقین شک سے زائل نہین ہوتا ہم ظاہر روایت کا مقابل یہ ہے کہ غلبہ ظن پر عمل کرے کیونکہ رکن کا مکرر ہونا اور اُسپر زیادتی کا ہونا حج کا مفسد نہین اور بحر الرائق مین اس قول کو اکثر فقہا کیطرف منسوب کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب صلوۃ المریض

یہ باب ہے بیمار کی نماز کے احکام مین من اضافۃ الفعل لفاعلہ او محلہ ومناسبتہ کونہ عارض سماوی وأخر عن سجود التلاوۃ ضرورۃ اضافت صلوۃ کی مریض کیطرف از قبیل اضافت فعل کے ہے طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہے طرف محل کے یعنی مریض یا فاعل نماز کا ہے یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدہ سہو سے ہونا مرض کا ہے عذر آسمانی یعنے اس لحاظ سے سہو اور مرض دونون یکسان ہین اسلیے اس باب کو متصل سجدہ سہو کے بیان کیا پھر پیچھے رکھا سجدہ تلاوت ضرورت کی وجہ سے یعنی چاہیے تھا کہ سجدہ سہو اور تلاوت پاس پاس بیان ہوتے کیونکہ دونون جزو نماز ہوتے ہین مگر صلوۃ مریض مین اس مناسبت کی رعایت کے سبب سے سجدہ تلاوت پیچھے بیان ہوا کذا فی الطحطاوی من تعذر علیہ القیام ای کلہ لمرض حقیقی وحدہ ان یلحقہ بالقیام ضرر بہ یفتی قبلھا او فیھا ای الفریضۃ او حکمی بان خاف زیادتہ او بطوء برئہ بقیام او دوران رأسہ او وجد لقیامہ المًا شدیدا او کان لو صلی قائما سلس بولہ او تعذر علیہ الصوم کما مر صلی قاعدا او مستندا الی وسادۃ او انسان فانہ یلزمہ ذلک علی المختار کیف شاء علی المذھب لان المرض اسقط عنہ الارکان فالھیئات اولی جس شخص پر کھڑا ہونا دشوار ہو یعنی سب قیام نکر سکتا ہو بسبب کسی مرض یعنی عذر حقیقی کے

باب صلوۃ المریض

اور تعریف اُس عذر کی جس سے نماز بیٹھ کر درست ہو یہ ہی کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہونچے اسی پر فتوی ہی یہ دشواری قیام کی پہلے فرضون سے ہو یا خود فرضونکے
اندر خواہ قیام نہو سکے بسبب عذر حکمی کے اسطرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھ جانیکا یا اُسکے دیر کر اچھا ہونے کا کھڑا ہونے کے باعث یا گھومتا اپنے سر کا یا پاوے
اپنے قیام سے بہت سا دردیا ایسا ہووے کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھیگا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائیگا چنانچہ باب صفۃ الصلوۃ مین گذر چکا تو وہ
شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اگرچہ تکیہ پر یا کسی آدمی پر سہارا دیکر بیٹھے کیونکہ یہ بیٹھنا اُسپر لازم ہی قول مختار کے بموجب اور بیٹھے جسطرح چاہے بموجب روایت مذہب کے
اسلیے کہ مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا تو ہیئتون کو بطریق اولی ساقط کر دیگا یعنے کسی خاص صورت پر بیٹھنا اُسپر ضرور نہیں م شارح نے حقیقی اور حکمی کو صفت
مرض کی ٹھہرایا حالانکہ مرض دونون صورتون مین حقیقی ہی اور یہ دونون لفظ صفتین عذر کی ہین جیسا کہ مترجم نے ترجمہ کیا اور ضمیر حدہ کی اگر مرض حقیقی کیطرف پھیری جاے
تو ہو نہیں سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہ ہی کہ جسکے بدن مین آنے سے اعتدال مزاج کا جاتا رہے اور اگر عذر حقیقی کیطرف پھیرین تب بھی نہیں بن سکتی کیونکہ عذر حقیقی قیام
مین یہ ہی کہ کھڑا ہو تو گر پڑے ہان جس عذر سے نماز بیٹھ کر مباح ہی اسکی طرف پھیر سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین تسامح ہی کذا فی الشامی مختصرا وقال
زفر کالتشہد قیل وبہ یفتی اور امام زفر نے فرمایا کہ بیٹھے مثل بیٹھنے التحیات کے کہتے ہین کہ اسی پر فتوی ہی م تجنیس اور خلاصہ مین اسپر فتوی مذکور ہی اسوجہ سے کہ مریض پر ایسا بیٹھنا
آسان ہی شامی نے کہا کہ یہ علت ناتمام ہی بلکہ آسانی تو اسمین ہی کہ کسی ہیئت خاص کا مقید نہو جیسا کہ قول اول ہی حاصل یہ کہ اگر التحیات کی وضع آسان یا برابر ہو تو بہتر
ہی کہ التحیات کیطرح بیٹھے ورنہ جونسی وضع اسکو سہل معلوم ہو اسطرح بیٹھے اور تشہد مین التحیات کی وضع ہو جائے بر کوع وسجود نماز پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدے سے
یعنی اشارہ سے نہ پڑھے اسلیے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہی انکو ناقص کرنا نہیں چاہیے بدون ضرورت کے وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا وحائط
قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر ہو نمازی تھوڑے قیام پر اگرچہ لاٹھی یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے تو کھڑا
ہو بطور وجوب کے جسقدر کہ قیام پر قادر ہو اگرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو موجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہی یعنے جیسے کل قیام پر قادر ہونے سے
سارا قیام لازم ہی اسیطرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہوگا م شامی نے ہندوانی سے نقل کیا کہ جس شخص کو تھوڑے سے قیام پر قدرت ہو تو اسکو حکم کیا جائے کہ
تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کرے اور جسقدر قرارت کھڑا ہو کر پڑھ سکے اتنی پڑھے پھر بیٹھ جائے اگر کھڑا نہ رہ سکے اور یہی مذہب صحیح ہی اسکے خلاف ہمارے ائمہ سے مروی نہیں اور
اگر کوئی شخص اسطرح نکریگا تو مجھے ڈر ہی کہ اسکی نماز درست نہو اور اگر بے سہارے کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو سہارا لیکے کھڑا ہو ورنہ اسکی نماز کافی نہوگی اس سے معلوم
ہوا کہ جو لوگ لوراے عذر مین بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہین اور یقینا بقدر دو چار آیتون کے کھڑا ہونے سے انکو کچھ ضرر نہیں ہوتا انکی نماز نہیں ہوتی اور طرفہ یہ کہ گھر سے اپنے پاؤن
چلکر آتے ہین اور فرض نماز مین بیٹھ کر نیت باندھتے ہین پس اسکا یاد کرنا ضرور ہی کہ لوگ اس سے غافل ہین وان تعذرا لیس تعذرہما شرط بل تعذر السجود کاف لا القیام و
اوما بالہمز قاعدا وہو افضل من الایماء قائما لقربہ من الارض ویجعل سجودہ اخفض من رکوعہ لزوما ولا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ فانہ یکرہ تحریما اور اگر رکوع
اور سجدہ دونون نہو سکین تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہی کھڑے ہو کر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کی زمین
سے یعنے مشابہت سجدہ کی اس صورت مین زیادہ ہی اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنے بدون اسکے سجدہ جائز نہوگا اور نہ
اُٹھائے کوئی چیز اپنے چہرہ کیطرف تا کہ اُسپر سجدہ کرے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہی م شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونون کا متعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہو سکنا اشارہ کے
لیے کافی ہی نہ قیام کا متعذر ہونا اور اوما ہمزہ سے ہی یعنے مہموز اللام ہی م شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہی ضمیر متصل وان تعذرا پر اور سجدہ کے لیے کوئی چیز اُٹھانا
لیے رہنا مکروہ تحریمی ہی لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہیں اسلیے کہ ثابت ہوا ہی کہ حضرت ام سلمہؓ نے بیماری کی جہت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو منع نہیں فرمایا فان فعل بالبناء للمجہول ذکرہ العینی وہو یخفض راسہ لسجودہ اکثر من رکوعہ صح علی انہ ایماء لا سجود الا ان یجد قوۃ الارض
والا یخفض لا یصح لعدم الایماء پس اگر کوئی چیز اُٹھائی جائے اور نمازی اپنا سر زیادہ پست کرتا ہو بہ نسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہ اشارہ ہی

ف باوجود قدرت تھوڑے سے قیام بعض کے نماز بیٹھ کر پڑھنی نخل ہے ۱۲

متصور ہوگا نہ سجدہ مگر اس صورت مین کہ پاوے زمین کی سختی تو سجدہ ہی ہوگا اور اگر سر کو پست نکرتا ہو تو صحیح نہوگا بسبب نہونے اشارہ کے شارح نے کہا فعل بصیغہ مجہول
ہی ذکر کیا ہی اسکو عینی نے مگر حلبی نے کہا کہ مجہول ہونا کچھ ضرور نہین بلکہ ماتن کا قول ولا یرفع ظاہرا اسیکا مقتضی ہی کہ بصیغہ معروف ہو اور اشارہ ہی متصور ہوگا اسکے یہ
معنی کہ اگر کوئی رکوع سجدہ کرنیوالا اسکا قصد اگر کریگا تو جائز ہوگا اور سر کو پست نکرنے کی یہ صورت کہ کوئی چیز اٹھا کر سجدہ کے لیے سر کو لگا لے بالکل نہ جھکے یا جھکے مگر رکوع
سے کم یا برابر تو سجدہ جائز نہوگا کذا فی الشامی وان تعذر القعود ولو حکما اومأ مستلقیا علی ظہرہ ورجلاہ نحو القبلۃ غیر انہ ینصب رکبتیہ لکراہۃ مد الرجل الی القبلۃ ویرفع
راسہ یسیرا لیصیر وجہہ الیہا او علی جنبہ الایمن او الایسر ووجہہ الیہا والاول افضل علی المعتمد اور اگر دشوار ہو نمازی کو بیٹھنا اگرچہ حکمی تعذر ہو تو وہ چت لیٹ کر اشارہ
کرے اور دونون پانون قبلہ کی جانب کرے لیکن گھٹنون کو کھڑا کر لے بسبب مکروہ ہونے پانون پھیلانے کے قبلہ کیطرف اور ابھارے سر اپنا تھوڑا سا تاکہ ہوجاوے اسکا چہرہ
قبلہ کیطرف یا لیٹے داہنے یا بائین کروٹ پر اور منہ کرے قبلہ کیطرف اور چت لیٹنا افضل ہی قول معتمد کے بموجب ہم حکما نہ بیٹھ سکنے کی مثال یہ ہی کہ مثلا طبیب نے کہدیا ہو کہ ایک
یا دو دن لیٹے رہنا اٹھنا بیٹھنا ترک کر دینا اور لیٹ کر ابھارنا اسلیئے تاکہ مشابہ بیٹھنے والے کے ہوجاے ورنہ اشارہ رکوع اور سجدہ کا لیٹے ہوے تندرستون سے بدقت
ہوتا ہی چہ جائیکہ مریض سے اور قول معتمد کا مقابل یہ ہی کہ کروٹ پر لیٹنا درست نہین مگر اس صورت مین کہ چت لیٹنا ممکن نہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الایماء برأسہ
وکثرت الفوائت بان زادت علی یوم ولیلۃ سقط القضاء عنہ وان کان یفہم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما فی الظہیریۃ لان مجرد العقل لا یکفی لتوجہ الخطاب اور اگر
اشارہ سر سے بھی دشوار ہوجائے اور فوائت بہت ہوجائین اسطرح کہ بڑھجاوین ایک دن اور رات پر تو ساقط ہوجاتی ہی اس مریض پر سے قضا اگرچہ سمجھی جاتی ہی قضا
ظاہر الروایت مین اور قضا کے ساقط ہونے پر فتوی ہی جیسا کہ ظہیریہ مین ہی اسلیئے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو کافی نہین ہم یہ مسئلہ چار طرح پر ہی
اول یہ کہ مرض دن رات سے زیادہ رہا اور اسکو ہوش نرہا تو اس صورت مین بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہین دوسرے یہ کہ مرض بیہوشی کے ساتھ دن رات
سے کم رہا یا یہ کہ دن رات رہا مگر عقل قائم رہی تو اس صورتین نماز قضا پڑھے اجماعا تیسرے یہ کہ دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل بنی رہی چوتھے یہ کہ دن رات سے
کم رہا اور عقل نہ رہی تو یہ دونون صورتین محل اختلاف ہین ظاہر الروایۃ مین قضا پڑھنا معلوم ہوتا ہی اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہی مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس مین ترجیح
عدم قضا کو دی ہی اور قاضیخان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہی کذا فی الطحطاوی وافاد بسقوط الارکان سقوط الشرائط عند العجز بالاولی ولا یعید فی
ظاہر الروایۃ بدائع اور بتلا دیا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کے وقت ساقط ہونا شرائط کا بطریق اولی اور اعادہ نکرے ان نمازون کا جو ارکان یا شرائط کے
ساقط ہونے سے پڑھے ظاہر الروایت مین کذا فی البدائع م یعنے جیسے ارکان عاجزی کے باعث ساقط ہوجاتے ہین تو شرائط بطریق اولی ساقط ہوجاوینگے مثلا استقبال قبلہ
اور ستر عورت اور طہارت نجاست حقیقی سے عاجزی کے وقت ساقط ہوجاتی ہین ہان وقت ساقط نہین ہوتا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الایماء سے پیشتر
بیان کرتا کیونکہ ایماء کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہوجاتی ہی اور اس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو انہین کی ذیل مین اس مسئلہ کا ہونا بہتر تھا کذا فی الشامی
ولو اشتبہ علی مریض اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقہ لا یلزمہ الاداء ولو اداہا بتلقین غیرہ ینبغی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ اور اگر مریض کو یاد نرہتا ہو رکعتون اور
سجدون کا شمار بسبب اونگھ کے کہ اسکو لاحق ہوتی ہی تو اسپر اداے نماز لازم نہین اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے سکھلانے سے تو چاہیے کہ کافی ہو اسکو کذا فی القنیہ
م اسمین یہ اعتراض ہی کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہی اور وہ مفسد نماز ہی تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہی کہ یہ تعلیم و تعلم نہین بلکہ یاد دہانی اور خبر دار کرنا ہی جیسے بیچ
کا شخص بڑے مجمع مین امام کی آواز اللہ اکبر کی دوسرون کو پہونچاتا ہی کذا فی الشامی ولم یوم بعینہ وقلبہ وحاجبہ خلافا لزفر رحمہ اللہ اور اشارہ نکرے اپنی آنکھ
اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر رحمہ کے کہ انکے نزدیک سر سے اشارہ نہ کر سکے تو ابرو سے کرے اور اس سے عاجز ہو تو آنکھ سے کرے اور اس سے بھی عاجز ہو تو
دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث عمران اور ابن عمرؓ کی ہی کہ اگر اشارہ سر سے نکر سکے تو اللہ تعالی اسکے عذر کو زیادہ تر قبول فرمانیکا مستحق ہی کذا فی البحر ولو عرض
لہ مرض فی صلوتہ یتم بما قدر علی المعتمد اور اگر لاحق ہوا نمازی کو مرض اسکی نماز مین تو تمام کرے نماز کو ان افعال سے جسپر قادر ہو قول معتمد کے بموجب یعنی

خواہ بیٹھ کر رکوع اور سجدے سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اسلیے کہ بقیہ نماز ادنیٰ ہے تو ادنیٰ کی بنا اعلیٰ پر درست ہے کذا فی البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ از سر نو پڑھے کذا فی الحلبی
ولو صلی فاقداً بر کوع وسجود فصح بنی ولو کان یصلی بالایماء فصح لایبنی الا اذا صح قبل ان یومی بالرکوع والسجود اور اگر نمازی پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے پھر
اچھا ہو گیا یعنے قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو باقی نماز پہلی پر بنا کرے یعنے کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہو اور تندرست ہو جاوے یعنے رکوع اور سجدہ پر
قادر ہو جاوے تو بنا کرے مگر اس صورت مین کہ رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو عدم بنا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رکوع وسجدہ والی نماز کی بنا
اشارہ والی پر جائز نہین اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو کان یومی مضطجعاً ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود فانہ یستانف علی المختار لان حالۃ القعود اقوی
فلم یجز بناؤہ علے الضعیف جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جائے بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز از سر نو پڑھے قول مختار کے موجب
کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہے بہ نسبت لیٹنے کے اسلیے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہوئی وللمتطوع الاتکاء علی شیء کعصا وجدار مع الاعیاء ای التعب بلا کراہۃ وبدونہ
یکرہ ولہ القعود بلا کراہۃ مطلقاً ہو الاصح ذکرہ الکمال وغیرہ اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ تھکنے کے بدون
کراہت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہے کہ ایک طرح کی بے ادبی ہے اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے بیٹھ جانا بدون کراہت کے ہر حال مین یعنے
عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح تر ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ مین ہے کہ بدون عذر مکروہ ہے اور قول اصح یہ ہے کہ مکروہ نہین کیونکہ جب ابتدا اسکو بیٹھکر
پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لیے بیٹھ جانے کا اختیار کیون نہو گا کذا فی الشامی صلے الفرض فی فلک جار قاعداً بلا عذر صح لغلبۃ العذر واساءو
قال لایصح الا بعذر وہو الاظہر برہان پڑھا نمازی نے فرضون کو چلتی کشتی مین بیٹھ کر بدون عذر کے تو صحیح ہے بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنے دوران سر کثرت ہونے
سے اکثر ہوا کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور برا کیا کہ بیٹھ کر پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہے
کذا فی البرہان ہم شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے والمربوطۃ فی الشط کالشط فی الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ مین مثل کنارہ کے
ہے صحیح تر قول مین ہم یعنے اسمین فرض بیٹھ کر جائز نہین بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہے کہ کنارہ پر بندھی کشتی مین فرض کھڑے ہو کر درست ہین خواہ وہ زمین
پر ٹھہری ہو یا نہین اور ایضاح مین ہے کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ اسکا حکم زمین کا سا ہے اور اگر ٹھہری نہوگی تو اگر نمازی اسپر سے کنارہ
پہ اتر سکتا ہے تو فرض درست نہونگے نیچے اتر کر پڑھے کیونکہ اسوقت مین اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہے اور اگر اترنا ممکن نہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہے کذا فی
الطحطاوی والمربوطۃ بلجۃ البحر ان کان الریح یحرکہا شدیداً فکالسائرۃ والا فکالواقفۃ اور بندھی ہوئی موج دریا مین اگر ہوا اسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ
مثل جاری کے ہے اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہے یعنے پہلی صورت مین نماز فرض بیٹھ کر جائز ہے اور دوسری مین جائز نہین کذا فی الطحطاوی
ویلزم استقبال القبلۃ عند الافتتاح وکلما دارت اور لازم ہے قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کے وقت اور جبکہ کشتی گھوم جاوے ہم یعنے اسپر سب کا اتفاق ہے کہ قبلہ رخ
رہے گو کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ خوف وقت کے جانے کا نہ ہو اور اگر خوف ہو تو ظاہر ہے کہ قبلہ عاجز
شخص کے حق مین وہی ہوتا ہے جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی ولو ام قوماً فی فلکین مربوطتین صح والا لا اور اگر امام ہوا ایک قوم کا دو کشتیون بندھی
ہوئی مین تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہین ہم بندھی ہوئی سے یہ غرض ہے کہ پاس پاس ہون فاصلہ سے نہون کیونکہ پاس ہونے مین دونون کا حکم ایک مکان کا سا ہے
کذا فی الشامی ومن جن او اغمی علیہ ولو بفزع من سبع او آدمی یوماً ولیلۃ قضے الخمس وان زاد وقت صلوٰۃ سادسۃ لا للحرج ولو افاق فی المدۃ
فان لافاقتہ وقت معلوم قضے والا لا اور جو شخص مجنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نماز ین
قضا پڑھے اور اگر بڑھ جاوے بیہوشی پر وقت چھٹے نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر دن رات مین اسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب
تو قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے ہم مثلاً دن رات بیہوش رہتا ہے مگر صبح کو ہوش مین آتا ہے تو اول کی بیہوشی بیکار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑیگی اور اگر وقت

ہوش کا معین نہین یکایک ہوش مین ہوجاتا ہو تو اس ہوش کا اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی زال عقله ببنج او خمر او دواء لزمه القضاء وان طالت لانه بصنع العباد کالنوم زائل ہوئی عقل نمازی کی بوٹی یا شراب یا کسی دوا سے تو اُسکو قضا پڑھنا بے عقلی کے وقت کی نمازون کا لازم ہو اگرچہ مدت بیہوشی بہت ہو اسلیے کہ یہ بیہوشی خود بندہ کے کرنے سے ہو مثل سو رہنے کے تو جیسا سونے سے قضا ساقط نہین ہوتی اسی طرح کچھ کھاکر بیہوش ہونے سے ساقط نہوگی م بنج بفتح موحدہ نام ایک بوٹی کا ہو جو نیند لاتی ہو سوائے بھنگ کے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ اجوائن خراسانی ہو ولو قطعت یداه ورجلاه من المرفق والکعب وبوجهه جراحة صلے بغیر طهارة ولا یتیمم ولا یعید هو الاصح وقدمر فی التیمم وقیل لا صلوة علیه وقیل یلزمه غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہون دونون ہاتھ نمازی کے کہنی سے اور دونون پانون ٹخنے سے اور اُسکے چہرہ مین زخم ہو تو وہ نماز پڑھے بدون وضو اور تیمم کے اور اُنکا اعادہ نہ کرے یہی صحیح تر ہو اور یہ مسئلہ گذر گیا تیمم مین اور بعضون نے کہا کہ اُس شخص پر نماز نہین اور بعضون نے کہا کہ اُسپر لازم ہو دھونا کٹی جگہ کا م یہ دونون قول مقابل قول اصح کے ہین اور لزوم غسل اُس صورت مین ہو کہ اُسکو وضو کرانے والا موجود ہو کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے المکن الغریق الصلوة بالایماء بلا عمل کثیر لزمه الاداء والا لا قادر ہوا ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے بدون عمل کثیر کے تو اُسکو ادا پڑھنا لازم ہو اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہین قضا لازم ہو م بدون عمل کثیر کے اسطرح کہ کوئی چیز سہارے کو مل گئی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذا فی الجواہرہ الطبیب بالاستلقاء لنزع الماء من عینه صلے بالایماء لان حرمة الاعضاء کحرمة النفس حکم کیا نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا بسبب پانی نکال ڈالنے کے اُسکی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلیے کہ حرمت اعضا کی مثل حرمت نفس کے ہو یعنے جیسے جان کا بچانا فرض ہو ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہو م نزع بفتح نون وسکون زا معجمہ وعین مہملہ بمعنی نکالنا اور بعض نسخون مین نزغ ہو بفتح موحدہ وسکون زا معجمہ وغین معجمہ بمعنی پچھنے لگانے کے کذا فی الطحطاوی مریض تحته ثیاب نجسة وکلما بسط شیٔ تنجس من ساعته صلے علے حاله وکذا لو لم یتنجس الا انه یلحقه مشقة بتحریکه ایک بیمار ہو جسکے نیچے نجس کپڑے ہین اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہو فوراً ناپاک ہوجاتی ہو تو وہ بیمار اُسی حال پر نماز پڑھے اور اسی طرح اگر ناپاک فوراً نہوتے ہون مگر اُنکے دور کرنے سے بیمار کو حرکت کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو تب بھی نماز اُنھین ناپاک کپڑون مین پڑھے کہ اُسکے حق مین پاک ہین واللہ اعلم

باب سجود التلاوة

یہ باب ہو سجدۂ تلاوت کے احکام مین من اضافة الحکم الی سببه سجدہ کی اضافت طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہو طرف اپنے سبب کے م طحطاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہو نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہہ فعل کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ یعنے فعل کے لیا جائے تجب بسبب تلاوة آیة ای اکثرها مع حرف السجدة من اربع عشرة آیة اربع فی النصف الاول وعشر فی النصف الثانی واجب ہو ایک سجدہ بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتون سجدہ سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہو لفظ سجدہ کے ساتھ اور چودہ سجدون مین سے چار قرآن مجید کے نصف اول مین ہین اور دس نصف دوم مین م پس اگر آیت سجدہ کو لکھے یا ہجے کرے تو سجدہ واجب نہوگا اسی طرح ساری آیت مین سے اگر کلمہ سجدہ کو پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دے تو سجدہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ وجوب عام ہو خواہ تلاوت آیت نماز مین ہو یا نماز سے خارج اور یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہو کہ سجدۂ سورۂ نمل مین رب العرش العظیم پر اور سورۂ ص مین حسن مآب پر اور حم سجدہ مین لا یسأمون پر ہو اور امام شافعی کے نزدیک تعبدون پر ہو مگر چونکہ وائل بن حجر اور ابن عباس سے لا یسأمون پر مروی ہو اسلیے احتیاط اسی مین ہو کہ لا یسأمون پر سجدہ کیا جاوے کیونکہ سجدہ مین ایک آیت کی تاخیر مضر نماز نہین اور

ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہوتی ہے اور یہی دلیل سورۂ ص مین بھی ہے گو زیلعی نے اناب پر سجدہ لکھا ہے سنہا او سلے الحج اثانیتہ
فصلوٰتیۃ لاقترانہا بالرکوع و ص خلافا للشافعی رحمہ و احمد رحمہ و نفی مالک رحمہ لسجود المفصل ان چودہ سجدون مین سے پہلا سجدہ سورۂ حج کا ہے
اور دوسرا سجدہ سورہ مذکور کا وہ تلاوت کا نہین بلکہ مراد اُس سے نماز کا سجدہ ہے بسبب متصل ہونے اُس سجدہ کے رکوع سے اور ایک
سجدہ سورہ ص کا ہے بخلاف امام شافعی اور احمد رحمہ کے کہ اُنکے نزدیک سورۂ ص مین سجدہ نہین اور حج مین دو سجدہ ہین غرضکہ
شمار سجدہ کا اُنکے نزدیک بھی چودہ ہے اور امام مالک رحمہ نے فرمایا کہ مفصل صورتون مین سجدہ نہین یعنے سورۂ نجم اور اذا السماء انشقت اور
اقراء مین اُنکے نزدیک سجدہ نہین تو اُنکے نزدیک تعداد گیارہ ہے ہم اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑھی اور اُسنے سورہ حج کے دوسرے
سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہے اور خارج نماز اگر سنیگا تو اُسپر سجدہ نہین کذا فے الطحطاوی بشرط سماعہا فالسبب التلاوۃ وان لم
یوجد السماع کتلاوۃ الاصم والسماع شرط فے حق غیر التالی ولو بالفارسیۃ اذا اخبر واجب ہے سجدہ تلاوت بشرط سننے آیت سجدہ کے یعنی سبب
سجدہ کے تین ہین اوّل تلاوت اگرچہ سماع نپایا جاوے جیسے پڑھا بہرے آدمی کا دوم سننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہے پڑھنے والے کے سوا
دوسرے شخص کے حق مین اگرچہ فارسی مین ہو جبکہ خبر دیا جاوے اور اگر اُسکو خبر نہو کہ آیت سجدہ ہے تو معذور ہے تیسرے سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہے اور
بشرط الائتمام ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ غیر التالی والمؤتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط نہین حالانکہ غیر تالی مین وہ بھی داخل ہے
او بشرط الائتمام ای الاقتداء بمن تلاہا فانہ سبب لوجوبہا ایضا وان لم یسمعہا ولم یحضر ہا للمتابعۃ یا سجدہ تلاوت واجب ہے بشرط مقتدی ہونے کے اُس
شخص کے پیچھے جو آیت سجدہ کو پڑھے کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہے سجدہ کے واجب ہونے کا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ
کے پڑھنے کے وقت یعنے گو امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑھلی ہو تب بھی سجدہ واجب ہے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے ہم اقتدا
سے واجب ہونے مین یہ بھی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب نہین اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیہ
شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ فانہ سبب کی جگہ فانہ شرط کہتا تا کہ بشرط الاقتداء کے موافق ہوتا ولو تلاہا المؤتم لم یسجد المصلے اصلا لا فی
الصلوٰۃ ولا بعدہا اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑھنے والا ہرگز نہ نماز مین نہ بعد نماز کے ہم یعنے نہ خود پڑھنے والا سجدہ کرے
اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اُسکے ساتھ والے بخلاف الخارج لان الحجر ثبت للمعنیین فلا یعدوہم حتے لو دخل معہم سقطت بخلاف خارج
کے کہ وہ سجدہ کرے اسلیے کہ روک یعنے قرأت کی ممانعت ثابت ہوئی ہے معین شخصون کے لیے تو اُنسے تجاوز نہ کریگی یہانتک کہ اگر خارج نماز مین
داخل ہوگا اُنکے ساتھ تو اُسپر بھی سجدہ ساقط ہو جائیگا ہم خارج سے مراد وہ شخص ہے کہ بالکل نماز نہ پڑھتا ہو یا وہ کہ دوسری نماز پڑھتا ہو خواہ
اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فے الحلبی شامی نے کہا کہ علت مسئلہ کی جو شارح نے بیان کی اُسمین امام داخل نہین اسلیے کہ اُسکو ممانعت قرأت
کی نہین تو تعلیل وہ خوب ہے جو شرح منیہ مین ہے کہ اگر مقتدی کے پڑھنے سے امام سجدہ کرے تو متبوع تابع ہو جاویگا ولا تجب علے من تلاہا فی
رکوعہ او سجودہ او تشہدہ لحجرہ فیہا عن القراۃ اور نہین واجب ہے سجدہ اُس شخص پر کہ پڑھے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ مین یا التحیات
مین واسطے ممانعت کے ان ارکان مین قرأت سے ہم اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہے اور نماز کے اندر اُسکو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ
مین اور مقتدی کے مسئلہ مین یہ بیان کیا ہے کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قرأت کی روک ہے اور امام کا تصرف اُسپر جاری اسلیے اُسکے تصرف کا
اعتبار نہین بخلاف اس مسئلہ کے کہ یہان رکوع کرنے والا قرأت سے ممنوع ہے مثل جنب کے تو جیسے جنب کے پڑھنے سے سجدہ اُسپر واجب ہوتا ہے ویسا ہی
یہان بھی واجب ہونا چاہیے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہے بشروط الصلوٰۃ المتقدمۃ خلا التحریمۃ ونیۃ التعیین سجدہ واجب ہے ساتھ

شرطون نماز کے جو پہلے گذرین یعنے طہارت اور ستر عورت اور قبلہ رخ ہونے کے ساتھ سوا تحریمہ اور نیت تعیین کے یعنے سجدہ کے لیے جدا تحریمہ
کرنا اور یہ کہ فلان آیت کا سجدہ ہی شرط نہین مگر یہ نیت کہ یہ سجدہ تلاوت ہی اسکے مشروط ہونے مین کلام نہین ویفسدہا ما یفسدہا ورکنہا السجود
او بدلہا کرکوع مصل واِیماء مریض وراکب اور فاسد کرتی ہی سجدۂ تلاوت کو وہ چیز جو نماز کی مفسد ہی یعنے دانستہ حدث اور قہقہہ اور کلام سے
فاسد ہوجاتا ہی اور اُسپر اعادہ اسکا واجب ہی شامی نے کہا کہ عورت کی محاذات سے فاسد نہین ہوتا اور سجدۂ تلاوت کے اندر قہقہہ سے وضو
نہین جاتا اور رکن اسکا سجدہ کرنا ہی یا بدل سجدہ کا جیسے رکوع کرنا نماز پڑہنے والے کا اور اشارہ بیمار کا اور اشارہ سوار کا م رکوع مین نماز کی
کی قید اسلیے لگائی کہ خارج نماز اگر سجدہ کی جگہ رکوع کریگا تو کافی نہوگا اور بیمار اگرچہ آیت سجدہ حالت صحت مین پڑہے اور بیماری مین
اشارہ سے ادا کرے جائز ہوگا اور سوار پر سجدہ اگر حالت سواری مین شہر کے باہر واجب ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سے ادا ہوجائیگا
گو بیچ مین اُتر پڑا ہو اور اگر سجدہ واجب زمین پر ہوا ہو تو اسکا ادا کرنا سواری پہ کافی نہوگا کذا فی الشامی وہی سجدۃ بین تکبیرتین
مسنونتین جہرا وبین قیامین مستحبین بلا رفع ید وتشہد وسلام اور سجدۂ تلاوت ایک سجدہ ہی درمیان دو تکبیرون مسنون کے پکار کر یعنے
ایکبار اللہ اکبر کہے سر رکھنے کو اور دوسری بار اُٹھانے کو اور اکیلا اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ سنے اور امام اتنا کرے کہ اورون کو آواز جاوے اور
درمیان دو مستحب قیام کے یعنے کھڑا ہو کر سجدہ مین جانا اور بعد سجدہ کے کھڑا ہو جانا مستحب ہی بدون ہاتھ اُٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کے وقت
اور بدون التحیات اور سلام کے وفیہا تسبیح السجود فی الاصح اور سجدۂ تلاوت مین تسبیح سجدہ کی ہی صحیح تر قول مین یعنے سبحان ربی الاعلی
تین بار کہے م فتح القدیر مین کہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہ حکم ہی اور اگر نفل نماز ہو یا خارج نماز تو چاہے سبحان ربی الاعلی کہے یا یہ دعا
پڑہے جو احادیث مین وارد ہی سجد وجہی للذی خلقہ الخ چنانچہ ہمنے باب صفۃ الصلوۃ مین لکھا ہی علی من کان متعلق تجب اہلا لوجوب الصلوۃ
لانہا من اجزائہا اداء کالاصم اذا تلاہا او قضاء کالجنب والسکران والنائم واجب ہی سجدۂ تلاوت اُس شخص پر کہ ہووے اہل نماز کے واجب
ہونے کا ادا کرنے کے اعتبار سے یعنے اُسی وقت اہل ہو جیسے بہرا آدمی اگر آیت سجدہ پڑہے یا قضا کے اعتبار سے اہل ہو یعنے اُسوقت اہل نہ ہو
دوسرے وقت ہو جیسے جنب اور متوالا اور سونے والا شارح نے کہا کہ علی من متعلق ہی تجب سے اور وجوب سجدہ کے لیے نماز کے
وجوب کی اہلیت اسلیے معتبر ہوئی کہ سجدۂ تلاوت نماز کے اجزا مین سے ہی یعنے جس صورت مین کہ آیت نماز کے اندر پڑہی جاوے تو یہ سجدہ
جزو نماز ہو جاتا م متوالے پر سجدہ کے وجوب کے لیے اسکی عقل قائم رکھی گئی تا کہ اُسکو تنبیہ ہو اور سونے والا اگر آیت سجدہ پڑہے اور
بعد جاگنے کے اسکو کوئی خبر کردے تو اُسپر لزوم سجدہ مین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ سجدہ لازم ہی اور قول صحیح مین لازم نہین اگر سوتے اور بیہوش
سے سجدہ کی آیت کوئی شخص سنے تو اسکا حکم عنقریب آویگا فلا تجب علی کافر وصبی ومجنون وحائض ونفساء قرؤا او سمعوا لانہم لیسوا
اہلا لہا پس نہین واجب ہی سجدہ کافر پر اور نابالغ اور دیوانہ اور حیض ونفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑہین یا سنین اسلیے
کہ یہ سب نماز کے اہل نہین نہ اسوقت پر اور نہ اسکے بعد اور ایک نسخہ مین لہا ہی یعنے ادا اور قضا دونون کے اہل نہین وتجب بتلاوتہم
یعنی المذکورین خلا المجنون المطبق فلا تجب بتلاوتہ لعدم اہلیتہ اور واجب ہی سجدۂ تلاوت ان سب مذکورین کے پڑہنے سے سوا اُس
مجنون کے جسکو افاقہ نہوتا ہو کہ اُسکے پڑہنے سے سننے والون پر سجدہ واجب نہوگا بسبب اہل نہونے مجنون کے م طحطاوی نے کہا کہ شارح
کی تعلیل مین لام کا بھی داخل ہی یعنے اُسکے پڑہنے سے سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہی حالانکہ وہ خود اہل نہین ہی اور مطبق بکسر با سے حدہ
سے یہان وہ مجنون مراد ہی جسکو چھ نمازون یا زیادہ تک جنون رہے ولو قصر جنونہ فکان یوما ولیلۃ او اقل تلزمہ تلا او سمع وان کثر لا تلزمہ

بل تلزم من سمعہ علے ما حررہ ملا خسرو ولکن جزم الشرنبلالی باختلاف الروایۃ ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن الفتاوے الصغری والجوہرۃ
قلت وبہ جزم القہستانی اور اگر کم ہوا جنون مجنون کا یعنے ایک دن اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اُسپر سجدہ لازم ہی خواہ وہ خود پڑھے یا
دوسرے سے سُنے اور اگر جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے تو سجدہ خود اُسپر لازم نہین بلکہ اُس شخص پر لازم ہی جو اُس سے آیت
سجدہ کو سُنے بموجب اُس بیان کے کہ منقح بیان کیا ہی اُسکو ملا خسرو نے لیکن یقین کیا ہی شرنبلالی نے اختلاف روایت پر در بارۂ مجنون کے
اور نقل کیا ہی وجوب سجدہ کو مجنون سے سنکر فتاوے صغرے اور جوہرہ سے مین کہتا ہون اور اسی وجوب پر یقین کیا ہی قہستانی نے مشرنبلالی نے کہا کہ
کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے مین دو روایتین ہین اور دونون کی تصحیح ہوئی ہی اور جوہرہ مین کہا کہ اصح یہ ہی کہ سجدہ
واجب نہین کذا فی الشامی لا تجب بسماعہ من الصدی والطیر ومن کل تال حرفا ولا بالتہجی اشباہ ولا من المؤتم لو کان السامع فی صلوتہ اے صلوۃ الموتم
بخلاف الخارج کما مر نہین واجب ہی بسبب سننے سجدہ کی صدا یعنے گونج کی آواز سے جو پہاڑون اور جنگلون وغیرہ مین پلٹ کر ویسے ہی سنائی دیتی ہی اور نہین
واجب ہی پرندے سننے کے سبب یعنے طوطا یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سُننے والے پر اصح قول مین سجدہ واجب نہین اور واجب نہین سننے سے
ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور نہ ہجے کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ طحطاوی نے کہا کہ ایک کلمہ کے سُننے سے عدم وجوب کا مسئلہ
متن مین آگے مذکور ہی تو شاید شارح نے یہان مکرر اسلیے ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا اسی جا ذکر کرنا مناسب تھا اور نہین واجب ہی
بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا مقتدی کی نماز مین ہو یعنے وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اُسکے ساتھ والا بخلاف خارج
کے نماز مقتدی سے کہ اُسپر واجب ہوگا چنانچہ پیشتر گذرا وہی علے التراخی علے المختار ویکرہ تاخیرہا تنزیہا وتکفیہ ان یسجد عدد ما علیہ بلا تعیین ویکون
مؤدیا وتسقط بالحیض والردۃ ان لم تکن صلوتیۃ فعلے الفور لصیرورتہا جزء منہا ویأثم بتاخیرہا ویقضیہا ما دام فی حرمۃ الصلوۃ ولو بعد السلام فتح
اور سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہی تراخی کے طور پر مختار قول کے بموجب یعنے امام محمد کے نزدیک تمام عمر اُسکا وقت ہی اور یہی قول مختار ہی اور امام ابو یوسف
کے نزدیک فوراً واجب ہی یعنے تاخیر سے گناہگار ہوگا بشرطیکہ سجدۂ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہی فوراً بسبب ہو جانے اُس سجدہ
کے جزو نماز کا اور گناہگار ہوگا سجدۂ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اُسکو قضا بجا لائے جب تک کہ نماز کی حرمت مین باقی رہے اگرچہ بعد سلام کے ہو
یعنے جب تک کوئی فعل مخالف نماز کے نہ کیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہی تاخیر کرنا سجدۂ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہو اور کافی ہی
قرآن پڑھنے والے کو کہ جسقدر سجدے اُسپر ہون اسقدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہو ویگا ادا کرنیوالا یعنے تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی یہ نہوگا کہ
قضا ہو جائین اور ساقط ہو جاتا ہی سجدۂ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنے اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہانتک کہ حائضہ ہوئی
تو اُسپرسے سجدہ ساقط ہو جائیگا اور اسی طرح مرتد ہونے سے کذا فی التجنیس ثم ہذہ النسبۃ ہے الصواب وقولہم صلوتیۃ خطاء قالہ المصنف لکن فی العنایۃ
انہ خطاء مستعمل وہو عند الفقہاء خیر من صواب نادر پھر یہ نسبت یعنے مصنف کا صلوۃ کہنا درست ہی اور اُسکی جگہ فقہا کا قول صلوتیۃ کہنا غلط ہی کہا ہی اسکو
مصنف نے مگر عنایہ مین ہی کہ صلوتیہ کہنا غلط ہی لیکن مروج ہی اور یہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہی صحیح کم رائج سے کیونکہ اُنکی غرض صرف
احکام کا بتلانا ہی ان الفاظ مین جو عوام مین مشہور ہون م وجہ غلطی کی یہ ہی کہ قاعدہ نسبت کا یون ہی کہ تاء تانیث کو حذف کر دیتے ہین پھر اگر
الف آخر مین ہو تو اُسکو واو سے بدل کرتے ہین تو اس لحاظ سے صلوتیہ کہنا بموجب قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیہ کے کہ اُسمین تاء
کو حذف کیا ہی نہ الف کو بدلا کذا فی الطحطاوی مختصرا ومن سمعہا من امام ولو باقتدائہ بہ فائتم بہ قبل ان یسجد الامام لہا سجد معہ فلو ائتم بعدہ
لا یسجد اصلا کذا اطلق فی الکنز تبعا للاصل وان لم یقتد بہ اصلا سجدہا وکذا لو اقتدی بہ فی رکعۃ اخرے علی ما اختارہ البزدوی وغیرہ وہو ظاہر الہدایۃ

اور جو شخص نے آیت سجدہ کو امام سے اگرچہ وہ امام اسی مقتدی کی اقتدا سے ہوگیا ہو یعنے اول اکیلا پڑھتا تھا پھر اُس شخص نے اسکے پیچھے اقتدا کیا
اور اس وجہ سے امام ہوگیا پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے پہلے اس سے کہ امام سجدہ تلاوت کرے تو وہ شخص امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر اسکا اقتدا
بعد سجدہ کرنے کے اسی رکعت مین کرے تو سجدہ نہ کرے نہ اندر نماز کے نہ بعد نماز کے ایسا ہی مطلق بیان کیا ہے کنز مین اصل کی تبعیت سے یعنی اقتدا
کرنے سے وہ سجدہ نماز کا ہوگیا تو خارج نماز ادا نہین ہوسکتا اور نماز کے اندر امام کی مخالفت نہین ہوسکتی اور اگر اقتدا امام کے پیچھے نکیا نہ اس رکعت
مین نہ دوسری مین تو سجدہ تلاوت کرلے اور اسی طرح اگر اقتدا کرے دوسری رکعت مین تو سجدہ کرے مگر بعد نماز سے فارغ ہونے کے بموجب اُس
قول کے کہ اختیار کیا ہے اسکو بزدوی وغیرہ نے اور یہی ہے ظاہر ہدایہ کا م حاصل یہ کہ جب آیت سجدہ امام سے سُنے تو اگر اسکا اقتدا نہ کرے خارج رہے
تو سجدہ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کرے اُسی رکعت مین جسمین امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اگر سجدہ امام سے پیشتر اقتدا کیا تو اسکے ساتھ سجدہ کرلے
ورنہ اُسپر سے ساقط ہوگا اور اگر دوسری رکعت مین اقتدا کرے تو بعد نماز سے فارغ ہونے کے سجدہ کرے کذا فی الشامی لمتقطاً **ولو تلاہا
فی الصلوٰۃ سجدہا فیہا لا خارجہا لما مر** اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدہ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز سے بسبب اُس وجہ
کے کہ پیشتر بیان ہوئی یعنے نماز کے اندر کا سجدہ تلاوت نماز کا جزو ہوجاتا ہے و فی البدائع واذا لم یسجد اثم فلزمہ التوبۃ اور بدائع مین ہے کہ اگر نماز
کے اندر سجدہ تلاوت نہ کریگا تو گناہگار ہوگا پس لازم ہوگی اسکو توبہ اسلیے کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہین تو گناہ ثابت ہوگیا اور اُس سے
مخلصی کی صورت بجز توبہ کے اور کچھ نہین کذا فی الطحطاوی **الا اذا فسدت الصلوٰۃ لغیر الحیض** فلو بہ تسقط عنہا السجدۃ ذکرہ فی الخلاصۃ
فیسجد ہا خارجہا لانہا لما فسدت لم یبق الا مجرد تلاوۃ فلم تکن صلوٰتیۃ مگر جبکہ فاسد ہوجاے نماز سواے حیض سے تو سجدہ تلاوت کرلے خارج نماز
سے اسلیے کہ جب نماز فاسد ہوگئی تو صرف تلاوت ہی رہگئی اسلیے سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نہ رہا اسی لیے خارج نماز سجدہ کرنے کا حکم ہوا
اور سوا حیض اسلیے کہا کہ اگر حیض سے نماز فاسد ہوگئی تو عورت پر سے سجدہ تلاوت ساقط ہوجائیگا ذکر کیا ہے اسکو خلاصہ مین ولو بعد ما سجد ہا لم
یعد ہا ذکرہ فی القنیۃ ویخالفہ ما فی الخانیۃ تلاہا فی نفل فافسدہ قضاہ دون السجدۃ الا ان یحمل علی ما اذا کان بعد سجودہا اور اگر فاسد ہوئی نماز
بعد سجدہ کرنے کے تو اعادہ سجدہ کا نہ کرے ذکر کیا ہے اسکو قنیہ مین اور اسکے مخالف ہے وہ جو خانیہ مین ہے کہ آیت سجدہ پڑھی نماز نفل مین پھر
نفل کو فاسد کردیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد نماز کی صورت مین سجدہ خارج نماز نہ کرے اور متن کی
عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کرے مگر یہ کہ محمول کیا جاے مسئلہ خانیہ کا اُس صورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت ہو تو اُس صورت مین ظاہر ہے
کہ سجدہ کا اعادہ نہو گا چنانچہ شارح نے قنیہ سے نقل کیا ہے **وتودی برکوع وسجود غیر رکوع الصلوٰۃ وسجودہا فی الصلوٰۃ وکذا فی خارجہا ینوب
عنہا الرکوع فی ظاہر المروی بزازیۃ لہا ای للتلاوۃ** اور ادا ہوجاتا ہے سجدہ تلاوت رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے واسطے تلاوت کے
سواے رکوع نماز کے اور اسکے سجدہ کے نماز کے اندر اور اسی طرح خارج نماز مین قائم مقام سجدہ کا ہوجاتا ہے رکوع ظاہر قول روایت کیے گئے مین
کذا فی البزازیہ م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور اسکے لیے رکوع کیا سواے نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا
سواے نماز کے سجدہ کے تو سجدہ تلاوت ادا ہوجائیگا اسی طرح خارج نماز مین رکوع یا سجدہ سے ادا ہوگا مگر رکوع مین یہ شرط ہے کہ فوراً ہو بلا تاخیر
اور اگر تاخیر کریگا تو پھر سجدہ تلاوت کے واسطے سجدہ خاص چاہیے خواہ نماز کے اندر ہو یا نہو کذا فی الشامی **وتودی برکوع صلوٰۃ اذا کان الرکوع
علی الفور من قراءۃ آیۃ او آیتین وکذا الثلث علی الظاہر** کما فی البحران نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوۃ علی الراجح اور ادا ہوجاتا ہے سجدہ
تلاوت نماز کے رکوع سے جبکہ رکوع ہووے ایک آیت کے پڑھنے سے پیشتر یا دو آیتون سے اور اسی طرح تین آیتون سے ظاہر قول کے بموجب

چنانچہ بحرالرائق مین ہو کہ اگر نیت کرے سجدہ کی یعنے نیت کرے رکوع کے ہونے کی سجدہ تلاوت کے لیے قول راجح پر م یعنی اگر آیت نماز مین پڑھی اور اُسکے
بعد تین آیتون سے زائد نہین پڑہا اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدہ تلاوت کے لیے کرتا ہون تو سجدہ ادا ہو جاےگا طحطاوی نے کہا کہ اس
رکوع مین نیت نماز کے رکوع کی بھی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا وتودی بسجود ہا کذلک ای علی الفور وان لم ینوہ بالاجماع
اور ادا ہوتا ہو سجدہ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسی طرح یعنے فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نہ کی ہو کہ یہ سجدہ تلاوت کا ہو بالاتفاق م آیت سجدہ کے
بعد فوراً سجدہ نماز کرنے کی صورت محشیون نے نہین لکھی غالباً اس سے مراد یہ ہو کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا ورنہ ظاہر ہو کہ رکوع مع قومہ کے تین آیتون
کی مقدار سے کم نہین پھر فوراً کیسے ہو سکتا ہو ولو نواہا فی رکوعہ ولم ینوہا الموتم لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوٰتہ کذا فی القنیہ و
ینبغی حملہ علی الجہریۃ اور اگر نیت کی سجدۂ تلاوت کی امام نے اپنے رکوع مین اور نہ نیت کی اُسکی مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہو گی اور سجدہ
کرے مقتدی جبکہ امام سلام پھیرے اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اُسکی نماز فاسد ہو گی اسلیے کہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہو جاتا ہو
اگر اعادہ نکریگا تو فرض نماز کا رہجائیگا کذا فی القنیہ اور محمول کرنا چاہیے اس صورت کو نماز جہری پر اسلیے کہ نماز سری مین مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام
نے آیت سجدہ پڑھی ثم لو رکع وسجد لہا فوراً ناب بلانیۃ ہان اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہ سجدہ کرنا مقتدی کا قائم مقام سجدۂ
تلاوت کے ہو جائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے م یعنے امام نے رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی بلکہ سجدہ مین کی یا بالکل کہین
نہ کی تو اس صورت مین مقتدی پر کچھ نہین خواہ مقتدی نیت کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو سجد لہا فظن القوم انہ رکع فمن رکع رفضہ وسجد
لہا ومن رکع وسجد سجدۃ اجزاتہ عنہا ومن رکع وسجد سجدتین فسدت صلوٰتہ لانہ انفرد برکعۃ تامۃ اور اگر سجدۂ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیون نے
خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع مین ہو وہ رکوع کو ترک کرکے سجدۂ تلاوت کرے اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اُسکو یہ
سجدہ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جسنے رکوع کیا اور دو سجدے کیے تو اُسکی نماز فاسد ہو گئی اسلیے کہ اُسنے ایک رکعت پوری تنہا
پڑھ لی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہو ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیہا لانہا غیر صلوتیۃ بل یسجد بعدہا لسماعہا من غیر حجور اور
اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نہ کرے اسلیے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہین بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب
سننے آیت سجدہ کے اُس شخص سے جسپر روک نہین یعنے اگر روک والے سے سنا مثلاً مقتدی سے تو اُسکے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرتا نہ نماز کے اندر چنانچہ
پہلے گذرا ولو سجد فیہا لم یجزہ لانہا ناقصۃ للنہی فلا یتادی بہا الکامل واعادہ ای السجود لما مر الا اذا تلاہا المصلی غیر الموتم ولو بعد سماعہا سراج اور اگر نماز
پڑھنے والے نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ اُسکو کافی نہوگا اسلیے کہ یہ سجدہ اُسکا ناقص ہو بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہو گا یعنی
سننے کی حالت مین جس رکن کو ادا کرتا ہو اُسکو پورا کرنا اور اُسکے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اُسکو لازم ہو اور اس بات کا مقتضی ہو کہ جو چیز اسپر اس نماز سے
خارج سبب سے واجب ہوئی ہو اُسکے ادا کرنے مین مشغول نہو تو نہی ضمناً پائی گئی پس اگر سجدہ جسکا سبب اس نماز سے خارج ہو نماز کے اندر ادا کریگا تو ناقص
ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور اُس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اُس وجہ کے کہ گذری یعنے بسبب اُسکے ناقص ہونے کے مگر جبکہ پڑہا ہو اُسکو
نمازی نے سواے مقتدی کے اگرچہ بعد اُسکے سننے کے ہو تو وہ اعادہ سجدہ مذکور کا نہ کرے کذا فی السراج م صورت اُسکی یہ ہو کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہو
اُسنے آیت سجدہ پڑھی خواہ پیشتر دوسرے سے سننے کے یا بعد سننے کے پھر اُسکے لیے سجدہ نماز کے اندر کیا تو اس صورت مین اس سجدہ کا اعادہ نہ کرے
اور غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑھنا معتبر نہین تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سنی ہوئی آیت کے لیے کذا فی الشامی دونہا

ای الصلوٰۃ لان زیادۃ ما دون الرکعۃ لا یفسد الا اذا تابع المصلی التالی فتفسد لمتابعۃ غیر امام والاخیریۃ عا سمع کجنبی وغیرہ نہ اعادہ کرے نماز کا اسلیے کہ زیادہ ہونا

ایک رکعت سے کم کا مفسد نماز نہین تو صرف ایک سجدہ کی زیادتی مفسد نہو گی ہان اگر پیروی کرے نماز پڑھنے والا تلاوت کرنیوالے کی یعنے جب تلاوت کرنے والے نے سجدہ کیا اُسی وقت نمازی نے اُسکے ساتھ کیا تو نماز فاسد ہو جائیگی بسبب متابعت کرنے نمازی کے اُس شخص کی جو اُسکا امام نہین اور یہ سجدہ نمازی کا اُسکو سنے ہوے سجدہ کی طرف سے کافی نہوگا کذا فی التجنیس وغیرہ **وان تلاہا فی غیر الصلوۃ فسجد ہا ثم دخل فی الصلوۃ فتلاہا فیہا سجد اخری ولو لم یسجد اولا کفتہ واحدۃ لان الصلواتیۃ اقوی من غیرہا فتستتبع غیرہا وان اختلف المجلس** اور اگر آیت سجدہ کو نماز سے خارج پڑھکر سجدہ کرلیا پھر نماز مین داخل ہوا اور اُسی آیت کو نماز مین پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول سجدہ نہ کیا ہو تو یہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ اُسکو کافی ہی اسلیے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی تر ہی تو اپنے غیر کو اپنا تابع کر لیگا اگرچہ مجلس بدلجائے م طحطاوی نے کہا کہ شارح اس مسئلہ مین صاحب نہر الفائق کا تابع ہوا اور بحر الرائق مین مجلس کا ایک ہونا شرط کیا ہی ایک سجدہ کافی ہونے کے لیے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہ مین پڑھی اور نماز مین پھر اُس آیت کو دوہرایا تو اب نماز کے اندر سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے کا سجدہ ساقط نہوگا اُسکے لیے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیے **ولو لم یسجد فی الصلوۃ سقطتا فی الاصح واثم کما مر** اور اگر سجدہ نہ کیا نماز کے اندر تو دونون سجدے ساقط ہونگے صحیح تر قول مین اور گناہگار ہوگا چنانچہ گذرا اسی باب مین م اور ایک قول یہ ہی کہ سجدہ خارج نماز کا ساقط نہوگا مگر اصح یہی ہی کہ دونون ساقط ہین اسلیے کہ خارجی سجدہ تابع ہی داخلی کا کذا فی الحلبی **ولو کررہا فی مجلسین تکررت وفی مجلس واحد لا تتکرر بل کفتہ واحدۃ وفعلہا بعد الاولی اولی قنیہ وفی البحر التاخیر احوط** اور اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو دو مجلسون مین تو سجدہ مکرر ہو جائیگا اور ایک مجلس مین مکرر نہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہی اور کرنا سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہی بسبب جلد بجا لانے عبادت کے کذا فی القنیہ اور بحر الرائق مین ہی کہ تاخیر مین زیادہ احتیاط ہی م قاعدہ یہ ہی کہ وجوب سجدہ کا تین باتون مین سے ایک کے باعث مکرر ہو جاتا ہی اول اختلاف تلاوت کا دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض بدلنا آیتون کا ہی یعنے اگر ایک ہی مجلس مین مختلف آیتین سجدہ کی پڑھیگا یا سنیگا تو تعداد آیات کے برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہی ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے دوسرے مین دو قدم سے زیادہ چلکر پہونچے اسمین یہ شرط ہی کہ دونون مکانون کو ایک حکم نہو مثلاً چھوٹی مسجد یا گھر کی مختلف جگہ نہون کہ اُنکا حکم ایک ہی مکان کا ہی پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد یا گھر کے کئی کونون مین پڑھیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف مجلس کی حکمی ہی وہ یہ ہی کہ دونون دفعہ کے پڑھنے کے درمیان مین عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کھانا کھانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو تو اس صورت مین بھی سجدہ مکرر ہو جائیگا اور اگر عمل قلیل کیا ہو مثلاً آیت سجدہ پڑھکر ایک گھونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کھا لیا یا ایک دو قدم چلا پھر اُس آیت کو پڑھا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور مستحب نہین دوسرا سجدہ کرنا اُس جگہ جہان ایک کافی ہو کذا فی الشامی **والاصل ان مبناہا علی التداخل دفعا للحرج بشرط اتحاد الآیۃ والمجلس** اور اصل یہ ہی کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہی یعنے ایک سجدہ دوسرے کا تابع ہو جاتا ہی واسطے دور کرنے حرج کے یعنے ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے مین سکھانے والون اور سیکھنے والون پر دقت ہوگی بنا تداخل پر اس شرط سے ہی کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنے ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس مین مکرر پڑھنے سے ایک سجدہ سب کے لیے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اُسی کو اُسی مجلس مین دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا **وہو تداخل فی السبب بان یجعل الکل کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سببا والباقی تبعا لہا وہو الیق بالعبادۃ لان ترکہا مع وجود سببہا شنیع** اور وہ یعنے مکرر سجدہ کا نہ کرنا تداخل ہی سبب مین اسطرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑھنا مثل ایک تلاوت کے پس یکبارگی تلاوت سبب سجدہ کا ہوگی اور باقی تلاوتین اُسکے تابع ہونگی اور سبب مین تداخل کہنا لائق تر ہی عبادت کے لیے اسلیے کہ چھوڑنا عبادت کا باوجود پائے جانے اُسکے سبب کے برا ہی م حاصل یہ کہ عبادت کے معاملہ مین ہم تداخل حکم مین نہین کہہ سکتے کیونکہ اُسکے کہنے سے یہ خرابی لازم آتی ہی کہ سبب عبادت موجود ہو

اور عبادت متروک حالانکہ عبادت کی کثرت مطلوب ہو اسلیے ہمنے سب سببون کو ایک کرلیا تاکہ یہ خرابی نہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ ضمیر ہو کی راجع ہو عدم
تکرار کی طرف جو مصنف کے قول لاتتکرر سے سمجھا جاتا ہو لا تداخل فے الحکم بان یجعل کل تلاوۃ سببا للسجدۃ فتداخلت السجدات فاکتفی بواحدۃ لانہ الیق بالعقوبۃ
لانہا للزجر وہو ینزجر بواحدۃ فیحصل المقصود والکریم یعفو مع قیام سبب العقوبۃ نہین تداخل ہو حکم مین اسطرح کہ کیجاوے ہر تلاوت سبب ایک جدا
سجدہ کا پھر سجدے ایک دوسرے مین آجائین اور اکتفا کیجائے ایک سجدہ پر اسلیے کہ حکم مین تداخل ہونا زیادہ لائق ہو سزا کے لیے کیونکہ سزا زجر
کے لیے ہوتی ہو اور آدمی ایک سزا سے زجر پاجاتا ہو اور مقصود حاصل ہوجاتا ہو اور کریم متعال عفو کریگا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے م یعنے
سزاؤن کا معاملہ عبادت سے جدا ہو انکی بنا دفع اور عفو پر ہو تو انکے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خرابی نہین اور دنیا مین زجر کا مقصود ایک
سزا سے حاصل ہو اور آخرت مین کریم متعال سے توقع ہو کہ معاف کردے اسلیے انمین تداخل حکم مین مناسب معلوم ہوا مثلًا ایک شخص نے شراب پی دوبار
تو ہرچند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہوجائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحدۃ فے تداخل السبب
عما قبلہا وعما بعدہا ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتے لو زنی فحد ثم زنی فے المجلس حد ثانیا اور مصنف نے بتادیا فرق درمیان تداخل
سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدۂ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدون
کے یعنے اگر کسی شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلًا پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑھ کر سجدہ تلاوت کرلیا پھر دوبار پڑھی تو ایک ہی سجدہ
جو کیا ہو سبکی طرف سے کافی ہوگیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چارون اسکے بعد کی اسکی تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سبب کے بعد ہی
ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدہ تداخل حکم کی صورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون کے مثلًا پہلی صورت مین اگر پانچون تلاوتون کو جدا جدا سبب قرار دو
اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینون کا ہوگیا اب جو دوبار پیچھے سجدہ کے آیت کو پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکے لیے
دوسرا سجدہ چاہیے جیسا سزاؤن مین ہوتا ہو کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اسی مجلس مین زنا کیا تو دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا
اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی واسداء الثوب ذاہبا وآئبا وانتقالہ من غصن شجرۃ الے آخر وسبحۃ فی نہر وحوض
تبدیل للمجلس او الآیۃ فتجب سجدۃ او سجدات اخرے بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین وقیام ورد سلام وکذا ولو
یصلی علیہا لان الصلوۃ تجمع الاماکن ولو لم تصل تتکرر اور تانا تننا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلا جانا پڑھنے والے کا درخت کی ایک شاخ سے
دوسری پر اور تیرنا اسکا نہر مین یا حوض مین بدلنا ہو مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنے مثلًا تانا تننے مین ایک ہی آیت
جاتے مین پڑھے اور وہی لوٹنے کے وقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق مین یعنے مثلًا
سننے والے نے اسی آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اسی کو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف کونون مسجد اور گھر اور
کشتی چلنے والے اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کھانا بیچ مین دوبار کی تلاوت کے اور کھڑا ہوجانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سے
مجلس نہین بدلتی اور اسی طرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہو تو مجلس دو نہونگی کیونکہ نماز ان مجالس کو ایک کردیتی ہو اسلیے کہ اختلاف
مکان کی صورت مین نماز فاسد ہوجاتی ہو تو ضرورت کی وجہ سے سب مکان ایک کیے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرر
ہوجائیگا کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کی طرف ہو تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہو اور پڑھتا ہو کذا فی الشامی کما یتکرر لو تبدل مجلس سامع دون
تال حتے لو کرر راکبا یصلے وغلامہ یمشے تکرر علے الغلام لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہو سجدہ سننے والے پر اگر بدل جاے مجلس سننے والے کی
یہانتک کہ اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو سوار ہی پر نماز پڑھتے ہوے اور اسکا غلام پیادہ چلتا ہو تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر

لا تکرر فے عکسہ وہو تبدل مجلس التالی دون السامع علے المفتی بہ وہذا یفید ترجیح سببیۃ السماع نہین مکرر ہوتا ہو سجدہ سننے والے پر اُسکے عکس مین یعنے تلاوت کرنیوالے کی مجلس کے بدلنے اور سننے والے کی مجلس کے نہ بدلنے مین قول مفتے بہ پر مثلاً تلاوت کنندہ پڑھتا جاتا ہو اور سننے والا ایک جگہ بیٹھا ہو تو سننے والے پر بشرط اتحاد آیت کے سجدہ مکرر نہوگا اور یہ یعنے مکرر ہونا سجدہ کا سامع پر اُسکی مجلس کے بدلنے سے پہلی صورت مین اور مکرر نہونا اُسکی مجلس کے متحد رہنے سے دوسری صورت مین اس بات کا مفید ہو کہ سننے کے سبب ہونے کو ترجیح ہو یعنے اگر تلاوت سبب سجدہ کا ہوتی تو اس صورت مین حکم سننے والے پر برعکس ہوتا تو وہ بھی تلاوت کنندہ کیطرح ہوجاتا اور جب ایسا نہین ہوا تو معلوم ہوا کہ سننا ہی سبب ہو نہ شرط

جیسا کہ بعض فقہا نے کہا ہو کذا فی الطحطاوی واما الصلوٰۃ علے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فکذلک عند المتقدمین وقال المتاخرون تتکرر اذ لا تداخل فے حقوق العباد اور درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی ہو متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہو کہ مکرر ہوتا ہو اسلیے کہ بندوں کے حقوق مین تداخل نہین م یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف پر درود کا حال مثل سجدۂ تلاوت کے ہو کہ جیسے اتحاد مجلس کی صورت مین سجدہ مکرر نہین ہوتا ویسا ہی ایک مجلس مین مکرر نام پاک کے مذکور ہونے سے درود مکرر نہین ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوتا ہو اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہو کذا فی الشامی واما العطاس فالاصح انہ ان زاد علے الثلاث لا یشمہ الخلاصۃ اور چھینک کا حال صحیح تر یہ ہو کہ اگر تین بار سے زیادہ ہو تو اُسکا جواب ندے کذا فی الخلاصۃ م اصح کا مقابل یہ ہو کہ صرف ایکبار یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ کہ دس بار کہے اور ایک یہ ہی کہ جتنی بار چھینکے اُسیقدر یرحمک اللہ کہے بشرطیکہ چھینکنے والا ہر دفعہ الحمد للہ کہے کذا فی الشامی وکرہ ترک آیۃ سجدۃ وقراۃ باقے السورۃ لان فیہ

قطع نظم القرآن وتغییر تالیفہ واتباع النظم والتالیف مامور بہ بدائع ومفادہ ان الکراہۃ تحریمیۃ اور مکروہ ہو چھوڑ دینا آیت سجدہ کا اور پڑھنا باقی صورت کا اسلیے کہ اس طرح پڑھنے مین عبارت قرآن مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اُسکی ترکیب کا بگاڑنا ہو اور اُسکی عبارت و ترکیب کے اتباع کا حکم ہو کذا فے البدائع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہو م اتباع نظم کا ارشاد اس آیت مین مذکور ہو (فَاِذَا قَرَأْنَاہُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَہٗ) یعنے جب ہم اسکو پڑھین تو پیروی کر اُسکے تالیف کی کذا

فے البحر لا یکرہ عکسہ ولکن ندب ضم آیۃ او آیتین الیہا قبلہا او بعدہا لدفع وہم التفضیل اذ الکل من حیث انہ کلام اللہ فے رتبۃ وان کان لبعضہا فضیلۃ باشتمالہ علے صفات اللہ تعالے نہین مکروہ ہو اُسکا عکس یعنے صرف آیت سجدہ کو پڑھنا اور باقی سورہ کو نہ پڑھنا لیکن مستحب ہو ملانا ایک آیت یا دو آیتون کا اُسکے ساتھ خواہ پیشتر سے ملاوے یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے یعنے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اِس آیت کو فضیلت ہو اورون پر کیونکہ کل آیتین اِس لحاظ سے کہ اللہ تعالے کا کلام ہو ایکبار رتبہ مین ہین

اگرچہ بعض آیتون کو فضیلت ہو بسبب اُنکے شامل ہونے کے اللہ تعالے کی صفات پر واستحسن اخفاءہا من سامع غیر متہیئ للسجود اور مناسب ہو نہ سنانا آیت سجدہ کا اُس سننے والے کو جو سجدہ کے لیے آمادہ نہو م یعنے اگر سننے والا بیوضو ہو یا اُسپر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسا ہی اُس صورت مین کہ سننے والے کا حال معلوم نہو کذا فی الطحطاوی

واختلف التصحیح فے وجوبہا علے متشاغل بعمل ولم یسمعہا والراجح الوجوب زجرا لہ عن تشاغلہ عن کلام اللہ تعالے فنزل سامعا لانہ بعرضۃ ان یسمع اور مختلف ہوئی تصحیح سجدہ کے واجب ہونے مین اُس شخص پر کہ کام مین مشغول ہو اور آیت کو نہ سنے اور راجح ہی سجدہ کا واجب ہونا اُسکے زجر کے لیے کلام خدا کو چھوڑ کر کام مین مشغول رہنے کے باعث تو قائم مقام سننے والے کے ٹھہرایا گیا کیونکہ وہ سننے کے موقع پر ہو م شیخ الغفار مین ہو کہ اس مسئلہ مین اصح عدم وجوب ہو اسلیے کہ سننا جو شرط ہو وجوب کے ایک قول پر اور سبب ہو دوسرے پر وہ

پایا نہین گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آیۃ سجدۃ من قوم من کل واحد منہم حرفا لم یسجد لانہ لم یسمعہا من تال خانیۃ فقد افاد ان اتحاد التالی شرط اور اگر سنا آیت
سجدہ کو ایک قوم سے یعنے انہین سے ہر ایک شخص سے ایک حرف آیت کا سنا تو سننے والا سجدہ نکرے اسلیے کہ اسنے ایک پڑھنے والے سے اسکو نہین سنا کذا فے
الخانیہ تو صاحب خانیہ نے بتلا دیا کہ پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہی مہمۃ لکل مہمۃ یہ ایک مفید بات ہی ہر مہم اور امر ضروری کے لیے فی الکافی قیل من قرأ آیۃ
السجدۃ کلہا فی مجلس وسجد لکل سہا کفاہ اللہ تعالی ما اہمہ وظاہرہ انہ یقرأہا ولاء ثم یسجد ویحتمل ان یسجد الکل بعد قرأتہا وہو غیر مکروہ کافی مین ہی کہتے ہین کہ جو
شخص سب سجدہ کی آیتون کو ایک مجلس مین پڑھے اور ہر ایک کے لیے انہین سے سجدہ کرے تو اللہ تعالی اسکو اسکے حادثہ سے بچاویگا اور ظاہر اس قول
کا یہ ہی کہ چودہ آیتون کو پہلے پڑھ لے پھر سجدے کرے اور ہو سکتا ہی کہ سجدہ کرے ہر آیت کے لیے بعد اسکے پڑھنے کے اور یہ چودہ آیتون کا پڑھنا مکروہ نہین
ہم پہلے گذر چکا ہی کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملا لے تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اولی نہو مکروہ تنزیہی ہو
اسلیے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہین اور انکا ملا کر پڑھنا ایسا ہو جیسا چند سورتین ملا کر پڑھ لے مختلف جگہون سے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ الشکر
مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یودی الیہ فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب ہی اسی پر فتوی ہی مگر وہ مکروہ ہی نماز
کے بعد اسلیے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہین اور جو مباح کہ نوبت پہونچاوے اسکے سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہی ہم سجدہ
شکر کی صورت یہ ہی کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اسکے شکر کے لیے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہی اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی مگر فتوی
صاحبین کے قول پر ہی اور بعضون نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہین اور اشباہ مین ذکر کیا کہ معتمد یہ ہی کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے
مین ہی نہ جائز ہونے مین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنہا کی مطلق سجدہ کیطرف ہی نہ سجدۂ شکر کیطرف یعنے یہ مسئلہ جداگانہ ہی کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا
مکروہ ہی کیونکہ جاہل اسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہین غرضکہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ ثواب ہی نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلیے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اسکو سنت
یا واجب اعتقاد نہ کر لین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدۂ شکر کو بعد تمام ہونے سجدۂ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا وکرہ للامام ان یقرأہا فی
مخافتۃ ونحو جمعۃ وعید الا ان تکون بحیث تودی برکوع الصلوۃ وسجودہا اور مکروہ ہی امام کو آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسے مجمع مین آیت سجدہ کی
پڑھے مگر اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہین ہم امام کو خفیہ پڑھنا اسلیے مکروہ ہی کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کریگا تو
واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیون کو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم مین نہ پڑھنے کا سبب ہی اور اگر سجدہ آخر سورت مین ہو یا آیت سجدہ کے
بعد بقدر تین آیتون کے نہ پڑھے فورا رکوع کر دے تو اس صورت مین مجمع مین یا خفیہ پڑھنے کا مضائقہ نہین مگر امام کو چاہیے کہ رکوع مین نیت سجدۂ تلاوت
کی نہ کرے ورنہ مقتدیون کو بھی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نہ کریگا اسکو سلام کے بعد سجدہ کر کے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی الحلبی ولو تلا علے المنبر سجد ویسجد
السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کرین ہم خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو اسی جگہ کر لے ورنہ منبر سے اتر کر
سجدہ کرے اور سننے والون کی قید اسلیے لگائی کہ جسنے نہ سنا ہو وہ سجدہ نہ کرے حالانکہ نماز مین مقتدی کے لیے سننا شرط نہین کذا فے الخانیہ

باب صلوۃ المسافر

باب صلوۃ المسافر

یہ باب ہی نماز مسافر کے حکم مین من اضافۃ الشی الی شرطہ او محلہ اضافت صلوۃ کی مسافر کی طرف از قبیل اضافت چیز کے ہی طرف اسکی شرط کے یا اسکے
محل کے یعنے مسافر یا شرط ہی نماز مخصوص یعنے قصری نماز کی یا اسکا محل ہی ابو سعود نے کہا کہ شرط نماز کی سفر ہی نہ مسافر کذا فے الطحطاوی ولا یخفی ان التلاوۃ
عارض ہو عبادۃ والسفر عارض مباح الا العارض فلذا آخر اور یہ امر مخفی نہین کہ تلاوت ایک پیش آنیوالی چیز ہی جو عبادت ہی مگر کسی مانع
کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہی مگر کسی مانع کے سبب سے اسلیے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنے اس باب مین اور سجدہ تلاوت مین

مناسبت تو یہ ہو کہ دونون عارضی ہین اور وجہ تقدیم سجدۂ تلاوت کی یہ ہو کہ تلاوت مین اصل یہ ہو کہ عبادت ہو مگر کسی وجہ سے مثلاً نمود اور شہرت کے لیے پڑھنا یا حالت جنابت مین پڑھنا کہ عبادت نہین بلکہ معصیت ہو اور سفر اصل مین مباح ہو مگر کسی وجہ سے عبادت بھی ہو سکتا ہو جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہو جیسے رہزنی کے لیے سفر کرنا تو جو چیز اصل مین عبادت ہو وہ مقدم ہو اُس پر جو اصل مین مباح ہو اور الا بعارض مستثنا ہو عبادت اور مباح دونون سے کذا فی الشامی

وسمی بہ لانہ یسفر عن اخلاق الرجال اور سفر اسلیے نام رکھا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہو مردون کے اخلاق کو م یعنے سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہین اور چونکہ سفر اصطلاحی مین آدمی کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہین اسلیے سفر کہا گیا یا یہ کہ روے زمین کا حال اُس سے ظاہر ہوتا ہو اُس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر مسافر کے معنی مین ہو مشارکت کے لیے مستعمل نہین اور ہو سکتا ہو کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہو اور ایک رفیق کو دوسرے کی عادتین ظاہر ہوتی ہین کذا فی الشامی **من خرج من عمارة موضع اقامتہ** من جانب خروجہ وان لم یجاوز من الجانب الآخر جو شخص نکلے اپنی اقامت کی جگہ کے گھرون سے یعنے اپنے نکلنے کیطرف سے آبادی کے باہر ہو جاوے اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نکیا ہو اسطرح کہ کوئی محلہ مثلاً سیدھ مین پڑتا ہو م خبر من کی آگے آتی ہو یعنے وہ دو پڑھے چار رکعتون والے فرض کو شامی نے کہا کہ عمارت سے غرض گھر ہین تا کہ خیمہ مین رہنے والے بھی شامل رہین اور آبادی سے باہر ہونے مین اُسطرف کا اعتبار ہو جدھر سے مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر مین ملا ہوا تھا اب جدا ہو گیا تو جبتک اُس سے باہر نہو جاوے قصر نکرے اور باغ داخل آبادی نہین اگرچہ اُنمین بعض اوقات لوگ آکر رہتے ہون یا رکھوالون کی جھونپڑیان ہون وفی

الخانیہ ان کان بین الفناء والمصر اقل من غلوة ولیس بینہما مزرعۃ یشترط مجاوزتہ والا فلا اور خانیہ مین ہو کہ اگر فنا اور شہر کے درمیان دو سو گز سے کم فاصلہ ہو اور دونون کے درمیان کھیت نہو تو اُسے باہر نکلنا قصر کے لیے شرط ہو ورنہ شرط نہین م فناء شہر اُس میدان کو کہتے ہین جو شہر کے نفع کے لیے ہو مثلاً گھوڑ دونکے پھیرنے اور مردون کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لیے تو اسطرح کا مکان ۔ اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ مین کھیت نہو تو قصر کے لیے شرط ہو کہ اُس سے بھی تجاوز کر جائے ورنہ اُس سے تجاوز کرنا شرط نہین غلوہ بفتح معجمہ ۳۰۰ ہاتھ سے ۴۰۰ ہاتھ تک کے فاصلہ کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی قاصداً ولو کافراً

ومن طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر **مسیرة ثلثة ایام ولیالیہا** من اقصر ایام السنة ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال اپنی اقامت کی جگہ سے نکلے قصد کرنے والا سفر کا اگرچہ حالت کفر مین قصد کیا پھر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑھے اور جو شخص دنیا کے گرد پھرے بدون قصد سفر کے وہ قصر نکرے یعنی اگر مثلاً دو منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہونچا تو پھر آگے کی نیت کی اسی طرح تمام دنیا مین پھرا تو قصر نکرے ۔ قصد کرے سفر تین دنکا مع اُنکی راتون کے برس کے سب سے چھوٹے دنون مین سے اور نہین شرط ہو سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہو زوال تک م شامی نے کہا کہ لیالیہا کا حذف کرنا مناسب ہو کیونکہ چلنا دن کا مع رات کے معتبر نہین ہان اگر واو کی جگہ او کہتا تو بہتر ہوتا یعنے نیت سفر تین دن کی ہو یا تین راتون کی دونون صورتون مین قصر کرے اور سال کے سب سے چھوٹے دنون سے مراد اُن ملکون کے دن ہین جو معتدل ہون یعنے جنمین دن بہت چھوٹے نہو جاتے ہون جیسے بلغار مین دن چھوٹے سے چھوٹا ایک گھنٹہ کا ہو جاتا ہو تو مصر مین سب سے چھوٹے دنون مین صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹہ ہوتے ہین تو تین دن کا سفر سوا بیس گھنٹہ کا ہوا تھی اور بریلی اور سہارنپور مین صبح صادق سے زوال تک ساڑھے چھ گھنٹہ سے کچھ زائد چھوٹے دنون مین ہوتے ہین اور ہر ایک شہر مین جیسا عرض بلد ہوگا اُسکے موافق بمقدار کم و بیش ہوگی اور زوال تک سفر کی قید اسلیے لگائی کہ مسافر کو کھانا اور آرام اور نماز بھی ضرور ہو تو اگر پورے روز کے چلنے مین یہ باتین کریگا تو نصف روز بلاشبہہ صرف ہوگا اسلیے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی بتصرف ولا اعتبار بالفراسخ علی المذہب اور اعتبار نہین فرسخونکا مذہب کے بموجب م فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہو اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگون نے مدت سفر کو ۲۱ یا ۱۸ یا ۱۵ فرسنگ کہا ہو اُسکا اعتبار نہین اسلیے کہ ظاہر الروایت مین اعتبار تین دن کی مسافت کا ہو اور ہدایہ مین اسیکو صحیح کہا ہو بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة

تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آراموں معتاد کے مراد ہے درمیان راہ میں معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ پا اور اونٹ کی
چال ہے نہ چھکڑے اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے کی چال بہت سست ہے اور گھوڑے کی تیز غرضکہ عادت اور معمول کے موافق تین ہلکی منزلیں مدت سفر کی ہیں کذا فی الشامی
بدائع میں کہا کہ منزلوں کا حال لوگوں کو معلوم ہوتا ہے شبہہ کی صورت میں اُنہیں کی طرف رجوع کرنا چاہیے حتے لو اسرع فوصل فی یومین قصر یہانتک کہ اگر جلد
چلا اور دو روز میں پہونچ گیا تو نماز قصر کرے یعنے تین دن کی راہ کو دو روز میں قطع کیا تو قصر کرنا چاہیے ولو لموضع طریقان احدہما مدۃ السفر والآخر اقل قصر
فی الاول دون الثانی اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول میں نہ دوسرے میں صلے الفرض الرباعی
رکعتین وجوبا لقول ابن عباس رض ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلوۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین ولذا عدل المصنف عن قولہم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا
حقیقۃ عندنا بل ہما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی حقہ بل اساءۃ جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتوں والے
فرضوں کو دو رکعتیں پڑھے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباس رض کے کہ اللہ تعالے نے فرض کی تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی
مقیم کی چار رکعتیں اور مسافر کی دو رکعتیں اور اسی لیے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے یعنے یہ نہ کہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہ کہا کہ دو رکعتیں پڑھے
اسلیے کہ دو رکعتیں واقع میں قصر نہیں ہمارے نزدیک بلکہ دونوں رکعتیں مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑھنی مسافر کے حق میں اجازت شرعی نہیں
بلکہ برائی اور مخالفت سنت کی ہے اور رخصت کے معنی یہ ہیں کہ حکم اصلی کسی وجہ سے بدلکر صورت تخفیف اور آسانی کی پیدا کرے تو یہ بات مسافر کی نماز میں نہیں
کیونکہ اصل میں اسکے لیے دو ہی رکعتیں فرض ہوئی ہیں نہ یہ کہ چار کی دو رہگئی ہوں بلکہ اول دو ہی رکعتیں سب کے لیے فرض ہوئی تھیں پھر مقیم کے حق
میں چار ہوگئیں جیساکہ صحیحین میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی شرح البخاری ان الصلوات فرضت لیلۃ الاسراء
رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب فلما ہاجر علیہ الصلوۃ والسلام اطمان بالمدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ
خفف فیہا فی السفر عند نزول قولہ تعالی فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ وکان قصرہا فی السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ وبہذا تجمع الادلۃ انتہی کلامہم
فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بخاری کی شرحوں میں ہے کہ نمازیں شب معراج میں دو رکعتیں سفر اور اقامت کے لیے فرض ہوئیں سوائے مغرب کے پھر جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مطمئن ہوے دو رکعتیں زائد کی گئیں بجز فجر کے نماز کے کہ وہ دو ہی رہیں بسبب بڑی ہونے قرات کے
نماز فجر میں اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بھی تین ہی رکعتیں رہیں اسلیے کہ وہ وتر ہیں دن کی یعنے دن سے قریب اور اُسکے متصل ہیں اسلیے دن کا وتر کہا
پھر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہوگئے تو سفر میں اُنہیں تخفیف کی گئی وقت اُترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں ہے تمپر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم
نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری میں ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہیں دلیلیں تمام ہوا کلام بخاری کے شارحوں کا تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے
م یعنے ہماری دلیل جو قول ابن عباس رض کا ہے کہ مسافر کے لیے دو رکعتیں ہیں بلحاظ اُس صورت کے ہے جسپر آخر کو نماز اٹھہری اور امام شافعے جو مسافر
کو پورا پڑھنا جائز بتاتے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتوں میں زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر
بھی ہے اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونوں میں ہو گئے پھر سفر میں تخفیف ہو گئی حالانکہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے
اور نیز اُس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہ رض سے صحیحین میں مروی ہے کہ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہیں ہوئی اور آیت ان تقصروا
سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کے وقت قصر کی طرح ادا کرنا ہے چنانچہ شرح منیہ میں مفصل مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ سب سے
پہلے قصر نماز عصر میں ہوا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ انمار میں مقام عسفان پر قصر سے پڑھا کذا فی الطحطاوی ولو کان عاصیا بسفرہ لان
القبح المجاور لا یعدم المشروعیۃ مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑھے اگرچہ اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلاً سفر اسلیے کرتا ہو کہ رہزنی

کرے تب بھی قصر کرے اسلیے کہ بُرائی ساتھ ہو جانے والی نہین معدوم کرتی ہی شروع ہونے کو مجاور بُرائی سے یہ غرض کہ جدا ہوسکنے کے قابل ہو مثلاً سفر
معصیت مین بُرائی مجاور ہی اسلیے کہ معصیت بدون سفر کے بھی ممکن ہی تو اس قسم کی بُرائی قصر کے شروع ہونے کو سافر کے لیے مضر نہین کذا فی الطحطاوی
حتے یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والا فیتم بمجرد نیۃ العود لعدم استحکام السفر مسافر نماز مین قصر کرتا رہے جب تک کہ داخل ہو اپنی اقامت کی جگہ
مین بشرطیکہ مدت سفر کی چل چکا ہو اور اگر مدت سفر نگیا ہو تو بفور نیت گھر کو پھرنے کے پوری نماز پڑھے بسبب نہ مستحکم ہونے سفر کے صورت مسئلہ کی یہ ہی
کہ ایک شخص بارادہ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جاکر پھرنے کی نیت کی تو اس صورت مین اسی وقت سے پوری نماز پڑھے اور اگر تین
منزل جاکر پھرے تو اپنے شہر مین آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ جیسے ابتداءً قصر کے لیے شہر سے نکلنا شرط ہی ویسے ہی بقاءِ قصر کے لیے مدت سفر کا پورا
ہو جانا ضروری ہی او ینوی ولو فی الصلوۃ اذا لم یخرج وقتہا ولم یک لاحقاً اقامۃ نصف شہر حقیقۃ او حکماً لما فی البزازیۃ وغیرہا لو دخل الحاج الشام و
علم انہ لا یخرج الا مع القافلۃ فی نصف شوال اتم لانہ کناوی الاقامۃ بموضع واحد صالح لہا من مصر او قریۃ او صحراء دارنا وہو من اہل الاخبیۃ یا قصر کیے جلے
مسافر جب تک کہ نیت اقامت کی کرے پندرہ دن ایک جگہ مین جو لائق اقامت کے ہو یعنے شہر یا گانون مین یا دار الاسلام کے صحرا مین حالانکہ مسافر
خیمہ والون مین سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندون مین سے نہو اور نیت اقامت کی صحرا مین کرلے تو اُسکی نیت معتبر نہو گی شارح نے کہا کہ اگرچہ نیت
اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر لاحق نہو یعنے اس صورت مین فرض دو کی جگہ چار پڑھنے ہونگے اور اگر نماز پڑھنے مین
وقت نکلگیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی چار رکعتین پڑھنی نہ پڑینگی اسی طرح مسافر نے اگر مسافر کے پیچھے اقتدا کیا اور لاحق ہوگیا تو اسوقت
نیت اقامت معتبر نہو گی پھر نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت مین ہو یا حکماً دونون معتبر ہین حکماً کی مثال بزازیہ وغیرہا مین ہی کہ اگر حاجی شام مین داخل
ہوا اور جانا کہ بدون قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرھوین شوال کو چلیگا روانہ نہوگا تو وہ پوری نماز پڑھے اسلیے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنے والے کے
ہی یعنے گو حقیقت مین نیت اقامت کی نہین کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھ کیا اسلیے ضمناً اور حکماً اقامت کی نیت ہو گئی کذا فی الشامی
فیصلے رکعتین ان نوی الاقامۃ فی اقل منہ ای من نصف شہر او نوی فیہ لکن فی غیر صالح کبحر او جزیرۃ او نوی فیہ لکن بموضعین مستقلین
کمکۃ ومنیٰ پس نماز پڑھے دو رکعتین یعنے قصر کے ساتھ اگر نیت اقامت کی کرے کمتر پندرہ دن سے یا پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرے اگر ایسی جگہ مین ہو
جو قابل اقامت نہو جیسے دریا مین یا جزیرہ مین یعنی جس جزیرہ مین آبادی نہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت جگہ مین لیکن دو مستقل جگہ مین پندرہ دن
رہنے کی نیت کرے جیسے مکہ اور منیٰ مین مثلاً یعنے خواہ وہ دونون شہر ہون یا گانون یا ایک شہر ہو ایک گانون غرضکہ ان سب صورتون مین مقیم نہو گا
فلو دخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منیٰ وعرفۃ فصار کنیۃ الاقامۃ فی غیر موضعہا پھر اگر داخل ہوا حاجی مکہ مین دس دنون مین
ذی الحجہ کے تو ان تاریخون مین نیت اقامت درست نہو گی اسلیے کہ وہ منیٰ اور عرفات کو جائیگا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت موضع اقامت
کے سوا مین کرنا یعنے جب عزم نکلنے کا منیٰ اور عرفات مین ہی تو نیت اقامت بے محل ہو گی وبعد عودہ من منیٰ تصح کما لو نوی مبیتہ باحدہما او کان احدہما
تبعاً للآخر بحیث تجب الجمعۃ علی ساکنہ للاتحاد حکماً اور بعد رجوع کرنے کے منیٰ سے نیت اقامت کی درست ہی جیسے درست ہی نیت اگر نیت کی
رات کے رہنے کی دونون جگہ مین سے ایک مین یعنے مثلاً یہ نیت کی کہ دن کو مکہ مین رہونگا اور رات کو منیٰ مین تو درست ہی اسلیے کہ اقامت
مین رات کے رہنے کا اعتبار ہی تو جب منیٰ مین داخل ہو گا مقیم ہو جائیگا یا دونون جگہ مین سے ایک تابع ہو دوسرے کی اسطرح کہ واجب ہو جمعہ
اُسکے رہنے والے پر بسبب اتحاد حکمی کے یعنے اگر ایک گانون شہر کے اسقدر پاس ہو کہ اُسمین اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونون مین اقامت کی
نیت کرنی مثلاً یون نیت کرنی کہ شہر مین دس روز اور گانون مین پانچ روز رہونگا درست ہی اسلیے کہ دونون حکم کی راہ سے ایک ہین اعلم انہین مستقلاً

برائہ کعبدہ وامراتہ یا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی راے مین مستقل نہو جیسے غلام اور عورت یعنے اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت مین
آقا کا اعتبار ہو نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور آقا یا شوہر نے نہ کی یا اُنکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر سے
نماز پڑھے کذا فے الشامی او دخل بلدۃ ولم ینوہا اے مدۃ الاقامۃ بل ترقب السفر غداً او بعدہ ولو بقی علے ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلۃ
نصف شہر کما مرّ یا وہ شخص قصر کیے جاے جو کسی شہر مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لیے اور مدت اقامت کی نیت نہ کرے بلکہ متوقع سفر کا ہو
کل یا پرسون اگرچہ اس توقع پر برسون رہے تب بھی قصر کرتا رہے مگر یہ کہ جانے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز چنانچہ بزازیہ کے مسئلہ مین گذرا ہم یعنے اگر
نیت مین تردد رہا اور ہر روز یہی جانا کہ کل جاؤنگا تو ایسی نیت سے اقامت نہوگی جب تک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نہ کرے وکذا یصلی
رکعتین عسکر دخل ارض حرب او حاصر حصنا فیہا بخلاف من دخلہا بامان فانہ یتم او حاصر اہل البغی فے دارنا فی غیر مصر مع نیۃ الاقامۃ
مدتہا لالتردد بین القرار والفرار اور اسی طرح دو رکعتین پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب مین یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دار الحرب مین بخلاف
اُس شخص کے کہ دار الحرب مین امن لیکر داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ امن کے باعث کوئی اُسکا مزاحم نہوگا کہ اُسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کرے جو
محاصرہ کرے باغیون کا دار الاسلام مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ہم باغی انکو
کہتے ہین جو امام کی اطاعت نہ کرین کذا فے النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہر اگر شہر مین محاصرہ کے لیے فروکش ہون تب بھی نیت اقامت
درست نہوگی چنانچہ سراج مین مصرح ہر اور علت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسی کی مقتضی ہر انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب وترکمان
فیقصرون ان نوداسفرا والا اگر جب خیمے والے جائین ایسی جگہ کو کہ دونون جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت مین قصر کرین بشرطیکہ
نووہا فی المفازۃ فانہا تصح فے الاصح وبہ یفتی اذا کان عندہم من الماء والکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامۃ اصل بخلاف خیمون کے باشندون کے
مثل بدوون اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ انکی نیت درست ہر صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہر بشرطیکہ اُنکے پاس پانی اور
چارہ اتنا ہو کہ مدت اقامت کے لیے کافی ہو اسلیے نیت درست ہر کہ اقامت اصل ہر یعنے ایکچراگاہ سے دوسرے مین جانے کے سبب سے اقامت
جاتی نہ رہیگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہ ہر کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی الطحطاوی والا فاقصدوا موضعا بینہما مدۃ السفر
سفر کی نیت کرین اھ الگمر نیت سفر نہ کرین تو قصر بھی نکرین ولو نوی غیرہم الاقامۃ معہم لم تصح فے الاصح اور اگر نیت اقامت کرے غیر خیمہ والون کا اُنکے
ساتھ تو درست نہوگی صحیح تر قول مین والحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ والمدۃ واستقلال الراے وترک السیر واتحاد الموضع وصلاحیتہ قہستانی اور
حاصل یہ ہر کہ شرطین پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لیے چھ ہین اوّل نیت اقامت کی دوئم مدت اقامت پندرہ روز کی سوئم راے کا مستقل ہونا یعنے
کسی کا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنے اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گانون کو دیکھکر اقامت کی نیت کرے تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح ہوگی
پنجم اقامت کی جگہ کا ایک ہونا ششم جگہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولے تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامدا
لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرۃ افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وہذا لا یحل کما حررہ القہستانی بعد ان فسر اساء بانم واستحق النار
وما زاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار رکعتین پڑھین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہو تب تو اُسکے فرض پورے ہوجائینگے مگر اُسنے بُرا کیا
کہ دو کی جگہ چار پڑھین اور دو رکعتین زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اس صورت مین بھی دو فرض اور دو نفلین ہونگی شارح نے
کہا کہ بُرائی اُس صورت مین ہر کہ دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے مین اتنی خرابیان ہوئین اوّل سلام مین دیر کرنا دوئم قصر واجب کو ترک کرنا
سوئم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض مین ملا دینا حالانکہ یہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اُسکو شرح بیان کیا ہر

اور پہلے یون ذکر کیا ہی کہ معنی اسار کے یہ ہین کہ وہ شخص گناہگار اور مستحق آگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پڑھنا مکروہ تحریمی ہی

وان لم یقعد بطل فرضہ وصار الکل نفلا لترک القعدۃ المفروضۃ الا اذا نوی الاقامۃ قبل ان یقید الثالثۃ بسجدۃ لکنہ یعید القیام والرکوع لو قوعہ نفلا فلا ینوب

عن الفرض ولو نوی فی السجدۃ صار نفلا اور اگر قعدۂ اولی مین مسافر نہ بیٹھا تو اُسکے فرض باطل ہوگئے اور کل رکعتین نفل ہوگیئن فرض باطل ہوئے بسبب چھوڑنے
قعدۂ فرض کے مگر فرض باطل نہونگے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا
بسبب واقع ہونے اُس قیام ورکوع کے نفل تو وہ قیام ورکوع فرض کا قائم مقام نہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ مین نیت اقامت کریگا تو فرض نفل
ہوجائینگے م شامی نے کہا کہ الا اذا نوی استثنا دونون صورتون سے ہی یعنے اگر قعدہ اولی مین بیٹھا یا نہین مگر تیسری رکعت مین قبل سجدہ نیت اقامت کرلی تو فرض
باطل نہونگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہوجانا مذہب امام ابو یوسف کا ہی اور یہ خاص پچھلی صورتون مین ہی کہ قعدہ اولی مین نہ بیٹھا ہو استثنے

وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعدہ فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد للسھو فی الاصح لانہ کاللاحق والقعدتان فرض علیہ

وقیل لا قنیۃ اور درست ہی اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر اور بعد وقت کے یعنی مثلاً دونون ایک ہی نماز کو قضا پڑھین تو جب مقیم اپنی نماز کے پورا
کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنے کے تو باقی کی دو رکعتون مین قراءت نہ پڑھے بلکہ بمقدار الحمد کے چپ کھڑا ہو کر رکوع و سجدہ کرے اور مقیم سجدہ سہو
بھی نہ کرے صحیح تر قول مین قراءت نہ پڑھے اسلیے کہ مقیم مثل لاحق کے ہی اور دونون قعدہ فرض ہین مقیم مذکور پر یعنے ایک امام کی تبعیت سے اور دوسرا اخیر
ہونے کی جہت سے اور بعضون نے کہا کہ پہلا قعدہ اُسپر فرض نہین کذا فی القنیہ وندب للامام ہذا یخالف الخانیہ وغیرہا ان العلم بحال الامام شرط لکن فی

حاشیۃ الہدایۃ للہندی الشرط العلم بحالہ فی الجملۃ لا فی حال الابتداء وفی شرح الارشاد ینبغی ان یخبرہم قبل شروعہ والا بعد سلامہ وان یقول بعد التسلیمتین فی
الاصح اتموا صلوتکم فانی مسافر لدفع توہم انہ سہا اور مستحب ہی امام مسافر کو یہ کہدینا مقتدیون سے بعد دونون سلام کے صحیح تر قول مین کہ اپنی نماز کو
پورا کر لو کہ مین مسافر ہون یہ قول اس وہم کے دور کرنے کے لیے مستحب ہی کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شارح نے کہا کہ یہ قول ماتن کا کہ امام کو مستحب
ہی خبر دار کر دینا اپنے حال سے مخالف ہی قول خانیہ وغیرہا کے کہ اُنمین اقتدا کے لیے جاننا امام کے حال کا شرط ہی یعنے قول ماتن سے معلوم ہوتا ہی کہ مقتدیون کو امام
کا حال معلوم نہین کہ مسافر ہی یا مقیم اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہی کہ اقتدا کی شرط ہی معلوم ہونا امام کے حال کا تو دونون مین اختلاف ہوا لیکن ہندی کے
حاشیہ ہدایہ مین ہی کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہی فی الجملہ خواہ ابتدا مین معلوم ہو خواہ انتہا مین یہ نہین کہ شروع ہی مین معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح
نے اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولون کا دفع کر دیا اور شرح ارشاد مین ہی کہ امام کو چاہیے یعنے مستحب ہی کہ مقتدیون سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہدے
کیونکہ ممکن ہی کہ کوئی مقتدی اُسکا حال نجانتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کر دے ولو نوی الاقامۃ لا لتحقیقہا بل لیتم صلوۃ المقیمین

لم یصر مقیما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت مین اقامت کے لیے بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیون کی نماز پوری پڑھاوے تو ایسی نیت سے
مقیم نہوگا یعنے اس صورت مین اُسکے فرض چار نہونگے دو فرض اور دو نفلین ہونگی اور اگر مقتدی اُسکے پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو اُنکی نماز فاسد ہوگی
کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھینگے کذا فی الشامی واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی

حق القعدۃ لو اقتدی فی الاولیین او القراءۃ لو فی الاخریین اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے مقیم کے درست ہی وقت کے اندر اور مسافر اس صورت مین
چار رکعتین پڑھے یعنے امام کی تبعیت کی جہت سے اُسکے فرض بھی چار ہوجائینگے نہین درست ہی اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اُن نمازون مین
کہ بدل جاتی ہین یعنے ظہر وعصر وعشا مین اسلیے کہ اگر مسافر اول دوگانہ مین اقتدا مقیم کا کریگا تو فرض پڑھنے والے کا اقتدا ہوگا پیچھے نفل والے یعنے غیر
فرض پڑھنے والے کے قعدۂ اولے کے حق مین کہ وہ مقیم کے حق مین واجب ہی اور مسافر کے حق مین فرض اور اگر پچھلے دوگانہ مین اقتدا کریگا

تو قرارت کے حق مین اقتدا مفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قرارت مقیم کے حق مین سنت ہی پچھلے دوگانہ مین اور مسافر کے حق مین فرض غرضکہ قضا نماز مین اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہین چار رکعت والی نمازون مین اور فجر و مغرب کی نمازون مین درست ہی خواہ ادا ہون یا قضا **ویاتی المسافر بالسنن ان کان فے حال امن وقرار والا بان کان فے خوف وفرار لا یاتی بہا ہو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الا سنۃ الفجر** اور مسافر موکد سنتون کو پڑہے اگر امن اور چین کی حالت مین ہو یعنے حالت فرودکشی اور اطمینان مین اور اگر امن وقرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی مین ہو تو سنتین نہ پڑہے یہی مختار ہی اسلیے کہ یہ چھوڑنا ہی عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہ ہی کہ فجر کی سنتین نچھوڑے یعنے اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہین **والمعتبر فے تغییر الفرض آخر الوقت وہو قدر مایسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ عند عدم الاداء قبلہ** اور معتبر فرضون کے بدلنے مین آخر وقت ہی یعنے اسقدر کہ گنجایش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت مین مسافر ہوگا تو دو رکعتین واجب ہونگی اور اگر اسوقت مین مسافر نہوگا تو چار پڑہنی واجب ہونگی اسلیے کہ آخر وقت ہی معتبر ہی سبب ہونے مین وقت نہ ادا کرنے کے پہلے اسوقت سے م یعنے سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہی اگر اس سے پیشتر ادا نہ کرچکا ہو مثلاً اگر آخر وقت مین لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنون ہوش مین آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز انکو لازم ہوگی اسی طرح اقامت وسفر مین آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فے الشامی **الوطن الاصلے ہو موضع ولادتہ او تاہلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالاول اہل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہما لاغیر** وطن اصلی باطل ہوجاتا ہی اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اول وطن مین آدمی کے گھر والے نہ رہے ہون اور اگر رہے ہون تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑہے دونون مین خواہ نیت اقامت کرے یا نہین نہین باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنون سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونے کی جگہ ہی یا شادی کرنے کا مقام یا وطن بنانے کا مکان م وطن کی تین قسمین ہین ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اسکو وطن اہلی اور وطن الفطرۃ بھی کہتے ہین دوم وطن اقامت یعنے وہ مکان جس مین پندرہ روز یا زیادہ کے ٹھہرنے کی نیت کرے اسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہین تیسرا وطن سکنی جس مین پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی مین آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہی اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثناء سفر مین وطن اصلی آگیا اور وہان منزل کی تو نماز پوری پڑہے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنالیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گھر والے بھی اول وطن سے اٹھ گئے ہون اور اگر گھر والے ایک جگہ رہتے ہون اور خود دوسری جگہ رہنے کا قصد کرلیا ہی تو دونون مقام وطن اصلی متصور ہونگے دونون مین نماز پوری پڑہے **ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ وبالوطن الاصلے وبانشاء السفر** اور باطل ہوجاتا ہی وطن اقامت اس جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کر جانے سے م یعنے اگر ایک جگہ مین نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی کی ہی تو اگر اسکو چھوڑ کر دوسرے مقام مین نیت کرلیگا تو پہلا مقام وطن نہ رہیگا اسی طرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نہ رہیگا اور یہی حال وطن اقامت سے سفر کر جانے کا ہی تو اگر ان حالتون مین وطن اقامت پر گذر ہوا اور نیت اقامت کی نہ کرے تو نماز قصر سے پڑہے کذا فے الشامی **والاصل ان الشی یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ** اور قاعدہ یہ ہی کہ چیز اپنے مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہی نہ اپنے سے کمتر سے یعنے سب مین قوی وطن اصلی ہی اس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہوجاتے ہین اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہین ہوتا **ولم یذکر وطن السکنی وہو ما نوے فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ** اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنی کو یعنے اس مقام کو جسمین نیت پندرہ دن سے کم رہنے کی ہو سبب اسکے نہ مفید ہونے کے یعنے وطن سکنی مین تغیر نہ مقیم کے لیے ہی نہ مسافر کے لیے اسلیے اسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہین **وما صورہ الزیلعی ردہ فی البحر** اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لیے بنائی ہی اسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی م زیلعی نے یہ صورت فرض کی ہی

کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گانون مین بدون ارادہ سفر کے اپنے کام کو گیا اور اُس گانون مین پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کی تو وہ پوری نماز
پڑھیگا کیونکہ مقیم ہی پھر فرض کرو کہ وہ گانون سے بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سے باہر ہو کر ابھی نہ اپنے شہر مین گیا تھا اور نہ کسی جگہ رات
تو رہا تھا کہ اُسکو یہ سوجھا کہ سفر کیجیے تو وہ قصر سے نماز پڑھیگا کہ مسافر ہو گیا اور اگر اتفاقاً سفر کے بعد اُسی گانون مین ہو گذرے تو وہ اُس گانون مین کہ اُسکا
وطن سکنی ہی پوری نماز پڑھے اسلیے کہ اُس سے کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جس سے وطن سکنی باطل ہو جاتا یعنے نہ تو اُسنے دوسری جگہ
اقامت کی ہی کہ وہ وطن سکنی ہوتا اور اپنے مثل پہلے وطن سکنی کو باطل کر دیتا اور نہ اپنے گھر گیا ہی کہ وطن اصلی کے سبب سے وطن سکنی باطل ہوتا
اور نہ اُس گانون سے سفر کیا ہی بلکہ سفر اُس سے باہر نکلکر کیا ہی تو جب کوئی مبطل وطن سکنی کا نہ پایا گیا اسلیے نماز پوری پڑھی صاحب بحر الرائق نے اُسکا
جواب یہ دیا ہی کہ جب بعد نیت سفر وہ گانون مین آیا تو ہنوز اُسکا سفر باقی ہی کیونکہ اقامت کی نیت نہین کی حالانکہ سفر سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہی
جو وطن سکنی سے قوی ہی تو وطن سکنی کیسے باطل نہو گا پس یہ کہنا کہ وطن سکنی کا کوئی مبطل نہین پایا گیا غلط ہی اسلیے کہ یہان تو اُسکا مبطل سفر موجود ہی
اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی مین ہی والمعتبر نیۃ المتبوع لانہ الاصل لا التابع کامرأۃ وفاہا مہرہا المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان
یرزق من الامیر او بیت المال واجیر واسیر وغریم وتلمیذ مع زوج ومولے وامیر ومستاجر لف ونشر مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہی اسلیے
کہ وہ اصل ہی یعنے اقامت اور سفر پر قادر ہی نہین معتبر ہی نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت معتبر نہین شوہر کے ساتھ بشرطیکہ شوہر نے اُسکو مہر معجل
دیدیا ہو اور اگر نہ دیا ہو تو وہ تابع شوہر کی نہو گی کیونکہ بدون ادائے مہر معجل شوہر اُسکو سفر مین لیجانے پر قادر نہین اور زوجہ کو اختیار ہی کہ بوجہ
سے شوہر کے پاس نجائے اور مثلاً غلام کی نیت معتبر نہین آقا کے ساتھ بجز مکاتب کے اسلیے کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہی تو اُسپر
اطاعت آقا کی ضروری نہین اور لشکری کی نیت معتبر نہین امیر کے ساتھ جبکہ لشکری کا کھانا امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس
سے کھاتا ہو تو اُسی کی نیت معتبر ہو گی اور مزدور کی نیت معتبر نہین مستاجر کے ساتھ شامی نے کہا کہ یہ اس صورت مین ہی کہ ورماہہ یا سالانہ ملتا ہو
اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کے وقت اجرت فسخ کر سکتا ہی اسی لیے اعتبار اُسکی نیت کا ہو گا نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہین قید کرنے والے
کے ساتھ اور قرضدار کی نیت معتبر نہین قرضخواہ کے ساتھ بشرطیکہ قرضدار مفلس نہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہین استاد کے ساتھ جبکہ استاد کے ذمہ
کھانا ہو شارح نے کہا کہ عبارت متن مین لف ونشر مرتب ہی اسی لیے مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہ پر ترجمہ کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر
باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اُسکی نیت کا بھی اعتبار نہونا چاہیے قلت فقید المعیۃ ملاحظ فی تحقق التبعیۃ مع ملاحظۃ شرط آخر محقق لذلک وہو الارتزاق
فی مسئلۃ الجندی ووفاء المہر فی المرأۃ وعدم کتابۃ العبد مین کہتا ہون کہ قید ساتھ ہونے کی ملحوظ ہی تبعیت کے ساتھ ہونے مین مع ایک دوسری
شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہی وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ مین کھانا ملنا ہی اور عورت کے مسئلہ مین مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب
نہونا ہم شامی نے کہا کہ تابع جب متبوع کے ساتھ ہو تو اپنے متبوع سے حال اقامت وسفر کا دریافت کرے اگر وہ بتادے تو اُسکے بموجب کاربند ہو
ورنہ جس حال پر ہو اُسی پر عمل کرے یعنے سفر کی صورت مین قصر کرے اور اقامت مین پوری نماز پڑھے وبہ بان جواب حادثۃ جزیرۃ کرید سنۃ ثمانین
والف اور اس دوسری شرط کے لحاظ سے ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کرید کا سنہ اکہتر اسی مین ہم کرید بکسر کاف فارسی نام ایک جزیرہ کا ہی
اور حادثہ یہ تھا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکری تتر بتر ہو گئے یعنے نہ امیر کے ساتھ رہے نہ اُسکی طرف سے اُنکو کھانا ملا تو ہر ایک تابع نہ رہا مستقل ہو گیا
قالہ رحمتی طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ جواب حادثہ کا شارح کے کتاب کی تالیف کے بعد ملحق کیا ہی کیونکہ تالیف کتاب سے تو سنہ مین فراغت پائی تھی
چنانچہ آخر کتاب مین خود لکھا ہی یا کسی شاگرد نے ملادیا ہو ولابد من علم التابع بنیۃ المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامۃ ولم یعلم التابع

فهو مسافر حتے یعلم علی الاصح وفی الفیض وبه یفتی کما فی المحیط وغیرہ ونفیا للضرر عنه اور ضرور ہو جاننا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت
کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر رہیگا جب تک کہ اُسکو علم ہو صحیح تر قول کے بموجب اور فیض مین ہو کہ اسی پر فتوے ہو چنانچہ محیط وغیرہ
مین ہو واسطے دور کرنے ضرر کے تابع سے یعنے اُسکی بے علمی مین اگر اُسکو دو کی جگہ چار رکعتین لازم کیجائین تو اُسکا ضرر ہوگا فما فی الخلاصة عبد ام مولاہ
فنوے المولے الاقامة ان اتم صحت صلاتهما والا لا مبنی علی خلاف الاصح پس جو مسئلہ خلاصہ مین ہو کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہوا اور آقا نے
اقامت کی نیت کرلی تو اگر غلام چار رکعتین پڑھیگا تب تو دونون کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑھیگا تو نماز دونون کی درست نہوگی غلام کی سوجہ سے
کہ اُسکو چار پڑھنی چاہیئین تھین دو پڑھین اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اُسکی بنا ہو تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہو یعنے جس قول مین
کہ نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہین والقضاء یحکی ای یشابه الاداء سفرا او حضرا لانه بعد ما تقرر لا یتغیر اور قضا نماز مشابہ ادا کے ہو سفر مین
اور اقامت مین اسلیے کہ قضا بعد ثابت ہونے کے متغیر نہین ہوتی م یعنے اگر سفر کی نماز قضا ہوگئی اور اقامت مین اُسکو پڑھنا چاہیے تو قصر سے
پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر مین پوری پڑھے جیسے کہ اُنکو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہوگئی تو جیسے واجب ہوئی تھی ویسے
ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ہان وقت کے اندر بدل سکتی ہو نیت اقامت کرنے سے یا سفر کردینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے پڑھنے سے کذا فی الشامی
غیر ان المریض یقضی فائتة الصحة فی مرضه بما قدر مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض مین جیسی ہوسکے ویسی پڑھ لے م یعنے
مریض اگر صحت کی نماز مرض مین بیٹھکر پڑھیگا تو درست ہوگی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی مین اگر بیٹھکر پڑھیگا تو درست
نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل لحقه شارح کے سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر سے پڑھے م یعنے نیت
سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہوجاتا ہو یہ نہین کہ ممالک محروسہ اُسکے لیے بمنزلہ ایک شہر کے ہون کذا فی الشامی تزوج المسافر
ببلد صار مقیما علی الاوجه مسافر نے کسی شہر مین شادی کرلی تو وہ مقیم ہوگیا قول موجه کے بموجب م یعنے گو اُس شہر کو وطن نہ بناوے نہ نیت
اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہوجائیگا بحر الرائق مین وجه یہ لکھی ہو کہ حدیث مین آیا ہو کہ جو شخص کسی شہر مین شادی کرلے وہ اسی شہر کا
شمار ہوتا ہو اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانے کا ارادہ ہوگا تو مسافر نہوگا اور یہ اختلاف مرد مسافر کے باب مین ہو عورت
اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہوجائیگی بالاتفاق طهرت الحائض وبقی لمقصدها یومان تتم فی الصحیح وکذا صبی بلغ بخلاف کافر اسلم پاک
ہوئی حائضہ سفر مین جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑھے صحیح قول مین اسی طرح اگر لڑکا دو منزل پہلے بالغ ہو تو وہ
بھی پوری پڑھے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے پڑھے م حائضہ اسلیے پوری پڑھے
کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اسلیے حکم سفر کا اُسمین معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تھا اور کافر کا عذر اختیاری تھا کہ ہر وقت
مسلمان ہوسکتا تھا اسلیے اُسکے حق مین حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تھا اُسکا دور کرنا اُسکے قابو مین نہ تھا کذا فی الشامی
عبد مشترک بین مقیم ومسافر ان تهایآ قصر فی نوبة المسافر والا فرض علیه القعود الاول وتمم احتیاطا ولا یأتم بمقیم اصلا وهو مما یلغز ایک غلام مشترک ہو
مقیم اور مسافر مین اگر دونون نے اُسکی خدمت کی باری مقرر کرلی ہو تو وہ قصر سے نماز پڑھے مسافر کی باری مین اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اُس غلام
پر قعدہ اولے فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اُسکے مالک دو ہین تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہو اور دوسرے کے
اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نہ کرے مطلقاً یعنے نہ وقت کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دوگانہ مین نہ دوسرے مین اور یہ
غلام کا حکم اُن مسائل سے ہو جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہین م یعنے اس مسئلہ مین یہ سوال ہوسکتے ہین کون شخص ہو کہ نماز فرض کی چار رکعتین پڑھے

اور درمیانی قعدہ اُسپر فرض ہو اور کونسا شخص ہو کہ اسکو اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہین اور کونسا شخص ہو کہ نہ مسافر ہو نہ مقیم اور کونسا شخص ہو کہ ایک وقت قصری نماز پڑھے اور ایک روز پوری کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حکم اس مسئلہ کا بحث ہو شارح منیہ کی نہ روایت مذہب قال لنسائہ من لم تدر کم

کم رکعۃ فرض یوم ولیلۃ فھی طالق فقالت احدٰھن عشرون والثانیۃ سبعۃ عشر والثالثۃ خمسۃ عشر والرابعۃ احد عشر لم یطلقن لان الاولی ضمت الوتر والثانیۃ ترکتہ والثالثۃ لیوم الجمعۃ والرابعۃ للمسافر واللہ اعلم

ایک شخص نے اپنی چار بیبیون سے کہا کہ جو کوئی تمسے یہ نجانے کہ ایک دن رات مین کتنی رکعتین فرض ہین تو اسکو طلاق ہو تو اُنمین سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتین دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو اُنکو طلاق نہوگی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہو کہ اُسنے وترون کو بباعث فرض علمی ہونے کے شامل کر لیا اور دوسری نے وترون کو چھوڑ کر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کی روز کی رکعتین بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتین بتائین اور وتر کو ان دونون نے بھی شامل نہین کیا واللہ اعلم

باب الجمعة

یہ باب ہو جمعہ کے احکام مین ہم جمعہ اسلیے نام رکھا گیا کہ یہ دن لوگون کے اجتماع کا ہو اور اکثر کا قول یہ ہو کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا کہ اُسکی آیت مدنی ہو اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوة مسافر سے یہ ہو کہ دونون نمازین آدھی ہین یعنے جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے نسبت نصف رکھتی ہو اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز سے کذا فی الطحطاوی

مختصر ا بتثلیث المیم والسکون ہے فرض عین یکفر جاحدہا لثبوتہا بدلیل القطعی کما حققہ الکمال وہے فرض مستقل آکد من الظہر ولیست بدلا منہ کما حررہ الباقانی معزیا للسری الدین ابن الشحنۃ

لفظ جمعہ بضم جیم اور تینون حرکتون میم سے اور سکون میم سے ہو وہ فرض عین ہو کہ اُسکا منکر کافر ہو بسبب اُسکے ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنے آیہ (یَآ اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا) سے اور حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہو اُسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہو زیادہ موکد بہ نسبت ظہر کے اور نہین ہو عوض ظہر کا جیسا کہ تنقیح کی ہو اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کیطرف نسبت کر کے ہم جمعہ زیادہ موکد ہو بہ نسبت ظہر کے یعنے جمعہ مین جو تہدید آئی ہو وہ ظہر مین نہین چنانچہ احمد وحاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالے اُسکے دل پر مہر کر دیتا ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہ مخالف ہو اُس قول کے جو شارح نے باب شروط الصلوة کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہو کہ جمعہ عوض ہو ظہر کا اور تحقیق حنفیون کے نزدیک یہی ہو کہ فرض وقت ظہر ہی ہو نہ جمعہ مگر حکم جمعہ کا اسلیے ہوا کہ ظہر ساقط ہو جائے اور اسی وجہ سے اگر کوئی آدمی پیشتر فوت ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑھیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہوگی کیونکہ اکتفا کرنا ظہر پر حرام ہو اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہو جسے کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی مین اسکو اختیار کیا تو شارح نے جو یہ تنقیح باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ مین اُسنے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ تنقیح مذکور ضعیف ہو کذا فی الشامی

وفی البحر وقد افتیت مرارا بعدم صلوة الاربع بعدہا بنیۃ آخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وہو الاحتیاط فی زماننا واما من لا یخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولی ان تکون فی بیتہ خفیہ

اور بحر الرائق مین ہو کہ مین نے چند بار فتوے دیا نہ پڑھنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف معتقد ہونے جاہلون کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہو ہمارے زمانہ مین اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کی طرف سے نہو تو بہتر یہ ہو کہ یہ چار رکعتین اپنے گھر پر پوشیدہ پڑھ لے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کلام متعلق ہو کمال الدین کے کلام سے جنسے یہ کہا ہو کہ ہمنے جمعہ کے باب مین کسی قدر بیان کو اسلیے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے ہین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ بلا ہمارے زمانہ مین بھی پھیلی ہو

باب الجمعة
لطیفہ سوال اسکی صورت
[illegible] متعلق [illegible]
نہ غلام کی [illegible]
[illegible]
جب اذان دیجاوے
نماز جمعہ کی تو [illegible]

یہان تک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتین اس نیت سے پڑھتے ہین کہ جو سب سے پچھلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور مین نے اُسکو ابھی نہ پڑھا ہو اُسکو
پڑھتا ہون تو چونکہ اسمین یہ خوف ہی کہ جاہل اسکے معتقد نہو جاوین کہ جمعہ فرض نہین اسلیے مین نے اس نماز کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا و یشترط لصحتہا
سبعۃ اشیاء اور شرطین واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین ہین م نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لیے کچھ شرطین واجب ہونے کی ہین یعنے جنسے
جمعہ آدمی پر واجب ہو جاتا ہی اور کچھ شرطین ادا کی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہ ہی کہ ادا کی شرطون کے نہونے سے ادا صحیح نہین ہوتا
اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہی پھر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب و ادا کا نقل کیا ہی جسکا ترجمہ مترجم نے
فارسی مین کر دیا اور وہ یہ ہی قطعہ شرط وجوب عقل و اقامت بلوغ دان ٭ ہیئۃ ذکری است مردی و آزادی بعد ازان ٭ سلطان و وقت و خطبہ
جماعت ہم اذن و شہر ٭ یادش پے ادا کن و مگذار رائگان ٭ اس قطعہ مین چھ شرطین ادا کی مذکور ہین اور شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک
شرط جدا قرار دی ہی اسلیے تعداد سات ہوئی الاول المصر وہو ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا و علیہ فتوی اکثر الفقہاء مجتبی لظہور التوانی
فے الاحکام پہلی شرط صحت کی شہر ہی یعنے وہ بستی جسکی سب سے بڑی مسجد مین اُسکے باشندے جنکو جمعہ کے ادا کرنے کا حکم ہی نہ سما دین یعنے عورتون
اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون کہ بڑی سی بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوے ہی اکثر فقہا کا کذا فے
المجتبی اس تعریف پر فتوے ہی بسبب ظاہر ہونے سُستی کے احکام مین م یعنے ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہی اور چونکہ
حاکم سزاؤن کے قائم کرنے مین کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا فتوے اس تعریف مذکورہ بالا پر ہوا کذا فے الطحطاوی وظاہر المذہب انہ کل
موضع لہ امیر و قاض یقدر علے اقامۃ الحدود و کما حررناہ فیما علقناہ علے الملتقے اور ظاہر مذہب یہ ہی کہ شہر وہ بستی ہی جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی
ہو کہ سزاؤن کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منقح بیان کیا ہی ملتقے الابحر کی شرح مین م امیر و قاضی سے مراد یہ ہی کہ اُسی شہر مین رہتے ہون
یہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اسکے یہ معنی کہ گویا بالفعل قائم نہ کرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح نقایہ
نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہی کذا فی الشامی و فے القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فے الرستاق اذن بالجمعۃ اتفاقا علے ما قالہ السرخسی و اذا اتصل
بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ اور قہستانی مین ہی کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گانون مین اذن ہی جمعہ کے لیے بالاتفاق اوپر اُس
بیان کے کہ کہا ہی اُسکو سرخسی نے اور جب ملجاوے اس اذن سے حکم تو ہو جاویگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م قہستانی مین مذکور ہی
کہ جمعہ پڑھنا قصبات اور بڑے گانوون مین جنمین بازار ہون فرض واقع ہوتا ہی بلا اختلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو
یا جمعہ کے ادا کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ ادا جمعہ مختلف فیہ ہی قصبات اور بڑے گانوون مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا
او فنائہ بکسر الفاء وہو ما حولہ اتصل بہ او لا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی و رکض الخیل المختار للفتوی تقدیرہ
بفرسخ ذکرہ الولوالجی یا شرط صحت جمعہ کی فناء مصر ہی بکسر فا اور فناء وہ جگہ ہی گرد شہر کے جو اسکے منافع کے لیے مثل دفن کرنے مردون اور
دوڑانے گھوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہی اسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لیے اندازہ کرنا اُسکا ہی
ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہی اسکو ولوالجی نے م شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چھوڑ دیا ہی اُسکی
کچھ حد مقرر نہین کی یعنے جس جگہ شہر کی کار آمد باتین ہوتی ہون وہ فنا ہی جیسے گھوڑون کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردون کا دفن کرنا
اور فوج کا جمع ہونا اور چاندماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضون نے اُسکی مسافت بھی مقرر کر دی ہی اور مسافت کے باب مین نو قول ہین کسی
نے کہا کہ شہر کی آواز اُسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتھ کا فاصلہ ہو کسی نے میل کا کسی نے دو کا

عسی نے تین کا یعنے فرسنگ کا کسی نے دو فرسنگ کا کسی نے تین کا کہا اور چونکہ ہر شہر کے حوائج کے لیے مسافت مختلف ہوتی ہے اسلیے بہتر یہی ہے کہ صرف تعریف پر اکتفا کیجاے والثانی السلطان ولو متغلبا او امرأۃ فیجوز امرہا باقامتہا لا اقامتہا اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہے اگرچہ متغلب ہو یا عورت ہو پس درست ہے حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہیں ہے قائم کرنا عورت کا جمعہ کو متغلب اسکو کہتے ہیں جسمین امامت کی شرطین نہون اگرچہ قوم اس سے راضی ہوجاے یا جسکے پاس فرمان نہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑھنا اور نماز پڑھانا ہے تو عورت کے حکم سے دوسرا شخص اگر یہ دونون باتین کریگا تو درست ہے اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑھاوے تو درست نہوگا کیونکہ وہ اقامت کی اہل نہیں شامی نے کہا کہ عورت جو بادشاہ ہوتی ہے تو تغلب ہی سے ہوتی ہے اسلیے کہ امامت کبریٰ مین مرد ہونا شرط ہے تو شارح کو چاہیے تھا کہ او کی جگہ ولو کہتا یعنے اگرچہ متغلب عورت ہی ہو او مامورہ باقامتہا ولو عبدا ولی عمل ناحیۃ وان لم تجز انکحتہ واقضیتہ یا وہ شخص ہو جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی ہو گرچہ وہ غلام ہو کہ کسی طرف کا عامل مقرر ہوا ہو گو اس غلام کے نکاح کیے ہوے اور مقدمات کے فیصلے جائز نہونگے کیونکہ یہ دونون امر اس شخص کی طرف نافذ ہوتے ہین جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہیں غیر پر کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی واختلفوا فی الخطیب المقرر من جہۃ الامام الاعظم او من جہۃ نائبہ ہل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا ای لضرورۃ او لا الا ان یفوض الیہ ذلک وقیل ان لضرورۃ جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا بلا ضرورۃ لانہ علی شرف الفوات لتوقتہ فکان الامر بہ اذنا بالاستخلاف دلالۃ ولا کذلک القضاء اور اختلاف ہے متاخرین کا اس خطیب مین جو سلطان یا اسکے نائب یعنے بادشاہ او قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہو کہ اسکو خطبہ پڑھنے کے لیے دوسرے شخص کو نائب کرنا درست ہے یا نہین یعنے بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کر سکتا ہے یا نہین تو بعض نے کہا کہ درست نہین مطلقا یعنے ضرورت نائب کرنیکی ہو یا نہو مگر اس صورت مین کہ خطیب مذکور کو یہ امر حاکم کیطرف سے تفویض کر دیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ہو یعنے خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہین پڑھ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہے اور اگر ضرورت نہین تو نائب کرنا بھی درست نہین اور بعض نے کہا کہ ہان درست ہے مطلقا یعنے اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلیے کہ اداے جمعہ ایک وقت مقرر پر موقوف ہونیکے سبب سے فوت ہوجانیکے کنارہ پر ہے تو اجازت اداے جمعہ کی اذن ہے خلیفہ کر لینے کا بطور دلالت کے اور نہیں ہے ایسی قضا یعنے جمعہ کے ادا کے لیے ایک وقت معین ہے کہ وہ گذر جانے تو جمعہ جاتا رہے اسلیے جب حاکم نے اداے جمعہ کی خطیب کو اجازت دی تو دلالۃً خلیفہ کرنے کی بھی اجازت ہوئی کیونکہ یہ تو حاکم جانتا ہے کہ اقامت جمعہ مین مرض اور حدث بھی خطیب پر آسکتے ہین تو بدون خلیفہ کرنے کے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لیے کوئی وقت خاص نہیں کہ اسکے گذر جانے سے خوف اسکے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہوگی کذا فی الشامی وھو الظاہر من عباراتہم ففی البدائع کل من ملک الجمعۃ ملک اقامتہ غیرہ اور خطیب کو مطلقا دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہے فقہا کی عبارتون سے چنانچہ بدائع مین ہے کہ جو شخص مالک ہے جمعہ کا وہ اختیار رکھتا ہے اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنے جو خود اقامت کر سکتا ہے وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے وفی النجۃ فی تعداد الجمعۃ لابن جرباش انما یشترط الاذن لاقامتہا عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامہ فی البحر اور کتاب نجہ نے تعداد الجمعۃ مین جو تالیف ابن جرباش کی ہے مرقوم ہے کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانے کے وقت شرط ہے پھر اسکے بعد شرط نہین بلکہ اذن ہر خطیب کو بدستور سابق رہتا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے نجہ بضم نون وسکون جیم نام کتاب کا ہے اور ابن جرباش بضم جیم و راے مہملہ صاحب بحر الرائق کے اساتذہ مین سے ہے حاصل مسئلہ کا یہ ہے کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دیدے تو اس شخص کو اختیار ہے کہ غیر کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دے اسی طرح اجازت در اجازت چلی جاے یہ غرض نہین کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا

اذن کسی مسجد مین دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اُس مسجد مین اجازت اقامت جمعہ کی ہوگئی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جسکو اُسنے اجازت دی ہو اُس سے نہین رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہو کذا فی الشامی وما قیدہ الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہو کہ خطیب کو خلیفہ کرنا درست نہین مگر جبکہ بیوضو ہو جاوے تو اسپر کوئی دلیل نہین فقہا کی عبارتون سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہو دوسرے یہ کہ صورت خاص نماز مین خلیفہ کرنے کی ہو خطبہ تو بے وضو بھی درست ہو حالانکہ ذکر یہ تھا کہ خطیب خطبہ کے لیے نائب کر سکتا ہو یا نہین کذا فی الشامی ہم اقامت جمعہ سے مراد خطبہ اور نماز دونون ہین اور اجازت پر صرف خطبہ موقوف ہو نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لیے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کے واسطے خلیفہ کرنا ہو نہ نماز کے لیے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہو کذا فی المنح وما ذکرہ منلا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال فی رسالۃ خاصۃ برہن فیہا علی الجواز بلا شرط واطنب فیہا وابدع واکثیر من الفوائد اودع اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہو اُسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ مین رد کیا ہو جسمین خلیفہ کرنے کا جواز بدون شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہو اور اس رسالہ مین لمبی تقریر نئے ڈھنگ پر بیان کی ہو اور بہت سے فوائد مندرج کیے ہین ہم ملا خسرو نے بیان کیا ہو کہ خطیب کو نائب کرنا نہین پہونچتا جب تک کہ بادشاہ کی طرف سے اسکو نائب کر لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو وفی مجمع الانہر انہ جائز مطلقا فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اذن عام وعلیہ الفتوے اور مجمع الانہر مین ہو کہ خلیفہ کرنا جائز ہو مطلق ہمارے زمانہ مین یعنے خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلیے کہ ۹۴۵ھ مین سلطان کی طرف سے اجازت عام ہوگئی ہو کہ ہر خطیب کو اختیار ہو کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کردے اور اسی پر فتوے ہو شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوے مراد ہو تو یہ تصحیح ناتمام ہو کیونکہ اُس زمانہ کے علما اہل تصحیح نہین بلکہ تصحیح والے پیشتر کے لوگ ہین وفی السراجیۃ لو صلے احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ ویؤید ذلک انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ واقرہ شیخ الاسلام اور سراجیہ مین ہو کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو درست نہو گی مگر جبکہ اقتدا کرے اُسکے پیچھے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہو کیونکہ اقتدا کرنے سے دلالۃ اجازت ہو جائیگی اور اگر والی آیا اور اقتدا نہ کیا تو امامت اُس شخص کی ناجائز ہوگی اور تائید کرتا ہو عدم جواز کی یہ امر کہ لازم آتا ہو نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکھا ہو اُسکو شیخ الاسلام نے م یعنے جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت سے پڑھنی مکروہ تحریمی ہو حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہو کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہان تو نیت فرض سے شروع کیا ہو تو مکروہ کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی مات والے مصر فجمع خلیفۃ او صاحب الشرط بفتحتین حاکم السیاسۃ او القاضی الماذون لہ فی ذلک جاز لان تفویض امر العامۃ الیہم اذن بذلک دلالۃ مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ مین کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فی البدائع پس جمعہ پڑھوایا اُسکے خلیفہ نے یعنے ولیعہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت جمعہ کی اجازت ہو تو درست ہو اسلیے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا اُنکو دلالۃ اجازت ہو اقامت جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بفتح شین معجمہ ورا مہملہ حاکم سیاست ہو یعنے جمع ہو شُرطی کی م شامی نے کہا کہ جمع بتشدید میم ہو یعنے صیغہ ماضی باب تفعیل سے فلقاضی القضاۃ بالشام ان یقیمہا وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا سو درست ہو شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ کا قائم کرنا اور خطیبون کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے بادشاہ کے م شامی نے کہا کہ یہ اختیار اُس قاضی القضاۃ کو ہو جسکو قاضی المشرق والمغرب کہتے ہین تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اورون کو اختیار نہین دے سکتے اگر اُنکو بھی اذن عام خطیبون کے تقرر کا ہو تو مضائقہ نہین وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اسطرح بیان کی ہو کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جسکو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو م شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم کرنا قاضی پر مخالف ہو فقہا کی تصریح کے نماز جنازہ مین کہ قاضی مقدم ہو حاکم سیاست پر ونصب العامۃ الامام غیر معتبر مع وجود من ذکر =

اما مع عدمہم فیجوز للضرورۃ اور مقرر کرنا عوام کا خطیب کو اشخاص مذکورین کے ہوتے ہوے معتبر نہین یعنے بدون اذن قاضی یا سلطان میت کے نائب کے اگر رعیت کسی کو خطیب کرلیگی تو اُسکا اعتبار نہوگا اور اُنکے نہونے کی صورت مین مقرر کرنا درست ہوگا بسبب ضرورت کے عم معراج الدرایہ مین مبسوط سے منقول ہی کہ اگر حاکم کفار ہون تو مسلمانون کو قائم کرنا جمعہ کا درست ہی اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی بھی قاضی ہوجائیگا اور اُنکو لازم ہی کہ مسلمان حاکم کے لیے درخواست کرین کذا فی الشامی وجازت الجمعۃ بمنیٰ فی الموسم فقط لوجود الخلیفۃ او امیر الحجاز او العراق او مکۃ ووجود الاسواق والسکک وکذا کل ابنیۃ نزل بہا الخلیفۃ اور جائز ہی جمعہ منےٰ مین صرف ایام حج مین بسبب موجود ہونے سلطان کے یا امیر حجاز یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازارون اور کوچون کے اور اسیطرح اُن مقامات مین کہ سلطان فروکش ہوم یعنے حج کے دنون مین منیٰ حکم شہر کا رکھتا ہی کہ بازار اور گلیان بھی ہوتی ہین اور سلطان یا حاکم عرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہی اور بدون حاجیون کے اُترنے کے منی گانون کا حکم رکھتا ہی اور سلطان اگر اپنی سلطنت مین دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر مین فروکش ہو اسکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہی کذا فی الطحطاوی وعدم التعیید بمنی للتخفیف اور عید نہ پڑھنا منی مین تخفیف کے لیے ہی م یہ جواب ہی اس سوال کا کہ اگر منے شہر ہی تو جن لوگون پر نماز عید واجب ہی مثلاً اہل مکہ تو وہ اُسمین نماز عید کیون نہین پڑھتے حاصل جواب یہ ہی کہ عید کا نہ پڑھنا اسلیے نہین کہ منے شہر نہو بلکہ اسلیے ہی کہ حاجی افعال حج کے ادا کرنے مین مشغول رہتے ہین عید پڑھنا اُنپر سے تخفیف کی جہت سے ساقط ہوگیا کذا فی الطحطاوی لاتجوز لامیر الموسم لقصور ولایتہ علے امور الحج حتے لو اذن لہ جاز نہین جائز ہی جمعہ امیر موسم کے موجود ہونے کے وقت بسبب منحصر ہونے اُسکی ولایت کے حج کے کامون پر یہانتک کہ اگر اُسکو اجازت ہو اقامت جمعہ کی تو درست ہی م امیر موسم کو امیر الحاج بھی کہتے ہین پہلے یہ دستور تھا کہ سلطان روم حج کے ایام مین ایک شخص کو اختیار معاملات حج کا سپرد کرکے روانہ فرماتا تھا اسی لیے اُسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اُسکے باعث سے درست نہ تھا مگر اب یہ دستور ہی کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہی اور چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہی تو اُسمین اور امیر عراق مین کچھ فرق نہین وہ بھی اقامت جمعہ کر سکتا ہی کذا فی الشامی مختصراً ولا بعرفات لانہا مفازۃ اور نہین جائز ہی جمعہ عرفات مین اسلیے کہ وہ جنگل ہی یعنے اُسمین عمارت نہین صرف میدان ہی وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقاً علے المذہب وعلیہ الفتوے شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعا للحرج اور ادا ہوجاتا ہی جمعہ ایک شہر مین بہت سی جگھون مین مطلقاً یعنے شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اُسکے بیچ مین نہر فاصل ہو یا نہو اور جمعہ دو مسجدون مین ہو یا زیادہ مین مذہب صحیح پر اور اسی پر فتوے ہی چنانچہ عینی کی شرح مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامۃ مین مذکور ہی واسطے دور کرنے حرج کے م یعنے ایک جگہ پر جمعہ پڑھنے کو لازم کرنے مین بڑی دقت ہی کہ جو لوگ مسجد سے بہت فاصلہ پر ہونگے اُنکو بہت مسافت طے کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ مذہب صحیح امام اعظم رح کا یہی ہی کہ ایک شہر مین دو جگہ یا زیادہ جمعہ درست ہی اور اسی کو ہم لیتے ہین کیونکہ حدیث (لاجمعۃ الا فی مصر) مطلق ہی فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہی کذا فی الشامی وعلے المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ وتفسد بالمعیۃ والاشتباہ فیصلے بعدہا آخر ظہر وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ کما حررہ فی البحر اور قول ضعیف کے بموجب یعنے دو جگہ سے زیادہ مین جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اُس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہوجائیگا جمعہ تحریمہ کے ایک ساتھ ہونے اور اشتباہ پڑنے سے تو پڑھے بعد سنتون جمعہ کے چار رکعتین آخر ظہر کی نیت سے اور یہ سب خلاف مذہب قوی کے ہی تو اُسپر اعتماد نہ کیا جائے چنانچہ منقح بیان کیا ہی اسکو بحر الرائق مین م ہرچند صاحب بحر نے فتوی اِن چار رکعتون کے نہ پڑھنے کا دیا ہی اس خوف سے کہ کہین جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد نہو جائین مگر احتیاطاً ان رکعتون کے پڑھنے مین ہی تاکہ فرض ذمہ سے یقیناً ساقط ہوجائے اسلیے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کے روسے چند جگہ جائز ہی لیکن اُسمین شبہہ قوی ہی اسلیے کہ ناجائز ہونا چند جگھون مین بھی امام اعظم رح سے مروی ہی اور طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اسکو اختیار کیا ہی

کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہین اور شرح منیہ مین عدم جواز کو امام رح سے ظاہر تر روایت بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین حاوی قدسی سے فتوی اسی قول پر نقل کیا ہی تو معلوم ہوا کہ یہ قول مذہب مین معتمد ہی نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ مین چار رکعتون کے پڑھنے کو احتیاط کہا ہی کیونکہ خلاف چند جگہ جمعہ کے جائز اور ناجائز ہونے مین قوی ہی اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہی چہ جائیکہ قول مخالف آئمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصرًا وفی المجمع الانہر معزیا للمطلب والاحوط نیۃ آخر ظہر ادرکتہ وقتہ لان وجوبہ علیہ بآخر الوقت فقبہ اور مجمع الانہر مین مطلب کیطرف منسوب یہ ہی کہ زیادہ احتیاط اسمین ہی کہ نیت یون کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جسکا مین نے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نہ کیا ہو اسلیے کہ وجوب ظہر کا اُسپر آخر وقت سے ہی پس آگاہ ہو جا م اس تعلیل مین خلل ہی کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہی اور اسلیے اس جملہ کو نہر الفائق مین ذکر نہین کیا شارح اسمین بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہی کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہ ہی کہ اگر جمعہ نہوا ہوگا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہوگا وہ اس نیت سے ادا ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہوگا تو سب سے پچھلا ظہر قضا نمازون کا اس سے ادا ہو جائیگا اور نہ نفل ہوگی اور ترتیب شرح قنیہ مین اسطرح مذکور ہی کہ اول سنتین ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پھر دو سنتین پڑھے اور چاہیے کہ چارون رکعتون مین سورہ ملاوے اگر قضا نماز اُسکے ذمہ نہو اور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون مین سورہ نہ ملاوے بعض نسخون مین منیہ کی جگہ قنیہ ہی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ یہ عبارت قنیہ کی ہی کذا فی الشامی و

الثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بخروجہ مطلقًا ولو لاحقا بعذر نوم او زحمۃ علے المذہب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط ادا کے وقت ظہر کا ہی پس باطل ہوگا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقًا یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب عذر سو جانے یا بھیڑ کے مذہب معتمد پر اسلیے کہ وقت شرط ہی ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی م نوادر مین ہی کہ مقتدی بھیڑ کے سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہانتک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کر لے اسلیے شارح نے اس قول کو رد کیا کہ مذہب معتمد یہ ہی لاحق خواہ بھیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نہ رہے تو جمعہ پورا نہ کرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اسلیے کہ وقت ظہر ادا کی شرط ہی تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کرنے سے جائز ہو جاے کذا فی الطحطاوی

والرابع الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلے فیہ لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہی وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز وقت مین پڑھی تو جمعہ درست نہوگا م خطبہ بضم خا جمعہ یعنے مفعول ہی مشتق ہی خطب سے جسکے معنی دو شخصون مین گفتگو ہونے کے ہین کذا فی الطحطاوی والخامس کونہا قبلہا لان الشرط السابق علیہ بحضرۃ جماعۃ تنعقد الجمعۃ بہم ولو کانوا صما او نیاما فلو خطب وحدہ لم یجز علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریۃ لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعہ والمامور جمع وجزم فی الخلاصۃ بانہ یکفی حضور واحد اور پانچوین شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہی پہلے نماز جمعہ سے اسلیے کہ شرط چیز کی اس سے پیشتر ہوا کرتی ہی خطبہ ہووے سامنے ایسے لوگون کے جنسے جمعہ ہو جاوے یعنے مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوے ہون سو اگر خطبہ پڑھیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونے کے تو درست نہوگا صحیح تر قول کے موجب چنانچہ بحر الرائق مین ہی ظہیریہ سے اسواسطے کہ حکم چلنے کا ذکر کی طرف نہین ہی مگر اُس ذکر کے سُننے کے لیے اور مامور لفظ جمع ہی اور یقین کیا ہی خلاصہ مین اُسپر کہ کافی ہی حاضر ہونا ایک مقتدی کا م یعنے آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) مین حکم سعی کا بصیغہ جمع وارد ہی تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرون اور سوتے ہوؤن کے حاضر ہونے مین ہرچند سننا پایا نہین جاتا مگر بجا آوری سعی کے حکم کی موجود ہی اسلیے خطبہ کا پڑھنا اُنکے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلیے کہ حضور جماعت شرط ہی ہر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہوگا کذا فی الشامی وکفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ وقالا لا بد

من ذکر طویل واقلہ قدر التشہد الواجب اور کافی ہی خطبہ فرض کے لیے ایکبار الحمد للہ کہنا یا لا آلہ الا اللہ کہنا یا سبحان اللہ کہنا ساتھ کراہت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ ضرور ہی ذکر طویل کا ہونا اور کمتر مقدار اُسکی التحیات واجب کے برابر ہی م دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ آیت مین مطلق لفظ ذکر ہی جو شامل ہی تھوڑے اور بہت کو اور وجہ کراہت مخالفت سنت ہی پھر یہ کراہت بعضون کے نزدیک تحریمی اور قہستانی کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی

بنیتہا فلو حمد لعطاسہ او تعجبا لم ینب عنہا علی المذہب کما فی التسمیۃ علی الذبیحۃ لکنہ ذکر فی الذبائح انہ ینوب فتأمل

کفایت کرتا ہی ایکبار الحمد للہ کہنا خطبہ کی نیت سے تو اگر الحمد للہ کہا اپنی چھینک کے لیے یا تعجب کی راہ سے تو یہ کہنا خطبہ کے قائم مقام نہوگا مذہب قوی پر جیسے نہین کافی ہی الحمد للہ کہنا ذبیحہ پر وقت ذبح کے لیکن مصنف نے کتاب الذبائح مین ذکر کیا ہی کہ الحمد للہ کہنا چھینکنے والے کا خطبہ کے قائم مقام ہوجاتا ہی سو اس اختلاف کو سوچ لے م مصنف نے کتاب الذبائح مین کہا ہی اور اگر چھینک لی ذبح کرنے کے وقت اور الحمد للہ کہا تو جانور حلال نہوگا صحیح تر قول مین بخلاف خطبہ کے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اگر چھینک کے لیے الحمد للہ کہیگا تو خطبہ کے لیے کافی ہوگا اور یہان بیان کیا ہی کہ خطبہ کا قائم مقام نہوگا شامی نے کہا کہ تطبیق اس طرح ممکن ہی کہ کتاب الذبائح مین اُس روایت کے بموجب ہو جو مقابل مذہب قوی ہی یعنے ایک روایت امام سے ہی کہ الحمد للہ کہنا چھینک والے کا کافی ہی خطبہ کے لیے

وَسُنَّ خطبتان خفیفتان وتکرہ زیادتہما علی قدر سورۃ من طوال المفصل بجلسۃ بینہما بقدر ثلث آیات علی المذہب وتارکہا مسئ علی الاصح کترکہ قراءۃ قدر ثلث آیات

اور مسنون ہین دو خطبے ہلکے مع ایک جلسہ کے ان دونون کے درمیان مین مقدار تین آیتون کے مذہب معتمد پر اور چھوڑنے والا اس جلسہ درمیانی کا برا کرنے والا ہی صحیح تر قول کے بموجب شارح نے کہا کہ دونون خطبون کو اتنا لمبا کرنا کہ برابر ایک سورہ کے طوال مفصل سے ہوجائین مکروہ ہی جیسے بقدر تین آیتون کے پڑھنے کا ترک کرنا خطیب کو مکروہ ہی یعنے نہ اتنا طول دے کہ خطبہ طوال مفصل کی برابر ہوجائے اور نہ اتنا چھوٹا پڑھے کہ تین آیتون کی مقدار نہ رہے م شامی نے کہا کہ بعض خطیب جو دوسرے خطبہ مین درود پڑھنے کے وقت اپنا مُنھ دہنے اور بائین کو پھیرتے ہین تو ابن حجر نے شرح منہاج مین لکھا ہی کہ یہ بدعت ہی یعنے اسکو ترک کرنا چاہیے تنبیہ آجکل یہ دستور ہو رہا ہی کہ جب خطیب خطبۂ اول کو پڑھکر بیٹھتا ہی تو لوگ ہاتھ اُٹھاکر دعا مانگنے لگتے ہین اسلیے اس مسئلہ کی تحقیق اس جگہ مناسب معلوم ہوتی ہی ابو داؤد مین حضرت ابن عمر رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے اسطرح کہ منبر پر چڑھ کر بیٹھتے جب تک کہ موذن فارغ ہو پھر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے طحطاوی نے کہا کہ اس جلوس مین کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبون کے جدائی کے لیے جلسہ اتنا کرنا چاہیے کہ تمام اعضا اُسکے قرار پاجائین اور اس جلسہ مین دعا کرنا بدعت ہی اور سغنانی نے لکھا ہی کہ ہاتھ اُٹھانا دعا کے لیے دو خطبون کے درمیان مین غیر مشروع ہی اور جامع الخطیب مین ہی کہ ہاتھ اُٹھانا دعا کے لیے دو خطبون کے بیچ مین حرام ہی اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ مین حدیث مذکورہ بالا کے ذیل مین لکھا ہی کہ کلام نہ کرتے اسکے یہ معنی کہ نہ دعا مانگتے نہ دعا کے سوا کوئی بات کرتے اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ جمعہ مین ساعت دعا کے قبول ہونے کی امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت سے نماز کے پورا ہونے تک ہی تو ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہی کہ یہی وقت ہی کہ غیر امام کو کلام اسوقت مین حرام ہی اور دعا سے مراد وہ دعا ہی جو امام سب مسلمانوں کے لیے پڑھتا ہی خطبہ اور نماز کے اندر پس اس سے یہ نہین ثابت ہوسکتا کہ امام یا سننے والے جلسہ کے اندر ہاتھ اُٹھاکر دعا مانگین اور اس امر مین سنہ ۱۳۲۳ ہجری مین ایک استفتا ہوا تھا تمام علمائے نامی دہلی و رامپور و بریلی نے یہی لکھا کہ دونون خطبون کے بیچ مین ہاتھ اُٹھاکر دعا مانگنا درست نہین اگر کوئی بدون ہاتھ اُٹھائے اور بدون زبان ہلائے دل مین دعا مانگے تو اُسکا مضائقہ نہین چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری مین مصرح ہی اور عمارۃ بن رُویبہ رض نے جب بشر بن مروان کو خطبہ مین ہاتھ اُٹھاکے دعا مانگتے

دیکھا تھا تو بد دعا دی تھی چنانچہ ترمذی مین مروی ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ مین پیدا ہوئی اللہ تعالی اتباع شریعت ہمکو اور سب
دینداروں کو نصیب کرے اور بے اصل بدعتون سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کرے آمین ویجہر بالثانیۃ لا کالاولے ویبدأ بالتعوذ سرا اول
پکار کر پڑھے دوسرے خطبہ کو مگر نہ مثل اول کے یعنے اول کو زیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے کو اُس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ
باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر یعنے اول اعوذ پڑھے پھر حمد و ثناے الٰہی پھر شہادتین پھر درود شریف پھر وعظ و نصیحت اور قرآن مجید کی آیت اور تجنیس
مین کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہی مگر اُسمین وعظ کی جگہ مسلمانون کے لیے دعا مانگے بحر الرائق مین کہا کہ دوسرے خطبہ مین ایک آیت کا پڑھنا مسنون ہی کذا
فے الشامی ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسلطان وجوزہ القہستانی اور مستحب ہی ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے دو عم بزرگوار یعنے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین مستحب ہی دعا مانگنا خطبہ مین بادشاہ کے لیے اور جائز رکھا ہی
اسکو قہستانی نے م شامی نے کہا کہ جائز ہونے سے یہ اشارہ ہوا کہ مستحب نہین اور باب الامامۃ مین جو شارح نے لکھا ہی کہ دعا امام کی نیک بختی کے لیے
واجب ہی وہ اُس قول کے مخالف نہین کیونکہ یہان خاص خطبہ کا ذکر ہی ویکرہ تحریما وصفہ بما لیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہی صفت بیان کرنی بادشاہ کی
ایسے امور سے کہ اُسمین نہون مثلاً عادل کہنا جس صورت مین کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہ وصف بیان کرنا خطیب کا جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف
لانہ منہا اور مکروہ ہی کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنے کے لیے کلام مکروہ نہین کیونکہ یہ کلام تو خطبہ ہی سے ہی یعنے اچھی بات کا حکم
کرنا بھی خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہر اً مکروہ تحریمی ہی ومن السنۃ جلوسہ فے مخدعہ عن یمین المنبر ولبس السواد
وترک السلام من خروجہ الے دخولہ فے الصلوٰۃ وقال الشافعے اذا استوی علے المنبر سلم مجتبٰے اور سنت ہی بیٹھنا امام کا اپنے حجرہ مین منبر کے داہنے
طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لیے نکلنے کے وقت سے نماز مین داخل ہونے تک اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ جب منبر پر
بیٹھے تو سلام کرے کذا فے المجتبٰی م مخدع بروزن منبر قاموس مین لکھا ہی اور سیوطی نے بروزن مکتب اور مضمر بیان کیا ہی وہ خلوتخانہ ہی جو مسجد کے
اندر بنا ہو تو جن مسجدون مین ایسا مکان منبر کے داہنے طرف نہو وہان امام داہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا کروہ
ہی کذا فی الشامی وطہارۃ وستر عورۃ قائما اور مسنون ہی دونون خطبون کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھ کھڑا ہو کر یعنے یہ تینون باتین
مسنون ہین شرط نہین پس اگر خطبہ بیوضو پڑھیگا یا ہوا وغیرہ سے برہنگی کھلجائیگی یا بیٹھ کر پڑھیگا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ اور اسکا اعادہ واجب
نہوگا کذا فی الطحطاوی وہل ہی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لا ذکرہ الزیلعی بل کشطرہا فے الثواب اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتون کے ہی صحیح تر یہ ہی
کہ نہین ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے بلکہ ثواب مین نصف نماز جمعہ کے مانند ہی م یعنے یہ جو اثر مین وارد ہی کہ خطبہ نصف صلوٰۃ ہی اس سے بظاہر یہ معلوم
ہوتا ہی کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام خطبہ ہی جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اسکی دو رکعتون کے ہی تو اس سے یہ نکلتا ہی کہ نماز کی شرطین خطبہ مین
بھی ہونی چاہئین شارح اُس اثر کی تاویل بیان کرتا ہی کہ مراد اُس سے یہ ہی کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدھا ہوتا ہی نہ یہ کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم
مقام ہو اور نماز کی شرطین اُسمین لازم آوین کذا فی الشامی ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلے جاز اور اگر خطبہ پڑھا حالت جنابت مین پھر نہایا اور نماز پڑھائی
جائز ہی یعنی نہانا فاصل متصور نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال مین سے ہی لیکن بہتر ہی اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ
فتغدی او جامع واغتسل استقبل خلاصہ اے لزوما لبطلان الخطبۃ سراج لکن سیجی انہ لا یشترط اتحاد الامام والخطیب اور اگر خطبہ اور نماز مین فعل اجنبی کا
فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اسطرح کہ امام اپنے گھر پر چلا آیا اور کھانا کھایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑھے کذا فی الخلاصۃ یعنے واجب ہی
از سر نو پڑھنا بسبب باطل ہو جانے خطبہ کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہین ہی ایک ہونا نماز پڑھانیوالے اور خطبہ پڑھنے والے کا م یعنی بعض

صورتون مین اعادہ ضرور نہوگا مثلاً خطیب خطبہ پڑھکر کسیکو نماز پڑھانے کے لیے نائب کرکے گھر جاوے تو اس صورت مین اعادہ خطبہ کا نہین کذا فی الشامی

والسادس الجماعۃ واقلہا ثلثۃ رجال ولو غیر الثلثۃ الذین حضروا الخطبۃ سوی الامام بالنص لانہ لابد من الذاکر وہو الخطیب وثلاثۃ سواہ بنص

فاسعوا الی ذکر اللہ اور چھٹی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہے اور کمتر عدد جماعت کا تین مرد ہین سوائے امام کے نص کے سبب سے اگرچہ سوا اُن تین شخصون کے ہون جو خطبہ مین موجود ہون اسلیے کہ آیت فاسعوا الی ذکر اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذکر کرنیوالا ہو وہ تو خطیب ہے اور تین اُسکے سوا ہون تاکہ صیغہ جمع اُنپر صادق ہو مع تین مردون کو مطلق رکھنے سے معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا امی یا گونگے ہونگے تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مرد کی قید سے لڑکے اور عورتین نکلگئین وہ کسی حال مین امام ہونے کی لیاقت نہین رکھتے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مع امام کے تین مرد شرط جماعت کے ہین کذا فی الطحطاوی

فان نفروا قبل سجودہ وقالا قبل التحریمۃ بطلت پس اگر جماعت کے لوگ چلے جاوین پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہوجاویگا یعنے اب ظہر کی نماز از سر نو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے پیشتر چلے جاوین تب جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر جاوینگے تو جمعہ باطل نہوگا

امام اُسکو پورا کرے وان بقی ثلثۃ رجال ولذا اتی بالتاء او نفروا بعد سجودہ او عادوا وادرکوہ راکعا او نفروا بعد الخطبۃ وصلی بالاخرین لا تبطل فیتمہا جمعۃ اور اگر جماعت مین تین مرد رہگئے یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئے یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئے لیکن پھر چلے آئے اور امام کے ساتھ رکوع مین شامل ہوگئے یا خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسرے مقتدیون کے ساتھ نماز پڑھی جو خطبہ مین نہ تھے تو ان صورتون مین جمعہ باطل نہوگا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثۃ سے مرد مراد ہین اسی لیے ماتن نے اس لفظ کو ت کے ساتھ ذکر کیا کہ اعداد تین سے لیکر دس تک مذکر کے لیے ت کے ساتھ آتے ہین طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ مذکر پورے مرد ہون لڑکے بھی تو اسیطرح ثلثۃ بولے جاتے ہین اور بعد سجدہ کے آدمیونکے چلے جانے سے اسلیے جمعہ پڑھے کہ جماعت شرط بقا کی نہین اور نفروا بعد الخطبۃ کے ذکر کی حاجت نہین کیونکہ اُسکو شارح پہلے کہچکا ہے کہ اگرچہ تین مرد خطبہ سننے والون کے سوا ہون

والسابع الاذن العام من الامام وہو یحصل بفتح ابواب الجامع للواردین کافی فلا یضر غلق باب القلعۃ لعدو اولعادۃ قدیمۃ

لان الاذن العام مقرر لاہلہ وغلقہ لمنع العدو لا المصلی نعم لو لم یغلق لکان احسن کما فی مجمع الانہر معزیا لشرح عیون المذاہب قال وہذا اولی مما فی البحر والمنح فلیحفظ اور ساتوین شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہے امام کیطرف سے یا اُسکے نائب کیطرف سے جو جمعہ کے قائم کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اذن عام حاصل ہوتا ہے مسجد جامع کے دروازون کے کھلے رکھنے سے واردون کے لیے یعنے جنپر اداے جمعہ چاہیے اُنکی روک نہو کذا فی الکافی اس سے معلوم ہوا کہ صریح اذن مشروط نہین دروازون کا کھلا رہنا اور مکلفین جمعہ کا روکا نجانا کافی ہے تو نہین ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے یا عادت قدیم کی جہت سے اسلیے کہ اذن عام ثابت ہے شہر کے باشندون کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لیے ہے نہ نمازی کے منع کرنیکو ہان اگر بند نکیا جاوے یعنی جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہے چنانچہ مجمع الانہر مین ہے منسوب شرح عیون المذاہب کی طرف صاحب مجمع الانہر نے کہا کہ ضرر نکرنا قفل دروازہ قلعہ کا بہتر ہے اُس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م بحر الرائق مین مذکور ہے کہ جب حاکم قلعہ کے دروازے مقفل کرے اور وہین اپنے لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ جائز نہوگا چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہے فلو دخل امیر حصنا او قصرہ واغلق بابہ فصلے

باصحابہ لم تنعقد ولو فتحہ واذن للناس بالدخول جاز وکرہ پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ مین یا اپنے محل مین اور بند کردیا دروازہ قلعہ یا محل کا اور نماز پڑھی اپنے ساتھیون کے ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن بظاہر نماز کے وقت چاہیے اور یہ اُس صورت مین حاصل نہوگا اور اگر دروازہ کو کھولدیا اور لوگون کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ ہوگا وجہ کراہت کی یہ کہ جامع مسجد کو ترک کیا کذا فی

الطحطاوی فالامام فی دینہ ودنیاہ الے العامۃ محتاج فسبحان من تنزہ عن الاحتیاج پس امام اپنے دین اور دنیا مین عوام کا محتاج ہے تو پاک ہے

وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہی یعنی دنیا مین امام کو عوام کی حاجت ہی واسطے حفاظت سلطنت اور کار و بار ملکی اور فوج کشی وغیرہ کے اور دین کے امور
مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہین تو دونون مین محتاج عوام کا ہوا و شرط لافتراضہا تسعۃ تختص بہا اور شروط اُن جمعہ کی
فرضیت کے لیے تو شرطین جو خاص ہین جمعہ کے لیے ہم ان نے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہین مگر چونکہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لیے نہین
بلکہ ہر نماز فرض کے واسطے ہین اسلیے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لیے کہا اقامۃ بمصر واما المنفصل عنہ فان کان یسمع النداء تجب علیہ عند محمد
وبہ یفتی کذا فی الملتقی وقدمنا عن الولوالجیۃ تقدیرہ بفرسخ ورجح فی البحر اعتبار عودہ لبیتہ بلا کلفۃ شرط اول فرضیت جمعہ کی مقیم ہونا ہی شہر مین
یعنی مسافر پر واجب نہین نہ اُسپر جو شہر باتصل شہر کے مقیم نہو اور شہر سے علٰحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو تو جمعہ اُسپر واجب ہی امام محمد کے
نزدیک اور اسی پر فتوے ہی الباذ کو رہی ملتقے مین اور پہلے ہنے ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ گرد شہر کا انداز ایک فرسنگ ہی یعنے تین میل اور ترجیح دی ہی
بحرالرائق مین اعتبار کرنے نماز کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے ہم پہلے بیان ہو چکا ہی کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہین بلکہ
گرد شہر وہی ہی جسمین اُسکے منافع کی خبرین ہوتی ہون وصحۃ والحق بالمریض الممرض والشیخ الفانی اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہی
یعنے بیمار پر جمعہ واجب نہین اور لاحق کیا گیا ہی بیمار سے بیمار دار یعنے جو بیمار کی خبر گیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر مثلاً وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے
کذا فی الکلیہ اور شامل کیا گیا ہی بیمار سے شیخ فانی یعنے بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وحریۃ والاصح وجوبہا علے مکاتب ومبعض واجیر
ویسقط من الاجر بحسابہ ولو بعیدا والا لا اور تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہی کہ غلام پر جمعہ واجب نہین اور صحیح تر قول یہ ہی کہ جمعہ واجب ہی
مکاتب پر اور اُس غلام پر جسکا ایک حصہ آزاد ہو گیا اور بقیہ کے لیے کمائی کرتا ہو اور واجب ہی مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت کے
حساب سے اگر مزدور مسجد جامع سے دور ہو اور اگر پاس ہو گا تو مزدوری ساقط نہو گی ہم یعنے مثلاً اتنا دور ہی کہ نماز کو جانے اور آنے مین چوتھائی
دن یعنی ایک پہر لگتا ہی تو اُس روز کی اجرت مین سے چہارم وضع ہو جائیگا اسکا مطالبہ مالک سے نہین کر سکتا کذا فی الشامی ولو اذن لہ مولاہ وجبت
وقیل یخیر جوہرہ ورجح فی البحر التخییر اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہی اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ غلام کو اختیار ہی چاہے جمعہ پڑھے چاہے
ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہی بحرالرائق مین اختیار دینے کو وذکورۃ محققۃ اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد ہونا ہی یقیناً یعنے
عورتون اور خنثے مشکل پر جمعہ واجب نہین وبلوغ وعقل ذکرہ الزیلعی وغیرہ ولیسا خاصین اور پانچوین شرط جمعہ کے واجب ہونے کی بالغ
ہونا ہی اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنے لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہین ذکر کیا ہی اسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ دونون باتین جمعہ کے لیے خاص
نہین بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لیے شرط ہین ووجود بصر فتجب علے الاعور اور ساتوین شرط ہی موجود ہونا بینائی کا اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ
واجب ہی کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہی چندھے پر مگر اندھے پر واجب نہین اگرچہ اُسکو پہونچانے والا میسر ہو وقدرتہ علے المشی جزم فی
البحر بان سلامۃ احدہما کاف فی الوجوب لکن قال الشمنی وغیرہ لا تجب علے مفلوج الرجل ولا مقطوعہا اور آٹھوین شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا نمازی
کا ہی چلنے پر یقین کیا ہی بحرالرائق مین کہ درست ہونا ایک پانون کا نمازی کے لیے کافی ہی واجب ہونے مین لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہی کہ واجب
نہین اُس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ ہو یا کٹی ہو ہم شامی نے ابو مسعود سے ان دونون روایتون مین تطبیق اسطرح نقل کی ہی کہ مراد بحرالرائق کی
ایک پانون کی سلامتی سے یہ ہی کہ لنگڑا ہی مانع مسجد کے جانے کا نہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہ ہی کہ مسجد تک نجا سکتا ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ
بجاے احدہما کے احدہا کہتا اسلیے کہ رجل مونث ہی وعدم حبس وعدم خوف وعدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوہما اور نوین شرط فرضیت جمعہ کی
محبوس نہونا ہی اور دسوین شرط خوف کا نہونا مثلاً حاکم یا چورون وغیرہ سے اور گیارھوین شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور انکے مثل کا جیسے شدت

کا جارہ یا آندھی ہم ماتن نے شرائط وجوب کے گیارہ بیان کیے اور ہمنے جو پیشتر قطعہ لکھا تھا اسمین چھ شرطین مذکور تھین یعنی پانچ شرطین آخر کی ان گیارہ
مین سے مع صحت کے قطعہ کی ایک شرط بے عذر ہونے مین داخل ہین **و فاقدہا ای ہذہ الشروط او بعضہا ان اختار العزیمۃ وصلاہا وہو مکلف**
بالغ عاقل وقعت فرضا عن الوقت لئلا یعود علے موضوعہ بالنقض وفی البحر ہے افضل الا للمرأۃ اور جس شخص مین یہ سب شرطین وجوب کی نہون
یا بعض نہون اگر وہ عزیمت اختیار کرے اور جمعہ پڑھے حالانکہ وہ مکلف یعنی بالغ اور عاقل ہو تو اُسکا جمعہ فرض واقع ہوگا ظہر کے عوض مین تاکہ اُسکے
حق مین جو چیز شریعت نے وضع کی ہی وہ مضر نہ پڑے اور بحر الرائق مین ہی کہ جمعہ سب عذر والون کے حق مین افضل ہی ظہر سے مگر عورت کے لیے ظہر افضل
ہی اسلیے کہ اُسکی نماز گھر کے اندر افضل ہی ہم عزیمت حکم شرعی ہی مقابل رخصت کے یعنے رخصت مین شارع کیطرف سے تخفیف ہوتی ہی اور عزیمت مین مشقت تو چونکہ
مسافر و مریض وغیرہ کو حکم ہوا جمعہ کے ترک کرنے کا اور ظہر کے پڑھنے کا تو اُنکے حق مین ظہر کا پڑھنا سہولت کی وجہ سے رخصت ہی اور جمعہ کا ادا کرنا مشقت کے
لحاظ سے عزیمت تو جب اُسنے مشقت گوارا کرکے جمعہ کو ادا کیا پس اگر اب ہم اُسکے جمعہ کو صحیح نرکھین اور اُسپر ظہر لازم کرین تو اُسپر اور مشقت رکھی جائیگی اور
اُسکے حق مین جو سہولت موضوع تھی وہ مشقت ہو جائیگی کذا فی الشامی **و یصلح للامامۃ فیہا من صلح اما بالغیر ہا فجازت لمسافر و عبد و مریض و تنعقد**
الجمعۃ بہم اسیے بحضورہم بالطریق الاولے اور لیاقت امامت کی رکھتا ہی جمعہ مین وہ شخص کہ امام ہونے کے لائق ہو غیر جمعہ مین پس جائز ہی امام ہونا مسافر
اور غلام اور بیمار کا اور منعقد ہو جاتا ہی جمعہ اُنکے حاضر ہونے سے بطریق اولے ہم امام شافعی نے فرمایا ہی کہ ان لوگون کی امامت تو صحیح ہی مگر اُنکے سوا
اگر کوئی مقتدی نہو تو جمعہ نہوگا اسلیے ماتن نے کہا کہ جمعہ اُنسے ہو جاتا ہی کیونکہ جب اُنہین لیاقت امام ہونے کی ہی تو لیاقت مقتدی ہونیکی بطریق
اولے ہوگی کذا فی الغنایہ **وحرم لمن لا عذر لہ صلوۃ الظہر قبلہا اما بعدہا فلا یکرہ غایۃ فے یومہا بمصر لکونہ سببا لتفویت الجمعۃ وہو حرام**
اور حرام ہی اُس شخص کو کہ عذر نہو ظہر کا پڑھنا جمعہ سے پیشتر جمعہ ہی کے دن مین شہر کے اندر لیکن بعد جمعہ کے ظہر کا پڑھنا مکروہ نہین کذا فی غایۃ البیان
شارح نے کہا کہ پیشتر جمعہ کے ظہر پڑھنا اسلیے حرام ہی کہ ظہر سبب ہوتا ہی واسطے فوت کرنے جمعہ کے اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہی تو جو چیز حرام کا سبب ہوگی
وہ بھی حرام ہی ہم شامی نے کہا فی یومہا متعلق ہی واقعا محذوف سے جو حال ہی ظہر کا یعنے اُسی روز کا ظہر حرام ہی نہ اُس سے پیشتر کا اور شہر کی قید اسلیے
لگائی کہ اگر گانون مین قبل جمعہ ظہر پڑھ لیگا تو مکروہ نہوگا قدوری وغیرہ کتب فقہیہ مین نماز ظہر کو قبل ادا جمعہ مکروہ لکھا ہی اور ماتن نے حرام اور صاحب
بحر الرائق نے کراہت ہی ثابت کی ہی **فان فعل ثم ندم وسعی عبر بہ اتباعا للآیۃ ولو کان فے المسجد لم تبطل الا بالشروع قید لقولہ الیہا لانہ لو خرج لحاجۃ او**
مع فراغ الامام او لم یقمہا اصلا لم تبطل فے الاصح فالبطلان بہ مقید بامکان ادراکہا بان انفصل عن باب دارہ والامام فیہا و لو لم یدرکہا لبعد المسافۃ
فالاصح انہ لا تبطل سراج بطل ظہرہ لا اصل الصلوۃ ولا ظہر من اقتدے بہ ولم یسع ادرکہا او لا بلا فرق بین معذور وغیرہ علے المذہب پس اگر
غیر معذور نے جمعہ سے پیشتر ظہر پڑھ لیا پھر نادم ہوا اور جمعہ کیطرف سعی کی یعنے جمعہ پڑھنے کو چلا اسطرح کہ اپنے مکان کے دروازہ سے باہر ہوا تو اُسکا
ظہر باطل ہوگا یعنے فرضیت باطل ہوگی نہ اصل نماز بلکہ نماز نفل ہو جائیگی اور نہ باطل ہوگا ظہر اُس شخص کا جسنے غیر معذور مذکور کے پیچھے نماز پڑھی
ہوگی اور جمعہ کے لیے سعی نکی ہوگی خواہ ظہر پڑھنے والے کو سعی کے بعد جمعہ ملے یا نہ ملے دونون صورت مین فرض ظہر باطل ہونگے بدون فرق کے درمیان
معذور اور غیر معذور کے مذہب صحیح کے بموجب شارح نے کہا کہ ماتن نے چلنے کو سعی سے تعبیر کیا بسبب اتباع آیت کے یعنی آیت مین فاسعوا الی ذکر اللہ ہی اسلیے
ماتن نے سعی کہا اور ماتن نے قید جمعہ کی طرف سعی کی اسلیے لگائی کہ اگر ظہر پڑھنے والا اپنے کام کو نکلے یا اُسوقت نکلے کہ امام کا فارغ ہونا اور اُسکا نکلنا ایک
ساتھ ہو یا امام نے جمعہ کو سرے سے قائم ہی رکھا ہو تو ظہر باطل نہوگا صحیح تر قول مین کیونکہ ان صورتون مین اُسکی سعی جمعہ کیطرف نہوگی پس باطل ہونا ظہر کا سعی سے مقید
ہی جمعہ کے پا سکنے کے ساتھ تو اگر بعد مسافت کے سبب سے جمعہ کو نپایا تو صحیح تر یہ ہی کہ ظہر باطل نہوگا کذا فے السراج ہم شامی نے کہا کہ امکان جمعہ کے ملنے کی قید جو

شارح نے اکائی سو صحیح نہین اور سراج کے مسئلہ مین جو لا تبطل نقل کیا ہو اسمین لا نا غلط ہو کیونکہ بحر الرائق مین کہا ہو کہ بطلان مطلق رکھنے سے وہ صورت بھی
شامل ہوگئی کہ جمعہ کو نپایا ہو دوری فاصلہ کی جہت سے حالانکہ سعی کیوقت امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہین کیا تھا اور یہ قول المجنون کا ہو اور سراج مین کہا کہ
یہی صحیح ہو اسلیے کہ نمازی جمعہ کیطرف چلا اُسوقت کہ جمعہ اُسکو ابھی تک فوت نہین ہوا انتہی اور معذور کو ہر چند حکم سعی کا نہین تو چاہیے تھا کہ اُسکا ظہر باطل نہوتا گرچہ
تو اپنے اوپر لازم کرلینے سے وہ بھی غیر مذکور کے حکم مین شامل ہوگیا **وکرہ تحریما لمعذور و مسجون و مسافر اداء ظہر لجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ و بعدہا**
لتقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ اور مکروہ تحریمی ہو معذور اور محبوس اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب
کم ہوجانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے ہم اداکی قید سے معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگون کو مکروہ نہین اسیطرح گانوٴن والون کو جماعت
ظہر مکروہ نہین اور شہر مین وجہ کراہت یہ ہو کہ جمعہ کی جماعت کم ہوجائیگی یعنے معذورون کو پڑھتے دیکھکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہوجائیگا تو جماعت اُسقدر
کم ہوجائیگی اور دوسری وجہ معارضہ ہو یعنے حکم اقامت جمعہ کا ہو تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور عدول حکمی ہو کذا فی الطحطاوی وافاد ان المساجد
تغلق یوم الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بناکر یہ افادہ کیا کہ تمام مسجدین جمعہ کے روز بند کیجائین سوائے
جامع مسجد کے یعنے اسلیے کہ مسجدین اجتماع کی جگہ ہین تو اُنکے بند رکھنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ ہوئیگی **وکذا اہل مصر فاتتہم الجمعۃ فانہم**
یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہو جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والون کو جنکو جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھین بدون اذان و
تکبیر اور جماعت کے **ویستحب للمریض تاخیرہا الے فراغ الامام وکرہ ان لم یوخر ہو الصحیح** اور مستحب ہو بیمار کو دیر کر کر پڑھنا نماز ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک
جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہو اگر تاخیر نہ کرے یہی صحیح ہو **ومن ادرکہا فی تشہد او سجود سہو او تشہدہ علی القول بہ فیہا یتمہا جمعۃ خلافا لمحمد رح کما یتم**
فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ مین ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے اندر یا سجدہ سہو کے تشہد مین وہ تمام کرے جمعہ یعنے
دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہ اُن لوگون کے قول کے بموجب ہو جو سجدہ سہو جمعہ مین کرلینے کو کہتے ہین یعنی متاخرین کے نزدیک اولی یہ ہو کہ کثرت ازدحام
جمعہ وغیرہ مین سجدۂ سہو نکرے تو اس قول کے بموجب سجدۂ سہو یا اُسکے تشہد مین نہ ملسکیگا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد کے کہ اُنکے نزدیک
اگر ایک رکعت سے کمتر ملے تو جمعہ نہ تمام کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العیدین مین ہو یعنی اگر عید کے
تشہد یا سجدہ سہو مین ملے تو بالاتفاق دو رکعتین پوری کرے **لکن فی السراج انہ عند محمد لم یصر مدرکا لہ** لیکن سراج مین ہو کہ نمازی امام محمد کے نزدیک عید کا پانیوالا نہوگا
یعنی تشہد مین ملنے کی صورت مین عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ پڑھے بلکہ بلا زائد تکبیرون کے پورا کرے شامی نے کہا
کہ قول اول صحیح ہو یعنے بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے **وینوی جمعۃ لا ظہرا بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداءہ** اور نیت کرے تشہد مین ملنے والا
جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اُسکا اقتداء درست نہوگا بالاتفاق **ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر بحثا** پھر ظاہر یہ ہو کہ نہین فرق
ہو مسافر اور غیر مسافر مین کذا فی النہر بحثا مگر ظہیریہ مین ذکر کیا ہو کہ اگر مسافر تشہد مین جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتین پڑھے اسلیے شارح نے ذکر کیا کہ
مسافر اور غیر مسافر اسمین برابر ہین شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کرین **واذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلوٰۃ**
ولا کلام الی تمامہا وان کان فیہا ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کھڑا ہونا منبر پر چڑھنے کے لیے معتبر ہو
کذا فی شرح المجمع تو اُسوقت سے نہ کوئی نماز ہو نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ مین ذکر ظالمون کا ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم مقابل قول اصح کا
یہ ہو کہ جب ظالمون کا ذکر خطبہ مین ہو اُسوقت کلام درست ہو اور کان کو مذکر لانا باعتبار مکان کے ہو کذا فی الطحطاوی **خلا قضاء فائتۃ**
لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ **لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا** کوئی نماز خطبہ کے وقت جائز نہین

ك اسلیے کہ اتحاد نماز امام اور مقتدی کا شرط ہے صحت اقتدا کی اور وہ اس صورت میں نہ پایا جائیگا ۱۲

سوا قضا پڑھے اُس فائتہ کے جسمین اور وقتی نماز یعنے جمعہ کے درمیان مین ترتیب ساقط نہوئی ہو کہ اُس فائتہ کا پڑھنا مکروہ نہین کذا فے السراج وغیرہ
بلکہ اُسکا پڑھنا واجب ہی بسبب ضرورت درست ہونے جمعہ کے یعنے صاحب ترتیب اگر فائتہ نماز نہ پڑھیگا تو اُسکا جمعہ صحیح نہوگا اسلیے کہ اُسکے پڑھنے کا
مضائقہ نہین اور اگر ترتیب نہ رہی ہو تو قضا کا پڑھنا بھی خطبہ کے وقت مکروہ ہی ولو خرج وہو فی السنۃ او بعد قیامہ لثالثۃ النفل یتم فی الاصح ویخفف
القراءۃ اور اگر امام خطبہ کے لیے نکلا اور نمازی سنتین پڑھتا ہی یا نفل کی تیسری رکعت کو کھڑا ہونے کے بعد امام نکلا تو وہ شخص سنتین اور نفل
جو کچھ پڑھتا ہی تمام کرے صحیح تر قول مین اور قرارت چھوٹی پڑھے یعنی بقدر واجب پر اکتفا کرے کذا فے الطحطاوی وکل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیہا
اے فی الخطبۃ خلاصۃ وغیرہا فیحرم اکل وشرب وکلام ولو تسبیحا ورد سلام وامر بمعروف بل یجب علیہ ان یستمع ویسکت بلا فرق بین قریب وبعید
فے الاصح محیط اور جو امور کہ حرام ہین نماز مین وہ حرام ہین خطبہ کے اندر کذا فے الخلاصۃ وغیرہا پس حرام ہی خطبہ کے وقت کھانا اور پینا اور کلام
کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہنا ہو یا سلام کا جواب دینا یا اچھی بات کا حکم کرنا ہو بلکہ واجب ہی آدمی پر کہ خطبہ سُنے اور چپ رہے بدون فرق کے درمیان
نزدیک اور دور کے شخصون کے صحیح تر قول مین کذا فی المحیط اور قول ضعیف یہ ہی کہ خطبہ سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ
تسبیح کو ماتن کے قول پر متفرع کرنے مین کلام ہی اسلیے کہ تسبیح نماز مین حرام نہین اور امر بالمعروف سے خطیب مستثنے ہی چنانچہ پہلے بیان ہوا
ولا یرد تحذیر من خیف ہلاکہ لانہ یجب لحق ادمی وہو محتاج الیہ والانصات لحق اللہ تعالے ومبناہ علے المسامحۃ اور اعتراض نہین وارد ہوتا
ڈرانا اُس شخص کا جسکے ہلاک کا خوف ہو یعنے اگر کسی آدمی کو خطبہ کے وقت کنوئین کے پاس دیکھے مثلاً اور خوف ہو کہ کنوئے مین گر جائیگا تو لازم ہی
کہ اُس شخص کو ہوشیار کر دے کیونکہ ہوشیار کرنا واجب ہی آدمی کے حق کی جہت سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہی اور سکوت خطبہ کے وقت
اللہ تعالے کے حق کے لیے ہی اور بنا اُس حق کی درگذر پر ہی یعنے اللہ تعالے غنی ہی اُس سے درگذر فرما سکتا ہی وکان ابو یوسف رح ینظر فے
کتابہ ویصححہ اور امام ابو یوسف رح جب خطبہ سے دور ہوتے تو خطبہ کے وقت اپنی کتاب دیکھا کرتے اور قلم سے اُسکو صحیح کیا کرتے م شامی نے
کہا کہ یہ مبنی ہی قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو کلام کرنا اور کتاب کا دیکھنا جائز ہی والاصح انہ لا باس بان یشیر براسہ او یدہ عند رؤیۃ منکر
اور صحیح تر یہ ہی کہ کچھ مضائقہ نہین اپنے سر یا ہاتھ سے اشارہ کرنے کا وقت دیکھنے بری بات کے یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی والصواب
انہ یصلے علے النبی صلے اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فے نفسہ اور صواب یہ ہی کہ درود پڑھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وقت سُننے آپ کے اسم
مبارک کے اپنے جی مین م یعنے آہستہ درود پڑھے کہ اپنے آپ سُنے دوسرے کو آواز نجاوے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ درود ملین پڑھے
کذا فے الشامی ولا یجب تشمیت عاطس ولا رد سلام بہ یفتے اور واجب نہین جواب دینا چھینکنے والے کا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتوی
ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سُنے وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم وعید علی المعتمد اور
اسیطرح واجب ہی سننا سب خطبون کا مثل خطبہ نکاح اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقال لا باس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدہا واذا
جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہا کہ نہین مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنے جب امام حجرہ سے نکلے تو جبتک خطبہ شروع کرے
اُسوقت تک کلام کا مضائقہ نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اُسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہین والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ
اما غیرہ فیکرہ اجماعا اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اُس کلام مین ہی کہ آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنے دنیاوی کلام مکروہ
ہی بالاتفاق وعلے ہذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ لا عندہما اور اس خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ مین مروج ہی مکروہ ہوگا امام صاحب
کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک م ترقیہ اُسکو کہتے ہین کہ مکبر امام کے سامنے کھڑا ہو کر اول یہ آیت پڑھتا ہی ان اللہ وملئکتہ یصلون

علے النبی) آخر تک پھر حدیث صحیحین کی پڑھتا ہی کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اُسوقت کہ امام خطبہ پڑھتا ہی تو تو نے لغو کیا
تو ہر چند یہ پڑھنا کلام آخرت ہی مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصراً واما ما یفعله المؤذنون حال
الخطبة من الترضی ونحوه فمكروه اتفاقا وتمامه فی البحر اور جو رضی اللہ عنہ اور مثل اُسکے موذن خطبہ کے وقت کرتے ہین سو یہ تو مکروہ ہی بالاتفاق اور
اُسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی م موذنون کا دستور بعض عرب کے شہرون مین ہی کہ جب امام نام خلفا و اصحاب کا لیتا ہی تو وہ آواز بلند رضی اللہ عنہ
کہتے ہین اور جب سلطان کا نام لیتا ہی تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کو پکار کر کہتے ہین تو یہ حرکت اُنکی مکروہ ہی طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین سوائے عرب کے
جسکو شارح بیان کرتا ہی اور کچھ بیان نہین والعجب من المرقی ینهی عن الامر بالمعروف بمقتضى حديثه ثم يقول انصتوا رحمكم الله قلت الا ان يحمل على
قولهما فتنبه اور تعجب ہی ترقیہ پڑھنے والے سے کہ منع کرتا ہی امر معروف سے اپنی حدیث کی مقتضا کے اعتبار سے پھر کہتا ہی چپ رہو خدا تعالے تمپر
رحم کرے مین کہتا ہون مگر یہ کہ اُسکا یہ کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو آگاہ رہنا م یعنے جب مرقی نے حدیث بیان کی تو اُسکا مضمون اس بات
کو مقتضی ہی کہ امر بالمعروف سے بھی زبان بند کرنی چاہیے تو پھر آپ ہی اُسپر عمل نہ کرنا اور لوگون کو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہی ہان اُسکا امر صاحبین
کے قول کے موافق درست ہو سکتا ہی کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترقیہ وغیرہ کرتا ہی اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہین ووجب
السعی الیها وترک بیع ولو مع السعی وفی المسجد اعظم وزرا بالاذان الاول فی الاصح وان لم یکن زمن الرسول بل فی زمن عثمان رض
اور واجب ہی جمعہ کی طرف جھپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول مین اگرچہ یہ اذان عہد مبارک
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رض کے زمانہ مین ہوئی اور مسجد کے اندر یا اُسکے دروازہ پر بیع مین مشغول رہنا بڑا گناہ ہی م بیع
سے مراد وہ امر ہی جو نماز جمعہ سے باز رکھے تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام مین مشغول رہیگا اور سعی نکریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور سعی کی حالت مین بیع کرنا
اگر خارج سعی نہو تو سراج مین کہا ہی کہ مکروہ نہین چنانچہ شارح نے بھی آخر باب البیع الفاسد مین لاباس بہ لکھا ہی پھر اسمین اختلاف ہی کہ اذان اول
کونسی ہی تو بعض فقہا نے کہا کہ اذان اول وہ ہی جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہی اسلیے کہ باعتبار مشروع ہونے کے وہی اول ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رض مین بھی ایک اذان ہوتی تھی جب حضرت عثمان رض کے زمانہ مین آدمی بہت ہوے
تو آپ نے زوراہ پر ایک اذان اور بڑھا دی اور صحیح تر قول یہ ہی کہ اذان اول وہی ہی جو وقت مین اول ہو یعنے جو اذان زوال کے بعد منارہ پر
ہوتی ہی کذا فی الشامی وافاد فی البحر صحة اطلاق الحرمة على المكروه تحريما اور بحر الرائق مین حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہی م اذان کے وقت بیع کو
صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہی حالانکہ وہ مکروہ تحریمی ہی شارح صاحب ہدایہ کی طرف سے عذر بیان کرتا ہی کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہی چنانچہ بحر الرائق
مین افادہ کیا کذا فی الشامی ویؤذن ثانیا بین یدیه ای الخطیب افاد بوحدة الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحدا بعد واحد
ولا یجمعون کما فی الجلالی والتمرتاشی ذکرہ القہستانی اذا جلس علی المنبر اور موذن اذان دے دوسری بار سامنے خطیب کے جب وہ
منبر پر بیٹھے یعنے خطبہ پڑھنے کے لیے شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یؤذن کو بصیغہ واحد لانے سے افادہ کیا کہ موذن جب ایک سے زیادہ
ہون تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہین سب ملکر نہ کہین چنانچہ جلالی اور تمرتاشی مین ہی ذکر کیا ہی اُسکو قہستانی نے م طحطاوی نے کہا کہ یہ
افادہ اُسوقت ہی کہ یؤذن کو بصیغہ معروف پڑھین اور جس صورت مین مجہول پڑھین تو افادہ مذکور ظاہر نہوگا فاذا اتم اقیمت وکرہ الفصل بامر الدنیا
ذکرہ العینی جب امام خطبہ تمام کرلے تو تکبیر کہی جاے اور مکروہ ہی فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر مین کسی دنیا کے امر کو ذکر کیا ہی اُسکو عینی نے م یعنے آخر خطبہ
کا متصل ہو تکبیر کے شروع سے اور امر دنیا کی قید اسلیے لگائی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فاصلہ مکروہ نہین اور یہ جو دوسرے خطبہ مین خطیب

منبر سے ایک سیڑھی اُترتے ہین پھر چڑھتے ہین یہ بدعت شنیع ہی کذا فی الشامی طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہی منبر کا ہونا قبلہ کی بائین طرف اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا اور زاہدی نے ذکر کیا ہی سورہ اعلی اور غاشیہ کا پڑھنا لاینبغی ان یصلے بالقوم غیر الخطیب لانہما شئ واحد مناسب نہین کہ سواے خطبہ پڑھنے والے کے دوسرا شخص لوگون کو نماز پڑھاوے اسلیے کہ خطبہ اور نماز دونون ایک ہی چیز ہین کیونکہ شرط اور مشروط ہین اور مشروط بدون شرط کے پایا نہین جاتا تو اسلیے دونون کا فاعل ایک ہونا مناسب ہی کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز ہو المختار پس اگر ایسا کیا جاے کہ امام جدا ہو اور خطیب جدا اسطرح کہ خطبہ پڑھے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کوئی بالغ پڑھاوے تو درست ہی یہی مختار ہی ہم لڑکے کی قید اسلیے لگادی کہ یہ وہم نہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑھنا جائز نہین اور اذن سلطان کی قید خطبہ مین لگائی نہ نماز مین تاکہ معلوم ہو کہ خطبہ مین اذن شرط ہی نہ نماز مین کذا فی الطحطاوی لاباس بالسفر یومہا اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی الخانیۃ لکن عبارۃ الظہیریۃ وغیرہا بلفظ دخول بدل خروج نہین مضائقہ ہی سفر کا دن جمعہ کے جبکہ نکلجائے شہر کی آبادی سے پہلے نکلجانے وقت ظہر کے کذا فی الخانیۃ مگر عبارت ظہیریہ اور اُسکے سوا دوسری کتابونکی بلفظ دخول ہی عوض خروج کے یعنے آبادی سے نکلجانے کے پیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے ہم سفر سے مراد ہی ایسی جگہ جانا جسکے باشندون پر جمعہ واجب نہو کذا فی الشامی وقال فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکرہ قبل الزوال اور شرح منیہ مین کہا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ سفر کرنا بعد زوال کے جمعہ پڑھنے سے پہلے مکروہ ہی اور زوال سے پیشتر مکروہ نہین کیونکہ زوال کے پیشتر اُسپر جمعہ واجب نہین ہم اِس قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کے لیے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہوجاے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہی کذا فی الطحطاوی القروی اذا دخل المصر یومہا ان نوی المکث ثمہ ذلک الیوم لزمہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل وقتہا او بعدہ لاتلزمہ لکن فی النہر ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ وقیل لا گانون کا رہنے والا جب شہر مین جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر مین اُسنے اُس روز نیت ٹھہرنے کی کی تب تو اُسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اسی روز چلے جانیکی نیت کی جمعہ کے وقت سے پہلے یا پیچھے تو جمعہ لازم نہوگا لیکن نہر الفائق مین ہی کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کے وقت کے کریگا تو اُسپر جمعہ لازم ہوگا اور نہین تو لازم نہوگا اور شرح منیہ مین ہی کہ اگر ٹھہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہ ہی کہ لازم نہوگا ہم شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف وسکون را نسبت ہی قریہ کیطرف کما لاتلزم لو قدم مسافر یومہا علی عزم ان لایخرج یومہا ولم ینو الاقامۃ نصف شہر جیسے جمعہ لازم نہین اگر کوئی مسافر آیا جمعہ کے دن شہر مین اس ارادہ سے کہ اُس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی یعنے اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہوجائیگا ویخطب الامام بسیف فی بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑھے تلوار حائل کر کے اُس شہر مین کہ تلوار سے فتح ہوا ہو جیسے مکہ معظمہ ہی اور اگر تلوار سے فتح نہوا ہو تو وہان تلوار لیکر خطبہ نہ پڑھے جیسے مدینہ منورہ ہی وفی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ وہو متکی علیہ حاوی قدسی مین ہی کہ جب موذن فارغ ہوجائین خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کھڑا ہوا اور تلوار اپنے بائین ہاتھ مین لیکر اسپر سہارا کرلے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مخالف ہی تحقیق بحر الرائق کے کیونکہ اُسمین تلوار کا حائل کرنا لکھا ہی لیکن صاحب نہر الفائق نے یہ توجیہ کی کہ تلوار کو حائل کرکے پھر اُسکی نوک زمین پر ٹھہرا کر اُسپر ہاتھ کا سہارا دے تاکہ دونون باتین حاصل ہوجائین وفی الخلاصۃ یکرہ ان یتکی علی قوس او عصا اور خلاصہ مین ہی کہ مکروہ ہی خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر ہم حلیہ مین خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابوداود کی حدیث سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ مین لاٹھی یا عصا پر سہارا دیکر کھڑا ہونا ثابت ہی پھر مکروہ کیسے ہوگا بلکہ محیط مین ہی کہ جیسے کھڑا ہونا خطبہ مین سنت ہی اسی طرح عصا کا لینا بھی مسنون ہی کذا فی الشامی فروع مسائل لحقہ شارح کے سمع النداء وہو یاکل ترکہ ان خاف فوت جمعۃ

او مکتوبۃ لا جماعۃ ایک شخص نے اذان سُنی اور وہ کھانا کھاتا ہو تو کھانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نہ ملنے یا فرض نماز کے فوت ہونیکا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف ہو
جماعت کے فوت ہونیکا کیونکہ ایسا کھانا جو رکھے سے بگڑ جاوے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو وہ عذر ہو جماعت کے ترک کرنیکا چنانچہ گذرا رستانی سے یرید الجمعۃ
و حوائجہ ان معظم مقصودہ الجمعۃ فال ثواب السعی الیہا و بہذا یعلم من شرک فی عبادتہ فالعبرۃ للاغلب ایک گانون والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دیگر
حاجات کے لیے اگر زیادہ تر مقصود اسکا جمعہ کا پڑھنا ہو تو اسکو جمعہ کی طرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ جو شخص عبادت مین شرک
کرے یعنے دوسرا کوئی مطلب اُسمین ملائے خالص اللہ تعالے کے لیے نہ رکھے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلاً حج مین ارادہ تجارت کا کرلے تو ثواب عبادت
اُسی وقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر و قلم الظفر بعدہا بہتر ہو بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے کم
تاتارخانیہ مین لکھا ہو کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخن کا بنوانا اچھا نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی سی ہو تو جیسے حج مین بعد فراغت حج کے انکا بنوانا
چاہیے ایسے ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہو باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحۃ جلد چہارم مین دیکھنا چاہیے لاباس بالتخطی مالم یاخذ الامام فی الخطبۃ
ولم یؤذ احدا الا ان لا یجد الا فرجۃ امامہ فیتخطی الیہا للضرورۃ مضائقہ نہین گردنون پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نہ کیا ہو اور بشرطیکہ کسی کو ایذا دے
مگر یہ کہ اُسکو سوائے خالی جگہ کے اپنے سامنے کوئی جگہ نہو تو اس خالی جگہ کے بھرنے کو پھاند جاوے ضرورت کی وجہ سے ہم یعنے لوگون پرسے پھاندنا ایک
عمل ہو تو خطبہ کی حالت مین جائز نہین اسی طرح اورون کو ایذا دینا درست نہین کہ پھاندنے مین کسی کا کپڑا دباوے کسی کے بدن پر پانون رکھدے ہان
اگر اگلی صف مین فرجہ چھوٹا ہوا ور اسکے بھرنے کے لیے کسی کو اس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہو بشرطیکہ اور کوئی جگہ نہو کذا فی الشامی
وکرہ التخطی للسوال بکل حال اور مکروہ ہو گردنون پرسے پھاندنا سوال کے لیے ہر حال مین یعنے خواہ ایذا کسی کو ہو یا نہ ہو ہم مسجد مین سوال کرنے اور
سائل کے دینے مین اختلاف ہو کہ درست ہو یا نہین نہر الفائق مین کہا کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نہ گذرے اور نہ گردنون کو پھاندے اور نہ اصرار
کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اسکو دینا درست ہو ورنہ مکروہ ہو کذا فی البزازیۃ وسئل عنہ علیہ السلام عن ساعۃ الاجابۃ فقال ما بین جلوس الامام
الی ان یتم الصلوۃ وہو الصحیح وقیل وقت العصر والیہ ذہب المشائخ کما فی التاتارخانیہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے
قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لیکر اُسوقت تک ہو کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہو اور ایک
قول یہ ہو کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہو اور اس قول کی طرف گئے ہین مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہو ہم صحیحین مین ہو کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہو
کہ جو مسلمان بندہ اُسمین کھڑا ہوا نماز پڑھے پھر اللہ تعالے سے کچھ مانگے تو اُسکو اللہ تعالے وہ چیز عنایت ہی کرتا ہو اس ساعت مین اختلاف ہو کہ کونسی
ہو اور سب اقوال بیالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہ کہ وہ ساعت خطبہ کے لیے بیٹھنے کے وقت سے ہو نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ
مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ رض سے مرفوعاً روایت کیا ہو تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دل مین مانگے اسلیے کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہو
اور دوسرا قول یہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہو اُسکو مالک اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابوہریرہ رض
سے روایت کیا ہو اور غالباً مشائخ کی مراد یہی ساعت ہو جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہو کذا فی الشامی وفیہا سئل بعض المشائخ اللیلۃ
الجمعۃ افضل ام یومہا فقال یومہا اور تاتارخانیہ مین ہو کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہو یا جمعہ کا دن تو اُنھون نے فرمایا کہ
جمعہ کا دن افضل ہو اسلیے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہو اور نماز دن کو ہوتی ہو وذکر فی احکامات الاشتباہ ما اختص بہ
یومہا قراءۃ الکہف فیہ ومن فہم عطفہ علی قولہ وکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلۃ بالقیام فقد وہم وفیہ تجتمع الارواح وتزار القبور ویامن المیت
من عذاب القبر ومن مات فیہ او فی لیلتہ امن من عذاب القبر ولا تسجر فیہ جہنم وفیہ یزور اہل الجنۃ ربہم تعالے اور اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہی

کہ جن امور سے جمعہ کا روز مخصوص ہی ایک سورۂ کہف کا پڑھنا ہی جمعہ کے دن یا رات مین کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جو کوئی سورۂ کہف جمعہ کو پڑھے تو ایک جمعہ سے دوسرے تک محفوظ رہتا ہی سعہ تین دن زیادہ کے اور جس شخص نے قرارت کہف کا عطف اشباہ والے کے اسس قول پر سمجھا ہی کہ مکروہ ہی تنہا روز جمعہ کا روزہ رکھنا اور تنہا اُسکی رات کا جاگنا تو اُسنے غلطی کی یعنے اسلیے کہ مسنون چیز کو مکروہ مین شامل کردیا اور جمعہ کے دن روحین اکٹھی ہوتی ہین اور اسی دن مین قبرون کی زیارت ہوتی ہی اور مردہ عذاب قبر سے مامون رہتا ہی اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات مین مرتا ہی وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہی اور اُس روز مین دوزخ گرم نہین کیجاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جلشانہ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہین ہم اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہی کہ جمعہ بہت سی سے باتون سے مخصوص ہی نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اُسکے لیے جماعت کا شرط ہونا اور سواے امام کے تین مردون کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص صورتون کا پڑھنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا موافق اُسکی شرط کے اور مسنون ہونا اُسکے غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچھا لباس پہننا اور بال اور ناخن بنواتے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہین اور مسجد کو خوشبو سے بسانا اور جمعہ کی نماز کو سویرے سے جانا اور جب تک خطیب نکلے عبادت مین مشغول رہنا اور نہ مسنون ہونا دیر کرنے کا نماز جمعہ مین اور مکروہ ہونا تنہا اُسکے روزہ کا اور تنہا اُسکی رات مین جاگنے کا اور اُسمین سورۂ کہف کا پڑھنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اُسکے ٹھیک دوپہر مین بموجب قول امام ابویوسف رحمہ کے جو صحیح اور معتمد ہی اور ہفتہ کے دنون مین اُسکا بہتر ہونا اور اُسکا روز عید ہونا اور اُسمین دعا قبول ہونے کی ساعت کا ہونا اور ارواح کا اُس روز اکٹھا ہونا اور قبرون کی زیارت کرنی اور مردہ کا اُس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اُسکے دن یا رات مین مرجائے فتنہ قبر سے اُسکا بچا رہنا اور اُس روز دوزخ کا گرم نہونا اور اُس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور اُنکا جنت سے نکلنا اور جنت والون کو اُس روز دیدار اللہ تعالے کا ہونا تمام ہوا قول اشباہ کا ہر چند ان امور مین سے اکثر ماتن اور شارح کے اقوال مین گذر گئے تھے مگر ایک جا مجتمع ہونے کے لحاظ سے سب کا ترجمہ کردیا گیا اور دیدار کا جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لیے ہی اور بعض کو اس سے کم مدت مین اور بعض کو اس سے زیادہ مین ہوا کریگا یہانتک کہ عورتون کو صرف تجلی عام کیوقت نصیب ہوا کریگا کذا فی الطحطاوی

باب العیدین

یہ باب ہی دونون عیدون کے احکام مین ہم مناسبت عید کی جمعہ سے یہ ہی کہ دونون جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور قرارت دونون مین باواز بلند ہوتی ہی اور نماز عید اُسی پر واجب ہی جسپر جمعہ واجب ہی اور سوا خطبہ کے اور شرطین بھی دونون یکسان ہین اور جمعہ مقدم اسلیے ہوا کہ اُسکا ثبوت کتاب اللہ سے ہی اور سال مین بہت ہوتا ہی کذا فی الشامی سمی بہلان سہ فیہ عوائد الاحسان ولعودہ بالسرور غالبا او تفاد لا اس روز کا نام عید اسلیے رکھا گیا کہ اُسمین اللہ تعالے کے انعام بندون پر عائد یعنے مکرر ہوتے ہین اور اسلیے کہ یہ روز اکثر خوشی کے ساتھ رجوع کرتا ہی یا فال کے لحاظ سے کہ جسکو عید آوے خوشی کے ساتھ آوے ہم لفظ عید اصل عود تھا واو کے ساتھ تو واو بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہین اسلیے عید کے دن کو عید کہنا یا اسلیے ہی کہ اللہ تعالے نے جو کھانے پینے سے رمضان مین منع کردیا تھا عید کے باعث اُسکے انعام یعنے افطار نے بندون پر رجوع کیا یا اسلیے کہ غالبا اس دن مین خوشی کی عادت ہوا کرتی ہی یا یہ فال سمجھکر کہ خوشی کے ساتھ پھر آوے اسکا نام عید ہوا و یستعمل فی کل یوم فیہ مسرۃ ولذا قیل ٥ عید و عید و عید صرن مجتمعۃ ؛ وجہ الحبیب و یوم العید و الجمعۃ ؛ اور مستعمل ہوتا ہی لفظ عید اُس روز کے لیے جسمین خوشی ہو اور اسی استعمال کے اعتبار سے یہ شعر کسی نے کہا ہی کہ تین عیدین متفق ہو گئی ہین دن حبیب کے دیکھنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنے چونکہ یہ تینون اوقات خوشی کے ہین اسلیے شاعر نے اُنکو عید کہا فلو اجتمعا لم یلزم الا صلوۃ احدہما وقیل الاولے صلوۃ الجمعۃ وقیل صلوۃ العید کذا فی القہستانی عن التمرتاشی قلت قد راجعت التمرتاشی فرایتہ حکاہ عن مذہب الغیر وبصیغۃ التمریض فتنبہ پس اگر جمعہ اور عید ایک روز پڑین تو لازم نہین مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہی اور

بعض نے کہا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہی قہستانی مین تمرتاشی سے مین کہتا ہون کہ مین نے تمرتاشی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اُسنے اس مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا کسی
اور کا قول نقل کیا ہو اور وہ بھی ضعیف کر کے سو آگاہ ہو جا قہستانی کے اس مہمل بیان کرنے کی غلطی پر م جامع صغیر مین ہی کہ اگر عید اور جمعہ ایک روز مین جمع ہون
تو عید سنت ہی اور جمعہ فرض اور دونون مین سے کوئی ترک نہ کیا جائے تو یہ دونون قول جو قہستانی مین ہین کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھے یہ حنفیون کا مذہب نہین
اور دوسرے مذہب والون کا بھی قول ضعیف ہی کذا فی الشامی ملتقطا وشرع فی الاولی من الہجرۃ اور شروع ہوئی عید اول سال ہجری مین م ابوداؤد نے
حضرت انس رضہ سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال مین کھیلا کرتے ہین آپ نے
پوچھا کہ یہ کیسے دن ہین اُنھون نے عرض کیا کہ ہم ان مین حالت کفر مین کھیلا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے اُنکے عوض تمکو دو روز اُنسے بہتر
بدل دیے اول عید اضحی دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی **تجب صلٰوتہما فی الاصح علٰے من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوی الخطبۃ**
فانہا سنۃ بعدہا واجب ہی نماز دونون عیدون کی صحیح تر قول مین اُس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہی معہ اُن شرطون جمعہ کے جو پہلے گذرین سوائے خطبہ کے
کہ وہ سنت ہی بعد نماز عید کے م اصح قول کا مقابل یہ ہی کہ نماز عید سنت ہی اور بظاہر دونون قولون مین مخالفت نہین اسلیے کہ سنت سے مراد سنت
موکدہ ہی جو بمنزلہ واجب ہی یا یہ کہ سنت سے یہ غرض کہ ثبوت اُسکا سنت سے ہی اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہی یعنے اگر پیشتر پڑھیگا یا بالکل ترک
کردیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی **وفی القنیۃ صلٰوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ**
اور قنیہ مین ہی کہ عید کی نماز گانؤن مین مکروہ تحریمی ہی یعنے اسلیے کہ عید پڑھنا گانؤن مین ایسی چیز مین مشغول ہونا ہی جو درست نہین اسلیے کہ صحت
عید کی شہر شرط ہی ہو گا گانؤن مین مفقود ہی م یعنے گانؤن مین عید صحیح نہین اگر پڑھینگے تو عید نہوگی نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہی جماعت
کے ساتھ کذا فی الحلبی **وتقدم صلٰوتہا علٰے صلٰوۃ الجنازۃ اذا اجتمعتا لانہ واجب عینا والجنازۃ کفایۃ** اور مقدم کی جاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز
پر جبکہ دونون نمازین جمع ہو جائین اسلیے کہ عید واجب عین ہی یعنے ہر شخص پر اور جنازہ فرض کفایہ ہی کہ دوسرون کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہی م واجب
سے مراد یہان وہ ہی کہ جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جیسا عید مین ہی یا فرضیت کے طور پر چنانچہ جنازہ مین کذا فی الطحطاوی
وتقدم صلٰوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلٰے سنۃ المغرب وغیرہا والعید علٰے الکسوف اور مقدم کیجاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور
مغرب وغیرہ کی سنتون پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہی اور خطبہ عید اور سنتین مسنون ہین اور مقدم کیجاوے نماز عید نماز سورج گہن سے م یہ مسئلہ فرضی
ہی ورنہ سورج گہن اور عید ایک روز نہین پڑسکتی کیونکہ سورج گہن مہینے کی تمامی پر ہوتا ہی اور عید پہلی یا دسوین کو ہوتی ہی **لکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی**
الفتوے علٰے تاخیر الجنازۃ عن السنۃ واقرہ المصنف کانہ الحاقا لہا بالصلٰوۃ لیکن بحر الرائق مین کچھ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہی کہ فتوے جنازہ کو موخر
کرنے پر ہی سنت سے اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے شاید اسوجہ سے کہ سنتین نماز فرض مین لاحق ہین یعنے فرضون کے تابع ہین **لکن فی اٰخر احکام**
دین الاشباہ ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتی علٰے الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر مین ہی کہ مناسب ہی مقدم کرنا
جنازہ اور سورج گہن کا حتے کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اُسکو تامل کرلے م یعنے جنازہ کی تاخیر مین مردہ کے بگڑنے کا خوف ہی اور
کسوف کی تاخیر مین آفتاب کے روشن اور صاف ہو جانے اور نماز کسوف کے نہ ملنے کا اندیشہ ہی اسلیے انکی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہ بحث ہی صاحب
اشباہ کی تو قول بغیہ کے سامنے معتبر نہین ہوسکتی **وندب یوم الفطر اکلہ حلوا وترا ولو قرویا قبل خروجہ الی صلٰوتہا واستیاکہ واغتسالہ**
وتطیبہ بما لہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہی عید فطر کے دن کھا لینا نمازی کا کوئی شیرینی گنتی مین طاق مثلاً ایک یا تین یا پانچ خرما
اگرچہ نمازی گانؤن کا رہنے والا ہو پیشتر اپنے جانے کے نماز عید کے لیے اور مستحب ہی مسواک کرنا اور غسل کرنا اور خوشبو لگانا اُسکا ایسی چیز سے جسمین

خوشبو ہو اور رنگ نہو اور مستحب ہی اچھا لباس پہننا اگرچہ سفید ہو م ماتن نے مستحب کہا حالانکہ غسل کو پہلے سنت لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ کل باتین سنت ہین اور

انکو مستحب اسلیے کہا کہ سنت مستحب کو بھی شامل ہی اور بولنا مستحب کا سنت پر اور اسکا عکس درست ہی کذا فی الشامی مختصراً **واداء فطرته** صح عطفه علی اکله لان

الکلام کله قبل الخروج ومن ثم اتی بکلمة ثم **خروجه** لیفید تراخیه عن جمیع ما مر **ماشیا الی الجبانة** وهی المصلی العام اور مستحب ہی ادا کرنا اپنے فطرہ کا پھر جانا پیادہ

جبانہ کی طرف یعنے عیدگاہ کو جہان سب نماز پڑھتے ہین شارح نے کہا کہ اداے فطرہ کا عطف اکلہ پر درست ہی اسلیے کہ تمام گفتگو روانگی عید سے پیشتر کی

باتون مین ہی اور اسی وجہ سے ماتن لفظ ثم باہر جانے کے پیشتر لایا تاکہ سب اشیاء گذشتہ سے عیدگاہ کو جانا موخر معلوم ہو م یہ جواب ہی سوال مقدر کا

اسکی تقریر یہ ہی کہ ادا فطرہ کا عطف مستحب چیزون پر کیسے ہو سکتا ہی وہ تو واجب ہی شارح نے جواب دیا کہ یہان کلام خروج سے پیشتر کی چیزون مین ہی

تو فطرہ کا ادا کرنا پہلے نماز کو جانے سے مستحب ہی گو مطلق ادا کرنا واجب ہی کذا فی الحلبی والواجب مطلق التوجه **والخروج الیها** ای الجبانة لصلوۃ العید

سُنّة **وان وسعهم المسجد الجامع** هو الصحیح اور واجب مطلق جانا ہی اور نکلنا جبانہ کیطرف عید کی نماز کے لیے سنت ہی اگرچہ مسجد جامع سب لوگون کی

گنجائش رکھتی ہو یہی صحیح ہی م یہ بھی جواب ہی سوال کا یعنے نماز عید کے لیے نکلنا تو واجب ہی ماتن سنت کیسے کہتا ہی شارح نے جواب دیا کہ مطلق باہر

نکلنا واجب ہی امور گذشتہ کے بعد نکلنا یا پیادہ یا نکلنا یا خاص عیدگاہ کو جانا واجب نہین بلکہ یہ سنت ہی کذا فی الشامی **ولا باس باخراج منبر**

الیها لکن فی الخلاصة لا باس ببنائه دون اخراجه اور نہین مضائقہ منبر کے لیجانے کا عیدگاہ مین لیکن خلاصہ مین ہی کہ مضائقہ نہین منبر کے بنانے کا

عیدگاہ مین نہ اسکے باہر لیجانے کا یعنے منبر عیدگاہ مین لیجانا نہ چاہیے م خلاصہ اور ظہیریہ مین کہا کہ مشائخ کا اختلاف ہی عیدگاہ مین منبر بنانے کا بعضون

نے کہا کہ مکروہ ہی اور بعضون نے کہا کہ مکروہ نہین اس سے معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر کا سب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی جو لفظ لا باس سے سمجھا جاتا ہی اور

خلاصہ مین خواہرزادہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین منبر کا بنا دینا عیدگاہ مین بہتر ہی کذا فی الشامی ولا باس بعوده راکبا وندب کونه من طریق آخر

اور مضائقہ نہین نمازی کے لوٹنے مین سوار ہو کر اور مستحب ہی کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو بسبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم راہ بدل دیتے تھے کذا فی الشامی واظهار البشاشة واکثار الصدقة والتختم والتهنئة بتقبل الله منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہی ظاہر کرنا خوشی کا

اور زیادہ کرنا خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارکباد دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالے ہمسے اور تمسے قبول کرے انکار نہین کیا جاتا یعنی اسطرح کی مبارکبادی

جائز ہی م شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے مین امام ابوحنیفہ رح سے کچھ ثابت نہین ہوا اگرچہ صاحب حلیہ نے بہت سے آثار صحیح سندون کے ساتھ صحابہ رض سے

اسکے کرنے مین روایت کیے ہین پھر بیان کیا کہ یہ امر جائز اور مستحب ہی اور محیط مین ہی کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید کے ہر حال مین مکروہ ہی کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم

نے اسکو نہین کیا اور وہ طریق رافضیون کا ہی اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان مین رائج ہی وہ بھی بے اصل اور مکروہ ہی **ولا یکبر فی طریقها**

ولا یتنفل قبلها مطلقا یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا حرره المصنف تبعا للبحر لکن تعقبه فی النهر ورجح تقییده بالجهر اور نہ تکبیر پڑھے عید فطر کی راستہ مین

اور نہ نفل پڑھے پیشتر نماز عید سے مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے دونون سے علاقہ رکھتی ہی یعنے تکبیر کے مطلق نہ کہنے سے یہ

غرض کہ نہ آہستہ کہے نہ پکار کر اور نفل کے مطلق نہ پڑھنے سے یہ مراد کہ نہ عیدگاہ مین پڑھے نہ گھر پر ایسا تنقیح کیا ہی اسکو مصنف نے بہ تبعیت بحر الرائق کے

لیکن اعتراض کیا ہی اسپر نہر الفائق مین اور ترجیح دی ہی قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سے م جاننا چاہیے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اس مقام پر دو طرح سے

منقول ہی ایک قول یہ ہی کہ راہ مین تکبیر نہ کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہی اور

صاحب بحر الرائق نے اسکی تبعیت کی ہی اور اسی قول کو مصنف نے لیا ہی دوسرا قول یہ ہی کہ خلاف تکبیر کی صفت مین ہی یعنے امام کے نزدیک آہستہ پڑھے اور

صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی اور نہایہ وغیرہ کتب مذہب مین اسیطرح نقل کیا ہی صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر

[illegible]

لفظ مین ہی کہ مصافحہ ہر نماز کے بعد مکروہ ہی کیونکہ صحابہ سے ثابت نہین اور رافضیون کی سنت ہی ۱۲

صریح اعتراض کوئی نہیں کیا بلکہ اسکے قول کو مسلم رکھا ہے ہان پیشتر اس سے یہ لکھا ہے کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور پکار کر کہنے میں ہے علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت
کیا ہے کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہور کے خلاف ہے اصح یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک تکبیر پکار کر کہے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہ نہیں کہ امام کے نزدیک
بالکل نہ کہے زاد فی البرہان وقالا الجہر بہ سنۃ کالاضحی وہو روایۃ عنہ ووجہہا ظاہر قولہ تعالے ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علے ما ہدٰکم ووجہ الاول ان رفع الصوت
بالذکر بدعۃ فیقتصر علے مورد الشرع انتہے زیادہ کیا ہے برہان میں اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہے بقول صاحبین مثل عید اضحے کے اور جہر ایک روایت
ہے امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر سے کہنے کی ظاہر اس ارشاد آلہی کا ہے اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالے کی اسپر کہ اسنے ہدایت
کی یعنے اس آیت میں اس روز نعمتون کا اظہار مقصود ہے اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت میں داخل ہے اور وجہ روایت اول کی یعنے جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہ ہے کہ بلند کرنا
آواز کا ذکر میں بدعت ہے پس اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونے کے مقام پر م بحر الرائق میں ذکر کیا ہے کہ جہر سے تکبیر مسنون نہیں مگر دشمن کے سامنے اور چورون کے
خوف سے اور اسی پر قیاس کیا ہے بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچھ زیادتی نہیں
بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہے نہ مستحب وکذا لا یتنفل بعدہا فے مصلاہا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسی طرح نہ نفل پڑہے
بعد نماز عید کے عیدگاہ میں کہ یہ نفل مکروہ ہے اکثر فقہا کے نزدیک یعنے مکروہ تحریمی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا پڑھنا ثابت نہیں ہوا کذا فے
الطحطاوی وان تنفل بعدہا فے البیت جاز بل یندب التنفل باربع اور اگر نفل پڑہے بعد نماز عید کے گھر میں تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے چار رکعتین نفل پڑھنا
گھر پر م فتح القدیر میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لاکر دو رکعتین پڑھتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل کہا ہے وہذا للخواص اما العوام
فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فے الخیرات بحر اور یہ حکم یعنے تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑھنے کا خواص کے لیے ہے یعنے جو کسل عبادت میں نہ کرین اور
عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے سے کسی حال میں منع نہ کیا جاوے بسبب کم ہونے انکی رغبت کے اچھی باتون میں کذا فی البحر یعنے خواہ تکبیر آہستہ کہیں یا پکار کر
اور نفل عیدگاہ میں پڑھیں پہلے نماز سے خواہ بعد نماز سے کذا فی الطحطاوی م عوام کو منع نکرنا بحث ہے صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنے اسوجہ سے
منع نکیا جاے کہ اگر اسوقت روک دیا جاتا ہے تو پھر خیرات کے گرد نہیں پھرتے سرے سے ترک کر دیتے ہین کذا فی الشامی وفی حاشیۃ بخط ثقۃ وکذا صلوۃ رغائب
وبراۃ وقدر اور بحر الرائق کے حاشیہ میں ایک معتبر کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے اور اسی طرح نہ منع کیا جائے عوام کو صلوۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے
م صلوۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل میں لکھ چکے ہین کہ جو اسکے باب میں منقول ہے سب موضوع و باطل ہے پھر شارح نے جو یہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ
رحمتی محشی نے کہا کہ اسپر اعتماد نہیں ہوسکتا اسلیے کہ فقہا کا اتفاق ہے کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہے اور ان نمازونکی حدیث کے موضوع ہونیکی تصریح کردی
ہے اور احکام فقہ گمنام حاشیون سے بیان نہیں کیے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ رأے رجلا یصلی بعد العید فقیل
اما تمنعہ یا امیر المومنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالے ارأیت الذی ینہی عبدا اذا صلی اسلیے کہ حضرت علی رض نے ایک شخص کو بعد عید
کے نماز پڑھتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اس شخص کو منع نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں وعید میں نہ داخل ہو جاون اللہ
تعالے ارشاد فرماتا ہے کیا دیکھا تونے اسکو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے م یہ علت ہے اس قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تھا کذا
فی الشامی ووقتہا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الے الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا
ہونے سے ہے زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑھی جائیگی تو درست نہو گی بلکہ نفل حرام ہو گی اور زوال سے حد ساقط
ہے یعنے زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہیں م ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنے تین گز ہے کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وہو فی اثنائہا فسدت کما
فی الجمعۃ کذا فی السراج قدمناہ فے الاثنے عشریۃ پس اگر ڈھل جاوے آفتاب اور نمازی عید کی نماز میں ہو تو انکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ میں

عصر کا وقت آجانے سے فاسد ہو جاتا ہے ایسا ہی کوہی سراج مین اور ہمنے اسکو بہتر بیان کیا ہے بارہ مسائل اختلافی مین یعنے خلیفہ کرنے کے باب مین ہم فاسد ہونے سے یہ غرض ہے کہ وصف فاسد ہو جائیگا اور نماز نفل ہو جائیگی کذا فی الشامی ویصلی الامام بہم رکعتین مثنیا قبل الزوائد وہی ثلاث تکبیرات فی کل رکعۃ ولو زاد تابعہ الی ستۃ عشر لانہ ماثور الا ان یسمع من المکبرین فیاتی بالکل اور نماز پڑھاوے لوگون کو امام دو رکعتین وعا سبحانک اللہم الخ تکبیرون سے پیشتر پڑھکر اور زائد تکبیرین تین ہین ہر رکعت مین اور اگر امام تین سے زائد کہے تو مقتدی اسکی متابعت کرے سولہ تکبیرون تک کیونکہ یہ تعداد بھی حدیث مین منقول ہے مگر یہ کہ سُنے مکبرون سے تو کل تکبیرین کہے ہم یعنے اول نیت کرکے دعا پڑھے پھر تکبیرین کہے پھر اعوذ پڑھے کہ وہ تابع قرات کے ہے اور امام تین سے زائد تکبیرین کہے تو دونون رکعتون کی ملاکر سولہ تک متابعت کرے اور اگر مکبر کی آواز پر کہتا ہو تو سولہ سے زائد بھی کہے کہ شاید مکبر نے غلطی کی ہو اور عید کی جماعت کے لیے ایک شخص سوا امام کے کافی ہے کذا فی الطحطاوی ویوالی ندبا بین القرائتین ویقرأ کالجمعۃ اور مستحب ہے کہ دونون قرات کو پیاپے کرے اور پڑھے مثل جمعہ کے یعنے سورہ اعلی اور غاشیہ ہم قراتون کے پیاپے کرنے سے یہ غرض کہ دوسری رکعت مین زائد تکبیرین بعد قرات کے کہے تاکہ دونون رکعتون کی قرات مین فاصلہ تکبیرون کا نہو پھر اگر پہلی رکعت مین بھول کر قرات شروع کردے تو اگر الحمد اور سورہ پڑھ چکا ہے تب تو نماز کو تمام کرے اور اگر صرف الحمد پڑھی ہے تو زائد تکبیرین کہے اور قرات پھر سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ولو ادرک المؤتم الامام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال برای نفسہ لانہ مسبوق اور اگر مقتدی نے امام کو قیام مین پایا بعد تکبیر کہنے کے تو مقتدی اسی وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلیے کہ وہ مسبوق ہے یعنی مسبوق اپنی نماز مین تابع امام کا نہین تو حنفی تین تکبیرین کہکر شامل ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولو سبق برکعۃ یقرأ ثم یکبر لئلا یتوالی التکبیر اور اگر ایک رکعت مین مسبوق ہوا ہو تو جب اسکو ادا کرے اول قرات پڑھے پھر تکبیر کہے تاکہ تکبیرین پیاپے نہو جائین یعنے دوسری رکعت مین امام کے ساتھ بعد قرات کے تکبیر کہی تھی تو اگر اپنی رکعت مین اول تکبیرین کہیگا تو تکبیرین پیاپے ہو جاوینگی اور یہ امر صحابہ سے منقول نہین کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتی رکع الامام قبل ان یکبر المؤتم لا یکبر فی القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع علی الصحیح لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولی من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہ کہی یہانتک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی کی تکبیر سے تو مقتدی قیام مین تکبیر نہ کہے بلکہ رکوع کرے اور رکوع مین تکبیر کہے صحیح قول پر اسلیے کہ رکوع کے لیے قیام کا حکم ہے تو واجب چیز کا ادا کرنا بہتر ہے مسنون سے یعنی تکبیر واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح مسنون سے اولی ہے ہم اور بحر الرائق مین کہا کہ اصح یہ ہے کہ رکوع مین تکبیر نہ کہے ہان اگر یہ خوف ہو کہ قیام مین تکبیر کہونگا تو امام رکوع سے سر اٹھالیگا تو اسوقت رکوع مین کہے کذا فی الطحطاوی کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاہر الروایۃ فلو عاد ینبغی الفساد نہر جیسے اگر رکوع کرے امام پہلے تکبیر کہنے سے تو امام تکبیر کہے رکوع مین اور نہ عود کرے قیام کیطرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت مین پس اگر عود کرے تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر ہم حلبی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہین ہوتی اسلیے کہ انتہا یہ ہے کہ اس صورت مین ترک فرض ہے واجب کے لیے اور وہ مخل صحت نماز کا نہین ویرفع یدیہ فی الزوائد وان لم یر امامہ ذلک الا اذا کبر راکعا کما مر فلا یرفع یدیہ علی المختار لان اخذ الرکبتین سنۃ فی محلہ اور اپنے دونون ہاتھ کانون تک اٹھائے زائد تکبیرون مین اگرچہ اسکا امام رفع یدین کا معتقد نہو مگر جبکہ زائد تکبیرین رکوع کی حالت مین کہے تو ہاتھ نہ اٹھائے مذہب مختار پر چنانچہ اوپر گذرا اسلیے کہ پکڑنا دونون زانو کا سنت ہے اپنے محل مین اور رفع یدین بھی سنت ہے مگر اسکا یہ محل نہین تو جسکا محل ہے اسی کا اختیار کرنا اولی ہے کذا فی الطحطاوی ولیس بین تکبیراتہ ذکر مسنون ولذا یرسل یدیہ ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلث تسبیحات ہذا یختلف بکثرۃ الزحام وقلتہ اور نہین ہے عید کی تکبیرات کے درمیان مین کوئی ذکر مسنون اور اسی لیے ان تکبیرون مین ہاتھ لٹکائے رکھے کیونکہ ہاتھ باندھنا اس قیام مین مسنون ہے جسمین کوئی ذکر مسنون ہو اور چپ رہے ہر دو تکبیرون مین مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کے شارح نے کہا کہ بمقدار سکوت مختلف ہے کثرت انبوہ اور اسکی قلت کے لحاظ سے یعنی اگر انبوہ کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کرے اور کم ہو تو کم اسلیے کہ مقصود یہ ہے کہ اشتباہ دور ہو جائے کذا فی البحر ویخطب بعدہا خطبتین وہما

سنة فلو خطب قبلها صح واساء لترك السنة وما يسن في الجمعة ويكره يسن فيها ويكره اور خطبہ پڑھے بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ دونوں سنت ہیں پس اگر خطبہ پڑھا
پہلے نماز کے تو درست ہے اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ میں مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید میں مسنون اور مکروہ ہے م طحطاوی نے
کہا کہ دو باتوں کا فرق ہے ایک یہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عیدین میں مسنون ہے اور جمعہ میں نہیں دوم یہ کہ بیٹھنا خطبہ سے پیشتر جمعہ میں مسنون ہے اور عیدین میں نہیں والخطب
ثمان بل عشر يبدأ بالتحميد في ثلث خطبة جمعة واستسقاء ونكاح وينبغي ان تكون خطبة الكسوف وختم القرآن كذلك ولم اره اور خطبے آٹھ ہیں بلکہ دس انمیں سے
تین کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قرآن کا ایسا ہی ہو
یعنے الحمد للہ سے شروع ہو اور میں نے اسکا حکم مصرح نہیں دیکھا م شامی نے کہا کہ طلب باران میں صاحبین کے نزدیک خطبہ ہے اور کسوف میں موجب ایک قول کے
خطبہ ہے اسلیے شارح نے دس خطبہ بیان کیے ويبدأ بالتكبير في خمس خطبة العيدين او ثلث خطب الحج الا التي بمكة وعرفة يبدأ فيها بالتكبير ثم بالتلبية
ثم بالخطبة كذا في خزانة ابي الليث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبوں کو دونوں عید کے خطبوں کو اور حج کے تین خطبوں کو مگر یہ کہ جو خطبہ مکہ اور
عرفہ میں ہو اسمیں اول تکبیر کہے پھر لبیک کہے پھر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہے خزانہ ابو اللیث میں یعنے جو خطبہ منے میں گیارھویں ذوالحجہ کو ہوتا ہے اس میں لبیک
نہ کہے كذا في الطحطاوي ويستحب ان يستفتح الاولى بتسع تكبيرات تترى اي متتابعات والثانية بسبع هو السنة وان يكبر قبل نزوله من المنبر اربع عشرة
اور مستحب یہ ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کے بعد یہ سنت ہے اور مستحب ہے کہ منبر سے اترنے کے پیشتر چودہ بار
تکبیر کہے واذا صعد عليه لا يجلس عندنا معراج اور جب منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹھے ہمارے نزدیک كذا في المعراج اسلیے کہ بیٹھنا اذان کے ختم کے انتظار کے
لیے ہے اور چونکہ عید میں اذان نہیں اسلیے بیٹھنے کی حاجت نہیں كذا في الشامي ويعلم الناس فيها احكام صدقة الفطر ليؤديها من لم يؤدها وينبغي تعليمهم في
الجمعة التي قبلها ليخرجوها في محلها ولم اره اور تعلیم کرے لوگونکو عید کے خطبہ میں صدقہ فطرہ کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نہ کیا ہو اور چاہیے
لوگوں کو عید سے پیشتر کے جمعہ میں یہ احکام بتادے تاکہ لوگ صدقہ فطر اسکے موقع پر دیڈالیں اور میں نے اس بات کو کہیں مصرح نہیں دیکھا م شامی نے کہا
شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقۃ الفطر میں بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر خطبہ پڑھتے اور اسمیں صدقہ فطر کے دینے
کو ارشاد فرماتے وهكذا كل حكم احتيج اليه لان الخطبة شرعت للتعليم اور اسی طرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ میں اسکی تعلیم کردے اس لیے کہ خطبہ تعلیم ہی کے
لیے مشروع ہوا ہے ولا يصليها وحده ان فاتته مع الامام ولو بالافساد اتفاقا في الاصح كما في تيمم البحر وفيها يلغز اي رجل افسد صلوة واجبة عليه و
لا قضاء عليه اور نہ نماز پڑھے عید کی تنہا اگر عید فوت ہو امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول میں جیسا کہ مذکور ہے بحر الرائق
کے باب التیمم میں اور اسی مسئلہ میں چیستان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا شخص ہے جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کر دے اور اسپر قضا نہو م اگر بلا عذر امام
کے ساتھ نہ پڑھیگا تو گناہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہے کہ فاسد کر دینے سے قضا لازم ہے كذا في الطحطاوي
ولو امكنه الذهاب الى امام آخر فعل لانها تؤدى بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقا فان عجز صلے اربعا كالضحى اور اگر ممکن ہو اسکو جانا دوسرے امام کے
پاس تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑھ لے اسلیے کہ نماز عید ایک شہر میں چند جگہ ادا کیجاتی ہے بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنے دوسری جگہ جانے
سے تو چار رکعتیں پڑھے مثل نماز چاشت کے یعنی یہ رکعتیں عید کی قضا نہیں بلکہ چاشت ہی ہیں اور مثل اسلیے کہا کہ تکبیریں زائد انمیں نہ کہے جیسے عیدین میں
کہا کرتے ہیں كذا في الشامي وتؤخر بعذر كمطر الى الزوال من الغد فقط فوقتها من الثاني كالاول وتكون قضاء لا اداء كما سيجيء في الاضحية
وحكى القهستاني قولين اور تاخیر کیجائے نماز عید کسی عذر سے مثلاً بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط م طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر
اور زوال اور روز آیندہ تینوں سے متعلق ہے یعنے صرف عذر سے تاخیر کی جاے نہ بلا عذر اور صرف زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صرف دوسرے

روز تک تاخیر درست ہے نہ اُسکے بعد پس وقت نماز عید کا دوسرے دن بھی مثل اول روز کے ہے اور دوسرے روز نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ ضحیہ مین مذکور ہوگا اور قہستانی نے دو قول نقل کیے ہین ایک یہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہوگی دوم یہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اسکا اختلاف ہے روایتون کا کذا فی الطحطاوی

واحکامہا احکام الاضحی لکن ہنا یجوز تاخیرہا الی ثالث یوم النحر بلا عذر مع الکراہۃ وبہ ای بالعذر بدونہا فالعذر ہنا لنفی الکراہۃ وفی الفطر للصحۃ اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہین یعنے وقت اور صفت اور شرطین دونون یکسان ہین لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے دن تک یعنے بارھوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھ درست ہے اور عذر کے ساتھ بلا کراہت تاخیر جائز ہے تو عذر عید قربان مین کراہت کے دور کرنے کو شروط ہے اور عید فطر مین نماز کی صحت کے لیے شرط ہے یعنے بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز پڑھنا درست نہین **ویکبر جہرا اتفاقا فی الطریق قیل وفی المصلے وعلیہ عمل الناس الیوم لا فی البیت** اور تکبیر کہے بلند آواز سے بالاتفاق راستہ مین اور ایک قول یہ ہے کہ عیدگاہ مین بھی تکبیر جہر سے کہے اور اس قول پر عمل ہے لوگون کا آج یعنے عیدگاہ مین تکبیر کہتے ہین اور ایک روایت یہ ہے کہ عیدگاہ مین تکبیر نہ کہے جب تک امام نماز نہ پڑھ چکے بعد نماز کے تکبیر پکار کر کہے نہ تکبیر کہے گھر [illegible] ون راستہ مین ہے نہ گھر مین اور بحر الرائق مین جو مکروہ لکھا ہے تو کراہت کی وجہ کوئی معلوم نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی **ویندب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکرہ ای تحریما** اور مستحب ہے کھانا نمازی کا نماز عید اضحے کے پیچھے اگرچہ قربانی نکرے صحیح تر قول مین اور اگر کھالیگا تو مکروہ تحریمی نہوگا م یعنے جن چیزون سے روزہ کا افطار ہوتا ہے اُنسے نماز کے بعد تک رکنا چاہیے کیونکہ صحابہ رضی سے اخبار متواتر ہین کہ عید قربان کی صبح کو لڑکون کو کھانا کھانے سے اور شیرخوارون کو دودھ سے روک دیتے تھے کذا فی الطحطاوی اور تحریما کی قید جو شارح نے لگائی تو اسکی مقتضی ہے کہ شاید کھانے مین کراہت تنزیہی ہے حالانکہ ایسا نہین اسلیے کہ بدائع مین کہا ہے کہ اگر چاہے کھائے چاہے نہ کھائے مگر مستحب یہ ہے کہ نماز ہو چکنے تک نہ کھائے تاکہ قربانی مین سے کھانا ملے کذا فی الشامی **ویعلم الاضحیۃ وتکبیر التشریق فی الخطبۃ** اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور تکبیر ایام تشریق کو خطبہ مین م اضحیہ بضم ہمزہ اور کسر ہمزہ قربانی کو کہتے ہین اور تشریق کے معنی گوشت کو دھوپ مین ڈالنے کے ہین چونکہ ایام حج مین قربانی کا گوشت بہت سکھایا جاتا ہے اسلیے دسوین تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہین طحطاوی نے کہا کہ چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہے اسلیے عرفہ سے پیشتر کے جمعہ مین اُسکے احکام بیان کرنے مناسب ہین **ووقوف الناس یوم عرفۃ فی غیرہا تشبیہا بالواقفین لیس بشیء ہو نکرۃ فی موضع النفی فتعم انواع العبادۃ من فرض وواجب ومستحب فیفید الاباحۃ وقیل یستحب ذلک کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا لشرف ذلک الیوم ولسماع وعظ بلا وقوف وکشف راس جاز بلا کراہۃ اتفاقا** اور ٹھہرانا لوگون کا عرفہ [illegible] اسے عرفات کے واسطے مشابہت عرفات مین ٹھہرنیوالون کے کوئی عبادت نہین شارح نے کہا کہ شی نکرہ ہے نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسمون عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنے یہ ٹھہرانا نہ فرض ہے نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ دیگا مباح ہونے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ وقوف مستحب ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہے کہ اگر لوگ جمع ہون اسدن کی بزرگی اور وعظ سننے کے لیے بدون ٹھہرنے اور سر کھولنے کے تو درست ہے بلا کراہت بالاتفاق م شرح منیہ مین کہا کہ عرفہ کی شام کو جو لوگ جامع مسجدون مین یا شہر کے باہر کسی مکان مین جمع ہوتے ہین اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہ اجتماع مکروہ ہے ہان اگر اُس روز طلب باران یا اور کسی مطلب کے لیے جمع ہون تو مکروہ نہین اور فتح القدیر مین کہا کہ اولی یہ ہے کہ یہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کھولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ مین کوئی خرابی پیدا نہو اور در بحار مین اسکو مکروہ لکھا ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر عبارت غایۃ البیان یہ ہے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور نہر الفائق مین ہے کہ عبارتین فقہا کی ناطق ہین کہ کراہت کو ترجیح ہے اور دوسرے اقوال شاذ ہین کذا فی الشامی **ویجب تکبیر التشریق فی الاصح للامر بہ مرۃ وان زاد علیہا یکون فضلا قالہ العینی** اور واجب ہے تکبیر تشریق صحیح تر قول مین ایکبار بسبب اُسکے مامور ہونے کے اور اگر زیادہ کہے ایکبار سے تو ہوگا ثواب کہا ہے اسکو عینی نے م اصح کا مقابل یہ ہے کہ تکبیر سنت ہے اور تکبیر کا

اس آیت مین ہر (واذکروا اللہ فی ایام معدودات) یعنے ذکر کرو اللہ کا گنتی کے دنون مین ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہین کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ہو الماثور عن الخلیل تکبیر کی صفت یون کہتا ہی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہ کلمات منقول ہین حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ہم فقہا اسکا قصہ یون بیان کرتے ہین کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل کا لائے اور ڈرے کہ کہین حضرت ابراہیم جلدی کرکے لڑکے کو ذبح نہ کردین تو یہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو فرمایا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسماعیل کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی و[illegible] ان الذبیح اسمٰعیل وفی القاموس انہ الاصح قال ومعناہ مطیع اللہ اور قول مختار یہ ہر کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہین اور قاموس مین ہر کہ یہی قول صحیح تر ہے اور لفظ اسماعیل کے معنی عبرانی مین مطیع اللہ ہین یعنے اطاعت کرنے والا اللہ تعالی کا اسمین اختلاف ہر کہ حکم ذبح کا حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فقیہ ابو اللیث نے بستان مین ذکر کیا کہ قرآن وحدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہر کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح تھے کیونکہ قرآن مجید مین بعد قصہ ذبح کے ارشاد فرمایا وبشرناہ باسحٰق اس سے صاف معلوم ہوتا ہر کہ جنکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور ہین حضرت اسحٰق جدا ہون اور حدیث مین وارد ہر کہ انا ابن الذبیحین یعنے بیٹا ہون دو ذبیحون کا کہ ایک آپ کے باپ عبداللہ ہین اور دوسرے جد امجد حضرت اسمٰعیل اور بالاتفاق ثابت ہر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہین کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادی بجماعۃ او قضی فیہا منہا عن عامہ لقیام وقتہ کالاضحیۃ مستحبۃ خرج جماعۃ النساء والعراۃ لا العبید فی الاصح جوہرہ واجب ہی تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا یعنے اگر فاصلہ ہو جائیگا اسطرح کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کھالیا تو تکبیر ساقط ہو جائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑھا جاوے ایام تکبیر مین ایام تکبیر کا اسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہی بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نکرے دوسرے یا تیسرے روز کرلے کہ وقت اس کا تک باقی ہر اور جماعت مستحب کی قید سے عورتون کی جماعت اور ننگون کی نکل گئی [illegible]ب نہین اور غلامون کی جماعت خارج نہین صحیح تر قول مین تو انکے بعد تکبیر واجب ہر کذا فی الجوہرہ اسلیے کہ آزاد ہونا جماعت مین شرط نہین ہم فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ کی نکل گئی کہ اسکے بعد تکبیر واجب نہین اور فرض قضا کی جماعت مین تکبیر واجب ہونے کی تین شرطین ہین اول یہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے منہا سے تعبیر کیا دوم یہ کہ قضا ایام تکبیر مین پڑھے جسکو فیہا سے بیان کیا سوم یہ کہ اسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہو جسکے لیے من عامہ کہا غرض کہ اس مسئلہ کی چار صورتین ہوسکتی ہین اول یہ کہ غیر ایام کی تکبیر کی قضا ایام تکبیر مین پڑھے دوسرے یہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر مین پڑھے تیسرے یہ کہ ایک سال کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام تکبیر مین پڑھے چوتھے یہ کہ اسی سال کے ایام تکبیر کی قضا انھین دنون مین پڑھے تو تکبیر صرف اخیر صورت مین واجب ہر نہ اورون مین کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ واخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہر اور آخر اسکا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر مین بھی واجب ہر تو یہ آٹھ نمازین ہوئین پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی ووجوبہ علی امام مقیم بمصر وعلی مقتد مسافر او قروی او امراۃ بالتبعیۃ لکن المراۃ تخافت ویجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام پر ہی جو شہر مین مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گانون کے رہنے والے مقتدی پر یا مقتدی عورت پر ہی بسبب [illegible] امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنے اورون کو پکار کر کہنا واجب ہر اور ایک قول مین سنت ہر کذا فی الشامی اور واجب ہر اس مقیم پر [illegible]ے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امراۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس اخر ایام التشریق وعلیہ الا[illegible]ماد والعمل والفتوی فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہی بمجرد پڑھنے ہر فرض کے مطلقا اگرچہ [illegible] ہو یا مسافر یا عورت اسلیے کہ تکبیر تابع فرض کی ہی تو جن لوگون پر نماز فرض ہر انپر تکبیر واجب ہونی چاہیے اور واجب ہی فجر عرفہ سے پانچوین دن کے

عصر تک یعنی آخر ایام تشریق کے عصر تک جو تیرھوین تاریخ ہی تو صاحبین کے نزدیک ۲۳ نمازین ہوئین جنکے بعد تکبیر واجب ہی اور صاحبین کے قول پر اعتماد
اور عمل ہی اور اسی پر فتوے ہی سب شہرون اور کل زمانون مین یعنے اس وجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہی کذا فی الطحطاوی ولاباس بہ عقب العید
لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعہم وعلیہ البلخیون اور کچھ مضائقہ نہین تکبیر کا بعد نماز عید کے اسلیے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہین تو ضرور ہی اُنکی
پیروی کرنی اور اسی پر ہین بلخ کے علماء کلمہ لاباس کبھی مستحب کے لیے بولا جاتا ہی چنانچہ بحر الرائق مین بیان کیا ہی تو یہان بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا ہی
اسلیے کہا کہ اتباع ضروری ہی طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہان معنی اصطلاحی نہین بلکہ یہ معنی کہ اتباع ثابت ہی اور بحر الرائق کے قول سے ایسا
معلوم ہوتا ہی کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہین ولا یمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر ومجتبی وغیرہ اور منع نہ کیے جاوین عوام
تکبیر کہنے سے بازارون مین عشرہ ذیحجہ مین اور اسی کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر والمجتبے وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بحر عن المجتبے کہتا اسلیے کہ بحر الرائق
مین اس مسئلہ کو مجتبے سے نقل کیا ہی ویاتی المؤتم بہ وجوبا وان ترکہ امام لادائہ بعد الصلوۃ قال ابو یوسف رح صلیت بہم المغرب یوم عرفۃ فسہوت ان اکبر
فکبر بہم ابو حنیفۃ اور مقتدی تکبیر کہے بفور وجوب اگرچہ اُسکے امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے ادا ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنے نماز کے بعد امام کی مخالفت
معتبر نہین تا کہ امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام ابو یوسف رح فرماتے ہین کہ مین نے لوگون کو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑھائی تو تکبیر کہنا
بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگون کو تکبیر کہلائی ہم اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے اول یہ کہ امام اگر بھول جاوے تو مقتدی یاد دلادے
دوسرے یہ کہ تعظیم اوستاد کی اُسکے امر کی بجاآوری مین ہی چنانچہ امام ابو یوسف امام اعظم رح کے فرمانے سے پیش امام ہوے تیسرے یہ کہ جب اُستاد کو کسی شاگرد
کی نیکبختی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگون کے سامنے اُسکی [illegible] لوگ اُسکی توقیر کرین چوتھے یہ کہ اگر اُستاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اُسکی حرمت فراموش
نہ کرے کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب القضاء لما فاتہ ولو کبر مع الامام لا تفسد ولو لبی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل
لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اُس نماز کے جو اُس سے رہگئی ہی اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد نہوگی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ کی تکبیر
اپنے موقع پر نہین ہوئی اور اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہوجاویگی کیونکہ لبیک آدمیون کے کلام کے مشابہ ہی کذا فی الشامی ویبدا الامام بسجود السہو
لوجوبہ فی تحریمتہا ثم بالتکبیر لوجوبہ فی حرمتہا ثم بالتلبیۃ لو محرما لعدمہما خلاصہ اور شروع کرے امام سجدۂ سہو کو بسبب واجب ہونے سجدہ کے حالت بقاء
تحریمہ نماز مین یعنے سجدۂ سہو ایسے وقت مین واجب ہی کہ اُسوقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہی اسی لیے سجدۂ سہو مین اقتدا امام کا درست ہی پھر تکبیر کہے بسبب
واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت مین یعنے نماز کے بعد بلا فاصلہ پھر اگر امام احرام باندھے ہو تو لبیک کہے بسبب نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور
حرمت مین کذا فی الخلاصۃ وفی الولوالجیۃ لو بدا بالتلبیۃ سقط السجود والتکبیر واللہ اعلم اور ولوالجیہ مین ہی کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ سہو اور
تکبیر کہنا اسلیے کہ لبیک کہنا لوگون کے کلام کے مشابہ ہی اور کلام نماز کو قطع کر دیتا ہی تو اُس سے نماز قطع ہوجائیگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدۂ سہو ہی اور نہ
انصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لیے چاہیے اسی لیے دونون ساقط ہونگے کذا فی الشامی واللہ اعلم

باب الكسوف

یہ باب ہی سورج گہن کی نماز کے ذکر مین مناسبتہا من حیث الاتحاد والتضاد مناسبت صلوۃ کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہی یا باعتبار
ایک دوسرے کی ضد ہونے کے ہم اتحاد سے یہ غرض کہ عید اور کسوف دونون کی نمازین جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہین اور تضاد
سے یہ مراد کہ انسان کے دو حال ہین ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ و خوف کا تو عید اکثر امن و سرور کا وقت ہی اور گہن خوف و اندوہ کا ہی یہ
کہ جماعت عید مین شرط ہی اور جہر سے پڑھنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم الجمہور انہ بالکاف والخار للشمس والقمر پھر اکثر فقہا کہتے ہین کہ کسوف

کاف سے سورج گہن ہی اور خسوف خ سے چاند گہن م اور بعض کا قول یہ ہی کہ کسوف اور خسوف دونون کا استعمال چاند اور سورج گہن مین برابر ہی مگر جوہری نے
افصح قول اول کو کہا ہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہی قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی (وَ مَا نُرسِلُ بالاٰیات
اِلّا تَخوِیفًا) یعنے ہم نشانیان نہین بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنے تاکہ بندے ڈر کر اسکی اطاعت بجالاوین اور اسکی طرف رجوع کرین اور رب کی طرف رجوع
سب سے زیادہ نماز کی حالت مین ہی اور بخاری کی حدیث مین ہی کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے نہین گہتے بلکہ یہ دونون گہن خدا تعالیٰ
کی نشانیان ہین جب تم انکو دیکھو تو اٹھکر نماز پڑھو اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑھا ہی اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہی کذا فی الطحطاوی

یصلے بالناس من یملک اقامۃ الجمعۃ بیان للمستحب وما فی السراج لا بد من شرائط الجمعۃ الا الخطبۃ ردہ فی البحر عند الکسوف رکعتین بیان لاقلہا وان

شاء اربعا او اکثر کل رکعتین بتسلیمۃ او کل اربع مجتبے نماز پڑھا دے لوگون کو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا [illegible] سلطان یا قاضی سورج گہن کے وقت دو رکعتین
شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا بیان ہی یعنے مستحب ہی کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا شرط نہین اور سراج مین جو یہ ہی کہ نماز کسوف
مین شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہی سوائے خطبہ کے تو اسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی یہ کہکر اسبیجابی نے تصریح کردی ہی کہ سلطان کا ہونا مستحب ہی شرط نہین اور
ماتن کا رکعتین کہنا بیان ہی اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑھے یا زیادہ پھر دوگانہ پر سلام پھیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبے وصفتہا کالنفل ای برکوع

واحد فے غیر وقت مکروہ بلا اذان ولا اقامۃ ولا جہر ولا خطبۃ اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہی یعنے ایک رکوع سے وقت مکروہ کے سوا دوسرے
وقتون مین بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑھنے اور خطبہ کے پڑھے م ایک رکوع کی قید اسلیے لگائی کہ امام شافعی کے نزدیک دو دو رکوع سے
پڑھتے ہین اور اگر سورج گہن وقت مکروہ مین ہو مثلاً عصر کے بعد تو لوگ دعا مین مشغول ہون نماز نہ پڑھین اور عدم جہر کی قید اسلیے کی کہ صاحبین اس نماز
مین جہر کرنے کو فرماتے ہین اور خطبہ اس نماز مین نہین کیونکہ کسی اثر مین خطبہ منقول نہین اور جو کسوف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی وفات
کے دن ہوا اور اُسمین آپ نے خطبہ پڑھا تو وہ اسلیے تھا کہ جو لوگ یہ وہم کرتے [illegible] گہن آپ کے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہی انکا وہم دور فرمائین
کسوف کی خصوصیت سے نہ تھا کذا فی الطحطاوی وینادی الصلوٰۃ جامعۃ لیجتمعوا اور پکار دے یہ لفظ الصلوٰۃ جامعۃ تاکہ لوگ اکٹھے ہوجاوین م یعنے بجائے اذان
اِن لفظون سے اعلام کردینا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ الصلوٰۃ مبتدا ہی اور جامعۃ خبر اور یہ جملہ بمعنی انشا ہی ویطیل فیہا الرکوع والسجود والقراءۃ والادعیۃ والاذکار

الذی ہو من خصائص النافلۃ ثم یدعو بعدہا جالسا مستقبل القبلۃ او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی تنجلی الشمس کلہا اور طول دے اس نماز مین رکوع اور
سجدہ اور قراءت اور دعاؤن اور ذکرون کو ایسا طول جو نفل نماز [illegible] سے ہی پھر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا قبلہ رخ یا کھڑا ہوکر لوگون کی طرف
منھ کرکے اور سب لوگ آمین کہین دعا اُسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہوجائے م قراءت طویل اسقدر کہ پہلی رکعت مین سورۂ بقرہ اور
دوسری مین آل عمران پڑھے اور اگر یہ یاد نہون تو اُنکے برابر دوسری سورتین پڑھے طحطاوی نے کہا کہ مسنون یہ ہی کہ دعا اور نماز مین سارا وقت گہن کا پورا
ہوجائے تو اگر نماز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قراءت طویل کرے اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چھوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو یطیل کہا
اس سے یہ غرض کہ اگر اُسکا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کھڑے ہوکر اور لوگونکی طرف منھ کرکے اچھا ہی اور کھڑے ہونے مین اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دے لے
تو بہتر ہی اور دعا کے لیے ممبر پر نہ چڑھے کذا فی النہر وان لم یحضر الامام الجمعۃ صلے الناس فرادی فی منازلہم تحرزا عن الفتنۃ کالخسوف للقمر اور اگر امام جمعہ
حاضر نہو یعنی جسکو اختیا[illegible] ہانے کا ہی وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنے گھرون مین نماز پڑھین واسطے بچنے کے جھگڑے سے یعنی بڑے مجمع مین پیش امام ہونیکا جھگڑا
ہوا کرتا ہی اسلیے گھرون پر تنہا پڑھ لینا بہتر ہی مثل چاند گہن کی نماز کے کہ اُسکو بھی تنہا گھرون پر پڑھین خواہ امام موجود ہو یا نہین کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہی اُسوقت
جمع ہونا لوگون کا خالی حرج سے نہین م ظہیریہ مین یہ ہی کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدون مین تنہا پڑھ لین اور اگر جمعہ کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام

جماعت سے پڑھا دے کذا فی الطحطاوی والریح الشدیدة مطلقا والظلمة القویة نہارا والضوء القوی لیلا والفزع الغالب ونحو ذلک من الآیات المخوفة کالزلازل

والصواعق والثلج والمطر الدائمین وعموم الامراض ومنہ الدعاء برفع الطاعون وقول ابن حجر بدعة ای حسنة وکل طاعون وباء ولا عکس وتمامہ فی الاشباہ اور جیسے نماز پڑھین تنہا وقت سخت آندھی کے مطلق یعنے دن کو ہو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہو جانیکے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ سے اور مثل اُنکے خوفناک حوادث کے وقت مثلاً زلزلون اور کڑک بجلیون کے وقت اور متواتر برف اور مینھ کے برسنے کے وقت اور بیماریون کی کثرت کے وقت اور اسی مین داخل ہی دعا کرنا بعد دوگانہ نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن حجر کا یہ کہنا کہ یہ نماز بدعت ہی اس سے مراد بدعت حسنہ ہی اور ہر طاعون ہی وہ وبا ہی اور اسکا عکس نہین یعنے یہ نہین کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکا پورا بیان اشباہ مین ہی ہم طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہی اسلیے وبا عام ہی اور طاعون خاص اور مینھ اور برف مین دوام کی قید اسلیے لگائی کہ انکا دوام بلا ہی نہ رحمت وفی العینی صلوٰة الکسوف سنة واختار فی الاسرار

وجوبہا وصلوٰة الخسوف حسنة وکذا البقیة اور عینی مین ہی کہ کسوف کی نماز سنت ہی اور اسرار مین اختیار کیا ہی اُسکے واجب ہونے کو اور چاند گہن کی نماز حسن ہی یعنے اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہی کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح باقی نمازین آندھی وغیرہ کی اوقات مین حسن ہین ہم نماز کسوف کے واجب ہونے کی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغۂ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث مین سے دیکھو تو نماز کی طرف التجا لیجاؤ اور فتح القدیر مین کہا کہ امر اس حدیث مین استحباب کے لیے ہی کذا فی الطحطاوی وفی الفتح واختلف فی استنان صلوٰة الاستسقاء فلذا آخرہا واللہ تعالی اعلم اور فتح القدیر مین ہی کہ اختلاف کیا گیا ہی نماز استسقاء کے مسنون ہونے مین تو اسی لیے مصنف نے اسکو پیچھے بیان کیا واللہ تعالے اعلم

باب الاستسقاء

یہ باب ہی طلب باران کے ذکر مین ہم مناسبت اُسکی نماز کسوف سے یہ ہی کہ دونون مین اجتماع لوگون کا ہوتا ہی پھر استسقاء کے معنی لغت مین دوسرے سے پانی دینے کی درخواست ہی اور شرع مین خشک سالی کے وقت خدا تعالے سے مینھ کے طلب کرنے کو کہتے ہین ایک خاص صورت پر اور وہ ایسے مقام مین مشروع ہی جہان جھیلین اور نہرین کھیتون کے سینچنے اور چوپایون کے پانی پلانے کو نہون یا ہون مگر کافی نہون اور اگر کافی ہون تو دعا کے لیے باہر نجائین کذا فی الطحطاوی ہُوَ دعاء واستغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقاء دعا ہی اور مغفرت چاہنی گناہون سے اسلیے کہ درخواست مغفرت سبب ہی مینھ کے برسنے کا ہم یعنے امام کھڑا ہو کر قبلہ رخ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو مُنہ کر کے بیٹھے ہوئے آمین کہتے جائین اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے (اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا ھَنِیْئًا مَرِیْئًا مَرِیْعًا غَدَقًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ مُجَلِّلًا سَحًّا طَبَقًا دَائِمًا) اور جو الفاظ انکے مانند ہون اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی اور استغفار سبب ہی مینھ برسنے کا یعنے قرآن مجید مین ارشاد فرمایا (فَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا) یعنے مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہی بہت بخشنے والا بھیجیگا تم پر مینھ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت مین استغفار کو سبب مینھ برسانے کا فرمایا کذا فی الطحطاوی

بلا جماعة مسنونة بل ہی جائزة وبلا خطبة وقالا تفعل کالعید وہل یکبر للزوائد خلاف طلب کرنا مینھ کا دعا ہی بدون جماعت مسنون کے بلکہ جماعت جائز ہی نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجائے مثل عید کے یعنے امام دوگانہ نماز جہر سے بدون اذان اور تکبیر کے پڑھا دے پھر زمین پر کھڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دے کر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد اس دوگانہ مین کہے اسمین خلاف ہی یعنے امام محمد سے مروی ہی کہ زائد تکبیرین بھی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہ ہی کہ تکبیرین نہ کہے کذا فی الشامی وبلا قلب

رداء خلافا لمحمد اور دعا ہی بدون چادر بدلنے کے بخلاف امام محمد کے ہم یعنے امام کے نزدیک اور دعاؤن کیطرح اس دعا مین بھی چادر نہ بدلے اور امام محمد کے نزدیک چادر بدلے یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑھ کر چادر پلٹ لے اسطرح کہ داہنی طرف بائین آجاے اور نیچے کا رخ اوپر ہو جاے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتوی امام محمد کے قول پر ہو اور چادر صرف امام پلٹے نہ مقتدی ولا یحضر ذمی وان کان الراجح ان دعاء الکافر قد یستجاب
استدراجا واما قولہ تعالے وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ففی الآخرۃ شرح مجمع اور دعا ہو بدون ساتھ ہونے کافر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہ ہو کہ دعا کافر
کی کبھی قبول ہوتی ہو خلاف عادت اور یہ جو ارشاد خداوندی ہو کہ نہیں ہو دعا کافرون کی مگر بہکنا تو یہ آخرت میں ہو کذا فی شرح مجمع م اس امر میں اختلاف
ہو کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہو یا نہیں تو بعض فقہا نے کہا کہ مقبول نہیں ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اسوجہ سے کہ کافر دعا خدا تعالی سے
نہیں مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالی کو پہچانتا ہی نہیں اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہو چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب
مین بڑا کافر وہ ہو اور صدر شہید نے کہا کہ فتوی اسی پر ہو کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہو خصوص جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث مین ہو کہ مظلوم کی دعا مقبول ہو
اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہو اسلیے کہ اس سے پہلے دوزخ والون کا ذکر ہو کہ جب فرشتون سے کہینگے کہ اللہ تعالی سے
دعا مانگو کہ ہمپر ایک دن عذاب ہلکا کر دے تو وہ کہینگے کہ تمھارے پاس کیا پیغامبر بینات نہ لائے تھے وہ کہینگے کیون نہیں فرشتے کہینگے کہ تم دعا مانگو اور
نہیں ہو کافرون کی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادی جاز فہی مشروعۃ للمنفرد وقول التحفۃ وغیرہا ظاہر الروایۃ لا صلوۃ ای بجماعۃ اور
اگر سب لوگ تنہا نماز پڑھین تو درست ہو کیونکہ نماز تنہا کے لیے مشروع ہو اور تحفہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ ظاہر روایت یہ ہو کہ استسقا مین نماز نہین اسکے یہ معنی
کہ جماعت کے ساتھ نماز نہین ویخرجون ثلثۃ ایام لانہ لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرہم بصیام ثلثۃ ایام قبل الخروج وبالتوبۃ
ثم یخرج بہم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب غسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین منکسین رؤسہم اور جنگل کو جائین دعا کے لیے تین روز
برابر اسلیے کہ زیادہ تین روز سے منہ کی دعا کے لیے باہر جانا منقول نہین ہوا اور مستحب ہو امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگون کو تین دن روزہ رکھنے کا
اور گناہون سے خالص توبہ کرنے کا حکم کرے پھر چوتھے روز انکے ساتھ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ پا دھوے ہوے کپڑے پہنے یعنے پرانے یا پیوند لگے
ذلیلون کی صورت بنائے فروتنی اور عاجزی کرتے ہوے گردن جھکائے ہون م جنگل مین جانیکا حکم ان لوگون کو ہو جو کہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور
بیت المقدس کے باشندے نہون کہ انکے لیے حکم وہان کی افضل مساجد مین جانیکا ہو اور توبہ خالص سے یہ غرض کہ حقوق حقدارون کے بھی ادا کر دین کہ
توبہ مین یہ شرط لگی ہوئی ہو کہ کسی کا حق ذمہ پر نہ رہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجہم ویجددون التوبۃ ویستغفرون
للمسلمین ویستسقون بالضعفاء والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امہاتہم اور ہر روز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیوین
اور سر نو توبہ کرین اور مسلمانون کے لیے دعاء مغفرت کرین اور ضعیفون اور بوڑھون اور بڑھیون اور لڑکون کے ذریعہ سے منہ کی دعا کرین اور بچون کو
انکی ماؤن سے علیحدہ کرین م ان لوگون کے ذریعہ کرنے کے یہ معنی کہ انکو آگے کر دین تاکہ وہ دعا مانگین اور جوان آمین کہین کہ انکی دعا جلد مقبول
ہوتی ہو چنانچہ بخاری کی حدیث مین ہو کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہو تو تمھارے ضعیفون کی بدولت ہی ملتی ہو اور بچون کو مان سے جدا رکھنے مین یہ حکمت ہو
کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگون کو رقت ہو اور اسکے سبب سے دریاے رحمت ایزدی جوش مین آوے کذا فی الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج
الدواب اور مستحب ہو باہر نکالنا جانورون کا اسلیے کہ کبھی مینھ انھین کے سبب سے عنایت ہوتا ہو چنانچہ احمد نے روایت کیا ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
لوگون کے ساتھ مینھ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی ٹانگین آسمان کی طرف اٹھائے ہو آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمھاری دعا اس چیونٹی کی جہت
سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی والاولے خروج الامام معہم وان خرجوا باذنہ او بغیر اذنہ جاز اور بہتر ہو نکلنا امام کا لوگونکے ساتھ اور اگر لوگ نکلین
امام کی اجازت سے یا بدون اسکی اجازت کے تب بھی درست ہو ویجتمعون فی المسجد بمکۃ وبیت المقدس ولم یذکر المدینۃ کانہ لضیقہ اور
جمع ہو وین مسجد الحرام مین مکہ معظمہ مین اور بیت المقدس مین اور ماتن نے مدینہ منورہ کو ذکر نہ کیا کہ وہان کے لوگ مسجد شریف مین جمع ہون شاید

اُس مسجد کے تنگ ہونے کی جہت سے ذکر نہ کیا ہو گا مگر شامی نے کہا کہ یہ وجہ کافی نہیں اسلیے کہ باشندے مدینہ منورہ کے ایام حج کے قافلون سے زیادہ نہین کہ اُنکی گنجایش تو ہو جاے اور باشندون کی نہو اسلیے ضرور ہی کہ دعاء باران مسجد مبارک مین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی جاے جیسا کہ ہر حادثہ کے لیے دعا آپ کے مشاہدہ مین کیجاتی ہی اور چوپایون کو ان مساجد کے دروازون پر کھڑا کیا جاے وان دام المطر حتے اضر فلا باس بالدعاء بحبسہ وصرفہ حیث ینفع اور اگر مینھ کی جھڑی لگے یہانتک کہ نقصان کرے تو مضائقہ نہین دعا کرنے کا اُسکے بند ہونے اور ایسی جگہ مصروف ہونے کے واسطے جہان مفید ہو م یعنے یون دعا کرے کہ الٰہی اب جہان مینھ کا برسنا مفید ہو وہان برسا اور یہان سے اسکو ہٹالے وان سقوا قبل خروجھم ندب ان یخرجوا شکر اللہ تعالے اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگون کو مینھ عنایت ہو تو مستحب ہی کہ اللہ تعالے کے شکریہ کے لیے باہر نکلین یعنے جب قبل سوال کے مطلب پورا ہو گیا تو اب اس انعام کا شکریہ ہی کہ باہر نکل کر دعا کرین تاکہ مینھ خاطر خواہ برسے کذا فی الشامی ملتقطاً

باب صلوۃ الخوف

یہ باب ہی نماز خوف کے بیان مین م اسکی مناسبت نماز استسقاسے یہ ہی کہ دونون خوف کے وقت ہوتے ہین من اضافۃ الشی لشرطہ اضافت صلوۃ کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہی شرط کی طرف یعنے خوف شرط ہی اس نماز کی م بعضون نے خوف کو سبب قرار دیا ہی اور کہا ہی کہ اضافت مسبب کی ہی طرف سبب کے شامی نے کہا کہ بظاہر خوف نماز کا سبب ہی اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہی تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہ اضافت شرط کی طرف ہی اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہون تو اضافت سبب کی طرف ہی ہے جائزۃ بعدہ علیہ السلام عند ہما ای عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالے خلافا للثانی بشرط حضور عدو یقینا فلو صلوا علے ظنہ فبان خلافہ اعادوا او سبع او حیۃ عظیمۃ ونحوہا وحان خروج الوقت کما فی مجمع الانہر ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ قلت ثم رایت فی شرح البخاری للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہی بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنے امام اعظم رح اور محمد رح کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک جائز نہین اسوجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے کے ثواب حاصل کرنے کو یہ نماز شروع ہوئی تھی بعد آپ کے یہ بات جاتی رہی تو اب اُسکا ادا کرنا جائز نہو گا اور طرفین فرماتے ہین کہ صحابہ رض نے آپ کے بعد اس نماز کو پڑھا ہی اسلیے جائز ہی بشرط موجود ہونے دشمن کے یقیناً یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا اور اسکے مثل اور چیزون کے مثلاً آتشزدگی وغیرہ کے شارح نے کہا کہ یقیناً کی قید یعنے اسلیے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کر کے پڑھینگے پھر اسکے خلاف ظاہر ہو گا یعنے دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سر نو پڑھین اور درست ہی یہ نماز جبکہ وقت جانے کو ہو چنانچہ مجمع الانہر مین ہی اور یہ قید مین نے اورون کے کلام مین نہین دیکھی تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے پھر مین نے عینی کی شرح بخاری مین دیکھا کہ وقت نکلنے کے قریب ہونا اس نماز کی شرط نہین مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو م شارح نے عینی کا قول نقل کر کے بیان کر دیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ وہ بعض کا قول ہی کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو ویصلے باخری رکعۃ فی الثنائی ومنہ الجمعۃ والعید لکعتین فی غیرہ لزوما وذہبت الیہ وجاءت الاخری فصلے بہم ما بقی وسلم وحدہ وذہبت الیہ ندبا وجاءت الطائفۃ الاولے واتموا صلوتہم بلا قراءۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخرے واتموا صلوتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون تو کرے امام ایک ٹولی مثلاً دشمن کے مقابل اُسکے ڈرانے کے لیے اور نماز پڑھاوے دوسرے ٹولی کو مثلاً اب کو ایک رکعت دو رکعت والی نمازون مین اور اسی مین داخل ہی جمعہ اور عید اور دو رکعتین پڑھاوے غیر ثنائی مین بطور وجوب کے یعنے اگر ایک پڑھاویگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور چلی جاوے

باب صلوۃ الخوف

یہ ب ٹولی دشمن کے سامنے یعنے بعد دوسرے سجدہ کے ایک رکعت پڑھنے کی صورت مین اور بعد التحیات کے دو رکعتون کے پڑھنے مین اور آوے اٹولی پس
انکو امام پڑھادے باقی نماز یعنے جتنی نماز اسکو باقی ہو وہ اس ٹولی کے ساتھ پڑھکر امام اکیلا سلام پھیر دے بعد قعدہ اخیرہ کے پھر یہ آٹولی دشمن کے سامنے جاے
براہ استحباب یعنی اگر نجائین اور اُسی جگہ بقیہ نماز تمام کرلین تو درست ہو اور آوے ب ٹولی اور اپنی نماز پوری کرین بدون قرأت کے اسلیے کہ وہ لاحق ہین
اور لاحق کا حکم مقتدی کا سا ہو اور سلام پھیرین پھر وہ اٹولی آوے اور اپنی بقیہ نماز پوری کرین بدون قرأت کے ساتھ اسلیے کہ وہ مسبوق ہین اور مسبوق ومنفرد
کا ایک حال ہو م صلوٰۃ خوف کی کیفیت مین علما کا اختلاف ہو اور مستصفی مین ہو کہ جائز ہر کیفیت سے ہو مگر اختلاف اسمین ہو کہ بہتر کونسی ہو اور قرآن مجید مین جو کیفیت
مذکور ہو اُس سے زیادہ ترقریب یہ صورت ہو جو ماتن نے مذکور کی اور دو رکعتون کی نماز مین سفر کی نماز بھی داخل ہو اور عید کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوٰۃ خوف
صرف فرضون مین منحصر نہین واجب مین بھی ہوتی ہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کی طرف ہو تب بھی اس نماز مین کچھ فرق نہوگا
اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف پشت کیے ہو تو کچھ حرج نہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہو اگر سوار ہوکر جائینگے تو نماز باطل ہوجائیگی
وہذا ان تنازعوا فی الصلوٰۃ خلف واحد والا فالافضل ان یصلے بکل طائفۃ امام اور یہ نماز اس کیفیت پر اُس صورت مین ہو کہ مقتدی ایک ہی امام
کے پیچھے نماز پڑھنے مین جھگڑا کرین ورنہ افضل یہ ہو کہ ہر ٹولی علحدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے م یعنے ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز
پڑھے جب امام فارغ ہولے تو یہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاے اور دوسری ٹولی کے لیے امام کسی کو اجازت نماز پڑھانے کی دے کہ وہ انکو پڑھاوے اور
اگر وقت اتنا نہو تو وہی صورت ہو جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی وان اشتد خوفہم وعجزوا عن النزول صلوا رکبانا فرادی الا اذا کان ردیفا للامام فیصح
الاقتداء بالا یماء الے جہۃ قدرتہم للضرورۃ اور اگر زیادہ خوف لوگون کو اور عاجز ہون اُترنے سے تو نماز پڑھین حالت سواری مین تنہا رکوع اور سجدہ
کے لیے اشارہ کرکے جس طرف کو اُنسے ہوسکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اُسکا اقتدا امام کے
پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے فسدت بمشی بغیر اصطفاف وسبق حدث ورکوب مطلقا وقتال کثیر لا بقلیل کرمیۃ سہم اور یہ نماز فاسد ہوجائیگی
پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندھنے کے لیے نہو اور نہ بے وضو ہوجانے کے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنے
خواہ صف باندھنے کے لیے ہو یا دوسرے مطلب کے لیے اور فاسد ہوگی بہت کُشت وخون کرنے سے نہ تھوڑا لڑنے سے مثلاً ایک تیر چلانے سے فاسد
نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہو اور گھوڑے پر چڑھنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہین اُنسے فاسد ہوجائیگی م طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہین کیونکہ
جو کوئی اسکو دیکھیگا یہی جانیگا کہ نماز نہین پڑھتا والسابح فے البحران امکنہ ان یرسل اعضاءہ ساعۃ صلے بایماء والا لا تصح کصلوٰۃ الماشی
والسائف وہو یضرب بالسیف اور تیرنے والا دریا مین اگر اُسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضاء ڈھیلے کردے ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح
نہوگی جیسے نماز پیادہ چلنے والے کی اور تلوار والے کی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ اُنکی نماز بھی صحیح نہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے الراکب ان کان مطلوبا
تصح صلوٰتہ وان کان طالبا لا لعدم خوفہ سوار اگر مطلوب ہو یعنے اُسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اُسکی نماز درست ہو سواری پر اور اگر طالب ہو یعنے
دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اُسکی نماز درست نہین اسلیے کہ اُسکو کچھ خوف نہین شرعوا ثم ذہب العدو لم یجز انحرافہم وبعکسہ جاز لوگون نے
نماز خوف شروع کی پھر دشمن چلا گیا تو اُنکا اپنی جگہ سے ٹلنا درست نہین یعنے ہر ٹولی جہان کی تہان نماز پڑھ لے کذا فی الشامی اور اُسکا عکس ہو تو درست ہو
یعنے شروع کے وقت خوف نہ تھا پھر ہوگیا تو اس صورت مین اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائینگے تو یہ جانا نماز کا مخل نہوگا بسبب ضرورت کے
کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوٰۃ الخوف للعاصی فے سفرہ کما فی الظہیریۃ وعلیہ فلا تصح من البغاۃ اور مشروع نہین نماز خوف اُس شخص کے لیے جو
اپنے سفر کی جہت سے گناہگار ہو چنانچہ ظہیریہ مین ہو اور اس بنا پر نماز خوف باغیون سے درست نہوگی م یعنے جس شخص

کالنفس سفر معصیت ہو جیسے رہزنی اور بغاوت کے لیے سفر کرنا تو اُسکی صلوۃ خوف جائز نہین کذا فی الشامی صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلاہا فی اربع
ذات الرقاع وبطن نخل وعسفان وذی قرد ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑھی اوؔل غزوہ ذات الرقاع مین
دوؔم بطن نخل مین سوؔم غزوہ عُسفان مین چہاؔرم غزوہ ذی قرد مین ہم ذات الرقاع کے معنی پیوند دان والا اِس غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلیے ہوا
کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے بخاری مین روایت ہی کہ اس غزوہ مین ہمارے پانوٴن زخمی ہوگئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پانوٴن پر چیتھڑے لپیٹے تھے
اس سبب سے اسکو ذات الرقاع کہا یہ غزوہ تیسرے سال ہجری مین غزوہ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ایک جگہ کا نام ہی اور عُسفان بروزن
عثمان مکہ سے دو منزل ایک مقام ہی اور ذو قرد بفتح قاف و را مہملہ و دال مہملہ ایک مقام ہی مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہین یہ غزوہ
سنہ ۶ ہجری مین ہوا طحطاوی نے کہا کہ امداد الفتاح مین حاوی سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑھی اور شارح
چار مقام لکھتا ہی تو یا یہ مراد ہی کہ چار بار غزون مین اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقامون مین یا یہ کہ ان مقامون مین چوبیس نماز ین خوف کی پڑھین ۱۲ منہ

باب صلوۃ الجنازۃ

یہ باب ہی جنازہ کی نماز اور اُسکے لواحق کے ذکر مین ہم مناسبت اسکی ماقبل سے یہ ہی کہ خوف و قتال کبھی نوبت موت کی پہونچاتے ہین اور اسکو پیچھے اسلیے بیان
کیا کہ یہ نماز ہر صورت سے نماز نہین کیونکہ بلا رکوع اور سجدہ اور اذان و تکبیر کے ہوتی ہی دوسرے یہ کہ نماز آدمی کے آخر حال سے متعلق ہی کذا فی الطحطاوی
من اضافۃ الشیٔ الی سببہ نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہی اپنے سبب کیطرف یعنے میت سبب ہی اس نماز کا وہی بالفتح المیت و
بالکسر السریر وقیل لغتان اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہین اور بکسر جیم چار پائی یا تابوت ہی جسپر مردہ ہوتا ہی اور جسکو نعش کہتے ہین اور ایک قول یہ ہی کہ
بفتح اور کسر دونون مردہ کو کہتے ہین کذا فی الشامی والموت صفۃ وجودیۃ خلقت لضد الحیوۃ وقیل عدمیۃ اور موت ایک کیفیت وجودی ہی پیدا ہوئی ہی زندگی
کے مقابل اور ایک قول یہ ہی کہ کیفیت عدمی ہی ہم موت مین اختلاف ہی کہ وجودی چیز ہی یا عدمی جو وجودی کہتے ہین اُنکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہی
(خلق الموت والحیوۃ) یعنے پیدا کیا اللہ تعالےٰ نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہی اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی ہی اور
اُنمین اور حیات مین مقابلہ ضدین کا ہی کہ دونون جمع نہین ہوسکتین اور جو لوگ عدمی کہتے ہین اُنکی دلیل یہ ہی کہ زندہ چیز سے مواد حیات کو نیست کرنیکا نام
موت ہی تو عدمی ہوئی اور اُنمین مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہی اور اکثر محققین ملے دوسرے قول کو یعنے عدمی ہونے کو اختیار کیا ہی اور آیت کے معنی یہ
ہین کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی یوجہ المحتضر وعلامتہ استرخاء قدمیہ واعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ القبلۃ علی یمینہ وہو السنۃ
منہ پھیرا جاوے وہ شخص جو مرنے کو ہو قبلہ کی طرف دہنی کروٹ پر اور یہ منہ پھیرنا سنت ہی شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونیکی یہ ہی
کہ پانوٴن اُسکے ڈھیلے ہوجائین اور ناک کا بانسا ٹیڑھا ہو اور کنپٹیان اندر کو دھس جائین ہم طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہی یعنے جسپر موت
حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آموجود ہوے وجاز الاستلقاء علی ظہرہ وقدماہ الیہا وہو المعتاد فی زماننا ولکن یرفع راسہ قلیلا لیتوجہ
للقبلۃ وقیل یوضع کما تیسر علی الاصح صححہ فی المبتغی وان شق علیہ ترک علی حالہ والمرجوم لایوجہ معراج اور جائز ہی چت لٹانا یعنے
پر اس صورت مین کہ دونون پانوٴن اُسکے قبلہ کی جانب ہون اور یہی صورت رائج ہی ہمارے زمانہ مین لیکن اُسکا سر تھوڑا سا اُبھار دیا جاوے
تاکہ جانب قبلہ اُسکا منہ ہوجاوے آسمان کیطرف نہ رہے اور ایک قول یہ کہ منہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے جسطرح بن سکے صحیح تر قول کے بموجب
یعنے داہنی کروٹ پر ہو یا بائین پر یا چت لٹانے سے اسی طرح منہ قبلہ کی طرف کر دینا چاہیے تصحیح کی ہی اس قول کی مبتغی مین اور اگر قبلہ رخ
کرنے مین اسکو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہو اُسکا منہ قبلہ کی طرف نہ کیا جاوے اُسکے

باب صلوۃ الجنازۃ

زجر کے باعث سے کذا فی الطحطاوی ویلقن ندبا وقیل وجوبا بذکر الشہادتین لان اولی لا تقبل بدون الثانیۃ عندہ قبل الغرغرۃ اور کیا جاوے بطور استحباب اور ایک قول مین بطور وجوب ذکر شہادتین کا اُسکے پاس غرغرہ سے پہشتر اسلیے کہ اول شہادت بدون دوسرے کے مقبول نہین م تلقین کے معنی فہمائش کے ہین اور یہان یہ مراد ہی کہ مرنیوالے کے پاس اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ ایسی طرح پڑھا جاے کہ وہ بھی آواز سنکر انھین کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اُسکو یون کہا جاے کہ ان کلمات کو دھیان کریا اور کسی طرح یاد دلایا جاے اور یہ یاد دہانی اُسوقت تک ہی کہ جان حلق مین نہ آئی ہو ورنہ اُسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہی اور جس کسی نے واجب کہا ہی وہ مجازا کہدیا ہی اور بعض فقہانے لکھا ہی کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کافی ہی اسلیے کہ حدیث شریف مین ہی کہ جسکا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا وہ جنت مین داخل ہوگا اسلیے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہین طحطاوی نے

کہا کہ یہ تعلیل کافر کے حق مین ہی مسلمان کے لیے اقرار توحید کافی ہی واختلف فی قبول توبۃ الیاس والمختار قبول توبۃ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا اور جان کندنی کے وقت کی توبہ مقبول ہونے مین اختلاف ہی اور مختار یہ ہی کہ اُسکی توبہ مقبول ہوتی ہی اور ایمان قبول نہین ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا مین مرقوم ہی م جان کندنی کی حالت مین ایمان تو بالاتفاق مقبول نہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی (فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا) اور توبہ کے قبول اور عدم قبول مین اختلاف ہی مختار یہی ہی کہ توبہ مقبول ہوتی ہی اسلیے کہ قرآن مجید مین ارشاد ہی (ہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ) اس آیت مین قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابوداؤد کی حدیث مین بھی مطلق مذکور ہی چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالے بندہ کی توبہ قبول کرتا ہی جب تک کہ جان اُسکی حلق مین غرغرہ بولے کذا فی الشامی مختصرا من غیر امرہ بہا لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکرر علیہ مالم یتکلم لیکون اخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ تلقین کیا جاے بدون حکم کرنے کے اُسکو شہادتین کا تاکہ دق ہوکر انکار نکرے یعنے تلقین مین اُسکو امر نہ کرین کہ یون کہ تاکہ وہ انکار نہ کر بیٹھے اور جب وہ ایک مرتبہ کہہ چکے تو کافی ہی اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاے جب تک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اُسکا لا الٰہ الا اللہ ہو یعنے اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پھر تلقین چاہیے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو نہ دوسری بات وندب قراءۃ یس والرعد اور مستحب ہی مرنے والے کے پاس سورۂ یس اور رعد کا پڑھنا یعنے اسلیے کہ یس کے پڑھنے کا حکم حدیث مین آیا ہی اور سورۂ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہی کذا فی الشامی ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نہ کیا جاوے بعد دفن کرنے کے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نہ کیا جاے م چونکہ حدیث مین آیا ہی کہ لقنوا موتاکم یعنے تلقین کرو اپنے مردون کو تو بعض محققین نے اس حدیث مین موت حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز رکھی ہی اور بعض نے بمقتضاے ظاہر آیت (انک لا تسمع الموتی یعنے تو نہین سناتا مردون کو) تلقین کو ناجائز کہا فتح القدیر مین بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچھ ضرر نہین بلکہ اُس سے فائدہ ہی کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہی چنانچہ آثار مین وارد ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہ ہی کہ تلقین نہ کیجاے وفی الجوہرۃ انہ مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ مین ہی کہ تلقین مشروع ہی اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالے مردہ کو قبر مین زندہ کرتا ہی چنانچہ احادیث مین

وارد ہی کذا فی الطحطاوی وکیفیۃ قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان لم یعرف اسمہ قال ینسب الی آدم وحوا اور کافی ہی کہنا تلقین کرنے والے کا اسطرح کہ ای فلان ای فلان کے بیٹے یاد کر اُن باتون کو جنپر تو تھا یعنے اللہ تعالے پر اور اُسکے رسولون پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کرین تو یون کہنا کہ مین راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے آدم اور حوا علیہما السلام کی طرف یعنے مرد ہو تو یون کہنا چاہیے ای آدم کے بیٹے اور عورت ہو تو یون کہے کہ ای حوا کی بیٹی ومن لا یسأل یعنے

ف جن لوگون سے سوال قبر نہوگا

ان لایلقن والاصح ان الانبیاء علیہم السلام لایسألون ولا اطفال المومنین وتوقف الامام فی اطفال المشرکین وقیل ہم خدم اہل الجنة اور جو شخص کہ قبر مین سوال نہ کیا جاے مناسب ہے کہ اُسکو تلقین بھی نہ کی جاے اور صحیح تر یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام سے سوال نہین ہوتا اور نہ مومنون کے بچون سے اور توقف فرمایا ہے امام اعظم رح نے مشرکین کے بچون کے باب مین کہ اُنسے سوال ہوتا ہے یا نہین اور وہ دوزخ مین رہینگے یا جنت مین اور رکہتے ہین کہ وہ جنت والون کے خادم ہونگے ہم جن لوگون سے سوال نہوگا وہ یہ ہین انبیا اور شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ یا اُسکی شب مین مرے اور جو شخص ہر شب کو سورۂ ملک پڑہے اور اطفال مشرکین مین اخبار کے تعارض کے باعث قول اصح یہی ہے کہ اُنکا معاملہ اللہ تعالی کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالے زیادہ جانتا ہے جو کچھ اطفال مشرکین عمل کرتے ہین کذا فی الشامی

ویکرہ تمنی الموت وتمامہ فی النہر ویجی فی الحظر اور مکروہ ہے تمنا کرنی موت کی یعنے صدمات وغیرہ سے تنگ ہوکر یہ تمنا نہ کرے کہ مین مرجاؤن اور اُسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہے اور کتاب الحظر والاباحۃ مین آگے آویگا م نہر الفائق مین کہا ہے کہ اگر مجبوری موت مانگے تو یون دعا کرے الہی مجھکو زندہ رکھ جب تک کہ زندگی میرے حق مین بہتر ہو اور مجکو موت دے جسوقت کہ موت میرے حق مین بہتر ہو کذا فی الطحطاوی لفظ فی الحظر اکثر نسخون مین نہین

وما ظہر منہ من کلمات کفریۃ یغتفر فی حقہ ویعامل معاملۃ موتے المسلمین حملاً علے انہ فی حال زوال عقلہ ولذا اختار بعضہم زوال عقلہ قبل موتہ ذکرہ الکمال اور جو الفاظ کفر کے میت سے جان کنی مین سرزد ہون اُنکے لیے اُسکے حق مین مغفرت مانگنی چاہیے اور اُسکے ساتھ مسلمانون کے مردون کا سا معاملہ کرنا چاہیے یعنے اُسوقت کے کفریہ الفاظ کہنے سے اُسکو کافر نہ کہا جائیگا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونے کی حالت مین ہے اور اسی جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہے میت کی عقل کا جاتا رہنا اُسکی موت سے پیشتر ذکر کیا ہے اُسکو کمال الدین محقق نے م یعنے اس جہت سے عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہے کہ ایسا نہو کہ مرنے کے درد سے یا شیطان کے دھوکے سے کلمات کفر قصداً کہنے لگے اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اُسوقت مین عقل نہونے کا حکم کیا جائیگا تو ان کلمات سے کافر نہو گا کذا فی الشامی

فاذا مات تشد لحیاہ وتغمض عیناہ تحسیناً لہ یقول مغمضہ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ وسہل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج عنہ ثم تمد اعضاءہ ویوضع علی بطنہ سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحضر عندہ الطیب ویخرج من عندہ الحائض والنفساء والجنب پس جب وہ شخص مرجاوے تو اُسکے جبڑے باندھ دیے جائین اور اُسکی آنکھین بند کی جائین اُسکے اچھا معلوم ہونے کو یعنے اگر منھ اور آنکھین کھلی رہینگی تو صورت خوفناک معلوم ہوگی اور کہے آنکھون کا بند کرنے والا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الہی تو اس مردہ پر اُسکا معاملہ تجہیز وتکفین وغیرہ کا آسان کر اور سہل کر اُسپر وہ حال جو اُسکو آگے کو درپیش ہو یعنے سوال قبر اور احوال قیامت اُسپر سہل کر اور اُسکو مشرف کر اپنے دیدار سے اور جس چیز کی طرف وہ نکلا ہے اُسکو بہتر کر بہ نسبت اُسکے جس سے وہ نکلا ہے یعنے آخرت کو اُسکے حق مین دنیا سے بہتر کر پھر اُسکے اعضا پھیلا دیے جائین اور اُسکے پیٹ پر تلوار یا لوہا رکھدیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پھولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ بالخاصیت پیٹ کو پھولنے نہین دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نہ ملے تو بھاری چیز رکھدی جاے اور اُسکے پاس خوشبو حاضر کیجاے اور اُسکے پاس سے حیض ونفاس والی عورتین اور ناپاک آدمی چلے جائین

ویعلم بہ جیرانہ واقاربہ ویسرع فی جہازہ اور اطلاع کیجاے اُسکے مرنے کی اُسکو ہمسایون اور رشتہ دارون کو اور جلدی کیجاے اُسکے سامان کفن ودفن مین کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ مسلمان کے مردہ کو اُسکے گھر والون مین روکنا نہ چاہیے کذا فی الشامی

ولا یقرأ عندہ القرآن الی ان یرفع الی الغسل کما فی القہستانی معزیاً للتنف اور نہ پڑھا جاے میت کے پاس قرآن یہانتک کہ اُٹھایا جاے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی مین ہے تنف کی طرف منسوب ہم طحطاوی نے کہا کہ تنف مین ویقرأ ہے بصیغۂ اثبات اور شامی نے کہا کہ مین نے بھی قہستانی کے دو نسخون مین دیکھا لا النفی

دونون مین نہین پایا علاوہ اسکے اگر لا ہو تو نتف اور زیلعی کے قول مین اختلاف نہین رہتا اور نہ بحر الرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح آگے بیان کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سے زیادہ ہو گیا ہے قلت ولیس فی النتف لفظ الغسل بل ان یرفع فقط فسرہ فی البحر

برفع روحه وعبارة الزيلعي وغيره تكره القراءة عنده حتى يغسل وعلله الشرنبلالي في امداد الفتاح تنزيها للقرآن عن نجاسة الميت لتنجسه بالموت

مین کہتا ہون کہ نتف مین نہلانے تک کی قید نہین بلکہ اسمین صرف اتنا ہے کہ پڑھا جاوے قرآن میت کے پاس اٹھائے جانے تک اور بحر الرائق مین اٹھائے جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائے جانے سے کی ہے یعنی صرف جان نکلنے تک قرآن پڑھے بعد اسکے نہ پڑھے اور زیلعی وغیرہ کی عبارت یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے قرأت قرآن مردہ کے پاس یہانتک کہ نہلایا جاوے اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت مین قرآن کا علٰحدہ رکھنا ہے میت کی نجاست سے کیونکہ میت موت کے سبب سے نجس ہو جاتا ہے قیل نجاسة خبث وقیل حدث بعض فقہا نے کہا کہ میت کی نجاست حقیقی ہے اور بعض نے کہا کہ حکمی ہے ہم اول قول کی دلیل یہ ہے کہ آدمی خون کا پتلا ہے مثل دوسرے حیوانون کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی ہین ویسے ہی آدمی بھی ہو جاتا ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہے اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے سے پیشتر کنوئین مین گر جاوے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور نہلانے سے جو پاک ہو جاتا ہے تو یہ مسلمان کی تعظیم کے جہت سے ہے اور دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ موت کے باعث سے وضو جاتا رہتا ہے بسبب ڈھیلے ہو جانے مفاصل کے جیسے سونے سے جاتا رہتا ہے اور زندگی مین بیوضو ہونے سے جو صرف تھوڑے سے اعضا دھوتے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہے اگر تمام بدن دھویا کرتے تو بڑا حرج ہوتا اسلیے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے اور جنابت مین وہ حرج نہین اسلیے تمام بدن کا دھونا شروع ہوا دوسرے یہ کہ حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردون کو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس ہو جاتا ہے نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سے نہین معلوم ہوتا کہ مردہ کی نجاست حکمی ہے بلکہ یہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سے پاک ہو جاتا ہے اسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانیکے بھی پلید رہتا ہے غرضکہ مختار اکثر فقہا کا قول اول ہی ہے وعلیہ ینبغی جواز القراءة بالحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اسکے پاس قرأت درست ہو جیسے بیوضو کو قرآن کا پڑھنا درست ہے ہم حاصل یہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جاوے جیسا بیوضو آدمی ہوتا ہے تو اسکے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ نہین اور نتف کا قول اسی پر محمول ہے اور اگر مردہ جانورون کیطرح نجس ٹھہرایا جاوے تو مکروہ ہے اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اسوقت ہے کہ مردہ کے قریب پڑھا جاوے اور اگر دور پڑھا جاوے تو مکروہ نہین شامی نے کہا کراہت مین یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک چادر سے چھپا نہو اور اگر چھپا ہوا ہوگا تب بھی قرأت مکروہ نہوگی ویوضع کما مات کما تیسر في الاصح علٰی سریر مجمر وترا الی سبع فقط فتح ککفنه وعند موته فهي ثلاث لا خلفه

ولا في القبر اور جہی کہ مر جاوے رکھا جاوے جسطرح بن سکے صحیح تر قول مین تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو سات دفعہ تک فقط کذا في الفتح یعنی اس سے زیادہ نہ بساوین مثل اسکے کفن کے کہ وہ بھی طاق دفعہ بسایا جاوے اور اسکی موت کے وقت خوشبو بسانی چاہیے تو یہ تین وقت کا بسانا ہوا نہ پیچھے اسکے اور نہ قبر مین ہم بسانے سے مراد یہ کہ کسی برتن مین آگ رکھکر اسپر خوشبو جلاوین اور اسکو مردہ یا کفن کے گرد پھراوین تو یہ بسانا تین وقت چاہیے ایک جسوقت اسکی جان نکلے دوم غسل کے وقت سوم کفنانے کے وقت اور جنازہ کے پیچھے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ احادیث مین منع وارد ہے کہ جنازہ کے پیچھے آگ مت لیچلو اور نہ قبر کو بساوین کہ قبر مین آگ لیجانی بد فالی ہے اور یہ جو کہا کہ بفور مرنے کے تختہ پر رکھین یہ اس صورت مین ہے کہ جان اسکی زمین پر نکلی ہو بایں لحاظ کہ زمین کی تری سے اسکا بدن نہ بگڑ جاوے پھر تختہ پر رکھنا ایک قول یہ ہے کہ شمالاً جنوباً رکھین قبر کی طرح اور ایک قول یہ ہے کہ پاؤن قبلہ کیطرف کرین اور اصح یہ ہے کہ جیسے ممکن ہو ویسے رکھین کذا في الشامی بتصرف وکره قراءة القرآن

عنده الی تمام غسله عبارت الزیلعی حتی تغسیل و عبارة النهر قبل غسله اور مکروہ تحریمی ہی قرآن کا پڑھنا میت کے پاس اسکے غسل کے پورا ہونے تک زیلعی کی عبارت یون ہی کہ جب تک میت کو غسل دیا جاوے اور نہر الفائق مین یہ ہی کہ اسکے غسل سے پیشتر مکروہ ہی م اختلاف الفاظ کسی فائدہ کے لیے نہین مراد سبکی یہی ہی کہ غسل ہو چکنے تک قرارت مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی **وتستر عورته الغليظة فقط على الظاهر من الرواية وقيل مطلقا الغليظة والخفيفة وصحح** وصححه الزیلعی وغیرہ اور پوشیدہ کیجاوے مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظ ظاہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہ ہی کہ مطلق برہنگی چھپائی جاے خواہ خفیف ہو یا غلیظ اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہی یعنے زیلعی وغیرہ نے اسکو صحیح کہا م عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور انکے آس پاس کو کہتے ہین اور عورت خفیفہ ناف سے لیکر گھٹنون تک ہی تو قول صحیح یہ ہی کہ نہلانے مین ناف سے لیکر گھٹنون تک تہمد ڈالین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضکو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی **ويغسلها تحت خرقة السترة بعد لف خرقة مثلها على يديه لحرمة اللمس كالنظر** اور دھوئے برہنگی کو تہمد کے نیچے بعد لپیٹنے ایک کپڑے مثل تہمد کے اپنے ہاتھون پر بسبب حرام ہونے ہاتھ لگانے کے مثل دیکھنے کے م شامی نے کہا کہ کیسہ کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہین بلکہ ایسا ہونا چاہیے جو چھونے کا مانع ہو کیونکہ بدون آڑ کے ہاتھ لگانا شرمگاہ کو حرام ہی جیسے دیکھنا حرام ہی اس سے معلوم ہوا کہ بچون کے لیے تہمد اور کیسہ ضرور نہین **ويجرد من ثيابه كما مات وغسله عليه السلام في قميصه من خواص** اور ننگا کیا جاوے اپنے کپڑون سے بفور مرنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی قمیص مین آپکے خواص سے ہی م بفور مرنیکے اسلیے ننگا کیا جاے کہ کپڑون کی گرمی سے بدن مین تغیر نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص مین اسلیے خواص سے ہوا کہ ابو داؤد نے روایت کی ہی کہ بعد وفات شریف کے لوگونکو تردد ہوا کہ آپ کو ننگا کرین جیسے اپنے مردون کو کرتے ہین یا معہ کپڑونکے نہلا دین تو گھر کے گوشہ سے آواز سنی کہ آپکو معہ کپڑون کے نہلاؤ کذا فی الشامی **ويوضأ من يؤمر بالصلوة بلا مضمضة واستنشاق للحرج وقيل يفعلان بخرقة وعليه العمل اليوم ولو كان جنبا او حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تتميما للطهارة كما في امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسي** اور وضو کرایا جائے وہ مردہ کہ حکم کیا جائے نماز کا بدون کلی اور ناک مین پانی دینے کے بسبب حرج کے یعنی پانی منہ یا ناک مین ڈالکر اسکا نکالنا دقت ہی اور ایک قول یہ ہی کہ کلی اور ناک مین پانی دینا کپڑے سے کرائی جاے یعنی نہلانیوالا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتون اور مسوڑھون اور ناک کے نتھنون مین پھیرے اور اسی پر عمل ہی اس زمانہ مین اور اگر میت جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونون باتین کیجائین بالاتفاق واسطے پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح مین ہی شرح مقدسی سے مدد لیکر م نماز کا حکم کیا جاے اس سے یہ غرض کہ جو بچہ بعقل ہو اسکو وضو کرانا چاہیے شامی نے کہا کہ یہ قید اچھی نہین اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دیوانہ شخص کو بھی وضو نکرایا جاے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہی اسی طرح بچہ کو بھی وضو کرایا جاے کیونکہ یہ وضو غسل میت کی سنت ہی اور جنب کے لیے جو کلی اور ناک مین پانی دینے کو بالاتفاق لکھا ہی تو شامی نے کہا کہ مین نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح مین پایا نہ شرح مقدسی مین **ويبدأ بوجهه ويمسح رأسه** اور شروع کیا جاے اسکے چہرہ سے یعنی جنب کیطرح اول دونون ہاتھ پہونچون تک نہ دھوئے جائین بلکہ کپڑے سے منہ اور نتھنون کو پونچھکر منہ دھویا جائے اور مسح کیا جاے اسکے سر پر یعنے وضو مین م شارح نے استنجا کو ذکر نکیا کیونکہ اسمین اختلاف ہی طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاے اور امام ابو یوسف کے نزدیک نکیا جاے اور اسکی صورت یہ ہی کہ نہلانیوالا ہاتھ پر کیسہ لپیٹ کر شرمگاہ کو دھوئے کذا فی الشامی **ويصب عليه ماء مغلي بسدر ورق النبق او حرض بضم فسكون الاشنان ان تيسر والا فماء خالص مغلي** اور اسپر وہ پانی ڈالا جاے جسمین بیر کے پتے جوش دیے گئے ہون یا اشنان پڑا ہو اگر یہ چیزین ملین ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سے مراد بیری کے پتے ہین اور حرض بضم حا مہملہ اور سکون را مہملہ اشنان ہی جو چھوٹی چھوٹی جڑین ہوتی ہین اس سے کپڑے دھوتے ہین جیسے صابون سے صاف کرتے ہین **وتغسيل راسه**

ولحیتہ بالخطمی نبت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوہ ہذا لو کان بہما شعر حتی لو کان امرد او اجرد لا یفعل اور دھویا جاوے سر اسکا اور داڑھی
اسکی گل خیرو سے اگر میسر ہو ورنہ صابون سے اور اسکے مثل یعنے ملتانی مٹی وغیرہ سے یہ حکم اس صورت مین ہی کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہانتک کہ اگر وہ شخص بے
ریش ہو یا سر پر بال نرکھتا ہو تو پھر نہ دھویا جاوے شارح نے کہا کہ خطمی ایک گھاس ہی عراق مین اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہی ویضجع علی یسارہ
لیبدأ بیمینہ فیغسل حتی یصل الماء الی ما یلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندا بالبناء للمفعول الیہ ویمسح بطنہ رفقا وما خرج منہ
یغسلہ ثم بعد اقعادہ یضجعہ علی شقہ الایسر ویغسلہ وہذہ غسلۃ ثالثۃ لیحصل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات لما مر وان زاد علیہا
او نقص جاز اذ الواجب مرۃ اور لٹایا جاوے مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اسکے داہنے جانب پر پڑے پھر نہلایا جاوے یہانتک کہ پانی بدن کے
اس حصہ پر پہونچے جو تختہ سے ملا ہی پھر داہنی کروٹ پر لٹاکر اسیطرح پانی ڈالا جاوے کہ دوسری طرف تک پہونچ جاوے پھر مردہ کو بٹھلاوے یعنے نہلانے
والا اپنا سہارا دیکر اور سوتے اسکے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھ مردہ سے خارج ہو نہلانیوالا اسکو دھو ڈالے پھر بٹھانے کے بعد اسکو بائین کروٹ پر لٹاکر غسل
دے اور یہ تیسری بار کا غسل ہی تاکہ عدد مسنون حاصل ہو جاوے یعنے تین بار نہلانا سنت ہی وہ اس مرتبہ ہو جائیگا اور پھر لٹانے کے وقت مردہ پر تین بار
پانی ڈالا جاوے اسی وجہ سے کہ گذری یعنے مسنون تین بار دھونا ہی اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بھی غسل درست ہوگا اسلیے
کہ واجب تو ایکبار کا دھونا ہی شارح نے کہا کہ مسند الصیغۃ مجہول ہی م شارح نے پہلے لکھا تھا کہ اسپر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہیے بعد اسکے کہا کہ اول بائین
کروٹ پر لٹاکر پانی ڈالنا چاہیے تو پہلا بیان مجمل تھا اسکی تفصیل بیان کردی کہ اسطرح ڈالا جاوے یعنے ترتیب وار اسطرح ہی کہ جب وضو سے فراغت ہو
تو سر اور داڑھی دھوئی جائے اور اسکے بعد بائین کروٹ لٹاکر وہ پانی جسمین بیری کے پتے جوش دیے ہون ڈالا جاے کذا فی الشامی مختصرا ولا یعاد غسلہ
ولا وضوءہ بالخارج منہ لان غسلہ ما وجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الدمویۃ الا ان المسلم یطہر بالغسل کرامۃ لہ وقد حصل
بحر شروح مجمع اور اسکے غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوے بسبب خارج کے اسکے بدن سے یعنے اگر پیٹ دبانے سے کوئی نجاست خارج ہو تو اس
سے غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہین اسلیے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنے کے لیے واجب نہین ہوا کیونکہ وہ تو موت کے باعث قائم
ہی بلکہ اس سبب سے نہلانا واجب ہوا ہی کہ میت ناپاک ہو گیا ہی مثل دوسرے حیوانوں دموی کے مگر یہ کہ مسلمان پاک ہو جاتا ہی نہلانے سے اسکی تعظیم کی جہت
سے اور یہ طہارت تو نہلانے سے ہو چکی کذا فی البحر و شروح مجمع م یعنے مردہ کا نہلانا اس غرض سے ہی کہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہی تو جب نہلادیا اسکی
نجاست دور ہو گئی اب جو کوئی نجاست اسکے بدن سے نکلیگی تو صرف وہی مقام دھو ڈالا جائیگا سارے غسل کا اعادہ ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا
حدث کے دور کرنے کے لیے نہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہی جو دور نہین ہو سکتا وینشف فی ثوب ویجعل الحنوط وہو بفتح الحاء العطر المرکب
من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران وورس لکراہتہما للرجال وجعلہما فی الکفن جہل علی راسہ ولحیتہ ندبا والکافور علی مساجدہ کرامۃ لہا
اور نہلانے کے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑے سے اور حنوط ملا جائے اسکے سر اور ڈاڑھی پر براہ استحباب اور کافور ملا جائے اسکے سجدہ
کی جگہون مین یعنے جو مقام سجدہ مین زمین پر ٹکتے ہین اور وہ ماتھا اور ناک اور ہتھیلیان اور گھٹنے اور پانون ہین انپر کافور ملا جائے انکی تعظیم
کے لیے تاکہ جلد طعمہ خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بفتح حاء مہملہ وضم نون عطر مرکب ہی خوشبودار چیزون سے سوائے زعفران اور ورس کے بسبب
مکروہ ہونے ان دونون چیزون کے مردون کو اور زعفران اور ورس کو کفن مین رکھنا جہالت ہی ولا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص
ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن اور مردہ کے بالون مین کنگھی نہ کی جاوے یعنے کنگھی کرنا مکروہ تحریمی ہی اور نہ کترے جائین ناخن اسکے سوائے
ٹوٹے ہوئے ناخن کے کہ وہ کتر کر پھینک دیا جاوے اور نہ بال کترے جائین اور نہ ختنہ کیا جاے م نہر الفائق مین ہی کہ بعد موت کے تزئین

جائز نہین اور اگر بال یا ناخن کاٹے جائین توکفن مین مردہ کے رکھدیے جائین کذا فی القہستانی ولا باس بجعل القطن علے وجہہ وفی مخارقہ کدبر
وقبل واذن وفم اور مضائقہ نہین روئی رکھنے کا مردہ کے چہرہ پر اور اُسکے سوراخون مین مثلا مقام پاخانہ اور پیشاب اور کان اور منہ مین جم
شرمگاہون مین روئی رکھنے کو بعض علمانے پسند نہین کیا اور شارح نے لاباس کہکر اشارہ کیا کہ روئی کا نہ رکھنا بہتر ہی کذا فی الشامی ویوضع یداہ فی
جانبیہ لاعلے صدرہ لانہ من عمل الکفار ابن ملک اور رکھے جائین دونون ہاتھ مردہ کے اُسکے دونون پہلو مین نہ اُسکی چھاتی پر اسلیے کہ چھاتی پر ہاتھ
رکھنا کفار کا طریقہ ہی یعنے مجوس وغیرہم کا ذکر کیا ہی اُسکو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علے الاصح منیۃ وقالت
الائمۃ الثلثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمہ رضی اللہ عنہا قلنا ہذا محمول علے بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی و
نسبی مع ان بعض الصحابۃ انکر علیہ شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائے سوہر مردہ عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھ لگانے سے نہ اُسکی طرف نگاہ
کرنے سے صحیح تر قول کے بموجب کذا فی المنیہ اور تینون اماموں نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہی اسلیے کہ حضرت علی رض نے فاطمہ رض کو غسل دیا ہم
اسکے جواب مین کہتے ہین کہ یہ نہلانا حضرت مرتضے رض کا محمول ہی زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور
نسب جاتا رہتا ہی موت سے مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہین جاتا علاوہ اسکے بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضے پر انکار کیا ایسا ذکر ہی
عینی کے شرح مجمع مین ہم خانیہ مین ہی کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اُسکو اپنے ہاتھ سے تیمم کرادے اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھ پر تھیلی چڑھاکر تیمم کرادے
اور اُسکے ہاتھ نہ لگے لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اُسکو جائز ہی کہ ہاتھ دیکھے اور یہ غالبا اس نظر سے ہی کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھ لگانے کے خفیف تر ہی اور
حضرت فاطمہ رض کے غسل کو شرح مجمع مین جو خود مصنف مجمع کی ہی یون لکھا ہی کہ آپ کو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تھا اور حضرت مرتضے رض کی
طرف جو منسوب ہوا تو اُسکی وجہ یہ کہ اُسکے تمام سامان کے آپ متکفل ہوے تھے اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہ آپکی خصوصیات مین سے ہی
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فاطمہ رض تمھاری زوجہ ہین دنیا و آخرت مین اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل
خصوص ہی سبب سے مراد اسمین قرابت سببی ہی جیسے زوجیت اور دامادی ہی اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہی کذا فی الشامی مختصرا وہی لاتمنع
من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علے المشہور مجتبے اور عورت نہ منع
کیجاے اپنے خاوند کے نہلانے سے اگرچہ ذمیہ یعنے کتابیہ ہو بشرط باقی رہنے نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہ تینون
نہ آقا کو نہلاوین اور نہ آقا انکو نہلادے روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبی ہم یعنے ام ولد اور مدبرہ مین مرنے کے بعد ملک باقی نہین رہتی جو
موجب حلت وطی تھی اور اسی طرح مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہی شامی نے کہا کہ یغسلونہ بصیغہ جمع مذکر غلط ہی صحیح یغسلنہ بصیغہ جمع
مونث چاہیے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا حالۃ الغسل لاحالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست
ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجہ مین قابل ہونا اُسکا ہی غسل کے وقت نہ موت کے وقت تو منع کی جاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے
سے جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سے پیشتر یا مرتد ہوئی اُسکی موت کے بعد پھر مسلمان ہو گئی یا چھو لیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سے بسبب
جاتے رہنے ان عورتون کے نکاح کے ہم یعنے پہلی صورتون مین زوجیت وقت موت کے باقی نہ رہی اور پچھلی صورتون مین موت کے وقت
نکاح تھا پھر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیاء نسبت کہا مناسب یہ تھا کہ فی الزوجۃ بدون ی کے کہتا وجاز لہا
غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسہا حینئذ اعتبارا بحالۃ الحیوۃ اور جائز ہی مجوسی عورت کو نہلانا اپنے شوہر کا اگر
وہ مسلمان ہو کر مر گیا پھر وہ مسلمان ہوئی بعد اُسکے بسبب حلال ہونے اُسکے ہاتھ لگانے کے اس صورت مین حالت زندگی کا لحاظ کرکے

ہم یعنے اگر شوہر مسلمان ہوکر زندہ رہتا اور اُسکے مسلمان ہونے کے بعد اُسکی زوجہ مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مردہ کو ہاتھ لگانا درست ہوتا اسی
طرح جب وہ اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی تو اُس صورت مین بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الحلبی وجد رأس آدمی او احد شقیہ لا یغسل
ولا یصلے علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ ولو بلا رأس پایا گیا سر آدمی کا یا ایک نصف اُسکے دو آدھون مین سے تو نہ غسل دیا جاوے اور
نہ اُسپر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کردیا جاوے مگر جس صورت مین کہ نصف سے زائد پایا جاے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق مین کہا
کہ اگر نصف ہو مع سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والا لا
لتعینہ علیہ وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذلک سراج اور افضل یہ ہے کہ نہلایا جاے مردہ مفت پس اگر نہلانیوالا اُجرت مانگے تو درست ہے اگر کوئی نہلانیوالا
وہان اُسکے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہین پس بسبب واجب مین ہوجانے نہلانے کے اُسپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اُٹھانیوالے
اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہون تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اس صورت مین اُٹھانا اور قبر کھودنا اُنپر واجب ہوگا اور طاعت پر
اجرت لینی درست نہین کذا فی السراج ولو غسل المیت بغیر نیۃ اجزاہ ای لطہارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال لو وجد میت فی
الماء فلابد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فتح کذا فی الماء بنیۃ الغسل ثلاثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم یسقط وجوبہ
عنہم فتدبرہ اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اُسکے پاک ہوجانے کو نہ واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصون کے ذمہ سے
اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہین بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہے مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہتے پانی مین پایا گیا تو اُسکو تین بار
نہلانا ضرور ہو اسلیے کہ ہمکو حکم ہے میت کے نہلانے کا پس اُس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی مین حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت
بیان کرنا اس بات کا مفید ہے کہ اگر لوگ اُسپر نماز پڑھین بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اُنسے ساقط نہوگا تو اسکو سمجھ
لینا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہ ہے کہ نہلانے مین نیت شرط نہین چنانچہ خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اُنکے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ
اُنکو نیت نہو اور پانی مین مردہ کا ملنا دوسری صورت ہے اسمین بدون نہلانے کے فرض ساقط نہوگا انتہے وفی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لادم علیہ السلام
وقالوا لولدہ ہذہ سنۃ موتاکم اور اختیار مین ہے کہ اصل غسل میت کے باب مین نہلانا فرشتون کا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اور اُنکی اولاد سے یہ کہنا کہ یہ طریق ہے
تمہارے مردون کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شریعت قدیم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہلانے والے کا مکلف ہونا شرط نہین اور اسی وجہ سے
اولاد آدم علیہ السلام نے آپ کے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتون کے غسل پر اکتفا کیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو لم یدر امسلم ام کافر ولا
علامۃ فان فی دارنا غسل وصلے علیہ والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہے یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہین تو اگر اسطرح کا مردہ دار الاسلام
مین ہو تو اُسکو نہلا کر نماز پڑھی جاے اور اگر بے علامت دار الاسلام مین نپایا جاے بلکہ دار الحرب مین ملے تو نہ نہلایا جاے نہ نماز پڑھی جاے ہم بحر الرائق مین
ہے کہ مسلمانون کی علامتین چار ہین اول خضاب دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالون کا مونڈنا لیکن اس زمانہ مین سیاہ لباس
اور خضاب علامت اسلام نہین رہی اور ملک ہندوستان مین مونچھون کا کترانا اور بغل کے بالون کا مونڈنا اور بائین طرف پردہ کا ہونا بھی علامت
مسلمان ہونے کی ہے اختلطوا بنا بکفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم ومحل الدفن مسلمانون کے مردے کافرون مین
ملگئے اور کوئی پہچان نہین تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنے اگر مسلمان زیادہ ہین تو مسلمان قرار دیے جائینگے نماز کے حق مین یعنے اُنپر نماز پڑھی جاوے
اور دعا مین مسلمانون کی نیت کی جاوے اور اگر کافر زیادہ ہون تو نماز کسی پر نہ پڑھی جاوے نہلا کر اور کفن دیکر کفار کے قبرستان مین دفن کیے
جاوین کذا فی شرح الطحطاوی پھر اگر شمار مین برابر ہون تو سب کو غسل دیا جاویگا اور اُنپر نماز پڑھنی اور اُنکے دفن کرنے کی جگہ مین اختلاف ہے

م بعض فقہانے کہاکہ اُنپر نماز نہ پڑھی جاوے کیونکہ آخر بعض مسلمانون پر نماز نہین پڑھی جاتی جیسے راہزن اور باغی ہین اور کافر پہ نماز کسی صورت سے جائز نہین بدلیل ارشاد خداوندی ولا تُصَلِّ علے احدٍ منہم مات ابدًا یعنے اُنمین سے جو مرگیا ہو اُسپر کبھی نماز مت پڑھ اور بعض فقہانے کہاکہ نماز پڑھی جاوے کیونکہ یہان اگر تعیین نہین ہوسکتی تو قصد سے تو عاجزی نہین مسلمانون کا قصد کرکے نماز پڑھ لے شامی نے کہاکہ مذہب باقی تین امامون کا یہی ہی اور یہی بہتر معلوم ہوتا ہی اور محل دفن مین بھی اختلاف ہی بعض نے کہاکہ مسلمانون کے قبرستان مین دفن ہون اور ہندوانی نے کہاکہ اُنکے لیے قبرستان علحدہ بنادیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی مین ہی کذا فی الحموی کدفن ذمیۃ حبلے من مسلم قالوا والاحوط وفنہا علحدۃ ویجعل ظہرہا الے القبلۃ لان وجہ الولد لظہرہا جیسے اختلاف ہی دفن مین اُس ذمی کتابیہ کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہانے فرمایا کہ زیادہ احتیاط ہی اُسکا دفن کرنا علحدہ اور کیجاوے اُسکی پشت قبلہ کیطرف اسوجہ سے کہ بچہ کا مُنھ مان کی پشت کی جانب ہی م یعنے بچہ بسبب تبعیت اپنے باپ کے مسلمان ہی تو دفن مین اُسکا لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح دفن ہو کہ بچہ کا مُنھ قبلہ کی طرف رہے شامی نے کہاکہ اختلاف اُس صورت مین ہی کہ بچہ مین جان پڑگئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنے حمل چار مہینے سے کم کا ہو تو بالاتفاق کفار کے قبرستان مین دفن کی جاوے ماتت بین رجال او ہو بین نساء یممہ المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃ ایک عورت مرگئی درمیان مردون کے یا مرد مرا عورتون مین تو مردہ کو محرم تیمم کراوے یعنے مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کراوے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کراوے اور اگر محرم نہو تو اجنبی ہتھیلی سے تیمم کراوے یعنے اگر مردون مین عورت کا محرم نہو یا عورتون مین مرد کی کوئی محرم نہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم کراوے ویمم الخنثی المشکل لو مراہقا والا فکغیرہ فیغسلہ الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثے مشکل اگر قریب بالغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہو تو وہ مثل اور بچون کے ہی اُسکو مرد خواہ عورتین غسل دیوین یعنے بچہ ہونے کی صورت مین اُسکے اعضا کو حکم برہنگی کا نہین یمم لفقد ماء وصلے علیہ ثم وجد وہ غسلوہ وصلوا ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہونے پانی کے اور اُسپر نماز پڑھی گئی پھر لوگون کو پانی ملا تو مردہ کو نہلاوین اور نماز دوبارہ پڑھین اور ایک قول یہ ہی کہ غسل ندین اور نہ نماز کا اعادہ کرین م بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے مین امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونون چاہئین اور امام صاحب کے نزدیک صرف غسل دیا جاوے نماز کا اعادہ نکیا جاوے اور شرح منیہ مین ہی کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیے نہ نماز بھی جیسے زندہ آدمی پانی نہ ملنے سے تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہین کرتا ایسا ہی یہان بھی چاہیے شامی نے کہاکہ قول راجح موافق اصول کے یہی ہی ویُسَنُّ فے الکفن لہ ازار وقمیص ولفافۃ وتکرہ العمامۃ للمیت فے الاصح مجتبے واستحسنہا المتاخرون للعلماء والاشراف اور مسنون ہی کفن مین مرد کے واسطے تین کپڑے ایک ازار یعنے چادر سر سے لیکر پانٔون تک اور ایک قمیص یعنے کفنی گردن سے لیکر پانٔون تک بدون آستین کے اور ایک پوٹکی چادر اور مکروہ ہی پگڑی میت کے لیے صحیح تر قول مین کذا فے المجتبی اور اچھا جانا ہی اُسکو پچھلے فقہانے علما اور سادات کے واسطے م اصل کفن دینا فرض کفایہ ہی اور تین کپڑون کا کفن مسنون ہی اور محیط مین ہی کہ پگڑی کسی حال مین باندھی نہ جاوے خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہاکہ اصح یہی ہی کہ عمامہ ہر حال مین مکروہ ہی کذا فے الشامی ولا باس بالزیادۃ علے الثلثۃ اور کچھ مضائقہ نہین تین کپڑون سے زیادہ کرنے کا م یہ مسئلہ غایۃ البیان مین مرقوم ہی مگر مجتبے مین ہی کہ زائد کرنا تین سے مکروہ ہی کذا فے الطحطاوی ویحسن الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانہم یتزاورون فیما بینہم ویتفاخرون بحسن اکفانہم ظہیریۃ اور اچھا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے کہ اچھا کرو مردون کے کفنون کو کہ وہ آپس مین ملاقات کرتے ہین اور اپنے کفنون کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہین یعنے خوش ہوتے ہین ہی کفن سے کہ کفن موافق سنت کے ہی کذا فی الظہیریہ م اچھے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہی یعنے جیسے کپڑے جمعہ اور عید مین پہنتا تھا ویسے کا کفن سفید اور ستھرا دینا چاہیے یہ مراد نہین کہ بھاری دام کا ہو کیونکہ اُس سے ابو داؤد وغیرہ کی حدیث مین ممانعت آئی ہی کذا فی الشامی ولہا درع

اے قمیص وازار وخمار ولفافۃ وخرقۃ تربط بہا ثدیاہا وبطنہا اور عورت کے واسطے کفن مین سنون پانچ کپڑے ہین ایک درع یعنے قمیص اور ایک ازار اور ایک اوڑھنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چھاتیان اور پیٹ باندھا جاوے م قہستانی مین درع اور قمیص مین یہ فرق لکھا ہو کہ درع یعنے عورت کی کفنی کا گریبان چھاتی کی طرف ہوتا ہو اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھون کی طرف اور اوڑھنی کی مقدار تین ذراع ہو اور سینہ بند چھاتی سے رانون تک کذا فی الشامی وکفایتہ لہ ازار ولفافۃ فی الاصح ولہا ثوبان وخمار ویکرہ اقل من ذلک اور کفن کفایہ مرد کے واسطے دو چادرین ہین صحیح تر قول مین اور عورت کے واسطے دو کپڑے اور ایک اوڑھنی اور اسقدر سے کمتر کفن بنا باوجود قدرت کے مکروہ ہو م مرد کو دو کپڑے اسلیے کفایت ہوے کہ حالت حیات مین ادنے لباس مرد کا دوہی کپڑے ہوتے ہین اور اسی لیے اگر دو کپڑون مین نماز پڑھیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ مناسب یہ ہو کہ تعین دو کپڑون کی نہ کیجاے یعنے خواہ دو چادرین ہون خواہ کفنی اور چادر ہو کفن کفایہ مین کافی ہونی چاہیے اور عورت کے دو کپڑون کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادرین ہون اس سے معلوم ہوا کہ عدم تعین ہی مناسب ہو شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہو اسلیے سواے اوڑھنی کے دو چادرین ہون تو بہتر ہو کہ اُنسے سر اور گردن بھی رہیگی وکفن الضرورۃ لہما مایوجد واقلہ مایعم البدن وعند الشافعی مایستر العورۃ کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کے لیے وہ ہو جو میسر ہو اور اُسکی کمتر مقدار وہ ہو جو سارے بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اُسکی مقدار اتنی ہو کہ برہنگی کو چھپاوے مثل زندہ کے م کل بدن کے چھپانے کی دلیل مصعب بن عمیر رض کا حال ہو کہ جب وہ احد کی لڑائی مین شہید ہوے تو اُنکے پاس بجز ایک چادر کے اور کچھ نتھا اور وہ اتنی تھی کہ اگر اُس سے اُنکا سر ڈھانکتے تھے تو پانون کھل جاتے تھے اور پانون ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے سر ڈھانکنے کا حکم فرمایا اور پانون کو گھاس سے چھپوا دیا تو اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پانون پر گھاس ڈالنے کا حکم نہوتا کذا فی الطحطاوی تبسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیہا وتقمص ویوضع علے الازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافۃ کذلک لیکون الایمن علے الایسر کفن دینے کی صورت یہ ہو کہ بچھائی جاے اول پوٹ کی چادر پھر اُسپر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہنا کر دوسری چادر پر رکھا جاے اور اُسکا بایان پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹین پھر پوٹ کی چادر اسیطرح کہ اول بائین طرف پھر داہنی طرف مردہ پر لپیٹین تا کہ داہنے جانب بائین کے اوپر رہے وہی تلبس الدرع ویجعل شعرہا ضفیرتین علے صدرہا فوقہ اے الدرع والخمار فوقہ اے الشعر تحت اللفافۃ ثم یفعل کمامر اور عورت کو کفنی پہنا کر اُسکے بال دو حصے کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھدیے جائین اور بالون کے اوپر اور چادرون کے نیچے اوڑھنی کیجاے پھر کیا جاے جیسا گذرا یعنی ہر ایک چادر جدا جدا اُسپر لپیٹی جاے اسطرح کہ بائین جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر م شارح نے سینہ بند کو ذکر نہین کیا کہ کہان ہونا چاہیے سو بحر الرائق مین تو یہ لکھا ہو کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیے تا کہ کفن کھلنے نپاے اور جوہرہ مین یہ ہو کہ اول ازار لپیٹین اُسکے اوپر سینہ بند باندھین اُسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹین اور یہی ظاہر ہو کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشارہ اور کفن باندھ دیا جاوے اگر خوف ہو اُسکے کھلجانیکا وخنثی مشکل کامراۃ فیہ اے الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب مین مثل عورت کے ہو یعنے احتیاطا اُسکو پانچ کپڑے کا کفن دیا جاوے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بھی زیادتی کا کچھ مضائقہ نہین مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اُسکو ندیا جاے کذا فی الشامی

والمحرم کالحلال والمراہق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہو یعنے اُسکا سر ڈھانکا جاوے اور اُسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ کے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑون کا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراہق اذا کفن فی واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے مین تو درست ہو م حلیہ مین ہو کہ جو بچہ حد شہوت کو نہ پہونچا ہو اُسکے لیے سب سے بہتر یہ ہو کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر فقط دو کپڑون کا کفن دیا جاے تب بھی اچھا ہو اور ایک کا دیا جاے تو درست ہو کذا فی الشامی والسقط یلف ولایکفن کالعضو من المیت اور پیٹ کا گرا بچہ ایک

کپڑے مین لپیٹا جاوے اور کفن مسنون اسکو ندیا جاے جیسے میت کا عضوا گر پڑا ملے تو اسکو بھی کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون کی رعایت نہ کیجاے اور یہی حال اُس بچے کا ہی جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی **وآدمیٌ منبوش طرے لم یتفسخ یکفن کالذی لم یُدفن مرۃ بعد اخرے** اور جس آدمی مردہ کا کفن اُتار لیا گیا ہو اور وہ تازہ مرا ہو یعنے پھٹا نہو اسکو کفن دیا جاے مثل اُس شخص کے کہ دفن نہ کیا گیا ہو یعنے تین کپڑون کا کفن اُسکو دینا چاہیے ہر دفعہ مین ہم اگر ایکبار کا کفن کسی نے چورالیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری جاے تو سہ بارہ دین اور علی ہذا القیاس جب تک وہ مردہ پھٹے نہین تب تک کفن دیتے جائین اُسکے خاص مال سے اور اگر اُسکا مال وارثون مین بٹ گیا ہو تو اُنسے مقدار کفن واپس لیا جاے کذا فی الشامی **وان تفسخ کفن فے ثوب واحدٍ** اور اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اسکو ایک کپڑے مین کفن دیا جاے ہم اور یہی حال کافر مردہ کا ہی کہ اگر اُسکا کوئی محرم مسلمان ہو تو اسکو نہلا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع والے ہنا صار المکفنون احد عشر والثانی عشر الشہید ذکرہا فے المجتبے اور یہانتک کفن والے شخص گیارہ ہوے اور بارھوان شہید ہی ذکر کیا ہی انکو مجتبے مین ہم یعنے پانچ تن مین مذکور کیے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثی مشکل چہارم جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازہ مرا ہو پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے چھ بیان کیے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم بچہ غیر بالغ ششم پیٹ کا گرا بچہ یہ گیارہ ہوے اور شامی نے دو اور زیادہ کیے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہوا اور کافر مردہ تو انکو ملا کر تیرہ ہوے اور شہید کے ساتھ چودہ ہوتے ہین **ولا باس فے الکفن ببرد وکتان وفے النساء بحریر ومزعفر ومعصفر لجوازہ بکل مایجوز لبسہ حال الحیوۃ واحبہ البیاض او ما کان یصلے فیہ** اور مضائقہ نہین کفن مین یمنی چادرون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور کسم کے رنگے ہوے کا بسبب درست ہونے کفن کے اُس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز ہی اور سب سے بہتر کفن سفید ہی یا وہ رنگ جسمین مردہ نماز پڑھا کرتا تھا **وکفن من لا مال لہ علی من یجب علیہ نفقتہ وان تعددوا فعلے قدر میراثہم** اور جس مردے کا کچھ مال نہو اُسکا کفن اُس شخص پر واجب ہی جسپر اُس مرے کا نفقہ واجب ہی اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو کفن اُنپر حصہ رسد موافق اُنکی میراث کے ہوگا یعنے جسطرح اُنپر نفقہ واجب ہی اُسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی **واختلف فے الزوج والفتوے علی وجوب کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیہ ورجحہ فے البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتہا** اور اسمین اختلاف ہی کہ شوہر پر اُسکی زوجہ کا کفن واجب ہی یا نہین اور فتوے شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہی امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیہ اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہی اسلیے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہی ہم اس باب مین فتوے مختلف ہی تجنیس اور شرح مجمع مین ہی کہ اگر عورت کا مال ہو تو کفن زوج پر ہی اور اسی پر فتوے ہی اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہی اُسمین یہ ہی کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اُسپر اُسکا کفن واجب ہی اور اسی پر فتوی ہی اور خانیہ مین بلا قید فتوے مذکور ہی یعنے عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورت مین اُسکا کفن شوہر پر واجب ہی اور اصل اسمین یہ ہی کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کے لیے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہی اُسی پر وفات کے بعد کفن کے لیے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصرًا **وان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففے بیت المال فان لم یکن بیت المال معمورًا او منتظمًا فعلے المسلمین تکفینہ** فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شیٔ رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبے وظاہرہ انہ لا یجب علیہم الا سوال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ اور اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال مین ہوگا اور اگر بیت المال مین روپیہ یا جنس نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہو یعنے جن مصارف مین اُسکا صرف ہونا چاہیے اُسمین صرف نہوتا ہو تو کفن مسلمانون پر واجب ہوگا یعنے جنکو مردہ کا حال معلوم ہوگا اُنپر کفن دینا اُسکا واجب ہوگا اور اگر اُنسے بسبب مفلسی کے نہو سکے تو وہ مالدار آدمیون سے اُسکے لیے کپڑا مانگین پھر اگر اُس کپڑے

سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دینے والے کو واپس کر دین اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہ کپڑا دیا تھا اور اگر معلوم نہو یا وہ واپس نہ لے تو اُس باقی کپڑے سے
اس مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دین اور اگر کوئی اور مردہ اس طرح کا نہ ملے تو اس کپڑے کو خیرات کر دین کذا فی المجتبی اور ثوبا کہنے سے بظاہر
معلوم ہوتا ہے کہ واقف کارون پر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہے نہ کفن کفایت کا طحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہے اگر واقف کار زندگی
تو سب گناہگار ہونگے ولو کان نے مکان لیس فیہ الا واحد وذلک الواحد لیس لہ الا ثوب لا یلزمہ تکفینہ بہ اور اگر مردہ ایسی جگہ ہو جسمین صرف ایک
شخص ہو اور اُس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے دوسرا نہو تو اُسپر لازم نہین کفن دینا اُس مردہ کا اُس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے
ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن احسان کرنے والے کی ملک سے خارج نہین ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کھا جاوے تو اُسکا کفن اصل
مالک کو پہونچیگا مردہ کا وارث نہین پاسکتا کذا فی الشامی والصلوۃ علیہ صفتہا فرض کفایۃ بالاجماع فیکفر منکرہا لانہ انکر الاجماع فتنبہ کدفنہ
وغسلہ وتجہیزہ فانہا فرض کفایۃ اور جنازہ کی نماز کا حال یہ ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اُسکا انکار کرنے والا اسلیے کہ اُسنے انکار
کیا اُس امر کا جو اجماع سے ثابت ہے تو آگاہ رہنا جیسے مردہ کا دفن کرنا اور اُسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہ چیزین بھی فرض کفایہ ہین م شارح و
ماتن نے نماز کی صفت اور شرطین اور رکن اور سنتین اور اُسکی کیفیت اور اُسکے لیے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا مگر سبب وجوب اور وقت اور مفسد
کا ذکر نہین کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مسلمان مردہ ہے اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہے اور جو چیز اور نمازون کی مفسد ہے وہی اس
نماز کی مفسد ہے بجز عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہین اور مکروہ وقتون مین یہ نماز مکروہ ہے اور اگر امام اسمین بے وضو ہو جاوے تو
اُسکو خلیفہ کرنا درست ہے کذا فی الشامی وشرطہا ستۃ اسلام المیت وطہارتہ مالم یہل علیہ التراب فیصلے علی قبرہ بلا غسل وان صلے علیہ اولا استحسانا
اور شرطین نماز جنازہ کی چھ ہین اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اُسکا پاک ہونا یعنی اُسکے بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اُسوقت تک
شرط ہے کہ اُسکو مٹی نہ دیجاے اور مٹی دینے کے بعد اُسکی قبر پر نماز پڑھی جاے بدون غسل کے اگرچہ پیشتر نماز پڑھی گئی ہو قبر پر نماز پڑھنا بوجہ استحسان کے ہے
م وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت کے اسلیے جائز نہوئی اور اب دفن کر دینے کے سبب سے طہارت
متعذر ہے اسلیے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ الطہارۃ من النجاسۃ فی ثوب وبدن ومکان وستر العورۃ شرط فی حق المیت
والامام جمیعا فلو ام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا اور قنیہ مین ہے کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپانا برہنگی کا
شرط ہے میت اور امام دونون کے حق مین پس اگر امام ہوا بدون طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہون تو نماز پھر پڑھی جاوے اور اُسکے
عکس مین یعنے مقتدی بے وضو ہون اور امام وضو سے اعادہ نکیا جاے اسلیے کہ صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اور
پہلی صورت مین امام کی نماز پر اورون کی نماز مبنی تھی جب اُسکی نہوئی تو کسی کی نہوئی م طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہے اگر مردہ
چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہے اور کپڑے اور بدن ابتدا مین پاک ہونا شرط ہے تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن
ناپاک ہو جاے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاے تو دفع حرج کے لیے یہ نجاست مانع نماز نہین ہان اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز
درست نہوگی کذا فی الطحطاوی کما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ مین اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ
نکیا جاے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے تو اگر عورت امام ہوگی
مردکی تو مرد کی نماز نہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا وبقی من الشروط بلوغ الامام تامل وشرطہا حضورہ ووضعہ وکونہ ہو او اکثرہ
امام المصلے وکونہ للقبلۃ اور باقی رہا شرطون مین سے بالغ ہونا امام کا اسکو سوچ لے یعنی یہ تیسری شرط ہے اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہے اور پانچوین

شرط مردہ کا رکھا جانا ہو زمین پر خواہ ہاتھون پر زمین سے قریب کذا فی الطحطاوی اور چھٹی شرط یہ ہو کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنے ہو قبلہ کیجانب م
اگر مردہ کی ستر عورت اور قبلہ کیطرف ہونے کو جدا شرط ٹھہرایا جاے تو شرطین آٹھ ہو جائینگی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ کرو تو دس ہونگی

سامنے ہونا مردہ کا امام کے حق مین شرط ہی جبکہ مردہ ایک ہو اور اگر زیادہ ہون تو سب کا سامنے ہونا شرط نہین ایک کا ہونا کافی ہی کذا فی الشامی فلا

تصح علی غائب ومحمول علی نحو دابۃ وموضوع خلفہ لانہ کالامام من وجہ دون وجہ لصحتہا علی الصبی پس نہین درست ہی نماز اوپر مردہ غائب کے
بسبب نہ پائے جانے شرط موجودگی کے اور نہ اُسپر جو اُٹھایا ہو مثل سواری پر یعنے کسی گاڑی یا جانور یا لوگون کے مونڈھون پر ہو بسبب نہ پائے جانے
شرط رکھے جانے کے زمین پر اور نہ اُسپر جو رکھا ہوا ہو نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام کے ہی ایک طرح سے نہ دوسری سے بسبب صحیح ہونے نماز کے لڑکے
پر م یعنے اس لحاظ سے کہ مردہ کا پاک ہونا اور مسلمان ہونا اور قبلہ کیطرف ہونا اور ستر عورت شرط ہی مردہ مثل امام کے ہی اور ہر وجہ سے امام نہین کیونکہ اگر ہر وجہ
سے امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہوتی اسلیے کہ لڑکا قابل امام ہونے کے نہین طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہین اور
طہارت کی شرط سے معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر درست نہین اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہین اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ
لڑکے کی امامت درست نہین وصلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ اور نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر لغوی ہی یا خاص
ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے م یعنے یا تو صلوٰۃ کے معنے صرف دعا کے لیے جائین یا یہ نماز غائب پر آپ کے خواص سے ہی نجاشی بکسر نون
و فتح جیم بلا تشدید و یا مخففہ حبشہ کا بادشاہ جسکا نام اصحمہ تھا اُسکی خبر مرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپ نے اصحاب کو خبر دی
اور اُنکے ساتھ اُسپر نماز پڑھی شامی نے کہا کہ لغوی معنے لینے بعید ہین بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خواص سے کہا جاے یا یہ کہ جنازہ آپ کے سامنے
کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہون اور دوسرون کو نظر نہ آتا ہو وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین واساؤا ان تعمدوا اور نماز جنازہ درست ہی اگر
لوگون نے سر کو ٹانگون کی جگہ رکھدیا ہو اور اُنھون نے برا کیا اگر دانستہ جنازہ کو اُلٹا رکھا یعنے سر جنازہ کا امام کے دہنے ہاتھ چاہیے اگر بائین ہاتھ رکھکر
پڑھینگے تو مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی ولو اخطأوا القبلۃ صحت ان تحروا والا لافتتاح السعادۃ اور اگر چوک گئے قبلہ کو یعنے اور طرف کو نماز جنازہ
پڑھی تو درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہوگی اور اگر بلا اٹکل پڑھی ہوگی تو درست نہوگی کیونکہ اشتباہ قبلہ کیصورت مین اٹکل کرنا فرض ہی ورکنہا
شیئان التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لا شرط فلذا لم یجز بناء اخری علیہا والقیام فلم تجز قاعدا بلا عذر اور نماز جنازہ کے رکن دو چیزین
ہین اول چارون تکبیرین دوم کھڑا ہونا شارح نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بھی رکن ہی شرط نہین اور اسی وجہ سے جائز
نہین دوسرے تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کھڑا ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹھکر بدون عذر کے صحیح نہوگی م پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ امام
نے اول اللہ اکبر کہا پھر اس تکبیر سے نیت دوسرے اللہ اکبر کی بھی کر لی تو نماز صحیح نہوگی کیونکہ اس صورت مین صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہیگا اور یہ جائز

نہین کذا فی الطحطاوی وسنتہا ثلث التحمید والثناء والدعاء فیہا ذکرہ الزاہدی وغیرہ وما فہمہ الکمال من ان الدعاء رکن والتکبیرۃ الاولی شرط

ردہ فی البحر بتصریحہم بخلافہ اور سنتین اس نماز کی تین ہین حمد و ثنا کرنا اور نماز مین دعا کرنا ذکر کیا ہی اُسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھ کمال الدین محقق
نے سمجھا ہی کہ دعا رکن ہی اور تکبیر اولی شرط ہی اُسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی بسبب تصریح کرنے فقہا کے اُسکے خلاف پر م شارح کے قول سے معلوم ہوتا
ہی کہ ثنا اور چیز ہی اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا کہ سبحانک اللہم وبحمدک کہے اس سے معلوم ہوا کہ دونون سے مراد ایک ہی
چیز ہی تو مناسب تھا کہ یون ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہی اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہی اسلیے کمال نے دعا کو رکن کہا اور
تکبیر اولی کو تحریمہ کے واسطے ہونے کی وجہ سے شرط کہا بحر الرائق مین کہا کہ یہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہی چنانچہ محیط مین مصرح ہی کہ دعا

سنت ہی اور سب فقہا کہتے ہین کہ نماز جنازہ مین مسبوق لگاتار تکبیرین کہلے درود و دعا کو ترک کرکے اگر دعا رکن ہوتی تو مسبوق اُسکو کس طرح
ترک کرتا اور تکبیر اولی اگر شرط ہوتی تو دوسری تکبیر کی بنا اُسپر ناجائز کیون ہوتی شامی نے کہا کہ شارح باب شروط الصلوٰۃ مین میت کے لیے دعا کرنا
نمازی پر واجب کہہ چکا ہی تو اُس سے معلوم ہوا کہ کمال کا قول دعا کے باب مین درست ہی اور تکبیر اولے کے باب مین قول فصیل یہ ہی کہ من وجہ شرط ہی
اور من وجہ رکن انتہے وہی فرض علے کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق فلا یغسلون ولا یصلے علیہم اذا قتلوا فے الحرب ولو بعدہ
صلے علیہم لانہ حد او قصاص وکذا اہل عصبۃ ومکابر فے مصر لیلا بسلاح وخناق خنق غیر مرۃ فحکمہم کالبغاۃ اور نماز جنازہ فرض ہی ہر مسلمان پر
جو مر جاوے سوا چار شخصون کے اول قوم باغی جو امام کی اطاعت سے خارج ہو جاوین دوم راہزن کہ نہ نہلائے جاوین اور نہ اُنپر نماز پڑھی جاوے
جبکہ لڑائی مین مارے جاوین اور اگر بعد وقت جنگ کے مارے جاوین تو اُنپر نماز پڑھی جاوے اسلیے کہ یہ قتل یا حد ہی یا قصاص اور جو شخص حد یا
قصاص مین مارا جاتا ہی تو نہلایا جاتا ہی اور نماز پڑھی جاتی ہی شامی نے کہا کہ اگر یہ لوگ اپنی موت سے مرین گرفتار ہونے سے پیشتر یا بعد تب
بھی نماز پڑھی جاویگی اور شل باغیون کے ہین اہل عصبہ جو اپنی قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کرین اور تیسرا شخص مکابر ہی شہر مین رات کو ہتھیار سے
اور چوتھا گلا گھونٹنے والا جسنے کئی بار گلا گھونٹا ہو تو اگر اہل عصبہ اعانت کرنے مین اور مکابر اور گلا گھونٹنے والا مقابلے مین مارا جاوے تو اُنکا حکم مثل
باغیون کے ہی اُنپر نماز نہ پڑھی جاوے م مکابر وہ شخص ہی کہ کسی جگہ مین کھڑا ہو جاوے اور جو اُس طرف کو نکلے اُسکا مال چھین لے کذا فی الشامی من قتل
نفسہ ولو عمدا یغسل ویصلے علیہ بہ یفتے وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ ورجح الکمال قول الثانی بما فے مسلم انہ علیہ السلام اتی برجل
قتل نفسہ فلم یصل علیہ جو شخص کہ اپنے آپ کو قتل کرے اگرچہ جان بوجھ کر ہو تو وہ نہلایا جاوے اور اُسپر نماز پڑھی جاوے اسی پر فتوی ہی اگرچہ
قاتل اپنے نفس کا زیادہ گنہگار ہی بہ نسبت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی کمال نے امام ابو یوسف کے قول کو اُس روایت سے جو صحیح مسلم مین ہی کہ
ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لایا گیا جسنے خودکشی کی تھی تو آپ نے اُسپر نماز نہ پڑھی م امام ابو یوسف رح کا قول ہی کہ اپنے
نفس کے قاتل کو نہلایا جاوے اور نماز نہ پڑھی جاوے اور اسی کو کمال الدین نے راجح کہا ہی بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث مین کوئی
دلالت اس بات کی نہین کہ اُسپر کسی نے نماز نہ پڑھی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑھی تو شاید زجر و توبیخ کے لیے ہو جیسے مقروض پر نہین
پڑھی تھی غرضکہ اس مسئلہ مین تصحیح مختلف ہی لا یصلے علے قاتل احد ابویہ اہانۃ لہ والحقہ فے النہر بالبغاۃ اور جس نے اپنے والدین مین سے ایک کو
مار ڈالا ہو اُسپر نماز نہ پڑھی جاوے اُسکی اہانت کے واسطے اور لاحق کیا ہی اسکو نہر الفائق مین باغیون کے ساتھ یہ قاتل پانچوان شخص نہین ہین
چارون مین داخل ہی جو اوپر مذکور ہوے کذا فی الطحطاوی وہی اربع تکبیرات کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ یرفع یدیہ فی الاولے فقط وقال ائمۃ بلخ
فے کلہا ویثنی بعدہا وہو سبحانک اللہم وبحمدک ویصلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم کما فے التشہد بعد الثانیۃ لان تقدیمہا سنۃ الدعاء ویدعو بعد
الثالثۃ بامور الاخرۃ والماثور اولے اور نماز جنازہ چار تکبیرین ہین ہر تکبیر قائم مقام ایک رکعت کے ہی اُٹھاوے دونون ہاتھ اپنے فقط پہلے بار
اللہ اکبر کہنے مین اور بلخ کے فقہا نے کہا کہ سب تکبیرون مین ہاتھ کانون تک اُٹھاوے اور ائمہ ثلٰثہ کا یہی قول ہی اور ایک روایت امام اعظم سے بھی ہی مگر
قول اول ظاہر الروایت ہی کذا فی الشامی اور بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑھے اور ثنا یہ ہی سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثناءک ولا الہ غیرک
پھر دوسری تکبیر کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے دوسری تکبیر کے بعد جیسے التحیات مین یعنے وہ درود پڑھنا چاہیے جو التحیات مین
پڑھتے ہین اسلیے کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت ہی اور دعا مانگے بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث مین ہی بہتر ہی م دعا حدیث کی یہ ہی
(اللہم اغفر لحینا ومیتنا وشاہدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللہم من احییتہ منا فاحیہ علے الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علے الایمان) اور عوف

بعض نسخون مین فلا یغسلوا بدون نون کے ہی طحطاوی نے کہا کہ صحیح نون کے ساتھ ۱۲ ع

قصاص اُس صورت مین ہوگا کہ حد ساقط ہو مثلاً کوئی شخص رہزنی اپنے محرم پر کرے ۱۲

بن مالک رضؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر یہ دعا پڑھی اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم منزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر وعذاب النار کذا فی الطحطاوی تو اگر نمازی ان دونون کو پڑھ لے تو بہت اچھا ہو اور جسکو دعاے حدیث یاد نہو وہ یون کہے اللّٰھم اغفرلنا ولوالدینا ولہ وللمومنین والمومنات کذا فی المنح وقدم فیہ الاسلام مع انہ الایمان لانہ منبی عن الانقیاد فکانہ دعا فی حال الحیوۃ بالایمان والانقیاد واما فی حال الوفاۃ فالانقیاد وھو العمل غیر موجود اور مقدم کیا گیا دعاے حدیث مین اسلام ایمان پر باوجودیکہ اسلام ایمان ہی اسلیے کہ اسلام خبر دیتا ہی فرمان برداری سے تو گویا حالت حیات مین دعا ایمان اور انقیاد دونون کی ہو اور حالت موت مین فرمانبرداری موجود نہین ہم اسلام کے معنی ایک شرعی ہین اور ایک لغوی شرعی معنے اسلام کے اور ایمان کے ایک ہین اور لغت مین اسلام فرمانبرداری کو کہتے ہین تو شارح حکمت اسلام کے مقدم کرنے کی بیان کرتا ہو کہ زندگی مین اسلام کی دعا اسلیے ہوئی کہ حالت حیات کو دونون معنے سے مناسبت ہو اور حالت موت مین چونکہ بجز تصدیق قلبی کے عمل ممکن نہین اسلیے اُسوقت مین ایمان کی درخواست مناسب ہوئی کذا فی الشامی مختصراً ویسلم بلا دعاء بعد الرابعۃ تسلیمتین ناویا المیت مع القوم اور سلام پھیرے بعد چوتھی تکبیر کے بدون دعا کے دو سلام یعنے داہنی اور بائین طرف نیت کرنے والا مردہ کو مع مقتدیون کے ہم خانیہ مین کہا کہ سلام مین مردہ کی نیت نکرے کیونکہ مردہ مخاطب سلام کا نہین ہو سکتا لیکن خیر الدین رملی نے کہا کہ نیت کرے اسلیے کہ آخر قبرستان مین السلام علیکم کہتے ہی ہین پھر کیا وجہ کہ مردہ مخاطب سلام کا نہو کذا فی الشامی ویسر الکل الا التکبیر زیلعی وغیرہ لکن فی البدائع العمل فی زماننا علی الجہر بالتسلیم وفی جواہر الفتاوی یجہر بواحدۃ اور ان سب باتون کو آہستہ پڑھے سوا اللہ اکبر کہنے کے ایسا ہی زیلعی وغیرہ مین لیکن بدائع مین ہو کہ عمل ہمارے زمانے مین اسپر ہو کہ سلام پکار کر کہتے ہین اور جواہر الفتاوے مین ہو کہ ایک سلام کو پکار کر کہے یعنے دوسرے کو آہستہ کہے ولا قراءۃ ولا تشہد فیہا وعین الشافعی رح الفاتحۃ فی الاولی وجوز عندنا بنیۃ الدعاء ویکرہ بنیۃ القراءۃ لعدم ثبوتہا فیہا عنہ علیہ السلام اور نماز جنازہ مین نہ قراءت قرآن ہو نہ التحیات اور معین کیا ہو امام شافعی رضؓ نے الحمد کو بعد تکبیر اولے کے اور جائز ہی ہمارے نزدیک الحمد پڑھنا دعا کی نیت سے بعد تکبیر اولے کے اور اس صورت مین قائم مقام ثنا کے ہو جائیگی اور مکروہ تحریمی ہو قراءت کی نیت سے الحمد کا پڑھنا بسبب نہ ثابت ہونے قراءت الحمد کے نماز جنازہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وافضل صفوفہا اخرہا اظہارا للتواضع اور نماز جنازہ کی سب صفون مین بہتر پچھلی صف ہی بسبب ظاہر کرنے تواضع کے ہم یعنے پچھلی صف مین انکسار زیادہ پایا جاتا ہو تو عجب نہین کہ مردہ کے باب مین قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہو جاے کذا فی الطحطاوی ولو کبر امامہ خمسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث الموتم حتے یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی ہذا اذا سمع من الامام ولو من المبلغ تابعہ وینوی الافتتاح بکل تکبیرۃ وکذا فی العید اور اگر نمازی کا امام پانچ تکبیرین نماز جنازہ مین کہے تو وہ امام کی متابعت نکرے اسلیے کہ پانچوین بار اللہ اکبر کہنا منسوخ ہو تو مقتدی ٹھہر جاے یہانتک کہ امام کے ساتھ سلام پھیرے جب امام سلام پھیرے اسی پر فتوے ہو یہ حکم اس صورت مین ہو کہ مقتدی تکبیر امام کی سنے اور اگر مکبر سے سنے تو اسکی متابعت کرے اور ہر تکبیر سے شروع کی تکبیر نیت کرے اور یہی حال عید مین ہو کہ اگر امام سے تکبیرین سنے تو بعد چھ تکبیرون کے متابعت نکرے اور اگر مکبر سے سنے تو اُسقدر آپ کہے ہم یعنے ممکن ہو کہ مکبر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے کمبر کی دو ایک تکبیر کے بعد اللہ اکبر کہا ہو اسلیے ہر تکبیر پر نیت شروع کی کر لے تاکہ امام سے پہلے تکبیر نہ واقع ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانچ بار تکبیر کہنا منسوخ ہو اسکی وجہ یہ ہو کہ زیلعی نے کہا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر چار تکبیرین کہین اور پھر وفات شریف تک چار ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ جن احادیث مین پانچ یا سات یا نو تکبیرین مذکور ہین وہ آپ کے آخر فعل سے منسوخ ہین کذا فی الطحطاوی ولا یستغفر فیہا لصبی ومجنون ومعتوہ لعدم تکلیفہم

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجاے نماز جنازہ مین لڑکے اور دیوانہ اور بے عقل کے لیے بسبب نہ مکلف ہونے ان لوگون کے م شامی نے کہا کہ مجنون اور معتوہ
سے وہ مراد ہین جو اصلی ہون یعنے موت تک اُنکے ہوش وعقل درست نہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونے کے دیوانہ یا بے عقل ہوا ہو تو اُسکے گناہ
دیوانگی یا بے عقلی سے ساقط نہین ہونگے اُنکے لیے مغفرت مانگی جاے **بل یقول بعد دعاء البالغین اللھم اجعلہ لنا فرطا** بفتحتین اے سابقا الی الحوض
لیہی الماء وھو دعاء لہ ایضا بتقدمہ فی الخیر لا سیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لھما ثواب التعلیم **و اجعلہ ذخرا** بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ **وشافعا**
مشفعا مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے عوض دعا بالغون کے الٰہی کر اُسکو ہمارا فرط اور کر اُسکو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے
کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ را مہملہ سے بمعنے آگے بڑھنے والا حوض کوثر پر تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم بمعنے ذخیرہ ہی اور مشفع بصیغہ مفعول
باب تفعیل بمعنے مقبول الشفاعت ہی اور یہ دعا لڑکے کے لیے بھی ہی واسطے آگے بڑھجانے لڑکے کے خیر کی طرف خصوص اُس صورت مین کہ فقہا نے کہا ہی
کہ لڑکے کی نیکیان لڑکے ہی کو ملتی ہین نہ اُسکے ماں باپ کو بلکہ ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوتا ہی م یہ جوا ؎ اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لیے ہوتی ہی اس دعا
مین میت کا نفع کچھ نہین بلکہ نفع ماں باپ یا نمازیون کا ہی حاصل جواب یہ ہی کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پہونچیگا تو اسمین
اُسکے لیے دعا ہی آگے بڑھنے کی دوسرے یہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہی تو اس صورت مین بھی دعا اُسکے لیے مفید ہوگی
اور یہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کے کہا سو صحیح نہین بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہی جو کسی کسی نسخے مین پایا جاتا ہی یعنے بجاے دعاء بالغین کے یہ
دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہی اور شیخ اسماعیل نے ذکر کیا کہ مقتضاے متون اور فتاوے کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی
یہ ہی کہ صغیر پر دعاء بالغین نہ پڑھی جاے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوے پھر یہ دعا ہدایہ اور کنز مین اسطرح ہی اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا واجعلہ لنا
ذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدل دے یعنے اجعلہ کی جگہ اجعلھا چارون جگہ کہے اور آخر مین شافعۃ ومشفعۃ کہے کذا فی الشامی
ویقوم الامام ندبا بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمراۃ لانہ محل الایمان والشفاعۃ لاجلہ اور کھڑا ہووے امام براہ استحباب مقابل سینہ
میت کے ہر حال مین مرد اور عورت کے لیے اسلیے کہ سینہ جگہ ہی ایمان کی اور شفاعت نمازیون کے مردے کے لیے اُسکے ایمان ہی کے سبب سے ہی والمسبوق
ببعض التکبیرات لا یکبر فی الحال **بل ینظر تکبیر الامام لیکبر معہ** للافتتاح لما مر ان کل تکبیرۃ کرکعۃ والمسبوق لا یبدء بما فاتہ اور جسکو کچھ تکبیرین
امام کے ساتھ نہ ملی ہون یعنے اگر پیچھے شریک ہوا ہو وہ اُسیوقت تکبیر نہ کہے یا کہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تا کہ اُسکی تکبیر کے ساتھ شروع
کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر گذر چکا ہی کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہی اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتون سے شروع نہین کیا کرتا م یعنے اگر مسبوق کو
ایک دو رکعت رہجاتی ہین تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہی اسی طرح نماز جنازہ کی مسبوق کو تکبیرین پیشتر نہ کہنی چاہیئین امام کے سلام
کے بعد کہنی چاہیئین اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہو گیا تو شروع درست ہوگا مگر یہ تکبیر معتبر نہ ہوگی بعد سلام کے
اُسکو پھر سے کہے کذا فی الطحطاوی **وقال ابو یوسف** رح **یکبر حین یحضر** اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہی کہ جب مقتدی حاضر ہوا اُسی وقت تکبیر
کہے م صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نہ کہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے
اُسوقت اللہ اکبر کہہ کے شریک ہو اور ایک تکبیر اُسکو فوت ہوگئی بعد سلام امام کے اُسکو کہے ادا امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہ شخص
آیا اسی وقت تکبیر تحریمہ کہکر شریک ہو جاے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہے اس صورت مین مسبوق نہوگا کذا فی الشامی **کما لا ینتظر الحاضر فی**
حال التحریمۃ بل یکبر اتفاقا للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کے وقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور
ابو یوسف رح کے اسلیے کہ وہ شخص مثل مدرک کے ہی یعنی ایک شخص امام کے تحریمہ کیوقت موجود ہی مگر اُسکے ساتھ تکبیر تحریمہ نہین کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار نکرے

نکرے اُسی وقت تحریمہ کہکر شریک ہوجاے اسلیے کہ تحریمہ کے وقت موجود ہونے کے باعث وہ مدرک کے مانند ہوگیا گویا امام کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہا تم یکبران مافاتہا بعد الفراغ نسقا بلا دعاء ان خشیار فع المیت علی الاعناق پھر مسبوق اور موجود شخص تکبیر کہین جسقدر انکو فوت ہوجاین بعد فارغ ہونے امام کے پیہم بدون دعا کے اگر خوف کرین میت کے اُٹھائے جانے کا گردنون پر موجود شخص سے فوت ہونے کی صورت یہ ہو کہ مثلاً امام نے دو تکبیرین کہ لین اور یہ شخص شریک نہوا تیسری مین شریک ہوا تو دو تکبیرین باقی بعد سلام کے کہے اور اوپر بیان ہوچکا کہ موجود شخص اگر تکبیر اول امام کے ساتھ نکہے اُسکے پیچھے کہے تو اُس سے کچھ فوت نہوگا کذافی الشامی وما فی المجتبی من ان المدرک یکبر الکل للحال فشاذ نہر اور مجتبے مین جو یہ ہو کہ مدرک یعنے موجود وقت تحریمہ کے کل تکبیرین فوت شدہ اُسی وقت کہ لے تو یہ خلاف قیاس ہو کذافی النہر مجتبے مین ہو کہ اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص موجود تھا شریک نہوا یہانتک کہ دوسری تکبیر کہی تو یہ شخص تکبیر دوم مین امام کا شریک ہوجاے اور پہلی تکبیر کو اسی وقت کہ لے اسی طرح اگر دوسری اور تیسری مین شریک نہو تو چوتھی مین شریک ہوکر فوت شدہ کو اُسی وقت کہ لے شارح نے کہا کہ یہ قول مخالف تصریح فقہا کے ہو اکثر نے یہی کہا ہو کہ بعد سلام کے کہے کذافی الشامی فلو جاء المسبوق بعد تکبیرۃ الامام الرابعۃ فاتتہ الصلوۃ لتعذر الدخول فی تکبیرۃ الامام وعند ابی یوسف یدخل لبقاء التحریمۃ فاذا سلم الامام کبر ثلثا کما فی الحاضر وعلیہ الفتوے ذکرہ الحلبی وغیرہ پس اگر مسبوق بعد امام کے چوتھی تکبیر کے آیا تو طرفین کے نزدیک اُسکی نماز فوت ہوگئی بسبب متعذر ہونے شرکت کے امام کی تکبیرین اور ابو یوسف کے نزدیک نماز مین داخل ہوجاے بسبب باقی رہنے تحریمہ کے اور جب امام سلام پھیرلے تو تین تکبیرین کہ لے جیسے موجود شخص کہ چوتھی تکبیر تک امام کا شریک نہوا اور بعد چوتھی کے شریک ہوجاوے تو سلام کے بعد تین تکبیرین کہتا ہو بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف پر فتوے ہو ذکر کیا ہو اسکو حلبی وغیرہ نے م یعنے طرفین کے نزدیک مسبوق کو انتظار امام کی تکبیر کا کرنا چاہیے تب شریک ہوسکتا ہو اور چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی تکبیر باقی نہین اسلیے اُسکی شرکت نہین ہوسکتی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ قبل سلام تحریمہ باقی ہو اسلیے شریک ہوسکتا ہو کذافی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز اور جبکہ کئی جنازے مجتمع ہوجاین تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑھنا بہتر ہو بہ نسبت سب پر ایک ساتھ نماز پڑھنے کے اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہو یعنے اول سب سے افضل پر نماز پڑھے پھر اُس سے کم فضیلت والے پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کرے یعنے سب پر ایک ہی نماز پڑھے تو درست ہو ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلہم وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحدا خلف واحد بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلہا درجا فحسن لحصول المقصود پھر اگر چاہے تو ایک ساتھ نماز پڑھنے کی صورت مین سب جنازون کو ایک صف کردے اسطرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤن کی طرف ہو اور امام کھڑا ہو اُس شخص کے سینے کے مقابل جو اُن سب مین افضل ہو اور اگر چاہے تو انکو قبلہ کیجانب ایک دوسرے کے پیچھے رکھکر صف بنادے اسطرح کہ ہر جنازے کا سینہ امام کے مقابل رہے تاکہ امام سب کے سینے کے مقابل کھڑا ہو اور اگر اس صورت مین زینے کیطرح صف کرے یعنے ایک کا دوسرے سے کچھ نیچے کرے اسطرح کہ ہر جنازہ بنسبت پہلے کے تھوڑا سا بائین طرف کو رہے تو بہتر ہی بسبب حاصل ہونے مقصود کے م طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود تینون کیفیتون کی علت ہو کہ جسطرح چاہے پڑھے مطلب سب مین حاصل ہو وراعی الترتیب المعہود خلفہ حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل ما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراہقۃ والصبی الحر یقدم علی العبد والعبد علی المراۃ وباترتیبہم فی قبر واحد لضرورۃ فیعکس ہذا فیجعل الافضل ما یلی القبلۃ فتح اور لحاظ رکھے ترتیب معمولی کا اپنے پیچھے زندگی کی حالت مین یعنے اپنے پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ کرے پھر اُسکا جو اُس سے کم ہو مثلاً عالم فاضل کا جنازہ اپنے متصل کرے پھر اورون کا اور اگر علم وفضل مین برابر ہون تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذافی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پھر لڑکے کو پھر خنثٰے کو پھر عورت بالغہ کو پھر

قریب البلوغ عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جاے بالغ غلام پر اور غلام مقدم کیا جاے عورت پر اور اُنکی ترتیب ضرورت کی وجہ سے ایک قبر مین اُسکی
اُلٹی ہی یعنے اگر کسی ضرورت سے ایک قبر مین کئی مردے دفنائے جائین تو افضل شخص جانب قبلہ رہے کذا فی الفتح م ضرورت کی قید اسلیے لگائی کہ دو شخصون
کا ایک قبر مین دفن کرنا درست نہین جب تک کہ اول مٹی نہو جاے اور اگر دو کو ایک قبر مین ضرورت کی وجہ سے دفن کرین تو دونون کے درمیان مین
مٹی کی آڑ یا کچی اینٹین رکھدین تاکہ دو قبرون کی صورت ہو جاے اور بعد مٹی ہو جانے مردہ کے قبر پر عمارت بنانی اور کھیتی درست ہی کذا فی الطحطاوی و
یقدم فی الصلوۃ علیہ السلطان ان حضر او نائبہ وہو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی ثم امام الحی فیہ ایہام وذلک ان تقدیم
الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی افضل کما فی المجتبی وشرح المجمع للمصنف اور مقدم کیا جاے
مردے پر نماز پڑھنے کے لیے بادشاہ اگر موجود ہو یعنے اگر بادشاہ ہو تو نماز وہ پڑھاوے یا نائب اُسکا یعنے حاکم شہر کا پھر قاضی پھر حاکم سیاست پھر اُسکا نائب
پھر قاضی کا خلیفہ پھر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کے کلام مین ایہام ہی یعنے یہ وہم ہوتا ہی کہ امام ہونا حکام کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکسان ہی
حالانکہ حکم دونون کا مختلف ہی اور وہ اسطرح ہی کہ مقدم ہونا حاکمون کا واجب ہی اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم صرف مستحب ہی اس شرط سے کہ ولی
سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو ولی ہی اولے ہی چنانچہ مجتبے اور مجمع کی شرح مین جو مصنف مجمع کی تالیف ہی ایسا ہی مذکور ہی وفی الدرایۃ امام المسجد الجامع اولی
من امام الحی ای مسجد محلتہ نہر اور درایہ مین ہی کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہی محلہ کی مسجد یعنے میت کے محلہ کی مسجد کے امام سے کذا فی النہر ثم الولی بترتیب
عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علے الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاہلا فالابن اولے پھر ولی موافق ترتیب عصبہ نکاح کرنے کے مستحق ہی
نماز پڑھنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہی میت کے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ میت کا جاہل تو اس صورت مین بیٹا اولے ہی م ایک نسخے
مین فالابن کی جگہ والاسن ہی یعنے اگر قرابت مین دو ولی برابر ہون تو بڑا عمر مین بہتر ہی کذا فی الشامی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران ای اگر مردہ
کا ولی کوئی نہو تو عورت پر نماز پڑھنے مین شوہر اولے ہی پھر ہمسایہ کے لوگ احق ہین اجنبی شخصون مین ومولے العبد اولے من ابنہ الحر لبقاء ملکہ اور غلام کا
آقا بہتر ہی بہ نسبت اُسکے آزاد بیٹے کے بسبب باقی رہنے ملک آقا کے م بیٹے کی قید اتفاقی ہی آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہی اور ملک سے مراد حکمی
ملک ہی ورنہ موت سے ملک منقطع ہو جاتی ہی کذا فی الشامی والفتوی علے بطلان الوصیۃ بغسلہ والصلوۃ علیہ اور فتوے اوپر باطل ہونے وصیت کے ہی
واسطے اپنے نہلانے اور نماز پڑھنے کے م یعنے مردہ نے وصیت کی کہ مجھکو فلان شخص نہلا دے یا مجھپر فلان شخص نماز پڑھے تو یہ وصیت باطل ہی اسی
طرح اگر وصیت کی فلان کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلان جگہ دفن کیا جاے تو یہ بھی باطل ہی کذا فی الشامی ولہ ای المولی ومثلہ کل من یقدم
علیہ من باب اولے الاذن لغیرہ فیہا لانہ حقہ فیملک ابطالہ الا انہ اذا کان ہناک من یساویہ فلہ ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا المنع
لمشارکتہ فے الحق اما البعید فلیس لہ المنع اور ولی کو اختیار ہی اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اسلیے کہ امام ہونا اُسکا حق ہی تو اُسکو
اختیار ہی اُس حق کے باطل کرنے کا مگر جب وہان کوئی دوسرا ولی اُسکے برابر ہو تو اُس دوسرے مساوی کو اگرچہ عمر مین چھوٹا ہو اختیار روک دینے
غیر شخص کا ہی بسبب اُسکے شریک ہونے کے حق مین مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہین شارح نے کہا کہ مثل ولی کے دوسرے کو اجازت دینے مین
وہ لوگ بطریق اولے مختار ہین جو ولی پر مقدم ہین مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے م صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ میت کے دو بیٹے ہین بڑے بیٹے نے
زید کو اجازت نماز پڑھنے کی دی تو چھوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہی مگر دور کا رشتہ دار نہین روک سکتا فان صلے غیرہ ای الولی ممن لیس لہ
حق التقدم علے الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علے قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلے علیہا ان یعید
مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑھی جسکو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اُسکی متابعت نہ کی

تو ولی اگر چاہے نماز دوبارہ پڑھے اگرچہ اُسکی قبر پر ہو بسبب اپنے حق کے نہ واسطے ساقط ہونے فرض کے یعنے فرض تو غیر کی نماز سے بھی ساقط ہو گیا اگر بالفرض
ولی نماز نہ پڑھے تو کوئی گناہگار نہوگا مگر ولی کو اجازت نماز کی اُسکے حق کی جہت سے ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی وجہ سے کہ یہ اعادہ حق ولی کی جہت
سے ہے نہ فرض ساقط ہونے کو ہم کہتے ہین کہ جو شخص نماز جنازہ پڑھ چکا ہو اُسکو جائز نہین کہ ولی کے ساتھ نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ مکرر پڑھنا اس نماز کا مشروع نہین
ہم طحطاوی نے کہا کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز پیشتر پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو مکرر پڑھنا جائز نہین اور یہ جو مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر مکرر پڑھی تو مفتی ابو السعود نے کہا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے والا ای وان صلے من لہ حق التقدم کقاض
او نائبہ او امام حی او من لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولے لا یعید لانہم اولی بالصلوۃ منہ اور اگر صورت مذکورہ بالا نہو یعنے نماز ایسے شخص نے پڑھی
جسکو ولی سے مقدم ہونے کا حق ہے مثلاً قاضی یا اُسکے نائب یا مسجد محلہ کے امام نے پڑھی خواہ اُس شخص نے پڑھی جسکو حق تقدم ولی پر نہین مگر ولی
نے اُسکے پیچھے پڑھ لی تو اس صورت مین ولی نماز دوبارہ نہ پڑھے اسلیے کہ جنکو حق تقدیم کا حاصل ہے وہ ولی کی نسبت نماز پڑھنے کے لیے
بہتر ہین ہم یہ تعلیل صرف اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورت مین عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ ولی کا پڑھنا پیچھے غیر شخص کے گویا اُسکو اجازت
دینا ہے نماز پڑھانے کی وان صلے ہو ای الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیہ لا یصلے غیرہ بعدہ وان حضر من لہ التقدم لکونہا حقہ اور اگر ولی
نے نماز اپنے استحقاق کے بموجب پڑھی اسطرح کہ جو شخص اُسپر مقدم تھا وہ نہ آیا تو اب دوسرا شخص بعد ولی کی نماز کے اُسپر نماز نہ پڑھے اگرچہ وہی
آجاوے جسکو ولی پر تقدیم ہے کیونکہ ولی کی نماز بموجب استحقاق کے ہو گئی اما لو صلے الولی بحضرۃ السلطان مثلا اعاد السلطان کما فی المجتبی وغیرہ اور اگر نماز
پڑھی ولی نے سلطان کی موجودگی مین مثلاً تو اعادہ کرے سلطان چنانچہ مجتبی وغیرہ مین ہے وفیہ حکم صلوۃ من لا ولایۃ لہ کعدم الصلوۃ اصلا
فیصلے علی قبرہ ان شاء ما لم یتمزق اور مجتبے مین ہے کہ حکم نماز اُس شخص کا جسکو ولایت نہین مانند نماز نہ پڑھنے کے ہے مرے سے تو ولی
اُسکی قبر پر نماز پڑھے اگر چاہے جب تک مردہ پھٹا نہو ہم حلبی نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ جب ایسے شخص نے نماز پڑھی جسکو ولایت نہین تو بلحاظ
ولایت والے کے گویا نماز مرے سے نہین ہوئی اس سے اُسکو اختیار ہے کہ مردہ اگر دفن ہو گیا ہو تو قبر پر نماز پڑھ لے شامی نے کہا کہ
مین نے مجتبی مین یہ مسئلہ نہین پایا وان دفن واہیل علیہ التراب بغیر صلوۃ او بہا بلا غسل او ممن لا ولایۃ لہ صلے علی قبرہ استحسانا ما لم یغلب
علے الظن تفسخہ من غیر تقدیر ہو الاصح وظاہرہ انہ لو شک فی تفسخہ صلے علیہ لکن فی النہر عن محمد لا کانہ تقدیما للمانع اور اگر مردہ بدون نماز کے
دفن کیا گیا اور اُسپر مٹی دیدی گئی یا نماز پڑھی مگر بدون غسل کے یا ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولایت نہ تھی تو نماز پڑھی جاے اُسکی قبر پر بدلیل استحسان جبتک
کہ گمان غالب اُسکے پھٹنے کا نہو بدون مقرر کرنے کسی مدت کے یہی صحیح تر قول ہے اور بظاہر گمان غالب کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مردے کے
پھٹنے مین شک ہو تو اُسپر نماز پڑھی جاوے لیکن نہر الفائق مین امام محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ شک کی صورت مین نماز نہ پڑھی جاوے تو غالبًا
یہ اسلیے کہا کہ مانع کو ترجیح دی ہم شامی نے کہا کہ ممن لا ولایۃ لہ متعلق ہے محذوف کے جو حال واقع ہے ضمیر بہا سے اور یہ مسئلہ مجتبی کے مسئلہ کے ساتھ
دوبارہ ہو گیا اور قبر پر نماز پڑھنا پہلی دونون صورتون مین یعنے جب بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کے پڑھی ہو واجب ہے اور تیسری صورت
مین صرف ولی کو جائز ہے بسبب حق کے اور قول اصح کا مقابل مدت تین روز کی ہے بعض کے نزدیک اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک مہینا
کہا ہے اور وجہ اصح کی یہ ہے کہ پھٹنا متفاوت مدت مین ہوتا ہے بلحاظ موسم اور جگہ کے اسلیے مدت مقرر کرنی مناسب نہین اور کانہ کی خبر محذوف
یعنے قال ذلک اور ترجیح مانع کا یہ مطلب کہ شک کے باعث دو صورتین مساوی پیدا ہوئین ایک پھٹنا مردہ کا جو مقتضی ہے نماز کے منع کا دوم پھٹنا
جو موجب ہے نماز پڑھنے کا تو پھٹنا جو مانع تھا اُسی کو ترجیح دیگئی ولم تجز الصلوۃ علیہ راکبا ولا قاعدا بغیر عذر استحسانا اور نہین جائز ہے نماز

جنازے پر سوار ہوکر اور نہ بیٹھے ہوے بدون عذر کے بدلیل استحسان م یعنے اگر عذر کے باعث سوار ہوکر پڑھین مثلاً گارے یا مینھ کے باعث نہ اتر سکین یا بیٹھکر پڑھین کہ کھڑے ہونے کی طاقت نہو تو نماز درست ہوگی **وکرہت تحریما وقیل تنزیہا فی مسجد جماعۃ ہو اے المیت فیہ وحدہ او مع القوم واختلف فی الخارج عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراہۃ مطلقا خلاصۃ بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ وتوابعہا کنافلۃ وذکر وتدریس** عالم وہو الموافق لاطلاق حدیث ابی داؤد من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوۃ لہ اور مکروہ تحریمی ہی اور بعض کے نزدیک تنزیہی نماز جنازہ کی مسجد جماعت یعنے جامع مسجد یا محلہ کی مسجد مین کہ مردہ اُسکے اندر ہو تنہا یا کل یا بعض نمازیون کے ساتھ اور اختلاف ہی مسجد سے باہر ہونے کی صورت مین تنہا مردہ باہر ہو یا کچھ نمازیون کے ساتھ باہر ہو اور قول مختار ہر صورت مین مکروہ ہوتا ہی کذا فی الخلاصہ اسوجہ سے کہ مسجد صرف نماز فرض وقتی اور اُسکے توابع کے لیے بنی ہی جیسے نماز نفل اور یاد الٰہی اور عالم کا پڑھانا ہی اور یہی قول کراہت کا موافق ہی واسطے اطلاق حدیث ابو داؤد کے کہ جسنے نماز پڑھی مردے پر مسجد کے اندر تو اُسکے لیے نماز نہین م شامی نے کہا کہ ابی داؤد کی روایت مین فلا شئی لہ ہی یعنی اُسکو کچھ ثواب نہین اور ایک روایت مین فلا اجر لہ ہی اور ابن ابی شیبہ نے فلا صلوۃ لہ روایت کیا ہی اور شارح نے جو علت کراہت کی بیان کی ہی کہ مسجد نماز فرض وقت اور اُسکے توابع کے لیے ہی تو یہ ظاہر نہین اسلیے کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا ہی اور مسجد بیشک ذکر اور دعا کے لیے ہوتی ہی ورنہ چاہیے کہ طلب باران اور کسوف کی دعا سے بھی مسجد مین منع کیا جاے اور اگر علت مسجد کے آلودہ ہونیکو ٹھہرایا جاوے تو جس صورت مین مردہ باہر مسجد کے ہو نماز مکروہ نہونی چاہیے باقی رہا حال حدیث کا تو اُسمین تین احتمال ہوسکتے ہین ایک یہ کہ فی المسجد ظرف نمازی کا ہو دوم یہ کہ ظرف میت کا ہو سوم یہ کہ دونون کا ہو اگر نمازی کا ظرف کہو تو چاہیے کہ جس صورت مین نمازی باہر مسجد کے ہو اور میت اندر اُس نماز مین کراہت نہو اور اگر میت کا ظرف کہو تو جب میت باہر اور نمازی اندر ہو تب کراہت نہوگی اور اگر دونو کا ظرف کہو تو کراہت دونو کے اندر ہونے مین منحصر ہوگی اگر ایک باہر ہوگا اور ایک اندر تو کراہت نہوگی پھر قول مختار جو ہر صورت مین کراہت کا ہوتا ہی وہ کہان رہا لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے مطلق کراہت اسطرح معلوم ہوتی ہی کہ فعل کا اثر کبھی ظاہر مین مفعول پر نہین ہوتا جیسے علم اور ذکر ہی اور کبھی ہوتا ہی جیسے ضرب وقتل ہی تو اگر ظرف پہلی قسم مین بولا جائیگا تو وہ فاعل کا ظرف ہوگا خواہ مفعول اُسمین ہو یا نہو مثلاً کہین کہ مین نے زید کو مسجد کے اندر ذکر کیا تو مسجد ظرف متکلم کا ہوگی خواہ زید اُسکے اندر ہو یا نہین اور دوسری قسم مین ظرف متعلق مفعول ہوگا گو فاعل اُسمین ہو یا نہین مثلاً اگر کہین کہ مین نے زید کو مسجد مین مارا تو مسجد زید کا ظرف ہوگی خواہ متکلم مسجد مین ہو یا نہو جیسے حرم کے اندر کوئی شخص شکار کے تیر مارے تو وہ قاتل صید حرم کہلائیگا گو خود باہر حرم سے ہو اب جو نماز جنازہ کو دیکھتے ہین تو اُسکو اول قسم سے پاتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ مسجد نمازی کا ظرف ہی خواہ میت اُسمین ہو یا نہو اور اسی کی مؤید ہی یہ روایت کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اصحاب کو خبر مرگ نجاشی کی سُنائی تو مسجد سے نکلکر مصلے مین تشریف لیگئے وہان اُسپر نماز پڑھی اگر مسجد مین جائز ہوتی تو پھر باہر نکلنے کے کیا معنے جنازہ تو مسجد کے اندر نتھا ہان یہ صورت رہگئی کہ مردہ مسجد کے اندر ہو اور نمازی باہر تو اُسکی کراہت دلالۃ النص سے پائی جاتی ہی کیونکہ جب باوجود نماز جنازہ کے ذکر و دعا ہونے کے خود نماز مسجد مین مکروہ ہوئی تو مردہ کا اُسمین داخل کرنا بطریق اولے مکروہ ہوگا کہ ایک فعل لغو ہی اور رکھنا مسجد کی آلودگی کا جدا ہی پس معلوم ہوا کہ حدیث مذکور مؤید قول مختار کی ہی کہ نماز مسجد کے اندر ہر صورت مین مکروہ ہی پھر یہ کراہت اُس صورت مین ہی کہ بدون عذر کے مسجد مین نماز پڑھی جاوے اور اگر کسی عذر سے ہو تو مکروہ نہین اسی طرح مکروہ ہی نماز جنازہ شارع عام مین تمام ہوا قول شامی کا مختصراً **ومن ولد فمات یغسل ویصلے علیہ ویرث ویورث ویسمے ان استہل** بالبناء للفاعل اے وجد منہ مایدل علے حیوتہ بعد خروج اکثرہ حتے لو خرج راسہ وہو یصیح فذبحہ رجل فعلیہ الغرۃ وان قطع اذنہ فخرج حیا فمات فعلیہ الدیۃ اور جو بچہ پیدا ہوکر مر جاوے اگر وہ آواز کرے تو نہلایا جاے اور اسپر نماز پڑھی جاوے اور وہ وارث ہوگا دوسرےکا اور اُسکی میراث اورون کو ملیگی اور نام رکھا جائیگا شارح نے کہا کہ استہل بصیغہ معروف ہی اور اُس سے مراد یہ ہی کہ بچے سے وہ بات پائی جاے جس سے اُسکا زندہ ہونا معلوم ہو بعد اکثر بچے کے نکلنے کے یہانتک کہ اگر بچے کا سر نکلا اور وہ چیختا ہی اور اسی وقت اُسکو کسی نے ذبح کر دیا تو اُسپر غرہ لازم ہوگا اور اگر

سر نکلنے کے بعد اُسکا کان کاٹ لیا پھر وہ زندہ نکلا اور مرگیا تو اُسپر خونبہا لازم ہوگا م نماز وغسل کا ذکر ماتن نے کیا اور کفن کو بباعث ظاہر ہونے کے چھوڑ دیا یعنے کفن بھی دیا جاے اور نام اسلیے رکھا جاے کہ آدم زادہ ہے نام رکھنے مین اُسکی تعظیم ہے اور استہلال مطلق آواز کرنے کو چاند دیکھنے کے وقت کہتے ہین پھر پیدائش کے وقت بچے کے رونے کو بھی کہنے لگے اسلیے شارح نے کہدیا کہ رونا شرط نہین بلکہ زندگی کی علامت مثلاً حرکت کرنا عضا کا بھی کافی ہے اور چونکہ شریعت مین ایسے بچے کا حکم زندہ کا ہے اسلیے وہ وارث اور مورث ہوسکتا ہے غرہ بضم غین معجمہ وتشدید راے مہملہ خونبہا مرد کے بیسوین حصہ کو کہتے ہین اور مردہ کا خونبہا دس ہزار درم یا ہزار دینار ہوتے ہین تو غرہ پانسو درم یا پچاس دینار کا ہوا اور وجہ غرہ کی یہ ہے کہ جبتک بچہ اکثر نہین نکلا اسکو حکم پیٹ کے بچہ کا ہے اور پیٹ کے بچے کے تلف کرنے مین غرہ ہوتا ہے اور کان کاٹنے مین خونبہا اسلیے لازم ہوا کہ سبب موت کا وہی ہوا اور قصاص شبہہ کی وجہ سے لازم نہوا کذا فی الشامی والا یستہل غسل وسمی عند الثانی وہو الاصح فیفتی بہ علی خلاف ظاہر الروایۃ اکراما لبنی آدم کما فی ملتقی البحار اور اگر کوئی علامت زندگی کی بعد اکثر پیدائش کے نپائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکھا جاوے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے تو اُسپر فتوے دیا جاے برخلاف ظاہر الروایت کے بسبب تعظیم بنی آدم کے چنانچہ ملتقی البحار مین ہے م اکراما ملت تن کی ہے یا بہ یقینی کی اور اُس بچے کا حکم ہے جسکی پیدائش پوری ہوا اور جسکی خلقت پوری نہوا اُسکے نہلانے مین اختلاف ہے چنانچہ شارح بیان کرتا ہے وفی النہر عن الظہیریۃ واذا استبان بعض خلقہ غسل وحشر ہو المختار اور نہر الفائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب ظاہر ہوجاے بعض پیدائش بچہ کی تو اسکو غسل دیا جاے یہی قول مختار ہے اور اسکا حشر ہوگا م شامی نے کہا کہ ہو المختار کے بعد وحشر کہنا مناسب تھا اسلیے کہ ظہیریہ مین اسیطرح ہے غرضکہ حشر مین اختلاف ہے بعض فقہا نے کہا کہ اگر روح پڑگئی ہوگی تو حشر ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر بعض خلقت ظاہر ہوگئی ہوگی تو حشر ہوگا و ادرج فی خرقۃ ودفن ولم یصل علیہ وکذا لا یرث ان انفصل بنفسہ کصبی سبی مع احد ابویہ لا یصلے علیہ لانہ تبع لہ ای فی احکام الدنیا لا العقبے لما مر انہم خدم اہل الجنۃ اور جسپر علامت زندگی بعد نکلنے کے ظاہر نہو غسل ونام رکھنے کے بعد لپیٹا جاوے ایک کپڑے مین اور دفن کردیا جاوے اور اُسپر نماز نہ پڑھی جاوے اور اسیطرح وہ بچہ وارث نہوگا اگر علیحدہ ہوا ہوگا خود بخود جیسے وہ بچہ کہ قید کیا جاے مع ایک کے ماں باپ مین سے کہ اگر مرجاے تو اُسپر نماز نہ پڑھی جاوے اسلیے کہ وہ تابع ہے احد الابوین کا یعنے احکام دنیا مین اسکا تابع ہے نہ احکام آخرت مین بسبب اُس قول کے کہ پیشتر گذرا کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہونگے م خود بخود کی قید اسلیے لگائی کہ اگر کسی نے مثلاً عورت کے پیٹ پر مارا اور بچہ مردہ نکل پڑا تو وہ وارث اور مورث ہوگا کیونکہ شارع نے جب غرہ اُسکے قاتل سے دلوایا تو معلوم ہوا کہ اُسکی زندگی کا حکم کیا کذا فی الشامی ولو سبی بدونہ فہو مسلم تبعا للدار او السابی او بہ فاسلم ہو او اسلم الصبی وہو عاقل ای ابن سبع سنین صلی علیہ لصیرورتہ مسلما اور اگر بچہ بدون ماں یا باپ کے گرفتار آیا تو وہ مسلمان ہے بہ تبعیت دار الاسلام جبکہ گرفتار کنندہ ذمی ہو یا بہ تبعیت گرفتار کنندہ کے جبکہ وہ مسلمان ہو خواہ وہ بچہ پکڑا گیا ماں باپ کے ساتھ پھر ماں یا باپ مسلمان ہوا یا خود وہ لڑکا مسلمان ہوگیا حالانکہ وہ عاقل ہے یعنے سات برس کا ہے تو اُسپر نماز پڑھی جاے بسبب ہوجانے اُس بچہ کے مسلمان یعنے بہ تبعیت ماں یا باپ کے خواہ اپنے مسلمان ہوجانے سے م سات برس کے لڑکے کے مسلمان ہونے کی صحت قاری ہدایہ کیطرف منسوب ہے اور عنایہ مین عاقل بچہ اسکو لکھا ہے کہ نفع نقصان کو سمجھے اور یہ کہ اسلام ہدایت ہے اور اُسکا اتباع بہتر ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ صفت اسلام کی سمجھتا ہو یعنے ایمان اللہ تعالی اور اُسکے فرشتون اور کتابون اور رسولون اور قیامت اور تقدیر پر رکھتا ہو شامی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اُسکے سامنے ان امور کی تفصیل کیجاوے اور اُس سے اُنپر ایمان کا سوال ہو تو کہدے کہ مین ایمان لایا قالوا ولا ینبغی ان یسال العامی عن الاسلام بل یذکر عندہ حقیقتہ وما یجب الایمان بہ ثم یقال لہ ہل انت مصدق بہذا فاذا قال نعم اکتفی بہ ولا یضر توقفہ فی جواب ما الایمان ما الاسلام فتح فقہا نے کہا ہے کہ عامی آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچھنا چاہیے بلکہ اُسکے سامنے اسلام کی حقیقت اور جس چیز پر ایمان واجب ہے اُسکو ذکر کرنا چاہیے پھر اُس سے کہا جاے کہ کیا تو اُسکی تصدیق کرتا ہے پس اگر وہ ہان کہدے تو اُس کے

مسلمان ہونے کے لیے اسی پر اکتفا کیجاے اور اُسکو مضر نہین سکوت کرنا جواب مین ان سوالات کے کہ ایمان کیا چیز ہو اسلام کیا ہو کذا فی الفتح کیونکہ عوام
اکثر ان تفصیلون سے ناواقف ہوتے ہین حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہین ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ کخالہ الکافر الاصلی اما المرتد
فیلقی فی حفرۃ کالکلب عند الاحتیاج فلو لہ قریب فالاولی ترکہ لہم من غیر مراعاۃ السنۃ فیغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرۃ ولیس
للکافر غسل قریبہ المسلم اور نہلاوے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کافر اصلی کو مثلاً اپنے ماموں کو حاجت کیوقت تو اگر اُس کافر
کے اور رشتہ دار ہون تو بہتر ہو کہ مسلمان اُس کافر مردے کو اُن رشتہ دارون کے حوالہ کرے اپنے آپ متکفل غسل وغیرہ کا نہو حاجت کیوقت نہلاوے بدون
رعایت طریق سنت کے یعنی وضو نکراوے اور داہنے طرف سے شروع نکرے بلکہ ایسے غسل دے جیسے نجس کپڑا دھوتے ہین اور اُسکو ایک کپڑے مین لپیٹے اور ایک
گڈھے مین ڈالدے یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نکرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلیے لگائی کہ مرتد کو کتے کیطرح گڈھے مین ڈالدے غسل وکفن
کچھ نکرے اور نہین جائز ہو کافر کو نہلانا اپنے رشتہ دار مسلمان کا م شامی نے کہا کہ مکروہ ہو کافر کا مسلمان کی قبر مین اُترنا اسکے دفن کرنیکو واذا حمل الجنازۃ وضع
ندبا مقدمہا بکسر الدال وتفتح وکذا المؤخر علی یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ ثم وضع مؤخرہا علی یمینہ کذلک ثم
مقدمہا علی یسارہ ثم مؤخرہا کذلک فیقع الفراغ خلف جنازۃ فیمشی خلفہا اور جب کوئی شخص جنازہ اٹھاوے تو مستحب یہ ہو کہ جنازے کے اگلی جانب یعنی سرانا اول اپنے داہنے
مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب یعنی پیتیانا دس قدم داہنے مونڈھے پر رکھے پھر اگلی جانب بائین مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب بائین مونڈھے پر
اسیطرح رکھے تو پچھلی جانب پر بہ قدم سے فراغت ہوجائیگی اُسوقت جنازے کے پیچھے چلے اور اسطرح اُٹھانا اسلیے مستحب ہوا کہ حدیث شریف مین ہو کہ جو کوئی
جنازہ کو بہ قدم اُٹھاوے تو اُسکا اُٹھانا بھی گناہ کبیرہ کو دور کرتا ہو شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہو اور کبھی بفتح بھی بولتے ہین اور یہی حال مؤخر کا ہو کہ کسر خا معجمہ ہو
اور فتح بھی دیتے ہین م گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہین جو دوسرون کی نسبت سے بڑے ہون یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہین اور کفرت بصیغہ معروف ہو فاعل اسکا
جنازہ ہو بتقدیر مضاف طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلیے مترجم نے موقع پر اسکا ترجمہ کیا
وصح انہ علیہ السلام حمل جنازۃ سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ رض کا اُٹھایا ہو م یہ صحابی بڑے جلیل القدر ہین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے انھین کی شان مین فرمایا کہ انکی موت سے عرش خداوندی ہل گیا وکرہ عندنا حملہ بین عمودی السریر بل یرفع کل رجل قائمۃ بالید لا علی
العنق کالامتعۃ ولذا کرہ حملہ علی ظہر ودابۃ اور مکروہ ہو ہمارے نزدیک اُٹھانا مردے کا چارپائی کی دو پٹی یا سرون کے بیچ مین سے پکڑ کر خواہ دو شخص اُٹھاوین
یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتھ سے پکڑ کر اُٹھاوے شروع سے گردن پر نہ رکھ لے جیسے اسباب اُٹھایا کرتے ہین اور اسوجہ سے مکروہ ہو لادنا مردے کا
پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہ طریق اسباب کے اُٹھانے کا ہو جنازے مین مسنون یہ ہو کہ چار شخص ایک ایک پایہ اُٹھا کر پٹی کو مونڈھے پر رکھین والصبی
الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلا یحملہ واحد علی یدیہ ولو راکبا وان کان کبیرا حمل علی جنازۃ بچہ شیرخوار یا دودھ چھوٹا ہوا یا اس سے کچھ زیادہ
عمر کا اُسکو ایک شخص اپنے دونون ہاتھون پر اُٹھاوے اگرچہ اُٹھانیوالا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو تو کھٹولے یا چارپائی پر اُٹھایا جاوے ویسرع بہا بلا خبب
ای عدو سریع ولو بہ کرہ اور جلد لیچلین جنازے کو بدون تیز جھپٹنے کے اور تیز جھپٹنے کے ساتھ چلنا مکروہ ہو بوجہ ایذاے مردہ اور ساتھ والون کے م جنازے مین اسقدر جھپٹنا
مسنون ہو کہ میت چارپائی پر ادھر اُدھر حرکت نکرے کیونکہ حدیث مین وارد ہو کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہو تو جلد اُسکو اچھی جگہ پہونچاؤ گے اور اگر برا ہو
تو جلد اپنی گردنون سے برائی کو دور کروگے کذا فی الشامی وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ الا اذا خیف فوتہا بسبب
دفنہ قنیہ اور مکروہ ہو مردے کی نماز اور دفن مین اسلیے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے آدمی اُسپر نماز پڑھین ہان جب یہ خوف ہو کہ اسکے دفن کی جہت سے جمعہ
فوت ہوجائیگا تو اُس صورت مین دفن مین تاخیر مکروہ نہوگی کذا فی القنیہ کما کرہ لمتبعہا جلوس قبل وضعہا وقیام بعدہ جیسے مکروہ ہو پیچھے چلنے والیکو بیٹھنا پہلے

جنازہ کے رکھنے کے اور کھڑا رہنا بعد جنازہ کے رکھنے کے م عبادہ بن صامت سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبتک نہ بیٹھتے کہ جنازہ لحد مین نہ اُتار اجاتا ایک مرتبہ قبر پر آپ کھڑے تھے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردون کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہین آپ بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ انکے خلاف کرو کذا فی الطحطاوی تو اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہی **ولا يقوم من في المصلى لها اذا راٰها قبل وضعها ولا من مرت عليه هو المختار** وما ورد فيه منسوخ زيلعي اور نہ کھڑا ہو جو شخص نماز پڑھنے کی جگہ مین ہو جبکہ جنازے کو دیکھے پیشتر اُسکے رکھنے کے اور وہ شخص کھڑا ہو جسکے پاس جنازہ ہو کر گذرے یہی قول مختار ہی اور جو کچھ کھڑا ہونے کے باب مین وارد ہی وہ منسوخ ہی کذا فی الزيلعي م یعنے یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو اُسکے لیے کھڑے ہو جاؤ یہانتک کہ تمھاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکھا جاوے یہ حدیث منسوخ ہی اُس حدیث سے کہ احمد نے حضرت علیؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو جنازے کے لیے کھڑا ہونے کا حکم کیا تھا پھر آپ اُسکے بعد بیٹھے رہے اور ہمکو حکم بیٹھے رہنے کا کیا اور مسلم نے بھی اس مضمون کو روایت کیا اور کہا کہ کھڑا ہونے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہوگیا کذا فی الشامی **وندب المشي خلفها لانها متبوعة الا ان يكون خلفها نساء فالمشي امامها احسن** اختيار اور مستحب ہی پیچھے چلنا جنازے کے اسلیے کہ جنازہ متبوع ہی اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہی مگر یہ کہ ہووین جنازے کے پیچھے عورتین تو اس صورت مین جنازے کے آگے چلنا بہتر ہی کذا فی الاختیار م جنازہ کو متبوع اسلیے کہا کہ حدیث مین حکم ہی اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچھے چلنے والے پر بولا جاتا ہی نہ آگے چلنے والے پر کذا فی الشامی **ويكره خروجهن تحريما وتزجر النائحة ولا يترك اتباعها لاجلها** مکروہ تحریمی ہی نکلنا عورتون کا جنازے کے ساتھ اور زجر کیجاے نوحہ کرنیوالی اور اسی طرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جاے بسبب نوحہ کرنیوالی کے م حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کو جنازے کے ساتھ دیکھکر پوچھا کہ تم اُٹھانے والون کے ساتھ جنازے کو اُٹھاوگی یا قبر مین اُتارنے والون کے ساتھ مردے کو اُتاردگی یا نماز پڑھنے والون کے ساتھ نماز پڑھوگی اُنھون نے عرض کیا کہ ان باتون مین سے کوئی نکرینگے آپ نے فرمایا کہ ہٹ جاؤ گناہ کے ساتھ نہ ثواب کے ساتھ اتنے اور نوحہ والی کے سبب سے جنازے کا ساتھ اسلیے نہ چھوڑا جاے کہ نوحہ بدعت ہی اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چھوڑ دیا جاے تو جنازہ کے امور کا تکفل موقوف ہو جاے کذا فی الطحطاوی **ولا يمشي عن يمينها ويسارها ولو مشي امامها جاز وفيه فضيلة ايضا ولكن ان تباعد عنها او تقدم الكل او ركب امامها كره كما كره فيها رفع صوت بذكر او قراءة فتح** اور نہ چلے جنازے سے داہنے اور بائین یعنے داہنے بائین چلنا اولے نہین اور اگر جنازہ کے آگے چلے تب بھی درست ہی اور اُسمین بھی فضیلت ہی لیکن اگر جنازہ سے دور ہوگیا یا سب لوگ آگے بڑھ گئے یا جنازہ کے آگے سوار ہولیا تو مکروہ ہی جیسے مکروہ ہی جنازے کے ساتھ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قراءت قرآن مین کذا فی الفتح م آگے چلنے مین فضیلت اس قول سے نکالی کہ پیچھے چلنا افضل ہی یعنے افضل صیغہ افعل التفضیل ہی تو مطلق فضیلت آگے چلنے مین بھی ہوئی اور اتنا دور ہونا مکروہ ہی کہ لوگ یہ سمجھین کہ اکیلا جاتا ہی اور ذکر اور قراءت پکار کر نہ پڑھے اگر منظور ہو تو اپنے دل مین پڑھے کذا فی الشامی **ويحفر قبره في غير داره مقدار نصف قامة فان زاد فحسن ويلحد ولا يشق الا في ارض رخوة** اور کھودی جاے قبر مردے کی اُسکے مکان کے سوا دوسری جگہ مین بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہی یعنے اسقدر گہرائی ادنی مرتبہ اور چھاتی تک اوسط درجہ اور قد آدم سب مین افضل ہی اور لحد بنائی جاوے یعنے جانب قبلہ قبر کے گڑھا کھودا جاے پٹے ہوے مکان کی صورت اور شق نہ کیجاے یعنی قبر کے بیچ مین گڑھا نکیا جاے مگر زمین نرم مین اگر لحد نہ ٹھہرے تو شق بنائی جاوے م غیر دار کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہی اور طول قبر برابر قد مردہ کے ہونا چاہیے اور عرض آدھا طول سے لحد بفتح وضم لام ہی اور شق اسلیے منع کیا کہ حدیث مین آیا ہی کہ لحد ہمارے لیے ہی اور شق غیر ونکے لیے لیکن دن ضرورت شق بنانا نہ چاہیے **ولا يجوز ان يوضع فيه مضربة** وما روي عن علي فغير مشهور **ولا يؤخذ به ظهيرية** اور نہین جائز ہی کہ قبر کے اندر گدّا رکھا جاے اور جو کچھ حضرت علیؓ سے مروی ہی وہ مشہور نہین اور اسپر عمل نہین کذا فی الظهيرية م ظہیریہ مین بجاے علیؓ کے ذکر حضرت عائشہؓ کا ہی کہ اُنھون نے گدا رکھا اور مشہور نہین یعنے ثابت نہین ...

له ایک نسخے مین بجائے [illegible] ۱۲

بلکہ اور حدیثون سے اسکا خلاف ثابت ہی کہ حضرت ابن عباسؓ مکروہ جانتے تھے کہ مردے کے نیچے کوئی چیز ڈالی جاے اور حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ میرے
اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا غرضکہ گدا اور تکیہ اور چٹائی سب کا حکم ایک ہی کسیکا رکھنا نچاہیے کذا فی الشامی **ولا باس باتخاذ تابوت ولو من حجر**
او حدید له عند الحاجة کرخاوة الارض ویسن ان یفرش فیه التراب اور کچھ مضائقہ نہین حاجت کیوقت مردے کے لیے تابوت بنانیکا اگرچہ پتھر یا لوہے
کا ہو مثلاً زمین کی نرمی کی جہت سے اور مسنون ہی کہ صندوق یا لحد مین مٹی بچھا دیجاوے ہم شامی نے کہا کہ اگر حاجت کے سبب صندوق بنایا جاوے تو چاہیے
کہ اسکے نیچے مٹی بچھاوین اور دہنے اور بائین ہلکی اینٹین کچی رکھین اور ڈھکنے کے اندر کیجانب پر مٹی لیپدین تاکہ لحد کیصورت بنجاے اور بدون حاجت صندوق
بنانا مکروہ ہی **مات فی سفینة غسل وکفن وصلی علیه والقی فی البحر ان لم یکن قریبا من البر** فتح ایک شخص کشتی مین مرگیا تو غسل دیا جاے اور کفنایا جاے اور
نماز پڑھکر دریا مین ڈالدیا جاے اگر کشتی خشکی سے نزدیک نہو کذا فی الفتح **ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیر** لاختصاص ہذہ السنة بالانبیاء علیهم
السلام واقعات اور نہین چاہیے کہ مردہ مکان مین دفن کیا جاے اگرچہ بچہ ہو واسطے خاص ہونے اس طریق کے انبیا علیہم السلام کے ساتھ کذا فی
الواقعات ہم یعنے جس مکان مین مرے اُسمین دفن ہو یہ طریق مخصوص بہ انبیا علیہم السلام ہی اور دن کے لیے نہین چاہیے **ویستحب ان یدخل من قبل**
القبلة بان یوضع من جهتها ثم یحمل فیلحد وان یقول واضعه بسم الله وبالله وعلی ملة رسول الله ویوجه الیها وجوبا اور مستحب ہی کہ مردہ قبلہ کیجانب سے
قبر مین اُتارا جاے کہ وہ سمت معظم ہی اسطرح کہ جنازہ اسی طرف رکھا جاے پھر اُٹھاکر لحد مین اُتارا جاے اور مستحب ہی کہ لحد مین اُتارنے والا مردیکا یون کہے
بسم اللہ وباللہ وعلی ملة رسول اللہ اور قبلہ کیطرف اسکا مُنھ کر دیا جاے بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ مین مصرح ہی کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہی **وینبغی**
کونه علی شقه الایمن ولا ینبش لیوجه الیها وتحل العقدة للاستغناء عنها ویسوی اللبن علیه والقصب لا الاجر المطبوخ والخشب لو حول المیت اما فوقه
فلا یکره ذکرہ ابن الملک اور مناسب ہی ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ اُدھیڑی جاے مردہ کے قبلہ رخ کرنے کے لیے یعنے بعد مٹی دینے کے اگر معلوم
ہو کہ مردہ قبلہ رخ نہین ہی تو قبر نہ اُدھیڑی جاے اور لحد مین مردہ کے کفن کی گرہ کھولدیجاے بسبب بے پروا ہونے کے اُس سے یعنے کفن کے کھلنے
کے خوف سے گرہ تھی وہ خوف جاتا رہا اور رکھی جاوین اُسپر کچی اینٹین اور نرکل نہ پکی اینٹین اور تختہ اگر گرد میت کے ہو لیکن اسکے اوپر تختہ رکھنا مکروہ نہین کہ
کیا ہی اسکو ابن ملک نے ہم کچی اینٹین اول لحد کے مُنھ پر کھڑی کیجاوین اور اُنکی درزون پر نرکل یا ڈھیلے رکھدیے جاوین تختہ نرکھین اور اگر اوپر تختہ
رکھا جاوے تو مکروہ نہین **فائدہ** یہ ایک کام کی بات ہی لحد دلبنات لحد النبی صلے اللہ علیہ وسلم تسع بہشتی شمار کچی اینٹون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی لحد شریف کا ۹ ہی ذکر کیا ہی اسکو بہشتی نے طحطاوی نے کہا کہ کچی اینٹون کے ساتھ نرکل کے سینٹے تھے **وجاز ذلک حوله بارض رخوة کالتابوت** اور جائز ہی
پکی اینٹ اور تختہ گرد میت کے نرم زمین مین جیسے صندوق درست ہی **ویسجی ای یغطی قبرها ولو خنثی لا قبره الا لعذر** کمطر اور ڈھانپی جاے قبر عورت کی
قبر مین اُتارنے کے وقت یہانتک کہ لحد کا مُنھ بند کیا جاے اگرچہ مردہ خنثی ہو نہ ڈھانپی جاے قبر مرد کی مگر کسی عذر سے مثلاً بارش کی جہت سے **و**
یهال التراب علیه ویکره الزیادة علی ما خرج منه التراب لانه بمنزلة البناء ویستحب حثیه من قبل راسه ثلثا وجلوس ساعة بعد دفنه
لدعاء وقراءة بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمه اور بعد لحد بند کرنے کے اُسپر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہی زیادہ کرنا مٹی کا اُس مقدار سے جو قبر میں سے
نکلی ہو اسلیے کہ زائد مٹی بجاے عمارت کے ہی اور مستحب ہی مٹی دینا اُسکے سر کی جانب سے تین بار یعنے دونون ہاتھون سے تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ مین
کہے منها خلقناکم اور دوسرے مین کہے وفیها نعیدکم اور تیسری مین کہے ومنها نخرجکم تارة اخری چنانچہ ابن ماجہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
اسیطرح مروی ہی اور مستحب ہی بعد دفن مردہ کے ایک ساعت توقف کرنا دعا اور قراءت کے لیے اسقدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اسکا گوشت بٹ جاے
ساعت ۔۔۔ اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابو داؤد مین

یعنی شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اور اللہ کی برکت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر یعنی خدا کے نام سے

مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مردہ دفن ہو چکتا تو اسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی درخواست کرو اور ثابت
رہنے کی دعا اُسکے لیے کرو کہ اُس سے اب سوال ہوگا اور حضرت ابن عمرؓ بعد دفن کے قبر پر شروع سورۂ بقر اور اُسکے خاتمہ کا پڑھنا مستحب جانتے تھے
کذا فی الشامی ولا باس برش الماء علیہ حفظا للتراب عن الاندراس اور کچھ مضائقہ نہیں پانی چھڑکنے کا قبر پر واسطے حفاظت مٹی کے اُڑنے کے ہم بلکہ پانی
چھڑکنے کو مستحب کہنا مناسب ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکوایا تھا چنانچہ ابن ماجہ مین اور ابو داؤد
کے مراسیل مین مروی ہو ولا یربع للنہی عنہ ویسنم ندبا وفی الظہیریۃ وجوبا قدر شبر ولا یجصص للنہی عنہ اور قبر چورس نہ بنائی جاے بسبب ممانعت چورس
کرنے کے اور اونچی کیجاے مثل اونٹ کے کوہان کے براہ استحباب اور ظہیریہ مین ہو کہ اونچا کرنا واجب ہو بقدر ایک بالشت کے اور گچ نہ کیجاے قبر
بسبب نہی کے گچ کرنے سے ہم چورس سے مراد یہ ہو کہ مٹی کو پھیلا کر چبوترے کی شکل نکیا جاے بلکہ بیچ مین سے اونچی مثل کوہان کے کیجاے امام محمد رحمہ اللہ
نے آثار مین روایت کیا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چورس کرنے سے منع فرمایا اور مسلم مین مروی ہو کہ آپ نے قبر کو گچ کرنے اور اسپر عمارت بنانے
سے منع فرمایا کذا فی الشامی ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وہو المختار کما فی کراہیۃ السراجیۃ اور نہ کہگل کیجاے قبر اور نہ اسپر کوئی عمارت
بنائی جاے اور ایک قول یہ ہو کہ کہگل کا کچھ مضائقہ نہیں اور یہی قول مختار ہو چنانچہ سراجیہ کے باب الکراہیۃ مین ہو ہم شامی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا
کہ وقیل لا باس الخ کو بعد ولا یطین کے بیان کرتا کیونکہ عبارت سراجیہ مین کہگل کرنے کو مختار کہا ہو چنانچہ اُسکی عبارت یہ ہو ذکر فی تجرید ابی الفضل ان
تطیین القبور مکروہ والمختار انہ لا یکرہ یعنے ابو الفضل کی تجرید مین مذکور ہو کہ قبرون کا کہگل کرنا مکروہ ہو اور مختار یہ ہو کہ مکروہ نہیں اور اسی عبارت کو مصنف
کو منح الغفار مین سراجیہ کیطرف منسوب کیا ہو مگر قبر پر عمارت کا جواز مین نے کہین نہیں دیکھا کہ کسی نے اُسکو مختار کہا ہو جیساکہ ماتن کی ظاہر عبارت سے مفہوم
ہوتا ہو اور طحطاوی نے کہا کہ شرح منیۃ المصلی مین برہان سے منقول ہو کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کیواسطے حرام ہو اور مضبوطی کے لیے بعد دفن کے مکروہ ہو لیکن
بنی ہوئی عمارت مین دفن کرنا مکروہ نہیں وفی جنائز ہاد لا باس بالکتابۃ ان احتیج الیہا حتی لا یذہب الاثر ولا یمتہن اور سراجیہ کے باب الجنائز مین ہو
کہ کچھ مضائقہ نہیں لکھنے کا قبر پر اگر اسکی ضرورت ہو اس غرض سے کہ اُس قبر کا نشان جاتا رہے اور پامال نہو ہم مسلم نے جابر سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبرون کے گچ کرنے اور اُنپر لکھنے اور عمارت بنانے سے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت اُسوقت ہو کہ حاجت نہو اور لا باس
کہنے سے اشارہ ہوا کہ باوجود حاجت کے نہ لکھنا بہتر ہو اور فتاوے حجب مین ہو کہ قرآن کا لکھنا قبرون پر مکروہ ہو اسوجہ سے کہ بوسیدہ ہو کر کلمات
پامال نہون اور یہی حال ہو دوسرے کلمات واجب التعظیم کا ولا یخرج منہ بعد اہالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ
ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا بلی وصار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جاے مگر
کسی آدمی کے حق کے لیے مثلاً زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردے کا رہنا پسند نکرے یا جس زمین مین دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے
نے لے لی اور وہ نہیں چاہتا کہ اس زمین مین مردہ رہے اور اختیار دیا جائیگا مالک کو مردے کے نکالنے اور قبر کو زمین سے برابر کرنے مین یعنی مالک
زمین کے ظاہر و باطن دونون پر حق رکھتا ہو چاہے مردے کو اندر رہنے دے اور صرف اوپر سے ہموار کر دے اور چاہے اندر بھی نرہنے دے جیسے
جائز ہو جوتنا قبر کا اور اسپر عمارت بنانی جبکہ مردہ پرانا ہو کر مٹی ہو گیا ہو کذا فی الزیلعی حامل ماتت وولدہا حی یضطرب شق بطنہا من الایسر و
یخرج ولدہا ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی کراہیۃ الاختیار ایک عورت حاملہ مرگئی اور اُسکا بچہ پیٹ مین زندہ حرکت کرتا ہو تو عورت
کا پیٹ بائین طرف سے چیر کر اُسکے بچہ کو نکال لیا جاے اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنے بچہ مرگیا اور عورت زندہ ہو اور خوف ہو ماں کے مرجانیکا تو اُس بچے کو کاٹکر
نکالا جاے اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹکر نہ نکالا جاے کیونکہ ماں کا مرجانا وہمی بات ہو تو زندہ بچہ کو قتل کرنا وہمی امر کے لیے جائز نہیں کذا فی الشامی طحطاوی نم

کہا کہ شارح کا لو بیتا کہنا زائد ہی اسلیے کہ لو بالعکس سے اسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہی ولو بلع مال غیرہ ومات ہل یشق قولان والاول نعم فتح اور اگر کوئی شخص
پرایا مال نگلکر مر گیا تو اسکا پیٹ چیرا جاے یا نہین اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہ ہی کہ ہان چیرا جاے کیونکہ اسکی حرمت اسکی تعدی کے سبب سے جاتی
رہی اس سے معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہو گا تو پیٹ نہ چیرا جایگا کذا فی الشامی فروع مسائل ملحقہ شارح کے الاتباع افضل من النوافل
لو قرابۃ او جوارًا او فیہ صلاح معروف جنازہ کے ساتھ جانا افضل ہی بہ نسبت نفلون کے اگر میت کے ساتھ قرابت یا ہمسایگی ہو یا مردہ نیکبخت مشہور ہو وجہ افضل
ہونے کی یہ ہی کہ جنازہ کے ساتھ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونون کے ساتھ ہی اسلیے اسکا ثواب زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی ینذب دفنہ فی جہۃ موتہ
وتعجیلہ وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ او من یعینہ وان راے بہ ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہی دفن کرنا میت
کا اسکی موت کی جہت مین یعنے جس جگہ مرا ہو وہان کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہی وہان سے دوسری جگہ نہ لیجانا چاہیے اور مستحب ہی جلدی کرنا دفن مین
اور مستحب ہی نہلانے کی جگہ چھپانا اسطرح کہ نہلانے والے یا اسکے مددگار کے سوا اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردے سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلاً منہ
کالا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اسکا بیان کرنا درست نہین بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنے مردون کی اور باز رہو انکی برائیون سے م شامی نے
کہا کہ اگر میت بدعتی ہو تو اسکے حال کے کہدینے کا مضائقہ نہین تا کہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا باس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھ مضائقہ نہین مردے کو دوسری
جگہ لیجانیکا بیشتر اسکے دفن ہونے کے م یعنے دفن کرنے کے بعد بالاتفاق نقل درست نہین اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو درست ہی کتنا ہی
فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونون جگہ مین نہو تو نقل درست ہی اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلے کی قید لگادی ہی کہ اسقدر دوری
تک نقل درست ہی اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہی کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچھ مضائقہ نہین میت کی مرنے کی خبر آپس مین ایک
دوسرے سے کہدینے تا کہ لوگ اسکا حق ادا کرین اور تجہیز وتکفین مین شریک ہون وبارثائہ بشعر او غیرہ ولکن یکرہ الافراط فی مدحہ لا سیما عند جنازتہ لحدیث
من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھ مضائقہ نہین مردے پر رونے کا شعر سے یا غیر شعر سے مگر مکروہ ہی زیادتی کرنی اسکی تعریف مین خصوص اسکے جنازے
کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام جاہلیت کے رونے سے یعنے وہ ہم سے نہین م جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ کرنا اور
پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہی کہ یہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے رونے سے یہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردے کے محاسن کا
شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے ارثا، باب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہی مصدر اسکا مرثیہ ہی
وبتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر اور کچھ مضائقہ نہین میت والونکی تسلی کرنے اور انکو صبر مین رغبت دلانے کی م شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہی
اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالی اسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہنادے گا
کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچھ مضائقہ نہین میت کے گھر والون کے لیے کھانا پکوانے کا م فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایون اور دور کے
رشتہ دارون کو مستحب ہی کہ میت کے گھر والون کے واسطے اتنا کھانا پکوائین جو انکو اس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اس باب مین اصل وہ حدیث
ہی کہ حضرت جعفر کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقون کے لیے کھانا تیار کرو کہ وہ اپنے دھندے مین لگے ہین و
بالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وتکرہ بعدہا الا لغائب اور کچھ مضائقہ نہین سوگ کے واسطے تین دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا
دوسرے مکان مین اور اول روز یعنے جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کے واسطے اور دنون سے بہتر ہی کیونکہ پہلے روز مین وحشت فراق
زیادہ ہوتی ہی تو تسلی ایسے ہی وقت مین مناسب ہی اور مکروہ ہی تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کے لیے مکروہ نہین یعنے اگر کسی شخص نے
تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اسوقت وارثون کی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسی طرح اگر میت کا رشتہ دار موت کے وقت نہو ۵۱

اور بعد مدت کے آوے تب بھی اُسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ نہوگا کذا فی الشامی وتکرہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر وعند باب الدار ویقول اعظم اللہ اجرک واحسن عزاک وغفر لمیتک اور مکروہ ہی تعزیت دوبارہ یعنے ایکبار اگر تعزیت کر لی ہو تو دوسری بار بجاے اور مکروہ ہی تعزیت قبر کے پاس یعنے قبر کے پاس میت کے لیے دعا کا مقام ہی نہ تعزیت کا اور مکروہ ہی تعزیت گھر کے دروازے کے پاس اور تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالی تیرا ثواب زیادہ کرے اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیرے میت کو بخشے وبزیارۃ القبور ولو للنساء لحدیث کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروہا اور کچھ مضائقہ نہین قبرون کی زیارت کا اگرچہ عورتین زیارت کرین بسبب اس حدیث کے مین نے تمکو منع کیا تھا قبرون کی زیارت سے اب آگاہ ہو کہ اُنکی زیارت کیا کرو م بعض فقہا نے کہا کہ عورتون کو قبرون کی زیارت کرنی حرام ہی اور شارح نے لا باس بہ کہا خیر الدین رملی نے اُسکی تفصیل خوب کی ہی یعنی اگر عورتین اسوجہ سے جائین کہ غم تازہ ہو جاے اور رونا پیٹنا اپنے معمول کے موافق قبرون پر کرین تو ہرگز جائز نہین اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ اللہ تعالی لعنت کرتا ہی قبرون کی زیارت کرنیوالیونکو تو اُسمین وہی عورتین مراد ہین جو قبرون پر امور نامشروع کرین اور اگر اسوجہ سے جائین کہ عبرت حاصل کرین یا تبرک جانکر صلحا کی قبرون پر جائین تو اس صورت مین اگر عورتین بوڑھی ہون تو مضائقہ نہین اور اگر جوان ہون تو اُنکے حق مین زیارت مذکور مکروہ ہی اور مردون کے حق مین بموجب حدیث بالا زیارت قبور مستحب ہی اور افضل یہ ہی کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایکروز پہلے یا ایکروز پیچھے کذا فی الشامی ویقول السلام علیکم دار قوم مومنین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون ویقرء یس وفی الحدیث من قرأ الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وہب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت کرنیوالا قبرستان مین یہ الفاظ کہے السلام علیکم سے لاحقون تک یعنی سلام ہو تمپر ای ایماندار قوم کے گھر والون بیشک ہم اگر خدا نے چاہا تو تم سے ملینگے اور سورہ یسین پڑھے اور حدیث مین ہی کہ جو شخص سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھکر اُسکا ثواب مردون کو بخشدے تو مردونکے شمار کے موافق اُسکو ثواب دیا جائیگا حلبی نے کہا کہ احد عشر کی جگہ احدی عشرۃ صواب ہی ویحفر قبرا لنفسہ وقیل یکرہ والذی ینبغی انہ لا یکرہ تہیئۃ نحو الکفن بخلاف القبر اور کچھ مضائقہ نہین اپنے لیے قبر کھود رکھنے کا اور بعض نے کہا کہ مکروہ ہی اور مناسب بقواعد یہ ہی کہ کفن جیسے چیز کا تیار کر لینا مکروہ نہین بخلاف قبر کے مروجہ قبر کے کھود رکھنے کی یہ ہی کہ پہلے سے سفر آخرت کی تیاری ہو اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ربیع بن خثیم وغیرہما نے ایسا کیا بھی ہی اور جن لوگون نے مکروہ کہا اُسکی علت یہ بیان کی کہ آدمی کو یہ معلوم نہین کہ مین کہان مرونگا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہی پھر خاص جگہ قبر بنوانا نص کے خلاف ٹھہرتا ہی طحطاوی نے کہا قبر کھدوانا قرآن کی نص کے مخالف نہین اسلیے کہ اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہی یعنے اگر خود وہان نہ مریگا تو دوسرے کے کام آویگی یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطی قبر ترکہ مکروہ ہی چلنا قبرستان کے اُس رستے مین جسکو گمان کرے کہ یہ نیا راستہ ہی یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہونچے تو اُسکے پاس جانا ترک کرے ولا یکرہ الدفن لیلا اور مکروہ نہین دفن کرنا رات کو م شرح منیہ مین کہا کہ دنکو دفن کرنا مستحب ہی کذا فی الشامی ولا اجلاس القارئین عند القبر وہو المختار اور نہین مکروہ ہی قرآن خوانون کو بٹھلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہی م نور الایضاح کی عبارت ہی کہ قرات قرآن کے لیے قبر کے پاس بیٹھنا اس غرض سے کہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجھ مین آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار مین مکروہ نہین کذا فی الشامی اس نقل سے شامی کی غرض شاید یہ ہی کہ قاریون کو بٹھلانا جو شارح نے مختار لکھا ہی کہین مصرح نہین عظم الذمی محترم ذمی کی ہڈی حرمت رکھتی ہی یعنے اگر قبر مین کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جاے تو اُسکو توڑا نہ جائیگا نہ اور کسی قسم کا ہتک کیا جائیگا انما یعذب المیت ببکاء اہلہ اذا اوصی بذلک میت پر عذاب ہوتا ہی اُسکے گھر والون کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو م اس مسئلہ مین اختلاف ہی کچھ لوگون کا قول یہ ہی کہ گھر والون کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہی اسوجہ سے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ میت کو گھر والون کے رونے سے عذاب ہوتا ہی اور اکثر علما کا قول یہ ہی کہ عذاب نہین ہوتا کیونکہ خدا تعالے فرماتا ہی ولا تزر وازرۃ وزر اخرے اور حدیث کے معنی یہ ہین کہ اُس زمانے کے لوگ نوحہ کرنے کی تعزیت

کیا کرتے تھے اسلیے آپ نے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رض سے مروی ہو کہ آپ نے یہ ارشاد اُسوقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودی کی قوم پر گذرے جو اُس یہودی کو رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اسکو تو عذاب ہوتا ہو اور یہ لوگ اُسپر روتے ہین کُتب علی جبہۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہد نامہ یرجی ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا گیا تو توقع ہو کہ میت کو اللہ تعالی بخشدے عہد نامہ کی دعا یہ ہو اللّٰھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ الرحمن الرحیم انی اعھد الیک فی ہذہ الحیوۃ الدنیا انی اشہد انک انت اللہ لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمدا عبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عہدا عندک توفینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگون نے لکھے ہین باقی رہا اس دعا کا لکھنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اسکو بعض فقہانے بقصد تبرک جائز لکھا ہو مگر ابن صلاح نے فتوے دیا ہو کہ قرآن اور اسمار معظم مین سے کچھ نہ لکھا جاے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات مقدسہ کو لکھنا جان بوجھکر مردہ کی نجاستون مین اُنکو آلودہ کرنا ہو اور فتح القدیر مین ہو کہ قرآن اور اسمار الٰہی کا لکھنا درہمون اور محرابون اور دیوارون پر مکروہ ہو اسلیے کہ خوف اُنکے پانون تلے آنے اور اہانت کا ہو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولے مکروہ ہوگا جبتک کہ مجتہد سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح مین اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصرا اوصی بعضہم ان یکتب فی جبہتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ففعل ثم رئی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکۃ العذاب فلما راوا مکتوبا علی جبہتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدینا سو لکھدی گئی بعد اسکے کسی نے اسکو خواب مین دیکھکر اُسکا حال پوچھا اُسنے کہا کہ جب مین قبر مین رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب اُنھون نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی اُنھون نے کہا کہ تو خدا کے عذاب سے امون ہوا م چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہو کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہو تو یہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح اُنگلی ہی سے لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیب کا چھاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہین مگر بہرحال کسی طرح ہوا ہو شرعی احکام کا مدار خواب پر نہین ہو سکتا واللہ اعلم

باب الشہید

یہ باب ہو شہید کے احکام مین م ہرچند شہید بھی مردہ ہو مگر اُسکو نماز جنازہ سے جدا باب کرکے اسلیے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہو وہ دوسرے مردے کو نہین کذا فی النہر فعیل بمعنی مفعول لانہ مشہود لہ بالجنۃ او فاعل لانہ حی عند ربہ فہو شاہد شہید وزن فعیل ہو بمعنی مفعول سو جہت سے کہ اسکے لیے جنت سامنے کی گئی یا بمعنی فاعل ہو کیونکہ وہ زندہ ہو اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونے والا ہو م شہید مشتق شہود سے ہو یا شہادت سے تو شہود بھی ہو سکتا ہو کہ فرشتے اُسکی تعظیم کو آتے ہین اور جنت اُسکے سامنے پیش کیجاتی ہو اور شاہد بھی ہو سکتا ہو کہ خدا تعالی کے پاس حاضر ہوتا ہو یا یہ کہ اُسکا خون اور زخم اُسکے شاہد موجود ہین ہو کل مکلف مسلم طاہر شہید جسکا حکم آگے مذکور ہو وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہو م یہ تعریف شہید کی باعتبار حکم آیندہ کے ہو مطلق شہید کی نہین چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی ہوتے ہین عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلا کے جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکلگیا کہ گو ظلما مارا گیا ہو مگر شہید نہو گا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہ اگر شہید ہونگے تو اُنکو غسل دیا جاویگا فالحائض اذا رأت ثلثۃ ایام غسلت والا لا لعدم کونہا حائضا پس حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ دیجاوے بسبب نہونے اُس عورت کے حائضہ م یعنے ایک عورت نے مثلا تین دن خون دیکھا پھر وہ ظلم سے مارگئی تو چونکہ اقل مدت حیض کی گذرنے سے وہ قطعا ناپاک ہو گئی تھی اسلیے اسکو غسل دینا چاہیے اور اگر خون دیکھنے کے دو روز کے بعد مارگئی تو غسل نہ دیجائیگی کیونکہ بسبب کمتر مدت ہونیکے وہ ابھی حائضہ نہین ہو سکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو ولم یعد علیہ السلام غسل حنظلۃ

لحصول الغسل بالملائکة بدلیل قصة آدم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو دوبارہ غسل نہ دیا بسبب ہوجانے غسل کے فرشتون کے فعل سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی دلیل سے اور حنظلہ بن ابی عامر ثقفی جب شہید ہوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے یار حنظلہ کو فرشتے نہلا رہے ہین صحابہ نے انکی بی بی سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ وہ ناپاکی کی حالت مین نکلے تھے آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتون نے انکو نہلایا تو اسمین صاحبین یہ فرماتے ہین کہ اگر ناپاک شہید کا نہلانا بنی آدم پر واجب ہوتا تو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ کو دوسری بار نہلاتے شارح امام اعظم کیطرف سے جواب دیتا ہے کہ غسل بلا شبہہ واجب ہے مگر نہلانے والے کچھ ضرور نہین کہ آدمی ہون چنانچہ حضرت آدم ؑ کے نہلانے کا قصہ باب الجنائز مین گذرا کہ انکو فرشتون نے نہلایا تھا اسیطرح یہان بھی جب غرض غسل یعنے طہارت فرشتون کے نہلانے سے حاصل ہوگئی تو پھر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت رہی کذا فی الشامی مختصراً قتل ظلما بغیر حق بجارحة ای بما یوجب القصاص ولم یجب بنفس القتل دیة بل قصاص شہید وہ پاک مسلمان مکلف ہے کہ ظلم سے ناحق قتل کیا جاتا ہے زخم کرنیوالی چیز سے یعنی ایسی چیز سے مارا جاے جو قصاص کی موجب ہو مثلاً تلوار اور چھری اور تیر وغیرہ سے نہ لاٹھی اور غلہ کے مانند سے کہ ان دونون سے مارنے کی صورت مین قصاص لازم نہین آتا اسلیئے اُسکے کشتہ کو غسل دیا جائیگا اور نہ واجب ہووے خود اس قتل کے سبب سے مال بلکہ واجب ہو قصاص حتے لو وجب المال بعارض کالصلح او قتل الاب ابنہ لا تسقط الشہادة یہانتک کہ اگر مال واجب ہو کسی عارض کی جہت سے نہ قتل کیوجہ سے جیسے قتل سے صلح کرنے مین کہ ہر چند قتل موجب قصاص ہے مگر قصاص ساقط ہوجاتا ہے صلح سے جو امر عارضی ہے یا قتل کرے باپ اپنے بیٹے کو کہ یہان بھی نفس قتل سے قصاص ہی واجب ہے مگر باپ ہونے کی جہت سے قصاص نہین لیا جاتا تو ان دونون صورتونمین شہادت ساقط نہوگی یعنی اسکو غسل نہ دیا جاویگا ولم یرتث فلو ارتث غسل کما سیجئ اور ایک شرط غسل نہ دینے کی یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد زندہ نرہا ہو پس اگر زندہ رہا ہوگا تو غسل دیا جائیگا چنانچہ آگے مذکور ہوگا ارتثاث میدان جنگ سے اُٹھا لانے کو کہتے ہین جبکہ زخمی مین جان باقی ہو اور یہ فعل مجہول مستعمل ہوتا ہے کذا فی القاموس اور شرع مین جو کیفیت ارتثاث کی ہے وہ آگے مذکور ہوگی وکذا یکون شہیدا لو قتلہ باغ او حربی او قاطع طریق لو تسببا او بغیر آلة جارحة فان مقتولہم شہید بای آلة قتلوہ لان الاصل فیہ شہداء احد ولم یکن کلہم قتیل سلاح اور اسیطرح یعنے بشرط زندہ نہ پائے جانے کے شہید ہوگا اگر قتل کیا ہو اُسکو باغی یا کافر حربی یا راہزن نے اگرچہ قتل سبب سے ہو یا بدون اوزار زخم کرنیوالے کے ہو تب بھی شہید ہوگا کیونکہ ان لوگون کا مارا ہوا شخص شہید ہوتا ہے کسی اوزار سے اسکو مارین اسلیئے کہ اصل اسباب مین جنگ احد کے شہید ہین اور وہ سب ہتھیار سے نہین مقتول ہوے تھے اور قتل سبب کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی کافر یا راہزن یا باغی سوار کے پانون تلے دبکر مسلمان مرگیا یا انھون نے کسی مسلمان سوار کے گھوڑے کو بھڑکایا یہانتک کہ وہ گرکر مرگیا یا مسلمان کے رہنے کی جگہ مین آگ لگا دے اُس سے مرگیا تو ان صورتونمین شہید ہوگا کذا فی الشامی بتصرف او وجد جریحا میتا فی معرکتہم والمراد بالجراحة علامة القتل کخروج الدم من عینہ او اذنہ او حلقہ صافیا لا من انفہ او ذکرہ او دبرہ او حلقہ جامدا یا شہید ہوگا وہ شخص کہ پایا جاے زخمی مردہ ان لوگون کے میدان جنگ مین شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر مین زخم ہو یا نہو مثلاً نکلنا خون کا اُسکی آنکھ سے یا کان سے یا حلق سے خون صاف کا نکلنا نہ نکلنا خون کا اُسکی ناک سے یا پیشاب کی جگہ یا مقام پاخانہ سے یا حلق سے خون بستہ کا نکلنا یعنے خون جس مقام سے نکلتا ہے دیکھنا چاہیے کہ اُس مقام سے بدون کسی مرض باطنی کے بھی نکلا کرتا ہے یا نہین اگر نکلتا ہے جیسے نکسیر تو اسصورت مین شہید نہوگا اور اگر بدون مرض باطن نہین نکلتا جیسے آنکھ یا کان سے تو یہ خون علامت قتل ہے اس سے شہید ہوگا اور اگر خون مُنہ سے نکلتا ہے تو اگر سر سے اُترتا ہے تب تو شہید نہوگا اور اگر پیٹ سے چڑھتا ہے تو شہید ہوگا کیونکہ بدون زخم باطن کے پیٹ کیطرف سے خون مُنہ کو نہین آتا اور پہچان سر اور پیٹ کے خون کی یہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی الجوہرہ والفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین قلب ہوگیا صواب یہ ہے کہ جامدا اول ذکر کرنا چاہیے اور صافیا آخر مین فیفرع عنہ ما لا یصلح للکفن.

ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ وینقص ان زاد لاجل ان یتم کفنہ المسنون پس اُتار یجاے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہین رکھتی اور زیادہ کیا جاے بشرطیکہ جو کپڑے اُسکے بدن پر ہون وہ کفن سنت سے کم ہون اور کم کیا جاے اگر اُسکا لباس زیادہ ہو تاکہ اُسکا کفن مسنون پورا ہو جاے م جو چیزین کفن کی لیاقت نہین رکھتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتھیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا پوستین اور روئی دار کے اور نہو تو اُسکو نہ اُتارا جاے اور اُسکے سب کپڑے اُتار لینا اور نیا کفن دینا مکروہ ہے کذا الشامی ویصلی علیہ بلا غسل ویدفن بدمہ وثیابہ لحدیث زملوہم بکلومہم اور نماز پڑھی جاے شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جاے مع اپنے خون اور کپڑون کے بسبب اس حدیث کے کہ اُنکو کپڑون مین لپیٹو مع اُنکے زخمون کے م یہ ارشاد آپ نے شہداے احد کے باب مین فرمایا تھا روایت کیا ہے اُسکو احمد نے اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہے کہ شہداے احد کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکے بدن سے لوہا اور پوستین اُتار لو اور اُنکو مع اُنکے خون اور کپڑون کے دفن کرو کذا فی الطحطاوی ویغسل من

وجد قتیلا فی مصر او قریۃ فیما ای فی موضع تجب فیہ الدیۃ ولو فی بیت المال کالمقتول فی جامع وشارع ولم یعلم قاتلہ او علم ولم یجب القصاص

فان وجب کان شہیدا کمن قتلہ اللصوص لیلا فی المصر فانہ لا قسامۃ ولا دیۃ فیہ للعلم بان قاتلہ اللصوص غایۃ الامر انہ لم تعلم عینہ فلیحفظ فان الناس عنہ غافلون اور غسل دیا جاے وہ شخص کہ پایا جاے مقتول شہر یا گانون مین اس جگہ مین کہ خونبہا واجب ہو اگرچہ بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اُسکی دیت بیت المال مین ہوتی ہے اور اُسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلاً وہ شخص جسکو چورون نے رات کو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اُسمین نہ تو محلہ والون پر قسم ہے نہ خونبہا بسبب معلوم ہونے اس امر کے کہ اُسکے قاتل چور ہین غایت امر یہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس سے غافل ہین م یعنی قسامت اور دیت اُسی صورت مین واجب ہوتے ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہین مگر خون اُنپر ثابت نہین ہو سکتا بھاگ جانے کے باعث سے اسلیے اُنکا مقتول شہید ہوگا

او قتل بحد او قصاص ای یغسل وکذا بتعزیر او افتراس سبع او جرح وارتث وذلک بان اکل او شرب او نام او تداوی ولو قلیلا او آوی خیمۃ او مضی علیہ وقت صلوۃ وہو یعقل ویقدر علی ادائہا او نقل من المعرکۃ وہو یعقل سواء وصل حیا او مات علی الایدی وکذا لو قام من مکانہ الی مکان آخر بدائع

یا قتل کیا جاے حد مین یا قصاص مین یعنے وہ بھی غسل دیا جاے اور اسیطرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ اُنکا قتل ہونا ظلم سے نہین یا درندہ کے پھاڑنے سے مرجاے یا زخمی ہوا اور زندہ رہے اور ارتثاث شرعی یہ ہے کہ کھاوے یا پیوے یا سووے یا دوا کرے اگرچہ یہ باتین تھوڑی ہی ہون ذرا سا کھایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمے مین جگہ لی یا گذرا اُسپر ایک نماز کا وقت اس حال مین کہ وہ ہوش رکھتا تھا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تھا یا میدان جنگ سے حالت ہوش مین اُٹھایا گیا خواہ زندہ پہونچا ہو یا ہاتھون پر مرگیا ہو اور اسیطرح اگر اپنی جگہ سے اُٹھکر دوسری جگہ چلا گیا کذا فی البدائع م خیمہ مین جگہ لینے سے مراد یہ ہے کہ اُسپر خیمہ اُسی جگہ تان دیا گیا ہو ورنہ اگر وہ اُٹھکر جاویگا تو یہ مسئلہ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سے ہوش کے ساتھ اُٹھائے جانے کی قید اسلیے لگائی کہ بیہوشی مین اُٹھایا جائیگا تو گو دن رات گذر جائے غسل نہ دیا جائیگا اور زخمی ہونے کی جگہ سے اُٹھائے جانیکا حکم ایسا ہی ہے جیسا میدان جنگ سے اُٹھایا جانیکا کذا فی الشامی لا لخوف وطء الخیل میدان جنگ سے اُٹھایا گیا ہو نہ گھوڑون کے روندنے کی خوف سے یعنے اگر گھوڑون کے تلے پس جانے کے خوف سے اُٹھایا جائیگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل نہ دیا جائیگا او اوصی بامور الدنیا وان بامور الآخرۃ لا تصیر مرتثا عند محمد وہو الاصح جوہرہ لانہ من احکام الاموات او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر والا فلا یا وصیت کی دنیا کے امور کی تو مرتث شرعی پایا جائیگا اور غسل دیا جائیگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث یعنی زندگی سے منتفع نہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الجوہرہ اسلیے کہ وصیت امور اخروی کے باب مین اموات کے احکام سے ہے یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نکریگا تو مرتث نہوگا م

غرضکہ مردیکا غسل نہ دینا ایک امر خلاف قیاس ثابت ہوا ہے اور اصل اس باب مین شہداے احد کا حال ہے تو اگر شہادت انھین کی طرح کی ہوگی تب تو غسل نہ دیا جائیگا اور اگر امور مذکورہ مین سے کسی سے فائدہ لینا بعد زخمی ہونے کے پایا جائیگا تو شہادت کامل نرہیگی جس سے غسل دینا ترک کیا جاوے وہذا کلہ

اذا کان بعد انقضاء الحرب ولو فیہا اے فی الحرب لایصیر مرتثا بشئ مما ذکر اور یہ سب باتین جنسے شہادت ناقص ہوتی ہے اُس صورت مین ہین کہ لڑائی ہوچکی

ہو اور اگر لڑائی کے اندر یہ امور ہون تو ان مذکور چیزون مین سے کسی سے مرتث نہوگا ہر صورت مین شہید کامل ہوگا وکل ذلک فی الشہید الکامل والا فالمرتث

شہید الآخرۃ وکذا الجنب ونحوہ اور یہ سب شرطین شہید کامل کے باب مین ہین جو دنیا اور آخرت دونون مین شہید ہو ورنہ مرتث شہید آخرت تو ہوتا ہی ہے اوریہی طرح شہید آخرت ہے جنابت والا اور مثل اُسکے یعنے مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جاے اور اُسکے مارے جانے سے مال واجب ہو یہ بھی شہید آخرت ہین ہم شرطین شہید کامل کی چھ مذکور ہوئی ہین اول عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیز سے چہارم قتل ہونا براہ ظلم یا جہاد مین پنجم نہ واجب ہونا عوض مالی کا ششم بعد زخمی ہونے کے منتفع نہونا امور مذکورہ بالا سے اور شہید دنیا سے یہ غرض کہ غسل نہ دیا جائیگا مگر اُس صورت مین کہ جنب ہو یا نجاست خارجی سوا اُسکے خون

کے لگی ہو اور شہید آخرت سے یہ مراد کہ جو ثواب شہدا کے لیے وعدہ ہوا ہے اُسکو حاصل ہوگا کذا فی البحر ومن قصد العدو فاصاب نفسہ والغریق والحریق

والغریب والمہدوم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء والمیت لیلۃ الجمعۃ وصاحب ذات الجنب ومن مات وہو یطلب العلم وقد عدہم السیوطی نحو الثلاثین

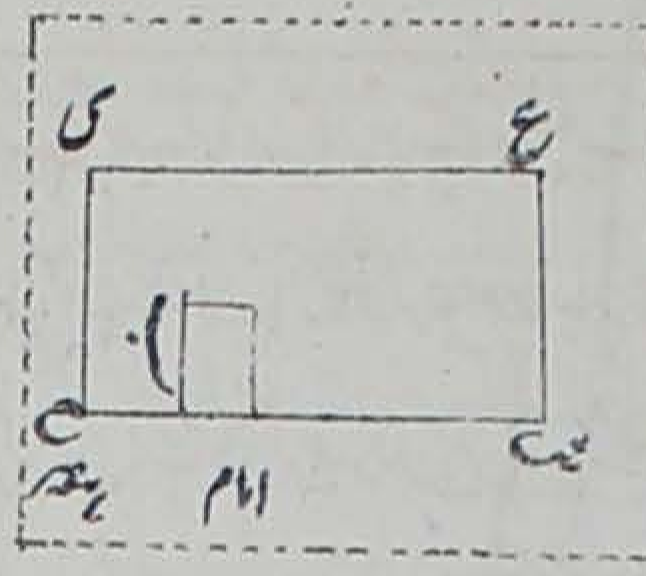
واللہ تعالی اعلم اور شہید آخرت ہے جو شخص کہ دشمن کا قصد کرے اور ہتھیار اپنے ہی مارلے اور پانی مین ڈوبا ہوا اور جلکر مرنیوالا اور سفر مین مرنیوالا اور جسپر مکان گر گیا ہو اور پیٹ کی بیماری یعنے دستون یا استسقا سے مرنیوالا اور وبا سے مرنیوالا شامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا مین اپنے شہر مین صابر بہ نیت حصول ثواب ٹھہرا رہے وہ اگر اُس عرصہ مین کسی اور مرض سے مرجائیگا وہ بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کے وقت مرے یا مدت نفاس مین اور جو شخص جمعہ کی شب کو وفات پاوے اور ذات الجنب والا اور جو شخص اُس حال مین مرے کہ علم کا طالب ہو یعنے علم مین مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑھتا ہو یا پڑھاتا ہو یا سنتا ہو اور شہداء آخرت کو سیوطی نے بقدر تیس کے شمار کیا ہے واللہ اعلم م جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت مین تعداد مذکور کو اسطرح بیان کی ہے پیٹ کی بیماری والا غریق دبکر مرنیوالا ذات الجنب والا جو عورت کہ اپنے حمل وغیرہ پیٹ کے اندر کی چیز سے مرجائے سل والا سفر مین مرنیوالا مرگی والا اپنے گھر والون کی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان کے بچانے مین مرنیوالا ظلم سے مرنیوالا عشق مین مرنیوالا بشرطیکہ پارسائی اور پوشیدگی کے ساتھ ہو جس شخص کے گلے مین پانی وغیرہ کا پھندا لگ کر اچھو ہوا ہو جسکو درندے نے پھاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلماً قید کیا ہو یا زبردستی پٹوایا ہو یا بادشاہ کے خوف سے چھپا پھرتا ہو اور مرگیا ہو اور جسکو سانپ بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب مین مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سوداگر سچ بولتا ہو جو شخص اپنے فرزند اور مملوکون مین اللہ تعالی کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے انکو کھلاتا ہو جسکو جہاز مین متلی اور قے سے وفات ہو جو عورت غیرت پر صبر کرکے مرے جو شخص ہر روز ۲۵ بار یہ کلمات کہ لیا کرے اللہم بارک لی فی الموت وفی ما بعد الموت جو شخص نماز چاشت پڑھے اور ہر مہینے مین تین روزے رکھے اور وتر کبھی ترک نکرے نہ سفر مین نہ مقام مین جو شخص امت کے فساد کیوقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے جو شخص اپنے مرض موت مین ۴۰ بار کہے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علماء مالکیہ نے اتنے اور زیادہ کیے ہین جو جلکر مرجاے جو گھوڑا لشکر مین جہاد کا رہے جو ہر شب سورہ یٰس پڑھے جو شخص سواری کے جانور پر سے گر کر مرے جو وضو کرکے طہارت کے ساتھ سووے اور مرجاوے جو شخص زندگی بھر لوگون کی مدارات کریگا جو شخص ہر روز سو بار درود پڑھے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ مین قتل ہونے کی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کے وقت مسلمانون کے کسی شہر مین غلہ لیجاے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آیتین سورہ حشر کے آخر کی پڑھے اور اُس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لیے ثواب شہادت احادیث مین آیا ہے اور پورا بیان شامی مین ہے

۱۳ یعنی بحرمت کرتے ہیں جسے ہے موت مین اور اس حال مین کہ موت کے بعد ہو ۱۲ لطف نہین ہے سوکسی سجود و سوا کی جے نہ کہ مرتے وقت کیا بین ہون نشہا دارون مین ۱۲

باب الصلوٰة في الكعبة

یہ باب ہو کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت مین نے الباب زیادۃ علے الترجمۃ وھو حسن اس باب مین مضمون بہ نسبت عنوان کے زیادہ ہی یعنے عنوان مین
صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہو اور عبارت مین ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑھنے کا بھی ہی اور یہ اچھی بات ہی کہ عنوان سے زاید بیان کیا جاے اور معیوب
یہ ہی کہ جس بات کا ذکر عنوان مین ہو اُسکا حال نہ بیان کیا جاے **یصح فرض ونفل فیہا وفوقہا ولو بلا سترۃ لان القبلۃ عندنا ہی العرصۃ والہواء الے**
عنان السماء درست ہی فرض اور نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر اگرچہ بدون سترہ کے ہو اسلیے کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہی آسمان کی سطح تک امام
امام مالک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہین اسلیے کہ جب ایک طرفکو منہ کریگا دوسری جانب کو پشت ہوگی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہی اور ہماری دلیل یہ ہی
کہ واجب یہ ہی کہ کعبہ کے ایک جزو معین کیطرف منہ کیا جاوے اور یہ بات جس جزو کیطرف منہ کرکے نماز شروع کریگا حاصل ہوجائیگی وہی جزو معین قبلہ ٹھہریگا
اُسکے غیر کیطرف پشت کرنا مفسد نماز نہوگا اور عرصہ اور ہوا سے مراد یہ کہ عمارت کعبہ قبلہ نہین بلکہ خالی جگہ اور اُسکے اوپر کی ہوا آسمان تک قبلہ ہی کذا فی الشامی
وان کرہ الثانی للنہی وترک التعظیم اگرچہ مکروہ ہی دوسری صورت یعنے نماز پڑھنا اوپر خانہ کعبہ کے بسبب ممانعت کے اور بسبب نہونے تعظیم کے شرح ملتقی مین ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا اول اونٹون کے بیٹھنے کی جگہ دوم قبرستان سوم نجاست ڈالنے کی جگہ چہارم شارع عام
پنجم کمیلہ یعنے جانورون کے ذبح کرنے کی جگہ ششم خانہ کعبہ کے اوپر ہفتم حمام کے اندر **منفردا او بجماعۃ وان وصلیۃ اختلف وجوہہم فی التوجہ الی الکعبۃ الا اذا جعل**
قفاہ الی وجہ امامہ فلا یصح اقتداہ لتقدمہ علیہ صحیح ہی نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت سے اگرچہ کعبہ کیطرف منہ کرنے مین جماعت والونکے منہ جدا طرفکو ہون
مگر جبکہ مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کیطرف کریگا تو اُسکا اقتدا درست نہوگا بسبب آگے بڑھجانے مقتدی کے امام سے یعنی جس صورت مین کہ مقتدی کی پشت امام
کیطرف ہی تو دونونکا منہ ایکہی طرف اور مقتدی کعبہ سے قریب ہی شارح نے کہا کہ ان متصلہ ہی شرطیہ نہین ویکرہ جعل وجہہ لوجہہ بلا حائل ولو بجنبہ لم یکرہ فہی
اربع اور مکروہ ہی کرنا اپنے چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون آڑ کے اسلیے کہ مشابہ صورت پرستی کے ہی اور اگر امام کے پہلو کیطرف منہ کریگا تو مکروہ نہوگا تو یہ چار
صورتین ہوئین م یعنے صورت اول یہ ہی کہ مقتدی کا منہ امام کے منہ کیطرف ہو یہ صورت مکروہ ہی دوم یہ کہ مقتدی کا منہ امام کے پہلو کیطرف ہو یہ بدون کراہت
جائز ہی سوم یہ کہ مقتدی کا منہ امام کی پشت کیجانب ہو یہ بھی بلا کراہت درست ہی چہارم یہ کہ مقتدی کی پشت امام کے منہ کیطرف ہو یہ صورت ناجائز ہی کذا فی الطحطاوی
وصح لو تحلقوا حولہا ولو کان بعضہم اقرب الیہا من امامہ ان لم یکن فی جانبہ لتاخرہ حکما اور درست ہی نماز اگر حلقہ کرین گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ
زیادہ قریب ہون بہ نسبت اپنے امام کے بشرطیکہ امام کیطرف مین زیادہ قریب نہون اور کعبہ سے قریب شخصونکی نماز اسلیے درست ہی کہ وہ حکماً امام سے پیچھے ہین م
یہان سے حکم کعبہ کے باہر یعنے مسجد الحرام مین پڑھنے کا ذکر ہی کہ جماعت اُسمین گرد کعبہ کے حلقہ کی صورت درست ہی کہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتک اسی
طرح نماز ہوتی آئی ہی پھر اس حلقہ کی جماعت مین سے اگر کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر شخص مذکور اُسی طرف ہی جسطرف امام ہی
تو اُسکی نماز نہوگی کیونکہ اس صورت مین وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہوگا اسلیے اُسکا تابع نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب مین کعبہ سے قریب ہوگیا ہی تو اقتدا درست ہی
اسلیے کہ آگے بڑھنا امام سے اُسوقت ہوتا ہی کہ دونونکی جہت متحد ہو جب جہت متحد نہوئی تو امام سے آگے بڑھنا بھی ثابت نہوا اسیوجہ سے اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی
الشامی **ولو وقف مسامتا لرکن فی جانب الامام وکان اقرب لم ارہ وینبغی الفساد احتیاطا لترجیح الامام وھذہ صورتہ**
اور اگر کوئی مقتدی اُس کونے کی سیدھ مین کھڑا ہوا جو امام کی جانب مین ہی اور کعبہ سے بہ نسبت امام کے زیادہ قریب ہی تو
مین نے اس مسئلے کا حکم نہین دیکھا اور احتیاط کی رو سے فاسد ہونا نماز مقتدی کا شایان ہی بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہ صورت ہی اسکی م
اس مسئلے کے سمجھانے کے لیے ہم صورت مذکورہ بالا کو حروف سے نشان کرتے ہین فرض کرو کہ ش ع ی ح خانہ کعبہ ہی اور رکن حجر گوشہ ح ہی اور فرض کرو

ماموم
امام



امام دروازہ ب کے سامنے کھڑا ہی اور مقتدی نے رکن حجر کیطرف مُنھ کرکے نیت کی تو اسصورت مین چونکہ گوشہ حد مشترک دو طرفون کا ہوتا ہی مقتدی کی جہت قبلہ دیوار ح ش اور ح ی دونون ہین لیکن اگر امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہوجائیگا تو اُسکی نماز درست نہوگی اسلیے کہ ہرچند جانب ح ی بھی اُسکی جہت ہی مگر چونکہ ح ش کیطرف امام ہی تو احتیاط اسمین ہی کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھہرائی جاے تو مقتدی کا کعبہ سے قریب ہونا ایسا ہوا کہ اتحاد جہت کی صورت مین اپنے امام سے آگے بڑھگیا اور حلقہ نقطون کا پہلے مسٔلہ کیصورت بتاتا ہی کہ امام کی طرف کے نقطے مقام مقتدیونکے ہین جو امام کی نسبت کر کعبے سے دور ہین اور باقی تین طرفونین کعبہ سے قریب ہین وکذا لو اقتدوا من خارجہا بامام فیہا والباب مفتوح صح لانہ کقیامہ فی المحراب اور اسیطرح درست ہی اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدا کرین اُس امام کے پیچھے جو کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کعبہ کا کھلا ہو اسلیے کہ امام کا کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہی جیسا محراب مین کھڑا ہونا ہم امام کا کعبہ کے اندر ہونا عام ہی اس سے کہ مقتدیون مین سے کوئی اُسکے ساتھ ہو یا نہین اور یہ اقتدا گو درست ہی مگر کراہت کے ساتھ اسلیے کہ امام کا قد آدم اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہی اور دروازہ کے کھلے ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی دیکھکر معلوم کرلین پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی مکبر امام کے اللہ اکبر کی آواز پہونچاتا جاے تو اقتدا جائز ہونا چاہیے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم

کتاب الزکوۃ

یہ کتاب ہی احکام زکوۃ کے بیانمین قرنہا بالصلوۃ فی اثنین وثمانین موضعاً فی التنزیل دلیل علے کمال الاتصال بینہما وفرضت فی السنۃ الثانیۃ قبل فرض رمضان متصل بیان کر نماز کو زکوۃ کا نماز سے ۸۲ جگہ قرآن شریف مین دلیل ہی دونون مین کمال کے درجے کے اتصال ہونے پر اور زکوۃ دوسرے برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر ہم یہ بیان مناسبت کا شارح نے کردیا کہ ہرچند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہونا چاہین پھر کرہ ہونی چاہیئن مگر چونکہ نماز و زکوۃ مین اتصال شدت سے ہی اسوجہ سے زکوۃ کو روزے پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ صاحب نہر الفائق اور بحر الرائق کے لکھدیا جنھون نے اس شمار کو مناقب بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہی حالانکہ یہ شمار غلط ہی صحیح یہ ہی کہ ۳۲ جگہ ایکساتھ دونون کا ذکر قرآن مجید مین ہی جیسا ہمارے اُستاد نے اسکو شمار کیا ہی ولا تجب علی الانبیاء اجماعا اور زکوۃ واجب نہین انبیا علیہم السلام پر بالاتفاق ہم مفتی ابو السعود نے وجہ انبیا علیہم السلام پر زکوۃ واجب نہونے کی یہ لکھی ہی کہ یہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اُسکو صرف کرڈالتے تھے اور بےموقع صرف کرنے سے اسکو روکتے تھے دوسرے یہ کہ زکوۃ طہارت ہی اُس شخص کے حقمین جو آلودہ گناہ ہو اور انبیا علیہم السلام گناہون سے معصوم ہین کذا فی الطحطاوی ہی لغۃ الطہارۃ والنماء وشرعا تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیما ناویا الزکوۃ لا تجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان یعقل القبض الا اذا حکم علیہ بنفقتہم مضمرات خلافا للثانی بزازیۃ زکوۃ لغت مین پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہین اور شرعاً مالک کرنا ہی فقیر کو اُس حصہ مالی کا جسکو شارع نے معین کیا ہی شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کردینا نکلگیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادا زکوۃ کوئی شخص کھانا کھلادیوے تو کافی نہوگا بسبب نہونے تملیک کے مگر جبکہ کھانے کی چیز یتیم کو دیڈالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہی اداے زکوۃ کے لیے اگر کپڑا پہنادے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجھتا ہو یعنی چیز کو پھینکدیتا ہو لیکن جسصورت مین کہ اُس شخص پر یتیمون کے نفقہ کا حکم ہوگیا تو اب اُنکو کپڑا پہنانا اداے زکوۃ مین کافی نہوگا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا فی البزازیہ ہم چیز کے لینے کو سمجھنا کھانے اور لباس دونون سے متعلق ہی اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہ صورت ہی کہ مثلاً قاضی نے یتیمون کا نفقہ کسیوجہ سے اُس شخص کے ذمہ کیا اب اگر یہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوۃ مین شمار کریگا تو زکوۃ ساقط نہوگی اسلیے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہی پس ایک واجب سے دوسرا واجب کیسے ادا ہوگا اور ضمیر جمع کی نفقتہم مین مناسب نہین ضمیر مفرد چاہیے اسلیے کہ اُسکا مرجع یتیم بصیغہ مفرد مذکور ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اباحت

سے بھی اداے زکوۃ درست ہی کذافی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک مین یہ ہی کہ اباحت سے چیز کا کام مین لانا مباح ہوجاتا ہی یہ نہین کہ اُسمین جو تصرف چاہے وہ کرسکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہی مثلاً اگر کھانا یتیم کو مباح کیا تو اُسکو اختیار اسکے کھالینے کا ہی نہ اور تصرف کا اور اگر مالک کیا تو چاہے خود کھالے چاہے دوسرکو دیدالے یا بیچڈالے جزء مال خرج المنفعۃ فلو اسکن فقیرا دارہ سنۃ ناویا لا یجزیہ عینہ الشارع وہو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلۃ والفطرۃ زکوۃ مالک کرناہی مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع نے اُسکو ٹھہرادیا ہی اور وہ چالیسوان حصہ اُس مال نقد کا ہی جسپر ایک سال گذرگیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفع خارج ہوا یعنے وہ زکوۃ مین محسوب نہین ہوسکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گھر میں ایک سال بہ نیت اداے زکوۃ رکھا تو کافی نہوگا کیونکہ اسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے صدقہ نفل نکل گیا کہ اُسکے باب مین کچھ تعین ہی نہین اور صدقۂ فطر بھی نکلگیا اسلیے کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہوتا م طحطاوی نے کہا کہ چالیسوان حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوۃ جانورون اور غلہ کی بھی اسمین شامل ہی کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصہ کے ہی من مسلم فقیر ولو معتوہا غیر ہاشمی ولا مولاہ ای معتقہ ہذا معنی قول الکنز تملیک المال ای المعہود اخراجہ شرعا مالک کرنا ہی مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ اُنکے مولی یعنے آزاد کیے ہوئے غلام کو اور یہی ہی مراد کنز کے قول تملیک المال کی یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعاً معلوم ہی م مصنف نے زکوۃ کی تعریف مین تملیک جزء مال عینہ الشارع کہا ہی اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہی تو شارح کہتا ہی کہ مآل[52] دونون تعریفون کا ایک ہی کیونکہ کنز مین المال سے مال معہود مراد ہی اور الف لام عہد کا ہی یعنی وہی مال جو شارع نے مقرر کیا ہی مع قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ فلا یدفع الے اصلہ وفرعہ مالک کرنا ہی اسطرح کہ منفعت مالک کرنیوالے کی ہر وجہ سے منقطع ہوجاوے اس سے یہ نکلا کہ زکوۃ کا دینے والا اپنی اصل یعنے مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو ندے کیونکہ انکو دینے مین من وجہ اسکی منفعت اپنے تئین پہونچتی ہے لله تعالی بیان لاشتراط النیۃ مالک کرنا ہی خدا تعالی کے حکم کی تعمیل کے لیے شارح نے کہا کہ یہ بیان ہی نیت مشروط ہونیکا یعنی جب یہ کہا کہ فقیر کو دینا خدا تعالی کے امر کی بجاآوری کے لیے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوۃ مین نیت شرط ہی جیسے اور عبادات مقصودہ مین شرط ہی بالاجماع کذافی البحر وشرط افتراضہا عقل وبلوغ واسلام وحریۃ والعلم بہ ولو حکما لکونہ فی دارنا اور زکوۃ کے فرض ہونیکی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور فرض ہونیکا جاننا ہی اگرچہ فرض ہونیکا علم حکم کی روسے ہو جیسے مالدار کا دار الاسلام مین ہونا کہ یہان بے علمی عذر نہین ہوسکتی ہان اگر کوئی کافر مالدار دار الحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اسکو زکوۃ کا حال معلوم نہوا تو اُسپر زکوۃ واجب نہوگی کذافی الشامی م فرض ہونے مین انہی قیدون کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوۃ نہین وسببہ ای سبب افتراضہا ملک نصاب حولی نسبۃ للحول لحولانہ علیہ تام بالرفع صفۃ ملک خرج مال المکاتب اور سبب اسکا یعنے زکوۃ کے فرض ہونے کا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہی شارح نے کہا کہ حولی نسبت ہی حول کیطرف معنی سال اور اُس مال کو حولی اسلیے کہا کہ اُسپر سال گذرجاتا ہی اور لفظ تام رفع کے ساتھ صفت ہی ملک کی اس قید سے مکاتب کا مال نکلگیا کہ اُسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہوتی اسیوجہ سے اسکے مال پر زکوۃ نہین م سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی کذا فی الشامی اقول انہ خرج باشتراط الحریۃ علے ان المطلق ینصرف للکامل مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہی حریت کی شرط ہونے سے علاوہ اسکے مطلق ملک سے فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہوگی م اس بیان سے شارح کی غرض یہ ہی کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہی شامی نے کہا کہ شارح کے قول مین کلام ہی کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہی جو جامع و مانع ہونی چاہیے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاے اور تام کی قید نہ لگائی جاے تو بلاشبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہوگی اور ذکر حریت کا شرط بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہ ہوا کرتا ہی کہ کسی وجہ سے قید مذکور نہو تی ہو تو دفع اعتراض کے لیے یہ توجیہ

[52] نصاب لغت مین اصل کو کہتے ہین اور شریعت مین اُس مال کو کہتے ہین جس سے کم پر زکوۃ واجب نہو ۱۲

[52] کیونکہ ال نام خاص ہی سونے کے لیے یعنی اُن چیزونکو مال کہتے ہین جنکو حاجت کے لیے رکھ چھوڑتے ہین ۱۲

کردیتے ہیں نہ یہ کہ جو قید مفید ہو اسکو زائد سمجھا جاوے خصوص سمجھانے کے مقام میں انتہے و دخل مالک بسبب خبیث کمغصوب خلط اذ اکان لہ غیرہ

منفصل عنہ یعنی و فیہ اور داخل ہوا یعنے اُس نصاب میں جسپر زکوٰۃ واجب ہو وہ مال جسکا مالک ہوا خبیث سبب سے جیسے چھینی ہوئی چیز کو اپنے مال میں ملادیا بشرطیکہ اُسکے پاس اور مال ہو اُس مال مخلوط سے جدا اسقدر کہ پورا کردے اُسکا دین یعنی مال مغصوب کی تقدر اُس جداگانہ مال سے ادا ہوجاوے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کسیکا مال چھینکر اپنے مال میں ایسی طرح ملادیا کہ دونون جدا نہین ہوسکتے تو امام صاحب کے نزدیک دوسرے کے مال کا خلط کردینا ایسا ہی جیسے اُسکو تلف کرڈالنا یعنی اُس شخص پر ضمان لازم ہے تو اس سب مالکی زکوٰۃ اُسکو دینی ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب خبیث ہے وہ اُس مال مغصوب کا مالک ہوگیا ہے مگر سب کی زکوٰۃ دینے مین یہ شرط ہے کہ اُسکے پاس اس مال مخلوط کے سوا علیحدہ اتنا مال ہو کہ اُس سے ضمان ادا کرسکے اور اگر ایسا مال نہوگا تو چونکہ اُسکے مال مین غیر کا حق ملا ہوا ہے اسلیے اُسپر مغصوب مال کی زکوٰۃ واجب نہوگی اور صاحبین کے نزدیک خلط کرنا مثل تلف کرڈالنے کے نہین اسلیے موجب ضمان بھی نہین تو اُس سے ملک ثابت نہوگی اور نہ زکوٰۃ واجب ہوگی کذا فی الشامی تنبصف فارغ عن دین لہ مطالب من جہۃ العباد سواء کان لله

کزکوٰۃ وخراج او للعبد ولو کفالۃ او موجلا ولو صداق زوجۃ الموجل للفراق او نفقۃ لزمتہ بقضاء او رضا بخلاف دین نذر و کفارۃ وحج لعدم المطالب سبب وجوب زکوٰۃ ملکیت ایسی نصاب کی ہے جو زائد ہو اُس قرض سے جسکا طلب کرنیوالا کوئی بندہ دنیا کیطرف سے ہو برابر ہے کہ قرض مذکور اللہ تعالی کا ہو جیسے زکوٰۃ اور خراج یا قرض بندہ کا ہو گو بطور کفالت کے ہو یا قرض میعادی ہو اگرچہ مہر ایسی زوجہ کا ہو جسکی مدت وقت فراق ہو یا قرض بندہ کا بطور نفقہ کے ہو کہ اُسپر قاضی کے حکم سے یا آپکی رضامندی سے لازم ہوا ہو بخلاف قرض نذر اور کفارہ اور حج کے بسبب نہونے مطالب کے یعنی ان قرضون کا طلب کرنیوالا کوئی بندہ نہین گرچہ قیامت مین انکا مطالبہ ہوگا مگر زکوٰۃ مین بندہ کیطرف سے طلب اسطرح ہے کہ شروع اسلام مین حضرت عثمان غنی رضی کیوقت تک زکوٰۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپنے نقدین کی زکوٰۃ کا نکالنا مالکون کے سپرد کردیا تا کہ حکام ظالم لوگون کے مال پر طمع نکرین تو گویا ہر مالدار آپکی طرفسے زکوٰۃ لینے کا اپنے مال سے وکیل ہوگیا اور قرض زکوٰۃ سے زکوٰۃ کے واجب نہونے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس مال بقدر نصاب ہے اور اُسپر دو برس گذر گئے تو اُسپر دوسرے برس کی زکوٰۃ واجب نہوگی اسلیے کہ پہلے برس کی زکوٰۃ اُسکے ذمہ قرض ہے اُسکو نکالنے کے بعد نصاب ناقص ہوجائیگی اور کفالت کے قرض کی یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے ہزار روپیہ قرض لیے اور دس آدمی اُسکے کفیل ہوے اور ان سبکے پاس ہزار ہزار روپئے ہین تو انمین سے کسی پر زکوٰۃ واجب نہین اسلیے کہ قرض دینے والیکو اختیار ہے کہ جس سے چاہے اپنا قرض لے سکتا ہے اور مہر موجل بعض فقہا کے نزدیک مانع زکوٰۃ نہین کیونکہ عادت یہ ہے کہ اسکو کوئی مانگتا نہین اور قہستانی مین اسی کو صحیح کہا ہے کذا فی الطحطاوی تو شارح کا قول مہر موجل کے باب مین ضعیف ہے شامی نے کہا کہ فارغ صفت نصاب کی ہے اور نفقہ نصب کے ساتھ عطف ہے کفالت پر دلا یمنع الدین

وجوب عشر و خراج و کفارۃ اور قرض مانع نہین ہے دہ یکی اور خراج اور کفارہ کے واجب ہونے کا یعنی اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو تو یہ نہین کہ زمین کی پیداوار سے دہ یکی یا خراج اُسکے ذمہ واجب نہو یا کفارہ کسی قصور کا اُسپر واجب نہو کیونکہ عشر و خراج متعلق پیداوار سے ہین جو ہمیشہ پیدا ہوتا رہتا ہے اور کفارہ متعلق ذمہ سے ہے اُسمین مفلس اور تونگر برابر ہین اتنا فرق ہے کہ مفلس کو مہلت دستر سی تک دیجائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس باب سے کچھ تعلق نہین رکھتا

شارح نے بڑھا دیا ہے و فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ لان المشغول بہا کالمعدوم و فسرہ ابن ملک بما یدفع عنہ الہلاک تحقیقاً کثیابہ او تقدیراً کدینہ اور نصاب مذکور فارغ ہو اُس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجتون مین لگا ہوا ہے وہ نہونے کے برابر ہے اور حاجت مین لگے ہوے مال کو ابن مالک نے یون بیان کیا ہے کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاک دفع کرے حقیقت مین جیسے اُسکے کپڑے ہین یا ہلاک تقدیری دفع کرے جیسے دین ہم حاجت اصلی کی چیزین یہ ہین خرچ روزمرہ مکان سکونت آلات حرب جاڑے گرمی کے کپڑے پیشہ ورون کے اوزار سامان خانہ داری سواری کے جانور اہل علم کے حق مین کتابین اور قرض کو ہلاک تقدیری اسلیے کہا کہ اسکی فکر مین آدمی شب و روز گھلتا ہے اور آگے کوئی قرض نہین دیتا اور

ف [illegible] مہر موجل مانع زکوٰۃ نہین ۱۲

قرضخواہون کے ہاتھ سے ذلت اُٹھاتا ہی کذا فی الشامی نام ولو تقدیرا بالقدرۃ علی الاستنماء ولو بنائبہ نصاب مذکور بڑھنے والی ہو اگرچہ تقدیرا بڑھے
اسطرح کہ مالک اُسکے بڑھانے پر قادر ہو گو اپنے نائب کے وسیلے سے بڑھا سکتا ہو ہم مال زکوٰۃ دو طرح ہی ایک خلقی یعنے جسکی پیدائش دفع حاجت کیلیے
ہی وہ تو چاندی اور سونا ہی تو ان دونوں مین زکوٰۃ واجب ہوتی ہی خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہین دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوٰۃ کی لیاقت پیدا
کرتا ہی اور وہ سوا نقدین کے اور چیزین ہین پھر مال کا بڑھانا دو طرح ہی ایک حقیقی تجارت اور جانورون کے بچے لینے اور ایک تقدیری یعنے تجارت
وغیرہ کی قدرت ہونی اسطرح کہ مال اپنے ہاتھ مین ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ مین کذا فی الطحطاوی والشامی ثم فرع علی سببہ بقولہ فلا زکوٰۃ علی مکاتب

لعدم الملک التام ولا فی کسب ماذون ولا فی مرہون بعد قبضہ ولا فیما اشتراہ لتجارۃ قبل قبضہ پھر مصنف نے سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع
کی کہ زکوٰۃ نہین مکاتب پر بسبب نہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہی وہ مکاتب کی پوری ملکیت مین نہین کیونکہ اُسمین حق
اُسکے آقا کا لگا ہوا ہی جبتک مال کتابت اُسکے ذمہ ہی اور نہ اُس غلام کی کمائی مین زکوٰۃ ہی جسکو آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہی بشرطیکہ مال غلام کے
قبضے مین ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکھی ہوئی چیز مین زکوٰۃ ہی مرتہن سے لے لینے کے بعد یعنے اگر راہن نے اپنا مال کچھ برسون تک رہن رکھا تو بعد
چھڑانے کے اُسکی زکوٰۃ زمانہ رہن کی اُسکے ذمہ نہین بسبب نہونے قبضے کے اور نہ مرتہن پر اُسکی زکوٰۃ ہی کیونکہ اُسکی ملک نہین اور نہین زکوٰۃ
اُس مال مین کہ اُسکو تجارت کے لیے خریدا ہو پیشتر اُسکے قبضہ کرنے کے یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلا قبضہ کیا تو ان برس
کی زکوٰۃ مشتری پر نہو گی ومدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا اور نہین زکوٰۃ بندہ کے قرضدار پر بقدر اُسکے قرض کے پس زکوٰۃ دے
زائد قرض کی اگر وہ نصاب زکوٰۃ ہو مثلاً ایک شخص کے ذمہ سو روپیہ قرض ہین اور اُسکے پاس مال زکوٰۃ دو سو روپیہ کا ہی تو سو کی زکوٰۃ دے
کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہین جو نصاب سے زیادہ ہین اور اگر کم بچین یا کچھ نہ بچے تو زکوٰۃ نہین مثلاً ۲۰۰ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت مین قرضہ
کے سوا دیکر ۲۰ بچینگے جو نصاب سے کم ہین اور دوسری صورت مین کچھ نہ بچیگا تو ان دونون صورتون مین زکوٰۃ اُسپر نہین وعروض الدین کالہلاک

عند محمد ورجحہ فی البحر اور سال کے درمیان مین قرض کا ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہی امام محمد رح کے نزدیک اور ترجیح دی ہی اُسکو بحر الرائق
مین ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس دو سو روپیہ کا مال زکوٰۃ ہی آٹھ مہینے کے بعد مثلاً اُسکے ذمہ دو سو روپیہ یا ڈیڑھ سو قرض ہو گئے اور سال پورا
ہونے کے بعد پھر دو سو ہو گئے تو امام محمد کے نزدیک نئے سرے سے برس کا شمار کرے پچھلے برس کی زکوٰۃ اُسپر نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع
زکوٰۃ نہین اس سال کی بھی زکوٰۃ اُسکے ذمہ ہو گی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اُس سے زکوٰۃ بالاتفاق ساقط نہو گی کذا فی

الطحطاوی ولو لہ نصب صرف الدین لا یسرہا قضاء ولو اجناسا صرف لا قلہا زکوٰۃ فان استویا کاربعین شاۃ وخمس ابل خیر اور اگر مالدار کے پاس کئی مالونکی نصابین
ہون تو قرض اُس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے ادائے قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسین ہون تو قرض اُس نصاب
مین لگایا جاویگا جسکی زکوٰۃ کمتر ہو اور اگر زکوٰۃ مین جنسین برابر ہون مثلاً چالیس بکریان اور پانچ اونٹ کہ دونون کی زکوٰۃ ایک بکری ہی تو مالدار کو اختیار
دیا جاویگا کہ جس جنس کو چاہے دین مین رکھکر باقی جنس کی زکوٰۃ دے ہم کئی نصابون کی مثال یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس روپے اشرفیان بھی بقدر نصاب
ہون اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب اور جانور بھی تو اُسکے قرضہ مین اول روپیہ اشرفیان محسوب ہونگی پھر اسباب تجارت پھر مویشی اور مختلف جنسونکی مثال
یہ ہی کہ مثلا جانورون کی کئی جنس بقدر نصاب ہون یعنی ۴۰ بکریان اور ۳۰ گائین اور پانچ اونٹ تو قرض مین بکریان خواہ اونٹ محسوب ہونگے گائین نہونگی
کیونکہ ۳۰ گائین کی زکوٰۃ ایک برس کا بچھڑا ہی اور بکریون اور اونٹونکی زکوٰۃ ایک بکری جو کم قیمت ہی بچھڑے سے اور یہ صورت اُسوقت ہی کہ صدقہ لینے والا موجود ہو
ورنہ صاحب مال کو اختیار ہی چاہے دین کو مویشی کیطرف لگا کر روپیون اشرفیون کی زکوٰۃ دے چاہے اُسکا الٹا کرے کذا فی الشامی ولا فی ثیاب البدن

مکاتب وہ غلام جسکو آقا نے کہا ہو کہ اتنا روپیہ کما دے تو آزاد ہی ۱۲

المحتاج الیہا لدفع الحر والبرد ابن ملک و اثاث المنزل و دور السکنیٰ و نحوہا اور نہین زکوٰۃ ہی بدن کے کپڑون مین جنکی حاجت گرمی سردی کے
دور کرنے کو ہوتی ہی کذا قالہ ابن ملک اور نہین زکوٰۃ ہی گھر کے اسباب اور رہنے کے گھرون اور اُنکے مثل یعنے دکانون اور سراؤن مین جنکا کرایہ ملتا ہو
کذا فی الطحطاوی و کذا الکتب وان لم تکن لاہلہا اذا لم تنو للتجارۃ غیر ان الاہل لہ اخذ الزکوٰۃ وان ساوت نصبا الا ان تکون غیر فقہ و حدیث و تفسیر او زید
علے نسختین منہا ہو المختار اور اسیطرح زکوٰۃ نہین کتابون مین اگرچہ نہون اُسکے پاس جو انکا اہل ہو یعنی بے علم شخص کے پاس ہون تب بھی اُنمین زکوٰۃ نہین
بشرطیکہ تجارت کی نیت اُنمین نہو ہان اسقدر ہی کہ علم والیکو زکوٰۃ لینا جائز ہی اگرچہ کتابین کئی نصاب کے برابر ہون یعنے کتابین اُسکے حقین تونگری نہونگی
بخلاف بےعلم کے کہ اُسکے پاس کتابین بقدر نصاب ہون تو اُسکو زکوٰۃ کا لینا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی مگر یہ کہ ہووین کتابین فقہ اور حدیث اور تفسیر کے
سوا اور علمونکی کہ بقدر نصاب اُنکے ہونے سے عالم کو بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہین یا یہ کہ کتابین علوم دینی کی ہون مگر دو دو نسخون سے زیادہ ہون
تب بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہین یہی قول مختار ہی طحطاوی نے کہا کہ دو نسخون سے زیادہ ہونے کا قول ضعیف ہی زکوٰۃ کے نہ لینے مین معتبر یہ ہی کہ ایک نسخہ
سے زائد اگر ہونگی تب بھی زکوٰۃ لینی درست نہوگی اور فتح القدیر اور نہر الفائق مین اسکو مختار کہا ہی و کذلک الات المحترفین الا ما یبقے اثر عینہ کالعصفر
لدبغ الجلد ففیہ الزکوٰۃ بخلاف ما لا یبقی کصابون یساوی نصبا و ان حال الحول اور اسیطرح زکوٰۃ نہین حرفہ والون کے آلات مین مگر جس آلہ کا اثر باقی رہے
جیسے کسم ہی کھال رنگنے کے لیے تو اُسمین زکوٰۃ ہی بخلاف اُس چیز کے کہ باقی نرہے جیسے صابن کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ اُسپر برس گذر جاوے مگر زکوٰۃ
نہوگی ہم حرفہ والون کے آلات دو قسم ہین ایک وہ کہ کام کے بعد خود موجود رہین جیسے بسولہ اور سوہن وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی نرہین اور اس قسم کی دو
نوع ہین ایک وہ کہ انکا اثر موجود رہتا ہی جیسے کسم اور زعفران کپڑا رنگنے مین اور کس اور تیل کھال رنگنے مین دوسرے وہ کہ اُسکا اثر نرہے جیسے صابن تو پہلی قسم
کے آلات مین زکوٰۃ نہین اور دوسری کی پہلی نوع مین یعنے کسم وغیرہ مین زکوٰۃ ہی اور دوسری نوع مین نہین اور بعض نسخون مین عفص کی جگہ عصفر ہی وہ غلط ہی کیونکہ
عصفر کسم کو کہتے ہین جو کپڑا رنگنے مین کام آتا ہی نہ کھال رنگنے مین قالہ الشامی و فے الاشباہ الفقیہ لا یکون غنیا بکتبہ المحتاج الیہا الا فی دین العباد فتباع لہ اور
اشباہ مین ہی کہ عالم اپنی حاجت کی کتابون سے غنی نہین ہوتا یعنی اُسپر زکوٰۃ واجب نہین ہوتی اور زکوٰۃ کا لینا درست ہی مگر بندون کے قرض مین لاچار
متصور ہوگا لوگونکا قرض ادا کرنے کے لیے اُسکی کتابین فروخت کیجاینگی و لا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین و ساقط فی بحر استخرجہ بعدہا و مغصوب لا بینۃ
علیہ فلو لہ بینۃ تجب لما مضی الا فی غصب السائمۃ فلا تجب و ان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ اور نہین ہی زکوٰۃ گم شدہ مال مین جسکو کئی برس کے بعد پایا یعنی ایام
گذشتہ کی زکوٰۃ واجب نہوگی اور نہ اُس مال مین جو دریا مین گرا اور بعد کئی برسون کے نکالا اور نہ اُس مال مین جو کسی نے چھین لیا اور اُسپر گواہ نہین پس
اگر اُسکے گواہ ہون تو ایام گذشتہ کی زکوٰۃ واجب ہوگی بعد قبضے مین آنے مال کے مگر سائمہ جانورون کے غصب مین کہ زکوٰۃ واجب نہوگی اگرچہ چھیننے والا
غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ مین ہی ہم سائمہ اُن جانورون کو کہتے ہین جنکو آدمی اکثر ایام سال مین مباح جنگل مین چرائے دودھ اور بچہ لینے کی غرض سے
تو چونکہ بعد غصب ہونیکے یہ امر اُسکو حاصل نہوگا اسلیے ان ایام کی زکوٰۃ اُسکو دینی نہوگی کذا فی الطحطاوی و مدفون ببریۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ و کذا الودیعۃ
عند غیر معارفہ اور نہین زکوٰۃ اُس مال مین جو جنگل مین مدفون ہوا اور دفن کی جگہ بھول گیا ہو پھر اُسکو یاد کیا ہو کیونکہ جگہ محفوظ نہ تھی اتفاق سے مال ملگیا اور اسیطرح
اُس امانت مین زکوٰۃ نہین جو ناآشنا لوگون کے پاس ہو کیونکہ اس صورتمین احتمال نسیان کا غالب ہی اور اگر مال جان پہچان والونکے پاس امانت ہو تو زکوٰۃ واجب
ہوگی بخلاف المدفون فی حرز بخلاف اس مال کے کہ کسی محفوظ جگہ مین مدفون ہو کہ اُسپر زکوٰۃ واجب ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ حرز خواہ اپنا گھر ہو یا غیر کا گھر
وجہ وجوب یہ ہی کہ سب گھر کو کھود کر مال ملسکتا ہی لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اُسمین دفن کیا ہوا مال ایسا ہی جیسا جنگل مین و اختلف فی المدفون فی کرم و ارض
مملوکۃ اور اختلاف ہی اُس مال کی زکوٰۃ مین جو کسی باغ مین یا زمین مملوک مین دفن ہو ہم جو لوگ اُسپر زکوٰۃ واجب بتاتے ہین انکی دلیل یہ ہی کہ تمام زمین کا کھودنا ممکن ہی

اور جو واجب نہین کہتے وہ یہ کہتے ہین کہ سب زمین کا کھودنا دشوار ہی یا خالی وقت سے نہین کذا فی الطحطاوی ودین کان جحدہ المدیون سنین ولا بینۃ
علیہ ثم صارت لہ بان اقر بعدہا عند قوم وقیدہ فی مصرف الخانیۃ بما اذا حلف علیہ عند القاضی اما قبلہ فتجب لما مضی اور نہین زکوٰۃ اُس قرض مین
جسکا قرضدار نے برسون انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اُسپر گواہ نہ تھے پھر اُسکے پاس گواہ ہو گئے اسطرح کہ قرضدار نے برسون کے بعد لوگون کے سامنے
قرض کا اقرار کر دیا اور زکوٰۃ کے واجب نہونے کو مقید کیا ہی خانیہ کے باب المصرف مین اس امر سے کہ قرضدار منکر سے قسم لیگئی ہو قاضی کے محکمے مین اس
سے یہ نکلا کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار کر دیگا تو گذشتہ سالون کی زکوٰۃ واجب ہوگی وما اخذ مصادرۃ ای ظلما ثم وصل الیہ بعد سنین لعدم النمو
اور نہین زکوٰۃ اُس مال مین کہ بطور ڈانڈ کے زبردستی لیا جاے پھر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب نہ بڑھنے مال مذکور کے ہم طحطاوی نے کہا
کہ لعدم النمو علت ہی مال مفقود سے لیکر مال مصادرۃ تک کی یعنے ان مالون مین وجہ زکوٰۃ کے واجب نہونے کی یہ ہی کہ مالک کسیکو بڑھا نہین سکتا
والاصل فیہ حدیث علی لا زکوٰۃ فی مال الضمار وہو ما لا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک اور اصل ایسے اموال کی زکوٰۃ کے نہونے مین حدیث حضرت
علی کی ہی کہ زکوٰۃ نہین مال ضمار مین اور ضمار وہ مال ہی کہ ملک تو مالک کی باقی رہے مگر اُس سے فائدہ لینا اُسکو ممکن نہو ولو کان الدین علی مقر ملی او علی
معسر او مفلس ای محکوم بافلاسہ او علی جاحد علیہ بینۃ وعن محمد لا زکوٰۃ وہو الصحیح ذکرہ ابن ملک وغیرہ لان البینۃ قد لا تقبل او علم بہ قاض
سیجئ ان المفتی بہ عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکہ لزم زکوٰۃ ما مضی وسنفصل الدین فی زکوٰۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر
تو انگر نادہند پر ہو یا تنگدست پر یا دیوالیے پر یعنے جسکے مفلس ہونیکا حکم مشتہر ہو چکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اسپر گواہ ہون یا اُس قرض کو قاضی
جانتا ہو پھر اسطرح کا قرض مالک کی ملک مین پہونچے تو اُسپر گذشتہ برسون کی زکوٰۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہ منقول ہی کہ منکر پر قرض
ہو تو باوجود گواہ ہونے کے اُسپر زکوٰۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہی ذکر کیا ہی اُسکو ابن ملک اور دوسرے لوگون نے کیونکہ گواہ بعض وقت مقبول
نہین ہوتے تو اُنکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہ ہی کہ اگر قاضی اپنے علم کے بموجب کسی معاملہ مین حکم کر دیگا تو اُسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کی
تفصیل ہم مال کی زکوٰۃ کے بیان مین عنقریب ذکر کرینگے یعنے دین تین قسم ہی قوی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اُسپر زکوٰۃ نہین کذا فی الشامی وسبب لزوم
ادائہا توجہ الخطاب یعنی قولہ تعالیٰ آتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لازم ہونیکا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا ہی کہ زکوٰۃ دو
یعنی جب آیت مین خطاب مکلفون پر بصیغۂ امر دینے کے لیے ہی تو ادا کرنا اُسکا لازم ہی شامی نے کہا کہ یہ سبب حقیقی ہی اور پہلے جو ملک نصاب کو سبب کہا تھا
وہ مجازی تھا وشرطہ ای شرط افتراض ادائہا حولان الحول وہو فی ملکہ وثمنیۃ المال کالدراہم والدنانیر لتعینہما للتجارۃ باصل الخلقۃ فتلزم الزکوٰۃ
کیفما امسکہما ولو للنفقۃ او السوم بقیدہا الآتی او نیۃ التجارۃ فی العروض اور شرط اُسکی یعنے ادائے زکوٰۃ کے فرض ہونیکی گذر جانا برس کا ہی اسطرح کہ مال
مالک کی ملک مین رہے اور نیز ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوٰۃ مین جیسے روپے اشرفیان ہین بسبب متعین ہونے ان دونون کے تجارت کے لیے اصل پیدائش مین
تو لازم ہوگی ان دونون پر زکوٰۃ جسطرح اُنکو روک رکھیگا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لیے روپیہ یا اشرفیان رکھ چھوڑے یا جنگل مین چرنا قید آئندہ کے ساتھ یعنی جانور کی
زکوٰۃ کے ادا مین جیسے برس کا گذرنا شرط ہی ویسے ہی جنگل مین چرنا بھی شرط ہی یا شرط ہی نیت تجارت اسباب کی زکوٰۃ کے باب مین ہم پہلے جو شرطین عقل وغیرہ کی
مذکور ہوئین وہ صاحب مال مین تھین اور یہ شرطین خود مال کی ہین مگر کھیتیون اور پھلون کی زکوٰۃ مین برس کا گذر جانا شرط نہین کذا فی الشامی اما صریحا ولا بد
من مقارنتہا لعقد التجارۃ کما سیجئ او دلالۃ بان یشتری عینا بعرض التجارۃ او یؤجر دارہ التی للتجارۃ بعرض فتصیر للتجارۃ بلا نیۃ صریحا اور اسباب مین نیت
تجارت یا صراحۃ ہو اور ضرور ہو متصل ہونا اس نیت کا عقد تجارت سے چنانچہ آگے آویگا یعنے عقد کیوقت نیت کر لے کہ جو چیز میری ملک مین آتی ہی وہ
تجارت کی ہی تو اگر کوئی چیز گھر کے کام کو مول لے پھر نیت تجارت کی کر لے تو تجارت کی نہوگی چنانچہ آگے آتا ہی یا نیت تجارت دلالۃ ہو اسطرح کہ مول لے

کوئی چیز معین اسباب تجارت کے بدلے یا کرایہ دے اپنا مکان تجارت کا عوض کسی اسباب کے تو ہو جائیگا یہ اسباب تجارت کے لیے بدون نیت صریح
کے واستثنوا من اشتراط النیۃ ما اشتریہ المضارب فانہ یکون للتجارۃ مطلقا لانہ لا یملک بمالہا غیرہا اور استثنا کیا ہی علما نے نیت کے شرط
ہونے سے اُس مال کو کہ مضارب خرید کرے اسلیے کہ وہ ہر صورت مین تجارت کے لیے ہی خواہ مضارب نیت کرے یا نکرے اسلیے کہ مضارب مال
مضاربت تجارت کے لیے خریدنے کے سوا اختیار نہین رکھتا نہر الفائق مین کہا کہ اگر مضارب کی مول لی ہوئی چیز کو دلالت نیت مین داخل کہین تو
استثنا کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح نیۃ التجارۃ فیما خرج من ارضہ العشریۃ والخراجیۃ او المستاجرۃ او المستعارۃ لئلا یجتمع الحقان اور درست
نہین نیت تجارت کی اُس پیداوار مین جو پیدا ہو اُسکی زمین عشری مین یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مانگی ہوئی مین تاکہ نہ جمع ہون دو حق م یہ علت ہی
چارون صورتون کی مگر کرایہ اور عاریت کی صورت مین اُسوقت نیت درست نہو گی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین کی دہ یکی ذمہ
کرایہ دار اور مانگنے والے کے ہوتی ہی اسلیے اگر پیداوار مین زکوٰۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جائینگے ہان اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک مین پر
ہوتا ہی اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار مین کرینگے تو درست ہو گی کیونکہ اس صورت مین دو حق جمع نہونگے خراج اور شخص پر ہوگا اور
زکوٰۃ دوسرے پر کذا فی الطحطاوی وشرط صحۃ ادائہا نیۃ مقارنۃ لہ ای للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم فی
ید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیۃ او دفعہا لذمی لیدفعہا للفقراء جاز لان المعتبر نیۃ الآمر ولذا لو قال ہذا تطوع او عن کفارتی ثم
نواہ عن الزکوٰۃ قبل دفع الوکیل صح اور صحت ادائے زکوٰۃ کی شرط وہ نیت ہی جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکما ہو مثلاً زکوٰۃ فقیر کو بلا نیت
دی پھر نیت کی اُسوقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہی یا ایک شخص کو ادائے زکوٰۃ کا وکیل کیا اور وکیل مذکور نے روپیہ دینے کے وقت نیت ادائے
زکوٰۃ کی کر لی پھر وکیل نے بلا نیت مستحقون کو حوالہ کیا یا زکوٰۃ کسی ذمی کو دی اس غرض سے کہ وہ فقیرون کو دیڈالے تو درست ہی اس لیے کہ خبر نیت
امر کرنے والے کی ہی اور اسی وجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہ صدقہ نفل ہی یا میرے کفارہ کی عوض ہی پھر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال کسی کو دے نیت
کر لی کہ زکوٰۃ کی طرف سے ہی تو درست ہی م یعنے اگرچہ وکیل دینے کے وقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے مگر جو کچھ موکل اُسکے دینے سے
پیشتر نیت کر لیگا وہی معتبر ہو گی اور ذمی کے دینے کی مثال اسلیے لکھی تاکہ معلوم ہو کہ عبادت مالی مین کافر کی نیابت جائز ہی بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہی
عبادت بدنی اور مالی سے اُسمین کافر کو وکیل کرنا درست نہین کذا فی الشامی ولو خلط زکوٰۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اور اگر وکیل
نے اپنے موکلون کی زکوتین باہم خلط کر دین تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیرون کو دیڈالے گا تو اپنی طرف سے احسان کرنے والا ہوگا
موکلون کی طرف سے زکوٰۃ ادا نہو گی مگر اُس صورت مین کہ وکیل مذکور کو فقیرون نے مال زکوٰۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو م ضمان وکیل پر
اُس صورت مین ہی کہ مالکون نے اذن خلط کا نہ دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃً یا دلالۃً اذن ہو اسطرح کہ مالکون کو علم خلط کا ہو اور وکیل سے
تعرض نکیا تو اس صورت مین خلط جائز ہی کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال ربہا ضعہا حیث شئت اور وکیل
کو جائز ہی کہ زکوٰۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہین جائز ہی رکھ لینا خود اپنے لیے مگر جس صورت مین کہ مالک نے کہدیا ہو کہ
صرف کر مال زکوٰۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اس صورت مین اگر وکیل مصرف زکوٰۃ ہو اور اپنے لیے رکھ لے تو جائز ہی ورنہ جائز نہین کذا فی الحلبی
ولو تصدق بدراہم نفسہ اجزأ ان کان علیٰ نیۃ الرجوع وکانت دراہم الموکل قائمۃ اور اگر وکیل نے خود اپنے روپے زکوٰۃ مین دیدیے تو کافی
ہی بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیون مین سے انکو لے لونگا اور موکل کے روپیہ بھی اُسکے پاس موجود ہون تو اگر موکل کے روپیہ
اُسکے پاس اُٹھ گئے ہون یا اُسنے نیت اپنے روپیون کا عوض لینے کی نہ کی ہو تو موکل کی طرف سے یہ دینا کافی نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی

او مقارنة بعزل ما وجب کلہ او بعضہ ولا یخرج عن العہدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء یانیت اداے زکوٰۃ متصل ہو زکوٰۃ واجب کے الگ کرنے
سے خواہ کل واجب کے علیحدہ کرنے سے متصل ہو یا بعض کے اور مالدار بری الذمہ نہ ہوگا زکوٰۃ کو علیحدہ کر دینے سے بلکہ فقیروں کو دینے کی جہت سے
ذمہ پاک ہوگا م یعنے اگر زکوٰۃ کا مال جو علیحدہ کیا تھا ضائع ہو جائیگا تو زکوٰۃ ساقط نہو گی او تصدق بکلہ الا اذا نوی نذرا او واجبا اخر فیصح ویضمن
الزکوٰۃ یا اداے زکوٰۃ کی صحت کے لیے شرط ہے کل مال کا خیرات کر دینا مگر جس صورت مین کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی دوسرے
واجب کی تو یہ خیرات اُسکی نیت کے موافق درست ہو جائیگی اور زکوٰۃ کا ضمان دے م طحطاوی نے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مال کو
بعد زکوٰۃ واجب ہونے کے کسی غنی کو ہبہ کر دیگا تب بھی زکوٰۃ ساقط نہو گی جیسے نذر مین اُٹھا ڈالنے سے ساقط نہین ہوتی ولو تصدق ببعضہ لا تسقط
حصتہ عند الثانی خلافا للثالث اور اگر بعض مال صدقہ کر دیا تو اس صدقہ کیے ہوے کی زکوٰۃ ساقط نہو گی امام ابو یوسف رح کے نزدیک بخلاف امام
محمد رح کے کہ اُنکے نزدیک ساقط ہو جائیگی اور امام ابو حنیفہ اُس مسئلہ مین امام محمد رح کے ساتھ ہین تو یہی راجح معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی واطلقہ
فیعم العین والدین حتے لو ابرأ الفقیر عن النصاب صح وتسقط عنہ اور ماتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہے موجود چیز اور دوسرے کے ذمے دین کو یہانتک
کہ اگر فقیر کو بری کر دیا نصاب سے تو صحیح ہوگا ابرا اور زکوٰۃ اُسکے ذمے سے ساقط ہو گی م یعنے مثلا زید کا قرض ذمہ عمرو کے بقدر نصاب ہے اور عمرو مفلس ہے زید نے
اُسکو قرض معاف کیا تو یہ معاف کرنا بھی صحیح ہے اور زید کے ذمہ سے زکوٰۃ بھی اُس نصاب کی ساقط ہو گئی واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن
العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز اور جاننا چاہیے کہ ادا کرنا دین کا بعوض دین کے اور ادا کرنا موجود چیز کا بدلہ
موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہے اور ادا کرنا دین کا بدلے موجود چیز کے اور بدلے اُس دین کے جو عنقریب قبضے مین آویگا درست نہین م مراد دین
سے وہ مال زکوٰۃ ہے جو دوسرے کے ذمہ ہو اور عین سے یہ مراد ہے کہ اُسکی ملک مین قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتین ہین اسلیے کہ زکوٰۃ دو
حال سے خالی نہین یا دین ہو گی یا عین اور جس مال کی زکوٰۃ دینی منظور ہے وہ بھی یا دین ہو گا یا عین لیکن چونکہ مال دو طرح کا ہو سکتا ہے ایک وہ کہ قبضے مین
نہ آوے ساقط ہو جاے اور ایک وہ کہ بعد زکوٰۃ اُسکے قبضہ کرنے کا استحقاق رہے تو اب پانچ صورتین ہو گئین جنمین سے تین مین ادا درست ہے اور دو مین
ناجائز پہلی صورت زکوٰۃ دین کا ادا کرنا اُس مال دین سے کہ ساقط ہو جاے جسکی مثال اوپر گذری یعنی مدیون مفلس کو نصاب بالکل معاف کر دینا دوسرے
ادا کرنا زکوٰۃ عین کا مال موجود سے مثلا نقد یا اسباب بقدر نصاب ہے انمین سے مقدار واجب کو دیڈالا تو ادا درست ہے سوم اداے زکوٰۃ عین مال
دین کے عوض مثلا ایک شخص دو سو روپیہ کا مالک ہے مگر کسیکو قرض دے رکھے ہین تو انکی زکوٰۃ مین پانچ روپیہ اپنے پاس سے دیدیے تو یہ ادا درست ہوا
اور جن صورتون مین ناجائز ہے انمین سے اول یہ ہے کہ مال موجود کی زکوٰۃ مین دین کو دینا مثلا ایک شخص کے پاس ۸۰۰ روپیہ موجود ہین اُنکی زکوٰۃ بیس
روپیہ ہوے اور اُسکے ۲۰ روپے کسی مفلس پر آتے ہین تو اُن روپیون کو اس مال موجود کی زکوٰۃ مین مجرا دینا جائز نہین دوسری صورت یہ ہے کہ ادا
کرے دین کو اس مال دین کے عوض جو عنقریب مقبوض ہو گا مثلا حامد کے ڈیڑھ سو روپیہ محمود کے ذمے قرض ہین حامد نے اُسکو ۵۰ روپے
معاف کر دیے تو ان ۵۰ کی زکوٰۃ بھی اُسکے ذمے سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہ نیت کریگا کہ سو جو باقی رہے اُنکی زکوٰۃ بھی انھین پچاس
مین آجاوے تو یہ درست نہو گا کیونکہ جب سو اُسکے قبضہ مین آئینگے تو عین ہو جائینگے اور عین کی زکوٰۃ دین سے درست نہین کذا فی
الشامی بتصرف وحیلۃ الجواز ان یعطے مدیونہ الفقیر زکوٰتہ ثم یاخذہا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذہا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان
مانعہ رفعہ للقاضی اور جواز کا حیلہ یعنی مال موجود کی زکوٰۃ کو دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے قرضدار محتاج کو اپنی زکوٰۃ حوالہ کرے
پھر اُس زکوٰۃ کے عوض اپنے قرض کے اُس سے لے لے اور اگر وہ نہ دیوے تو ہاتھ بڑھا کر چھین لے کیونکہ اُسکو اُسکے حق کی جنس مل گئی

اور قرضخواہ جب قرضدار کی کوئی چیز اپنے حق کی جنس سے پاتا ہی تو زبردستی دبا سکتا ہی پھر اگر محتاج مزاحمت کرے تو اُسکو قاضی کے پاس لیجاوے
کہ وہ اُس سے دلواویگا تو اس صورت مین قرض بھی اُسقدر وصول ہو جائیگا اور مال کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیرثم
ہو یکفن فیکون الثواب وکذا فی تعمیر المسجد وتمامہ فی حیل الاشباہ اور حیلہ زکوٰۃ سے کفن دینے کا یہ ہی کہ زکوٰۃ کو کسی محتاج کی ملک کردے پھر وہ
محتاج اُس سے مردہ کو کفن دے تو اس صورت مین ثواب دونون کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہی زکوٰۃ کو مسجد کی تعمیر مین لگانے کا یعنے کسیکو دیدے کہ وہ مسجد
مین صرف کرے اور اُسکا پورا بیان اشباہ کے حیلون کے بیان مین ہی ہم اور یہی حیلہ ہی بنی ہاشم کو زکوٰۃ کے دینے کا بشرطیکہ درمیانی شخص امین ہو بیچ مین دبا
نہ رکھے وافتراضہا عمری ای علی التراخی وصححہ الباقانی وغیرہ وقیل فوری اے واجب علی الفور وعلیہ الفتوی کما فی شرح الوہبانیہ در فرض
ہونا زکوٰۃ کا عمری ہی یعنے اگر عمر بھر مین کبھی ادا کریگا تو گنہگار نہوگا اور اسی کو صحیح کہا ہی باقانی وغیرہ نے اور ایک قول یہ ہی کہ اُسکا فرض ہونا فوری ہی
یعنے اُسی وقت ادا کرنا واجب ہی اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہی فیأثم بتاخیرہا بلا عذر وترد شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر
معہ قرینۃ الفور وہی انہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح پس گناہگار
ہوگا ادائے زکوٰۃ مین بدون عذر تاخیر کرنے سے اور اُسکی گواہی مقبول نہوگی یعنے بسبب فاسق ہو جانے کے اسلیے کہ زکوٰۃ کو فقیر پر صرف کرنے کے
امر کے ساتھ علی الفور ہونے کا قرینہ موجود ہی اور وہ قرینہ یہ ہی کہ امر فقیر کے دینے کا اُسکی حاجت کے دور کرنے کو ہی اور اُسکی حاجت سردست موجود
ہی تو اگر زکوٰۃ علی الفور واجب نہو تو زکوٰۃ کے واجب کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل نہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر مین ہی لا یبقی للتجارۃ ما ای عبد
مثلا اشتراہ لہا فنوے بعد ذلک خدمتہ ثم مانواہ للخدمۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا مالم یبعہ بجنس ما فیہ الزکوٰۃ والفرق ان التجارۃ عمل فلا تتم
بمجرد النیۃ بخلاف الاول فانہ ترک العمل فیتم بہا نہین باقی رہتا تجارت کے لیے وہ مال یعنے مثلا غلام کہ اُسکو مول لیا ہو تجارت کے لیے اور بعد اُسکے
نیت کرلی اُس سے خدمت لینے کی تو بمجرد نیت خدمت کے تجارت کا نرہیگا پھر جس مال کو استعمال کے لیے نیت کی وہ تجارت کا نہوگا اگرچہ مالک اُسکو
تجارت کے لیے نیت کرے جبتک کہ اُسکو ایسے مال کے عوض نہ بیچڈالے جسمین زکوٰۃ ہوتی ہی یعنی مثلاً غلام خدمت کی نیت مول لیکر تجارت کی نیت کی
تو صرف نیت سے تجارت کا نہوگا جبتک اُسکے عوض ایسا مال نہ لے جسمین زکوٰۃ ہی اور فرق دونون صورتون مین یہ ہی کہ تجارت ایک عمل ہی تو صرف نیت سے
پورا عمل نہوگا بخلاف اول صورت یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہی اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہو جاتا ہی ہم جنس ما فیہ الزکوٰۃ کی قید سے یہ صورت
نکلگئی کہ مثلاً غلام مذکور کو بعد نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر مین دیدیا یا قصاص کی صلح مین دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض مین حوالہ کیا تو ان صورتون
مین زکوٰۃ اُسپر نہ آویگی اور ترک عمل مین صرف نیت کافی ہی مثلاً مقیم اور روزہ دار اور کافر مین صرف نیت کافی ہی کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہی اور روزہ
ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور اُنکے مقابل مین صرف نیت کافی نہین مثلاً صرف نیت سے مسافر نہوگا اور نہ افطار کرنیوالا اور نہ مسلمان
کذا فی الشامی وما اشتراہ لہا ای للتجارۃ کان لہا لمقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثہ ونواہ لہا لعدم العقد الا اذا تصرف فیہ ای ناویا فتجب الزکوٰۃ
لاقتران النیۃ بالعمل الا الذہب والفضۃ والسائمۃ لما فی الخانیۃ لو ورث سائمۃ لزمہ زکوتہا بعد حول نواہ اولا اور جو مال کہ تجارت کیواسطے مول لیا وہ تجارت
ہی کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہین ہوگا تجارت کا وہ مال کہ اُسکا وارث ہوا اور نیت کی تجارت کی بسبب نہونے عقد کے یعنے میراث
کے ملنے مین کوئی عقد معاوضہ نہین کہ اُسکے باعث سے نیت کا اعتبار ہو مگر جب مال وراثت مین تصرف کرے بہ نیت تجارت یعنی بیع کے وقت مثلاً
نیت کرلے کہ جسکا عوض تجارت کے لیے ہی تو اب زکوٰۃ واجب ہوگی بدل پر بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا اور چاندی
اور چرائی کا جانور اگر میراث مین ملے تو اُنپر زکوٰۃ لازم ہی اسلیے کہ خانیہ مین ہی کہ اگر سائمہ کا وارث ہو تو اُسکی زکوٰۃ اُسپر لازم ہی برس گذرنیکے بعد نیت سوم

کی کرے یا نکرے ہم چاندی سونا چونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لیے متعین ہین اسلیے میراث مین پانے سے انپر زکوۃ ہوگی خواہ تجارت
کی نیت کرے یا نہین اور سائمہ مین چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اسلیے اب وارث کی نیت کی حاجت نہین غرضکہ برس گذرنیکے بعد ان تینون
پر زکوۃ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی و ما ملکہ بصنعہ کہبۃ او وصیۃ او نکاح او خلع او صلح عن قود وقید بالقود لان العبد للتجارۃ اذا قتلہ عبد خطا
ودفع بہ کان المدفوع للتجارۃ خانیہ وکذا کل ما قوبض بہ مال التجارۃ فانہ یکون لہا بلانیۃ کما مر ونواہ لہا کان لہا عند الثانی والاصح انہ لا یکون
لہا بحر عن البدائع اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنی جو مال کہ قبول کرنے پر اسکا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے نہو جیسے ہبہ مین یا
یا وصیت مین یا مہر نکاح مین یا خلع کے عوض مین یا صلح بعوض قصاص مین اور اس مال مین نیت تجارت کی کرلے تو یہ مال امام ابو یوسف کے
نزدیک تجارت کا ہو جائیگا اور صحیح تر یہ ہے کہ تجارت کے لیے نہوگا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہے مال کے عوض اور ان معاملات مین مال بدون مال
کے ہاتھ لگتا ہے تو تجارت کے لیے نہ ٹھہرا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح مین قود کی قید اسلیے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام
براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاے تو یہ غلام تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیہ اور
اسیطرح جو چیز مال تجارت کے عوض قبضے مین آوے تو وہ بھی تجارت کے لیے ہوگی بدون نیت کے چنانچہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے مین
نیت تجارت دلالۃ موجود ہے تو نیت جدید کی حاجت نہین وفی اوائل الاشباہ ولو قارنت النیۃ ما لیس بدل مال بمال لا تصح علی الصحیح اور شروع
اشباہ مین ہے کہ جب نیت متصل ہو اس چیز سے کہ مال کا مبادلہ مال سے نہین تو یہ نیت درست نہوگی مذہب صحیح کے موجب ہم اس قول کو شارح نے
صحیح قول کی تائید کے لیے بیان کیا لا زکوۃ فی اللآلی والجواہر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارۃ نہین ہے زکوۃ موتیون اور جواہر مین اگرچہ
ہزار کی قیمت کے ہون بالاتفاق مگر اس صورت مین کہ موتی اور جواہر تجارت کے لیے ہون تو انپر زکوۃ ہوگی ہم جواہر سے مراد یاقوت زمرد وغیرہ ہین اور
انپر زکوۃ نہونے کی وجہ یہ ہے کہ اصل پیدائش مین یہ چیزین ثمن نہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط
عدم المانع المودی الی الثنی وشرط مقارنتہا لعقد التجارۃ وہو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض اور قاعدہ کلیہ زکوۃ کے ہونے
کا یہ ہے کہ جو مال سواے چاندی اور سونے اور چرائی کے جانورون کے ہے اسپر زکوۃ جبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرط نہونے مانع کے جس سے
دوبارہ زکوۃ کی نوبت پہونچے اور بشرط متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہے عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد
کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ ثنی بکسر مثلثہ ونون مفتوح والف مقصورہ ایک برس مین دوبار صدقہ لینے کو کہتے ہین تو اگر زمین
عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اسمین زکوۃ نہوگی کہ عشر اور زکوۃ دونون جمع ہو جائینگی فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئا للقنیۃ ناویا
ان وجد ربحا باعہ لا زکوۃ علیہ کما لو نوی التجارۃ فیما خرج من ارضہ کما مر پس اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر مین رکھنے
کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ دینگے تو اسپر زکوۃ نہین بوجہ نہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے جیسے اگر نیت کی اس پیداوار مین جو پیدا ہو
اسکی زمین عشری یا خراجی مین تو اسپر بھی زکوۃ نہوگی کیونکہ یہان مانع موجود ہے یعنے عشر اور خراج مانع زکوۃ مین و کما لو شری ارضا خراجیۃ ناویا التجارۃ
او عشریۃ وزرعہا او بذرا للتجارۃ و زرعہ لا یکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خرید کرے کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ اسکو بووے
یا نہین یا زمین عشری مول لے اور اسکو بووے یا بیج مول لیا تجارت کے لیے پھر اسکو بو دیا تو ان صورتون مین پیداوار تجارت کے لیے نہوگا بسبب موجود ہونے
مانع کے ہم یعنی اول صورت مین خراج اسکے ذمے ہے بسبب مالک ہونے کے خواہ بووے یا نہین اور دوسری صورت مین عشر بونے والے پر ہے تو اگر زمین
عشری کو بہ نیت تجارت لیکر نہ بوئیگا تو اسکی زکوۃ واجب ہوگی اور عشر نہ دینا پڑیگا بسبب نہونے پیداوار کے اور تیسری صورت مین اسوقت مال تجارت کا نہوگا

او ولو نوی

کہ بیج کو زمین خراجی یا عشری مین بووے اور اگر اپنی زمین مملوک مین بو دیگا تو زکوٰۃ واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی

باب السائمۃ

یہ باب چرنیوالے جانورون کی زکوٰۃ کے بیان مین ہی الراعیۃ وشرعا المکتفیۃ بالرعی المباح ذکرہ الشمنی فے اکثر العام لقصد الدر والنسل ذکرہ الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادۃ والسمن لیعم الذکور فقط لکن فے البدائع لو اسامہا اللحم فلا زکوٰۃ فیہا کما لو اسامہا للحمل والرکوب ولو للتجارۃ ففیہا زکوٰۃ التجارۃ ولعلہم ترکوا ذلک لتصریحہم بالحکمین سائمہ لغت مین چرنے والے جانور کو کہتے ہین اور شرعًا جو اکتفا کرے مباح چرائی پر یعنی جسمین مالک کو کچھ دینا نہ پڑے اس قید کو شمنی نے ذکر کیا ہی اکتفا کرے اکثر سال مین واسطے قصد دودھ کے اور نسل یعنے بچہ لینے کے ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے اور محیط مین اتنا اور زیادہ کیا ہی اور زیادتی اور مٹاپے کے لیے تاکہ شامل ہو صرف نرون کو بھی لیکن بدائع مین ہی کہ اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لیے تو انمین زکوٰۃ نہین ہی ایسا ہی اگر چرایا لادنے یا سواری کے لیے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو انمین زکوٰۃ تجارت کی ہی اور شاید کہ اہل متون نے اس قید کو اس لیے نہین ذکر کیا کہ دونون حکمون کی تصریح کر چکے ہین ہم یعنے بیان کر چکے ہین کہ جس مال کی نیت تجارت کی ہو اسمین زکوٰۃ ہی اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہی اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہون اُسمین زکوٰۃ نہین ہی قال الشامی فلو علفہا نصفہ لا تکون سائمۃ فلا زکوٰۃ فیہا للشک فی الموجب پس اگر گھاس کھلایا جانورون کو آدھے برس یعنے گھر پر باندھ کر تو سائمہ نہوگی اور اسلیے زکوٰۃ بھی انمین نہوگی کیونکہ موجب زکوٰۃ یعنے سوم مشکوک ہی ہم یعنے جانورون مین زکوٰۃ بشرط سوم ہوتی ہی تو جب نصف برس اپنی گرہ سے گھاس کھلایا تو سوم مین شک پڑ گیا ویبطل حول زکوٰۃ التجارۃ بجعلہا للسوم لان زکوٰۃ السوائم وزکوٰۃ التجارۃ مختلفان قدرا وسببا فلا یبنی حول احدہما علی الآخر اور زکوٰۃ تجارت کا برس باطل ہو جاتا ہی اُنکے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوٰۃ سوائم کی اور زکوٰۃ تجارت کی مختلف ہین مقدار مین اور سبب مین تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر مبنی نہین ہو سکتا ہم اس مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہین چند روز بعد آئنے انکو دودھ اور نسل کے لیے چرنے چھوڑ دیا تو اب سال زکوٰۃ چرائی کے دن سے شروع ہوگا پہلے دن سال مین محسوب نہونگے کیونکہ زکوٰۃ تجارت کی مقدار چالیسوان حصہ ہی اور سوائم کی زکوٰۃ جانور دینا پڑتا ہی اور دونون زکوتون کا سبب بھی مختلف ہی کہ تجارت مین نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہی اور سوائم مین عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتری لہا ای للتجارۃ ثم جعلہا سائمۃ اعتبر اول الحول من وقت الجعل للسوم کما لو باع السائمۃ فے وسط الحول او قبلہ بیوم بجنسہا او بغیر جنسہا او بنقد ولا نقد عندہ او بعروض ونوی بہا التجارۃ فانہ یستقبل حولا آخر جوہرہ وفیہا لیس فے سوائم الوقف والخیل المسبلۃ زکوٰۃ لعدم المالک ولا فے المواشی العمی ولا مقطوعۃ القوائم لانہا لیست سائمۃ پس اگر خریدا مواشی کو تجارت کے لیے پھر چھوڑ دیا چرائی پر تو معتبر ہوگا اول سال جو وقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ دیا سوائم کو برس کے اندر یا برس روز سے ایک دن پہلے بدلے اُنکے جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلے نقد کے اور نقد اُسکے پاس موجود نہین یا بیچا بدلے اسباب کے اور نیت کر لی اسباب مین تجارت کی تو ان سب صورتون مین نئے سرے سے برس شروع ہوگا کذا فی الجوہرہ اور اسمین یہ بھی ہی کہ وقفی مواشی مین زکوٰۃ نہین اور نہ گھوڑون مین جو فی سبیل اللہ کیے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندھے مواشی مین اور نہ پانون کٹون مین کیونکہ وہ سائمہ نہین ہم نقد پاس نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اُسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اُسکے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دینی ہوگی نقد حال کے لیے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہ تھا کہ شارح لا نصاب عندہ کہتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلے یعنے جنسی اور غیر جنسی کو اور گھوڑون پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوٰۃ نہین اور ظہیریہ مین لکھا ہی کہ اندھے مواشی مین دو روایتین ہین اور

صاحبین کے نزدیک واجب ہی اور بحر الرائق مین بھی واجب لکھا ہی قالہ الشافعی

باب

یہ باب ہی اونٹون کی زکوٰۃ کے بیان مین م طحطاوی نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہی اور اُسکی خبر محذوف ہی نصاب الابل بکسر الباء و تسکن
مونثة لا واحد لها من لفظها والنسبة اليها ابلی بفتح الباء سميت به لانها تبول على افخاذها نصاب اونٹون کے پانچ ہین شارح نے کہا
ابل ب کے کسرہ کے ساتھ ہی اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہی مونث مستعمل ہی اُسکا واحد اس لفظ سے نہین آتا اور یاے نسبت لگانے سے
ب کو فتح ہوجاتا ہی اور اونٹ کو ابل اسلیے کہتے ہین کہ رانون پر پیشاب کرتا ہی م یعنے ابل اور بول مین اشتقاق کبیر ہی اور وہ یہ ہی کہ اکثر حروف
مین اشتراک ہو اور معنون مین مناسبت طحطاوی نے کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہی اور خمس اُسکی خبر خمس فيوخذ من كل خمس منها الی خمس
وعشرين بخت جمع بختی وهو ما له سنامان منسوب الى بخت نصر لانه اول من جمع بين العربی والعجمی فولد منهما ولد فسمی بختيا وعراب شاة وما بين
النصابين عفو نصاب اونٹون کے پانچ ہین پس لیجاوے ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہون یا عربی شارح نے
کہا کہ بخت جمع بختی کی ہی اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہین منسوب ہی بخت نصر کیطرف اسلیے کہ اول اُسنے عربی اور عجمی اونٹون کو جمع
کرکے نسل حاصل کی تھی اسلیے وہ بختی نسل کہلائی اور ما بین ہر دو نصاب کے عفو ہی م یعنے جیسے پانچ پر ایک بکری ہی چھ سات پر بھی وہی ایک
بکری ہی نو تک اور دس پر دو بکریان تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھ زکوٰۃ نہین وہ معاف ہین وفيها ای الخمس وعشرين
بنت مخاض وهي التي طعنت فی السنة الثانية وسميت به لان امها غالبا تكون مخاضا ای حاملا باخری اور اُسین یعنے پچیس اونٹون
مین بنت مخاض ہی اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہی جسکو دوسرا برس لگا ہو یہ اُسکا نام اسلیے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہین اور دوسرے
برس اُسکی ان اکثر حاملہ ہوتی ہی دوسرے بچے کی وفی ست وثلثين الى خمس واربعين بنت لبون وهي التي طعنت فی الثالثة لان امها
تكون ذات لبن لاخری غالبا اور چھتیس اونٹون مین پینتالیس تک بنت لبون ہی اور بنت لبون وہ اونٹنی ہی جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اُسکے
لفظی معنی ہین دودھ والی کا بچہ اسلیے کہ اُسکی مان اکثر اس مدت مین دوسرا بچہ جنکر دودھ والی ہوتی ہی وفی ست واربعين الى ستين حقة بالكسر
وهي التي طعنت فی الرابعة وحق ركوبها اور چھیالیس مین ساٹھ تک حقہ ہی حاے حطی کے کسرے سے اور حقہ وہ اونٹنی ہی جسکو چوتھا برس شروع
ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی احدی وستين الى خمس وسبعين جذعة بفتح الذال المعجمة وهي التي طعنت فی الخامسة
لانها تجذع ای تقلع اسنان اللبن اور اکسٹھ مین پچھتر تک جذعہ ہی ذال معجمہ کے فتح سے یعنے وہ اونٹنی جو پانچوین مین لگی ہو اور اُسکے لفظی معنی
ہین توڑنیوالی تو جذعہ اسلیے نام ہوا کہ دودھ کے دانت اس عمر مین توڑتی ہی وفی ست وسبعين الى تسعين بنتا لبون وفی احدی وتسعين
حقتان الى مائة وعشرين كذا كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم وابی بكر رضی الله عنه اور چھتر مین نوے تک دو بنت لبون اور اکانوے مین دو
حقہ ایک سو بیس تک ہی مکاتبہ رسول الله صلى الله عليه وسلم کا اور ابوبکر صدیق رضی الله عنه کا م لفظ کتب مصدر مضاف ہی اور بعض نسخون مین
الى ابی بكر ہی یعنے کتابت رسول الله کی جو پہونچی طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوٰۃ کا نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونے کی
نوبت نہ آئی تھی کہ رسول الله صلى الله عليه وسلم کا انتقال ہوگیا اُس نامے کے موافق حضرت ابوبکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس جملے کو یہان
درج کیا آخر کلام مین نہین لکھا اسواسطے کہ بعد اِسکے روایات مین کچھ اختلاف ہی اور ایکسو بیس تک اتفاق ہی مگر وہ جو حضرت مرتضی علی سے منقول ہی
کہ پچیس پر پانچ بکریان بھی جائز ہین كذا فی الشامی ثم تستانف الفريضة عندنا فيوخذ فی كل خمس شاة مع الحقتين ثم فی كل مائة

وخمس واربعين بنت مخاض وحقتان ثم في كل مائة وخمسين ثلث حقاق پھر از سر نو زکوۃ حساب کیجاوے ہمارے نزدیک کہ لیجاوے ہر پانچ پر ایک بکری مع دونوں حقوں کے پھر ایکسو پینتالیس مین بنت مخاض اور دو حقہ پھر ایک سو پچاس مین تین حقہ م امام شافعی اور احمدؒ کے نزدیک جب ایک سو بیس پر ایک زیادہ ہو تو انسین تین بنت لبون ایک سو تیس تک اور ایکسو تیس مین ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس مین بنت لبون اور ہر پچاس مین حقہ اور امام مالکؒ سے دو قول منقول ہین ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعیؒ کے موافق کذا في الشامي ثم تستانف الفريضة بعد المائة والخمسين ففي كل خمس شاة مع ثلث حقاق ثم في كل خمس وعشرين بنت مخاض مع الحقاق ثم في ست وثلثين بنت لبون معهن ثم في مائة وست وتسعين اربع حقاق الى مائتين پھر استيناف کیجاوے زکوۃ مقررہ بعد ڈیڑھ سو کے پس ہر پانچ مین ایک بکری مع تین حقون کے پھر پچیس مین بنت مخاض مع تین حقون کے پھر چھتیس مین بنت لبون مع حقون مذکور کے پھر ایکسو چھیانوے مین چار حقہ دو سو تک م ماتن کے قول ثم في كل خمس وعشرين سے لفظ کل حذف کرنا چاہیے کہ خلاف مقصود ہی کیونکہ لفظ کل اس بات کا مقتضی ہی کہ اگر یہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی واجب لازم ہو حالانکہ یہ مراد نہین ہی اور ایسے ہی ثم في كل مائة وخمس واربعين ہی اور ان مواقع مین بجاے ثم کے واو مناسب ہی کیونکہ استیناف نہین ہی بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہی کذا في الشامي اسلیے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونون جگہ نہین کیا ثم تستانف الفريضة بعد المائتين ابدا كما تستانف في الخمسين التي بعد المائة والخمسين حتى تجب في كل خمسين حقة پھر از سر نو زکوۃ کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس مین کیا جاتا ہی یہانتک کہ واجب ہو ہر پچاس مین ایک حقہ م مراد یہ ہی کہ جب زیادہ ہون دو سو پر پانچ اونٹ تو انمین ایک بکری اور چار حقہ یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس مین دو بکریان چار حقے اور دو سو پندرہ مین تین بکریان چار حقے اور دو سو بیس مین چار بکریان چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہون تو انمین ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو پینتیس تک اور دو سو چھتیس مین بنت لبون مع چار حقون کے ہی دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس مین پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسیطرح کیا جاوے یہانتک کہ دو سو چھیانوے مین چھ حقے ہون تین سو تک کذا في الشامي ولا تجزي ذكور الابل الا بالقيمة للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالك مخير اور نہین کافی نر اونٹ مگر بحساب قیمت مادہ کے یعنے مادہ کی قیمت زیادہ ہی اونٹون مین بخلاف گاے بکری کے کہ ان دونون مین مالک کو اختیار ہی چاہے نر دے چاہے مادہ

باب زكوة البقر

یہ باب ہی زکوۃ گاے بیل کا من البقر بالسكون وهو الشق سمي به لانه يشق الارض كالثور لانه يثير الارض ومفرده بقرة والتاء للوحدة بقر بفتحتين مشتق ہی بقر ساکن الاوسط سے جسکے معنی پھاڑنے کے ہین اور وجہ تسمیہ یہ ہی کہ زمین کو پھاڑتا ہی جیسا اسکو ثور بھی کہتے ہین اسلیے کہ زمین کو اٹھاتا ہی یعنے لائق زراعت کے کرتا ہی اور مفرد بقر کا بقرہ ہی اور تے تانیث کی نہین ہی بلکہ وحدت کی ہی نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من وحش والهلية بخلاف عكسه ووحشي بقر وغنم وغيرهما فانه لا يعد في النصاب ثلثون سائمة غير مشتركة گاے بھینس کی نصاب تیس عدد ہین جنگل کے چرنیوالے کہ مشترک نہون شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہوے ہون بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گاے اور بکری کے کیونکہ یہ نصاب مین شمار نہین کیے جاتے اسلیے کہ جانورون مین اعتبار مادہ کا ہی نر کا اعتبار نہین م غیر مشترک کی قید اسلیے لگائی کہ اگر تیس عدد مشترک ہونگے تو انپر زکوۃ نہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہوگا کذا في الشامي وفيها تبيع لانه يتبع امه ذو سنة كاملة او تبيعة انثاه اور تیس گاے مین پورے برس روز کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہی اسکو تبیع اسلیے کہتے ہین کہ تبیع کے لفظی معنے ہین ساتھ رہنے والا اور یہ بھی اپنی

ماں کے ساتھ رہتا ہے م کا لفظ کی قید اسواسطے بڑھائی کہ بعض علما نے لکھا ہے کہ دوسری برس مین لگا ہو پس جب ایک برس کا پورا ہو گا تو دوسرا برس خواہی نخواہی شروع ہوجاویگا کذا فی الشامی وفی اربعین مسن ذو سنتین او مسنۃ اور چالیس مین پورے دو برس کا نر یا مادہ م مسن کے معنی دانت والا اور اسکو مسن اسلیے کہتے ہین کہ اس مدت مین دودھ کے دانت ٹوٹنے شروع ہوتے ہین اور نئے دانت نکلتے ہین و فیما زاد علی الاربعین بحسابہ فے ظاہر الروایۃ عن الامام وعنہ لاشی فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اُسی حساب سے زکوۃ بھی لیجاویگی مثلاً یعنے اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسوان حصہ ایک مسنہ کا اور دو مین بیسوان حصہ یہ مذہب ہے امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ زیادہ مین کچھ نہین لازم آتا ساٹھ تک ففیہا ضعف ما فی ثلثین پس ساٹھ مین دونا اسکا ہے جو تیس مین لازم آتا ہے یعنے دو تبیع وہو قولہما والثلثۃ وعلیہ الفتوی بحر عن الینابیع وتصحیح القدوری اور یہی ہے قول صاحبین کا اور باقی تینون اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر ناقلا عن الینابیع وتصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ وعشرین فیخیر بین اربع اتبعۃ وثلث مسنات وہکذا پھر ہر تیس مین ایک تبیع اور ہر چالیس مین ایک مسنہ مگر اس صورت مین کہ دونون یعنے تبیع اور مسنہ متداخل ہون جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہے چاہے چار تبیعہ دیوے چاہے تین مسنہ وعلی ہذا القیاس یعنے دو سو چالیس مین آٹھ تبیعہ یا چھ مسنہ قالہ الشامی م متداخل سے یہ مراد ہے کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونون پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دے چاہے چالیس کے حساب سے مسنہ دے

باب زکوۃ الغنم

یہ باب ہے زکوۃ بھیڑ بکری کے بیان مین مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہ آلۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب غنم بفتحتین مشتق ہے غنیمت سے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہین جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے لیے غنیمت ہے اور سینگون کا عدم وجود برابر ہے کیونکہ انسے مدافعت نہین کر سکتی نصاب الغنم ضانا او معزا فانہما سواء فی تکمیل النصاب والاضحیۃ والربوا لا فی اداء الواجب والایمان اربعون وفیہا شاۃ تعم الذکور والاناث نصاب غنم کی بھیڑ ہو یا بکری چالیس ہین اور چالیس مین زکوۃ ایک بکری ہے نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری دونون کو شامل ہے اسلیے کہ دونون برابر ہین نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود مین نہ اداے واجب مین اور قسمون مین م نصاب کا پورا کرنا یہ کہ اگر بھیڑ بکری ملکر چالیس ہون تو زکوۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہو اور سود مین اسطرح کہ اگر بھیڑی کا گوشت بدلے بکری کے گوشت کے زیادہ کم بیچے تو حرام ہے اور اداے واجب اور قسم مین برابر نہین یعنے اگر کسی کے پاس چالیس بھیڑیان ہون تو اُسپر ایک بھیڑی واجب ہوگی اس سے بکری نہین لے سکتے یا کسی نے قسم کھائی کہ بھیڑی کا گوشت نہ کھاؤنگا تو بکری کا گوشت کھانے سے حانث نہوگا کذا فی الشامی وفی مائۃ واحدی وعشرین شاتان وفی مائتین وواحدۃ ثلث شیاہ وفی اربع مائۃ اربع شیاہ وما بینہما عفو اور ایک سو اکیس مین دو بکریان اور دو سو ایک مین تین بکریان اور چار سو مین چار بکریان اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہین وہ معاف ہین م یعنے چالیس سے جو زیادہ ہو ایک سو بیس تک اسمین کچھ نہین بشرطیکہ مالک ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہین تو تین بکریان لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری ہر چند کہ اگر ایک سو بیس بکریان ایک شخص کی ہین تو ساعی کو نہین پہونچتا کہ انکو متفرق کرکے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریان دو آدمی کی ہین تو انمین سے کسی پر زکوۃ نہین ہے اور ساعی کو نہین جائز کہ انکو جمع کرکے انپر زکوۃ لے لے اسلیے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی ثم بعد بلوغہا اربع مائۃ فی کل مائۃ شاۃ الی غیر النہایۃ پھر جب بکریان چار سو ہوگئین تو ہر سیکڑے پیچھے ایک بکری ہے بے انتہا تک

باب زکوۃ الغنم

ساعی وہ شخص ہے کہ حاکم اسلام کی طرف سے سوائم کے صدقات جمع کرکے وصول کرتا ہے ۱۲

ویوخذ فی زکوتها ای الغنم الثنی من الضان والمعز وهو ماتمت له سنة لا الجذع الا بالقیمة وهو ما اتی علیه اکثرها علی الظاهر وعنه جواز الجذع من الضان وهو قولهما والدلیل یرجحه ذکره الکمال والثنی من البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس والجذع من البقر ابن سنة ومن الابل ابن اربع اور لیا جاوے بھیڑ بکری کی زکوۃ مین ثنے یعنی بھیڑھا اور بکرا پورے برس بھر کا۔ مراد یہ ہی کہ دوسرے برس مین ہو جیسے ہدایہ اور کتب فقہ مین مسطور ہی نلیا جاوے جذع مگر قیمت کر کے اور جذع اسکو کہتے ہین کہ جسپر اکثر سال گذر گیا ہو اور نہ لیا جانا جذع کا بنا بر ظاہر روایت ہی اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ جذع بھیڑ ہون مین کا لیا جا سکتا ہی اور یہی قول ہی صاحبین کا اور دلیل اسکو ترجیح دیتی ہی ذکر کیا ہی اسکو کمال نے لیکن بحر وغیرہ نے ظاہر الروایۃ پر جزم کیا ہی اور اختیار مین ہی کہ یہی صحیح ہی اور ثنی بھیلون مین دو برس کا ہوتا ہی اور اونٹون مین پانچ برس کا اور جذع بقر مین ایک برس کا ہی اور ابل مین چار برس کا ولا شیٔ فی خیل سائمة عندهما وعلیه الفتوی خانیة وغیرها ثم عند الامام هل لها نصاب مقدر الاصح لا لعدم النقل بالتقدیر اور زکوۃ نہین ہی گھوڑون جنگل کے چرنے والون مین صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخانیة وغیرها اور طحطاوی نے کہا کہ یہی پسندیدہ ہی اور اسرار اور زیلعی اور ینابیع اور جواہر اور کافی مین اسکو ترجیح دی ہی لیکن فتح القدیر مین قول امام کو ترجیح دی ہی اور صاحبین کی دلیل سے جواب بتبع اللہدایہ اسطرح دیا ہی کہ عدم زکوۃ خیل سے مراد غازیون کے گھوڑے ہین اور یہ قول باعتبار حجت کے قوی ہی جیسا تجرید اور مبسوط اسکے شاہد ہین کذا فی الشامی پھر جب امام کے نزدیک انہین زکوۃ ہوئی تو کوئی نصاب بھی انکے لیے مقرر ہی یا نہین تو بعضون نے تین اور بعضون نے پانچ کہے ہین لیکن اصح یہ ہی کہ کوئی نصاب مقرر نہین کیونکہ تقدیر اور اندازہ سلف سے منقول نہین ولا فی بغال وحمیر سائمة اجماعا لیست للتجارة فلو لها فلا کلام لانها من العروض اور نہین زکوۃ بالاتفاق خچرون اور گدھون جنگل کے چرنے والون مین کہ تجارت کے نہون پس اگر تجارت کے ہون تو کچھ کلام نہین زکوۃ کے واجب ہونے مین کیونکہ وہ مانند اور اسباب کے ہین ولا فی عوامل وعلوفة مالم تکن العلوفة للتجارة اور نہین زکوۃ کام کرنیوالے جانورون یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ مین اور نہ گھر سے گھاس کھانیوالون مین زکوۃ ہی جبتک کہ گھر والے جانور تجارت کے نہون ہم عوامل مین قید تجارت کی نہین لگائی علوفہ مین لگائی کیونکہ عوامل تجارت کے لیے نہین ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کرے اسلیے کہ حاجت اصلی مین مشغول ہین کذا فی الشامی ولا فی حمل بفتحتین ولد الشاة وفصیل ولد الناقة وعجول بوزن سنور ولد البقرة وصورته ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولادها الصغار اور نہین ہی زکوۃ بچون مین خواہ بکری کے ہون یا اونٹنی کے یا گاے کے اور مسئلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہی کہ سب بڑے مرجاوین اور بچہ باقی رہین اور پھر برس گذر جاوے ہم بچون پر امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک زکوۃ نہین واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک انھین مین سے ایک ادا کرے جاننا چاہیے کہ چھوٹے اونٹون کی نصاب مین پچیس ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہی اور پچیس سے کم مین بالاتفاق کچھ لازم نہین ہوتا اور صحیح قول طرفین کا ہی کذا فی الشامی الا تبعا لکبیر ولو واحدا ویجب ذلک الواحد ولو ناقصا فلو جیدا لزم الوسط وهلاکه یسقطها یعنی بچون مین زکوۃ نہین مگر یہ بچہ بڑون کے اگرچہ بڑا ایک ہی ہو اور زکوۃ مین وہ بڑا ہی دینا واجب ہی اگرچہ ناقص ہو پس اگر وہ اول قسم کا ہی تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا بعد برس گذر جانے کے ہلاک ہو جاوے تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہی یعنی طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچے کے ۳۹/۴۰ لازم ہونگے کیونکہ بڑے کے مرنے سے ایک جزو یعنی چالیسوان حصہ ساقط ہو گیا قاله الشامی ولو تعدد الواجب وجب الکبار فقط ولا یکمل من الصغار خلافا للثانی اور اگر زکوۃ واجب متعدد ہو تو صرف بڑے ہی دیے جاوین اور چھوٹون سے ملا کر پورا کرنے کی حاجت نہین بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم بیان اسکا یہ ہی کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سو انیس بکری کے بچے ہون تو اس صورت مین واجب دو مسنہ ہین بالاتفاق اور اگر ایک مسنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہون تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک

ایک مسنہ اور ایک بچہ اور اسی طرح اگر ہو وین اٹھ گاے کے بچے اور ایک تبیع کذا فی الشامی ولا فی عفو وہو ما بین النصب فی کل الاموال
اور نہین زکوٰۃ اُس عدد مین جو عفو ہی اور عفو وہ عدد ہی کہ درمیان دو نصابون کے ہو تمام قسم کے اموال مین م قسیخین رہ کا قول ہی یعنے واجب
بمقابلۂ نصاب کے ہی نہ عفو کے اور امام محمد رح اور زفر کہتے ہین کہ واجب بمقابلۂ کل عدد کے ہی اور نتیجہ خلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ ایک
شخص کے پاس نو اونٹ ہین اور چار ہلاک ہو گئے تو شیخین رح کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور امام رح کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کے
لازم آدینگی اور چار نوین حصہ ساقط ہو جاوینگے قالہ الشامی وخصاہ بالسوائم اور صاحبین رح نے عفو کو خاص کیا ہی سوائم مین نقود مین م سواسطے
کہ نقود مین جو دو سو درم سے زیادہ ہو صاحبین کے نزدیک معاف نہین ہی بلکہ چالیسوان حصہ کل کا لازم ہوتا ہی بخلاف امام اعظم رح کے کہ انکے
نزدیک بعد دو سو درہم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہی جب دو سو کے اوپر چالیس درہم زیادہ ہون تو ایک درہم زیادہ لازم آویگا یعنے چھ درم
ہوجاوینگے الغرض درم کی کسر امام صاحب کے نزدیک معاف ہی کذا فی الشامی ولا فی ہالک بعد وجوبہا ومنع الساعی فی الاصح لتعلقہا بالعین
لا بالذمۃ وان ہلک بعضہ سقط حظہ اور جو مال ہلاک ہو گیا ہو بعد وجوب زکوٰۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اُسمین زکوٰۃ نہین اصح مذہب پر یعنے
اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہانتک کہ مال ہلاک ہو گیا تو صحیح یہ ہی کہ زکوٰۃ ساقط ہو گئی کیونکہ زکوٰۃ معین
چیز سے علاقہ رکھتی ہی نہ ذمہ سے قالہ الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہو گیا تو اسی قدر کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی ویصرف الہالک الی العفو
اولا ثم الی نصاب یلیہ ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف لگایا جاویگا پھر اُس نصاب کی طرف جو اسکے متصل ہی پھر اسی طرح
اُس نصاب کی طرف جو اُس سے نیچے ہی الخ یعنے اگر مثلاً کسی شخص کے پاس تین نصابین اور کچھ شی زائد ہو کہ نصاب کو نہ پہونچتی ہو پھر اُسمین سے
کچھ ہلاک ہو جاوے تو وہ اولاً عفو مین سے سمجھا جاویگا پھر جو زاید تھا اگر سب ہلاک ہو گیا تو وہی تین نصابون کی زکوٰۃ اُسکے ذمہ واجب ہوگی
اور اگر زیادہ ہلاک ہو گیا تو یہ منصرف ہوگا اُس نصاب کی طرف جو اُسکے قریب ہی یعنے تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابون کی زکوٰۃ
دیگا اور یہی حال ہی اگر نصاب اول تک ہلاک پہونچے کذا قالہ الشامی بخلاف المستہلک بعد الحول لوجود التعدی منہ ومنہ
ما لو حبسہا عن العلف او الماء حتی ہلکت فیضمن بدائع بخلاف اُس صورت کے کہ قصداً ہلاک کر دے بعد برس گذرنے کے کیونکہ تعدی اُسکی
طرف سے پائی گئی اور تعدی مین شمار کیا جاویگا اگر جانورون کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندھ رکھا یہانتک کہ ہلاک ہو گئے پس زکوٰۃ کا
ضمان دیگا بدائع والتوی بعد القرض والاعارۃ واستبدال مال التجارۃ بمال التجارۃ ہلاک وبغیر مال التجارۃ والسائمۃ بالسائمۃ استہلاک
اور گم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کے ہلاک شمار کیا جاتا ہی اور بدلنا مال کا اور کسی چیز کے ساتھ
سواے مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہی م حکم نقود کا حکم مال تجارت کا ہی یعنے مثلاً کسی شخص کے پاس ہزار درہم
ہین پھر اسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت کا خریدا پھر وہ ہلاک ہو گیا تو زکوٰۃ ساقط ہو گئی اور اگر غلام خدمت کا
خریدا تو ساقط نہین ہوتی اور بہتر یہ ہی کہ لفظ بالسائمۃ ساقط کر دیا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درم ہون یا عروض کیونکہ
زکوٰۃ متعلق ہوتی ہی عین کے ساتھ اولاً اور بالذات اور عین بدل گیا پس جب ہلاک ہو گیا عین یعنے سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوٰۃ اور
پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اُسوقت ہی کہ بعد برس کے استبدال کرتا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کر لیا تو جب تک اس عوض پر برس
نگذریگا زکوٰۃ واجب نہوگی یا یہ کہ اسکے پاس اُن دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہون تو انکے ساتھ ملا کر سبکی زکوٰۃ دے کذا فی الشامی
وجاز دفع القیمۃ فی زکوٰۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر وکفارۃ غیر الاعتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء اجماعا

اجماعاً ہو الاصح اور جائز ہی دینا قیمت کا زکوٰۃ مین اور عشر مین اور خراج مین اور فطرہ مین اور نذر مین اور اُس کفارہ مین جو سوائے آزاد کرنیکے ہو
یعنے جائز ہی قیمت دینی اگرچہ شی واجب ہی اُسکے پاس موجود ہو مثلاً تین بکریان موٹی جو قیمت مین چار بکریون اوسط کی برابر ہون اُن چار کے
عوض دیدیوے تو جائز ہی لیکن نصاب کیلی مین یا وزنی مین جب جنس کے بدلے جنس دیوے تو اُنکی قیمت معتبر نہین ہوتی مثلاً چار کیل اچھے گیہون
بدلے پانچ کیل ناقص گیہون کے یا چار درم جید بدلے پانچ درم بٹے کے دینے جائز نہین اور اگر غیر جنس کے ساتھ قیمت کرکے دے تو جائز ہی
قالہ الشامی اور قیمت وہ معتبر ہی کہ جو روز وجوب زکوٰۃ کے ہو اور صاحبین کے نزدیک اُس دن کی جس روز ادا کرتا ہی اور سوائم مین بالاتفاق یوم الادا
کی قیمت معتبر ہی یہی اصح ہی ویقوم فی البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازۃ ففی اقرب الامصار الیہ فتح اور مال کی قیمت وہان کی چاہیے جس شہر مین وہ
مال ہی اور اگر جنگل مین ہی تو جو شہر وہان سے قریب ہو کذا فی الفتح اور اگر ایک غلام کو کسی شہر مین بھیجا تجارت کے لیے تو اُسکی قیمت اُس شہر کی
معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی بجر والمصدق لا یاخذ الا الوسط وہو اعلی الادنی وادنی الاعلی ولو کلہ جیداً فجیداً اور زکوٰۃ لینے والا نہ لیوے
مگر اوسط اور اوسط وہ ہی کہ اعلی سے کم درجہ کی ہو اور ادنی سے زیادہ درجہ کی اور اگر سب اعلی قسم کی ہون تو اعلی ہی لیوے م یعنے اگر بنت لبون مثلاً بہر
واجب ہوئی ہی تو سب بنت لبونون سے اچھی چھانٹ کر نہ لیوے اور نہ سب سے بری لیوے وان لم یجد المصدق وکذا ان وجد فالقید اتفاقی ما
وجب من ذات سن دفع المالک الادنی مع الفضل جبر الساعی لانہ دفع بالقیمۃ او دفع الاعلی ورد الفضل بلا جبر لانہ شراء فیشترط فیہ الرضاء
ہو الصحیح سراج اور اگر زکوٰۃ کے مال مین مصدق اُس عمر کا سائمہ نہ پاوے جو زکوٰۃ مین واجب ہوا ہی اور یہی حکم ہی اگر اُس عمر کا پایا اُس صفت کا مال مین
موجود ہو پس قید نہ پانے کی اتفاقی ہی تو مالک ادا کرے ادنے درجہ کا مع زیادتی کے زور سے مصداق پر اسلیے کہ ادائے قیمت ہی بیع نہین ہی یا اعلی درجہ
کا ادا کرے اور زیادتی واپس کرلے بغیر جبر کے اسلیے کہ اس صورت مین مصدق مشتری ہی پس اُسکی رضامندی ضرور ہی یہی صحیح ہی کذا فی السراج
او دفع القیمۃ ولو دفع ثلث شیاہ سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریان فربہ بدلے چار اوسط بکریون کے دیدیوے
تب بھی جائز ہی و المستفاد ولو بہبۃ او ارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فیزکیہ بحول الاصل اور جو مال درمیان برس کے حاصل
ہو اگرچہ بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے وہ ملایا جاوے اُسکے جنس کی نصاب کے ساتھ پھر اُسکی زکوٰۃ دیجاوے اصلی نصاب کے برس کی تمامی پر م
سوائم مین بچون کا بڑھنا درمیان سال کے اور تجارت کے مال مین نفع کا ہونا سب کا یہی حکم ہی جو مذکور ہوا بشرطیکہ اُسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو
اور اگر پہلی نصاب پوری نہ ہو تو جس وقت سے مع بچون یا مال مستفاد کے نصاب پوری ہوا اُس وقت سے برس ورز کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی بخلاف
اُس صورت کے کہ شروع سال مین نصاب پوری ہو پھر بیچ مین ناقص ہوگئی پھر سال تمام پر پوری ہوگئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہین
ہمارے نزدیک اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل کی بقا ضرور ہی یہان تک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہوگئی تو مستفاد کا برس نئے سر سے
شمار کیا جاویگا پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصل نصاب مین سے کچھ ہاتھ آوے تو کل کی زکوٰۃ مستفاد سمیت دیوے ولو ادی زکوٰۃ نقدہ ثم اشتری بہ
سائمۃ لا تضم اور اگر اپنے نقد کی زکوٰۃ دے کر اُسکے بدلے سوائم خرید کرے تو یہ سوائم ملائے نجاوینگے م صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص
کے پاس کچھ سوائم اور کچھ نقد مال ہی اُسنے بعد ادا ے زکوٰۃ نقد کے اُسکے بھی سوائم خرید لیے تو ان نو خرید سوائم کو پہلے سوائم مین نہ ملایا جاویگا
بلکہ اُنکا برس جدا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا چاہیے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوٰۃ دے کر نقد کے بدلے
بیچا بر خلاف اُسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اُسکو بیچ ڈالا تو قیمتین بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھ ملائی جاوینگی
اور فرق امام صاحب کے نزدیک یہ ہی کہ ثمن سائمہ کا مال زکوٰۃ کا بدل ہی اور بدل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہی پس اگر ملایا جائیگا تو تکرار زکوٰۃ

کالازم آویگا ولو له نصابان مما لم یضم احدهما کثمن سائمة مزکاة والف درهم وورث الفا ضمت الی اقربهما حولا وربح کل یضم الی اصله اور اگر اسکے
پاس دو نصاب ایسے ہین کہ نہین ملائی جاتین جیسے ثمن سائمہ زکوۃ دی ہوئی کا اور ہزار درم اور وراثت مین ملے اسکو ایک ہزار تو ہزار
وراثت کے اسکے ساتھ ملائے جاوینگے جسکا عنقریب برس پورا ہونے والا ہے اسلیے کہ ملانے مین تو دونون برابر ہین مگر قرب کی جہت سے قریب
کو ترجیح ہے اور اسمین فقیرون کا فائدہ ہے کذا فی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اسکی اصل کے ساتھ ملایا جاوے یعنی اگرچہ اسکا برس پورا ہونے مین دیر
ہے کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہے اور یہی حکم بچے کا سوائم مین اخذ البغاة والسلاطین الجابرة زکوة الاموال الظاهرة کالسوائم والعشر
والخراج لا اعادة علی اربابها ان صرف الماخوذ فی محله الآتی ذکره والا یصرف فیه فعلیهم فیما بینهم وبین الله اعادة غیر الخراج لانهم مصارف
اگر باغیون نے اور ظالم بادشاہون نے اموال ظاہری کی زکوۃ لی جیسے سوائم اور عشر اور خراج پس مالکون کے ذمے دوبارہ دینا لازم نہو گا
بشرطیکہ انہون نے اسکو صرف کیا ہو صرف کے موقع پر جسکا بیان باب المصرف مین آویگا یعنے فقیرون وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف
نہین کیا تو مال والون کے ذمے دیانت کی راہ سے پھیر دینا لازم ہے سوائے خراج کے کہ اسکا اعادہ لازم نہین اسلیے کہ وے لوگ خراج کے
مصرف ہین کیونکہ خراج حق مقاتلین کا ہے اور اہل بغی اہل حرب سے مقاتلہ کرتے ہین م مال ظاہری وہ کہلاتا ہے جسکی زکوۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہے
یا جو مال عشر لینے والے کے سامنے آوے واختلف فی الاموال الباطنة ففی الولوالجیة وشرح الوهبانیة المفتی به عدم الاجزاء اور اختلاف
ہے اموال باطنیہ مین پس ولوالجیہ مین اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ مفتی بہ عدم کفایت ہے م مال باطن نقود اور اسباب تجارت کو کہتے ہین یعنی
اگر مال باطن کی زکوۃ باغیون نے لی تو فتوے اسپر ہے کہ مالک کی طرف سے کافی نہوگی اسکو پھر سے ادا کرنی چاہیے مگر یہ شرط ہے کہ عاشر کے
سامنے نہ لیگئی ہو ورنہ مال ظاہر کی زکوۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ اموال ظاہری مین اختلاف نہین ہے حالانکہ اسمین
بھی اختلاف ہے اور تفصیل اسکی شامی مین ہے وفی المبسوط الاصح الصحة اذا نوی بالدفع لظلمة زماننا الصدقة علیهم لانهم بما علیهم من التبعات
فقراء حتی افتی امیر بلخ بالصیام لکفارة عن یمینه اور مبسوط مین ہے کہ اصح یہ ہے کہ درست ہے یعنے مالک پر دوبارہ دینا لازم نہین جبکہ مال باطنی
کی زکوۃ باغیون اور ظالمون نے لی ہو بشرطیکہ نیت کرے ظالمون کے دینے سے انکے اوپر صدقہ کرنے کی اسواسطے کہ وہ لوگ فقیر
ہین بسبب ان حقوق کے جو انکے پیچھے لگے ہین اور اسواسطے فتوے دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین مین کہ روزے رکھے م امیر بلخ یعنے موسے
بن عیسے بن ماہان خراسان کے والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنے قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتوے
دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینون کا کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنے کا ہے اور جب یہ امور میسر نہون تو روزہ رکھنے کا حکم ہے مگر چونکہ امیر
مذکور کے پاس مال موجود لوگون کے حقوق سے زائد نہ تھا اسلیے اسکو فقیر بے دسترس تصور کیا گیا فتح القدیر مین ہے کہ اس تقدیر پر اگر کسی نے
وصیت کی کہ ثلث مال اسکا فقرا کو دیا جاوے پھر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو اسکی وصیت ادا ہوگئی ولو اخذها الساعی جبرا لم تقع زکوة لکونها
بلا اختیار ولکن یجبر بالحبس لیودی بنفسه لان الاکراه لا ینافی الاختیار اور اگر لے لیا مصدق نے زکوۃ کو بجبر تو زکوۃ نہوگی کیونکہ اسمین
اختیار نہوا اور زکوۃ دینے مین نیت اور اختیار ضروری ہے لیکن مالک مال کا قید کیا جاوے تاکہ خود بذاتہ ادا کرے اسواسطے کہ دباؤ دینا اختیار
کے منافی نہین م مختصر کرخی مین ہے کہ اگر امام نے صدقہ بجبر لیکر مصرف مین صرف کیا تو کفایت کرتا ہے اسلیے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہے
تو اسکا لے لینا مالک کے دینے کے قائم مقام ہو گیا بحر الرائق مین ہے کہ مفتی بہ تفصیل ہے یعنے اگر اموال ظاہری مین سے لیا ہو تو فرض
ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ سلطان کو اور اسکے نائب کو ولایت اخذ مال کی ہے اور اگر اموال باطنی مین سے بزور لے لیا ہو تو ساقط

نہوگا وفے التجنیس المفتے بہ سقوطہا فے الاموال الظاہرۃ لا الباطنۃ اور تجنیس مین ہی کہ حاکم جابر کو دینے کی صورت مین مفتے بہ یہ ہی کہ زکوۃ
ساقط ہو جاتی ہی اموال ظاہری مین نہ باطنی مین ولو خلط السلطان المال المغصوب بمالہ ملکہ فتجب الزکوۃ ویورث عنہ
لان الخلط استہلاک اذا لم یمکن تمیزہ عند ابی حنیفۃ وقولہ ارفق اذ قلما یخلو مال عن غصب اور اگر ملا یا بادشاہ نے چھینا ہوا مال اپنے
مال مین تو اسکا مالک ہو جاویگا یعنی زکوۃ واجب ہوگی اور مرنے کے بعد وراثت بھی جاری ہوگی اسلیے کہ خلط کرنا اسطرح کہ تمیز ممکن نہ ہو
نزدیک امام صاحب کے بمنزلہ قصداً ضائع کرنے کے ہی یعنے جب استہلاک ثابت ہوا تو ضمان اسکا لازم آیا اور مغصوب کا مالک ہونا ضمان
کے عوض لازم ہوا اور امام کے قول مین لوگون کے لیے سہولت ہی اسواسطے کہ کمتر کوئی مال غصب سے خالی ہوتا ہی اور صاحبین کے
نزدیک ضمان نہین لازم ہوتا اور جب ضمان لازم نہوا تو ملک بھی ثابت نہوئی اور وراثت بھی جاری نہوئی کیونکہ وہ مال مشترک ہی اور انہین سے
صرف حصہ میت کی میراث جاری ہوگی وہذا اذا کان لہ مال غیر ما استہلکہ بالخلط منفصل عنہ یوفی دینہ والا فلا زکوۃ کما لو کان الکل خبیثا
کما فے النہر عن الحواشی السعدیۃ اور خلط کی جہت سے زکوۃ واجب ہونا اس صورت مین ہی کہ اُسکے پاس جدا مال سوا اُسکے جسکو خلط سے
ہلاک کیا ہی اتنا ہو کہ اُسکے دین کو کافی ہو ورنہ زکوۃ نہین لازم آویگی جیسا اس صورت مین کہ کل مال خبیث ہو کذا فی النہر عن الحواشی السعدیۃ
ہم یعنے جب خبیث مال نصاب کو پہونچ جاوے تو زکوۃ لازم نہوگی کیونکہ اُس مال کو تمامہ تصدق کرنا واجب ہی بعض کا صدقہ دینا کیا کام
کریگا کذا فے القنیۃ وفی شرح الوہبانیۃ عن البزازیۃ انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی اما اذا اخذ من انسان مائۃ ومن آخر مائۃ وخلطہما
ثم تصدق لا یکفر لانہ لیس بحرام قطعی لاستہلاکہ بالخلط اور وہبانیہ کی شرح مین نقلاً عن البزازیہ یہ ہی کہ آدمی اُسی صورت مین کافر ہوتا ہی کہ
حرام قطعی کو صدقہ دیوے یعنے بہ نیت حصول ثواب کہ حلال جاننے پر مبنی ہی لیکن جب لیے ایک سے سو اور دوسرے سے سو پھر
انکو ملا دیا پھر سب کو تصدق کیا تو کافر نہوگا کیونکہ یہ دو سو حرام قطعی نہین اسلیے کہ خلط کی وجہ سے گویا اُسنے اُسکو ہلاک کر دیا اور بوجہ وجوب
ضمان اُسکا مالک ہوگیا امام شارح نے صرف عدم کفر پر اقتصار کیا اسمین اشارہ ہی کہ مال مخلوط بھی تصرف کرنا بدون ادائے ضمان کے جائز نہین اگرچہ خلط
کی وجہ سے مالک ہوگیا ظہیریہ مین ہی کہ کسی شخص نے مال حرام مین سے کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی توقع سے تو کافر ہوا اور اگر فقیر جانتا ہو اور دعادی
اور معطی نے آمین کہی تو دونون کافر ہوگئے اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر غیر شخص آمین کہے تو معلوم ہوتا ہی کہ اسکا حال بھی یہی ہی اور آدمی
اس سے غافل ہین اور جہال اسمین مبتلا ہین شارح نے حرام قطعی کی قید لگا کر گویا ظہیریہ کے کلام کو مقید کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ مراد حرام سے
حرام قطعی ہی جسمین کافر ہوتا ہی کذا فی الشامی ولو عجل ذو نصاب زکوتہ لسنین او لنصب صح لوجود السبب وکذا لو عجل عشر زرعہ
او ثمرہ بعد الخروج قبل الادراک اور اگر نصاب والا زکوۃ پیشگی چند سال کی ادا کرے یا چند نصابون کی زکوۃ ادا کر دے تو درست ہی کیونکہ
سبب زکوۃ یعنے نصاب موجود ہی اور ایسا ہی اگر عشر کھیتی کا یا اثمار کا پیشگی ادا کر دے نکلنے کے بعد پکنے سے پہلے تو درست ہی ہم یعنے اگر کسی کے
پاس تین سو درہم ہین اور اُسنے دو سو درم کی زکوۃ سو درم بیس برس کے لیے ادا کیے تو درست ہی یا یہ کہ سو درہم ادا کیے بہ نیت دو سو
درم نصاب موجودہ و ۱۹ نصاب غیر موجود کے پھر اُس برس مین وے نصابین اُسکے پاس موجود ہوگئین تو درست ہی اور اگر اُس برس مین
موجود نہوئین تو زکوۃ علحدہ ضرور ہی اور وہ سو درہم زکوۃ نصاب موجود کی یعنے دو سو درم کی بیس برس کے لیے ہو جاوینگے جیسا پہلے مسئلہ
مین تھا کذا فے الشامی واختلف فیہ قبل النبات وخروج الثمرۃ والاظہر الجواز وکذا لو عجل خراج راسہ وتمامہ فے النہر اور اختلاف ہی اس
صورت مین کہ پیشگی دے پہلے کھیتی اُگنے سے اور پھل نکلنے سے اور ظاہر یہ ہی کہ جائز ہی اور ایسے ہی اگر خراج جو سر اسم ذمیون پر لگایا جاتا ہی

طلوع

اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہی اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہی ہم قہستانی مین کہا کہ ایسے ہی معجیل خراج زمین کی چند سال کے لیے جائز ہی قولہ وکذا لو عجل معطوف ہی ولو عجل ذو نصاب پر وان وصلیۃ الیسر الفقیر قبل تمام الحول او مات او ارتد وذلک لان المعتبر کونہ مصرفا وقت الصرف الیہ لا بعدہ یعنے نصاب کا پیشگی ادا کرنا جائز ہی اگرچہ فقیر قبل پورا کرنے برس کے تو انگر ہو جاوے یا مر جاوے یا مرتد ہو جاوے اسلیے کہ فقیر کا مصرف ہونا اسوقت معتبر ہی جب زکوٰۃ اُسکو دیجائے دینے کے بعد کا اعتبار نہین ولو غرس فی ارض الخراج کرما فالم تیم الکرم کان علیہ خراج الزرع مجمع الفتاوی اور اگر خراجی زمین مین انگور بوئے تو جب تک انگور پورے نہون اُسکے ذمہ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلیے کہ انگور بونے کی وجہ سے زمین زرعی کو گویا معطل کر دیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پھل لاوے اُسوقت خراج انگور کا اسکے ذمہ ہوگا اور کھیتی کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درم ہی اور انگور کا خراج دس درم ہین اور یہ مسئلہ عشر و خراج کے مسائل مین چاہیے یہان تبعاً ذکر کر دیا ہی کذا فی الشامی ولا شی فی مال صبی تغلبی بفتح اللام و بکسرہ نسبۃ لبنی تغلب بکسرہا قوم من نصاری العرب وعلی المراۃ ما علی الرجل منہم لان الصلح وقع منہم کذلک اور نہین ہی زکوٰۃ تغلبی لڑکون کے مال مین تغلبی بفتح لام اور کسرہ بھی جائز ہی منسوب ہی بنی تغلب کیطرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہی عرب کے نصارے مین سے اور اُنکی عورتون پر بھی اسی قدر لازم ہی جسقدر اُنکے مردون پر یعنے نصف العشر اور اُنکے لڑکون کے مال مین زکوٰۃ نہین مگر عشر لیا جاتا ہی دونا مسلمان کے لڑکون کی نسبت اسواسطے کہ تغلبیون سے اسی طرح صلح ٹھہری تھی ویوخذ فی زکوٰۃ السائمۃ الوسط لا الہرم ولا الکرائم اور سوائم کی زکوٰۃ مین اوسط لیا جاوے نہ بڈھا نہ بہت بڑھکا اور اسکا مذکور پہلے ہو چکا یعنے نہ دودھ پلاتی لیجاوے نہ گابھن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ مین نسل کے لیے رہتا ہی ولا توخذ من ترکتہ بغیر وصیۃ لفقد شرطہا وہو النیۃ وان اوصی بہا اعتبرت من الثلث الا ان یجیز الورثۃ اور زکوٰۃ نہ لیجاوے ترکہ میت سے بدون اُسکی وصیت کے کیونکہ شرط زکوٰۃ کی نیت ہی اور وہ معدوم ہی اور اگر میت وصیت کر کے مرا ہو تو تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہ کہ وارث کل مال سے دینا جائز رکھین وحولہا ای الزکوٰۃ قمری بحر عن القنیۃ لا شمسی وسیجی الفرق فی العنین اور اداے زکوٰۃ مین جو سال معتبر ہی وہ قمری ہی نقل کیا ہی بحر مین قنیہ سے نہ سال شمسی اور انمین فرق باب العنین مین آویگا یعنے سال قمری ۳۵۴ روز کچھ اوپر ہی اور سال شمسی اسی سے گیارہ روز زیادہ ہی شک انہ ادی الزکوٰۃ اولا یودیہا لان وقتہا العمر اشباہ مالدار کو شک ہوا کہ زکوٰۃ ادا کی یا نہین تو اُسکو ادا کرے اسلیے کہ زکوٰۃ کا وقت تمام عمر ہی کوئی وقت مقرر نہین کہ بعد اُسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ ہم بحر مین واقعات سے منقول ہی کہ فرق ہی اسمین اور نماز کے شک مین وقت گذرنے کے بعد اور یہان کے مسئلہ کی نظیر یہ ہی کہ نماز کا وقت موجود ہی اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑھی یا نہین تو اس صورت مین اعادہ لازم ہی

باب زکوٰۃ المال

یہ باب ہی زکوٰۃ مال کے بیان مین ال فیہ للعہد فی حدیث ہاتوا ربع عشر اموالکم فان المراد بہ غیر السائمۃ لان زکوتہا غیر مقدرۃ بہا الف لام زکوٰۃ المال مین عہد کا ہی ایما اس مال کیطرف کہ حدیث شریف مین ہاتوا ربع عشر اموالکم مین مذکور ہی اور وہان مراد مال سے غیر سائمہ ہی اسواسطے کہ سوائم مین زکوٰۃ چالیسوان حصہ مقرر نہین ہی ہم یہ جواب ہی اسکا کہ کتنے ہین مال وہ ہی جس سے تو انگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بھی اور اس سوال کا جواب اسطرح بھی دیا گیا ہی کہ مراد مال سے مال عرفی ہی اور عرفاً نقد اور اسباب کو مال کہتے ہین نہ سوائم کو کذا فی الشامی نصاب الذہب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درہم کل عشرۃ دراہم وزن سبعۃ مثاقیل والدینار عشرون قیراطا والدرہم اربعۃ عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی سبعین شعیرۃ

والمثقال مائة شعيرة فهو درهم وثلثة اسباع درهم سونے کی نصاب بیس مثقال ہی اور چاندی کی دو سو درہم ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے اور دینا
بیس قیراط کا ہی اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شرعی اس حساب سے ستر جو کا ہوا اور مثقال سو جو کا پس مثقال مساوی ایکدرم
اور تین ساتوین حصہ درم کا ہوا م نصاب سونے کی بیس مثقال یعنے ۷½ تولہ وزن دہلی اور نصاب چاندی کی ۲۰۰ درہم یعنی ۱۴۰ مثقال یعنی ۵۲½ تولہ
جسکے ۵۴ روپے بحساب فی روپیہ ۱۱½ ماشہ اور ۵۶ روپیہ بحساب ۱۱¼ اور ۵۴ روپیہ یعنی تقریبًا بحساب ۱۱½ ماشہ رتی زیادہ یعنی ۱۲ ماشہ ۲ رتی
کم جو وزن چہرہ شاہی روپیہ کا ہی اور جاننا چاہیے کہ درم حضرت عمرؓ کے زمانہ مین مختلف تھے بعضے دس مثقال کے دس درم بعضے چھ مثقال کے دس درم
بعضے پانچ کے دس درم حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کرکے وزن مساوی نکال لیا تو سات مثقال کے دس درم ٹھہرے اور شامی مین اسمین زیادہ گفتگو کی
ہی وقیل یفتی فی کل بلد بوزنهم وسنحققه فی متفرقات البيوع اور یہ بھی کہا گیا ہی کہ ہر شہر مین اُنکے وزن کے موافق فتوی دیا جاوے اور متفرقات بیوع مین
اسکی تحقیق آویگی م شامی مین لکھا ہی اسی فتوے کو تسلیم کیا ہی ولوالجیہ مین اور اسی کو لیا ہی سرخسی نے اور پسند کیا ہی مجتبی اور جمع النوازل اور عیون المذاہب
اور خانیہ اور فتح القدیر مین پھر اسکے بعد مین کہتا ہون کہ درم رائج الوقت کمتر نہو نا چاہیے اُس درم سے جو حضرت کیوقت مین کم سے کم وزن کا
رائج تھا یعنے وزن خمسہ کا لیکن جمہور کا قول یہ ہی کہ درم چودہ قیراط کا ہی اور اسپر کتب متقدمین و متاخرین متفق ہین اور بیوع مین جو درم کی تحقیق کی ہی اسکو
زکوۃ سے کچھ علاقہ نہین بلکہ عقود سے متعلق ہی یعنے عرف مین کونسا درم مراد ہوتا ہی جب مطلق بولین والمعتبر وزنهما اداء ووجوبا لا قيمتهما اور زکوۃ
کے نصاب مین معتبر وزن سونے چاندی کا ہی باعتبار ادا کے اور وجوب کے نہ قیمت اُن دونون کی م مثلاً اگر برتن چاندی کا سو درم کے وزن کا
کسی شخص کے پاس ہو اور خوبی ساخت کے اعتبار سے اُسکی قیمت دو سو درم کی ہو تو اُسپر زکوۃ نہ آویگی جبتک وزن پورا دو سو درم کا نہو واللازم
مبتدا فی مضروب كل منهما ومعموله ولو تبرا او حليا مطلقا مباح الاستعمال اولا ولو للتجمل والنفقة لانهما خلقا اثمانا فيزكيهما كيف كانا اللازم مبتدا ہی
اُسکی خبر آگے آتی ہی ربع عشر یعنے چالیسوان حصہ لازم ہی اُس مال مین جو سونے چاندی کا سکہ ہو جیسے درم دینار روپیہ اشرفی یا اُنسے کچھ بنا ہو
جیسے برتن یا تلوار کی کوتھی یا لگام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنا یا گیا ہو ہر حالمین یعنی اُسکا استعمال مباح ہو یا نہو اگرچہ آرائش کے
لیے یا نفقہ کے لیے رکھا ہو اسلیے کہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے لیے موضوع ہین تو اُنکے اوپر زکوۃ ہر صورت مین ہوگی وفی عرض تجارة
قيمته نصاب الجملة صفة عرض وهو هنا ما ليس بنقد وما اعدم صحة النية فی نحو الارض الخراجية فلقيام المانع كما قدمنا لا لان الارض ليست من العرض
فتنبه اور چالیسوان حصہ لازم ہی اسباب تجارت مین جسکی قیمت نصاب کو پہونچی ہو شارح نے کہا کہ یہ جملہ صفت ہی عرض کی اور عرض سے مراد
یہ ہی کہ نقد نہو اور زمین خراجی مین جو نیت تجارت کی صحیح نہین ہی وہ بسبب مانع کے ہی جیسا پہلے گذر چکا یعنے تکرار زکوۃ کا لازم آنا ہی نہ اس جہت
سے کہ زمین پر اطلاق عرض کا نہین ہوتا اس بات کو سمجھ لو من ذهب او ورق ای فضة مضروبة فافاد ان التقويم انما يكون بالمسكوك عملا
بالعرف من ذہب او ورق بیان ہی نصاب کا یعنی اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگائی ہوئی سے تو اس
سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہین ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہی مقوما باحدهما ان استويا فلو احدهما اروج تعين التقويم به
قیمت کی گئی ہو نصاب مذکور انمین سے کسی ایک سے اگر دونون برابر ہون یعنے چلن مین پس اگر ایک رواج مین زائد ہو تو قیمت کرنے
کے لیے وہی متعین ہوگا ولو بلغ باحدهما نصابا دون الاخر تعين ما يبلغ به اور اگر پہونچے ایک کے ساتھ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ دوسرے
کے ساتھ تو جسکے اعتبار سے نصاب کو پہونچے وہی متعین ہی قیمت کے تقرر کے لیے م مثلاً مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کیجاتی ہی تو ساڑھے
باون تولہ کا ہوتا ہی اور سونے سے کرتے ہین تو تین یا چار تولہ کا ہوتا ہی تو قیمت چاندی سے لگائی جائیگی ولو بلغ باحدهما نصابا وخمسا وبالآخر

اقل قومه بالانفع للفقیر سراج اور اگر پہونچے سونے چاندی مین سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب اور خمس نصاب کو اور دوسرے کے
ساتھ قیمت کرنے سے کمتر کو تو انکو تقویم کرین اُسکے ساتھ جو فقیرون کے حق مین نافع ہو کذا فی السراج ہم یعنے اگر دراہم کے ساتھ قیمت کرین تو دو چالیس
درہم ہون اور دنانیر کے ساتھ تئیس۲۳ دینار ہون تو دراہم کے ساتھ تقویم کرینگے کیونکہ اسمین چھ درہم لازم ہونگے بخلاف دنانیر کے کہ انمین واجب نصف
دینار ہے کہ مساوی ہے پانچ درم کو اور اگر دینارون سے ۲۴ کو پہونچے اور دراہم سے ایک سو چھتیس۱۳۶ کو تو دینارون کے ساتھ تقویم ہوگی ہدایہ مین ہے کہ شرع
مین دینار دس درم کا ہوتا ہے فتح القدیر مین کہا ہے کہ دینار کی قیمت جو دس درہم لگائے جاتے ہین تو شروع مین ایسا ہی تھا ربع عشر خبر قوله اللازم

وفی کل خمس بضم الخاء بحسابه ففی کل اربعین درهما درهم وفی کل اربعة مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو وقالا ما زاد بحسابه وهی
مسئلة الکسور ربع عشر خبر ہے اللازم کی یعنے واجب سونے چاندی مین چالیسوان حصہ ہے اور ہر پانچوین حصہ نصاب مین اسی حساب سے واجب
ہے یعنے ہر چالیس درم پر ایک درم اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسری تک معاف ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ جتنا نصاب
سے زیادہ ہو سکی اسی حساب سے زکوۃ لیجاوے یعنے خمس تک کے جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف تھین وہ انکے نزدیک نہین اور یہ مسئلہ الکسور
ماخوذ ہے حدیث لا تاخذ من الکسور شیا یعنے نہ لے کسرون مین کچھ کذا فی الشامی وغالب الفضة والذهب فضة وذهب وما غلب غشه منهما یقوم

کالعروض ویشترط فیه النیة اور سونا یا چاندی اگر کسی ملونی کے ساتھ مخلوط ہون اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اسکا حکم سونے چاندی کا ہے اسمین
لف و نشر مرتب ہے یعنے اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہے اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہے تو اس مخلوط مین زکوۃ سونے چاندی کی لازم ہے یہانتک
کہ اگر بہ نیت تجارت بھی رکھا ہوگا تو زکوۃ نقدین کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اسکی قیمت کیجاوے مثل اور اسباب تجارت

کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو الا اذا کان یخلص منه ما یبلغ نصابا او اقل وعنده ما یتم به او کانت اثمانا رائجة وبلغت نصابا من ادنی نقد تجب کوتم
تجب والا فلا یتب مشروط ہے مگر اس صورت مین کہ مخلوط مین اسقدر چاندی یا سونا جدا ہو سکتا ہے کہ نصاب کی مقدار کو پہونچے یا سونا چاندی اگرچہ
نصاب سے کم ہے لیکن جسقدر نصاب مین کمی ہے اُسکے پورا کرنے کو اُسکے پاس کوئی تجارت کی چیز یا نقدین مین سے موجود ہے یا یہ کہ غالب الغش
ثمن مروج ہون اور قیمت مین اُس ادنے نقد کے نصاب کے برابر ہون جسپر زکوۃ واجب ہوتی ہے تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہین واجب ہوگی
واختلف فی الغش المساوی والمختار لزومها احتیاطا خانیه ولذا لا تباع الا وزنا اور جو مال ایسا ہو کہ اُسمین ملونی اور چاندی یا ملونی اور
سونا دونون برابر ہین اُسمین اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ زکوۃ لازم ہے احتیاطا کذا فی الخانیه اور اسی جہت سے اُسکی بیع بغیر وزن کے نہین جائز ہے

تاکہ ربو لازم نہ آوے واما الذهب المخلوط بالفضة فان غلب الذهب فذهب والا فان بلغ الذهب والفضة نصابا وجب اور سونا چاندی مین مخلوط
ہو پس اگر سونا غالب ہو تو حکم سونے کا ہے اور اگر سونا غالب نہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہونچے تو واجب ہے م شمنی مین اسطرح تقریر کی ہے
کہ اگر گھلا لیا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پہونچے تو کل زکوۃ سونے کی دیجاویگی سونا غالب ہو یا مغلوب اسلیے کہ وہ عزیز ہے اور اگر
سونا نصاب کو نہ پہونچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہونچ گئی تو کل کی زکوۃ چاندی کی زکوۃ ہوگی مین کہتا ہون کہ صورت سونے چاندی کے مخلوط
ہونے کی بارہ طرح ہو سکتی ہے یا یہ کہ سونا غالب ہو یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت مین یا دونون حد نصاب کو پہونچین یا نہ پہونچین سونا فقط نصاب
ہو یا چاندی فقط نصاب ہو انمین سے دو صورتین ممتنع ہین ایک یہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے دوسرے یہ کہ سونا چاندی
دونون برابر ہون اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے باقی دس صورتین ممکن ہین اور تاتارخانیہ مین ہے کہ جب فضہ غالب ہو اور سونا مغلوب یعنی
دو ثلث چاندی اور ایک تہائی سونا یا زیادہ کل کا حکم چاندی کا نہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہے اپنے سے کمتر کا تابع نہین ہو سکتا بخلاف اسکے کہ سونا

غالب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو اسمین چاندی کی زکوٰۃ لازم آنا علی الاطلاق نہین بلکہ بقید خاص اُس صورت مین کہ وہ سونا مخلوط قیمت مین کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوٰۃ سونے کی ہوگی واللہ اعلم قالہ الشامی اور اس نقشہ سے حال ہر ایک کا معلوم ہوتا ہی مع اُسکے حکم کے

نقشہ چاندی سونے کے احکام کا اور صورت مخلوط ہونے کے کہ زکوٰۃ لازم ہی نہین

سونا غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	دونون برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	دونون برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونون جدا جدا اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن
سونا غالب اور دونومین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوٰۃ نہوگی	چاندی غالب اور دونومین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوٰۃ نہین	دونون برابر اور کوئی بقدر نصاب نہین زکوٰۃ نہین

جاننا چاہیے کہ اسمین سے وہ صورت خارج ہی کہ سونا چاندی دونون ملکر پوری نصاب ہوجاوین تو یہ خاص صورت متن مین آویگی وشرط کمال النصاب ولو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول واما الدین فلا یقطع الحول ولو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہی پورا ہونا نصاب کا سال کے اول وآخر مین شروع مین انعقاد کے لیے اور آخر مین وجوب کے لیے پس نقصان نصاب کا اثنائے حول مین مانع وجوب زکوٰۃ کا نہین پھر اگر کل نصاب ہلاک ہوگئی تو برس کا حساب باطل ہوگیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس مین اُسکو ملا تو اُسکے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہو ھم یہ قول امام ابو یوسف کا ہی اور امام صاحب سے بھی ایسا منقول ہی جیسا مجمع مین ذکر کیا ہی مگر شارح نے شروع کتاب الزکوٰۃ مین بعد قول مصنف کے فلا زکوٰۃ علی مکاتب ومدیون للعبد الخ بیان کیا ہی کہ دین عارض ہوجانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہی امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر مین ترجیح ہی کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوٰۃ کے ادا مین اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اسلیے کہ سب مال تجارت کا ہی نقدین تو بحسب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملایا جاوے سونا چاندی کے ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونون مین ثمنیت پائی جاتی ہی اور صاحبین کہتے ہین کہ ملائی جاوین اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ مثل

ہین ہے فلو لہ مائۃ درہم وعشرۃ دنانیر قیمتہا مائۃ واربعون تجب ستۃ عندہ وخمسۃ عندہما فافہم پس اگر مزکی کے پاس سو درہم اور دس دینار موجود
(زکوٰۃ دینے والا ۱۲)
ہون کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہون تو چھ درہم امام صاحب کے نزدیک واجب ہونگے اور پانچ صاحبین کے نزدیک
ہم یعنے نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہین اُسکی زکوٰۃ ڈھائی درم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونے کی ہے امام صاحب کے نزدیک
باعتبار قیمت کے ملائے جائینگے اور قیمت اُنکی ایک سو چالیس درم مفروض ہین جسکی زکوٰۃ ساڑھے تین درم ہوے پس کل زکوٰۃ چھ درم ہوئی اور صاحبین
کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگی یعنی نصف نصاب چاندی کی ہے اور نصف سونے کی تو ایک نصاب ہوگئی اور چونکہ ایک نصاب دو سو درم کی ہوتی
ہے تو دو سو کی زکوٰۃ یعنی پانچ درم لازم ہونگے شامی نے کہا کہ یہ بتبعیت نہر الفائق شارح نے پانچ درم کہے حالانکہ صورت مفروضہ مین صاحبین کے
نزدیک بھی چھ درم ہوتے ہین کیونکہ ہر نصف نصاب سے چالیسوان حصہ لازم ہے تو دس دینار کا چالیسوان حصہ دینار کی چوتھائی ہے اور
یہان دینار[۱] چودہ درم کا مفروض ہے تو اسکی چوتھائی ساڑھے تین درم ہوے جسکو سو درم کی زکوٰۃ مین ملانے سے چھ درم ہوتے ہین اور شارح نے فافہم
کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو یہ کہتے ہین کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزاے کے پورا ہونے سے ہے قیمت کا اعتبار نہین چنانچہ اگر کسی کے پاس
سو درم اور دس دینار ہون جنکی قیمت سو درم سے کم ہے تو زکوٰۃ واجب ہے حالانکہ قیمت کے اعتبار سے دو سو درم نہین مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونے
کی اور چاندی کی ملکر پوری نصاب ہے اور یہ قول کافی کا غلط ہے اسلیے کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہے اور مثال بالا مین خود
نصاب چاندی کی پوری نہین مگر جب سو درم کے دینار بنالئے جائین تو دس دینار ہوکر کچھ بچ رہیگا تو سونے کی نصاب پوری ہوجائیگی غرضکہ امام صاحب
کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہ مراد نہین کہ دونون نصاب پوری ہوسکے بلکہ یہ غرض ہے کہ دونون مین سے کسی کی پوری ہوجاے کذا فی الطحطاوی
بتصرف ولا تجب الزکوٰۃ عندنا فی نصاب مشترک من سائمۃ ومال تجارۃ اور نہین واجب ہوتی زکوٰۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک مین خواہ سائمہ
ہو یا مال تجارت ہم نصاب مشترک سے یہ مراد کہ جدا جدا ہر شخص کا مال زکوٰۃ کے لائق نہین بلکہ جب دونون کا مال ملادین تو نصاب ہوتی ہے وان صحت
الخلطۃ فیہ ای فی النصاب باتحاد اسباب الاسامۃ التسعۃ التی یجمعہا اوص من تشفع وبیانہ فی شروح المجمع اگرچہ ملانا درست ہوگیا ہو نصاب مین بسبب
متحد ہونے سببون چرائی کے جو عدد مین نو ہین جسکی طرف ایما کرتا ہے جملہ اوص من تشفع کا اور اسکا بیان شروح مجمع مین ہے ہم عندنا کے لفظ سے اشارہ ہے طرف خلاف
امام شافعیؒ کے کہ اُنکے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے اور اسباب تسعہ کہا حقیقت مین شروط تسعہ ہین مجازاً شرط کو سبب کہا اور اوص من تشفع مین ہمزہ اشارہ ہے طرف
اہلیت کے یعنے دونون شریک اہل ہون وجوب زکوٰۃ کے اور واو اشارہ ہے وجود اختلاط کیطرف شروع سال مین اور صاد قصد اختلاط کیطرف یعنی اختلاط اختیاری
ہو اور میم اتحاد مسرح کیطرف یعنی جانا دونون مواشی کا چراگاہ مین ایک جگہ سے اور نون اشارہ اناء واحد کیطرف یعنی دودہنی جسمین دودہ دوہا جاوے ایک ہو
تی اتحاد راعی کیطرف کہ دونون کا چرانے والا ایک ہو اور شین اتحاد مشرب کیطرف یعنی پانی پینے کا کنوان یا تالاب ایک ہو اور ف اتحاد فحل کیطرف یعنے
ایک ہی نر دونون پر پڑا ہو اور عین اتحاد مرعی کیطرف یہ شرطین سوائم کے اختلاط کی ہین اور شروط اختلاط کی مال تجارت مین کتب شافعیہ مین مذکور ہین منجملہ
اُنکے یہ کہ دکان اور چوکیدار اور مکان حفاظت کا علیحدہ نہو کذا فی الشامی وان تعدد النصاب تجب اجماعا ویتراجعان بالحصص وبیانہ فی الحاوی
اور اگر نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوٰۃ واجب ہے یعنے اگر قبل ملانے کے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہے تو زکوٰۃ دونون پر واجب ہے ہر ایک کے
مال کی اور آپس مین ایک دوسرے سے پھیرلیوین بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی مین ہے ہم قاضی خان نے حاوی سے زیادہ
بیان کیا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ ان دونون کے پاس ایک سو تیئس بکریان ہین ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوٰۃ واجبہ
دو بکریان ہوئین تو ہر ایک سے ایک ایک بکری مصدق لے لے پھر دو تہائی مال والا تہائی اُس بکری کی جو ایک تہائی والے نے دی ہے

[۱] کیونکہ اسکی قیمت ۱۴۴ فرض کی گئی ہے ۱۲ م

پھیر لے اور ایک تہائی مال والا دو تہائی اُس بکری کی کہ دو ثلث والے نے دی ہو واپس لے تو ثلث ثلث کے بدلے مین مجرا ہوگا باقی رہا ایک ثلث
پس ایک تہائی مال والا اُسکا مطالبہ دو تہائی والے سے کرے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ تراجع جانبین سے ہی موافق اصل باب تفاعل کے کذا فی الشامی
فان بلغ نصیب احدہما نصابا زکاہ دون الآخر پس اگر پہونچے حصہ ایک کا ان دونون مین سے بمقدار نصاب کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوۃ دیوے
نہ دوسرا اور اسکی صورت یہ ہی کہ اسّی بکریان دو شخصون کی مشترک ہین ایک کی ایک تہائی ایک کی دو تہائی مصدق نے انمین سے ایک بکری لی یعنی دو
تہائی والے کی زکوۃ تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پھیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوۃ نہین کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینہ وبین
ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لاشئ علیہ لانہ مما لا یقسم خلافا للثانی سراج اور اگر ایک شخص کے اور اسّی آدمیون کی شرکت مین اسی بکریان ہون یعنے نصف
نصف تو اس شخص پر کچھ لازم نہین آتا کیونکہ یہ مال مشترک اُس قبیل سے ہی کہ تقسیم نہین ہوسکتا یعنی ہر بکری کا آدھا نہین ہوسکتا برخلاف قول امام
ابو یوسف کے کذا فی السراج م تجنیس مین ہی کہ اسّی بکریان درمیان چالیس آدمیون کے مشترک ہین اسطرح کہ ایک شخص کی ہر بکری مین سے
آدھی ہی اور دوسرا نصف باقی لوگون مین ہی تو اس چالیس والے پر زکوۃ نہین امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام کا ہی اور اگر دو ہی آدمی مشترک
ہوتے دونون پر زکوۃ واجب ہوتی اسلیے کہ اس حالت مین تقسیم ہوسکتی ہی اور پہلی صورت مین تقسیم نہین ہوسکتی یعنی چونکہ ہر ایک بکری نصف نصف ہی
تو تقسیم نہین ہوسکتی بدون اتلاف کے بخلاف اسکے کہ اسی کے دو آدمیون مین دو ٹکڑے کرین کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی
ومتوسط وضعیف فتجب زکوتہا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درہما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ
فکلما قبض اربعین درہما یلزم درہم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہین ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف پس
زکوۃ دیون واجب ہوتی ہی جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علے الفور نہین بلکہ چالیس درم دین قوی سے قبضہ کرے اور دین قوی
قرض یا مال تجارت کا بدل ہی سو ہر بار کہ چالیس درم وصول کرے ایک درم لازم آویگا یعنی پہلے چالیس پر ایک درم پھر جب چالیس اور وصول ہون
تو دوسرا درم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہین عن الشامی وعند قبض مائتین منہ لغیرہا ای من بدل
مال لغیر تجارۃ وہو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوہا مما ہو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ کطعام وشراب واملاک اور لازم ہی زکوۃ وقت قبضہ دو سو درم
کے بدل مال سے جو تجارت کے لیے نہو اور یہ دین متوسط ہی جیسے قیمت سائمہ کی یا خدمت کے غلام کی اور مثل انکے اُن چیزون کی کہ حوائج
اصلی مین مشغول ہین جیسے کھانا پینا املاک وغیرہ کی م املاک جمع ملک کی ہی بمعنی مملوک مطلق یہ عطف عام کا ہی خاص پر اور عرف مین
اراضی کو کہتے ہین اس صورت مین یہ عطف مباین کا ہی عن الشامی ویعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح اور لگائے جاوینگے برس
کے وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے اصح روایت مین م دین متوسط مین دو روایتین ہین روایت اصل یہ ہی کہ زکوۃ واجب ہی اور
ادا لازم نہین یہانتک کہ قبض کرے دو سو درم اُسوقت زکوۃ ادا کرے اور ابن سماعہ کی روایت مین امام ابو حنیفہ سے یہ ہی کہ اُسمین زکوۃ واجب نہین
یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذرے اسواسطے کہ یہ مال زکوۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہی تو بمنزلہ اُس مال کے ہی جو ابھی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر الروایت
کی یہ ہی کہ جب اُسنے حاجت کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہ ہی کہ بنی اختلاف کا دین متوسط مین اسبات پر ہی
کہ وہ مال زکوۃ کا بعد قبض کے ہوتا ہی یا قبل اسکے پہلی صورت مین ضرور ہی گذرنا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت مین ابتدائے سال
وقت بیع سے ہی اور اصح یہی ہی اور بعض محشیون سے اس جگہ خطا واقع ہوئی ہی اور دین قوی مین کچھ اختلاف روایات نہین زکوۃ اُسمین اصل سال کے
برس سے واجب ہی مگر ادا اُسوقت لازم ہی کہ چالیس وصول کر لے کذا فی الشامی تصرف ومثلہ ما لو ورث دینا علی رجل اور دین متوسط

کے مثل ہی اگر وارث ہوا اُس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ پر ہی یعنی نصاب اسکی وقت وراثت سے معتبر ہی اور یہی ظاہر الروایت ہی تنبیہ پہلے جو ذکر کیا
ہوا کہ دین قوی اور متوسط مین ادائے زکوٰۃ نہین واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ مورث اگر بعد چند سال کے مرگیا قبل قبض دین کے تو اسکو
وصیت اخراج زکوٰۃ کی قبضہ ہونے پر لازم نہین ہی کیونکہ ادا اُسکے ذمے ابھی لازم ہی نہین ہوا اور وارثا کے ذمے زکوٰۃ لازم ہوگی کیونکہ ملک اسکی
وراثت سے پہلے نہ تھی تو اُسکا ابتداے سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعدہ ای بعد القبض من دین ضعیف
وہو بدل غیر مال کمہر ودیۃ وبدل کتابۃ وخلع اور زکوٰۃ لازم ہی وقت قبضہ دو سو درم کے دین ضعیف سے اور گذر جانے سال تمام کے بعد قبض کے
اور دین ضعیف وہ ہی کہ بدل مال نہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہی الا اذا کان عندہ ما یضم الی الدین الضعیف مگر جبکہ ہو
اُسکے پاس وہ مال کہ ملاوے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذر چکا م یہ استثنا ہی اشتراط حولان حول سے بعد قبض کے حاصل یہ کہ جب اسکو کچھ حاصل ہوا اور
اُسکے پاس پہلے سے نصاب ہی تو مقبوض کو نصاب کے ساتھ ملاکر زکوٰۃ ادا کرے اور مقبوض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہین وقولہ کما مر اشارۃ الی المستفاد
فے اثناء الحول ام کیف اور مراد یہ ہی کہ یہان جو مذکور ہی وہ اُسی قاعدے مین داخل ہی ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہین کی ولو ابرا رب الدین المدیون
بعد الحول فلا زکوٰۃ سواء کان الدین قویا اولا خانیہ اور اگر معاف کر دیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوٰۃ نہین برابر ہی کہ دین قوی ہو یا نہو
کذا فی الخانیہ وقیدہ فی المحیط بالمعسر اما الموسر فہو استہلاک فلیحفظ بحر اور محیط مین عدم زکوٰۃ کو ابرا وائن کی صورت مین مقید کیا ہی مدیون مفلس کے
ساتھ اس صورت مین ابرا بمنزلہ ہلاک کے ہوا لیکن اگر مدیون مالدار ہی تو یہ بمنزلہ قصداً ہلاک کرنے کے ہی یعنی زکوٰۃ واجب ہوگی یاد رکھو
کذا فی البحر قال فی النہر وہذا ظاہر فی انہ تقیید للاطلاق وہو غیر صحیح فی الضعیف کما لا یخفی نہر الفائق مین کہا اور یہ یعنی قول بحر کا وقیدہ الخ
ظاہر ہی اس باب مین کہ قول مذکور یعنی سواء کان الدین قویا اولا کہ دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہی عام نہین ہی بلکہ مقید ہی مفلس کے ساتھ اور صحیح
نہین ہی دین ضعیف مین کیونکہ دین ضعیف مین زکوٰۃ نہین واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت
مین اُسکا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب سے پہلے پس زکوٰۃ کا ضامن نہوگا اور یہی حال دین متوسط مین ہی کذا فی الشامی وتجب علیہا ای علی المرأۃ
زکوٰۃ نصف مہر من نقد مردود بعد مضی الحول من الف کانت قبضتہ مہرا ثم ردت النصف لطلاق قبل الدخول فتزکی الکل لما تقرر
ان النقود لا تتعین فے العقود والفسوخ اور واجب ہی عورت پر زکوٰۃ نصف مہر نقد کی کہ ہٹایا گیا بعد برس گذرنے کے اس ہزار مین سے کہ بعد مہر
قبض کیا پھر ہٹایا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوٰۃ دیوے کل ہزار کی اسلیے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہی کہ نقد یعنی سونا چاندی عقود مین یعنی
بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ مین اور فسوخ مین یعنی اقالہ اور خلع وغیرہ مین متعین نہین ہین م نقد کے لفظ سے احتراز ہی سامنے والے
شارح نے جو من نقد زیادہ کیا اُسکی ضرورت نہین ہی کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہی وہ اس مطلب کے ادا کے لیے کافی ہی صورت مسئلہ کی یہ ہی
کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درم کے مہر پر اور ہزار یعنی کل مہر اُسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو
نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوٰۃ ہی مرد کے ذمے نہین کیونکہ عقود مین نقد معین نہین ہوتے اُسنے جو قبض کیا تھا وہ اُسکی
ملک مین ہوگیا تھا اب جو ہٹانا پڑا تو بعینہ وہ پانسو ہٹانے ضرور نہین ہین بلکہ اُسکی جگہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہی اسی جہت سے زکوٰۃ
اُسی کے ذمے لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر لازم ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوٰۃ نہین کذا فی الشامی نقلا عن الولوالجیہ وتسقط الزکوٰۃ
عن موہوب لہ فے نصاب مرجوع فیہ مطلقاً سواء رجع بقضاء او غیرہ بعد الحول لورود الاستحقاق علی عین الموہوب
والذا لا رجوع بعد ہلاکہ اور ساقط ہوتی ہی زکوٰۃ موہوب لہ کے ذمے سے اس صورت مین کہ واہب نے بعد برس گذرنے کے نصاب کو دیکر ہٹایا ہو

بہرحال یعنے قاضی کے حکم سے ہٹایا ہو یا بغیر اسکے اسلیے کہ استحقاق شرعی معین موہوب پر واقع ہوا اور اسی وجہ سے بعد ہلاک موہوب کے رجوع نہین ہوسکتا قید بہ لانہ لازکوۃ علی الواہب اتفاقا لعدم الملک وہی من الحیل موہوب لہ کی قید زکوۃ کے سقوط مین اسواسطے لگائی کہ واہب کے ذمہ بالاتفاق واجب نہین ہی کیونکہ اُسکی ملک منقطع ہوگئی تھی اور یہ سقوط زکوۃ کے لیے ایک حیلہ ہی ہم اور اتفاقا کے لفظ مین ایما ہی کہ موہوب لہ سے زکوۃ ساقط ہونے مین اختلاف ہی چنانچہ امام زفر وجوب کے قائل ہین اگر بغیر حکم قاضی پھیر دے اسلیے کہ اُسنے اپنے اختیار سے اسکو دیا تو ہبہ جدید ہوا اور بمنزلہ مستہلک کے ہوا ہم کہتے ہین کہ اسکو رد ہبہ مین اختیار نہین ہی اگر یہ خود نہ دیتا تو وہ قاضی کے یہان نالش کرکے بجبر لے لیتا اسوجہ سے بمنزلہ ہالک کے ہوا نہ مستہلک کے کذا فی الشامی ومنہا ان یہبہ لطفلہ قبل التمام بیوم اور ایک حیلہ سقوط زکوۃ کا یہ ہی کہ مال ہبہ کردے اپنے لڑکے کو سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ہم اور اس قسم کا حیلہ دفع زکوۃ کے لیے امام محمد کے نزدیک مکروہ ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین محیط مین ہی کہ یہی صحیح ہی اور اول کو شیخ حمید الدین نے اختیار کیا ہی اور ایسا ہی اختلاف ہی دفع شفعہ کے حیلہ مین اور کہا گیا ہی کہ فتوی شفعہ کے باب مین امام ابو یوسف کے قول پر ہی اور زکوۃ مین امام محمد کے قول پر اور یہ تفصیل اچھی اور پسندیدہ ہی کذا فی شرح درر البحار اور کتاب الشفعہ مین مصنف اور شارح نے اسکو بیان کیا ہی

باب العاشر

یہ باب ہی عشر لینے والے کے بیان مین قیل ہذا من تسمیۃ الشئ باسم بعض احوالہ ولا حاجۃ الیہ بل العشر علم لما یاخذہ العاشر مطلقا ذکرہ سعدی ای علم جنس کہا گیا ہی کہ یہ نام رکھنا ہی کسی چیز کا اسکے بعض حالات کے اعتبار سے یعنے عاشر کبھی عشر لیتا ہی اور کبھی نصف العشر اور کبھی ربع العشر پس چونکہ بعض حالتین وہ ہین کہ جنمین عشر لیتا ہی تو اسی اعتبار سے اُسکا نام عاشر رکھا گیا اور اس تکلف کی کچھ ضرورت نہین بلکہ عشر نام ہی اُس چیز کا جو عاشر مال والون سے لیتا ہی خواہ عشر ہو یا نصف العشر ذکر کیا ہی اسکو سعدی نے یعنے یہ علم جنس ہی ہم شامی نے کہا کہ مناسب یہی کہ اسم جنس کہا جاوے کیونکہ علم جنس مین علمیت بضرورت مانا کرتے ہین جیسا اسامہ مین کہ معرفون کا استعمال ہوتا ہی اور کوئی آلہ تعریف کا نہین اور یہان کوئی ضرورت علم ماننے کی نہین ہو حر مسلم بہذا یعلم حرمۃ تولیۃ الیہود علی الاعمال عاشر آزاد ہی مسلمان یعنی نہ غلام ہو نہ کافر اس سے معلوم ہوا کہ یہود کو عامل بنانا حرام ہی غیر ہاشمی لما فیہ من شبہۃ الزکوۃ اور عاشر ہاشمی نہووے کیونکہ اسمین زکوۃ کا شبہہ ہی کہ ہاشمیون کو جائز نہین ہم غیر ہاشمی کی شرط غایہ مین لگائی ہی اُسکے سوا اور کسی کتاب مین نظر نہین آئی اور یہ مخالف ہی اُسکے جو نہایہ وغیرہ مین مذکور ہی کہ جب ہاشمی صدقات پر مقرر کیا جاوے تو اُسکو اجرت لینا حلال نہین اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور روزینہ کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے یا وہ بلا اجرت تبرعا کام کرے تو درست ہی کذا فی الشامی قادر علی الحمایۃ من اللصوص والقطاع لان الجبایۃ بالحمایۃ وہ عاشر قدرت رکھتا ہو تجارت کے بچاؤ کی چورون اور رہزنون سے اسلیے کہ لینا مال کا تجار سے بسبب حمایت کے ہی یعنے امام جو مال لیتا ہی تو اموال کی حفاظت کے لیے لیتا ہی نصبہ الامام علی الطریق للمسافرین خرج الساعی فانہ الذی یسعی فی القبائل لیاخذ صدقۃ المواشی فی اماکنہا مقرر کیا ہو عاشر کو امام نے راہ پر مسافرون کے لیے اس سے نکل گیا ساعی کیونکہ ساعی وہ ہی کہ جو قبائل مین جاوے تاکہ مواشی کا صدقہ مواشی کے مکانون پر پہونچکر وصول کرے لیاخذ الصدقات تغلیبا للعبادۃ علی غیرہا اسکو امام نے مقرر کیا ہو تاکہ وصول کرے صدقہ اور چونکہ عاشر مسلمانون سے صدقہ وصول کرتا ہی اور کفار سے جزیہ تو تعریف مین صرف صدقہ کا ذکر کرنا ترجیح دینا ہی عبادت کو غیر عبادت پر من التجار یمرون بہ باموالہم الظاہرۃ والباطنۃ علیہ لفظ تجار جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی یعنی عاشر وصول کرے صدقے اُن تاجرون سے کہ اُسپر گذرین اپنے مال سمیت خواہ مال ظاہر ہو یا باطن ہم مال کی دو قسمین ہین ظاہر اور باطن ظاہر مواشی اور جو عاشر کے پاس تاجر لیکر آوے اور باطن سونا چاندی اور مال تجارت اپنے موقع پر کذا فی البحر اور یہان باطنہ سے مراد مواشی کے سوا ہین تعریفہ المارین باموالہم کے

ورنہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہی پس اُسکو باطن کہنا مجاز ہی باعتبار پہلے حال کے کسواسطے کہ اموال باطنہ جو گھرون مین ہین اگر عاشر کو خبر بھی کرے تو اُنمین سے نہین لے سکتا جیسا بحر مین تصریح ہی اور باطنہ اور ظاہرہ کی تعمیم مین اشارہ عنایہ وغیرہ کی رد کیطرف ہی کہ مراد اموال باطنہ ہین کیونکہ اموال ظاہرہ یعنی سوائم مین عاشر کے پاس آنے کی ضرورت نہین بلکہ عاشر خود جاکر وصول کرتا ہی اور اشارہ اسطرح ہوا کہ یہ مبنی ہی عاشر اور ساعی مین فرق کرنے پر حالانکہ ان دونون مین فرق ہی جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما ورد فی ذم العشار محمول علی الاخذ ظلما اور وہ جو حدیث شریف مین عاشرون کی مذمت مین وارد ہوا ہی (لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داود وغیرہ) یعنے نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت مین سو یہ محمول ہی ظلم سے لینے پر فمن انکر تمام الحول او قال لم انو التجارۃ او علی دین محیط او منقص للنصاب لان ما یاخذہ زکوۃ سراج وھو الحق بحر ولھذا اطلقہ المصنف پس جو شخص انکار کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ مین نے تجارت کی نیت نہین کی یا کہے کہ میرے ذمہ دین محیط ہی یا اسقدر دین کہ بعد ادا کے مال بمقدار نصاب نہین رہتا شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم اسواسطے ہی کہ عاشر جو لیتا ہی بصیغۂ زکوۃ لیتا ہی کذا فی المعراج اور یہی حق ہی کذا فی البحر اور اسلیے مصنف نے دین کو مطلق رکھا او قال ادیت الی عاشر آخر وکان عاشر اخر محققا یا کہا کہ مین دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا عاشر محقق ہوا او قال ادیتھا انا الی الفقراء فی المصر لا بعد الخروج لما یاتی یا کہا کہ مین ادا کرچکا فقیرون کو شہر مین نہ شہر سے نکلنے کے بعد اُسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صدق فی الکل بلا اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنے ان سب صورتون مذکورہ مین اگر بیان کو بحلف موکد کرے تو مانا جاوے بدون پیش کرنے چھٹی دوسرے عاشر کے اسواسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہین اصح روایت مین اور یہی ظاہر الروایت ہی کذا فی البدائع حتی لو اتی بہا علی خلاف اسم ذلک العاشر وحلف صدق وعدت عدما یہان تک کہ اگر چھٹی پیش کی برخلاف نام اُس عاشر کے اور قسم کھائی تو مانا جاوے اور چھٹی کالعدم شمار کیجاوے ولو ظھر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہووے جھوٹ مال والے کا چند سال کے بعد تو زکوۃ لی جاوے اُس سے الا فی السوائم والاموال الباطنۃ بعد اخراجھا من البلد یہ استثنا ہی صدق سے یعنے قول مانا جاوے لیکن سوائم مین اور اموال باطنہ مین بعد نکالنے کے شہر سے نمانا جاوے لانہا بالاخراج التحقت بالاموال الظاھرۃ فکان الاخذ فیھا للامام فیکون ھو الزکوۃ والاول ینقلب نفلا اسلیے کہ اموال مذکورہ نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ ملحق ہوگئے پس حق لینے زکوۃ کا انمین امام کو ہوگا پس یہ اخذ زکوۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل ہو یا خذ منہ بقولہ لقول عمر لا تفتشوا علی الناس متاعھم لکنہ بحلفہ اذا اتھم اور لیوے زکوۃ کو عاشر مال والے سے بموجب اُسکے بیان کے کیونکہ حضرت عمر نے فرمایا ہی کہ نہ تفتیش کرو لوگون کی متاع کو لیکن مال والے کو عاشر قسم دیوے اگر اُسکو متہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم صدق فیہ ذمی لان لھم ما لنا اور امور مذکورہ مین سے جو امر ایسے ہین کہ انمین مسلمان کا قول مانا جاتا ہی کافر ذمی کا بھی قول انمین مانا جاتا ہی کیونکہ اُنکے لیے وہ رعایت ملحوظ ہی جو ہمارے لیے ہی الا فی قولہ ادیت انا الی فقیر لعدم ولایتہ ذلک مگر ذمی کا یہ قول کہ مین نے فقیر کو دیدیا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اُسکی ولایت نہین ہی اسواسطے کہ جو کچھ اُس سے لیا جاتا ہی وہ جزیہ ہی اور جزیہ مین جب ادا کا دعوے کرے تو نہین مانا جاتا اسوجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اُسکے مصرف نہین اور کافر کو مستحقون پر یعنے مسلمانون پر صرف کرنے کی ولایت نہین کذا فی الشامی لا یصدق حربی فی شی اور کافر حربی کا قول کسی امر مین نہین مانا جاتا یعنے اُسکی طرف التفات نہین اگرچہ گواہون سے ثابت کرے افادہ الکمال الا فی ام ولدہ مگر اُسکے ام ولد کے باب مین کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونے کا اقرار کرے تو مانا جاوےگا بخلاف اقرار مدبر ہونے کے کہ وہ مقبول نہین اسلیے کہ دار الحرب مین مدبر کرنا صحیح نہین کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ھذا ولدی اور مگر اس صورت مین کہ کسی غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہی اور وہ غلام ایسا ہو کہ اُس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہی یعنے اور پہلے سے

وہ ثابت النسب نہوا ورنہ اُسنے تکذیب کی ہو کذا فی الطحطاوی لفقد المالیۃ لسبب ہونے مالیت کے ہم یہ علت دونون مسئلون کی ہی یعنے دونون صورتون
مین ام ولدا ورغلام مال نہین حالانکہ زکوۃ مال کی لیجاتی ہی کذا فی الطحطاوی فان لم یولد عتق علیہ وعشر لانہ اقر بالعتق فلا یصدق فے حق
غیرہ پس اگر وہ غلام ایسا ہو کہ اُس جیسا اُسکا بیٹا نہین ہوسکتا تو اُس قول سے وہ غلام اُسپر آزاد ہوجاویگا اور عشر لیا جاویگا اسلیے کہ حربی
نے اقرار عتق کا کیا پس اُسکے غیر پر یعنے عاشر پر ابطال عشر کے باب مین حجت نہوگا کذا فی الشامی والا فے قولہ ادیت الی عاشر اخر وثمہ
عاشر اخر اور مگر اس صورت مین کہ کہے کہ مین ادا کرچکا کسی دوسرے عاشر کو اور وہان کوئی دوسرا بھی ہو فلا یودے لاحتمال الاتصال لمال
جزم بہ ملاخسرو وذکرہ الزیلعی تبعًا للسراجی بلفظ ینبغے کذا نقلہ المصنف عن البحر اُسکا قول اسلیے مانا جاوے کہ اُسکا مال جڑ سے نہ اُکھڑ جاوے
یعنے ہر عاشر کو عشر دیتے دیتے اُسکے پاس کچھ نہ رہیگا یقین کیا ہی ملاخسرو نے اور ذکر کیا اُسکو زیلعی نے بہ تبعیت سراجی بلفظ ینبغی یعنے سزاوار ہی کہ مانا
جاوے یون ہی نقل کیا مصنف نے بحر سے ہم قولہ ملاخسرو اسی طرح ہی بعض نسخ بحر مین بزیادت لفظ فے شرح الدرر اور دوسرے نسخون مین ملاشیخ فی شرح الدرر
ہی اور یہی صواب ہی اسلیے کہ عبارت ملاخسرو کی مانند عبارت کنز کے ہی اور وہ عبارت جسکو شارح نے ذکر کیا ہی وہ عبارت امام محمد بن محمد بن محمود
بخاری مشہور ملا شیخ کی ہی اُسکی کتاب غرر الاذکار شرح درر البحار مین لکن جزم فی العنایۃ والغایۃ لعدم تصدیقہ ورجحہ فے النہر لیکن جزم کیا ہی عنایہ مین اور
غایۃ البیان مین اُسکے قول نماننے کا اور نہر مین اسیکو ترجیح دی ہی واخذ منا ربع عشر ومن الذمّی سواء کان تغلبیًا اولم یکن کما فے البرجندی
عن الظہیریۃ الی ضعفہ ومن الحربے عشر اور لیا جاے ہمسے یعنے مسلمانون سے چالیسوان حصہ اور کافر ذمی سے بیسوان حصہ خواہ وہ تغلبی ہو
یا نہو جیسا برجندی مین ہی منقول ظہیریہ سے اور حربی سے دسوان حصہ بذلک امر عمر اسیدکا امر فرمایا حضرت عمر رضؓ نے ہم یعنے ان تینون باتونکا امر اپنے
ساعیون کو کیا بحر الرائق مین ہی کہ مسلمانون سے جو لیا جاتا ہی وہ زکوۃ ہی اور ذمی سے دونا صدقہ اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسوان حصہ اور یہ مال
جو کفار سے حاصل ہو جزیہ کے مصارف مین صرف کیا جاے بشرط کون المال الکل واحدٍ نصابا لان مادونہ عفو بشرط ہونے مال ہر واحد کے پوری
نصاب اسلیے کہ نصاب سے کم معاف ہی وبشرط جہلنا قدر ما اخذوا منا اور بشرطیکہ ہمکو نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانون سے کسقدر لیتے ہین فان
علم اخذ مثلہ مجازاۃ پس اگر معلوم ہو تو اُسی قدر لیا جاوے جسقدر وہ مسلمانون سے لیتے ہین واسطے مکافات کے ہم یعنی لینا مقدار معین پر مجازاۃ ہی نہ اصل لینا کیونکہ ہم لوگ
اُنسے بسبیل حق لیتے ہین اور وہ لوگ ناحق حاصل یہ کہ چونکہ وہ لوگ حمایت اہل اسلام مین آگئے تو اُنسے مال لیا گیا پھر اگر یہ مقدار معلوم ہو کہ مسلمانونسے کفار کتنا
لیتے ہین تو اُسی قدر مسلمان لوگ بھی اُنسے بطور مجازات کے لیوینگے مگر اُس صورت مین کہ وہ کل لیتے ہون اور اگر کمیت اور مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم
ہو تو عشر یعنے دسوان حصہ لیا جاویگا اسواسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہوچکا اور اعتبار مجازاۃ کا اسقدر ہی لیکن ذمی سے دونا تشخیص کیا گیا
کیونکہ حربی بچاو اور حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہی وتمامہ فی الفتح الا اذا اخذوا الکل فلا ناخذہ بل نترک لہ ما یبلغہ مامنہ ابقاء للامان مگر اسصورت مین
کہ کفار مسلمانون سے جو دار الحرب مین جاوین کل مال لیتے ہون تو ہم لوگ کل مال نہ لیوینگے بلکہ اسقدر اُسکے پاس باقی چھوڑ دینگے کہ اُسکو اپنے مامن تک
پہونچا دیوے واسطے ثبوت امان کے ولا ناخذ منہم شیئا اذا لم یبلغ مالہم نصابا وان اخذوا منا فے الاصح اور ہم نہ لیوین اُنسے کچھ جبکہ مال
نصاب کو نہ پہونچے اگرچہ وہ ہمسے لیتے ہون اصح روایت مین لانہ ظلم ولا متابعۃ علیہ اسلیے کہ نصاب سے کم مال مین سے کچھ لینا ظلم ہی اور ظلم
مین کسی کا اتباع نہین ہم اسمین اتنی بات ہی کہ کفار جو کچھ ہمسے لیتے ہین خواہ نصاب ہو یا نہو سراسر ظلم ہی ہان مگر یون کہین کہ قلیل مال سے لینا
صریح ظلم ہی کہ جسکو سب عقل والے جانتے ہین کیونکہ قلیل مال صرف نفقہ کے واسطے ہوتا ہی پھر اُسمین لینا مقتضاے امان کے مخالف ہی جیسا
کل کا لے لینا کذا فی الشامی او لم یاخذوا منا لیستمروا علیہ یا جبکہ وہ نہ لیتے ہون ہمسے تو ہم بھی اُنسے نلیوین تاکہ وہ نہ لینے پر ثابت رہین ولانا احق

بالمکارم اور اسلیے کہ اتمام مکارم اخلاق کے ہم زیادہ مستحق ہین ولا یوخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یاخذوا یاخذون من اموال صبیاننا
شیئا کما فی الکافی الحاکم اور نہ لیا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت مین کہ وے لوگ ہمارے لڑکون کے مال مین سے
کچھ لیتے ہون جیسا مذکور ہو حاکم کی کافی مین اخذ من الحربی مرۃ لا یوخذ منہ ثانیا فی تلک السنۃ الا اذا عاد الی دار الحرب
حربی سے ایکبار عشر لیا گیا تو دوبارہ اُس سے اُس برس مین نہ لیا جاوے مگر یہ کہ دار الحرب کو لوٹ جاوے یعنے اور پھر دار الاسلام مین آوے تو دوبارہ
عشر لیا جاویگا لعدم جواز الاخذ بلا تجدد حول او عہد کیونکہ لینا جائز نہین جب تک نیا سال نہو یا نیا عہد نہو ہم حربی کو قدرت نہ دی جاوے دار الاسلام
مین ٹھہرنے کی پورے برس بلکہ اسکو امام آتے وقت یہ کہدے کہ اگر تو یہان اقامت کریگا تو تجھپر جزیہ لگایا جاوے گا پھر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ
لگاوے پھر دار الحرب مین نجانے دے کذا فی الفتح ولو مر الحربی بعاشر ولم یعلم بہ العاشر حتے دخل دار الحرب ثم خرج ثانیا لم یعشرہ لما
مضے لسقوطہ بانقطاع الولایۃ اور اگر حربی گذرا عاشر پر اور عاشر کو خبر نہوئی یہانتک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دار الحرب سے
نکل آیا تو اُس سے پچھلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہو گیا ولایت کے منقطع ہونے سے یعنے دار الحرب مین جانے سے حکومت اہل اسلام کی اُسپر
نہین رہتی بخلاف المسلم والذمی لعدم المسقط ذکرہ الزیلعی بخلاف مسلمانون اور ذمی کے کہ اگر بیخبری مین گذر جاوین پھر عاشر کو خبر ہو تو ان سے
عشر لیا جاوے کیونکہ یہان مسقط یعنے عشر کا ساقط کرنے والا مفقود ہے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ویوخذ نصف عشر من قیمۃ خمر وجلود میتۃ کافر
یعنی عدم ولایت ۱۲
کذا اقر المصنف متنہ فی شرحہ لو للتجارۃ وبلغ نصابا اور لیا جاوے بیسوان حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور اسکی مردار کی کھالون کی قیمت
سے اگر تجارت کے لیے ہون اور نصاب کو پہونچین شارح نے کہا کہ مصنف نے اسیطرح اپنے متن کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے م خمر مضاف ہے
اور جلود میتۃ و مہر امضاف ہے اور کافر مضاف الیہ ہے اسلیے خمر کو تنوین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسرہ ہے اور یہان یہ اشکال ہے کہ کھالین مثلی نہین
ہین بلکہ قیمت کی چیز ہین تو یہ سور کے مانند ہوئین نہ شراب کی تو اُنسے عشر نہ لینا چاہیے اور اسکا جواب یہ ہے کہ نجس عین کی قیمت مین جس سے بالکل انتفاع نہین
ہو سکتا اور اُس چیز کی قیمت مین کہ جس سے انتفاع ہو سکتا ہے فرق ہے پس خنزیر سے کسی وجہ سے انتفاع درست نہین اور جلود میتۃ سے بعد دباغت کے
انتفاع درست ہے اور اسلیے انکو علما نے شراب کے مشابہ رکھا خنزیر کے مانند نہین رکھا کذا فی الحلبی باختصار ویوخذ عشر القیمۃ من حربی بلا نیۃ تجارۃ ولا یوخذ
من المسلم شیئ اتفاقا اور لیا جاوے دسوان حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ باتفاق م اسلیے کہ
مسلمان شراب کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے تو اگر اُس سے عشر لیا جائیگا تو اسکا قبضہ اسپر اور مستحکم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا یوخذ من خنزیرہ
مطلقا لانہ قیمی فاخذ قیمتہ کعینہ نہ لیا جاوے عشر کافر کے سور سے بالکل اسلیے کہ وہ قیمت والی چیزون سے ہے تو اسکی قیمت کا لینا گویا اسکا خود لینا ہے
م اسواسطے کہ حیوان کی قیمت کا حکم حیوان ہی کا ہے اسلیے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھہرایا جو ذمہ پر لازم آوے تو چاہے
قیمت ادا کرے چاہے حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہین اسیواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دینے لگا
تو عورت اُسکے لینے پر جبر نہ کیجاویگی سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اُسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے
کذا فی شرح الجامع لقاضی خان بخلاف الشفعۃ لانہ لو لم یاخذ الشفیع بقیمۃ الخنزیر یبطل حقہ اصلا فیتضرر ومواضع الضرورۃ مستثناۃ ذکرہ السعدی
یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہین ہے کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا گھر بدلے خنزیر کے دوسرے ذمی
کے ہاتھ بیچ دیا اور اُسکا شفیع مسلمان ہے تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہے شارح نے اُسکا جواب یہ دیا کہ شفعہ کا حکم اسلیے خلاف ہے کہ اگر
شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اُسکا حق باطل ہو گا پس اُسکا نقصان ہو گا اور مواضع ضرورت قواعد کلیہ ۲

سے مستثنی ہوتے ہین ذکر کیا ہی اُسکو سعدی نے حاصل یہ کہ یہان جواز حق العبد کے لیے ہی کہ وہ حاجتمند ہی اور حق شرع مین ضرورت نہین کہ شارع
مستغنی ہی کما بسطہ فی المعراج عن الکافی و لا یوخذ ایضاً من مال فی بیتہ مطلقاً اور نہ لیا جاوے اُس مال سے جو گذرنے والیکے گھر مین ہی مطلقاً خی
خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ہو و لا من مال البضاعۃ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے م بضاعت لغت مین ایک قطعہ مال کا ہی اور اصطلاح
مین وہ مال جو مالک کسیکو تجارت کے لیے سپرد کرے اسطرح کہ نفع سب مالک کا ہی اور عامل کا کچھ نہین کذا فی البحر اور اگر مصنف بضاعت کی جگہ امانۃ کہتا
جیسا صدر الشریعت نے کہا تو کافی ہوتا اور جو ما بعد مذکور ہین اُنکی ضرورت نہوتی الا ان تکون لحربی مگر یہ کہ ہو مال بضاعت کسی حربی کا تو عشر لیا جائیگا
و لا من مال مضاربۃ الا ان یربح المضارب فیعشر نصیبہ ان بلغ نصابا اور کچھ نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس صورت مین کہ مضاربکو نفع ہو
پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاویگا اگر نصاب کی مقدار کو پہونچے و من کسب ماذون مدیون بدین محیط بمالہ و رقبتہ اور نہ لیا جاوے
عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اُسکے مال اور اُسکی جان کو م یہ قید اسلیے بڑھائی کہ یہ مسئلہ محل خلاف ہی امام صاحب
اور صاحبین مین امام صاحب کے نزدیک مولی غلام کی مقبوض چیز کا مالک نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک اُسکی کمائی کا مالک ہی جیسے اُسکی جان
کا بالاتفاق مالک ہی پس اگر عبد ماذون کی کمائی مین کوئی غلام ہو اور اُسکو مولی آزاد کردے تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری نہوگا اور صاحبین
کے نزدیک جاری ہوگا سو اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اُس سے کچھ نہ لیا جاویگا مولے اُسکے ساتھ ہو یا نہو امام صاحب کے نزدیک تو اس جہت
سے کہ مولی کی ملک مین نہین اور صاحبین کے نزدیک اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہین او ماذون غیر مدیون لکن لیس معہ مولاہ یا عبد ماذون
قرضدار نہو لیکن اُسکے ساتھ اُسکا آقا نہین تب بھی نہ لیا جاوے حلبی نے کہا ایسا ہی عبد مدیون کہ دین اُسکا محیط نہووے اور جس صورت مین کہ آقا اُسکے ساتھ ہو
اور اُسپر دین نہین یا ہی لیکن محیط نہین اُسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہی اگر بمقدار نصاب ہو تو اُسکا عشر لیا جاوے کذا فی المعراج علی الصحیح فی
الثلثۃ لعدم الملک عشر نہ لیا جاوے بنابر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ مین واسطے مفقود ہونے ملک ان تینون کے یعنی مضارب اور بضاعت
والے اور غلام کے م معراج مین ہی کہ ایضاح مین مذکور ہی کہ لینے مین شرط ہی حاضر ہونا ملک اور مالک دونون کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے
اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے و لذا لا یوخذ العشر من الوصی اذا قال ہذا مال الیتیم و لا من عبد و مکاتب اور اسی لیے یعنے بوجہ
نہونے ملک کے نہین لیا جاتا ہی عشر وصی سے جب بیان کرے کہ یہ مال یتیم کا ہی اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اُسکی ملک تام
نہین مر علی عاشر الخوارج فعشروہ ثم مر علی عاشر اہل العدل اخذ منہ ثانیا لتقصیرہ بمرورہ بہم سو اگر گذرا باغیون کے عاشر پر
پس انھون نے اُس سے عشر لے لیا پھر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اُس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس
جانا یہ قصور اُسی کا ہی بخلاف ما لو غلبوا علی بلد بخلاف اُس صورت کے کہ خوارج یعنے باغی تسلط کرلین بزور کسی شہر پر یعنے اس صورت مین اگر
وہ صدقات وصول کرلینگے تو دوبارہ دینے نہ آوینگے کیونکہ اس صورت مین قصور امام کا ہی نہ مالدار کا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ
شارح کا مر بصاب رطاب للتجارۃ کبطیخ و نحوہ لا یعشرہ عند الامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ لیدفع لہم تاجر میوہ تر بقدر نصاب
تجارت کے لیے لیکر عاشر پر گذرا مثلاً تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اُسکا عشر نہ لیوے مگر اس صورت مین کہ عاشر
کے پاس فقرا موجود ہون تو مال والے سے عشر لے تا کہ اُنکو دیدے م رطاب سے مراد جو چیزین سال بھر مین نہ رہین شرنبلالیہ مین ہی کہ صورت
مسئلہ کی یہ ہی کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تھا تمامی سال کے نزدیک اُسکے بدلے (میوہ تر) بقولات مین سے کچھ خرید لیا پس امام صاحب کے
نزدیک زکوۃ نہین لیکن مالک کو کہدیا جاوے کہ بنفسہ زکوۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک مال مین سے اُسی جنس کے زکوۃ لے لیجاوے

کیونکہ اگر حمایت امام کی اسکو ... ہو جاوے گی
اور عامل کے ساتھ فقرا ہر وقت موجود نہین ہوتے ہان اگر عامل کے ساتھ فقرا ہون یا اپنے علہ مین صرف کرنے کو لیتا ہو تو اسکو اجازت ہو کذا فی
الشامی نہر عنایہ مذکور ہو نہر الفائق مین بطریق بحث کے م نہر کی عبارت مین کوئی بات نہین کہ دلالت کرے بحث ہونے پر علاوہ برین ذکر کیا ہو اسکو
کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام مین بھی کوئی لفظ دال بحث پر نہین ہو سعہذا جو کچھ کمال نے ذکر کیا ہو وہ شرح منظومہ مین مع زیادت
مذکور ہو زیادتی یہ ہو کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو تو قیمت لے لیجاے اور عنایہ مین باب العاشر مین یہ مذکور ہو کہ جب خضروات یعنی سبزی ترکاری
لیکر عاشر پر گذرے اور عاشر فقرا کے لیے انمین سے بعینہا عشر لینا چاہے در صورت انکار کرنے مالک کے اعطا قیمت سے تو نہین لے سکتا اور فقرا
کے واسطے کی ہمنے اسلیے قید لگائی کہ اگر اپنے علہ کے لیے خضروات بعینہ لے لیوے تو جائز ہو اور مالک کے انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت
دینے پر راضی ہو تو اسکے جواز مین کچھ کلام نہین فافہم واللہ اعلم کذا فی الشامی

باب الرکاز

یہ باب ہو دفینہ کے احکام مین الحقوہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہانے رکوز کو زکوۃ کے ساتھ لاحق کیا کیونکہ یہ بھی وظیفہ مالیہ ہو
م یہ جواب ہو اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد مین ذکر کرنا چاہیے تھا کیونکہ اسکے مصارف مصارف غنیمت کے ہین اور اسمین سے
جو لیا جاتا ہو وہ زکوۃ نہین ہو کذا فے النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلیے کہ رکاز محض قربت ہو اور عشر ایک شقت ہو جسمین معنی قربت کے ہین
کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ من الرکز اے الاثبات بمعنے المرکوز رکاز باعتبار لغت کے ماخوذ ہو رکز سے یعنی ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز کے ہو م شامی
نے کہا کہ بمعنی المرکوز خبر بعد خبر ہی ہوگی اور احتمال یہ ہو کہ حال ہو رکز سے یعنے رکاز رکز سے ماخوذ ہو درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو یعنے
مرکوز اور یہ اولے ہو اسلیے کہ رکاز اسم جامد ہو مصدر نہین ہو وشرعًا مال مرکوز تحت ارض اور شرع مین رکاز وہ مال ہو کہ موجود ہو زمین کے
نیچے م ظاہر عبارت دلالت کرتی ہو کہ یہ معنی لغوی نہین ہین اور نہر مین مغرب سے منقول ہو کہ وہ معدن ہو یا کنز یعنے کان یا دفینہ اسلیے کہ یہ
دونون مستقر ہین زمین مین اگرچہ راکز مختلف ہو الخ اور بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونون مین حقیقی
ہو اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھ خاص نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس تقدیر پر کلی متواطی ہوگی اور یہی مصنف کے باب کے
عنوان کے مناسب ہو کذا فے الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہو اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اسکا
خالق ہو یا مخلوق فلذا قال معدن خلقی خلقہ اللہ تعالے ومن کنز اے مال مدفون دفنہ الکفار لانہ الذی یخمس پس بسبب اسی عموم
کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہو کان خلقی سے کہ اللہ تعالے نے اسکو زمین مین پیدا کیا ہو اور عام ہو کنز سے یعنے مدفون کہ زمین مین رکھا
ہو کفار نے اسلیے کہ اسی کا خمس لیا جاتا ہو اگر مسلمان کا مال ہو گا تو اسکا حکم لقطہ کا ہو وجد مسلم او ذمے دلو قنا صغیرا انثے
پائی کسی مسلمان یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنے حکم عام ہو پانے والا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان
ہو یا نہو کذا فے النہر معدن نقد ونحو حدید پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اسکے مثل کی وہو کل جامد ینطبع بالنار
ومنہ الزیبق اور لوہے کے مثل ہر چیز منجمد ہو کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اسی مین ہو پارہ م یہ قول امام محمد کا اور امام صاحب کا آخر
قول ہو اور قول اول یہ تھا کہ پارہ مین کچھ نہین لازم آتا اور یہی قول آخر ہو امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہو اور اسمین
خمس نہین ہو امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہ ہو کہ پارہ چشمہ سے مزاولت اور تدابیر سے نکالا جاتا ہو اور ڈھلتا ہو کسی دوسری چیز کے

ساتھ ملکر تو چاندی کے مانند ہوا یعنے چاندی جب تک کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہو نہین ڈھلتی کذا فی الفتح اور معلوم ہی کہ خلاف
اُس پارہ مین ہی جو معدن مین سے حاصل کرین لیکن جو موجود کفار کے خزائن وغیرہ مین ہی اُسمین بالاتفاق خمس لازم ہی کذا فی الشامی
فخرج المائع کنفط وقار وغیر المنطبع کمعادن الاحجار پس نکل گئین بہتی چیزین یعنے جامد کی قید سے جیسے نفط اور رال اور نکل گئی منطبع کی قید
سے جو نرم نہین ہوتے جیسے کان پتھرون کی یعنے فیروزہ و زمرد وغیرہ کی م قہستانی مین ہی کہ کان تین قسم کی ہی ایک وہ سخت چیزین
کہ پگھل جاتی ہین آگ سے جیسے سونا چاندی رانگ تانبا پیتل لوہا دوم وہ سخت چیزین جو آگ سے نرم نہین ہوتین جیسے چونا نورہ سرمہ
یاقوت وغیرہ سوم وہ چیزین کہ جامد نہین جیسے پانی رال لفط وغیرہ کذا فی المبسوط والتحفۃ نفط ایک روغن ہی کہ پانی پر آجاتا ہی اور قار اور قیر
بالکسر ۱۲
اور زفت وہ جس سے کشتیون کو روغن کرتے ہین کذا فی الشامی فی ارض خراجیۃ او عشریۃ خرج الدار لا المفازۃ اذ حولھا بالا و لے
کان یا دفینہ پاوے زمین خراجی سے یا عشری مین شارح نے کہا کہ زمین کی قید سے نکل گیا گھر اور نہین خارج ہوا جنگل کیونکہ وہ بالاولے
داخل ہی م مراد عشری اور خراجی سے یہ ہی کہ جسکا وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضے مین ہو یا نہو تو جب عشر و خراج کے ہوتے خمس
لیا جاتا ہی گا تو جنگل جسمین نہ عشر ہو نہ خراج بطریق اولے داخل خمس رہیگا کذا فی الطحطاوی خمس مخففا اے اخذ خمسہ لحدیث و فی الرکاز الخمس
وھو یعم المعدن کما مر مسلمان یا ذمی کی پائی ہوئی کان خواہ دفینہ سے پانچوان حصہ لیا جاوے بموجب اس حدیث کے فی الرکاز الخمس ۱۲
اور یہ شامل ہی معدن کو جیسے پہلے گذرا و باقیہ لمالکھا ان ملکت اور باقی رکاز یعنے چار خمس زمین کے مالک کے ہین اگر وہ
زمین کسی کی مملوک ہو م حاشیہ ابو سعود مین کہا کہ ملک سے مراد یہ ہی کہ غیر کی ملک ہو پانے والے کی نہو کیونکہ پانے والے کی ملک ہو گی
تو اُسمین خمس نہو گا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہی و لاشی فی ارضہ شامی نے کہا کہ اسکی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی کہ جب پانیوالا
مالک زمین نہو تب تو خمس واجب ہوا اور خود مالک ہو تو واجب نہو کیونکہ علت وجوب دونون مین ایک ہی وہ یہ کہ معدن تمام اجزاے
مالک کی ملک ہی تو مصنف کے کلام مین تعارض یقیناً ہی یہان باقیہ لمالکھا کہا ہی اور آگے لاشی فی ارضہ کہا ہی شیخ رحمتی نے اس تعارض کو
یون دفع کیا کہ زمین مملوک کی معدن مین دو روائتین ہین روایت اصل ہی کہ اُسمین خمس نہین کل مالک کی ہی اور جامع صغیر کی روایت
یہ ہی کہ اُسمین خمس ہی اور چار خمس مالک کے ہین پس یہان کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہی اور قول آئندہ موافق روایت اصل کے کذا فی
الشامی لمتقطا والا کجبل و مفازۃ فللواجد اور اگر زمین رکاز کی کسی کی مملوک نہو جیسے پہاڑ و جنگل پس وہ چیز پانے والے کی ہی و المعدن
لاشی فیہ ان وجدہ فی دارہ و حانوتہ اور معدن مین کچھ لازم نہین آتا اگر پاوے اسکو اپنے گھر مین اور اپنی دکان مین م معدن کے
لفظ مین احتراز ہی دفینہ سے اسلیے کہ اسکا خمس لیا جاتا ہی اگرچہ کسی کی مملوک زمین مین ہو یا اُسکے گھر مین ہو اسلیے کہ وہ اجزاے زمین سے
نہین ہی جیسا بدائع مین ہی اور گھر اور دکان کی معدن مین کچھ نہ لازم آتا امام صاحب کے نزدیک ہی برخلاف قول صاحبین کے کذا فی
الشامی و ارضہ فی روایۃ الاصل و اختارہ فی الکنز اور کچھ لازم نہین آتا اگر پاوے معدن اپنی اراضی مین اصل کی روایت کے بموجب
اور اسی کو اختیار کیا ہی کنز مین م غایۃ البیان مین کہا ہی کہ زمین مملوکہ مین امام صاحب سے دو روایتین ہین روایت اصل کے موافق
ارض اور دار مین کچھ فرق نہین یعنے دونون مین کچھ لازم نہین آتا کیونکہ زمین جب اسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے
منتقل ہوئی اور معدن بھی اُسی زمین کی مٹی کی ہی تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اسکو امام کسی کے ہاتھ فروخت کر دے تو اور لوگون کا
حق اُس سے ساقط ہو جاتا ہی اسلیے کہ وہ شخص اسکا مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہی یہی کہا ہی خصاص نے اور جامع صغیر کی روایت

م
یعنی کان اور دفینہ مین خمس
ہی ۲

کے موافق این فرق ہر اسکی وجہ یہ ہر کہ دار مین کسی طرح کی مشقت اور بکھیڑا نہین تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سب کا سب پلنے والے کا ہوا بخلاف
ارض کے کہ اسمین مؤنت خراج اور عشر کی لازم آتی ہر پس اسمین خمس لازم ہوا اور کنز کے اختیار کرنے کو بیان کرنے سے ظاہر ا شارح کو ترجیح
روایت اصل کی مقصود ہر لیکن ہدایہ مین امام سے دو روایتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کے بموجب بیان کی اور اصل
کی روایت کی وجہ نہین ذکر کی اس سے استدلال ہو سکتا ہر کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہر کہ قیاس بھی
ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا ہر دو وجہ سے اول یہ کہ جامع صغیر اور اون پر معارضہ کے وقت مقدم ہوتی ہر دوسرے یہ کہ یہی قول صاحبین
کا ہر تو متفق علیہ روایت کو اخذ کرنا اولے ہر حاصل یہ ٹھہرا کہ امام نے فرق کیا ہر وجوب خمس مین درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور
گھر کے اور درمیان زمین سلاح اور مملوک کے اور صاحبین نے کچھ فرق نہین کیا انمین وجوب کے باب مین کذا فے الشامی و لا شئ
فی یاقوت و زمرد و فیروزج ونحوہا وجدت فی جبل ای فے معادنہا اور کچھ نہین عشر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور انکی مثل
مین یعنے پتھر کی قسم جو نرم نہو سکتی ہو اور پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہ ہر کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا نہو ولو وجدت دفین الجاہلیۃ
ای کنز اخمس لکونہ غنیمۃ اور اگر پائے جاوین اشیاے مذکورہ یاقوت وغیرہ اور حالیکہ مدفون جاہلیت کے ہون یعنے کنز جسکا علم آگے
آویگا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہر کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فے البحر و الحاصل ان الکنز
یخمس کیف کان و المعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہ ٹھہرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہر حال مین اور معدنی جس صورت مین کہ آگ
سے نرم ہو جاوے یعنے مائعات مین خمس ہر مثل رال وغیرہ کے اور جو نرم نہون انمین خمس لازم نہین و لا فی لولو ہو مطر الربیع اور کچھ نہین
لازم موتیون مین کہ وہ بہار کے مینھ سے پیدا ہوتا ہر یعنے سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہر مچھلی کی قسم سے اللہ تعالے اسمین موتی پیدا
کرتا ہر کذا فے الکرمانی و عنبر حشیش یطلع فے البحر او خثے دابۃ اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہر کہ دریا سے اگتا ہر یا گوبر کسی چوپایہ کا ہر
علم شیخ داود انطاکی نے اپنے تذکرے مین لکھا ہر کہ صحیح یہ ہر کہ قعر دریا مین چشمے ہین وہ دہنیت باہر کیطرف دفع کرتے ہین وہ پانی پر جمتی ہر اسکو
دریا کی موج کنارے پر ڈالتی ہر وہ عنبر ہر کذا فے الشامی و کذا جمیع ما یستخرج من البحر من حلیۃ ولو ذہبا کان کنزا فے قعر البحر
اور ایسے ہی سب چیزین جو دریا سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لیے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنے کسی کا رکھا ہوا اور نشان
یہ ہر کہ اوسپر علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اسکو نہین دیکھا قالہ الشامی لانہ لم یرد علیہ القہر فلم یکن غنیمۃ اس واسطے کہ اوسپر غلبہ اور تسلط
کسی کا نہین وارد ہوا پس غنیمت نہوا م حاصل یہ کہ محل خمس غنیمت ہر اور غنیمت وہ ہر کہ کفار کا مال ہو پھر مسلمانون نے اسکو بزور لے لیا ہو
اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہین ہوا پس وہ مال غنیمت نہوا کذا قالہ قاضی خان و ما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز نقدا او
غیرہ فلقطۃ یجی حکمہا اور جو دفینہ کہ اوسپر علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا سوا اسکے پس وہ لقطہ ہر کہ اسکا حکم آگے آویگا م غیر
نقد مین شامل ہین ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہا اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ
کا حکم جو آویگا وہ یہ کہ مسجدون کے دروازون پر اور بازارون مین پکارا جاوے یہانتک کہ گمان ہو کہ مالک اونکی طلب سے بیٹھ رہا
ہوگا پھر اگر خود فقیر ہر تو اپنے آپ صرف مین لے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اسکا آوے تو ضمان دے کذا
فی الشامی و ما علیہ سمۃ الکفر خمس و باقیہ للمالک اول الفتح اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اوسپر علامت کفار کی ہو تو اوس مین سے خمس
لیا جاوے اور باقی اوس شخص کا ہر جو اول فتح اسلام مین اسکا مالک ہوا امام کی تملیک سے م قاضی خان نے کہا کہ یہ خمس لینا بالاتفاق ہر

اسلیے کہ کنز اجزاء دار سے نہین ہو تو خمس مقرر کرنا اُس مین ہو سکتا ہو بخلاف معدن کے اولو ارثہ لو حیا والاقلبیت المال علے الاوجہ
یا اصل مالک کے وارث کا ہو اگر وہ زندہ ہو اور نہین تو بیت المال کا ہو اور یہ اوجہ ہو م نہر مین کہا ہو اگر ورثہ مالک اول کے معلوم
نہون تو اقصے مالک زمین کا اُس کا وارث ہو اور ابو الیسر نے کہا کہ بیت المال مین رکھا جاوے فتح القدیر مین کہا ہو کہ یہ موجہ ہو تامل
کے بعد انتہا اسلیے کہ بحر مین مذکور ہو کہ کنز زمین مین امانت ہو پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو اُسمین رکھا ہو اسکا بھی مالک ہوا
اور اگر زمین کو وہ بیچ ڈالے تو فروخت سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہو اُسکی ملک سے نکل نہ جاویگی جیسے مچھلی کے پیٹ مین موتی
و ہذا ان ملکت ارضہ والا فللواجد یہ اس صورت مین ہو کہ زمین اُسکی مملوک ہو اور اگر مملوک نہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانے والے کا
ہو م یعنے خمس نکالکر کما فی البحر ہذا اشارہ ہو باقیہ للمالک کی طرف اور یہ صاحبین کا قول ہو اور ہدایہ وغیرہا سے اُسکی ترجیح معلوم ہوتی ہو
لیکن معراج مین مذکور ہو کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ باقی پانے والے کا ہو جیسا حال غیر مملوکہ زمین کا ہو اور اسی پر فتوے ہو شارح نے
کہا کہ آج کل یہی مناسب ہو کیونکہ بیت المال کا انتظام نہین ہو ولو ذمیا قنا صغیرا انثے لانہم من اہل الغنیمۃ اگرچہ پانے والا ذمی ہو غلام
ہو صغیر ہو عورت ہو اسلیے کہ یہ سب اہل غنیمت ہین یعنے امام غنیمت مین سے کچھ بطور عطا انکو دیا کرتا ہو شامی عن رحمتی خلا حربی
مستامن فانہ یسترد منہ ما اخذ یعنے پانے والے کا ہو سوا ے کافر حربی مستامن کے کہ لوٹا یا جاوے اُس سے جو اُسنے لیا کیونکہ غنیمت
مین اُسکا کچھ حق نہین الا اذا عمل فے المفاوز باذن الامام علے شرط فلہ المشروط مگر جبکہ کام کرے جنگلون مین امام کے اذن
سے کسی شرط پر تو اُسکو مشروط یعنے مقررہ ملیگا ولو عمل رجلان فے طلب الرکاز فہو للواجد اور اگر دو شخص ملکر کام کرین دفینہ کے طلب
مین تو وہ اُسکا ہوگا جسنے پایا م ظاہر اسکا دلالت کرتا ہو کہ دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ اُس صورت مین ہو کہ ایک نے کھودا پھر دوسرا آیا
اُسنے باقی رہا ہوا کھودا اور نکالا لیکن اگر وہ دونون مشترک ہون اُسکی طلب مین سو باب الشرکۃ الفاسدہ مین آویگا کہ شرکت صحیح
نہین گھاس کھودنے اور شکار کرنے اور پانی بھرنے اور باقی مباحات مین جیسا پہاڑون مین سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور
پکانا اینٹون کا مباح مٹی سے اسلیے کہ یہ شرکت متضمن ہو وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لیے جائز نہین اور جو کچھ انمین
سے کسی نے حاصل کیا وہ اسی کا ہوگا اور جو دونون نے حاصل کیا وہ نصفا نصف ہوگا اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کسکا ہو اور جو کچھ
ایک ہمراہی کی مدد سے ملے تو وہ اُسی کا ہو اور ہمراہی کو اجر مثل ملیگا جسقدر ہو امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے
نزدیک اسقدر کہ اُس شی کی نصف ثمن سے زیادہ نہو وان کانا اجیرین فہو للمستاجر اور اگر وہ دونون مزدور ہون تو مال اُسکا ہوگا
جسنے انکو اجرت پر رکھا و ان خلا عنہا اے العلامۃ او اشتبہ الضرب فہو جاہلے علی ظاہر المذہب ذکرہ الزیلعی لانہ الغالب
وقیل کاللقطۃ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی ہو یعنے اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہو اُسکو
زیلعی نے کیونکہ غالب یہی ہو اسلیے کہ کفار حریص ہوتے ہین جمع اموال پر کذا فے الطحطاوی اور ایک قول یہ ہو کہ مال مذکور
لقطہ کے مانند ہو م ہدایہ مین ایک قول یہ کہا ہو کہ اُسکو مال اسلامی تصور کرینگے بہت زمانہ گذرنے کی جہت سے یعنے ظاہر یہ ہو
کہ آثار جاہلیت سے کچھ باقی نہین رہا اور ظاہر ہی کا اعتبار ہو جب تک اُسکا خلاف معلوم نہو اور حق یہ ہو کہ اس ظاہر ہونے
کو نہ مانین بلکہ جاہلیت کے دفینے اب تک شہرون مین نکلتے رہتے ہین کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر نقود جنمین علامت
اہل حرب کی ہو اور اہل اسلام مین رائج ہو ظاہر یہ ہو کہ وہ قسم مشتبہ سے ہین لیکن مین نے شرح نقایہ مین جو ملا علی قاری کی ہو

ام
یعنی قبضے مالک
معلوم ہوون تو
جو سب سے اول
مالک ہوا اسکا ہوگا
بعد مالک اول
کے جو معلوم
نہین ہو واللہ اعلم
۱۲

دیکھا انہین لکھا ہو کہ کفار کے درم مسلمانون کے درمون مین مخلوط ہونے کی صورت مین جیسا فی زماننا رواج ہو اسلامی ہی ہونے چاہئین
ولا خمس رکاز اسعد ناکان او کنزاً وجد فی صحرا دار الحرب بل کله للواجد ولو مستامنا لانه کالمتلصص اور نہ خمس لیا جاوے وہ رکاز
کہ پایا جاوے دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانے والے کا ہو اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے
کہ وہ شخص چور کی طرح ہو ولذا لو دخله جماعة ذو منعة وظفروا بشئ من کنوزہم وسعدنہم خمس لکونہ غنیمة اور اسی واسطے
اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہوا ور کچھ خزانہ یا معدن انکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ غنیمت ہو یعنے
غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہو وان وجدہ ای الرکاز مستامن فی ارض مملوکة لبعضہم ردہ الی مالکه تحرزا عن الغدر اور اگر معدن
یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اسکو اسکے مالک کو ہٹاوے غدر سے بچنے کے لیے م یعنے حربیون کے مال اس
شخص مستامن پر بدون انکی رضامندی کے حرام ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکھ لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجه منہا
ملکه ملکا خبیثا فسبیله التصدق به پس اگر نہ ہٹایا اسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اسکا مالک ہوجاویگا خبیث ملک سے کہ اسکا
تصدق کرنا واجب ہو فلو باعه صح لقیام ملکه لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دیا تو درست ہو کیونکہ اسکی ملک ثابت
ہو لیکن مشتری کو اچھا نہین م بخلاف اس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز بشراء فاسد خریدی پھر کسی کے ہاتھ بیچ دے تو مشتری
ثانی کے واسطے کچھ خرابی نہین ہو کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہوگیا کذا فی الحلبی عن البحر ولو وجدہ ای الرکاز غیرہ
ای غیر مستامن فیہا ای فی ارض مملوکة لہم حل له فلا یردہ ولا خمس لما مر بلا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا
غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے تو اسکو حلال ہو پس نہ ہٹاوے اور نہ اس مین خمس لیا جاوے اسی وجہ سے کہ گذری یعنے
وہ مثل خفیہ لیجانے والے کے ہو کذا فی الدرر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے م متاع کے معنون مین فقہا
کا اختلاف ہو صحیح یہ ہو کہ متاع وہ ہو جس سے نفع لیا جاوے خواہ کپڑے ہون یا گھر کا اسباب یا کھانا یا برتن کذا فی الطحطاوی وما فی
النقایة من ان رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سہو اور جو کچھ نقایہ مین ہو کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہو م نقایہ
کتاب ہو صدر الشریعة کی اور یہی ہو وقایہ مین جو اسکے دادا تاج الشریعة کی کتاب ہو درر مین کہا ہو کہ یہ صحیح نہین ہو کیونکہ شراح
ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہو کہ خمس واجب ہوتا ہو اس چیز مین کہ غنیمت کے معنون مین ہو یعنے اہل حرب کے ہاتھ مین ہو پھر
مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو مذکور ہو وہ اس طرح کی صورت نہین ہو کیونکہ مستامن مثل چور کے ہو اور
زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتھ مین نہین آئی طحطاوی نے کہا کہ اضافت رکاز کی متاع کی صرف بیانی ہو الا ان یحمل علی متاعہم
الموجود فی ارضنا مگر یہ کہ مراد لیا جاوے متاع سے جو حربیون کا متاع دار الاسلام مین موجود ہو فرع مسئله ملحقه شارح کا للواجد
صرف الخمس لنفسه واصله وفرعه واجنبی بشرط فقرہم پانے والے کو جائز ہو خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل ماں باپ پر اور
اپنی فرع یعنے اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون م یعنے وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس مین اسکا کام نہین
نکلتا تو خود سب کا سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہونچے تو خمس کا خرچ کر لینا اسکو جائز نہین کذا فی البحر
عن البدائع مین کہتا ہون کہ اسمین گفتگو ہو کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہین ہوتا مثلاً جبکہ پانے والا قرضدار ہو
پس بہتر یہ ہو کہ حاجت ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہا ہو کہ جسکو رکاز کا مال ملے اسکو گنجائش ہو کہ صرف کرے خمس

مساکین پر پھر اگر امام کو اطلاع ہو تو اُسکے کیے ہوے کو قبول کرے اور اگر اُسکو تمام مال کی ضرورت ہو تو گنجائش ہو کہ اپنے واسطے رہنے دے اور یہ بھی گنجائش ہو کہ حاجتمندون کو دے اگرچہ اسکا باپ دادا یا اولاد ہو اور یہ مال بمنزلہ اُس عشر کے نہین ہو کہ زمین پر لازم ہوتا ہو کذا افادہ الشامی

باب العشر

یہ باب ہو دہ یکی کے احکام مین ہم عشر کہتے ہین دس مین کے ایک ٹکڑے کو اور یہان مراد وہ ہو جو عشر کی طرف منسوب ہو تا کہ شامل ہو نصف العشر اور ضعف العشر کو کذا فی الحموی اور اُسکو زکوۃ مین اسلیے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہو جو زکوۃ کا ہو یجب العشر فی عسل وان قل واجب ہو دسوان حصہ شہد مین اگرچہ قلیل ہو ہم شامی مین کہا کہ عسل مین کسرہ ہو تنوین نہین کیونکہ مضاف ہو ارض کی طرف اور لفظ وان قل کی ضرورت نہین اسلیے کہ مصنف کا قول بلا شرط نصاب اس سے مغنی ہو ارض غیر الخراج ولو غیر عشریۃ لجبل ومفازۃ عشر واجب ہو اُس شہد مین کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ و جنگل بخلاف الخراجیۃ لئلا یجمع العشر والخراج بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنے اُسمین عشر نہین تا کہ نہ جمع ہو جاوین عشر اور خراج ہم ارض غیر الخراج کے لفظ مین اشارہ ہو کہ یہ شامل ہو زمین عشری کو اور اُس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن خانیہ مین ہو کہ پہاڑ عشری ہو یعنے اگر استعمال مین آوے تو عشری ہو کذا قالہ الشامی وکذا یجب العشر فی ثمرۃ جبل او مفازۃ ان حماہ الامام لانہ مال مقصود اور ایسا ہی عشر واجب ہو پہاڑی یا جنگلی پھلون مین اگر امام نے اُسکی حفاظت کی اسلیے کہ وہ مال مقصود ہو ہم امام کو اُسکی حفاظت اسلیے مقصود ہو کہ عشر واجب ہو کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہو تو یہ علت اشتراط کی ہو پایہ کہ وہ اس جنس سے ہو کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہو تو یہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی لا ان لم یحمہ لانہ کالصید عشر واجب نہوگا اگر امام نے اُسکی حفاظت نہین کی جیسا شکار کہ اُسمین بھی عشر نہین ویجب فی مسقی سماء ای مطر او سیح کنہر اور واجب ہو عشر اُس زمین مین جو مینھ سے پانی دیگئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے ہم سیح پانی کے جاری ہونے کو کہتے ہین زمین پر یعنے نہر کا پانی یا نالون کا کذا فی المغرب بلا شرط نصاب راجع للکل بدون شرط نصاب کے یعنے کچھ ضرور نہین کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کمتر ہو گا تب بھی عشر واجب ہو گا شارح نے کہا کہ نصاب کا ہونا سب مذکورات کی طرف ہو یعنے شہد و پھل و غلہ وبلا شرط بقاء وحولان حول لان فیہ معنی المؤنۃ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر مین معنی مؤنۃ الارض کے ہین یعنے اجرت زمین کی تو یہ عشر عبادت محض نہوا ہم اگر پیداوار سال بھر مین کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہو گا اور ایسا ہی خراج مقاسمہ یعنے بٹائی کا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک ذراع یا مثل اُسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہو تو وہ برس روز مین ایکبار واجب ہوا کرتا ہو مکرر نہین ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار ہو کذا فی الشامی ولذا کان للامام اخذہ جبرا ویوخذ من الترکۃ اور اسلیے امام کو گنجائش ہو کہ ان چیزون کا عشر زبردستی لے اور ترکہ سے لیا جا سکتا ہو ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب وماذون ووقف اور واجب ہوتا ہو یہ عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین مین اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین مین ہم زمین کی ملک وجوب عشر کے لیے شرط نہین بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہو اسلیے کہ عشر پیداوار مین ہو زمین مین نہین تو زمین کا مالک ہونا اور نہونا دونون برابر ہین اور زمین وقفی مین عشر اس صورت مین ہو کہ اہل وقف نے اُسکو بویا ہو کذا فی الشامی مختصراً

وتسمیتہ زکوۃ مجاز اور عشر کو زکوۃ کہنا مجازا ہی ہم ایسا ہی مفہوم ہوتا ہی عنایہ سے اور نہر مین اسی کی تقویت کی ہی لیکن عنقریب اس باب مین
کچھ گفتگو ہو چکی ہی الا فی ما لا یقصد بہ استغلال الارض مگر ان چیزون مین عشر نہین کہ زمین کے محاصل مین مقصود نہون نحو حطب وقصب
فارسی جیسے لکڑی اور نے ہم قصب لغت مین نبات سا قدار گرہ والی کو کہتے ہین اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہوگیا گنے اور قصب الذریرہ سے
جسکو قصب السنبل کہتے ہین کیونکہ ان دونون مین عشر ہی کما فے الجوہرہ اور معراج مین ہی کہ گنے کے رس مین عشر ہی نہ خود گنے مین کذا فے
الشرنبلالیہ وحشیش وتبن اور جیسے گھاس ہم اور سوکھا ہم فتح مین کہا مگر اتنی بات ہی کہ اگر اسکو کاٹ لیا دانہ کے انعقاد سے پہلے تو اسمین عشر
واجب ہی کیونکہ وہی مقصود ہوگیا اور ایک روایت امام محمد سے ہی کہ سوکھی گھاس مین عشر ہی کذا فی الشامی وسعف وصمغ وقطران وخطمی
واشنان اور جیسے کھجور کے پتے اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہی اور خطمی اور اشنان وشجر قطن وباذنجان اور جیسے گھاس کا
درخت لو بینگن کا درخت ہم یعنے ان دونون کے درختون مین عشر نہین بلکہ جو دکپاس اور بینگنون مین عشر ہی کذا قال الطحطاوی وبذر بطیخ وقثاء
وادویۃ کحلبۃ وشونیز اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیان مثل میتھی اور کلونجی کے ہم کیونکہ تخم سے مقصود ترکاریان ہوتی ہین اونمین
عشر لازم آتا ہی خود تخم مقصود نہین ہین خانیہ مین ہی کہ دواؤن مین عشر نہین ہی جیسے کیلہ اور ہلیلہ اور کندر مین کذا قال الشامی حتی لو اشغل
ارضہ بہا یجب العشر یہانتک کہ اگر زمین کو انہین چیزون مین لگا دیا تو عشر واجب ہوگا ہم یعنی اگر کوئی شخص زمین کو نے اور گھاس
وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو محاصل کے لیے اور اسی کو کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اس مین عشر ہوگا کذا فے غایۃ البیان والبدائع اور شرنبلالی مین
کہا کہ بیچنا کچھ شرط نہین اسی لیے قاضی خان نے مطلق رکھا یعنے بیچنے کی قید نہین لگائی کذا فے الشامی ویجب نصفہ فی مسقے غرب اے
دلو کبیر ودالیۃ اے دولاب لکثرۃ المونۃ اور نصف عشر یعنے بیسوان حصہ واجب ہی اس زمین کی پیداوار مین جو چرس سے پانی دی گئی ہو
یا رہٹ سے بسبب زیادتی محنت کے ہم یہ وجہ ہی نصف العشر لازم آنے کی وفی کتب الشافعیۃ اوسقاہ بما اشتراہ اور کتب شافعیہ مین مذکور
ہی یا اس صورت مین کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہ ہمارے قواعد کے مخالف نہین ہی یعنے اس صورت مین حنفیون کے نزدیک بھی بیسوان حصہ
لیا جاویگا کذا فی الشامی ولو سقی سیحا وبآلۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنے چرس وغیرہ سے تو اعتبار کیا جاویگا
اکثر ہم اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہوگا تو بیسوان حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہوگا تو دسوان حصہ کذا فے الزیلعی ولو استویا
فنصفہ اور اگر دونون طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہی کیونکہ زیادتی مین شک واقع ہوا اور شک سے لزوم نہین ہوتا وقیل ثلثۃ
ارباعہ اور ایک قول یہ ہی کہ تین ربع عشر کے اس صورت مین لازم ہین ہم غایۃ البیان مین کہا کہ یہی قول ہی ائمہ ثلثۃ کا کہ نصف نصف دونون
وظیفون کا لیا جاوے یعنے چونکہ آدھی زمین نہر کی ہوئی تو دسوین حصہ کا آدھا لازم ہوا اور آدھی دولابی تو بیسوین حصہ کا
آدھا لازم ہوا اسی لیے تین ربع عشر کے ہوے اور زیلعی نے روایت اول یعنے لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہی سوائم پر قیاس کرکے
جس صورت مین آدھے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤن اے کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر
فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالنے بیج کے اسلیے کہ علما نے تصریح کی ہی عشر کی
کل پیداوار سے ہم یعنے عشر اول صورت مین اور نصف عشر دوسری صورت مین جو لازم ہی تو کل مین سے لازم ہی بغیر جدا کرنے مزدوری
کمیرون اور خرچ بیلون کے اور نہرون کی کھدوائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فے الدرر ویجب ضعفہ فی ارض عشریۃ لتغلبی
مطلقا واجب ہی دونا عشر کا یعنے پانچوان حصہ اس عشری زمین مین جو تغلبی کی ہو ہر صورت مین ہم بنی تغلب قوم نصاری مین سے ہین

حضرت عمر رضہ سے صلح اس بات پر ٹھہری تھی کہ مسلمانون کا دونا اُنسے لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ علمانے فرق نہین بیان کیا زمین کے دولاب سے پانی دینے یا نہر کے پانی دینے مین اور بمقتضا صلح کا جو واقع ہوئی یہ ہی کہ مسلمانون کی نسبت اُنسے دوچند لیا جاوے ہر صورت مین وان کان طفلا او انثےٰ او اسلم او ابتاعها من مسلم اگرچہ تغلبی لڑکا ہو یا عورت یا اسلام لے آیا یا زمین خرید کی ہو مسلمان سے ہم تغلبی اگرچہ مسلمان ہوا تو اُسکے پاس جو زمین تضعیفی موجود ہی وہ طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہی اور امام ابویوسف کے نزدیک عشری ہوجاتی ہی اور یہی حال ہی جب خریدا ہو اُس سے کسی مسلمان نے اور اگر خریدا تغلبی نے عشری زمین کو کسی مسلم سے تو شیخین کے نزدیک تضعیفی ہو جاویگی اور امام محمد کے نزدیک عشری باقی رہیگی کذا فی الحلبی او ابتاعها منه مسلم او ذمی لان التضعیف کالخراج فلا یتبدل یا خریدا زمین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کے مانند ہی پس متبدل نہوگی ہم ذمی جب تضعیفی زمین تغلبی سے خریدے تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہی کذا فی الحلبی اور شرا کا ذکر بنا بر کثرت ہی ورنہ سب انتقالات مین یہی حکم ہی اسمٰعیل عن البرجندی اور عدم تبدل خراج بالاتفاق اور تضعیف مین امام ابویوسف کا اس صورت مین خلاف ہی کہ تغلبی مسلمان ہوجاوے یا اس سے کسی مسلمان نے خریدی ہو کیونکہ وہ عشری ہوجاتی جیسا پہلے بیان ہوچکا کذا فی الحلبی واخذ الخراج من ذمی غیر تغلبی اشتری ارضا عشرية من مسلم وقبضها منه للتنافی اور لیا جاویگا خراج اُس ذمی سے جو تغلبی نہو اور خریدا ہو زمین عشری مسلمان سے اور قبض کیا اُسکو کیونکہ عشر مین اور کفر مین منافات ہی ہم ذمی سے خراج لینا اس صورت مین مذہب شیخین کا ہی اور امام محمد کے نزدیک عشری ہی رہیگی اور غیر تغلبی کی قید اسواسطے لگائی کہ عشری اُسپر مضاعف ہوجاتی ہی شیخین کے نزدیک اور قبضے کی قید اسلیے لگائی کہ خراج واجب نہین ہوتا مگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہین حاصل ہوسکتی بدون قبض کے اور کفر منافی ہی عشر کے اسلیے کہ عشر مین معنی عبادت کے ہین حاصل یہ ہی کہ زمین عشری ہوتی ہی یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہی یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک بدستور رہتی ہی اور امام ابویوسف رح کہتے ہین کہ عشری ہوجائیگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی رہیگی اور اگر عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہوجائیگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور جب خریدے ذمی غیر تغلبی خراجی یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہوجائیگی اگر ٹھہرے اُسکی ملک مین امام اعظم کے نزدیک کذا قاله الشامی واخذ العشر من مسلم اخذها منه ای من الذمی بشفعة لتحول الصفقة اليه او لیا جاویگا عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی سے شفعہ کی وجہ سے واسطے تبدل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے ہم یعنی گویا کہ مسلمان نے مسلمان سے لیا ذمی کا واسطہ بیع مین سے اُٹھ گیا کذا فی البحر وغیرہ او ردت علیه لفساد البیع یا زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کے فساد کے سبب سے ہم اور ردت عطف ہی اخذها پر یعنے جبکہ خریدا اُسکو ذمی نے مسلمان سے بشراء فاسد پھر وہ زمین بجہت شراء فاسد ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری نہوگی بدستور بحر مین کہا ہی کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہوگئی اسلیے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اسطرح کی بیع سے منقطع نہین ہوا تھا کہ ہنوز استحقاق پھر لینے کا اُسکو ثابت ہی او بخیار شرط یا رد کی گئی ہو خیار شرط کی جہت سے ہم یعنے جس صورت مین کہ بائع کو خیار تھا جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح مین قید لگائی ہی اسلیے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہی زوال ملک کو قاله الشامی او رؤیة مطلقا یا رد کی گئی ہو بخیار رویت بہرحال یعنے رد قضاء قاضی سے ہو یا بغیر اُسکے کذا فی الشامی او عیب بالقضاء یا رد کی گئی بجہت عیب کے قاضی کے

ع
نسخہ جب کے
معنی محصول
لکھا تھا ۱۲

حکم سے م تو ان پانچون صورتون مین مسلمان سے عشر لیا جائیگا ولو بغیرہ بقیت خراجیۃ لانہ اقالۃ لا فسخ اور اگر رد کی گئی بغیر حکم قاضی کے تو رہیگی خراجی اسواسطے کہ یہ اقالہ ہی نہ فسخ یعنے اقالہ بیع جدید ہوتا ہی غیر متاقدین کے حق مین کذا فی الشامی واخذ خراج من دار جعلت بستانا او مزرعۃ ان کانت للذمی مطلقًا اور لیا جاوے خراج گھر سے کہ بنالیا ہو اُسکو باغ یا کھیت اگر وہ گھر ذمی کا ہو ہر صورت مین م یعنی عشر کے پانی سے اُسکو پانی دیا ہو یا خراج کے پانی سے اسلیے کہ ذمی خراج کے لائق ہی نہ عشر کے کذا فی البحر او للمسلم وقد سقاہا بماءہ ارضا بہ یا وہ گھر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے اُسکو پانی دیا خراج کے پانی سے اسواسطے کہ مسلمان راضی ہو خراج کے ادا پر اسوجہ سے کہ اُسنے خراج کا پانی اپنے کھیت کو دیا م خراج کا پانی یعنے وہ نہرین کہ عجمیون نے کھودین جیسے گنگا اور جمنا کی نہرین اور اُسی کے مانند ہی سیحون اور جیحون و دجلہ و فرات برخلاف قول امام محمد کے اور عشر کا پانی مینھ اور کنوان اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت مین نہو کذا فی الملتقی و شرح عتابی نے اشکال کیا تھا کہ یہان مسلمان پر خراج لگانا ابتداءً لازم آتا ہی شارح نے اُسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہی خراج بجبر لگانا ابتداءً مسلم پر اور یہان مسلمان نے چونکہ خراجی زمین سے پانی دیا ہو وہ خراج اختیار کیا جیسا زمین سوات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوگا ہی کذا قال نے البحر واخذ عشر ان سقاہا المسلم بماءہ او بہا لانہ الیق بہ اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونون طرح کے پانی سے اسلیے کہ عشر لائق ہی مسلمان کو کیونکہ اسمین عبادت کے معنی پائے جاتے ہین ولا شئی فی دار و مقبرۃ ولو لذمی اور کچھ نہین لازم گھر مین اور مقبرہ مین اگرچہ ذمی کا ہو م کیونکہ حضرت عمر نے مساکن کو معاف کر دیا تھا اور اسی پر اجماع ہی صحابہ کا دوسری وجہ یہ ہی کہ رہنے مین نمو اور زیادتی نہین اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہی اور اسی قیاس پر مقابر مین زیلعی اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ پرانے اور نئے مین کچھ فرق نہین لیکن تتمہ مین تصریح کی ہی کہ اگر کسی خراج زمین کو معطل رکھے تو اُسپر خراج لازم ہی خانیہ مین ہی اگر خراجی زمین کو خرید کر کے گھر بنایا یا عمارت بنائی تو اُسپر اُس زمین کا خراج لازم ہوگا جیسا اُس صورت مین کہ اُسکو معطل رکھے اور ایسا ہی ذخیرہ مین ہی پھر کہا کہ فتادی ابو اللیث مین ہی کہ جب کرین خرابی زمین کو مقبرہ یا کرایہ کے لیے یا گھر فقیرون کے لیے تو خراج ساقط ہو جاتا ہی انتہی اور یہ دوسری روایت شاید کہ مبنی ہی منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی ولا فی عین قیر او نفط اور کچھ نہین رال کے چشمے مین م اسلیے کہ رال زمین کا نما یعنے بڑھوتری نہین ہی یعنے زمین سے نہین پیدا ہوتی ہی بلکہ چشمہ ہی جوش مارتا جیسے پانی کا چشمہ تو اُسمین عشر اور خراج نہین کذا فی البحر و لفظ دھن یعلو الماء مطلقًا اے فی ارض عشر او خراج اور کچھ نہین لفظ مین کہ ایک عین ہی کہ جو پانی پر آجاتا ہی کسی صورت مین یعنے رال وغیرہ زمین عشری مین ہو یا خراجی مین ولکن فے حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج خراج لیکن خراج زمین کے چشمہ کے گرد و نواح مین جو صلاحیت کھیتی کی رکھتا ہو خراج لازم ہی لا فیہا لتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ خراج نہین خود چشمہ مین اسلیے کہ خراج متعلق ہی کھیتی کی قدرت پر م یہ علت ہی الصالح للزراعۃ کی اور خراج موظف مین بن سکتی ہی اور خراج مقاسمہ کا حکم مانند حکم عشر کے کذا قالہ الشامی واما العشر فیجب فے حریمہا العشری ان زرعہ والا لا لتعلقہ بالخارج اور عشر واجب ہی عشری زمین کے چشمہ کے گرد و نواح مین بشرطیکہ بووے اور نہین تو نہین لازم کیونکہ عشر پیداوار سے متعلق ہی ویوخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ وبدو صلاحہا بان تسلم من فساد ہا اور لیا جاوے عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پھل کے اور وقت ظاہر ہونے اُسکی درستی کے یعنی گدرا ہونیکے کذا فی البرہان اور نہر مین شرط کیا ہی کہ فساد سے مامون ہو جاوے م جوہرہ مین کہا ہی کہ اختلاف ہی عشر کے وقت مین جو کھیتون اور پھلون مین سے لیا جاتا ہی پس امام ابو حنیفہ اور ظفر کہتے ہین کہ اُسوقت لیا جاوے کہ جب پھل ظاہر ہو اور خرابی سے محفوظ ہو اگرچہ کٹنے کے لائق نہو یعنے اس درجہ کو پہونچے کہ اُس سے انتفاع ہو سکے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جب کٹنے کے لائق ہو اور امام محمد کہتے ہین کہ جب کٹ جاوے اور کھلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی

ف اور نمک مین بھی کچھ نہین کذا فی الکافی والنہایۃ وغیرہ ۱۲

ولا یحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتہا قبل اداء خراجہا اور نہین حلال خراجی زمین والے کو کہ کھاوے اُسکی آمدنی خراج کے ادا سے
پہلے ھ بعضون نے کہاکہ یہ حکم خراج مقاسمہ کا ہی اسلیے کہ خراج موظف ذمہ پر لازم ہوتا ہی پیداوار سے اُسکو علاقہ نہین اور بعضون نے کہا ہی
کہ خراج وظیفہ بھی ایسا ہی ہی اسلیے کہ امام یعنے حاکم کو حبس کا حق ہی خراج کے ادا کے لیے پس اگر پیداوار کو مالک کھاجاوے تو امام خراج کہان سے
لے کذا فی الذخیرۃ طحطاوی نے کہاکہ واقعات مین ہی نقلا عن البزازیۃ کہ پیداوار سے کھانا درست نہین قبل ادا کرنے خراج کے اور ایسا ہی قبل ادا کرنے
عشر کے مگر جبکہ مالک عزم اداء عشر کا رکھتا ہو اور یہ قید مستحسن ہی کذا فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتے یودی العشر وان اکل ضمن عشرہ
مجمع الفتاوی اور نہ کھاوے ماکولات عشریہ سے یہانتک کہ ادا کرے عشر اور اگر کھاویگا تو اُسکے عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی ھ قہستانی شرح
ملتقے مین مضمرات سے منقول ہی کہ اگر دستور کے موافق تھوڑا سا کھالے تو اُسپر کچھ نہین فقیہ ابو اللیث نے کہاکہ اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا
فی الطحطاوی وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہونچتا ہی کہ پیداوار کو روک دے واسطے وصول خراج کے ومن منع الخراج سنین لا یوخذ
لما مضی عند ابی حنیفۃ خانیۃ اور جس شخص نے خراج چند سالہ نہ ادا کیا ہو تو گذرے برسون کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی
الخانیہ ھ اور یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب الجزیہ مین مع شئے زائد مذکور ہی اور خانیہ کا یہ قول محمول ہی اُس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا
کہ دوسری عبارت سے خانیہ کی معلوم ہوتا ہی کذا فی الشامی مختصرًا ومن علیہ عشر او خراج اذا مات اخذ من ترکتہ وفی روایۃ لا بل
یسقط بالموت والاول ظاہر الروایۃ اور خانیہ مین ہی جسپر عشر یا خراج ہو جب مرجاوے تو اُسکے ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت یہ ہی کہ نہ لیا
جاوے بلکہ موت کی جہت سے ساقط ہوجاتا ہی اور اول ظاہر الروایۃ ہی ھ شامی نے کہاکہ ذخیرہ مین ہی کہ نہین ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے
دوسرے شخص کے جسکے ذمہ ہی ظاہر الروایۃ مین اور ابن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہی کہ ساقط ہوجاتا ہی پھر دونون کے بعد ہی کہا ساقط ہوتا ہی
خراج اُسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہی جبکہ ہو خراج موظف ظاہر الروایۃ مین اور ابن المبارک نے کہاکہ ساقط ہوجاتا ہی پس معلوم ہوا کہ دونون
روایتون کے فرق ہی درمیان عشر و خراج کے اور سقوط مین خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہین ہوتا مانند
عشر کے ظاہر الروایۃ مین انتہی فروع مسائل ملحقہ شارح کے تمکن ولم یزرع وجب الخراج دون العشر قادر ہو زمین کا قابض زراعت پر اور نہ بویا
تو خراج واجب ہی نہ عشر ھ یعنے خراج موظف اور خراج مقاسمہ واجب نہین ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بھی باب العشر والخراج مین ذکر
کریگا کذا قالہ الشامی ویسقطان بہلاک الخارج اور ساقط ہوجاتے ہین دونون یعنے عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہوجانے سے لیکن
موظف اگر کھیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہوجاوے تو ساقط ہوجاتا ہی اور بعد کٹنے کے نہین کذا قالہ الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعہا وکان جاحدا
ولا بینۃ لربہا اور خراج غاصب کے ذمہ پر ہی اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہون ھ خانیہ مین ہی
کہ وہ زمین کہ اسکا خراج مقرر ہی کسی شخص نے اسکو غصب کرلیا اور غصب سے منکر ہی اور مالک کے پاس گواہ نہین اگر غاصب نے اسکو نہین بویا تو خراج
کسی پر نہین اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت سے زمین ناقص نہین ہوئی تو خراج غاصب پر ہی اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس
گواہ ہون اور زراعت کی وجہ سے زمین مین کچھ نقصان نہین آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہی اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہونچا ہو تو امام
صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہی نقصان تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدلے ضمان نقصان کے غاصب
کے ہاتھ اور یہی تفصیل ہی زمین عشری کی غصب مین کذا قالہ الشامی والخراج فی بیع الوفاء علی البائع ان بقی فی یدہ اور بیع بالوفا مین خراج
بائع پر ہی اگر زمین اسکے قبضہ مین رہے ھ بیع بالوفا کا نام بیع الطاعت بھی ہی اسمین شرط ہوتی ہی کہ مبیع بائع کو پھیر دیجاتی ہی جب وہ ثمن مشتری کو

پھیر دے اور اسکا بیان آخر کتاب البیوع مین آویگا انشاء اللہ تعالی ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علے المشتری ولو بعدہ فعلے البائع اور اگر کھیتی کو بیچ دیا پس اگر پکنے سے پہلے بیچا تو عشر مشتری پر ہی اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہی م اور یہ شامل ہی اس صورت کو کہ کھیتی کو بیچ دیا اور مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک بدستور رہنے دیا تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہی اور ابو یوسف کے نزدیک ہری کٹی ہوئی کھیتی کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہی اور باقی مشتری پر یہ حال کھیتی کی بیع کا ہی کذا فی الفتح اور اگر کھیت بدون کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کر دیا اگر اسقدر مدت باقی رہی کہ اسمین کھیتی کر سکتا ہی تو عشر مشتری پر ہی نہین تو بائع پر اور مدت کے اندازہ کے باب مین فتوی تین مہینے پر ہی اور اگر پھر یا مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اسنے تیسرے کے ہاتھ یہانتک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہوگا یعنے کسی کے ہاتھ مین اسقدر مدت نرہی کہ زراعت کر سکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے کذا قالہ الشامی والعشر علے الموجر کخراج موظف وقالا علے المستاجر اور عشر اوپر اجارہ دینے والے کے ہی امام صاحب کے نزدیک جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہی اور کہا ہی صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہی م یعنے اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر امام کے نزدیک موجر پر ہی اجرت مین سے جیسا تاتارخانیہ مین ہی اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر فتح القدیر مین ہی کہ صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ عشر کا تعلق پیداوار کے ساتھ ہی اور وہ مستاجر کا ہی اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ زمین کا ثمار جیسا زراعت سے ہوتا ہی ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہی تو یہان اجرت مقصود ہی جیسا پھل تو ثمار حقیقت مین موجر کے پاس ہی اور وہی مالک بھی ہی تو عشر کے واجب ہونے کے لیے بھی اولی ہی کمستعیر مسلم مانند عاریت لینے والے مسلم کے م یعنے جیسا عاریت کی صورت مین کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہی اور زفر کے نزدیک عاریت دینے والے پر ہی کیونکہ جب اسنے اپنی طرف سے مستعیر کو بخوشی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہی ہم کہتے ہین کہ موجر نے منفعت زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف معیر کے اور مسلم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہی بالاتفاق کیونکہ اسنے حق فقرا کا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی درر البحار یعنے اسوجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہین ہی لیکن بدائع مین ہی کہ اگر کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے نزدیک عشر اسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک روایت مین تو ایسا ہی ہی اور ایک روایت مین مالک پر تامل کذا فی الشامی وفی الحاوی بقولہما ناخذ اور حاوی مین ہی کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہین وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیہما بالحصۃ اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کیطرف سے ہو تو عشر اسپر ہی اور اگر مزارع کی طرف سے ہی تو دونون پر حصہ رسد ہی م واضح ہو کہ عقد مزارعت اسکو کہتے ہین کہ زمین اور بیج اور بیل اور کام مین سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت کی سب قسمین باطل ہین مگر صاحبین کے نزدیک تین صورتین جائز ہین اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہون اور بیل اور کام دوسرے کا دوسرے یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسرے یہ کہ کام ایک کے ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتین صاحبین کے نزدیک باطل ہین تو یہ تفصیل جو شارح نے بیان کی ہی نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہی نہ صاحبین کے اسلیے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہی خواہ بیج اسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک دونون پر ہی حصہ رسد اور یہی مذکور ہی اکثر کتب مین تو شارح کو مناسب تھا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہ حال عشر کا ہی اور خراج بالاتفاق مالک پر ہی کذا فی الطحطاوی والشامی ومن لہ حظ فی بیت المال وظفر بما ہو موجہ لہ اخذہ دیانۃ اور جسکا حق بیت المال مین ہو اور وہ خوش اسلوبی سے اسپر قابو پا گیا تو اسکا لے لینا اسکو دیانۃ جائز ہی م شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ بیت المال کے حقدار کو پہونچتا ہی لے لینا جہان سے پاوے اگرچہ اس خاص مین سے نہو جو اسکے واسطے مقرر ہی اور یہ علما کے ظاہر کلام کے خلاف ہی ورنہ مدون کی چار قسمین کرنے کا کیا فائدہ ہان امام کو البتہ پہونچتا ہی کہ وقت ضرورت ایک مین سے قرض لیکر دوسرے مصارف مین صرف کرے پھر جو قرض لیا اسکو اسکی جگہ رکھدے تو یہ مسئلہ البتہ یون چاہتا ہی کہ دوسری مدمین سے بھی امام کو

دیدینا جائز ہی پس مسئلہ مذکورہ مین اگر حقدار کو اپنے حق پر پہونچنا ممکن ہو تو اُس مد کے سوا جسمین اُسکا حق ہی دوسرے سے لینا درست نہین مگر ضرورت کے لیے جائز ہی اسلیے کہ ضرورت مین اگر نہ جائز ہو تو لازم آتا ہی کہ کوئی حقدار فی زماننا اپنے حق کو نہ پہونچے کیونکہ بیت المال کی مدات جدی جدی نہین ہوتی بلکہ سب مال کو اکٹھا کر دیتی ہین کذا قالہ الشامی وللمودع صرفُ ودیعۃٍ مات ربہا ولا وارث لنفسہ او غیرہ من المصارف اور جس شخص نے کسیکی ودیعت رکھی پھر مالک مرگیا اور کوئی وارث نہین تو اُسکو اپنے نفس پر یا اپنے سوا کسی اور پر صرف کرنا جائز ہی اگر مصرف ہون ہم امام حلوانی نے کہا جب کسی کے پاس ودیعت رکھی ہو اور جسنے ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک بلا وارث مرگیا ہو تو ودیعت رکھنے والیکو اپنی ذات پر خرچ کرنا فی زماننا جائز ہی اسلیے کہ اگر اسکو بیت المال مین دیگا تو ضائع ہو گی کہ بیت المال والے مصارف مین صرف نہین کرتے پس اگر یہ شخص مصرف زکوۃ ہی تو اپنی ذات پر صرف کرے اور اگر مصارف صدقات سے نہین تو اور کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا فی الشامی ودفع النائبۃ والظلم عن نفسہ اولی الا اذا تحمل حصتہ باقیہم دفع کرنا تاوان اور ظلم کا اپنے نفس سے بہتر ہی مگر اُس صورت مین کہ اُسکا حصہ باقی جماعت پر پڑے ہم نائبہ وہ جو بادشاہ وغیرہ کیطرف سے لازم ہو حق یا ناحق جیسا قنیہ مین ہی منقول عن البزدوی اور مراد یہان وہ ہی جو ناحق ہو اسواسطے ظلم کو بطور عطف تفسیری کے ذکر کیا اور اُسمین یہ بھی ہی کہ شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہی کہ اگر کسی جماعت پر کوئی چٹی ناحق لگائی جاوے تو بعض کو اُنمین سے پہونچتا ہی کہ اپنی ذات پر سے اسکو دفع کرے جس صورت مین کہ اُسکا حصہ باقیون پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر یہ ہی کہ اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قالہ الشامی وتصح الکفالۃ بہا اور نائبہ کی کفالت جائز ہی ہم نائبہ کی دو قسمین ہین ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے نہر کھدوانا عوام کی منفعت کے لیے اور محلہ کے چوکیدار کی اجرت اور لشکر کو سامان دینے کے لیے امام جو مقرر کرتا ہی اور مسلمان قیدی جو کفار کے ہاتھ مین اسیر ہین اُنکا چھڑانا تو اگر ان اشیاء کی ضرورت ہو اور بیت المال مین کچھ نہو اور لوگون پر اُسکو حصہ رسد بانٹ دیا جاوے تو اس قسم کے نائبہ کی کفالت بالاتفاق جائز ہی دوسری قسم جو ناحق ہی جیسے اس زمانہ کے تاوان پس یہ بھی مطالبہ مین مانند اور دیون کے ہی اور صحت کفالت کے معنی نائبہ کے حق مین یہین کہ کفیل نے جب اُسکے امر سے کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اُس سے کر سکتا ہی نہ یہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہو جاوے کذا قالہ الشامی

ویوجر من قام بتوزیعہا بالعدل وان کان الاخذ باطلا اور ثواب پاتا ہی وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کر دے انصاف کی رو سے اگرچہ لینا باطل اور ناحق ہو ہم یعنی ہر ایک پر بقدر اُسکی طاقت کے تقسیم کر دے اسلیے کہ اگر اُسکی تقسیم ظالم کے حوالہ ہو گی تو بہتیرے غربا کے ذمہ پر طاقت سے زیادہ لگا دیگا تو یہ ظلم پر ظلم ہو گا اگر کوئی شخص انصاف سے اُسکو تقسیم کر دے تو ظلم مین کمی ہو جاویگی اسی واسطے اُسکو اجر ہو گا اور ایسا آدمی فی زماننا مثل اکسیر کے ہی قالہ الشامی

وہذا یعرف ولا یعرف کفا لمادۃ الظلم اور یہ مسئلہ سیکھا جاوے اور نہ بتلایا جاوے واسطے روکنے مادہ فساد کے ہم مشار الیہ کلام مین مذکور نہین اور اُسکی اصل قنیہ مین ہی اسطرح کہ کہا ابو جعفر بلخی نے جو لگاتا ہی بادشاہ رعیت پر اُنکی مصلحت کے لیے ہو جاتا ہی دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور ہمارے مشائخ نے کہا کہ جو کچھ امام مقرر کر دے لوگون پر اُنکی مصلحت کے لیے اُن سب کا یہی حکم ہی یہانتک کہ محافظون کو دستون پر معین کرنا اور چوری کی انسداد کے لیے چوکیدار مقرر کرنے اور پھاٹک لگانے اور کوچہ بندی کرنے اور یہ امر اب معلوم کر لینا چاہیے اور بتلانا نہ چاہیے فتنہ کے خوف سے یعنی تاکہ حکام کو جرات زیادہ ستانی پر نہو مین کہتا ہون کہ اسمین اتنی قید اور چاہیے کہ یہ اُس صورت مین ہی کہ بیت المال مین اسقدر روپیہ نہو کہ اُس کام کے لیے کافی ہو جیسا باب الجہاد مین آویگا انشاء اللہ تعالی کذا قال الشامی ویجوز ترک الخراج للمالک لا العشر اور جائز ہی چھوڑ دینا خراج کا مالک کو نہ عشر کا ہم باب الجہاد مین متن اور شرح مین مذکور ہی کہ اگر بادشاہ یا نائب اُسکا خراج چھوڑ دے زمین والیکو یا بخشدے اگرچہ سفارش ہی سے ہو تو جائز ہی ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہی اگر مصرف ہو ورنہ اُسکو تصدق کر دے اسی پر فتوی ہی اور حاوی مین جو راجح کر کے بیان کیا ہی کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہی سو یہ مشہور کے خلاف ہی اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہین جائز ہی اور خود اُسکو فقیرون کو دیدے

کذا فی السراج وبقی تمامہ مع بیان بیوت المال ومصارفہا فی الجہاد ونظمہا ابن الشحنۃ فقال اور اُسکا بیان مع بیت المال کے اقسام اور مصارف
کے کتاب الجہاد مین آویگا اور اُسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہی اور کہا ہی سے بیوت المال اربعۃ لکل ؛ مصارف بینہا العالمون ؛ بیت المال
چار قسم ہی ہر ایک کے لیے مصرف جدا گانہ ہی کہ اُنکو علمانے بیان کیا ہی م شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین ذکر کیا ہی کہ علمانے کہا ہی کہ امام کو چاہیے
کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور آپسمین ایک دوسرے کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف کی ضرورت ہو اور اس مصرف کے خزانہ مین مال
نہو جو اس کام کو پورا کر سکے تو دوسرے بیت المال سے قرض لیکر کارروائی کرے پھر جب اُس مصرف کا مال آجاوے تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا
اُسکو ادا کرے مگر جس صورت مین کہ مال صدقہ کا ہو یا غنیمت کا خمس اور اگر اُسکو خراج والون پر صرف کیا ہو اور وے فقیر ہون تو کچھ ہٹانا نہ چاہیے
کیونکہ فقیر ہونے کی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہین کذا قالہ الشامی سے فاولہا الغنائم والکنوز ؛ رکاز بعدہا المتصدقون ؛ چار قسمون مین کا پہلا
بیت المال غنائم والکنوز والرکاز ہی اور اُسکو بیت مال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہین اور رکاز مین الف لام اور عاطفہ ضرورت شعر کی جہت سے
حذف کیا گیا اور بعد اُسکے بیت مال المتصدقین ہی یہ دوسرا بیت المال ہی اور بہتر یہ تھا کہ بعدہ کہتا کیونکہ اول کیطرف ضمیر پھرتی ہی مگر یون کہا جاوے
کہ اولہا کا مضاف الیہ مونث ہی اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کیطرف پھیری جاوے
حاصل یہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہی یعنی زکوۃ سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجرون سے لیتا ہی کذا فی الشامی نقلا عن
البدائع سے وثالثہا خراج مع عشورہ ؛ وجالیۃ یلیہا العاملون ؛ اور تیسرا خراج ہی مع عشر بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوے ہین اسکے کارپرداز
حاکم کے م بدائع مین کہا کہ تیسرا زمینون کا خراج اور جزیہ جو فی کس مقرر کیا جاتا ہی اور جو بنی نجران سے کپڑون پر صلح واقع ہوئی تھی اور جو صدقہ مضاعف
کہ بنی تغلب پر بصلح قرار پایا تھا اور وہ جو عاشر ذمی تاجرون سے لیتے ہین یا حربی مستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین زیلعی سے یہ زیادہ
کیا ہی کہ وہ جو حربیون کا اور جو اُنسے بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچھ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اُس سے کہ لشکر کی اُنپر
چڑھائی ہو پس عشور سے مراد وہ ہی جو اہل ذمہ اور مستامنون سے لیا جاتا ہی اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتھ ذکر کیا ہی اور وہ عشر جو مسلمانون سے
لیا جاتا ہی اُسکا ذکر زکوۃ کے ساتھ ہین آچکا دوسری قسم مین اور جالیہ اہل ذمہ ہین کیونکہ حضرت عمر رض نے اُنکو عرب سے جلاوطن کر دیا تھا پھر عرف مین
جزیہ کو کہنے لگے سے ورابعہا الضوائع مثل مالا ؛ یکون لہ اناس وارثون ؛ اور چوتھا بیت المال ضوائع یعنے لقطون کا ہی مانند اُن اشیا کے
کہ نہو اُنکا کوئی وارث م ضوائع جمع ضائعہ کی ہی یعنے لقطہ وقولہ مثل مالا الخ یعنے مانند اُس ترکہ کے جسکا کوئی وارث بالکل نہو یا ہو لیکن اُسپر رد
نہو سکتا ہو جیسے زوجین مین سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہ ہی کہ مالا یکون بحذف حرف عطف معطوف کہین ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے دیت
مقتول کی کہ اُسکا کوئی ولی نہو بھی اسی قسم مین شامل کی ہی اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہی اور اسی وجہ سے اسکا دین اُسمین سے ادا کیا جاتا ہی کذا
قالہ الشامی سے فمصرف الاولین اتی بنص ؛ وثالثہا حواہ مقاتلون ؛ پس مصرف دونون پہلی قسمون کا منصوص ہی قرآن شریف مین مصرف الاولین
مین حرکت ہمزہ کی نقل کرکے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنے مصرف قسم اول کا کہ بیت الخمس ہی مذکور ہی آیۃ واعلموا انما غنمتم من شئی مین
اور اُسکا بیان جہاد مین آویگا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا مذکور ہی آیہ انما الصدقات للفقراء الخ مین اور اسکا بیان عنقریب آتا ہی
اور تیسری قسم یعنے خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہین اُسکو مقاتل سے ورابعہا فمصرفہ جہات ؛ تساوی النفع فیہا المسلمون ؛ اور چوتھی قسم کا مصرف
وہ صورتین ہین جنمین نفع سب مسلمانون کو پہونچتا ہی م یہ موافق ہی اُسکے جو ابن ضیاء نے شرح غزنویہ مین بزدوی سے نقل کیا ہی یعنے یہ کہ صرف
کیا جاوے مسلمانون کے منافع مین مثل تعمیر پلون اور رباط اور مساجد اور ثغور یعنی اعدا کے روکنے کے درہ اور قاضیون اور علما کے روزینے

اور بیان ہو کہ جو پیدا ہو غنیمت مین پانچوان حصہ اسکے لیے خمس اور رسول کے لیے ۱۲

اور مجاہدون کی قوت اور ان سبکی اولاد کی قوت مین اور جو اُسکے مشابہ ہون لیکن مخالف ہی اُسکے جو ہدایہ اور زیلعی مین ہی یعنے ہدایہ اور اکثر کتب مین یہ ہی کہ جو مصالح مسلمین مین صرف ہوتا ہی وہ تیسری قسم کا ہی اور چوتھے کا مصرف جو مشہور ہی وہ یہ ہی کہ لقیط جو فقیر ہو اور وہ فقرا جنکا کوئی ولی نہو تو اس قسم سے انکا نفقہ اور دوا اور کفن اور جنایت کا عوض خرچ کیا جاوے جیسا زیلعی وغیرہ مین ہی حاصل یہ ہی کہ اسکا مصرف عاجز فقرا ہین پس اگر ناظم رابع کو ثالث کی جگہ رکھتا یعنے ورابعها خواہ عاجزون وثالثها مصرفہ جہات کہتا تو اکثر کتابون کے موافق ہوتا کذا قالہ الشامی

باب المصرف

ای مصرف الزکوٰۃ والعشر یہ باب ہی مصرف زکوٰۃ اور عشر کے خرچ کے مواقعون کے بیان مین ہم سابق گذر چکا کہ عشر سے مراد منسوب الی العشر ہی یعنے عشر اور نصف عشر اور ربع العشر قہستانی مین ہی کہ جو مصرف عشر کا ہی وہی مصرف صدقہ فطر اور کفارہ اور نذر اور واجب صدقون کا ہی واما خمس المعدن فمصرفہ کالغنائم اور معدن کے خمس کا مصرف مانند غنیمت کے ہی م یہ جملہ اقتصار زکوٰۃ و عشر کی وجہ کی طرف اشارہ ہی یعنے خمس معدن کا ذکر کرنا اس جگہ مناسب نہین اگرچہ عنایہ اور معراج مین ذکر کیا ہی اور اولے یہ تھا کہ شارح خمس الرکاز کہتا تا کہ کنز کو بھی شامل ہوتا کیونکہ مصرف مین کنز بھی مثل معدن کے ہی کذا فے الشامی ہو فقیر وہو من لہ ادنی شئ ایک مصرف زکوٰۃ و عشر کا فقیر ہی اور فقیر وہ ہی جسکے پاس تھوڑا مال ہی م فقیر کو مقدم کیا آیت[1] شریف کے اتباع سے اور اسلیے کہ فقیر شرط ہی جمیع اقسام مین سوا عامل اور مکاتب اور مسافر کے اور شے سے مراد نصاب نامی ہی اور ادنی سے مراد اس سے کم اور ظاہر یہ تھا کہ کہتا لا یملک نصابًا نامیا لیکن چونکہ تمیز فقیر اور مسکین مین مقصود ہی نہ غنی مین اور فقیر مین اور مسکین کے معنی یہ ہین کہ اُسکے پاس کچھ نہو تو اُسکے مقابلے کی جہت سے فقیر کے یہ معنی ہوے کہ اُسکے پاس کچھ مال ہو کذا فی الشامی مختصرًا بتصرف ای دون نصاب اوقدر نصاب غیر نام مستغرق فے الحاجۃ یعنے کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کے برابر ہو اور حاجت مین مشغول ہو م حاجت مین مشغول جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور اپنے پیشہ کے آلات اور کتابین جسکو اُنکی ضرورت ہو پڑھانے مین یا یاد کرنے مین یا تصحیح مین جیسا زکوٰۃ کے شروع مین بیان اسکا گذرا پس اگر یہ چیزین مستغرق بالحاجۃ ہین تو مالک کو مباح ہی زکوٰۃ کا لینا نہین تو حرام ہی بلکہ اُس شخص پر زکوٰۃ کے سوا اور حقوق لازم ہونگے یعنے صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ ومسکین من لا شئ لہ علی المذہب دوسرا مصرف زکوٰۃ و عشر کا مسکین ہی یعنے وہ شخص جسکے پاس کچھ نہو بنا بر مذہب صحیح م یعنے مذہب یہ ہی کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہی فقیر سے اور بعض نے اسکے برعکس کہا ہی لیکن پہلا اصح ہی کذا فی البحر اور یہی قول ہی اکثر سلف کا اور عطف سے مفہوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صنفین ہین مصارف کی اور یہی امام صاحب کا قول ہی اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہ دونون ایک ہی صنف ہین کذا فی الشامی عن النہر لقولہ تعالی او مسکینا ذا متربۃ بدلیل قول حق سبحانہ تعالے کے یا مسکین خاک مین ملا م یعنے اپنی جلد مٹی مین گڑھا کھود کر چھپا رکھی ہی کہ قائم مقام ازار کے ہو ازار نہونے کی جہت سے یا اپنے پیٹ کو زمین سے لگا رکھا ہی بھوک کی شدت سے اور آیت شریف سے استدلال اس بات پر موقوف ہی کہ ذا متربۃ صفت کاشفہ ہی احترازی نہین ہی اور آثار اسکے مخالف ہین باقی فتح القدیر مین مذکور ہی وآیۃ السفینۃ للترحم اور آیۃ سفینہ مین مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہی م جو لوگ فقیر کو زیادہ تنگ حال کہتے ہین وہ آیہ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر سے استدلال کرتے ہین کہ انکے پاس کشتی تھی پھر انکو مساکین فرمایا اسکا جواب دیا کہ انکو مساکین ترحمًا کہا ہی اور دوسرا جواب بھی دیا گیا ہی کہ وہ کشتی انکی ملک نہ تھی بلکہ وہ مزدور تھے یا بعاریت تھی کذا فی الفتح اس صورت مین لام واسطے اختصاص کے ہوا نہ واسطے ملک کے کذا فی الشامی وعامل یعم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہی اور یہ عام ہی ساعی اور عاشر کو ساعی وہ کہ قبائل مین سوائم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ جو امام نے عشر وغیرہ

یعنے کو شرک پر معین کیا ہو فیعطی ولو غنیا لا ہاشمیا لانہ فرغ نفسہ لہذا العمل فیحتاج الی الکفایۃ والغنی لایمنع من تناولہا عند الحاجۃ کابن السبیل بحر

عن البدائع سو عامل کو زکوۃ کے مال مین سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلیئے کہ اُسنے اپنی ذات کو اسی کام مین لگا دیا پس اسکو ضرورت ہی

خرچ کی کہ اُسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اُسکی ممانعت نہین ہی جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع م یعنے عامل اپنے عمل کی

اجرت لیتا ہی اسلیئے اگر زکوۃ ادا کرنے والے امام کو خود ادا کرین تو عامل کو کچھ نہین ملیگا اور اگر ہلاک ہوجاویگا سب مال عامل کا جمع کیا ہوا

تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن اسمین شبہہ صدقہ ہونے کا ہی بدلیل ساقط ہونے زکوۃ کے مال والون کے ذمہ سے سو اس جہت سے عامل ہاشمی کو

لینا حلال نہین کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیے اور غنی کو حلال ہی کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبے شرافت کو

نہین پہونچتا تو اُسکے حق مین شبہہ معتبر نہوا زیلعی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث مین موجود ہی اور نہایہ مین ہی کہ اگر

عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اُسکو اسمین سے روزینہ دیوین تو اُسکو لینا نہین چاہیے اور اگر وہ یہ کام کرے

اور روزینہ دوسری جگہہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین بحر مین کہا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ اُسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہی اور اُسکو اجرت

صدقات سے لینا مکروہ ہی نہ حرام الخ مراد کراہت تحریم ہی کیونکہ علما اسکو لایحل سے تعبیر کرتے ہین کذا قالہ الشامی وبہذا التعلیل یقوی مانسب

للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی ما لا بد منہ کذا

ذکر المصنف اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہی وہ روایت جو منسوب ہی واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوۃ لینا جائز ہی اگرچہ

غنی ہو جب اپنے آپ کو لگادے پڑھنے پڑھانے مین کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہی اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہی یہی

ذکر کیا ہی مصنف نے م یعنے انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہی اگر زکوۃ لینا اُسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو اُسکے پاس ہی

وہ فنا ہوجائیگا پھر وہ محتاج ہوجاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا پھر ذہن سست ہوجاویگا اور یہ خاص مسئلہ مخالف ہی اُسکے جو علما نے

غنی کو زکوۃ لینا مطلقا حرام کہا ہی اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہین کیا ہی کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹھیک ہی اور بہتر ہی کہ

طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھ مقید کرین اور طالب علم فقیر کو مال زکوۃ وغیرہ کے سوال کے لیے اجازت ورخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر

قادر ہو بقدر عملہ ما یکفیہ واعوانہ بالوسط یعنے عامل کو اجرت دیجاوے اُسکے عمل کے موافق اسقدر کہ اُسکو اور اُسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط درجہ

پر م اسلیئے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے مین حرام ہی کیونکہ اسراف ہی اور امام کے ذمہ ہی کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہووے

لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضہ لیکن زر مقبوضہ کے آدھے سے زیادہ نہ دیا جاوے م یعنے اگر قدر کفایت تمام مال زکوۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے

زیادہ نہ دیوین اسلیئے کہ تنصیف عین انصاف ہی کذا فی البحر ومکاتب لغیر ہاشمی چوتھا مصرف زکوۃ کا مکاتب ہی کہ ہاشمی کا مکاتب نہو م کیونکہ

جب ہاشمی کے آزاد کیے ہوے غلام کو زکوۃ کا مال دینا درست نہین تو مکاتب مین تو کچھ عبدیت باقی ہی اُسکو بطریق اولے دینا جائز نہین اور

مکاتب کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہی اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہوگیا ہو کہ اُسکی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ

نصاب کو پہونچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاہ ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہوجاوے تو مال زکوۃ کا جو مکاتب کے پاس ہی اُسکے مولی کو حلال ہی

اگرچہ مولی غنی ہو م اسلیئے مولی کی ملک مین جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک مین آچکا ہو اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہی اور

ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا لہا صدقۃ ولنا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن سبیل وصل لمالہ جسطرح

حلال ہی فقیر کو کہ غنی ہوجاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پہونچ جاوے م یعنے اگر فقیر کے پاس مال زکوۃ کا باقی ہو اور پھر اُسکو غنا حاصل ہو تو

جو مال اُسکے پاس موجود ہو اُسکو حلال ہو کیونکہ اعتبار فقر و غنا کا ادا کے وقت ہو اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا اور ایسا ہی مسافر کذا فی الشامی وسکت عن المؤلفة قلوبہم لسقوطہم اما بزوال العلة اور سکوت کیا مصنف نے مؤلفة القلوب کے حال سے کیونکہ وے ساقط ہو گئے حضرت ابو بکر رض کی خلافت مین باجماع صحابہ رض یا تو اس جہت سے کہ وجہ اُنکے دینے کی نرہی م مؤلفة القلوب وہ لوگ کہ اُنکی خاطر داری سے مال صدقہ اُنکو ملتا تھا اور وہ تین قسم تھے ایک قسم کفار تھے حضرت اُنکو اسوجہ سے عطا فرماتے تھے تاکہ ایمان لے آوین اور ایک قسم ایسے تھے کہ دفع ایذا کے لیے اُنکو دیتے تھے اور ایک قسم اسلام لائے تھے لیکن ضعیف الایمان تھے حضرت اُنکو اسلیے دیتے تھے کہ ایمان پر ثابت رہین غرضکہ ان لوگون کو دینا اسلام کی عزت و غلبہ کے لیے تھا تو جب ایمان رفتہ رفتہ زور پکڑ گیا اُنکے دینے کی حاجت بھی نرہی کذا فی الشامی او نسخ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعاذ فی آخر الامر خذہا من اغنیاءہم وردہا فی فقراءہم یا اس جہت سے کہ مؤلفة القلوب کو دینا منسوخ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے معاذ بن جبل کو آخر امر مین کہ لے صدقہ اُنکے اغنیا سے اور دے اُنکے فقیرون کو م الفاظ اس حدیث شریف کے جیسا فتح مین صحاح ستہ سے منقول ہین یہ ہین فاعلمہم ان اللہ فرض علیہم صدقة توخذ من اغنیاءہم فترد علی فقراءہم الخ اور جن لفظون سے کہ شارح نے بہ تبعیت ہدایہ نقل کیا ہو سو حافظ ابن حجر نے کہا ہو کہ مین نے کسی مسند مین نہین دیکھا الحاصل چونکہ ضمیر فقراءہم کی مسلمین کیطرف پھرتی ہو تو مؤلفة القلوب مین سے کفار کو یا اغنیا کو نہ دینا چاہیے اور یہ حدیث اجماع کی سند ہو پس نسخ حضرت کی حیات مین حدیث مذکور سے ہوا جسکو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو اُسکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کی ناسخ ہو سکے اور بحر مین اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہو جسکو حضرت عمر رض نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تھا قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر اور اجماع کو ناسخ نہین ٹھہرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اور اجماع نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو منح مین ذکر کیا ہو قالہ الشامی ومدیون لا یملک نصابا فاضلا عن دینہ پانچوان مصرف زکوة کا مدیون ہو کہ اُسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہونچے م شامی نے کہا کہ آیت شریف مین جو غارم کا ذکر ہو اُس سے مراد مدیون ہو وفی الظہیریة الدفع للمدیون اولی من الفقیر اور ظہیریہ مین ہو کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت زیادہ مناسب ہو کیونکہ اُسکو احتیاج زیادہ ہو وفی سبیل اللہ وہو منقطع الغزاة چھٹا مصرف زکوة کا خدا کی راہ مین صرف کرنا یعنے جو غازی لشکر اسلام سے نہین مل سکتے فقر کی جہت سے یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو اُنکو صدقہ لینا حلال ہو اگرچہ وہ کسب کر سکتے ہون اسلیے کہ اگر کسب مین مشغول ہونگے تو جہاد سے رہجائینگے کذا فی قہستانی وقیل الحاج اور ایک قول یہ ہو کہ فی سبیل اللہ سے مراد منقطع الحاج ہو یعنے جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ مین نہین مل سکتے اور حاج اگرچہ مفرد ہو لیکن بمعنے حجاج ہو اور یہ قول امام محمد کا ہو اور پہلا قول امام ابو یوسف کا اور مصنف نے اُسکو اختیار کیا ہو کنز کے اتباع سے غایة البیان مین ہو کہ یہی اظہر ہو اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہو وقیل طلبة العلم اور کہا گیا ہو کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہین کذا فی الظہیریة والمرغینانی وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب اور بدائع مین فی سبیل اللہ کی تفسیر کی ہو کل تقربات اور خیرات سے سو داخل ہو اسمین ہر شخص کہ خداے تعالی کی طاعت مین اور سبیل خیرات مین سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو کذا فی الشامی وثمرة الاختلاف فی نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہو اوقاف وغیرہ مین م یعنے اختلاف حکم مین نہین اسلیے کہ بشرط احتیاج ان سب کو دینا جائز ہو خواہ غازی ہون خواہ حاجی خواہ طالب علم مگر اختلاف لفظی ہو کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ یا وصیت کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہونی چاہیے کذا قالہ الشامی بتصرف وابن السبیل وہو کل من لہ مال لا معہ ساتوان مصرف مسافر ہو

یعنے وہ شخص کہ اسکی ملک مین مال ہو لیکن اُسکے ساتھ نہین م یعنے وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن مین اسطرح ہو کہ اُسکا قرضہ لوگون کے ذمہ ہو اور اُسکے لینے پر قادر نہو کما فی المنہر عن النقایہ اور فتح القدیر مین کہا ہو کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہین اور اولی یہ ہو کہ قرض لے اگر قدرت ہو لیکن لازم نہین اور نہ بچے ہوے کا صدقہ کرنا واجب ہو جب اُسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اُسکو حاجت سے زیادہ لینا بھی درست ہو قالہ الشامی ومنہ مالو کان مالہ موجلا او علے غائب او معسر او جاحد ولو لہ بینۃ فے الاصح اور اسی قسم مین شامل ہو اگر ہو اسکے پاس مال اُدھار یا کسی شخص غائب کے ذمہ یعنے اگرچہ نقد ہی ہو یا مفلس پر یا منکر پر اگرچہ اُسکے پاس گواہ بھی ہون اصح روایت پر م یعنی اگر مال موجل ہو اور اُسکو نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اُس مدت مقرر کے لیے زکوۃ کا لینا جائز ہو کذا فی النہر عن الخانیہ اور اگر مفلس پر اُسکا دین آتا ہو تو اصح اقوال مین زکوۃ لینا جائز ہو کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہو اور اگر مدیون اقرار کرتا تو اگر تونگر ہو تو نہین جائز کما فی الخانیہ اور فتح القدیر مین ہو کہ اگر کوئی عورت فقیرہ کہ اُسکا مہر اُسکے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہو اور خاوند مالدار ہو اسطرح کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو زکوۃ لینی جائز نہین اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہو بحر مین کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہو اور اخذ زکوۃ سے مانع نہین کذا قالہ الشامی والباقی نیز یصرف المزکی الے کلہم اولے بعضہم ولو واحدا من اے صنف کان زکوۃ دینے والے کو اختیار ہو کہ زکوۃ ان سب اقسام مین صرف کرے یا بعض مین اگرچہ ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا لان ال الجنسیۃ تبطل الجمعیۃ اسلیے کہ الف لام جنسی جمع کے معنون کو کھو دیتا ہو م حلبی نے کہا کہ یہ علت ہو ایک فرد پر اقتصار کرنے کی اقسام سبعہ مذکورہ مین سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنے کی وجہ یہ ہو کہ مراد آیہ شریف مین بیان اُن اصناف کا ہو جنکو دینا جائز ہو نہ اُنکی تعیین کذا فی البحر وشرط الشافعی ثلثۃ من کل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہو کہ مزکی ہر قسم مین سے تین تین شخصون کو دیوے ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کما مر اور شرط ہو کہ دینا زکوۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور اباحت کے جیسا گذرا اول کتاب الزکوۃ مین اور فرق تملیک و اباحت مین مترجم نے اس جگہ بیان کیا ہو لا یصرف الے بناء نحو مسجد خرچ نکرے زکوۃ مسجد وغیرہ کی بنا مین م مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس قسم کی چیزین ہون کہ جسمین تملیک نہو کذا قالہ الشامی عن الزیلعی ولا الے کفن میت اور نہ خرچ کرے میت کے کفن مین م اسلیے کہ میت مین مضمون تملیک کا نہین بن سکتا اسیواسطے اگر میت کو کوئی درندہ کھا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث کا کذا فی النہر وقضاء دینہ اور میت کے دین کے ادا کرنے مین نہ صرف کرے م اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی تملیک کو مقتضی نہین مثلاً اگر آپسمین داین اور مدیون مان لیوین کہ دین ذمہ پر نہین تو ادا کرنیوالا اپنا دیا ہوا داین سے ہٹا سکتا ہو اور مدیون اُسکو نہین لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تملیک نہوا تو مردہ کا بطریق اولی نہوگا کذا فی الشامی اما دین الحی الفقیر فیجوز لو بامرہ لیکن دین زندہ محتاج کیطرف سے ادا کرنا جائز ہو مال زکوۃ سے اگر اُسکی اجازت سے ہو م یعنے اسوجہ سے کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور داین نے فقیر کی طرف نیابۃً قبض کر لیا پھر اپنے دین مین مجرا کر لیا کذا فی الفتح ولو اذن فمات فاطلاق الکتاب یفید عدم الجواز وہو الاوجہ نہر اور اگر فقیر اجازت دیکر مرگیا تو اطلاق کتاب قدوری کا مفید ہو عدم جواز کو اور یہی وجیہ ہو کذا فی النہر م کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ دونون نے دین میت کو مطلق رکھا یعنے امر کی قید نہین لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہو ہدایہ کی شرح مین کہ کہا ہو کہ اگر زکوۃ کے قصد سے کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اُسکے امر سے تو جائز ہو اور ظاہر خانیہ کا بھی اسی کے موافق ہو لیکن ظاہر اطلاق کتاب کا مفید ہو عدم جواز کو نیت مین ہر حال مین اور خلاصہ سے بھی ظاہر ایسی معلوم ہوتا ہو کہ اسمین کہا ہو اگر ادا کرے دین زندہ کا یا مردہ کا بغیر اذن زندہ کے تو نہین جائز ہو پس زندہ کو مقید رکھا اور مردہ کو مطلق اور وہو الاوجہ سے یہ غرض کہ زکوۃ مین تملیک ضروری ہو

اور صرف امر کرنے سے تملیک نہین ہوتی کیونکہ جب مامور نے قبضہ کیا اُسوقت مدیون مردہ ہی تملیک کے لائق نہین حالانکہ مامور کے قبض کے وقت
اُسکا تملیک کے لائق ہونا چاہیے کذا ذکرہ الشامی **ولا الی ثمن ما ای قن یعتق** اور نہین جائز صرف کرنا زکوٰۃ کا قیمت مین اُس غلام کی جو آزاد ہوگا
ہم یعنی زکوٰۃ کے مال سے غلام خریدکر آزاد کرے توزکوٰۃ ادا نہوگی یا اپنے باپ کو مثلاً زکوٰۃ کی نیت سے خریدے تب بھی زکوٰۃ ادا نہوگی بعدم
التملیک وہو الرکن بسبب نہونے تملیک کے اور یہی جزو اعظم ہی یہ علت ہی سب مسائل مذکورہ کی قالہ الشامی وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق
علے الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء اور ہم پہلے بیان کرچکے کہ حیلہ زکوٰۃ کی درستی کے لیے یہ ہی کہ کسی فقیر کو زکوٰۃ دے اور یہ کہدے کہ
امورات مذکورہ مین اپنی طرف سے صرف کردے کہ اُس شخص کو زکوٰۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اُس خیرات مین صرف کرنے کا
کذا فی البحر وہل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاہر نعم رہی یہ بات کہ فقیر کو زکوٰۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہی یا نہین مین نے
اس مسئلہ کو کہین نہین دیکھا اور ظاہر یہ ہی کہ یہ مخالفت پہونچتی ہی اسلیے کہ فقیر مذکور جب مالک ہوگیا تو اپنی ملک مین جو چاہے سو کرے کذا فی النہر
ولا الی من بینہما ولاد اور نہ اُس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہی کہ اُنمین اور دینے والے مین قرابت توالد کی ہو م اسلیے کہ منافع املاک کے
آپس مین ملے جلے ہین تو تملیک پوری پوری نہوگی کذا فی الہدایہ اور ولاد شامل ہی سب اصول کو یعنی مان باپ دادا دادی نانا نانی
وغیرہم اور شامل ہی سب فروع کو یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور ایسا ہی ہر صدقہ واجبہ
جیسے فطرہ نذر کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہی بلکہ مستحسن ہی کذا فی البدائع مان باپ کے لیے حیلہ کرنا اسطرح کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دیدے
اور کہے کہ اُنپر صرف کردے مکروہ ہی کما فی القنیہ اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ یہ مسئلہ مشہور ہی اور اکثر کتابون مین مذکور ولو مملوکا
لفقیر اگرچہ ولاد والا مملوک کسی فقیر کا ہو یعنی اُسکو زکوٰۃ دینا تب بھی ناجائز ہی **او بینہما زوجیۃ ولو مبانۃ** یا دینے والے اور لینے والے
مین رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ الگ کی ہوئی ہو یعنی عدت مین ہو اگرچہ مین طلاق کی عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایہ
وقالا تدفع ہی لزوجہا اور صاحبین کہتے ہین کہ عورت دے سکتی ہی اپنے خاوند کو بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن
مسعود کی زوجہ کو جب اُنھون نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور اولاد زیادہ مستحق ہین کذا فی الطحطاوی **ولا الی مملوک المزکی**
اور نہین جائز زکوٰۃ دینا اپنے مملوک کو م یا اپنے ناتے والے کے مملوک کو جنمین قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر اور فتح مین کہا ہی
کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہین جیسا اپنے بیٹے کو نہین جائز شرنبلالیہ **ولو مکاتبا او مدبرا** اگرچہ مملوک مکاتب ہو یا مدبر م
یعنی اسوجہ سے کہ عبد اور مدبر مین تو تملیک نہوئی کہ وہ لیاقت مالک ہونے کی نہین رکھتے اور مکاتب کے کسب مین مولے کا حق ہی
کذا فی الزیلعی **ولا الی عبد اعتق المزکی بعضہ** اور نہین جائز زکوٰۃ دینا اُس غلام کو کہ مزکی نے اُسکے بعض کو یعنی نصف یا چوتھائی
وغیرہ کو آزاد کیا ہو سواء کان کلہ لہ او بینہ وبین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا لا یدفع لہ لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہی کہ ہووے غلام
بتمامہ مزکی کا یا مشترک ہو اُنمین اور اُسکے بیٹے مین پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی سو مزکی ایسے غلام کو زکوٰۃ نہین دے سکتا
اسلیے کہ وہ یا اُسکا خود کا مکاتب ہی یا اُسکے بیٹے کا م کیونکہ جب غلام بتمامہ اُسکا ہی یا اُسین اور اُسکے بیٹے مین مشترک ہی اور باپ
تونگر ہی اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے بھرلیا اور باپ نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا کہ جب اُسقدر
ادا کردے تو آزاد ہو اور اگر باپ مفلس ہی یا تونگر لیکن بیٹے نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا اور بیٹے کے
مکاتب کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہین اور ہمنے جو تقریر کی اُس سے واضح ہوا کہ لفظ معسرا کا قید احترازی نہین ہی پھر

شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکھا اس جہت سے کہ سعی کرنے مین مشابہ مکاتب کے ہی قالہ الشامی واما المشترک بینہ وبین الاجنبی فحکمہ
علم مما مر اور اگر غلام مشترک درمیان مزکی کے اور کسی اجنبی کے ہو تو اُسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے م بحر مین ہی کہ اگر غلام مشترک
دو شخصون اجنبیون مین ہو پس آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ مفلس ہی اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اُسکو
زکوۃ دے سکتا ہی کیونکہ یہ مکاتب اُسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو نہین پہونچتا کہ اُسکو زکوۃ دے کیونکہ اُسکا مکاتب ہی اور اگر معتق
تو انگر ہو اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت غلام کو زکوۃ دے سکتا ہی اسلیے کہ یہ اجنبی ہی اور معتق زکوۃ نہین دے سکتا جب
اختیار کرے ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ اس صورت مین وہ اسی کا مکاتب ہی کذا قالہ الشامی لانہ انا مکاتب نفسہ او غیرہ
اسواسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اُسکا خود کا ہی یا غیر کا م اسکی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہو سکتی ہی وقالا یجوز مطلقا اور صاحبین کہتے مین
کہ جائز ہی ہر صورت مین م یعنے معتق مالدار رہو یا مفلس اور غلام بتمامہ اُسکا ہو یا مشترک درمیان اُسکے اور اُسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو کذا
قالہ الشامی لانہ حر کلہ او حر مدیون فافہم اسلیے کہ وہ غلام آزاد ہی بتمامہ یا آزاد ہی اور قرضدار سو اسکو سمجھ لے م بتمامہ آزاد ہی یعنے غیر مدیون
جبکہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اُسکا ہو مگر معتق تو انگر ہو اور شریک اُس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اُس صورت مین کہ معتق مفلس ہو
اس لیے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کماویگا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہ مسئلے اسپر مبنی ہین کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت کو اختیار
ہی چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کموائے بشرطیکہ آزاد کرنے والا مفلس ہو اور اگر وہ مالدار
ہو تو شریک مذکور اُس سے تاوان بھی لے سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت مین بجز غلام سے کموانے کے اور مالداری کی صورت مین
بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہین رکھتا چنانچہ کتاب العتق مین آویگا اور فافہم کا اشارہ اسطرف ہی کہ ہمنے تحریر طلوع کی
اسطرح کی کہ جو اعتراض درر مین ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہی یہان نہین وارد ہوتا اگرچہ شراح نے تکلف کرکے تاویلین کی ہین جیسا ملاحظہ
کتب ہدایہ و درر سے واضح ہی کذا فی الشامی ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ من ای مال کان اور نہین جائز زکوۃ
دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زاید ہو اگرچہ کسی مال کی ہو م واضح ہو کہ نصاب تین ہین ایک نامی جو دیون سے
زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سب مالی چیزون کی واجب کرنے والی ہی مثل زکوۃ و کفارات وغیرہ کے دوسری نصاب غیر نامی
کہ دین اور حاجتون سے زائد ہو اسکے باعث قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبون کا نفقہ واجب ہوتا ہی اور زکوۃ کا لینا ایسے نصاب
کے مالک کو بھی حرام ہی جیسے مال کی نصاب نامی کے مالک کو حرام ہی اور ایک نصاب وہ ہی جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہی وہ غذا
ایک روز کی ہی اُسکو نصاب کہنا مجاز شرعی ہی کذا فی الطحطاوی اور تتارخانیہ مین صغرے سے منقول ہی کہ ایک شخص کے پاس گھر ہی کہ اُسمین
رہتا ہی لیکن اُسکی قدر حاجت سے زیادہ ہی کہ سب مکان رہنے مین مشغول نہین تو اُسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت مین حلال ہی اور یہی مین
یہ ہی کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہی کہ اُسکو بوتا ہی یا دکان کہ اُسکا کرایہ کھاتا ہی یا مکان ہی کہ کرایہ اُسکا تین ہزار ہین اور
اُسکے عیال کے نفقہ کو برس دن کے لیے کفایت نہین کرتا تو اُسکو زکوۃ کا لینا حلال ہی اگرچہ اُسکی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہو اور اسی پر
فتوے ہی اور شیخین کے نزدیک نہین حلال کذا قالہ الشامی کمن لہ نصاب سائمۃ لا تساوی مائتی درہم کما جزم بہ فی البحر والنہر
واقرہ المصنف قائلا وبہ یظہر ضعف ما فی الوہبانیۃ وشرحہا من انہ تحل لہ الزکوۃ وتلزمہ الزکوۃ الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہین اُس
۲۰ شخص کو کہ اُسکے پاس سوائم کی نصاب ہو کہ دو سو درہم کی قیمت کو نہ پہونچتی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر مین جزم کیا ہی اور اسی کو مصنف

نے ثابت رکھا یون کہکر کہ اس سے ظاہر ہو گیا ضعف اُسکا جو وہبانیہ اور اُسکی شرح مین مذکور ہی یعنے اُسکو زکوۃ لینا حلال ہی اور اُسکے اوپر زکوۃ دینا لازم ہی الخ ہم بحر مین کہا ہی کہ نصاب نامی مین داخل ہی پانچ اونٹ پس اگر پانچ اونٹ کا مالک ہو یا کسی اور نصاب کا سوائم مین سے کسی مال مین سے ہو تو اُسکو زکوۃ مین سے دینا جائز نہین برابر ہی کہ دوسو درہم کو اُسکی قیمت پہونچے یا نہ پہونچے اور ہدایہ کے شارحون نے اسکی تصریح کی کذا قالہ الشامی لکن اعتمد فی الشرنبلالیۃ ما فی الوہبانیۃ وحررہ وجزم بان ما فی البحر وہم لیکن شرنبلالیہ مین وہبانیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہی اور جزم کیا ہی کہ بحر مین جو مذکور ہی وہ وہم ہی ہم شرنبلالیہ مین کہا ہی کہ جو بحر مین اسکے خلاف مذکور ہی سو وہ وہم ہی پس اس سے متنبہ رہو حالانکہ صاحب بحر نے اُسکے مخالف اشباہ و نظائر کے انغاز مین ذکر کیا ہی پس اپنے قول کا آپ ہی خلاف کیا اور مین نے کسی کو نہین دیکھا ہدایہ کے شارحون مین سے کہ بحر کے موافق تصریح کی ہو بلکہ اُنکی عبارت سے اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہی اور اکثر کتابون مین اُسکی تصریح کی ہی کہ اعتبار سوائم کی قیمت کا ہی اشباہ اور سراج اور وہبانیہ اور اُسکی دونون شرحون اور ذخائر اشرفیہ اور جوہرہ مین مذکور ہی کہ غنیانی نے کہا کہ جب کسی شخص کے پاس پانچ اونٹ ہون کہ اُنکی قیمت دوسو درہم سے کم ہو تو اُسکو زکوۃ لینا حلال ہی اور اُسپر زکوۃ واجب بھی ہی اور اس سے ظاہر ہوا کہ معتبر نصاب نقد کی ہی کسی مال سے ہو وہ مال اپنی جنس کے اعتبار سے نصاب کو پہونچے یا نہ پہونچے انتہی ما قالہ الغنیانی یہ شرنبلالیہ کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہی شامی مین اُسکو زیادہ بسط سے بیان کیا ہی اور بحر کے کلام مین اور اُسمین تطبیق کی ہی جو چاہے وہان ملاحظہ کرے ولا الی مملوکہ ای الغنی ولو مدبرا اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کے مملوک کو اگرچہ مدبر ہو ہم اس سے معلوم ہوا کہ فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہی کما فی منیۃ المفتی اور مدبر کے حکم مین اُم ولد ہی قالہ الشامی عن البحر او زمنا لیس فی عیال مولاہ او کان مولاہ غائبا علی المذہب اگرچہ مملوک اپاہج اپنے مولے کی عیال مین نہو یا مولے اُسکا غائب ہو تب بھی اُسکو زکوۃ دینا درست نہین بنا بر مذہب صحیح کے ہم ذخیرہ مین کہا کہ روایت ہی ابو یوسف سے کہ اُسکو زکوۃ دینا جائز ہی فتح القدیر مین کہا کہ اسمین نظر ہی کیونکہ وجہ امتناع کی یہ ہی کہ زکوۃ عبد کی ملک نہین ہوتی بلکہ مولے اُسکی ملک ہوتی ہی اور وہ غنی ہی اور اُسکا جواب اسطرح دیا جا سکتا ہی کہ جس صورت مین کہ مولے غائب ہی اور مملوک کسب پر قادر نہین تو ابن السبیل کے درجہ سے تو کم نہین ہی کہ جسکو زکوۃ لینا جائز ہی کذا فی الشامی لان المانع وقوع الملک لمولاہ اس واسطے کہ عدم جواز زکوۃ اس جہت سے ہی کہ جو عبد کو دیا جاتا ہی وہ اُسکے مولی کی ملک ہو جاتا ہی غیر المکاتب والماذون المدیون بمحیط فیجوز غنی کے غلام کو زکوۃ دینا جائز نہین سوائے مکاتب کے اور ماذون لہ کے جسپر دین اتنا ہو کہ اُسکے رقبہ اور کسب کو محیط ہو سو انکو زکوۃ دینا جائز ہی ہم مکاتب کی وجہ پہلے گذر چکی اور ماذون لہ اس جہت سے کہ اُسکے کسب کا مالک امام صاحب کے نزدیک مولی نہین ہوتا اس صورت مین بخلاف صاحبین کے قول کے قالہ فی البحر ولا الی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر اور زکوۃ دینا جائز نہین غنی کے لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے ہم یعنے بالغ کو اگرچہ اپاہج ہو نفقہ کے مقرر ہونے سے پہلے زکوۃ کا دینا بالاجماع جائز ہی اور بعد تقرر کے امام محمد کے نزدیک جائز ہی برخلاف امام ابو یوسف کے اور اسی قیاس پر باقی اقارب ہین اور غنی کی دختر خاوند والی مین اختلاف ہی اور صحیح جواز ہی اور یہی قول طرفین کا ہی اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی النہر وابیہ وامراتہ الفقراء وطفل الغنیۃ فیجوز لانتفاع المانع اور بخلاف غنی کے باپ کے اور اُسکی بی بی کے بشرط فقیر ہونے کے بخلاف مالدار عورت کے لڑکے کے یعنے اگرچہ اُسکا باپ نہو کذا فی البحر سو ان سب کو زکوۃ دینا جائز ہی واسطے نہونے مانع کے ہم یہ سب کی علت ہی یعنے چھوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہی اپنے باپ کے غنا سے بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور اسی طرح لڑکا اپنی مان کے مالدار ہونے سے غنی نہین شمار کیا جاتا ہی حلبی عن البحر

ولا الی بنی ہاشم اور نہین جائز ہی زکوۃ دینا بنی ہاشم کو ہم جاننا چاہیے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی
اُسکے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوے جنمین سے ایک عبد المطلب ہین باقیون کی نسل منقطع ہوگئی
عبد المطلب کے بارہ بیٹے ہوے سو زکوۃ ان سب کو دیجا سکتی ہی بشرطیکہ مسلمان اور حاجتمند ہون مگر اولاد حضرت عباس کی اور
حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنے حضرت علی وجعفر وعقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو بطور اطلاق
بیان کرنا نچاہیے اسلیے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوۃ حرام نہین ہی بلکہ بعض پر حرام ہی کذا فی الشامی الامن ابطل النص قرابتہ وہم بنو لہب
فتحل لمن اسلم منہم کما تحل لبنی المطلب مگر اُسکو جائز ہی کہ جسکی قرابت بنص رسول صلے اللہ علیہ وسلم منقطع ہوگئی اور وہ ابو لہب کی اولاد
ہین پس جو انمین سے اسلام لے آیا اُسکو زکوۃ جائز ہی جیسا حلال ہی مطلب یعنے ہاشم کے بھائی کی اولاد کو ہم نص سے مراد قول
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لا قرابۃ بینی وبین ابی لہب فانہ اثر علینا الا فجرین اور بعض نسخ مین بنو ابی لہب ہی اور یہی درست ہی
کذا قالہ الشامی ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع وقول العینی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لا یجوز نہر پھر ظاہر مذہب یہ ہی کہ بنی ہاشم کو مطلقاً
ممنوع ہی یعنے خواہ بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ مین ممنوع ہی اور عینی نے جو کہا ہی کہ جائز ہی ہاشمی کو کہ زکوۃ دے
اپنے مثل یعنے ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیے کہ نہین جائز ہی کذا فی النہر ابو عصمہ نے امام سے روایت کی ہی کہ فی زماننا بنی ہاشم کو
زکوۃ دینا جائز ہی اسلیے کہ زکوۃ کا عوض یعنے پانچوین حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تھا وہ اُنکو نہین پہونچتا کیونکہ غنیمت کے
باب مین اور اُسکو مستحقین مین صرف کرنے مین لوگ تغافل کرتے ہین اور جب عوض اُنکو نہ پہونچا تو اصل کی طرف رجوع کیا
کذا فی البحر اور نہر مین کہا ہی کہ امام ابو یوسف نے کہا ہی کہ ہاشمی ہاشمی کو دیدے اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہی اور عینی مین جو یہ
کہا ہی کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہی کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوۃ دیدے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمین صحیح لفظ لا یجزے
چاہیے یعنے امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کو دینا کافی نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہین پھر درست ہونے
کی صورت مین اُنکے خلاف کے کیا معنی ہونگے اور شارح کے اختصار مین ابہام ہی قالہ الشامی عن الحلبی ولا الے موالیہم ای عتقائہم فارقائہم اولے
اور نہین جائز زکوۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوے غلامون کو اور جب آزاد کیے ہوؤن کو نہین جائز تو غلامون کو بطریق اولے نہین
جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہی لحدیث مولی القوم منہم بنی ہاشم کے موالی کو زکوۃ دینا جائز نہین بسبب اس حدیث
شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ اُنھین مین سے ہوتا ہی ہم اسکو روایت کیا ہی ابو داؤد ترمذی اور نسائی نے بلفظ موالے
القوم من انفسہم وانما لا تحل لنا الصدقۃ ہم ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور یہ حکم صدقہ کی حرمت وحلت کے باب مین ہی بجمیع
وجوہ مین کیونکہ موالے اپنے معتق کا کفو نہین ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر ہو تو جزیہ لیا جاتا ہی اور تغلبی کے آزاد
کیے ہوے سے دو چند نہین لیا جاتا کذا فی النہر قالہ الشامی وہل کانت تحل لسائر الانبیاء خلاف واعتمد فی النہر حلہا لا قربائہم لا لہم
اور باقی انبیاء علے نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کے لیے صدقہ حلال تھا یا نہین اسمین خلاف ہی اور نہر مین حلت کو معتمد کیا ہی اُنکے
اقربا کے لیے نہ اُنکے خود کے لیے وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لہم اے لبنی ہاشم سواء سماہم الواقف
اولا علے ما ہو الحق کما حققہ فی الفتح اور جائز ہی نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہی کہ وقف کرنیوالے نے اُنکا نام
لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہی جیسا فتح القدیر مین اُسکو تحقیق کیا ہی ہم شامی نے کہا کہ بحر مین متعدد کتابون سے نقل کیا ہی

غلام آزاد ہوا ۱۲ — آزاد کنندہ ۱۲

نہین ہی قرابت محروم ہین اور ابو لہب مین کرا سکے اختیار کے منعم ہیر دو ۱۲ کسی قوم کا آزاد کیا ہوا اُنھین مین سے ہوتا ہی اور ہمکو صدقہ حلال نہین ۱۲

کہ نفل صدقہ اُنکو جائز ہی بالاجماع اور ذکر کیا ہی کہ یہی مذہب ہی اور یہ کہ تطوع اور وقف مین فرق نہین ہی جیسا محیط اور کافی مین ہی لیکن
زیلعی مین اسکے خلاف ہی یعنے صدقہ نفل انکو بالکل حرام ہی اور فتح مین اسی کی تقویت کی ہی اور کہا ہی کہ حق یہ ہی کہ وقف کو بجاے نفل
کے سمجھنا چاہیے اور حلبی نے اُسکی عبارت طویل نقل کی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ وقف بھی بنی ہاشم کو ممنوع ہی مثل نفل کے اور
اس سے معلوم ہوتا ہی سقم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہ ہی کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف مین ہی اور وقف انکو
حلال ہی لیکن حلبی نے جس نسخہ در المختار سے لکھا ہی اُسمین علے ما ہو الحق سے پہلے اسقدر زیادہ ہی وقیل لا مطلقا تو اس
زیادتی سے البتہ عبارت درست ہو جاتی ہی اور بعض نسخون مین یہ زیادتی مع ما بعد کے ولا تدفع الے ذمی تک ساقط ہی انتہے
ما قالہ الشامی لکن فی السراج وغیرہ ان سماہم جاز والا لا قلت وقد جعلہ محشے الاشباہ محل القولین لیکن سراج وغیرہ مین ہی کہ اگر
بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہی تو جائز ہی نہین تو نہین جائز مین کہتا ہون کہ اشباہ کے محشی یعنے صالح غزی مصنف کے بیٹے شارح
بیری نے سراج کی عبارت کو دونون قولون کا محل ٹھہرایا ہی م یعنے جس صورت مین نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز
اور وجہ یہ ہو سکتی ہی کہ جس صورت مین نام نہین لیا تو ہر وجہ سے صدقہ ہوا ہاشمیون کو جائز نہوا اور جب اُنکا نام لے دیا تو تبرع
اور صلہ ہوا صدقہ نہوا جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیا پر پھر فقرا پر قالہ الشامی ثم نقل عن صاحب البحر عن المبسوط وہل تحل الصدقۃ
لسائر الانبیاء قیل نعم وہذہ خصوصیۃ لنبینا صلے اللہ علیہ وسلم وقیل لا بل تحل لقراباتہم فہی خصوصیۃ لقرابۃ نبینا اکراما واظہارا الفضیلتہ
صلے اللہ علیہ وسلم فلیحفظ پھر محشی مذکور نے بحر الرائق سے اور اُسنے مبسوط سے نقل کیا کہ آیا حلال ہی صدقہ باقی انبیا کے لیے تو ایک قول
یہ ہی کہ ہان جائز ہی اور یہ خصوصیت ہی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کہ اُنکو نہین جائز اور ایک قول یہ ہی کہ انبیا کو حلال نہین بلکہ
اُنکے اقربا کو حلال ہی تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لیے بجہت اکرام اور فضیلت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
یاد رہے م یہ مسئلہ مکرر ہی سابق اُسکا مذکور ہو چکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہی قالہ الشامی ولا تدفع الے ذمی لحدیث معاذ اولہ
نہین جائز دینا زکوۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ رض کے م یعنے وہ حدیث ہی جسکو شارح نے بلفظ خذہا من اغنیائہم الخ بیان کیا ہی
اسلیے کہ اغنیائہم کی ضمیر مسلمانون کی طرف پھرتی ہی تو فقرائہم کی ضمیر بھی اسی طرف پھرنی چاہیے اور کافر کو نہ دینی چاہیے کذا فی
المعراج وجاز دفع غیرہا وغیر العشر والخراج الیہ اے الذمی اور جائز ہی صدقہ دینا سواے زکوۃ کے اور سواے
عشر اور خراج کے ذمی کو م عشر زکوۃ کے ساتھ ملحق ہی لیکن خراج اُن صدقات مین نہین ہی جنکا ذکر ہی کیونکہ اُنکا مصرف مصلحت عامہ
مسلمین ہی جیسا پہلے بیان ہوا اور اسی لیے کنز اور ہدایہ مین اسکا استثنا نہین کیا قالہ الشامی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ
خلافا للثانی اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے م یعنی وہ کہتے ہین کہ کسی صدقہ
واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہین اور ہدایہ وغیرہ مین تصریح کی ہی کہ یہ ایک روایت ہی ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر
دلالت کرتا ہی کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہی وبقولہ یفتے حاوی القدسی اور امام ابو یوسف کے قول پہ فتوے
ہی کذا فی حاوی القدسی م لیکن ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ قول طرفین کا راجح ہی اور اسی پر متون متعقد ہین کذا فی الشامی واما
الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لا تجوز لہ اتفاقا بحر عن الغایۃ وغیرہا لیکن حربی اگرچہ مستامن ہو اُسکو کوئی صدقہ دینا جائز نہین
بالاتفاق کذا فی البحر عن الغایۃ وغیرہا لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ لیکن زیلعی نے جزم کیا ہی کہ نفل صدقہ حربی کو دینا

جائز ہی م یعنے مستامن کو جیسا نہر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہی پھر شامی نے کہا کہ اُسکو مین نے زیلعی مین نہین دیکھا اور ایسا ہی
ابو السعود وغیرہ نے کہا ہی معہذا اتفاق کے دعوے کے خلاف ہی لیکن محیط کی کتاب الکسب مین ہی کہ سیر کبیر مین امام محمد رحمہ اللہ نے
ذکر کیا ہی کچھ مضائقہ نہین کہ مسلمان کافر حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اُسکا ہدیہ قبول کرے اس وجہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہی
کہ پانسو دینار قحط کے دنون مین مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابو سفیان کو دین کہ وے فقراے اہل مکہ پر تقسیم کر دین
اور اسوجہ سے کہ صلہ رحم ہر دین مین پسندیدہ ہی اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہی انتہی قالہ الشامی دفع بتحر لمن یظنہ مصرفا
فبان انہ عبدہ او مکاتبہ او حربی ولو مستامنا اعادہا لما مر صدقہ دیا اٹکل کرکے ایسے شخص کو کہ اپنے گمان مین
مصرف جانا تھا پھر ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہی یا اُسکا مکاتب ہی یا حربی ہی اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے اسوجہ سے کہ
سابق مذکور ہوئی م یعنے عبد کی صورت مین تو اپنی ملک سے خارج نہین ہوا اور مکاتب کی صورت مین اسلیے کہ اسکا حق مکاتب
کی کمائی مین لگا ہی تو پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوۃ ہی نہین لیکن حربی کے دینے مین ایک روایت یہ ہی کہ دوبارہ نہ دے
کذا فی الشامی وان بان غناہ او کونہ ذمیا او انہ ابوہ او ابنہ او امراتہ او ہاشمی لا یعید اور اگر ظاہر ہوا کہ جسکو
دیا تھا وہ غنی ہی یا ذمی ہی یا اُسکی بی بی ہی یا اُسکا خود باپ ہی یا بیٹا ہی یا ہاشمی ہی تو اعادہ لازم نہین لانہ اتی بما فی وسعہ اسلیے کہ وہ
کر چکا جسقدر اُس سے ہو سکتا تھا م یعنے تملیک کر دی جو اُسکی وسعت مین تھی رہی یہ بات کہ اندھیرے مین یہ پوچھے کہ تو کون ہی
اور نسب اُسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہین لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہی کیونکہ حربی مین تملیک جو رکن تھی
پوری ہو جاتی ہی پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہین آتا تائید پاتی ہی کذا فی الشامی حتی لو دفع
بلا تحر لم یجز ان اخطا یہانتک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہین جائز ہی اگر خطا ظاہر ہو وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر اور مکروہ ہی
دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ م اور ایک روایت ابو یوسف سے ہی کہ قدر نصاب دینا مضائقہ نہین لیکن زیادہ مکروہ ہی
اسلیے کہ فقیر ہونے کی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہی اور باقی رہا ہوا نصاب سے کم ہی کذا فی الشامی الا
اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص کلا او لا یفضل بعد دینہ نصاب فلا یکرہ
فتح مگر جبکہ ہو وہ شخص جسکو زکوۃ دی ہی مدیون یا عیالدار اسطرح کہ اگر تمام عیال پر زکوۃ تقسیم کیجاوے تو ہر ایک کے بانٹے
نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو مکروہ نہین کذا فی الفتح م بحیث لو فرقہ صاحب عیال سے علاقہ
رکھتا ہی اور لا یفضل مدیون سے پس اسمین لف ونشر غیر مرتب ہی اور وجہ تقسیم عیال کی یہ ہی کہ حقیقت مین وہ صدقہ عیال
ہی پر ہی جنپر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج وکرہ نقلہا الا الی قرابۃ اور مکروہ ہی زکوۃ کا نقل کرنا یعنے ایک شہر سے دوسرے
شہر کی طرف لیجانا مگر اپنے اقربا کی طرف م کیونکہ اسمین رعایت پڑوس کی ہی تو یہی اولے ہی زیلعی اور اس سے متبادر یہ ہی کہ کراہت
تنزیہی ہی پس اگر نقل کرے تو جائز ہی کذا فی الدرر اور زکوۃ مین معتبر وہ جگہ ہی جس جگہ مال ہو سب روایات مین کذا فی الشامی
بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتی یبدا بہم بلکہ ظہیریہ مین ہی کہ نہین مقبول ہوتا صدقہ اس شخص کا کہ
قرابتی اُسکے محتاج ہون یہانتک کہ شروع اُنھین سے کرے م عدم قبولیت سے مراد نہ ملنا ثواب کا ہی اگرچہ فرض ساقط ہوتا ہی
قہستانی مین ہی کہ افضل بھائی اور بہن ہین پھر اُنکی اولاد پھر مزکی کا چچا اور پھوپھی پھر ماموں اور خالہ پھر ذوی الارحام

پھر پڑوسی پھر اُسکے کوچہ والے پھر شہر والے اواحوج او اصلح اواورع او انفع للمسلمین اومن دار الحرب الی دار الاسلام
اور نقل کرنا مکروہ نہین طرف زیادہ احتیاج والے یا زیادہ نیکبخت یا زیادہ پرہیزگار کے یا اُس شخص کے جو مسلمانون کو نفع پہونچاوے
یا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف اھ کیونکہ دار الاسلام کے فقراے مسلمان دار الحرب کے فقرا سے افضل ہین کذا فی البحر مین
کہتا ہون کہ مسلمان قیدیون کو استثنا کرنا چاہیے جبکہ ان لوگون کے دینے مین اعانت ہو قید سے چھڑانے پر کذا قالہ الشامی او
الے طالب علم وفی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل او الی الزہاد او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ خاصۃ
اور مکروہ نہین نقل کرنا زکوۃ کا طرف طالب علم کے اور معراج مین ہی کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہی جاہل فقیر سے اور مکروہ نہین
نقل طرف زاہدون کے یا یہ کہ زکوۃ پیشگی ہو پہلے سال تمام ہونے کے تو نقل کرنا مکروہ نہین کذا فی الخلاصۃ ولا یجوز صرفہا
لاہل البدع کالکرامیۃ اور نہین جائز اُسکا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیۃ ھ عبارت بزازیہ کی یہ ہی کہ نہین جائز صرف کرنا
کرامیہ کیطرف پس مراد بدعت سے وہ ہی جو تکفیر تک نوبت پہونچاوے تامل اور کرامیہ ایک مشبہہ فرقہ ہی منسوب عبداللہ
بن محمد بن کرام کی طرف وہ قائل ہی کہ حق تعالے عرش پر مستقر ہی اور اسم جوہر کا اُسپر اطلاق ہوسکتا ہی کذا فی المغرب لانہم
مشبہۃ فی ذات اللہ تعالے وکذا المشبہۃ فی الصفات فی المختار اسلیے کہ فرقہ کرامیہ تشبیہ کا قائل ہی خداوند تعالے کی ذات مین
اور یہی حکم ہی اُس فرقہ کا جو صفات مین تشبیہ کے قائل ہین مذہب مختار مین ھ یہ وہ فرقہ ہی کہ قیام حوادث کا خداے تعالی کی ذات
کے ساتھ جائز رکھتے ہین تو بعض صفات کو حادث کہتے ہین جیسے اور حوادث کے صفات ہین کذا فی الطحطاوی لان مفوت المعرفۃ
من جہۃ الصفات ملحق بمفوت المعرفۃ من جہۃ الذات مجمع الفتاوے اسواسطے کہ فوت کرنے والا معرفت حق سبحانہ کا صفات مین
یعنے نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہی اُسکے ساتھ جسنے فوت کردی معرفت ذات کی یعنے تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات
ایک حکم رکھتے ہین کذا فی مجمع الفتاوے کما لا یجوز دفع زکوۃ الزانی لولدہ منہ ای من الزنا وکذا الذی نفاہ احتیاطا
جیسا نہین جائز ہی زانی کو زکوۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہی اور ایسے ہی اُسکو جسکو نفی کرچکا ہی خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جسکو
نفی کیا یا ملاعنہ کا لڑکا نفی کیا ہوا ہو اور یہ عدم جواز براہ احتیاط ہی الا اذا کان الولد من ذات زوج معروف
فصولین مگر اس صورت مین کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے ہین کذا فی جامع الفصولین ھ عمادیہ مین اسکی وجہ
یہ لکھی ہی کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہی تو یہ شرعًا بیٹا ناکح کا ہوا اور صیرفیہ سے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے نقل کی ہی
والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاہل البدع سے یہان تک اشباہ مین مذکور ہین ولا یحل ان یسال
شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب اور نہین حلال کہ مانگے کچھ قوت وہ شخص کہ اُسکے پاس
اُس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوۃ موجود ہو مثلًا تندرست کہ کمائی پر قادر ہو ھ شیئا من القوت اسلیے کہا کہ اگر حاجت کی
چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہی قالہ الشامی ویاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اُسکو دینے والا
اگر اُسکا حال جانتا ہی کیونکہ حرام چیز پر اعانت کرتا ہی ھ اکمل نے شرح مشارق مین کہا ہی کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ
از روے قیاس گناہ معلوم ہوتا ہی لیکن اگر اُسکو ہبہ کہین تو گنہگار نہوگا مقدسی نے اپنی شرح مین کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ مراد علما کی اُس
سے یہ ہی کہ اس جیسے شخص کو دینا آمادہ کرتا ہی سوال پر اس ہیئت سے اور نہ دینے سے ہوسکتا ہی کہ ایسی باتون سے توبہ کرے

دفعہا

ع
یعنی جس عورت سے لعان کیا ہو اور اسکی صورت باب اللعان مین اوپر بیان ہوئی ۱۲

کذا فی الشامی ولو سال للکسوۃ اولاشتغالہ عن الکسب بالجہاد اوطلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال
کیا یا اس جہت سے کہ جہاد مین یا طلب علم مین مشغول ہونے سے کمائی نہین کر سکتا تو جائز ہی اگر محتاج ہوم یعنے اگرچہ قوی اور کسب پر
قادر ہو ذکرہ فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے ندب دفع مایغنیہ یومہ عن السوال مستحب ہی اسقدر دینا کہ اس روز اسکو سوال کی
ضرورت نہو واعتبار حالہ من حاجۃ وعیال اور معتبر ہی حال قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے م مستحسن یہ ہی کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے
باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل دین اور تیل اور کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہ کذا فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوٰۃ فقراء مکان المال
اور معتبر زکوٰۃ مین وہان کے فقیر ہین جہان مال ہوم یعنے اگرچہ مال والا دوسرے شہر مین ہو لیکن زکوٰۃ اُس شہر کے فقیرون کو دی جاوے
جہان مال ہی قالہ ابن کمال یعنی جمیع روایات مین یہی ہی کذا فی البحر وفی الوصیۃ مکان الموصی اور وصیت مین معتبر ہی مکان وصیت کرنیوالیکا
م ایسا ہی جوہرہ مین منقول ہی فتاوے سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا مین خلاصہ سے منقول ہی کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر
تصدق کیا جاوے تو افضل یہی ہی کہ اُنھین پر صرف کرین اور اگر اورون کو دیدین تب بھی جائز ہی اور یہ قول ابو یوسف کا ہی اور اسی پر فتوی ہی
اور امام محمد کہتے ہین کہ نہین جائز ہی کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المودے عند محمد وہو الاصح لان رؤسہم تبع لراسہ اور فطرہ مین مکان ادا
کرنے والے کا یعنی نہ مکان اُن لوگون کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہی امام محمد کے نزدیک اور یہی اصح ہی اسلیے کہ جن لوگون کیطرف سے دیتا ہی
وہ ادا کرنیوالے تابع کے ہین م بلکہ نہایہ اور عنایہ مین کہا ہی کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی جیسا شرنبلالیہ مین ہی اور یہی مذہب ہی جیسا بحر مین ہی کذا فی الشامی
دفع الزکوٰۃ الی صبیان اقاربہ برسم عید اوالی مبشر اومہدی الباکورۃ جاز زکوٰۃ دی اپنے اقارب کے لڑکون یعنے عقلا کو عید کی تقریب سے
یا خوشخبری سنانے والے کو یا اُس شخص کو جو نیا پھل ہدیہ لایا تو جائز ہی الا اذا نص علے التعویض مگر جبکہ تصریح کر دی معاوضہ کی تو جائز
نہوگی ولو دفعہا لاختہ ولہا علے زوجہا مہر یبلغ نصابا وہو ملی مقر ولو طلبت لم یمتنع عن الاداء لایجوز والا جاز اور اگر دے زکوٰۃ اپنی بہن کو اور
اُسکے خاوند کے ذمہ مہر ہی جو نصاب کو پہونچتا ہی اور وہ شخص توانگر ہی کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نکرے تو اُسکا زکوٰۃ دینا جائز نہین
اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی ولو دفعہا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والا لا اور اگر دی زکوٰۃ
معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ اسطرح کام کرتا ہی کہ اگر معلم ندیتا تب بھی اُسکا کام کرتا تو درست ہی ورنہ نہین درست م اسلیے کہ دیا ہوا بمنزلہ
عوض کے ہو جاتا ہی اور اسمین یہ خدشہ ہی کہ انعام نئے پھل لانے والے کا ایسا ہی تو وہان بھی نیت کا اعتبار چاہیے قالہ الشامی ولو وضعہا
علے کفہ فانتہبہا الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوٰۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اسکو فقیرون نے تو جائز ہی م اور یہ فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوٰۃ کی نیت
پہلے سے نکالتے وقت ہو چکی تھی اور یہی حکم ہی جبکہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیرون کے پاس موجود ہو
قالہ الشامی ولو سقط مال فرفعہ فقیر فرضی بہ جاز ان کان یعرفہ والمال قائم خلاصۃ اور اگر مال ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اُسکو اٹھا لیا پھر مالک
راضی ہو گیا تو جائز ہی اگر اسکو پہچانتا ہی اور مال بھی قائم ہی کذا فی الخلاصہ م پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ تملیک مجہول شخص کی
نہو کیونکہ جب اُسکو نہ پہچانتا ہو اسطرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نپایا اور کسی شخص نے اُسکو کہا کہ فقیر اُسکو اٹھائے گیا جسکو
مالک نہین پہچانتا تھا اور مالک راضی ہو گیا تو درست نہوگا کیونکہ یہ اباحت ہوئی اور زکوٰۃ تملیک شرط ہی اور مال کے قائم ہونے کی اسواسطے
شرط لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی ہان لو کہ صدقہ وہ مستحب ہی جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت
اور اپنے عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقدارون کے حق مین کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص

ن
مسئلہ عیدین مین اقارب کے بچون کو زکوٰۃ کی نیت سے دینا جائز ہی ۱۲

اگر تنگی پر صبر نہ کر سکے اسکو اپنا نفقہ قدر کفایت تامہ سے کم کرنا مکروہ ہے کذا فی شرح درر البحار اور تاتارخانیہ مین محیط سے منقول ہے کہ جو شخص نفل صدقہ دے تو افضل یہ ہے کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ اُنکو ثواب پہونچیے اور اُسکے اجر مین سے کم نہو گا

واللہ اعلم

باب صدقۃ الفطر

متن باب صدقۃ الفطر

یہ باب ہے صدقہ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوۃ سے یہ ہے کہ دونون وظیفہ مالیہ ہین ہین اور مبسوط مین بعد صوم کے بیان کیا ہے کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہے اور فطر سے مراد فطر کا دن ہے نہ لغوی معنی کیونکہ اسطرح تو ہر شام کو رمضان مین افطار ہوتا ہے اور اُسکو صدقہ اس جہت سے کہتے ہین کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہے کذا فی المعراج من اضافۃ الحکم لشرطہ اضافت صدقہ کی فطر کی طرف اضافت حکم کی ہے شرط کیطرف ہم حکم سے مراد وجوب صدقہ ہے اسلیے کہ حکم شرعی وجوب ہے تو یہان حذف مضاف کا ہے اور وجوب سے مراد وجوب الادا ہے اسواسطے کہ وجوب الادا کی شرط فطر ہے نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہے اور سبب راس ہے قالہ الحلبی والفطر لفظ اسلامی والفطرۃ مولد بل قیل لحن اور فطر اصطلاح اسلام والون کی ہے اور فطرہ ساختہ ہے بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہے ہم ظاہر یہ ہے کہ شارح کی مراد یہ ہے کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہے اور نام روز مخصوص کا ہے یہ لفظ شرعی ہے یعنے اطلاق اُسکا اس خاص روز پر اصطلاح شرعی ہے کیونکہ فطر جو ضد صوم کی ہے لغوی ہے شرع سے پہلے مستعمل ہے یا مراد اسکی لفظ فطرہ کا ہے یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہین اسلیے کہ ان معنون مین نہین آیا اور وہ جو قاموس مین مذکور ہے کہ فطرہ بالکسر صدقۃ الفطر تو قاموس کے اغلاط مین شمار کیا گیا ہے اور نووی نے تحریر مین کہا ہے کہ اسم مولد ہے اور غالبا ماخوذ ہے فطرۃ سے جو معنی خلقت کے ہے یعنی گویا کہ یہ زکوۃ ہے بدن کی قالہ الشامی وامر بہا فی السنۃ التی فرض فیہا رمضان قبل الزکوۃ[۱۲] اور حکم کیا گیا ہے ادا سے صدقہ فطر کا جس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوۃ سے پہلے ہم روزے رمضان کے فرض ہوے شعبان مین بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کی طرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ فطر کے لیے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوۃ کی فرضیت سے پہلے ہے یہی صحیح ہے قالہ الشامی وکان علیہ السلام یخطب قبل الفطر بیومین یامر باخراجہا ذکرہ الشمنی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اسکو شمنی نے ہم عبد الرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہے عبد اللہ بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع گیہون دو آدمیون مین یا ایک صاع کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح یجب وحدیث فرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر معناہ قدر للاجماع علے ان منکرہا لا یکفر واجب ہے صدقۃ الفطر اور وہ حدیث جسمین مذکور ہے کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کو اُسکے معنی یہ ہین کہ مقرر کیا اسوجہ سے کہ اجماع ہے اس بات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہے ہم امام شافعی کے نزدیک صدقۃ الفطر فرض ہے اُنکا استدلال حدیث مذکور ہے شارح نے استدلال کے جواب کیطرف اشارہ کیا موسعا فی العمر عند اصحابنا وہو الصحیح بحر عن البدائع معللا بان الامر باداءہا مطلق کالزکوۃ علے قول کما مر واجب ہے صدقۃ الفطر اسطرح کہ مدۃ العمر مین ادا کی گنجائش ہے ہمارے تینون اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہے ذکر کیا اسکو بحر مین بدائع سے اور وجہ یہ بیان کی کہ امر صدقۃ الفطر کی ادا مین مطلق ہے یعنے وقت کی قید نہین سو مدۃ العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا ہان البتہ عیدگاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے کذا فی البدائع مانند زکوۃ کے کہ اسکا وجوب بھی موسع ہے ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا ونوات فادا ہا وارثہ جاز اور اگر مر گیا پھر اسکے وارث نے

صدقۃ الفطر اُسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہی م جوہرہ مین ہی کہ جس شخص کے ذمہ زکوۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہووے اور وہ مر جاوے
تو اسکے ترکہ سے نلیا جاوے گر یہ کہ ورثہ تبرع کرین اور ورثہ اہل تبرع کے بھی ہون اور جبر نکیا جاوے اُنپر اور اگر خود وصیت کر کے مرا تو ثلث مین
وصیت جاری ہوگی قالہ الشامی **وقیل مضیقا فی یوم الفطر عینا** اور کہا گیا ہی کہ ادا اسکا مقید ہی خاص عید کے روز م یہ قول حسن بن
زیاد کا ہی کہ ادا کرنا اسکا یوم الفطر مین ہی اول سے آخر تک اگر اسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن گذر گیا تو ساقط ہو جائیگا مثل قربانی کے کذا فی البدایۃ
وشروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر مین ترجیح دی ہی کہ یہ مطلق نہین ہی بلکہ مقید بالوقت ہی کیونکہ حضرت نے فرمایا اغنوہم
فی ہذا الیوم عن المسألۃ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بھی اسیکا اتباع کیا ہی بحر مین لیکن اُسنے اپنی شرح مین جو منار پر ہی کہا ہی
کہ یہ ترجیح مقابل صحیح کے ہی مین کہتا ہون کہ یہ تیسرا قول ہی مذہب سے خارج اسواسطے کہ عید کا دن گذرنے کے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا
مغائر اس قول کے ہی کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہی اور علامہ مقدسی نے اُسکو رد کیا ہی کہ حضرت کے وقت مین صحابہ صدقۃ الفطر
پیشگی دیدیا کرتے تھے اور یہ بات حضرت کی اجازت سے تھی جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہی تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ مقید بیوم الفطر نہ تھا
اسواسطے کہ اگر خاص اُس روز کے ساتھ مقید تھا تو اُس سے پہلے ادا نہو تا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوہم الخ محمول ہی استحباب پر کذا
فی الشامی فبعدہ یکون قضاء واختارہ الکمال فی تحریرہ ورجحہ فی تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہو دیگا قضا اور اسکو اختیار کیا ہی
کمال نے اپنی تحریر مین اور ترجیح دی اسکو تنویر البصائر مین ہم پہلے معلوم ہو چکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہی کہ سوائے
ابن ہمام کے کسی اور نے نہین کہا اور اسمین جو کچھ ہی وہ بھی واضح ہو چکا اسصورت مین اس تفریع مین نظر ہی قالہ الشامی **علی کل حر مسلم ولو صغیرا**
او مجنونا واجب ہی صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو م حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہین اور مسلمان کی قید سے معلوم
ہوا کہ کافر کے ذمہ نہین اگرچہ اُسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخون مین ومجنونا واو کے ساتھ واقع ہی اور یہ اُس صورت مین ہی
کہ اُن دونون یعنے صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع مین کہا ہی کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط مین نہین ہی امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف
کے نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون وصغیر کے پاس مال ہو تو انکا ولی صدقہ نکالے اُنکے مال مین سے اور امام محمد اور زفر کہتے ہین کہ نہین واجب
ہی پس اگر ولی صدقہ اُنکے مال مین سے دیگا تو ضامن ہوگا قالہ الشامی **حتے لو لم یخرجہا ولیہما وجب الاداء بعد البلوغ** یہانتک کہ اگر نہ نکالے
صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے ادا واجب ہوگا **ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیہ**
کدینہ وحوائج عیالہ وان لم ینم کما مر یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب والا ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اسکی حاجت
اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجت سے اگرچہ نصاب نامی نہو جیسا پہلے گذر چکا **وبہ ہذا النصاب تحرم الصدقۃ کما مر وتجب**
الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہی صدقہ واجبہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہی قربانی اور نفقہ
محارم کا بنا بر قول راجح کے م یعنے اُنکو جو فقیر ہون اور جو کسب سے عاجز ہون یا عورتین فقیر ہون اور محارم کی قید ہی مان باپ کے نکالنے کو
کیونکہ مان باپ جب فقیر ہون تو مختار یہ ہی کہ اُنکو اپنے نفقہ مین شامل رکھے اگر کسب کرتا ہی **وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بقدرۃ ممکنۃ**
اور نمو کی شرط جو نہین لگائی سو اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہی **ای بمجرد التمکن من الفعل**
فلا یشترط بقاءہا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشدد کے کسرہ سے وہ ہی جو واجب ہو بفور قدرت کے فعل پر پس
نہین شرط باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کیواسطے اسلیے کہ وہ صرف شرط ہی م واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کر سکے

دو قسم ہی ایک وہ کہ تونگری اُسکے ساتھ معتبر نہو اُسکو قدرت مطلق اور قدرت ممکنہ یعنے قادر کرنیوالی کہتے ہین کیونکہ اُسکی جہت سے آدمی اداے
مامور بہ پر قادر ہوجاتا ہی جیسے نصاب صدقہ فطر کی قدرت ممکنہ ہی اور زاد اور راحلہ حج کی اور اگر قدرت کے ساتھ تونگری بھی معتبر
ہو تو وہ قدرت میسرہ یعنی آسان کرنیوالی اور قدرت کامل کہلاتی ہی جیسے نصاب نامی ہی کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے
جو تعریف کی ہی وہ خود قدرت کی نہین بلکہ اُس واجب کی ہی جو قدرت مذکور پر مشروط ہو اور بقاے قدرت ممکنہ کے مشروط نہونے سے
یہ نکلا کہ اگر نصاب عید فطر کی صبح کے بعد جاتی رہیگی تو صدقہ فطر ساقط نہوگا چنانچہ آگے آویگا لا بقدرۃ میسرۃ ہی مایجب بعد التمکن بصفۃ
الیسر فغیرۃ من العسر الی الیسر نہ قدرت میسرہ کے ساتھ سین مشدد کے کسرہ سے قدرت میسرہ وہ ہی کہ واجب ہو بعد قدرت کے سہولت
کے وصف کے ساتھ سو بدل دیا ہو اُسکو دشواری سے آسانی کیطرف م اس تعریف مین بھی وہی خلل ہی جو قدرت ممکنہ کی تعریف مین
گذرا حاصل یہ کہ قدرت ممکنہ ہرگاہ شرط ہی تمکن اور احداث فعل کی تو شرط محض ہوئی کہ اُسمین معنی علت کے نہین پس اُسکا بقا بھی شرط
نہین بقاے واجب کے لیے کیونکہ بقا مغائر ہی وجود کا اور وجود کی شرط کو کچھ لازم نہین کہ بقا کی شرط بھی ہو جیسے نکاح کے شاہد کہ شرط
ہین انعقاد نکاح مین نہ بقاے نکاح مین بخلاف میسرہ کے اسواسطے کہ وہ ایسی شرط ہی کہ اُسمین معنی علت کے ہین کیونکہ اُسنے فعل
واجب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھ بدل دیا یعنے ہوسکتا تھا کہ فعل واجب ہوتا بفور وجود قدرت ممکنہ کے بصفت
دشواری سو دشواری کو چھوڑ کر اُسکو بصفت یسر واجب کیا پس اسطرح کی قدرت کا دوام شرط ہی باعتبار معنی علیت کے کیونکہ حکم نہین
باقی رہسکتا بدون اُسکے کذا فی الشامی مختصراً فیشترط بقاءہا لانہا شرط فی معنی العلۃ پس شرط کیا گیا ہی بقاے قدرت میسرہ کا کیونکہ یہ شرط ہی
علت کے معنی مین ہم یعنی اور حکم اپنی علت کے ساتھ رہتا ہی وجود اور عدم مین کذا فی الطحطاوی وقد حررناہ فیما علقناہ علی المنار اور ہمنے اُسکو منقح بیان کیا ہی
منار کی تعلیقات مین ثم فرع علیہ فلا تسقط الفطرۃ وکذا الحج بہلاک المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اُسپر جو سابق مین مذکور
ہی یعنے قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہین ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہوجانے سے واجب ہونے کے بعد کیونکہ ان دونون
مین قدرت ممکنہ میسر ہی کذا قالہ الشامی کما لا یبطل النکاح بموت الشہود جیسا نہین باطل ہوتا نکاح گواہون کے مرنے سے بخلاف الزکوۃ
والعشر والخراج لاشتراط بقاء المیسرۃ بخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے یعنے خراج مقاسمہ اسواسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہی یعنے تمام
یعنے اگر مال برس گذرنے کے بعد ہلاک ہوجاوے اداکی قدرت اُسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوۃ ساقط ہوجاتی ہی بخلاف استہلاک کے کیونکہ اس
صورت مین تقدیراً قدرت باقی ہی کہ اسمین زجر ہی تعدی سے اور فقیرون کا بھی لحاظ ہی عن نفسہ متعلق یجب وان لم یصم لعذر عن نفسہ متعلق
ہی یجب کے یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی اپنے نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نہ رکھا ہو م یہ بیان فطرہ کے سبب کا اور اصل اسمین خود
اُسکا نفس ہی اور آدمی بیشک اپنا بوجھ آپ اُٹھائے ہوے ہی اور اپنے راس کا آپ متولی ہی تو اُسی کے معنون مین ہی وہ جو اُسکے ساتھ ملحق ہی یعنے
اُسکے توابع جسکی مؤنت اُسکے ذمہ ہی اور صوم مین عذر کی قید اتفاقی ہی اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہی کیونکہ فطرہ کے ادا
مین یہ شرط مذکور نہین قالہ الشامی وطفلہ الفقیر والکبیر المجنون اور اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے م یعنے
جو کہ فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اُسکے مال مین سے ہوگا امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہو
کہ جنین کیطرف سے صدقۃ الفطر لازم نہین اور طفل لڑکے اور لڑکی دونون کو شامل ہی کذا فی المغرب قالہ الشامی ولو تعدد الآباء فعلی کل فطرۃ
اور اگر باپ متعدد ہون تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا م اسکی صورت یہ ہی کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوے کرین کہ یہ میرا بیٹا ہی یا مشترک باندی کے

بیع پر دونون مالکون نے دعوی کیا قالہ الشامی ولو زوج طفلۃ الصالحۃ بخدمۃ الزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت
کر سکتی ہی پس فطرہ لازم نہین آتا ہم نہ خاوند پر لازم آویگا جیسا آگے مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوج کو تسلیم کرچکا خلاصہ مین ہی صغیرہ اگر اپنے خاوند
کے سپرد کی گئی ہو تو اسکے باپ پر فطرہ نہین ہی کیونکہ اسکی مؤنت اسکے ذمہ نہین رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ مین دو قیدین ہین خدمت کی
صلاحیت اور خاوند کی سپردگی قالہ الشامی والجد کالاب عند فقدہ کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کے مثل ہی باپ کے نہوتے جیسا اختیار
مین اسکو اختیار کیا ہی ہم یہ حسن کی روایت ہی اور ظاہر الروایت کے خلاف ہی کہ دادا باپ کے حکم مین ہی مگر چند مسائل مین انمین سے ایک مسئلہ یہی ہی
اور فتح القدیر مین بھی اسی کو اختیار کیا ہی کیونکہ سبب وجوب کا متحقق ہی یعنے راس اور اسکی مؤنت اور تولیت بولایت مطلق دادا کے ذمہ ہی اسی واسطے
شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبدہ لخدمتہ ولو مدیونا او مستاجرا او مرہونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب
ہی اپنے غلام خدمتی کی طرف سے اگرچہ مدیون ہو بدین مستغرق کذا فی البدائع اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جبکہ راہن کے پاس دین کے
دینے کی قدر ہو ہم یعنے دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا ہندیہ مین ہی اور مراد نصاب سے یہ ہی کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی مین ہی کذا
فی شرح نبلالیہ واما الموصے بخدمتہ لواحد وبرقبتہ لآخر ففطرتہ علے مالک رقبتہ وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لیے کی اور اسکی
ملکیت کی دوسرے کے لیے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہی کالعبد العاریۃ والودیعۃ والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے
کسیکا بگاڑ کیا ہو کہ انکا صدقہ مالک کے ذمہ ہی جنایت کوئی سی ہو عمدًا ہو یا خطاءً کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہی جب جنایت
کے بدلہ مین اسکو دیدے پہلے سے زائل نہین ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لاتجب سبق قلم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب نہین ہی
خطا ہی کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح ہم زیلعی مین ہی کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اسکا فطرہ مالک پر نہین لیکن شبلی محشی زیلعی نے اسکو
محمول کیا ہی اس صورت پر کہ موصی مر گیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قالہ الشامی ومدبرہ وام ولدہ ولو کان عبدہ کافرا
لتحقق السبب وہو راس یمونہ ویلے علیہ اور صدقہ دے اپنے مدبر اور ام ولد کیطرف سے اگرچہ غلام کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہی یعنی راس
جسکی مؤنت اسکے ذمہ ہی اور اسکا وہ ولی ہی ہم یعنی مؤنت واجبہ کاملہ مطلقہ پہلی قید سے مؤنت اجنبی نکلگئی جو للہ اپنے ذمہ رکھے نہ واجبہ اور دوسری
قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اسکی مؤنت کامل نہین اور تیسری سے زوجہ نکلگئی کہ اسکی مؤنت مطلقہ نہین بلکہ مؤنت ضروری ہی انتظام
خانگی کے لیے اور اسی لیے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم نہین جیسے دوا کرنا کما فی الزیلعی لاعن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل نہین
واجب ہی صدقۃ الفطر اپنی بی بی کی طرف سے اور اپنے ولد کیطرف سے جو بالغ عاقل ہو ہم زوجہ کی طرف سے اسلیے نہین واجب کہ اسپر
ولایت تامہ نہین کیونکہ سوائے حقوق زوجیت کے اور کسیطرح کی ولایت نہین ہی اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد و نوش
مین اسکا شریک ہو مگر اسکا صدقہ باپ پر واجب نہین کیونکہ ولایت نہین کذا فی جوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے
کہ انکا حکم مانند صغیر کے ہی ولو ادی عنہما بلا اذن اجزا استحسانا للاذن عادۃ ای لو فی عیالہ والا فلا قہستانی عن المحیط فلیحفظ اور اگر فطرہ بی بی کیطرف اور
بالغ لڑکے کیطرف سے بدون اجازت دیدیا تو کافی ہی بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخانیہ کیونکہ عادۃً اذن موجود ہی یعنے اگر اسکے عیال
مین ہو ورنہ نہین کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو ہم للاذن عادۃ سے اشارہ ہی کہ نیت حکمًا موجود ہی ورنہ بدائع مین تصریح
کی ہی کہ فطرہ بدون نیت کے ادا نہین ہوتا بحر مین کہا ہی کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر ادا کرے ان اشخاص کیطرف
سے جو اسکے عیال مین ہین یعنے جنکا خورد و نوش اسکے متعلق ہی بدون انکی اجازت کے تو جائز ہی مطلقًا یعنے قید زوجہ اور ولد کی نہین

قالہ الشامی وعبدہ الآبق والماسور والمغصوب المجحور ان لم تکن علیہ بنیۃ خلاصہ نہ بھاگے ہوے غلام کیطرف سے کیونکہ ولایت اُسپر قائم نہین اور نہ قیدی کی طرف سے کہ وہ تصرف سے خارج ہی جیسا مکاتب اور نہ غصب کیے ہوے کیطرف سے جسکا غاصب منکر ہو اگر غصب پر شاہد نہون کذا فی الخلاصہ م مقتضی اُس تصحیح کا جو کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوئی یہ ہی کہ واجب نہو اگرچہ گواہ بھی ہون کیونکہ ہر قاضی عادل نہین ہوتا اور نہ ہر گواہ مقبول کذا فی الطحطاوی الا بعد عودہ فیجب لما مضی مگر غلام کے پھر آنے کے بعد پس واجب ہوگا سالہاے گذشتہ کا فطرہ کذا فی قہستانی یہ استثنا راجع ہی آبق کی طرف جیسا نہر مین اور منح مین ہی اور مغصوب کی طرف بھی جیسا بحر مین ہی حلبی نے کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ ماسور کا حکم بھی یہی حکم ہی کذا فی الشامی ولا عن مکاتبہ ولا تجب علیہ لان ما فی یدہ لمولاہ اور نہین واجب ہی مکاتب کیطرف سے اور نہ واجب ہی اُس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ مین ہی مولی کی ہی م اسلیے کہ مکاتب عبد ہی ہی جبتک اُسپر ایک درم بھی باقی ہی اور عبد خود مملوک ہی تو مالک نہین ہو سکتا کذا فی البدائع وعبید مشترکۃ اور نہ مشترک غلامون کیطرف سے م کیونکہ ہر شریک کی ولایت اور مؤنت قاصر ہی اور یہ امام صاحب کا قول ہی اور صاحبین کہتے ہین کہ ہر ایک کے ذمہ پورے غلامون کا فطرہ ہوگا جتنے اُسکے حصہ مین آدین ٹکڑون کا نہوگا جیسا ہدایہ مین ہی یعنے اگر چار غلام ہون تو دونون شریکون کے ذمہ دو دو غلامون کا فطرہ لازم ہوگا اور تین غلام ہون تو ایک ایک کا فطرہ دونون پر لازم ہوگا تیسرے کا لازم نہوگا اور محیط مین ابو یوسف کو ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہی اور یہی اصح ہی جیسا حقائق اور فتح مین ہی الا اذا کان عبد بین اثنین وتہایاہ ووجد الوقت فی نوبۃ احدہما فتجب فی قول مگر جبکہ غلام مشترک ہو دو شخصون مین اور نوبت بنوبت اُس سے خدمت لیتے ہون اور ایک کی نوبت مین وقت وجوب پایا جاوے یعنے طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول مین واجب ہی م یعنے قول ضعیف مین جیسا بعض نسخون مین موجود ہی اور وجہ اُس قول کے ضعیف ہونے کی یہ ہی کہ سب متون و شروح کے اطلاق کے مخالف ہی قالہ الشامی وتوقف الوجوب لو کان المملوک مبیعا بخیار فاذا مر یوم الفطر والخیار باق تلزم علی من یصیر لہ اور صدقہ کا وجوب موقوف رہیگا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب عید کا دن گذر جاوے اور اختیار باقی ہو فطرہ لازم اُس شخص پر ہوگا جسکا وہ غلام قرار پاویگا م بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونون کا اور موقوف اسواسطے رہیگا کہ ملک متزلزل ہی پس اگر خیار نہو اور بعد یوم الفطر کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مر گیا تو کسی پر واجب نہوگا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیر اگیا یا خیار رویت کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض پھیر اگیا تو مشتری پر کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من بر او دقیقہ او سویقہ نصف صاع فاعل ہی یجب کا یعنے فطرہ کا مقدار واجبہ آدھا صاع گیہون کا یا اُسکے آٹے کا یا اُسکے ستو کا م اولے یہ ہی کہ آٹے اور ستو مین مقدار اور قیمت دونون کی رعایت ملحوظ رہے احتیاطا اگرچہ بعض اخبار مین آٹے کی تصریح آئی ہی کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ اسناد مین سلیمان بن ارقم ہی جو متروک الحدیث ہی پس احتیاط واجب ہی یعنے اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے کہ برابر ہو نصف صاع گیہون یا ایک صاع جو کو اور اسطرح ندیوے کہ نصف صاع سے کم گیہون کا آٹا ہو جو قیمت مین برابر ہو نصف صاع گیہون کے یا ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت مین برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا کہ قیمت مین نصف صاع گیہونکے برابر نہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت مین ایک صاع جو کی برابر نہو کذا فی الفتح لیکن ہدایہ مین لفظ اولی سے تعبیر کیا ہی اور فتح القدیر مین بلفظ وجب کذا فی الشامی او زبیب وجعلاہ کالتمر وہو روایۃ عن الامام وصححہا البہنسی وغیرہ یا نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم مین کہا ہی یعنی ایک صاع دینی چاہیے اور یہ ایک روایت ہی امام صاحب سے بھی اور تصحیح کی ہی اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے م یعنی ابن ... [illegible]

جو ملتقی پر ہی اور مراد یہ ہی کہ اُسنے تصحیح بیان کی ورنہ وہ اصحاب تصحیح سے نہین ہی بحر مین کہا ہی کہ اُسکی تصحیح کی ہی ابو الیسر نے اور ترجیح دی ہی ابن ہمام
نے فتح القدیر مین دلیل کی رو سے فی الحقائق والشرنبلالیۃ عن البرہان وبہ یفتی اور حقائق اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ
اسی پر فتوی ہی او صاع من تمر او شعیر ولو ردیئا یا ایک صاع کھجور یا جو اگرچہ ناقص ہو م بحر مین کہا ہی کہ نصف صاع یا صاع مطلق کہا ہی
اور جید کی قید نہین لگائی اسواسطے کہ اگر نصف صاع خراب بھی ادا کریگا تو جائز ہی اور اگر ادا کیا بو دار یا عیب دار تو اُسکا نقصان بھی بھر دے
اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہگئی وہ بھی ادا کر دے کذا فی الظہیریہ اور اگر گیہون جو مین مخلوط ہون پس اگر جو غالب ہون تو ایک
صاع اور اگر گیہون غالب ہون تو نصف صاع قالہ الشامی وما لم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے اُسین تصریح دار نہین ہوئی اُسمین معتبر قیمت ہی جیسے جید اور ردی م بدائع مین کہا ہی کہ منصوص علیہ مین بعض کو بعض جگہ قیمت کے
اعتبار سے دینا جائز نہین برابر ہی کہ جس چیز کے بدلہ مین دیا ہی وہ اُسکے جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو مثلاً گیہون دینا گیہون کے بدلے قیمت کے
اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچھے گیہون کے بدلے ایک صاع متوسط گیہون دیے تو جائز نہین یا دوسرا مثلہ گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار
سے دیے وہ بھی جائز نہین جیسے نصف صاع کھجور جو قیمت مین نصف صاع گیہون کی برابر ہو بدلے نصف صاع گیہون کے ادا کرے بلکہ بجائے نصف صاع
کھجور کے شمار کیا جائیگا اور اُسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت منصوص مین معتبر نہین کذا قالہ الشامی وہو ای الصاع المعتبر ما یسع
الفا واربعین درہما من ماش او عدس اور صاع جو شرعا معتبر ہی وہ ظرف ہی جسمین ایکہزار چالیس درم کے وزن کے ماش یا مسور سما وین
م صاع چار مد کا ہوتا ہی اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہمون سے دو سو ساٹھ درہم کا اور استار سے چالیس استار کا اور استار کبسر
ہمزہ دراہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مد اور من دونون برابر ہین یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا
چوتھائی اور رطل ایک سو تیس درم کا اور زیلعی اور فتح القدیر مین ہی کہ صاع مین اختلاف ہی امام ابوحنیفہ اور محمدؒ نے کہا ہی کہ آٹھ رطل عراقی کا ہی اور امام ابو یوسف
نے کہا ہی کہ پانچ رطل کا اور تہائی رطل کا اور کہا گیا ہی کہ اختلاف نہین ہی بلکہ تعبیر کا فرق ہی اسلیے کہ ابو یوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے
کیا ہی جو تیس استار کا ہی اور عراقی بیس استار کا ہی اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھ رطل عراقی کا $5\frac{1}{3}$ رطل مدنی کے ساتھ تو دونون برابر ہین کیونکہ
بیس استار کو آٹھ مین ضرب دینے سے ایک سو ساٹھ استار ہوتے ہین اور پانچ کو تیس مین ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہین اور تہائی تیس
کے دس ہوے تو یہ بھی ایک سو ساٹھ استار ہو گئے اور یہی مشابہ بصواب ہی کیونکہ امام محمد نے خلاف ابو یوسف کا نہین ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک
ذکر کرتے پھر جاننا چاہیے کہ درہم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہی اور رواج متعارف ہی وہ سولہ قیراط کا ہی جب صاع ایکہزار چالیس درم شرعی کا ہوا تو
متعارف دراہم کے وزن سے نوسو دس کے برابر ہوا کذا قالہ الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہی کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہی ہر استار $4\frac{1}{2}$
مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چھتیس روپے دہلی کے ہی یعنے جو روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہی حاصل یہ کہ صاع یعنی (۱۰۴۰) درم ۲۷۳ تولہ دہلی
۲ ۸ ۲ روپے چہرہ شاہی کچھ کم ۳۰ یا دو دو روپے زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپے بھر کا ہی اور قریب ۳ ثار ۲ چھٹانک کے سہارنپور کے
سیر سے ہی جو اٹھاسی روپے بھر کا ہی انما قدر بہا لتساویہما کیلا ووزنا ماش اور عدس کے ساتھ اندازہ اسلیے مقرر کیا کہ یہ کیل اور وزن مین برابر ہوتے
ہین یعنی بعضے پھولے اور بعضے ٹھوس نہین ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے پر کرین کہ بمقدار (۱۰۴۰) درہم کے ہون
پھر انکو نکال کر دوسرے ماش یا عدس اُسمین بھرین تو ہلکے یا بھاری نہونگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیہون اور جو کے کہ انمین بعض
بھاری اور بعض ہلکے ہوتے ہین تو اُسکے کیل اور وزن مین اختلاف ہوسکتا ہی پس عدس اور ماش سے کیال اسواسطے مقرر کیا کہ جنا ہو مختلف نہو

ودفع القیمۃ ای الدراہم **افضل من دفع العین** اور دینا قیمت صدقۃ الفطر کا یعنے درہم وغیرہ کا افضل ہی اُس معین کے دینے سے کیونکہ فقیر کی حاجت کے دفع مین قیمت زیادہ معاون ہی کذا فی الشامی علی المذہب المفتی بہ جوہرہ وبحر عن الظہیریہ بنابر مذہب مفتی بہ کے کذا فی الجوہرہ والبحر نقلا عن الظہیریۃ م اور اسکے مقابل وہ قول ہی جو مضمرات مین ہی کہ گیہون کا دینا افضل ہی سب احوال مین ایام شدت کے ہون یا نہون اسلیئے کہ یہ موافق سنت کے ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی المنح پس فتوی مین اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی

وہذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل کما لایخفی اور یہ قیمت کا ادا کرنا افضل ہی ارزانی کے دنون مین لیکن گرانی کے دنون مین تو خود اُس شی معین کا دینا یعنی غلہ وغیرہ کا افضل ہی جیساکہ پوشیدہ نہین م ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہی کہ یہ شارح کی طرف سے بحث ہی باوجود اسکے کہ تاتارخانیہ مین اسکو محمد بن سلمہ کیطرف نسبت کیا ہی اور نہر مین کہا ہی کہ یہ مستحسن ہی کذا قالہ الشامی **بطلوع فجر الفطر** متعلق یجب یہ متعلق ہی یجب کے یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی عید کی صبح صادق کے نمودار ہونے پر م اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے آخر روز کے آفتاب غروب ہونے پر کذا فی البدائع **فمن مات قبلہ** ای الفجر **او ولد بعدہ او اسلم لاتجب علیہ** پس جو شخص مرگیا اُس فجر سے پہلے یا پیدا ہوا اُسکے بعد یا اسلام لایا تو اُسپر واجب نہوگا م کیونکہ یہ اشخاص وجوب کے وقت اہلیت سے خارج ہین کذا فی النہر اور یہی حکم ہی جو فقیر ہوجاوے فجر سے پہلے یا تو انگر ہوجاوے فجر کے بعد کذا فی الہندیہ **وتستحب اخراجہا قبل الخروج الی المصلے بعد طلوع فجر الفطر** عملا بامرہ وفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام اور مستحب ہی فطرہ دینا عیدگاہ مین جانے سے پہلے بعد نمودار ہونے فجر عید کے واسطے تعمیل حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے م اس قول وفعل کو حاکم نے ابن عمر سے روایت کیا ہی اور فتح القدیر مین اُسکو بیان کیا ہی قالہ الشامی **وصح اداؤہا اذا قدمہ علے یوم الفطر او اخرہ** اعتبارا بالزکوۃ اور درست ہی ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور پیچھے زکوۃ پر قیاس کرکے والسبب موجود اذ ہو الراس اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہی م اولی یہ ہی کہ بخاری کی حدیث سے استدلال کیا جاوے کہ صحابہؓ عید سے ایکدو روز پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر مین ہی کہ پہلے سے دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا بلکہ آپ کے اذن ہی سے ہوگا کذا قالہ الشامی **بشرط دخول رمضان فی الاول** ای مسئلۃ التقدیم ہو الصحیح وبہ یفتی جوہرہ وبحر عن الظہیریۃ بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ مین یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہی کذا فی الجوہرہ والبحر عن الظہیریۃ یعنے اگر رمضان سے پیشتر فطرہ دیگا تو صحیح نہوگا

لکن عامۃ المتون والشروح علی صحۃ التقدیم مطلقا وصححہ غیر واحد ورجحہ فی النہر ونقل عن الولوالجیۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت فکان ہو المذہب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہین تقدیم کی درستی پر ہر صورت مین یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ ایک نے نہین بلکہ بہتون نے اسکی تصحیح کی ہی اور نہر مین اسکو ترجیح دیا ہی اور ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی مین کہتا ہون بس یہی ہی مذہب م طحطاوی نے کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہی وہ مقدم ہوتی ہی ظاہر الروایۃ پر **وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین** علے ما علیہ الاکثر

اور جائز ہی دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین یا جماعت کو اس بنا پر کہ اکثر مشائخ اسی پر ہین وبہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط وتبعہم الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصححہ فے البرہان فکان ہو المذہب کتفریق الزکوۃ اسی پر جزم کیا ہی ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط مین اور انکا اتباع کیا ہی زیلعی کے باب الظہار مین بدون ذکر اختلاف کے اور برہان مین اسکو صحیح کہا ہی پس یہی ہی مذہب جیسے زکوۃ کی تقسیم درست ہی ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فی حدیث اغنوہم للندب فیفید الاولویۃ ولذا قال فی الظہیریۃ لایکرہ التاخیر ای تحریما اور امر حدیث شریف اغنوہم الخ استحباب کے لیے ہی پس مفید ہی اولویت کا اور اسی واسطے ظہیریہ مین کہا ہی کہ تاخیر مکروہ نہین ہی یعنی تحریما م یہ حدیث دارقطنی اور

ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم الحدیث مین ابن عمر سے ان لفظون سے روایت کی ہے اغنوہم عن الطوف فی ہذا الیوم کذا قالہ نوح اس حدیث
سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اغنا حاصل نہین ہوتا جبتک کہ ایک فقیر کو پورا فطرہ ندیا جاوے پس چاہیے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو مقتضا ے
امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو شارح نے جواب دیا کہ امر استحباب کے لیے ہے ورنہ تقدیم و تاخیر جائز نہوتی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل سابق مین
مذکور ہو چکی تو جب امر استحباب کے لیے ہوا تو اسکا خلاف کروہ تحریمی نہو گا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا کروہ
تنزیہی ہے جیسا یوم الفطر سے تاخیر کرنا ہان مگر یہ کہ فرق اسطرح بیان کیا جاوے کہ اگر لوگ یوم العید سے تاخیر کرین تو اغنا بالکل حاصل ہوگا بخلاف اسکے کہ
متفرق دین کیونکہ مجموع سے اغنا حاصل ہو جاتا ہے جیسے کرخی نے یہ علت بیان کی ہے قالہ الشامی کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف
یعتد بہ جیسا جائز ہے دینا متعدد شخصون کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ لائق اعتبار کے ہو ھ یعتد بہ سے مصنف کے کلام کی تصحیح کی ہے یعنی مراد نفی خاص
خلاف کے ہے کیونکہ مواہب الرحمن مین دونون مسئلون مین خلاف کی تصریح کی ہے کہ جائز ہے لینا ایک شخص کا جماعت سے اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح تر کے
اس سے معلوم ہو کہ قول صحیح عدم جواز ہے مین کہتا ہون کہ محل خلاف اس جگہ شاید وہ صورت ہو کہ چند آدمیون نے اپنے فطرہ جمع کر کے ملا دیے اور ایک کو
دیے لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری ہونا جواز و عدم جواز مین بعید ہے قالہ الشامی خلطت امرأۃ امرہا زوجہا باداء فطرتہ
حنطتہ بحنطتہا بغیر اذن الزوج و دفعت الی فقیر جاز عنہا لا عنہ کسی عورت کو اسکے خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اُسنے بلا اجازت خاوند کے
اُسکے گیہون اپنے گیہون مین ملا لیے اور کسی فقیر کو دیدیے تو عورت کیطرف سے جائز ہے مرد کی طرف سے ناجائز ہ اسلیے کہ مرد نے اسکو اپنے مال مین سے
دینے کی اجازت دی تھی جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ مین ملایا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے مستہلک ہو گیا تو اسکی مالک عورت
ہو گئی اور عورت کے ذمہ اتنے اناج کا ضمان لازم آویگا قالہ الشامی لما ان الاختلاط عند الامام استہلاک یقطع حق صاحبہ وعندہما لا یقطع فیجوز ان
اجاز الزوج ظہیریۃ اسوجہ سے کہ سابق مین مذکور ہوئی یعنے مخلوط ہونا استہلاک ہے امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس معین سے قطع کر دیتا ہے
اور صاحبین کے نزدیک نہین قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریۃ ھ یعنے زوج کیطرف سے بھی جائز ہوگا ولو بالعکس
قال فی النہر لم ارہ اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنے عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کر دے اور مرد نے عورت کا غلہ اپنے غلہ مین ملا لیا اور فطرہ
دیا) تو نہر مین کہا ہے کہ مین نے اس صورت کو نہین دیکھا و مقتضی بامر جوازہ عنہا بلا اجازتہا اور جو سابق مین مذکور ہوا (یعنے ولو ادی عنہا بلا اذن اجزا) وہ
مقتضی ہے کہ خاوند اور بی بی دونون کیطرف سے جائز رہے بدون عورت کی اجازت کے بھی و لا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام
لم یفعلہ بدائع اور نہ بھیجے امام صدقۃ الفطر لینے کے لیے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہین کیا کذا فی البدائع ھ یعنی یہ ثابت نہین
ہوا کہ کسیکو آپ نے مقرر کیا ہو کہ وہ گشت کر کے صدقہ فطر وصول کر لاوے قالہ الشامی و صدقۃ الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف فی کل حال اور فطرہ
مصارف کے باب مین مانند زکوٰۃ کے ہے سب حالات مین ھ فی کل حال سے تعمیم احوال مطلقا اور ہر وجہ سے مراد نہین ہے کیونکہ ہر ایک کے لیے جدی جدی
شرطین ہین جو دوسرے کے لیے نہین ہین مثلاً زکوٰۃ مین شرط ہے سال اور نصاب نامی اور عقل و بلوغ اور فطرہ مین ایک بھی شرط نہین ہے بلکہ یہان مراد
تعمیم احوال کی ہے مصارف مین خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی نہو گی کذا فی البدائع یہ توجیہ وہ ہے جو
مجھے ظاہر ہوئی قالہ الشامی الا فی جواز الدفع الی الذمی و عدم سقوطہا بہلاک المال و قدمر مگر زکوٰۃ اور فطرہ مین اتنا فرق ہے کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہے
اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہین ہوتا اور دونون مسئلے سابق گذر چکے ایک باب المصرف مین دوسرا اسی باب مین خانیہ مین ہے کہ ذمی کو فطرہ
دینا جائز ہے اور مکروہ ہے نزدیک امام شافعی کے اور ایک روایت مین امام ابو یوسف سے جائز نہین اور حاوی مین ہے کہ فتوی امام ابو یوسف کے

قول پر ہو قالہ الشامی ولو دفع صدقۃ الفطرۃ الی زوجۃ عبدہ جاز وان کانت نفقتہا علیہ عمدۃ الفتاوی للشہید اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنے غلام کی بی بی کو تو جائز ہی اگرچہ اُسکی بی بی کا نفقہ مولی ہی کے ذمہ ہو کذا فی عمدۃ الفتاوی للشہید ھم یعنی نفقہ عبد کی بی بی کا مالک کے ذمہ تبرعًا ہی کہ اُسنے اپنے ذمہ کر رکھا ہی اور اُسکو منجملہ عیال کے سمجھ لیا ہی ورنہ اُسکا نفقہ عبد کے ذمہ ہی اسیلیے نفقہ کے عوض بی بی اُسکو بکوا سکتی ہی قالہ الشامی خاتمۃ واجبات الاسلام سبعۃ الفطرۃ ونفقۃ ذی رحم ووتر واضحیۃ وعمرۃ وخدمۃ ابویہ والمرأۃ لزوجہا حدادی خاتمہ اسلام کے واجبات سات ہین فطرہ اور ذورحم کا نفقہ اور وتر اور قربانی اور عمرہ اور ماں باپ کی خدمت اور عورت کے حق مین اپنے خاوند کی خدمت کذا فی الحدادی ھم صاحب جوہرہ نے اسکو امام محبوبی کی طرف نسبت کیا ہی اور اصول مین ثابت ہی کہ اعداد کے لیے مفہوم مخالف نہین ہی یا یون کہا جاوے کہ واجبات خبر مقدم ہی اور سبعۃ مبتدا موخر اور معنی یہ کہ یہ سات جو مذکور ہوے منجملہ واجبات اسلام ہین اور شاید اُنکو کوئی خصوصیت ہو کہ اسمین یہ شریک ہون سوا اور واجبات کے پس نہین وارد ہوتا جو طحطاوی نے کہا ہی کہ اگر واجبات مشہورہ مراد ہین تو غیر مسلم ہی کیونکہ صلوۃ عیدین اور جماعت وغیرہ رہ گئین اور اگر مطلق واجبات مراد ہین تو نماز مین اور حج وغیرہ مین بہتیرے واجبات ہین۔ اور واجب سے مراد وہ ہی کہ شامل ہو واجب دیانۃ کو جیسے خدمت عورت کی اپنے خاوند کیواسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسے وتر اور عمرہ کو واجبات مین گننا اُس قول کے بموجب ہی جنکے نزدیک عمرہ واجب ہی اور اختلاف تصحیح کا اس باب مین آگے مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم قالہ الشامی

کتاب الصوم

یہ کتاب ہی روزہ کے بیان مین ھم ایضاح مین ہی کہ روزہ دین کا بڑا رکن ہی اور شرع متین کا مضبوط قانون ہی اسی سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہی اور یہ مرکب ہی دو چیزون سے ایک عمل قلبی دوم کھانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہ بڑی اچھی خصلت ہی مگر نفس پر البتہ دشوار ہی پس حکمت الٰہی اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوے یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوۃ پھر زیادہ دشوار ہو یعنے روزہ اور اسی ترتیب کی طرف اشارہ فرمایا قرآن مجید مین والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات اور مبانی اسلام کے پانچ بیان فرمائے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصوم شہر رمضان اسیلیے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات مین یہی ترتیب رکھی کذا فی شرح

ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لکان اولی لما فی الظہیریۃ لو قال للہ علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کما فی قولہ تعالی ففدیۃ من صیام کہا گیا ہی (یعنے صاحب بحر نے کہا) کہ اگر مصنف بجاے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ مین کہا ہی کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ کیواسطے مجھپر صوم ہی تو اس صورت مین اُسپر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہونگے جیسا قرآن شریف مین وارد ہی ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنے بدلا دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا ھم وجہ استشہاد کی یہ ہی کہ یہ فرع جوہریہ مین ہی دلالت کرتی ہی کہ لفظ صیام جمع ہی اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہی جیسا آیت شریف مین ہی پس لفظ صیام سے تعبیر کرنا بہتر تھا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قالہ الشامی وتعقب بان الصوم لہ انواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہی یعنے صاحب نہر نے کہا کہ صوم کے انواع متعددہ ہین ھم یعنی صوم اسم جنس ہی اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہی خواہ اُسکو صوم سے تعبیر کرو یا صیام سے کیونکہ یہ دونون مصدر ہین صام صوما وصیاما اور صوم اور صیام مین ہرگز تعدد پر دلالت نہین ہی اور اسیلیے قاضی بیضاوی نے آیۃ شریف کی تفسیر مین کہا ہی کہ یہ بیان ہی جنس فدیہ کا اور مقدار روزون کی کعب کی حدیث سے معلوم ہوتی ہی ہان صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہی لیکن وہ یہان مراد نہین ہوسکتی اور نہ آیۃ شریف مین یہ معنی مراد ہو سکتے ہین علے ان ال تبطل معنی الجمع علاوہ برین لام والف جمع کے معنی کو باطل کردیتا ہی ھم یعنے اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام افراد صوم کی جمع ہی پھر بھی اولویۃ الصیام کی کوئی وجہ نہین پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سے جمعیت کے معنی جاتے رہے تو صوم

وصیام برابر ہوگئے یہ تقریر کلام شارح کی ہر نہر کے موافق اس صورت مین ظہیریہ کے کلام کی توجیہ مشکل ہر اگرچہ نہر مین کہا ہر کہ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ لفظ صیام اگرچہ جمع نہین لیکن چونکہ آیہ شریف مین اُسکا اطلاق تین روزے پر ہوا تو نذر مین اسی کا اعتبار کیا گیا احتیاطا بخلاف لفظ صوم کے قالہ الشامی والاصح انہ لایکرہ قول رمضان اور اصح یہ ہر کہ لفظ رمضان بولنا یعنی بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہین ہر م بعضون نے کہا ہر کہ صحیح وہ ہر جو محمد نے مجاہد سے روایت کی ہر اور اسکا خلاف ذکر نہین کیا کہ مکروہ ہر بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسمار الٰہی سے ہر اور اکثر مشائخ اس بات پر ہین کہ یہ قول مکروہ نہین ہر کیونکہ احادیث صحیح مین وارد ہر جیسا فرمایا من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ وماتاخر اور دوسری جا ارشاد ہر عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ اور روایت مشہورہ مین رمضان کا اسماے الٰہی سے ہونا ثابت نہین ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسما مشترکہ مین ہوگا جیسا حکیم کذا فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ الے الکعبۃ اشہر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف کی طرف دسوین شعبان کو ہجرۃ کے ڈیڑھ برس کے بعد ہو لغۃ امساک مطلقا صوم لغت مین کسی چیز سے باز رہنا ہر مطلق م یعنے طعام سے یا کلام سے اور ظاہر یہ ہر کہ سب معنون مین حقیقت لغویہ ہر اور صحاح کی عبارت اسی کو مفید ہر اور مغرب مین ہر کہ وہ باز رہنا ہر انسان کا کھانے پینے سے قالہ الشامی و شرعا امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع مین باز رہنا افطار کرنے والی چیزون سے جنکا ذکر آگے آویگا حقیقۃ او حکما کمن اکل ناسیا فانہ ممسک حکما باز رہنا حقیقۃ ہو یا حکما جیسے کسی نے کھا لیا بھولکر کیونکہ اسکو امساک حکمی حاصل ہر م یعنی شارع نے اُسکے افطار کو اعتبار نہین کیا قالہ الشامی فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص مین کہ وہ روز شرعی ہر م یعنی اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد اول زمان طلوع ہر یا روشنی کا انتشار اسمین اختلاف ہر جیسا نماز صبح مین اختلاف ہر اور پہلے مین احتیاط ہر اور دوسرے مین وسعت جیسا حلوانی نے کہا ہر اور محیط مین ہر کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاہر عن حیض ونفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک ہر نیت مقرری کے ساتھ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دار الاسلام مین ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دار الحرب مین ہو اور طاہر ہو حیض ونفاس سے عورت ہونے کی صورت مین م پوشیدہ نرہے کہ کلام مطلق صوم مین ہر فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دار الاسلام مین ہونا شرط صرف وجوب رمضان کی ہر جیسا عقل وبلوغ بھی شرط ہر صحت صوم کی شرط نہین پس مناسب یہ ہر کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر اہ پر کذا قالہ الشامی والطاہر البلوغ والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ صوم الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صومہما فی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی شرطین نہین کیونکہ لڑکے کا روزہ اور اُس شخص کا روزہ جو بعد نیت کے مجنون ہوجاوے یا بیہوش ہوجاوے درست ہر اور دوسرے روز کا روزہ جو مجنون اور بیہوش کا درست نہین ہوتا تو نیت کے نہونے سے درست نہین ہوتا م یہ جواب ہر اُس سوال سے کہ کوئی یون کہے کہ شخص مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور افاقہ کے جنون اور بیہوشی اور نیند سے جواب کا حاصل یہ ہر کہ کلام صوم شرعی کی تعریف مین ہر اور وہ اسکا رکن کے ذکر نے یعنے امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہوسکتی ہر اور صحت کے موقوف علیہ تین ہین اول مسلمان ہونا دوم طہارت حیض ونفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہین ہین البتہ وجوب رمضان کی شرطین ہین پس حقیقۃ ہو مع ہر قالہ الشامی وحکمہ نیل الثواب ولو منہیا عنہ کما فی الصلوۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہر اگرچہ منہی عنہ ہو مانند ثواب نماز کے زمین مغصوبہ مین م اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ ثواب ہر جیسا غصب کی زمین پر نماز مین نہر مین اسکو ذکر کیا ہر بحر کا قول رد کرنے کو کہ ایام منہیہ کے روزہ مین ثواب نہین ہر قالہ الشامی وسبب صوم المنذور النذر ولذا لو عین شہرا وصام شہرا قبلہ عنہ اجزاہ لوجود السبب ویلغو التعیین اور نذر کیے ہوے روزہ کا سبب نذر ہر اور اسی لیے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کیے اور اُسکے بدلے اُس سے پہلے مہینے کے روزے رکھے تو کافی ہر

کیونکہ سبب یعنی نذر تو موجود ہی اور تعیین ایام کی لغو ہو گئی ہم اس سے نکلتا ہی کہ ہر ہفتہ کے دوشنبہ اور جمعرات کے روزہ کی کسی نے نذر کی تو اُسکے
بدلے دوسرے دنون مین بھی رکھ سکتا ہی لیکن یہ حکم اُس نذر کا ہی جسکو کسی چیز پر مشروط نکیا ہو چنانچہ قبل اعتکاف کے آویگا قالہ الشامی والکفارات الحنث
والقتل اور سبب کفارات کے روزون کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا یعنی قتل کرنا کسی نفس کا خطائً یا قتل کرنا صید کا احرام مین ہم شامی نے کہا کہ اولی وہ
عبارت ہی جو فتح مین ہی کہ کفارون کے روزہ کا سبب اُنکے اسباب ہین قسم توڑنا اور قتل وغیرہ اسلیے کہ اسباب مین یہ بھی تو ہین عود پر عزم کرنا ظہار مین
اور روزہ توڑنا رمضان مین اور سر مونڈنا احرام مین قالہ الشامی **ورمضان شہود جزء من الشہر** من لیل او نہار علی المختار کما فی الخبازیۃ اور سبب
رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزو کا اس مہینے سے ہی خواہ رات ہو یا دن بنا بر مذہب مختار سرخسی کے جیسا خبازیہ مین ہی واختار فخر الاسلام
وغیرہ انہ الجزء الذی یمکن انشاء الصوم فیہ من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہی کہ ہر یوم کا وہ جزو سبب ہی جسمین روزہ کی ابتدا ممکن ہو
ہم یعنے صبح صادق کے شروع سے دوپہر سے کچھ پہلے تک کیونکہ رات مین اور خود دوپہر اور اُسکے بعد مین انشاء صوم ممکن نہین اور رات مین تو
صرف نیت ہی ہی نہ صوم لیکن بحر مین تصریح کی ہی کہ سبب وہ جزو ہی جسکے ٹکڑے نہین ہو سکتے ہر روز مین پس روزہ واجب ہوتا ہی اسی جزو کے
متصل اور یہ کلام بحر کا مقتضی ہی اس بات کو کہ سبب ہر دن کا جزو اول ہی ہی جیسا اور علما نے بھی اسکی تصریح کی ہی قالہ الشامی حتے لو افاق المجنون
فی لیلۃ او فی اخر ایامہ بعد الزوال لا قضاء علیہ وعلیہ الفتوی کما فی المجتبی والنہر عن الدرایۃ یہانتک کہ اگر مجنون کو کسی رات مین افاقہ ہوا یا آخر
روز رمضان مین بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اُسپر قضا لازم نہین اور اسی پر فتوی ہی جیسا مجتبی مین ہی اور نہر مین منقول ہی درایہ سے وصحح غیر واحد
وہو الحق کما فی الغایۃ اور بہت لوگون نے اسکی تصحیح کی ہی اور یہی حق ہی جیسا غایہ مین ہی ہم یعنی صاحب نہایہ اور ظہیریہ اور قاضیخان اور عنایہ اور
اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہی مین کہتا ہون کہ اسی کی تصحیح کو ذخیرہ مین نقل کیا ہی لیکن یہ بھی نقل کیا ہی کہ لزوم قضا صحیح ہی اور
اسیطرف فتح القدیر چلا ہی اور شرح ملتقی مین ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی اور بدائع مین اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہی اور خلاف نہین
نقل کیا اور ایسا ہی سراج مین ہی اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی حاصل یہ کہ دونون قول
کی تصحیح کی گئی ہی اور معتمد دوسرا قول ہی کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہی اور متون اسی پر منعقد ہین قالہ الشامی وہو اقسام ثمانیۃ **فرض** وہو نوعان معین
کصوم رمضان اداء وغیر معین کصومہ **قضاء وصوم الکفارات** اور صوم کی آٹھ قسمین ہین ایک فرض ہی اسکی دو قسمین ہین معین جیسے رمضان
کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضا روزے اور کفارون کے روزے لکنہ فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا یکفر جاحدہ قالہ البہنسی تبعا
لابن الکمال لیکن کفارون کے روزے فرض علمی ہین نہ اعتقادی اسلیے اُسکے منکر کو کافر نہین کہتے یہ بہنسی نے کہا ہی ابن کمال کی اتباع سے ہم
ایضاح الاصلاح مین کہا ہی کہ روزہ نذر اور کفارہ واجب ہی اُسکی فرضیت پر اجماع نہین منعقد ہوا بلکہ اُسکے وجوب یعنی ثبوت پر عمل کے اعتبار سے
نہ اعتقاد کے اعتبار سے اسواسطے اسکا منکر کافر نہین حاصل یہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہی لیکن اسطرح نہین ہی کہ اسکا منکر کافر ہو
جیسا حال فرض قطعی کا ہوتا ہی مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر ماتن کو مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم مین ذکر کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہی
قالہ الشامی **وواجب** وہو نوعان معین **کالنذر المعین** وغیر معین **کالنذر المطلق** اور ایک روزہ واجب ہی اُسکی دو قسمین ہین ایک معین جیسے
نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق ہم معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلاً جمعرات کا روزہ اور غیر معین جیسے ایکدن کا روزہ مثلاً اور واجب
کے اقسام مین ہی نفل روزہ جو شروع کرکے توڑ دے یا نفل کی قضا کو فاسد کر دے اور اعتکاف کے روزے قالہ الشامی واما قولہ تعالی ولیوفوا نذورہم
فدخلہ الخصوص کالنذر بمعصیۃ فلم یبق قطعا لیکن قول حق سبحانہ تعالی کا ولیوفوا نذورہم اسپر خصوص وارد ہوا ہی یعنی گناہ کی نذر اسمین سے مخصوص ہی

پس قطعی رہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالۃ نہین ہوتا وقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی شارح نے کہا کہ قائل
اکمل وغیرہ ہی اور شرنبلالی نے اُسپر اعتماد کیا ہی م پس اسمین یہ شبہہ ہی کہ اکمل نے عنایہ مین تو وجوب ثابت کیا ہی مگر یہ کہ اس موضع کے سوا اور کہین کہا ہو
اور بحر وغیرہ مین مذکور ہی کہ اسکا قائل کمال ہی تو شاید یہ شارح کے قلم کی خطا ہی بسبب مشابہت دونون لفظون کے قالہ الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر
مین یہ ہی کہ فرضیت اس سے مستفاد ہی کہ اجماع ہی اُسکے لزوم پر نہ آیت شریف سے کیونکہ وہ مخصوص البعض ہی قالہ الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بین المنذورۃ
لاتودی بعد صلوۃ العصر بخلاف الفائتۃ لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہی اس فرق سے کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہین کیجاتی
بخلاف قضا نمازون کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر اُسکی نماز مکروہ نہوتی ہو فرض علی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان مطلق الاجماع لایفید الفرض القطعی و
کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی بنا بر اظہر قول کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہی کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہین ہوتا م فرض عملی کہکر شارح کا توجیہ کرنا ایسا ہی
کہ خود بھی اسکو اچھا نجانیگا اسواسطے کہ جو شخص آیت شریف سے فرضیت پر استدلال کرتا ہی وہ فرض قطعی کہتا ہی نہ ظنی جیسا درر مین تصریح کی ہی اور اسی لیے فتح
مین اعتراض کیا ہی کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہین ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہی اور صدر الشریعۃ نے اسکو چھوڑ کر اجماع سے استدلال کیا ہی کذا اسنے
الشامی کمابسط خسرو جیسا تفصیل بیان کیا ہی خسرو نے م یعنے درر مین صدر الشریعۃ کا یہ قول ذکر کیا کہ منذور فرض ہی اسوجہ سے کہ لزوم اسکا بالاجماع
ثابت ہی پس قطعی الثبوت ہوا پھر اسطرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہان فرض اعتقادی ہی جسکا منکر کافر ہوتا ہی چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہی
اور فرضیت ان معنون سے مطلق اجماع سے ثابت نہین ہوتی بلکہ اس اجماع سے جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزے اور جب منذور
مین اجماع فرضیت پر بتواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب مین رہا اسواسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہی نہ فرضیت کو قالہ الشامی
ونفل کغیرہما اور ایک روزہ نفل ہی چنانچہ فرض واجب کے سوا دوسرے روزے م یہان نفل کے معنی لغوی مراد ہین یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ اسمین
دونون قسمین مکروہ کی بھی داخل ہین اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شرعی ہی مراد ہین اسوجہ سے کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہی اور اس
اعتبار سے کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہی منع ہی پس اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قالہ الشامی یعم السنۃ
کصوم عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہی سنت کو جیسے روزہ دسوین محرم مع نوین کے م جو فعل کہ اُسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفاے
راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پھر وہ دو قسم ہی ایک سنۃ الہدی کہ اسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہی جیسے جماعت اور اذان دوم سنت زائدہ
جیسے عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قیام وقعود مین اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہین اور ظاہر یہ ہی کہ صوم عاشورا قسم ثانی مین ہی لیکن خانیہ
مین اسکو مستحب کہا ہی اور ایسا ہی بدائع مین ہی تامل قالہ الشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر اور نفل شامل ہی مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام
بیض کے روزے م بیض صفت ہی لیالی کی جو محذوف ہی یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین مستحب کا ذکر نہین کیا کیونکہ اصولیون کے نزدیک مستحب اور
مندوب مین فرق نہین یعنی وہ فعل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسپر مواظبت نکی ہو اگرچہ کبھی نکیا ہو مگر رغبت اسکی طرف ثابت ہو کذا فی التحریر اور فقہا
کے نزدیک مستحب وہ ہی جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دو بار جواز کی تعلیم کے لیے کیا ہو قالہ الشامی ویوم
الجمعۃ ولو منفردا اور شامل ہی جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو م نہر مین اسکی تصریح کی ہی اور ایسے ہی بحر مین یعنی کہا ہی کہ جمعہ کا روزہ اکیلا مستحب ہی
اکثرون کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور جمعرات کا اور بعضون نے سکو مکروہ کہا ہی اور اسکی مثل محیط مین ہی اور یہ سبب بیان کیا ہی کہ ان ایام کی فضیلت
ہی اور انکے روزہ مین غیر قبلہ والون کے ساتھ تشبہہ نہین ہی پس جو اشباہ مین کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہی سو وہ قول بعض کا ہی اور
خانیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین جمعہ کے روزہ کا امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبداللہ بن عباس اُسکا روزہ رکھتے اور افطار نکرتے تھے

اور اس اثر سے استشہاد کرنا دلیل ہے اوپر اس بات پر کہ لاباس سے مراد استحباب ہے اور ابو یوسف نے کہا ہے کہ حدیث اسکی کراہت مین بھی وارد ہے پس احتیاط
یہ ہے کہ ایک روز پہلے یا پیچھے ملا لے قالہ الشامی وعرفة ولو لحاج لم یضعفه اور نفل مین ہے عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی رکھے جو روزے سے ضعیف نہو ہم یعنے
نوین ذیحجہ کا روزہ اگر کوئی حاجی رکھے کہ اسکو وقوف عرفات مین خلل انداز نہو اور دعاؤن کا حارج نہو تو مکروہ نہین کذا فی المحیط اور اگر ضعف طاری ہو تو
مکروہ ہے کذا قالہ الشامی والمکروہ تحریما کالعیدین اور نفل شامل ہے مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ ہم یعنے اور ایام تشریق کا کذا فی النہر والمکروہ نصب
کے علامت سے عطف ہے سنتا پر یا مرفوع ہے اور کالعیدین خبر اور اس صورت مین جو تکلف نفل کے معنون مین کیا گیا مکروہ کے شامل کرنیکو اسکی ضرورت
نہین قالہ الشامی وتنزیہا کعاشوراء وحدہ اور شامل ہے مکروہ تنزیہی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا ہم یعنی اسطرح کہ نوین یا گیارھوین کو اسکے ساتھ نملایا جاوے قالہ
امداد اسلیے کہ مشابہت ہے یہود کے ساتھ کذا فی المحیط قالہ الشامی وسبت وحدہ اور ہفتہ کے روز کا اکیلا ہم کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کذا فی البحر اور یہ علت کراہت
تحریمی پر دلالت کرتی ہے مگر یہ کہ کہا جاوے کہ کراہت تحریمی قصد مشابہت سے ہوتی ہے ونیروز ومہرجان ان تعمدہ اور روزہ نوروز اور مہرجان کا اگر قصداً رکھے
اسکو ہم نیروز معرب ہے نوروز کا اُس روز کا نام ہے کہ آفتاب برج حمل مین آتا ہے اور مہرجان معرب ہے مہرگان کا وہ دن کہ آفتاب میزان مین آتا ہے اور یہ دونون
فارسیون کے عید کے دن ہین قولہ ان تعمدہ کذا فی المحیط پھر محیط مین کہا ہے کہ مختار یہ ہے اگر پہلے سے روزہ رکھتا ہو تو افضل یہ ہے کہ روزہ رکھے ورنہ افضل
یہ ہے کہ روزہ نہ رکھے کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہو جاتی ہے اور یہ حرام ہے قالہ الشامی وصوم دہر وصوم صمت ووصال وان افطر الایام الخمسة
اور شامل ہے نفل کراہت کے ساتھ عمر بھر کے روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنے یہ کہ روزہ مین کلام نکرے اور کلام نکرنے کی کراہت اسواسطے ہے کہ
مجوس کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ روزے مین نہین بولتے کذا فی المحیط اور شامل ہے وصال کے روزے کو یعنی کئی روزے پیاپے رکھے اور بیچ مین افطار نکرے
اور عمر بھر روزہ رکھنا مکروہ ہے اگرچہ پانچ دن ممانعت کے یعنی دونون عید کے دن اور تین ایام تشریق مین افطار کرے ہم خلاصہ مین ہے کہ جب ایام منہیہ مین افطار
کرے تو مختار یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہین قالہ الشامی وہذا عند ابی یوسف کما فی المحیط اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے جیسا محیط مین ہے ہم یعنی مکروہ ہونا عمر بھر
کے روزہ رکھنے کا امام ابو یوسف کے نزدیک اس جہت سے ہے کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری مین ضعف طاری ہوگا یا روزہ رکھنا اسکی سرشت
ہو جائیگی مشقت نرہیگی کذا فی الحلبی فہی خمسة عشر تفریع ہے بعلم السنة الخ پر یعنی جملہ مذکورات جو نفل مین داخل ہین پندرہ ہین ہم اسطرح کہ عیدین کو دو شمار
کرین اور اتوار کا دن کہ بہت سے نسخون مین موجود ہے اسمین شامل رکھین لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم الشک باقی رہگئے اور مکروہ تنزیہی سے
عورت کا روزہ بدون اپنے خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مولی کی اجازت کے اور اجیر کا روزہ بدون مستاجر کی اجازت کے باقی رہگئے اور
مندوبات مین سے دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ اور صوم داؤد یعنی ایک روز صوم اور ایک روز افطار اور شش عید کے روزے باقی رہگئے قالہ الشامی وانواعه ثلثة عشر
اور انواع صوم لازم کے تیرہ ہین سبعة متتابعة سات قسمین بلا فصل روزہ رکھے جاتے ہین رمضان وکفارة ظہار وقتل ویمین وافطار رمضان ونذر معین
واعتکاف واجب ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے چوتھے کفارہ قسم کے پانچوین کفارہ افطار رمضان کا
چھٹے نذر معین ساتوین اعتکاف واجب کے وستة یخیر فیہا نفل وقضاء رمضان وصوم متعة وفدیة حلق وجزاء صید ونذر مطلق اور چھ قسمین وہ ہین جنمین رکھنے والے
کو اختیار ہے فصل کا ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج تمتع (اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت ذبیحہ کی نہو اور تین روزے ایام حج
مین اور سات پھرنے کے بعد رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے روزے پانچوین جزاء صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنے جسمین معین مہینے
یا پیاپے رکھنے کی قید نہین لگائی اور نہ نیت کے اذا تقرر ہذا فیصح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیة من اللیل جب یہ ثابت ہو چکا پس صحیح ہے
اداے رمضان کے روزے اور نذر معین اور نفل کے رات سے نیت کرنے سے ہم ادا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضاء رمضان کے اور قضاء نذر معین اور نفل

ف
اگر کوئی شخص جمعرات کو روزہ رکھتا ہو اتفاقاً جمعرات کو نوروز ہو گیا تو یہ روزہ مکروہ نہیں ہے اگر جمعرات ہی کی نیت سے رکھے ۱۲

کی قضا کے لیے رات سے نیت کرنی اور تعیین مشروط ہی جیسا آویگا اور نفل سے مراد سوائے فرض اور واجب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر والنہر اختیار مین کہا ہی کہ نیت شرط ہی روزہ مین یعنی دل مین جانے کہ روزہ رکھونگا اور رمضان شریف کی رات مین کوئی مسلمان اس سے خالی نہین اور زبان سے نیت کا کہنا شرط نہین اور بحر مین ظہیریہ سے نقل کیا ہی کہ سحر کھانا نیت ہی قالہ الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عنده پس نیت نہین صحیح غروب سے پہلے اور نہ غروب کے وقت ہم یعنی اگر نیت کرے غروب سے پہلے یا غروب کے وقت کہ مین کل روزہ رکھونگا پھر سوگیا یا بیہوش ہوگیا یا غافل ہوگیا یہانتک کہ اگلے دن آفتاب کے زوال کا وقت آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہی کذا فی الخانیہ قالہ الشامی الی الضحوة الكبرى لا بعدها ولا عندها اعتبارا لاكثر اليوم صحیح ہی نیت رات سے لیکر ضحوہ کبری تک نہ اُسکے بعد اور نہ اُسکے متصل لحاظ اکثر یوم کے ہم ضحوہ کبری سے مراد نصف نہار شرعی ہی اور نہار شرعی شروع صبح صادق سے ہی غروب شمس تک اور اُسکو زوال شمس سے تعبیر نکیا جیسا قدوری و مجمع وغیرہ مین تعبیر کیا ہی کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہی طلوع آفتاب سے حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سے ہی کذا فی البحر عن المبسوط ہدایہ مین جامع صغیر سے منقول ہی کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح ہی کیونکہ وجود نیت کا اکثر روز مین ضروری ہی اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبری تک ہی نہ وقت زوال تک پس اس سے پہلے نیت شرط ہی تاکہ اکثر ہونا ثابت ہو قالہ الشامی بمطلق النية

ای نیت الصوم فال بدل من المضاف الیہ اور درست ہین صیام مذکورہ مطلق نیت سے یعنے روزے کی نیت سے پس الف لام بدلے مضاف الیہ کے ہم مطلق نیت یہ کہ اسمین فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہو اسلیے کہ تمام رمضان اپنے فرض روزون کے لیے پورا وقت ہی اسمین دوسرا صوم مشروع نہین پس فرض ہی کے لیے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سے متعین ہی اُسمین تعین کی ضرورت نہین اور نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعین سے متعین ہی اور نذر ناذر کیطرف سے تو دونوں مین مطلق نیت کافی ہی اور چونکہ بعض لوگون نے اعتراض کیا تھا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مستلزم ہی کہ کسی عبادت کی نیت سے روزہ درست ہونا چاہیے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہی یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہی کذا فی الشامی وبنية نفل لعدم المزاحم اور درست ہی صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان و نذر معین کا کوئی مزاحم نہین جیسا مطلق نیت مین بیان ہوچکا وبخطاء فی وصف لنية واجب اٰخر فی اداء رمضان فقط لتعينه بتعيين الشارع اور درست ہی باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہ صحت صرف اداے رمضان مین ہی (نفل اور نذر معین مین نہین) کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے معین ہی یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب شعبان گذر جاوے تو پھر کوئی روزہ نہین سوائے رمضان کے بخلاف نذر کے کہ اُسکا وجوب ناذر کے قول سے ہی جب اُسنے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا الا اذا وقعت النیة من مریض او مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما استثنا ہی بنیة نفل وبخطاء فی وصف سے یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے تو روزہ وہی ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہی واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق مین ہم یحتاج کی ضمیر یا مریض اور مسافر کی طرف پھرتی ہی بتاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قالہ الشامی اور ہوسکتا ہی کہ یحتاج بصیغہ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول ما لم یسم فاعلہ ہو فلا یقع عن رمضان بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس نہ واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اُس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنے نفل او واجب بوجب اُس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہین کذا فی البحر مین کہتا ہون بحر مین جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہی تو وہ مریض کے حق مین ہی اور مسافر کے حق مین یہ تفصیل ہی کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اُسی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو امام صاحب سے دو روایتین ہین اصح یہ ہی کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہی اور وہ فرض وقتی مین زیادہ ہی قالہ الشامی وهو الاصح سراج وقیل بانه ظاهر الرواية فلذا اختاره المصنف تبعا للدرر اور یہی اصح ہی کذا فی السراج اور کہا گیا ہی کہ یہ ظاہر الروایت ہی پس اسلیے مصنف نے اسکو اختیار کیا درر کے اتباع سے لکن فی اوائل الاشباه الصحيح وقوع الكل عن رمضان سوى اسافر نوى واجبا اخر واختاره ابن الكمال وفي الشرنبلالية عن البرهان انه الاصح

۵ بعض مشائخ نے قصور اس مسئلہ کی یوم الشک مین قرار دی ہی تاکہ اسکا یہ گمان غلط ہو ورنہ جو شخص رمضان کی فرضیت کا اعتقاد نہین رکھتا اُسپر کفر کا خوف ہی ۱۲

لیکن اوائل اشباہ مین ہی کہ صحیح یہ ہی کہ سب صورتونمین رمضان ہی سے واقع ہوگا سواے اسصورتکے کہ مسافر نیت کرے کسی ور واجب کی اور اسیکو ابن الکمال نے اختیار کیا ہی اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ یہی صحیح ہی م کل سے مراد یہ کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مطلق نیت کرے یا کسی واجب کی نیت کرے یا مسافر اسیطرح نیت کرے مگر یہ کہ نیت کرے کسی دوسرے واجب کی تو اوسی واجب سے واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہی رمضان کے روزہ نرکھنے کی تو وہ اُسوقت کو دوسرے واجب مین صرف کرسکتا ہی بخلاف مریض کے تنبیہ کلام بحر سے مستنبط ہی کہ مریض کے باب مین تین قول مین ایک وہ جو اشباہ مین یہان مذکور ہی اسکو فخر الاسلام اور شمس الائمۃ اور جماعت نے اختیار کیا ہی اور مجمع مین تصحیح کیا ہی اور دوسرا وہ جو متن مین مذکور ہی کہ جسکی نیت کی اُس سے واقع ہوگا اور ہدایہ مین اسکو اختیار کیا ہی اور اکثر مشائخ نے اور کہتے ہین کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی لیکن نفل کیصورت مین چاہیے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیسا کہ گذرا تیسرے قول مین تفصیل ہی یعنے اگر صوم اسکو ضرر کرتا ہی تو رخصت متعلق خوف زیادت کے ساتھ ہی تو اُسکا حال مثل مسافر کے ہی پس جو نیت کریگا اُسی کے موافق واقع ہوگا اور اگر صوم اسکو ضرر کرنہین کرتا جیسے سوء ہضم مین تو رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھ ہی پس واقع ہوگا فرض وقتی سے اور کشف اور تحریر مین اُسیکو اختیار کیا ہی کذا فی الشامی **والنذر المعین لایصح بنیۃ واجب آخر بل یقع عن واجب نواہ مطلقا** فرقا بین تعیین الشارع والعبد اور نذر معین نہین درست ہوتی کسی دوسرے واجب کی نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اسی واجب سے جسکی نیت کی ہر صورت مین اسلیے کہ شارع کی تعیین مین (جیسے رمضان مین ہی) اور بندہ کی تعیین مین (جیسے نذر معین مین ہی) فرق ہی م مطلقا کے یہ معنی کہ صحیح ہو یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیے کہ نذر معین کیصورت مین جب روزہ اُس دوسرے واجب کیطرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی اصح قول پر جیسے بحر مین منقول ہی ظہیریہ سے **ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو لجہلہ بہ ای برمضان فہو عنہ** لاعما نوی لحدیث اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکھا اگرچہ رمضان کی ناواقفیت سے ہو تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہ اُسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف مین ہی جب آگیا رمضان تو روزہ نہین مگر رمضان ہی کا **ویحتاج صوم کل یوم من رمضان الی نیۃ ولو صحیحا مقیما** تمیزا للعبادۃ عن العادۃ اور رمضان کے روزہ مین ہر روز نیت کی احتیاج ہی اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تا کہ عبادت عادت سے متمیز ہو م یعنی کبھی پرہیز کی وجہ سے یا عذر سے امساک کی عادت کرتے ہین وقال زفر ومالک تکفی نیۃ واحدۃ کالصلوۃ اور کہا ہی زفر اور مالک رحمہما اللہ نے کہ ایک نیت تمام مہینے کے لیے کافی ہی جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتون کے لیے کافی ہی م اور امام زفر رح سے روایت ہی کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہین اور اگر مسافر ہی تو نہین جائز یہانتک کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علماے ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لیے جدید نیت چاہیے رات کو ہو یا قبل ضحوہ کبری مقیم ہو یا مسافر کذا فی السراج قلنا فساد البعض لایوجب فساد الکل بخلاف الصلوۃ ہم کہتے ہین امام زفر رح کے جواب مین کہ فاسد ہونا بعض روزون کا نہین موجب ہی سبکے فساد کا بخلاف صلوۃ کے یعنی قیاس روزون کا نماز پر درست نہین **والشرط للباقی من الصیام قران النیۃ للفجر ولو حکما** اور باقی صیام مین شرط ہی نیت کا متصل ہونا فجر کے ساتھ اگرچہ حکما ہو م باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضاء نذر معین اور قضاء نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار قتل یمین افطار اور انکے ملحقات یعنی جزاے صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی **وہو تبییت النیۃ** للضرورۃ اور مقارنت حکمیہ رات سے نیت کرنا ہی ضرورت کی جہت سے م یعنی صبح کے وقت کی اُٹکل شاق ہی اور حرج شرع مین مدفوع ہی اسلیے رات کو نیت درست ہوئی کذا قالہ الحلبی **وتعیینہا** لعدم تعین الوقت اور شرط ہی تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزون مین وقت معین نہین بخلاف اداے رمضان اور نذر معین کے کہ اُنمین وقت معین ہی اور ایسا ہی نفل کیونکہ سواے رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہی قالہ الشامی والشرط فیہا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصومہ اور شرط نیت معینہ مین نہ مطلق نیت مین یہ ہی کہ اپنے دلمین جانے کہ کونسا روزہ رکھتا ہی قال الحدادی والسنۃ ان یتلفظ بہا حدادی نے کہا کہ سنت یہ ہی کہ نیت کا تلفظ کرے م سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہی نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یعنے رات ہو تو یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکھونگا

ف فرق مسافر اور مریض مین یہ ہی کہ مسافر کو نفس سفر کے باعث رخصت ہی روزہ کی اور مریض کو وجود عجز حقیقی چاہیے ۱۲ جب روزہ دوسرے واجب کا رکھا تو عجز نہ رہا اسی لیے رخصت بھی نہ ہوئی ۱۲ اسکے اسواسطے کہ جن روزون مین تعین نہین شرط نہین انمین صرف اتنا کافی ہی کہ روزہ رکھا جانے کہ روزہ رکھتا ہون ۱۲

اور اگر دن کو نیت کرے تو یون کہے کہ آج خدا کیواسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہون قالہ الشامی ولا تبطل بالمشیئة بل بالرجوع عنها بان یعزم لیلا
علی الفطر اور نیت نہین باطل ہوتی انشاء اللہ کہنے سے بلکہ نیت کے رجوع کرنے سے باطل ہوجاتی ہی اسطرح کہ رات سے عزم کرلے افطار کا م نہین
باطل ہوتی یعنی استحساناً یہی صحیح ہی اسواسطے کہ یہ حقیقت مین استثنا نہین ہی بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے واسطے ہی یہانتک کہ اگر ارادہ استثنا کا کرے بالتحقیق
تو صائم نہوگا جیسا تاتارخانیہ مین ہی قالہ الشامی ونیة الصائم الفطر لغو اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب مین لغو ہی یعنے اسکو صرف نیت افطار سے روزہ نجائیگا
ونیة الصوم فی الصلوة صحیحة ولا تفسدها بلا تلفظ اور نیت روزہ کی نماز مین درست ہی اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہین کرتی ولو نوی القضاء نهارا صار نفلا
فیقضیه لو افسده لان الجهل فی دارنا غیر معتبر فلم یکن کالمظنون بحر اور اگر دن کو نیت قضا روزہ کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اسکو توڑ دے تو قضا
کرے اسواسطے کہ دار الاسلام مین جہل غیر معتبر ہی پس نہوا مثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر م فتح القدیر مین ایک قول نقل کیا ہی کہ لزوم قضا اس صورت
مین ہی کہ جانتا ہو کہ قضا کی نیت دن کو درست نہین لیکن جب نہ جانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دار الاسلام مین
جہل معتبر نہین خصوص اس صورت مین کہ عدم جواز نیت قضا کا دن کو ظاہر اتفق علیہ ہی اور ظنی روزہ کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے اس گمان سے
کہ میرے ذمہ روزہ ہی بشرائط مذکورہ روزہ شروع کیا پھر اسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہین تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہین ہی کیونکہ اُسنے
اپنا ذمہ بری کرنے کے لیے شروع کیا تھا نہ یہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قالہ الشامی ولا یصام یوم الشک هو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علة اور نرکھا جاوے
روزہ یوم الشک کا یعنی تیسوین تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر و غبار نہو م شارح نے شرح ملتقی مین کہا ہی کہ اس سے رد ہوگیا کلام قہستانی وغیرہ کا انتہی یعنی اُسنے
مقید کیا ہی کہ یوم الشک اُس صورت مین ہی کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسوین ہی یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے یا دو فاسقون نے
ہلال دیکھا اور اُنکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہو اور کسی نے نہ دیکھا ہو تو یوم الشک نہین ہی اور ایسا ہی معراج مین ہی کذا فی الشامی لے
علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیة فی بلدة اخری واما علی مقابله فلیس بشک ولا یصام اصلا شرح المجمع للعینی عن الزاهدی یعنی شک
کا روز بنا بر اُس قول کے ہی کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہوسکتا ہی کہ کسی دوسرے شہر مین رویت ہوئی ہو لیکن بنا بر قول اعتبار اختلاف مطالع
کے یعنے ہر جگہ کا مطلع جدا جدا ہی ایک جگہ کا دیکھنا دوسرے کے لیے کافی نہین تو اس صورت مین وہ روز روز شک نہین ہی اور روزہ بالکل نرکھا جاوے
کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاهدی م یعنی ابتداءً نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس روزہ رکھنے مین کچھ احتیاط نہین بخلاف یوم الشک کے قالہ الشامی الا
نفلا ویکره غیره مگر یوم الشک مین بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہین اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہی م فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا مترددہ
سے اور ایسی ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہی کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہی کذا فی المعراج ولو صامه لواجب اخر کره تنزیها اور اگر یوم الشک مین
کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہی ولو جزم ان یکون عن رمضان کره تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کر کے رکھا تو مکروہ تحریمی ہی م اسلیے
کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہی کہ اُنھون نے اپنے روزون مین کچھ دن بڑھا لیے اور اسی پر حدیث شریف محمول ہی کہ رمضان سے ایک دو دن
پہلے روزے مین سبقت نکرو کذا فی البحر ویقع عنه فی الاصح ان لم یظهر رمضانیته اور واقع ہوگا واجب سے جسکی نیت کی تھی اصح روایت مین اگر
نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہی م سراج مین ہی کہ جب کسینے اور واجب کی نیت سے اُس روز روزہ رکھا تو اُسکے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہی
کہ یہ دن رمضان کا ہو پس شک کی جہت سے واجب کا ادا ہوجانا ثابت نہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تھی اُسکے لیے بھی کافی نہین پس مصنف کو یون
کہنا مناسب تھا جیسا ہدایہ مین ہی کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہی تو جسکی نیت کی تھی اُسکے لیے کافی ہی اصح روایت مین اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہی تو رمضان
مین مجزا ہوگا کیونکہ اصلی نیت موجود ہی قالہ الشامی والا بان ظهرت فعنه لو مقیما اور اگر ایسا نہو یعنے رمضانیت ظاہر ہوجاوے تو وہ روزہ رمضان

کا ہوگا اگرچہ شخص مقیم ہو کیونکہ پہلے معلوم ہوچکا کہ مسافر اگر رمضان مین دوسرے واجب کی نیت کرے تو اُسی واجب کا ہوگا اسلیے کہ اداے رمضان
اُسکے ذمہ واجب نہین **والتنفل فیہ احب ای افضل اتفاقا ان وافق صوما یعتادہ او صام من آخر شعبان ثلثہ فاکثر لا اقل** اور نفل کی نیت سے
روزہ رکھنا شک کے روز بالاتفاق افضل ہی اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان مین تین روزے یا زیادہ رکھے نہ کمتر یعنے مثلاً
اُسکی عادت دوشنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہی اور یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہ کہ آخر شعبان مین پچیسوین یا چھبیسوین سے برابر روزہ
رکھنے شروع کیے اسمین یوم الشک بھی آگیا تو ان صورتون مین روزہ افضل ہی لحدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف مین
وارد ہی کہ رمضان سے پیشدستی نہ کرو ایک دو روز کے روزہ کیم یہ حدیث صحاح ستہ مین ابوہریرہ رض سے مرفوعًا روایت کی گئی ہی اسطرح کہ نہ سبقت
کرو رمضان سے ایک روز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص کہ اُس روز روزہ رکھتا ہو تو وہ اُسکو رکھلے اور اس سے مراد نفل روزہ کے سوا ہی
اور ہدایہ اور اُسکی شروح وغیرہ مین تصریح کی ہی کہ ممنوع تقدم ایک دو روزے کا رمضان پر بقصد صوم رمضان کے ہی اور وجہ تخصیص ایکدو روزہ
کی یہ ہی کہ اکثر نقصان کا احتمال ایکدو مہینے مین ہوتا ہی پس ایکدو روز زیادہ رمضان سے پیشتر رکھے اور اسکو احتیاط تصور کرے یہ مکروہ ہی کذا فی الشامی
مختصرًا **وا ما حدیث من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل لہ** لیکن یہ حدیث کہ جسنے روزہ رکھا روز شک مین اُسنے نافرمانی کی ابوالقاسم صلعم
کی تو اِسکی کچھ اصل نہین ہم زیلعی نے بھی یہی کہا ہی پھر کہا ہی کہ موقوفًا عمار بن یاسر سے یہ حدیث منقول ہی اور وہ اس جیسی صورت مین مرفوع کے مانند ہی
مین کہتا ہون کہ لا اصل لہ کو مرفوع ہونے پر حمل کرنا چاہیے ورنہ یہ حدیث موقوفًا اور دہی مجاہد سے اور ابوعبیدہ سے اور اُسکو بخاری نے تعلیقًا بیان
کیا ہی اسطرح کہ قال صلہ عن عمار من صام الخ قالہ الشامی **وتمامہ فی الفتح ولا یصومہ الخواص و یفطر غیرہم بعد الزوال بہ یفتی نفیا لتھمۃ النھی** اور اگر
بعد زوال
نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکھے تو خواص اُسدن کا روزہ رکھین اور عوام بعد زوال کے افطار کرین اسی پر
فتوی ہی تا کہ نہی پر اقدام کی تہمت سے بری رہین ہم فتح القدیر مین ہی کہ خواص اسطرح روزہ رکھین کہ عوام کو خبر نہو تا کہ جہال کو شبہہ رمضان کی
زیادتی کا نہو کذا فی الشامی **وکل من علم کیفیۃ صوم الشک فہو من الخواص والا فمن العوام** اور جو شخص جانتا ہو کیفیت صوم الشک کی
وہ خواص مین ہی نہین تو عوام مین **والنیۃ المعتبرۃ ہنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک الیوم اما المعتاد فحکمہ** مر اور
نیت معتبرہ کیفیت صوم الشک مین یہ ہی کہ نفل کی نیت کرے بطور یقین جو اُس دن کے روزہ کا عادی نہین ہی اور جو عادی ہی اُسکا حکم سابق مین گذر چکا
کہ مکروہ نہین **ولا یخطر ببالہ انہ ان کان من رمضان فعنہ** ذکرہ اخی زادہ اور اپنے دلمین اس بات کا خطرہ ہی نہ رکھے کہ اگر یہ دن رمضان کا ہی تو
روزہ رمضان کا ہو ذکر کیا اسکو اخی زادہ نے ہم حاصل یہ کہ نیت مین تردد نہ رکھے کہ اگر یہ دن شعبان کا ہی تو روزہ نفل ہی اور اگر رمضان کا ہی تو روزہ
فرض ہی بلکہ نفل محض کی نیت کرے یقینًا اور رمضانیت کا خطرہ دلمین آنا بعد نیت نفل کے مضر نہین کیونکہ آخر احتیاطًا روزہ رکھتا ہی کذا قالہ الشامی **ولیس
بصائم لو ردد فی اصل النیۃ بان نوی ان یصوم غدا ان کان من رمضان والا فلا** اصوم لعدم الجزم فی العزم اور اُس شخص کا روزہ نہین ہی جسنے
اصل نیت مین تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ ہی نہین تو نہین کیونکہ یقین نیت کا نہین **کما انہ لیس بصائم لو نوی ان لم یجد
غدا** ء **فہو صائم والا فمفطر** جیسا اُس شخص کا بھی روزہ نہین ہی کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ نہ ملا تو روزہ ہی نہین تو افطار **ویصیر صائما مع الکراہۃ
لو ردد فی وصفہا بان نوی ان کان من رمضان فعنہ والا فعن واجب آخر** او نفل ہو جاویگا وہ شخص روزہ دار کراہت تنزیہی کے ساتھ اگر نیت
کے وصف مین تردید کی یعنی اسطرح نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہی تو روزہ رمضان کا ہی نہین تو کسی دوسرے واجب کا **وکذا یکرہ لو قال انا صائم ان کان
من رمضان والا فعن نفل** اور ایسا ہی مکروہ ہی اگر کہا مین روزہ سے ہون اگر دن رمضان کا ہی اور نہین تو روزہ نفل ہی للتردد بین مکروہین او مکروہ وغیر مکروہ کیونکہ نیت مین

ف
کیونکہ اصل میں یقین تردد نہیں ۱۲

تردد ہو درمیان دو مکروہون کے یعنی فرض واجب کے پہلے مسئلہ مین یا درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض و نفل کے دوسرے مسئلہ مین فان ظہر رمضان فعنہ والا فنفل فیہما ای الواجب والنفل غیر مضمون بالقضاء لعدم التنفل قصدا پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہو تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہین تو نفل ہوگا دونون صورتون مین یعنی واجب اور نفل مین ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم نہ آویگی کیونکہ قصداً تنفل نہین تھا اسلیے کہ من وجہ اسقاط فرض کا قصد رکھتا تھا تو ظنی روزہ کے مانند ہوا اسوجہ سے کہ دونون مین اسقاط مدنظر ہو نہ التزام قالہ الشامی اکل المتلوم ناسیا قبل النیۃ کاکلہ بعدہا وہو الصحیح شرح وہبانیہ منتظر کا کھانا بھول کر نیت سے پہلے ایسا ہو جیسا بعد نیت کے بھول کر کھانا اور یہی صحیح ہو کذا فی شرح وہبانیہ م یعنی یوم الشک مین ایک شخص نے نصف روز تک انتظار کیا اور بھولے سے اس عرصے مین کچھ کھا لیا پھر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہو تو اگر اب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہوگی اسواسطے کہ بھول کر کھانے سے روزہ نہین جاتا اور ایک قول یہ ہو کہ نہین جائز ہو جیسا قنیہ مین ہو اور اسی کا جزم کیا ہو سراج اور شرنبلالیہ مین قالہ الشامی رای مکلف ہلال رمضان او الفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقا وجوبا وقیل ندبا یعنی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اسکا قول حجت شرعیہ کی روسے نمانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت سے یا غلطی کی وجہ سے تو وہ روزہ رکھے ہرصورت مین عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوباً اور کہا گیا ہو کہ روزہ رکھے ندباً م عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہین اور یہی حکم ہو اگر خود امام تنہا دیکھے اور لوگون کو نہ روزے کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین رملی نے کہا ہو کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہو اور انکی شہادت مسترد ہوگئی ہو جماعت عظیم نہ ہونیکی جہت سے تو اس صورت مین بھی یہی حکم ہو فان فطر قضاہ فقط فیہما لشبہۃ الرد پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہو دونون مین یعنی کفارہ نہین واسطے شبہہ مسترد ہونے شہادت کے م اور مخفی نہ رہے کہ یہ علت سقوط کفارہ کی ہو ہلال رمضان مین لیکن عید کے چاند مین اس جہت سے کفارہ نہین کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہو کذا فی النہر وغیرہ اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہین کیا قالہ الشامی واختلف المشائخ لعدم الروایۃ عن المتقدمین فیما اذا افطر قبل رد الشہادۃ والراجح عدم وجوب الکفارۃ وصححہ غیر واحد لان ما رآہ یحتمل ان یکون خیالا لا ہلالا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہو اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہین اس صورت مین کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہ ہو کہ کفارہ واجب نہین اور اسی کی تصحیح کی ہو بہتون نے کیونکہ جو اسنے کہا ہو شاید خیال ہو ہلال نہو م حضرت عمر رض سے منقول ہو کہ جسنے چاند دیکھا تھا اسکو کہا کہ اپنی بھوون کو دھو پانی سے پھر کہا اب بتا چاند کہان ہو اسنے کہا وہ تو گم ہوگیا جب فرمایا کہ بال بھوون مین قائم ہوگیا تھا تو نے اسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہ علت ہلال رمضان مین تو ہوسکتی ہو اور عید مین یہ کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہو قالہ الحلبی واما بعد قبولہ فتجب الکفارۃ ولو فاسقا فی الاصح لیکن بعد قبول شہادت کے یعنی رمضان کے چاند مین پس کفارہ واجب ہو اگرچہ فاسق ہو اصح روایت پر م کیونکہ تو لوگون کے روزہ رکھنے کا دن ہو پس اگر عدل ہو تو چاہیے کہ وجوب کفارہ مین خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہ ہو کہ فاسق کی شہادت پر حکم لگانا جائز نہین اور وہ یہان منتفی ہو کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہو کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہو اگرچہ قاضی گنہگار ہوتا ہو کذا قالہ الشامی وقبل بلا دعوی وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار اور قبول کیجاوے روزہ رکھنے کے لیے خبر عادل کی آسمان مین روگ ہونے سے مثل ابر وغبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ اشہد کے اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اسکے کہ یہ خبر ہو شہادت نہین خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ خبر عدل مفعول مالم یسم فاعلہ ہو قبل کا یعنی قبول کیجاوے خبر ایک عدالت والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنا بر اس قول کے کہ بزازی نے اسکی تصحیح کی ہو ظاہر الروایت کے خلاف م اور معراج اور تجنیس مین بھی اسی کی تصحیح کی ہو اور فتح القدیر مین کہا ہو کہ یہ روایت ہو حسن کی اور حلوانی نے اسی کو لیا ہو اور نور الایضاح والا بھی ادھر ہی گیا ہو مین کہتا ہون کہ یہ بھی ظاہر الروایت ہو کیونکہ حاکم شہید نے یعنی جس نے امام محمد رح کے اقوال انکی

عدالت وہ ملکہ ہو کہ بچاوے تقوی اور مروت پر ہمیشہ اور بیان اوسکا یہ ہو کہ ... گناہ کبیرہ سے اور اصرار صغائر سے اور مروت کے خلاف افعال سے بچا اور لازم ہو کہ عاقل بالغ ہو کذا فی البحر

کتابوں سے جمع کیے ہین جو ظاہر الروایت کہلاتے ہین کافی مین یہ کہا ہو کہ قبول کیجاوے شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عادل ہو یا غیر عادل اور
غیر عادل سے مراد مستور ہو قالہ الشامی لا فاسق اتفاقا نہین مقبول روزہ کے لیے قول فاسق کا بالاتفاق م اسواسطے کہ فاسق کا قول ایسے
دینیات مین مقبول نہین جنکا حاصل ہونا عادلون سے میسر ہوسکتا ہو جیسے روایت احادیث بخلاف پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے اُسکی
خبر مین اٹکل کیجاتی ہو اسلیے کہ بعض اوقات ایسی چیزونکا ملنا عادلون سے میسر نہین ہوتا قالہ الشامی وہل لہ ان لیشہد مع علمہ بفسقہ قال البزازی
نعم لان القاضی ربما قبلہ اور آیا فاسق مجاز ہو اِسکا کہ شہادت دیوے باوجودیکہ اپنا فسق جانتا ہو بزازی نے کہا کہ ہان اسواسطے کہ قاضی کبھی
فاسق کی شہادت قبول بھی کرلیتا ہو م حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہو اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اُس رات شہادت ادا کرے کہ کہین لوگ
صبح کو افطار نہ کرلین اور یہ شہادت فرض عین ہو لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اُسپر ادا ے شہادت واجب ہو اور مستور مین دو روایتین
ہین کذا فی المعراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیۃ الرؤیۃ او لا علی المذہب اگرچہ عادل مذکور غلام ہو یا عورت
یا زنا کی تہمت مین پڑا ہو کہ توبہ کرلی ہو کیفیت رویت کی بیان کرے یا نکرے بنابر مذہب درست کے م برخلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہین کہ واحد عدل
کی خبر جب مقبول ہوتی ہو کہ تفسیر کرے اور کہے کہ مین نے شہر کے باہر جنگل مین دیکھا ہو یا کہے کہ شہر مین ابر کے ٹکڑون مین دیکھا ہو اور بدون ایسی تفسیر کے
مقبول نہین کذا فی الظہیریہ قالہ الشامی وتقبل شہادۃ واحد علی آخر کعبد وانثی اور مقبول ہو گواہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہو شہادت غلام و
عورت کی م یعنے بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام مین کہ وہ مقبول نہین جبتک ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتین شاہد نہون کذا قالہ
الحلبی ولو علی مثلہما اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنے مثل پر ہو م اِس تعمیم سے یہ نکلا کہ اِن دونونکی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول ہو اور
اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہو اور کہا کہ مین نے نہین دیکھا وتجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتہا بلا اذن مولاہا وتشہد کما
فی الحافضیۃ اور واجب ہو لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردون مین آمدرفت نہین رکھتی کہ نکلے اُس رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے
جیسا حافضیہ مین ہو م اور یہی حکم آزاد عورت کا ہو کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا بے نکاح بطریق اولی نکلین قالہ الطحطاوی اور ظاہر یہ کہ
اِسکا محل وہ ہو کہ اثبات رویت اسپر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہین قالہ الشامی وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم الحد
فی قذف لتعلق نفع العبد اور ہلال عید مین غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونیکے ساتھ نصاب شہادت اموال (یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتین) شرط ہو
اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہونا شرط ہو کیونکہ اسمین نفع بندہ کا متعلق ہو م یہ علت ہو اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر مین نہ صوم مین یعنی چونکہ صوم امر
دینی ہو اُسمین یہ شرط نہین اور فطر مین نفع دنیاوی ہو پس اور حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزین حقوق مین شرط ہین وہ یہان بھی شرط ہونگی قالہ الشامی لکن لا تشترط
الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ لیکن نہین شرط ہو دعوی جیسا نہین شرط ہو لونڈی کے عتق مین اور حرہ کی طلاق مین م لونڈی کی آزادی
مین دعوی اسلیے شرط نہین کہ اسمین حق العبد کے ساتھ حق اللہ تعالی کا بھی ہو یعنی حفاظت اپنی فرج کی اسیطرح فطر اگرچہ حق عبد ہو لیکن اُسمین بھی حق اللہ
تعالی کا ہو یعنی صوم اُس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور صلوۃ عید کا واجب ہونا اسلیے اسمین بھی دعوی شرط نہین ہوا اور طلاق مین حرہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہو
کہ زوجہ مملوکہ مین دعوی شرط ہو اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہو کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ اور
اگر لوگ ہون ایسے شہر مین یا گانون مین کہ اُسمین حاکم نہو یعنی نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکھین ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکھنا فرض ہو ایسا معلوم
ہوتا ہو مصنف کی شرح سے م مین کہتا ہون کہ ظاہر یہ ہو کہ گانون والو نپر روزہ لازم ہو توپونکی آوازون سے یا قندیلونکی روشنی سے اسلیے کہ یہ ظاہر علامت ہو
اور غلبہ ظن کو مفید ہو اور غلبہ ظن حجت ہو عمل کیواسطے جیسا علما نے تصریح کی ہو اور یہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور شی کیواسطے ہو بعید ہو کیونکہ یہ منسب

لیلۃ الشک مین نہین کیے جاتے مگر ثبوت رمضان کے لیے قالہ الشامی وافطروا باخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ اور افطار کرین دو عادل کے خبر دینے سے اگر آسمان مین غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے م یعنی اسوجہ سے ضرورت ہی کہ کوئی حاکم موجود نہین جسکے سامنے شہادت ادا کیجاوے اور مع العلۃ متعلق ہی صاموا اور افطروا ان دونون کے ساتھ قالہ الشامی ولو رآہ الحاکم وحدہ خیر فی الصوم بین نصب شاہد وبین امرہم بالصوم بخلاف العید کما فی الجوہرۃ اور اگر اکیلے حاکم نے چاند دیکھا ہو تو روزہ کے چاند مین اسکو یہ اختیار ہی کہ کوئی شاہد اپنے قول پر مقرر کرے یا لوگون کو روزے کا حکم دے بخلاف عید کے چاند کے کہ اسمین ایک آدمی کافی نہین ہی کذا فی الجواہرۃ م نصب شاہد سے یہ غرض کہ اپنی شہادت پر دوسرا شاہد معین کرے تا کہ دوسرا شخص شہادت پر شہادت ادا کرے افادہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت ان ینصب من یشہد عندہ الخ ہی اور اسکے معنی ظاہرا یہ ہین کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب مقرر کرے تا کہ اُس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علما نے خصومت کے باب مین کہا ہی کہ اگر حاکم کو کسی کے ساتھ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے کہ اُسکے روبرو مقدمہ پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہین اور ہمنے جو یہ معنی کیے اُسکی دلیل یہ ہی کہ بعض نسخون در مختار مین نصب نائب ہی بدلہ نصب شاہد کے قالہ الشامی ولا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذہب اور نہین اعتبار نجومیون کا اگرچہ عادل ہون بنا بر مذہب صحیح م یعنے وجوب صوم کے باب مین معراج مین کہا ہی کہ ان لوگون کا قول بالاجماع معتبر نہین اور خود منجم کو نہین جائز ہی کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر مین ہی کہ منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکھائی دیگا روزہ لازم نہین اگرچہ منجمین عدول ہون صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی الوہبانیۃ س وقول اولی التوقیت لیس بموجب * وقیل نعم والبعض ان کان یکثر * وہبانیہ مین کہا ہی کہ قول اوقات ضبط کرنے والون کا روزہ رکھنے کا موجب نہین اور کہا گیا ہی کہ ہان اور بعض کا قول بھی اگر کثیر ہون م یہ عبارت یعنی قیل نعم موہم ہی اسکو کہ دوسرا قول یہ ہی کہ عمل کو موجب ہی حالانکہ ایسا نہین ہی بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد مین ہی اور قنیہ مین تینون قول نقل کیے ہین پس پہلے قاضی عبد الجبار وصاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہی کہ منجمون کے قول کے اعتبار کرنے مین کچھ مضایقہ نہین اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہی کہ وہ انسے پوچھا کرتے تھے اور اُنکے قول کا اعتبار کرتے تھے بشرطیکہ انکی جماعت متفق ہوتی تھی پھر شرح سرخسی سے نقل کیا کہ یہ بعید ہی اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہی ہی اور منجمون کا قول ماخوذ نہین پھر مجدد الائمہ ترجمانی سے نقل کیا کہ اصحاب ابو حنیفہ رح سوائے شاذ و نادر کے اور شافعیہ سب متفق ہین کہ منجمونکے قول کا اعتماد نہین کذا قالہ الشامی وقیل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنے غلبۂ ظن اُنکی خبر سے م یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہوگی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اسی کیطرف متوجہ ہین اور کوئی مانع نہین اور سب کی بینائی درست ہی اگرچہ بعض تیز نظر ہون اُسکی غلطی کی دلیل ہی کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت مین اسلام اور عدالت شرط نہین جیسا امداد الفتاح مین ہی اور نہ حریت اور نہ دعوی جیسا قہستانی مین ہی مین کہتا ہون جو امداد کیطرف نسبت کیا ہی سو مین نے اسمین ملاحظہ کیا وہان نہین پایا اور اسلام شرط نہونے مین نظر ہی کیونکہ جمع عظیم سے یہان یہ مراد نہین ہی کہ حد تواتر کو پہونچے جس سے علم قطعی حاصل ہوتا ہی کہ اسمین اسلام شرط نہو بلکہ مراد یہ ہی کہ غلبۂ ظن کو مفید ہو اور اسمین اسلام شرط نہونا اسکے لیے کوئی صریح نقل چاہیے قالہ الشامی اور علم شرعی سے مراد اصطلاح اصولیون کی ہی جو موجب عمل کا ہوتا ہی نہ وہ علم جو یقین کے معنو نہین ہی اسپر نص کی ہی منافع اور غایۃ البیان اور بحر مین نقلا عن الفتح اور صدر الشریعۃ نے جو علم بمعنی یقین لیا ہی ابن کمال نے اسکو رد کیا ہی اور کہا ہی کہ یہ خطا ہی صدر الشریعۃ سے قالہ الشامی وہو مفوض الی رای الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب اور وہ امام کی رائے پر مفوض ہی بغیر تعیین عدد کے بنا بر مذہب صحیح کے م سراج مین کہا ہی اس جماعت کی تعداد ظاہر الروایت مین معین نہین ہی اور ایک روایت مین ابو یوسف سے ۵۰ مرد ہین اور بعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد مین سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب نے کہا ہی کہ ۵۰۰ بلخ مین قلیل ہین

اور اِن سب مین سے صحیح یہی ہی کہ امام کی رائے پر مفوض ہی اگر اپنے دلمین اُنکی درستی اور صحت سمجھے تو صوم کا حکم دے اور مواہب مین اسی کو صحیح کہا ہی اور شرنبلالی نے اسی کا اتباع کیا ہی اور بحر مین فتح سے نقل کیا ہی کہ حق وہ ہی جو محمد اور ابو یوسف رحمہ سے روایت کیا گیا ہی کہ اعتبار خبر متواتر آنے کا ہی ہر طرف سے اور نہر مین کہا ہی کہ یہ تصحیح سراج کے موافق ہی قالہ الشامی وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ اکتفا کیا جاوے دو گواہون پر اور بحر مین اسی کو اختیار کیا ہی م بحر مین کہا ہی کہ اس زمانہ مین چاہیے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسواسطے کہ لوگ چاند دیکھنے سے کاہلی کرتے ہین پس علما نے جو لکھا ہی کہ جم غفیر ہلال کے طالب ہین یہ منتفی ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہی پھر اسکی تائیدگی کہ ولوالجیہ اور ظہیریہ ظاہرا دلالت کرتی ہین کہ ظاہر الروایت صرف اشتراط عدد ہی نہ جمع عظیم اور عدد تو دو پر بھی صادق آتا ہی اور اسی کو صادق رکھا ہی نہر مین اور منح مین قالہ الشامی وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء عن خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اقضیہ مین (جو ایک کتاب کا نام ہی) تصحیح کی ہی کہ ایک شخص کفایت کرتا ہی اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسی کو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہی م اور فتاوی صغری مین اسی پر اعتماد کیا ہی اور یہی قول طحاوی کا ہی اور امام محمد رحمہ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہی اصل کی کتاب الاستحسان مین مگر خلاصہ مین کہا ہی کہ ظاہر الروایت یہ ہی کہ شہر اور خارج شہر مین فرق نہین ہی کذا فی المعراج وغیرہ مین کہتا ہون کہ نہایہ مین کہا ہی کہ مبسوط مین ہی کہ امام اُسکی شہادت رد کرے اگر آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان مین ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر ہو تو ہمارے نزدیک مقبول ہو گی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہی کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہی اور محیط مین اسی پر جزم کیا ہی اور اسکے مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہی پھر ذکر کیا ہی کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہی کہ رویت مختلف ہوتی ہی باعتبار ہوا کی صفائی وکدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہی شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہی تو اُس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہ ہوا بلکہ ظاہر کے موافق ہوا الخ سو اس کلام مین تصریح ہی کہ یہ ظاہر الروایت ہی اور حقیقت مین ایسا ہی ہی کیونکہ مبسوط بھی کتب ظاہر الروایت سے ہی پس معلوم ہوا کہ دونون روایتین ظاہر الروایت ہین کذا فی الشامی وطریق اثبات رمضان والعیدان یدعی وکالۃ معلقۃ بدخولہ بقبض دین علی الحاضر فیقر بالدین والوکالۃ وینکر الدخول فیشہد الشہود برویۃ الہلال فیقضی علیہ بہ فیثبت دخول الشہر ضمنا لعدم دخول تحت الحکم اور رمضان اور عید کے اثبات کا طریق یہ ہی کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنے کی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہی رمضان یا عید کے آنے پر پھر یہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر رویت ہلال پر گواہی دین پس حکم لگایا جاوے ادائے دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمناً ثابت ہو جاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہین م یدعی مجہول ہی یا معلوم ہی اور فاعل ضمیر یدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہی یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانے شخص کے تیرے ذمہ اسقدر دراہم ہین اور مجھکو اسنے کہدیا ہی کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہی دین کے قبض کرنیکے لیے اور مہینا زیر حکم داخل نہین اسکا مطلب یہ ہی کہ رمضان کا روزہ بغیر ثبوت بھی واجب ہو سکتا ہی یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات مین سے ہی اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہین آتا اور اسوقت مین فائدہ رمضان کے اثبات کا بطریق مذکور یہ ہی کہ جماعت عظیم پر موقوف نہ رہیگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہی بروقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت دو گواہون سے ثابت ہو سکتی ہی حق عبد ہونیکی جہت سے اور وکالت ثابت نہین ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہو اور جب دخول ضمناً ثابت ہوا تو روزہ واجب ہوا قالہ الشامی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برویۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی ای جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما بعض نسخون مین شہدا بلفظ تثنیہ ہی اور بعض نسخون مین شہدوا بلفظ جمع ہی اس سے مراد

مافوق الواحد ہی یعنی اگر دو گواہون نے گواہی اس بات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدون نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی ہی
اور وہان کے قاضی نے اُسپر حکم لگایا ہی اور شرائط دعوی کی سب پائی گئین تو اس قاضی کو جائز ہی کہ انکی گواہی پر حکم لگا دے لان قضاء القاضی حجۃ
وقد شہدوا بہ اسواسطے کہ وہان کے قاضی کی قضا حجت ہی اور یہان کے گواہون نے اسکی شہادت دی لا لو شہدوا برویۃ غیرہم لانہ حکایۃ نعم لو
قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رویت پر اسواسطے کہ یہ حکایت ہی یعنی نہ انھون نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت کی شہادت دی صرف
غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر مین کہتا ہون کہ ایسا ہی ہی اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اس بات کی کہ اس شہر کے قاضی نے
لوگون کو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہ فعل قاضی کی حکایت ہی اور وہ حجت نہین بخلاف قضاء قاضی کے اور اسی واسطے مجموع شرائط کی قید لگائی نعم لو

استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبی وغیرہ ہان اگر کسی دوسرے شہر مین بکثرت خبر شایع ہو جاوے تو انکو لازم ہوگا روزہ
رکھنا بنا بر مذہب صحیح کذا فی المجتبی ام ذخیرہ مین ہی کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب مین یہ ہی کہ خبر جب پھیل جاوے اور متحقق ہو جاوے دوسرے
شہر مین تو ان کو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہ ہین کہ اُس شہر سے جماعات متعددہ آکر بیان کرین وہان کی خبر کہ انھون نے
روزہ رکھا چاند دیکھکر نہ مجرد شیوع بعلمی سے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہرمین شہرت پکڑ جاتی ہین اور نہین معلوم ہوتا کہ کس نے شائع کین
چنانچہ حدیث مین وارد ہی کہ آخر زمانہ مین شیطان مجمع مین بیٹھکر ایک بات کہیگا اور لوگ اسکا ذکر کرینگے اور کہینگے کہ ہم نہین جانتے کسنے کہا ہی اسکو پس اس قسم
کی بات لائق سماعت کے بھی نہین چہ جائیکہ اُس سے کوئی حکم ثابت ہو مین کہتا ہون کہ یہ خوب کلام ہی اور اسی کی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہی اذا استفاض
وتحقق کذا افادہ الشامی وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر الباء متعلقۃ بصوم وبعد متعلقۃ بحل لوجوب نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول سے
روزہ رکھا ہو تو بعد ۳۰ دن کے افطار حلال ہی بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ ب متعلق ہی صوم سے اور لفظ بعد ظرف ہی فعل حل کا یعنی
اگر اکتیسوین رات کو ابر ہو تو بالاتفاق صبح کو افطار حلال ہی اور یہی حکم ہی اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہی درایہ اور خلاصہ اور بزازیہ مین اور اسکے برخلاف
تصحیح کی ہی مجموع النوازل مین اور سید ناصر الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہی دوسری صورت مین بھی بدائع اور سراج اور جوہرہ سے
اور کہا ہی کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہی اور خلاف جو منقول ہی سو بعض مشائخ کا ہی اور فیض مین ہی کہ فتوی افطار کی حلت پر ہی کذا فی الشامی
ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اگر روزہ رکھا ہو ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز ہی
اور حال یہ ہی کہ عید کے چاند کے دن ابر ہی تو افطار حلال نہین صحیح مذہب پر برخلاف قول محمدؒ کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہی م حیث یجوز مین حیثیت تقیید ہی
یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر مین قبول کر لی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی اُنہین سے ہی جو ایک کی گواہی قبول کر لیتے ہین کذا فی الفتح یعنی
شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لیتے ہین جب آسمان صاف ہو بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر مین اونچے مکان پر ہو
اور سابق مین اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور وغم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہی اسکی قید اسواسطے لگائی کہ محل خلاف ہی جیسا مصنف نے ذکر کیا ہی قالہ الشامی لکن
نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہی کہ اگر ہلال عید کے نظر آنیکے روز ابر ہو تو بالاتفاق
افطار حلال ہی م یہ استدراک ہی اُسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف امام محمدؒ کا اُسوقت ہی کہ عید کے دن ابر ہو اسطرح کہ ذخیرہ مین اور معراج مین مجتبی سے تصریح ہی
کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہی اور خلاف اس صورت مین ہی کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہین حلال اور امام محمدؒ کے نزدیک
حلال ہی ایسا شمس الائمہ نے کہا ہی اور شرنبلالی نے امداد مین تحریر کیا ہی غایۃ البیان مین کہا ہی کہ محمدؒ کے قول کی وجہ کہ وہی قول صحیح ہی یہ ہی کہ افطار ایک
شخص کے قول سے ثابت نہین ہوا ابتداء بلکہ تبعاً ثابت ہوا ہی اور بہتیری چیزین ضمناً ثابت ہو جاتی ہین اور قصداً نہین ثابت ہوتین اور امام محمدؒ

جب شہرت ہوجاوے اور ثابت ہوجاوے اسوقت صوم لازم ہوجاوے

سے پوچھا تو جواب مین یہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا واحد کے قول سے نہین یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند مین ایک آدمی کے قول پر حکم لگایا تو اس بنا پر افطار بعد ۳۰- دن کے ثابت ہو گیا قالہ الشامی دفی الزیلعی الاشبہ ان غم حل والا لا اور زیلعی مین ہو کہ مشابہ بحق یہ ہو کہ اگر ابر ہو تو افطار حلال ہو اور جو نہو تو نہین وہلال الاضحی وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب اور بقرعید کا چاند اور باقی نو مہینونکا مانند عید کے ہی صحیح مذہب پر م قولہ والاضحی کالفطر یعنی ذوالحجہ شوال کے مانند ہو پس ابر مین ثابت نہو گا مگر دو مردون سے یا ایک مرد و دو عورتون سے اور صفائی کی حالت مین زیادتی عدد کی ضرور ہو اور نوادر مین امام صاحب سے روایت نقل کی ہو کہ وہ مانند رمضان کے ہو اور تحفہ مین اسی کی تصحیح کی ہو لیکن روایت اول ظاہر المذہب ہو اور اسی کی تصحیح ہدایہ اور اُسکی شروح اور تبیین مین کی ہو پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اسواسطے ہو کہ وہ مذہب ہی کذافی البحر اور باقی نو مہینے کا چاند مثل عید کے چاند کے ہو یعنی اُنمین مقبول نہو گی مگر گواہی دو مردون کی یا ایک مرد دو عورتونکی جو آزاد ہون اور تہمت زنا مین سزا یافتہ نہون جیسے اور احکام مین کذافی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد مین ذکر کیا ہو کہ اِن مہینون کا حکم صفائی کی حالت مین مانند رمضان اور عید کے ہو یعنی جماعت عظیم چاہیے لیکن خیرالدین رملی نے کہا ہو کہ ظاہر یہ ہو کہ باقی مہینون مین ابر اور غیر ابر مین کچھ فرق نہین کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہین پائی جاتی یعنی سب لوگونکا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مردون نے گواہی دی صفائی کی صورت مین شعبان کے چاند کی اور شعبان ثبوت شرعی ثابت ہو گیا تو ۳۰- دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاویگا اگرچہ رمضان صفائی کی حالت مین دو شخصونکی گواہی سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ اس صورت مین اُسکا ثبوت ضمنی ہو اور ضمنیات مین بہتیری باتون مین درگذر ہوتی ہو جو قصدیات مین نہین ہوتی قالہ الشامی ورویتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذہب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دنکو نظر آوے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا ہر صورت مین صحیح مذہب پر ذکر کیا اُسکو حدادی نے م یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد زوال کے اور مذہب کے معنی یہ کہ قول ابی حنیفہ رح و محمد رح کا ہو بدائع مین کہا ہو پس وہ دن رمضان کا نہو گا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو بیشک آیندہ شب کا ہو اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہو اور وہ دن رمضان کا ہو گا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہو کہ طرفین کے نزدیک آیندہ شب کا ہی ہر صورت مین اور وہ دن رمضان کا ہو گا اور ابو یوسف رح کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہو اور یہ دن عید کا ہی اسلیے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہین آتا عادۃً مگر یہ کہ دو رات[ف] کا ہو پس ہلال رمضان مین وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند مین عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہو کہ دن کی رویت کا اعتبار نہین اعتبار رویت بعد الغروب کا ہو کیونکہ حضرت نے امر فرمایا صوموا[سه] الرویتہ وافطروا الرویتہ پس امر صوم وافطار کا رویت کے بعد ہو اس صورت مین امام ابو یوسف رح کا قول مخالف نص کے ہو انتہی ملخصاً فتح القدیر مین ہو کہ حدیث شریف موجب ہو رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور متبادر رویت سے ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہو نزدیک صحابہ اور تابعین ومن بعدہم کے بخلاف ماقبل الزوال کے تیسوین تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ رح و محمد رح کا قول ہو قالہ الشامی واختلاف المطالع ورویتہ نہارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصہ اور اختلاف مطالع کا اور دنکو چاند دیکھنا زوال سے پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہو ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہین اور اسی پر فتوی ہو کذافی البحر عن الخلاصہ م جاننا چاہیے کہ نفس اختلاف مطالع مین نزاع نہین ہو یعنی کبھی دو شہرون مین اتنا بعد ہوتا ہو کہ ایک مین ہلال ایک تاریخ نظر آوے دوسرے مین نظر نہ آوے کیونکہ انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہو باعتبار اختلاف ملکون کے اور یہی حال ہو اختلاف مطالع شمس کا کہ جب ایک ملک مین صبح ہو گی تو بعض مین سورج نکلیگا اور بعض مین غروب ہو گا اور بعض مین آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے مین خلاف ہو کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا

ف دن کو نظر آنا قائم مقام ایک رات کے ہے اس اعتبار سے صورت مذکور کہا کیونکہ جیسے چاند پچھلی رات کا ہوا وہ اسوقت نظر نہ آیا تو ایک رات پر ہوئی پھر غروب کے بعد جب اگلے دن قبل الزوال نظر آیا تو گویا باعتبار دوبارہ ظاہر ہونے دو رات کا کہا ۱۲ حش

سه روزہ رکھو چاند کے دیکھنے پر اور افطار کرو اسکے دیکھنے پر ۱۲

اعتبار لازم ہی اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہین یا یہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہین بلکہ جس جگہ چاند پہلے نظر آوے سب کو اسی پر عمل کرنا لازم ہی یہانتک کہ اگر مشرق مین جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب مین ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہی کہ بموجب رویت اہل مشرق کے عمل کرین پس بعضے قول اول کے قائل ہوے ہین اور زیلعی اور رفیض نے اسی پر اعتماد کیا ہی اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہی صحیح ہی کیونکہ ہر قوم کو خطاب الله اُنکے موافق ہی جیسا اوقات صلوۃ مین اور ظاہر الروایت قول ثانی ہی اور وہی ہمارے یہان معتمد ہی اور مالکیون اور حنبلیون کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہی مطلق رویت کے ساتھ حدیث صوموا الرویۃ مین بخلاف اوقات صلوۃ کے قالہ الشامی فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جبکہ ثابت ہو مشرق والونکو اُن لوگون کی رویت اُس طریق سے کہ عمل کو موجب ہو جیسا سابق مین گذرا م یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دین یا حکم قاضی پر شہادت دین یا خبر مستفیض ہو بخلاف اُس صورت کے کہ دو آدمی شہادت دیوین کہ فلانے شہر والون نے دیکھا ہی کذا ذکرہ الحلبی وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور زیلعی نے کہا کہ مشابہ بحق یہ ہی کہ اختلاف مطالع معتبر ہی قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہی کہ ظاہر الروایت کے اخذ مین احتیاط زیادہ ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اذا رأوا الهلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراہۃ البزازیۃ جب چاند دیکھین تو مکروہ ہی کہ اُسکی طرف اشارہ کرین کیونکہ عمل جاہلیت کا ہی جیسا سراجیہ مین ہی اور بزازیہ کے باب الکراہۃ مین م یعنی اگرچہ بقصد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو جسنے نہین دیکھا ہی اور علت بظاہر دلالت کرتی ہی کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی

باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ

یہ باب ہی اِن چیزون کے بیان مین جو روزہ کی مفسد ہین اور جو مفسد نہین م مفسد کی دو قسمین ہین ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوم جس سے قضا اور کفارہ دونون لازم ہون اور غیر مفسد کی بھی دو قسمین ہین ایک وہ جسکا کرنا مباح ہی دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہی الفساد والبطلان فی العبادات سیان فساد اور بطلان عبادات مین برابر ہین م اور معاملات مین فرق ہی اگر معاملہ کا اثر کچھ مترتب نہوئے تو بطلان ہی اور اگر اثر مترتب ہو پھر اگر شرعاً فسخ مطلوب ہی تو فساد ہی نہین تو صحت ہی حلبی عن البحر بیان اسکا یہ ہی کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اثر غیر مترتب ہی تو یہ بیع باطل ہوئی اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالہ کر دیا تو مشتری اُسکا مالک ہو جاتا ہی لیکن اسکا فسخ کرنا دونون کے ذمہ واجب ہی تو یہ بیع فاسد ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اُسکا مالک صحیح ملک کے ساتھ ہوگا یہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع حال کونہ ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح بحر عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہی اسکی جزا لم یفطر آگے آویگی یعنی روزہ نہین ٹوٹتا جب کھاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع بھولکر کرے فرض مین یا نفل مین نیت سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن القنیۃ م علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھ متعلق ہی اور اسکی تصحیح تاتارخانیہ مین بھی نقل کی ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونیکے انتظار مین فطار کی چیزون سے توقف کیا اور بھولکر کچھ کھا لیا تو بعد بھی نیت روزہ کی کر سکتا ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف متنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کھالے تو اُسکو ناسی نہین کہتے اور ایسا ہی حکم ہی صوم قضا و کفارہ مین ہان البتہ نسیان متصور ہو سکتا ہی اداے رمضان مین او نذر معین مین قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر مگر جبکہ یاد دلایا جاوے پر نہ یاد کرے م یعنی جب بھولکر کھاوے پھر کوئی شخص اسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پھر کھالے تو صوم فاسد ہو جاویگا صحیح روایت مین برخلاف بعض کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات مین مقبول ہی پس اُسپر واجب تھا کہ تامل کرتا اور اُدھر التفات کرتا کذا فی البحر مین کہتا ہون لیکن اُسپر کفارہ نہین مختار ہی جیسا تاتارخانیہ مین ہی منقول نصاب سے کذا فی الشامی ویذکرہ لو قویا والا لا اور یاد دلاوے روزہ دار کو

باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنی روزہ کے اتمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر ضعف کے اور اگر ایسا ہو کہ صوم کی جہت سے ضعف ہو لیکن کھالیوے تو عبادات کو اچھی طرح ادا کرے تو گنجایش ہے کہ نہ یاد دلاوے کذا فی الفتح م بحر الرائق مین کہا کہ قوی آدمی کو بھولنے کی صورت مین یاد دلانا لازم ہے حتی کہ نہ یاد دلانا مکروہ ہے ولیس عذرا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد مین عذر نہین ہے یعنی اگر ودیعت کو بھول کر کھا جاوے تو اُسکا ضمان لازم ہوگا گو آخرت کا مواخذہ نہین ہے کذا فی الشامی او دخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ اور روزہ نہین ٹوٹتا اگر حلق مین غبار داخل ہو یا مکھی یا دُھوان اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اِس سے بچاؤ ناممکن ہے اور قیاس مین فاسد ہوجاتا ہے یعنی مکھی کی صورت مین کیونکہ مفطر پیٹ مین پہونچا اگرچہ غذا نہین جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فی الہدایہ ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہ ہے کہ اگر بقصد دھوان حلق مین پہونچاوے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئی سا دھوان ہو اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہے کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے پس چاہیے کہ خبردار رہو اِس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے م یعنی کسی صورت سے دھوان داخل کیا ہو یہانتک کہ اگر بخور کیا اور بقصد اُسکو سونگھا روزہ کی یادگاری کی حالت مین روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اِس سے بچاؤ ممکن ہے اور اِس سے اکثر لوگ غافل ہین اور اسکو پھول یا گلاب یا مشک کے سونگھنے کے مانند سمجھنا نچاہیے کیونکہ فرق ہے اسمین کہ ہوا خوشبو دار ناک مین جاوے اور اسمین کہ خود دھوان اپنے فعل سے جوف مین پہونچاوے اور اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اسکی تصریح کی ہے قالہ الشامی او ادھن او اکتحل او احتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ روزہ نہین جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ اپنے حلق مین پاوے م اور ایسا ہی اگر تھوک مین اُسکا رنگ پاوے صحیح روایت پر کذا فی البحر نہر مین کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق مین ایک اثر ہے جو مسام کی راہ سے داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو غذا کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی مین پھر اُسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہین ٹوٹتا اور امام نے جو پانی مین داخل ہونے اور تر کپڑا اوڑھنے کو روزہ مین مکروہ کہا ہے سو وہ اس جہت سے کہ اِس فعل سے عبادت کی بجا آوری مین تنگدلی معلوم ہوتی ہے نہ یہ کہ موجب افطار کا ہے قالہ الشامی او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجہا مرارا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہوا یا احتلام ہوا یا انزال ہوگیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر کررہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی المجمع یعنی ان صور تونمین روزہ نہین ٹوٹتا او بقی بلل فی فیہ بعد المضمضۃ وابتلعہ مع الریق یا مُنہ مین تری باقی رہگئی کلی کرنیکے بعد اور اُسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا م فتح اور ہدایہ مین اسکو مثل دخول غبار و دخان کے کہا ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یون چاہیے کہ پانی مُنہ سے گرانیکے بعد تھوکنا شرط ہے کیونکہ پانی تھوک مین ملا رہتا ہے البتہ تھوکنے مین مبالغہ شرط ہونا چاہیے قالہ الشامی کطعم ادویۃ ومص اہلیلج جیسے مزہ دوائیون کا اور چوسنا ہڑ کا م یعنی دوائیونکے کوٹنے سے اُنکا مزہ اگر اپنے حلق مین پاوے تو روزہ نہین جاتا جیسا محیط مین ہے اور ہلیلج دو ہے لام کے کسرہ سے ہے قالہ ابو عبید الفارابی یعنی اگر ہڑ کو چباوے اور تھوک حلق مین اُسکا جاوے لیکن اُسکے اجزا مین سے کچھ نجاوے تو روزہ نہین جاتا کذا فی التاتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف جیسی چیز کے کہ اُسکے چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے او دخل الماء فی اذنہ وان کان بفعلہ علی المختار یا داخل ہو پانی اُسکے کان مین اگرچہ اُسکے فعل سے ہو تو روزہ نہین جاتا مذہب مختار پر م ہدایہ اور تبیین مین اُسکو اختیار کیا ہے اور محیط مین اسکی تصحیح کی ہے اور ولوالجیہ مین کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ مین تفصیل کی ہے کہ اگر پانی کان مین چلا گیا تو نہین جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اُسکے فعل سے جوف مین پہونچا تو اسمین صلاح بدن کا اعتبار نہین ہے اور یہی بزازیہ مین ہے اور فتح اور برہان مین اسی کو قوت دی ہے کذا فی الشرنبلالیہ حاصل یہ کہ اگر تیل کان مین ڈالا تو بالاتفاق روزہ جاتا رہا اور اگر پانی کان مین چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہین جاتا اور اگر بقصد پانی کان مین ڈالا تو اسمین اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

حقہ پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے ۱۲

قالہ الشامی کما لو حک اذنہ بعود ثم اخرجہ وعلیہ درن ثم ادخلہ ولو مرارا جیسا کہ روزہ نہین جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اسکو نکال لیا اور اسپر میل تھا
پھر اسکو کان مین ڈالا اگرچہ چند بار ہو ہم اس مسئلہ کو مشبہ بہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بزازیہ مین ہی کہ اسمین بالاجماع روزہ نہین جاتا اور ظاہر یہ ہی کہ
اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہی ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہی قالہ الشامی او ابتلع ما بین اسنانہ وہو دون الحمصۃ لانہ تبع لریقہ

ولو قدرہا افطر کما سیجئ یا نگل گیا جو دانتو مین ہی بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نجاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب کے تابع ہی اور بحر مین کہا ہی کہ اسی چیز
قلیل ہی اس سے احتراز غیر ممکن ہی پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کے برابر ہی تو روزہ ٹوٹ جاویگا چنانچہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین
اسنانہ ودخل حلقہ یعنی ولم یصل الی جوفہ یا نکلا خون دانتون سے اور چلا گیا حلق مین یعنی جوف تک نہین پہونچا متن کے اطلاق سے ظاہر اسعلوم
ہوتا ہی کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہین جاتا اور وجیز مین اسی کی تصحیح کی ہی جیسا کہ سراج مین ہی اور کہا ہی کہ وجہ یہ ہی کہ عادۃً اس سے احتراز
ناممکن ہی اور چونکہ یہ قول اکثر کے مخالف تھا اسلیے شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا اسپر کہ جوف مین نہ پہونچے مصنف کی اتباع سے کہ اُسنے اپنی شرح مین لکھا ہی

اما اذا وصل فان غلب الدم او تساویا فسد والا لا الا اذا وجد طعمہ بزازیہ لیکن جبکہ پہونچے جوف مین پس اگر خوف غالب ہو یا خون اور تھوک دونون
برابر ہون تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہین تو نہین فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اُسکا مزہ کذا فی البزازیہ واستحسنہ المصنف وہو ما علیہ الاکثر وسیجئ اور اسکو
مصنف نے پسند کیا ہی اور یہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہ ہی جسپر اکثر مشائخ ہین اور قریب ہی کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا یعنی اُسکے قول لا ان یجد
الطعم فی حلقہ مین اور انتشار ضمائر کا اس جگہ مخفی نہین ہی قالہ الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفہ وان بقی فی جوفہ یا کوچہ دیا جاوے نیزہ سے پھر
پہونچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہین جاتا ام اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک جماعت نے کی ہی اور جامع صغیر
کی شرح مین کہا ہی کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوے تو اُسکو کتاب مین ذکر نہین کیا اور اسمین اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہی جیسا لکڑی
دبر مین چڑھانے سے اور بعضون نے کہا ہی کہ نہین ٹوٹتا اور یہی صحیح ہی کیونکہ اسکی طرف سے کوئی فعل نہین پایا گیا اور نہ اسمین اسکے بدن کی اصلاح ہی
انتہی قالہ الشامی کما لو القی حجر فی الجائفۃ او نفذ السہم من الجانب الآخر جیسے اگر ڈالی جاوے کنکری اُس زخم مین جو جوف تک پہونچا ہوا ہی یعنی غیر
شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہین جاتا کیونکہ اسکا فعل کچھ نہین اور نہ اُسکے بدن کی اصلاح ہی بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اُس سے
روزہ جاتا رہیگا یا تیر اسطرف سے دوسری طرف نکلجاوے یعنی اس سے بھی روزہ نہین جاتا ولو بقی النصل فی جوفہ فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہگئی
تو روزہ ٹوٹ گیا ام یہ ایک ہی دونون قولون مذکورون مین کا اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال مین فرق نہین ہی فتح القدیر مین تصریح کی ہی
کہ خلاف دونون مین جاری ہی اور روزہ باقی رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہی اور زیلعی نے جزم کیا ہی کہ دونون مین عدم افطار صحیح ہی اور
اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح مین اضطراب ہی کہ پہلے مین صحیح قول نقل کیا اور دوسرے مین اُسکا مقابل قالہ الشامی او ادخل عودا ونحوہ فی مقعدتہ
وطرفہ خارج وان غیبہ فسد یا داخل کرلیا لکڑی وغیرہ کو دبر مین اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑھالے تو
ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ مربوطۃ الا ان ینفصل منہا شئ اور روزہ نہین جاتا اگر نگل لی لکڑی یعنی اگر حلق مین غائب ہوجاتی
تو جاتا رہیگا نہین تو نہین یا نگل لے دھاگا اگرچہ اس مین لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہ کہ اُسمین سے کچھ جدا ہوجاوے یعنی پیٹ مین رہجاوے تو روزہ
جاتا رہیگا ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہ ہی کہ اندر داخل ہونے والی چیز کا ٹھہرنا پیٹ مین
شرط ہی فساد صوم کی کذا فی البدائع یعنی جب فقہا نے تصریح کردی کہ داخل ہونے والی چیز مین سے اگر کچھ جدا ہوگا تو روزہ جاویگا
نہین تو نہین اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ مین رہجانا شرط ہی کذا فی الطحاوی او ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ ای دبرہ او فرجہا

ولو مبتلۃ فسد اور روزہ نہین جاتا اگر سوکھی انگلی دبر مین دی یا عورت نے اپنی فرج مین اور اگر انگلی تر ہو تو فاسد ہوگا م ادخل کی ضمیر شخص صائم کیطرف پھرتی ہے جو شامل ہے مذکر و مونث کو قالہ الشامی ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا اور اگر عورت نے اپنے اندر روئی رکھی اگر غائب ہوگئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج مین نکلی ہوئی رہی تو نہین ٹوٹا ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وہذا قلما یکون ولو کان فیورث داءً عظیما اور اگر استنجا مین مبالغہ کیا یہانتک کہ پانی حقنہ کی جگہ تک پہونچ گیا تو روزہ فاسد ہوگیا اور یہ بہت کمتر ہوتا ہے اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہے م موضع حقنہ سے مراد وہ جگہ ہے جہان دوا آلہ کے وسیلہ سے امعا مین گرتی ہے او نزع المجامع حال کونہ ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام یا جماع کرتا تھا بھول کر پھر نکال لیا یاد آتے ہی یعنی اس سے روزہ نہین جاتا ایسا ہی روزہ نہین ٹوٹتا اگر قبل الفجر عمداً جماع کیا پھر نکال لیا فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہ بمنزلہ احتلام کے ہے ولو مکث حتی امنی ولم یتحرک قضی فقط وان حرک نفسہ قضی وکفر اور اگر ٹھہرا رہا یہانتک کہ منی خارج ہوگئی اور حرکت نہین کی تو صرف قضا لازم ہے اور اگر اپنے نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور کفارہ دونون لازم ہین م حتی امنی فساد کی شرط نہین ہے صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لیے ذکر کیا ہے شارح نے یہان صرف روایت وجوب کفارہ کا ذکر کیا ہے حالانکہ فتح القدیر وغیرہ مین دونون روایتین ذکر کی ہین بدون ترجیح کے اور بدائع مین ہے کہ عدم الفساد اُس صورت مین کہ نکال لے بعد یاد آنیکے یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اُسی حالت پر باقی رہا تو اُسپر قضا ہی کفارہ نہین ظاہر الروایت مین اور روایت ہے امام ابو یوسفؒ سے کہ کفارہ صرف طلوع فجر مین واجب ہے نہ یاد آنیکی صورت مین اسواسطے کہ ابتداء جماع قصداً تھی اور جماع ابتداءً و انتہاءً ایک ہی ہے تو جماع بالقصد سے کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے روزہ کے توڑنے سے اور توڑنا ہوتا ہے بعد وجود کے اور اسکا جماع مین مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہے پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسلیے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ عدم وجوب کفارہ یاد آنے کیصورت مین متفق علیہ ہے کیونکہ ابتدأ جماع اس صورت مین عمداً نہ تھی اور جماع فعل واحد ہے پس اسوجہ سے شبہہ آگیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اسمین شبہہ ہے خلاف امام مالک رح کے یعنی اُنکے نزدیک بھول کر کھانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے اب اگر قصداً جماع کریگا تو انکے نزدیک کفارہ نہین غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر مین ہے نہ یاد آنے کیصورت مین اور ظاہر الروایت کی وجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفس اور غیر تحریک مین کچھ فرق نہین ہے قالہ الشامی کما لو نزع ثم اولج جیسا کفارہ واجب ہے اگر نکال لیا پھر داخل کیا م یعنی دونون مسئلون مین کیونکہ خلاصہ مین ہے اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہے اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ مذکور مین چاہیے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم ہوچکا کہ اسمین شبہہ خلاف امام مالک کا ہے اور شاید یہ دوسرے قول پر مبنی ہو جسمین اعتبار اسکا نہین ہے او رمی اللقمۃ من فیہ عند ذکرہ او طلوع الفجر ولو ابتلعہا ان قبل اخراجہا کفر وبعدہ لا یا پھینک دیا لقمہ اپنے مُنھ مین سے روزہ یاد آتے ہی یا فجر ہوتے ہی روزہ نہین جاتا اور اگر نگل لیا اس طرح کہ منھ مین سے نہین نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہے اور اگر مُنھ سے نکال کر اُگلے ہوے کو کھا گیا تو کفارہ لازم نہین م کیونکہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور یہی اصح ہے جیسا شرح وہبانیہ مین محیط سے منقول ہے قالہ الشامی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ وفخذ یا جماع کیا غیر فرج مین یعنی قبل اور دبر کے سوا یعنی دوسری جگہ مین مثل ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نہ جائیگا م یہان مراد فرج سے قبل اور دبر دونون ہین اسواسطے کہ فرج اگرچہ دبر کو شامل نہین لغۃً لیکن باعتبار حکم کے شامل ہے کیونکہ مغرب مین کہا ہے کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہو باتفاق اہل لغت کے

له بعض نسخون مین محقنہ لکھا ہے یعنی آلۂ حقنہ کرنیکا مگر وہ ٹھیک نہین ہے جو اسمین ہو پہونچ جاتا ہے ہوا سے نکلی ہوئی ہو تو اندر پہنچ جانا اسکی ایسے ١٢

پھر کہا ہی کہ قبل اور دبر دونون فرج ہین حکم مین قالہ الشامی وکذا الاستمنار بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایساہی منی نکالنا
ہاتھ سے غیر مفسد ہی اگرچہ مکروہ تحریمی ہی بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے م یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا
لازم ہوگی جیسا مفطرات مین تصریح آویگی اور یہی مختار ہی مگر شارح کے کلام سے متبادر انزال ہی ہی بقرینہ مابعد کے پس یہ مبنی ہی غیر مختار پر قالہ
الشامی ولو خاف الزنی یرجی ان لاوبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سے منی ہاتھ سے نکالی ہو تو توقع ہی خدا سے کہ اِس فعل کا اُسپر کچھ وبال نہو م
سراج مین ہی کہ اگر اِس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہی جو دل کو احاطہ کر رہی ہی اور یہ شخص بے نکاح ہی نہ بی بی ہی نہ باندی یا ہی لیکن
اُس تک پہونچنے کی قدرت نہین تو ابو اللیث نے کہا ہی کہ مین توقع رکھتا ہون کہ اُسپر وبال نہو لیکن جس صورت مین کہ مزہ لینے کے لیے کریگا تو
گنہگار ہوگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص کسی چوپایہ مین داخل کیا یا انسان مردہ مین بغیر
انزال کے یعنی اِس سے صوم نہین جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی اومس فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشابگاہ کو ہاتھ لگایا
یا اُسکا مُنھ چوم لیا پھر انزال ہوا م یعنی باوجود انزال کے اِس صورت مین روزہ نہین جاتا تو بغیر انزال بطریق اولی نجاویگا اور بحر اور
زیلعی وغیرہ مین اجماع نقل کیا ہی کہ روزہ نہین جاتا اِس صورت مین اگرچہ انزال بھی ہوجاوے قالہ الشامی او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا
وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا اپنے عضو کے سوراخ مین پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پہونچ جاوے صحیح مذہب پر م یعنی اس سے بھی
روزہ نہین جاتا یہ قول ہی ابو حنیفہ رح کا اور محمد رح بھی اُنکے ساتھ ہین اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہی اور
اختلاف مبنی ہی اِس بات پر کہ مثانہ اور جوف مین منفذ ہی یا نہین اور ظاہر یہ ہی کہ اسمین منفذ نہین اور پیشاب اسمین براہ مسامات مثل
عرق کے جمع ہوتا ہی اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہین زیلعی اِس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی مین رہجاوے تو بالاتفاق روزہ فاسد نہوگا
قالہ الشامی واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ مین ڈالنا روزہ کا مفسد ہی بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کے ہی
او اصبح جنبا وان بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت مین صبح ہوگئی اگرچہ تمام روز جنب مین رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ نہین جاتا
او دخل انفہ مخاط فاستنشمہ فدخل حلقہ وان نزل الراس انفہ یا داخل ہوا اُسکی ناک مین یعنی مغز سے اُتر آیا رینٹ پھر اوپر کو کھینچ لیا پس
حلق مین چلا گیا اگرچہ ناک کی پھننگ تک آجاوے م یعنی اِن سب سے روزہ فاسد نہین ہوتا کما لو ترطب شفتاہ بالبزق عند الکلام ونحوہ فابتلعہ
او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستنشفہ جیسا اگر تر ہوجاوین ہونٹھ تھوک سے بات کرنے وغیرہ مین پھر اُسکو نگل جاوے یا بہونچ
جاوے لعاب اُسکا تھوڑی تک مثل دھاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پھر اُسکو سانس سے چڑھا لیوے م بعض نسخ مین فاستنشقہ ہی
استنشاق سے اور وہ مناسب نہین کیونکہ استنشاق ناک سے ہوتا ہی ولو عمدا خلافا للشافعی فی اتفاقا در علی مج النخامۃ فینبغی الاحتیاط اگرچہ اوپر
چڑھا لینا یا کھینچ لینا رینٹ اور تھوک کا بالقصد ہو یعنی انسے روزہ نہین جاتا برخلاف امام شافعی رح کے اسمین جو قدرت رکھتا ہی کھنکار کے پھینک دینے
پر یعنی باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو اُنکے نزدیک روزہ فاسد ہوجاویگا پس احتیاط چاہیے م کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہی اور
یہ فائدہ ابن شمنہ نے بیان کیا ہی اور اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر بلغم نگل جاوے بعد اِسکے کہ کھنکارنے کے باعث حلق سے مُنھ مین
آگیا ہی تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہین ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان کرہ یا چکھی کوئی چیز مُنھ سے اگرچہ چکھنا مکروہ ہی
لم یفطر جواب الشرط نہین ٹوٹتا روزہ اِن صورتون مذکورہ مین شارح نے کہا کہ لم یفطر جواب ہی شرط کا جو شروع باب مین
مذکور ہی یعنی اذا اکل الخ وکذا لو فتل الخیط ببزاقہ مرارا وان بقی فیہ عقد البزاق اور یہی حکم ہی اگر دھاگا بانٹا تھوک مین

ترکر کے چند بار اگرچہ اُسمین تھوک کی گرہ باقی رہگئی ہو یعنی جب تاگا بانٹنے کا ارادہ کرے اور تھوک مین اُسکو بھگو دے پھر اُسکو مُنھ مین چند بار ڈ اسلے
اگرچہ کچھ تھوک مجتمع تاگے مین لگا رہجاوے تو روزہ نہ جاویگا اور زندویسی کی نظم مین ہو کہ روزہ جاتا رہتا ہو کذا فی القنیۃ قالہ الشامی الا
اِن یکون مصبوغا وظہر لونہ فی ریقہ وابتلعہ ذاکرا مگر جبکہ ہوتا گا رنگین اور اسکا رنگ تھوک مین ظاہر ہو پھر اُسکو نگل جاوے اور روزہ یاد ہو
تو اس صورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا ونظمہ ابن الشحنۃ فقال ؎ مکرر بل الخیط بالریق فاتلا * باد خالہ فی فیہ لا یتضرر * اور اسکو ابن شحنہ
نے نظم کیا ہو اور کہا کہ بار بار تاگا بھگونے والا تھوک مین بانٹتے ہوے نہین نقصان اُٹھاتا ہو تاگا مُنھ مین داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد
نہین ہوتا مکرر بتدا مضاف ہو اور بالریق متعلق بل کے اور باد خالہ متعلق خبر کے ہو ؎ وعن بعضہم ان یبلع الریق بعدذا * یفطرہ کصبغ لونہ فیہ
یظہر * اور بعض مشائخ سے مروی ہو کہ اگر تھوک نگل جاوے بعد تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہو جیسا رنگ کہ اُسکی رنگت تھوک مین
ظاہر ہو یعنی جیسا انگلنار رنگ کا روزہ توڑتا ہو اور اِسمین خلاف نہین ہو اور لونہ کی ضمیر صبغ کی طرف پھرتی ہو اور فیہ کی ضمیر ریق کی طرف اور
یہ متعلق ہو یظہر کے کذا فی الطحطاوی وان افطر خطاء کان تمضمض فسبقہ الماء او شرب نائما او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا
سے جیسے کلی کی اور مُنھ مین پانی چلا گیا یا پی لیا سوتے مین یا سحر کھائی یا جماع کیا اِس گمان پر کہ صبح نہین ہوئی م ان افطر الخ شرط ہو اسکی جزا
آگے مذکور ہوگی یعنی قضے فقط اور یہان سے شروع ہو قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنے کے یہ معنی
کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاوے لیکن قصد روزہ ٹوٹنے کا نہو کذا فی النہر عن الفتح حاصل یہ کہ اگر کلی کرتے ہوے پانی حلق مین
چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہو تو جاتا رہا نہین تو نہین جاتا اور سوتے کو مخطی ٹھہرانے مین یہ کلام ہو کہ نائم کا فعل قصداً نہین ہان نہر مین البتہ تصریح کی ہو کہ
مکرہ اور نائم مخطی کے مانند ہین بھولنے والے کے حکم مین نہین کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہین اور بسم اللہ بھولنے والے کا ذبیحہ حلال ہو کذا فی البحر
عن الخانیہ رحمتی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ نسیان عذر سمجھا گیا بسم اللہ نہ کہنے مین بخلاف نوم اور جنون کے سواسی طرح مفطرات مین نسیان عذر ہوا
کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہو اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم مین یا جنون مین نادر الوقوع ہو اسلیے نسیان کے ساتھ ملحق نہوا قالہ الشامی او جبر
مکرہا یا اُسکے حلق مین کوئی چیز ڈالیجاوے بزور حلق مین ڈالنا شرط نہین ہو بلکہ اگر کھا لیا یا پی لیا زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہو جاویگا پس لفظ اوجر
اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہو تا کہ شامل ہو صور مذکورہ کو اور شامل ہو اِس اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قالہ الشامی او نائما یا حلق مین ڈالی جاوے کوئی چیز
سونے کی حالت مین یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمین خطا کے رفع کا ذکر ہو پس اُس سے مراد
رفع گناہ کا ہو ؎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہین کہ
مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہو کیونکہ وے مانند بھولنے والے کے مرفوع القلم ہین اِسکے جواب کی تقریر یہ ہو کہ حکم یہان سے تصحیح کلام کے لیے مقدر ہو
تو اقتضاء ثابت ہو اور مقتضی کے لیے عموم نہین ہوتا یعنی جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم آخروی ہو تو دوسرے معنون کا ارادہ یعنے حکم دنیاوی کا
کہ فساد صوم ہو درست نہین اور بھولنے والے کا روزہ جو سلامت رہتا ہو تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہو کہ آپ نے فرمایا جو شخص
بھول جاوے اور روزہ سے ہو پھر کھالے یا پی لے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالے نے اسکو کھلا پلا دیا ورنہ قیاس
اُسمین بھی یہی چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اِسکی بحث مطولات اور اصول مین ہو وفی التحریر المواخذۃ بالخطاء جائزۃ عندنا خلافا للمعتزلۃ اور
تحریر مین ہو کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہو (یعنی عقلاً کما فی شرح التحریر) برخلاف معتزلہ کے او اکل او جامع ناسیا
او احتلم او انزل بنظر او ذرعہ القئ فظن انہ افطر فاکل عمدا للشبہۃ یا کھایا یا جماع کیا بھولکر یا احتلام ہوگیا یا انزال ہوگیا نظر سے

؎ اُٹھا لیا گیا میری امت سے چوک جانا اور بھولنا اور جس چیز پر جبر کیے جاوین ۱۲

یا قے آگئی اور ان صور مذکورہ مین اُسنے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھا لیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ کفارہ شبہہ کی جہت سے
ھم یعنی کفارہ اس جہت سے لازم نہین ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت مین ہوا اسلیے کہ کھانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہو کھانے پینے
جماع کرنے قصدی کے تو جیسے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہو اُسنے جماع سہو کو اُسی پر گمان کرلیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہو کیونکہ امام مالک
کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہو بھولکر کھانے سے اور قے آنا مشابہ ہو قصداً قے کرنے کو اور ایسا ہی ہو احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہو شہوت سے پس
قضاء شہوت عمداً کے مشابہ ہو اور اگر وہ جانتا ہو کہ ان امور سے روزہ نہین گیا پھر کھالیا تو بیشک کفارہ بھی لازم آویگا کیونکہ نہ شبہہ خلاف کا ہو نہ اشتباہ
کا کذا فی الشامی ولو علم عدم فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسألۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی المذہب لشبہۃ خلاف مالک خلافا لہما کما فی المجمع و شروحہ فقید الظن انما
ہو لبیان الاتفاق اور اگر جانتا ہو کہ روزہ نہین ٹوٹا تو اُسکو کفارہ لازم ہو مگر متن کے مسئلہ مین یعنی جب بھولکر کھاوے یا جماع کرے پھر جانے
کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھاے قصداً کیونکہ اسمین کفارہ نہین ہر صورت مین صحیح مذہب پر یعنی افطار کا علم ہو یا نہو بخلاف قول صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک متن
کے مسئلہ مین بھی کفارہ لازم ہو جب جانتا ہو کہ روزہ نہین ٹوٹا جیسا مجمع اور اسکی شروح مین ہو پس ظن کی قید واسطے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہو نہ واسطے
احتراز مسئلہ علم کے او احتقن او استعط فی انفہ شیأ او اقطر فی اذنہ دہنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑھائی یا ٹپکایا کان مین تیل او داوی
جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ و دماغہ جائفہ اُس زخم کو کہتے ہین جو جوف تک پہونچے یا پار ہو جاوے اور آمہ اُس زخم کو کہتے ہین جو
ام الدماغ یعنی دماغ کی جھلی تک پہونچ جاوے ہڈی توڑ تک یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پھر پہونچی دوا حقیقت مین جوف تک جائفہ مین اور
دماغ تک آمہ مین م بحر مین کہا ہو کہ تحقیق یہ ہو کہ درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہو پس جو چیز سر مین پہونچی ہو وہ پیٹ تک پہونچ جاتی ہو اور
حقیقت مین دوا پہونچنے سے اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ جو ظاہر الروایت مین واقع ہوا ہو کہ فساد دواے تر کے ساتھ مقید ہو یہ عادت پر مبنی ہو کہ دواے تر
پہونچ جاتی ہو نہ خشک ورنہ فی الحقیقت وصول معتبر ہو یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پہونچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دواے تر نہین پہونچی تو فاسد
نہوگا اور خلاف اس صورت مین ہو کہ معلوم نہو یقیناً تو تر کی صورت مین فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظراً للعادۃ اور صاحبین کے نزدیک نہین کذا افادہ فی الفتح
قالہ الشامی او ابتلع حصاۃ و نحوہا مما لا یأکلہ الانسان او یعافہ او یستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہین کھاتا ہو یا مکروہ جانتا ہو
یا نفرت کرتا ہو م کنکر وغیرہ کے کھالینے مین قضا واجب ہو کیونکہ صورۃ افطار موجود ہو اور کفارہ لازم نہین آتا کیونکہ معنی فطار نہین پایا گیا یعنی جوف مین پہونچانا
ایسی چیز کا جسمین نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلیے کفارہ منتفی ہوا قالہ الشامی عن النہر و نظمہ ابن الشحنۃ فقال ؎ و مستقذر مع غیر مأکول مثلنا + نفی اکلہ
التکفیر یلغی و یہجر + اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہو اور کہا جو شی کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہو اور غیر مأکول ہو نوع انسانی کا تو اُسکے کھانے مین کفارہ
لغو اور متروک ہو او لم ینو فی رمضان کلہ صوما و لا فطرا مع الامساک لشبہۃ خلاف زفر یا نیت نہ کی تمام رمضان مین نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک
کے کیونکہ اسمین خلاف زفر کا ہو م یعنی صرف قضا لازم ہو کفارہ اسواسطے نہین کہ امام زفر کا اختلاف ہو کہ اُنکے نزدیک وہ صائم ہو کیونکہ اُنکے نزدیک
صحت و اقامت و امساک چاہیے گو نیت نہو اور تعلیل مین اولی یہ ہو کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے
کفارہ لازم آتا اور تمسک شبہہ کے ساتھ تو اصل کے تحقق کے بعد ہوتا ہو جیسا مسئلہ آیندہ مین ہو قالہ الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا ولو بعد النیۃ
قبل الزوال لشبہۃ خلاف الشافعی یا صبح کی اس حال مین کہ نیت صوم کی نہین کی پھر جانکر کھالیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کھایا ہو تو قضا لازم ہو
نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی کے م کیونکہ صوم اُنکے نزدیک نہین صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہین صحیح ہو تو اُنکے نزدیک روزہ ہی نہین
جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آوے قالہ الحلبی و مفادہ ان الصوم مطلق النیۃ کذلک اور اس سے یہ مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھ بھی یہی ہو

او دخل حلقه مطر او ثلج بنفسه لامکان التحرز عنه بضم فمه بخلاف نحو الغبار والقطرتین من دموعه او عرقه داخل ہو حلق مین مینھ یا برف از خود کہ اسمین بھی قضا لازم ہی کیونکہ اُس سے احتراز ہو سکتا ہی منھ بند کرنے سے بخلاف مثل غبار کے اور بخلاف ایک دو قطرہ آنسو کے یا عرق کے کہ اُنسے بچنا ممکن نہین اسلیے قضا بھی نہین وامّا الاکثر فان وجد الملوحة فی جمیع فمه واجتمع شئی کثیر وابتلعه افطر والا لا خلاصه اور دو قطرون سے زیادہ مین اگر شوریت تمام مُنھ مین پاوے اور بہت سی جمع ہو جاوین اور اُنکو نگل جاوے تو روزہ ٹوٹ جاویگا ورنہ نہین ٹوٹیگا کذا فی الخلاصہ م یعنی ایک دو قطرہ اگرچہ اُنکا مزہ مُنھ کی کسی جانب مین پایا جاوے لیکن قلت کی جہت سے حلق تک نہین پہونچ سکتے متفرق ہو جاتے ہین قالہ الشامی او وطی امرأة میتة یا وطی کی مردہ عورت کے ساتھ م اور اسمین اور اسکے مابعد مین کفارہ لازم نہ آیا اس جہت سے کہ کفارہ کے لزوم کے لیے محل پوری شہوت والا ضرور ہی کذا فی البحر او صغیرة لاتشتهی نہر یا وطی کی لڑکی غیر مشتہاۃ کے ساتھ کذا فی النہر او بهیمة او فخذا او بطنا او قبل ولو قبلة فاحشة بان یدغدغ او یمص شفتیها یا وطی کی بہیمہ کے ساتھ یا ران مین یا پیٹ مین یا بوسہ لیا اگرچہ بوسہ فاحشہ ہو یعنی اسطرح کہ گدگداوے یا عورت کے ہونٹون کو چوسے م مرد کے بوسہ کا ذکر کیا کیونکہ اگر عورت مرد کا بوسہ لے اور لذت انزال کی پاوے اور رطوبت ظاہر نہ پاوے تو عورت کا روزہ ٹوٹ جاویگا ابو یوسف رحؒ کے نزدیک برخلاف قول امام محمد رحؒ کے اور یہی حکم غسل مین ہی کذا فی البحر عن المعراج اور دغدغہ سے مراد شاید ہونٹونکا کاٹنا ہو یا فرج کا بوسہ اور قاموس مین ہی کہ دغدغہ ایک حرکت اور گدگدانا ہی بغل اور تلوے وغیرہ مین قالہ الشامی او لمس ولو بحائل لا یمنع الحرارة یا چھوا آدمی کو اگرچہ ایسی چیز کی آڑ سے ہو جو وصول حرارت کو مانع نہو م آدمی کی قید اسواسطے بڑھائی کہ اگر مس کیا فرج بہیمہ کو اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہین ہوتا بالاتفاق اور آڑ مین قید لمنع حرارت نہونیکی اسلیے ہی کہ اگر عورت کو چھووے کپڑون سمیت اور حرارت جلد کی محسوس نہو تو روزہ نجاویگا او استمنی بکفه او بمباشرة فاحشة ولو بین المرأتین یا منی نکالی اپنے ہاتھ سے یا اپنی بی بی کے ہاتھ سے کذا فی السراج یا مباشرت فاحشہ سے اگرچہ دو عورتون مین ہو م مباشرت فاحشہ یہ کہ دونون ننگی ہون اور دونون کی فرج ملی ہون اور یہ قید احترازی نہین ہی اور یہی حکم مقطوع الذکر کا ہی عورت کے ساتھ قالہ الرملی کذا فی الشامی فانزل قید للکل حتی لو لم ینزل لم یفطر کما مر پھر انزال ہو گیا یہ قید ہی سب مسائل مین یعنی وطی امرأة الخ سے آخر تک۔ یہانتک کہ اگر انزال نہوا تو روزہ فاسد نہین ہوا جیسا سابق مذکور ہوا یعنی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل الخ او افسد غیر صوم رمضان ادا لاختصاصها بهتک رمضان یا فاسد کر دیا کوئی روزہ سوا رمضان کے روزہ ادا کے تو قضا لازم ہی نہ کفارہ کیونکہ کفارہ رمضان ہی کے ہتک کیواسطے مخصوص ہی یعنی رمضان مین روزہ نہ رکھنا یہ جنایت کاملہ ہی اور روزے وجوب کفارہ مین اسکے ساتھ ملحق نہین ہو سکتے کیونکہ کفارہ اسمین وارد ہوا ہی خلاف قیاس قالہ الشامی او وطئت نائمة او مجنونة بان اصبحت صائمة فجنت یا جماع کی گئی عورت سوتی ہوئی یا درحالت جنون یعنی اسطرح کہ پہلے بحالت افاقت صبح کیوقت روزے سے تھی پھر مجنون ہو گئی م حلبی نے کہا یہی حکم ہی جب رات سے نیت کی تھی پھر مجنون ہو گئی رات ہی کو اور وطی واقع ہوئی دن کو یا قبل ضحوہ کبریٰ کے روزہ کی نیت کی پھر مجنون ہو گئی پھر وطی واقع ہوئی او تسحر او افطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیه لیلا والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لف ونشر یا سحر کھائی اس گمان سے کہ ابھی رات ہی حالانکہ صبح ہو گئی یا افطار کیا اس خیال سے کہ رات ہو گئی حالانکہ آفتاب نہین ڈوبا تو قضا لازم ہی شارح نے کہا کہ ماتن کی عبارت مین لف ونشر مرتب ہی اسلیے مترجم نے ترجمہ اُسکے مطابق کیا اور یوم سے مراد وہ وقت ہی جسمین روزہ دار نے کھایا ویکفی الشک فی الاول دون الثانی اور کافی ہی اسقاط کفارہ کے لیے شک اول صورت مین یعنی سحر کھانے کی صورت مین نہ دوسری صورت یعنی افطار مین اسلیے کہ اول صورت مین رات کا ہونا اصل ہی اور اُسکے خروج مین شک ہی اور دوسری صورت مین دن کا ہونا اصل ہی اور غروب مین شک ہی تو غروب مین شک کا ہونا اسقاط کفارہ مین کافی نہوگا چنانچہ شارح کہتا ہی عملا بالاصل فیهما یعنی دونون صورتون مین اصل پر عمل کرنے سے م اسلیے کہ اول صورت مین اصل بقاے شب ہی سو کفارہ واجب نہوا اور

ثانی مین اصل بقار روزہ ہی پس اسمین ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا قالہ الشامی ولو لم تبین الحال لم یقض فی ظاہر الروایۃ اور اگر حال منکشف نہو تو قضا لازم نہین ظاہر الروایت مین م یعنی جس صورت مین کہ بقاے شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کھاوے اور یقین صبح ہونے کا نہو تو قضا بھی لازم نہین کیونکہ اصل یہ ہی کہ شب باقی ہی پس خروج شک سے ثابت نہوگا کذا فی البحر والمسألۃ تتفرع علی ستۃ وثلثین محلہا المطولات اور مسئلہ نکل سکتا ہی ۳۶ طور پر اسکے ذکر کی جگہ بڑی کتابین ہین م نہر مین مذکور ہی کہ صور مذکورہ اسطرح نکلتی ہین کہ یہان دو چیزین ہین ایک مباح کرنے والی افطار کی چیزون کی یعنی رات کا ہونا دوم حرام کرنیوالی یعنی دن کا ہونا توان دونون مین سے ہر ایک مین یا گمان غالب ہی یا صرف گمان ہی یا شک ہی تو یہ چھ ہوئین پھر انھین سے ہر ایک کی تین قسمین ہین یا یہ کہ جو کچھ اُسنے سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھ حال صحت و غلطی منکشف نہوا اور ان اٹھارہ قسمون مین سے ہر ایک یا ابتدار صوم مین یعنی سحر کے وقت ہی یا انتہاء صوم مین یعنی افطار کے وقت سو یہ ۳۶ ہوئین اور اسمین نظر ہی کیونکہ تقسیم اول مین فرق کیا ہی ظن مین اور غلبہ ظن مین اور اسمین کچھ فائدہ نہین کیونکہ یہ دونون احکام مین متحد مین اگرچہ مفہوم مختلف ہون اسواسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونے کو ظن کہتے ہین پس اگر وہ ترجیح زیادہ ہو کہ قریب یقین کے ہووے تو اسکو غلبہ ظن اور اکبر راے بولتے ہین اسی جہت سے بحر مین ۲۴ قسمین کی ہین پھر نہر اور بحر دونون پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ شک کو دوبار شمار کرنیکی کوئی وجہ نہین ہی کہ مباح کرنیوالی چیزین بھی لیا جاے اور حرام کرنیوالی مین بھی کیونکہ جب ایک مین شک ہوا تو دوسری مین شک یقینًا ہوگا اسی جہت سے کہ شک مین دونون طرفین برابر ہوتی ہین بخلاف ظن کے پس تقسیم صحیح اس طرح کرنی چاہیے کہ یا وجود مبیح کا ظن ہو یا وجود محرم کا ظن ہو یا شک ہو اور ہر ایک اُنمین سے یا ابتداے صوم مین ہو یا انتہا مین اور یہ چھون صورتین یا یہ کہ منکشف ہو جاوے وجود مبیح کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو پس یہ اٹھارہ ہوے تو ابتداے صوم مین اور نو انتہا مین اسیواسطے زیلعی نے سواے اٹھارہ کے اور نہین ذکر کین اور انھین کے احکام بیان کیے یعنی اگر سحر کھائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھ ظاہر نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور اگر معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہوگئی تو اسپر صرف قضا ہی اور یہی حال ہی جب رات مین شک ہوا اور اگر سحر کھائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہوا کہ فجر ہوگئی تب اسکے ذمہ صرف قضا ہی ہی اور اگر کچھ منکشف نہوا تو اسکے ذمہ کچھ نہین ظاہر الروایت مین اور کہا گیا ہی کہ قضا کرے احتیاطًا اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات ہی تو اسکے ذمہ کچھ نہین پس یہ نو صورتین ابتداے صوم مین ہوئین اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہوگیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اسپر صرف قضا ہی اور اگر غروب واضح ہوا یا کچھ واضح نہوا تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور اگر غروب مین شک ہوا پس اگر کچھ واضح نہوا تو اسپر قضا ہی اور لزوم کفارہ مین دو روایتین ہین اور اگر موجود ہونا شمس کا پایا گیا تو اسپر قضا اور کفارہ دونون لازم ہین اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہوگیا تو کچھ لازم نہین اور اگر گمان کیا تھا عدم غروب کا پھر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھ ظاہر نہوا تو اسپر قضا اور کفارہ دونون ہین اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھ لازم نہین اور یہ نو انتہا مین ہوئین حاصل یہ ہی کہ اٹھارہ مین سے دس صورتون مین کچھ لازم نہین ہی یعنی نہ قضا لازم ہی نہ کفارہ اور چار صورتون مین صرف قضا لازم ہی اور چار صورتون مین قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کذا فی الشامی عن الحلبی قضٰی فی الصور کلہا فقط تمام صور مذکورہ مین صرف قضا کرے کفارہ لازم نہین م صور کلہا سے مراد وہ ہین جو مذکور ہوئین وان افطر الخ نہ تفریع کی صورتین جو ہمنے بیان کین کذا فی الشامی کما لو شہدا علی الغروب وآخران علی عدمہ فافطر فظہر عدمہ اسی طرح صرف قضا لازم ہی اگر شہادت دی دو شاہدون نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پھر افطار کیا پھر ظاہر ہوا عدم غروب م کفارہ اسلیے لازم نہ آیا کہ اُسنے شہادت غروب پر اعتماد کیا کذا فی الطحطاوی ولو کان ذلک فی طلوع الفجر قضٰی وکفر لان شہادۃ النفی لا تعارض شہادۃ الاثبات اور اگر یہ اختلاف شہود کا طلوع فجر مین ہو تو قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کیونکہ شہادت نفی کی نہین معارضہ کرسکتی شہادت

ھ اسمین تین صورتین داخل ہین یعنی رات مین بھی شک تھا اور رات ہی نکلی دوم یہ کہ بعد معلوم ہوا صبح ... کہ فجر نکلی ۱۲

اثبات کو ہم اسواسطے کہ گواہ اثبات کیواسطے ہوتے ہین نہ نفی کے لیے تو مثبت کی شہادت مقبول ہوئی نہ نفی کرنے والے کی کذا فی البحر واعلم ان کل ما انتفی فیہ الکفارۃ محلہ ما اذا لم یقع منہ ذلک مرۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ وجبت زجرا لہ بذلک افتی ائمۃ الامصار وعلیہ الفتوی قنیۃ وہذا احسن نہر اور جان تو کہ جس صورت مین کفارہ لازم نہین سو مخصوص اُس محل مین ہے کہ اُس شخص سے وہ فعل بہ تکرار صادر نہو گناہ کے قصد سے پس اگر اُسکو مکرر کریگا تو کفارہ واجب ہوگا اُسکے زجر کے لیے یہی حکم دیا ہے شہرون کے اماموں نے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی القنیۃ اور یہ خوب ہے کذا فی النہر والاخیران یمسکان بقیۃ یومہما وجوبا علی الاصح اور دونون پچھلے (یعنی افطار ۱۲) (یعنی جسنے سحر کھالی یا افطار کیا رات جانکر) امساک کرین باقی روز براہ وجوب صحیح روایت پر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ امساک مستحب ہے کذا فی الفتح اور اجماع ہے اسپر کہ حائض اور نفسا اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہین اور اسپر کہ جو براہ خطا افطار کرے یا عمدًا یا یوم الشک مین پھر ظاہر ہو کہ رمضان کا دن ہے کہ اُسپر امساک بقیہ یوم واجب ہے ذکرہ قاضی خان اور اخیرین کی تخصیص کی وجہ معلوم نہین ہوتی جیسا شارح بھی اسکی طرف اشارہ کریگا لان الفطر قبیح وترک القبیح شرعا واجب اسواسطے کہ افطار رمضان مین قبیح ہے اور قبیح کا ترک شرعا واجب ہے ہم فطر سے مراد مفطر کے طور پر کھانا پینا ہے کیونکہ صوم تو پہلے ہی فاسد ہو چکا قال الشامی کمسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک واجب ہے مسافر پر کہ مقیم ہو گیا اور حائضہ اور نفسا پر کہ پاک ہوئی ہون اور مجنون کہ ہوش مین آیا اور مریض جو اچھا ہو گیا ہو مسافر مقیم ہوا یعنے دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے مگر کھانا کھانے کے بعد اور اگر دوپہر اور کھانے سے پیشتر مقیم ہوگا تو روزہ لازم ہوگا اگرچہ نیت افطار کی کرچکا ہو جیسا اگلی فصل مین آویگا اور ان مسائل مین قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہو جاوے کہ اگر اُس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ لازم ہوتا پس اُسکے ذمہ امساک لازم ہے کذا فی الخلاصۃ والنہایۃ والعنایۃ اور چونکہ یہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہین ہے کیونکہ اسمین سے خارج ہے وہ شخص جو یوم الشک مین صبح کو مفطر ہوا اور وہ جو رات کے گمان سے سحر کھاے یا افطار کرے غروب کے گمان سے اسی واسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع مین یہ کہا ہے اور اسی طرح حال ہے اُس شخص کا کہ اُسپر روزہ واجب ہوا ہو سبب کے موجود ہونے اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اُسکا پورا کرنا متعذر ہو گیا ہو جیسے جانکر افطار کر ڈالے یا یوم الشک مین مفطر ہو پھر ظاہر ہوا کہ یہ روز رمضان کا ہے یا سحر کھالی اس خیال سے کہ ابھی صبح نہین ہوئی پھر معلوم ہو گیا کہ صبح ہو گئی ان صورتون مین بھی امساک واجب ہے صائمین کی مشابہت سے انتہی پس بدائع مین وجوب امساک کے دو قاعدے رکھے قال الشامی اور حائض جو پاک ہوئی یعنی بعد فجر کے یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش مین آیا یعنی کھانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا ورنہ وہ تو جب نیت کریگا اُسکا روزہ صحیح ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ امساک اُسپر بھی واجب ہے جیسا مسافر پر قال الشامی ومفطر ولو مکرہا او خطاء اور جیسے امساک واجب ہے افطار کرنے والے پر اگرچہ کسی کے دباؤ سے افطار کیا ہو یا خطا سے ہم مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر سب برابر ہین کسی مین کچھ فرق نہین اسمین اشارہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی والاخیران یمسکان الخ کی کوئی وجہ نہین وصبی بلغ وکافر اسلم اور جیسے امساک واجب ہے لڑکے پر کہ بالغ ہوا یا کافر پر کہ مسلمان ہوا وکلہم یقضون ما فاتہم الا الآخرین اور یہ سب جو مذکور ہوے قضا کرین جو اُنسے فوت ہوا یعنی اُس روز کا روزہ مگر دونون پچھلے یعنے لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اُس روز کے روزہ کی قضا نہ کرین وان افطرا لعدم اہلیتہما فی الجزء الاول من الیوم گو وہ دونون پچھلے افطار کرین کیونکہ یہ دونون اُس روز کے اول جزء مین روزہ کے اہل نہ تھے ہم یعنی اصل وجوب ہی کے اہل نہین بخلاف حائض ومسافر و مریض کے کہ اُنکے اوپر روزہ واجب ہوتا ہے لیکن وجوب ادا اُنسے ساقط ہے اسلیے قضا واجب ہوتی ہے وہو السبب فی الصوم اور وہی جزء اول سبب ہے صوم مین ہم سبب ہے ہر روز کے روزہ کا اور یہ خلاف ہے اُسکے جو سرخسی نے اختیار کیا ہے اور مصنف نے بھی اس کتاب کے اول مین بیان کیا ہے کہ آجانا ماہ رمضان

کے دن یا رات کے ایک جز کا سبب روزہ کا ہی لکن لو نویا قبل الزوال کان نفلا فیقضی بالافساد کما فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ لیکن اگر وہ دونوں پچھلے روزہ
کی نیت کریں زوال سے پہلے تو روزہ نفل ہوگا توڑنے سے اُسکے قضا لازم آویگی کذا فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ م یہ استدراک ہی اُس سے جو اُسکے
سے مفہوم ہوا کہ دونوں کا روزہ صحیح نہین ہوا سو بیان کر دیا کہ فرض صحیح نہین ہو ظاہر الروایت مین برخلاف امام ابو یوسف رح کے اور نفل صحیح ہی اگر نیت
کرلین زوال سے پہلے یہانتک کہ اگر اُسکو توڑ دینگے تو قضا واجب ہوگی قالہ الشامی ولو نوی المسافر او المجنون او المریض قبل الزوال صح عن الفرض اور
اگر نیت کرلی مسافر یا مجنون یا مریض نے زوال سے پہلے تو درست ہی بجاے فرض کے م زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہی اور یہ لفظ اسی طرح بہر
ہی کتب مین متعدد جگہ واقع ہی تسامحا یا بنا بر قول ضعیف قالہ الشامی ولو نوی الحائض او النفساء لم یصح اصلا للمنافی اول الوقت وہو لا یتجزی اور اگر
حائض نے یا نفسا نے نیت کرلی تو صحیح نہین ہی بالکل یعنی نہ فرض نہ نفل کیونکہ اول وقت مین منافی صوم کا موجود ہی اور صوم عبادت واحد ہی تجزی
نہین ہوتا یعنی جب مفسد ایک جز مین پایا گیا تو اُسنے باقی کو بھی فاسد کر دیا کذا فی الطحاوی ویومر الصبی بالصوم اذا اطاقہ ویضرب علیہ ابن عشر
کالصلوۃ فی الاصح اور لڑکے کو روزے کا حکم کرین جب اُسکی طاقت رکھتا ہو اور ماریں روزہ رکھنے پر دس برس کی عمر مین مثل صلوۃ کے صحیح روایت پر
م یعنی لڑکے کا ولی یا وصی حکم کرے اور ظاہر یہ ہی کہ یہ امر واجب ہی اور اسی طرح منکرات سے منع کرین تاکہ خیر کی الفت حاصل ہو اور شر سے باز رہے اور
اگر تمام مہینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جسقدر کی طاقت رکھتا ہو اُسقدر کا امر کرین اور مارنے سے مراد ہاتھ کی مار ہی نہ لکڑی کی اور لڑکا اگر روزہ توڑ دے
تو قضا لازم نہین قالہ الشامی وان جامع المکلف آدمیا مشتہی فی رمضان ادا او لواطۃ اور اگر جماع کیا مکلف یعنی عاقل بالغ نے آدمی مشتہی کے ساتھ
رمضان کے ادا روزہ مین ادا کی قید اسوجہ سے ہی کہ گذری یعنی کفارہ ہتک حرمت رمضان کے لیے لازم ہی اور قضا مین ہتک رمضان نہین م قسم ثالث
قضا کا بیان شروع ہوا یعنی جن صورتون مین قضا و کفارہ دونون لازم ہین اور مکلف کی قید سے نکل گیا صبی اور مجنون اور آدمی کی قید سے جنی اور مشتہی
سے مراد مشتہی علی الکمال ہی پس میتہ یا بہیمہ کے جماع سے کفارہ لازم نہین گو انزال ہو جاوے کذا فی البحر او جومع وتوارت الحشفۃ فی احد السبیلین
انزل اولا یا جماع کیا اُسکے ساتھ اور غائب ہوگیا راس ذکر قبل یا دبر مین انزال ہو یا نہو م جومع شامل ہی اُسکو کہ زوج صغیر جماع کرے عورت کے ساتھ
کیونکہ قہستانی مین ہی کہ جیسا مرد کے ذمے مشتہاۃ کے جماع سے کفارہ لازم ہی ایسا ہی عورت کے ذمہ ہی صبی یا مجنون کے جماع سے اور وہ نو صورتون مین
مشائخ کا اختلاف ہی کما فی التمرتاشی اور حشفہ کا غائب ہونا اسواسطے کہا کہ بغیر اُسکے جماع متحقق نہین اور انزال اور عدم انزال اسواسطے برابر ہوا کہ
عدم انزال کی صورت مین بھی قضا شہوت متحقق ہی اُس سے حد لازم ہوتی ہی جو عقوبت محضہ ہی پس کفارہ جسمین معنے عبادت کے بھی ہین بطریق
اولی لازم ہوگا کذا فی البحر او اکل او شرب غذاء بکسر الغین وبالذال المعجمتین والمد ما یتغذی بہ او دواء ما یتداوی بہ یا کھاوے یا پیوے
غذا یا دوا شارح نے کہا کہ غذا غین کے کسرہ اور ذال منقوطہ اور مد کے ساتھ یعنی جو صلاحیت غذائیت کی رکھے جیسے گیہون کی روٹی گوشت
اور پانی کو غذا مین اسواسطے شمار کیا ہی کہ وہ غذا کی اعانت کرتا ہی گو غذا نہین اور دوا وہ کہ جس سے شفا طلب کیجاوے والضابط وصول ما فیہ
صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنے صلاح البدن فیہ درایہ وغیرہا اور قاعدہ کلیہ غذا اور دوا کی شناخت کا یہ ہی کہ پہونچنا ایسی
شی کا پیٹ مین جسمین اُسکے بدن کی اصلاح ہو غذا یا دوا کھلاتی ہی اور اِسی مین ہی لعاب دہان محبوب کا سو اگر نگل جاوے تو اِسمین کفارہ لازم ہی
کیونکہ صلاح بدن کی موجود ہی کذا فی الدرایۃ وغیرہا وما نقلہ الشرنبلالی عن الحدادی ردہ فی النہر اور جو شرنبلالی نے حدادی سے نقل کیا
اُسکو نہر مین رد کیا ہی م شرنبلالیہ مین ہی کہ تغذی کے معنی مین اختلاف ہی بعض نے کہا ہی جسکے کھانے کو طبیعت چاہے اور پیٹ کی خواہش
دفع ہوا اور بعض نے کہا ہی کہ وہ چیز جسکا نفع صلاح بدن پر عائد ہو اور فرق اسطرح کا معلوم ہوتا ہی کہ کسی شخص نے لقمہ چبا کر مُنہ سے نکالا

پھر اُسکو کھا گیا تو دوسرے معنی کے لحاظ سے اُسپر کفارہ لازم ہی نہ اول کے اور اسکے برعکس حکم بھنگ مین ہی کیونکہ اُسمین بدن کا نفع کچھ نہین ہی بلکہ عقل کم ہوجاتی ہی تو قول ثانی کے بموجب کفارہ نہوگا لیکن طبیعت اُسکی طرف میل کرتی ہی اور پیٹ کی خواہش دفع ہوتی ہی تو کفارہ واجب ہوگا بموجب قول اول کے اور نہر مین کہا ہی کہ یہ تحقیق سے بعید ہی اسواسطے کہ اس تقدیر پر فقہا کا قول اودوا لغو ہوجاویگا اور نیز وہ قول جو محققون نے ذکر کیا ہی کہ فطر کے معنی ہین جوف مین پہونچنا ایسی چیز کا جسمین صلاح بدن کی ہو خواہ غذا ہو یا دوا یہ بھی لغو ہوگا کیونکہ یہ قول مقابل ہی اول قول کو اور محل خلاف کی تحقیق مین یہی مناسب ہی انتہی مین کہتا ہون کہ اسکا حاصل یہ ہی کہ تغذی کے معنون مین اختلاف نہین ہی بلکہ فطر کے معنون مین لیکن صاحب نہر نے جو محققین سے نقل کیا ہی اس سے یہ لازم نہین آتا کہ تغذی مین اختلاف نہووے لیکن تحقیق یہ ہی کہ نہ تغذی کے معنی مین اختلاف ہی نہ فطر کے اسواسطے کہ علمانے ذکر کیا ہی کہ یہ کفارہ واجب نہین ہی مگر جس صورت مین کہ افطار صورةً ومعنیً ہو پس اکل مین افطار صورةً موجود ہی یعنی نگلنا اور فطر معنوی یہ کہ اُس سے بدن کی اصلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا تو اس سے یہ نکلتا ہی کہ کفارہ واجب نہوگا کنکری کے نگلنے سے کیونکہ صرف صورت اکل کی ہی اور نہ حقنہ وغیرہ مین کیونکہ صرف اکل معنوی ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین اسی طرح معلل کیا ہی اور بدائع مین ذکر کیا ہی کہ کفارہ واجب ہوتا ہی اُس چیز کے جوف مین پہونچانے سے جس سے قصد تغذی کا یا تداوی کا ہو مُنھ کی راہ سے بخلاف غیر اس صورت کے پس کفارہ واجب نہوگا اگر بادام یا اخروٹ ثابت خشک حلق مین اُتار لیا کیونکہ اکل صورةً ہی معنیً نہین اسواسطے کہ ان اشیا کو اسطرح کھانے کی عادت نہین تو مانند کنکری اور گٹھلی کے ہوئے اور سوکھا آٹا پھانکنے مین یا تر آٹا کھانے مین بھی نہوگا کیونکہ اُس سے مقصود تغذی اور تداوی نہین ہی اور ایسا ہی درخت کے پتے اگر عادةً ماکول ہین تو کفارہ واجب ہی ورنہ صرف قضا لازم ہی اور ایسا ہی اگر تھوک مُنھ سے نکلا پھر نگل لیا یا کسی دوسرے کا تھوک چاٹ لیا کیونکہ اسکو طبیعت مکروہ جانتی ہی اور اگر کسی پیارے یا دوست کا لعاب ہی تو کفارہ واجب ہی کما ذکر الحلوانی کیونکہ طبیعت نفرت نہین کرتی ہی اور اس سے ظاہر ہوا کہ مراد اُنکی مایتغذی بہ سے وہی ہی کہ جسمین اصلاح بدن کی ہو اسطرح کہ عادةً ماکول ہو یا بالقصد تغذی یا تداوی یا تلذذ کذا فی الشامی مختصرًا **عمدًا راجع للکل** لفظ عمدًا سب کے ساتھ تعلق رکھتا ہی یعنی اکل وشرب وجماع قصدًا ہو م اس سے مخطی اور مکرہ نکل گئے کذا فی البحر مین کہتا ہون کہ ناسی بھی نکل گیا کیونکہ مراد ان چیزون کے عمدًا کرنے سے قصد افطار کا ہی اور ناسی اگرچہ مفطر کا استعمال قصدًا کرتا ہی لیکن افطار کا قصد نہین کرتا قالہ الشامی **او احتجم ای فعل مالا یظن**

الفطر بہ کفصد وکحل ولمس وجماع بہیمۃ بلا انزال اوادخال اصبع فی دبر ونحو ذلک دیا پچھنے لگوائے یعنی ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان نہین ہوتا جیسا فصد اور سرمہ لگانا اور عورت کو ہاتھ لگانا اور بہیمہ کا جماع بلا انزال اور انگلی خشک مقعد مین دینی وغیرہ م شارح نے ای فعل کہنے سے اشارہ کیا کہ یہ حکم خاص پچھنون کا نہین ہی اور اس سے احتراز ہوگیا اُن اشیا سے جنمین گمان افطار کا ہو سکتا ہی مثلاً اول بھول کر کھا لیا پھر روزہ ٹوٹ جانے کے گمان سے عمدًا کھا لیا تو کفارہ لازم نہین شبہہ کی جہت سے جیسا سابقًا مذکور ہوا قالہ الشامی **فظن فطرہ بہ فاکل عمدًا** پھر گمان کیا کہ حجامت وغیرہ سے روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھا لیا **قضی فی الصور کلہا وکفر** قضا کرے اور کفارہ دے تمام صورتون مین م یعنی وان جامع سے یہانتک اور وقت وجوب قضا اور کفارہ کا بیان نہ کرنے سے جتلا دیا کہ وجوب علی التراخی ہی جیسا امام محمد رح کہتے ہین اور ابو یوسف کہتے ہین کہ علی الفور ہی اور ابو حنیفہ رح سے دو روایتین ہین

کذا فی التمرتاشی لانہ ظن فی غیر محلہ اسواسطے کہ یہ گمان بےموقع ہی یعنی پچھنے لگوانے کسی طرح مفطر نہین تو اُنکو مفطر سمجھنا بےموقع ہی **حتی لو افتاہ مفت**

یعتمد علی قولہ او سمع حدیثا ولم یعلم تاویلہ لم یکفر للشبہۃ یہانتک کہ اگر کسی مفتی معتمد علیہ نے اسپر فتوی دیا یا حدیث سُنی اور اُسکی تاویل نہین جانتا تو کفارہ نہ دے واسطے شبہہ کے م غرض یہ ہی کہ اگر ظن اپنے موقع پر ہو تو کفارہ نہین اور مفتی کا معتمد ہونا اسلیے کہا کہ نہایہ مین کہا ہی کہ شرط یہ ہی کہ مفتی وہ ہو جس سے فقہ اخذ کرتے ہون اور شہر مین اُسکے فتوی پر اعتماد ہو کیونکہ اس صورت مین اُسکے فتوے سے شبہہ ہوگا اور اُسکے غیر کے

فتویٰ کا اعتبار نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ معتمد صیغہ مجہول کا ہے پس اکیلے سائل کا اعتماد کافی نہین اور حدیث سے مراد یہ حدیث ہے کہ پچھنے لگانیوالا
اور جسنے لگوائے دونون کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے امام محمدؒ کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنے سے اگر کوئی شخص بعد پچھنے کے عمداً کھائیگا تو کفارہ لازم نہین
اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اقویٰ ہے مفتی کے قول سے پس اسمین شبہہ کی جہت سے کفارہ ساقط ہونا اولیٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ
اسکے خلاف کہتے ہین اُنکا قول یہ ہے کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت پر نہین پہونچ سکتا ہے تو کفارہ ساقط ہونے مین حدیث کا
سننا اُسکو کافی نہین اور حدیث مذکور کی تاویل یہ ہے کہ وہ منسوخ ہے یا جنکی شان مین حدیث وارد ہوئی وہ غیبت کرتے تھے پس مراد یہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا
پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمداً بعد پچھنون کے کھائیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلیے کہ شبہہ نرہا کذا فی الشامی ملتقطاً وان اخطا المفتی ولم یثبت الاثر
اگرچہ اس فتوی مین مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب مین اثر ثابت نہین اھ م مراد یہ ہے کہ سوائے حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہین ہے
کیونکہ یہ تو صحیح و ثابت ہے قالہ الشامی الا فی الادہان یہ استثنا لم یکفر سے ہے یعنی اگر تیل لگایا پھر کھا لیا تو کفارہ دے کیونکہ اسنے عمداً یہ کام کیا بدون کسی
دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہان کارآمد نہین کیونکہ یہ صورت مشتبہ نہین ایسے اشخاص پر جنکو ادنیٰ دخل فقہ مین ہو
اسی طرح کمال نے نقل کیا ہے بدائع سے لیکن اسکے مخالف ہے جو خانیہ مین ہے کہ جو شخص سرمہ لگاوے یا تیل لگاوے بدن کو یا مونچھون کو پھر کھالیوے
قصداً تو اسپر کفارہ ہے مگر اُس صورت مین کہ جاہل ہو اور کسی نے اُسکو افطار کا فتوی دیا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح یہ ہے کہ استثنا نہ چاہیے پس
شارح کو اولیٰ یہ تھا کہ استثنا ترک کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبۃ عند العامۃ زیلعی اور یہی حال غیبت کا ہے کہ اگر غیبت کرنے کے بعد بقصد روزہ
توڑے تو اسمین بھی کفارہ لازم ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی الزیلعی م کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہے اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے
کی بالاجماع تاویل کی گئی ہے یعنی مراد یہ ہے کہ ثواب جاتا رہتا ہے بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علمانے اُسکے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہے جیسے امام احمدؒ
اور اوزاعی کذا فی الامداد اور علماے ظاہریہ کا خلاف غیبت مین معتبر نہین کیونکہ یہ خلاف حادث ہوا ہے بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کر چکے تھے
کذا فی الفتح لکن جعلہا فی الملتقی کالحجامۃ ورجحہ فی البحر للشبہۃ لیکن غیبت کو ملتقی مین حجامت کے مانند کہا ہے اور اسی کو بحر مین ترجیح دیا ہے شبہہ کی جہت
سے م تمکو معلوم ہو چکا کہ جو مخالف اجماع کے ہو اُس سے شبہہ نہین ہوتا اور عمل اُسپر ہے جسپر اکثر مشائخ ہین واللہ اعلم قالہ الشامی ککفارۃ الظہار
الثابتۃ بالکتاب واما ہذہ فبالسنۃ کفارہ روزہ کا دے مثل کفارۂ ظہار کے لیکن کفارۂ ظہار کتاب اللہ سے ثابت ہے اور کفارہ روزہ کا
سنت سے م یعنی اُسکی مثل ہے ترتیب مین پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نہ پاوے تو دو مہینے کے پیاپے روزے رکھے اور اگر اسکی بھی
طاقت نہو تو ۶۰ مسکینون کو کھانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ مین مذکور ہے پس اگر پیہم روزہ رکھنے مین افطار کرے اگرچہ
عذر سے ہو تو ازسرنو رکھے مگر حیض کے عذر سے ازسرنو نہ رکھے اور کفارہ قتل مین بھی تتابع شرط ہے اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اُسمین عتق مشروع
ہے کذا فی النہر اور وجوب کفارہ مین مرد عورت مین غلام آزاد مین بادشاہ وغیرہ مین فرق نہین قالہ الشامی ومن تم شبہوہا بہا اور اسی جہت سے
کفارۂ صوم کو کفارۂ ظہار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین م یعنی چونکہ کفارۂ ظہار ثابت بالکتاب ہے تو اعلیٰ درجہ ہوا کفارۂ صوم سے کہ ثابت
بالسنۃ ہے اسلیے ادنےٰ کو اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہ مقتضی ہے اسکو کہ کفارۂ ظہار کا منکر کافر ہو اور کفارۂ صیام کا منکر کافر نہو تنبیہ
تشبیہ مین اشارہ ہے کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی مثل ہونا ہر وجہ سے لازم نہین اس واسطے کہ جماع اثناء کفارہ مین
تتابع کو قطع کر دیتا ہے کفارۂ ظہار مین مطلقاً عمداً ہو یا نسیاناً رات کو ہو یا دن کو بخلاف کفارۂ صوم و قتل کے کیونکہ جماع
تتابع کو ان دونون مین نہین قطع کرتا مگر افطار خواہ بعذر ہو یا بے عذر اور غیر عذر سے مراد ماسوائے حیض کے ہے

ف ابو نصر محمد بن سلام نے کہا اگر یعنی بادشاہ اور انکی امثال ایکبار ایسا کرین ... روزون کا ... کفارہ ... اور ... روزے ... افطار کرنے اور بردہ آزاد کرنا ...

حاصل یہ ہی کہ اس جگہ تتابع کو وطی قطع نہین کرتی رات کو قصداً یا دن کو نسیاناً بخلاف کفارہ ظہار کے قالہ الشامی ثُم انما یکفران نوی لیلا ولم یکن مکرھا ولم
یطرء مسقط کمرض وحیض پھر کفارہ اُسی صورت مین لازم ہی کہ روزہ دار نے رات سے نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت مین شافعی کا خلاف ہی پس شبہہ سے
کفارہ لازم نہوگا اور اسپر کسی کی طرف سے اکراہ نہو اور نہ حادث ہو بعد عمداً افطار کرنے کے کوئی عذر سماوی کہ کفارہ کو ساقط کردے جیسا مرض
جسمین افطار مباح ہو یا حیض کہ عذر ہو جانے اور اکراہ کی صورت مین بھی کفارہ لازم نہ آویگا واختلف فیما لو مرض بجرح نفسہ او سوفر بہ مکرہا
والمعتمد لزومہا اور اختلاف کیا ہی اُس صورت مین کہ بیمار ہو جاوے اپنے آپ کو زخم لگا کر یا زبردستی کوئی اُسکو سفر مین لیجاوے اور معتمد یہ ہی کہ کفارہ
لازم ہی ہم سفر کو اکراہ کے ساتھ مقید کیا اسواسطے کہ اگر اپنی خوشی سفر کریگا تو بالاتفاق کفارہ ساقط نہین ہوگا لیکن اگر افطار کرے بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ
واجب نہین کذا فی النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اُسپر حرام ہی اگر سفر فجر کے بعد کیا جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی و فی المعتاد حمی وحیضا والمتیقن
قتال عدو لو افطر ولم یحصل العذر والمعتمد سقوطہا اور اختلاف ہی اُسمین جسکو عادت مقررہ ہی تپ کی یا حیض کی یا یقین کرتا ہی دشمن کے مقابلہ کا
اگر افطار کیا اور عذر مقرری نہ پایا گیا اور معتمد یہ ہی کہ کفارہ ساقط ہی ہم اسی کی تصحیح کی ہی بزازیہ مین اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اور
شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہی لیکن یہ مخالف ہی بحر کے کہ اُسمین کہا ہی کہ اگر عورت نے افطار کیا اِس خیال پر کہ اُسکے حیض کا دن ہی اور
اُسکو حیض نہ آیا تو اظہر یہ ہی کہ کفارہ واجب ہی جیسا افطار کیا اِس گمان سے کہ یہ یوم المرض ہی اور صحیح یہ ہی کہ کفارہ واجب ہی جیسا تاتارخانیہ
مین منصوص ہی اور اسلیے سراج اور فیض مین وجوب کا جزم کیا ہی دونون مسئلون مین اور حاصل یہ ہی کہ تپ اور مرض کی عادت والون مین تصحیح کا
اختلاف ہی اور جو قتال دشمن کا یقین رکھتا ہو اُسپر سے سقوط کفارہ مین مین نے کسی کا خلاف نہین دیکھا اور فرق یہ ہی کہ قتال دشمن کے لیے تقدیم
افطار کیطرف احتیاج ہوتی ہی تا کہ قوت ہو بخلاف مریض کے جامع الفصولین مین یہ فرق لکھا ہی قالہ الشامی ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ واحدۃ
ولو فی رمضانین عند محمد وعلیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبیٰ وغیرہما اور اگر اُسنے مکرر روزے توڑے اور پہلے کا کفارہ ادا نہین کیا تو اُسکو ایک ہی کفارہ
بس ہی گو دو رمضانون مین کے روزے ہون امام محمد کے نزدیک اور اِسی پر اعتماد ہی کذا فی البزازیہ ومجتبیٰ وغیرہما م بحر مین اسکو اصرار سے
نقل کیا ہی اور جوہرہ سے نقل کیا ہی کہ اگر دو رمضانون مین کے ہون تو دو کفارہ لازم ہین اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو ظاہر الروایۃ مین اور یہی
صحیح ہی مین کہتا ہون کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسرے کی تقویت اِس جہت سے ہی کہ ظاہر الروایۃ ہی قالہ الشامی واختار بعضہم للفتوی ان افطر
بغیر الجماع تداخل والا لا اور بعض نے فتوی کے لیے یہ اختیار کیا ہی کہ اگر افطار کھانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل ہوگا یعنی ایک ہی ہوگا اور
اگر افطار مکرر جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہوگا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نکیا ہو م کیونکہ جماع بڑا قصور ہی اور اِسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک
جماع ہی مین کفارہ ہی کھانے پینے مین نہین قالہ الشامی ولو اکل عمداً شہرۃ بلا عذر یقتل وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور اگر کھاوے قصداً علی الاعلان
بے عذر رمضان مین تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ مین اُسکو پورا بیان کیا ہی م وہبانیہ مین کہا ہی ع ولو اکل الانسان عمداً وشہرۃ + ولا
عذر فیہ قیل بالقتل یومر + شرنبلالی نے کہا ہی اسکی صورت یہ ہی کہ بقصد کھایا کسی شخص نے بے عذر سب کے سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین کے
ساتھ تمسخر کرتا ہی یا منکر اسکا جو دین مین بالضرورۃ ثابت ہی اور اسکے قتل کی حلت مین اور حکم دینے مین خلاف نہین ہی پس قیل جو مولف وہبانیہ نے
کہا ہی ضعف کے سبب سے نہین ہی قالہ الحلبی وان ذرعہ القی وخرج ولم یعد لا یفطر مطلقا ملاء او لا اور اگر قے آگئی اور نکل گئی اور مُنہ مین آکر پھر حلق
مین نہین گئی تو روزہ نہین ٹوٹتا ہر صورتین یعنی مُنہ بھر کے آوے یا نہین م یہ مسئلہ ۲۴ طرح پر ہو سکتا ہی کیونکہ قے آپسے آوے یا قصداً کرے اور دونون
صورتون مین بھر مُنہ ہو یا کم اور چارون صورتون مین یا خارج ہو جاوے یا خود حلق مین عود کرے یا بقصد گلے مین اُتارے اور اِن بارہ صورتون مین یا یہ کہ روزہ یاد ہی یا نہین

لہ اور اگر کھاوے انسان قصداً اور علی الاعلان اور اسکو عذر نہو تو کہتے ہین کہ اسکو قتل کا حکم کیا جاوے

اور روزہ نہین ٹوٹتا سب صورتون مین بنابر صحیح روایت کے مگر اعادہ اور استقار مین یعنی بقصد عود کرنے مین اور بقصد قے کرنے مین بشرطیکہ بھر منھ ہو اور روزہ یاد ہو
کذا فی شرح الملتقی فان عاد بلا صنعہ ولو ہو ملاء الفم مع تذکرہ للصوم لا یفسد خلافاً للثانی پس اگر از خود ہٹ گئی گو منھ بھر کر ہو باوجودیکہ روزہ یاد ہو
تو روزہ نہین ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسف رح کے وان اعادہ او قدر حمصۃ منہ فاکثر حدادی افطر اجماعاً ولا کفارۃ فیہ ان ملاء الفم والا لا ہو المختار
اور اگر قصداً قے کو اندر ہٹا لیا یا اُسمین سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو قالہ الحدادی تو بالاجماع روزہ جاتا رہا اگر قے منھ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہین ہو
اور اگر قے ملاء الفم نہو اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد نہوگا اور یہی مختار ہم اور خانیہ مین ہو کہ یہی صحیح ہو اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہو کذا فی البحر
اور قدر نخود مین اشارہ ہو کہ حکم مین فرق نہین اعادہ کل کا کرے یا ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قے منھ بھر ہو حدادی نے سراج مین کہا ہو کہ مبنی خلاف کا یہ ہو
کہ ابو یوسف ملاء الفم کو اعتبار کرتے ہین اور محمد رح اُس شخص کے فعل کو پس ملاء الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اُس سے کمتر گویا خارج ہی نہین کیونکہ اُسکا ضبط
ممکن ہو اور اس خلاف کا نتیجہ چار مسئلو نمین ظاہر ہوتا ہو ایک یہ کہ ملاء الفم نہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہین جاتا ابو یوسف رح کے نزدیک
اس جہت سے کہ اُسکو حکم خارج کا نہین اور امام محمد کے نزدیک اس جہت سے کہ اس شخص کے فعل کو اسمین دخل نہین دوسرا یہ کہ قے ملاء الفم ہو اور اُسکو اعادہ کیا
کل کو یا بعض کو چنے کی مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاویگا کیونکہ قے خارج کو جوف مین اعادہ کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہ کہ قے ملاء الفم نہین ہو اور اسکو اعادہ کیا
تو امام محمد کے نزدیک چونکہ اسکی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین ٹوٹا کہ قے بری دہن نہین ہو چوتھی صورت یہ ہو کہ قے ملاء الفم ہو
اور خود بقدر نخود عود کر جاوے تو ابو یوسف رح کے نزدیک روزہ جاتا رہیگا اور امام محمد کے نزدیک نہین اور یہی صحیح ہو کذا فی الشامی وان استقاء ای
طلب القی عامداً ای متذکراً لصومہ ان کان ملاء الفم فسد بالاجماع مطلقاً اور اگر قصداً قے کی اسطرح کہ روزہ یاد ہو اگر قے ملاء الفم ہو تو روزہ فاسد
ہو گیا بالاجماع ہر صورت مین م یعنی خود عود کرے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر مین کہا ہو کہ اسمین تفریع عود اور اعادہ کی نہین جاری
ہو سکتی کیونکہ مجرد قے سے روزہ ٹوٹ گیا گو عود اور اعادہ دونون ہون قالہ الشامی وان اقل لا عند الثانی وہو الصحیح اور اگر قے ملاء الفم سے کم ہو
یعنی بشرطیکہ عود نکرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہو لکن ظاہر الروایۃ کقول محمد انہ یفسد کما فی الفتح
عن الکافی لیکن ظاہر الروایت مثل قول محمد رح کے یہ ہو کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہو جیسا فتح مین نقل کیا ہو کافی سے فان عاد بنفسہ لم یفطر وان اعادہ
ففیہ روایتان اصحہما انہ لا یفسد محیط پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اسمین دو روایتین ہین اُنمین اصح یہ ہو
کہ نہین ٹوٹتا کذا فی المحیط م یعنی ابو یوسف سے دو روایتین منقول ہین کیونکہ محمد کے نزدیک تو تفریع نہین چل سکتی قالہ الشامی وہذا کلہ فی قی طعام
او ماء او مرۃ او دم اور یہ تفصیل مذکور کھانے کی قے مین ہو یا پانی کی یا صفرا کی یا خون کی م ظاہر یہ ہو کہ خون سے مراد خون بستہ ہو اور نہین تو کیا فرق ہو
اس خون مین اور جو دانتون مین سے نکلے پھر اُسکو نگل جاوے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہو بشرطیکہ تھوک پر غالب ہو یا برابر ہو یا مزا معلوم ہو جیسا اول باب مین مذکور
ہوا فان کان بلغماً فغیر مفسد مطلقاً خلافاً للثانی پس اگر بلغم ہو تو غیر مفسد ہو مطلقاً یعنی خود قے کرے یا آپ آجاوے ملاء الفم ہو یا نہو عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہو
بخلاف ابو یوسف رح کے کیونکہ وہ کہتے ہین کہ اگر قے عمداً ملاء الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہو واستحسنہ الکمال وغیرہ اور مستحسن جانا ہو اسکو کمال نے اور غیر اُسکے نے م کمال نے
کہا ہو کہ قول ابو یوسف کا یہان حسن ہو اور ابو حنیفہ رح اور محمد رح کا قول نقض وضو مین حسن ہو کیونکہ افطار مین یہ قید ہو کہ کوئی چیز پیٹ مین جاوے یا عمداً
قے کرے بغیر ملاحظہ اُسکی پاکی یا ناپاکی کے پس اس باب مین بلغم وغیر بلغم مین فرق نہین بخلاف نقض وضو کے اور بحر اور نہر مین اسی کو مقرر رکھا ہو اور یہی
مراد ہو شارح کی استحسنہ وغیرہ سے کیونکہ جب ثابت رکھا تو درحقیقت مستحسن جانا کذا قالہ الشامی ولو اکل لحما بین اسنانہ ان مثل حمصۃ فاکثر
قضی فقط وفی اقل منہا لا یفطر اور اگر کھا لیا گوشت جو دانتون مین ہو اگر مقدار ایک چنے کی یا زیادہ ہو تو صرف قضا کرے اور چنے سے

کم ہین روزہ نہین جاتا م چنے کی مقدار کو صدر شہید نے اختیار کیا ہی اور دبوسی نے یہ اختیار کیا ہی کہ جسکا نگلنا ممکن ہو بدون استعانت لعاب دہن سکے اور کمال نے اسی کو پسند کیا ہی اسلیے کہ مانع افطار سے وہ چیز ہی جس سے بچاؤ مشکل ہو اور یہ اُسی صورت مین ہی کہ خود تھوک کے ساتھ جوف مین جاوے نہ وہ جو بقصد جوف مین لیجاوے الا اذا اخرجہ من فمہ فاکلہ مگر جبکہ مُنھ سے نکال لے پھر کھا جاوے یعنی اس صورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا ولا کفارۃ لان النفس تعافہ اور کفارہ لازم نہین آتا کیونکہ نفس اُسکو مکروہ سمجھتا ہی واکل مثل سمسمۃ من خارج یفطر ویکفر فی الاصح اور کھا لینا مقدار ایک تل کے بھی خارج سے روزہ توڑتا ہی اور کفارہ بھی لازم ہی صحیح روایت پر الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ مگر جبکہ چباوے اسطرح کہ اُسکے اجزا متفرق ہو جاوین منھ مین م یعنی اسواسطے کہ دانتون مین جمٹ جائیگا اور جوف مین کچھ نہ پہونچیگا اور تھوک کے تابع ہوگا کذا فی المعراج پس روزہ سلامت رہیگا الا ان یجد الطعم فی حلقہ کما مر مگر یہ کہ مزہ پاوے اپنے حلق کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق مذکور ہوا واستحسنہ الکمال قائلا وہو الاصل فی کل قلیل مضغہ اور اسی کو کمال نے پسند کیا ہی اور کہا ہی کہ یہی قاعدہ کلیہ ہی ہر قلیل شی مین جسکو چباوے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا رہیگا ورنہ نہ جائیگا وکرہ لہ ذوق شئ وکذا مضغہ بلا عذر قید فیہما قال العینی اور مکروہ ہی صائم کو چکھنا کسی چیز کا اور ایسے ہی چبانا بے عذر یہ قید دونون مین ہی قالہ العینی م ظاہر یہ ہی کہ یہ کراہت تنزیہی ہی قالہ الرملی ککون زوجہا او سیدہا سیئ الخلق فذاقت مثل اسکے کہ عورت کا خاوند یا مالک بدخلق ہو اور وہ نمک چکھ لے م یہ مثال چکھنے کی ہی اور چبانے کی مثال یہ ہی کہ کوئی شخص بچے کے مُنھ مین کچھ چبا کر دیوے جب کوئی شخص چبانے والا یعنی حائض یا لڑکا وغیرہ موجود نہو وفی کراہۃ الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کے وقت چکھنے مین دو قول ہین ووفق فی النہر بانہ ان وجد بدا ولم یخف غبنا کرہ والا لا اور نہر مین دونون قولون مین توفیق کی ہی اسطرح کہ اگر بدون چکھنے کے کسی اور طرح لے سکتا ہی اور غبن کا خوف نہین تو چکھنا مکروہ ہی اور اگر بدون چکھے چارہ نہین اور غبن کا خوف ہی تو مکروہ نہین م نہر مین کراہت کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہی کہ چکھنے کے سوا کوئی تدبیر ہوشیاری کے لیے یعنی غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا نہر کے مخالف ہی البتہ والا لا نہر کے موافق ہی قالہ الشامی وہذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا وفیہ کلام لحرمۃ الفطر فیہ بلا عذر علی المذہب فیبقی الکراہۃ اور چکھنا فرض مین مکروہ ہی نہ نفل مین اسی طرح علما نے کہا ہی لیکن اسمین کلام ہی کیونکہ نفل مین بھی افطار بے عذر مکروہ ہی صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی م رملی نے کہا ہی کہ فرض مین مکروہ ہی اسکی قوت کی جہت سے کہ اُسکی حفاظت رکھنی چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل مین مکروہ نہین اسواسطے کہ نفل روزہ اصل مین جائز الطرفین تھا گو اسوقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے پیچھے رکھا کہ جو چیز اکثر افطار کو نوبت نہین پہونچاتی اُسکو نفل مین جائز رکھا نہ فرض مین قالہ الشامی وکرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر اور مکروہ ہی چبانا گوند کا جو سفید ہوتا ہی چبانے کا ڈلی بندھا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹ جاویگا م علک کو جدا بیان کیا اسلیے کہ عورتین اُسکو بجاے مسواک چبایا کرتی ہین تو اس سے شبہہ ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہ کہ اس قسم کا گوند جوف مین عادۃً نہین پہونچتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہین چباتے اور پسا ہوا جوف مین چلا جاتا ہی پس اگر یہ بھی جوف مین پہونچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر ویسا گوند بھی جوف مین نہ پہونچیگا تو روزہ نہین ٹوٹیگا وکرہ للمفطرین الا فی الخلوۃ بعذر اور مکروہ ہی استعمال علک کا مفطرون کو مگر خلوت مین عذر سے اسواسطے کہ دلیل یعنی عورتون کی مشابہت مقتضی ہی کراہت کو مردون کے حق مین اور کوئی اسکا معارض نہین اور ظاہر یہ ہی کہ کراہت تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل یباح اور ایک قول یہ ہی کہ گوند کا چبانا مباح ہی م فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد رح کے کلام مین اشارہ ہی کہ غیر صائم کے لیے مکروہ نہین ہی لیکن مردون کو اسکا ترک مستحب ہی مگر عذر کی جہت سے مثلاً منھ مین بدبو ہو ویستحب للنساء لانہ سواکہن فتح اور مستحب ہی عورتون کے لیے کیونکہ وہ عورتون کی

مسواک ہے ہم یعنی بہ سبب اسکے کہ عورتین ضعیف الجسم ہین تو مسواک شاید مسوڑھون کو نقصان کرے یا دانتون کو کذا فی الفتح وکرہ قبلة
ومس ومعانقة ومباشرة فاحشة ان لم یامن المفسدة وان آمن لا باس اور مکروہ ہے بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ
اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر اسکا خوف نہین تو کچھ مضائقہ نہین م سراج مین جزم کیا ہے کہ قبلہ فاحشہ یعنی اُسکے ہونٹون کو اپنے منھ مین لیکر
دبانا مطلقاً مکروہ ہے خوف ہو یا نہو لا کما ودھن شارب ولا کحل اذا لم یقصد الزینة او تطویل اللحیة اذا کانت بقدر المسنون وہو القبضة نہین
مکروہ ہے تیل لگانا مونچھون کو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہو یا تیل لگانے سے مقصود داڑھی کی درازی نہو جبکہ بقدر مسنون یعنے
ایک مشت موجود ہو م واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہے اور قصد جمال دوسری چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا
اظہار بطور شکر مقصود ہوتا ہے نہ فخر کے طور پر اور یہ بات نفس کی دلاوری کا اثر ہے اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہے اُسمین فخر تکبر کا لحاظ ہوا
کرتا ہے کذا فی الفتح ملخصاً وصرح فی النہایة بوجوب قطع ما زاد علی القبضة بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ مین تصریح کی ہے کہ جو زیادہ یک مشت سے
ہو اسکا کاٹنا واجب ہے اور یہ اس بات کو چاہتا ہے کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہو م کیونکہ نہایہ مین کہا ہے وما وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیة من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی معراج مین ہے اور فتح القدیر مین اسکو
نقل کیا ہے اور برقرار رکھا ہے نہر مین کہا ہے کہ بعض موالی سے مین نے سنا ہے کہ نہایہ مین یجب بجائے مہملہ ہے تو اس صورت مین زائد کو نہ کاٹنے کا
مضائقہ نہین شیخ اسمٰعیل نے کہا ہے کہ یہ خلاف ظاہر ہے کیونکہ ایسے مواقع مین یستحب استعمال کرتے ہین قالہ الشامی الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت
مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لیے جاوین م اسکی مؤید یہ ہے کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہین کرتا کیونکہ لفظ کان یفعل تکرار ودوام پر
دلالت نہین کرتا اسلیے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا کہ وما زاد یقص اور اسی طرح شرح شیخ اسمٰعیل مین اور منیہ مین ہے اور یہ سنت ہے جیسے
مجتبی مین ہے اور مجتبی اور ینابیع وغیرہما مین مذکور ہے کہ کچھ مضائقہ نہین داڑھی کتروانے مین اطراف سے جب دراز ہو اور نہ بڑھے بال اکھاڑنے
مین مگر بوجہ زینت کے اور نہ بھوون کے بال لینے مین اور منھ کے بالون مین جب تک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور حلق کے بال نہ منڈوادے اور ایک
روایت ابو یوسف رح سے ہے کہ کچھ مضائقہ نہین ہے واما الاخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلہا فعل یہود الہند
ومجوس الاعاجم فتح اور داڑھی مین سے لینا اُس حال مین کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض مغربی اور مخنث کرتے ہین پس اسکو کسی نے نہین مباح کیا اور
کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہے اور عجم کے مجوسیون کا کذا فی الفتح وحدیث التوسعة علی العیال یوم عاشوراء صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفة
لا موضوعة کما زعم ابن عبد العزیز اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے روز صحیح ہے اور حدیثین سرمہ لگانے کی اس روز مین ضعیف ہین
نہ موضوع جیسا ابن عبد العزیز نے گمان کیا ہے م حدیث توسعہ کی یہ ہے کہ جو شخص دسوین محرم کو یعنی دسوین محرم کو اپنی عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکوادے
تو اللہ تعالی تمام سال اُسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ مین نے اسکو ۴۰ برس تجربہ کیا خلاف نہین ہوا اور اکتحال کی حدیث وہ ہے جو بیہقی نے روایت
کی ہے اور کہا ہے کہ ضعیف ہے جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اُسکی آنکھ کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح مین کہتا ہون کہ مناسبت اسکے ذکر کی یہان یہ ہے کہ
صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہے اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہین ہے اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے پر عاشورا کے روز
اور اُس روز کے روزہ کیطرف بھی نہر مین کہا کہ ابن عبد العزیز نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت صلعم سے اس روز بجز روزہ کے اور کچھ ثابت نہین ہوا چونکہ روافض نے
بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کیے اُسکے جواب مین جاہل سنیون نے اظہار سرور وطعام واکتحال نکال کھڑے کیے اور احادیث موضوعہ اکتحال اور توسعہ مین روایت
کین اور قول ابن عبد العزیز کا رد وہی ہے اسطرح کہ احادیث اکتحال کی ضعیف ہین موضوع نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ قائل ابن عبد العزیز ہے جیسا نہر اور حواشی سعدیہ سے واضح ہوتا ہے

اور ابن عبد العزیز وہ شخص ہی جسنے مشکلات ہدایہ پر نکات لکھی ہی ولا سواک ولو عشیا او رطبا بالماء علی المذہب اور نہین مکروہ ہی مسواک اگرچہ بعد زوال کے ہو یا تر ہو یا پانی مین بنا بر مذہب صحیح کے ہم ابو یوسفؒ پانی مین تر مسواک کو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ بے ضرورت تری منھ مین جاتی ہی اسکا جواب یہ ہی کہ آخر کلی کرنے سے زیادہ تو نہین ہی اور تازہ مسواک کسی کے نزدیک مکروہ نہین ہی وکرہہ الشافعی بعد الزوال اور شافعیؒ نے مکروہ کہا ہی مسواک کو بعد زوال کے وکذا لا یکرہ حجامۃ وتلفف بثوب مبتل ومضمضۃ واستنشاق او اغتسال للتبرد وعند الثانی وبہ یفتی شرنبلالیہ عن البرہان ایسا ہی مکروہ نہین پچھنے لگوانے اور تر کپڑا لپیٹنا اور کلی کرنا اور ناک مین پانی دینا اور نہانا ٹھنڈک کے لیے ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرت روزے سے تھے پیاس کی جہت سے اور گرمی سے اور ابن عمرؓ کپڑا تر کرکے اپنے اوپر لپیٹ لیتے تھے روزے کی حالت مین اور اسوجہ سے کہ ان امور مین اعانت ہی عبادت پر اور دلتنگی کا دفع ہی اور امام ابو حنیفہ نے مکروہ کہا ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ عبادت مین ملالت کا اظہار ہی کذا فی البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہی سحر کھانا اور سحر مین تاخیر کرنا اور افطار مین جلدی کرنا کہ حدیث شریف مین وارد ہی تین چیزین رسولونکی عادت مین سے ہین افطار مین جلدی کرنا اور سحر کھانے مین تاخیر کرنا اور مسواک کرنا م سحر مین کہا ہی کہ مین نے فقہا کے کلام مین تصریح نہین دیکھا کہ اکیلے پانی سے بھی سنت سحر ادا ہوجاتی ہی کہ نہین لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہی اسپر دلالت کرتی ہی کہ سنت ادا ہوجاتی ہی چنانچہ فرمایا کہ سحر کھانا بالکل برکت ہی تو تم اسکو ترک نہ کرو اگرچہ کوئی تم مین سے ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اسلیے کہ اللہ تعالی اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہین سحر کھانے والونپر اور تاخیر اس مقام تک مستحب ہی کہ رات باقی رہنے مین شک نہو پس اگر شک ہوگا تو کھانا مکروہ ہی صحیح روایت پر اور تعجیل افطار مستحب ہی مگر ابر کے دن جبتک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہو تاخیر کرے اگرچہ موذن اذان دیوے اور تعجیل مستحب یہ ہی کہ تارونکے چھٹکنے سے پہلے ہو کذا فی الشامی تنبیہ فیض مین کہا ہی کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نکرے جبتک اسکے نزدیک شمس غروب نہوجاوے اور شہر والے اس سے پہلے افطار کرسکتے ہین اگر انکے نزدیک غروب ہوجاوے اس سے پہلے اور یہی حال ہی طلوع کا فجر مین یا سحر مین فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا یجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف فیخبز نصف النہار ویستریح الباقی نہین جائز ہی کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے ضعف ہوجاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلا یون کرے کہ آدھے روز پکاوے اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء پس اگر وہ شخص کہے کہ اسقدر عمل مجھکو کفاف کے لیے بس نہین ہی تو تکذیب کیا جاوے جاڑے کے سب سے چھوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہی م رملی نے کہا ہی کہ جامع الفتاوی مین ہی کہ اگر معیشت مین شتغال کی جہت سے روزے سے ضعیف ہوجاوے تو اسکو افطار جائز ہی اور ہر روز کے بدلے نصف صاع کھانا دے یعنی اس صورت مین کہ اور دنون مین گنجایش روزہ رکھنے کی نہ ملے ورنہ قضا واجب ہوگی اور علی ہذا القیاس اگر کھیتی کاٹنے پر روزے مین قادر نہو اور تاخیر مین کھیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا مین کچھ شک نہین اور یہی حال نانبائی کا ہی کہ جو جھٹلانے کا ذکر جو شارح نے کیا اسمین نظر ہی اسواسطے کہ دنکی زیادتی کمی کو کفایت مین دخل نہین پس اسی کی رائے پر مفوض ہوگا کہ اسکے حال کو صلاح پر محمول کرنا چاہیے انتہی لیکن نور الایضاح مین جامع الفتاوی کے مسئلہ کی صورت اس شخص کے لیے بیان کی ہی جسنے ہمیشہ کے روزے نہ رکھے ہون اور ہمارا کلام روزہ رمضان مین ہی پس حرفہ والے کے باب مین یون کہنا چاہیے کہ جب اسکے پاس اسکے اور اسکے عیال کی کفایت موجود ہو تو اسکو افطار حلال نہین ہی کیونکہ اسکو سوال حرام ہی تو افطار بالاولی حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہو تو اسکو عمل کرنا اس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہی اور بغیر افطار کیے اگر عمل نہ ہوسکتا ہو تو افطار جائز ہوگا بشرطیکہ دوسرا کام نہین کرسکتا جسمین روزہ بھی رکھ سکے ایسا ہی اگر خوف ہو کھیتی کے ہلاک ہونیکا یا چوری جانیکا اور کوئی آدمی ایسا نہ ملے جو اجرت رائج پر کام کردے اور یہ خود اس کام کو کرسکتا ہی تو افطار جائز ہی اسواسطے کہ اس سے کمتر پر نماز کا توڑنا جائز ہی قالہ الشامی فان جہد الحر نفسہ بالعمل حتی مرض فافطر ففی کفارتہ قولان قنیہ پس اگر عمل کے جہت سے کسی آزاد نے مشقت اٹھائی یہانتک کہ مریض ہوگیا پھر

۹۷ تسحروا فان فی السحور برکۃ رواہ الجماعۃ الا ابوداود ۱۲

افطار کیا تو اُسکے کفارہ مین دو قول ہین کذا فی القنیہ م بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہی اور بعض نے کہا نہین اور بقائی نے اسی پر فتوی دیا ہی اور آزاد کی قید اسلیے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی مشقت سے مریض ہو کر افطار کرین تو انپر بالاتفاق کفارہ نہین کیونکہ وہ معذور ہین اور مولی کے حکم سے مجبور ہان اُنکو یہو نچتا ہی کہ ایسے کام سے باز رہین تو اس تعلیل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ آزاد پر کفارہ واجب ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین اسکی ترجیح بیان کی ہی کذا فی الشامی وفی البزازیۃ لو صام عجز من القیام صام وصلی قاعدا جمعا بین العبادتین اور بزازیہ مین ہی کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے سے اسقدر ضعف ہو کہ نماز مین کھڑا ہو سکے تو وہ شخص روزہ رکھے اور نماز بیٹھکر پڑھے تاکہ دونون عبادتین ادا ہون واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ہی اُن عوارض مین جنمین روزہ نہ رکھنا جائز ہی وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض مین سے پانچ ذکر کیے یعنی سفر اور حمل اور دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور حقیقت مین نو ہین چنانچہ شامی نے چار یہ بیان کیے ہین اکراہ یعنی دوسرے کے دباؤ سے روزہ توڑنا جہاد شدت گرسنگی پیاس کی زیادتی اسلیے شارح نے کہا وبقی الاکراہ وخوف ہلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ باقی رہگیے اکراہ اور خوف ہلاک کا یا خوف نقصان عقل کا یہ خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے م لسعۃ حیۃ معطوف ہی عطش پر جو متعلق ہی خوف ہلاک سے قالہ الحلبی یعنی جب کسی کو سانپ کاٹے اور وہ دوا پینے کے لیے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو مضطر کرتی ہو جیسے قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہی اور خوف کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنون مین عمارت کے کام پر پکڑ لیجائین اور کام مین جلدی ہو اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو افطار درست ہی اور خلاصہ مین ہی کہ جب غازی یقینا جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہو گا رمضان مین اور درصورت عدم افطار کے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصر المسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ للمسافر خبر مقدم ہی اور الفطر جو آگے آتا ہی مبتدا موخر ہی اور لام سے اشارہ اسطرف ہی کہ افطار جائز ہی لیکن روزہ رکھنا افضل ہی اگر نقصان نکرے یعنی افطار جائز ہی مسافر کو کہ سفر شرعی رکھتا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ مین سفر ہو وحامل او مرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر اور افطار جائز ہی جسکو حمل ہو یا دودھ پلاتی ہو خواہ ماں ہو یا دایہ بنا بر ظاہر الروایت کے م دایہ تو اس جہت سے کہ عقد کے جہت سے اُسپر دودھ پلانا واجب ہی اور ماں اس جہت سے کہ اسکو دودھ پلانا دیانۃ ہر حالت مین واجب ہی اور قضاءً جب کہ لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودھ نہ پیتا ہو اور ابو السعود نے کہا ہی کہ دایہ کو افطار جائز ہی اگرچہ عقد رمضان ہی مین واقع ہو برخلاف صدر الشریعۃ کے کہ حلت کو مقید کیا ہی اور کہا ہی کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہی خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا اور دودھ پلانے والی کو افطار جائز ہی اگر خوف کرتی ہو مرضع ظن غالب کی رو سے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البہنسی تبعا لابن الکمال بما اذا تعینت للارضاع اور مقید کیا ہی اسکو بہنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھ اُس حالت کے کہ وہی متعین ہو دودھ دینے پر یعنی بچہ دوسرے کا دودھ نہ پیتا ہو یا باپ مفلس ہو او مریض خاف الزیادۃ لمرضہ یا جائز ہی افطار بیمار کو کہ روزہ رکھنے سے زیادت مرض کا خوف رکھتا ہو م یا دیر مین اچھا ہونے کا یا عضو کے بگڑنے کا کذا فی البحر یا آنکھ کے درد کا یا زخم کا یا سر درد کا یا اور سوا اسکے اور یہی حکم ہی اگر بیمارداری کرتا ہی بیمارونکی یعنی اگر روزہ رکھیگا تو بیمارونکی خبرداری نہ کر سکیگا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاوینگے تو اسکو بھی افطار جائز ہی قالہ الشامی او صحیح خاف المرض یا تندرست کہ خوف رکھتا ہو بیماری کا یعنی بغلبۃ ظن وخادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ او باخبار کہ خوف کرتی ہو ضعف کا بغلبۂ ظن کسی علامت سے یا تجربہ سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبۂ ظن ہو خبر دینے سے طبیب ماہر مسلمان مستور الحال کے م حاذق اسواسطے کہا کہ جسکو دخل تھوڑا سا طب مین ہو اُسکے قول کی تقلید جائز نہین اور مسلم اسواسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہین شاید اسکی غرض عبادت کا خراب کرنا ہی ہو جیسا مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اُسکو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نہ کرے اسی وجہ سے جو مذکور ہوئی کذا فی البحر اور مستور سے

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ غرض کہ فاسق نہو میں کہتا ہون کہ جب ایسے طبیب کے قول سے افطار کرے جسمین یہ شروط موجود نہو وین تو ظاہرا کفارہ لازم ہوگا جیسا افطار کرے بدون علامت وتجربہ کے کیونکہ غلبۂ ظن نہوا اور لوگ اس سے غافل ہین قالہ الشامی وافاد فی النہر تبعا للبحر جواز التطبیب بالکافر فیما لیس فیہ ابطال عبادۃ اور نہر مین تبعا للبحر کہا ہے کہ علاج مین کافر کا قول ماننا جس جگہ ابطال عبادت کا نہین ہے جائز ہے قلت وفیہ کلام لان عندہم نصح المسلم کفر فانی یتطبب بہم مین کہتا ہون کہ اسمین کلام ہے کیونکہ کفار کے نزدیک مسلمان کی خیرخواہی کفر ہے پھر اُنسے کیونکر علاج کرایا جاسکتا ہے وفی البحر عن الظہیریۃ للامۃ ان تمنع عن امتثال امر المولی اذا کان یعجزہا عن اقامۃ الفرائض لانہا مبقاۃ علی اصل الحریۃ فی الفرائض اور بحر مین نقل کیا ہے ظہیریہ سے کہ لونڈی کو یہ پہنچتا ہے کہ مولیٰ کے فرمان کو نہ مانے جب کہ امر مذکور اُسکو عاجز کرے فرائض کے ادا سے کیونکہ فرائض کے باب مین اُسکو اصل حریت پر باقی رکھا ہے مثلاً اگر نماز کا وقت تنگ ہوجاوے تو طاعت خداوندی مولیٰ کے حکم پر مقدم ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولیٰ کی اطاعت کی یہانتک کہ روزہ افطار کرلیا تو باندی پر کفارہ لازم ہوگا کذا فی الشامی الفطر یوم العذر الا السفر کما سیجی یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہے جس روز عذر حادث ہو مگر سفر جیسا متن مین مذکور ہوگا یعنی جس روز سفر کرے اُس روز کا اتمام واجب ہے کذا فی الحلبی وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کرین مسافر وحامل وغیرہما جسقدر روزے افطار کرین بدون فدیہ کے اسمین اشارہ ہے امام شافعی کے خلاف کا کہ اُنکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہے ہر روزہ کے لیے نصف صاع گیہون کذا فی البدائع وبلا ولاء لانہ علی التراخی ولذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوۃ اور قضا کرین بدون شرط پیاپے ہونے کے اسواسطے کہ قضاے صوم فوراً واجب نہین اسی جہت سے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہے اور اگر علی الفور وجوب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہے اُسکے تنگ وقت سے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی نماز سے سوجاوے یا اُسکو بھول جاوے تو چاہیے کہ اُسکو پڑھے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہے قضا پڑھنے کی اور جزا شرط سے پیچھے نہین ہوا کرتی اس سے معلوم ہوا کہ نماز فوت شدہ کو فوراً یاد آتے ہی پڑھے اور ظاہر یہ ہے کہ جسکے ذمہ فوائت ہون اُسکو نفلین مکروہ ہون لیکن مین نے مصرح نہین دیکھا کذا فی النہر مین کہتا ہون کہ قضاے فوائت مین ہم بیان کرچکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہین مگر موکد سنتین مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی ولو جاء رمضان الثانی قدم الاداء علی القضاء ولا فدیۃ لما مر خلافا للشافعی اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ لازم نہین کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہین ہے برخلاف امام شافعیؒ کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کا کھانا دینا بھی ہر روز کے لیے کہتے ہین قالہ الحلبی ویندب لمسافر الصوم لآیۃ وان تصوموا خیر لکم والخیر بمعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضرہ اور مستحب ہے مسافر کو روزہ بمقتضاے آیہ شریف (وان تصوموا خیر لکم) کے یعنی تمہارا روزہ رکھنا اچھا ہے تمہارے لیے اگر نقصان نکرے یعنی خوف ہلاک کا نہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر اور خیر بمعنی نیک کے ہے نہ افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل کہنے سے یہ معنی ہونگے کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہے اور افطار بھی بہتر حالانکہ افطار مباح ہے نہ بہتر کذا فی الطحطاوی فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ پس اگر دشوار ہو روزہ اُسپر یا اُسکے رفیقون پر تو افطار افضل ہے بسبب موافقت اپنے گروہ کے م رفیق اسم جنس ہے شامل ہے واحد اور جمیع کو اور بعض نسخون مین رفقتہ ہے یعنی جب اُسکے سب رفیق یا اکثر مفطر ہون اور نفقہ مشترک ہے تو افطار افضل ہے جیسا خلاصہ وغیرہا مین ہے اور جماعت کی موافقت یعنی اُنپر نفقہ کے حصہ کی تقسیم دشوار ہے یا اُسکا ساتھ ندینا شاق ہے قالہ الشامی فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا تجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ لعدم ادراکہم عدۃ من ایام اخر پس اگر مرجاوین معذور مذکور اُسی عذر مین تو اُنپر وصیت فدیہ کی واجب نہین ہے کیونکہ اُنکو نہین ملی فرصت شمار دوسرے ایام کی جو آیت قرآنی مین منصوص ہے م یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہوگی کہ وصیت وجوب کی فرع ہے اور معلوم رہے کہ وصیت جب واجب ہوتی ہے جب اُسکے پاس مال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر ادراکہم

ف جلیبار رمضان کے ادا روزے مین بالاتفاق تتابع واجب ہے اور البتہ بالاتفاق تتابع مسنون ہے اور بحسب مذہب مختار تتابع شرط نہین کذا فی النہر

عدۃ من ایام اخر اور اگر مرین زوال عذر کے بعد تو وصیت واجب ہی بقدر شمار اُن ایام کے جو اُنکو ملے واما من افطر عمدا فوجوبہا علیہ بالاولی لیکن جس شخص نے بلا عذر افطار کیا ہو پس وجوب وصیت اُسکے ذمہ بطریق اولی ہی م رحمتی نے کہا کہ اس شخص کے لیے فرصت ادراک زمانہ قضا کی شرط نہین کیونکہ ادا وقت پر رکھ سکتا تھا اُسنے وقت کو بے عذر کھو دیا وفدی لزوما عنہ ای عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کالفطرۃ قدرا اور فدیہ دیوے وجوبا میت کیطرف سے اُسکا ولی جو اُسکے مال مین تصرف کرتا ہی مانند فطرہ کی مقدار کے م یعنی ولی کو فدیہ ادا کرنا ثلث مال سے لازم ہی جب وصیت کی ہو اور نہین تو لازم نہین بلکہ جائز ہی سراج مین کہا ہی کہ اسیطرح زکوۃ وارث کے ذمہ اُسکا اخراج لازم نہین مگر وصیت پر مگر یہ کہ وارث تبرعا ادا کرے اور الذی یتصرف سے اشارہ ہی کہ لفظ ولی وصی کو بھی شامل ہی کذا فی البحر اور تشبیہ فطرہ کی ساتھ صرف مقدار اور ادائے قیمت کے جواز مین ہی یہان تک کہ تملیک یہان شرط نہین بلکہ اباحت کافی ہی بخلاف فطرہ کے اور قہستانی نے کہا ہی کہ اطلاق کلام کا دلالت کرتا ہی کہ اگر ایک فقیر کو سب فدیہ دیوے تو جائز ہی نہ عدد شرط ہی نہ مقدار لیکن اگر نصف صاع سے کم دیگا تو وہ شمار مین نہین اسی پر فتوی ہی یعنی بخلاف فطرہ کے ایک قول پر جیسا گذر چکا قالہ الشامی بعد قدرتہ علیہ ای علی قضاء الصوم وفوتہ ای فوت القضاء بالموت بعد اسکے کہ میت کو قدرت قضاء صوم کی حاصل ہوئی پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہوئی اور نظر یعنی بعد الخ متعلق فدی کے ہی اور فوتہ کا عطف قدرتہ پر ہی فلو فاتہ عشرۃ ایام فقدر علی خمسۃ فداہا فقط پس اگر دس روزے میت سے فوت ہوے پھر اُسکو پانچ روز کی قدرت ملی تو پانچ ہی کا فدیہ دے م اس تفریع مین اشارہ ہی کہ طحاوی نے جو کہا ہی کہ یہ قول محمد کا ہی اور شیخین کے نزدیک وصیت اور فدا تمام روزونکا واجب ہی اگر ایک روز کی بھی قدرت ملے سو یہ قول طحاوی کا مردود ہی اسواسطے کہ یہ خلاف صرف نذر مین ہی نہ رمضان مین کیونکہ وجوب بقدر قدرت کے ہوتا ہی جیسا ہدایہ وغیرہ مین تنبیہ کی ہی بوصیتہ من الثلث متعلق بفدی وہذا لو لہ وارث والا فمن الکل قہستانی میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ دے ثلث مال سے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہو تو کل مال سے دیوے کذا فی قہستانی م اسلیے کہ زیادتی کی ممانعت وارث کے حق کے سبب ہی پھر جب وارث نہو تو منع نہین ہی جیسا اس صورت مین کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہی اگر وارث ایسا ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنی زوجین مین سے کوئی ہو تو وارث کے حصہ کے بعد زیادت علی الثلث کی گنجایش ہی قالہ الشامی وان لم یوص وتبرع ولیہ جاز انشاء اللہ ویکون الثواب للولی اختیار اور اگر میت نے وصیت نہین کی اور ولی نے بطور احسان فدیہ دیا تو جائز ہی انشاء اللہ تعالی اور ثواب واسطے ولی کے ہوگا کذا فی الاختیار م اختیار کی عبارت مین نے اسطرح دیکھی ہی وان لم یوص لایجب علی الورثۃ الاطعام لانہا عبادۃ فلا تؤدی الا بامرہ وان فعلوا ذلک جاز ویکون لہ ثواب انتہی اور کچھ شبہہ نہین کہ ضمیر لہ کی میت کیطرف ہی اور یہی ظاہر ہی کیونکہ وصی نے میت ہی کیطرف سے صدقہ دیا ہی نہ اپنی طرف سے پس ثواب میت کو ہوگا جیسا ہدایہ مین تصریح کی ہی کہ انسان کو پہونچ سکتا ہی کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ وغیرہ ہان اگر کسی غیر کیطرف سے صدقہ دیگا تو اُسکے ثواب مین کچھ کمی نہوگی قالہ الشامی وان صام او صلی عنہ الولی لا لحدیث النسائی لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ ولیہ اور اگر روزہ رکھے یا نماز پڑھے میت کی طرف سے اُسکا ولی تو نہین جائز ہی واسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کیطرف سے لیکن کھانا دیوے اُسکی طرف سے اُسکا ولی وکذا یجوز لو تبرع عنہ ولیہ بکفارۃ یمین او قتل باطعام او کسوۃ بغیر اعتاق اور اسیطرح جائز ہی اگر تبرع کیا اُسکی طرف سے اُسکے ولی نے کفارہ یمین یا قتل مین ساتھ کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کے سوائے آزاد کرنیکے م اسیطرح ہی زیلعی اور درر اور بحر اور نہر مین لیکن شرنبلالیہ مین کہا ہی کہ تبرع وارث کا کفارہ قتل مین کسی چیز کے ساتھ صحیح نہین ہی کیونکہ اُسمین واجب اعتاق رقبہ کا ہی اور وارث کا اعتاق اُسکی طرف سے صحیح نہین جیسا ذکر کیا ہی اور اعتاق کا بدل صوم ہی اُسمین فدیہ صحیح نہین اور اطعام اور کسوۃ اس کفارہ مین ہوتا ہی نہین تو کفارۂ قتل کو کفارۂ یمین کے شریک کرنا سہو ہی انتہی مافی الشرنبلالیہ وکذا فی العرفیہ اور علامہ اقصرائی نے اسکا جواب دیا ہی چنانچہ ابو السعود نے اُسکو نقل کیا ہی کہ قتل سے مراد قتل الصید ہی نہ قتل النفس مین کہتا ہون کہ اسپر بھی وارد ہوتا ہی کہ صوم قتل الصید مین

اصل نہین ہی بلکہ وہ بدل ہی اسواسطے کہ واجب اُسمین یہ ہی کہ اُسکی قیمت سے ہدی خریدی جاوے جوحرم مین ذبح ہو یا طعام کہ صدقہ دیا جاوے ہر فقیر کو نصف صاع یا ہر نصف کے بدلے ایک روزکا روزہ اور کافی کا ملخص یہ ہی کہ جو شخص ایسے روزے سے عاجز ہو کہ بدل ہی غیر کا جیسا کفارہ یمین اور قتل پس اگر فدیہ دیوے اپنی طرفسے اپنی حیات مین اسطرح کہ شیخ فانی ہو تو نہین صحیح ہی دونون کفارون مین اور اگر وصیت کی فدیہ کی توصحیح ہی دونون مین اور اگر اُسکی طرفسے اُسکے ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل مین صحیح نہین کیونکہ اُسمین واجب عتق ہی اور تبرع اُسکا درست نہین اور کفارہ یمین مین صحیح ہی لیکن کسوت اور طعام مین نہ اعتاق مین جیسا ہمنے بیان کیا یہ مقام اسیطرح سمجھنا چاہیے غنیمت جانکر کہ یہان بہت سے افہام کے قدم لغزش کھاگئے ہین قالہ الشامی وبسطہ لما فیہ من الزام الولاء للمیت بلا رضاہ یعنی اعتاق کے ساتھ تبرع ولی کا اسلیے جائز نہین کہ اُسمین میت کے ذمہ ولاء کا لازم کرنا ہی بدون اُسکی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کی طرف سے صحیح کہا جاے تو ولا یعنی ترکہ غلام آزاد مذکور کا درصورت نہونے اُسکے کسی وارث نسبی کے میت کو پہونچیگا اسواسطے کہ ولا ایک علاقہ ہی مانند علاقہ نسب کے علاوہ برین ولاء نفع خالص نہین کیونکہ آقا اپنے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہی کہ اُسکی طرفسے خونبہا دیتا ہی اور ایسے ہی اُسکے عصبات بعد اُسکی موت کے اور یہان نہین وارد ہوتا ہی جو ہدایہ مین مذکور ہی کہ انسان کو جائز ہی کہ عمل کا ثواب غیر کو دیدے اور یہ اعتاق کو بھی شامل ہی کیونکہ یہان مراد اعتاق بطور نیابت کے ہی میت سے روزے کے بارے بخلاف اُس صورت کے کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور اُسکا ثواب میت کے لیے کردے اسواسطے کہ عتاق معتق کیطرفسے اصالۃً ہوا اور ولاء اُسی کی رہی صرف ثواب میت کو ہوا اور بخلاف تبرع کسوۃ واطعام کے کہ نیابۃً ہوسکتا ہی واسطے نہونے الزام کے قالہ الشامی وفدیۃ کل صلوۃ ولو وتر الکامر فی قضاء الفوائت کصوم یوم علی المذہب اور فدیہ ہر نماز کا اگرچہ وتر ہو جیسا قضاے فوایت مین مذکور ہوا مثل فدیہ ایک روز کے روزہ کے ہی صحیح مذہب پر م اور جو محمد بن مقاتل نے امام محمد سے اولاً روایت کیا ہی کہ ہر روز کی پانچون نمازون کے لیے نصف صاع ہی پس اُنھون نے اُس سے رجوع کیا ہی اور کہا ہی کہ ہر نماز فرض ہی جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہی اور یہی صحیح ہی کذافی السراج وکذ الفطرۃ اور اسیطرح فطرہ م یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزہ کے ہی چنانچہ پہلے معلوم ہوچکا اور ممکن ہی کہ یہ تشبیہ مسئلہ تبرع کی ہو اور حلبی نے کہا ہی کذالفطرۃ کے معنی یہ کہ ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قالہ الشامی والاعتکاف الواجب یطعم عنہ لکل یوم کالفطرۃ ولو الجیہ اور اعتکاف واجب مین کھانا کھلایا جاوے میت کی طرف سے ہر روز کے لیے مانند فطرہ کے یعنی مقدار مین کذافی الولوالجیہ م اگر میت نے وصیت کی ہی تو لزوماً ثلث سے دیا جاویگا ورنہ جوازاً والحاصل ان ماکان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال المیت بحر اور حاصل یہ ہی کہ جو عبادت بدنی ہو جیسے نماز تو وصی میت کی طرف سے کھانا دے اُسکے مرنے کے بعد بدلے ہر واجب کے مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالیہ ہی جیسے زکوۃ پس نکالے میت کیطرف سے بقدر واجب اور جو عبادت مرکب ہی بدنی اور مالی سے یعنی حج تو حج کرادے میت کیطرفسے ایک شخص کو بھیجکر میت کے مال سے کذافی البحر وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر اور شیخ فانی کو جو روزہ سے عاجز ہی افطار جائز ہی اور فدیہ دیوے وجوباً اگرچہ مہینے کے شروع مین دیدے م فدیہ اسواسطے واجب ہوا کہ یہ عذر جانیوالا نہین ہی کہ قضا لازم آوے کذافی النہر اور فدیہ دینے مین رمضان کا اول و آخر برابر ہی کذافی البحر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا فیستغفر اللہ اور فدیہ مین تعدد فقیرون کا شرط نہین ہی اور فدیہ مثل فطرہ کے دے اگر توانگر ہو ورنہ اللہ تعالی سے استغفار کرے م استغفار کا ذکر فتح القدیر اور بحر مین مسئلہ نذر دائمی کے بعد بیان کیا ہی جبکہ نذر کرنے والا روزہ نہ رکھے اور معیشت مین مشغول ہوجاوے پس ظاہر یہ ہی کہ یہ اُسی کے ساتھ متعلق ہی نہ شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھ جو اُس سے پہلے ہی کیونکہ شیخ فانی سے کسی وجہ سے تقصیر نہین پائی گئی بخلاف ناذر کے اسواسطے کہ روزہ چھوڑکر جب معیشت مین مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغولی واجب ہوا سلیے کہ اُسمین حظ نفس کی ترجیح ہی قالہ الشامی ہذا اذا کان الصوم اصلا بنفسہ وخوطب باداۂ وجوب فدیہ شیخ فانی وغیرہ پر اُس صورت مین ہی کہ صوم بذات خود اصل ہو اور بندہ اُسکی ذات کا مخاطب ہو م جیسے رمضان اور اُسکی قضا اور نذر کے روزے مثلاً کسی نے صوم دائمی کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن معین گذر گیا تو فدیہ جائز ہی کذافی البحر حتی لو لزمہ الصوم

لکفارۃ یمین او قتل ثم عجز لم تجز الفدیۃ لان الصوم ہنا بدل عن غیرہ بیان تک کہ اگر لازم ہوا صوم کفارہ یمین یا قتل کا پھر عاجز ہو گیا تو فدیہ جائز نہین ہی کیونکہ صوم یہان غیر کا بدل ہی م یہ تفریع ہی اصلا بنفسہ کے مفہوم پر اور کفارہ یمین اور قتل کے ذکر کرنے سے احتراز ہی کفارہ ظہار اور افطار سے جب اعتاق سے عاجز ہو تنگدستی کے سبب اور روزہ سے زیادت عمر کے سبب تو اُسکو بالنص جائز ہی کہ ۶۰ مسکینون کو کھانا دیوے اور اطعام کفارۂ یمین مین صیام کا بدل نہین بلکہ صیام بدل ہی اطعام کا کذا فی السراج اور بحر مین غایۃ البیان اور خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اسیطرح اگر منڈایا سر حالت احرام مین تکلیف کی جہت سے اور ذبح کی مقدور نہین اور نہ تین صاع طعام کی کہ چھہ مسکینون پر تقسیم کرے اور وہ شخص شیخ فانی ہی روزہ کی طاقت نہین رکھتا پھر روزہ کے بدلے کھانا دیا تو جائز ہوا کیونکہ صوم بدل ہی قالہ الشامی ولو کان مسافرا فمات قبل الاقامۃ لم تجب الایصاء اور اگر مسافر ہو پھر مرجاوے اقامت سے پہلے تو فدیہ کی وصیت اسکو واجب نہین م یہ تفریع ہی خوطب بادائہ پر اور ضمیر کان کی عائد ہی عاجز کیطرف یعنی وصیت اُسپر اس جہت سے واجب نہین کہ اُسکو بقدر فرصت نہین ملی کہ ایام صیام کی قضا کرتا ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ اور جب قدرت ہو (یعنی شیخ فانی کو جو فدیہ ادا کر چکا ہی) تو قضا کرے اسواسطے کہ دوام عجز کا شرط ہی خلیفہ ہونے فدیہ کا صوم مین م بحر مین کہا ہی کہ صوم کی قید اسواسطے لگائی کہ تیمم خارج ہو جاوے کہ جب پانی پر قدرت ہو تو نماز نہین باطل ہوتی اسواسطے کہ تیمم کا خلیفہ ہونا مشروط ہی صرف عجز پر پانی سے نہ دوام عجز پر قالہ الشامی وہل تکفی الاباحۃ فی الفدیۃ قولان المشہور نعم واعتمدہ الکمال اور اباحت فدیہ مین کافی ہی یا نہین اسمین دو قول ہین مشہور یہ ہی کہ کافی ہی اور اسی پر کمال نے اعتماد کیا ہی م جسمین فقط اطعام وارد ہوا ہی اُسمین اباحت اور تملیک دونون جائز ہین بخلاف اسکے جسمین لفظ ایتاء یا ادا کا ہی اسلیئے کہ وہ صرف تملیک کے واسطے ہی قہستانی عن المضمرات وغیرہ ولزم نفل شرع فیہ قصدا کما مر فی الصلوۃ اور لازم ہی وہ روزہ نفل کہ شروع کیا ہی اُسکو قصدا جیسا صلوۃ مین مذکور ہوا فلو شرع ظنا فافطر ای فورا فلا قضاء پس اگر شروع کیا واجب کے گمان پر پھر معلوم ہوا کہ واجب ذمہ پر نہین ہی پھر افطار کیا اُسی وقت یعنی بمجرد معلوم ہونے کے تو قضا اُسکے ذمہ لازم نہین ہی اما لو مضی ساعۃ لزمہ القضاء لانہ بمضیہا صار کانہ نوی المضی علیہ فی ہذہ الساعۃ تجنیس ومجتبی لیکن اگر بعد علم کے ایک ساعت گذر گئی پھر افطار کیا تو اُسپر روزہ قضا لازم ہوا کیونکہ جب ساعت گذری تو گویا اُسنے نیت روزہ کے بقا کی اس ساعت مین کی کذا فی التجنیس والمجتبی اداء وقضاء ای یجب اتمامہ فان فسد ولو بعروض حیض فی الاصح وجب القضاء لازم ہی نفل ادائً یا قضاءً یعنی واجب ہی پورا کرنا ادا کی صورت مین پھر اگر فاسد ہو جاوے اگرچہ فساد حیض آنے کی جہت سے ہوا تو اصح روایت مین قضا واجب ہی الا فی العیدین وایام التشریق فلا یلزم لصیرورتہ صائما بنفس الشروع فیصیر مرتکبا للنہی مگر عیدین اور ایام تشریق مین کہ اُنمین اتمام لازم نہین نہ ادائً نہ قضاءً اسواسطے کہ روزہ کے شروع کرتے ہی صائم ہو گیا پس مرتکب ہوا نہی کا م پس اُسکی حفاظت واجب نہوئی بلکہ ابطال واجب ہوا اور وجوب قضا مبنی وجوب حفاظت پر ہی پس جیسے اتمام واجب نہوا قضا بھی واجب نہوئی بخلاف اسکے کہ ان ایام کے صوم کی نذر کی اسواسطے کہ نذر لازم ہو جاتی ہی اسطرح کہ ایام غیر منہیہ مین انکی قضا کرے کیونکہ نفس نذر مین ارتکاب معصیت کا نہین ہی بلکہ شروع صوم معصیت ہی پس نذر منعقد ہوئی اور قضا لازم ہوئی اور دونون مین کذا فی الطحاوی واما الصلوۃ فلا یکون مصلیا ما لم یسجد بدلیل مسئلۃ الیمین اور نماز مین تو مصلی نہین شمار کیا جاتا ہی جبتک سجدہ نہ کر چکے بدلیل مسئلہ یمین کے م یہ جواب ہی ایک سوال کا سوال کا حاصل یہ ہی کہ اوقات منہیہ مین چاہیے تھا کہ نماز بھی واجب نہوتی شروع کرنے سے جیسا روزہ ایام منہیہ مین شروع کرنے سے نہین واجب ہوتا جواب کا حاصل یہ ہی کہ نماز مین معصیت کا مباشر صرف شروع سے نہین ہوتا جبتک کہ سجدہ نکرے کیونکہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا تو بغیر سجدہ کیے حانث نہین ہوتا بخلاف صوم کے ایام منہیہ مین کہ صرف شروع سے معصیت کا مباشر ہو گیا کذا فی المنح ولا یفطر الشارع فی نفل بلا عذر فی روایۃ وہی الصحیحۃ اور نہ افطار کرے شروع کرنیوالا نفل مین یعنی روزہ نہ توڑے بے عذر ایک روایت مین یہی روایت صحیحہ ہی م یہی ظاہر الروایت ہی کذا فی المنح وغیرہا پس اسکو تنکیر کے ساتھ بیان کرنا نچاہیے تھا قالہ الشامی وفی اخری یحل بشرط ان یکون من نیتہ القضاء

لہ یعنی حالت حیات مین کفارہ یمین کی صورت مین فدیہ کی وصیت کرے جیسا سابق مین ہو چکا

واختارہا الکمال وتاج الشریعۃ وصدرہا فی الوقایۃ وشرحہا اور دوسری روایت میں توڑنا حلال ہے بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسی کو کمال نے اختیار کیا ہے اور تاج الشریعۃ نے وقایہ میں اور اسکی شرح میں ہم شارح نے صاحب نہر کا اتباع کیا ہے اس عبارت میں حالانکہ تصریح اختیار کی : قایہ اور شرح وقایہ میں نہیں
والضیافۃ عذر للضیف والمضیف ان کان صاحبہا لا یرضی بمجرد حضورہ ویتأذی بترک الافطار فیفطر والا لا ہو الصحیح من المذہب
اور ضیافت عذر ہے مہمان کے لیے اور دعوت کرنیوالے کے لیے یعنی نفل روزہ توڑنے میں نہ فرض و واجب میں بشرطیکہ صاحب ضیافت صرف حاضر ہونے سے راضی نہو اور ترک افطار سے اُسکو ایذا ہو تو افطار کرے ورنہ افطار نہ کرے یہی صحیح مذہب ہے کذا فی الظہیریۃ م اور ایک قول یہ ہے کہ قبل الزوال عذر ہے بعد الزوال نہیں اور دوسرا قول یہ کہا گیا ہے کہ اگر بھروسا اپنے اوپر اسکا ہو کہ قضا رکھ دونگا تو توڑے ورنہ نہیں شمس الائمہ نے کہا کہ یہ قید سب سے بہتر ہے میں کہتا ہوں کہ قول صحیح میں یہ پچھلی تقیید ضروری ہے کیونکہ جب وثوق قضا کا نہیں حاصل ہے تو اپنے آپ کو گناہ سے بچانا بہتر ہے غیر کی رعایت سے شارح نے جو مقید کیا قبل الزوال کے ساتھ جیسا آگے آتا ہے تو اس سے سب اقوال کا جمع حاصل ہو گیا قالہ الشامی ولو حلف رجل علی الصائم بطلاق امرأتہ ان لم یفطر افطر ولو کان صائما قضاء ولا یحنثہ علی المعتمد بزازیہ اور اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم دی اپنی بی بی کے طلاق کی درصورتیکہ نہ افطار کرے تو روزہ دار افطار کرے یعنی بطریق مذہب کے اگرچہ روزہ قضاے رمضان ہو اور اسکو قسم میں حانث نکرے معتمد روایت پر کذا فی البزازیہ وفی النہر عن الذخیرۃ وغیرہا ہذا اذا کان قبل الزوال اما بعدہ فلا الا لاحد ابویہ الی العصر لا بعدہ اور نہر میں ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ افطار قبل الزوال ہو لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہیں مگر ماں باپ کے لیے عصر تک افطار جائز ہے نہ بعد عصر کے وفی الاشباہ دعاہ احد اخوانہ لا یکرہ فطرہ لو صائما غیر قضاء رمضان اور اشباہ میں ہے کہ کسی بھائی نے دعوت کی تو افطار مکروہ نہیں ہے اگر روزہ ہو سواے قضاے رمضان کے م اور قضاے رمضان کا افطار مکروہ ہے کہ اسکو رمضان کا حکم ہے کذا فی الظہیریہ اور قضاے رمضان پر اقتصار کرنا ظاہرا دلالت کرتا ہے کہ صوم کفارہ اور نذر میں بعذر ضیافت افطار مکروہ نہیں ہے اور یہ روایت ہے ابو یوسف سے لیکن انکے نزدیک قضاے رمضان میں بھی استثنا نہیں جیسا کہ محیط میں ہے کہ امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ صوم قضا اور کفارہ اور نذر میں افطار کرے تو ظاہر یہ ہے کہ مصنف اسی روایت پر چلا ہے اس صورت میں قضاے رمضان کا استثنا نہ چاہیے تھا قالہ الشامی عن الحموی ولا تصوم المرأۃ نفلا الا باذن الزوج الا عند عدم الضرر بہ اور نفل روزہ نہ رکھے عورت مگر خاوند کی اجازت سے لیکن جب خاوند کو کچھ ضرر نہو تو جائز ہے م یعنی اسطرح پر کہ محرم ہو یا مریض ہو یا مسافر ہو تو اُسکو منع نہیں پہونچتا اور عورت روزہ رکھ سکتی ہے گو وہ منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا اپنے حق کی جہت سے ہے یعنی وطی کے سبب تو ان حالات میں روزہ سے اُسکا کچھ حرج نہیں کذا فی السراج اور ظہیریہ میں منع کو مطلق رکھا ہے اور صاحب بحر نے اسی کی تقویت کی ہے کہ روزہ عورت کو دُبلا کرتا ہے اگرچہ بالفعل وہ وطی نکرے نہر میں کہا ہے کہ میرے نزدیک منع کا ضرر پر مقصور رہنا اولی ہے کیونکہ ایک روز کا روزہ دُبلا ہونیکا باعث نہیں ہے پس باقی رہا مگر حق وطی تو اگر یہ ضرر نہو یعنی خاوند مریض ہو یا مسافر تو جائز ہے قالہ الشامی ولو افطر ہا وجب القضاء باذنہ او بعد البینونۃ اور اگر افطار کرا دیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا واجب ہے مرد کی اجازت سے یا بعد جدائی کے م اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو افطار کرا دینا جائز ہے اور اسیطرح غلام کا حال ہے اور بحر میں خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عورت نے بلا اجازت نفل حج کا احرام باندھا تو مرد کو اُسکا کھلوانا جائز ہے اور یہی حال نماز دن کا ہے کذا فی الشامی ولو صام العبد وما فی حکمہ بلا اذن المولی لم یجز وان افطر قضی باذنہ او بعد العتق اور اگر غلام نے روزہ رکھا یا اُسنے جو اُسکے حکم میں ہے یعنی باندی اور مدبر اور ام ولد نے بغیر اجازت مولی کے تو نہیں جائز ہے اور اگر افطار کرا دیا تو قضا کریں مولی کی اجازت سے ورنہ بعد آزادی کے م نہیں جائز یعنی مکروہ ہے خانیہ میں کہا ہے مگر اس صورت میں کہ مولی غائب ہو اور اُسکا کچھ ضرر نہو یعنی اُسکا حال مانند عورت کے ہے لیکن محیط وغیرہ میں ذکر کیا ہے کہ غلام کو روزہ مکروہ ہے اگرچہ آقا کو کچھ نقصان نہ پہونچاوے کیونکہ اُسکے منافع ملک میں مولی کے ہیں بخلاف عورت کے کہ اُسکے منافع زوج کے مملوک نہیں ہیں صرف اپنے حق یعنی وطی کا مالک ہے اور بحر میں اسی کی تقویت کی ہے اور جاننا چاہیے کہ اجیر کا حال بیان نہیں کیا سو سراج میں ہے کہ اگر اُسکا روزہ مستاجر کو نقصان کرتا ہے

تو نفل روزہ نچاہیے بدون اجازت اور اگر نقصان نہین کرتا تو اُسکو روزہ جائز ہی **ولو نوی مسافر الفطر** او لم ینو **فاقام ونوی الصوم فی وقتہا**
قبل الزوال صح مطلقاً اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پھر مقیم ہوگیا اور نیت کرلی روزہ کی نیت کے وقت مین زوال سے پہلے یعنی نصف النہار
شرعی سے پہلے اور کھانے سے پہلے تو صحیح ہی ہر صورت مین م یعنی نفل ہو یا نذر معین یا ادا ے رمضان اس سے معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہی جسمین
رات سے نیت کرنی نہین ہی پس اگر اُس روزہ کی نیت کی جسمین رات سے نیت ضرور ہی تو نفل ہوگا کذا فی الطحطاوی قالہ الشامی **ویجب علیہ الصوم لو کان**
فی رمضان لزوال المرخص اور واجب ہی روزہ اُسپر اگر یہ واقعہ رمضان مین ہو بسبب زائل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت سے تھی جب سفر زائل ہوگیا اور نیت
اقامت کی کرلی روزہ واجب ہوگیا **کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ** ای رمضان **سافر فیہ** ای فی ذلک الیوم جیسا واجب ہی مقیم پر تمام کرنا اس روزہ رمضان
کا جسمین سفر واقع ہوا ہی م اسواسطے کہ سفر روزہ شروع نکرنے کو مباح کرتا ہی نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہین ہی بحر مین کہا ہی کہ یہی حکم ہی
اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہونے تک اُس نیت کو نہین توڑا پھر روزہ رکھا تو اُس روز افطار حلال نہین اور اگر افطار کرے تو کفارہ لازم نہین **ولکن لا کفارۃ**
علیہ لو افطر فیہما للشبہۃ فی اولہ وآخرہ اور لیکن کفارہ نہین لازم اگر افطار کیا دونون مسئلون مین یعنی مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا واسطے وقوع شبہہ کے
اُسکے اول و آخر مین م یعنی اول مسئلہ مین شبہہ اول وقت مین ہی اور دوسرے مسئلہ مین آخر مین یہ لف و نشر مرتب ہی قالہ الشامی **الا اذا دخل مصرہ لشئ نسیہ فافطر**
فانہ یکفر مگر اُس صورت مین کہ اپنے شہر مین داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بھول آیا تھا پھر افطار کرلیا تو اس صورت مین کفارہ دے م اسواسطے کہ کھانیکے وقت
وہ مقیم ہی کہ گھر آنیکی جہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور یہان قیاس پہ عمل ہی نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہوچکا کہ اگر کسی شخص نے کھالیا پھر سفر کیا یا باکراہ سفر کرایا گیا
تو کفارہ نہین ساقط ہوتا کذا فی الشامی **ولو نوی الصائم الفطر لم یکن مفطراً کما** مر **کما لو نوی التکلم فی صلوتہ ولم یتکلم** شرح الوہبانیہ قال وفیہ خلاف الشافعی اور
اگر روزہ دار نے نیت افطار کی کی تو مفطر نہو جاویگا جیسا مذکور ہو یعنی لا یصام یوم الشک سے پہلے جسطرح نماز مین نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیہ
ابن شحنہ نے کہا کہ اسمین خلاف ہی شافعی کا م طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بھی یہی ہی کہ اس سے نماز نہین فاسد ہوتی **وقضی ایام اغمائہ ولو کان الاغماء مستغرقاً**
للشہر لندرۃ امتدادہ اور قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑھ جانا نادر ہی م یعنی بغیر کھانے پینے کے اسقدر
مدت جیتا رہے یہ نادر ہی اور نادر واقعات مین حرج نہین ہی کذا فی الزیلعی **سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ** سواے
اُس روز کے جسمین بیہوشی طاری ہوئی یا اُسکی رات مین سو اُسکو قضا نکرے مگر جب جانے کہ اُسکی نیت نہین کی م قضا نکرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہی کہ
رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہی تو بطریق اولی اسپر حمل کر سکتے ہین یہانتک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان مین کھانے کی عادت
رکھتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کذا قالوا کذا فی الشامی **وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی ما مضی** اور جنون مین اگر تمام ماہ نہ رہا ہو جسقدر
ایام گذرے ہون اُنکی قضا کرے م اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقاً قضا لازم نہین بلا خلاف قالہ الشامی **وان یستوعب الجمیع ما یمکنہ انشاء الصوم فیہ**
علی ما مر لا یقضی مطلقاً للحرج اور اگر جنون جملہ اوقات کو احاطہ کرے جنمین صوم شروع ہو سکتا ہی جیسا اول کتاب الصوم مین گذرا تو نہ قضا کرے بالکل واسطے
دفع حرج کے م انشاء صوم جسمین ہو سکتا ہی وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہی ہر دن مین پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہین ہی
یعنی اگرچہ نیت اُسمین ہو سکتی ہی لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہین ہو سکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہ مخالف ہی مصنف کی مراد کو کہ اُسنے استیعاب کو
مطلق کہا ہی یعنی وہ مقتضی ہی کہ اگر ایک ساعت کا بھی افاقہ ہوا اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہین اور ہمنے اول کتاب الصوم
مین اختلاف کا بیان کیا ہی اور یہ کہ دونون قول صحیح ہین اور معتمد دوسرا ہی کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہی اور متون مین مذکور ہی اور مطلقاً سے مراد یہ ہی کہ
جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہوگیا ہو اور یہ ظاہر الروایت ہی اور امام محمدؒ سے ایک روایت ہی کہ ان دونون مین فرق ہی اسلیے کہ جب بالغ ہوا

حالت جنون مین توصبی کے ساتھ ملحق ہوا پس خطاب اُسکی طرف متوجہ نہوا بخلاف اُس صورت کے کہ بالغ ہوا حالت عقل مین پھر مجنون ہوگیا اور یہی مختار ہی بعض متاخرین کا کذافی الہدایہ اور شرنبلالیہ مین برہان سے اُسنے مبسوط سے نقل کیا ہی کہ مجنون اصلی پر پچھلے ایام کی قضا نہین ہی اصح روایت مین یعنے اُن ایام کی کہ افاقہ سے پہلے گذرے قالہ الشامی ولو نذر صوم الایام المنہیۃ او صوم ہذہ السنۃ صح مطلقاً علی المختار اور اگر نذر کیے روزے ایام منہیہ کے یا اِس برس کے تو نذر صحیح ہی مطلقاً مذہب مختار پر ہم یہان سے شروع ہی اُن صیام کا جو بندہ اپنے قول سے اپنے اوپر لازم کرلے اور سابق مین اُن روزون کا مذکور تھا جو خدا تعالی کیطرف سے لازم ہوے ملتقی کی شرح مین کہا ہی کہ نذر عمل زبان کا ہی اور اسکی صحت کی شرط یہ ہی کہ معصیت نہو جیسے شراب پینا اور نہ اُسیر فی الحال واجب ہو جیسا نماز روزہ جو واجب ہوچکے ہین نہ آیندہ کو واجب ہو جیسے وہ نماز و روزہ جو آگے کو واجب ہونگے اور یہ شرط ہی کہ اُسکی جنس کا کوئی واجب بعینہ مقصود موجود ہو اور اُسمین قضاے قاضی کو دخل نہین ہی اور مطلقاً کے یہ معنی کہ منہی عنہ کا ذکر صریحًا ہو یا نہو جیسا بحر مین ہی اور جو زبان سے بولا ہی وہ مقصود ہو یا نہو یعنی اگر چوک کر کچھ کا کچھ کہدیا تب بھی نذر منعقد ہو جاویگی چنانچہ ولوالجیہ مین کہا ہی کہ کسی شخص نے کہنا چاہا للہ علی صوم یوم اور اُسکی زبان سے نکل گیا صوم شہر تو اُسپر ایک مہینے کے روزے لازم ہونگے کذافی البحر اور اسیطرح اگر کوئی اور کلام بولنا چاہتا تھا اور اُسکے منھ سے نذر کا کلمہ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر مین ہزل بمنزلہ جد کے ہی مثل طلاق کے کذافی الفتح اور علی المختار اسواسطے کہا کہ ابو یوسف نے امام صاحب سے روایت کی ہی کہ یہ نذر نہین صحیح ہی اور یہی قول زفر کا ہی اور حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہی کہ اگر معین کہا تو صحیح نہین اور اگر کل کے روزے کی نذر کی اور اتفاقًا وہ دن یوم النحر کا ہی تو صحیح ہی کذافی الشامی

وفرقوا بین النذر والشروع فیہا بان نفس الشروع معصیۃ ونفس النذر طاعۃ فصح اور نذر کرنے اور اُسمین شروع کرنے مین فقہانے اسطرح فرق بیان کیا ہی کہ شروع کرنا گناہ ہی اور نذر بنفسہ عبادت ہی پس نذر درست ہوئی یعنی لازم ہوئی ولکنہ افطر الایام المنہیۃ وجوبًا تحامیا عن المعصیۃ وقضاہا اسقاطا للواجب لیکن نادر ایام منہیہ مین افطار کرے وجوبًا تاکہ گناہ سے بچے پھر انکی قضا کرے اپنے ذمہ سے واجب ساقط کرنے کو وان صامہا خرج عن العہدۃ مع الحرمۃ اور اگر انھین دنون مین روزہ رکھ لیا تو عہدہ سے بری ہوگیا مگر یہ فعل حرام ہی وہذا اذا نذر قبل الایام المنہیۃ فلو بعدہا لم یقض شیئًا وانما یلزمہ باقی السنۃ علی ما ہو الصواب اور یہ اُسوقت ہی کہ نذر ایام منہیہ سے پہلے واقع ہوئی ہو پس اگر بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلاً چودھوین ذیحجہ کو تو کچھ نہ قضا کرے اور اُسکو صرف باقی سال کے روزے یعنی ذیحجہ کی تمامی کے لازم ہونگے اور یہی صواب ہی م ہذا کا مشار الیہ وہ مسئلہ ہی کہ اگر سال معین کے روزے نذر کیے تو قضا ایام منہیہ کی لازم ہوتی ہی اور بقیہ ایام سال کے روزون کا لازم ہونا صواب اسواسطے ہی کہ سال معین عربی ایک مدت معین ہی محرم سے ذیحجہ تک تو ہذہ السنۃ کا اشارہ دلالت کرتا ہی کہ وہی مدت معینہ مراد ہی جسمین وہ شخص ہی پس نذر حقیقت مین زمان ماضی اور زمان مستقبل پر واقع ہوئی پس جسقدر زمان ماضی کے مقابلہ مین ہوئی اسقدر لغو ہوگی اور زمان مستقبل کی لازم ہوئی چنانچہ اگر کہے للہ علی صوم امس تو لغو ہوتا ہی کذافی الشامی وکذا الحکم لو نکر السنۃ او شرط التتابع فیفطرہا اور یہی حکم ہی یعنی جو معین سال مین مذکور ہوا اگر سنۃ کو نکرہ کہا یا پیاپی رکھنا شرط کیا پس افطار کرے ایام منہیہ کو م اور اگر انھین ایام مین روزہ رکھے تو عہدہ سے خارج ہو جاویگا کیونکہ جیسا التزام کیا تھا ویسا ادا کیا لکنہ یقضیہا ہنا متتابعۃ لیکن یہان ایام منہیہ کی قضا کرے پے در پے م یعنی آخر برس کی تمامی سے ملی ہووے بغیر فصل کے تاکہ تتابع بقدر الامکان متحقق ہو ویعید لو افطر یوما بخلاف المعینۃ اور اعادہ کرے یعنی جتنے ایام کے روزے افطار سے پہلے رکھ چکا ہی اگر ایک روز کا روزہ بھی توڑے اگرچہ سارے رکھ چکا ہو صرف ایک ہی رہا ہو بخلاف سال معین کے کہ اُسمین قضا ایام منہیہ کی پے درپے واجب نہین ہی اور اُنمین تتابع صرف بضرورت وقت کے لازم آگیا ہی اسی واسطے اگر ایک دن افطار کرے تو صرف اسی دن کی قضا لازم ہوگی کذافی الطحاوی ولو لم یشترط التتابع یقضی خمسۃ وثلثین ولا یجزیہ صوم ہذہ الخمسۃ فی ہذہ الصورۃ اور اگر تتابع شرط کیا ہو تو ۳۵ روز کی قضا کرے اور اس صورت مین صرف پانچ روز کے روزے نہین کافی ہین م پانچ یوم بدلے ایام منہیہ کے اور ۳۰ دن رمضان کے

له
اصبحت واسطے
روزہ ایک دن کا ہو
عه خدا کے واسطے
مجھ پر روزہ ہو
گزشتہ کا ۱۲

اور پچھلے روزون سے متصل رکھنے چاہیئین اور اگر وصل نکرے تب بھی عہدہ سے خارج ہوگا صحیح روایت پر کذا فی البحر واعلم ان صیغۃ النذر تحتمل الیمین فلذا
کانت ست صور ذکرہا بقولہ اور جان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہی قسم کا بھی پس اسلیئے چھ صورتین ہوئین انکو مصنف نے ذکر کیا اپنے اس قول سے
فان لم ینو بنذرہ الصوم شیئا او نوی النذر فقط دون الیمین او نوی النذر ونوی ان لایکون یمینا کان فی ہذہ الثلث الصور نذرا فقط اجماعا
عملا بالصیغۃ پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہین کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہونیکی تو ان تینون صورتون مین نذر ہی
ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنیکے موافق صیغہ کے م یعنی وجہ اول مین اور اسیطرح دوسرے اور تیسرے مین بطریق اولی وان نوی الیمین ان لایکون نذرا کان
فی ہذہ الصورۃ یمینا فقط اجماعا عملا بتعیینہ وعلیہ کفارۃ یمین ان افطر لحنثہ اور اگر نیت کی قسم کی اور اسکی کہ نذر نہو تو اس صورت مین صرف قسم ہوگی
بالاجماع بسبب معین کرنے اس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہوگیا م یعنی قول ناذر کا علی صوم دلالت کرتا ہی التزام پر
اور یہ صریح ہی نذر مین پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ بطریق اولی لیکن جب نیت کرے کہ نذر نہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم بولا اور ملزوم مراد
لیا اسواسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے اسکے ترک کی تحریم لازم آتی ہی اور مباح کا حرام کرنا بھی یمین ہی قالہ الشامی وان نواہما او نوی الیمین بلا نفی النذر کان
فی الصورتین نذرا ویمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارۃ للیمین عملا بعموم المجاز خلافا للثانی اور اگر نیت کی دونون کی یا نیت کی قسم
کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونون صورتون مین نذر اور قسم ہوگی یہانتک کہ اگر افطار کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا
واسطے عمل کرنیکے عموم مجاز پر برخلاف قول ابو یوسف رح کے م امام ابو یوسف کے نزدیک اول صورت مین نذر ہوگی اور دوسری مین قسم اسلیئے کہ استعمال صیغہ کا نذر مین حقیقی ہی
اور قسم مین مجازی اول صورت مین حقیقت کو ترجیح ہی اور دوسری مین نیت کے باعث مجاز متعین ہی اور چونکہ نذر وقسم کا ہونا بظاہر جمع ہوجانا حقیقت ومجاز کا ہی ایک
لفظ مین اور یہ ہو نہین سکتا اسلیئے شارح نے کہا کہ عموم مجاز پر عمل کرنے سے یہ معنی لیے گئے یعنی نذر اور یمین مین منافات نہین ہی کیونکہ دونون وجوب کو تقاضا کرتے ہین مگر نذر
بنفسہ وجوب کو چاہتی ہی اور یمین لغیرہ یعنی بواسطہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس ہمنے دونون مین جمع کر دیا تاکہ دونون دلیلون پر عمل ہو باقی کتب اصول مین مذکور ہی قالہ الشامی
والطحطاوی وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی حاوی اور مندوب ہی کہ متفرق چھ روزہ رکھے شوال مین اور اسکا پیہم رکھنا مکروہ
نہین ہی مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسف رح کے کذا فی الحاوی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسۃ بعدہ فلو افطر الفطر لا یکرہ بل یستحب ویسن ابن کمال اور رمضان
کے پیچھے روزے رکھنے وہ مکروہ ہین کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ عید کے بعد پس اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہین ہی بلکہ مستحب ومسنون ہی قالہ ابن کمال چنانچہ
جامع ترمذی مین وارد ہی کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ روزے شوال کے انکے ساتھ ملاوے تو یہ تمام سال کے روزے ہوے ولو نذر صوم شہر غیر
معین متتابعا فافطر یوما ولو من الایام المنہیۃ استقبل لانہ اخل بالوصف مع خلو شہر من ایام نہی نہر بخلاف السنۃ اور اگر نذر کی کہ ایک مہینے غیر معین کے روزے پدرپے رکھونگا
پھر ایک روزہ افطار کر لیا اگرچہ افطار کا دن ایام خمسہ مین کا ہو تو پھر نئے سرے روزہ رکھے کیونکہ اُسنے کھو دیا وصف تتابع کو باوجودیکہ ایسا مہینا مل سکتا تھا جسمین
ایام نہی واقع نہوے ہین کذا فی النہر بخلاف برس کے پیہم روزون کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اسمین ایام منہیہ بلاشک واقع ہونگے م یہ جواب ہی اسکا
کہ جیسا سال بھر کی نذر مین ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہان بھی صرف اس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ مین واقع ہوا لا یستقبل فی نذر
شہر معین لئلا یقع کلہ فی غیر الوقت نہ استیناف کرے جس صورت مین کہ معین مہینے کے روزے کی نذر کی ہو تاکہ روزے بتمامہا غیر وقت مین واقع نہون
م کلہ کی تقیید اسی صورت مین ظاہر ہوتی ہی کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسوین دن افطار کرے مثلا تو نہین ظاہر ہوتی کیونکہ
اگر گیارھوین سے استیناف کرے اور پورا مہینا روزے رکھے تو بعض روزے وقت مین ہونگے اور بعض غیر وقت مین قالہ الشامی والنذر من
اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام او غیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرہم وفقیر اور نذر غیر معین خواہ اعتکاف ہو یا حج

یا نماز یا روزہ یا سواے اِنکے اگرچہ معین ہو (تعینات آیندہ) نہین خصوصیت رکھتی کسی زمانہ کے ساتھ نہ مکان کے نہ درم کے نہ فقیر کے فلونذر التصدق یوم الجمعۃ

بمکۃ بھذہ الدرہم علی فلان فخالف جاز پس اگر نذر کی کہ صدقہ کریگا جمعہ کے دن مکہ مین یہ درم فلانے شخص پر پھر اسکے مخالف کیا تو جائز ہو یعنی بعض مین مخالفت کی
یا کل مین اسطرح کہ کسی روز مین سواے جمعہ کے غیر مکہ مین کوئی اور درم کسی دوسرے شخص پر صدقہ کیا اور یہ اسلیے جائز ہو کہ نذر مین وہ چیز داخل ہو جو عبادت ہو
اور اصل تصدق ہو نہ تعیین پس تعیین باطل ہو گئی اور قربت لازم ہوئی کذا فی الدرر اور معراج مین ہو کہ اگر نذر کیا کہ کل روزہ رکھونگا پھر اُسکو پرسون
رکھا تو جائز ہو اور چاہیے کہ کچھ بُرائی اِسمین نہو جیسا کسی نے نذر کی کہ ابھی ایک درم صدقہ دونگا پھر تھوڑی دیر مین دیا تنبیہ ابن نجیم نے کہا ہو کہ خانیہ
مین ذکر کیا ہو کہ اگر کسی معین درم کی تصدق کی نذر کی پھر وہ درم جاتا رہا تو نذر ساقط ہو جاتی ہو اور یہ دلالت کرتا ہو کہ قول فقہا کا کہ دینار و درہم کی
خصوصیت لغو ہو عام نہین بلکہ یہ صورت اِسمین ہی مخصوص ہو کیونکہ اگر خصوصیت کا اعتبار لغو ہوتا تو چاہیے تھا کہ واجب اُسکے ذمہ پر رہتا اور معین کے
ہلاک ہونے سے واجب نہ ساقط ہوتا اور اسیطرح یہ قول کہ تعیین فقیر کی لغو ہو یہ بھی مطلق نہین ہو کیونکہ بدائع مین کہا ہو کہ اگر نذر کی کہ معین اس فقیر کو
کچھ کھلاؤنگا یعنی مسکین کا نام لیا اور چیز کو معین نہین کیا تو ضرور ہو کہ وہ چیز اُسی فقیر کو دے کیونکہ جب شی منذور کو معین نہین کیا تو تعیین فقیر کی مقصود
ہو گئی تو دوسرے کو دینا جائز نہین قالہ الشامی وکذا لو عجل قبلہ فلو عین شہرا للاعتکاف او للصوم فعجلہ قبلہ عنہ صح اور اسیطرح جائز ہو اگر وقت سے
پہلے ادا کرے پس اگر کوئی مہینا معین کیا اعتکاف کے لیے یا صوم کے لیے پھر اُس سے پہلے اُسی کے بدلے ادا کیا تو درست ہو مع بخلاف قول محمد و زفر
کے اتنا فرق ہو کہ محمد تعجیل کو بالکل جائز نہین رکھتے اور زفر اُس صورت مین کہ زمان معجل مین فضیلت کم ہو کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص نے
رجب کے روزون کی نذر کی پھر اُس سے پہلے ۲۹ روزے رکھے اور رجب بھی ۲۹ روز کا ہوا تو قضا لازم نہونا چاہیے یہی صحیح ہو جیسا سراج مین ہو اور
اگر رجب ۳۰ دن کا ہوا تو ایک روزہ قضا کرے وکذا لو نذران یحج سنۃ کذا فحج سنۃ قبلہا صح او صلوۃ یوم کذا فصلاہا قبلہ لانہ تعجیل بعد وجود السبب وھو النذر
فیلغو التعیین شرنبلالیہ فلیحفظ اور اسی طرح اگر نذر کی کہ فلانے سن مین حج کرے گا پھر اُس برس سے پہلے حج کر لیا تو درست ہو یا نذر کی نماز کی فلانے روز
پھر نماز پڑھ لی اُس روز سے پہلے کیونکہ یہ تعجیل ہو بعد موجود ہونے سبب کے اور وہ ناذر کا نذر کرنا ہو پس تعیین لغو ہو جاویگی کذا فی الشرنبلالیہ اِسکو یاد رکھو
م یعنی چونکہ تعیین قربت مقصودہ بھی نہ تھی تو لغو ہو گئی اور اِس مسئلہ مین بھی خلاف محمد و زفر کا ہو کذا فی الشامی بخلاف النذر المعلق فانہ لایجوز تعجیلہ قبل
وجود الشرط کما سیجیء فی الایمان بخلاف نذر مشروط کے کیونکہ اُسمین تعجیل شرط کے موجود ہونے سے پہلے جائز نہین ہو جیسا ایمان مین مذکور ہوگا م برابر ہو کہ تعلیق
کرے ایسی شرط پر جسکا ہونا اچھا ہو جیسا اگر میرا فلانا غائب آجاوے تو روزہ رکھون یا شرط کا نہونا اچھا ہو مثلاً اگر زنا کرے تو میرے ذمہ یہ قدر لازم ہو اتنا فرق ہو
کہ پہلی صورت مین اگر شرط پائی جاوے تو نذر کا ایفا لازم ہو اور دوسری صورت مین اختیار ہو نذر کے پورے کرنے مین اور کفارہ یمین مین اور نذر معلق مین تعجیل
اسلیے جائز نہین کہ جو کام معلق کسی شرط پر ہو وہ بالفعل سبب نہین ہو بلکہ شرط کے موجود ہونے پر سبب ہوگا جیسا اصول مین مقرر ہو چکا ہو پس اگر اسکی تعجیل جائز
ہو تو لازم آتا ہو کہ اُسکا وقوع سبب کے موجود ہونے سے پہلے ہو اور یہ ناجائز ہو اور اِس سے ظاہر ہوتا ہو کہ معلق کا زمانہ باعتبار تعجیل کے معین ہو لیکن تاخیر
صحیح ہو واسطے موجود ہونے سبب کے پہلے اِس سے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ اِسمین مکان اور درم اور فقیر متعین نہین ہین کیونکہ تعلیق کی جہت سے صرف زمانہ انعقاد
سبب کا موخر ہو گیا سو تعجیل ناجائز ہوئی لیکن مکان اور درم اور فقیر اپنی اصل پر ہو اسواسطے کہ تعلیق اِنمین اثر نہین کرتی قالہ الشامی ولو قال مریض للہ
علی ان اصوم شہرا فمات قبل ان یصح لاشئی علیہ اور اگر کسی مریض نے کہا اللہ کے واسطے میرے ذمہ یہ ہو کہ ایک مہینے کے روزے رکھون پھر مر گیا
اچھا ہونے سے پہلے تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہین ہو وان صح ولو یوما ولم یصمہ لزمہ الوصیۃ بجمیعہ علی الصحیح اور اگر تندرست ہو گیا اگرچہ ایک ہی روز ہو
اور اُس روز روزہ نہ رکھا تو اُسکو وصیت جمیع صیام کی لازم ہو صحیح مذہب پر م یہ شیخین کا قول ہو اور محمد کہتے ہین کہ جسقدر قوت ہووے اُسی قدر کی وصیت لازم ہو

ك صلوۃ بیہ منون بن اور یوم منصوب بعلی الظرفیہ اور اگر مفعول کیا جاوے تو منیر اس روز کی صلوۃ کی مثل نماز واجب ہوگی لیکن مغرب اور وتر کی جگہ چار چار رکعتین پڑھے ۱۲

جیسا قضاے رمضان مین وقد بسطہ الشامی کا الصحیح اذا نذر ذلک ومات قبل تمام الشہر لزمہ الوصیۃ بالجمیع بالاجماع کما فی الخبازیۃ بخلاف القضاء فان سببہ
اور اک العدۃ مانند تندرست کے کہ نذر کی مہینے کی اور مہینے کے تمام ہونے سے پہلے مرگیا اور اس اثنا مین روزہ نہین رکھا تو اُسکو وصیت جمیع مہینے کی
لازم ہی بالاجماع جیسا خبازیہ مین ہی بخلاف قضاے رمضان کے کیونکہ سبب قضا کا ادراک اُسقدر مدت کا ہی یعنی جس صورت مین کہ رمضان فوت ہو جاوے
کسی عذر سے پھر بعض مدت کی اُسکو گنجایش ملی اور روزہ نہ رکھا تو اُسکو وصیت کرنی اُس مقدار کی کہ فوت کی ہی بالاتفاق لازم ہی صحیح مذہب پر بخلاف طحاوی
کے کہ اُسنے کہا ہی کہ خلاف اس مسئلہ مین بھی جاری ہی کذا فی الحلبی فروع مسائل جزئیہ جو شارح نے ملحق کیے قال واللہ اصوم لا صوم علیہ بل ان صام حنث
کما سیجی فی الایمان یہ لفظ کہا واللہ اصوم تو روزہ اُسکے ذمہ لازم نہین بلکہ اگر روزہ رکھیگا تو حانث ہوگا جیسا کتاب الایمان مین آویگا اس جہت سے
کہ مضارع مثبت جواب قسم مین نہین واقع ہوتا مگر نون تاکید کے ساتھ اور نون تاکید مثال مذکور مین نہین تو لا نفی کا حذف ماننا ضرور ہوا یعنی گویا اُسنے واللہ
لا اصوم کہا قالہ الحلبی لیکن علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ حکم سابق مین تھا قبل تغیر لغت کے اور اب تو عوام اثبات اور نفی مین صرف لفظ لا کے ہونے اور نہونے سے فرق
کرتے ہین پس یہ مثل اصطلاح فارسی وغیرہ کے ہی قسم کے باب مین قالہ الشامی نذر صوم رجب فدخل وہو مریض افطر وقضی کرمضان نذر کی رجب کے روزون کی
پھر رجب آگیا اور یہ مریض ہی تو افطار کرے اور قضا کرے مثل رمضان کے یعنی متصل یا منفصل کذا فی الدرر او صوم الابد فضعف لاشتغالہ بالمعیشۃ افطر وکفر کما مر
یا نذر کی ہمیشہ کے روزے کی پھر ضعیف ہو گیا معیشت مین مشغولی کی جہت سے تو افطار کرے اور فدیہ دے چنانچہ مذکور ہوا یعنی شیخ فانی کے حکم مین کہ مثل فطرہ کے
کھانا دیوے او یوم یقدم فلان فقدم بعد الاکل او الزوال او حیضہا قضی عند الثانی خلافا للثالث یا نذر کی کہ روزہ رکھونگا جسدن فلانا شخص آویگا سو آیا وہ
کھانے کے بعد یا ضحوہ کبری کے یا حیض آنیکے بعد تو قضا کرے ابو یوسف کے نزدیک بخلاف قول محمد رح کے م فتح القدیر اور نہر مین کہا کہ بعد زوال کے آیا تو محمد رح
کہتے ہین کہ اُسپر کچھ لازم نہین اور سواے محمد رح کے اور کسی سے روایت نہین ہی سرخسی نے کہا کہ اظہر یہ ہی کہ دونون برابر ہین یعنی آنا بعد الاکل اور آنا بعد الزوال پس شارح
فرع ثانی مین اسی پر چلا ہی ولو قدم فی رمضان فلا قضاء اتفاقا اور اگر فلانا آیا ماہ رمضان مین تو قضا لازم نہین بالاتفاق کیونکہ انجام کار نذر اُسکی
رمضان پر واقع ہوئی اور جو شخص رمضان کی نذر کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین ہوتا قالہ الحلبی ولو عنی بہ الیمین کفر فقط الا اذا قدم قبل نیۃ فنواہ عنہ بر بالنیۃ ووقع عن
رمضان اور اگر نیت کی الفاظ نذر سے یمین کی تو قسم کا کفارہ دیوے فقط مگر جبکہ وہ شخص آگیا نیت کرنے سے پہلے پس اداے نذر کی نیت کرلی تو نیت کی
جہت سے نذر ادا ہو گئی اور روزہ رمضان کا واقع ہوا م اس مسئلہ کے بیان مین اختصار مخل واقع ہوا ہی نہر کے اتباع سے اور اصل مسئلہ فتح وغیرہ
مین اسطرح مذکور ہی اگر کہا کہ مجھپر خدا کے واسطے روزہ اُس روز کا لازم ہی جس روز فلان شخص آوے اللہ تعالی کے شکر کے لیے اور اس قول سے یمین
کا ارادہ کیا پھر وہ شخص رمضان کے دن مین آیا تو اُسپر کفارہ یمین ہوگا اور قضا نہوگی کیونکہ قسم پوری ہونے کی شرط نہ پائی گئی یعنی روزہ بہ نیت شکر
اور اگر آیا نیت کرنے سے پہلے پھر اس روزے مین صوم شکر کی نیت کی نہ رمضان کی تو قسم پوری ہوئی نیت کی جہت سے اور یہ روزہ رمضان کے
واسطے بھی کافی ہی قضا لازم نہین اور اس سے مصنف کا کلام واضح ہو جاتا ہی قالہ الشامی ولو نذر شہرا لزمہ کاملا اور اگر نذر کی ایک مہینے کی
تو لازم ہونگے پورے مہینے کے روزے م اور جس روز چاہے شروع کرے عدد کے اعتبار سے نہ ہلال سے اور اگر معین مہینے کی نذر کی تو چاند کے
اعتبار سے مقصود ہوگا کذا فی الفتح او الشہر فبقیتہ یا نذر کی اُس معین مہینے کی تو باقی رہا ہوا لازم ہوگا م اسواسطے کہ اُسکو معرف باللام ذکر کیا ہی
تو جو حاضر ہونے کی جہت سے معہود ہی وہی مراد ہوگا اور اگر تمام مہینے کی نیت کرے تو اُسکی نیت پر رہیگا کیونکہ کلام اُسکو بھی محتمل ہی فتح عن التجنیس
او جمعۃ فالاسبوع الا ان ینوی الیوم یا نذر کی جمعہ کی تو پورا ہفتہ لازم ہوگا مگر یہ کہ نیت کرے خاص روز جمعہ کی ولو نذر صوم یوم السبت
ثمانیۃ ایام صام ستین ولو قال سبعۃ فسبعۃ اسبات والفرق ان السبت لا یتکرر فی السبت فحمل علی العدد بخلاف الاول اور اگر نذر کی

آٹھ ایام کی شنبہ کے روزہ کی تو دو روزے رکھے شنبہ کے دن اور اگر نذر کی سات دن کی شنبہ کے روزہ کی تو روزہ رکھے سات شنبہ اور دونون صورتونمین فرق
یہ ہی کہ شنبہ کا روزہ سات روزمین دوبار نہین آتا اسلیے دوسری صورت مین سات پر محمول ہوا بخلاف اول صورت کے ہم یعنی آٹھ روزمین دو شنبہ مکرر ہو سکتا ہی
تو عدد مذکور مین جو مکرر ہو سکتا ہی وہی مراد ہو گویا یون کہا السبت الکائن فی ثمانیۃ ایام یعنی وہ روز شنبہ کہ آٹھ روزمین واقع ہی اور وہ دو مین کذافی المنح اور مخفی
نہین ہی کہ یہ اُسوقت ہی کہ نذر والے کی نیت معلوم نہو نہین تو جیسی نیت ہوگی وہی لازم ہوگا کذافی الطحطاوی واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما
یوخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام اورجان تو کہ نذر جو عوام کی طرف سے مردون کے لیے
واقع ہوتی ہی اور جو کچھ لیا جاتا ہی پیسا اور موم اور تیل وغیرہ اولیاے کرام کی قبرون پر تاکہ اولیا کا تقرب حاصل ہو سو یہ سب بالاتفاق باطل اور حرام ہی اسکا
بطلان کئی وجہ سے ہی منجملہ اُنکے ایک یہ ہی کہ یہ نذر ہی مخلوق کے واسطے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہین کیونکہ یہ عبادت ہی اور عبادت مخلوق کی نہین ہوتی
دوسری وجہ یہ کہ جسکی نذر کی ہی وہ مردہ ہی اور مردہ مالک نہین ہوتا تیسری یہ کہ نذر والا گمان کرتا ہی کہ مردہ امور مین تصرف کرتا ہی سوا خداے تعالی کے اور
اُسکا یہ اعتقاد کفر ہی ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین تیرے لیے نذر کرتا ہون کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دے یا میرے غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت کو
روا کردے تو مین اُن فقیرون کو کھانا کھلاؤن جو دروازے پر فلانے سید یا امام کے ہین یا اُنکی مسجد کے لیے فرش یا تیل خریدون یا اُنکی مسجد کے خدمت گزارون
کو اتنا روپیہ دون یا اور سوا اسکے جسمین نفع فقیرون کا ہو اور نذر خاص خداے تعالی کے لیے ہو اور ذکر اُس بزرگ کا صرف اسلیے ہو کہ رباط مین یا مسجد
مین جو لوگ مستحق مقیم ہین وہ مصرف نذر کے ہین پس اس اعتبار سے نذر جائز ہوگی اور اسکا صرف جائز کسی منصب والے یا سید یا ذی نسب یا عالم پر جائز نہین ہی جبتک
کہ محتاج نہو اور شرع مین ثابت نہین کہ اغنیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے لیے نذر کرنی بالاجماع حرام ہی یہ نذر نہ منعقد ہوتی ہی اور نہ ذمہ پر لازم ہوتی ہی
اور اسی وجہ سے کہ وہ حرام محض ہی اُس بزرگ کے خادم کو اُسکا لینا جائز نہین مگر یہ کہ خود فقیر ہو اور اُسکے عیال فقرا عاجز ہون تو اُسکو نذر بطور صدقہ ابتدائی کے
لے سکتا ہی اور اُسکا لینا بھی مکروہ ہی جب تک نذر کرنیوالے کا قصد تقرب الی اللہ اور صرف فقرا کیطرف نہو اور اُس بزرگ سے بالکل قطع نظر نہ کرے کذافی البحر
ملخصا عن شرح العلامۃ قاسم مالم یقصدوا صرفہا لفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولاسیما فی ہذہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح
درر البحار یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہی اور جو دراہم وغیرہ لیے جاتے ہین حرام ہین جب تک کہ قصد نکرین اُنکے صرف کا فقرا کے لیے اور اسمین لوگ
مبتلا ہین خاص کر ان ایام مین اور اسکو علامہ قاسم نے شرح درر البحار مین بسط سے بیان کیا ہی یعنی اسطرح نذر ہو سکتی ہی کہ صیغہ نذر کا خداے تعالی کے لیے
ہو واسطے تقرب کے اور شیخ کے ذکر سے اُسکے فقرا مراد ہون اور نہین مخفی ہی کہ اُس شخص کو اسکا صرف غیر کیطرف بھی جائز ہی جیسا پہلے مذکور ہو چکا اور یہ بھی
ضرور ہی کہ نذر اس قسم کی ہو جسکا نذر کرنا صحیح ہی جیسے دراہم صدقہ کے لیے یا مثل اُسکے لیکن جب نذر کرے تیل کے چراغون کے لیے قبر پر یا منارون مین جیسے
عورتین حضرت سید عبد القادر جیلانی کے لیے تیل نذر کیا کرتی ہین اور مشرقی منارونمین اُسکو روشن کرتی ہین سو یہ باطل ہی اور اس سے زیادہ قبیح ہی
نذر کرنا مولد کے پڑھنے کا منارون کہ اُسمین راگ اور لعب ہوتا ہی اور اسکا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا جاتا ہی قالہ الشامی ولقد قال الامام محمد رح
لو کان العوام عبیدی لاعتقتہم واسقطت ولائی وذلک لانہم لایہتدون فالکل بہم یتغیرون اور امام محمد رح نے کہا ہی کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو مین اُنکو
آزاد کر دیتا اور اپنی ولا ساقط کر دیتا اور یہ اسوجہ سے کہ عوام ہدایت پر نہین ہوتے پس سب لوگون کو اُنسے عار ہی اور ولا کے ساقط کرنے سے یہ مراد کہ اُنسے
مواخذہ بالکل نہ کرتا ورنہ ولا ساقط کرنے سے ساقط نہین ہوتی جیسے نسب نہین ساقط ہوتا کذافی الطحطاوی

باب الاعتكاف

یہ باب ہی اعتکاف کے احکام مین وجہ المناسبۃ لہ والتاخیر اشتراط الصوم فی بعضہ والطلب الاکید فی العشر الاخیر وجہ مناسبت اعتکاف کی

رمضان کے ساتھ اور وجہ تاخیر اعتکاف کی شرط ہونا صوم کا ہی بعض اقسام اعتکاف مین اور طلب موکدہ عشرہ اخیر مین م یعنی اعتکاف واجب مین صوم
شرط ہی اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہی اسلیے رمضان کو مقدم کیا اور اخیر عشرۂ رمضان مین اعتکاف کی تاکید ہی اور روزہ اُسپر ختم ہی تو مناسب ہوا کہ
کتاب الصوم کے ختم مین مسائل اعتکاف مذکور ہون قالہ الشامی ہو لغۃ اللبث وشرعا لبث بفتح اللام وتضم المکث ذکر ولو ممیزا فی مسجد جماعۃ لغت مین
اعتکاف کے معنی ٹھہرنا (یعنی کسی مقام مین ہو اور اپنے نفس کو حبس کرنا) اور لبث بفتح لام اور ضمہ بھی جائز ہی اور شرع مین ٹھہرنا مذکر کا ہی گو لڑکا عاقل ہی ہو
مسجد جماعت مین م بلوغ اسمین شرط نہین ہی جیسا بحر مین ہی اور یہ حکم غلام کو بھی شامل ہی کہ اُسکا اعتکاف بھی مولی کی اجازت سے صحیح ہی اور ذکر کی قید لگائی
گو اعتکاف عورت کا بھی مسجد مین متحقق ہی اس لحاظ سے کہ یہان تعریف اعتکاف مطلوب کی مقصود ہی اور اعتکاف عورت کا مسجد مین مکروہ ہی
جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی وہو مالہ امام وموذن ادیت فیہ الخمس اولا مسجد جماعت وہ ہی کہ اُسکے لیے امام اور موذن ہون خواہ نماز پنجگانہ لوگ اُسمین
پڑھتے ہون یا نہین وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ وصححہ بعضہم اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد اعتکاف مین شرط ہی اور بعض
فقہانے اِسکی تصحیح کی ہی م بحر مین ابن ہمام سے اِسکی تصحیح نقل کی ہی وقالا یصح فی کل مسجد وصححہ السروجی اور صاحبین نے کہا ہی کہ اعتکاف صحیح ہی ہر مسجد مین اور
اِسی کی تصحیح کی ہی سروجی نے اور یہی اختیار کیا ہی طحاوی نے واما الجامع فیصح فیہ مطلقًا اتفاقًا اور جامع مسجد مین تو صحیح ہی مطلقا یعنی نماز پنجگانہ ہوتی ہو یا
نہوتی ہو بالاتفاق م یہ مذکور ہوا بیان صحت کا ہی نہر مین اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ اعتکاف مسجد الحرام مین افضل ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد
مین پھر بیت المقدس مین پھر جامع مسجد مین بشرطیکہ اُسمین جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہوتی ہو تو اپنے محلے کی مسجد افضل ہی تاکہ اُسکو نکلنے کی حاجت نہو
پھر جسمین نمازی زیادہ ہون قالہ الشامی او لبث امراۃ فی مسجد بیتہا یا ٹھہرنا عورت کا ہی اپنے گھر کی مسجد مین م مسجد البیت سے مراد وہ جو عورت
کو اور سب کو گھر کے اندر ایک جگہ نماز کے لیے بنا لینی مندوب ہی جیسا بزازیہ مین ہی کذا فی النہر اور اس سے معلوم ہوا کہ مردون کو بھی تخصیص کسی موضع کی
گھر مین نوافل کے لیے مستحب ہی اور فرض اور اعتکاف تو مسجدون مین ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہی قالہ الشامی ویکرہ فی المسجد اور اعتکاف عورت کو مسجد مین
مکروہ ہی م یعنی تنزیہی جیسا نہایہ مین ظاہر اً معلوم ہوتا ہی کذا فی النہر اور بدائع مین تصریح کی ہی کہ افضل نہین ولا یصح فی غیر موضع صلاتہا من بیتہا کما اذا لم یکن فیہ
مسجد اور نہین صحیح عورت کا اعتکاف سوائے موضع مقرری نماز کے گھر کے اندر جیسا نہین صحیح ہی جب گھر مین مسجد نہو م اور وقت اعتکاف کے کسی
موضع کو اس کام کے واسطے مقرر کرے تو چاہیے کہ جائز ہو قالہ الشامی وہل یصح من الخنثی فی بیتہ لم ارہ والظاہر لا لاحتمال ذکورتہ اعتکاف خنثی کا
صحیح ہی اُسکے گھر مین مین نے اس مسئلہ کو نہین دیکھا اور ظاہر یہ ہی کہ نہین صحیح ہی کیونکہ خنثی مین احتمال مذکر ہونے کا ہی م نفی خنثی باعتبار
مونث ہونے کے مقتضی ہی کہ اسکا اعتکاف گھر مین مع الکراہت جائز ہو اور باعتبار مذکر ہونے کے اس بات کو چاہتا ہی کہ کسی وجہ درست نہو
قالہ الحلبی بنیۃ فاللبث ہو الرکن والکون فی المسجد والنیۃ من مسلم عاقل طاہر من جنابۃ وحیض ونفاس شرطان یعنی اعتکاف ٹھہرنا ہی
بشرط نیت کے تو ٹھہرنا رکن ہی اور مسجد مین ہونا اور نیت مسلمان عاقل کی کہ طاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس سے یہ دونون شرطین ہین م
بدائع مین طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سے شرط اعتکاف کی ٹھہرائی ہی نہر مین کہا کہ یون چاہیے کہ اشتراط طہارت کا حیض ونفاس سے
اعتکاف مین مبنی ہو اشتراط صوم پر نفلی اعتکاف مین اور جس روایت مین صوم شرط نہین تو یہ چاہیے کہ صرف حلت کی شرط ہو جیسے
طہارت جنابت سے اور مین نے نہین دیکھا کہ کسی نے اسکا تعرض کیا ہو اور حاصل یہ ہی کہ طہارت ان تینون سے شرط ہی حلت کی اور طہارت
حیض ونفاس سے شرط صحت کی بھی ہی اعتکاف منذور مین اور ایسے ہی نفل مین بنا بر اُس روایت کے جسمین صوم شرط ہی بخلاف جنابت کے کہ
جنابت کے ساتھ صوم ممکن ہی قالہ الشامی وہو ثلثۃ اقسام واجب بالنذر بلسانہ وبالشروع وبالتعلیق ذکرہ ابن الکمال اور اعتکاف تین

قسم ہی ایک واجب ہی بسبب نذر کرنے کے اپنی زبان سے اور بسبب شروع کرنے کے اور بہ سبب شرط کرنے کے ذکر کیا ہی اسکو ابن کمال نے م زبان کی قید اسلیے لگائی کہ واجب کرنے مین صرف نیت کافی نہین کذا فی المنح اور شروع کرنے سے واجب ہونا قول ضعیف پر متفرع ہی یعنی جسمین نفل اعتکاف ہی روزہ شرط ہی اور مذہب صحیح یہ ہی کہ اعتکاف نفل کے لیے کمتر زمانہ ایک ساعت ہی نہ تمام دن تو اُسکے بموجب شروع کرنے سے واجب نہوگا اور بالتعلیق عطفہ ہی بالنذر پر اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ نذر اور چیز ہی اور تعلیق دوسری چیز کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ایک دوسرے کے غیر ہوتے ہین حالانکہ تعلیق بھی نذر ہی ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا واجب بالنذر منجزا او معلقا یعنی واجب ہوتا ہی نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط ہو جیسا بحر مین اور امداد مین ہی قالہ الطحطاوی وسنۃ موکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان قسم دوم موکدہ ہی رمضان کے اخیر عشرہ مین ای سنۃ کفایۃ کما فی البرہان یعنی سنت کفایہ ہی کہ بعض کے کرنے سے اورون کے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان مین ہی م اسکی نظیر جماعت سے تراویح کا پڑھنا ہی کہ اگر بعض لوگ اُنکو پڑھین کہ باقیون سے ساقط ہو جاتی ہین پس اگر باقی اشخاص بے عذر ترک پر مواظبت کرین تو گنہگار ہونگے اور اگر سنت ہر ایک شخص پر ہوتین تو ترک کرنا سنت موکدہ کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نسبت کم ہی کذا فی الشامی لاقترانہا بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابۃ م کیونکہ صحابہ مین سے جس شخص نے انکو ادا نہین کیا تو حضرت نے اُسپر انکار نہین کیا اور نہین ٹوکا م یہ جواب ہی اُسکا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے اعتراض کیا ہی ہدایہ کا قول یہ ہی کہ صحیح یہ ہی کہ اعتکاف سنت موکدہ ہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اخیر عشرۂ رمضان مین مواظبت کی ہی اور مواظبت دلیل ہی سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہ ہی کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہی وجوب کی تو واجب کہنا چاہیے نہ سنت موکدہ اسکا جواب یہ ہی کہ حضرت نے تارک پر انکار نہین کیا اگر واجب ہوتا تو ضرور ٹوکتے کذا فی الشامی ومستحب فی غیرہ من الازمنۃ ہو بمعنی غیر الموکدۃ تیسری قسم اعتکاف مستحب ہی جو اسکے سوا اور زمانون مین ہی اور مستحب بمعنی سنت غیر موکدہ کے ہی وشرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقا فقط علی المذہب اور شرط کیا گیا ہی روزہ واسطے صحت قسم اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنا بر مذہب صحیح کے م علی المذہب فقط کے ساتھ علاقہ رکھتا ہی اور یہی روایت ہی اصل کی اور اسکے مقابل روایت حسن کی ہی کہ نفل اعتکاف مین بھی شرط ہی اور یہ مبنی ہی اختلاف پر اس بات مین کہ نفل مین تقیید و تقدیر یوم کی ہی یا نہین پس اصل کی روایت پر یوم کی قید و تقدیر نہین ہی اسلیے روزہ بھی شرط نہین اور جس روایت مین یوم کی قید ہی یعنی حسن کی روایت مین تو اُسمین صوم شرط ہی جیسا بدائع وغیرہ مین ہی مین کہتا ہون کہ اسکا مقتضا یہ ہی کہ اعتکاف مسنون مین بھی صوم شرط ہی کیونکہ وہ رمضان کے عشرۂ اخیرہ مین ہوتا ہی یہانتک کہ اگر اعتکاف کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو چاہیے کہ سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہوا اور اُس سے سنت کفایہ کی بجا آوری حاصل نہو قالہ الشامی وبسط فلو نذر اعتکاف لیلۃ لم یصح وان[له] نوی معہا الیوم لعدم محلیتہا للصوم اما لو نوی بہا الیوم صح والفرق لایخفی پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہین صحیح ہی اگرچہ اُسکے ساتھ دن کی نیت بھی کرے کیونکہ رات محل صوم کا نہین ہی لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہی اور فرق مخفی نہین ہی م فرق یہ ہی کہ پہلی صورت مین یوم کو تابع رات کے کیا ہی اور جب متبوع مین نذر نادرست ہوئی تو تابع مین بھی نادرست ہوئی اور دوسری صورت مین لیلۃ بولا اور یوم مراد لیا یعنی مجاز مثل دو مرتبہ کا اسطرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلۃ کو مطلق زمانہ مین استعمال کیا پھر اُس مطلق کو مقید مین استعمال کیا پس یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی مین کہتا ہون کہ یہ فرع مشکل ہی کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہی نہ لیل کا اطلاق اور اگر اسیطرح بولنا اطلاق و تقیید کے علاقہ سے جائز رکھا جاوے تو چاہیے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر انسان کے سوا جائز ہو حالانکہ کتب اصول مین اسکے خلاف کی تصریح کی ہی قالہ الشامی بخلاف ما لو قال فی نذرہ لیلا ونہارا فانہ یصح وان

[له] قولہ وان نوی معہا الیوم یعنی اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی اور اسکے ساتھ رات کے بھی نیت کی تو دونوں ملا کر ہونگے کذا فی البحر ۱۲

لم یکن اللیل محلا للصوم لانہ یدخل اللیل تبعا بخلاف اسکے کہ کہے اپنی نذر مین رات اور دن کہ یہ نذر درست ہی اگرچہ رات محل صوم کا نہین ہی کیونکہ رات
بالتبع داخل ہی واعلم ان الشرط فی الصوم مراعاۃ وجودہ لا ایجادہ للمشروط قصدا اور واضح ہو کہ صوم مین شرط ہی لحاظ روزہ کے موجود ہونے کا نہ قصدا
رکھنا معتکف کا صوم کو واسطے اعتکاف مشروط کے م یعنی اعتکاف مین روزہ کا وجود ضروری ہی نہ ایجاد بہ نیت اعتکاف جیسا وضو وجود نماز کے
لیے شرط ہی نہ یہ کہ قصدًا نماز کے لیے وضو کیا ہو فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان عن صوم الاعتکاف
پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا لکن قالوا لو صام تطوعا ثم نذر
اعتکاف ذلک الیوم لم یصح لانعقادہ من اولہ تطوعا فتعذر جعلہ واجبا لیکن فقہا نے کہا ہی کہ اگر نفل روزہ رکھا پھر اُس روز کے اعتکاف کی نذر
کی تو صحیح نہوگی کیونکہ روزہ شروع مین نفل تھا پھر اُسکو واجب کرنا متعذر ہی اور یہی وجہ ہی کہ دن بھر کا اعتکاف پورا نہوا جو اعتکاف واجب
کی اقل مقدار مقررہ ہی کذا فی الشامی وان لم یعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم مقصود اور اگر اس رمضان کا اعتکاف
نہ کیا تو قضا کرے کسی دوسرے مہینے مین ساتھ صوم مقصود کے م یعنی بہم کیونکہ اُسنے التزام کیا تھا اعتکاف معین مہینے مین اور وہ فوت ہوگیا
تو اُسکی قضا بھی بیاپی ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے ذمہ اعتکاف رجب کا اور اُسمین اعتکاف نہ کیا کذا فی البدائع لعود شرطہ الی الکمال
الاصلی واسطے رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کے م یعنی نذر کی جہت سے صوم مقصود اولًا لازم ہوا تھا لیکن بسبب شرف
رمضان کے ساقط ہوگیا تھا جب رمضان گذر گیا اور اُسنے اعتکاف نہ کیا تو وہ نذر بمنزلہ اُس نذر کے ہوئی جسمین وقت کی قید نہو تو اُسکی شرط نے
کمال کی طرف رجوع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتھ صوم مقصود علحدہ کے بسبب زائل ہونے مانع کے یعنی رمضان کے قالہ الشامی فلم یجز فی
رمضان آخر ولا فی واجب سوی قضاء رمضان الاول لانہ خلف عنہ وتحقیقہ فی الاصول فی بحث الامر پس جائز نہوگا اعتکاف دوسرے
رمضان مین نہ کسی دوسرے واجب صوم مین سوائے قضائے رمضان اول کے کیونکہ قضائے رمضان خلیفہ ہی اول کا یعنی ادائے رمضان کا اور
تحقیق اس مسئلہ کی اصول فقہ مین ہی امر کی بحث مین واقلہ نفلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد وہو ظاہر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ
وبہ یفتی اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایک ساعت ہی رات کی یا دن کی نزدیک امام محمدؒ کے اور یہی ظاہر الروایت ہی امام صاحب سے واسطے
مبنی ہونے نفل کے سہولت پر اور اسی پر فتوی ہی یعنی نفل مین آسانی کی جہت سے وہ باتین جائز ہین کہ فرض و واجب مین نہین ہوتین مثلًا نماز نفل
بیٹھکر پڑھنا باوجود قدرت قیام کے کذا فی الطحطاوی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون
کذا فی غرر الاذکار وغیرہ اور ساعت فقہا کی اصطلاح مین ایک ادنی جزو ہی زمانہ کا نہ چوبیسوان حصہ شب و روز کا جو نجمون کی اصطلاح ہی چنانچہ
غرر الاذکار وغیرہ مین مذکور ہی فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاءہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب پس اگر شروع کیا
نفل اعتکاف مین پھر توڑ دیا تو نہین لازم ہی قضا اُسکی کیونکہ صوم شرط نہین ہی اعتکاف نفل کے لیے بنا بر ظاہر مذہب کے وما فی بعض المعتبرات
انہ یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ اور وہ جو بعض معتبر کتابون مین ہی جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوتا ہی
سو متفرع ہی ضعیف روایت پر ذکر کیا اُسکو مصنف نے اور اُسکے غیر نے م یعنی حسن کی روایت پر متفرع ہی جسمین یہ ہی کہ اعتکاف کی اقل مدت
ایک یوم ہی قالہ الشامی وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل فلہ الخروج لانہ منہ لا مبطل کما مر اور حرام ہی مسجد سے نکلنا اُس معتکف کو
کہ اعتکاف واجب کر رہا ہی لیکن نفل مین اُسکو خروج جائز ہی اسواسطے کہ خروج اعتکاف کو ختم کرنے والا ہی نفل والے کے حق مین نہ باطل کرنیوالا
جیسا مذکور ہوا کہ نفل اعتکاف کی کمتر مدت ایک ساعت ہی م اعتکاف واجب مین نکلنا حرام اسواسطے ہوا کہ یہ ابطال ہی عمل کا اور ابطال عمل کا جائز نہین ہی

قال اللہ تعالی ولا تبطلوا اعمالکم یعنی اور نہ باطل کرو اپنے عملون کو الا الخروج الا لحاجۃ الانسان طبعیۃ کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الاغتسال
فی المسجد کذا فی النہر حرام ہی معتکف کو خروج مسجد سے مگر واسطے حاجت انسانی کے حاجت یا طبعی ہو جیسے بول وبراز اور غسل اگر احتلام ہو جاوے
اور مسجد مین غسل کرنا ممکن نہو کذا فی النہر پس اگر ممکن ہو اسطرح کہ مسجد ملوث نہو تو مضائقہ نہین اور اگر مستعمل پانی سے مسجد ملوث ہو تو غسل سے منع
کیا جاوے کیونکہ نظافت اور صفائی مسجد کی واجب ہی کذا فی البدائع او شرعیۃ کعید واذان لو موذنا وباب المنارۃ خارج المسجد والجمعۃ وقت الزوال
یا حاجت شرعی ہو جیسے عید اور اذان اگر معتکف موذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے جمعہ کے وقت زوال کے اور اذان کے لیے موذن
کی قید قول ضعیف ہی اور صحیح یہ کہ موذن اور غیر موذن مین فرق نہین جیسا بحر اور امداد مین ہی اور بحر مین کہا ہی کہ چڑھنا اس جگہ پر جہان اذان دیجاتی ہی مفسد
نہین ہی اگر دروازہ اُسکا مسجد مین ہی اور جو مسجد سے باہر ہی تب بھی یہی حکم ہی ظاہر الروایت مین انتہی مین کہتا ہون کہ بدائع سے ظاہر معلوم ہوتا ہی کہ اذان
بھی شرط نہین ہی کیونکہ اُسنے کہا ہی کہ اگر منارہ پر چڑھا تو اعتکاف فاسد نہوا بلا خلاف اگرچہ دروازہ منارہ کا مسجد سے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد مین ہی
اسواسطے کہ جو چیز مسجد مین ممنوع وہ منارہ مین بھی ممنوع ہی مثل بول وغیرہ کے پس مشابہ ہوا مسجد کے گوشہ کو انتہی لیکن جس صورت مین کہ دروازہ خارج
ہو اُسکو مقید کرنا چاہیے کہ نکلے اذان کے لیے کیونکہ منارہ گو داخل مسجد ہی لیکن مسجد سے نکل کر جو دروازہ منارہ تک جاویگا وہ نکلنا بے عذر ہی اور اس
تقدیر پر کلام شارح کا ضعیف مذہب پر متفرع نہین اور جملہ وباب المنارۃ الخ حال ہی موذن سے جسکا مفہوم مخالف معتبر ہی قالہ الشامی ومن بعد منزلہ
ای معتکفہ خرج فی وقت یدرکہا مع سنتہا یحکم فی ذلک رایہ اور جو شخص کہ مسجد اعتکاف اُسکی دور ہو یعنی جامع مسجد سے تو نکلے ایسے وقت کہ جمعہ مع اسکی
سنتون کے پاوے اس باب مین اپنی رائے کو حکم کرے م یعنی مع خطبہ کے پاوے جیسا بدائع مین ہی مگر اسکو ذکر نہین کیا کیونکہ سنتین پہلے خطبہ کے ہوتی ہین
قالہ الشامی وسنتین بعدہا اربعا او ستا علی الخلاف اور سنتین پڑھے بعد جمعہ کے چار یا چھ بنا بر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے نزدیک
چار اور صاحبین کے نزدیک چھ کذا فی البدائع ولو مکث اکثر لا یفسد لانہ محل لہ وکرہ تنزیہا لمخالفۃ ما التزمہ بلا ضرورۃ اور اگر جامع مسجد مین زیادہ ٹھہرا
یعنی جیسے ایک رات دن یا اعتکاف وہان ہی تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہوگا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہی لیکن ٹھہرنا مکروہ تنزیہی ہی کیونکہ جو
التزام کیا تھا اُسکی مخالفت کی بے ضرورت م اور اسمین اشارہ ہی کہ جامع مسجد مین ٹھہرنا اور گھر مین ٹھہرنا جب حاجت کے لیے جاوے ان دونون مین
فرق ہی کہ گھر مین ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہی اور بدائع مین مذکور ہی کہ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہی یعنی رخصت
عیادت مریض اور صلوۃ جنازہ کے باب مین پس ابو یوسف نے کہا ہی کہ محمول ہی اعتکاف نفل پر اور ممکن ہی کہ رخصت محمول ہو اُس صورت پر کہ نکلے کسی
حاجت کے لیے یا جمعہ کے لیے اور راہ مین مریض کی عیادت کرے اور جنازہ کی نماز پڑھے بغیر اسکے کہ قصداً اُسکے واسطے نکلے اور یہ جائز ہی انتہی اور
اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی ضرورت کے واسطے نکل آیا تو ٹھہرنا اُسی صورت مین مضر ہی کہ مسجد مین نہو اور عیادت کے واسطے نہو قالہ الشامی فلو
خرج ولو ناسیا ساعۃ زمانیۃ لا رملیۃ کما مر بلا عذر فسد فیقضیہ پس اگر نکلا معتکف گو بھولے سے ایک ساعت یعنی ایک جزو زمانہ کا
نہ ساعت رملی جیسا پہلے مذکور ہوا بغیر عذر کے تو اعتکاف فاسد ہو گیا پس اسکی قضا کرے م یعنے اگر اعتکاف واجب بالنذر ہو اور تطوع کو
اگر یوم کے تمام ہونے سے پہلے قطع کیا تو نہین قضا ہی مگر موافق روایت حسن کے چنانچہ مذکور ہو چکا اور قضا کرے اعتکاف منذور کو
مع صوم کے اتنی بات ہی کہ اگر مہینا معین ہی تو قضا بقدر فساد کے ہوگی ورنہ استیناف کرے کیونکہ اعتکاف لازم ہوا تھا پیا پے
اور فرق نہین ہی اگر فساد صنع عبد سے بدون عذر کے جیسے جماع یا عذر سے ہو جیسا مرض کی وجہ سے نکل آنا یا بغیر صنع عبد کے ہو جیسے حیض
و نفاس وجنون وبہت سی بیہوشی اور اسکا حکم یہ ہی کہ جب اپنے وقت سے فوت ہو جاوے تو اگر بعض فوت ہوا ہی تو اُسی قدر قضا کرے فقط

اور اسکی فدا واجب نہین اور اگر کل فوت ہووے تو کل کی قضا کرے پیہم پس اگر قادر ہوا اور قضا نہ کی یہانتک کہ مرگیا تو وصیت کرے ہر روز کیلیے
مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہی اگر وقت نذر کے صحیح وسالم ہی اور اگر وقت نذر کے تندرست نہین تھا پھر اگر ایک روز بھی تندرست
ہوگیا تو وہ اسکی خلاف پر ہی جو روزہ کے باب مین مذکور ہوا اور اگر ایک روز کو بھی تندرست نہین ہوا تو اُسپر کچھ لازم نہین کذا فی البدائع ملخصًا الا اذا افسدہ
بالردۃ مگر جبکہ فاسد کردیا اعتکاف مرتد ہوکر اسواسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہی اُسکو جو پہلے واجب ہوا تھا خواہ خداے تعالی کے ایجاب سے ہوا یا بندہ
کے اور نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہی قالہ الشامی واعتبرا اکثر النہار قالوا وہو الاستحسان اور خروج مین صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہی علماء نے
کہا ہی کہ یہی استحسان ہی ہم اسواسطے کہ خروج قلیل مین ضرورت ہی کذا فی الہدایہ اور شارح نے اسکو بلفظ قالوا بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کیطرف اشارہ
ہی اسوجہ سے کہ کمال نے اسمین بحث کی ہی قالہ الشامی وبحث فیہ الکمال اور اسمین کمال نے بحث کی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ مدار تخفیف کا ضرورت ہونی ہی اور
بے عذر نکلنے مین ضرورت نہین ہی پس اسکا استحسان ہونا مسلم نہین وان خرج بعذر یغلب وقوعہ وہو ما مر لا غیر لا یفسد واما ما لا یغلب کانجاء غریق
وانہدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا لکان النسیان اولی لعدم الفساد کما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہی اور وہ سابقًا
مذکور ہوچکا یعنی طبعی یا شرعی نہ سوا اسکے تو نہین فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہین ہی جیسا ڈوبنے کا بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہی نہ بطلان
کو ورنہ نسیان کی صورت مین بطریق اولی فاسد نہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہی خلافا لما فصلہ الزیلعی وغیرہ برخلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہی ہم
زیلعی نے مفسدات مین شمار کیا ہی نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غریق کے بچاؤ کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام ہو اور اداے شہادت
کو بخلاف اسکے کہ مسجد کے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد مین چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہوگئے کہ اس صورت مین صلوۃ خمسہ کی جماعت نملیگی یا ظالم نے
بزور نکالدیا یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہو لکن فی النہر وغیرہ جعل عدم الفساد لانہدامہ وبطلان جماعتہ واخراجہ کرہا استحسانا لیکن نہر وغیرہ مین ہی کہ اگر
مسجد گرجاوے یا جماعت باطل ہوجاوے یا کوئی شخص بزور نکالدے تو اعتکاف فاسد نہین ہوتا بدلیل استحسان ہم حاصل یہ ہی کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہی کہ اعتکاف
خروج سے فاسد ہوجاتا ہی مگر بول وغائط اور جمعہ کی نماز کے لیے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل مین عدم فساد کو مستحسن جانا ہی اور شامی نے اس جگہ بسط کیا ہی فی
التتارخانیہ عن الحجۃ ولو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادۃ مریض وصلاۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ اور تاتارخانیہ مین حجہ سے نقل کیا ہی کہ اگر شرط
کیا وقت نذر کے کہ نکلے گا مریض کی عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے اور مجلس علم مین حاضر ہونے کے لیے تو جائز ہی یہ یاد رہے ہم لفظ شرط سے ایما ہی کہ صرف
نیت پر اکتفا نہین حاصل یہ کہ اسباب غالب الوقوع حکما مستثنے ہین اگرچہ شرط نہ کی ہو اور جو غالب الوقوع نہین ہین تو وہ مستثنے نہین ہین مگر جبکہ شرط کرلی قالہ الشامی
وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ اور مخصوص ہی معتکف ساتھ کھانے اور پینے اور سونے کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو
خواہ اپنے لیے یا اپنے عیال کے لیے یعنی مسجد مین ہم ب داخل ہی مقصور علیہ پر یعنی معتکف مقصور ہی کھانے وغیرہ پر مسجد مین اُسکو یہ چیزین حلال نہین سوا مسجد کے یہ معنی
نہین کہ کھانا اور عقد وغیرہ معتکف کے سوا دوسرا مسجد مین نکرے کیونکہ عقد نکاح ورجعت غیر معتکف کو بھی مسجد مین مکروہ نہین قالہ الشامی بخلاف عقد لتجارۃ کرہ پس
اگر عقد تجارت کے لیے ہی تو مکروہ ہی ہم یعنی اگرچہ اسباب تجارت کو مسجد مین حاضر نہ کیا جاوے اور اسی کو قاضیخان نے اختیار کیا ہی اور زیلعی نے ترجیح دی ہی کیونکہ وہ خدا
کیطرف متوجہ ہی دنیا سے منقطع ہی اسکو ان امور دنیاوی کیطرف اشتغال نہ چاہیے کذا فی البحر قالہ الشامی کبیع ونکاح ورجعۃ فلو خرج لاجلہا فسد لعدم الضرورۃ مانند
بیع اور نکاح اور رجعت کے رجعت کا عطف اکل پر ہی کیونکہ بیع پر عطف نہین ہوسکتا جب تک عقد مین ایسی تاویل نکرین کہ جس سے رجعت کو بھی شامل ہو کذا
فی الشامی پس اگر نکلا ان امور کے لیے تو اعتکاف فاسد ہوگیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی ہم ظہیریہ مین ہی کہ نکلے بعد غروب کے کھانے پینے کے لیے انتہی اور یہ محمول ہونا چاہیے
اس صورت پر کہ اسکے پاس کوئی آدمی ایسا نہو کہ کھانا پہونچاوے اسلیے کہ اسوقت یہ نکلنا حوائج ضروریہ مین ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر وکرہ ای تحریما لانہا محل

اطلاقہم بجر احضار مبیع فیہ اور مکروہ ہی حاضر کرنا مبیع کا مسجد مین یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ کراہت تحریمی محل ہی فقہا کے مطلق رکھنے کا کذا فی البحر یعنی جس جگہ مطلق مکروہ بولتے ہین وہان اُنکی مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہی کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقا للنہی جیسا مکروہ ہی مسجد مین بیع وشرا غیر معتکف کے لیے مطلقًا یعنی اپنے نفس کیواسطے ہو یا عیال کے یا تجارت کے لیے مبیع حاضر ہو یا نہو بسبب نہی کے جو اس باب مین وارد ہی اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہی بیع وشرا سے مسجد مین اور گم شدہ کی تلاش سے مسجد مین اور شعر پڑھنے سے اور منع فرمایا حلقہ باندھکر بیٹھنا نماز سے پہلے جمعہ کے روز کذا فی الفتح وکذا اکلہ ونومہ الا لغریب اشباہ اور اسیطرح مکروہ ہی غیر معتکف کو کھانا اور سونا مسجد مین مگر مسافر کو کذا فی الاشباہ وقد قدمنا قبیل الوتر اور ہم اسکو بیان کر چکے ہین وتر سے کچھ پہلے لکن قال ابن کمال لا یکرہ الاکل والشرب والنوم فیہ مطلقا ونحوہ فی المجتبی لکن ابن کمال نے کہا ہی کہ نہین مکروہ ہی کھانا پینا سونا مسجد مین بالکل اور مثل اسکے مجتبی مین ہی ہم ابن کمال نے اسبیجابی سے نقل کیا ہی کہ غیر معتکف کو جائز ہی سونا مسجد مین مقیم ہو یا مسافر لیٹ کر یا تکیہ لگا کر پانؤن جانب قبلہ کے ہون یا کسی اور طرف پس معتکف کو بالاولی جائز ہی انتہی اور معراج مین بھی اسکو نقل کیا ہی اور اس سے مطلقًا کی تفسیر واضح ہو جاتی ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ قول کہ پانؤن قبلہ کی طرف ہون غیر مسلم ہی کیونکہ علما نے اسکی کراہت پر تصریح کی ہی اور شارح کے کلام کا مفاد ترجیح اس استدراک کی ہی اور ظاہر یہ ہی کہ کھانا پینا بھی مثل نوم کے ہی جبکہ مسجد کو نہ رو کے اور نہ ملوث کرے کیونکہ مسجد کی صفائی اور تنظیف واجب ہی لیکن وقایہ مین کہا ہی کہ معتکف کھاوے پیوے سووے بیع وشرا کرے مسجد مین نہ غیر معتکف اور ملا علی نے اُسکی شرح مین کہا ہی کہ غیر معتکف کچھ نہ کرے ان اشیاے مذکورہ مین سے مسجد مین اور اسی کے مانند قہستانی مین ہی پھر مجتبی کی عبارت نقل کی ہی قالہ الشامی ویکرہ تحریما صمت ان اعتقدہ قربۃ والا لا لحدیث من صمت نجا اور مکروہ تحریمی ہی اعتکاف مین چپ رہنا اگر اسکو عبادت جانتا ہی ورنہ مکروہ نہین کہ حدیث مین آیا ہی جو شخص چپ رہا نجات پائی ہم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ سے مسندًا روایت کیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہی صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قالہ الشامی ویجب ای الصمت کما فی غرر الاذکار عن شر لحدیث رحم اللہ امرا تکلم فغنم او سکت فسلم اور چپ رہنا واجب ہی بُرے کلام سے کذا فی غرر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے تو سلامت رہے ہم یجب کہا یفرض نہین کہا تا کہ شامل ہو واجب کو بھی کیونکہ کلام کبھی حرام ہوتی ہی جیسے غیبت مثلًا اور کبھی مکروہ ہوتی ہی جیسے بُرے شعر پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا چیز کی بکری کے واسطے پس چپکا رہنا اول قسم سے فرض ہی اور دوسری قسم سے واجب قالہ الشامی وتکلم الا بخیر وہو ما لا اثم فیہ اور مکروہ ہی اعتکاف مین بولنا مگر بھلی بات اور خیر وہ ہی کہ اسمین گناہ نہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وہو محمل ما فی الفتح انہ مکروہ فی المسجد یاکل الحسنات کما یاکل النار الحطب کما حققہ فی النہر اور جس کلام مین گناہ نہین اُسمین داخل ہی کلام مباح جب اُسکی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے یعنی امور دنیاوی مین کلام کرنا جسوقت اُسمین قصد تقرب کا نہو ورنہ اُسمین ثواب ہی کذا فی الشامی اور یہی یعنی بے ضرورت کلام کرنا محل ہی فتح القدیر کی عبارت کا کہ کلام کرنا مسجد مین مکروہ ہی حسنات کو اسطرح کھاتا ہی جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر مین اسکو محقق کیا ہی ہم مسجد مین کلام مکروہ اُسوقت ہی کہ کلام کے لیے مسجد مین بیٹھے جیسا ظہیریہ مین قید لگائی ہی ذکرہ فی البحر اور معراج مین شرح ارشاد سے نقل کیا ہی کہ مسجد مین بات کرنے کا کچھ مضائقہ نہین ہی اگر قلیل ہو پس اگر مسجد کا قصد باتون کے لیے کرے تو مکروہ ہی اور وعید سے ظاہر اکراہت تحریمی معلوم ہوتی ہی قالہ الشامی کقراءۃ قرآن وحدیث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکتابۃ امور الدین اور کلام خیر یہ چیزین ہین جیسے قرآن پڑھنا اور حدیث اور علم دین اور پڑھانا سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیا علیہم السلام کے اور حکایتین صلحا کی اور لکھنا دینی باتون کا وبطل بوطی فی فرج انزل ام لا اور باطل ہوتا ہی اعتکاف وطی سے فرج مین یعنی اگلے مقام مین یا پچھلے مین انزال ہو یا نہو ولو کان وطیہ خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا او ناسیا فی الاصح لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصدًا ہو یا بھول کر

صح روایت مین اسواسطے کہ حالت اعتکاف کی یاد دلانے والی ہوم درر کے اتباع سے یہ تعمیم کی ہو اسمین اشارہ ہو کہ عنایہ وغیرہ مین جو ذکور ہو وہ مردود ہو یعنی معتکف
تو مسجد مین رہتا ہو اُسکو وطی کہان میسر ہو پھر کہا کہ اسکی تاویل علمانے یہ کی ہو کہ جب اپنی حاجت کے لیئے نکلے تو اُسوقت وطی کرنی حرام ہو اور شرح تاویلات مین
ذکر کیا ہو کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضاے حاجت یعنی جماع کرکے غسل کرکے پھر اعتکاف کے مقام مین چلے جاتے تھے اُسپر یہ آیت نازل ہوئی
(ولا تباشروہن وانتم عاکفون فے المساجد) یعنی اُنسے صحبت نکرو جسوقت کہ تم مسجدون مین معتکف ہو شیخ اسمعیل نے کہا کہ اسمین نظر ہو کیونکہ مسجد مین
وطی ممکن ہو اگرچہ اسمین حرمت دوسری جہت سے ہو یعنی مسجد مین بحالت جنابت رہنا علاوہ برین ہو سکتا ہو کہ زوجہ معتکف ہو اپنے گھر کی مسجد مین اور
اُسکا خاوند اُس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل ہو جاویگا اور راصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہو کہ بھول کر وطی سے اعتکاف نہین جاتا
صوم پر قیاس کرکے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی علت یہ ہو کہ اعتکاف اور صوم مین فرق ہو کیونکہ اعتکاف مین حالت یاد دلانیوالی موجود ہو یعنی
مسجد مین ہونا بخلاف صائم کے قالہ الشامی وبطل بانزال بقبلۃ او لمس او تفخیذ اور باطل ہوتا ہو اعتکاف انزال سے بسبب بوسہ لینے کے یا ہاتھ
لگانے یا ران مین دبنے کے کہ یہ فعل انزال سے بمنزلہ جماع کے ہو گئے ولو لم ینزل لم یبطل وان حرم الکل لعدم الحرج اور اگر انزال نہو تو نہین باطل ہوتا
اگرچہ دواعی وطی کی تمامہا حرام ہین واسطے نہونے حرج کے اور عدم بطلان سے حلت لازم نہین آتی ولا یبطل بانزال بفکر او نظر ولا بسکر لیلا اور نہین باطل
ہوتا اعتکاف انزال سے ساتھ فکر یا نظر کے اور نہ نشے سے رات کو ولا یا کل ناسیا لبقاء الصوم بہ خلاف اکلہ عمدا وردتہ اور نہین باطل ہوتا کھانے سے
بھول کر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہو بہ خلاف اسکے کہ عمداً کھاے یا مرتد ہو جاوے کہ انسے باطل ہوتا ہو قاعدہ یہ ہو کہ جو ممنوعات اعتکاف کے
ہین یعنی اعتکاف کی جہت سے منع ہوئی ہین نہ روزے کی جہت سے تو اُنمین سہو اور عمد اور دن اور رات برابر ہین جیسے جماع اور خروج مسجد سے
اور جو محظورات صوم کے ہین یعنی روزہ کی جہت سے اعتکاف مین ممنوع ہوے ہین تو انمین عمد اور سہو اور رات اور دن مین فرق ہو جیسے کھانا پینا کذا
فی البدائع وکذا اغماءہ وجنونہ ان دام ایاما فان دام جنونہ سنۃ قضاہ استحسانا اور اسیطرح باطل نہین ہوتا بیہوشی اور جنون سے اگرچہ چند روز ہین (ایام سے
مراد یہ کہ صوم فوت ہو جاوے بسبب عدم امکان نیت کے) پس اگر ٹھہر گیا جنون برس روز تو اعتکاف قضا کرے استحسانا ہم اور قیاس یہ ہو کہ قضا نہ کرے جیسا
صوم رمضان مین وجہ استحسان کی یہ ہو کہ رمضان کے روزون مین جو قضا ساقط ہوئی تو دفع حرج کی جہت سے ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہو تو کثر
جاتا ہو چونکہ رمضان ہر سال آتا ہو تو روزون کی قضا مین تنگ ہوگا اور اعتکاف مین یہ بات متحقق نہین کذا فی الفتح قالہ الشامی ولزمہ اللیالی بنذرہ
بلسانہ اعتکاف ایام ولاء ای متتابعۃ وان لم یشترط التتابع اور لازم ہونگی اُسکو بیچ راتین یعنی اُنمین اعتکاف بسبب نذر کرنے کے زبان سے اعتکاف
ایام کا مثلاً دس دن کا اگرچہ پیاپی ہونیکی شرط نہ کی ہو وم ولاء حال ہو لیالی سے اور اصل یہ ہو کہ جب رات اور دن اعتکاف مین داخل ہونگے تو دونون پیاپی
لازم ہونگے اگر متفرق اعتکاف کریگا تو کافی نہوگا کذا فی البحر اسی طرح اگر مہینے غیر معین کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے کا کوئی سا ہو
پے در پے رات دن بخلاف روزہ کے کہ جب نذر کرے مہینے غیر معین کے روزون کی اور پیہم کا ذکر نکرے اور نہ نیت کرے تو اُسکو اختیار ہو کہ متفرق رکھلے
اسواسطے کہ اعتکاف عبادت دائمہ ہو اُسکی بنا اتصال پر ہو کعکسہ لان ذکر احد العددین بلفظ الجمع وکذا التثنیۃ تینا ول الآخر جیسا اُسکے برعکس
اور وجہ یہ کہ نذر کرے راتون کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہونگے اسواسطے کہ ذکر ایک کا دونون عددون مین سے لفظ جمع کے ساتھ
اور اسیطرح تثنیہ کے ساتھ شامل ہو دوسرے کو بھی م یعنی بحکم عرف اور عادت کے مثلاً عرف مین کہتے ہین کہ ہم وہان تین روز رہے
یعنی تین دن مع راتون کے اللہ تعالی نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ مین فرمایا ثلث[۱] لیال سویا اور ثلثۃ[۲] ایام الا رمزا
ایک جگہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہو پس مراد دونون جگہ رات اور دن دونون ہین اور جمع عام ہو

لہ بتلاہر کردو لوگون سے ... بتلاہر کر دو لوگون سے ... مدفوع ... [illegible]

خواہ صریح ہو جیسے ایام اور لیالی کہنا خواہ ضمناً ہو جیسے ثلثین یوماً کہنا اور تثنیہ کی صورت مین اعتکاف دو روز کا مع دو راتون کے طرفین کے نزدیک
لازم ہی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلی رات اسمین داخل نہین قالہ الشامی فلو نوی فی نذر الایام النہار خاصۃ صحت نیتہ لنیتہ الحقیقۃ
پس اگر نذر کیے ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنی نہ رات کی تو اُسکی نیت صحیح ہی کیونکہ اُسنے حقیقت لغوی کی نیت کی گو عرف مین یوم
آٹھ پہر کو یعنی مجموعۂ شب و روز کو کہتے ہین اور جب کسی لفظ کے واسطے حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت
عرفی کی طرف مصروف ہوتا ہی اسی جہت سے بیان نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اُسکی نیت صرف نہار مین درست ہوئی تو اُسکو اعتکاف
ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد مین داخل ہوا کرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قالہ الشامی وان نوی بہا

ای بالایام اللیالی لا بل یلزمہ کلاہما اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہین ہی بلکہ لازم ہونگے رات اور دن دونون ہم کیونکہ ایسی
نیت کی جو کلام کی محتمل نہین ہی کذا فی البحر اور حاصل یہ کہ یا لفظ مفرد ہی یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک انمین سے یا یوم ہو یا لیل اور ہر ایک مین ان
چھؤن مین سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونون کی یا بالکل نیت نہو یہ چوبیس صورتین ہوئین اور مثنی اور مجموع کا حکم مع اُنکی اقسام
کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اُسکی کرے یا نکرے اور اگر اُسکے ساتھ رات
کی بھی نیت کی ہی تو دونون لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہی تو دن لازم نہوگا جب تک اُسمین نیت یوم کی نہو کذا فی البحر قالہ الشامی کما لو
نذر اعتکاف شہر و نوی النہار خاصۃ او نوی عکسہ ای اللیل خاصۃ فانہ لا تصح نیتہ لان الشہر اسم لمقدر یشتمل الایام واللیالی فلا یحتمل ما دونہ

جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنون کی خاص کر یا نیت کی اُسکے عکس یعنی راتون کی صرف تو اُسکی نیت صحیح نہوگی کیونکہ
شہر یعنی مہینا نام ہی ایک مقدار معین کا جو مشتمل ہی ایام و لیالی کو پس اُسمین کمتر پر اطلاق کا احتمال نہین ہی ہم یہ جب ہی کہ بلفظ شہر تعبیر
کرے اور اگر ثلثین یوماً کہے گا تو اُسکا حال سابق مرقوم ہو چکا قالہ الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنہر اگر اس صورت مین
کہ استثنا کرے راتون کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنون ہی کا م نہر بالضم جمع ہی نہار کا و لو استثنی الایام صح ولا شئ علیہ لما مر
اور اگر دنون کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہی اور اُسپر کچھ لازم نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا م یعنی باب اول مین کہ رات محل صوم نہین حاصل
یہ کہ جب ایام کا یعنی دنون کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتین رہگئین اُن مین اعتکاف منذور صحیح نہین ہی کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی
صوم کی منافات ہی قالہ الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ و لیالی النحر فتبع للنہار الماضیۃ رفقا بالناس کما فی

اضحیۃ الولوالجیۃ ہذا اور جان لو کہ راتین تابع ہین ایام کی مگر عرفہ کی رات اور قربانی کی راتین سو یہ تابع ہین گذشتہ روز کی
لوگون کی سہولت کے لیے جیسا ولوالجیہ کی اضحیہ مین مذکور ہی اسکو یاد کر لو م یعنی ہر شب تابع ہی اُسکی روز کی جو اُسکے بعد ہی چنانچہ
تراویح رمضان کی اول شب مین پڑھی جاتی ہین نہ شوال کی اول شب مین تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے نذر مین تثنیہ یا جمع
کو تو مسجد مین داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہونے کے دن بعد غروب کے چنانچہ خانیہ مین اسکی تصریح کی ہی اور
یہ بھی تصریح کی ہی کہ جب ایاماً بولے تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد مین طلوع فجر سے پہلے الخ سو اس تقدیر پر
لیل داخل نہوگی ایام کی نذر مین مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہی یوم الترویہ کے اور
نحر کی رات تابع ہی عرفہ کے یہان تک کہ دسوین رات کو وقوف عرفات جائز ہی ولیلۃ القدر دائرۃ فی رمضان اتفاقا الا انہا
تتقدم وتتاخر خلافا لہما اور شب قدر رمضان مین دائر ہی بالاتفاق مگر امام صاحبؒ کے نزدیک رمضان کی تاریخون مین مقدم

موخر ہوتی رہتی ہی بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک تاریخ معین ہی مقدم موخر نہین ہوتی وثمرتہ فیمن قال بعد لیلۃ منہ انت حر او انت طالق لیلۃ القدر فعندہ لایقع حتی ینسلخ شہر رمضان الآتی لجواز کونہا فی الاول فی الاولے وفی الآتی فی الاخیرۃ وقالا یقع اذا مضی مثل تلک اللیلۃ فی الآتی ولاخلاف انہ لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی اُس صورت مین کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہی یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہی شب قدر مین تو امام اعظم کے نزدیک عتق وطلاق واقع نہونگے جب تک کہ دوسرا رمضان بتمامہ نہ گذر جاوے کیونکہ ہوسکتا ہی کہ اس رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہوچکی اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ مین ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ اس رمضان کی جس تاریخ یہ قول کہا ہی جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق وطلاق واقع ہوگئے اور اگر رمضان کے شروع سے پہلے یہ قول کہا ہی تو بالاتفاق اسی رمضان کے گذرنے پر عتق وطلاق واقع ہونگے قال فی المحیط والفتوی علے قول الامام لکن قیدہ بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والا فہی لیلۃ السابع والعشرین واللہ اعلم محیط مین کہا ہی کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہی لیکن صاحب محیط مین قول امام پر فتوی کو مقید کیا ہی اس بات سے کہ جس نے عتق و طلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہی وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام مین سے ہی تو شب قدر ستائیسوین ہی کیونکہ اول تو عوام اُسی کو شب قدر کہتے ہین دوسرے ایک قول اقوال مین سے یہ بھی منقول ہی کہ ستائیسوین رات کو شب قدر ہوتی ہی اور احادیث کثیرہ اُسپر دلالت کرتی ہین امام صاحبؒ نے یہ جواب دیا ہی کہ اُس برس مین اُسی تاریخ مین تھی اور یہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان مین دائر ہی آگے پیچھے ہوتی رہتی ہی یہ ایک قول ہی امامؒ کا اور بحر مین خانیہ سے منقول ہی کہ مشہور قول امام صاحبؒ کا یہ ہی کہ تمام سال مین دائر ہی کبھی رمضان مین ہوتی ہی کبھی غیر مہینے مین مین کہتا ہون کہ اسی کا موید ہی وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ مین ذکر کیا ہی کہ لوگون نے لیلۃ القدر کی تاریخ مین اختلاف کیا ہی سو بعض کہتے ہین کہ تمام سال مین دائر ہی اور مین بھی یہی کہتا ہون کیونکہ مین نے اُسکو کبھی شعبان مین دیکھا اور کبھی ماہ ربیع الاول مین اور اکثر رمضان کے عشرۂ اخیرہ مین اور ایک بار عشرۂ اوسط مین اور کبھی جفت راتون مین کبھی طاق مین سو مجھکو یقین ہی کہ وہ سال بھر مین دائر ہی مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب مین علما کے اور اقوال بھی ہین جو شمار مین چھیالیس کو پہونچتے ہین

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہی اُسکی طلب مستحب ہی اور وہ برس مین افضل شب ہی قرآن مجید مین اُسکو ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہر عمل خیر اُسمین ہزار عمل کے برابر ہی بہ نسبت دوسرے اوقات مین کرنے کے مسلمانون مین سے جسکو خدا تعالی چاہے یہ دولت نصیب کرتا ہی اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہیے کہ چھپاوے اور اخلاص سے یہ دعا کرے اللھم انا نسألک الاخلاص فی القول والعمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل قالہ الشامی واللہ اعلم والحمد للہ اولاً وآخراً والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

یہانتک ترجمہ مترجم ثانی کا تمام ہوا وللہ الحمد

کتاب الحج

اس کتاب مین احکام حج کا بیان ہی حج کو بعد صلوۃ اور زکوۃ اور صوم کے اسواسطے مذکور کیا کہ یہ رابع ہی عبادات کا اور مرکب ہی عبادات مالی اور بدنی سے
ہو بفتح الحاء وکسرہا لغتا القصد الی معظم لا مطلق القصد کما ظنہ بعضہم حج بفتح وکسر اول لغت عرب مین عظیم الشان چیز کیطرف قصد کرنے کو کہتے ہین نہ مطلق
ہر قصد کو چنانچہ بعضے علما نے گمان کیا ہی م یہ تحقیق ہی صاحب فتح القدیر کی لیکن قاموس وغیرہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہی کہ حج عبارت ہی مطلق
قصد سے اور قصد خاص سے بھی یعنی مکہ معظمہ کا قصد کرنا واسطے اداے عبادت کے وشرعًا زیارۃ ای طواف ووقوف فی مکان مخصوص ای
الکعبۃ وعرفۃ فی زمن مخصوص فی الطواف من طلوع فجر النحر الی اخر العمر وفی الوقوف من زوال شمس عرفۃ الی فجر النحر لفعل مخصوص بان یکون
محرما بنیۃ الحج سابقا کما سیجئ لم یقل لاداء رکن من ارکان الدین لیعم حج النفل اور اصطلاح شرع مین حج عبارت ہی زیارت سے مکان خاص مین
زمانہ مخصوص مین مخصوص فعل سے زیارت سے مراد طواف اور وقوف ہی اور مکان خاص سے کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہی یعنی بیت اللہ کے گرد
گھومنا عید قربانی کی فجر سے آخر عمر تک اور عرفات مین ٹھہرنا عرفے کے دن دوپہر ڈھلے سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھکر طواف اور
وقوف سے پہلے خلاصہ یہ ہی کہ حج کی نیت سے اول احرام باندھکر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ مین ادا کرنا اسکا نام حج ہی چنانچہ تفصیل اس اجمال کی آگے
آویگی مصنف نے حج کی تعریف مین یون نہ کہا کہ حج عبارت ہی زیارت مکان خاص سے زمانہ مخصوص مین واسطے ادا کرنے ایک رکن کے ارکان دین سے تاکہ حج
نفل کو بھی تعریف شامل رہے اور اگر اداے رکن کی قید لگاتا تو حج نفل تعریف حج سے نکلجاتا اسواسطے کہ رکن فرض کو کہتے ہین نہ نفل کو م ارکان دین پانچ ہین
کلمہ شہادت[1] اور نماز[2] اور زکوۃ[3] اور صوم[4] اور حج[5] بیت اللہ فرض سنۃ تسع وانما اخرہ علیہ السلام لعشر لعذر مع علمہ ببقاء حیاتہ لیکمل التبلیغ حج مفروض ہوا ہجرت کے
نوین سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اداے حج مین دسوین برس تک تاخیر فرمائی بسبب عذر کے اسکے ساتھ یہ بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقاے حیات کا
علم تھا تاکہ تبلیغ رسالت کامل ہو جاوے م نوین سال یہ آیت نازل ہوئی (وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا) یعنی خدا کے واسطے لوگون پر لازم ہی حج
بیت اللہ کا جسکو استطاعت راہ ہو اسکی طرف اس آیت سے فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نوین سال حج نکیا تو عذر سے نکیا عذر یہ کہ یہ آیت بعد گذر جانے
ایام حج کے اُتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین اسپر ہجوم کرینگے یا مشرکین کے ساتھ حج کرنا مکروہ جانا جب نوین سال صدیق اکبرؓ اور علی مرتضیؓ کو بھیجکر
کافرون کو بیت اللہ مین آنے سے منع کردیا تب دسوین سال حج ادا کیا اور عذر پر دلیل یہ ہی کہ تقدیم افضل ہی بالاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہوتا تو تاخیر کرنا متصور نہ تھا
کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الزیلعی مرۃ لان سببہ البیت وہو واحد والزیادۃ تطوع تمام عمر مین ایک بار حج فرض ہی اسواسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہی اور وہ ایک ہی
لہذا مسبب بھی واحد ہوا اور ایک بار سے زیادہ حج کرنا نفل ہی م عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہی کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ
یارسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہی یا ایکبار فرمایا بلکہ ایکبار سو جو کہ ایک بار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہی اخرجہ ابوداؤد چونکہ فرضیت حج کی قرآن مجید اور احادیث
کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہی لہذا اُسکا منکر کافر ہی اور باوجود قدرت کے اُسکا تارک فاسق ہی وقد یجب کما اذا جاوز المیقات بلا احرام فانہ کما یجب علیہ
احد النسکین فان اختار الحج اتصف بالوجوب اور کبھی واجب ہو جاتا ہی چنانچہ جب احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام طی کر جاوے تو اُسپر حج یا عمرہ
واجب ہو جاتا ہی چنانچہ ذکر اسکا آویگا سو اگر وہ شخص حج کرنا اختیار کریگا تو وہ حج واجب کہلاویگا وقد یتصف بالحرمۃ کالحج بمال حرام اور
کا ہے حج حرام کہلاتا ہی چنانچہ مال حرام سے حج کرنا جیسے رشوت یا چوری یا غصب یا سود لینے کے مال سے حج کرنا اسطرح کا حج کرنا حرام ہی جسکو حج کا
شوق ہو اُسکو اول مال حلال پیدا کرنا لازم ہی طبرانی نے معجم اوسط مین ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی حج کو نکلتا ہی مال
حلال لیکر اور رکاب مین پاؤن رکھکر لبیک کہتا ہی تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہی لبیک وسعدیک تیرا زاد حلال ہی اور حج تیرا مقبول ہی اور جب

کتاب الحج ۔ لہ بیان سے پھر ابتداء سے ترجمہ جو اول کی ہوا آخر کتاب تک

نفقہ خبیثہ لیکر نکلتا ہی اور رکاب مین پانون ڈالکر لبیک کہتا ہی تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہی لا لبیک ولا سعدیک تیرا نفقہ حرام اور تیرا حج مقبول
نہین ہی کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر و بالکراہتہ کالحج بلا اذن من یجب استیذانہ اور گاہے حج مکروہ کہلاتا ہی جیسا کہ حج کرنا بلا اجازت اُس شخص کے
جس سے اذن لینا واجب ہی جیسا کہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسیطرح زوجہ اور جمیع اقارب جنکا نفقہ اِس شخص پر فرض ہی تو شارح کے بیان
سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہی اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر حج مباح نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اصلی عبادت ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی یلتحی اور نوازل مین ہی کہ اگر لڑکا گورا خوبصورت ہو تو اُسکے باپ کو جائز ہی کہ اُسکو سفر حج سے منع کرے
داڑھی نکلنے تک بلکہ گھر کے نکلنے سے بھی روک سکتا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام
ومالک واحمد حج ایکبار فی الفور فرض ہی پہلے سال مین نزدیک ابی یوسف رح اور امام مالک اور امام محمد رح کے اور امام اعظم رح کی اصح روایت مین
اسواسطے کہ احتیاط یہی ہی کہ اول سال امکان مین ادائے حج ہو کیونکہ سال بھر مین حج کا ایک وقت معین ہی اور موت کا کوئی وقت معین نہین تو
باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہی ابو یوسف رح کی وہ حدیث دلیل ہی جو امام احمد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اُسکو جلدی کرنا لازم ہی اسواسطے کہ گاہے آدمی بیمار ہوتا ہی اور راحلہ گم ہو جاتا ہی اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہی
کذا فی العینی شرح الکنز اور محمد رح اور شافعی رح کے نزدیک حج علی الفور فرض نہین بلکہ علی التراخی فرض ہی بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ اے
سنین لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر ووجہہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان
اداء وان اثم بموتہ قبلہ پھر جب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اُسکی گواہی مردود ہوگی حج مین تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی تاخیر سے
فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہی اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہین ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق ہوتا ہی
کذا فی البحر اور دلیل اِس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہی نہ کبیرہ یہ ہی کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہی اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی جیسا کہ قول سابق کے بیان مین مذکور
ہو چکی ظنی ہی نہ قطعی اور گناہ کبیرہ ہونا ثابت نہین ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے ولہذا فقہا کا اجماع ہی اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر چند سال تاخیر کی
اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار ہوگا وقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر
علی وفائہ ویرجی ان لا یواخذہ اللہ تعالی بذلک اے لو ناو یا وفاءہ ان قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر مقدور والے نے
حج نہ کیا یہانتک کہ اُسکا مال تلف ہو گیا تو اُسکو جائز ہی کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اُسکو قدرت نہو ادائے قرض کی اور امید ہی کہ حق تعالے
اُسکا مواخذہ نہ کریگا اگر بدون ادا کرنے کے مرگیا بشرطیکہ اُسکو ادا کرنے کی نیت ہو در صورت قدرت جیسا کہ یہی قید لگائی ہی عدم مواخذہ کی ظہیریہ مین م
طحطاوی نے کہا کہ تمر تاشی مین ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ ایسی صورت مین قرض لینا حج کیواسطے لازم ہی علی مسلم لان الکافر غیر مخاطب بفروع
الایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہی مسلمان پر نہ کافر پر اسلیے کہ کافر مخاطب نہین فرعی احکام کے ادا کرنے کے حق
مین ہان در حق اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہی اور البتہ ہمنے اِس مسئلہ اصولی کو شرح منار مین محقق کیا ہی ہم یہان سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوئی تو
اجمالاً دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم مین ایک شرائط وجوب حج کی اور دوسری شرائط وجوب ادائے حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی
سو شرائط وجوب کی آٹھ ہین بنابر قول اصح کے اسلام[1] عقل[2] بلوغ[3] حریت[4] وقت[5] قدرت[6] زاد قدرت[7] راحلہ فرضیت[8] حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ مین
بقول صحیح صحت[1] بدن کی قدرت[2] زوال موانع حسیہ امن[3] راہ عدم[4] قیام عدت عورت کے حق مین خروج[5] زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی چار ہین
احرام[1] حج زمانہ[2] خاص مکان[3] خاص اسلام[4] کذا فی منح الغفار حر مکلف عالم بفرضیتہ اما بالکون بدار نا او باخبار عدل او مستور ین حج فرض ہی حر مکلف پر جو

حج کے فرض ہونے کو جانتا ہی یا دار الاسلام کے رہنے سے یا دار الحرب مین ایک متقی کے خبر دینے سے یا اُن دو شخصون کی خبر دینے سے جنکا تقوی اور فسق پوشیدہ ہی تو معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی پر اور صغیر اور مجنون اور بیہوش پر بقول فخر الاسلام اور اُس مسلمان پر جو دار الحرب مین فرضیت حج سے مطلق نہین حج فرض نہین ہی صحیح البدن حج فرض ہی تندرست پر تو جا بندا اور لولے اور فالج والے اور جسکے دونون پانوٗن کٹے ہون اور بیمار اور ایسے بڈھے پر جو اونٹ پر نہین تھم سکتا ہی حج کرنے کو جانا فرض نہین بصیر غیر محبوس وخائف من سلطان یمنع منہ حج فرض ہی بصارت والے پر جو قید نہین اور حاکم سے ڈرتا نہین جو اُسکو حج کرنے سے روکتا ہی تو قیدی اور خائف مذکور اور اندھے پر حج فرض نہین اگرچہ اندھے کو ہاتھ پکڑ کے لیجلنے والا ملے تو بھی اُسپر حج فرض نہین بنا بر قول مشہور کے امام سے اسواسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہین کہتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ذی زاد یصح بہ بدنہ فالمعتاد اللحم ونحوہ اذا قدر علی خبز وجبن لا یعد قادرا حج فرض ہی صاحب زاد پر ایسا توشہ جس سے اُسکا بدن صحیح سالم رہے تو جسکو گوشت وغیرہ نفیس خوراک کھانے کی عادت ہو جبکہ اُسکو روٹی اور پنیر پر قدرت ہو بدون گوشت کے تو وہ قادر نہین گنا جاتا اسواسطے کہ خلاف عادت سے صحت بدن دشوار ہی و راحلۃ مختصۃ بہ وہو المسمی بالمقتب ان قدر والا فشرط القدرۃ علی المحارۃ اور حج فرض ہی صاحب راحلہ پر جو اُسی کے واسطے مخصوص ہو یعنی اُسکو نوبت بنوبت اُترنا چڑھنا نہ پڑے اور راحلہ کو مقتب کہتے ہین یعنی چھوٹی کاٹھی والا اونٹ سواری کے واسطے کافی ہی اگر اُسپر سوار ہو سکے اور اگر کاٹھی پر سوار نہو سکے بسبب مرفہ الحالی کے اور نازک مزاجی کے تو فرضیت حج کی شرط یہ ہی کہ محمل پر قادر ہو اسواسطے کہ مرفہ الحال سے کاٹھی پر سفر نہین ہو سکتا بلکہ اسطرح اُسکی ہلاکی کا خوف ہی تو ہر شخص کے واسطے وہ راحلہ معتبر ہی جسپر وہ پہنچ جاوے کذا فی النہر ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہی فرمایا زاد اور راحلہ سے اور ابن عباسؓ سے روایت کی کہ حضرت نے استطاعت سبیل کی زاد راحلہ تفسیر فرمائی راحلہ اُس اونٹنی کو کہتے ہین جو کجاوہ باندھنے کے لائق ہو اور بعضے مطلق مرکب شتر کو راحلہ بولتے ہین نر ہو یا مادہ کذا فی ایصراح للآفاقی بالزاد والراحلۃ لا لمکی یستطیع المشی تشبیہ بالسعی للجمعۃ راحلہ شرط ہی آفاقی کے واسطے جو مکہ معظمہ سے دور رہتا ہی نہ مکی کے واسطے جو عرفات تک پیدل چل سکتا ہی اسواسطے کہ مکہ سے عرفات تک چلنا نماز جمعہ کے واسطے اُس جانے کے مشابہ ہی اور اگر بسبب شدت نقاہت کے نہ چلسکے تو اُسکے واسطے بھی راحلہ شرط ہی کذا فی النہر وافاد انہ لو قدر علی غیر الراحلۃ من بغل او حمار لم یجب قال فی البحر ولم ارہ صریحا وانما صرحوا بالکراہیۃ اور اشتراط راحلہ سے مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلہ کے سوا اور سواری پر قدرت ہو جیسے خچر یا گدھے پر تو حج واجب نہوگا بحر الرائق مین کہا کہ مین نے اس مسئلہ کو کتب فقہ مین مصرح نہین دیکھا اور فقہا نے تو گدھے اور خچر کی سواری کی کراہت حج کیواسطے صاف صاف بیان کی ہی یعنی کراہت تنزیہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حاشیۂ تحفۃ الاخیار مین حلبی نے کہا کہ سوائے اونٹ کے اور سواری سے حج کو نہ واجب کہنا مسلم نہین اسواسطے کہ ہر چند اصل لغت مین راحلہ اونٹ کو کہتے ہین لیکن راحلہ سے مراد وہ ہی جسپر سواری ہووے قہستانی نے تصریح کی ہی کہ راحلہ سے مراد وہ ہی جسپر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کھانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے اُسپر لادے جاتے اور آتے ہون انتہی اور شرح منسک متوسط مین ہی کہ شرط وجوب حج یہ ہی کہ مسلمان قادر ہو اونٹ پر یا گھوڑے پر یا خچر پر لیکن گدھے کی سواری مسافت بعیدہ مین مکروہ ہی تکلیف کشی کے سبب سے وفی السراجیۃ الحج راکبا افضل منہ ماشیا بہ یفتی والمقتب افضل من المحارۃ اور سراجیہ مین ہی کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہی پیادہ چلکر حج کرنے سے اسواسطے کہ پیدل چلنے والا مشقت راہ سے نازک مزاج ہو جاتا ہی اور رفیقون سے سخت کلامی کرتا ہی اور اگر بد مزاج نہو تو پیدل افضل ہی سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہی کہ اسمین ریا اور فخر کا خوف نہین کذا فی الطحطاوی وفی اجارۃ الخلاصۃ حمل الجمل مائتان واربعون منا وللحمار مائۃ وخمسون والظاہر ان البغل کالحمار اور خلاصہ کی کتاب الاجارہ مین ہی کہ اونٹ کا بوجھ ۲۴۰ من ہی اور گدھے کا بوجھ ۱۵۰ من ہی اور ظاہر خچر بوجھ مین گدھے کے برابر ہی من شرعی من ۴۰ استار کا ہی اور استار ساڑھے چھ درم کا ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ولو وہب الاب لابنہ مالا یحج بہ لم یجب قبولہ لان شرائط الوجوب لا یجب تحصیلہا وہذا منہا باتفاق الفقہاء خلافا للاصولیین اور اگر باپ

اپنے بیٹے کو مال دے حج کرنے کیواسطے تو اُسپر مال کا قبول کرنا واجب نہین اسواسطے کہ وجوب کی شرائط کو حاصل کرنا واجب نہین اور یہ یعنی قدرت زاد
اور راحلہ کی شرائط وجوب سے ہی باتفاق فقہا بخلاف اہل اصول کے کہ اُنکے نزدیک وجوب ادا کی شرائط سے ہی فضلاً عما لا بد منہ کما مر فی الزکوۃ جبکہ زاد
راحلہ فاضل ہو ضروریات شخص سے چنانچہ اُسکی تصریح کتاب الزکوۃ مین ہو چکی منح الغفار مین ہی کہ ضروریات انسانی جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام
اور استعمال کا لباس اور اسباب خانگی تو اِن اشیا کے ہونے سے استطاعت ثابت نہین ہوتی و منہ المسکن و مرمتہ ولو کبیرا یمکنہ الاستغناء ببعضہ والحج بالفاضل فانہ
لا یلزمہ بیع الزائد نعم ہو افضل وعلیہ بہ عدم لزوم بیع الکل والاکتفاء بسکنی الاجارۃ بالاولی اور ضروریات مین داخل ہی گھر اور اُسکی مرمت اگرچہ ایسا بڑا گھر ہو کہ
اُسمین سے تھوڑا مکان رہنے کو کفایت کرے اور باقی کو بیچکر حج ہو سکے تو بھی زائد از حاجت کا بیچنا حج کے واسطے اُسپر لازم نہین ہان زائد مکان کا
بیچڈالنا ادائے حج کے واسطے افضل ہی اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سب مکان کا بیچنا اور کرایہ کے مکان مین رہنا بطریق اولی لازم نہین وکذا
لو کان عندہ مال لو اشتری بہ مسکنا و خادما لا یبقی عندہ ما یکفی الحج لا یلزمہ خلاصہ اور اسیطرح اگر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اگر اُس مال سے گھر اور
خادم کو مول لیوے تو اُسکے پاس اتنا مال باقی نہ رہے جو حج کو کفایت کرے تو اُسپر لازم نہین کہ حج ہی کرے اور گھر نہ لے کذا فی الخلاصۃ اسواسطے کہ یہ مال
حاجت اصلی سے زائد نہین اور حج فرض نہین ہوتا مگر اُس مال سے جو حاجت اصلی سے زیادہ ہو وحرر فی النہر انہ یشترط بقاء راس المال لحرفۃ ان احتاجت لذلک
والا لا اور تحریر کی ہی نہر الفائق مین کہ وجوب حج مین باقی رہنا راس المال کا ہی جو اپنے پیشے کیواسطے مشروط ہی اگر اُسکے پیشے مین مال کی حاجت ہو اور اگر
حاجت نہو تو بقائے مال شرط نہین خلاصہ یہ ہی کہ اہل حرفہ کے واسطے بعد حج کے بقائے مال شرط نہین چنانچہ درزی کہ اُسکے پیشے مین مال کی حاجت نہین بخلاف
کاشتکار کے کہ وہ آلات کاشتکاری کا محتاج ہی اور سوداگر کے کہ بدون مال کے تجارت متصور نہین وفی الاشباہ معہ الف وخاف العزوبۃ ان کان قبل خروج اہل بلدہ
فلہ التزوج ولو وقتہ لزمہ الحج اور اشباہ مین ہی کہ ایک شخص کے پاس ہزار درم ہین اور وہ مجرد رہنے سے ڈرتا ہی تو اگر حج کے قافلہ چلنے سے پہلے وہ ہزار کا مالک ہوا
تو اُسکو نکاح کر لینا جائز ہی اور اگر شہر سے قافلہ چلنے کے وقت مالک ہوا تو اُسپر حج لازم ہی وفضلاً عن نفقۃ عیالہ ممن یلزمہ نفقتہ لتقدم حق العبد اور زاد و راحلہ
زیادہ ہو اُسکے اہل و عیال کے خرچ سے اہل و عیال سے مراد وہ لوگ ہین جنکا نفقہ اُسپر لازم ہی بسبب مقدم ہونے حق العبد کے یعنی عبد کا حق خدا کے حق پر مقدم
ہی بحکم شرع اسواسطے کہ خدا بے نیاز ہی اور بندے محتاج الی حین عودہ وقیل بعدہ بیوم وقیل بشہر توشہ زائد ہو عیال کے خرچ سے حج سے پھرنے تک اور بعضے
علمانے کہا کہ بعد پھرنے کے ایکدن کا نفقہ زیادہ ہو اور بعضون نے کہا کہ مہینے کا نفقہ زیادہ ہو ایکدن کی روایت امام سے ہی اور مہینے کی روایت ابو یوسف سے
اور نفقہ سے متوسط نفقہ مراد ہی نہ تنگی کا نہ اسراف کا کذا فی حاشیۃ الطحاوی مع امن الطریق بغلبۃ السلامۃ ساتھ امن راہ کے بسبب غلبۂ سلامتی کے یعنی امن راہ
شرط ہی وجوب حج کی اسواسطے کہ بدون امن کے حصول حج متعسر ہی اور امن قافلہ جانیکے وقت چاہیے اگرچہ غیر وقت مین امن نہو اور امن راہ سے مراد یہ ہی کہ لوگ اکثر
باسلامت آتے جاتے ہون اور خوف قلیل الوجود معتبر نہین اور یہی قول فقیہ ابو اللیث کا مختار ہی اور یہی معتمد ہی اسکے سوائے اور اقوال لائق اعتماد کے نہین اور
جس ملک سے بدون سواری جہاز کے حج نہو سکتا ہو چنانچہ ہندوستان سے تو ایسے ملک کے سقوط حج مین اختلاف ہی کرمانی نے کہا کہ اگر سمندر مین سلامتی غالب ہو
اور اُس بندر سے سواری جہاز کی مروج ہو تو حج واجب ہی اور اگر غلبۂ سلامتی کا نہین تو حج بھی واجب نہین اور یہی قول اصح ہی کذا فی منح الغفار اب بالفعل ہندوستان مین
امن راہ خشکی اور تری مین بخوبی حاصل ہی اور مشق جہاز رانی کی بسبب اختلاط نصاریٰ کے بخواب حاصل ہی کبھی نہ تھی سواب اہل ہند پر وجوب حج مین ہرگز تردد نہین
ہزارون شخص ہر سال ہند سے جاتے ہین اور حج کرکے باسلامت پھر آتے ہین ولو بالرشوۃ علی ما حققہ الکمال اگرچہ امن راہ رشوت دیکر حاصل ہو بنا بر تحقیق
کمال الدین محقق کے یعنی اگر قطاع الطریق کو رشوت دیکر امن حاصل ہو تو رشوت دینا واسطے دفع ظلم ظالم کے جائز ہی اور حرام رشوت وہ ہی جو کسی کی
حق تلفی کیواسطے ہو وسیجیئ آخر الکتاب ان قتل بعض الحجاج عذر اور آخر کتاب مین آویگا کہ مقتول ہونا بعضے حاجیون کا عذر ہی یعنی اگر ہر سال یا اکثر کچھ حجاج

مارے جاتے ہون تو سقوط حج مین قدر صریح ہے اسواسطے کہ غلبہ سلامتی کا نہین وہل مایوخذ فی الطریق من المکس و الخفارة عذر قولان والمعتمد لا کما فی القنیة والمجتبی وعلیہ الفتوی فیجتسب فی الفاضل عما لا بد منہ القدرة علی المکس ونحوہ کما فی مناسک الطرابلسی اور کیا وہ مال جو بطریق وہ ایک اور راہداری کے لیا جاتا ہے راہ مین عذر ہو سکتا ہے سقوط حج کا اسمین دو قول ہین اور قول معتمد یہ ہے کہ اسطرح دینا عذر نہین کذا فی القنیہ والمجتبی اور اسی قول پر فتوی ہے تو اسصورت مین ایسے مال دینے کی قدرت کو بھی زائد از ضروریات مین حساب کرنا چاہیے اسیطرح مذکور ہے طرابلسی کے مناسک مین ومع زوج او محرم ولو عبدا او ذمیا او برضاع اور شرط ہے ساتھ ہونا زوج یا محرم کا اگرچہ زوج اور محرم غلام ہو یا ذمی محرم ہو یا رضاعی محرم عورت کا وہ ہے جسکا نکاح اُس عورت سے درست نہو خواہ نسب سے یا رضاعت یا مصاہرت سے کذا فی النہر مسلم اور ابوداؤد مین حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مومنہ کو حلال نہین تین منزل یا زیادہ سفر کرنا بدون اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے یا زوج یا محرم کے کذا فی العینی شرح الکنز بالغ قید لہما فی النہر بحثا بالغ زوج اور محرم دونون کی قید ہے کما فی النہر بحثا تو اگر زوج یا محرم صغیر ہو تو عورت پر حج واجب نہوگا عاقل ہمراہی زوج یا محرم ہوشیار کی شرط ہے تو مجنون زوج یا محرم سے وجوب نہین المراہق کبالغ جوہرہ اور قریب البلوغ بالغ کے مانند ہے کذا فی الجوہرة غیر مجوسی ولا فاسق لعدم حفظہما بشرطیکہ محرم مجوسی نہو اور مسلم فاسق نہو بسبب عدم حفاظت دونون کے اسواسطے کہ مجوسی کے دین مین مان بہن حلال ہے اور فاسق بھی لائق اعتماد کے نہین مع وجوب النفقة لمحرمہا علیہا لانہ محبوس علیہا ساتھ واجب ہونے نفقہ محرم کے عورت پر یعنی جب محرم ساتھ ہوا تو اُسکا نفقہ عورت پر واجب ہے اسواسطے کہ وہ اُسکے کام مین بند ہو گیا لامرأة حرة ولو عجوزا فی سفر سفر حج مین حرہ عورت کے واسطے زوج یا محرم مشروط ہے اگرچہ عورت بڈھی ہو وہل یلزمہا التزوج قولان اور کیا لازم ہے عورت کو نکاح کر لینا اسمین دو قول ہین یعنی اگر عورت مالدار ہو اور اُسکا کوئی محرم نہو تو وہ حج کیواسطے نکاح کرلے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اُسپر نکاح لازم نہین ولیس عبدہا بمحرم لہا اور عورت کا غلام عورت کا محرم نہین اگرچہ وہ خصی ہو تو غلام کے ساتھ سفر کرنا حرام ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی عن البزازیة ولیس لزوجہا منعہا عن حجة الاسلام اور زوج کو جائز نہین کہ عورت کو حج اسلام سے منع کرے یعنی حج فرض سے بشرط محرم ہان حج نفل سے روکنا درست ہے کذا فی منح الغفار ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراہة اور اگر عورت نے بدون محرم کے حج کیا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی ومع عدم عدة علیہا مطلقا آیة عدة کانت ابن ملک اور بشرطیکہ عورت پر مطلقا عدت نہو کوئی عدت کیون نہو خواہ عورت وفات کی خواہ طلاق بائن یا رجعی کی ہکذا صرح ابن ملک والعبرة لوجوبہا ای العدة المانعة من سفرہا وقت خروج اہل بلدہا وکذا سائر الشروط اور اعتبار اُس عدت کے واجب ہونیکا جو عورت کو سفر سے مانع ہے اسکے شہر والون کے نکلنے کے وقت کا ہے یعنی جب اہل شہر حج کے واسطے نکلین اگر عورت عدت مین ہوگی تو سفر حج نہ کر سکیگی کہ عدت مین سفر کرنا جائز نہین اور اگر بعد سفر کرنے کے عدت واجب ہوئی تو اُسکی تفصیل کتاب العدة مین مذکور ہے اور چنانچہ اعتبار وجوب عدت کا خروج کے وقت معتبر ہے اسیطرح سب شروط سابقہ کا اعتبار خروج ہی کے وقت ہے یعنی اسلام اور حریت اور عقل اور بلوغ اور صحت بدن اور بینائی اور قدرت زاد اور راحلہ کی وقت خروج معتبر ہے نہ قبل خروج کے نہ بعد خروج کے مثلاً قبل خروج قافلہ مقدور زاد کا تھا اور خروج کے وقت مفلس ہو گیا یا خروج کے وقت مفلس تھا اور بعد قافلہ چلے جانیکے مقدور والا ہو گیا تو اُس سال کا حج اُسپر لازم نہین فلو احرم صبی عاقل او احرم عنہ ابوہ صار محرما وینبغی ان یجردہ قبلہ ویلبسہ ازارا ورداء مبسوط وظاہرہ ان احرامہ عنہ مع عقلہ صحیح فمع عدمہ اولی سو اگر احرام باندھا صغیر ہوشیار نے یا اُسکی طرف سے اُسکے باپ نے اُسکا احرام باندھا تو دونون طرح سے صغیر محرم ہوگا اور باپ کو چاہیے کہ صغیر کو لباس سے برہنہ کرے اور اُسکو تہمد اور چادر پہنا دے ہکذا فی المبسوط اور مبسوط کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ احرام کرنا باپ کا صغیر کیطرف سے باوجود اُسکے عقل اور ہوش کے صحیح ہے تو اُسکی بیہوشی اور نافہمی مین باپ کا احرام باندھ دینا بطریق اولی صحیح ہوگا فبلغ او عبد فعتق قبل الوقوف فمضی کل علی احرامہ لم یسقط فرضہما لانعقادہ نفلا پھر صغیر احرام باندھنے کے بعد بالغ ہو گیا

یا غلام احرام باندھکر آزاد ہو گیا قبل ٹھہرنے عرفات کے پھر اُسی اگلے احرام پر ہر ایک چلا گیا یعنی دوسرا احرام نہ باندھا تو دونون کا فرض حج ساقط نہوگا اسلیے کہ شروع سے نفل تھا پھر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم ہوگا **فلو جدد الصبی الاحرام قبل وقوفہ بعرفة ونوی حجة الاسلام اجزاہ** پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اس احرام جدید سے فرض حج کی نیت کی تو کافی ہے یعنی فرضیت ادا ہوگی م احرام جدید اسطرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہان دوسرا احرام باندھکر حج کی نیت سے لبیک کہے **ولو فعل العبد المعتق ذلک التجدید المذکور لم یجزہ لانعقادہ لازما بخلاف الصبی والکافر والمجنون** اور اگر آزاد غلام اسطرح سے نیا احرام باندھیگا تو اُسکو کفایت نہ کریگا یعنی اُسپر سے فرض حج ساقط نہوگا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم ہو گیا تو اُسکو توڑ نہین سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صغیر کا احرام لازم نہین تو اُسکو احرام توڑنا جائز ہے اور کافر کا احرام سرے سے صحیح نہین بسبب عدم اہلیت کے **والحج فرضہ ثلثة الاحرام** اور حج مین تین کام فرض ہین

اول احرام باندھنا فرض وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل ہو جاوے اور سال آیندہ مین اُسکی قضا لازم آوے **وہو شرط ابتداءً وله حکم الرکن انتہاءً حتی لم یجز لفایت الحج استدامته یقضی بہ من قابل** اور احرام شرط ہے باعتبار ابتدا کے لہذا اُسکی تقدیم حج کے مہینون پر جائز ہے جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہے اور احرام کو رکن کا حکم ہے باعتبار انتہا کے تا اینکہ جسکا احرام باندھکر حج فوت ہو گیا ہو اُسکو احرام کا باقی رکھنا تا کہ سال آیندہ اُس سے حج کی قضا کرے جائز نہین اور اگر شرط ہوتا ہر طرح سے تو اُسکا باقی رہنا جائز ہوتا **والوقوف بعرفة فی اوانہ سمیت بہا لان آدم علیہ السلام وحوا تعارفا فیہا** اور دوسرا فرض عرفات کا ٹھہرنا ہے اُسکے خاص وقت مین عرفات کا نام عرفات اسواسطے رکھا گیا کہ آدم اور حوا علیہما السلام مین وہین تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق اُترے پھر بعد مدت عرفات مین یکجا ہوے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا **ومعظم طواف الزیارة وہما رکنان** اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت اور دونون یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارة رکن ہین حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر ہے طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور جماع قبل طواف سے فاسد نہین ہوتا کذا فی العالمگیریہ **وواجبہ نیف وعشرون** اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہین چنانچہ پچیس کام ہین چنانچہ شمار واجبات کا رقم ہندسہ سے معلوم ہوگا واجب وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل نہین ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہے

وقوف جمع وہو المزدلفة سمیت بذلک لان آدم اجتمع بحوا عم وازدلف الیہا ای دنا منہا ٹھہرنا جمع کا یعنی مزدلفہ کا اسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے ساتھ وہان جمع ہوئے اور اُنسے قریب ہوگئے **والسعی عند الائمة الثلثة ہو رکن بین الصفا سمی بہ لانہ جلس علیہ آدم صفوة الله والمروة لانہ جلس علیہا امرأتہ وہی حوا ولذا انثت** ۲- اور چلنا صفا اور مروہ کے درمیان اور تینون امامون کے نزدیک سعی کرنا رکن ہے صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہین مسجد الحرام کے پاس صفا اسواسطے اُسکا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اُسپر بیٹھے اور مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امراة یعنی عورت اُسپر بیٹھی عورت سے حوا مراد ہین اور اسی واسطے لفظ مروہ مونث ہے بعضے علما نے وجہ تسمیہ یون بیان کی ہے کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مروہ ایک عورت کا نام تھا سو دونون نے بیت اللہ مین حرام کاری کی حق تعالی نے اُنکو پتھر کر ڈالا دونون صورتون کو دونون پہاڑیون پر لوگون کی عبرت کے واسطے رکھدیا کذا فی حاشیة الطحطاوی واللہ اعلم **ورمی الجمار لکل من حج** ۳- اور کنکریان مارنا جمرات ثلثہ پر ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ منفرد **وطواف الصدر ای الوداع للآفاقی غیر الحائض** ۴- اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف آفاقی کو سواے حائض کے تو مکی اور بستانی اور حائضہ پر طواف الصدر واجب نہین **والحلق او التقصیر** ۵- اور سر منڈانا یا بال کترانا **وانشاء الاحرام من المیقات** ۶- اور احرام کا شروع کرنا میقات سے یعنی احرام کے مقام سے **ومد الوقوف بعرفة الی الغروب ان وقف نہارا** ای اور دراز کرنا وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن مین وقوف کیا ہو یعنی کچھ دن اور رات کے وقوف کو جمع کرنا واجب ہے **والبدایة بالطواف من الحجر الاسود علی الاشبہ لمواظبتہ علیہ السلام وقیل فرض وقیل سنة** اور واجب ہے حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنا بر اشبہ قول کے اسواسطے کہ رسول اللہ صلعم ہمیشہ ابتداے طواف حجر اسود سے

کرتے تھے اور بعضون کے نزدیک یہ فرض ہی اور بعضون کے نزدیک سنت ہی والتیامن فیہ ای فی الطواف فی الاصح ۹۔ اور طواف کو اپنے داہنی طرف سے کرنا
بنابر قول اصح کے یعنی جب حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی داہنی طرف سے طواف کرے جدھر ملتزم اور دروازہ ہی بیت اللہ کا والمشی فیہ لمن لیس لہ عذر یمنعہ
ولو نذر طوافا زحفا لزمہ ماشیا ولو شرع متنفلا زحفا فمشیہ افضل ۱۰۔ اور واجب ہی طواف مین اپنے پانون چلنا جسکو ایسا عذر نہین جو چلنے کا مانع ہو اور جسنے نذر
مانی طواف کی زمین پر گھسلکر تو اُسپر پیدل طواف کرنا لازم ہی اور اگر نفل طواف زمین پر گھسلکر شروع کیا تو اُسکو طواف مین پانون سے چلنا افضل ہے
والطہارۃ فیہ من النجاسۃ الحکمیۃ علی المذہب قیل والحقیقیۃ من ثوب وبدن ومکان طواف والاکثر علی انہ سنۃ موکدۃ کما فی شرح لباب المناسک ۱۱۔ اور طواف مین
طہارت نجاست حکمی سے واجب ہی بنابر قوی مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہی کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے واجب
ہی اور اکثر علما کا یہ قول ہی کہ نجاست حقیقی کی طہارت سنت مؤکدہ ہی نہ واجب چنانچہ لباب المناسک کی شرح مین مذکور ہی وستر العورۃ فیہ وبکشف ربع
العضو فاکثر کما فی الصلوۃ یجب الدم ۱۲۔ اور شرمگاہ کا ڈھکنا طواف مین اور چوتھائی عضو یا زیادہ کھلنے سے طواف مین ذبح کرنا واجب ہوتا ہی چنانچہ کشف
عضو کا بیان کتاب الصلوۃ مین گذرا وبدایۃ السعی بین الصفا والمروۃ من الصفا ولو بدأ بالمروۃ لایعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳۔ اور صفا اور مروہ
کے درمیان کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کریگا تو شوط اول مین اسکا شمار نہوگا قول اصح مین یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک
یہ شوط اول مین داخل نہین بسبب ترک واجب کے بلکہ شوط اول عبارت ہی ابتداے صفا سے مروہ تک والمشی فیہ فی السعی لمن لیس لہ عذر کما مر ۱۴۔ اور
چلنا سعی مین جسکو چلنے مین کچھ عذر مانع نہین چنانچہ طواف مین مذکور ہوا وذبح الشاۃ للقارن والمتمتع ۱۵۔ اور ذبح کرنا بھیڑ بکری کا قارن
یا متمتع کو وصلوۃ رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکہا ہل علیہ دم قیل نعم فیوصی بہ ۱۶۔ اور دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہی سات بار بیت اللہ
کے گرد گھومنے کے بعد کوئی طواف کیون نہو یہانتک کہ طواف نفل مین بھی دو رکعتین واجب ہین سو اگر دو رکعت کو طواف کرنیوالے نے ترک کیا تو اُسپر ذبح کرنا
کیا واجب ہی بعضے علمانے کہا کہ ہان واجب ہی تو اگر قبل ذبح کے موت اُسکو آوے تو ذبح کرنیکی وصیت کر جاوے والترتیب الآتی بیانہ بین الرمی والحلق
والذبح یوم النحر ۱۷۔ اور ترتیب کرنا درمیان کنکریان مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ بیان اس ترتیب کا آویگا واما الترتیب
بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والحلق لاشئی علیہ ویکرہ لباب اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریان مارنے اور سر منڈانے
کے درمیان مین ہی سو تو سنت ہی واجب نہین تو اگر طواف کیا قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اُسپر لازم نہین لیکن مکروہ تنزیہی ہی بسبب ترک سنت کے
کذا فی لباب المناسک وسیجئی ان المفرد لاذبح علیہ وتحققہ اور آگے آویگا کہ مفرد پر یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران اور بلا تمتع اُسپر ذبح واجب نہین اور
عنقریب باب الجنایات مین ہم اسکی تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضۃ ای الزیادۃ فی یوم من ایام النحر ۱۸۔ اور طواف الافاضہ یعنی طواف الزیارۃ کو
کرنا کسی دن مین قربانی کے دنون سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹۔ اور واجبات سے ہی طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھ حطیم اس جگہ کا
نام ہی جو بیت اللہ کے جانب مغرب اور شمال واقع ہی اُسکے گرد چھوٹی دیوار ہی کمان کے مانند حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت مین حطیم بیت اللہ
کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت مین جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت مصارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کر دیا پھر جب حطیم بیت اللہ مین داخل ٹھہری لہذا
طواف مین اُس کا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہوا کہ دخول اُسکا بیت اللہ مین بدلیل قطعی ثابت نہین واللہ اعلم وکون السعی بعد طواف
معتد بہ ۲۰۔ اور سعی کا ہونا بعد طواف کے جو شمار کے لائق ہی یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد اس واسطے کہ دو تین شوط سے طواف معتبر نہین وتوقیت الحلق
بالمکان والزمان ۲۱۔ اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص مین یعنی حلق کرنا حرم کے اندر ایام نحر مین واجب ہی وترک المحظور
کالجماع بعد الوقوف ۲۲۔ اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے واجب ہی چنانچہ جماع اور قبل وقوف کے جماع مفسد ہی

لہ مناسب یہ تھا کہ ترجمہ یون ہوتا اور اول ترجمہ یون ہوا چوتھائی کھلا رکھنا چھوٹے عضو کا نماز ہوگا ۱۲

حج کا ولبس المخیط ۲۳- اور جیسے سے لباس کے پہننے کو ترک کرنا وتغطیۃ الراس والوجہ ۲۴- اور سر کو ڈھکنا ۲۵- اور چہرے کو ڈھکنا والفضا بزاد ان کی
مایجب تبرکہ دم فھو واجب صرح بہ فی الملتقی وسیتضح فی الجنایات اور قاعدۂ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنے کا یہ ہی کہ جس فعل کے ترک کرنے سے ذبح کرنا
واجب ہو سو وہ فعل واجب ہی یہی تصریح ہی ملتقی مین اور جن افعال سے ذبح کرنا لازم ہوتا ہی اُسکا بیان باب الجنایات مین واضح ہوگا م شارح نے بعد
بعد شمار واجبات کے قاعدہ دریافت واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات حج ان ۲۵- امور مین منحصر نہین اسواسطے کہ کوچ کرنا عرفات سے
امام کے ساتھ واجبات سے ہی اور حالانکہ اُسکو نہ مصنف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وقایہ اور درر مین پانچ چیزون کو واجب کہا
یعنی وقوف مزدلفہ اور سعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہی کہ سواے فرائض اور اُن واجبات کے باقی افعال
سنت ہین یا مستحب حالانکہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ واجبات پانچ مین منحصر نہین اور ایسے مقام مین شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا ہی کذا فی منح الغفار فائدہ جلیلہ
اکثر کتب مین افعال خمسۂ مذکورہ کو واجبات مین شمار کیا ہی اور بعضی کتابون مین دریافت واجبات کا ضابطہ مذکورہ مندرج ہی چنانچہ ملتقی الابحر سے شارح نے
نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہین جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات مین اُسکی خود تصریح موجود ہی لیکن ماتن اور شارح نے ۲۵
واجبات شمار کیے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وغیرہا سُنن وآداب کان یتوسع فی النفقۃ ویحافظ علی الطہارۃ وعلی صون لسانہ اور فرائض
اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہین اور مستحب چنانچہ کشایش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور سواری کے اوپر اسلیے کہ حج مین خرچ کرنا ثواب مین
جہاد کے خرچ کے برابر ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور سخت گوئی اور دشنام سے بچانا ہر چند زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہی
علی الخصوص حج مین زیادہ تر اُسکا اہتمام لازم ہی قال اللہ تعالیٰ فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ویستاذن ابویہ ودائنہ وکفیلہ
اور مستحب ہی حج کی اجازت لینا اپنی مان اور باپ سے اور قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اُسکے کہنے سے اُسنے ضمانت کی ہو اور اگر اُسکے بدون
امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویودع المسجد برکعتین ومعارفہ ویستحلہم ویلتمس دعاءہم اور مستحب ہی
محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھکر رخصت ہونا اور اپنے دوستون سے رخصت ہونا تاکہ وہ دعاے خیر کرین اور مستحب ہی دوستون اور آشناؤن سے
اپنے قصور معاف کروانا اور اُنسے دعا کی درخواست کرنا اور فتح القدیر مین ہی کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کرکے آوے تو دوستون
کو اُسکے پاس آنا چاہیے ویتصدق بشیء عند خروجہ ویخرج یوم الخمیس فعلیہ خرج علیہ السلام فی حجۃ الوداع او الاثنین او الجمعۃ بعد التوبۃ والاستخارۃ
اے فی انہ ہل یشتری او یکتری وہل یسافر برا او بحرا وہل یرافق فلانا اولا لان الاستخارۃ فی الواجب والمکروہ لا محل لہا وتمامہ فی النہر اور
مستحب ہی کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اسواسطے کہ صدقہ دافع ہی بلا کا اور سنت ہی سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اسی دن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہی بعد توبہ اور استخارہ کرنے کے یعنی یہین استخارہ کرے
کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی مین کرے یا دریا مین اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نہ کرے اور یون نہ استخارہ کرے
کہ مین حج کرون یا نہ کرون اسواسطے کہ واجب اور مکروہ مین استخارہ بیموقع ہی ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست + اور پورا بیان اُسکا
نہر الفائق مین ہی م اور باقی مضمون نہر الفائق کا یون ہی کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہی کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری
رکعت مین قل ہو اللہ احد پڑھے پھر استخارہ کی دعا جو احادیث مین ثابت ہی پڑھے پھر توبہ کرے شرائط توبہ کی مراعات کرکے یعنی جنکی حق تلفی کی ہو اُنسے معاف
کراوے اور جسکا مال چوری یا دغابازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اُسکو پھیر دے حتی الامکان اور جن عبادات مین قصور ہوا ہو اُنکو قضا کرے اور اپنے
گناہون سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر اُن گناہون کو نہ کریگا اسواسطے کہ اس شاہنشاہ کے دربار مین اُن مجلسات کو لیجانا

کمال بے ادبی ہی اور نفقہ حلال کی طلب مین نہایت کوشش کرے اور اِس سفر مین ضرور ہی رفیق صالح کی صحبت کہ غفلت کے وقت مین ہوشیار کردے اور بیصبری اور ناشکیبائی کی حالت مین صبر کی تعلیم کرے اور جب یہ عاجز ہو تو وہ اعانت کرے اور حج کرنیوالے کو مناسب ہی کہ کرایہ والے کو اپنا اسباب دکھلا دیوے اور بدون اُسکی اجازت کے زیادہ سواری پر نہ لادے اور بعد اجازت کے بھی جانور کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ رکھے اور سفر حج مین بہتر یہ ہی کہ تجارت کی نیت نہ کرے اگرچہ تجارت سے ثواب کم نہین ہوتا مانند غازی کے اور لازم ہی کہ اِس سفر مین ریا اور سمعہ اور تفاخر سے آپکو بچاوے ولہذا محمل کو بعضے علمانے مکروہ جانا ہی انتہی ما فی النہر الفائق اور فتح القدیر مین ہی کہ تحصیل نفقہ حلال مین کوشش بلیغ لازم ہی اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہین ہوتا اگرچہ فرض ساقط ہوجاتا ہی اور سقوط حج اور عدم قبول حج مین کچھ مخالفت نہین عدم قبول کے یہ معنی کہ ثواب حاصل نہین ہوتا اور سقوط کا یہ مطلب کہ آخرت مین عذاب نہین جیسا کہ تارکین حج کو ہوگا اور فتاوی قاضیخان مین ہی کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اُسمین کچھ شبہہ ہو حرمت کا تو اُسکی تدبیر یہ ہی کہ نفقہ حج کیواسطے قرض لے اور اپنے اُس مال سے قرض کو ادا کرے اور ینابیع مین ہی کہ عیال کا خرچ دیجاوے اور خوش خرم سفر کرے اور راہ مین تقوی اختیار کرے اور ذکر اللہ کی کثرت کرے اور بدخلقی اور غضب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگونکی بدخلقی اور غصہ سہا کرے حلم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریۃ اور سفر کی دعائین حصن حصین وغیرہ کتب احادیث سے یاد کرلے یا لکھ لے تاکہ اُنکو اپنے موقع پر پڑھا کرے م یہ مستحبات اور آداب سفر تھے جو بقدر ضرورت مذکور ہوے اب سنن اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیے طواف القدوم اور طواف مین رمل کرنا یعنی اکڑنا اور صفا مروہ کے اندر دو سبز میناروں کے درمیان شتاب چلنا اور ایام نحر کی راتون مین منا مین رہنا اور عرفے کے دن بعد طلوع آفتاب کے منا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منا کی طرف چلنا قبل طلوع آفتاب کے سنت ہی کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ مین رات کو رہنا سنت ہی اور جمرات ثلثہ کی رمی مین ترتیب سنت ہی کذا فی العالمگیریۃ عن البحر اور ممنوعات حج دو قسم ہین ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ چھ طرح پر ہی جماع کرنا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر اور چہرے کو ڈھکنا اور سیاہ کپڑا پہننا اور دوسری قسم وہ ہی جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر مین کرے جیسے شکار کرنا حل اور حرم کے درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریۃ **واشہرہ شوال وذو القعدۃ** بفتح القاف وتکسر **وعشر ذی الحجۃ** بکسر الحاء وتفتح وعند الشافعی لیس منہا یوم النحر وعند مالک ذو الحجۃ کلہ عملا بالآیۃ قلنا اسم الجمع یشترک فیہ ما وراء الواحد اور حج کے مہینے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہین اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینون مین نہین اور امام مالک رح کے نزدیک تمام ذی الحجہ حج کے مہینون مین داخل ہی بدلیل آیت قرآنی کہ حق تعالی نے فرمایا (الحج اشہر معلومات) یعنی حج کے مہینے معلوم اور مشہور ہین لفظ اشہر جمع ہی اور اقل جمع تین ہی شارح کہتا ہی ہم جواب دیتے ہین امام مالک کے استدلال کا کہ صیغہ جمع مین ما وراء واحد بھی مشترک ہی یعنی دو اور دو سے زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قرآن مجید مین ثابت ہی حق تعالی نے فرمایا (فقد صغت قلوبکما) یعنی تم دونون کے دل مائل ہوگئے قلوب جمع ہی اور مراد مثنی ہی یعنی دو چنانچہ زمخشری نے اسکو مصرح کیا ہی تو جب جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور بعض ثالث پر بطریق اولی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرۂ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا ہی شارح نے اسکا جواب قول آیندہ مین دیا **وفائدۃ التوقیت انہ لو فعل شیئا من افعال الحج خارجہا لا یجزیہ** اور فائدہ اِس توقیت اور تعیین کا یہ ہی کہ اگر افعال حج مین سے کوئی فعل اِس مدت سے باہر کرے تو کفایت نہ کریگا یعنی مثلاً اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھین شوال سے تو جائز نہین یا کوئی سعی کرے بعد طواف القدوم کے اشہر حج سے پہلے تو صحیح نہین اور احرام باندھنا اشہر حج مین مکروہ نہین اور اِس سے قبل جائز ہی مع الکراہت جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ شارح کو لازم تھا کہ بجاے لا یجزیہ کے لا یحل کہتا تاکہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے کفایت کرتا ہی مگر حلال نہین قہستانی نے کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارۃ بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہین لیکن حلال نہین بلکہ حرام ہین کذا فی تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی

و انہ یکرہ الاحرام ای قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظورات لشبہتہ بالرکن کما مر واطلاقہا یفید التحریم اور البتہ مکروہ ہی احرام باندھنا قبل ان مہینون
کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ ہونے احرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ اسکا بیان فرائض حج مین گذرا
اور مطلق بولنا کراہت کا تحریم کا مفید ہوا یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہی والعمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ موکدۃ علی المذہب اور عمرہ کرنا تمام عمر مین ایکبار
سنت موکدہ ہی بنا بر قوی مذہب کے اور بعضے علماء حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وصحح فی الجوہرۃ وجوبہا اور جوہرہ مین
وجوب عمرہ کی تصحیح کی اگر کوئی کہے کلام مجید مین ارشاد ہوا (اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنی تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کے واسطے اس آیت مین اتمام
بصیغہ امر ارشاد ہوا اور امر مفید ہی وجوب کا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا قلنا المامور بہ فی الآیۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول ہم جواب
مین کہتے ہین کہ آیت مین امر ہی اتمام کا اور اتمام نہین ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اسیکے تو ہم قائل ہین کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہو جاتی ہی
ہم عمرہ مشتق ہی اعتمار سے اور اعتمار لغت مین آباد مکان کی طرف جانیکو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وہی احرام وطواف وسعی وحلق
او تقصیر اور شرع مین عمرہ عبارت ہی احرام اور طواف اور سعی مین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط ومعظم الطواف رکن وغیرہما
واجب وہو المختار سو احرام باندھنا عمرہ مین شرط ہی اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ کے فرض ہی اور باقی واجب ہی اور یہی قول
مختار ہی یعنی سعی اور حلق کا عمرے مین واجب ہونا ویفعل فیہا کفعل الحاج اور عمرے کے احرام اور طواف اور سعی مین ویسا کرے جیسا کہ حج کرنیوالا
کرتا ہی اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈاوے تو احرام سے باہر ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وجازت فی
کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہی عمرہ کرنا تمام سال مین سواے ایام منہیہ کے اور مستحب ہی رمضان شریف مین ہم سنن ابی داؤد مین
عبد اللہ بن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان مین عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنیکے برابر ہی اور نسائی مین عبد اللہ
سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہون کو دور کرتے ہین جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو صاف کرتی ہی وکرہت

تحریما یوم عرفۃ واربعۃ بعدہا ای کرہ انشاؤہا بالاحرام حتی یلزم دم وان رفضہا لا ادائہا فیہا باحرام سابق کقارن فاتہ الحج فاعتمر فیہا لم یکرہ اج

وعلیہ فاستثناء الخانیۃ القارن منقطع فلا یختص بیوم عرفۃ کما توہمہ فی البحر اور مکروہ تحریمی ہی عمرہ کرنا عرفے کے دن اور اسکے بعد چار دن
اور یعنی احرام باندھکر عمرہ شروع کرنا ان دنون مین مکروہ ہی یہانتک کہ اسپر ذبح کرنا لازم آویگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد احرام کے
اسکو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنون مین مکروہ نہین چنانچہ قران کرنے والے کو حج نملا سو اسنے ان دنون مین
عمرہ کیا تو مکروہ نہین کذا فی السراج اور بنا بر روایت سراج کے استثنا خانیہ کا قارن کو استثناے منقطع مین داخل ہی یعنی خانیہ مین جو یون
کہا ہی کہ عمرہ ان دنون مین مکروہ ہی مگر قارن کو مکروہ نہین تو یہ استثنا متصل نہین بلکہ منقطع ہی اسواسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہی
اور مکروہ ان دنون کا احرام ہی تو مستثنے داخل نہین مستثنے منہ مین اسی کا نام منقطع ہی پھر جب سراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ پانچ دن
عمرہ مکروہ ہی تو کراہت فقط عرفے کے دن کو مخصوص نرہی جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہی والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزہا
مرید مکۃ الا محرما خمسۃ اور مواقیت یعنی وہ مکان جنسے بدون احرام کے گذرنا مکے کے جانیوالے کو درست نہین پانچ ہین ہم مواقیت جمع ہی میقات کی لفظ
میقات مشترک ہی درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہان مکان ہی کذا فی المنح تبعا للبحر اور نہر الفائق مین ہی کہ میقات عبارت ہی وقت معین
سے اور مکان احرام کے واسطے مستعار ہی اور جوہری کا صحاح مین یون کہنا کہ میقات موضع احرام ہی وہ ہمارے قول کے مخالف نہین اسواسطے کہ جوہری
کی عادت نہین تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز مین اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے دھوکا کھایا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہی کلامہ

معلوم کرنا چاہیے کہ شاہنشاہ علی الاطلاق نے کعبۂ معظمہ کو بزرگی دی اُسکو بارگاہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اُسکا جلوخانہ بنایا اور شہر مکہ کو مسجد الحرام کا احاطہ کیا اور حرم کو شہر کا پیشگاہ ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجراگاہ قرار دیا اور وہان سے احرام باندھنا واجب کیا اُس بقعہ مبارکہ کے اظہار شرف کے واسطے تو اسمین سب قاصدین مکہ داخل ہین خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاوین خواہ بہ نیت سکونت ہجرت خواہ بہ نیت تجارت بہر صورت احرام واجب ہی

ذوالحلیفة بضم ففتح مکان علی ستة امیال من المدینة وعشر مراحل من مکة تسمیها العوام ابار علی رضی اللہ عنہ یزعمون انہ قاتل الجن فی بعضہا وہو کذب ایک میقات ذوالحلیفہ ہی بضم حا و فتح لام وہ مکان چھ کوس پر ہی مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہی مکہ معظمہ سے وہان کے کنوؤن کو عوام عرب آبار علی کہتے ہین اُنکا گمان یہ ہی کہ علی مرتضی رضؓ نے جنون سے قتال کیا وہان کے کسی کنوئین مین اور حالانکہ یہ جھوٹ ہی کہین ثابت نہین یہ میقات ہی اہل مدینہ کا سب مواقیت سے یہ میقات دور ہی مکہ معظمہ سے وذات عرق بکسر فسکون علی مرحلتین من مکة اور ذات عرق بکسر عین وسکون ثانی یہ میقات مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہی جانب مشرق کے وجحفة علی ثلث مراحل بقرب رابغ اور جحفہ بضم جیم وسکون حا مکہ سے تین منزل پر ہی قریب رابغ کے اور بالفعل عوام اُسکو رابغ کہتے ہین کذا فی النہر اور یہ قریہ ہی مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہ میقات ہی اہل مصر اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان باقی نہین رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہین کذا فی حاشیة الطحطاوی وقرن علی مرحلتین من مکة وفتح الراء خطاؤ نسبة اویس الیہ خطاء آخر اور قرن بفتح قاف وسکون ثانی پہاڑ کا نام ہی عرفات سے نظر آتا ہی مکہ سے دو منزل ہی اور قرن کو بفتح را کہنا خطا ہی جوہری کی اور اویس کی نسبت کرنا اُسکی طرف دوسری خطا ہی اسواسطے کہ اویس قرنی اُس قبیلہ کیطرف منسوب ہین جسکو بنو قرن کہتے ہین کذا فی المنح ویلملم جبل علی مرحلتین ایضًا اور یلملم بفتح مثناة تحتانی و دو لام ملک تہامہ کا پہاڑ ہی یہ بھی دو منزل پر ہی مکہ معظمہ سے جانب جنوب للمدنی والعراقی ذوالحلیفہ میقات ہی اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہی اہل عراق کا عراق اُس ملک کا نام ہی جسمین بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہی اور اہل خراسان اور ماوراء النہر کا بھی یہی میقات ہی والشامی الغیر المار بالمدینة بقرینة مایاتی اور جحفہ میقات ہی اُس شامی کا جو مدینہ مین ہو کر مکہ مین نہین آیا یہ قید شارح نے بقرینہ آئندہ لگائی والنجدی والیمنی لف ونشر مرتب اور قرن میقات ہی اہل نجد کا اور یلملم میقات ہی اہل یمن اور اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطور لف ونشر مرتب کے مذکور کیا واسطے اختصار کے دیکھو قولہ ؎ عرق العراق یلملم الیمنی ❊ وبذی الحلیفة یحرم المدنی ❊ للشام جحفة ان مررت بہا ❊ ولاہل نجد قرن فاستبنی ❊ اور جمع کیا ہی مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے اپنے قول مین تاکہ حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہی اور یلملم یمنی کا اور ذوالحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہی اور واسطے شام کے جحفہ ہی اگر گذرے تو اُس شامی جحفہ کی طرف سے اور اہل نجد کے واسطے قرن میقات ہی سو ظاہر سمجھ لے وکذا ہی لمن مر بہا من غیر اہلہا کالشامی یمر بمیقات اہل المدینة فہو میقاتہ قالہ النووی الشافعی وغیرہ اور اسی طرح یہ مکانات اُسکے واسطے بھی میقات ہین جو اُن مکانات کی طرف ہو کر نکلے دوسری طرف والا چنانچہ شام کا رہنے والا مدینہ کی میقات پر ہو کر نکلے تو وہی اُسکا میقات ہو جاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تھا سو وہ اُدھر نہ گیا ذوالحلیفہ مین ہو کر نکلا تو اب یہین سے اُسکو احرام باندھنا چاہیے جحفہ کی طرف جانا اُسپر ضرور نہین امام نووی شافعی وغیرہ نے اسطرح ذکر کیا ہی ہم شارح نے اشارہ کیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہی حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمین اختلاف نہین وقالوا لو مر بمیقاتین فاحرامہ من الابعد افضل ولو اخرہ الی الثانی لاشئ علیہ علی المذہب اور علمانے کہا ہی کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اُسکا احرام باندھنا اُس میقات سے افضل ہی جو مکہ معظمہ سے دور تر ہی اور اگر تاخیر کریگا احرام باندھنے مین دوسرے میقات تک تو اُسپر کچھ گناہ اور کفارہ نہین بنابر قوی مذہب کے وعبارة اللباب سقط عنہ الدم اور لباب کی عبارت یہ ہی کہ ساقط ہو گیا اُسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اُسپر لازم ہو گیا تھا جب دوسرے میقات پر اُسنے احرام باندھا تو اُسپر سے ذبح

کرنا ساقط ہوگیا ولو لم یدر بہا تحری واحرم اذا حاذی احدہا وابعدہا افضل فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سے مکہ کو جاوے کہ کوئی میقات نہ ملے تو وہان سوچے اور اٹکل کرے اور وہان سے احرام باندھے جو مقابل اور برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان مین دو میقات سے مقابلہ ہوتا ہو تو جو زیادہ تر دور ہو وہ افضل ہی اور اگر ایسی راہ پیش آوے کہ وہان سے کسی میقات کا سامنا نہوتا ہو یا اٹکل مین نہ آتا ہو تو جب کہ مکہ سے دو منزل پر رہے تو وہان سے احرام باندھے اسواسطے کہ کوئی میقات دو منزل سے کمتر نہین وحرم تاخیر الاحرام عنہا کلہا لمن ای لآفاقی قصد دخول مکۃ یعنی الحرم ولو لحاجۃ غیر الحج اور حرام ہی احرام کی تاخیر کرنا ان سب مواقیت سے اُس باہر والے کے واسطے جسنے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور حاجت کے واسطے وہان گیا سواے حج اور عمرے کے اسواسطے کہ احرام اِس مکان پاک کی تعظیم کے واسطے ہی تو یہین ہر طرح کے جانیوالے برابر ہین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ مین بلا احرام تشریف لیگئے تھے تو یہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ احادیث صحیحہ مین اسکی تصریح موجود ہی کذا فی المنح اما لو قصد موضعا من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحق باہلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وہو الحیلۃ لمن یرید ذلک الا لمامور بالحج للمخالفۃ لیکن اگر آفاقی یعنی باہر والا حرم کے سواحل مین کسی مکان کے جانے کا ارادہ کرے جو اندر ہی میقات کے چنانچہ فقط خلیص کا اور جدہ کا ارادہ کرے تو اسکو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہی پھر جب وہان گیا تو وہان کے لوگون مین ملگیا اور وہان کے لوگون کو مکہ مین جانا بلا احرام درست ہی تو اسکو بھی بلا احرام جانا جائز ہی اور یہ حیلہ ہی اُس شخص کے واسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہ حیلہ کرنا جائز نہین بسبب اُسکی مخالفت کے اسواسطے کہ اُسکا سفر حج کے واسطے مخصوص نہ رہا اور دوسری وجہ یہ ہی کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا پھر جب وہ مکہ مین بلا احرام داخل ہوا تو اسکا حج مکی ہوگیا نہ آفاقی اور یہ مسئلہ دریاے شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہی مثلاً ایک شخص مامور بالحج ہی اور ساحل کے درمیان کنارے پر پہونچا تو اسکو جائز نہین کہ بندر جدہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہی قصد کرے تاکہ مکہ مین بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر مامور نے احرام حج کا باندھا تو اُسکو عمرہ کرکے احرام چھوڑنا درست نہین بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہر اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پھر جب ایام حج کے قریب ہون تو کسی نزدیک میقات پر جا کر وہان سے احرام باندھ آوے تو جائز ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لا التقدیم لا یحرم التقدیم للاحرام علیہا بل ہو الافضل ان فی اشہر الحج وامن علی نفسہ حرام نہین تقدیم احرام کی اِن مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہی بشرطیکہ حج کے مہینون مین ہو اور اپنی ذات پر اعتماد ہو ممنوعات کے نکرنے کا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہی کذا فی الجوہرۃ اور شوال سے پہلے احرام باندھنا بالاتفاق مکروہ ہی اعتماد ہو یا نہو کذا فی منح الغفار وحل لاہل داخلہا یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر محرم مالم یرد نسکا للحرج کما لو جاوزہا حطابوا مکۃ اور اِن لوگون کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہین خواہ عین میقات مین ہون یا علٰحدہ حرم کی طرف حلال ہی داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے بواسطہ تکلیف کے کثرت آمد و رفت سے تاوقتیکہ حج یا عمرے کا قصد نہ کیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ ہوگا تو بدون احرام کے انکو بھی دخول جائز نہوگا جیسے حلال ہی بلا احرام داخل ہونا مکہ والون کو جو لکڑیون کے واسطے مکہ سے باہر نکل گئے بشرطیکہ مواقیت آفاقی سے تجاوز نہوا ہو اور اگر کئی وہان سے بھی باہر نکلے گا تو وہ آفاقی ہوجاویگا اب اُسکو بدون احرام کے مکہ مین داخل ہونا جائز نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فہذا میقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم سواء یکا میقات حل ہی یعنی جو میقات کے اندر ہی وہ حج یا عمرے کے واسطے حل سے احرام باندھے حل بکسر اول وتشدید لام اُس موضع کو کہتے ہین جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہی والمیقات لمن بمکۃ یعنی من بداخل الحرم للحج الحرم وللعمرۃ الحل اور مکہ والون کا یعنی جو حرم کے اندر ہین اُنکا میقات حج کے واسطے حرم ہی جا ہین اپنے گھرون کے اندر سے احرام باندھین اور عمرے کیواسطے حل میقات ہی تحقق نوع سفر اہل حرم کیواسطے میقات حج اور عمرے کا اسواسطے مختلف ہوا تاکہ کچھ سفر کرنا ثابت ہوا سلیے کہ حج ہوتا ہی عرفات مین اور وہ حل مین واقع ہی تو جب اہل مکہ نے حرم مین احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہی بیت اللہ ۴۰

ہین اور وہ حرم مین ہی تو جب عمرے کا احرام حل مین باندھا تو بیت اللہ تک احرام باندھے آنا پڑا دونون صورتو نمین سفر کا مضمون پایا گیا والتنعیم افضل اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہی اور تنعیم ایک مکان کا نام ہی مکہ سے تین کوس تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رض کو فرمایا کہ عمرے کے واسطے وہین سے احرام باندھین ونظم حدود الحرم ابن الملقن فقال سہ وللحرم التحدید من ارض طیبۃ ❊ ثلثۃ امیال اذا رمت اتقانہ وسبعۃ امیال عراق وطائف ❊ وجدۃ عشر ثم تسع جعرانہ ❊ ومن یمن سبع بتقدیم سینہا ❊ وقد کملت فاشکر لربک احسانہ ❊ اور ابن ملقن نے حرم کی حدون کو یون نظم کیا ہی کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کیجانب سے تین کوس ہی جبکہ ای مخاطب تو اسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کی طرف سے اور جدہ کیطرف سے دس کوس ہی پھر جعرانہ کی طرف سے نو کوس ہی اور یمن کیجانب سے سات کوس ہی اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہوگئی سو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر مین لفظ سبع کا بتقدیم سین سے ہی تا تسعہ کے لفظ سے مشتبہ نہو

فصل فی الاحرام

وصفۃ المفرد بالحج اس فصل مین مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہی مفرد بالحج اسکو کہتے ہین جو خالص حج کیواسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت احرام مین نکرے من شاء الاحرام جو احرام کا ارادہ کرے م احرام لغت عرب مین دخول فی الحرمۃ کو کہتے ہین یعنی بیحرمتی نکرنا اور شرع مین احرام عبارت ہی حرمات مخصوصہ کے دخول سے بشرط نیت مع الذکر یا سوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنہر الفائق وہو شرط صحۃ النسک کتکبیرۃ الافتتاح للصلوۃ فالصلوۃ والحج لہما تحریم وتحلیل بخلاف الصوم والزکوۃ اور احرام شرط ہی حج یا عمرے کے صحیح ہونے کی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول بار اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہی تو نماز اور حج کے واسطے تحریم اور تحلیل ہی بخلاف صوم اور زکوۃ کے کہ انکے لیے تحریم اور تحلیل نہین م نسک بمعنی مطلق عبادت کے ہی لیکن حج اور عمرہ مین کثیر الاستعمال ہی ثم الحج اقوی من وجہین الاول ان یقضی مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلوۃ پھر حج قوی تر ہی نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہی کہ حج کا قضا کرنا بہر صورت لازم ہی اگرچہ حج مظنون ہو بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھپر حج واجب ہی اور اُسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہین تو اُسکو ادا کرنا لازم ہی اور اگر ترک کریگا تو اُسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اُسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر الثانی انہ اذا اتم الاحرام بحج او عمرۃ لا یخرج عنہ الا بعمل ما احرم بہ وان افسدہ الا فی الفوات فبعمل العمرۃ والاحصار فبذبح الہدی دوسری وجہ یہ ہی کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کے واسطے تو احرام سے نہ نکلے اُسکے بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اُسکو فاسد کرڈالے مگر حج کے فوت ہو جانے مین البتہ احرام سے نکلے عمرہ کرکے اور احصار مین احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلاً حج کے واسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہین مگر دو صورت مین ایک یہ ہی کہ حج فوت ہو جاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہی کہ بسبب احصار کے حج کے واسطے نجاسکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اُمین گاہے بعض منوی کے عمل سے نکلنا جائز ہو جاتا ہی مثلاً ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہی اور کوئی چیز اُسپر لازم نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی توضأ وغسلہ احب وہو للنظافۃ لا للطہارۃ فیجب بحاء مہملۃ فی حق حائض ونفساء وصبی جو احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اُسکا مستحب ہی اور یہ غسل صفائی اور ستھرائی کے واسطے ہی نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق مین بھی غسل کرنا مستحب ہی والتیمم لہ عند العجز عن الماء لیس بمشروع لانہ ملوث بخلاف جمعۃ وعید ذکرہ الزیلعی وغیرہ لکن سوی فی الکافی بینہما وبین الاحرام ورجحہ فی النہر اور تیمم کرنا احرام کے واسطے پانی نہ ملنے کے وقت مشروع نہین اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہی نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عید کے کہ اُنمین تیمم مشروع ہی اگر غسل کیواسطے پانی نہ ملے چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور کافی مین جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو عدم مشروعیت تیمم مین برابر کہا ہی اور

کافی کی روایت کی ترجیح دی ہو نہر مین اِس دلیل سے کہ مٹی کو تحصیل نظافت مین کچھ اثر نہین اسواسطے کہ مٹی ملوث اور متغیر ہو کذا فی النہر و شرط لنیل السنۃ ان یحرم وھو علی طھارۃ اور شرط غسل کی واسطے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہ ہو کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹیگا پھر احرام باندھیگا اور وضو کریگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فی النہر عن البنایۃ و کذا یستحب لمرید الاحرام ازالۃ ظفرہ و شاربہ و عانتہ و حلق راسہ ان اعتادہ والا فیسرحہ اور غسل کی طرح مستحب ہو احرام کرنیوالے کو اپنے ناخن کا دور کرنا اور موچھون کا کترانا اور زیر ناف کے بالون کا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر منڈانے کی عادت ہو اور اگر سر پر بال ہون تو اُنہین کنگھی کرے م بدن اور بالون کا گرد اور غبار اور میل چھڑانا خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہو کذا فی حاشیۃ الطحاوی و جماع زوجتہ او جاریتہ لو معہ ولا مانع منہ کحیض اور مستحب بلکہ سنت ہو اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کر لینا قبل احرام کے اگر اُسکے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو جیسا حیض و لبس ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہنے یعنی تہ بند باندھے ناف سے زانو تک و رداء علی ظہرہ و یسن ان یدخلہ تحت یمینہ و یلقیہ علی کتفہ الایسر فان زرہ او خللہ او عقدہ اساء و لا دم علیہ اور چادر کو اپنی پیٹھ پر ڈالے اور مسنون یہ ہو کہ چادر کو پیٹھ پر ڈالکر داہنے ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے کرکے اپنے بائین مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر مین گھنڈی لگائی یا اُسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو بُرا کیا لیکن یہ قصور نہین کہ ذبح کرنا اُسپر لازم آوے جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین ککفن الکفایۃ و ہذا بیان السنۃ والا فستر العورۃ کاف تہ بند اور چادر نئی ہون یا دونون پُرانی دھوئی پاک سفید ہون جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہو اور یہ جو مذکور ہوا تہ بند اور چادر کا سو بیان ہو سنت کا والا احرام کے واسطے ستر عورت کافی ہو و طیب بدنہ ان کان عندہ لا ثوبہ بما تبقی عینہ ہو الاصح اور بعد غسل اور لباس مذکور کے اور قبل احرام کے اپنے بدن مین خوشبو لگاوے اگر اُسکے پاس ہو اور نہو تو کسی سے طلب نہ کرے اور اپنے کپڑے مین ایسی خوشبو لگاوے جبکا نشان باقی رہے اور نظر آوے یہی قول صحیح تر ہو دوسرے قول سے م بدن مین خوشبو لگانا ہر طرح سے درست ہو ظاہر الروایت مین خواہ اُسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم مین عایشہ صدیقہ سے روایت ہو کہ احرام کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مین نے مشک لگایا اور اُسکی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے مین ایسی خوشبو لگانا درست نہین جو نمودار ہو و صلی ندبًا بعد ذلک شفعًا یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروہ و تجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب پڑھے اُسوقت مین جو مکروہ نہین اور کافی ہو اُسکو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے و قال المفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی لمشقتہ و طول مدتہ و تقبلہ منی تقول ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنے والا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہ دعا کرے (اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی و تقبلہ منی) یعنی خداوندا مین حج کا ارادہ کرتا ہون سو اُسکو میرے واسطے آسان کردے اور اُسکو قبول کر میری جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے ہو کہ حج مین مشقت زیادہ ہو اور مدت دراز اُسکے ادا کرنے مین لگتی ہو تو اسمین درخواست آسانی کی مناسب ہو اور قبول ہونیکی خواہش کی قید باقتدار دعاے ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کے کہ دونون حضرات نے فرمایا کہ اے ہمارے رب قبول کر حج کو ہماری جانب سے بلاشک تو سمیع اور علیم ہو و کذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان مدتہا یسیرۃ کذا فی الہدایۃ اور اسی طرح سے عمرہ کرنے والا اور قران کرنے والا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اُسمین آسانی کی دعا ضرور نہین اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل ہوتی ہو بلا مشقت کذا فی الہدایۃ و قیل یقول کذلک فی الصلوۃ و عمہ الزیلعی فی کل عبادۃ و ما فی الہدایۃ اولی اور بعضے علما نے یعنی صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمدؒ سے روایت کی کہ نماز مین بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت مین اسکو عام کہا ہو اور جو ہدایہ مین ہو وہی بہتر ہو ثم لبی دبر صلوتہ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ و لو بقلبہ لکن بشرط مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح و تہلیل و لو بالفارسیۃ ان احسن العربیۃ پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک کہے اور لبیک کہنے سے حج کی نیت کرے یہ بیان ہو شروع حج کا بطریق کامل ترو الا حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہو اگرچہ دل ہی مین نیت حج کی کرکے زبان سے

نہ کہا ہے لیکن بشرط متصل کرنے نیت کے ساتھ ایسے ذکر کے جس سے تعظیم رب العالمین مقصود ہو چنانچہ بعد نیت کے سبحان اللہ کہنا اور لا الہ الا اللہ کہنا اگرچہ
ذکر فارسی زبان مین کرے اگرچہ زبان عربی کا خوب ماہر ہو صرف لبیک کہنے سے نیت حاصل نہین ہوتی اسواسطے کہ زبان سے بولنا دوسرا امر ہی ارادہ کے سوا اور
معلوم ہوا کہ نیت کا کہنا زبان سے شرط نہین بلکہ مستحب ہی والتلبیۃ علی المذہب وہی لبیک اللہم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد بکسر
الہمزۃ وتفتح والنعمۃ لک بالفتح او بالابتداء وخبر والملک لاشریک لک اور تلبیہ بنابر مذہب درست کے یہ ہی جو ماتن نے مذکور کیا یعنی حاضر ہون تیری
خدمت مین خداوندا تیری بجا آوری حکم مین بار بار حاضر ہون کوئی تیرا شریک نہین حاضر ہون تیری حضور مین بلاشک سب تعریفین اور سب نعمتین تیرے واسطے
ہین اور بادشاہی تجکو مخصوص ہی کوئی تیرا ساجھی نہین لفظ ان کا ہمزہ مکسور ہی لغت فصیح مین اور فتحہ بھی جائز ہی اور نعمت کی ت کو فتحہ ہی یا نعمت لک مبتدا
اور خبر ہین تو اس صورت مین ت کو ضمہ ہوگا مع یہ تلبیہ صحاح ستہ مین عبداللہ بن عمر رض سے منقول ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح احرام کے وقت فرماتے
تھے وزاد ندبًا فیہا ای علیہا لا فی خلالہا اور زیادہ کرے بنابر استحباب کے اس تلبیہ مین یعنی اس تلبیہ کے بعد اور الفاظ کا بڑھانا مستحب ہی اور اس تلبیہ کے
الفاظ کے اندر اور الفاظ کا زیادہ کرنا نہین مع حلبی کی مناسک مین ہی کہ بعد تلبیہ ماثورہ کے یون کہے (لبیک والخیر بیدیک والرغباء الیک والعمل لبیک
الہ الخلق غفار الذنوب لبیک کذا فی المنح ولا تنقص منہا فانہ مکروہ ای تحریمًا لقولہم انہا مرۃ شرط والزیادۃ سنۃ ویکون مسیئًا بترکہا وبترک رفع الصوت
بہا اور اس تلبیہ مسنونہ سے کوئی لفظ کم نہ کرے اسواسطے کہ کم کرنا مکروہ تحریمی ہی بدلیل قول فقہا کہ تلبیہ مذکورہ ایکبار کہنا شرط ہی اور ایکبار سے زیادہ کہنا
سنت ہی اور محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے اور تلبیہ مین آواز بلند کرنے سے بدکار ہوتا ہی واذا لبی ناویًا نسکًا او ساق الہدی او قلد ای ربط
قلادۃ علی عنق بدنۃ نفل او جزاء صید قتلہ فی الحرم او فی احرام سابق ونحوہ کجنایۃ ونذر ومتعۃ وقران اور جب لبیک کہا حج کی نیت کرکے یا ہدی کو
ہانک لیچلا یا نفل کے اونٹ یا گاے کی گردن مین پٹا ڈالا یا جس شکار کو کہ حرم مین یا احرام سابق مین قتل کیا تھا اُسکے ہدے کے اونٹ یا گاے
کی گردن مین پٹا ڈالا اور مانند اسکے کسی قصور اور نذر اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گاے کی گردن مین پٹا ڈالا وتوجہ معہا والحال انہ یرید الحج
اور خود لیچلا اس اونٹ یا گاے کو حج کے قصد پر وہل العمرۃ کذلک ینبغی نعم اور کیا عمرہ بھی امور مذکورہ مین حج کے مانند ہی یون لائق ہی جواب دینا کہ
ہان عمرہ بھی حج کے مانند ہی یعنی ایسے افعال سے عمرے کا احرام بھی ثابت ہوتا ہی او بعثہا ثم توجہ ولحقہا قبل المیقات فلو بعدہ لزمہ الاحرام بالتلبیۃ
من المیقات یا اونٹ یا گاے کو پٹا ڈالکر اول روانہ کردیا پھر خود متوجہ ہوا اور اُسکو ملگیا میقات سے پہلے سو اگر بعد میقات کے ملیگا تو اُسکو احرام کرنا
میقات سے لبیک کہکر لازم ہوگا یعنی اس صورت مین پٹا ڈالکر اونٹ کا بھیجنا قائم مقام تلبیہ کے نہوگا او بعثہا لمتعۃ او قران وکان التقلید والتوجہ فی
اشہرہ والا لم یصر محرمًا حتی یلحقہا او توجہ بنیۃ الاحرام وان لم یلحقہا استحسانًا فقد احرم لان الاجابۃ کما تکون بکل ذکر تعظیمی تکون بکل فعل مختص بالاحرام یا اونٹ
یا گاے کو تمتع یا قران کے واسطے روانہ کیا اور حالانکہ پٹا ڈالنا اور متوجہ ہونا حج کے مہینون مین واقع ہوا اور اگر دونون کام موسم حج مین نہوے تو یہ شخص
محرم نہوگا جبتک کہ اونٹ یا گاے کو نہ ملجاوے سو اگر تمتع یا قران کے اونٹ یا گاے کو روانہ کیا اور خود متوجہ ہوا احرام کی نیت سے اگرچہ اسکو قبل میقات
کے نہ ملا بنابر استحسان کے تو البتہ وہ شخص محرم ہوگیا ان سب صورتون مین اسواسطے کہ اجابت حج کی جسطرح ہر تعظیمی ذکر سے ہوتی ہی اسیطرح ہر ایک اس فعل سے
ہوتی ہی جو فعل کہ احرام کے ساتھ مخصوص ہی اور یہ افعال مذکورہ احرام ہی سے خصوصیت رکھتے ہین مع فقد احرم جزا ہی اذا لبی کی خلاصہ یہ ہی کہ احرام کا ثبوت دو طریق
سے ہی ایک یہ کہ حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر تعظیمی کرے اور دوسرا طریقہ یہ ہی کہ حج کی نیت کرکے یہ افعال مذکورہ بشروط متصلہ عمل مین لاوے ثم صحۃ الاحرام
لا یتوقف علی نیۃ النسک لانہ لو ابہم الاحرام حتی طاف شوطًا واحدًا صرف للعمرۃ شارح کہتا ہی پھر ہم کہتے ہین کہ صحیح ہونا احرام کا موقوف نہین مخصوص حج یا عمرے
کی نیت پر اسواسطے کہ اگر محرم نے مبہم احرام کیا یعنی احرام باندھنے کے وقت بالخصوص حج یا عمرے کا خیال دل پر نہ آیا یہانتک کہ بیت اللہ کے گرد ایکبار گھوما

تو اس احرام کو عمرے کیطرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے اور قبل شروع افعال کے اسکو اختیار ہی تعیین کا چاہے اس احرام کو حج کیواسطے ٹھہرا دے چاہے عمرے کیواسطے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق نیۃ الحج صرف للفرض ولو عین نفلا فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج
نفل کی تعیین نہ کی تو فرض حج کیطرف پھیرے یعنی فرض حج اس احرام سے ادا کرے اور اگر اسنے نفل حج کو معین کر لیا تو نفل حج صحیح ہوگا اگرچہ اسنے ہنوز فرض حج کیا ہو
کذا فی شرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو اشعر بالجرح سنامہا الایسر او جللہا بوضع الجل او بعثہا الا المتعۃ وقران ولم یلحقہا لما مر وقلد شاۃ لا یکون محرما لعدم
اختصاصہ بالنسک اور اگر اونٹ مین اشعار کیا یعنی کوہان کی بائین طرف ہلکا سا زخم کر دیا کہ ہدی کا نشان ہو جاوے یا اسکی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اسکو روانہ کیا
بہ نیت تمتع یا قران کے اور اسکو جا کر نہ ملگیا چنانچہ ملجانے کا مسئلہ مذکور ہو چکا یا بھیڑ بکری کی گردن مین پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہوگا اسواسطے کہ یہ کام حج
یا عمرے کیواسطے مخصوص نہین م اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ حیوان کی تعذیب ہی اور صاحبین کے نزدیک
خوب ہی اور امام شافعی رح کے نزدیک سنت ہی اسواسطے کہ رسول علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہی ابو جعفر طحطاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ رح کے نزدیک مکروہ نہین
اور کیونکر مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہی اور امام رح نے مکروہ نہین کہا مگر اس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام نے انکو دیکھا کہ نہایت
زخم کاری لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کیواسطے انکے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اسطرح زخم لگاوے کہ کھال کٹے نہ گوشت تو جائز ہی اور بعض علما
نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہی جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کی نکاح مسلمہ پر مکروہ ہی کذا فی العینی شرح الکنز وبعدہ ای الاحرام بلا مہلۃ یتقی
الرفث ای جماع النساء او ذکرہ بحضرۃ النساء والفسوق ای الخروج عن طاعۃ اللہ والجدال فانہ من المحرم اشنع اور بعد احرام باندھنے کے فورا اجتناب
کرے اور دور بھاگے عورتون کے جماع سے یا عورتون کے سامنے جماع کی بات چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور طاعت الٰہی کے چھوڑنے
سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق مین یہ زیادہ تر قبیح ہی یعنی خادمون اور رفیقون اور کرایہ دارون سے خرخشہ نہ کرے بلکہ انکی سخت گوئی اور
زبان درازی کا تحمل کرے کہ یہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہین فرمایا (فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج) وقتل صید البر لا البحر والاشارۃ الیہ
فی الحاضر والدلالۃ علیہ فی الغائب ومحل تحریمہا ما اذا لم یعلم المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار سے
اسواسطے کہ دریا کا شکار محرم کو درست ہے بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کی طرف اشارہ کرنے سے اور غائب شکار کے بتا دینے سے
اور اشارہ کرنا اور بتا دینا شکار کا وہان حرام ہی جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے محرم پر
کچھ جرم نہین قول اصح مین والتطییب وان لم یقصدہ ویکرہ شمہ اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن مین خوشبو لگاوے
نہ کپڑے مین اور مکروہ ہی سونگھنا خوشبو کا اور اسیطرح پھول اور میوے کا سونگھنا مکروہ ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجہ کلا او بعضہ کفمہ
وذقنہ نعم فی الخانیۃ لا باس بوضع یدہ علی انفہ اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈھکنے سے نہ سب چہرہ چھپاوے نہ تھوڑا چنانچہ اپنا منہ اور ٹھڈی
بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہان خانیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے سے والراس بخلاف المیت وبقیۃ البدن اور پرہیز کرے
سر ڈھکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مرجاوے تو اسکا سر اور چہرہ ڈھکنا ممنوع نہین اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی
بدن کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بے حاجت ہو ممنوع نہین لیکن اس حالت مین مکروہ ہی کذا فی النہر ولو حمل علی راسہ ثیابا کان تغطیۃ لا حمل عدل وطبق
مالم یمتد یوما ولیلۃ فتلزمہ صدقۃ اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑون کو اٹھایا تو سر کا ڈھکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق اٹھانے سے
ڈھکنا ثابت نہوگا جب تک کہ ایک دن یا ایک رات سر پر نہ لیے رہے اور اگر اسقدر لیے رہیگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا م
خانیہ مین ہی کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہین بطور عادت کے اسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کے لباس کرنے کی

عادت نہین چنانچہ تغار اور طاس تو اُسکے رکھنے سے لابس نہوگا کذا فی الطحطاوی وقالوا لو دخل تحت ستر الکعبۃ فاصاب رأسہ او وجہہ کرہ والا فلا باس به
اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر محرم داخل ہوا کعبہ کے غلاف کے نیچے سو اُسکے سر یا چہرے کو غلاف لگ گیا تو مکروہ ہی اور اگر نہ لگا تو کچھ مضائقہ نہین و غسل
رأسہ ولحیتہ بخطمی لانہ طیب او یقتل الہوام اور محرم بچاوے اپنے سر اور داڑھی کو خطمی کے دھونے سے اسواسطے کہ خطمی امام کے نزدیک خوشبودار
چیزون مین داخل ہی تو ذبح کرنا محرم پر لازم ہوگا یا کہ خطمی کیڑون کو مارتی ہی اور بالون کو نرم کرتی ہی صاحبین رح کے نزدیک تو صدقہ واجب ہوگا بخلاف
صابون و دلوک و اشنان اتفاقاً بخلاف صابون اور مسور کے آٹے اور اشنان کے کہ اگر ان چیزون سے بالون کو دھوویگا تو باتفاق امام اور صاحبین رح کے
اُسپر کچھ لازم نہوگا ھم دلوک بفتح دال مسور کے آٹے کو کہتے ہین جس سے ہاتھ دھوتے ہین اور اشنان ایک گھاس ہی کہ میل کو صاف کرتی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
زاد فی الجوہرۃ و سدر وہو مشکل زیادہ کیا ہی جوہرہ مین کہ بیر کے پتون سے بال دھونے مین باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے کچھ لازم نہین آتا اور یہ تو مشکل ہی
وجہ اشکال کی یہ ہی کہ خطمی اور بیر دونون سے کیڑے مرتے ہین اور بال نرم ہوتے ہین تو لائق یون تھا کہ صاحبین کے نزدیک بیر کے استعمال سے بھی صدقہ
واجب ہوتا کذا فی منح الغفار طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ امر تو صابون مین زیادہ تر قوی ہی باوجود خوشبو کے واللہ اعلم وقصہا ای اللحیۃ وحلق رأسہ
وازالۃ شعر بدنہ الا الشعر الثابت فی العین فلا شیٔ فیہ عندنا اور بچے محرم ڈاڑھی کترنے سے اور اپنے سر کے منڈانے سے اور اپنے بدن کے بال دور کرنے سے
مگر وہ بال جو آنکھ کے اندر جمے جسکو پڑبال کہتے ہین تو اُسکے دور کرنے مین کچھ نہین ہمارے نزدیک ھم محرم کو بالون کا دور کرنا کسیطرح جائز نہین نہ کترنے سے نہ منڈانے
سے نہ اُکھاڑ ڈالنے سے نہ نورہ لگانے سے کذا فی المنح ولبس قمیص وسراویل ای کل معمول علی قدر بدنہ او بعضہ کزرویۃ وبرنس اور پرہیز کرے محرم کرتے اور پاجامے
کے لباس سے یعنی اُس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہی اسطرح پر کہ خود بدن پر ٹھہر جاوے دوخت
کے سبب سے یا چپکانے سے یا کسی اور طرح پر جیسے لوہے کی زرہ اور بارانی کے مانند دامن دراز ٹوپ کذا فی النہر والطحطاوی وقباء ولو لم یدخل یدیہ فی کمیہ جاز
الا ان یزرہ او یخللہ اور بچے قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونون آستینون مین اپنے ہاتھ ڈالے تو اسطرح کا پہننا جائز ہی مگر یہ کہ اُسکو گھنڈی سے یا کانٹے
سے اٹکاوے تو جائز نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر ایسا کریگا تو ظاہر اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ از قبیل لباس معتاد کے ہی دیجوز ان یرتدی بقمیصٍ وجبۃ
ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقاً اور باتفاق یہ جائز ہی کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اُسکو سونے وغیرہ مین بدن پر لپیٹے بطور لحاف کے بشرطیکہ
سر اور چہرہ کو نہ ڈھکے وعمامۃ وقلنسوۃ وخفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعہما اسفل من الکعبین عند معقد الشراک فیجوز لبس الذرموزۃ لا الجوربین اور بچے
پگڑی اور ٹوپی اور موزون کے پہننے سے مگر یہ کہ نعلین کو نہ پاوے تو دونون موزون کو دونون کعب کے نیچے سے کاٹے کعب سے یہان قدم کا درمیان والا جوڑ
مراد ہی جہان نعل کا تسمہ ٹانکا جاتا ہی کعب سے یہان ٹخنہ مراد نہین تو سرموزون کا پہننا محرم کو جائز ہی نہ جراب کا اسواسطے کہ سرموزہ مین قدم کی پشت کی ہڈی
نہین بند ہوتی اور جراب مین بند ہو جاتی ہی ھم نعل کو چپل کہتے ہین چمڑے کے تلے پر پٹا اور تسمہ سیا ہوتا ہی ہندوستان مین کہار اور بعضے محترفہ پہنتے ہین اور سرموزہ
اُن جوتیون کو کہتے ہین جنکو موزون کے اوپر پہنتے ہین وثوب صبغ بما لہ طیب کورس وہو الکرکم وعصفر وہو زہر القرطم الا بعد زوالہ بحیث لا یفوح فی الاصح
اور پرہیز کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے جو خوشبودار چیز سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پھول سے مگر بعد دور ہونے رنگ کے اسطرح پر کہ اُس سے خوشبو
نہ آوے پھر اُسکا پہننا درست ہی قول اصح مین ورس ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہی یمین مین جسکو کرکم کہتے ہین اُسکا رنگ زرد ہوتا ہی ھم یہ مسائل اُس حدیث سے
ماخوذ ہین جو صحاح ستہ مین عبداللہ بن عمر رضہ سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البرنس ولا السراویل ولا ثوباً مسّہ
ورس ولا زعفران ولا الخفین الا ان لا یجد نعلین فلیقطعہما حتی یکونا اسفل من الکعبین لا یتقی الا الاستحمام لحدیث البیہقی انہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل الحمام
فی الجحفۃ محرم پرہیز نہ کرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام

مین تشریف لیگئے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ مین عبداللہ بن عباس رضہ سے بھی مروی ہی کذا فی البرہان اور مسلم کی حدیث مین ثابت ہی کہ حضرت نے حالت
احرام مین غسل فرمایا طحطاوی نے کہا کہ غسل جائز ہی لیکن میل چھڑانا مکروہ ہی والاستظلال ببیت ومحمل لم یصب رأسه ووجهه فلو اصاب احدهما کره
کما مر اور پرہیز نکرے گھر اور عماری کے سایہ مین ہونے سے بشرطیکہ عماری کی چھت اور پردہ اسکے سر اور چہرے کو نہ لگے سو اگر سر یا چہرے کو لگیگا تو مکروہ ہی چنانچہ
عنقریب مذکور ہو چکا کہ کپڑون کا سر پر اُٹھانا سر ڈھکنے مین داخل ہی اور کعبہ کا غلاف سر پر لگنا محرم کے واسطے مکروہ ہی وشد همیان بکسر الهاء فی وسطه ورخ
پرہیز کرے اپنی کمر پر ہمیانی کے باندھنے سے خواہ اُسمین اپنا نقد مال ہو یا غیر کا کذا فی المنح ومنطقة وسیف وسلاح وتختم زیلعی لعدم التغطية واللبس اور نہ
پرہیز کرے کمر بند اور تلوار اور ہتھیار کے باندھنے سے اور انگوٹھی کے پہننے سے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ گھر اور محمل کا استظلال تغطیہ نہین اور ہمیانی وغیرہ کا
باندھنا لباس مین داخل نہین واکتحالا بغیر مطیب فلو اکتحل مطیب مرة او مرتین فعلیه صدقة ولو کثیرا فعلیه دم سراجیه اور نہ پرہیز کرے سرمہ لگانے سے بشرطیکہ
خوشبو دار سرمہ نہو سو اگر خوشبو دار سرمہ ایک دو بار لگاویگا تو اُسپر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر تین بار یا زیادہ لگاویگا اُسپر ذبح کرنا جانور کا واجب ہوگا کذا فی
السراجیه ولا یتقی ختانا وفصدا وحجامة وقلع ضرسه وجبر کسر وحك رأسه وبدنه لکن برفق ان خاف سقوط شعره او قملة فان فی الواحدة تصدق بشئ
وفی الثلث کفا من طعام غرر الاذکار اور محرم پرہیز نہ کرے ختنہ کرنے اور فصد اور پچھنون سے اور اپنی ڈاڑھ اکھاڑنے سے اور ٹوٹی ہڈی کے باندھنے
سے اور اپنے سر اور بدن کے کھجلانے سے لیکن آہستہ کھجلاوے اگر بال یا جون جھڑنے کا خوف ہو اور اگر اسکا خوف نہو تو زور سے کھجلاوے کذا فی المنح
ایک جون مین کچھ صدقہ دے اور تین جون مین مٹھی بھر گیہون خیرات کرے کذا فی غرر الاذکار اور باقی اسکا بیان آگے آویگا واکثر المحرم التلبية ندبا متی صلی
ولو نفلا او علا شرفا او هبط وادیا او لقی رکبا جمع راکب او جمعهما رکبان او مشاة وکذا لو لقی بعضهم بعضا اور محرم اکثر لبیک کہا کرے بنابر استحباب کے
جبکہ نماز پڑھے اگرچہ نفل نماز ہو یا جب بلندی پر چڑھے یا جب نالی مین اُترے یا جب شتر سوارون یا پیدلون سے ملے اور اسیطرح اگر اپنے قافلہ مین سے جب
ایک دوسرے کو ملے تو لبیک کہے شارح کہتا ہی رکب بسکون ثانی جمع ہی راکب کی جیسے صحب جمع صاحب کی اور ان دونون کی جمع رکبان ہی او اسحر لدخل
فی السحر یا جب سحر کے وقت مین داخل ہو تو لبیک کہے ہم سحر کہتے ہین رات کے پچھلے چھٹے حصے کو قبول ہونے دعا کا وہ وقت ہی کذا فی حاشیة الطحطاوی
اذ التلبية فی الاحرام کالتکبیر فی الصلوة حالات اور اوقات مذکورہ مین لبیک کہنا اسواسطے مستحب ہوا کہ لبیک کہنا احرام مین ایسا ہی جیسے اللہ اکبر کہنا
نماز مین تو جیسے نماز مین ایک حال سے دوسرے حال سکے انتقال کے وقت اللہ اکبر کہتے ہین ویسے ہی احرام مین انتقال حالات مین لبیک کہنا چاہیے رافعا
استنانا صوته بها بلا جهر کما یفعله العوام لبیک اکثر کہا کرے اپنی آواز کو بلند کر کے سنت جانکر نہ چلا کر جیسے عوام لوگ کرتے ہین واذا دخل مکة بدأ بالمسجد
الحرام بعد ما یأمن علی امتعته داخلا من باب السلام نهارا ندبا ملبیا متواضعا خاشعا ملاحظا جلالة البقعة اور جب مکہ معظمہ مین داخل ہو تو اول مسجد
الحرام مین جاوے بعد اسکے کہ اپنے اسباب اور سامان سے خاطر جمع ہو یعنی اول اسباب سفر کو مکان محفوظ مین رکھکر مسجد الحرام مین داخل ہو دن کو
بنابر استحباب کے اُس دروازہ سے جسکو باب السلام کہتے ہین اور سابق مین اُسکو باب بنی شیبہ کہتے تھے لبیک کہتا خاکسارانہ گڑگڑاتا عظمت اور
جلال اس مکان اقدس کا دھیان کرتے ہوے اندر جاوے ہم شہر مکہ کی زمین ایک جانب کو اونچی ہی اور دوسری جانب نیچی تو مسنون یہ ہی کہ داخل ہو
بلندی کیطرف سے جدھر قبرستان ہی جسکو جنت المعلا اور کدا بالفتح کاف کہتے ہین اور رخصت کے وقت نیچی جانب سے نکلے جسکو کدا بالضم کاف بولتے ہین
اور داخل ہونا ہر وقت جائز ہی اور دن کو مستحب ہی لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کے وقت داخل ہوتا ہی اور مستحب ہی کہ مکہ مین داخل ہوتے یہ دعا کرے
اللهم هذا حرمك وامنك قلت وقولك الحق ومن دخله کان آمنا اللهم فحرم لحمی ودمی علی النار وقنی عذابك یوم تبعث عبادك کذا فی شرح المختار
والبرهان ولیس الغسل لدخولها هو للنظافة فیجب لحائض ونفساء اور مسنون ہی غسل کرنا داخل ہونے کے واسطے اور یہ غسل صفائی کے واسطے ہی

نہ طہارت کے واسطے تو حیض اور نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنا مستحب ہی **وحین شاہد البیت کبر ثلثا** ومعناہ اللہ اکبر من الکعبۃ **وہلل** لئلا یقع نوع شرک اور جسوقت کہ بیت اللہ کو دیکھے تو تین بار اللہ اکبر کہے اور معنی اللہ اکبر کے یہ کہ اللہ بزرگتر ہی کعبہ سے یعنے ہر چیز سے بڑا تو کعبہ بھی اسمین داخل ہو گیا اور بیت اللہ دیکھکر لا الٰہ الا اللہ کہے تا کہ اس عبادت مین کسیطرح شرک نہ واقع ہو یعنے سواے خدا کے کوئی لائق عبادت کے نہین تو بیت اللہ کی عبادت کی بھی نفی ہو گئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی جابرؓ کی حدیث مین ثابت ہی کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھکر تین بار تکبیر فرمائی اور فرمایا (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر) کذا فی المنح اور عطا سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھکر یہ دعا فرمائی (اعوذ برب البیت من الکفر والفقر ومن ضیق الصدر) اور رفع الیدین کرتے تھے اور سب ادعیہ سے یہ دعا ضرور تر ہی کہ طلب جنت بلا حساب کرے اسواسطے کہ بیت اللہ کے نظر پڑنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہی اور امام شافعی رحنے بسند ابن جریج نقل کیا ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو رفع الیدین کرتے تھے اور فرماتے تھے (اللّٰہم زد ہذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومہابۃ وزد من شرفہ وکرمہ ممن حجہ او اعتمرہ تشریفا وتعظیما وتکریما وبرا) اور بیہقی مین مروی ہی کہ عمر فاروقؓ جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے (اللّٰہم انت السلام ومنک السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام) کذا فی فتح القدیر **ثم ابتدأ بالطواف** لانہ تحیۃ البیت مالم یخف فوت المکتوبۃ او جماعتہا او الوتر او سنۃ راتبۃ پھر طواف شروع کرے اسواسطے کہ طواف بیت اللہ کا تحیۃ ہی جب تک کہ فرض نماز کا یا فرض کی جماعت کا یا وتر کا یا سنت موکدہ کا خوف نہو فوت ہو جانے کا اور اگر خوف ہو تو نماز کے بعد طواف کرے سنت موکدہ جانے کی یہ صورت ہی کہ مثلاً بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہونچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا وقت باقی رہے نہ سنت کا تو اس صورت مین اول سنت اور فرض سے فراغت کرے پھر طواف مین مشغول ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **فاستقبل الحجر مکبرا مہللا رافعا یدیہ کالصلوۃ واستلمہ بکفیہ وقبلہ بلا صوت** پھر سامنے جاوے حجر اسود کے تکبیر کہتا اور کلمۂ توحید پڑھتا رفع الیدین کرتا مانند نماز کے اور چھوے حجر اسود کو اپنی دونون ہتھیلیون سے اور اُسکو چومے بدون آواز کے یعنے لبون کے لگانے مین آواز نہ نکالے استیلام حجر یہ کہ دونون ہاتھ اُسپر رکھے اور اُسکو چومے سنن ابن ماجہ مین عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونون لبون کو اُسپر رکھا اور دیر تک رویا کیے پھر جو التفات کیا تو عمرؓ کو روتے دیکھا تو فرمایا ای عمر یہان آنسوون کو بہانا چاہیے اور صحاح ستہ مین مروی ہی کہ عمر فاروقؓ نے حجر اسود کو چوما اور کہا کہ مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہی اگر مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو مین تجکو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہی کہ استلام کے وقت یہ دعا کرے (اللّٰہم استلمت ایمانا بک وتصدیقا بکتابک ووفاء بعہدک واتباعا لنبیک اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ آمنت باللہ وکفرت بالطاغوت) کذا فی شرح المختار **وہل یسجد علیہ قیل نعم** اور کیا سجدہ کرے حجر اسود پر بعضے علمانے کہا کہ ہان سجدہ کرنا جائز ہی ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبداللہ بن عباسؓ حجر اسود پر سجدہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کرتے تھے اور امام مالک نے اسکو بدعت کہا کذا فی النہر **بلا ایذاء** لانہ سنۃ وترک الاذی واجب **فان لم یقدر یضعہما ثم یقبلہما** او احدہما استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی وہان کے لوگون کو ڈھکیلے اسواسطے کہ استلام سنت ہی اور تکلیف رسانی کا ترک کرنا واجب ہی تو سنت کے واسطے واجب کو ترک کرنا جائز نہین سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونون ہاتھون کو اُسپر رکھے پھر ہاتھون کو چومے یا ایک کو اُسپر رکھے اور اُسکو چومے **وان لم یمکنہ ذلک مس بالحجر شیئا فی یدہ ولو عصا ثم قبلہ** ای الشئ اور اگر ہاتھ لگانا بھی نہو سکے تو اپنے ہاتھ کی کسی چیز کو حجر اسود مین لگاوے اگرچہ ہاتھ مین عصا ہو تو اُسکو لگاوے پھر اُس شئ کو چومے **وان عجز عنہما** ای الاستلام والامساس **استقبلہ مشیرا الیہ بباطن کفیہ کانہ واضعہما علیہ** اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور کسی چیز کے لگانے سے عاجز ہو تو حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو اپنی دونون ہتھیلیون کے اندر کیجانب سے اُسکی طرف اشارہ کرے اس تصور سے کہ گویا ہتھیلیون کو حجر اسود پر رکھے پھر

وکبروہلل وحمد اللہ تعالی وصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم یقبل کفیہ اور اللہ اکبر کہے اور کلمۂ توحید پڑھے اور حق تعالی کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود پڑھے پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو چومے وفی بقیۃ الرفع فی الحج یجعل کفیہ للسماء الا عند الجمرتین فللکعبۃ اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مکانات مین رفع الیدین
کے وقت ہتھیلیوں کے اندر جانب آسمان کی طرف کرے بطور دعا کے مگر جمرتین کے پاس سو وہان کعبہ معظمہ کیطرف کرے ظاہر الروایت مین کذا فی النہر
عن الخانیۃ وطاف بالبیت طواف القدوم ولیس ہذا الطواف للافاقی لانہ القادم اور بعد استلام کے بیت اللہ کا طواف کرے اس سے پہلے طواف
کو طواف القدوم کہتے ہین یعنی داخل ہونے اور آنے کا طواف اور یہ طواف کرنا آفاقی کو مسنون ہے اسواسطے کہ آنا اور داخل ہونا آفاقی پر صادق آتا ہے اہل مکہ کو
چنانچہ تحیۃ المسجد آنے والے پر سنت ہے نہ مسجد کے بیٹھنے والے پر واخذ الطائف عن یمینہ مما یلی الباب فیصیر الکعبۃ عن یسارہ لان الطائف کالموتم بہا والواحد
یقف عن یمین الامام اور طواف کرنے والا طواف کو اپنے داہنے سے شروع کرے جدھر بیت اللہ کا دروازہ ہے تو اسی صورت مین کعبہ طائف کے بائین
طرف کو واقع ہوگا اور وجہ داہنے سے شروع کرنے کی یہ ہے کہ طواف کرنے والا بجائے مقتدی کے ہے اور کعبہ بجائے امام کے اور حالانکہ ایک مقتدی امام کی
داہنی طرف کھڑا ہوتا ہے طواف مین جب ملتزم کے سامنے ہو تو یہ دعا کرے (اللہم الیک مددت یدی وفیما عندک عظمت رغبتی فاقبل دعوتی واقلنی عثرتی وارحم
تضرعی وعدلی بمغفرتک واعذنی من مضلات الفتن اللہم ان لک علی حقوقا فتصدق بہا علی) اور بیت اللہ کے دروازے کے سامنے کہے (اللہم ہذا
البیت بیتک وہذا الحرم حرمک وہذا الامن امنک وہذا مقام العائذ بک من النار اعوذ بک من النار فاعذنی منہا) اور جب رکن عراقی کے پاس آوے تو کہے اللہم
انی اعوذ بک من الشک والشرک والنفاق والشقاق ومساوی الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاہل والولد) اور جب میزاب رحمت کے مقام پر
تو کہے (اللہم انی اسالک ایمانا لا یزول ویقینا لا ینفد ومرافقۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک واسقنی بکاس
محمد صلے اللہ علیہ وسلم شربۃ لا اظما بعدہا ابدا) اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے (اللہم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارۃ
لن تبور یا عزیز یا غفور) اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے (اللہم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر ومن عذاب القبر ومن
فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرۃ) اور واقدی نے کتاب المغازی مین بسند حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان مین یون فرماتے تھے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) اور معلوم کرنا چاہیے
کہ یہ ادعیہ اسوقت ہو سکینگی جب طواف مین ٹھہرنا ہو تو جس طواف مین رمل سنت ہے اسمین استیعاب انکا نہین ہو سکتا اور یہ ادعیہ صحابہ اور
تابعین سے متفرق منقول ہین علمائے متاخرین نے انکو یکجا جمع کر لیا ہے کذا فی فتح القدیر ولو عکس اعاد ما دام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم وکذا لو ابتدا من غیر
الحجر کما مر اور اگر اسکے بالعکس کرے یعنے اپنے بائین جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ کرے جب تک کہ مکہ مین مقیم ہے اور اگر
وہان سے چلا آیا تو اسپر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسیطرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کریگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا چنانچہ
واجبات حج مین مذکور ہو چکا کہ ابتدائے طواف حجر اسود سے واجب ہے قالوا ویمر بجمیع بدنہ علی جمیع الحجر فقہا نے کہا ہے کہ شروع طواف مین اپنے تمام بدن کو سارے
حجر اسود کے سامنے کرکے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہو کر طواف کرے اس طرح کل بدن کا کل حجر سے سامنا ہو جاویگا جاعلا قبل
شروعہ رداءہ تحت ابطہ الیمنی ملقیا طرفہ علی کتفہ الایسر اشواطا وراء الحطیم وجوبا لان منہ ستۃ اذرع من البیت فلو طاف من الفرجۃ لم یجز
کاستقبالہ احتیاطا قبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائین مونڈھے پر ڈال کر حطیم سمیت بیت اللہ کا طواف کرے لغت عرب
مین اسطرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہین سو یہ سنت ہے اور حطیم کو ملا کر طواف کرنا واجب ہے اسواسطے کہ حطیم مین چھ ہاتھ بیت اللہ کی زمین داخل ہے سو اگر طواف کر
اس کشادگی اور رنا کے مین گھسکر جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان مین ہے تو یہ طواف جائز نہوگا جیسے نماز کے وقت فقط استقبال کرنا حطیم کا جائز نہین بنا بر احتیاط کے

یعنی استقبال کعبہ کا نص قرآنی سے فرض ہی اور حطیم کا بیت اللہ مین داخل ہونا خبر واحد سے ثابت ہی نہ دلیل قطعی سے تو احتیاطا اسکو مقتضی ہی کہ طواف مین تو حطیم کو
داخل کیجیے اور نماز مین خارج وبہ قبر اسمعیل وہاجر اور حطیم مین حضرت اسمعیل اور ہاجر علیہما السلام کی قبر ہی سبعۃ اشواط فقط بیت اللہ کے گرد فقط سات بار گھومے اشواط
جمع ہی شوط کی شوط ایکبار گھومنے کو کہتے ہین یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک گھومکر پہونچنا یہ ایک شوط ہی اور سات بار گھومنے سے ایک طواف ہوتا ہی فلو طاف ثامنا
مع علمہ بہ فالصحیح انہ یلزمہ اتمام الاسبوع للشروع ای لانہ شرع فیہ ملتزما بخلاف مالو ظن انہ سابع لشروعہ مسقطا لا ملتزما بخلاف الحج سو اگر آٹھوان
شوط گھوما آٹھوان جانکر تو مذہب صحیح یہ ہی کہ اُسپر لازم ہو گیا پورا کرنا سات شوط کا یعنے دوسرا طواف سات شوط والا لازم ہوا بسبب شروع کر دینے کے
یعنے اسواسطے کہ اُسنے دوسرا طواف شروع کر دیا التزام کرکے بخلاف اُسکے کہ اگر آٹھوان شوط کو ساتوان گمان کرکے شروع کریگا تو دوسرا طواف اُسپر لازم
نہو گا اسواسطے کہ اُسکا شروع کرنا بنا بر اسقاط کے ہی نہ بنا بر التزام کے بخلاف حج کے اسلیے کہ بطور اسقاط شروع کرنے سے بھی اتمام حج کا لازم ہو جاتا ہی
بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی المنح عن البحر واعلم ان مکان الطواف داخل المسجد ولو وراء زمزم لا خارجہ لصیرورتہ طائفا بالمسجد لا بالبیت اور معلوم کر کہ طواف
کرنے کا مکان تمام مسجد الحرام ہی اندر کی طرف سے اگرچہ زمزم کو بھی طواف مین داخل کرلے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کا مکان نہین اسواسطے کہ اگر باہر مسجد الحرام
کے طواف کریگا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہو گا نہ بیت اللہ کا م ہر چند تمام مسجد الحرام مین طواف جائز ہی لیکن بیت اللہ کے گرد چند ستون قائم ہین اُسکے
اندر طواف ہوتا ہی اُسکو مُطاف کہتے ہین اور نقشہ بیت اللہ کا مجملاً یون ہی کہ درمیان مین بطور کوٹھری کے بیت اللہ ہی اُسکے گرد مطاف کے ستون ہین پھر چارون طرف
بڑا صحن ہی جسمین زمزم کا کنوان اور مقام ابراہیم اور چارون اماموں کے مصلے ہین پھر چارون طرف مسجد الحرام کے عمارت ہی یک منزلہ تین درجہ کی پھر
پشت کی دیوار ہی اور مسجد الحرام کی پشت پر ایک طرف صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہی اور مروہ کے درمیان مسجد الحرام کی دیوار سے متصل
دو سبز منارے ہین جنمین سعی کرتے ہین اور بیت اللہ کے چار کونے ہین جنکو ارکان کہتے ہین ایک کونے پر تخمیناً تین ہاتھ کی بلندی پر حجر اسود منصوب ہی جب حجر اسود
سے طواف کیجیے بیت اللہ کے دروازے کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہی اُسکو رکن عراقی کہتے ہین پھر اُسکے بعد تیسرا کونا ہی جسکو رکن شامی بولتے ہین پھر
چوتھے کونے کو رکن یمانی کہتے ہین اور حجر اسود سے تا در کعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہی اور بیت اللہ سے جانب مشرق تین کوس پر منا ہی جہان قربانی ہوتی ہی اُسکے آگے
تین کوس پر مزدلفہ ہی جہان مغرب اور عشا کی نماز ملا کر پڑھتے ہین اُسکے آگے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہی جہان حج ہوتا ہی اسقدر جان لینے سے مسائل
حج کا دریافت کرنا آسانی سے ہوتا ہی ولو خرج منہ او من السعی الی جنازۃ او مکتوبۃ او تجدید وضوء ثم عاد بنی اور اگر بدون سات شوط کے طواف سے نکلے یا سعی
کرنے سے نکلے نماز جنازہ کے واسطے یا فرض نماز کے واسطے یا نیا وضو کرنے کے واسطے پھر وہین آوے جہان سے طواف اور سعی کو قطع کیا تھا تو وہین سے جوڑے
وجاز فیہما اکل وبیع وافتاء وقراءۃ لکن الذکر افضل منہا اور طواف اور سعی مین جائز ہی کھانا اور بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہی کذا فی النہر اور جائز ہی فتوی دینا
اور قرآن پڑھنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہی قرآن کے پڑھنے سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ جو
بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کوئی بات نکرے تو اُسکے دس گناہ مٹائے جاتے
ہین اور دس درجے اُسکے سبب سے بلند کیے جاتے ہین کذا فی النہر وفی منسک النووی الذکر المأثور افضل واما فی غیر المأثور فالقرآن افضل ظہیر رجح اور نووی شافعی کی منسک
مین یون ہی کہ ذکر منقول افضل ہی اور غیر منقول سے تو قرآن افضل ہی طواف مین تو اُسکی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ طواف مین تو
مجرد ذکر اللہ معروف ہی اور مجھکو کوئی حدیث ایسی معلوم نہین جسمین قراءۃ قرآن طواف مین مروی ہو ابن ماجہ کی حدیث مرفوع مین طواف کے اندر تسبیح اور تہلیل
اور تحمید اور تکبیر اور حوقلہ مروی ہی واللہ اعلم ورمل ای مشی بسرعۃ مع تقارب الخطی وہز کتفیہ فی الثلثۃ الاول استنانا فقد ا اور رمل کرے یعنے جلد
چلے نزدیک نزدیک قدم رکھکر اور دونون مونڈھون کو ہلا کر جیسے جوانمرد پہلوان صف جنگ مین اکڑتے ہین اس طرح اکڑتا ہوا پہلے تین شوطون مین

مسنون ہر ہم کتب احادیث مین ثابت ہر کہ اکڑنے کا طواف مین یہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ اصحاب کے مدینہ سے عمرہ کرنے کو آئے تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کی تپ نے مسلمانون کو توڑ دیا اور دبلا بے طاقت کر ڈالا حضرتؐ نے فرمایا مسلمانون کو کہ اکڑکے طواف کرین تا کافرون پر رعب پڑے پھر جب مکہ فتح ہوا تو دسوین سال ہجرت کے حجۃ الوداع کے واسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت الٰہی کے یاد کرنے کو کہ بعد خوف کے امن عطا کیا پھر ہمیشہ یہ عمل صحابہ اور تابعین مین جاری رہا صحیح بخاری مین عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہر کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ نے کہا کہ ہمکو اس اکڑنے سے کیا حاصل یہ اکڑنا تو ہمنے مشرکون کو دکھلایا تھا اور اب تو خدا نے اُنکو ہلاک کر ڈالا پھر فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہین چاہتے ہین کہ اُسکو چھوڑین اور ابو داؤد نے یون روایت کی عمر فاروقؓ سے کہ یہ اکڑنا اور مونڈھون کا کھولنا کسواسطے ہر اور حالانکہ حق تعالی نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹایا لیکن باوجود اسکے ہم نہ چھوڑینگے اُس چیز کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ہم کرتے رہے فلو ترکہ او نسیہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو شوط اول مین ترک کیا یا بھول گیا تو رمل نہ کرے مگر اُنھین دونون شوطون مین جو اول کے بعد ہین اور اگر تینون شوط مین رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چار شوطون مین رمل نہ کرے ہکذا فی الفتح والنہر والعالمگیریۃ عن البحر شارح کے کلام مین ظاہرا شرط اول کی جزا ساقط ہو گئی ہر یعنی حق عبارت تینون کتابون کے موافق یون ہر فلو ترکہ او نسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فی الشوطین بعدہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اہ لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے پوری عبارت کا ترجمہ کیا غالب ہر کہ یہ اسقاط کاتبون کی جہت سے ہو مترجم نے دو نسخون مین اسی طرح پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا اور اگر ہجوم ہو لوگون کا اور رمل کرنے کی جگہ نہ ملے تو ٹھہر جاوے یہان تک کہ کشادگی پاوے پھر تب رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اُسکے واسطے بسبب ہجوم کے توقف کرنا نچاہیے اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہر یعنی استقبال اور رمل کے واسطے کوئی عوض نہین من الحجر الی الحجر فی کل شوط رمل کرے حجر اسود سے حجر اسود تک تین بار ہر شوط مین **وکلما مر بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام** اور ہر شوط مین جب حجر اسود کے پاس ہو کر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہان تک بسبب ہجوم کے نہ جا سکے تو عصا یا تلوار اُسمین لگاوے اور اُسکو چومے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے **واستلم الرکن الیمانی وہو مندوب** لکن بلا تقبیل وقال محمد ہو سنۃ ویقبلہ والدلائل تویدہ ویکرہ استلام غیرہما اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہ مستحب ہر امام اعظم رح کے نزدیک بلا تقبیل یعنی فقط اُسپر ہاتھ رکھے لیکن اُسکو نہ چومے اور محمد رح نے کہا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہین بلکہ سنت ہر اور اُسکو چومے بھی اور دلائل احادیث کی محمد رح کے قول کی تائید کرتے ہین اور سوائے حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کرنا مکروہ ہر بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما مین عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہر کہ مین نے نہین دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ہاتھ لگاتے ہون بیت اللہ کو سوائے دو رکن یمانی کے کذا فی البرہان اور ابن عباسؓ سے مروی ہر کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلے شفعا فی وقت مباح یجب** بالجیم علی الصحیح **بعد کل اسبوع عند المقام** حجارۃ ظہر فیہا اثر قدمی الخلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنا بر مسنون ہونے کے پھر مباح وقت مین دو رکعتین نماز پڑھے جو واجب ہین بنا بر قول صحیح کے ہر سات بار گھومنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتھر ہر جسمین ابراہیم علیہ السلام کے دونون قدمون کے نقش ظاہر ہین جب اسمعیلؑ اور ہاجر کے دیکھنے کو تشریف لاتے تو سواری پر سے اوترتے اور چڑھتے اُسی پتھر پر قدم مبارک رکھتے تھے اور ایک روایت یہ ہر کہ جب بحکم الٰہی حج کے واسطے سب خلق کو پکارا تو اُسی پتھر پر قدم رکھے ہوے تھے کذا فی الطحطاوی طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالے نے زمین پر اوتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا کی (اللہم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سوالی وتعلم ما عندی فاغفر لی ذنوبی) (اللہم انی اسالک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتے اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت علے ورضنی بقضائک) تو حق تعالے نے آدم پر وحی اُتاری اور فرمایا اے آدم تو نے ایسی دعا مجھ سے

بتلی کہ مین نے قبول کی اور تیرے گناہ بخشے اور تیرے غموم اور ہموم کو دفع کیا اور جو تیری اولاد سے یہ دعا کریگا تو اُسکے ساتھ بھی ایسا ہی کرونگا اور اُسکی محتاجی کو دور کرونگا کذا فی کنز العمال لعلی المتقی وفتح القدیر او غیرہ من المسجد یا مقام ابراہیمؑ کے سوا اور کہین مسجد الحرام مین دوگانہ طواف کا پڑھے اگر وہان جگہ نپاوے کذا فی البرہان وہل تعیین المسجد قولان اور کیا اس نماز کے واسطے مسجد الحرام ہی متعین ہے اسمین دو قول ہین طحطاوی نے کہا قول معتمد یہ ہے کہ تعیین مسجد الحرام کی فضیلت کے واسطے ہے ثم التزم الملتزم وشرب من ماء زمزم پھر بعد دوگانہ طواف کے ملتزم کو چمٹے اسطرح کہ اپنا سینہ اور پیٹ اور داہنا رخسارہ اُسمین لگاوے اور دونون ہاتھون کو سر کے اوپر کھڑا کر کے دیوار مین چپٹاوے اور زمزم کا پانی پیے اور یہ دعا پڑھے (اللّٰہم انی اسئلک رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل داء) ہکذا فی فتح القدیر دعا وان اراد السعی اور پھر آوے حجر اسود کی طرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہو تو بعد دوگانہ طواف کے حجر اسود کی طرف نہ آوے ہم طواف القدوم کے بعد سعی کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ قربانی کے دن فرض اور ذبح اور رمی جمار کے اشغال در پیش ہین اور افضل یہ ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تاخیر کرے طواف فرض کے بعد ادا کرے اسواسطے کہ سعی واجب ہے تو بہتر یہ ہے کہ فرض کے تابع ہو کذا فی النہر عن التحفہ واستلم الحجر وکبر وہلل وخرج من باب الصفا ندبا اور حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور مستحب ہے کہ باب الصفا سے نکلے بایان قدم آگے بڑھا کر اور یہ دعا پڑھے (بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰہم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیہا واعذنی من الشیطان) کذا فی فتح القدیر فصعد الصفا بحیث یری الکعبۃ من الباب واستقبل البیت وکبر وہلل وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصوت مرتفع خانیہ پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید اور درود پڑھے بلند آواز سے کذا فی الخانیہ ہم سنن ابوداؤد مین جابرؓ سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آیا پھر حقتعالی کی توحید اور تکبیر کی اور یہ فرمایا (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو علی کل شی قدیر لا الٰہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ) پھر اسکے درمیان مین دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا ورفع یدیہ نحو السماء ودعا لحمۃ العبادۃ بما شاء لان محمدا لم یعین شیئا لانہ یذہب برقۃ القلب وان تبرک بالماثور فحسن اور دونون ہاتھ اُٹھاوے آسمان کیطرف ہتھیلیان کر کے چنانچہ پنجگانہ نماز کے بعد معمول ہے اور چونکہ تمامی عبادت کا یہ وقت ہے تو جو چاہے سو دعا کرے اسواسطے کہ امام محمد رحمہ نے مناسک حج مین کوئی دعاے خاص معین نہین کی اسلیے کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا مانع ہے دعا وہی بہتر ہے جو اپنے جوش دل سے ہو اور اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو بھی خوب ہے بلکہ اکثر لوگون کے حق مین ادعیہ منقولہ بہتر ہین چنانچہ مترجم نے کچھ دعائین ذکر کی ہین اور کچھ آیندہ ذکر کریگا مجدالدین فیروز آبادی نے سفر السعادت مین نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا کی (اللّٰہم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتہا) اور شیخ عبدالحق کی شرح سفر السعادۃ مین موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمر کہ صفا پر یہ دعا کرے (اللّٰہم انک قلت ادعونی استجب لکم وانک لا تخلف المیعاد وانا اسئلک کما ہدیتنی للاسلام ان لا تنزعہ منی حتے تتوفانی وانا مسلم) ثم مشے نحو المروۃ ساعیا بین المیلین الاخضرین المنحوتین فی جدار المسجد پھر صفا سے اُتر کے مروہ کیطرف چلے اُن دونون سبز منارون کے درمیان جھپٹکر جو مسجد الحرام کی پشت کی دیوار مین تراشے ہوے ہین ہم جب صفا سے اُترے تو یہ دعا پڑھے (اللّٰہم استعملنی بسنۃ نبیک وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین) اور جب دو سبز منارون مین سعی کرے تو یہ دعا پڑھے (رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم) یہ دعا عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کذا فی الفتح اور سفر السعادت مین دعاے مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ وصعد علیہا وفعل ما فعلہ علی الصفا یفعل ہکذا سبعا یبدأ بالصفا ویختم الشوط السابع بالمروۃ اور چڑھے مروہ پر اور وہ اُسپر وہ کرے جو صفا پر کر چکا اسیطرح

سات بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتوین شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہ ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا یہ دوسرا شوط
ہوا اسیطرح ساتوان شوط مروہ پر تمام ہوگا فلو بدأ بالمروة لم یعتد بالاول ہو الاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط اول مین نہ معتبر ہوگا یہی قول اصح
ہی اسواسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا کرو اُس سے جس سے حقتعالی نے ابتدا
کی یعنے فرمایا قرآن مجید مین (ان الصفا والمروة من شعائر اللہ) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وندب ختمہ برکعتین فی المسجد کختم الطواف اور مستحب ہی ختم کرنا سعی کا دو رکعتون
پر جنکو مسجد الحرام مین جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد مین حدیث مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتین مسجد الحرام
مین جاکر پڑھین سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب بن وداعہ سے کذا فی فتح القدیر ثم سکن بمکۃ محرما بالحج ولا یجوز
فسخ الحج بالعمرة عندنا پھر ٹھہرا رہے مکہ معظمہ مین حج کا احرام باندھے ہوے اور عمرہ کرکے حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیون کے جائز نہین یعنے
جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کرکے احرام حج کا چھوڑنا درست نہین اور وہ جو صحیحین مین حدیث ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ
الوداع مین اصحاب سے عمرہ کروا کر حج کو فسخ کروایا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا اسواسطے کہ صحیح مسلم مین ابو ذر سے حدیث مروی ہی کہ حج کو فسخ کرا کر
عمرہ سے یہ اصحاب کبار کو مخصوص تھا وطاف بالبیت نفلا ما شاء بلا رمل وسعی وہو افضل من الصلوة نافلۃ للآفاقی وقلبہ للمکی اور نفل طواف کیا کرے بیت اللہ
کا جتنا چاہے بدون رمل اور سعی کے طواف کرنا افضل ہی نفل نماز پڑھنے سے مسافر کے حق مین اور اہل مکہ کے واسطے نماز افضل ہی طواف سے دنی البحر معنی
تقییدہ بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوة مطلقا اور بحر الرائق مین ہی کہ فضلیت صلوۃ مین موسم حج کی قید لگانا لائق ہی یعنی کیونکہ اسواسطے ایام حج
مین طواف سے نماز افضل ہی تاکہ بسبب ہجوم کے مسافر طواف سے نہ محروم رہین اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہی نفل نماز سے ہر طرح طحطاوی اور ابن حبان
نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہی مگر یہ کہ خدا نے طواف مین کلام کرنا حلال کر دیا ہی تو جو کہ کلام کرے تو سوا خیر کے
نہ بولے کذا فی المنح والبرہان اور ترمذی اور نسائی مین یون مروی ہی کہ طواف مثل نماز کے ہی اور ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتین پڑھین گویا اُسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اسی کتاب مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہین سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے (اللّٰہم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرة ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ
وفی الآخرة حسنۃ وقنا عذاب النار) تو وہ فرشتے آمین کہتے ہین ترمذی مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
بیت اللہ کا ۵۰ بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا نکل جاویگا جیسا اُسدن بیگناہ تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا کذا فی تیسیر جامع الاصول
وخطب الامام اولی خطب الحج الثلث سابع ذی الحجۃ بعد الزوال وبعد صلوة الظہر وکرہ قبلہ وعلم فیہا المناسک اور حج کے تین خطبون مین سے
پہلا خطبہ ساتوین تاریخ ذی الحجہ کے امام پڑھے دو پہر ڈھلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہی اور اس خطبہ مین حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندھنا
اور منا اور عرفات کا جانا اور وہان کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہان سے پھرنا لوگون کو سکھا دے ہم حج کے تین خطبہ ہین ایک ساتوین تاریخ مکہ مین اور دوسرا
عرفات مین اور تیسرا گیارھوین کو منا مین اور سب خطبے بعد زوال اور بعد نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہین مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہی اور سب
خطبون مین اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید واجب ہی مانند خطبہ عیدین کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ استسقا اور خطبہ نکاح مین تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہی کذا فی المنح والطحطاوی
فاذا صلی بمکۃ الفجر یوم الترویۃ ثامن الشہر خرج الی منی قریۃ من الحرم علی فرسخ من مکۃ ومکث بہا الی فجر عرفۃ پھر جب ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ فجر کی نماز مکہ مین
پڑھ چکے تو منا کیطرف چلے اور عرفے کی فجر تک وہان رہے آٹھوین تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہین اور منا ایک گانون ہی حرم کی حد مین مکہ سے تین کوس ہم اقامت
مکہ مین جمیع حالات مین لبیک کہتا رہے سوائے طواف کے اور منا کیطرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے (اللّٰہم ایاک ارجو وایاک ادعو والیک ارغب اللّٰہم

بلغنی صالح عمل وصلح فی ذریتی) پھر جب منا مین داخل ہو تو یہ دعا پڑھے (اللھم ہذا منی وہذا ما دللتنا علیہ من المناسک فمن علینا بجوامع الخیرات وبما مننت بہ علے ابراھیم خلیلک ومحمد حبیبک وبما مننت بہ علے اہل طاعتک فانی عبدک وناصیتی بیدک جئت طالبا مرضاتک) اور منا مین مستحب یہ ہو کہ مسجد الخیف کے پاس اُترے کذا فی فتح القدیر ثم بعد طلوع الشمس راح الے عرفات علے طریق ضب پھر آفتاب کے نکلنے کے بعد منا سے عرفات کو جاوے ضب کی راہ پر کہ یہی سنت ہو اور عرفات کے چلنے کے وقت یہ دعا پڑھے (اللھم الیک توجہت وعلیک توکلت ووجہک اردت فاجعل ذنبی مغفورًا وحجی مبرورًا وارحمنی ولاتخیبنی وانقض بعرفات حاجتی انک علے کل شئے قدیر) اور لبیک کہے اور کلمہ توحید پڑھے پھر جب عرفات کے قریب پر پہونچے اور جبل رحمت نظر آوے تو کہے (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر) پھر لبیک کہتا رہے یہانتک کہ عرفات مین داخل ہو کذا فی الفتح وعرفات کلہا موقف الا بطن عُرنۃ بفتح الراء وضمہا وادمن الحرم غربی مسجد عرنۃ اور تمام عرفات ٹھہرنے کا مکان ہو مگر بطن عُرنہ مین ٹھہرنا جائز نہین عرنہ بضم اول وفتح ثانی اور ضمہ بھی اُسکو جائز ہو نام جنگل ہی حرم مین مسجد عرفہ کی مغرب کیطرف اور عرفات حل مین ہو فبعد الزوال قبل صلوۃ الظہر خطب الامام فی المسجد خطبتین کالجمعۃ پھر دو پہر ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد مین دو خطبے پڑھے مانند جمعہ کے یعنے جیسے خطبہ جمعہ مین امام درمیان دو خطبون کے منبر پر بیٹھتا ہے ویسے ہی آمین بھی بیٹھے اور جیسے جمعہ مین امام کے سامنے موذن اذان کہتا ہو ویسا ہی یہان بھی اذان کہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وعلم فیہما المناسک وبعد الخطبۃ صلے بہم الظہر والعصر باذان واقامتین وقرأ سریۃ ولم یصل بینہما شیئا علی المذہب ولا بعد اداء العصر فی وقت الظہر اور امام اس خطبہ مین احکام حج کے تعلیم کرے یعنے وقوف عرفات اور مزدلفہ اور وہان سے پھرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکھاوے اور بعد خطبہ کے لوگون کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھاوے ایک اذان اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کیواسطے اور دوسری عصر کیواسطے اسلیے کہ عصر خلاف عادت ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہو تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور ہوا اور امام قرأت کو آہستہ پڑھے اور ظہر اور عصر کے درمیان مین کوئی نماز نہ پڑھے یہانتک کہ سنت موکدہ بھی نہ پڑھے بنا بر مذہب صحیح کے اور نہ بعد ادا کرنے عصر کے کوئی نماز پڑھے ظہر کے وقت مین اسواسطے کہ نفل پڑھنا بعد عصر کے مکروہ ہو وشرط الصحۃ ہذا الجمع الامام الاعظم او نائبہ والا صلوا وحدانا والاحرام بالحج فیہما الصلوتین اور اسواسطے صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر مشروط ہین امام اعظمؒ کے نزدیک ایک شرط یہ ہو کہ بادشاہ ہو یا اُسکا نائب چنانچہ قاضی اور اگر بادشاہ یا اُسکا نائب نہو تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھین بلا جماعت اور دوسری شرط یہ ہو کہ حج کا احرام ہو دونون نمازون مین تو اگر ظہر کی نماز عمرہ کے احرام سے پڑھے اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہین اسواسطے کہ دونون نمازون مین حج کا احرام مشروط ہو اور اسیطرح اگر بدون احرام کے دونون نمازون کو جمع کریگا تو بھی جائز نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلا یجوز العصر للمنفرد فی احدہما فلو صلے الظہر وحدہ لم یصل العصر مع الامام تو جائز نہین عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنا اُس شخص کو جسنے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑھی سو اگر اُسنے ظہر کی نماز تنہا پڑھی تو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے بلکہ عصر کے وقت پڑھے ولا یجوز العصر لمن صلے الظہر بجماعۃ قبل احرام الحج ثم احرم الا فی وقتہ اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر اُسنے حج کا احرام باندھا تو اُسکو عصر کا پڑھنا جائز نہین مگر عصر کے وقت مین نہ امام کے ساتھ ظہر کے وقت مین اسواسطے کہ شرط ثانی مفقود ہو وقالا لا یشترط لصحۃ العصر الا الاحرام وبہ قالت الثلثۃ وہو الاظہر شرنبلالیۃ عن البرہان اور صاحبین نے کہا کہ مشروط نہین صحت عصر کے واسطے مگر احرام یعنی جمع بین الصلوتین کے واسطے فقط احرام حج کافی ہو امام کا ہونا شرط نہین اور یہی مذہب ہو تینون امامون کا اور یہی قول ظاہر تر ہو باعتبار دلیل کے کذا فی شرنبلالی عن البرہان ہم برہان مین کہا کہ یہ قول اسواسطے اظہر ہو کہ عرفات مین جمع بین الصلوتین اسواسطے ہو کہ امتداد وقوف غروب تک واجب ہو اور موقف کی زمین نہایت اونچی نیچی ہو صفون کا وہان برابر ہونا ممکن نہین تو اگر عصر اپنے وقت پر ہوتی تو وہان سے نکلنا پڑتا اور وقوف منقطع ہوتا ہو

ضرورت سے جمع بین الظہر والعصر جائز ہوا تو اُس حاجت مین منفرد اور جسنے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھی دونون برابر ہین **ثم ذہب الی الموقف بغسل سن**
ووقف الامام علی ناقتہ بقرب جبل الرحمۃ عند الصخرات الکبار مستقبلا القبلۃ پھر نماز کے بعد جاوے طرف موقف کے یعنی ٹھہرنے کے مکان مین جاوے
غسل کرکے کہ مسنون ہے اور امام وقوف کرے اپنے اونٹ پر سوار ہوکر جبل رحمت کے قریب بڑے بڑے کالے پتھرون کے پاس قبلہ رو ہوکر ہم
یہین کھڑا ہونا سنت ہے اور یہ جو عوام کی عادت ہے کہ پہاڑ پر چڑھ کر کھڑے ہوتے ہین سو بے اصل ہے **والقیام والنیۃ فیہ ای الوقوف لیست بشرط
ولا واجب فلو کان جالسا جاز حجہ وذلک لان الشرط الکینونۃ فیہ فصح وقوف مجتاز وہارب وطالب غریم ونائم ومجنون وسکران** اور کھڑا ہونا اور
وہان کے ٹھہرنے مین نیت وقوف کی کرنا نہ شرط ہے نہ واجب سو اگر موقف مین بیٹھا رہیگا حج اُسکا جائز ہوگا اور یہ جواز اسواسطے ہے کہ وہان کا ہونا شرط ہے حج
کی کسیطرح سے ہو تو صحیح ہے وقوف راہ چلتے اور بھاگتے کا اور مدیون کی تلاش کرنے والیکا اور سونے والیکا اور دیوانے اور مست کا اور اسیطرح حائض اور جنب
کا وقوف اور جسنے جمع بین الصلوتین نہین کی اُسکا وقوف بھی صحیح ہے کذا فی المنح **ودعا جہرا بجہد وعلم المناسک ووقف الناس خلفہ بقربہ مستقبلین القبلۃ
سامعین لقولہ خاشعین باکین** اور آواز بلند کرکے دعا کرے نہایت اجتہاد اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنے اونٹ پر سے اور لوگ
امام کے پیچھے ٹھہرین متصل اُسکے روبقبلہ ہوکر امام کے قول پر کان لگائے گڑگڑاتے روتے ہوئے ہم امام مالک نے موطا مین حدیث صحیح مرفوع نقل کی کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہے اور جو افضل دعا کہ مین نے کی اور مجھ سے پہلے پیغمبرون نے کی وہ یہ ہے (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک
ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علے کل شئے قدیر) توحید اور ثنا کو دعا فرمایا اسواسطے کہ کریم کی تعریف کرنا درحقیقت دعا ہے مثل مشہور ہے کہ فقیر کی
صورت سوال ہے علے الخصوص جب تعریف بھی کرنے لگے اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبد اللہ بن عباس سے کہ فلانا شخص رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا سو وہ شخص عورتون کی طرف دیکھنے لگا تو رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای میرے بھتیجے اس دن مین جو اپنے کان اور
آنکھ اور زبان کو محفوظ رکھے تو اُسکی مغفرت ہوتی ہے اور بزاز وغیرہ نے عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی کہ مین نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفہ
کے دن دونون ہاتھ پھیلا کے دعا کرتے تھے جیسے کھانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہے کہ موقف مین حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ دعا کی (اللّٰہم لک الحمد کالذی نقول وخیرا مما نقول اللہم لک صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی ولک رب تراثی اللہم انی اعوذ بک من عذاب
القبر ووسوسۃ الصدر وشتات الامر اللہم انی اعوذ بک من شر ما تجئ بہ الریح اللہم انک تسمع کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلانیتی ولا یخفی علیک
شئ من امری انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنوبہ اسالک مسألۃ المساکین وابتہل الیک ابتہال المذنب الذلیل
وادعوک دعاء الخائف الضریر من خضعت لک رقبتہ وفاضت لک عیناہ وذل جسدہ ورغم انفہ اللہم لا تجعلنی بدعائک شقیا وکن لی رؤفا رحیما
یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین) اخرجہ الطبرانی فی المعجم اور سنن بیہقی مین مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا اور باقی
پیغمبرون کی دعا عرفات مین یہ ہے (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علے کل شئ قدیر اللہم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا وفی
بصری نورا اللہم اشرح لی صدری ویسر لی امری واعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر وفتنۃ القبر اللہم انی اعوذ بک من شر ما
یلج فی اللیل وشر ما یلج فی النہار وشر ما تہب بہ الریاح ومن شر بوائق الدہر) کذا فی سفر السعادت للفیروز آبادی اور اختیار شرح مختار مین ہے
کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا مین کثرت سے احادیث ثابت ہین تو لائق یہ ہے کہ دعا مین بہت کوشش کرے اور جو دعا کہ یاد ہو
کرے اور اگر حفظ پر قادر نہو تو کاغذ مین لکھکر پڑھے اور مستحب ہے کہ اُس دن بعد نماز عصر کے سورۂ فاتحہ اور اخلاص دس بار پڑھ کر یہ دعا
کرے (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وہو علے کل شئ قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ

واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم یا رفیع الدرجات یا منزل البرکات یا فاطر الارضین والسموات ضجت لک
الاصوات لصنوف اللغات نسالک الحاجات وحاجتی ان ترحمنی فی دار البلی اذا نسینا اہل الدنیا اسالک ان توفقنی
لما افترضت علی وتعیننی علی طاعتک وادا رحقک وقضاء المناسک التی اریتہا ابراہیم خلیلک ودللت محمدا حبیبک اللہم
لکل متضرع الیک اجابۃ ولکل مسکین لدیک رافعۃ وقد جئتک متضرعا الیک مسکینا لدیک فاقض حاجتی واغفرلی ذنبی ولا تجعلنی
من اخیب عندک فقد قلت وانک لا تخلف المیعاد ادعونی استجب لکم وقد دعوتک متضرعا سائلا فاجب دعائی واعتقنی من النار
واغفرلی ولوالدی ولجمیع المومنین والمومنات برحمتک یا ارحم الراحمین) الغرض اُس دن اور اُس مکان مقدس مین کریم مطلق کی رحمت اور مغفرت کا جوش ہی
صدق دل سے جو یہان مانگے سو پاوے قسمت والون کو یہ دولت نصیب ہوتی ہی الٰہی اس عاجز مسکین کو بھی اپنے در دولت پر کمال ذوق اور شوق سے
حاضر کر اور اپنے کرم سے حج مبرور عنایت فرما آمین وہو من مواضع الاجابۃ وہی بمکۃ خمسۃ عشر نظمہا صاحب النہر فقال ــــہ دعاء البرایا یستجاب بکعبۃ *
وملتزم والموقفین کذا الحجر * طواف وسعی ومروتین وزمزم * مقام ومیزاب جمار کذا تعبر * اور موقف عرفات ان مکانات سے ہی جہان دعا قبول
ہوتی ہی اور مواضع اجابت دعا کے مکۂ معظمہ مین پندرہ ہین جنکو نہر الفائق کے مصنف نے دو بیتون مین نظم کیا ہی سو یون کہا ہی کہ دعا خلق کی مقبول
ہوتی ہی کعبہ مین یعنے بیت اللہ کے اندر اور ملتزم مین اور موقف عرفات مین اور موقف مزدلفہ مین اور حجر اسود کے پاس اور طواف مین اور سعی کرنے مین
اور صفا اور مروہ پر اور زمزم کے پاس اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب یعنے کعبہ کے پرنالہ کے نیچے اور تینون جمار کے پاس ہم صاحب نہر الفائق نے
نظم مین یہ نہین مذکور کیا کہ ان مواضع مین کون وقت دعا مقبول ہوتی ہی لیکن حاشیہ دلائل الاسرار مین مناسک حسن نقاش سے ساعات مذکورہ کی یون تقریر
ہی کہ بیت اللہ کے اندر عصر کے وقت دونون ستون کے آگے دعا مقبول ہوتی ہی اور ملتزم مین آدھی رات کو اور موقف عرفات مین آفتاب غروب ہونے کے وقت
اور موقف مزدلفہ مین آفتاب طلوع ہونے کے وقت اور طواف مین ہر وقت بلا قید دعا قبول ہی اور سعی مین اور صفا اور مروہ پر عصر کے وقت اور زمزم کے پاس
آفتاب ڈوبنے کے وقت اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب رحمت کے نیچے سحر کے وقت اور جمار کے پاس طلوع آفتاب کے وقت دعا مقبول ہی اور اجابت
ان مکانات کی حسن بصری کے اس مکتوب سے ثابت ہی جو اہل مکہ کو لکھ بھیجا تھا کذا فی المنح زاد فی اللباب وعند رویۃ الکعبۃ وعند السدرۃ والرکن الیمانی و
فی الحجر وفی منی فی نصف لیلۃ البدر اور رطرابلسی نے لباب المناسک مین چھ مواضع اجابت کے اور زیادہ بیان کیے ہین یعنے کعبہ نظر آنے کے وقت اور
بیری کے درخت کے پاس اور رکن یمانی کے پاس اور حطیم مین اور منا مین اور ذی الحجہ کی چودھوین رات کے نصف مین منا کے اندر طحطاوی نے کہا کہ مین نے
کسی کتاب مین اس درخت کا محل نہین دیکھا کہ وہ کسی مقام پر ہی واذا غربت الشمس اتی علی طریق المازمین مزدلفۃ وحدہا من مازمی عرفۃ الے مازمی محسر
اور جب عرفات مین آفتاب غروب ہو تو وہان سے مزدلفہ مین آوے مازمین کی راہ سے اور مزدلفہ کی حد عرفات کی مازمین سے ہی محسر کی مازمین تک مازمین
بصیغہ تثنیہ تنگ راہ ہی مزدلفہ اور عرفات کے درمیان مین اور دوسرا مازمین منا اور مکہ کے درمیان مین ہی کذا فی القاموس اور حاشیہ دلائل الاسرار مین حکام ورکی
سے منقول ہی کہ مازمین ایک پہاڑ ہی عرفات اور مزدلفہ کے درمیان بالجملہ سنت یہ ہی کہ منا سے عرفات کو ضب کی راہ سے جاوے اور عرفات سے مزدلفہ کو مازمین
کی راہ سے آوے ویستحب ان یاتیہا ماشیا وان یکبر ویہلل ویحمد ویلبی ساعۃ فساعۃ اور مستحب یہ ہی کہ مزدلفہ مین پیدل آوے اور تکبیر اور تہلیل اور
تحمید اور لبیک کہتا رہے دمبدم اور اختیار شرح مختار مین ہی کہ اس راہ مین کثرت استغفار کی لائق ہی کہ حق تعالیٰ نے فرمایا (ثم افیضوا من حیث افاض الناس
واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم) یعنے رجوع کرو جہان سے لوگ رجوع کرتے ہین اور مغفرت مانگو اللہ سے البتہ اللہ غفور اور رحیم ہی والمزدلفۃ کلہا موقف
الا وادی محسر وہو واد بین منی ومزدلفۃ فلو وقف بہ او ببطن عرنۃ لم یجز علی المشہور اور مزدلفہ تمام ٹھہرنے کا مقام ہی سوائے محسر کے اور محسر ایک

نالہ ہو منا اور مزدلفہ کے درمیان مین سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ مین ٹھہریگا تو جائز نہو گا بقول مشہور صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین مصرح ہو کہ عرفات مین بطن عرنہ سے اور مزدلفہ مین محسر سے منع فرمایا کہ وہان کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم وتشدید سین مکسور اُس وادی کا نام ہو جہان اصحاب الفیل غارت ہوے محسر کے معنی تھکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہان عاجز ہوے لہذا اُسکا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی **ونزل عند جبل قزح بضم ففتح لا ینصرف للعلمیۃ والعدل من قازح بمعنی مرتفع** اور مزدلفہ مین قزح کے پہاڑ پاس اُترے قزح بضم اول وفتح ثانی لفظ غیر منصرف ہو بسبب علمیت اور عدل کے یعنی معدول ہو قازح سے جسکے معنی اونچا **والاصح انہ المشعر الحرام وعلیہ میقدۃ قیل کانون آدم** اور قول صحیح تر یہ ہو کہ مشعر الحرام بھی جبل قزح ہو کذا فی الکشاف اور اُس پہاڑ پر آگ جلنے کا ایک مکان ہو بعضون نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی بھٹی ہو ہم قرآن مجید مین فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام کے پاس حق تعالے کو یاد کرو لہذا شارح نے تصریح کردی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہو **وصلی العشائین باذان واقامۃ لان العشاء فی وقتہا فلم یحتج الی الاعلام کما لا احتیاج ہنا للامام** اور مغرب اور عشا کی وہان نماز پڑھے ایک اذان اور ایک اقامت سے اسواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت پر ہو تو اعلام کی حاجت نہین چنانچہ یہان جمع بین الصلوتین مین امام کی حاجت نہین ہم یہان سوال وارد ہوتا ہو کہ یہان جمع بین الصلوتین مین کیون دوبار اقامت نہوئی جیسے کہ عرفات کی جمع بین الصلوتین مین ہوئی تھی شارح نے جواب دیا کہ یہان دوسری نماز یعنی عشا اپنے اصلی وقت پر ہو اور لوگ سب مجتمع ہین تو اعلام کی کچھ حاجت نہین کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان دوسری نماز اپنے وقت پر نہین لہذا اعلام کی حاجت ہو اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس جمع بین الصلوتین مین امام اور جماعت مشروط نہین جیسے کہ عرفات مین مشروط ہو حالانکہ احادیث سے دونون مین جماعت ثابت ہو اسواسطے کہ مغرب یہان اپنے وقت سے متاخر ہو اور نماز کو پڑھنا وقت گذرنے کے بعد امر معقول ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان عصر اپنے وقت سے متقدم ہو اور تقدیم نماز کی اپنے وقت پر مخالف قیاس ہو ہر طرح سے لہذا اُسمین مورد کی جمیع شروط وارده واجب الرعایت ہین کذا فی دلائل الاسرار عن ابن مالک اور دونون نمازون کے بیچ مین سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑھے کذا فی المنسک المتوسط لملا رحمہ اللہ **ولو صلی المغرب او العشاء فی الطریق او فی عرفات اعادہ لحدیث الصلوۃ امامک** اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ مین یا عرفات مین پڑھے تو مزدلفہ مین دوسری بار پڑھے بدلیل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہو ہم صحیحین مین اسامہ بن زید سے مروی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوے تو راہ مین اُترے اور پیشاب کیا پھر ناتمام وضو کیا سو مین نے عرض کیا کہ نماز پڑھیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہو پھر حضرتؐ سوار ہوے تو جب مزدلفہ مین آئے تو پورا وضو کیا پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ مین نماز جائز نہین تو واجب الاعادہ ہو گی **فتوقتا بالزمان والمکان**

والوقت فالزمان لیلۃ النحر والمکان مزدلفۃ والوقت وقت العشاء حتی لو وصل مزدلفۃ قبل العشاء لم یصل المغرب حتی یدخل وقت العشاء فقلت لغزا من وجوہ تو بمقتضاے حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے ہمنے زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہو اور مکان خاص مزدلفہ ہو اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہو یعنے مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ مین لیلۃ النحر عشا کے وقت مخصوص ہو یہانتک کہ اگر کوئی مزدلفہ مین پہونچے قبل عشا کے تو مغرب کی نماز نہ پڑھے یہان تک کہ عشا کا وقت آوے تو یہ مسئلہ چیستان اور پہیلی کے لائق ہو چند وجوہ سے یعنے یہان ایسے سوال متصور ہین جنکے جواب مین فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو مذکور کرتا ہو طحطاوی سے نقل کر کے سوال کون فرض نماز ہو جسمین نہ اذان ہو نہ اقامت جواب عشا کی نماز ہو مزدلفہ مین بشرطیکہ مغرب اور عشا مین فاصلہ نہو سوال کون نماز ہو جو بے وقت پڑھی جاوے اور قضا نہو بلکہ ادا ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہو سوال کون نماز ہو جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادہ ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہو اور ایسے ہی عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات مین پڑھی جاوے سوال کون عشا ہو جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو جواب مزدلفہ کی عشا ہو جو اپنے وقت پر

پڑھی گئی پھر صبح صادق ہو گئی سوال کون نماز ہی جسکا پڑھنا ایک خاص مکان مین واجب ہی جواب مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہی مالم یطلع الفجر فیعود الی الجواز وہذا اذالم یخف طلوع الفجر فی الطریق فان خافہ صلاہما راہ کی نماز کا اعادہ اُسوقت تک ہی جب تک صبح صادق نمود نہین ہوئی اور بعد صبح کے وہ نماز جائز ہو جاویگی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اسواسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوتین کے تھا عشا کے وقت مین سو اب باقی نرہا اور یہ یعنے مغرب اور عشا کا راہ مین نہ پڑھنا اُسوقت تک ہی جب تک طلوع فجر کا خوف نہو راہ مین سو اگر خوف ہو طلوع کا تو دونون نماز کو راہ مین پڑھ لے اسواسطے کہ اگر راہ مین نہ پڑھیگا تو قضا ہو جاوینگی کذا فی منح الغفار ولو صلی العشاء قبل المغرب بمزدلفۃ صلے المغرب ثم اعاد العشاء فان لم یعدہا حتے ظہر الفجر عاد العشاء الے الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب کی نماز کے مزدلفہ مین تو پھر مغرب پڑھے اور عشا کا اعادہ کرے سو اگر عشا کا اعادہ نکیا یہان تک کہ فجر ظاہر ہو گئی تو وہ عشا اب جائز ہو جاویگی چنانچہ امام اعظم رح کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پھر اسکے بعد پانچ وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر متروک اُسکو یاد ہی تو پانچون نماز مین جائز نہین پھر اگر اُسنے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نماز مین صحیح ہو گئین کذا فی المنح عن البحر عن الظہیریہ وینوی المغرب اداء ولترک سنتہا اور مزدلفہ مین عشا کے وقت ادائے مغرب کی نیت کرے نہ قضا کی اور مغرب کی سنتون کو ترک کرے بنابر قول صحیح کے کذا فی الطحطاوی ویحییہا فانہا اشرف من لیلۃ القدر کما افتی بہ صاحب النہر وغیرہ اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے اسواسطے کہ وہ رات لیلۃ القدر سے شریف تر ہی چنانچہ صاحب نہر وغیرہ نے اسکا فتوی دیا ہی ہم نہر الفائق کا یہ مضمون ہی کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلۃ النحر لیلۃ الجمعہ سے اشرف ہی یا نہین اور میرا میلان خاطر اسی طرف تھا پھر مین نے جوہرہ مین دیکھا کہ لیلۃ النحر سارے سال کی راتون سے افضل ہی طحطاوی نے کہا کہ اسقدر کلام سے فتوی ثابت نہین ہوتا بالجملہ یہ شب شرف مکانی اور زمانی کی جامع ہی تو مناسب ہی کہ نماز اور تلاوت قرآن اور تضرع مین بسر ہو اور فضیلت لیلۃ النحر کی فقط مزدلفہ مین منحصر نہین بلکہ اشرفیت اسکی اسوجہ سے ہی کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجزم شراح البخاری سیما القسطلانی بان عشر ذوی الحجۃ افضل من العشر الاخیر من رمضان اور یقین کیا ہی صحیح بخاری کے شارحون نے خصوصاً قسطلانی نے اسپر کہ دس روز ذی الحجہ کے افضل ہین رمضان کے عشرۂ اخیرہ سے صحیح بخاری وغیرہ مین عبداللہ بن عباس رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہین جسمین عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہون ان دنون سے یعنے عشرہ ذی الحج سے اور طبرانی مین یون ہی کہ ان دنون مین عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم تر اور محبوب تر ہی سو ان دنون مین تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وصلی الفجر بغلس لاجل الوقوف اور فجر کی نماز پڑھے اندھیرے مین یعنے بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑھے واسطے وقف مزدلفہ کے ثم وقف بمزدلفۃ ووقتہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مارا کما فی عرفۃ لکن لو ترکہ بعذر کزحمۃ لاشئ علیہ پھر وقوف کرے مزدلفہ مین اور مزدلفہ کے ٹھہرنے کا وقت طلوع صبح صادق سے ہی طلوع آفتاب تک اگرچہ وہان گذران چلا جاوے مانند عرفات کے لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم کے سبب سے تو اُسپر کوئی چیز لازم نہین وکبر وہلل ولبی وصلے علی المصطفی صلے اللہ علیہ وسلم ودعا اور وہان حالت وقوف مین تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا رہے اور دعا کرے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر یہی سنت ہی چنانچہ حدیث جابر مین مصرح ہی اور اختیار شرح مختار مین ہی کہ یون دعا کرے اللّٰہم انت خیر مطلوب وخیر مرغوب الیہ الہی لکل وفد جائزۃ وقری فاجعل جائزتی وقرئی فی ہذا المقام ان تتقبل توبتی وتتجاوز عن خطیئتی تجمع علی الہدی امری وتجعل الیقین من الدنیا ہمی اللہم ارحمنی واجرنی من النار واوسع علے الرزق الحلال اللہم لاتجعلہ آخر العہد بہذا الموقف وارزقنیہ ابداً ما احییتنی برحمتک یا ارحم الراحمین واذا اسفر جدا اتی منی مہللا مصلیا فاذا بلغ بطن محسر اسرع قدر رمیۃ حجر لانہ موقف النصاری اور جب خوب روز روشن ہو جاوے تو منا کی طرف چلے تہلیل کرتا اور درود پڑھتا اور اسفار کی یہ حد ہی کہ جب طلوع شمس تک دو رکعت پڑھنے کی مقدار باقی رہے کذا فی المنح عن المحیط والظہیریہ

پھر جب محسر کے اندر پہونچے تو شتاب چلے بمقدار پھینک مارنے تیر کے اسواسطے کہ وہ موقف نصاریٰ ہی یعنے اصحاب الفیل کی ہلاکی کا مقام ہی
غضب الٰہی وہان نازل ہوا تھا تو وہان سے بھاگنا چاہیے اگر پیدل ہو تو خود شتابی کرے اور اگر سوار ہو تو مرکب کو تیز کرے یہی مسنون ہے
طحطاوی نے کہا کہ مسافت وادی محسر کی ۵۴۵ ہاتھ ہی اور یہ جو شارح نے سرعت کی مقدار بیان کی سو تحدید نہین بلکہ تقریب ہی ورمی جمرۃ العقبۃ من
بطن الوادی ویکرہ تنزیہا من فوق سبعا خذفا بعجمتین ای برؤس الاصابع جب منا مین آوے تو جمرۃ العقبۃ کو نالے کے اندر سے سات کنکریان
انگلیون کے سرے سے مارے اور نالے کے اوپر سے مارنا مکروہ تنزیہی ہی کہ بخلاف سنت ہی ہم جمرہ مفرد ہی اور جمع اسکی جمار ہی اور جمار چھوٹی چھوٹی پتھریون کو
کہتے ہین اور منا مین جمار اُن تین مکانون کا نام ہی جنپر کنکریان اور پتھریان پھینکتے ہین ایک کو جمرہ اولی کہتے ہین جو مسجد الخیف کے پاس ہی اور دوسرا جمرہ وسطی
اور تیسرا جمرۃ العقبہ اور خذف بخا معجمہ وذال منقوطہ ٹھیکرے وغیرہ کے پھینکنے کو کہتے ہین کلمہ کی دونون انگلیون سے کذا فی القاموس اور مغرب مین کہا خذف یہ ہی کہ
ابہام کے سرے کو سبابہ کے سرے پر رکھکر مارے اور ولوالجی نے قول ثانی کی تصحیح کی ہی اسواسطے کہ اس طریق مین شیطان کی زیادہ تر اہانت ہی اور اسطرح پھینکنا اور
مارنا سنت کا بیان ہی ورنہ جس طرح سے ماریگا جائز ہی کذا فی المنح صحیح ابن خزیمہ مین عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
ابراہیم خلیل اللہ مناسک کے ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبۃ کے پاس حضرت خلیل نے اُسکو سات کنکریان مارین یہان تک کہ زمین کے اندر دھس گیا پھر
جمرۂ ثانیہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرتؑ نے اُسکو سات کنکریان مارین یہان تک کہ وہ زمین مین گھس گیا پھر جمرۂ ثالثہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اُسکو سات کنکریان
مارین یہان تک کہ زمین کے اندر دھس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر ویکون
بینہما خمسۃ اذرع اور مارنے والے اور جمرہ مین پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذا فی الہدایہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہی کذا فی
المنح ولو وقعت علی ظہر رجل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا وثلثۃ اذرع بعید وما دونہ قریب جوہرۃ اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری اور کسی مرد
یا اونٹ کی پیٹھ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑے جمرہ کے نزدیک تو جائز ہی اور اگر اسکے قریب نہین گری تو جائز نہین یعنی اُسکو حساب مین نہ لاوے دوسری
مارے اور جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید مین داخل ہی اور اس سے کمتر مین گرنا قریب مین داخل ہی کذا فی الجوہرۃ وکبر لکل حصاۃ ای مع کل منہا اور
اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار شرح مختار مین ہی کہ مارنے کے وقت یون کہے (بسم اللہ واللہ اکبر رغما للشیطان وحزبہ) فتح القدیر مین ہی کہ یہ
حسن بن زیاد کی روایت ہی وقطع التلبیۃ باولہا اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ اسواسطے کہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہی کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہان تک کہ جمرۃ العقبۃ کی رمی کی اور قطع تلبیہ مین مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہین فلو رمی باکثر منہا ای السبع
جاز لا لو رمی بالاقل فالتقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریون سے زیادہ مارے تو جائز ہی اور اگر سات سے کم ماریگا تو جائز نہین
سات کی قید لگانا کمی کے منع کرنے کے واسطے ہی نہ زیادتی کے روکنے کو وجاز الرمی بکل ما کان من جنس الارض کالحجر والمدر والطین
والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفا من تراب فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ اور جائز ہی مارنا ہر ایک اُس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہی
جیسے پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور اسی طرح چونہ اور ہڑتال اور نمک سنگ اور جس چیز سے کہ تیمم کرنا درست ہی اگرچہ مٹھی بھر خاک ہو
کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہی لا یجوز بخشب وعنبر ولولو کبار وجواہر لانہ اعزاز لا اہانت وقیل یجوز جائز نہین مارنا جمرات کا لکڑی اور
عنبر اور بڑے موتیون اور جواہرات سے اسواسطے کہ موتی اور جواہرات سے مارنے مین عزت دینا ہی نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے سے یہان
شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہی کذا فی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہ ہی کہ جواہرات سے مارنا جائز ہی مناسک طرابلسی مین ہی کہ یاقوت
سے مارنا جائز ہی کذا فی المنح وذہب وفضۃ لانہ یسمے نثارا لا رمیا وبعر لانہ لیس من جنس الارض وما فی فروق الاشباہ من جوازہ

بالبعر خلاف المذہب اور جائز نہین مارنا سونے اور چاندی سے اسواسطے کہ سونے چاندی کے پھینکنے کو نثار کرنا کہتے ہین نہ مارنا اور مینگنی سے مارنا بھی جائز نہین اسواسطے کہ وہ زمین کی جنس سے نہین اور اشباہ کے فروق کے فن مین جو مینگنی کے مارنے کا جواز مذکور ہی سو مذہب کے مخالف ہی کہ اگرچہ اُسمین اہانت ہی لیکن جنس ارض سے نہین ویکرہ اخذہا من عند الجمرۃ لانہا مردودۃ لحدیث من قبلت حجتہ رفعت جمرتہ اور مکروہ ہی کنکریان لینا جمرات کے پاس سے اسواسطے کہ جو کنکریان وہان پڑی رہتی ہین وہ مردود ہین مقبول نہین اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہی اُسکی کنکریان اُٹھوائی جاتی ہین م یہ جو بعضے کتب اور مناسک مین مذکور ہی کہ کنکریان مزدلفہ سے لاوے یا اُس پہاڑ سے لاوے جو مزدلفہ اور منا کے درمیان ہی سو یہ سنت نہین بلکہ جہان سے چاہے اُٹھائے مگر جمرات کے پاس سے نہ لے اسواسطے کہ سعید بن جبیر سے منقول ہی کہ مین نے ابن عباس رضی سے سوال کیا کہ کیا سبب ہی اسکا کہ خلیل علیہ السلام کے وقت سے جمرات پر کنکریان پھینکتے ہین سو جمرات ایسے بڑے پہاڑ کیون نہو گئے جو آسمان کے کنارے کو بند کر لیتے تو ابن عباس رضی نے جواب مین کہا کہ تجکو معلوم نہین کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہی اُسکی کنکریان مرفوع ہو جاتی ہین اور جسکا حج مقبول نہین ہوتا اُسکی پڑی رہتی ہین راوی نے کہا جب مین نے ابن عباس رض سے سُنا تو اپنی کنکریون پر نشان بنایا اور جمرہ کو ہر طرف سے مارا پھر مین نے اُنکو تلاش کیا تو اُنکو نہ پایا کذا فی فتح القدیر ویکرہ ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ سبعین حجرا صغیرا او ان یرمی بمتنجسۃ بیقین اور یہ مکروہ ہی کہ ایک پتھر کو اُٹھاوے پھر اُسکو توڑ کر ستر چھوٹی پتھریان بناوے چنانچہ اکثر عوام کرتے ہین اور جو کنکری بالیقین معلوم ہو کہ نجس ہی اُس سے مارنا بھی مکروہ ہی م کنکری کی مقدار مین اختلاف ہی اور مختار یہ ہی کہ بقدر باقلا ہو اور اگر بڑی یا چھوٹی سے مارے تو بھی جائز ہی اور سب جمرات کی کنکریون کا شمار ستر ہی سات جمرۃ العقبہ کے یوم النحر مین اور منا کے تین دنون مین ہر دن تینون جمرات کو سات سات کنکریان مارتے ہین تو سب ملا کر ستر ہوئین اور بعضے علما نے کنکریون کا دھونا مستحب کہا ہی تاکہ بالیقین طہارت معلوم ہو جاے کذا فی الاختیار ووقتہ من الفجر الی الفجر ویسن من طلوع ذکاء لزوالہا ویباح لغروبہا ویکرہ للفجر اور جمرۃ العقبہ کے رمی کا وقت دسوین تاریخ کی فجر سے ہی گیارھوین فجر تک اور مسنون وقت طلوع آفتاب سے ہی دوپہر ڈھلنے تک اور مباح وقت ہی زوال سے غروب تک اور مکروہ وقت ہی غروب سے فجر تک اور اسیطرح قبل طلوع آفتاب دسوین تاریخ بھی مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی ثم بعد الرمی ذبح ان شاء لانہ مفرد پھر رمی کے بعد ذبح کرے اگر چاہے اسواسطے کہ فقط حج کرنے والے اور مسافر پر ذبح کرنا واجب نہین افضل ہی قارن اور متمتع پر البتہ واجب ہی ثم قصر بان یاخذ من کل شعرۃ قدر الانملۃ وجوبا وتقصیر الکل مندوب والربع واجب پھر سر کے بالون کو کترے اس طرح پر کہ ہر بال سے انگلی کے پور کے برابر لے بنابر وجوب کے اور اسیطرح کترنا سارے سر کے بالون کا مستحب ہی اور چوتھائی سر کے بالون کو کترنا واجب ہی ویجب اجراء الموسی علی راس الاقرع ان امکن والا سقط اور استرہ پھیرنا اُسکے سر پر واجب ہی جسکے سر پر بال نہ جمے ہون اگر ممکن ہو اور اگر سر پر زخم ہون اور استرہ نہ پھر سکے تو اس صورت مین استرہ پھیرنا ساقط ہی ومتی تعذر احدہما بعارض تعین الآخر فلو لبدہ بصمغ بحیث تعذر التقصیر تعین الحلق اور جبکہ کترانے یا منڈانے سے ایک متعذر ہو تو دوسرا متعین ہو جاتا ہی سو اگر بالون کو گوند سے ایسا چپکایا کہ کترنا متعذر ہوا تو مونڈنا مقرر ہو گیا یعنے کترانے اور منڈانے مین اُسوقت تک اختیار ہی جبتک دونون ممکن ہون اور جب ایک نہو سکیگا تو دوسرے کا کرنا لازم اور متعین ہو جاویگا کذا فی النہر م یہ عبارت بعضے نسخون مین نہین ہی وحلقہ الکل افضل اور مُنڈانا تمام سر کا افضل ہی اسواسطے کہ سنت ہی اور چوتھائی سر کا منڈانا واجب ہی اور کترانے سے منڈانا افضل ہی اسواسطے کہ صحیحین مین ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الٰہی سر منڈوانے والون پر رحم کر اور ہر بار اصحاب عرض کرتے تھے کہ کتروانے والون کے واسطے بھی دعا کیجیے پھر چوتھی بار فرمایا کہ الٰہی کتروانے والون پر رحم کر ولو ازالہ بنحو نورۃ جاز اور اگر بالون کو چونہ لگا کر دور کرے یا اُکھاڑ ڈالے تو جائز ہی م سر منڈانے کے وقت یہ دعا مستحب ہی (الحمد للہ علی ما ہدانا وانعم علینا اللہم ہذہ ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی اللہم اکتب لی بکل شعرۃ حسنۃ ومح بہا عنی سیئۃ وارفع لی بہا درجۃ اللہم اغفر لی وللمحلقین والمقصرین یا واسع المغفرۃ آمین) اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہ دعا کرے (الحمد للہ الذی قضے عنا نسکنا اللہم زدنا ایمانا ویقینا

واغفر لنا ولوالدینا ولجمیع المسلمین اور مستحب ہے کہ بالون کو دفن کردے اور سر کا منڈانا اپنے داہنی طرف سے شروع کرے یہی مسنون ہے کذا فی فتح القدیر وحل لہ کل شیٔ الا النساء وقیل والطیب والصید اور بعد کترانے یا منڈانے کے جو چیزین کہ احرام باندھنے سے ممنوع ہوگئین تھین سو حلال ہوگئین مگر عورتین ہنوز حلال نہین اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہین ہم عدم حلت خوشبو خانیہ مین مذکور ہے صاحب بحر نے اُسکو ضعیف کہا ہے اور ابو اللیث فقیہ کے نزدیک شکار حلال نہین صاحب نہر نے اُسکی تضعیف کی ہے امام اعظم کا مذہب مشہور یہی ہے کہ رمی محلل نہین بلکہ حلق محلل ہے طحطاوی اور دار قطنی کی اس حدیث سے (عن عائشۃ رض قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا رمیتم وحلقتم وذبحتم فقد حل لکم الا النساء) یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمنے رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تمکو حلال ہوگئی سوائے عورتون کے اور امام شافعی کے نزدیک رمی محلل ہے بدلیل حدیث ابو داؤد وابن ماجہ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارۃ یوما من ایام النحر الثلثۃ بیان لوقتہ الواجب پھر طواف الزیارت کرے ایام نحر کے تین دنون مین جس دن چاہے ایام نحر مین طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہے سبعۃ بیان للاکمل والا فالرکن اربعۃ طواف کرے سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہے ورنہ طواف مین رکن تو چار ہی شوط ہین ہم طواف الزیارۃ کو طواف النحر اور طواف الرکن اور طواف الافاضہ بھی کہتے ہین بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل ہذا الطواف والا فعلہما لان تکرارہما لم یشرع طواف الزیارۃ کرے بدون رمل اور بلا سعی کے اگر اس طواف سے پہلے سعی کر چکا ہو اور اگر نہ کر چکا ہو تو اب دونون کو کرے اسواسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہین وطواف الزیارۃ اول وقتہ بعد طلوع الفجر یوم النحر وہو فیہ ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل ویمتد وقتہ الے آخر العمر اور طواف الزیارۃ کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے ہے قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن مین افضل ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارۃ کا وقت ممتد ہے آخر عمر تک یعنی تمام عمر مین جب طواف کریگا فرض ادا ہوگا وحل لہ النساء بالحلق السابق حتے لو طاف قبل الحلق لم یحل لہ شیٔ فلو قلم ظفرہ مثلا کان جنایۃ لانہ لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارۃ کے اُسپر عورتین حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس طواف کے یہان تک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اُسپر حلال نہوگی اور اگر اپنا ناخن مثلا کاٹے گا تو گناہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ احرام سے محرم نہین نکلتا بدون حلق کے ہم درحقیقت محلل حلق ہی ہے نہ طواف لیکن حلق کا عمل حلت نساء مین ظاہر نہین ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا عمل انقضاء مدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے کذا فی المنح فان اخرہ عنہا ای ایام النحر ولیالیہا منہا کرہ تحریما ووجب دم لترک الواجب پھر اگر طواف الزیادۃ کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہے اور ایام نحر کی راتین بھی دنون کے حکم مین داخل ہین اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب ترک کرنے واجب کے وہذا عند الامکان فلو طہرت الحائض ان قدرت علے اربعۃ اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور یہ یعنے تاخیر سے ذبح لازم ہونا اُسوقت ہے جب کہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث مین قریب غروب آفتاب کے سو اگر طواف الزیارۃ کے چار شوط پر قادر تھی اور اُسنے نہ کیا تو اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہین بعد طہارت کے یا مطلقا طاہر نہوئی تو اُسپر ذبح لازم نہین بسبب عدم امکان کے ثم اتی المنی فبیت بہا للرمی پھر طواف الزیارۃ کے بعد منا مین آوے اور وہین رات کو رہے رمی جمار کے واسطے یہی سنت ہے منا کے سوا اور کہین رہنا ان دنون مین مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وبعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث یبدأ استنانا بما یلی مسجد الخیف اور یوم النحر کے دوسرے دن یعنے گیارھوین تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینون جمار کی رمی کرے شروع اُس جمرہ سے کرے جو مسجد الخیف کے پاس ہے یہی مسنون ہے اور اُسکو جمرہ اولے کہتے ہین خیف بفتح اول وسکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہین چونکہ وہ مسجد اونچے پر ہے لہذا اُسکو مسجد الخیف کہتے ہین ثم بما یلیہ الوسطی پھر اُس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولے کے قریب ہے جسکو جمرۃ الوسطی کہتے ہین جمرۃ الاولے اور جمرۃ الوسطی مین ۳۵ ہاتھ کا فرق ہے کذا فی الطحطاوی

ثم بالعقبۃ سبعًا سبعًا ویکبر لکل حصاۃ پھر جمرۃ العقبہ کو رمی کرے تینون جمار کو سات سات کنکریان مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے جمرۃ العقبہ مین
اور اُن دونون کے درمیان مین ۴۸ ہاتھ کا فاصلہ ہی اور جو شخص بیمار یا بیہوش ہو اور رمی نہ کر سکے تو اُسکی طرف سے دوسرا آدمی رمی کرے کذا فی الطحطاوی اور
رمی جمار مین یہ ترتیب مسنون ہی واجب نہین کذا فی النہر و وقف حامدًا مہللا مکبرًا مصلیًا قدر قراۃ البقرۃ بعد تمام کل رمی بعدہ رمی فلا یقف بعد الثالث
لا بعد رمی یوم النحر لانہ لیس بعدہ رمی اور ٹھہرا رہے تحمید اور تہلیل اور تکبیر کہتے ہوے اور درود پڑھتے ہوے بقدر پڑھنے سورہ بقر کے اور قہستانی
مین مضمرات سے مروی ہی کہ بقدر ۲۰ آیت پڑھنے کے توقف کرے اور یہی زیادہ تر آسان ہی کذا فی الطحطاوی توقف کرنا اُس رمی کے بعد چاہیے جسکے بعد دوسری
رمی ہو یعنے جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی کے بعد تو تیسرے جمرے کے بعد یعنی جمرۃ العقبہ کے بعد ٹھہرنا نچاہیے تینون دنون مین اسواسطے کہ اسکے بعد رمی نہین اور نہ یوم النحر کے
رمی کے بعد ٹھہرنا چاہیے اسلیے کہ اُسکے بعد بھی رمی نہین شارح نے توقف مین تمامی رمی کی قید لگائی یعنے سات کنکریون کے مارنے کے بعد ٹھہرے نہ بدون اُسکے ودعا

لنفسہ وغیرہ رافعًا کفیہ نحو السماء والقبلۃ اور دعا کرے اپنے واسطے اور غیرون کے واسطے دونون ہتھیلیان آسمان کی طرف اُٹھا کر چنانچہ بعد نماز کے معمول ہی یہ قول
ہی ابو یوسف کا یا دعا کے وقت کعبہ معظمہ کی طرف ہتھیلیان کرے اور یہی ظاہر الروایت ہی کذا فی النہر ثم رمی غدًا کذلک ثم بعدہ کذلک ان مکث وہو
احب پھر جمرات ثلثہ کی رمی کرے اسی طرح بارھوین تاریخ کو پھر تیرھوین تاریخ کو بھی اسی طرح سے رمی کرے اگر وہان رہے اور تیرھوین تاریخ کا رہنا منا مین
مستحب ہی وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان وقت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب وامافی الثانی والثالث فمن الزوال الی طلوع
ذکاء اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرھوین تاریخ رمی کو دو پہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہی کراہت کے ساتھ امام اعظم رح کے نزدیک اسواسطے کہ اس
دن مین رمی کا وقت فجر سے ہی غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارھوین اور بارھوین کو رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہی آفتاب کے طلوع ہونے تک
لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہی اور باقی مکروہ کذا فی الطحطاوی ولہ النفر من منی قبل طلوع فجر الرابع لا بعدہ لدخول وقت الرمی اور جائز ہی کوچ کرنا منا سے
قبل طلوع ہونے تیرھوین تاریخ کی فجر کے نہ بعد طلوع ہونے فجر کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہین وجاز الرمی کلہ
راکبًا ولکنہ فی الاولیین الاولی والوسطی ماشیًا افضل لانہ یقف لا فی الاخیرۃ ای العقبۃ لانہ ینصرف والراکب اقدر علیہ واطلق فضیلۃ المشی فی الظہیریۃ ورجحہ
الکمال وغیرہ اور کل رمی سوار ہو کر درست ہی لیکن جمرۃ الاولے اور جمرۃ الوسطی مین پیدل افضل ہی اسواسطے کہ دونون کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہی تو اگر وہان سوار ہوگا
تو اور ٹھہرنے والون کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ مین یعنے جمرۃ العقبہ مین سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہی اسواسطے کہ انسان اُسکے پاس نہین ٹھہرتا بلکہ اُسکی رمی
کرنے کے بعد پھرتا ہی اور سوار پھرنے پر زیادہ تر قادر ہی اور یہ تفصیل ابو یوسف رح سے منقول ہی اور ظہیریہ مین افضلیت پیدل ہونے کی مطلقًا بیان کی ہی
یعنے تینون مقام مین پیدل رمی کرنا افضل ہی اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہی اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور خشوع سے
قریب تر ہی علے الخصوص اس زمانہ مین کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہین جمار ثلثہ کے رمی مین تو سوار ہونے مین اُنکو تکلیف رسانی ہی اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو سوار ہو کر رمی کی تھی تو تعلیم کے واسطے تھی تا کہ لوگ رمی کرنے کا طریقہ سیکھین اور اقتدا کرین چنانچہ حضرت کا طواف کرنا تھا
سوار ہو کر کذا فی المنح ولو قدم ثقلہ بفتحتین متاعہ وخدمہ الی مکۃ واقام بمنی او ذہب لعرفۃ کرہ ان لم یامن لا ان امن وکذا یکرہ للمصلی جعل نحو نعلہ
خلفہ لشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب اور خادمون کو مکہ کی طرف آگے روانہ کیا اور خود منا مین رہا یا مکہ مین اسباب چھوڑ کر عرفات کو گیا تو مکروہ ہی اگر
اطمینان نہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب محفوظ رکھا ہو کچھ تردد نہو تو منا سے مکہ مین اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو آتے مکہ مین چھوڑ آنا مکروہ نہین اور
اسی طرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے رکھنا مکروہ ہی بسبب تعلق خاطر کے کذا فی المنح عن الجوہرۃ یعنے عبادت مین تسکین خاطر چاہیے ایسا کام نکرے جس مین
دل کو کھٹکا رہے کہ اسمین عبادت کا لطف نہین رہتا واذا نفر الحاج الی مکۃ نزل سنۃ ولو ساعۃ بالمحصب بضم ففتحتین الابطح ولیست المقبرۃ منہ جب حاجی منا سے

مکہ کی طرف چلے تو مسنون یہ ہے کہ اول محصب مین اُترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہان ٹھہرے محصب بضم اول وفتح ثانی وثالث وتشدید اُس مکان کا نام ہے جو
مکہ اور منا کے درمیان مین ہے اُسمین پتھریان کثرت سے ہین اُسکو ابطح وبطحا اور حصابھی کہتے ہین اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہے محصب مین داخل نہین م
محصب مین اوترنا سنت ہے ادنے رتبہ یہ ہے کہ ساعت بھر ٹھہرے اور اعلے رتبہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا وہین پڑھے اور ایک نیند لیکر مکہ معظمہ مین آوے
کذا فی الفتح والمنح صحیح بخاری مین انس رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا پڑھی اور محصب مین ایک نیند لی پھر سوار ہوکر بیت اللہ کا
طواف کیا امام شافعی رح نے کہا کہ نزول محصب کا اتفاقی تھا سنت مؤکدہ نہین اور امام اعظم رح کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اسواسطے کہ نزول قصدی تھا نہ اتفاقی اسلیے
کہ صحیح بخاری اور مسلم مین ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جب ہم منا مین تھے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل ہم بنی کنانہ کی خیف مین اوترینگے
یعنے محصب مین کذا فی البرہان ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای للوداع سبعة اشواط بلا رمل وسعی وہو واجب الا علی اہل مکة ومن فی حکمه
فلا یجب بل یندب کمن مکث بعده پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع یعنی پھرنے اور رخصت ہونے کا طواف کرے
سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہ طواف الوداع واجب ہے مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کے برابر ہین حکم مین یعنی مواقیت کے اندر والے لوگ سو اُنپر طواف
الوداع واجب نہین بلکہ مستحب ہے چنانچہ اُس مسافر آفاقی پر مستحب ہے جو حج کے بعد وہان رہگیا امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہے مثل طواف القدوم کے
اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس نے کہا کہ لوگون کو حکم ہوا کہ اپنے آخر حال مین بیت اللہ کا طواف کرین اور مسلم مین یون ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نکرے بدون طواف کے کذا فی البرہان ثم النیة للطواف لشرط فلو طاف ہاربا او طالبا لم یجز پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طواف
کے واسطے نیت شرط ہے سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف کے بیت اللہ کے گرد گھومے کسی شخص سے بھاگ کر یا کسی کے پکڑنے کو تو جائز نہو گا لکن یکفی اصلہا فلو طاف
بعد ارادة السفر ونوی التطوع اجزاہ عن الصدر کما لو طاف بنیة التطوع فی ایام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف مین اصل نیت کفایت کرتی ہے یعنی طواف کی
نیت مین وصف فرضیت اور وجوب ضرور نہین سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہو جائیگا
چنانچہ اگر طواف کیا نفل کی نیت سے ایام نحر مین تو طواف فرض ادا ہو جاویگا یعنی طواف الزیارة ثم بعد رکعتیه شرب من ماء زمزم پھر طواف الوداع
کے دوگانہ نماز کے بعد زمزم کا پانی پیے دارقطنی نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیے حاصل ہو
اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کے واسطے پیا تو اللہ تجکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کے واسطے پیا تو حق تعالی تسکین دیگا اور
یہ زمزم جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہے اسمعیل علیہ السلام کے پینے کے واسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق مین یون ہے کہ زمزم کے پاس آوے اور
خود پانی نکالے اور رو بقبلہ کھڑے ہوکر خوب پیٹ بھر تین بار مین پیے اور ہر بار آنکھ اُٹھا کر بیت اللہ کی طرف دیکھتا جاوے اور منھ اور سر اور بدن کو اُسکا پانی چپڑے
اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے عمق زمزم کا ۶۹ ہاتھ ہے اور اوپر کا عرض چار ہاتھ ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی اور حاکم نے مستدرک مین روایت کی کہ عبداللہ
ابن عباس رض زمزم کا پانی پیکر یہ دعا کرتے تھے (اللہم انی اسالک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء)[له] کذا فی فتح القدیر وقبل العتبة تعظیما للکعبة ووضع
صدره ووجهه علی الملتزم وتشبث بالاستار ساعة کالمستشفع بہا اور بیت اللہ کے آستانہ فیض آشیانہ کو چومے کعبہ مقدسہ کی تعظیم کے واسطے اور اپنا
سینہ اور مُنھ ملتزم پر رکھے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایک ساعت پکڑے رہے بطور درخواست کنندہ شفاعت کے کعبہ معظمہ سے اسواسطے کہ جو کسی انسان کیطرح ملتجی ہوتا ہے تو
اُسکا کپڑا پکڑتا ہے ملتزم اُس مکان کا نام ہے جو حجر اسود اور دروازۂ بیت اللہ کے درمیان مین ہے چار ہاتھ کی اتنی مسافت ہے جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھ آستانہ کعبہ پر رکھکر یہ کہے
(السائل ببابک یسئلک من فضلک ومغفرتک ویرجو رحمتک)[له] اور ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیة الطحطاوی ولو لم ینلها یضع یدیه علی راسه مبسوطتین
علی الجدار قائمتین والتصق بالجدار وہو داعیا مجتہدا ویبکی او یتباکی اور اگر غلاف کعبہ کو نپاوے تو دونون ہاتھ اپنے سر پر کھڑے کرکے دیوار پر

له اے اللہ مین سوال کرتا ہون تجھ سے علم نفع دینے والا اور رزق وافر اور شفا ہر درد سے
له سائل تیرے دروازہ پر سوال کرتا ہے تجھ سے تیرے فضل اور مغفرت کا اور امید رکھتا ہے تیری رحمت کی

لگاوے اور اپنے بدن کو دیوار کعبہ سے چمٹاوے اور خوب کوشش کرکے دعا کرے اور روے یا رونے کی صورت بناوے ہم کافی مین ہی کہ انپا رخسار دیوار سے لگاوے اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ تکبیر اور تہلیل اور تحمید کرے اور درود پڑھے اور دعا کرے اور محیط مین ہی کہ حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے کذا فی العالمگیریہ (ویرجع القہقری ای الی خلف حتی یخرج من المسجد وبصرہ ملاحظ للبیت) اور پھرے اُلٹے پانون روتا فراق بیت اللہ پر افسوس کرتا بیت اللہ کو دیکھتا ہوا یہانتک کہ مسجد الحرام سے باہر نکلے ام رخصت کے وقت یہ دعا کرنا مستحب ہی (اللہم ہذا بیتک الذی جعلتہ مبارکا وہدی للعلمین فیہ آیات بینات مقام ابراہیم ومن دخلہ کان آمنا الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اللہم فکما ہدیتنا لذلک فتقبلہ منا ولا تجعلہ آخر العہد من بیتک الحرام وارزقنی العود الیہ حتی ترضی برحمتک یا ارحم الراحمین) کذا فی الاختیار شرح المختار (ویسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفۃ ساعۃ عرفیۃ وہو الیسیر من الزمن وہو المحمل عند اطلاق الفقہاء قبل دخول مکۃ ولا شئ علیہ بترکہ) اور ساقط ہی طواف القدوم اُس شخص سے جسنے عرفات مین وقوف کیا ایک ساعت قبل آنے مکہ کے اور کوئی چیز اُسپر لازم نہین طواف القدوم کے ترک کرنے سے ساعت سے مراد عرفی ساعت ہی یعنے اندک زمانہ اور یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہی فقہا کے کلام مین نہ ساعت نجومی (ومن وقف بعرفۃ ساعۃ من زوال یومہا ای عرفۃ الی طلوع فجر یوم النحر او اجتاز مسرعا او نائما او مغمی علیہ وکذا لو اہل عنہ رفیقہ وکذا غیر رفیقہ فتح بہ ای بالحج مع احرامہ عن نفسہ فاذا انتبہ او افاق واتی بافعال الحج جاز او) جو ٹھہرا عرفات مین یوم عرفہ کی دو پہر ڈھلنے سے یوم نحر کے طلوع فجر تک یا وہان ہو کر نکل گیا جلد یا ٹھہرا سونے کی حالت مین یا بیہوشی کے حال مین اور اسی طرح اگر بیہوش کی طرف سے اُسکے رفیق یا غیر رفیق نے کذا فی الفتح حج کا نام لیکر لبیک کو بلند کرکے کہا بشرطا اسکے احرام باندھ چکنے کے یعنی ایک شخص نے اپنا احرام باندھا پھر بدون لبیک کہنے کے وہ بیہوش ہوگیا اور کسی شخص نے اُسکی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لیکر پھر جب سونے والا جاگا یا بیہوش ہوش مین آیا اور اُسنے حج کے افعال ادا کیے تو اُسکا حج جائز ہوگیا اسواسطے ظاہر ہوگیا کہ اُسکی عاجزی فقط احرام مین تھی تو نیابت صحیح ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بدون اُسکے امر کے نیابت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی (ولو بقی الاغماء بعد احرامہ طیف بہ المناسک وان امر مواعنہ اکتفی بمباشرتہم) اور اگر بیہوشی باقی رہی ایام حج کے آخر تک تو اگر بعد احرام باندھنے کے بیہوشی ہوئی تو اُسکو گھمانا چاہیے مکانات حج مین یعنی عرفات اور مزدلفہ اور منا اور مکہ مین اسواسطے کہ وہ نیت حج کی کرچکا ہی تو تمام افعال حج کا بھی فاعل ٹھہریگا اور اگر احرام کے وقت بیہوش تھا اور اُسکے رفیقون نے اُسکی طرف سے احرام کی نیت کی تو رفیقون کی مباشرت افعال حج کافی ہی بیہوش کا مناسک حج مین لیجانا ضرور نہین (ولم ار مالو جن فاحرموا عنہ وطافوا بہ المناسک وکلام الفتح یفید الجواز) شارح کہتا ہی مین نے نہین دیکھا کسی کتاب فقہ مین حکم اُس شخص کا جو قبل احرام باندھنے کے مجنون ہوگیا پھر رفیقون نے اُسکی طرف سے احرام باندھا اور اُسکو مناسک حج مین گھمایا اور کلام فتح القدیر کا اسکا مفید ہی کہ اسیطرح کا حج بھی جائز ہوا اسواسطے کہ بیہوش اور مجنون قصد حج اور زوال عقل مین برابر ہین ہم شارح نے صریحانہ کہا کہ یہ حج جائز ہی اسواسطے کہ فتح القدیر مین مسئلہ بیہوش کا مذکور ہی نہ مجنون کا (او جہل انہا عرفۃ صح حجہ لان الشرط الکینونۃ لا النیۃ) یا ایک شخص عرفات مین ٹھہرا اور یہ نجانا کہ عرفات یہی ہی تو حج اُسکا صحیح ہی اسواسطے کہ وقوف عرفات کی شرط ہی وہان کا ہونا نیت وقوف کی کرنا شرط نہین سو وہان کا ہونا چلنے والے اور سونے والے اور بیہوش اور جاہل پر صادق ہی (ومن لم یقف فیہا فات حجہ لحدیث الحج عرفۃ) اور جو شخص عرفات مین نہ ٹھہرا اسیطرح اُسکا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہی (ہم قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحج عرفۃ فمن وقف بعرفۃ ساعۃ من لیل او نہار فقد تم حجہ) یعنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفات ہی جو شخص کہ عرفات مین ایک ساعت ٹھہرا رات کو یا دن کو تو اُسکا حج پورا ہوا اس حدیث کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کیا ہی اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہی کذا فی العینی شرح الکنز (فطاف وسعی وتحلل ای بافعال العمرۃ وقضی واجبہ نذرا او تطوعا من قابل ولا دم علیہ) جبکا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرے اور احرام توڑے یعنی عمرہ کے افعال کرکے اور اپنے حج کو سال آئندہ مین قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا اور اس فوت ہونے سے اسپر ذبح کرنا واجب نہین (والمرأۃ فیما مر کالرجل لعموم الخطاب ما لم یقم

ف
الٰہی یہ تیرا وہ گھر ہے جسکو تو نے
برکت والا اور لوگون کے لیے
ہدایت بنایا اسمین نشانیان
ظاہر ہین مقام ابراہیم ہے
اور جو اس گھر مین داخل ہوا
وہ بیخوف ہوتا ہے سب تعریفین
اللہ کو ہین جسنے ہمکو ہدایت
کیا اسکیلیے اور ہم راہ نپاتے
اگر اللہ تعالی ہمکو ہدایت
نہ کرتا الٰہی تو جیسا تو نے
ہمکو اسکیلیے راہ بتایا
ویسا ہی اسکو ہمسے قبول کر
اور مت کر ہمارا اس گھر سے
آخر دورہ اور دوبارہ روزی کر
ہمکو پھر ادھر لوٹنا اس گھر کے
یہان تک کہ راضی ہو تو
اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین

دلیل الخصوص اور عورت مرد کے مانند ہی احکام حج مین جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنے عورت اور مرد کو بسبب مکلف ہونے کے حکم شرع برابر ہی جب تک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ مین عورتین مردون کے شامل نہین لکنہا تکشف وجہہا لا راسہا ولو سدلت شیئا علیہ وجافتہ عنہ جاز بل ندب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اسواسطے کہ عورت کا احرام اُسکے چہرہ مین ہی نہ اُسکے سر مین تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اُسکو جدا رکھے تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ کشف وجہ سے مراد یہ ہی کہ کوئی چیز چہرہ سے نہ لگی رہے و لہذا برقع ڈالنا مکروہ ہی کہ وہ چہرہ کو لگا رہتا ہی معمول ہی کہ ایک چیز مانند قبہ لکڑیون سے بنالیتے ہین عورت اُسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہی اور کپڑا اُسپر ڈال لیتی ہی تو چہرہ بھی نظر نہین آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہین لگتا کذا فی المنح سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہی کہ شتر سوار ہمارے سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرے پر سر پر سے ڈال لیتے تھے پھر جب وہ ہمسے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسہا دفعا للفتنۃ وما قیل انہ عورۃ ضعیف اور عورت پکار کے لبیک نہ کہے دفع فساد کے واسطے بلکہ اس طرح کہے کہ آپ سنے اور جو بعضون نے کہا ہی کہ عورت کی آواز عورت ہی یعنے چھپانے کی چیز ہی سو قول ضعیف ہی ولا ترمل ولا تضطبع ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرہا کما مر اور عورت طواف مین رمل نہ کرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نہ نکالے جیسا مرد نکالتا ہی اور دونون میلون کے درمیان جھپٹ کر نہ چلے اور سر نہ منڈاوے اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہی جیسا مرد کو ڈاڑھی منڈانا بلکہ چوتھائی سر کے بال پور کی برابر کتراوے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا وتلبس المخیط والخفین والحلی اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور یعنے بشرطیکہ کپڑا ورس اور زعفران سے رنگین نہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام مین پہننا درست ہی کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر فی الزحام لمنعہا من مماسۃ الرجال اور حجر اسود کے قریب بجاوے ہجوم کے وقت اسواسطے کہ عورت کو مردون سے بدن ملانا ممنوع ہی والخنثی المشکل کالمراۃ فیما ذکر احتیاطا اور خنثی مشکل عورت کے مانند ہی جمیع امور مذکورہ مین بنا بر احتیاط کے وحیضہا لا یمنع نسکا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہین سوا طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام مین ہوتا ہی اور حائضہ کو مسجد مین جانا جائز نہین ولا شئی علیہا بتاخیرہ ان لم تطہر الا بعد ایام النحر فلو طہرت فیہا بقدر اکثر الطواف لزمہا الدم بتاخیرہ لباب اور عورت پر کوئی چیز لازم نہین نہ صدقہ نہ ذبح کرنا طواف کی تاخیر سے جبکہ وہ حیض سے پاک نہوے مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر مین بقدر اکثر طواف کے پاک ہوئی اور طواف کیا تو اب ذبح کرنا اُسپر لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب المناسک وہو بعد حصول رکنیہ یسقط طواف الصدر ومثلہ النفاس اور حیض دو رکن کے بعد یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہی اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کے مانند ہی جمیع احکام مذکورہ مین والبدن جمع بدنۃ من ابل وبقر اور بدنہ لغت اور شرع مین اونٹ کو بھی کہتے ہین اور گاے کو بھی کہتے ہین تو جبکہ شرع مین بدنہ واجب ہوا اور وہ گاے ذبح کرے تو واجب ادا ہو جاویگا اور امام شافعی رح گاے کو بدنہ نہین کہتے والہدی منہما ومن الغنم کما سیجئ اور ہدی اونٹ اور گاے کی ہوتی ہی اور بھیڑ بکری کی بھی ہوتی ہی چنانچہ اُنکا ذکر آگے آویگا ہدی وہ جانور ہی جو کہ معظمہ مین جا کر ذبح ہو

باب القران

یہ باب ہی قران کے احکام مین قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے ہو فضل لحدیث اتانی آت من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اہلوا بحجۃ وعمرۃ معا ولانہ اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہی تمتع اور افراد اور عمرہ سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنے والا میرے رب کے پاس سے آیا اور مین عقیق مین تھا سو اُسنے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندھو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہی تمتع وغیرہ سے وما لفظ وانا بالعقیق اور یہ حدیث مین داخل نہین طحطاوی نے ام سلمہ رض سے یون روایت کی کہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اہلوا یا آل محمد بعمرۃ فی حجۃ یعنی مین نے سنا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اے آلِ محمدؐ احرام باندھو عمرہ کا حج مین ملاکر یعنے دونون کا ایک ساتھ احرام کرو اور صحیح بخاری مین عمر فاروق سے یون روایت ہی (سمعت[له] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول وہو بالعقیق اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ہذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ) اور صحیحین مین انسؓ سے روایت ہی (سمعت[۲له] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبی بالحج والعمرۃ یقول لبیک حجۃ وعمرۃ) کذا فی البرہان عقیق ایک جگہ کا نام ہی مدینہ کے پاس والصواب انہ علیہ الصلوۃ والسلام احرم بالحج ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قرانا اور قول فیصل یہ ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ کو حج مین داخل کرلیا واسطے بیان جواز کے تو آپ قران ہو گیا ہم کفار عرب عمرہ کرنے کو موسم حج مین بڑا گناہ جانتے تھے لہذا نبی علیہ السلام مامور ہوے کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ملادین تاکہ انکا گمان باطل ہو جاوے مجد الدین فیروز آبادی نے اس مقام کو سفر السعادت مین خوب محقق بیان کیا ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام مین اختلاف ہی بیشتر احادیث صحیحین مین کہ شمار مین ۲۰ سے زیادہ ہین یون مصرح ہی کہ احرام حج اور عمرے کا معًا تھا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث مین یون ہی کہ فقط حج کا احرام تھا اور بعضی احادیث مین تمتع بھی ثابت ہی تو ان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق یہ ہی کہ اول فقط حج کا احرام باندھا تھا بعد اسکے عمرے کو بھی اُسمین داخل کرلیا تو قران ہو گیا اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہین بلکہ تمتع لغوی مراد ہی یعنی فائدہ لینا اسواسطے کہ قران کی انتفاع مین شک نہین کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہو گئین حج بھی اور عمرہ بھی اور اصحاب رضی اللہ عنہم تین قسم تھے بعضے قارن تھے اور بعضون نے فقط احرام حج کا کیا تھا لیکن اُنکے ساتھ ہدی تھی تو یہ دونون قسم کے لوگ اپنے احرام پر قائم رہے یوم النحر تک اور بعضون نے فقط حج کا احرام باندھا تھا لیکن اُنکے ساتھ ہدی نہ تھی اُنکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالین یعنی عمرہ کرکے احرام اُتارین پھر مکہ سے حج کے واسطے دوسرا احرام باندھین فسخ کرنا حج کا عمرہ سے اسی کو کہتے ہین ثم التمتع ثم الافراد پھر قران کے بعد تمتع افضل ہی پھر افراد حج نرے عمرے سے افضل ہی وہو القران لغۃ الجمع بین الشیئین وشرعا ان یہل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ لحجۃ وعمرۃ معا حقیقۃ او حکما بان یحرم بالعمرۃ اولا ثم بالحج قبل ان یطوف اربعۃ اشواط او عکسہ بان یدخل احرام العمرۃ علی الحج قبل ان یطوف للقدوم وان اساء او بعدہ وان لزمہ دم اور قران لغت عرب مین دو چیز ملانے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین قران یہ ہی کہ محرم لبیک پکار کے کہے بلفظ حج اور عمرہ ساتھی حقیقی معیت ہو اس طرح کہ دونون کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو یعنے یون کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ یا حکمی معیت ہو اس طرح کہ اول عمرے کا احرام کرے بعد اُسکے حج کا احرام کرے عمرے کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اُسکے بالعکس کرے اس طرح کہ عمرے کا احرام حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے پہلے اگرچہ اسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرے کا حج پر داخل کیا اگرچہ اس صورت مین ذبح کرنا اُسپر لازم ہوگا بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرے کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو تمتع ہو جاویگا قران نہ باقی رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من المیقات اذ القارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرے کا معًا احرام کرے میقات سے اسواسطے کہ قارن نہین ہوتا مگر آفاقی نہ مکی یا قبل میقات کے حج کے مہینون مین دونون کا احرام باندھے یا حج کے مہینون سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام قبل اشہر حج کے مکروہ ہی ویقول اما بالنصب والمراد بہ النیۃ او مستانف والمراد بیان السنۃ اذ النیۃ بقلبہ تکفی کالصلوۃ مجتبے بعد الصلوۃ اللہم انی ارید الحج والعمرۃ فیسرہما لی وتقبلہما منی اور قران کرنے والا احرام کی نماز کے بعد یہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خداوندا مین حج اور عمرے کا ارادہ کرتا ہون سو انکو مجھپر آسان کردے اور انکو قبول کر میری طرف سے شارح کہتا ہی لفظ یقول ماتن کے کلام مین یا تو منصوب ہی یہل پر عطف ہو کر اس صورت مین تعریف قران کا تتمہ ہوگا اور قول سے نیت مراد ہوگی یا لفظ یقول کا مرفوع ہی اور جدا کلام ہی اور زبان سے قران کا اظہار کرنا اس سے مقصود بیان سنت ہی نہ فرض اسواسطے کہ نیت دل سے کرنا کافی ہی مانند نماز کے کذا فی المجتبے ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل اور مستحب ہی عمرے کا اول کہنا ذکر مین بسبب مقدم ہونے عمرے کے فعل مین یعنے قران مین اول عمرہ ادا کرتے ہین پھر حج تو اسی طرح مناسب ہی کہ ذکر مین بھی عمرے کو حج پر مقدم کرین صاحب کنز اور صاحب مجمع نے بنظر استحباب عمرے کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متون مین حج مقدم ہی وطاف للعمرۃ اولا وجوبا ثم نواہ للحج لا تقع الا لہا اور قران کرنے والا

له سمعت یعنی سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ وادی عقیق مین فرماتے تھے جب آیا آج رات ایک آنے والا میرے رب کی طرف سے اور کہا کہ نماز پڑھ اس وادی مبارک مین اور کہہ عمرہ ہی حج مین بلا ہوا

۲له سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ لبیک کہتے تھے حج اور عمرہ کے ساتھ فرماتے لبیک بحجۃ وعمرۃ یعنی مین حاضر ہون اے اللہ حج اور عمرہ کو

پہلے عمرے کا طواف کرے یہان تک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کریگا تو وہ طواف فقط عمرے کا ہوگا اور اسکی نیت لغو ہوجاویگی لیکن اس نیت سے ذبح کرنا لازم ہوگا
اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی ذبح کو واجب نہین کرتی کذا فی الطحطاوی **سبعة اشواط یرمل فی الثلثة الاول ویسعے بلا حلق** عمرے کا طواف سات
شوط کرے اور پہلے تین شوطون مین رمل کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرے بدون سر منڈانے کے فلو حلق لم یحل من عمرتہ ولزمہ دمان سو اگر قارن نے
بعد عمرے کے سر منڈایا تو اسکے عمرے کا احرام نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ قارن کے عمرے کا احرام یوم النحر کو ٹوٹتا ہی اور اسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو
احرام مین بسبب حلق کے بے ادبی ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی **ثم یحج کمامر فیطوف للقدوم ویسعے بعدہ ان شاء** پھر حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور ہوچکی
تو طواف القدوم کرے اور اسکے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے تو طواف الافاضة کے بعد سعی کرے اور یہی افضل ہی چنانچہ مذکور ہوچکا **فان اتی بطوافین**
متوالیین ثم سعیین لہما جاز واساء ولا دم علیہ سو عمرہ اور حج کے واسطے اگر دو طواف متصل کیے یعنی چودہ شوط بلا فاصلہ کیے پھر دو بار سعی کی یعنی ہر سعی مین سات
شوط کیے تو جائز ہی اور اسنے برا کیا کہ طواف القدوم کو عمرے کی سعی پر مقدم کیا لیکن اسپر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہین **وذبح للقران وہو دم**
شکر فیاکل منہ بعد رمی یوم النحر لوجوب الترتیب اور بعد رمی یوم النحر کے یعنے جمرة العقبہ کے رمی کے بعد بکری یا گاے کو ذبح کرے بسبب قران کرنے کے اور
یہ قربانی ادائے شکر کی ہی کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہوئین تو قارن اس قربانی سے کھاوے ماتن نے قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اسواسطے کہ
ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہین بسبب وجوب ترتیب کے م قرآن مجید مین ارشاد ہوا (فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الہدی فمن لم یجد فصیام ثلثة
ایام فی الحج وسبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة) یعنے جو فائدہ لے عمرے سے حج تک سو جو ہدی میسر آوے یعنی ذبح کرے اور جو نپاوے تو تین روزے رکھے
حج مین اور سات جبکہ تم رجوع کرو یہ پورے دس روزے مین تمتع سے مراد تمتع عرفی ہی جو قران کو بھی شامل ہی تو قارن پر ذبح کرنا اور درصورت عدم قدرت
دس روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہوا **وان عجز صام ثلثة ایام ولو متفرقة اخرہا یوم عرفة ندبا رجاء القدرة علی الاصل** اور اگر قربانی کرنے سے
عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کرکے رکھے بعد احرام کے مگر تیسرا روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہی بامید قادر رہنے کے اصل پر یعنی شاید
عرفہ کے دن تک قربانی خرید کرنے کا مقدور ہوجاوے **وسبعة بعد تمام ایام حجة فرضا او واجبا وہو بمضی ایام التشریق این شاء لکن ایام التشریق لاتجزیہ لقولہ تعالٰی**
وسبعة اذا رجعتم ای فرغتم من افعال الحج فعم من وطنہ منی واتخذہا موطنا اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ واجب اور تمامی حج کی
بعد گذرنے ایام تشریق کے ہی اور یہ سات روزے جہان چاہے رکھے خواہ منا مین خواہ مکہ مین خواہ اپنے وطن مین لیکن ایام تشریق کا روزہ کفایت نہین کرتا
اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا کہ صوم سات دن کا جبکہ تم رجوع کرو یعنے جبکہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہی اسکو بھی شامل ہی جسکا منا
وطن ہی یا جسنے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہین وطن مقرر نہین خلاصہ یہ کہ رجوع اس آیت مین بمعنی فراغ ہی مجازًا اس علاقہ سے کہ فراغ سبب ہی رجوع
کرنے کا طرف وطن کے اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی پر رکھا لہذا انکے نزدیک مکہ مین سات روزے رکھنا جائز نہین کذا فی المنح **فان فاتت الثلثة تعین**
الدم سو اگر تین روزے فوت ہوئے یعنے ایام حج مین یوم النحر تک نرکھے تو اب ذبح کرنا لازم ہوگیا اسواسطے کہ روزے عوض قربانی کے قران مین مخصوص بوقت
حج تھے سو وہ وقت جاتا رہا اب روزہ رکھنا کافی نہین اور اصل قربانی بھی اب وہی متعین ہوگئی **فلو لم یقدر تحلل وعلیہ دمان** سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر
نہو تو احرام اتارے اور اسپر دو قربانیان واجب ہین ایک قران کی اور دوسری احرام اتارنے کی کذا فی الطحطاوی **ولو قدر علیہ فی ایام النحر قبل الحلق بطل صومہ** اور اگر
قارن قادر ہوا قربانی پر ایام نحر مین قبل حلق کے تو اسکا صوم باطل ہوگا اسواسطے کہ تین دن کا صوم درصورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی تو قربانی
اسپر لازم ہوگئی اور اگر بعد حلق کے قادر ہوا تو صوم صحیح ہی اب قربانی اسپر واجب نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر **فان وقف القارن بعرفة قبل اکثر طواف العمرة بطلت**
عمرتہ سو اگر قارن نے عرفات مین وقوف کیا طواف عمرے کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمرہ اسکا باطل ہوگیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرے کا متعذر ہی کیونکہ

افعال حج پر عمرے کے افعال کرنا خلاف مشروع ہی اور وقوف عرفات کی قید سے معلوم ہوا کہ بمجرد توجہ عرفات سے عمرہ باطل نہین ہوتا قول صحیح مین کذا فی النہر فلو

آتی باربعۃ اشواط ولو بقصد القدوم او التطوع لم یبطل وتممہا یوم النحر والاصل ان الماتی بہ من جنس ما ہو متلبس بہ فی وقت یصلح لہ یتصرف للتلبس بہ سو اگر

قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط کیے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے کیے تو عمرہ قارن کا باطل نہوگا اور عمرے کو پورا کرے

یوم النحر مین یعنے باقی تین شوط اور سعی کرے اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہی کہ جو چیز لائی جاوے ہم جنس اسکی جس سے مکلف مختلط اور مشاغل ہو رہا ہی ایسے وقت مین

کہ اُسکے لائق ہو سکے تو وہ چیز اسی امر کی طرف پھر جاویگی جسکا وہ شاغل ہی ہم ہم جنس مشغولی کے فعل سے یہان چار شوط مراد ہین جو قبل وقوف عرفات کے

حاصل ہوے لہذا قارن کی عمرہ مین بسبب مجالست اور صلاحیت وقت کے شمار ہو گئی وقضیت بشروعہ فیہا اور جو عمرہ کہ باطل ہو گیا قضا کیا جاوے بسبب

شروع کے اسواسطے کہ شروع لازم کر دیتا ہی عبادت کو مانند نذر کے ووجب دم الرفض للعمرۃ اور واجب ہوگا ذبح کرنا بسبب چھوڑنے عمرے کے

وسقط دم القران لانہ لم یوفق للنسکین اور قران کا ذبح ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ وہ عبادتون کے جمع کرنے سے فائز نہین ہوا

باب التمتع

ہو لغۃ من المتاع او المتعۃ یہ باب ہی تمتع کے احکام مین تمتع باعتبار لغت یا متاع سے ہی یا متعہ سے اور وہ بمعنی نفع لینے کے ہی یا نفع پہونچانے کے وشرعا ان

یفعل العمرۃ او اکثر اشواطہا فی اشہر الحج اور اصطلاح شرع مین تمتع یہ ہی کہ عمرہ کیا جاوے یا عمرے کے اکثر شوط یعنی چار شوط کیے جاوین حج کے مہینون مین

سو اگر قبل اشہر حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فلو طاف الاقل فی رمضان مثلا ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامہ کان متمتعا فتح قال المصنف فلتغیر

النسخ الی ہذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلا رمضان مین یعنی قبل اشہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال مین کیا پھر اسی سال حج کیا تو یہ شخص

متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین ہوا مصنف نے کہا تو تعریف کتب فقہ کو اس تعریف کی طرف بدلنا چاہیے ہم مصنف نے اپنی شرح

منح الغفار مین تصریح کی ہی کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور مجمع سے معلوم ہوتا ہی کہ تمتع مین احرام عمرے کا اشہر حج مین کرنا مشروط ہی حالانکہ فتح القدیر مین مصرح ہی کہ

اشہر حج کا احرام شرط نہین اور اختیار شرح مختار مین صریحا موجود ہی کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام کیا اور عمرہ اشہر حج مین ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا اصحاب کنز نے اشہر حج کے

احرام کی قید نہین لگائی تو اب یہ منقح ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہی کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہو خواہ قبل اشہر حج کے احرام کیا ہو یا عین اشہر حج مین لہذا

ہمنے یہی تعریف اختیار کی ویطوف ویسعی کما مر اور طواف اور سعی کرنا چنانچہ مذکور ہو چکا م طحطاوی نے کہا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عمرہ طواف

اور سعی سے عبارت ہی پھر جب عمرہ تمتع کی تعریف مین مذکور ہو چکا تو اسکی کیا حاجت ہی ویحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کترا دے اگر چاہے م منڈانا یا کترانا

تمتع مین شرط نہین متمتع کو اختیار ہی چاہے محرم بنا رہے چاہے سر منڈاوے اور مصنف نے حلق کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہو جاوے کہ عمرہ تمام ہو گیا کذا فی النہر ویقطع

التلبیۃ فی اول طوافہ للعمرۃ واقام بمکۃ حلالا اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف مین اور بدون احرام کے مکہ مین رہے م متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہین

خواہ مکہ مین رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی سفر واحد حقیقۃ او حکما بان یلم باہلہ الماما غیر صحیح پھر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر مین

وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہ کہ عمرہ کرکے اصلا اپنے گھر کو نہ آوے اور وحدت حکمی یہ ہی کہ اپنے اہل مین آوے الماما غیر صحیح کر الماما غیر صحیح اُسکو کہتے ہین

کہ مکہ کی طرف پھر جانے کا ارادہ لگا ہو یا ہدی لیجا کر یا قبل حلق کے وطن مین آیا ہو اسواسطے کہ جو ہدی لیجاتا ہی وہ احرام نہین اُتار سکتا ذی الحج کی آٹھوین تاریخ

سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اُسکو حرم مین پھر جانا حلق کے واسطے واجب ہی امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک حرم مین جانا مستحب ہی اور الماما صحیح

یہ ہی کہ حرم مین سر منڈا کر اپنے گھر کو آوے اور ہدی نہ لیگیا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی یوم الترویۃ وقبلہ افضل وحج کالمفرد ولکنہ یرمل فی طواف الزیارۃ ویسعی

بعدہ ان لم یکن قدمہما بعد الاحرام وذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ مکہ سے اور مسجد الحرام سے احرام باندھنا اور آٹھوین

باب التمتع

تاریخ کے پہلے احرام باندھنا افضل اور بہتر ہی اور حج کو ادا کرے مانند تنہا حج کرنے والے کے لیکن متمتع طواف الزیارۃ مین رمل کرے اور صفا مروہ کی سعی طواف
الزیارۃ کے بعد کرے اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نکر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل قارن کے یعنی جیسے قارن پر ذبح واجب ہی ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہی و لم
تنب الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہین ہو سکتی اسواسطے کہ مسافر پر قربانی واجب نہین اور یہ ذبح واجب ہی فان عجز عن دم صام کالقران پھر اگر
متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کی طرح روزے رکھے یعنے تین روزے ایام حج مین اور سات بعد فراغت کے وجاز صوم الثلثۃ بعد
احرامہا ای العمرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہ ای الاحرام وتاخیرہ افضل رجاء وجود الہدی کما مر اور جائز ہی تین روزے رکھنا عمرے کے احرام کے بعد لیکن حج کے
مہینون مین اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہین اور تاخیر کرنا صوم مین عرفہ کے دن تک افضل ہی ہدی کے پاجانے کی امید پر چنانچہ قران مین گذرا و ان
اراد المتمتع السوق للہدی وہو افضل احرم ثم ساق ہدیہ معہ اور اگر ممتنع ارادہ کرے ہدی کے ہانک لیچلنے کا اور یہ افضل ہی اُس تمتع سے جسمین ہدی ساتھ نہو
اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہی تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لیچلے اپنے ساتھ اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے
ہانکنے سے بھی احرام جائز ہی لیکن افضل نہین وہو اولی من قودہ الا اذا کانت لا تنساق فیقودہا اور ہدی کا ہانک لیچلنا بہتر ہی اُسکے کھینچ لیچلنے سے مگر جبکہ ہانکنا
مشکل ہو جانور کی تکلیف سے یا اُسکی وحشت سے تو کھینچ لیجاوے وقلد بدنتہ وہو اولی من التجلیل اور پٹا گلے مین ڈالے اپنے اونٹ یا گاے کے اور
پٹا ڈالنا افضل ہی جھول ڈالنے سے اسواسطے کہ جھول کبھی آرایش کے واسطے بھی ہوتی ہی بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کے واسطے مخصوص ہی تقلید یہ کہ جانور کے
گلے مین پٹا ڈالے یا جوتی اُسمین باندھے یا ٹکڑا چمڑے کا یا کھجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہین بلکہ حرم کو جاتا ہی وکرہ الاشعار وہو شق سنامہا
من الایسر او الایمن لان کل واحد لا یحسنہ وامامن احسنہ بان قطع الجلد فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہی اشعار یہ ہی کہ اونٹ کے کوہان کو بائین یا داہنے
طرف سے چیرے اشعار اسواسطے مکروہ ہی کہ ہر شخص اسکو خوب نہین کر جانتا گوشت اور ہڈی تک صدمہ پہونچتا ہی سو جو شخص کہ شعار خوب کرے یعنی فقط کھال کو
کاٹ دے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھ مضائقہ نہین بلکہ ایسا اشعار مستحب ہی کذا فی الطحطاوی م بحث احرام مین مفصل مذکور ہو چکا کہ امام اعظم رح کے نزدیک اپنے اہل زمانہ کا
اشعار مکروہ تھا جو بہت زخم کر دیتے تھے اور یہ نہین کہ مطلقا اشعار مکروہ ہی واعتمر ولا یتحلل منہا حتے ینحر ثم احرم للحج کما مر فیمن لم یسق اور عمرہ ادا کرے اور عمرہ
کرنے سے احرام نہ اُتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہی احرام اُتارنے سے نحر تک پھر آٹھوین تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اُس متمتع کے بیان مین
جسنے ہدی کو نہین ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ علی الظاہر اور سر منڈاوے یوم النحر مین اور جبکہ اسنے سر منڈایا تو حلال ہو گیا اپنے دونون
احرام سے یعنی حج اور عمرے کو دونون احرام حلق کے بعد موقوف ہوے بنابر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرے کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تھا سر منڈانے تک
والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اسکے حکم مین ہی یعنی جو مواقیت کے اندر رہتا ہی وہ تنہا حج کرے فقط یعنی قران اور تمتع نکرے اسواسطے کہ
حق تعالی نے فرمایا ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام) یعنے وہ تمتع اُس شخص کے واسطے ہی جسکے اہل وعیال مسجد الحرام مین حاضر نہین ولو قرن او تمتع جاز واساء
وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہی اور اُسنے بُرا کیا اور اسپر بعوض اس قصور کے ذبح کرنا واجب ہی اور اُسکو روزے
رکھنا واجب نہوگا اگر وہ محتاجی سے ذبح نکر سکے م ماتن نے اپنی شرح مین کہا کہ کتب فقہ مین جو یہ مذکور ہی کہ مکی قران اور تمتع نکرے تو نفی سے مراد حلت کی
نفی ہی نہ صحت کی نفی ومن اعتمر بلا سوق ہدی ثم بعد عمرتہ عاد الے بلدہ وحلق فقد الم الماما صحیحا فبطل تمتعہ اور جس متمتع نے عمرہ کیا بدون ہدی کے
ہانکنے کے پھر بعد عمرے کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو اُسنے المام صحیح کیا تمتع اُسکا باطل ہو گیا ومع سوقہ تمتع کالقارن اور اگر تمتع
ہدی لیگیا اور عمرہ کر کے اپنے گھر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع کرنے مین اُسکو اختیار رہی اور اگر بعد اس عمرے کے اُس سال حج نہ کرے تو اُسپر
کچھ مواخذہ نہین اسواسطے کہ حج ہنوز شروع نہین کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے الالمام صحیح نہین تو تمتع اُسکا باطل نہین مانند قارن کے

ع بلکہ دونو وقتون کو کافی ہے اور حدیث صحیح اس پر ناطق ہین ۱۲

یعنے جیسے قارن کے عود سے قران باطل نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وان طاف لها اقل من اربعة قبل اشهر الحج واتمها فیها وحج فقد تمتع ولو

طاف اربعة قبلها لا اعتبارا للاکثر اور اگر عمرے کے واسطے چار شوط سے کم طواف کیا حج کے مہینون سے پہلے اور طواف کو باقی چار شوط سے پورا

کردیا حج کے مہینون مین تو اُسکا تمتع صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہوا اور اگر چار شوط کا طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر

حج مین کیے تو تمتع صحیح نہین بنا بر اعتبار اکثر طواف کے کوفی ای افاقی حل من عمرته فیها ای الاشهر وسکن بمکة ای داخل المواقیت او بصرة ای غیر بلدة

وحج من عامه متمتع لبقاء سفره کوفی یعنی آفاقی نے اشہر حج مین عمرہ کرکے احرام اُتارا اور مکہ مین رہا مراد یہ کہ داخل مواقیت رہا یا بصرہ مین رہا بصرہ سے

مراد یہ کہ اپنے شہر کے سوا کہین رہا اور اسی سال اُسنے حج کیا تو یہ شخص متمتع ہے اسواسطے کہ اُسکا سفر ہنوز باقی ہے ولو افسدها ورجع من البصرة الی مکة وقضاها

وحج لا یکون متمتعا لانه کالمکی اور اگر اشہر حج مین عمرے کو فاسد کر ڈالا بسبب جماع کے یا پھر آیا بصرہ سے مکہ کی طرف اور قضا کیا عمرے کو اور حج کیا تو متمتع نہوگا

نزدیک امام رح کے اسواسطے کہ کوفی بسبب فساد عمرے کے مانند مکی کے ہوگیا یعنے اُسکو مکہ مین رہنا واجب ہوگیا عمرہ قضا کرنے کے واسطے پھر جب وہ اہل مکہ مین ملگیا تو

متمتع نرہا اسواسطے کہ عمرہ اُسکا مکی ہوگا نہ آفاقی کذا فی الطحطاوی الا اذا الم باهله ثم رجع واتی بهما لانه سفر آخر ولا یضر کون العمرة قضاء عما افسده مگر جبکہ بعد فاسد

کرڈالنے عمرے کے اپنے گھر چلا گیا پھر گھر سے مکہ مین احرام باندھ کر پلٹ آیا اور عمرے اور حج کو عمل مین لایا تو البتہ متمتع ہوگا اسواسطے کہ جب اپنے وطن مین پہونچا تو

سفر اول ہوچکا پھر جب دوبارہ مکہ مین آیا تو یہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اسکا آفاقی ہوگا اور حج مکی اور یہ امر تمتع کو مضر نہین کہ یہ عمرہ قضا ہے اُس عمرے کی جسکو فاسد کرچکا و

ای النسکین افسده اتمه بلا دم للتمتع بل للفساد اور دو عبادتون مین سے جس عبادت کو متمتع فاسد کرے خواہ عمرے کو خواہ حج کو تو اُسکو تمام کرے ہواسطے کہ احرام نے نکلنا بدون افعال

مخصوصہ کے نہین ہوسکتا اور تمتع کا ذبح کرنا اُسپر واجب نہین اسواسطے کہ دونون عبادتون کے ادا کرنے سے سفر واحد مین وہ منتفع نہین ہوا بلکہ فاسد کرنے سے ذبح کرنا اُسپر البتہ لازم ہوگا کذا فی منح الغفار

باب الجنایات

الجنایة هنا ما یکون حرمته بسبب الاحرام او الحرام یہ باب ہے جنایات حج کا جنایات جمع ہے جنایت کی اور جنایت لغت مین عبارت ہے احداث امر بد سے اور اصطلاح شرع مین جنایت حرام فعل کا نام ہے

اور یہان یعنی کتاب الحج مین جنایت اُس فعل کو کہتے ہین جسکی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندھنے کے یا حرم مین داخل ہونے کے وقد یجب بها دمان او دم او صوم او صدقة

فصلها بقوله اور جنایت سے کبھی دو خون واجب ہوتے ہین یا ایک خون یا صوم یا صدقہ سو اُنھین امور کی تفصیل کی ہے ماتن نے اپنے آیندہ قول سے الواجب دم علی

محرم بالغ فلا شئ علی الصبی خلافا للشافعی ولو ناسیا او جاهلا او مکرها فیجب علی نائم غطی رأسه خون واجب ہے محرم بالغ پر تو صغیر محرم پر واجب نہین بخلاف امام شافعی رح

کے اگرچہ بالغ محرم بھولکر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اُسکی بے اختیاری مین جنایت ہوئی ہو تو خون واجب ہوگا اُس سونے والے پر جسکا سر کسی انسان نے ڈھکدیا اور عدم

اختیار مین گناہ ساقط ہے نہ جزا کذا فی المنح ان طیب عضوا کاملا ولو فما باکل طیب کثیر او ما یبلغ عضوا لو جمع یعنے ذبح کرنا واجب ہے اگر محرم نے خوشبودار چیز لگائی کسی

پورے عضو مین جیسے سر اور پنڈلی اور ران مین اگرچہ مُنھ خوشبودار ہوگیا ہے بہت خوشبودار چیز کھانے سے یا اندک اندک متفرق خوشبو لگائی اسقدر کہ اگر سب کو جمع کیجیے

تو بقدر ایک عضو کے ہو جاوے والبدن کله کعضو واحد ان اتحد المجلس والا فلکل طیب کفارة اور تمام بدن ایک عضو کے برابر ہے اگر مجلس متحد ہو اور نہین تو ہر خوشبو کا

کفارہ جدا ہے یعنے اگر ایک مجلس مین خوشبو لگائی تو ایک ہی کفارہ لازم ہے اور اگر چند مجالس مین خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانے کا جدا کفارہ ہے کذا فی النهر ولو ذبح

ولم یزله لزمه دم آخر لترکه اور اگر خوشبو لگا کر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چھڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اُسپر لازم ہوا بسبب باقی رکھنے خوشبو کے

وان الثوب المطیب اکثره فیشترط للزوم الدم دوام لبسه یوما اور جو کپڑا کہ اکثر خوشبودار ہو تو خون کے واجب ہونے مین یہ شرط ہے کہ دن بھر اُسکو پہنے رہے

او خضب رأسه بحناء رقیق اما المتلبد ففیه دمان یا محرم نے اپنے سر یا داڑھی مین پتلی مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑھی مہندی کو سر پہ لگادیا تو اُسمین

دو خون واجب ہونگے ایک خوشبو لگانے کا اور دوسرا سر ڈھکنے کا بشرطیکہ ایک دن یا ایک رات مہندی لگی رہے یا تمام سر کو مہندی سے تھوپے

کذا فی الطحطاوی عن البحر بیہقی مین حدیث مرفوع ہی کہ حنا طیب یعنی مہندی خوشبو ہی چونکہ مہندی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر نہ تھا لہذا بعد ذکر مطلق خوشبو کے اُسکو بھی ذکر کر دیا کذا فی النہر او ادہن بزیت او حل بفتح المہملۃ الشیرج ولو کانا خالصین لانہما اصل الطیب بخلاف بقیۃ الادہان یا روغن زیتون یا میٹھا تیل بدن مین ملا اگرچہ دونون خالص ہون خوشبو سے اسواسطے کہ دونون تیل اصل ہین خوشبو کی امام اعظم رح کے نزدیک اس راہ سے کہ خوشبودار پھول مثل گلاب اور بیلا اور چمبیلی کے انمین ڈالے جاتے ہین تو دونون خوب خوشبودار ہوجاتے ہین بخلاف اور تیلون کے کہ اُنکے لگانے سے ذبح کرنا لازم نہین ہوتا م حل بفتح حاء مہملہ و تشدید لام میٹھا تیل ہی یعنے تلون کا تیل جسکو عرب شیرج اور ہم سمسم بھی کہتے ہین اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور میٹھے تیل کے لگانے مین صدقہ واجب ہی نہ ذبح اور خوشبودار تیل مین بالاتفاق ذبح واجب ہی فلو اکلہ او استعطہ او داوی بہ جراحۃ او شقوق رجلیہ او قطر فی اذنیہ لایجب دم ولا صدقۃ اتفاقاً تو اگر محرم نے روغن زیتون یا میٹھے تیل کو کھایا یا ناک مین ڈالا یا اُس سے زخم کی دوا کی یا دونون پانون کی بوائی مین لگایا یا اپنے دونون کانون مین ٹپکایا تو اُسپر نہ ذبح کرنا واجب ہی نہ صدقہ بخلاف المسک والعنبر والغالیۃ والکافور ونحوہا مما ہو طیب بنفسہ فانہ یلزمہ الجزاء بالاستعمال وعلی وجہ التداوی بخلاف مشک اور عنبر اور غالیہ اور کافور اور اسیطرح کی چیزون کے جنمین ذاتی خوشبو ہی اسواسطے کہ انکے استعمال سے جزا لازم آتی ہی اگرچہ بطریق دوا انکو استعمال کرے لیکن محرم کو انکی جزا مین اختیار ہی چاہے ذبح کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلاوے کذا فی الطحطاوی ولو جعلہ فی طعام قد طبخ فلا شیٔ فیہ وان لم یطبخ وکان مغلوباً کرہ اکلہ کشم طیب و تفاح اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے مین ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمین کوئی چیز لازم نہین خواہ کھانے مین خوشبو باقی رہے یا نرہے اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کھانے مین اوپر سے ڈالا اور خوشبودار مغلوب ہی یعنی کھانے سے کمتر ہی تو اُسکا کھانا مکروہ ہی اگر خوشبو معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبودار سیب کا سونگھنا مکروہ ہی ہم جس خوشبودار چیز کا کھانا معمول جیسے گرم مصالح مانند لونگ اور الائچی اور دارچینی کے جبکہ وہ کھانے مین مخلوط ہو جاوے تو اُسکو کھانا جائز ہی کذا فی منح الغفار او لبس مخیطاً لبساً معتاداً فلو اتزر بہ او وضعہ علی کتفیہ لاشیٔ علیہ یا محرم نے سیا کپڑا پہنا اس طرح پر جس طرح پہننے کی عادت ہی تو اگر مثلاً قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہ بند کے باندھا یا پاجامہ اپنے دونون مونڈھون پر رکھا تو کوئی چیز اُسپر واجب نہین نہ ذبح نہ صدقہ او ستر رأسہ بمعتاد ولو حمل اجانۃ او عدل فلا شیٔ علیہ یا اپنا سر چھپایا معمولی لباس سے جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا تغار یا گٹھری اُٹھانے سے تو کوئی جزا اُسپر واجب نہین یوماً کاملاً او لیلۃ کاملۃ وفی الاقل صدقۃ پورا دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو ذبح کرنا اُسپر واجب ہی اور اس سے کم مین یعنی دو تین پہر کے پہننے مین یا ساعت بھر مین صدقہ واجب ہی نہ ذبح والزائد علی الیوم کالیوم وان تعدد لیلاً و نہاراً او لو جمیع ما یلبس اور ایکدن سے زیادہ پہننا دن کی برابر ہی یعنی جیسے ایکدن کے لباس مین ذبح واجب ہی ویسے دس دن مین اگرچہ محرم رات مین لباس کو اُتار ڈالتا ہو اور دن مین پھر اُسکو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اُسنے پہنی ہو یعنے ٹوپی اور قبا اور پاجامہ بہر صورت ایک ہی خون واجب ہی مالم یعزم علی الترک للبس عند النزع فان عزم علیہ ای الترک ثم لبس تعدد الجزاء کفر للاول اولا ایک روز اور چند روز کا لباس اُسوقت تک برابر ہی جب تک محرم نے لباس اُتارنے کے وقت ترک لباس کا ارادہ نہین کیا سو اگر اُتارنے کے وقت ترک لباس پر عزم کر چکا اور پھر اُسنے سیا کپڑا پہنا تو اب جزا متعدد ہوگی یعنی جو بار ترک کا ارادہ کریگا اتنی بار ذبح کرنا اُسپر واجب ہوگا خواہ اول قصور کا اُسنے کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو وکذا یتعدد الجزاء لو لبس یوماً فاراق دماً للبسہ ثم دام علی لبسہ یوماً آخر فعلیہ الجزاء ایضاً لانہ محظور فکان لدوامہ حکم الابتداء اور اسیطرح متعدد ہوگی جزا اگر اُسنے سیا کپڑا ایک دن پہنا سو اُسنے پہننے کی جزا مین ذبح کیا پھر اُسکو ایکدن اور پہنے رہا تو دوسری جزا بھی اُسپر واجب ہوگی اسواسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہی تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتداء لباس کا ہوا یعنے جیسے ابتداء لباس مین جزا واجب ہوئی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس سے دوسری جزا واجب ہوئی و دوام اللبس بعد ما احرم وہو لابسہ کانشائہ بعدہ ولو مکرہاً او نائماً اور قائم رکھنا اُس لباس کا جسکو احرام کے وقت پہنے ہوے تھا ایسا ہی گویا اُسنے بعد احرام کے اسکو پہنا تو اگر مثلاً اُس قمیص کو

جو احرام کے وقت پہنے تھا بعد احرام کے بھی دن بھر پہنے رہیگا تو اُسپر ذبح کرنا واجب ہے اگرچہ پہننے والے پر کسی نے زبردستی کی ہو یا وہ سوتا ہو کذا فی النہر الفائق ولو
تعدد سبب اللبس تعدد الجزاء اور اگر لباس پہننے کا سبب متعدد ہو تو اُسکی جزا بھی متعدد ہوگی چنانچہ محرم کو تپ آئی اور اُسنے قمیص پہنا پھر اُسکو صحت ہوگئی
بعد اُسکے دوسری بیماری ہوئی یا دوسری قسم کی تپ آئی پھر اُسنے قمیص پہنا تو اُسپر دو کفارے لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر ولو اضطر الی قمیص فلبس قمیصین اوالی
قلنسوہ فلبسہا مع عمامۃ لزمہ دم واثم اور اگر محرم کو ایک قمیص کی حاجت ہوئی سو اُسنے دو قمیص پہنے یا ایک ٹوپی کی حاجت ہوئی سو اُسنے ٹوپی کو پگڑی کے ساتھ پہنا
تو اُسپر ایک خون واجب ہوگا اسواسطے کہ سبب واحد ہے کذا فی النہر اور گنہگار ہوگا کہ حاجت سے زیادہ اُسنے پہنا کذا فی الطحطاوی ولو تیقن زوال الضرورۃ
فاستمر کفر اخرے اور اگر محرم کو یقین ہو گیا کہ لباس کی حاجت نہ رہی پھر بھی پہنے رہا ایک دن یا دو دن تو دوسرا کفارہ دے اور اگر زوال حاجت مین شک ہو
تو اُسپر ایک ہی کفارہ لازم ہے کذا فی النہر وتغطیۃ ربع الراس اوالوجہ کالکل اور چوتھائی سر کا یا چہرے کا ڈھکنا تمام سر اور چہرہ کے برابر ہے کفارہ مین ولا باس بتغطیۃ
اذنیہ وقفاہ ووضع یدہ علے انفہ بلا ثوب اور کچھ مضائقہ نہین محرم کے دونون کان اور گدی کے ڈھکنے مین اور ناک پر بدون کپڑے کے ہاتھ رکھنے مین وحلق
ای ازالۃ ربع راسہ اور بع لحیتہ یا محرم اپنے چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی کو مونڈے یعنی بالون کو دور کرے کسی طرح خواہ مونڈ کر یا اکھاڑ کر یا نورہ لگا کر او
حلق محاجمہ یعنی واحتجم والا فصدقۃ کما فی البحر عن الفتح یا محرم اپنے سر کے پیچھے اُس جگہ کو مونڈے جہان پچھنے لگاتے ہین ماتن کی مراد یہ ہے کہ وہان مونڈے
اور پچھنے بھی لگاوے تب اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر دونون فعل جمع نکرے یعنی فقط مونڈے بدون پچھنون کے یا پچھنے لگا دے بدون مونڈنے
کے تو اُسپر صدقہ لازم ہوگا نہ ذبح یہ تصریح بحر الرائق مین منقول ہے فتح القدیر سے اسواسطے کہ اسقدر حلق چہارم سر سے قلیل ہے تو ذبح کرنے کو
نہ واجب کریگا کذا فی الفتح او حلق احدی ابطیہ او عانتہ او رقبتہ کلہا او قص اظفار یدیہ او رجلیہ او الکل فی مجلس واحد فلو تعدد المجلس تعدد الدم
الا اذا اتحد المحل کحلق ابطیہ فی مجلسین وراسہ فی اربعۃ یا محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موے زہار مونڈے یا سب گردن کے بال مونڈے یا اپنے
دونون ہاتھون کے ناخن یا دونون پانون کے ناخن کاٹے یا دونون ہاتھ اور پانون کے ساتھ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس مین یعنی سب صورتون مین
ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجلس متعدد ہوگی تو خون بھی متعدد ہونگے یعنی ایک مجلس مین ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس مین دوسرے
ہاتھ کے اور تیسری مجلس مین ایک پانون کے اور چوتھی مجلس مین دوسرے پانون کے تو چار بکریان ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے مگر جب محل متحد ہوگا تو تعدد
مجالس سے تعدد خون کا نہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو دو مجلس مین مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس مین مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اسواسطے کہ محل جنایت
متحد ہے اگرچہ مجالس متعدد ہوئے کذا فی الطحطاوی او یدا او رجلا اذ الربع کالکل یا محرم نے ایک ہاتھ کے ناخن یا ایک پانون کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا
اسواسطے کہ چوتھائی کل کی برابر ہے یعنی کل دو ہاتھ اور دو پانون مین ذبح واجب تھا تو ایک ہاتھ یا ایک پانون مین بھی ذبح واجب ہوگا اسواسطے کہ ایک ہاتھ چوتھائی ہے کل کی
اور چوتھائی کل کے قائم مقام ہوتی ہے چنانچہ حلق سر مین معلوم ہو چکا کذا فی الدرر او طاف للقدوم لوجوبہ بالشروع او للصدر جنبا او حائضا یا محرم نے طواف القدوم اور
طواف الصدر کو جنابت یا حیض کی حالت مین کیا بسبب واجب ہو جانے طواف القدوم کے شروع کرنے سے یعنی ہرچند طواف القدوم سنت ہے اور طواف الصدر واجب
لیکن جب طواف القدوم کو شروع کیا تو اب اُسکا ادا کرنا واجب ہو گیا تو وجوب ذبح مین دونون طواف برابر ہو گئے او للفرض محدثا یا فرض طواف یعنی طواف الزیارۃ
کو بے وضو کیا تو ذبح کرنا بکری کا واجب ہے اور اگر کپڑے پر نجاست ہوگی درم سے زیادہ حالت طواف مین تو ذبح یا صدقہ واجب نہین لیکن ادخال نجاست کا مسجد الحرام
مین مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو جنبا فبدنۃ ان لم یعدہ اور اگر جنابت مین طواف الزیارۃ کیا تو اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا واجب ہے بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نہین کریا اور
اگر طواف القدوم اور طواف الصدر اور طواف الزیارۃ کو بعد غسل اور وضو کے اعادہ کیا تو اب کوئی چیز اُسپر واجب نہین نہ ذبح نہ صدقہ کذا فی الطحطاوی والاصح وجوبہا فی الجنابۃ و
ندبہا فی الحدث وان المعتبر الاول والثانی جابر لہ فلا تجب اعادۃ السعی جوہرہ اور قول اصح یہ ہے کہ طواف کا اعادہ واجب ہے اگر جنابت مین کیا ہو اور مستحب ہے اعادہ اگر بے وضو

کیا ہو اور یہ قول صحیح ہی کہ درصورت اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہی اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کا دور کرنے والا تو جب پہلا طواف معتبر ٹھہرا اور صفا و مروہ کی
سعی کا اعادہ کرنا طواف ثانی مین واجب نہین کذا فی الجوہرۃ وفی الفتح لو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہ دم وکذا لو ترک من طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ او فتح القدیر مین ہی
کہ اگر جنابت یا وضو نہونے مین عمرے کا طواف کیا تو اُسپر خون واجب ہی اور اسی طرح خون واجب ہی اگر عمرے کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرے کی جنایات
مین صدقہ کو دخل نہین او افاض من عرفۃ ولو بند بعیرہ قبل الامام والغروب یا محرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے
اگرچہ وہان سے آنا اُسکے اونٹ کے بھاگنے سے ہو یعنے وجوب ذبح مین اختیاری آنا اور بے اختیاری دونون برابر ہین ویسقط الدم بالعود ولو بعدہ فی الاصح
غایۃ اور قول صحیح مین ساقط ہوتا ہی خون عرفات مین پھر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہان پھر گیا ہو کذا فی الغایۃ او ترک اقل من سبع الفرض یعنی ولم یطف
غیرہ حتی لو طاف للصدر انتقل الی الفرض ما یکملہ ثم ان بقی اقل الصدر فصدقۃ والا فدم یا طواف فرض کے سات شوطون مین سے کمتر کو ترک کیا یعنے
طواف الزیارۃ سے تین شوط یا اس سے کم ترک کیے یعنے اِسقدر کے ترک کرنے سے اسوقت ذبح واجب ہوگا جبکہ اُسنے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف
نہ کیا ہو یہان تک کہ اگر اُسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کی طرف منتقل ہوجاوینگے جتنے مین کہ وہ پورا ہوجاوے خواہ ایک شوط
یا دو یا تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اُسکے ذمہ پر طواف الصدر سے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہی اور اگر اکثر شوط رہے تو خون واجب ہی مثلاً طواف الزیارۃ کے
تین شوط کم تھے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط تھے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط کی
اور تین اقل طواف ہین تو تین صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہون تو چار شوط کی کمی پڑیگی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف مین تو تین ذبح
کرنا واجب ہوگا او ترک اکثرہ بقی محرما ابدا فی حق النساء حتی یطوف فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجلس الا ان یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے
ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم بنا رہیگا عورتون کے حق مین یہان تک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو جسبار کہ وہ جماع کریگا اُتنی بار اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس
جماع کی متعدد ہون مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار ذبح کرنا اُسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا
کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم بنا رہیگا اسواسطے کہ اکثر بجاے کل ہی تو گویا اُسنے اصلا طواف نہین کیا کذا فی الطحطاوی او ترک طواف الصدر او اربعۃ
منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرم طواف الصدر کے سب شوط یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہو گا مکہ سے بدون نکلنے کے
اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہین عزم سفر پر موقوف ہی او ترک السعی او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر
کے ترک کرے یا سعی سوار ہوکر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہوکر سعی کرے بسبب عذر کے تو اُسپر کچھ لازم نہین کذا فی الطحطاوی
او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او اکثرہ ای اکثر رمی یوم یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ
کے کل رمی کو یا ایک دن کی رمی کو یا پہلی رمی یعنے جمرۃ العقبہ کی رمی کو یا ایک دن کے اکثر رمی کو ترک کرے مع کل رمی کا ترک کرنا یہ ہی کہ یوم النحر سے تیرھوین تک
رمی نکرے کسی دن اور جب تک کہ یہ دن باقی ہین تو اعادہ رمی کا ممکن ہی بترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا یہ کہ
یوم النحر مین جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریان مارے تو چار ترک ہوئین یا ایام ثلثہ مین کسی دن گیارہ کنکریان مارنا ترک کرے اور سب ایام کے رمی اور ایک دن
کی رمی ترک کرنے مین ایک ہی بار ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ متحد الجنس ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی او حلق فی حل بحج فی ایام النحر فلو بعدہا فدمان
او عمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا حج کے محرم نے سر مونڈا حل مین ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہی سو اگر بعد ایام نحر کے منڈوایگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرے کے
محرم نے حل مین سر منڈایا تو ایک خون واجب ہی بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم مین لا دم علی معتمر خرج ثم رجع من حل الی الحرم ثم قصر وکذا الحاج ان رجع فی
ایام النحر والا فدم للتاخیر خون واجب نہین اُس عمرہ کرنے والے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے حرم کی طرف پلٹ آیا پھر اُسنے بال کترائے یا منڈائے اور

ایسا ہی حکم حاجی کا ہی اگر ایام نحر کے اندر حرم مین پلٹ آوے اور اگر بعد ایام نحر کے حرم مین بال کترا وے یا منڈا وے تو اُسپر ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تاخیر کے او قبل
عطف علی حلق یا محرم نے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہی لفظ قبل کا حلق کے لفظ پر عطف ہی او لمس بشہوۃ انزل او لا فی الاصح او استمنی بکفہ او جامع بہیمۃ
و انزل یا عورت کا بشہوت مساس کیا انزال ہو یا نہو خون اُسپر واجب ہی قول اصح مین یا اپنا کف دست آلہ تناسل مین لگا کر منی نکالی یا جانور سے جماع کیا اور
انزال بھی ہوا خون واجب ہوگا اور بدون انزال کے خون واجب نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر او اخر الحاج الحلق او طواف الفرض عن ایام النحر لتوقتہما
بہا یا حاجی نے سر منڈانے یا طواف الزیارۃ مین ایام النحر سے تاخیر کی اسواسطے کہ حلق اور طواف الزیارۃ ایام نحر مین متعین ہین بنا بر وجوب کے اور صاحبین رح کے
نزدیک مناسک کی تاخیر مین خون واجب نہین او قدم نسکا علی آخر فیجب فی یوم النحر اربعۃ اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف یا مقدم کیا
ایک عبادت کو دوسری عبادت پر سو یوم النحر مین چار عبادتین علی الترتیب واجب ہین اول جمرۃ العقبہ کی رمی پھر ذبح کرنا قارن اور متمتع کے حق مین نہ تنہا
حج کرنے والے کو پھر ذبح کے بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارۃ کرنا ان مناسک کی تقدیم اور تاخیر سے امام اعظم رح کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہی اور صاحبین رح کے
نزدیک تقدیم و تاخیر سے کچھ واجب نہین اس دلیل سے کہ بخاری اور مسلم مین حدیث صحیح ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع مین منا کے اندر تھے
اور لوگ مسائل دریافت کرتے تھے سو ایک مرد آیا اور اُسنے کہا کہ مجکو معلوم نہ تھا سو مین نے سر منڈایا ذبح کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھ حرج نہین اور
دوسرا شخص آیا اُسنے کہا یا رسول اللہ مجکو معلوم نہ تھا مین نے نحر کیا قبل رمی کے حضرت نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھ حرج نہین سو حضرت سے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے
سوال نہوا مگر حضرت نے یہی فرمایا کہ کر یعنے اب اُسکو کرلے اور کچھ حرج نہین امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف سے یہ جواب ہی کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی فساد حج الغبہ متحقق ہی
لیکن نفی جزا کی ثابت نہین اور صاف ظاہر ہی کہ تقدیم اور تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل نے اپنی ناواقفیت کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہوتا تو سوال اور عذر بے علمی کی کیا حاجت
تھی اور حق یہ ہی کہ یہ حدیث ترتیب کے مسنون ہونے اور واجب ہونے دونون کی محتمل ہی اور چونکہ ابتداے اسلام تھی لہذا حضرت نے بسبب جہل کے انکو معذور رکھا اور جزا کا
حکم نہ دیا تو مقام اضطراب مین بنا بر احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہی علاوہ اسکے ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے
نسک پر مقدم کرے اُسپر خون واجب ہی اور بعضے نسخون مین بجاے ابن مسعود رض کے ابن عباس رض مذکور ہین ہر چند اسکی سند مین ابراہیم بن مہاجر داخل ہی اور وہ ضعیف ہی لیکن طحطاوی
مین اس قول کو عبد اللہ بن عباس رض سے دوسری سند سے ذکر کیا ہی جسمین ابراہیم بن مہاجر مذکور نہین تو استدلال پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر لکن لا شئی علی من طاف قبل الرمی و الحلق
نعم یکرہ لباب و قد تقدم کما لا شئی علی المفرد الا اذا حلق قبل الرمی لان ذبحہ لا یجب لیکن کچھ واجب نہین نہ صدقہ نہ خون اُس شخص پر جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے کے
ہان یہ تقدیم مکروہ ہی کذا فی اللباب اور یہ پیشتر گذر چکا جیسا کہ کچھ صدقہ یا خون واجب نہین تنہا حج کرنے والے پر مگر اس صورت مین کہ سر منڈاوے پہلے رمی کے کیونکہ اُسپر
ذبح کرنا واجب نہین یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر بسبب عدم وجوب کے اُسکو کچھ ضرر نکریگی کذا فی الطحطاوی ابتداے باب سے یہان تک وہ مسائل مصنف نے مذکور کیے جنمین ایک خون
واجب ہی و یجب دمان علی قارن حلق قبل ذبحہ دم للتاخیر و دم للقران علی المذہب کما حررہ المصنف قال و بہ اندفع ما توہمہ بعضہم من جعل الدمین للجنایۃ اور دو واجب ہین دو خون
اُس قارن پر جسنے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنے کے ایک خون جنایت کا بسبب تاخیر ذبح کے واجب ہی اور دوسرا قران کا بنا بر مذہب درست کے چنانچہ اُسکو منقح کرکے
بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور کہا ہی کہ اس تقریر سے دفع ہو گیا وہ وہم جو بعضے علما کو پیش آیا یہ تصور کرکے کہ یہ دونون خون جنایت کے ہین م
مصنف نے منح الغفار مین بیان کیا ہی کہ محمد بن الحسن نے جامع صغیر مین تصریح کی ہی کہ ایک خون قران کا ہی اور دوسرا تاخیر نسک کا تو اس تقریر سے صاحب ہدایہ کا شقبلہ
دفع ہو گیا کہ دونون خونون کو جنایت کا سمجھا ہی و ان طیب جوابہ قولہ الآتی تصدق اقل من عضو او ستر راسہ و لبس اقل من یوم اور اگر خوشبو لگائی عضو سے کمتر مین
یعنے تمام عضو مین نہ لگائی یا اپنے سر کو ڈھک لیا یا سیا کپڑا پہنا ایک دن سے کم تو صدقہ دے بقدر نصف صاع کے شارح کہتا ہی ماتن کی عبارت مین ان طیب کا جواب
اُسکا قول ہی یعنی تصدق فی الخزانۃ فی الساعۃ نصف صاع و فیما دونہا قبضۃ و ظاہرہ ان الساعۃ فلکیۃ خزانہ مین ہی کہ ایک ساعت کے لباس پہننے مین نصف

صاع کا صدقہ ہے اور اس سے کم مین مٹھی بھر کا صدقہ ہے شارح کہتا ہے اور ظاہر کلام خزانہ کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ساعت سے مراد ساعت آسمانی ہے یعنی اڑھائی گھڑی جسکو
بالفعل گھنٹہ کہتے ہین اسواسطے کہ ساعت لغوی اور عرفی کی کچھ حد نہین طحطاوی نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اسکو
ذکر نہ کرتا او حلق شاربہ او اقل من ربع راسہ او لحیتہ او بعض رقبتہ یا محرم نے اپنی مونچھ کو مونڈا یا اپنے سر یا ڈاڑھی کو چوتھائی سے کم مونڈا یا اپنی گردن کے تھوڑے
بال مونڈے او قص اقل من خمستہ اظافیر او خمستہ الی ستہ عشر متفرقۃ من کل عضو اربعۃ وقد تستغرق ان لکل ظفر نصف صاع الا ان یبلغ دما فینقص اشار یا پانچ
ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنے ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پاؤن سے چار اور دوسرے پاؤن
سے چار سب سولہ ناخن ہوے اور یہ ثابت ہوچکا کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا مین نصف صاع کا صدقہ ہے تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھ صاع ہوے جسکے تخمیناً کچھ اوپر ۲۴ سیر
گیہون ہوتے ہین تو اتنا دینا چاہیے مگر اس صورت مین جبکہ یہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کے برابر ہوجاوے تو جتنا چاہے کم کرڈالے تاکہ اقل عضو کی جزا عضو کامل کی
جزا کے برابر نہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہے یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کتب معتمد مین مثل ہدایہ اور اسکی شروح مین یہی مذکور ہے کہ ہر ناخن
کی جزا نصف صاع ہے بخلاف وقایہ اور درر کے کہ انمین ایک ہی صدقہ پر اکتفا کی ہے او طاف للقدوم او للصدر محدثا او ترک ثلثۃ من سبع الصدر و یجب لکل
شوط منہ و من السعی نصف صاع او احدی الجمار الثلث فیجب لکل حصاۃ صدقۃ الا ان یبلغ دما فکما مر و افاد الحدادی انہ ینقص نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف صدر
کو بے وضو طواف کیا یا طواف الصدر کے سات شوطون سے تین شوط کم کرڈالے اور طواف کے ہر شوط اور سعی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہے
یا جمرات ثلثہ سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہے یعنی نصف صاع کا مگر یہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کے برابر ہوجاوے تو کچھ کم کرڈالے
چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہے کہ نصف صاع کم کرڈالے طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف ہے معتمد وہی ہے جو متون مین مذکور ہے
جتنا چاہے کم کرڈالے او حلق راس محرم او حلال غیرہ او رقبتہ او قلم ظفرہ بخلاف مالو طیب عضو غیرہ او البسہ مخیطا فانہ لا شئ علیہ اجماعا ظہیریہ یا محرم کسی غیر شخص کا
سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے یا اسکے ناخن کاٹے بخلاف اسکے کہ اگر غیر کے کسی عضو مین خوشبو لگاوے یا اسکو سیا کپڑا پہناوے
تو اسپر کچھ لازم نہین بالاتفاق نہ خون نہ صدقہ کذافی الظہیریہ تصدق بنصف صاع من بر کالفطرۃ تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے مانند صدقہ
عید الفطر کے ہم یہ جواب ہے ان طیب کا یعنی اگر ایک عضو سے کمتر مین خوشبو لگاوے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکے یا سیا کپڑا پہنے یا مونچھ یا ربع سر سے کم
مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر کے کم کرے یا کسی جمرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا سر
مونڈے تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہون کی قید اتفاقی ہے چاہے نصف صاع گیہون دے چاہے ایک صاع کھجور یا جو دے لہذا شارح نے
صدقہ فطر کی تمثیل دی و ان طیب او حلق او لبس بعذر خیر ان شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع علی ستۃ مساکین این شاء او صام ثلثۃ ایام و لو
متفرقۃ اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کترے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اسکو اختیار ہے اگر اسکا جی چاہے تو حرم مین ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہون
چھ محتاجون کو صدقہ دے جہان چاہے حرم مین یا غیر حرم مین یا تین روزے رکھے جہان چاہے اگرچہ روزے متفرق ہون طحطاوی نے کہا عذر یہ ہے کہ خوف ہلاکی کا ہو
بسبب شدت سرما کے یا بیماری ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہر خوف سے مراد یہ ہے کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا نہ وہم لیکن اس شرط سے کہ موضع ضرورت سے زیادتی
نکرے یعنے اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت دفع ہوتی ہے تو پگڑی نہ باندھے اور اگر بے ضرورت باندھیگا تو حرام ہے لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آویگا جیسا کہ صاحب
بحر الرائق نے گمان کیا ہے چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہے ہم صحاح ستہ مین کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مین
اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تھا اور جوئین میرے منھ پر چڑھ رہی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجکو تکلیف دیتے ہین تیرے سر کے کیڑے مین نے کہا ہان فرمایا کہ
مونڈ ڈال اور تین روزے رکھ یا چھ محتاجون کو کھانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجکو معلوم نہین کہ ان تین چیزون مین سے کون چیز پہلے

بتلائی یعنی یہ آیت اُتری (فمن کان منکم مریضًا او بہ اذی من رأسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک) یعنے جو شخص تم مین سے بیمار ہو یا اسکو تکلیف ہو اُسکے سر سے تو فدیہ ہی صوم سے یا صدقہ یا ذبح کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور صحیحین کی ایک روایت یون ہی کہ حضرت نے کعب بن عجرہ سے فرمایا کہ تجکو بکری میسر ہی اُسنے کہا نہین فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکین کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع چونکہ صدقہ اور صوم قرآن مین مجمل تھا حضرت نے اُسکی تفصیل بیان فرمائی **ووطیہ فی احدی السبیلین من ادمی ولو ناسیا او مکرہا او نائمۃ او صبیا او مجنونا ذکرہ الحدادی لکن لادم ولا قضاء علیہ قبل وقوف فرض یفسد حجہ** اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے اسکے حج کو فاسد کرتا ہی خواہ قبل مین جماع کیا ہو خواہ دبر مین محرم نے عمدًا جماع کیا یا بھولکر اپنی خوشی کیا یا زبردستی جاگتی عورت سے یا سوتی سے محرم صغیر ہو یا جوان ہوشیار ہو یا دیوانہ صغیر اور مجنون کی حدادی نے تصریح کی ہی لیکن صغیر اور مجنون پر اس جماع سے ذبح اور قضاء حج لازم نہین طحطاوی نے کہا وطی انسان کی بہرصورت مفسد ہی حج کی انزال ہو یا نہو اور جانور کی وطی مطلقًا مفسد نہین لہذا شارح نے آدمی کی قید لگائی اور یہ جو فتح القدیر مین ہی کہ وطی صغیر کی مفسد حج نہین سو یہ قول ضعیف ہی ولوالجیہ اور مناسک ابن ضیاء کے مخالف ہی کذا فی النہر وکذا **لو استدخلت ذکر حمار او ذکرا مقطوعا فسد حجہا اجماعا** اور اسیطرح اگر عورت نے ذکر حمار کو یا ذکر مقطوع کو اپنی شرمگاہ مین داخل کر لیا تو اُسکا حج فاسد ہو گیا بالاتفاق **ویمضی وجوبا فی فاسدہ کجائزہ ویذبح ویقضی ولو نفلا** اور واجب ہی کہ اپنے فاسد حج کو کیے جاے جیسے حج جائز کو کرتے ہین یعنے فاسد جانکر اُسکو بالکل ترک نہ کردے بلکہ جسقدر مناسک باقی رہگئے ہون اُنکو پورا کرے اور ذبح کرے اور اگلے سال اس حج کو قضا کرے اگرچہ یہ حج فاسد فرض نہو بلکہ نفل ہو تو بھی قضا واجب ہی اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہی جو ابوداؤد کے مراسیل مین مروی ہی کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونون محرم تھے سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونون اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اُسکو روایت کیا ہی اگرچہ یہ حدیث مرسل ہی لیکن مرسل امام اعظم رح کے نزدیک حجت ہی علاوہ اسکے دار قطنی نے عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی ہی کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہی سائل نے پوچھا جب حج باطل ہوا تو بیٹھ رہے کہا نہین بلکہ لوگون کے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہین سو وہ بھی کرے یعنے مناسک کو عمل مین لاوے اور سال آیندہ قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبداللہ بن عباس رض اور عبداللہ بن عمرو رض بن العاص کا فتوے اسی کے موافق ہی بیہقی نے کہا کہ ان آثار کی اسناد صحیح ہین اور امام مالک کے موطا مین علی مرتضے رض اور عمر فاروق رض اور ابوہریرہ رض سے اسی قسم کا فتوے ثابت ہی کذا فی فتح القدیر **ولو افسد القضاء ہل یجب قضاءہ لم ارہ والذی یظہر ان المراد بالقضاء الاعادۃ** اور اگر سال آیندہ مین قضاے حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہی یا نہین شارح کہتا ہی مین نے یہ مسئلہ کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا اور ظاہر اقضا سے مراد یہان اعادہ ہی حج کا یعنے لغوی معنے مراد ہین ہم یہ تقریر صاحب نہر کی ہی جو مصر کے جامع ازہر مین کسی طالب علم کے سوال کے جواب مین مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر **ولم یتفرقا وجوبا بل ندبا ان خاف الوقاع** اور جب زوجین قضاے حج کو دوسرے سال آوین تو اُنپر جدا رہنا واجب نہین بلکہ مستحب ہی اگر وقوع جماع کا خوف ہی اسواسطے کہ مشقت قضاے حج کی ترک جماع مین کافی ہی **ووطیہ بعد وقوفہ لم یفسد حجہ وتجب بدنۃ بعد الحلق قبل الطواف شاۃ لخفۃ الجنایۃ** اور جماع محرم کا بعد وقوع عرفات کے حج کو فاسد نہین کرتا اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہو چکا کہ جو عرفات مین ٹھہرا اُسکا حج تمام ہوا یعنے فساد سے محفوظ رہا اور اُس جماع سے ایک اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا واجب ہی چنانچہ ابن عباس رض سے بھی مروی ہی کذا فی منح الغفار اور بعد سر منڈانے طواف الزیارۃ کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہی اسواسطے کہ اُسکا قصور ہی کیونکہ بعد حلق کے سواے عورتون کے سب اشیا محرم کو حلال ہو جاتے ہین تمام متون فقہ مین یہی روایت ہی ابن ہمام نے کہا کہ اسمین بھی اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا لازم ہی اور بحر الرائق مین اسکو رد کیا ہی کذا فی الطحطاوی **ووطیہ فی عمرتہ قبل طوافہ اربعۃ مفسد لہا فمضی وذبح وقضی وجوبا ووطیہ بعد اربعۃ ذبح ولم تفسد خلافا للشافعی** اور وطی محرم کی اپنے عمرہ مین قبل طواف کرنے چار شوط کے

مفسد ہی عمرے کی تو بعد فاسد ہونے کے عمرے کے افعال کو کیے جاوے اور ایک بکری ذبح کرے اور عمرے کو قضا کرے بنا بر وجوب کے اور وطی کرنا محرم کا عمرے مین بعد چار شوط کے مفسد عمرے کا نہین لیکن اس قصور کی جزا مین ایک بکری ذبح کرے بخلاف امام شافعی رح کے کہ اُنکے نزدیک چار شوط کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہوتا ہی اسواسطے کہ عمرہ اُنکے نزدیک فرض ہی کذا فی الطحطاوی **فان قتل محرم صیدا ای حیوانا بریا متوحشا باصل خلقۃ** اگر قتل کرے محرم صید یعنے شکار کو تو اسپر جزا واجب ہی صید کہتے ہین خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو م خشکی کا جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل خشکی مین ہو اگرچہ پانی مین رہا کرتا ہو اور دریائی جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل پانی مین ہو اگرچہ وہ خشکی مین رہا کرتا ہو چنانچہ مچھلی اور مینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا اور کچھوا اور گھڑیال اور مگر تو انکے قتل مین محرم پر جزا واجب نہین اور خشکی کے جانور مین دوسری قید یہ ہی کہ اپنی اصل خلقت مین وحشی ہو وحشی سے یہ مراد ہی کہ جو اسکو پکڑا چاہے تو بھاگ جاوے خواہ پانوون سے خواہ پرون سے تو پلاؤ ہرن صید مین داخل ہی اسواسطے کہ اصلی وحشی ہی اور وحشی اونٹ اور گاے صید مین داخل نہین اسواسطے کہ اُنکی اصل خلقت مین وحشت نہین اور صید جانور ماکول اور غیر ماکول دونون کو شامل ہی تو سب کا قتل محرم کو حرام ہی حل اور حرم دونون مین سوا اُن جانورون کے جو مستثنے ہین اور مصنف انکو بیان کریگا کذا فی الفتح والطحطاوی **او دل علیہ قاتلہ مصدقا لہ غیر عالم واتصل القتل بالدلالۃ او الاشارۃ والدال والمشیر باق علی احرامہ واخذہ قبل ان ینفلب عن مکانہ** یا محرم نے صید پر اُسکے قاتل کو دلالت کی یعنی قاتل کو شکار بتا دیا کہ فلانے مکان مین ہی دلالت کی پانچ شرطین ہین ایک یہ کہ قاتل دلالت کرنے والے کی تصدیق کرے تصدیق کا یہ مطلب نہین کہ محرم سے یون کہے کہ تو اس دلالت مین سچا ہی بلکہ تصدیق سے یہ مراد ہی کہ اُسکی تکذیب نکرے تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکذیب کی اور دوسرے محرم کی دلالت کی تصدیق کرکے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہوگی اور دوسری شرط یہ ہی کہ قاتل صید سے واقف نہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی دلالت سے جزا لازم نہوگی تیسری شرط یہ ہی کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہ ہی کہ محرم دلالت کرنے والا اور اشارہ کرنے والا اپنے احرام پر باقی رہے صید کے قتل ہونے تک تو اگر دلالت کے وقت احرام ہو اور قتل کے وقت احرام اُتار چکا ہو تو اُسپر جزا لازم نہوگی پانچوین شرط یہ ہی کہ قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اُسکے کہ وہ اپنی جگہ سے بھاگے یعنی جہان محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہین اُسنے اُسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہان سے اُٹھ گیا اور دوسرے مکان مین گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہوگی دلالت اور اشارہ مین یہ فرق ہی کہ دلالت غیبت مین ہوتی ہی اور اشارہ سامنے ہوتا ہی **بدا او عاد سہوا او عمدا مباحا او مملوکا** محرم کا قتل کرنا صید کو یا اُسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول حج مین ہو یا دوسرے تیسرے حج مین اول بار قتل یا دلالت واقع ہوئی ہو یا دوبارہ بھول کر ہو یا جانکر صید مباح ہو یعنے جنگلی یا کسیکا مملوک لیکن صید مملوک کا بدلے دو قیمتین محرم پر واجب ہونگی ایک قیمت مالک کیواسطے اور دوسری قیمت احرام کی جزا مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **فعلیہ جزاؤہ ولو سبعا غیر صائل او مستانسا او حماما ولو مسرولا بفتح الواو والی رجلیہ ریش کالسراویل** یعنے اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کرے تو اسپر اُسکی جزا واجب ہی اگر صید ایسا درندہ جانور ہو جسنے حملہ نکیا یا صید مانوس اور مالوف ہو جیسے پلاؤ ہرن یا کبوتر ہو اگرچہ مسرول کبوتر ہو مسرول بضم میم و فتح سین و سکون را و فتح واو اُس کبوتر کو کہتے ہین جسکے پانوون مین پر ہون مثل پاجامہ کے امام مالک رح کے نزدیک مسرول کبوتر صید نہین اسواسطے کہ وہ مانوس ہی وحشی نہین تو اُسکا حکم بط کے برابر ہی ہم کہتے ہین کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہی لیکن وہ اپنے بھاری پن سے اُڑ نہین سکتا کذا فی المنح **او ہو مضطر الی اکلہ کما یلزمہ القصاص لو قتل انسانا واکل لحمہ** یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کھانے مین مجبور اور مضطر ہو تو بھی اُسپر جزا واجب ہی چنانچہ محرم پر قصاص لازم ہی اگر وہ کسی انسان کو قتل کرے اور اُسکا گوشت کھاوے اضطرار مین یعنی اضطرار سے صید کی جزا اور انسان مقتول کا قصاص ساقط نہین **ویقدم المیتۃ علے الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قیل والخنزیر** اور حالت اضطرار مین مردہ جانور کھانا مقدم ہی صید پر اور صید مقدم ہی مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف مین صید مقدم ہی سور پر م تقدیم مردار کی صید پر اسمین خلاف روایت ہی فتاوی

قاضی خان مین مردار کو تقدیم ہی صید پر اور مبسوط مین صید کو تقدیم ہی مردار پر واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ولو المیت نبیا لم یحل بحال کما لا یوکل طعام مضطر آخر اور اگر
میت پیغمبر ہو تو کسی حال مین حلال نہین جیسے ایک مضطر کو دوسرے مضطر کا طعام کھانا جائز نہین وفی البزازیۃ الصید المذبوح اولی اتفاقا اور بزازیہ مین ہی کہ ذبح
کیا ہوا شکار کا کھانا بہتر ہی مردار کھانے سے بالاتفاق اسواسطے کہ مردار مین حرمت ذاتی ہی اور شکار مین عارضی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی والجزاء ہو ما قومہ
عدلان وقیل الواحد ولو القاتل یکفی فی مقتلہ او فی اقرب مکان منہ ان لم یکن لہ فی مقتلہ قیمۃ فاو للتنویع لا للتخییر اور صید کی جزا وہ قیمت ہی جسکو دو
عادل مسلمان مقرر کردین جس مکان مین کہ صید مقتول ہوا یا اس مکان مین جو مقتل کے نزدیک تر ہو اگر اسکے مقتل مین قیمت نہو بسبب جنگل ہونے کے تو کلمہ
او کا مصنف کی عبارت مین تقسیم کے واسطے ہی نہ واسطے اختیار دینے کے اور قول ضعیف مین ایک عادل کا قیمت مقرر کر دینا کافی ہی اگرچہ قاتل ہی قیمت کو
ٹھہراوے ہم ایک عادل کا قیمت ٹھہرانا اسواسطے ضعیف ہی کہ ظاہر النص قرآنی کے مخالف ہی اور نص مین ظاہرا دو عادل کا ہونا واجب معلوم ہوتا ہی مستحب
کذا فی فتح القدیر امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک اجزاے صید مین قیمت لازم ہی اور امام شافعی رح اور محمد رح کے نزدیک ہمشکل ہونا صید کا جزا مین ضرور ہی
چنانچہ ہرن مین بکری اور خرگوش مین بکری کا بچہ اور شترمرغ مین اونٹ اور گورخر کے قتل مین گاے انکے نزدیک لازم ہی حق تعالی نے فرمایا ولا تقتلوا الصید وانتم
حرم ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوی عدل منکم ہدیا بالغ الکعبۃ او کفارۃ طعام مسکین او عدل ذلک صیاما یعنے صید کو نہ مارو محرم ہو کر
اور جو تم مین سے قصدا مارے تو جزا ہی مثل اسکی جسکو مارا جانورون مین سے وہ جزا جسکو دو عادل شخص تم مین سے حکم کرین نیاز پہونچاوے کعبہ کو یا کفارہ
طعام مساکین کا یا برابر اسکے صیام تو امام شافعی رح کے نزدیک مماثلت ظاہری لازم ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک مماثلت معنوی واجب ہی یعنے باعتبار
قیمت کے اسواسطے کہ مماثلت مطلقہ تو وہ ہی جو صورۃ اور معنی دونون ہو چنانچہ مشترک النوع مین سو مماثلت مطلقہ تو یہان بالاتفاق مراد نہین لہذا مماثلت
معنوی مراد ہوئی اسواسطے کہ شرع مین مماثلت معنوی ہی متعین ہی چنانچہ حقوق العباد مین کذا فی الہدایہ وشروحہا والجزاء فی سبع ای حیوان لا یوکل ولو خنزیرا او فیلا
لا یزاد علی قیمۃ شاۃ وان کان السبع اکبر منہا لان الفساد فی غیر الماکول لیس الا باراقۃ الدم فلا یجب فیہ الا الدم وکذا لو قتل معلما ضمنہ لحق اللہ تعالی
غیر معلم ولمالکہ معلما اور درندہ جانور کا بدلا زیادہ نکیا جاوے بکری کی قیمت سے درندہ جانور سے یہان وہ جانور مراد ہی جو حلال نہین اگرچہ سور ہو یا ہاتھی
یا بندر تو غیر ماکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم مین بڑا ہو بکری سے اسکی قیمت زیادہ نکیجاویگی اسلیے کہ غیر ماکول اللحم کے قتل مین سواے خونریزی کے کوئی فساد
نہین کیونکہ اسکا گوشت لائق کھانے کے نہین تو اسمین واجب نہین مگر خونریزی سو بکری مین حاصل ہی اور اسیطرح اگر محرم نے معلم درندے کو قتل کیا مثلا
شکاری چیتا مارا تو حق اللہ مین غیر معلم کی جزا دیوے اور اسکے مالک کو معلم کی قیمت دے اسواسطے کہ ضمان مالک کا باعتبار اسکے انتفاع کے ہی اور حق
شرع باعتبار اسکی ذات کے ہی قطع نظر تعلیم سے کذا فی المنح ثم لہ ای للقاتل ان یشتری بہ ہدیا ویذبحہ بمکۃ او طعاما ویتصدق این شاء علی کل
مسکین ولو ذمیا نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعیر کالفطرۃ پھر دریافت کیا چاہیے کہ جب مقتول صید کی دو عادل قیمت ٹھہرا دیوین تو قاتل کو
اختیار ہی کہ اس قیمت سے ہدی مول لے اور اسکو مکہ مین جا کر ذبح کرے یا اسقدر قیمت کا طعام مول لے اور جہان چاہے تصدق کرے ہر محتاج کو نصف صاع
گیہون یا پورا صاع کھجور یا جو مانند صدقہ عید الفطر کے اگرچہ محتاج ذمی ہو طحطاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا مفتی بہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ صدقات واجبہ کا ذمی کو
دینا جائز نہین چنانچہ کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا لا یجزیہ اقل او اکثر منہ بل یکون تطوعا کفایت نہین کرتا اس سے کمتر دینا یا اکثر دینا بلکہ اکثر دینا نفل صدقہ
ہوگا نہ واجب او صام عن طعام کل مسکین یوما یا ہر ہر مسکین کے طعام کی عوض ایک ایک دن روزہ رکھے خلاصہ یہ ہی کہ قاتل کو تین امر مین اختیار ہی
کہ صید کی قیمت سے گاے یا بکری خرید کر کے حرم مین لیجا کر ذبح کرے یا اس قیمت سے مثلا گیہون مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا بجاے
نصف صاع کے ایک روزہ رکھے یعنے اگر پانچ فقیرون کو نصف نصف صاع گیہون پہونچتے ہون تو پانچ روزے رکھے اور اگر دس کو پہونچتے ہون تو دس روزے

رکھے وان فضل عن طعام مسکین او کان الواجب ابتداء اقل منہ تصدق بہ او صام یوما بدلہ اور ایک مسکین کے حصے سے اگر اناج بڑھ رہے یا سرے سے نصف صاع سے تھوڑا ہی واجب ہوا ہو مثلاً کنجشک خانگی کے قتل سے ربع صاع گیہون واجب ہوے ہون تو اُتنا ہی مسکین کو دیوے یعنی نصف صاع سے کم یا اُسکے عوض ایک دن روزہ رکھے ولا یجوز ان یفرق نصف صاع علی مساکین تبعا للمصنف تبعا للبحر ہکذا ذکروہ ہنا وتقدم فی الفطرۃ الجواز فینبغی کذلک ہنا اور جائز نہین نصف صاع کو چند مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین بحر الرائق کی پیروی کرکے کہا کہ اسی طرح فقہا نے یہان یعنی جزاے صید مین ذکر کیا ہے اور صدقہ فطر مین اسکا جواز مقدم ہو چکا ہے تو یہان بھی اسی طرح لائق ہے علی الخصوص نص قرآنی یہان مطلق ہے تو اپنے اطلاق پر جاری ہوگی کذا فی المنح وتکفی الاباحۃ ہنا کدفع القیمۃ اور یہان اباحت طعام کافی ہے مانند قیمت کے دینے کے یعنے طعام کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مساکین کو طعام کا مالک کردے دوسری صورت یہ ہے کہ کھانا پکا کر دونون وقت اُنکو پیٹ بھر کے کھلاوے جتنا وہ کھاوین یا نصف نصف صاع کی قیمت ہر مسکین کو دے ولا ان یدفع کل الطعام الی مسکین واحد ہنا بخلاف الفطرۃ لان العدد منصوص علیہ اور جائز نہین دینا سب طعام کا ایک مسکین کو یہان بخلاف صدقۂ فطر کے اسواسطے کہ جزاے صید مین تعدد مساکین مصرح ہے قرآن مین بلفظ جمع کما لا یجوز دفعہ ای الجزاء الی من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وان علا وفرعہ وان سفل وزوجتہ وزوجہا وہذا ہو الحکم فی کل صدقۃ واجبۃ کما مر فی المصرف جیساکہ جائز نہین دینا اس جزا کا ان لوگون کو جنکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین چنانچہ اصل محرم کی اگرچہ اوپر ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچی ہو یعنے اپنے اصول اور فروع کو قریب ہون یا بعید دینا جائز نہین اور زوج کو اپنی زوجہ کا دینا اور زوجہ کا اپنے زوج کا دینا جائز نہین اور یہی حکم ہے جمیع صدقات واجب مین کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا جائز نہین چنانچہ اسکی تفصیل مصرف زکوۃ مین مذکور ہو چکی ووجب بجرحہ ونتف شعرہ وقطع عضوہ ما نقص ان لم یقصد الاصلاح فان قصدہ کتخلیص حمامۃ من سنور او شبکۃ فلا شی علیہ وان ماتت اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے سے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی ہے جزا بقدر نقصان کے بشرطیکہ یہ امور محرم سے بقصد اصلاح نہ واقع ہوے ہون سو اگر بقصد اصلاح ہوے ہون چنانچہ کبوتر کے چھڑانے مین بلی سے یا جال سے کچھ پر اوکھڑ گئے تو ان صورتون مین محرم پر کوئی چیز واجب نہین اگرچہ وہ اس حال مین مر بھی جاوے ثم جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہے کہ صحیح سالم جانور کی قیمت کیجاوے پھر ناقص کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو اُتنا محرم پر واجب ہے مثلاً صحیح سالم جانور کی ۲۰ درم قیمت ہو اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۱۰ درم قیمت ہو جاوے تو دس درم محرم پر واجب ہونگے اب دس درم سے خواہ ہدی مول لیکر حرم مین ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دے یا بقدر اُسکے روزے رکھے ووجب بالقیمۃ بنتف ریشہ وقطع قوائمہ حتی خرج من حیز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پانون کاٹنے سے کل قیمت اسکی واجب ہے اسواسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع سے یعنے اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پرون کے سبب سے اُڑ جاتا ہے اور چوپایہ اپنے پانون سے بھاگ جاتا ہے جب پرندے کے پر اکھاڑے یا چوپایہ کے پانون کاٹے تو وہ اب آپ کو بچا نہین سکتا تو گویا اُسکو جان سے مارا لہذا کل قیمت اسکی واجب ہوئی کذا فی النہر والطحطاوی وکسر بیضہ غیر المذر اور اُسکے انڈے توڑنے سے کل قیمت انڈے کی واجب ہے بشرطیکہ گندہ نہو اور اگر انڈا گندہ ہوگا تو محرم پر کچھ واجب نہین وخروج فرخ میت بہ ای بالکسر او قیمتہ واجب ہے مردہ بچہ نکلنے سے بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو سو واجب ہے اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے مین بچہ مردہ ہے تو کچھ واجب نہین اور اگر معلوم نہو کہ توڑنے سے پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو احتیاطاً قیمت واجب ہے کذا فی الدرر وذبح حلال صید الحرم اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہے یعنی جو شخص کہ احرام نہین باندھے وہ حرم کے شکار کو ذبح کرے تو اُسپر واجب ہے کہ اسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم مین ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے عوض روزہ رکھنا جائز نہین اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نکرے اور دوسرا شخص اسکی دلالت سے ذبح کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین کذا فی الطحطاوی وحلبہ ولبنہ او قیمت دودھ کی واجب ہے صید حرم کے دودھ دوہنے سے وقطع حشیشہ وشجرہ حال کونہ غیر مملوک یعنی النابت بنفسہ سوا رکا الاذخر ملوکا او لاحتی قالوا

لو نبت فی ملکہ ام غیلان فقطعہا انسان فعلیہ قیمتہ لمالکہا واخریٰ لحق الشرع بناء علی قولہما المفتی بہ من تملک ارض الحرم اور قیمت واجب ہی حرم کی گھاس اور
حرم کے درخت کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنی خود جم اٹھا ہو بدون بونے انسان کے خواہ کسی کا مملوک ہو یا نہو یہان تک فقہا نے تصریح کی ہی
کہ اگر ببول کا درخت جسکو کیکر بھی کہتے ہین حرم مین کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر جم اُٹھے اور کوئی آدمی اُسکو کاٹ ڈالے تو کاٹنے والے پر
دو قیمتین واجب ہین ایک قیمت اُسکی مالک کے واسطے اور دوسری قیمت حق شرع کے واسطے اس مسئلہ کی بنا ہی صاحبین رح کے مفتی بہ قول پر کہ زمین
حرم کی مملوک ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک زمین حرم وقف ہی تو مملوک نہین ہو سکتی ولا منبت ای لیس من جنس ماینبتہ الناس فلو من جنسہ فلا شئ
علیہ اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہی کہ وہ جمانے کا درخت نہو یعنی اُس قسم کا درخت نہو جسکو لوگ باعتبار اپنی عادت کے بوتے اور جماتے ہین تو اگر
اُسکے ہم جنس ہو یعنی ایسا خود رو درخت ہو جسکو لوگ بوتے اور جماتے ہون تو اُسکے کاٹنے سے اُس شخص پر شرعاً مواخذہ نہین ہان اگر کسی کی مملوک زمین پر ہوگا تو مالک کو
البتہ قیمت دینا لازم ہوگا کذا فی الحاشیۃ الطحطاوی ہم کتب فقہ علی الخصوص شرح ہدایہ مین مصرح ہی کہ حرم کی گھاس اور حرم کا درخت دو قسم ہین ایک قسم تو وہ درخت ہی
جسکو لوگون نے بویا اور دوسری قسم وہ ہی جو خود رو ہو جیسے اکثر جنگلی درخت تو جو انسان کا بویا ہی اُسکی دو قسمین ہین یا ایسا درخت ہی جسکو لوگ بوتے ہین بطور عادت کے
یا ایسا ہو جسکے بونے کی عادت نہین ان دونون قسمون کے کاٹنے مین جزا واجب نہین اور جو خود رو درخت ہی اُسکی بھی دو قسم ہین یا اُس جنس سے ہی جسکو لوگ بوتے ہین
تو اُسکے کاٹنے مین بھی جزا واجب نہین یا ایسا خود رو درخت ہی جسکو انسان نہین بوتا تو فقط اسی چوتھی قسم کی گھاس اور درخت کاٹنے مین جزا واجب ہی کذا فی الدرر
اور اس امر مین اصل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین ابو ہریرہ رض سے مروی ہی کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر حمد الٰہی کی بعد اُسکے
فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی کو یعنے اصحاب الفیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسولؐ اور مومنین کو مکہ پر مسلط کیا اور میرے واسطے ساعت بھر مکہ حلال ہو گیا پھر
اُسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جائے اسکا درخت اور نہ ستایا جاوے یہان کا شکار اور نہ کاٹی جاوے یہان کی گیلی گھاس اور حلال نہین یہان کی
گری چیز تو عباس رض نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہماری قبرون اور گھرون کے واسطے تو حضرت صلعم نے فرمایا مگر اذخر یعنے اسکا کاٹنا حرام نہین ہر چند
ظاہر حدیث مین سواے اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنے نہین لیکن فقہا نے بدلیل اجماع کے اقسام ثلثہ مذکورہ کو مستثنے کیا ہی اسواسطے کہ حضرت صلعم کے
وقت سے ابتک وہان زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہی بلا انکار علاوہ اسکے ممنوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہی تو حرم کی طرف اسی درخت اور گھاس کی
نسبت کامل ہوگی جو خود رو ہی اور انسان کی طرف منسوب نہین اور جسکو انسان نے بویا خواہ اُسکے بونے کی عادت ہو یا نہو وہ انسان کی طرف منسوب ہو گیا کذا فی الہدایۃ
والاختیار شرح المختار کمقطوع ورق لم یضر بالشجرۃ ولذا حل قطع الشجر المثمر لان اثمارہ اقیم مقام الانبات چنانچہ حرم کے مقطوع درخت اور پتون مین مواخذہ
شرع کا نہین بشرطیکہ پتون کا توڑنا درخت کو ضرر نہ دے اور چونکہ اُس گھاس اور درخت کے کاٹنے مین کچھ جزا نہین جو مجانس ہو انسان کے بونے کا لہذا حلال ہی کاٹنا
اُس درخت کا جو پھلتا ہو اسواسطے کہ اُسکا پھلنا قائم مقام ہی اُسکے بونے اور جمانے کے وقیمتہ فی کل ما ذکر الا ما جف او انکسر لعدم النماء او ذہب بحفر کانون او ضرب
فسطاط لعدم امکان الاحتراز عنہ لانہ تبع واجب ہی قیمت اس چیز کی جسکے پر اکھاڑے گئے یا مقطوع یا مکسور یا مذبوح ہونے جمیع مسائل مذکورہ مین چنانچہ تفصیل
اُسکی ترجمہ مین مفصل مذکور ہو چکی مگر جو گھاس یا درخت خشک ہو گیا یا ٹوٹ گیا تو اُسکے قطع کرنے مین قیمت واجب نہین بسبب عدم نمو کے اسواسطے کہ جب درخت مین
نمو نرہا تو وہ درخت نرا حطب (ایندھن) ہو گیا یا درخت ضائع ہو گیا بسبب بھٹی کھودنے یا خیمہ گاڑنے کے اسواسطے کہ ایسے امور سے بچنا ممکن نہین اور دوسری علت یہ ہی
کہ اسطرح سے ضائع ہونا بالتبع ہی نہ بالاصالت والعبرۃ للاصل لا الغصنہ اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہی نہ شاخ کا پس اگر ایک درخت کی جڑ حرم مین ہی اور شاخین
اُسکی حل مین تو وہ درخت حرم کا ہی اُسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اُسکی حل مین ہی اور شاخین حرم مین تو وہ حل کا درخت ہی نہ حرم کا وبعضہ
والاصل کلہ ترجیحا للحرمۃ اور تھوڑی جڑ کا ہونا حرم مین تمام جڑ کے برابر ہی بنا بر ترجیح حرمت کے والعبرۃ لمکان الطرفان کان علی غصن بحیث

لو وقع الصید وقع فی الحرم فھو صید الحرم والا لا اور اعتبار اُڑنے والے کے مکان کا ہی سو اگر پرندہ شاخ پر ہو اس طرح کہ اگر شکار کرے تو حرم کی زمین میں گرے

تو وہ حرم کا شکار ہی اور اگر حرم میں نہ گرے تو وہ حرم کا شکار نہیں ولو کان قوائم الصید القائم فی الحرم وراسہ فی الحل فالعبرۃ لقوائمہ بعضہا ا کلہا لا لرأسہ

وہذا فی القائم فلو نائما فالعبرۃ لراسہ لسقوط اعتبار قوائمہ فاجمع المبیح والمحرم اور اگر کھڑے صید کے پانون حرم میں ہون اور اسکا سر حل میں تو اعتبار

اسکے پانون کا ہی یعنے وہ شکار حرم کا گنا جاویگا اور بعضے پانوئن کا حرم میں ہونا سب پانوئن کے برابر ہی یعنی اگر ایک پانون بھی حرم کی زمین میں ہوگا

تو وہ حرم کا شکار رہی نہیں اعتبار رہی شکار کے سر کا یعنی اگر اُسکے پانون حل میں ہون اور سر حرم میں تو وہ شکار حل کا ہی نہ حرم کا اور یہ حکم کھڑے شکار کا ہی

سو اگر صید سوتا ہو یعنے لیٹا ہو تو اُسکے سر کا اعتبار ہی اسواسطے کہ اس حال میں اُسکے پانون کا اعتبار ساقط ہی تو یہان دو امر جمع ہوے ایک اباحت کا اور دوسرا

تحریم کا تو تحریم کا غلبہ ہوگا سو اگر صید لیٹا ہوا اور اسکا سر حرم میں ہوا اور پانون حل میں تو وہ حرم کا صید ہی اور اگر سر اسکا حل میں ہو تو وہ حل کا صید ہی والعبرۃ بحال

الرمی الا اذا رماہ من الحل ومر السہم فی الحرم یجب الجزاء استحسانا بدائع اور اعتبار پھینک مارنے کی حالت کا ہی یعنے اگر غیر محرم نے حل سے بندوق یا تیر مارا

شکار کو تو اُسپر جزا نہین لیکن اگر حل سے مارا اور حرم مین تیر گذرا اور شکار کو لگا تو بنابر استحسان کے اسپر جزا واجب ہی کذا فی البدائع م فتاوی عالمگیری مین ہی

کہ اگر رامی اور رمی دونون حرم مین ہون یا ایک حرم مین ہو تو جزا واجب ہی اور اگر دونون حل مین ہون تو جزا واجب نہین بشرطیکہ تیر حرم مین ہو کر نہ نکلا ہو اور

یہی حکم ہی باز اور شکاری کتا چھوڑنے کا ولو شوی بیضا او جرادا او حلب لبن صید فضمنہ لم یحرم اکلہ وجاز بیعہ ویکرہ ویجعل ثمنہ فی الفداء ان شاء لعدم

الذکاۃ بخلاف ذبح المحرم او صید الحرم فانہ میتۃ اور اگر حرم کا انڈا یا ٹڈی پکائے یا شکار کا دودھ دُہا اور اُسکی قیمت کا ضمان دیا تو اُسکا کھانا حرام نہین اور

اُسکا بیچنا جائز ہی اور مکروہ ہی اور اگر چاہے تو اسکو بیچکر اسکی قیمت جزا مین دے انڈے اور ٹڈی کا کھانا اور بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اُنہین ذبح کرنا شرط نہین

بخلاف ذبح محرم کے اور شکار حرم کے کہ وہ مردار ہی یعنے اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل مین خواہ حرم مین یا غیر محرم نے حرم مین شکار ذبح کیا تو وہ مردار ہوگیا

اسواسطے کہ ذبح کرنا فعل مشروع ہی سو محرم پر اور حرم کے صید پر حرام ہی تو اُسکا کھانا اور بیچنا جائز نہین کذا فی المنح عن السراجیہ اور محرم کو صید کا زندہ بیچنا بھی

جائز نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا محرمین کو تمپر حرام ہی صید خشکی کا تو شکار اُسکے حق مین ایسا ہو گیا جیسے شراب کذا فی فتح القدیر ولا یرعی حشیشہ

بدایہ ولا یقطع بنجل الا الاذخر اور نہ چرائی جاوے گھاس حرم کی امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک کذا فی البدایہ اور نہ کاٹی جاوے ہنسیے سے سوائے

اذخر کے م اذخر کا کاٹنا درست ہوگیا بالتماس عباس رض کے چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث مین مذکور ہو چکا اذخر بکسر اول و ثالث ایک خوشبودار گھاس ہی جسکو ہندی

مین گندھیس اور گندھیل اور بہرائچ کی گھاس کہتے ہین فلا باس باخذ کماۃ لانہا کالجاف کچھ مضائقہ نہین حرم کی کھمبی لینے مین اسواسطے کہ وہ خشک سی چیز ہی گھاس

نہین ہی ویقتل قملۃ من بدنہ او القاءہا او القاء ثوبہ فی الشمس لتموت تصدق بما شاء کجرادۃ اور اپنے بدن کی جون مارنے سے یا اُسکے ڈالنے سے یا اپنے

کپڑے کو دھوپ مین ڈالنے سے تاکہ وہ مرجاوے صدقہ دے جتنا چاہے جیسے ٹڈی کے مارنے مین صدقہ واجب ہی یعنی ٹکڑا روٹی یا کھجور یا مٹھی بھر اناج م اپنے بدن کی

جون مارنا اسواسطے منع ہوا کہ وہ بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہی اور میل کا چھڑانا بدن سے محرم کو جائز نہین مانند بال کے ولہذا دوسرے شخص کے بدن کی جون کا مارنا یا

زمین کی گری جون کو مارنا جائز ہی اور اگر کپڑا دھوپ مین ڈالے اور جون مارنے کی نیت نہو تو اُسپر جزا واجب نہین کذا فی المنح ابوداؤد اور ترمذی مین ابوہریرہ رض سے مروی ہی کہ

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کو کھاؤ کہ وہ دریا کا صید ہی تو بموجب اس حدیث کے ٹڈی کے قتل مین کچھ مضائقہ نہین لیکن امام مالک رح کے موطا مین عمر فاروق رض

سے ثابت ہی کہ محرم کے ٹڈی مارنے مین فرمایا التمرۃ خیر من جرادۃ یعنے ایک کھجور صدقہ دے اسواسطے کہ کھجور بہتر ہی ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے بھی

اسی طرح روایت کی ہی اور تمام اصحاب مذاہب حقہ اسمین فاروق اعظم رض کے تابع ہین واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ویجب الجزاء فیہا ای القملۃ بالدلالۃ کما فی الصید

اور واجب ہی جزا جون مین بتانے سے بھی چنانچہ صید مین بتانے سے بھی واجب ہی یعنے اگر محرم نے اپنے بدن کی جون کسیکو دکھائی یا اشارہ کیا اور

اُسنے مارڈالی تو محرم پر جزا واجب ہوگی ویجب فی الکثیر منہ نصف صاع والکثیر ہو الزائد علی ثلثۃ والجراد کالقمل جراور کثرت سے جون مارنے مین نصف صاع کا صدقہ واجب ہی اور کثیر وہ ہی جو تین سے زائد ہو اور ٹڈی جون کے برابر ہی قلیل اور کثیر کی وجوب جزا مین کذافی البحر اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ دس یا زیادہ کثیر مین اور اس سے کم قلیل کذافی الطحطاوی ولا شئ بقتل غراب الا العقعق علے الظاہر ظہیریۃ وتعمیم البحر ردہ فی النہر اور کچھ جزا نہین نہ محرم پر نہ غیر محرم پر کوے کے قتل کرنے مین سواے عقعق کے بنابر قول ظاہر کے کذافی الظہیریۃ اور بحرالرائق کی تعمیم کو رد کیا ہی نہر الفائق مین بحرالرائق مین کہا کہ تینون قسم کے کوے کا مارنا درست ہی تو اسمین عقعق بھی آگیا کہ موذی ہی ہمیشہ جانور کی پشت کو چونچ سے کھودتا ہی نہر الفائق مین کہا کہ بدائع مین ابو یوسف رح سے مصرح روایت ہی کہ حدیث مین اس کوے کے قتل کرنے کا حکم ہی جو نجاست کھاتا ہی یا دانہ اور نجاست دونون کھاتا ہی اور یہی قسم موذی ہی اور معراج الدرایۃ مین ہی کہ عقعق جانور کو اکثر نہین ستاتا ہی تو دوام ایذا رسانی کا دعوی مندفع ہوگیا اور ظہیریۃ مین ہی کہ عقعق مین دو روایتین مین ظاہر روایت یہ ہی کہ وہ صید مین داخل ہی طحطاوی نے کہا کہ عقعق ایک پرندہ ہی اسکا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہی اُسکی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہی وحداۃ بکسر ففتحتین وجوز البرجندی فتح الحاء اور چیل کے قتل مین کچھ نہین شارح کہتا ہی حداۃ بکسر حاو فتح دال وہمزہ اور برجندی نے حے کا فتحہ بھی تجویز کیا ہی ہم حداۃ بفتح اول دو نوک کے تیر کو کہتے ہین اور ظاہر تو بکسر اول ہی کذافی القاموس وذئب وحیۃ وعقرب وفارۃ بالہمزۃ وجوز البرجندی التسہیل وکلب عقور ای وحشی اماغیرہ فلیس بصید اصلا اور بھیڑیے اور سانپ اور بچھو اور چوہے اور کلب عقور یعنے وحشی کتے کے قتل مین کچھ جزا نہین اور وحشی کتے کے سوا یعنے اہلی کتا ہرگز صید نہین شارح کہتا ہی کہ فارہ کا لفظ بہمزہ ساکنہ ہی اور برجندی نے اُسمین تسہیل بھی جائز رکھی ہی یعنے ہمزہ اور الف کے بین بین پڑھنا ہم وحشی کتا ہرچند صید ہی لیکن بسبب اُسکی ایذا رسانی کے جزا اُسکے قتل کی ساقط ہوگئی صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب مین سقوط جزا مین علت اسیطرح بیان کی ہی اور بخاری اور مسلم مین ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ موذی جانور ہین کہ حل اور حرم مین مارے جاتے ہین کوّا اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت مین سانپ مذکور ہی بچھو کے عوض اور صحیحین کی دوسری روایت عبد اللہ بن عمر رض سے یون ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے مارنے مین محرم پر کچھ گناہ نہین اور دارقطنی اور طحاوی کی حدیث مرفوع مین محرم کو بھیڑیے کے قتل کی اجازت ہی اور سنن ابی داؤد کی حدیث مرفوع مین سبع عادی کے قتل کرنے محرم کو اجازت ہی یعنی وہ درندہ جو حملہ کرے کذا فی فتح القدیر وبعوض ونمل لکن لایحل قتل مالا یوذی ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الاہلے اذا لم یوذ والامر بقتل الکلاب منسوخ کمافی الفتح ای اذا لم تضر اور مچھر اور چینٹی کے قتل مین کچھ نہین خواہ بڑی قسم کا مچھر ہو یا چھوٹا اور چھوٹی چینٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہی لیکن اگر ایذا نہ دے تو مارنا حلال نہین کذا فی النہر ولہذا فقہانے کہا ہی کہ کلب اہلی یعنے پلاؤ کتا جبکہ موذی نہو تو اُسکا مارنا حلال نہین اور کتون کے قتل کرنے کا حکم جس حدیث مین ہی سو وہ منسوخ ہی کذافی الفتح یعنے اُس صورت مین ہی جبکہ کتے ضرر نکرتے ہون اسواسطے کہ ملتقط مین مصرح ہی کہ جب کتے ایک گانون مین زیادہ ہوجاوین اور وہان کے لوگون کو ضرر پہونچاتے ہون تو وہان کے لوگ کتون کو قتل کروا ڈالین ہکذا فی النہر وبرغوث وقراد وسلحفاۃ بضم ففتح فسکون وفراش وذباب ووزغ وزنبور وقنفذ وصرصر وصیاح لیل وابن عرس وام حبین وام اربعۃ واربعین (وہکذا جمیع ہوام الارض لانہا لیست بصید الا متولدۃ من البدن) اور پسو اور چیچڑی اور کچھوا اور پتنگا اور مکھی اور گرگٹ[ه] اور بھڑ اور سیہی اور صرصرا اور جھینگر اور نیولا اور ام حبین اور کنکھجورا اور ایسے جمیع حشرات الارض کے قتل کرنے مین محرم پر کوئی چیز لازم نہین اسواسطے کہ یہ جانور اور کیڑے صید نہین ہین اور نہ انسان کے بدن مین سے پیدا ہوتے ہین جنکے قتل سے جزا لازم آوے صرصرا اور ام حبین دو چھوٹے جانور ہین کذا فی القاموس وسبع ای حیوان ما صائل لا یمکن دفعہ الا بالقتل فلو امکن بغیرہ فقتلہ لزمہ الجزاء کما تلزمہ قیمتہ لو مملوکۃ اور درندہ یعنے ایسے کسی جانور حملہ کرنے والے کے قتل سے جزا لازم نہین جسکا ہٹانا بدون قتل کے ممکن نہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہو اور پھر بھی اُسکو قتل کریگا تو اسپر جزا لازم ہوگی جیسے کہ قاتل پر قیمت لازم ہوگی اگر حملہ کرنے والا جانور کسی کا مملوک ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ دینے سے معلوم ہوا کہ سبع مملوک مین دو قیمتین

ه بفتح میم وسکون بار موحدہ ورائے مہملہ مفتوح وزاء معجمہ در آخر مکان پاخانہ ۱۲

ه صراح اور دوسرے لغات سے معلوم ہوتا ہی کہ وزغ ایک قسم چھپکلی کی ہی جو جنگلون یا بنون مین پائی جاتی ہی ۱۲

لازم ہونگی ایک حق شرع کی قیمت جو بکری کی قیمت سے زیادہ نہوگی اور دوسری حق مالک کی قیمت جسقدر کہ ہو **ولہ ذبح شاۃ ولو ابوہا ظبیا لان الام ہی**
الاصل وبقر وبعیر ودجاج وبط اہلی اور جائز ہی محرم کو ذبح کرنا بھیڑ بکری کا اگرچہ اُسکا باپ ہرن ہو اسواسطے کہ ایسین ماں ہی اصل ہی نہ باپ اور جائز ہی
ذبح کرنا گاے اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا اسواسطے کہ یہ جانور اصل خلقت مین وحشی نہین تو یہ صید مین داخل نہین کہ محرم پر انکا ذبح کرنا حرام ہو بط اہلی سے
وہ بط مراد ہی جو گھرون مین اور حوضون مین رہتی ہون اسواسطے کہ وہ بنابر اصل خلقت کے مالوف اور مانوس ہوتی ہین بخلاف وحشی بط کے جو جنگل مین اُڑتی پھرتی
ہین کہ اُسکے ذبح کرنے مین محرم پر قیمت واجب ہوگی کذافی الطحطاوی **واکل ماصادہ حلال ولو لمحرم وذبحہ فی الحل بلا دلالۃ محرم ولا امرہ بہ ولا اعانۃ فلو**
وجد احدہا حل للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہی محرم کو کھانا اُس شکار کا جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل مین ذبح کیا ہو اگرچہ محرم ہی کے واسطے شکار کیا ہو بشرطیکہ
جائز ہی بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی ہو شکار کرنے کی اور نہ اسپر اعانت کی ہو سو اگر ان امور ثلثہ سے ایک امر بھی پایا جاویگا تو وہ شکار غیر محرم
کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہوگا بنابر قول مختار کے جسکو طحطاوی نے روایت کیا امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کریگا محرم کے واسطے
تو اُسکا کھانا محرم کو حلال نہین بدلیل ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث کے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ صید بر حلال ہی جبتک کہ تم نے شکار
کر دیا تمہارے واسطے شکار کیا جاوے اُسکا جواب یہ ہی کہ اس حدیث کی یحییٰ بن معین نے تضعیف کی ہی اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ مطلب ہی کہ جب محرم کے امر سے
شکار ہوا ہو تو حلال نہین اور امام اعظم رح کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین ابو قتادہ سے مروی ہی کہ حضرت صلعم کے اصحاب بعضے محرم تھے اور بعضے غیر محرم
سو ان مین نے ایک گورخر کو دیکھا اور اسکو شکار کیا اور اصحاب رض نے اُسکو کھایا اور اسکا سوال حضرت صلعم سے کیا فرمایا کہ کسی نے تم مین سے امر کیا تھا شکار کا یا
اُسکی طرف اشارہ کیا تھا اصحاب نے کہا کہ نہین حضرت صلعم نے فرمایا تو کھاؤ گوشت کو اور مسلم کی روایت یون ہی کہ کیا تمنے اشارہ کیا تھا یا اعانت کی تھی صحاب
نے کہا نہین فرمایا کہ کھاؤ طحطاوی نے کہا کہ ابو قتادہ نے فقط اپنے واسطے شکار نہ کیا تھا بلکہ محرم صحابہ رض کے واسطے بھی کیا تھا پھر بھی حضرت صلعم نے اُسکو
مباح فرمایا کذافی العینی شرح الکنز **وتجب قیمتہ بذبح حلال صید الحرم وتصدق بہا ولا یجزیہ الصوم** لانہا غرامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزاہ الصوم
وقید بالذبح لانہ لا شی فی دلالتہ الا الاثم صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اُسکی واجب ہی تو اُس قیمت کو تصدق کرے یا اُس سے ہدی مول لیکر مکہ مین
ذبح کرے کذافی الطحطاوی اور کفایت نہین کرتا اُسکو روزہ رکھنا اسواسطے کہ یہ جزا غیر محرم پر ڈانڈ ہی نہ کفارہ یہان تک کہ اگر ذبح کرنے والا صید حرم کا
محرم ہوگا تو اُسکو روزہ رکھنا کافی ہوگا اور مصنف رح نے ذبح کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو اسپر کچھ جزا واجب نہین سواے
گناہ کے **ومن دخل الحرم ولو حلالا او احرم ولو فی الحل وفی یدہ حقیقۃ** یعنی الجارحۃ **صید وجب ارسالہ** ای اطلاقہ او ارسالہ للحل ودیعۃ قہستانی **علی**
وجہ غیر مضیع لہ لان تسبب الدابۃ حرام اور جو شخص کہ حرم مین داخل ہوا اگرچہ احرام نہ باندھے ہو یا جسنے کہ احرام باندھا اگرچہ حل کے اندر احرام باندھا ہو
اور اُسکے حقیقی ہاتھ مین صید ہو حقیقی ہاتھ سے جسمی ہاتھ مراد ہی جسکو جارحہ کہتے ہین تو اُس شخص پر واجب ہی صید کا چھوڑ دینا یعنی اڑا دینا طائر کا یا حل مین
اُسکو کسیکے پاس بھیجدینا بطور امانت کے کذافی القہستانی حل مین جانور کو اس طرح روانہ کرے کہ وہ ضائع نہو یعنے چوپائے کو مطلق العنان نکردے اسواسطے کہ
چوپائے کا چھوڑ دینا بطور سانڈ کے حرام ہی کذافی البحر حرم مین جانور کا چھوڑ دینا اسلیے واجب ہوا کہ جب حرم مین داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہوگیا کذافی النہر
وفی کراہیۃ جامع الفتاوی شری عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذہا فہی لہ ولا یخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ تضییع للمال انتہی قلت
وحینئذ فتقید الاطارۃ بالاباحۃ تبل اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے شکاری سے چڑے مول لیے اور انکو چھوڑ دیا
تو جائز ہی اگر چھوڑتے وقت یہ کہا ہو کہ جو انکو پکڑے وہ انکا مالک ہی اور اسکے چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے وہ باہر نہین ہوتے خواہ کلام مذکور
کہے یا نہ کہے کذافی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ چھوڑنا جائز نہین کہ مال کا ضائع کرنا ہی انتہی کلام الفتاوی شارح کہتا ہی جبکہ جامع الفتاوی سے

اعتاق طیر کا مفصل حکم معلوم ہوا تو طائر کے اُڑانے کو اباحت کر مقید کرنا چاہیے قبل اُڑانے کے یعنی اُڑانے سے پہلے یون کہنا چاہیے کہ جو اسکو پکڑے وہ اسکا مالک ہی کذا فی الطحطاوی وفی کراہیۃ مختارات النوازل سیب دابۃ فاخذہا آخر واصلحہا فلا سبیل للمالک علیہا ان قال عند تسییبہا ہی لمن اخذہا وان قال لاحاجۃ لی بہا فلہ اخذہا والقول بیمینہ نہی اور مختارات النوازل کی کتاب الکراہۃ مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے چوپایا چھوڑ دیا سو دوسرے شخص نے اُسکو پکڑ لیا اور اُسکو آراستہ کیا تو مالک اول کو اُسپر اختیار نہین بشرطیکہ چھوڑتے وقت اُسنے یہ کہا ہو کہ یہ اُسکا ہی جو اُسکو لیوے اور اگر چھوڑنے کے وقت یون کہا ہو کہ مجکو اسکی کچھ حاجت نہین تو مالک اول کو اسکا لینا جائز ہی اور مالک ہی کا قول اُسین قسم کے ساتھ معتبر ہوگا انتہی کلامہ لایجب ان کان الصید فی بیتہ بجریان العادۃ الفاشیۃ بذلک وہی من احدے الحج چھوڑنا واجب نہین اگر صید محرم کے گھر مین ہو بسبب جاری رہنے عادت ظاہرہ کے اُسین اور جریان عادت دلائل شرعیہ مین سے ایک دلیل ہی یعنے صحابہ کبار احرام باندھتے تھے اور اُنکے گھرون مین صید اور دواجن موجود رہتے تھے اور اُنسے منقول نہین کہ وہ چھوڑ دیتے ہون تو یہ اجماع فعلی ہوا اور اجماع حجت شرعی ہی دواجن اُس جانور کو کہتے ہین کہ جو مکان سے مالوف ہو اصل اُسکی وحشی ہو یا مانوس چنانچہ ہرن اور کبوتر اور بکری کذا فی النہر والمنح جریان عادت قرون ثلثہ یعنے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی البتہ حجت ہی کہ اُنکے حق مین خیر القرون وارد ہی اور یہ مطلب نہین کہ ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہی واللہ اعلم او قفصہ ولو القفص فی یدہ بدلیل اخذ المصحف بغلافہ للمحدث یا صید پنجرے مین ہو تو بھی اُسکا چھوڑ دینا واجب نہین اگرچہ پنجرا محرم کے ہاتھ مین ہو بدلیل لینے مصحف کے ساتھ غلاف کے محدث کو یعنے جیسے بے وضو کو مصحف کا ہاتھ مین لینا جائز نہین لیکن اگر جزدان مین ہو تو لینا اُسکا درست ہی اسی طرح محرم کو صید کا ہاتھ مین لینا جائز نہین لیکن اگر وہ پنجرے مین ہو تو پنجرے کا لینا درست ہی اسواسطے کہ صید پنجرے مین ہی نہ ہاتھ مین اور بعضون نے کہا کہ پنجرے مین لینا ہاتھ مین لینے کے برابر ہی اس دلیل سے کہ جو پنجرے کو غصب کرے وہ صید کا غاصب شمار ہوگا کذا فی النہر ولا یخرج الصید عن ملکہ بہذا الارسال فلہ امساکہ فی الحل ولہ اخذہ من انسان اخذہ منہ لانہ لم یرسلہ عن اختیار اور صید اس چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جاویگا تو اسکو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑ رکھنا حل مین جائز ہی اور اُسکو لینا صید کا اُس آدمی سے جائز ہی جسنے صید کو اُس سے لیلیا تھا اسواسطے کہ اُسکا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ بمجبوری احرام یا بضرورت دخول حرم تھا فلو کان جارحا کباز فقتل حمام الحرم فلا شیٔ علیہ بفعلہ ما وجب علیہ پھر اگر صید پھاڑنے والا ہو چنانچہ باز سو وہ حرم کے کبوتر کو مارے تو چھوڑ دینے والے پر کچھ جزا لازم نہین اسواسطے کہ اُسنے وہ کیا جو اُسپر واجب تھا یعنے محرم پر صید کا چھوڑ دینا واجب تھا سو اُسنے چھوڑ دیا اب اگر وہ کسی جانور کو مارے تو اُسکا کیا قصور فلو باعہ رد البیع ان بقی والا فعلیہ الجزاء لان حرمۃ الحرم والاحرام تمنع بیع الصید سو اگر صید کو بیچا تو بیع کو پھیرے اگر صید باقی ہو اسواسطے کہ بیع فاسد ہی اور اگر صید مرگیا ہو یا مشتری نہ ملتا ہو تو بائع پر جزا واجب ہی اسواسطے حرمت حرم اور احرام باندھنے کی صید کے بیچنے کی مانع ہی اور اگر بائع اور مشتری حرم مین ہون اور صید حل مین ہو تو شیخین رح کے نزدیک بیع جائز ہی کذا فی المنح ولو اخذ حلال صیدا فاحرم ضمن مرسلہ من یدہ الحکمیۃ اتفاقا ومن الحقیقیۃ عندہ خلافا لہما وقولہما استحسان کما فی البرہان اور اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا پھر احرام باندھا تو ضمان دیگا اُسکا چھوڑ دینے والا اُسکے حکمی ہاتھ سے باتفاق امام اور صاحبین رح کے یعنی اگر گھر مین سے یا پنجرے سے کوئی شخص اُس صید کو چھوڑ دیگا تو اُسکو بالاتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اسکے حقیقی ہاتھ سے کوئی چھوڑ دیگا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر ضمان لازم ہوگا نہ صاحبین رح کے نزدیک اور صاحبین کا قول ثابت ہی بدلیل استحسان کے کما فی البرہان استحسان یہ ہی کہ چھوڑنے والے نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا وما علی المحسنین من سبیل جیسے خلاف شرع باجون کے توڑنے مین ضمان نہین صاحب بحر نے کہا کہ صاحبین رح کا قول لائق فتوی کے ہی چنانچہ آلات لہو کے توڑنے مین اُنھین کا قول مفتی بہ ہی کذا فی المنح ولو اخذہ محرم لا یضمن مرسلہ اتفاقا لان المحرم لا یملکہ حینئذ فلا یاخذہ ممن اخذہ اور اگر حرم کا صید محرم نے پکڑا تو اُسکے چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم نہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ محرم اُسکا مالک ہی نہین ہوتا مانند خمر اور خنزیر کے اور اُس وقت مین

یعنے جبکہ محرم مالک ہی نہوا تو محرم نہ لیگا صید کو اُس شخص سے جسنے اُس سے لیا اگرچہ حل مین ہو کذا فی الطحطاوی والصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری کشراء
وہبۃ بل بسبب جبری والسبب الجبری فی احدے عشر مسئلۃ مبسوطۃ فی الاشباہ خلافا لما قال تبعا للبحر عن المحیط کالارث وجعلہ فی الاشباہ الاتفاق لکن فی النہر عن السراج
انہ لا یملک بالمیراث وہو الظاہر اور صید کا مالک نہین ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ اور وصیت کے بلکہ جبری یعنی بے اختیاری سبب
مالک ہوتا ہے اور جبری سبب سے ملک حاصل ہوتی ہے گیارہ مسئلون مین جو اشباہ مین مشروحا مذکور ہین سواسی واسطے باتباع بحر الرائق عن المحیط مصنف نے
جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنے محرم صید کو بوراثت البتہ مالک ہوتا ہے اور اسکو اشباہ مین صاحب بحر نے اتفاقی قول قرار دیا ہے لیکن نہر الفائق
مین سراج سے منقول ہے کہ محرم صید کا میراث سے بھی مالک نہین ہوتا اور یہی قول ظاہر ہے اسواسطے کہ محرم کے حق مین صید محرم العین ہے مطلقا لقولہ تعالی (وحرم
علیکم صید البر ما دمتم حرما) شارح نے اشارہ کیا کہ ماتن کا قول خلاف ظاہر ہے تو متن مین داخل کرنا اسکا مناسب نہ تھا فان قتلہ محرم آخر بالغ مسلم ضمنا
جزائین الاخذ بالاخذ والقاتل بالقتل پھر اگر محرم کے پکڑے صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے قتل کیا تو دونون محرم دو جزا کا ضمان دین پکڑنے والا محرم
تو پکڑنے کی جزا دے اور قاتل قتل کرنے کی ام محرم قاتل مین جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویسا ہی عاقل کی بھی قید لگانا تھا کہ مجنون نکلجاتا
جیسے صغیر اور نصرانی دونون قیدون سے نکل گیا کذا فی الحاشیۃ الطحطاوی ورجع اخذہ علی قاتلہ لانہ قرر علیہ ما کان بمعرض السقوط اور پکڑنے
والا محرم قاتل محرم سے پھیرے جسقدر کہ اُسے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنے والے پر اُسکو ثابت کردیا جو معرض سقوط مین تھا یعنے اگر قاتل
اُسکو قتل نکرتا اور پکڑنے والا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہوجاتی اور جبکہ قاتل نے اُسکو قتل کر ڈالا تو اب جزا پکڑنے پر متعین ہوگئی وہذا ان کفر
بمال وان بصوم فلا علی ما اختیارہ الکمال لانہ لم یغرم شیئا اور یہ پھیر لینا قاتل سے اُس شرط پر ہے جبکہ پکڑنے والے نے مال کا کفارہ دیا ہو اور
اگر اُسنے اُسکی جزا مین روزے رکھے ہون تو پھیر لینا نہین پہونچتا بنا بر اس قول کے جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر نے پسند کیا ہے
اسواسطے کہ اُسنے کچھ ڈانڈ نہین دیا جسکو پھیرے اور زیلعی نے بھی اس قول پر یقین کیا ہے اور محیط مین منتقی سے یہی قول مصرح ہے کذا فی المنح
ولو کان القاتل بہیمۃ لا یرجع علی ربہا ولو صبیا او نصرانیا فلا جزاء علیہ للہ تعالی ولکن رجع الاخذ علیہ بالقیمۃ لانہ یلزمہ حقوق العباد
دونون حقوق اللہ تعالی اور اگر صید حرم کا مار ڈالنے والا جانور ہو تو اُسکے مالک سے نہ پھیرے اور اگر اُسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مراد نصرانی
سے کافر ہے تو اُسپر جزا واجب نہین بنا بر حق اللہ کے ولیکن محرم صید کا پکڑنے والا کافر سے اُسکی قیمت بھرلے اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہین
نہ حقوق اللہ وکل ما علی المفرد بہ دم بسبب جنایۃ علی احرامہ یعنے بفعل شیء من محظورات لا مطلقا اذ لو ترک واجبا من واجبات الحج او قطع
نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ لیس جنایۃ علی الاحرام فعلی القارن ومثلہ متمتع ساق الہدی دمان اور جس قصور مین تنہا حج کرنے والے پر
ایک خون واجب ہوتا ہے بسبب اسکے احرام کے جنایت کے تو اُس فعل مین قارن پر دو خون واجب ہوتے ہین ایک حج کا خون اور دوسرا
عمرے کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہے اور جنایت احرام سے اُس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہو نہ ہر طرح کی جنایت
اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن
اس واجب کو ترک کریگا تو اُسپر جزا متعدد نہوگی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلیے کہ یہ جنایت احرام پر نہین اور قارن کے مانند تعدد جزا مین وہ متمتع ہے جو ہدی کو
ہانک لیچلا اسواسطے کہ وہ بعد عمرے کے احرام نہین اُتار سکتا بدون حلق یوم النحر کے وکذا الحکم فی الصدقۃ فیتثنی ایضا لجنایۃ علی احرامہ اور ایسا ہی
حکم ہے وجوب صدقہ مین تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن پر بسبب اسکے قصور کرنے کے اپنے دو احرام پر الا المجاوزۃ المیقات غیر محرم استثناء
منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن مگر آگے بڑھنے مین میقات سے بدون احرام کے تو اُسپر ایک خون لازم ہے اسواسطے کہ اسوقت مین

وہ قارن نہین کیونکہ ہنوز اُسنے احرام نہین باندھا تو یہ استثنا منقطع ہی کہ صدر کلام مین داخل نہین **ولو قتل محرمان صیدا تعدد الجزاء لتعدد الفعل** اور اگر
دو محرم نے ایک صید کو قتل کیا تو جزا متعدد ہو گی بسبب تعدد فعل کے یعنی احرام دو ہین تو جزا بھی دو لازم ہونگی **ولو حلالان صید الحرم لا لاتحاد المحل** اور
اگر دو غیر محرم مون نے صید حرم کو قتل کیا تو جزا متعدد نہو گی یعنے ایک ہی جزا لازم ہو گی بسبب اتحاد محل کے یعنے صید ایک ہی تو جزا بھی ایک ہی ہو گی
وبطل بیع محرم صیدا وکذا کل تصرف وشراؤہ ان اصطادہ وہو محرم والا فالبیع فاسد اور بیچنا محرم کا صید کو باطل ہی اور اسی طرح جمیع تصرفات
مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہین اور محرم کو اُسکا خرید کرنا بھی باطل ہی اگر اُسکو حالت احرام مین پکڑا ہو اور اگر احرام کی حالت مین نہ گرفتار کیا ہو
تو بیع فاسد ہی **فلو قبض المشتری فعطب فی یدہ فعلیہ وعلی البائع الجزاء** سو اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اُسکے ہاتھ مین ہلاک ہو گیا
تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہی اگر دونون محرم ہون اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہو گی کذا فی المنح **وفی الفاسد یضمن قیمتہ ایضا**
لما مر اور بیع فاسد مین مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا وجوب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو گرفتار کیا
اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مر گیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہو گی اور بائع کو قیمت کا بھی دینا پڑیگا اسواسطے کہ بائع اُسکا مالک تھا
بخلاف بیع باطل کے اسمین بائع مالک نہین ہوتا لہذا اسمین مشتری پر ضمان قیمت کا نہین یہ حکم اس صورت مین ہی جبکہ مشتری محرم ہو اور اگر محرم نہو گا تو
اُسپر فقط قیمت دینی لازم ہو گی نہ جزا کذا فی المنح والطحطاوی **وولدت ظبیۃ بعد ما اخرجت من الحرم وماتا غرمہما ہرنی جنی** حرم سے نکالنے کے بعد
اور ماں اور بچہ اُسکا دونون مر گئے تو نکالنے والا دونون کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق ہی امن کا شرعًا و لہذا اُسکا حرم
مین پہونچا دینا واجب ہی تو یہ صفت شرعی امن کی اُسکے بچہ مین بھی سرایت کر گئی تو دونون کا ضمان برابر لازم ہو گیا **وان ادی جزاءہا ای الام ثم ولدت**
لم یجزہ ای الولد لعدم سرایۃ الامن حینئذ وہل یجب ردہا بعد الاداء الظاہر نعم اور اگر ہرنی کی جزا اُسنے ادا کی پھر وہ جنی تو بچے کی جزا ندے بسبب
نہ سرایت کرنے امن کے اسوقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو وہی مستحق امن نہ رہی تو بچے مین کاہے کو امن سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کی جزا کے کیا
واجب ہی اُسکا پہونچا دینا حرم مین ظاہر جواب یہ ہی کہ ہان واجب ہی کذا فی النہر **آفاقی مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرۃ فلو لم یرد واحدا منہما لا یجب علیہ دم**
بمجاوزۃ المیقات وان وجب حج او عمرۃ اذا اراد دخول مکۃ او الحرم علی ما سیاتی فی المتن قریبا وجاوز وقتہ ظاہر ما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادۃ
عند المجاوزۃ ثم احرم لزمہ دم کما اذا لم یحرم آفاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج کا یا عمرے کا قصد کیا اور میقات سے آگے بڑھ گیا پھر
اُسنے احرام باندھا اسپر ذبح کرنا لازم ہوا چنانچہ احرام نہ باندھنے مین لازم ہی اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ نکیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے مین
ذبح کرنا واجب نہو گا اگرچہ حج یا عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن مین یہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق مین جو بدائع
سے منقول ہی اُسکا ظاہر مطلب یہ ہی کہ میقات سے بڑھنے کے وقت ارادہ کا اعتبار ہی یعنی بعد مجاورت میقات کے ارادہ معتبر نہین **فان عاد الی میقات**
ما ثم احرم او عاد الیہ حال کونہ محرما لم یشرع فی نسک صفۃ محرما کطواف ولو شوطا وانما قال ولبی لان الشرط عند الامام تجدیدا لتلبیۃ عند المیقات
بعد العود الیہ خلافا لہما سقط دمہ پھر اگر پلٹ آیا کسی میقات کی طرف پھر اُسنے وہان احرام باندھا یا ایسا محرم ہو کر میقات کی طرف پلٹ آیا جسنے کوئی
عبادت ہنوز نہین شروع کی مثلًا طواف کا ایک شوط بھی نہین کیا اور میقات پر لبیک بولا تو ذبح کرنا اُسپر سے ساقط ہو گیا ماتن نے لبیک کہنے کو اسواسطے
کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھر آنے کے شرط ہی کہ بدون اسکے ذبح کرنا ساقط نہین ہوتا بخلاف صاحبین رح کے
کہ اُنکے نزدیک تجدید تلبیہ سقوط دم مین شرط نہین میقات کی طرف پلٹ آنا کافی ہی **والافضل عودہ الا اذا خاف فوت الحج** اور افضل ہی پلٹ آنا
میقات کی طرف سے مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونے کا تو نہ پھرے **والا ای وان لم یعد او عاد بعد شروعہ لا یسقط الدم** اور اگر میقات کی طرف

نہ پلٹ آیا یا پھر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو ذبح کرنا ساقط نہو گا **کمکی یرید الحج و متمتع فرغ من عمرتہ وصار مکیا وخرجا من الحرم واحرما بالحج**
من الحل فان علیہما دم لمجاوزۃ میقاتہ اہلکی بلا احرام **وکذا لو احرما بالعمرۃ من الحرم** وبالعود کما مر یسقط الدم چنانچہ مکی حج کا ارادہ کرنے والا اور متمتع جو اپنے عمرے
سے فراغت ہوا اور مکی ہو گیا اور دونوں نکلے حرم سے اور دونوں نے حج کا احرام باندھا حل سے تو دونوں پر خون واجب ہی بسبب بلا احرام بڑھنے کے
میقات اہل مکہ سے اسواسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کے واسطے حرم ہی نہ حل اور اسیطرح اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو ذبح کرنا انپر واجب ہی
اسواسطے کہ میقات عمرے کا حل ہی اور میقات کی طرف پلٹ آنے سے جس طرح کہ مذکور ہو چکا ذبح کرنا ساقط ہو جاتا ہی **دخل کوفی ای آفاقی البستان ای مکانا**
من الحل داخل المیقات لحاجۃ قصدہا ولو عند المجاوزۃ علی ما مر ونیۃ مدۃ الاقامۃ لیست بشرط علی المذہب **لہ دخول مکۃ غیر محرم** کوفی داخل ہوا بستان میں
یعنے آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں سے کسی مکان میں کسی حاجت کے واسطے بالقصد آیا اگرچہ مجاوزت میقات کے نزدیک ارادہ اُس حاجت کا کیا ہو
چنانچہ یہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہو گیا تو اُس آفاقی کو جائز ہی داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھے اور مدت اقامت کی نیت شرط نہیں بنا بر مذہب
صحیح کے یعنے پندرہ روز یا زیادہ رہنا بستان میں مشروط نہیں احرام کے عدم وجوب میں بستان بنی عامر ایک بستی ہی داخل میقات خارج حرم کے اور بالفعل اسکا
نام نخلہ محمود ہی وہاں سے مکہ معظمہ چوبیس کوس ہی کذا فی الطحطاوی **ووقتہ البستان** ولا شیء علیہ لانہ التحق باہلہ کما مر اور میقات اس آفاقی کا جو بستان میں
کسی کام کو گیا بستان ہی یعنے حل میقات ہی حج اور عمرے کا اور اُسپر مجاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اسواسطے کہ آفاقی بستان میں آنے سے
اہل بستان میں ملگیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہی ویسے ہی اسکو بھی جائز ہی اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرے کا حل ہی ویسے ہی آفاقی کا بھی
حل ہی چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گذر گئی وہذہ حیلۃ للآفاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام اور یہ حیلہ ہی آفاقی کے حق میں جو مکہ میں جانا چاہے بدون احرام کے
ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام لکل مرۃ حجۃ او عمرۃ اور جو مکہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام جانے میں اُسپر ایک حج یا ایک عمرہ
واجب ہی اس مکان اقدس کی تعظیم کے واسطے **فلو عاد فاحرم بنسک اجزاہ عن آخر دخولہ** وتمامہ فی الفتح سو اگر مکہ میں بلا احرام جا کر پھر میقات کی طرف پلٹ آیا
سو حج یا عمرے کا احرام باندھا تو اُسکو کافی ہو گا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہی یعنے مثلاً دو بار بلا احرام داخل ہوا تھا تو اس
احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہو گا اسواسطے کہ اول بار کا حج یا عمرہ اُسپر دین ہو گیا سو وہ بدون تعیین نیت
کے ساقط نہو گا کذا فی الفتح **وصح منہ** ای اجزاہ عما لزمہ بالدخول **لو احرم عما علیہ من حجۃ الاسلام او نذر او عمرۃ منذورۃ لکن فی عامہ ذلک** لتدارکہ
المتروک فی وقتہ **لا بعدہ** لصیرورتہ دینا بتحویل السنۃ اور صحیح ہو گا اُس سے یعنی کفایت کر جائیگا اُس حج یا عمرہ سے جو اُسپر بلا احرام داخل ہونے سے
لازم ہو گیا اگر اُسنے احرام باندھا ہو اُس عبادت کے واسطے جو اُسپر واجب تھی منجملہ حجۃ الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرۂ نذر کے لیکن یہ اُس صورت میں ہی
جب اُسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک ہو گیا تھا اُسکو اپنے وقت میں تدارک کر لیا نہ کافی ہو گا دخول بلا احرام سے بعد اُس سال کے اسواسطے
کہ متروک دین ہو گیا سال پلٹنے سے **جاوز المیقات بلا احرام فاحرم بعمرۃ ثم افسدہا مضی وقضی ولا دم علیہ لترک الوقت** لجبرہ بالاحرام
منہ فی القضاء ایک شخص بڑھ گیا میقات سے بلا احرام پھر اُسنے عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرے کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرے کو پورا کرے اور
اُسکو قضا کرے اور اُسپر خون نہیں میقات کے ترک احرام سے اسواسطے کہ قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھتے ہیں اُسکا تدارک ہو جاویگا **مکی ومن**
فی حکمہ طاف لعمرتہ ولو شوطا ای اقل اشواطہا **فاحرم بالحج رفضہ وجوبا** بالحلق لنہی المکی عن الجمع بینہما مکی نے اور اندر میقات کے رہنے والے نے اپنے
عمرے کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہ کہ تین شوط یا اُس سے کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر بنا بر وجوب کے اسواسطے کہ
اہل مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرے کا ممنوع ہی **وعلیہ دم لاجل الرفض وحج وعمرۃ لانہ کفایت الحج حتی لو حج فی سنتہ سقطت العمرۃ** ولو رفضہا قضاہا فقط اور اُسپر

ذبح کرنا واجب ہی بسبب ترک کرنے کے اور حج اور عمرہ واجب ہی اسواسطے کہ مکی مذکور اُسکے مانند ہی جسکا حج فوت ہوگیا اور رفائت الحج عمرہ کرکے احرام اُتارتا ہی اور دوسرے سال حج قضا کرتا ہی تا اینکہ اگر مکی مذکور اُسی سال حج کریگا بعد عمرہ کرنے کے تو دوسرا عمرہ اُسپر سے ساقط ہو جاویگا اور اگر عمرے کو ترک کریگا نہ حج کو تو فقط عمرے کی قضا کرے کذا فی المنح فلو اتمهما صح واساء وذبح وهو دم جبر وفي الآفاقي دم شكر سو اگر مکی مذکور نے حج یا عمرہ ترک نکیا بلکہ دونوں کو ادا کیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ جسکا التزام کیا تھا اسکو ادا کیا لیکن بُرا کیا کہ ممنوع کام کیا اور ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا جبر نقصان کے واسطے ہی تو خود نہ کھاوے اور آفاقی کے حج اور عمرہ کو جمع کرنے مین ذبح کرنا واسطے شکر کے ہی تو خود اُسکا کھانا جائز ہی کذا فی المنح ومن احرم بحج وحج ثم احرم يوم النحر بآخر فان كان قد حلق للاول لزمه الآخر في العام القابل بلا دم لانتهاء الاول اور جسنے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر مین دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈا چکا ہو اول حج کے واسطے تو دوسرا حج اُسپر لازم ہو گیا دوسرے سال مین بلا وجوب ذبح اسواسطے کہ پہلا حج تمام ہو چکا تو یہ شخص باعتبار ادا کرنے کے جامع بین الاحرام مین نہ ٹھہرا کہ ذبح کرنا اُسپر واجب ہوتا کذا فی المنح عن البحر والا يحلق للاول فمع دم قصر عبر به ليعم المرأة اولا لجنايته على احرامه بالتقصير او التاخير اور اگر حج اول کے واسطے سر نہ منڈایا تو دوسرے سال اُسپر دوسرا حج لازم ہوگا ساتھ ذبح کرنے کے بالون کو کترا ہو یا نہ کترا ہو ماتن نے بلفظ تقصیر سواسطے تعبیر کی تاکہ یہ مسئلہ عورت کو بھی شامل رہے ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ اُسنے جنایت کی بال کترانے سے اپنے دوسرے حج کے احرام پر یا واسطے تاخیر کے واجب ہوا مع جب یوم النحر مین قبل حلق کے دوسرے حج کا احرام کیا تو ہر طرح سے اُسپر ذبح کرنا لازم ہو گیا کہ دو حال سے خالی نہین کہ اول حج کے احرام اُتارنے کو اُسنے سر منڈایا یا نہین منڈایا اگر منڈایا تو حج ثانی کے احرام پر جنایت واقع ہوئی اسواسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر سر نہین منڈایا تو اول حج کی عبادت مین یعنی یوم النحر کے سر منڈانے مین تاخیر واقع ہوئی تو بھی ذبح کرنا لازم ہو گیا کذا فی المنح ومن اتى بعمرة الا الحلق فاحرم باخرى ذبح الاصل ان الجمع بين الاحرامين لعمرتين مكروه تحريما فيلزم الدم لا لحجتين في ظاهر الرواية فلا يلزم اور جسنے کہ عمرہ ادا کیا سوائے سر منڈانے کے پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل یہ ہی کہ دو عمرون کے دو احرامون کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہی اسواسطے ذبح کرنا لازم ہی اور دو حج کے احرامون کو جمع کرنا ظاہر الروایت مکروہ نہین کذا فی البحر عن المحيط لہذا اسمین ذبح کرنا واجب نہین اور غایۃ البیان مین جو دو حج کے احرامون کو حرام اور بدعت کہا ہی صاحب بحر الرائق نے کہا وہ سہو ہی کذا فی المنح آفاقي احرم بحج ثم احرم بعمرة لزماه وصار قارنا مسيئا لما مر ولذا بطلت عمرته بالوقوف قبل افعالها لانها لم تشرع مرتبة على الحج لا بالتوجه الى عرفة آفاقی نے حج کا احرام کیا پھر عمرے کا احرام کیا تو دونون اُسپر لازم ہوے اور یہ شخص قارن بدکار ہو گیا چنانچہ گذرا اور اسی واسطے باطل ہوگا عمرہ اُسکا بسبب وقوف عرفات کے قبل افعال عمرے کے اسواسطے کہ عمرہ مشروع نہین حج پر مرتب ہو کر نہ باطل ہوگا عمرہ عرفات کی طرف متوجہ ہونے سے سو اگر بدون وقوف کے عرفات کی طرف سے پھر آوے اور عمرہ اول کرکے حج کرے تو ممکن ہی کذا فی الطحطاوی فان طاف له طواف القدوم ثم احرم لها فمضى عليهما ذبح وهو دم جبر وندب رفضها لتأكدة للطواف فان رفض قضى لصحة الشروع فيها واراق دما لرفضها پھر اگر آفاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرے کا احرام کیا پھر دونون کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا واسطے جبر نقصان کے ہی کہ حج کے افعال مین عمرہ داخل کر دیا اور مستحب ہی ترک کرنا عمرے کا اسواسطے کہ طواف القدوم کرنے سے حج متاکد ہو گیا سو اگر اسنے عمرہ ترک کیا تو اسکی قضا کرے بعد حج کے بواسطہ صحیح ہونے شروع کے اور ذبح کرے بہ سبب ترک کرنے عمرے کے حج فاهل بعمرة يوم النحر او في ثلثة ايام بعده لزمته بالشروع لكن مع كراهة التحريم ورفضت وجوبا تخلصا من الاثم وقضيت مع دم الرفض وان مضى عليها صح وعليه دم لارتكابه الكراهة فهو دم جبر ایک شخص نے حج کیا پھر عمرے کا احرام کیا یوم النحر مین یا اُسکے بعد کے تین دن مین تو عمرہ کرنا اُسکو لازم ہو گیا بہ سبب شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ اسواسطے کہ افعال حج سے ہنوز فراغت نہین ولہذا عمرے کا ترک کرنا واجب ہی تاکہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرے کی قضا کیجاوے ساتھ ذبح کرنے کے ذبح واجب ہی بہ سبب ترک کے اور اگر عمرے کو ترک نکرے ادا کرے تو صحیح ہوگا اور اُسپر ذبح کرنا واجب ہوگا بہ سبب مرتکب ہونے کراہت کے تو یہ ذبح جبر نقصان کے واسطے ہی فائت الحج اذا احرم به او بها وجب الرفض لان الجمع بين احرامين لحجتين

اولعمرتین غیر مشروع فائت الحج نے جبکہ دوسرے حج یا عمرے کا احرام کیا تو اُسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہی اسواسطے کہ دو حج کے احرامون کو اور دو عمرے کے احرامون کو جمع کرنا مشروع نہین م دو حج کے احرام تو ظاہر ہین ایک احرام اُس حج کا جو فوت ہوگیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرے کے دو احرام یون ہوے کہ ایک احرام تو یہ ہی جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام اس طرح کہ فائت الحج عمرہ کرکے احرام سے باہر آتا ہی چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوتا ہی لماقاتہ الحج بقی فی حرامہ فیلزمہ ان یتحلل من احرام الحج بافعال العمرة ثم بعدہ یقضی ما احرم بہ لصحۃ الشروع ویذبح التحلیل قبل ادائہ بالرفض اور جبکہ اُسکا حج فوت ہوا تو احرام اُسکا باقی رہا تو اُسپر لازم ہی حج کا احرام اُتارنا عمرے کے افعال کرکے پھر بعد اسکے قضا کرے اُسکی جسکا احرام کیا اسواسطے کہ شروع کرنا اسکا صحیح تھا اور ذبح کرے اسواسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ حلال ہوگیا اسکے وقت سے پہلے یعنے واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ کے احرام ثانی سے باہر آتا لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہوگیا لہذا ذبح کرنا لازم ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الاحصار

ہو لغۃ المنع وشرعا منع عن رکن یہ باب ہی احصار کے احکام مین احصار لغت مین بمعنی منع اور حبس کے ہی اور اصطلاح شرع مین احصار عبارت ہی منع رکن سے خواہ حج کا رکن ہو خواہ عمرے کا اکثر کتب فقہ مین منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہی لیکن اسمین عمرہ داخل نہین رہا حالانکہ عمرہ مین بھی احصار ہوتا ہی لہذا شارح رح نے احصار کی تعریف منع رکن سے کی تا عمرہ بھی داخل رہے اذا احصر بعدو او مرض او موت محرم او ہلاک نفقۃ حل لہ التحلل جبکہ محرم بند ہو جاوے بسبب دشمن یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مرجانے سے عورت محرمہ بند ہو جاوے یا خرچ کے ہلاک ہو جانے سے تو حلال ہی اُسکو تحلل یعنے احرام کا اُتارنا م دشمن عام ہی کافر آدمی ہو یا غیر اسکے اور وہ بیماری مانع ہی جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوتی ہو اور ہلاکی نفقہ راہ مین اس شرط سے مانع ہی کہ پیدل چلنے کی قدرت نہو بعد شروع کے اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہین اگرچہ گھر سے پیدل جانا حج کے واسطے لازم نہین جیسے حج نفل ابتداءً لازم نہین لیکن بعد شروع کے لازم ہی اور یہ قول محمد کا ہی کذا فی المحیط اور ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر قادر ہو اور آیندہ خوف ہو عاجزی اور تھک جانے کا تو اُسپر حج لازم نہین کذا فی النہر فحینئذ لبعث المفرد دما او قیمتہ فان لم یجد بقی محرما حتی یجد او یتحلل بطوف وعن الثانی انہ یقوم الدم بالطعام ویتصدق بہ فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوما جب عذرات مذکورہ سے محرم حج کو نہ جاسکے تو اُسوقت مین تنہا حج کا کرنے والا ایک خون یعنے ایک بکری یا اسکی قیمت روانہ کرے تاکہ خرید کرکے حرم مین ذبح کیجاوے سو اگر بکری یا اُسکی قیمت نپاوے تو محرم بنا رہے یہان تک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کرکے احرام اُتارے اور ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اُسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نپاوے تو ہر نصف صاع کی عوض ایک ایکدن روزہ رکھے م طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف رح کی ضعیف ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو نذکر کرتا والقارن دمین او قارن دو بکریان روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے بدلے اور دوسری عمرے کے احرام کے عوض فلو بعث واحدا لم یتحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے ایک احرام کے واسطے تو اس احرام سے باہر نہو گا اسواسطے کہ مشروع یہ ہی کہ دونون احرامون سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے کو اُتارنا خلاف مشروع ہی کذا فی الطحطاوی وعین یوم الذبح لیعلم متی یتحلل اور معین کردے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے تا معلوم رہے کہ کب احرام اُتارے اسواسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہین ویذبحہ فی الحرم ولو قبل یوم النحر خلافا لہما اور ذبح کرے ہدی کو حرم مین اگرچہ قبل یوم النحر سے پہلے ہو بخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک احصار حج مین یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہین لیکن عمرہ کے احصار مین جائز ہی ولو لم یفعل ورجع الی اہلہ بغیر تحلل او صبر محرما حتی زال الخوف جاز فان ادرک الحج فبہا ونعمت والا تحلل بالعمرة لان التحلل بالذبح انما ہو للضرورة حتی لا یمتد احرامہ فیشق علیہ زیلعی اور اگر محرم محصر نے ہدی کو نہ روانہ کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا احرام باندھے ہوے یا احرام باندھے ہوے وہین ٹھہرا رہا یہان تک کہ خوف

زائل ہوگیا اور مانع مرتفع ہوا تو جائز ہی پھر بعد زوال خوف اور رمانع کے اگر حج کو پایا تو کیا خوب بات ہی اور اگر موسم حج کا جاتا رہا تو عمرہ کرکے احرام کو اُتارے اسواسطے کہ ذبح کرنے سے احرام کا اُتارنا بسبب ضرورت کے تھا تاکہ احرام کی مدت نہ دراز ہوجاوے کہ اسپر مشکل پڑجاوے کذافی الزیلعی **وبذبحہ یحل ولو بلا حلق وتقصیر** اور ہدی کے ذبح کرنے سے احرام سے خارج ہوجاتا ہی اگرچہ سر نہ منڈایا ہو اور بال نہ کترائے ہوں لیکن حلق افضل ہی کذافی المنح **فلو ظن ذبحہ ففعل کالمحلال فظہر انہ لم یذبح او ذبح فی حل لزمہ جزاء ما جنی** پھر اگر محرم محصر نے ہدی کے ذبح ہوجانے کا گمان کیا ہو ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا جیسے غیر محرم کرتا ہی پھر ظاہر ہوا کہ ہدی ذبح نہوئی تھی یا حل میں ذبح ہوئی تھی نہ حرم میں تو اسپر اپنی جنایت کرنے کی سزا لازم ہوگی **ویجب علیہ ان حل من حجہ ولو نفلا حجۃ بالشروع وعمرۃ للتحلل ان لم یحج من عامہ** اور اگر حج کا احرام اُتارا ہی اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اُسپر حج واجب ہی بسبب شروع کرنے کے اور عمرہ واجب ہی بسبب تحلل کے بشرطیکہ اس سال حج نہ کیا ہو اور اگر بعد زوال مانع کے اُسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذافی الطحطاوی **وعلی المعتمر عمرۃ** اور عمرے کا احرام باندھنے والا اگر روکا جاوے تو اُسپر فقط ایک عمرہ واجب ہی **وعلی القارن حجۃ وعمرتان لحدہما للتحلل** اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہیں ایک عمرہ بسبب تحلل کے اور دوسرا قران کا مع قضا میں اُسکو اختیار ہی چاہے قران کرے چاہے تینوں کو علیحدہ علیحدہ قضا کرے کذافی الطحطاوی **فان بعث ثم زال الاحصار وقدر علے ادراک الہدی والحج معا توجہ وجوبا** پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اسکے احصار زائل ہوگیا اور وہ قادر ہی ہدی اور حج کے پانے پر ساتھی تو اسپر واجب ہی کہ حج کرنے کو روانہ ہو اور اُسوقت میں ہرگز جائز نہیں احرام سے خارج ہونا ہدی بھیجکر اسواسطے کہ ہدی بھیجنا بدل تھا حج کا اور حالانکہ اب خود اصل پر قادر ہوگیا تو عوض کا کچھ اعتبار نرہا کذافی المنح **والا یقدر علیہما لایلزمہ التوجہ وہی رباعیۃ** اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر ساتھی قادر نہوا تو اُسپر روانہ ہونا لازم نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہی یعنے چار صورتوں کا محتمل ہی پہلی صورت یہ ہی کہ ہدی اور حج دونوں کو پاوے دوسری صورت یہ ہی کہ دونوں کو نپاوے تیسری صورت یہ کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ کہ فقط حج کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت میں تو جانا لازم ہی اور باقی تین صورتوں میں لازم نہیں لیکن اگر تحلیل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہی کذافی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل یوم النحر کے جائز ہی تو ادراک ہر حج کا بدون ہدی کے ممکن ہی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ادراک حج کو ہدی لازم ہی اسواسطے کہ اُنکے نزدیک قبل یوم النحر کے ذبح کرنا جائز نہیں کذافی شرح الوقایہ **ولا احصار بعد ما وقف بعرفۃ للامن من الفوات** اور احصار نہیں بعد وقوف عرفات کے اسواسطے کہ بعد وقوف عرفات کے فوت ہوجانا حج کا متصور نہیں تو امن حاصل ہوگیا پھر اگر بعد وقوف عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک واجبات سے یعنے وقوف مزدلفہ اور رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسیطرح تاخیر حلق اور طواف الزیارۃ سے ذبح لازم ہوگا کذافی الطحطاوی **والممنوع ولو بمکۃ من الرکنین محصر علے الاصح** اور جو شخص کہ دو رکن یعنے وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ میں ہو وہ محصر ہی بقول اصح **والقادر علی احدہما لا اما علے الوقوف فلتمام حجہ بہ واما علے الطواف فلتحللہ بہ** کما مر اور جو کہ قادر ہو ایک رکن پر وہ محصر نہیں جو وقوف عرفات پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہیں کہ وقوف سے حج تمام ہوگیا اور جو طواف پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہیں کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہوگیا چنانچہ مذکور ہوچکا کہ طواف اصل ہی تحلل میں اور ذبح کرنا ہدی کا اُسکا بدلہ ہی اصل کے ہوتے بدلہ کی کچھ حاجت نہیں

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہی غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا یعنے بطور نیابت کے دوسرے کی طرف سے حج کرنا **الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابہا لغیرہ وان نواہا عند الفعل لنفسہ لظاہر الادلۃ** اصل یہ ہی کہ جو شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قرأت قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں تو اُسکو جائز ہی کہ اُسکا ثواب غیر شخص کے واسطے کردے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو یہ اصل ثابت ہی دلائل قرآن اور

احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ارتکاب تاویل ہم قرآن مجید مین ولد کو ارشاد ہوا کہ والدین کے واسطے یون دعا کرے (رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا) یعنے اے میرے رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ انھون نے مجکو لڑکپن مین پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق مین بیفائدہ ہوتی حالانکہ یہ غلط ہی اور حق تعالی نے خبر دی ہی کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعاے مغفرت کرتے ہین تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہی اور احادیث تو نیابت اور ثواب رسانی مین بکثرت ہین از انجملہ بخاری اور مسلم مین یہ حدیث متفق علیہ ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ایک مینڈھا اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی مین نیابت صحیح ہی اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالی اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزار اور دار قطنی رح نے چند صحابہ رض سے روایت کیا ہی تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک یہ حدیث مشہور ہی اور دار قطنی رض نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ تھے جنکے سے مین انکی زندگی مین نیکی کرتا تھا سو اب کیونکر مین انکے ساتھ نیکی کرون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہ ہی کہ نماز پڑھا کر انکے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھا کر انکے واسطے اپنے صوم کے ساتھ اور یہ بھی اسنے علی مرتضے سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور اسکا ثواب مردون کو بخشے تو انکو ثواب دیا جاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عسکری نے روایت کی کہ انس رض نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہین اپنے مردون کی طرف سے اور حج کرتے ہین انکی طرف سے اور دعا کرتے ہین انکے واسطے کیا انکو یہ پہونچتا ہی فرمایا کہ ہان البتہ انکو پہونچتا ہی اور وہ خوش ہوتے ہین اس سے جیسے کوئی تم مین خوش ہوتا ہی طبق سے جب کوئی اسکو تحفہ بھیجے اور سنن ابو داؤد مین مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون پر یس پڑھا کرو

تو ان احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہی کذا فی فتح القدیر واما قولہ تعالی وان لیس للانسان الا ما سعی ای الا اذا وہبہ لہ کما حققہ الکمال او اللام بمعنی علے کما فی لہم اللعنۃ اور یہ جو قول ہی حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہین مگر جو کہ اسنے خود کیا تو مراد یہ ہی کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہین مگر جبکہ غیر بخشے اسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہی کمال الدین بن ہمام رح نے فتح القدیر مین یا لام اس آیت مین بمعنی علے کے ہی چنانچہ لہم اللعنۃ مین بمعنی علی ہی تو اس صورت مین یہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہین سوائے اپنے عمل کے تو نفی مضرت کی ہوئی نہ منفعت کی ام معتزلہ کا یہ مذہب ہی کہ عبادات کا ثواب سوائے فاعل کے غیر کو نہین پہونچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج مین وصول ثواب جائز ہی اور عبادات بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قرائت قرآن وغیرہ مین وصول جائز نہین معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہین اپنے مذہب پر کہ انسان کو غیر کا عمل مفید نہین اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دیئے ہین جواب اول یہ ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی بقول ابن عباس رض اس آیت سے (والذین امنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم) جواب ثانی یہ ہی کہ یہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما الصلوۃ والسلام کی قوم کو مخصوص ہی جواب ثالث یہ ہی کہ الانسان سے مراد اس آیت مین کافر ہی تو مومن کے حق مین نفی نہین جواب رابع یہ ہی کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہین لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہی جواب خامس یہ ہی کہ لام بمعنی علی ہی کذا فی العینی شرح الکنز لیکن محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ ہرچند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہی کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہین لیکن حکم دعاء والدین اور استغفار ملائکہ مومنین کے حق مین اور حدیث قربانی کی امت کی طرف سے اسکے سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہین تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی صرافت اور اطلاق پر باقی نہین بلکہ مقید ہی بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ اسکی توضیح ترجمہ آیت مین مذکور ہوگی اور تقیید آیت بہتر ہی نسخ آیت کے قائل ہونے سے اسواسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہی حالانکہ خبر مین نسخ جاری نہین اور ابطال معتزلہ کے ضمن مین مالک رح اور شافعی رح کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنے احادیث اور اخبار سابقہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہو گیا اللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق

ولقد افصح الزاہدی عن اعتزالہ ہنا واللہ الموفق اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہان کھول دیا اور توفیق غیر کی دینے والا اللہ تعالی ہی یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہی مجتبے کی کتاب الحج مین

اموات کے ایصال ثواب کا منکر ہو گیا ہی اور اُسکو مذہب اہل حق اور اہل عدل کا ٹھہرایا ہی اور آیات اور احادیث ثواب رسانی کو تاویلات بعیدہ کرکے ظاہر سے پھیرا ہی کذافی الطحطاوی الٰہی بہ محمد و آلہ ہمکو صراط مستقیم پر ثابت رکھنا اور تعصب اور کج فہمی سے بچانا اور مرنے کے وقت اس عاجز مسکین کی دستگیری کرنا آمین العبادة المالیة کزکوة وکفارة تقبل النیابة عن المکلف مطلقا عند القدرة والعجز ولو النائب ذمیا لان العبرة لنیة الموکل ولو عند دفع الوکیل عبادت مالی جیسے زکوة اور صدقہ فطر اور عشر اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوة نیابت کو قبول کرتی ہی مکلف کی طرف سے ہر طرح کی قدرت کے وقت بھی اور عاجز ہونے کے وقت بھی اگرچہ نائب کافر ذمی ہو اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہی اگرچہ موکل نے وکیل کے دینے کے وقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہی مم عبادات مالی مین نیابت اسواسطے جائز ہی کہ عبادات مالیہ مین آزمایش مالدار اور رفع حاجت محتاج مقصود اصلی ہی سو یہ امر نائب کے فعل مین بھی حاصل ہی اور ہرچند عبادت بدون نیت کے صحیح نہین اور کافر ذمی اہل نیت کا نہین لیکن جب نیت منیب معتبر ٹھہری نہ نائب کی تو مسلم اور ذمی نیابت مین دونون برابر ہوگئے اور منیب کو اختیار ہی نائب کے دینے کے وقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اُسوقت نیت کرے یا درمیان مین اُسی عبادت کے نیت کرے کذافی المنح والطحطاوی والنہر والبدنیة کصلوة وصوم لا تقبلہا مطلقا اور عبادت بدنی جیسے نماز اور روزہ اور اعتکاف اور قراة قرآن اور اذکار نیابت کو نہین قبول کرتے ہر طرح سے نہ قدرت مین نہ عجز مین اسواسطے کہ عبادات بدنیہ مین غرض اصلی یہ ہی کہ افعال مخصوصہ سے روح اور بدن پر محنت اور مشقت پڑے تا روح کو صفائی اور قرب الٰہی حاصل ہو تو یہ امر حاصل نہین ہو سکتا نائب کے فعل سے جب تک کہ خود نکرے لہذا اسمین مطلقاً نیابت جائز نہوئی نہ قدرت مین نہ عجز مین اور یہی مطلب ہی اس حدیث کا کہ (لا یصم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد) اخرجہ النسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ یعنے کوئی روزہ نرکھے کسی کی طرف سے اور نماز نہ پڑھے کوئی کسی کی طرف سے یعنے نیابت صوم وصلوة سے فرض ساقط نہین ہوتا غیر سے ہان نفل کا ثواب متوقع ہی چنانچہ اُس حدیث مین مصرح ہی کہ ولد اپنے والدین کے واسطے نماز پڑھے اور روزہ رکھے والمرکبة منہما کحج الفرض تقبل النیابة عند العجز فقط اور جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہی جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہی عاجز ہونے کے وقت فقط مم ہرچند کہ حج کی حقیقت مین مال کو دخل نہین اسواسطے کہ حج عبارت ہی وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہ امر بدون زاد اور راحلہ کے حاصل نہین تھا تو گویا مال حج کا جز ہو گیا کذافی الطحطاوی حج مین عجز کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت مین نیابت جائز نہوئی بدن کی جہت سے کذافی النہر لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض العمر حتی تلزم الاعادة بزوال العذر عاجزی مین نیابت حج کی جائز ہی بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ برابر رہے اور اگر عجز دائمی نہین تو نیابت صحیح نہین اسواسطے کہ حج تمام عمر مین ایکبار فرض ہی یہان تک کہ اعادہ لازم ہی زوال عذر سے یعنے ایک شخص حج کرنے سے عاجز ہی سو اُسنے مال دیکر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پھر بعد اسکے عاجزی کا عذر جاتا رہا تو اُسپر واجب ہی کہ خود دوسرا حج کرے اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نرہا وبشرط نیة الحج عنہ ای عن الآمر فیقول احرمت عن فلان ولبیت عن فلان ولو نسی اسمہ فنوی عن الآمر صح وتکفی نیة القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہی کہ نائب اپنے منیب آمر کیطرف سے حج کرے سو یون کہے احرام کے وقت کہ مین نے احرام باندھا فلانے شخص کی طرف سے اور مین نے لبیک کہا فلانے کی طرف سے اور اگر منیب کا نام بھول جاوے اور امر کرنے والے کی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہی اور دل کی نیت کافی ہی تو تصریح بلفظ ضرور نہین ہذا ای اشتراط دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زوالہ ای یمکن وان لم یکن کذلک کالعمی والزمانة سقط الفرض بحج الغیر عنہ فلا اعادة مطلقا سواء استمر ذلک العذر ام لا یہ یعنے مشروط ہونا دوام عجز کا موت تک اُسوقت تک ہی کہ عجز مانند قید اور بیماری کے زوال پذیر ہو اور اگر ایسی نہو یعنی ایسا عجز ہو کہ اسکے زوال کی امید نہو جیسے اندھا ہونا اور لولا ہونا تو اُسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہو جاویگا تو اس حالت مین اعادہ حج کا مطلقاً لازم نہین خواہ یہ عذر عدم بصارت وغیرہ کا ہمیشہ بنا رہے یا نرہے اسواسطے کہ عجز لازمی بجائے موت ہی کذافی النہر کنز وغیرہ متون مین مرض زوال پذیر کا کچھ فرق مذکور نہین لیکن ماتن اور شارح نے باقتداء صاحب بحر یہ تفصیل محیط اور فتاوی قاضی خان اور مبسوط سے نقل کی اور کہا ہی کہ یہی حق ہی واللہ اعلم کذافی المنح ولو احج عنہ وہو صحیح ثم عجز واستمر لم یجزہ لفقد شرطہ اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف سے

حالت صحت مین پھر وہ بعد فراغت ہونے نائب کے حج سے عاجز ہو گیا اور ہمیشہ عاجز بنا رہا موت تک تو وہ حج سقوط فرض مین کافی ہوگا بسبب نپائے جانے شرط کے
یعنے نائب کے حج کرنے کے وقت منیب عاجز نہ تھا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی **وبشرط الآمر به ای بالحج عنه فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنه الا اذا**
حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة اور جائز ہی نیابت بشرطیکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنے کا تو جائز نہین حج فرزند کا
باپ کے واسطے بدون اجازت باپ کے مگر جبکہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کراوے مورث کی طرف سے تو البتہ جائز ہی بسبب پائے جانے امر مورث کے بنابر دلالت
حال کے یعنے جب وارث مورث کے مال پر متصرف ہوا تو گویا مورث نے اُس سے کہا کہ میرے اوپر سے فرض ادا کر کذا فی الطحطاوی **وبقی من شرائط النفقة من مال الآمر کلها او اکثرها**
وحج المامور بنفسه وتعینه ان عینه فلو قال یحج عنی فلان لا غیر لم یجز حج غیره ولو لم یقل لا غیره جاز اور شرائط نیابت حج سے باقی رہا نفقہ یعنے شرط ہی کہ کل نفقہ
نائب کا منیب کے ہاتھ سے ہو یا اکثر نفقہ اُسکے مال سے ہو تو اگر نائب منیب کا مال نہ لے اپنے مال سے حج کرے بطور احسان کے تو منیب کی طرف سے حج نہ ادا ہوگا کذا
فی العالمگیریۃ عن البدائع اور حج کرنا مامور کا بذات خود اور اُسکا متعین ہونا مشروط ہی اگر اُسکو متعین کر دیا ہو سو اگر آمر نے یون کہا ہو کہ مثلاً زید میری طرف سے حج کرے
نہ غیر اُسکا تو غیر زید کا حج کرنا جائز نہین اور اگر غیر کی نفی نکی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہی **واوصلها فی اللباب الی عشرین شرطا منها عدم اشتراط الاجرة فلو استاجر رجلا بان**
قال استاجرتک علی ان تحج عنی بکذا لم یجز حجه وانما یقول امرتک ان تحج عنی بلا ذکر اجارة لباب المناسک مین شرائط نیابت کو بیس تک پہونچایا ہی اُنہین سے ایک شرط
یہ ہی کہ نیابت مین اجرت مشروط نہو تو اگر اجارہ ٹھہرایا ایک مرد سے اسطرح پر کہ اُس سے کہا کہ مین نے تجھسے ٹھیکا کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا اتنے مال کے عوض تو اُسکا
حج جائز نہین بلکہ یون کہے کہ مین نے تجکو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا بلا ذکر اجارہ م شارح کا کلام اسکو مقتضی ہوا کہ اجیر کو اجرت نہ ملے اور حج اجیر کا ہو نہ مستاجر کا اور
خانیہ مین مصرح ہی کہ ظاہر الروایت مین حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجرت مثل ملیگی تو عبارت خانیہ اسکو مقتضی ہی کہ یہ اجارہ فاسدہ ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ولو انفق من مال نفسه او خلط النفقة بماله وانفق کله او اکثره جاز وبرئ من الضمان اور اگر مامور نے کچھ ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منیب کے نفقہ مین جمع کر لینے کی گنجایش
ہی یا مامور نے منیب کے نفقہ مین اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر یعنے بمقدار کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہی اور مامور ضمانت سے بری ہو گیا
کذا فی الطحطاوی **وشرط العجز المذکور للحج الفرض لا للنفل لاتساع بابه** اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کے واسطے ہی نہ نفل حج کے واسطے اسلیے کہ نفل
مین وسعت ہی تو قادر کو نائب سے حج نفل کروانا صحیح ہی **ویقع الحج المفروض عن الآمر علی الظاهر من المذهب وقیل عن المامور نفلا وللآمر ثواب النفقة کحج النفل**
اور حج فرض آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہی بنابر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہی کہ مامور کی طرف سے حج نفل واقع ہوتا ہی اور آمر کو نفقہ دینے کا ثواب ہی جیسے نفل
حج مین اور یہ قول امام محمد رح کا قول ہی لیکن اس اختلاف کا کچھ ثمرہ نہین اسواسطے کہ سب متفق ہین اس بات پر کہ آمر سے فرض ساقط ہو جاتا ہی اور مامور سے ساقط
نہین ہوتا کذا فی المنح اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہی جو صحاح ستہ مین ابن عباس رض سے مروی ہی کہ حجۃ الوداع مین ایک عورت خثعم کی قوم کی آئی اُسنے کہا
یا رسول اللہ صلعم میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بڈھا ہی اُسکو طاقت نہین کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا مین اُسکی طرف سے حج کر دون حضرت صلعم نے فرمایا ہان
اور بخاری اور مسلم مین ابن عباس رض سے مروی ہی کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے پاس آیا سو اُسنے کہا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مر گئی حضرت
صلعم نے فرمایا کہ اگر اُسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اُسنے کہا ہان مین ادا کرتا فرمایا تو خدا کا فرض ادا کر کہ وہ احق بالقضا ہی کذا فی التیسیر تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا
کہ آمر کی طرف سے حج واقع ہوتا ہی نہ مامور کی طرف سے **لکنه تشترط لصحة النیابة اهلیة المامور لصحة الافعال ثم فرع علیه بقوله فجاز حج الصرورة بمهملة من لم یحج والمراة**
ولو امة والعبد وغیره کالمراهق وغیرهم اولی لعدم الخلاف لیکن صحت نیابت کے واسطے مشروط ہی اہلیت مامور کی یعنے اسلام اور عقل مامور مین لازم ہی
تاکہ اُسکے افعال صحیح ہون پھر ماتن نے اشتراط اہلیت پر اگلا قول متفرع کر کے کہا تو جائز ہی حج کرنا اُسکا جسنے خود حج نہین کیا اور عورت کا حج جائز ہی اگرچہ وہ لونڈی ہو
۴۱ اور عبد ماذون وغیرہ کا جیسے صغیر قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہی اور ان اشخاص کے سوا اور شخص بہتر ہی نیابت کے واسطے تاکہ خلاف شافعی نہو صرورہ بصاد مہملہ مفتوحہ اُسکو

کہتے ہین جسنے ہنوز حج نہین کیا کذافی القاموس ہرچند نیابت عورت اور غلام اور جسنے کا ہے حج نہین کیا اور مراہق کی جائز ہی بسبب اہلیت صحت افعال کے لیکن چونکہ

کراہت سے خالی نہین اور امام شافعی رح کے بھی مخالف ہی تو انکے سوا اور کسیکو نائب کرنا بہتر ہی مناسک طرابلسی مین مذکور ہی کہ جو غیر کی طرف سے حج کرے تو افضل

یہ ہی کہ وہ حر عاقل بالغ ہو اور افعال حج اور طریق حج کا عالم ہو اور فرض حج اپنی طرف سے کرچکا ہو کذافی المنح ولو امر ذمیا او مجنونا لا یصح اور اگر ذمی یا مجنون کو اپنی طرف سے

حج کرنے کو مامور کیا تو صحیح نہین بسبب عدم اہلیت کے واذا امرض المامور بالحج فی الطریق لیس لہ دفع المال الی غیرہ لیحج ذلک الغیر عن المیت الا اذا اذن

لہ بذلک بان قیل لہ وقت الدفع اصنع ماشئت فیجوز لہ ذلک مرض اولا لانہ صار وکیلا مطلقا اور جبکہ حج کا مامور راہ مین بیمار ہو گیا تو اسکو جائز نہین

غیر کو مال دینا تاکہ یہ شخص غیر میت کی طرف سے حج کرے مگر اس صورت مین جبکہ اسکو غیر کے مال دینے اور حج کروانے کی اجازت دی گئی ہو اس طرح پر کہ اس سے

کہا گیا یا مال دینے کے وقت کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اب اسکو غیر سے حج کروانا جائز ہی خواہ بیمار ہو یا نہ بیمار ہو اسواسطے کہ اس اجازت مطلقہ سے وہ وکیل مطلق

ہو گیا خواہ آمر زندہ ہو یا میت کذافی الطحطاوی خرج المکلف الی الحج ومات فی الطریق واوصی بالحج عنہ انما تجب الوصیۃ بہ اذا اخرہ بعد وجوبہ اما لو حج

من عامہ فلا ایک مرد عاقل بالغ نکلا حج کے واسطے اور راہ مین مرگیا اور اسنے اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی شارح کہتا ہی وصیت کرنا حج کا اسوقت واجب ہی جب

اسنے بعد وجوب حج کے ادائے حج مین تاخیر کی ہو اور اگر اسی سال حج کو چلا جس سال حج فرض ہوا تو اسپر حج کی وصیت کرنا واجب نہین فان فسر المال او المکان فالامر

علیہ ای علی ما فسرہ والا فیحج عنہ من بلدہ قیاسا لا استحسانا فلیحفظ پھر اگر میت نے وصیت مین مال یا مکان کی تفصیل کر دی ہو کہ اسقدر مال سے یا یہان سے

حج کیا جاوے تو اسکی بموجب ہو گا اور اگر مال یا مکان کو اسنے متعین نکر دیا ہو تو اسکی طرف سے حج کیا جاوے اسکے شہر سے بنا بر قیاس کے نہ بنا بر استحسان کے تو

اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم دلیل ظاہر کو قیاس کہتے ہین اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہین اور جہان قیاس اور استحسان مجتمع ہون وہان استحسان مقدم ہوتا ہی لیکن یہ مسئلہ

اس مواضع سے ہی جہان قیاس مقدم ہوتا ہی استحسان پر لہذا شارح نے آگاہ کر دیا کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کذافی الطحطاوی قیاس قول ہی امام رح کا اور استحسان قول ہی صاحبین رح کا

وجہ قیاس کی یہ ہی کہ جسقدر میت نے سفر کیا وہ باطل ہو گیا احکام دنیا کے حق مین اگرچہ آخرت کا ثواب قائم ہی اسواسطے کہ مسلم کی حدیث مین ثابت ہی کہ جب ابن آدم مرگیا تو

اسکا عمل منقطع ہو گیا اور وصیت کا جاری کرنا بھی دنیا کے احکام سے ہی تو میت کے وطن سے وصیت باقی رہیگی اور جبکہ حج نہ حاصل ہوا تو سفر میت کا کالعدم ہو گیا اور وجہ استحسان

یہ ہی کہ قرآن مجید مین ثابت ہی کہ جو اپنے گھر سے نکلے اللہ اور رسول صلعم کی طرف ہجرت کرکے اور راہ مین مرے تو اسکا ثواب عنداللہ ثابت ہی اور طبرانی اور ابو یعلی اور بیہقی نے

ابو ہریرہ رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کے واسطے نکلا اور مرگیا تو اسکو حج کرنے والے کا ثواب قیامت تک لکھا جاویگا تو اس آیت

اور حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر اسکا موت سے باطل نہین ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہو گی نہ وطن سے کذافی الہدایہ وفتح القدیر فلو احج عنہ الوصی من غیرہ لم یصح پھر اگر

میت کی طرف سے وصی حج کروا دے اپنے سوا غیر سے تو صحیح نہین ان وفی بہ ای بالحج من بلدہ ثلثہ وان لم یف فمن حیث یبلغ استحسانا میت کے شہر سے حج کیا جاوے

اگر میت کا ثلث مال اسکو کفایت کرے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے پہونچ سکے وہان سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان مذکور وللوصی المیت او وارثہ ان یسترد المال من المامور

مالم یحرم اور میت کے وصی یا اسکے وارث کو جائز ہی مال کا پھیر لینا مامور سے جب تک کہ اسنے احرام نہ باندھا ہو اور بعد احرام کے پھیر لینا کسیکو جائز نہین ثم ان ردہ لخیانۃ منہ فنفقتہ

الرجوع من مالہ والا ففی مال المیت پھر اگر مال کو پھیر لیا مامور کی خیانت کی جہت سے تو پھرنے کا خرچ مامور کے مال سے ہو گا اور اگر پھیر لینا خیانت کے سبب سے نہین تو پھرنے کا

خرچ میت کے مال مین ہو گا اوصی بحج فتطوع عنہ رجل لم یجزہ وان امرہ المیت لانہ لم یحصل مقصودہ وہو ثواب الانفاق وصیت کی ایک شخص نے حج کرنے کی اپنی

طرف سے سوا ایک مرد نے اسکی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اسکا مال نہ لیا تو حج کفایت نکریگا یعنی میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہو گا اگرچہ میت نے اسکو حج

کرنے کا امر بھی کیا ہو اسواسطے کہ اسکا مقصود نہ حاصل ہو یعنی مال خرچنے کا ثواب نملا لکن لو حج عنہ ابنہ لیرجع فی الترکۃ جاز ان لم یقل من مالی وکذا الواحج لا لیرجع

کالدین اذا قضاہ من مال نفسہ لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اسکے بیٹے نے اسکی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کرکے اس نیت سے کہ متروکہ سے

ہو ہیگا تو جائز ہی بشرطیکہ باپ نے وصیت مین یون نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور اسیطرح کا حکم ہی اگر وارث کسی سے حج کروا دے اور جائز نہین حج فرزند کا عدم رجوع کی نیت سے چنانچہ میت کے قرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو متروک سے رجوع کر لینا درست ہی لیکن قرض ادا کرنا بلا نیت عدم رجوع بھی جائز ہی بخلاف حج کے اسواسطے کہ عاجز کی طرف سے حج کرنا بدون اُسکے امر کے جائز نہین اور قرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہی کذا فی المنح عن التجنیس **ومن حج عن کل من امریه وقع عنه وضمن مالهما لانه خالفهما ولا یقدر علی جعله عن احد هما لعدم الاولویة** اور جسنے حج کیا دو امر کرنے والون کے واسطے یعنے ایک حج مین دو شخصون کو شریک کیا تو وہ حج مامور کی طرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر انکا مال خرچ کیا ہو تو دونون کے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ انکی مخالفت کی کہ ہر ایک کو بلا شرکت حج مقصود تھا اور مامور قادر نہین کہ حج کو ایک کے واسطے ٹھہرادے بسبب عدم ترجیح کے **وینبغی صحة التعیین لو اطلق الاحرام** اور لائق یون ہی کہ تعیین صحیح ہو اگر احرام کو مطلق کیا یعنے امر کا ذکر نکیا ہو احرام کے وقت نہ بطور تعیین نہ بطور ابہام **ولو ابهمه فان عین احد هما قبل الطواف والوقوف جاز** اور اگر آمر کو مبہم ذکر کیا یعنے یون کہا کہ مین لبیک کہتا ہون ایک آمر کی طرف سے پھر بعد اسکے اگر دو مین سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہی طرفین کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

بخلاف مالو اهل بحج عن ابویه او غیر هما من الاجانب حال کونه متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحد هما او لهما وفی الحدیث من حج عن ابویه فقد قضی عنه حجته وکان له فضل عشر حجج وبعث من الابرار بخلاف سابق یہ مسئلہ ہی اگر ایک شخص نے حج کیا اپنے والدین کی طرف سے یا والدین کے سوا اور اجنبی شخصون کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون اُنکے مال کے حج کیا پھر بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہی بلا عوض اور حج تو فقط فاعل کی طرف سے واقع ہوگا تو اُسکو اختیار ہی چاہے ایک کو ثواب دے چاہے دونون کو دے اور حدیث مین وارد ہی کہ جو حج کرے اپنے والدین کیطرف سے تو اُسنے اپنا حج ادا کیا اور ہوگی اُسکے واسطے زیادتی دس حج کی اور یہ شخص قیامت مین نیکون مین مبعوث ہوگا یہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے باپ اور اپنی مان کی طرف سے حج کرے تو اُسنے اپنا حج ادا کیا اور اُسکے لیے دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے اپنے والدین کیطرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اسکی طرف سے اور اسکے والدین کی طرف سے اور اُن دونونکی روحین خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک یہ شخص نیکوکار لکھا جائیگا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا انکا قرض ادا کرے تو قیامت کے دن نیکون کے ساتھ وہ شخص اُٹھایا جائیگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے مذکور کیا ہی یہ جو ماتن اور شارح نے مذکور کیا تو نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین مین سے کسی پر فرض حج ہو اسکی دو صورتین ہین کہ حج کی وصیت اُسنے کی یا نہین اگر وصیت کی اور وارث نے اپنے مال سے حج کیا مورث کی طرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہوگا اور اگر اُسنے وصیت نہین کی حج کی اور وارث نے اپنی خوشی سے اُسکی طرف سے حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر **ودم الاحصار لا غیر علی الآمر فی ماله ولو میتا قیل من الثلث وقیل من الکل ثم ان فاته لتقصیر منه ضمن وان بآفة سماویة لا** اور احصار کا خون آمر پر واجب ہی اُسکے مال مین اسواسطے کہ آمر نے مامور کو اسمین پھانسا تو اُسی پر چھوڑانا بھی لازم ہی اگرچہ آمر میت ہو آمر سے مراد وہ ہی جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو اسمین میت بھی داخل ہی کذا فی المنح بعضون نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے ذبح کرنا چاہیے اور بعضون نے کہا کہ کل مال سے اور احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہین پھر اگر حج فوت ہو گیا مامور کی تقصیر سے یعنے اپنے کسی کام مین ایسا مشغول ہو گیا کہ موسم حج کا گذر گیا تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا حبس سے یا سواری کے مرجانے سے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہو گیا تو مامور پر ضمان لازم نہین کذا فی الطحطاوی

ودم القران والتمتع والجنایات علی الحاج الا اذا اذن له الآمر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنے والے پر واجب ہی نہ آمر پر لیکن جب آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنے کا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہین دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا آمر کا تو مامور ہی ضامن ہوگا **وضمن النفقة ان جامع قبل وقوفه فیعید بمال نفسه وان بعده فلا لحصول المقصود** اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا اگر اُسنے جماع کیا قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہو گیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

فضیلت حج از طرف والدین

بجا ع کیا تو ضمان نہین بسبب حصول مقصود کے اسواسطے کہ حج تمام ہوگیا وان مات المامور او سرق نفقتہ فی الطریق قبل وقوف حج من منزل آمرہ ثلث مابقی

من مالہ فان لم یف فمن حیث یبلغ فان مات او سرق ثانیا حج من ثلث الباقی بعدہا ہکذا الی ان لا یبقی من ثلثہ ما یبلغ الحج فیبطل الوصیۃ اور اگر امور راہ مین مرگیا یا اسکا نفقہ چوری گیا راہ مین قبل وقوف عرفات کے تو حج کیا جاوے آمر کے وطن سے اسکی تہائی باقی مال سے یعنی باقی متروکہ میت کے ثلث سے سو اگر ثلث مابقی کفایت نکرے وطن سے تو جس مکان سے پہونچ سکے وہان سے حج کیا جاوے پھر اگر دوسری بار بھی مامور مرجاوے یا نفقہ چوری جاوے تو اُسکے بعد پھر میت کے باقی مال کے ثلث سے حج کیا جاوے اسیطرح تیسری بار اور چوتھی بار حج کروایا جاویگا یہانتک کہ متروکہ میت سے اتنا نہ باقی رہے جسکے ثلث سے حج ہو سکے پھر جب بقدر حج باقی نرہے تو وصیت حج کی باطل ہوجاویگی یہ قول امام اعظم رح کا ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک کل مال کے ثلث سے حج کیا جاوے نہ باقی متروکہ سے اور امام محمد رح کے نزدیک اگر اُس مال سے جو مامور کو دیا کچھ باقی ہے بقدر کفایت تو حج کیا جاوے اور نہین تو وصیت باطل ہے کذا فی فتح القدیر والنہر قلت وظاہرہ انہ لا رجوع فی ترکۃ المامور فلیراجع شارح کہتا ہے ظاہر قول ماتن یعنی ثلث مابقی سے حج کروانا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ترکہ مامور سے مصرف حج کا پھیر لینا نہ جائز ہو تو اسکی تصریح کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیئے طحطاوی نے کہا مین نے مراجعت کی کتب فقہ کی طرف تو اُسکو دیکھا کہ ترکہ مامور سے پھیر لینا جائز ہے لیکن طحطاوی نے کسی کتاب کا نام مذکور نکیا واللہ اعلم لا من حیث مات خلافا لہما وقولہما استحسان یعنے اگر مامور راہ مین مرجاوے تو پھر آمر کے وطن سے حج کیا جاوے نہ وہان سے جہان مامور مرگیا بخلاف صاحبین رح کے اور قول صاحبین رح کا استحسان ہے اور قول امام رح کا قیاس ہے لیکن یہان استحسان بمقابلہ قیاس کے متروک ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا فروع مسائل ملحقہ شارح کے یصیر مخالفا بالقران او التمتع لما مر لا بالتاخیر عن السنۃ الاولی وان عینت لانہ للاستعجال لا للتقیید مامور مخالف ہوگا آمر کے قران یا تمتع کرنے سے چنانچہ مذکور ہوچکا نہ مخالف ہوگا سال اول کے تاخیر کرنے سے اگرچہ آمر نے سال اول کا حج مقرر کردیا ہو اسواسطے کہ یہ تعیین جلدی کے واسطے ہے نہ تقیید کیواسطے اسواسطے کہ سب سال برابر ہین اداے فرض مین لیکن اول سال افضل ہے کہ شاید نفقہ باقی نرہے کذا فی الطحطاوی والافضل ان یعود الیہ اور افضل یہ ہے کہ مامور بعد حج کے آمر کے وطن کی طرف پھر آوے اور مکہ مین اقامت نکرے تاکہ آنے جانے کے نفقات کا ثواب آمر کو ملے وعلیہ رد ما فضل من النفقۃ وان شرط لہ فالشرط باطل الا ان یوکلہ بہبۃ الفضل من نفسہ او یوصی المیت بہ لمعین اور مامور پر واجب ہے کہ جو خرچ آنے جانے سے زیادہ بچے اُسکو پھیر دے وارث یا وصی کو اور اگر مامور نے فاضل مال کی اپنے واسطے شرط کرلی ہو تو یہ شرط باطل ہے مگر اس طرح فاضل مال کا پھیر دینا درست نہین کہ مامور کو اپنی طرف سے فاضل مال کے ہبہ کردینے کا وکیل کردیا ہو یعنی یون کہا ہو کہ جو فاضل مال بچے اُسکے ہبہ کا مین نے تجکو وکیل کیا تو اُس مال پر اپنی ذات کے واسطے قبضہ کرلیجو کذا فی الفتح یا میت نے مال زائد کی وصیت کی ہو شخص معین کے واسطے اور شخص معین خواہ مامور ہو یا غیر اُسکا کذا فی الطحطاوی یا وارث فاضل مال کو اپنی خوشی مامور کو دیوے پھیر دینا اسواسطے لازم ہے کہ نفقہ مامور کا مملوک نہین ہوگیا حج کروانے سے آنے جانے مین فقط ضروریات کے صرف کرنے مین اُسکو اختیار ہے بلکہ وہ مال میت کا مملوک ہے اسواسطے کہ اگر مامور مالک ہوتا تو بطور اجارہ مالک ہوتا حالانکہ طاعات پر اجارہ جائز نہین کذا فی فتح القدیر ولہذا مامور کو اپنے ساتھ کسیکو کھلانا اور حمام کی اجرت دینا اور چراغ کا تیل مول لینا اور حجام کو اجرت دینا اور دوا خرید کرنا اُس مال سے جائز نہین الا باجازت میت یا وارث کذا فی النہر والفتح وللوارث ان یسترد المال من المامور ما لم یحرم اور میت کے وارث کو جائز ہے کہ مال پھیرے مامور سے جب تک اُسنے احرام نہ باندھا ہو وکذا ان احرم وقد دفع الیہ لیحج عنہ بلا وصیۃ فاحرم ثم مات الآمر اور اسیطرح اگر احرام باندھا اور حالانکہ اُسکو مال دیا تھا میت کی طرف سے حج کرنے کو بلا وصیت پھر اُسنے احرام باندھا پھر آمر مرگیا تو اسکے وارث کو مال لینا بعد احرام کے بھی درست ہے وللوصی ان یحج بنفسہ الا ان یامرہ بالدفع او یکون وارثا ولم تجز البقیۃ اور وصی کو جائز ہے کہ خود میت کی طرف سے حج کرے مگر اس صورت مین اُسکو حج کرنا جائز نہین کہ میت نے اُسکو حکم کیا ہو مال دینے کا یعنے یون کہا ہو کہ اسقدر مال دینا اُسکو جو میری طرف سے حج کرے کذا فی الفتح یا وصی وارث ہو اور باقی وارث اُسکے حج کرنے کو جائز نرکھیں تو بھی اُسکو بذات خود حج کرنا جائز نہین ولو قال منعت وکذبوہ لم یصدق الا ان یکون امرا ظاہرا اور اگر مامور نے کہا کہ مین حج کرنے سے روکا گیا فلانے عذر سے اور وارثون نے اسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق نکیجاویگی اور اگر مال خرچ کیا ہوگا تو اُسکو دینا پڑیگا مگر یہ کہ کوئی امر ظاہر امر

اُسکے صدق کا شاہد ہو مثلاً راہ مین حاجیون کا قافلہ لٹا ہو یا مدت تک منیھ کی جھڑی لگ گئی تو البتہ اُسکی تصدیق ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو قال حججت وکذبوہ صدق
بیمینہ اذا کان مدیون المیت وقدام بالاتفاق اور اگر مامور نے کہا کہ مین حج کرچکا ہون میت کی طرف سے اور وارثون نے اُسکی تکذیب کی تو مامور کی
تصدیق کیجاویگی قسم کے ساتھ مگر اُسوقت تصدیق نہوگی جبکہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اُسکو قرض مین سے راہ خرچ کرنے کا امر ہوا ہو ولا تقبل بینتہم
انہ کان یوم النحر بالبلد الا اذا برہنوا علے اقرارہ انہ لم یحج اور مقبول نہونگے وارثون کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اُس شہر مین تھا کیونکہ نفی پر گواہی
مقبول نہین اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثون کو یہ ہے کہ حج کی نفی ہوجاوے تو اگرچہ وہ قول ظاہر مین اثبات ہے لیکن درپردہ نفی ہے مگر جب وارث
گواہ گذارین مامور کے اس اقرار پر کہ مین نے حج نہین کیا تو البتہ گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ تلفظ کرنا مامور کا ان الفاظ کا اثبات ہے نہ نفی کذا فی الطحطاوی

باب الھدی

ہو فی اللغۃ والشرع **ما یھدی الی الحرم من النعم لیتقرب** بہ فیہ یہ باب ہے ہدی کے احکام مین ہدی لغت اور شرع مین اُسکو کہتے ہین جو حرم محترم مین چوپائے حلال
جانور کا تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اُسکے ذبح کرنے سے حرم مین حق تعالی کا قرب اور رضامندی حاصل ہو **وادناہ شاۃ** ہدی کا ادنے رتبہ بھیڑ بکری ہے **وھو ابل ابن خمس سنین والبقر**
ابن سنتین وغنم ابن سنۃ اور ہدی کی اعلی قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گاے بیل ہے اور ادنی قسم ایک برس کی بھیڑ بکری دنبہ ہے **ولا یجب تعریفہ**
بل ینذب فی دم الشکر اور واجب نہین ہدی کو عرفات مین لیجانا یا پٹہ گردن مین ڈالکر یا کوہان کی کھال چیر کر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون مین اشتہار مستحب ہے یعنی قران اور تمتع
اور نفل کے ہدی مین اشتہار بہتر ہے اور جنایات کے ہدی مین اخفا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی المنح **ولا یجوز فی الھدایا الا ما جاز فی الضحایا لکما**
سیجیٔ فصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لقربۃ وان اختلفت اجناسہا اور جائز نہین ہدی مین مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہے قربانیون مین چنانچہ اُسکی تفصیل
کتاب الاضحیہ مین آویگی تو صحیح ہے شریک کرلینا ایک شخص کا چھ شخصون کو اُس اونٹ اور گاے مین جو بہ نیت قربت کے خرید ہوئی ہو اگرچہ اجناس قربت کے مختلف ہون
چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزاء صید وغیر ذلک لیکن قربت کا متحد الجنس ہونا مستحب ہے کذا فی المنح **ویجوز الشاۃ فی الحج فی کل شیٔ الا فی طواف الرکن**
جنبا او حائضا ووطی بعد الوقوف قبل الحلق کما مر اور جائز ہے بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شئ مین مگر طواف الزیارۃ کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت مین کرنے سے
اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے مین بھیڑ بکری کافی نہین بلکہ اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا یہان واجب ہے چنانچہ باب الجنایات مین مذکور ہوچکا **ویجوز اکلہ بل ندب**
کالاضحیۃ من ھدی التطوع اذا بلغ الحرم والمتعۃ والقران فقط ولو اکل من غیرہا ضمن ما اکل اور جائز ہے کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کے مانند مستحب ہے کھانا نفل کے
ہدی کا جبکہ وہ حرم تک پہونچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہے فقط اور سواے نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھاویگا تو بقدر کھانے کے قیمت
دینا لازم ہوگا اور اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے بھیجنے کے ذبح کیا تو اُسکا کھانا جائز نہین کہ وہ صدقہ ہے ہدی نہین تو اُسکا کھانا بھی جائز نہین کذا فی المنح **وتعین یوم النحر**
ای وقتہ وھو الایام الثلاثۃ **لذبح المتعۃ والقران فقط** فلم یجز قبلہ بل بعدہ وعلیہ دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنے کے واسطے یوم النحر متعین ہے لفظ
یوم کا یہان بمعنی مطلق وقت ہے تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن ہین یعنی دسوین گیارھوین بارھوین تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل یوم النحر
کے بالاجماع جائز نہین بلکہ بعد بارھوین کے البتہ کافی ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اُسپر دوسرا خون واجب ہے امام رح کے نزدیک نہ صاحبین کے
نزدیک اور سواے تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر مین مخصوص نہین کذا فی الطحطاوی **وتعین الحرم لا منی للکل**
الا الفقیر لکنہ افضل اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنے کے واسطے حرم متعین ہے منا کی کچھ خصوصیت نہین بقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کیواسطے
مخصوص نہین بلکہ جو بہتر ہے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے غیر سے **وتیصدق بجلالہ وخطامہ** ہی زمامہ اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کردے ہو اسواسطے کہ صحاح ستہ مین
علی مرتضی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مجکو حکم کیا اونٹون کے گوشت اور جھولون اور کھالون کے تصدق کرنے کا محتاجون پر

اور فرمایا کہ قصاب کی مزدوری اسمین نہ دیجاوے کذا فی الفتح ولم یعط اجر الجزار ای الذابح منہ فان عطاہ ضمن اما لو تصدق علیہ جاز اور قصاب کی مزدوری ہدی وغیرہ کے گوشت سے نہ دیجاوے سو اگر دیگا تو ضمان دینا لازم آویگا لیکن اگر بطور خود صدقہ دے نہ بطور اجرت تو جائز ہی ولا یرکبہ مطلقاً بلا ضرورۃ اور نہ سوار ہو ہدی پر بلاضرورت ہم صحیحین مین ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ سوار ہولے ہدی پر تو مراد اس حدیث سے یہ ہی کہ اُس شخص کو حاجت ہوگی سواری کی اسواسطے کہ صحیح مسلم مین جابر رضؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو ہدی پر دستور کے موافق جسوقت کہ تجکو حاجت ہو تو معلوم ہوا کہ بلاضرورت چڑھنا جائز نہین کذا فی فتح القدیر فان اضطر الی الرکوب ضمن ما نقص برکوبہ وحمل متاعہ وتصدق بہ علی الفقراء شرنبلالیہ فان اطعم منہ غنیا ضمن قیمتہ مبسوط پھر اگر مضطر ہو سواری کی طرف تو ضمان دے جسقدر نقصان ہوا ہو ہدی مین سوار ہونے اور اسباب لادنے سے اور ضمان نقصان کو فقیرون کو خیرات کرے کذا فی الشرنبلالیہ سو اگر ضمان مین سے مالدار کو کھلا دیگا تو جتنا مالدار کو دیا اُسکی قیمت کا ضمان دینا لازم ہوگا کذا فی المبسوط ولا یحلبہ وینضح ضرعہ بالماء البارد لو المذبح قریبا والا حلبہ وتصدق بہ اور ہدی کا دودھ نہ دوہے اور اُسکے تھن کو ٹھنڈھے پانی کا چھینٹا مارے تاکہ دودھ کا ٹپکنا بند ہوجاوے بشرطیکہ ذبح کرنے کا مکان قریب ہو اور اگر دور ہو تو دودھ کو دوہے تاکہ جانور کو تھنون کے تناؤ سے تکلیف نہو اور اُس دودھ کو خیرات کردے ویقیم بدل ہدی واجب عطب او تعیب بما یمنع الاضحیۃ وصنع بالمعیب ما شاء اور قائم کرے دوسری ہدی عوض اُس ہدی واجب کے جو ہلاک ہوگئی یا ایسا عیب ہوگیا جو قربانی کا مانع ہی یعنی لنگڑی ہوگئی یا اندھی اور جب بدلا دیا تو عیب دار کو جاہے سو کرے چاہے بیچے چاہے ذبح کرکے کھا جاوے ولو کان المعیب تطوعاً نحرہ وصبغ قلادتہ بدمہ وضرب بہ صفحۃ سنامہ لیعلم انہ ہدی للفقراء ولا یطعم منہ غنیا لعدم بلوغہ محلہ اور اگر نفل کی ہدی مین عیب ہوگیا یا قریب الہلاک ہو تو اُسکو نحر کرے اور اُسکا پٹہ اُسکے خون مین رنگین کرے اور اُسکے کوہان کی ایک جانب پر رکھدے اس فعل سے غرض یہ ہی تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی محتاجون کے واسطے ہی اور اسمین سے غنی کو نہ دے کھانے کے واسطے اسلیئے کہ وہ ہنوز حرم کو نہین پہونچی کہ مالدارون کو اسکا کھانا جائز ہوتا صحیح مسلم اور مسند احمد مین قبیصہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میرے ساتھ ہدی کو بھیجا کرتے تھے اور فرماتے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اُسکو نحر کرنا اور نعل کو اُسکے خون مین ڈبونا اور اُسکے ایک جانب کو رکھدینا اور تو اسمین سے نہ کھانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھاوے کذا فی العینی شرح الکنز ویقلد ندباً بدنۃ التطوع ومنہ النذر والمتعۃ والقران فقط لان الاشتہار بالعبادۃ الیق والستر بغیرہا احق اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گاے کی گردن مین پٹا ڈالنا چاہیئے اور نفل مین نذر کی ہدی بھی داخل ہی اسواسطے کہ شہرت دینا عبادت کے ساتھ لائق تر ہی اور غیر عبادات مین یعنی جنایات وغیرہ مین چھپانا سزاوار تر ہی شہدوا بعد الوقوف بوقوفہم بعد وقتہ لا تقبل شہادتہم والوقوف صحیح استحساناً حتی الشہود للحرج الشدید گواہون نے گواہی دی بعد وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیون کا وقوف بعد اسکے وقت کے ہوا یعنے عرفے کے دن نہوا بلکہ دسوین تاریخ واقع ہوا تو اُنکی گواہی مقبول نہوگی اور وقوف حاجیون کا صحیح ہی بنا بر استحسان کے یہان تک کہ گواہون کا وقوف بھی صحیح ہی بسبب حرج شدید کے یعنی اس قسم کا اشتباہ اکثر ہوجاتا ہی کہ اُس سے بچنا ممکن نہین تو اگر جواز اور صحت کا حکم نہ دیا جاوے بعد اجتہاد اور کوشش کرنے کے تو سخت حرج پیش آوے اور حالانکہ غنی مطلق نے دین مین سے حرج کو نفی کرڈالا ہی قال اللہ تعالی (وما جعل علیکم فی الدین من حرج) اور بطرف اشارہ ہی اُس حدیث مین کہ حضرت صلعم نے فرمایا تمہارا صوم اُسی دن ہی جسمین تم روزہ رکھتے ہو اور روزہ کھولنے کا وہی دن ہی جسمین تم روزہ کھولتے ہو اور عرفہ تمہارا وہی دن ہی جسدن تم عرفات مین ہوتے ہو اور قربانی کا دن وہ ہی جسدن تم قربانی کرتے ہو یعنے وقوف عرفات کا وقت عنداللہ وہی دن ہی جسکو اہل اسلام اپنے اجتہاد اور راے سے عرفہ کا دن جانتے ہین اور اسمین وقوف کرتے ہین اور جب اس گواہی پر عدم صحت مترتب نہوئی تو اُسکی سماعت مین کچھ فائدہ نہین تو حاکم کو لازم ہی کہ اُسکو نہ سنے اسواسطے کہ حاکم کی سماعت مشہور ہوجاویگی تمام اہل موقف مین تو قیل وقال زیادہ ہوگا اور فتنہ برانگیختہ ہوگا اور قلوب مسلمین کے شک واقع ہونے سے کہ حج صحیح ہوا یا نہین بہت سخت مکدر ہونگے کہ کس محنت اور مشقت سے قطع منازل بعیدہ کرکے اور خطبہ اُٹھا کر وہان پہونچے ہین لہذا جب گواہ گواہی کے واسطے آوین تو حاکم اُنسے کہے کہ تم ہٹ جاؤ ہم تمہاری گواہی نہین سُننے

مسائل منثورہ

لوگون کا حج پورا ہوگیا کذافی فتح القدیر **وقبلہ** ای قبل وقتہ **قبلت ان امکن التدارک** لیلا مع اکثرہم والا لا اور قبل وقوف عرفات کے گواہی مقبول ہوگی یعنے
اگر گواہون نے گواہی دی کہ یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ مین لوگون نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم انکی گواہی قبول کرے بشرطیکہ تدارک وقوف عرفات کا ممکن ہو رات کو
اکثر لوگون کے ساتھ اور اگر تدارک نہو سکے تو گواہی مقبول نہین ہم اگر آٹھوین تاریخ گواہون نے گواہی دی کہ یہ دن عرفہ کا ہی تو غور کرنا چاہیے اگر امام کو سب لوگون کے ساتھ
یا اکثر لوگون کے ساتھ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہوگی قیاس مین بھی اور استحسان مین بھی اسواسطے کہ وقوف عرفات کی نوین تاریخ حاصل ہی تو اگر اسدن دوپہر ڈھلے
وقوف نہوگا تو انکا حج فوت ہوگا اور اگر رات کو امام کل یا اکثر لوگون کے ساتھ وقوف کر سکے تو بھی گواہی مقبول ہوگی لیکن استحسان مین نہ قیاس مین اور اگر رات کو بھی اکثر
لوگون کے ساتھ وقوف نہو سکے تو گواہی مقبول نہوگی اور امام انکو حکم کرے کہ دوسرے دن دوپہر ڈھلنے کے بعد وقوف کرین کذافی المنح وغیرہ **رمی فی الیوم الثانی**
اوالثالث اوالرابع **الوسطی والثالثۃ ولم یرم الاولی فعند القضاء ان رمی الکل** بالترتیب **فحسن وان قضے الاولی جاز** لسنیۃ الترتیب ایک شخص نے
ذی الحج کی گیارھوین یا بارھوین یا تیرھوین تاریخ جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی کی اور جمرۂ اولی کی رمی نہ کی تو قضا کے وقت اگر جمرات ثلثہ کی ترتیب رمی کی تو خوب ہی اور اگر
فقط جمرۂ اولی کی رمی کی قضا کی اور جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی نہ کی تو جائز ہی اسواسطے کہ رمی جمرات کی ترتیب مسنون ہی نہ واجب اسواسطے کہ ہر جمرہ قربت مستقلہ ہی ایک
دوسرے کا تابع نہین کذافی المنح **نذر المکلف حجا ماشیا مشی من منزلہ** وجوبا فی الاصح **حتی یطوف الفرض** لانتہاء الارکان نذر کی عاقل بالغ نے حج کی پیدل
تو پیادہ پا چلے اپنے گھر سے بنابر وجوب کے قول صحیح مین یہان تک کہ طواف الزیارۃ سے فراغت کرے اسواسطے کہ طواف الزیارۃ تک سب ارکان حج آخر ہوگئے
ولو رکب فی کلہ او اکثرہ لزمہ دم وفی اقلہ بحسابہ اور اگر پیدل حج کا نذر کرنے والا تمام راہ یا اکثر راہ سوار ہوگا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور کمتر راہ کی سواری مین
موافق اسکے تصدق لازم ہوگا یعنی اگر چہارم راہ سوار ہوا تو چہارم حصہ بکری کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف راہ سوار ہوا ہی تو نصف قیمت خیرات
کرے ولو نذر المشی الی المسجد الحرام او مسجد المدینۃ او غیرہما لاشئ علیہ اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد الحرام تک یا مسجد مدینہ تک یا سوائے انکے اور مساجد
کی طرف پیدل چلنے کی تو اسپر کچھ واجب نہین اور اسی کے مانند ہی حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور استار کعبہ اور باب کعبہ اور میزاب رحمت اور مزدلفہ
اور بیت المقدس اسواسطے کہ التزام نسک ان الفاظ اور مکانات سے معروف نہین کذافی الطحطاوی **اشترے محرمۃ ولو بالاذن لہ ان یحللہا بلا کراہۃ**
لعدم خلف وعدہ **بقص شعرہا او بقلم ظفرہا** او مس طیب **ثم یجامع وہو اولی من التحلیل بجماع** ایک شخص نے خرید کیا محرمہ لونڈی کو اگرچہ اسنے بائع کے
اذن سے احرام باندھا تو مشتری کو جائز ہی لونڈی کو احرام سے خارج کرنا اسکے بال کتر کر یا ناخن کاٹ کے یا خوشبو لگا کر پھر بعد اس تحلیل کے قربت کرے یہی
اولی ہی جماع کر کے تحلیل کرنے سے بلحاظ تعظیم امر حج اور مشتری کو تحلیل لونڈی کی بلا کراہت جائز ہی کیونکہ مشتری کی طرف سے خلاف وعدگی نہین اسواسطے کہ اسنے بائع
کے اذن سے احرام باندھا تھا نہ مشتری کے اذن سے **وکذا لو نکح حرۃ محرمۃ بنفل** بخلاف الفرض ان لہا محرم والا فہی محصرۃ فلا تتحلل الا بالہدی اور اسیطرح اگر ایک مرد نے
اس حرہ سے نکاح کیا جو نفل حج کا احرام باندھے تھی تو زوج کو اسکی تحلیل جائز ہی بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھ اسکا کوئی محرم ہوا اور اسنے نکاح کیا ہو تو
زوج کو اسکی تحلیل کا اختیار نہین اور حج کے جانے سے اسکو روک بھی نہین سکتا درصورت اجتماع شرائط اور اگر منکوحہ محرمہ کے ساتھ اسکا محرم نہو تو وہ
محصرہ ہی یعنے شرعا وہ بند ہوگئی بدون محرم یا زوج کے حج کو نہین جا سکتی اور زوج پر واجب نہین کہ اسکے ساتھ سفر مین جاوے پھر جب وہ محصرہ ہوئی اور
زوج اسکی تحلیل چاہے تو وہ حلال نہوگی بدون ہدی بھیجنے کے اور بعد ہدی بھیجنے کے فورا تحلیل جائز ہی ذبح ہدی پر موقوف نہین کذافی الفتح والمنح **ولو اذن**
لامرأتہ بنفل لیس لہ الرجوع فیہ لملکہا منافعہا وکذا المکاتبۃ بخلاف الامۃ الا اذا اذن لامتہ فلیس لزوجہا منعہا اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو
نفل حج کی تو اسکو نہین پھرنا جائز نہین اسواسطے کہ حرہ اپنے منافع کی مالک ہی اور یہی طرح لونڈی مکاتبہ کا حکم ہی بخلاف خالص لونڈی کے کہ بعد
اذن دینے کے بھی مالک کو پھر جانا درست ہی اسواسطے کہ اسکے منافع کے مالک ہی مالک ہین مگر جبکہ مالک نے لونڈی کو اذن دیا ہو حج کا تو لونڈی کے

زوج کو اُسکا روکنا جائز نہین فرع مسائل ملحقہ شارح کے حج الغنی افضل من حج الفقیر مالدار کا حج افضل ہے محتاج کے حج سے اسواسطے کہ محتاج پر حج فرض نہین
مگر بعد پہونچنے مکہ کے اور رہگذر سے وہان تک جانا اسپر فرض نہین بلکہ نفل ہے اور مالدار کو وطن سے فرضیت شروع ہوئی حالانکہ فضیلت فرض کی افضل ہے فضیلت
نفل سے اور اگر دونون کا نفل حج ہے تو افضلیت نہین کذا فی الطحطاوی حج الفرض اولی من طاعة الوالدین بخلاف النفل فرض حج بہتر ہے مان باپ کی
فرمانبرداری سے اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت جائز نہین خالق کی معصیت مین بخلاف نفل حج کے اسواسطے کہ والدین کی طاعت افضل ہے نفل حج سے
علی الخصوص کہ والدین اسکی خدمت کے محتاج ہون بناء الرباط افضل من حج النفل بنانا خانقاہ اور مسافرخانہ کا افضل ہے نفل حج سے اسواسطے کہ
اُسکی منفعت عام ہے اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط اسی کو خاص ہے واختلف فی الصدقة ورجح فی البزازیة افضلیة الحج لمشقته فی المال والبدن جمیعا قال وبہ
افتی ابو حنیفہ حین حج وعرف المشقة اور اختلاف ہے علما مین کہ خیرات افضل ہے یا نفل حج اور فتاوی بزازیہ مین ترجیح دی ہے حج کے افضل ہونے کو اسواسطے کہ حج مین
مال اور بدن دونون پر مشقت اور محنت ہے اور خیرات مین فقط مال کا صرف ہے نہ بدن کا کہا بزازیہ کے مصنف رحنے اور اسیکا فتوی دیا امام ابو حنیفہ رحنے
جب حج کیا اور اُسکی مشقت کو پہچانا م فتاوی بزازیہ مین پورا بیان یون ہے کہ امام اعظم رحسے مروی ہے کہ صدقہ افضل ہے نفل حج سے لیکن جب امام رحنے حج کیا اور
مشقت کو دریافت کیا تو اسکا فتوی دیا کہ حج افضل ہے اور مراد امام رحکی یہ ہے کہ نفل کرے اور ہزار درم صرف کرے تو اگر اس ہزار سے محتاجون کو خیرات کریگا تو وہ افضل ہے
اور یہ مراد نہین کہ حج بدون خیرات کے افضل ہے فی سبیل اللہ ہزار درم کے دینے سے اور چونکہ حج مین مال اور بدن دونون پر مشقت ہے لہذا حج افضل ہے خیرات سے قول مختار
مین انتہی کلامہ لوقفة الجمعة مزیة سبعین حجة ویغفر فیہا لکل فرد بلا واسطة جمعہ کے وقوف عرفات کو فضیلت ہے ستر حج سے اور مغفرت ہوتی ہے اسمین ہر شخص کی بلا واسطہ
یعنے جب جمعہ کے دن عرفہ ہو تو اُسکی یہ فضیلت ہے اور اُسی کو عرف مین حج اکبر کہتے ہین اور اگر عرفہ جمعہ کے دن نہو تو اُسمین مغفرت بلا واسطہ نہین بلکہ عوام
مومنین کی مغفرت بواسطہ صالحین کے ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ضاق وقت العشاء والوقوف یدع الصلوة ویذہب لعرفة للحرج تنگ ہوا نماز عشا اور وقوف
عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑدے اور عرفات جاوے بلحاظ مشقت شدید یعنی دسوین رات ذی الحجہ کی اتنی کم باقی رہی کہ اگر عشا پڑھے تو وقوف عرفات فوت
ہوتا ہے اور اگر وقوف عرفات کرتا ہے تو عشا کا وقت جاتا ہے تو یہان وقوف عرفات مقدم ہے اسواسطے کہ اگر عشا پڑھیگا تو حج دوسرے سال پر موقوف رہیگا پھر واللہ علم
خرچ باقی رہے دوسرے سال تک یا نرہے پھر آنے کا اتفاق ہو یا نہو بخلاف نماز عشا کے کہ اُسکا قضا کرنا ہر وقت ممکن ہے ہل الحج یکفر الکبائر قیل نعم کحربی اسلم کیا حج مٹاتا ہے
کبیرہ گناہون کو بعضے علمانے کہا کہ ہان حج کبیرہ گناہون کو مٹا ڈالتا ہے اگرچہ مظالم اور حقوق العباد ہون جیسے کافر حربی کے گناہ اسلام سے مٹ جاتے ہین یعنے
اگر کافر حربی نے کسیکو قتل کیا ہو یا کسیکا مال چھینکر دار الحرب مین چلا گیا ہو اور پھر وہ مسلمان ہو تو اُسپر خون اور مال کا مواخذہ نہین دلیل اس قول کی صحیح مسلم کی حدیث
ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گراتا ہے اگلے گناہون کو اور ہجرت گراتی ہے اگلے گناہون کو اور حج گراتا ہے اگلے گناہون کو وقیل غیر المتعلقة
بالآدمی کذمی اسلم اور بعضے علمانے کہا کہ حج مٹاتا ہے ان کبیرہ گناہونکو جو آدمی سے متعلق نہین یعنی حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہین نہ حقوق العباد چنانچہ کافر ذمی کے
مسلمان ہونے سے ترک صوم وصلوة کا مواخذہ نہین لیکن قتل اور غصب کا مواخذہ ہے قال عیاض اجمع اہل السنة ان الکبائر لا یکفرہا الا التوبة اور قاضی عیاض
مالکی نے کہا کہ اہل سنت اور جماعت کا اجماع ہے اس بات پر کہ کبیرہ گناہون کو سوائے توبہ کے کوئی عمل صالح نہین مٹاتا یعنی جو کبائر کہ منجملہ حقوق اللہ ہین مانند زنا
اور شراب خمر کے بدون توبہ کے معاف نہین ہوتے کذا فی الطحطاوی ولا قائل بسقوط الدین ولو حقا للہ تعالی کدین صلوة وزکوة نعم اثم المطل وتاخیر الصلوة ونحوہا
یسقط وہذا معنی التکفیر علی القول بہ اور کوئی قائل نہین سقوط دین واجب الادا کا اگرچہ وہ حق اللہ ہو جیسے صلوة اور زکوة کا دین ہان یہ البتہ ہے کہ ادائے دین
مین دیر لگانے کا گناہ اور تاخیر صلوة اور اسی طرح تاخیر زکوة اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہوجاتا ہے حج کرنے سے اور یہی مطلب ہے حج کے مکفر سیئات ہونے کا موجب
اس قول کے جو حج کو واجب علی الفور کہتے ہین ہم خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ تکفیر سیئات کا ظنی ہے نہ قطعی اسواسطے کہ حج مین تکفیر کبائر کی منجملہ حقوق اللہ ہے

وقوف عرفہ جمعہ کے دن

بالیقین ثابت نہین چہ جاے حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہو جیسے تو بھی اُسکا وہ مطلب نہین جو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہین کہ
حج سے لوگون کا قرض دام ساقط ہو جاتا ہی اور اسی طرح صلوۃ اور صوم اور زکوۃ کی قضا ساقط ہو جاتی ہی بلکہ یہ مطلب ہی کہ ادائے حقوق کی تاخیر کا گناہ ساقط
ہو جاتا ہی بالجملہ حج مین جو احادیث تکفیر سیات کی وارد ہین اُنکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہین کذا فی المنح عن البحر وحدیث ابن ماجہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام
استجیب لہ حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی یہان تک کہ خونریزیون اور مظالم مین ہم پوری
روایت ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یون ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کیواسطے عرفات مین دعا کی سوائے مظالم کے اور گناہون کی مغفرت
ہوئی اور ارشاد ہوا کہ مین مظلوم کے واسطے مواخذہ کرونگا حضرت صلعم نے عرض کیا کہ ای رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اُسدن دعا قبول نہوئی
پھر حضرت صلعم نے صبح کو مزدلفہ مین وہی دعا کی سو جو حضرت صلعم مانگتے تھے اُسکی اجابت ہوئی علما رحدیث نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہی اسواسطے کہ عباس بن مرداس اسکا راوی
منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہی ہر چند یہ حدیث ضعیف ہی لیکن اُسکے شواہد احادیث صحیحہ بکثرت ہین ازانجملہ چند احادیث مذکور ہوتے ہین حافظ منذری نے کہا عبداللہ بن مبارک نے
روایت کی سفیان ثوری سے اور اُنھون نے زبیر بن عدی سے اور اُنھون نے انس بن مالک رضہ سے کہا انس رضہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عرفات مین وقوف کیا
اور قریب تھا کہ آفتاب ڈوبے سو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ای بلال لوگون کو خاموش کر سو بلال رضہ نے کھڑے ہوکر لوگون کو خاموش کیا پھر فرمایا ای لوگو جبرئیل علیہ السلام
میرے پاس آئے اور میرے رب کا مجکو سلام پہونچایا اور کہا کہ اللہ عزوجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور اُنکے تبعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب رضہ
کھڑے ہوے اور کہا یا رسول اللہ یہ مغفرت ہم لوگون کو مخصوص ہی حضرت صلعم نے فرمایا یہ تمھارے واسطے ہی اور جو لوگ کہ تمھارے بعد آوینگے قیامت تک اُنکے واسطے بھی تو
عمر بن خطاب رضہ نے کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور طیب ہی اور امام مالک رحمہ کی موطا مین طلحہ بن عبیداللہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن
عرفے سے زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غضبناک شیطان نہین ہوتا اور اُسکا سبب کچھ نہین مگر یہ کہ دیکھتا ہی کہ نزول رحمت کو اور ذنوب عظام کی مغفرت کو کذا فی فتح القدیر اور
صحیح بخاری مین حدیث مرفوع ہی کہ جسنے حج کیا سو عورت کی طرف مخاطب نہوا اور گناہون سے بچا تو گناہون سے ایسا پاک ہوجاتا ہی جیسے مان کے پیٹ سے پیدا ہوا شیخ الاسلام
زکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث مین صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہی یا فقط صغائر کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونون کی
مغفرت معلوم ہوتی ہی اور بعض احادیث مین اسکی تصریح بھی ہی لیکن حقوق العباد کے سوا اور معاصی پر محمول کرنا اقرب بدلیل ہی اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی رضہ سے
اُسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہی اسواسطے کہ طبرانی اور بزاز اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین عبداللہ بن عمر رضہ سے
روایت کی ہی کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عرفے کے دن دوپہر ڈھلے حق تعالی فرشتون سے فرماتا ہی کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہین میری
رحمت کے امیدوار ہوکر تو اگر اُنکے گناہ مانند شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا سمندر کے کف کے برابر ہون تو البتہ مین بخشونگا جاؤ میرے بندو مغفور ہوکر واللہ اعلم
کذا فی منح الغفار اور ملا رحمت اللہ کی نسک متوسط جسکا لباب المناسک نام ہی اُسمین مذکور ہی کہ حج اگلے صغیرہ گناہون کو جو منجملہ حقوق اللہ ہین بالاتفاق قطعاً
ہدم کردیتا ہی اور کبائر متعلقہ حق اللہ اور مطلقاً مظالم مین اختلاف ہی طیبی قائل ہی کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہی لیکن قول معتمد یہ ہی کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت حاکم
علے الاطلاق ہین تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ تورپشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو مصرح مذکور کیا ہی اور احادیث مغفرت حج مین اور جمہور اہل سنت کے
کے قول مین کچھ منافات نہین اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہین درصورت مشیت حق یا اُن لوگون کی مغفرت مظالم مراد ہی جنکا حج مقبول ہی
چنانچہ روایت مین ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اُسکے مظالم معاف ہوجاوینگے اس طرح کہ حق تعالے اہل حقوق کو ایسا کچھ عطا کریگا کہ وہ راضی
ہوجاوینگے واللہ اعلم ندب دخول البیت اذا لم یشتمل علے ایذاء نفسہ او غیرہ مستحب ہی داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی ذات کو یا غیر کو تکلیف نہو ہجوم
مین تکلیف نہونا قلیل الوجود ہی اور اندر جانے والے کو مستحب ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور عبداللہ ابن عمر رضہ جب داخل

ہوتے تھے تو دروازہ کعبہ کو پس پشت ڈالکر سیدھے چلے جاتے تھے یہان تک کہ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کا فاصلہ رہتا تھا پھر وہان نماز پڑھتے تھے اور لائق ہی کہ جتنا ہوسکے ظاہر اور باطن سے وہان باادب رہے اور اپنا رخسارہ اُس دیوار پر رکھے جدھر حضرت صلعم نے نماز پڑھی ہی اور حقتعالی سے مغفرت مانگے اور حمد آلہی بجالاوے پھر چارون کونون کی طرف آوے اور تحلیل اور تسبیح اور تکبیر کہے اور جو چاہے سو دعا مانگے اور آنکھ کو چھت کیطرف نہ اُٹھاوے کہ ادب کے خلاف ہی کذا فی النہر صحیحین مین عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہی کہ فتح مکہ مین حضرت بیت اللہ مین داخل ہوئے اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہ رض نے اندر سے دروازہ بند کرلیا پھر دیر کے بعد کھولا عبد اللہ بن عمر رض نے کہا مین سب سے پہلے وہان پہونچا تو بلال رض کو دروازہ پر پایا مین نے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہان نماز پڑھی بلال رض نے کہا دونون مقدم ستونون کے اندر اور دوسری روایت یون ہی کہ اُس وقت بیت اللہ مین چھ ستون تھے سو حضرت صلعم نے تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائین طرف اور دو ستونون کو داہنی طرف کرکے نماز پڑھی اور تاریخ مکہ مین مذکور ہی کہ معاویہ بن ابی سفیان نے عبد اللہ بن عمر رض سے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہان نماز پڑھی تھی کہا کہ دیوار سے دو تین ہاتھ ہٹ کر نماز پڑھنا چاہیے کذا فی شرح السعادة وما یقولہ العوام من العروة الوثقی والمسمار الذی فی وسطہ انہ سرة الدنیا لا اصل لہ اور یہ جو عوام وہان کے حلقہ کو عروة الوثقی کہتے ہین اور اُس کیل کو جو اُسکے درمیان مین ہی ناف دنیا کہتے ہین سو بے اصل ہی ولا یجوز شراء الکسوة من بنی شیبة من الامام او نائبہ اور جائز نہین خرید کرنا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جسکے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہی بلکہ بادشاہ یا اُسکے نائب سے خرید کرنا جائز ہی ہم بالفعل یون واقع ہوا ہی کہ بادشاہ نے حکم دیا ہی کہ جب غلاف کعبہ نیا بدلا جاوے تو پُرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے اور بادشاہ کو اُسکا اختیار ہی اور ہمارے علما نے اسواسطے اُسکی بیع سے منع کیا تھا کہ وہ بیت المال کا مال ہی اور بلاشبہہ بیت المال مین بادشاہ کا تصرف ہی پھر جب بادشاہ نے کسی کو دیڈالا تو اُس سے خرید کرنا جائز ہی اور یہی قول کو امام نودی شافعی رح نے شرح مہذب مین پسند کیا ہی اور کہا ہی کہ بادشاہ کو اختیار ہی کہ غلاف کو مصارف بیت المال مین صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کو بدلتے تھے اور پُرانا حاجیون کو تقسیم کردیتے تھے اور اگر اُسمین تصرف نہ جائز ہو تو بعد مدت دراز تلف ہوجاوے کذا فی حاشیة الطحطاوی ولہ لبسہا ولو جنبا او حائضا اور جو غلاف کو خرید کرے اُسکو پہننا جائز ہی جنابت اور حیض کی حالت مین بھی لا یقتل فی الحرم الا اذا قتل فیہ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ خون کا بدلا نہ لیا جاوے حرم مین مگر اُسوقت بدلا لینا جائز ہی جب کسی نے حرم مین خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا تو اُسکا قصاص اندر نہوگا م اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم مین جا چھپا تو اُسکا قصاص حرم مین نہوگا بلکہ خرید و فروخت اُس سے موقوف کیجاوے اور کھانا اُسکو ندیا جاوے تاکہ وہ مضطر ہوکر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر جان سے نہ مارا بلکہ آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا تو اُسکا بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہی امام اور صاحبین رح کا اور امام مالک رح اور شافعی رح کے نزدیک حرم مین قصاص لینا ہر طرح درست ہی اور امام رح کے نزدیک سارق کا ہاتھ حرم مین نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبین رح کے اور اگر کافر حربی حرم مین داخل ہو تو اُس سے تعرض کرنا نچاہیے بلکہ اُسکا کھانا اور پانی بند کرنا چاہیے تاکہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک الطرابلسی یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہی استنجا کرنا زمزم کے پانی سے اور غسل کرنا مکروہ نہین اور وضو کرنا بھی جائز ہی اور حرم کی کنکریان اور مٹی اور اسیطرح بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک حل مین لانا جائز ہی بشرطیکہ قدر قلیل ہو اور تخریب عمارت کا موجب نہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہی اور زمین حرم کا بیچنا جائز نہین لیکن عمارت کا اور گھاس کا بیچنا جائز ہی کذا فی المنح لا حرم للمدینة عندنا مدینہ کے واسطے حرم نہین ہی ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ مین شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہی ویسا مدینہ مین حرام نہین اور اگر مدینہ کا حرم مکہ کے مانند ہوتا تو بدون احرام باندھے وہان کا جانا جائز نہوتا حالانکہ حضرت صلعم سے اور اصحاب رض سے احرام باندھنا دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہین باقی تفصیل اس مسئلہ کی کتب مبسوط مین ہی واللہ اعلم ومکة افضل منہا علی الراجح الا ما ضم اعضاءہ الشریفة صلے اللہ علیہ وسلم فانہ افضل مطلقا حتی من الکعبة والعرش والکرسی اور مکہ معظمہ افضل ہی مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جسقدر زمین پاک سید کائنات صلعم کے اعضاء شریفہ مقدسہ سے ملی ہوئی ہی قاضی عیاض نے نقل کیا ہی کہ موضع قبر سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم افضل بقاع ارض ہی بلکہ مطلقا افضل ہی یہان تک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی سے بھی افضل ہی

امام اعظم رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح کے نزدیک کعبہ افضل ہو مدینہ سے اور امام مالک رح کے نزدیک مدینہ افضل ہو کذا فی المنح وزیارۃ قبرہ الشریف مندوبۃ بل قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہو بلکہ بعض علمانے اسکو واجب کہا ہو جسکو مقدور اور طاقت ہوے انشاء اللہ تعالے عنقریب طریق زیارت کا بہ تفصیل تمام خاتمہ حج مین مذکور کیا جاویگا واسطے انتفاع مسلمین مشتاقین کے ویبدا بالحج لو فرضا ویخیر لو نفلا مالم یمر بہ علیہ الصلوۃ والسلام فیبدا

بزیارۃ لا محالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اخبران الصلوۃ فیہ خیر من الف صلوۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا البقیۃ القرب اور پہلے حج ادا کرے اگر فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اسمین مختار ہو چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج مین اختیار اسوقت تک ہو جب تک مدینہ مین ہو کر نہین نکلا اور اگر حج کے واسطے مدینہ مین ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہو خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت صلعم کی مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہو کہ اسکی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہو اسکی غیر مسجد مین سواے مسجد الحرام کے اور اسی طرح باقی عبادات مانند اعتکاف اور جاروب کشی کے کہ اسکا ثواب سواے مسجد الحرام کے اور مساجد سے زیادہ تر ہو مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان مین عبد اللہ بن زبیر رض سے روایت ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہو سواے مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام مین افضل ہو اسکی سو نمازون سے یعنے مسجد مدینہ سے ابن ہمام رح نے فتح القدیر مین کہا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہ ہو کہ سفر مدینہ مین فقط قبر شریف کی زیارت کے واسطے نیت کو خالص کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمین اسی کو مقتضی ہو اور تاکہ ظاہر حدیث دار قطنی کی موافق ہو جاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سواے میری زیارت کے اسکا مین شفیع ہونگا قیامت کے دن ولا تکرہ المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ اور مکروہ نہین رہنا مدینہ کا اور اسیطرح مکہ کا اس شخص کو جسکو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین شریفین کا مجاورت مکہ معظمہ مین اختلاف ہو علما کا بعض شافعیہ رح نے مذکور کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہو مگر جب وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب صاحبین کا اور امام ابو حنیفہ رح اور امام مالک رح کے نزدیک مکروہ ہو اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہ ہو کہ معیشت مین خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہو اور کثرت مشاہدات سے جیسی تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہین رہتی غالبا اور یہ بھی ہو کہ انسان خطا سے محفوظ نہین اور حرم مین تضاعف معاصی کا خوف ہو چنانچہ ابن مسعود رض سے مروی ہو اگر بروایت صحیح ہو والا اسمین تو شک نہین کہ وقوع معاصی حرم مین زیادہ تر قبیح اور خوفناک تر ہو ولہذا عبد اللہ بن عباس نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر مین پچاس گناہ طائف مین کرون تو میرے نزدیک محبوب تر ہین مکہ مین ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود رض سے روایت ہو کہ کسی شہر مین سواے مکہ کے ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا (ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم) یعنی جو حرم مین کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اسکو عذاب دردناک چکھاوینگے اور عمر فاروق رض سے روایت ہو کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ مین ہو جاوے وہ غالب تر ہو اور شہر کے ستر گناہون سے ہان بعض خاص بندے اللہ تعالی کے جو کشاکش مقتضاے طبیعت انسانی سے پاک ہین وہ اہل ہین اس سعادت عظمی کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہو ابن ماجہ رح نے عبد اللہ بن عباس رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مکہ مین رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اسکے واسطے لاکھ رمضان لکھے جاوینگے اور حق تعالی ہر دن مین ایک گردن آزاد کرنے کا اور ہر رات مین ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہر چند مدینہ مین تضاعف سیئات کا خوف نہین لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہو کہ وہ مخالف ہو احترام اور توقیر کے تو وہان کی مجاورت کراہت سے خالی نہین مگر اہل صبر اور اہل ادب کے واسطے وہان کا رہنا اور وہان کا مرنا عمدہ وسیلہ ہو نجات کا صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہو کہ جو تکلیف اور شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت مین سے ہوگا مین اسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا اور ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا مرنا وہ وہان مرے کہ مین مقرر شفاعت کرونگا وہان کے مرنے والے کی کذا فی فتح القدیر اور مناسک طرابلسی مین ہو کہ امام ابو حنیفہ رح اور جماعت محتاطین بخوف ملال اور قلت ادب اور حرقت قلب بجھنے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہین اور ابو یوسف رح

مسئلہ اقامت حرمین ۱۲

اور محمد رح کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اور یہی افضل اور مستحب ہے اور اسی پر بالفعل لوگون کا عمل ہے کذا فی المنح خاتمہ مشتمل ہے دو فصل پر

فصل اول

کیفیت حج مصطفوی مین مترجم نے چاہا کہ بقصد تبرک رسول کریم کے حج کا طریقہ بروایت صحیح بیان کرے تا موجب اطمینان اور باعث مزید شوق مشتاقین کا ہو اور چونکہ کتب حدیث مین مثل حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی حدیث جامع اکثر مسائل کی ابتدائے سفر حج سے آخر تک نہین لہذا اُسیکا ترجمہ کرنا اُسکے اختصار کے ساتھ مقدم جانا سنن ابی داؤد مین امام جعفر صادق رضہ سے مروی ہے کہ امام محمد باقر رضہ نے جابر بن عبد اللہ سے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حج کرنے کا طریقہ بتلائیے تو جابر رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک حج نہین کیا پھر دسوین برس اعلام کیا اپنے حج کرنے کا تو بہت لوگ مدینہ مین آئے ہر شخص چاہتا کہ حضرت کی پیروی کرے اور آپ کے عمل کے مانند عمل کرے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکلے یعنی مدینہ سے اور ہم لوگ بھی آپکے ساتھ نکلے یہانتک کہ ذو الحلیفہ مین پہونچے تو وہان اسما بنت عمیس محمد بن ابی بکر کو جنی سو اسما نے حضرت صلعم کے پاس کسیکو بھیجا کہ اب مین کیا کرون فرمایا کہ غسل کر اور کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ پھر حضرت صلعم نے مسجد مین احرام کی نماز پڑھی پھر اُس اونٹنی پر سوار ہوئے جسکا قصوا نام تھا یہان تک کہ اونٹنی حضرت صلعم کو لیکر کھڑی ہو گئی میدان مین جابر رضہ نے کہا کہ مین نے جو اپنے آگے مد نظر تک دیکھا تو سوار اور پیدل تھے اور داہنی طرف بھی اسیقدر اور بائین طرف بھی اسیقدر اور پیچھے بھی اسیقدر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے تھے اور اُنپر قرآن اُترتا تھا اور وہ اُسکے مقصود کو جانتے تھے سو جو کچھ حضرت صلعم نے عمل کیا ہمنے بھی اُسی پر عمل کیا سو حضرت صلعم نے توحید کو پکار کے اسیطرح فرمایا (لبیک اللہم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک) اور لوگون نے بھی اسی طرح لبیک کہا جیسے تم کہتے ہو حضرت صلعم نے اُنمین لوگون پر کچھ رد و انکار نہ کیا اور حضرت صلعم نے لبیک کہنا لازم کر لیا جابر رضہ نے کہا کہ حج کے سوا ہمارا کچھ نیت نہ تھی ہم عمرے کو نجانتے تھے یعنی اشہر حج مین عمرہ کرنا معروف نہ تھا یہان تک کہ ہم حضرت صلعم کے ساتھ بیت اللہ مین پہونچے تو حضرت صلعم نے رکن کا استلام کیا یعنی حجر اسود کو چوما پھر تین بار رمل کیا اور چار بار آہستہ چلے یعنی طواف مین پھر حضرت صلعم مقام ابراہیم کے پاس آئے سو یہ آیت پڑھی (واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی) اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قرأت سے پھر حضرت بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور حجر الاسود کا استلام کیا پھر دروازہ سے صفا کی طرف نکلے جب صفا سے قریب ہوئے تو یہ پڑھا (ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ) ہم بھی اسی سے ابتدا کرتے ہین جس سے اللہ نے ابتدا کی تو صفا سے ابتدا کی سو اُسپر چڑھ گئے یہان تک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی تکبیر اور توحید کی اور فرمایا (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت وہو علی کل شئی قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ) پھر ما بین ان اذکار کے دعا کی اور اسی طرح تین بار فرمایا پھر اُترے مروہ کی طرف تا اینکہ آپ کے قدم نیچے آ گئے تو تین بار نالہ کے اندر رمل کیا یہان تک کہ جب چڑھ گئے تو آہستہ چلے یہان تک کہ مروہ پر پہونچے تو مروہ پر اُسکے مانند کیا جو صفا پر کیا تھا یہانتک کہ آخر طواف مروہ پر ہوا فرمایا کہ اگر مجکو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچھے معلوم ہوا تو مین ہدی کو نہ ہانک لیجاتا اور اس عبادت کو مین عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگون مین سے جسکے ساتھ ہدی نہو وہ حلال ہو جاوے اور اُسکو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کترائے مگر نبی اور جنکے ساتھ ہدی تھی وہ محرم بنے رہے پھر سراقہ بن جعشم کھڑے ہوے سو کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنا اشہر حج مین اسی سال کو مخصوص ہے یا ہمیشہ کو ہے تو دونون ہاتھ کی انگلیون کو قینچی کیا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج مین اسطرح اُسکو دوبارہ فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کو جابر رضہ نے کہا اور علی مرتضی علیہ السلام یمن سے آئے حضرت صلعم کے ہدی کے اونٹ لیکر تو پایا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کہ احرام نہین باندھے ہین اور رنگین کپڑے ہین اور سرمہ لگائے ہین تو علی مرتضی ناخوش ہوئے اُنپر اور کہا کسنے تمکو اسکا حکم دیا ہے تو فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو جابر رضہ نے کہا کہ علی مرتضی عراق کے ملک مین کہتے تھے مین گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ زہرا پر خفگی کروانے کو بسبب اُس امر کے جو اُنھون نے کیا تھا اور حضرت کی اجازت کو دریافت کرنے گیا جو فاطمہ زہرا رضہ نے مذکور کی سو مین نے کہا کہ مین جو اُنپر ناخوش ہوا تھا سو اُنھون نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا تو حضرت صلعم نے فرمایا سچ کہا

حضرت صلعم نے فرمایا تونے کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضیٰؓ بولے مین نے یون کہا تھا کہ الٰہی مین وہ نیت کرتا ہون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے نیت کی حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہی سو تو حلال نہو جیو جابر رضی نے کہا کہ جو ہدی کہ علی مرتضیٰؓ یمن سے لائے تھے اور جو ہدی حضرت صلعم کے ساتھ ہدی تھی سو سب ملا کر سو اونٹ تھے پھر جب یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ منا کو چلے تو حج کا احرام کیا اور حضرت صلعم سوار ہوئے اور منا مین جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کی نماز پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت صلعم کے حکم سے کمل کا خیمہ نمرہ مین کھڑا کیا گیا پھر حضرت صلعم روانہ ہوئے اور انھین گمان نہ تھا قریش کو کہ حضرت صلعم وقوف کرینگے مزدلفہ مین مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کفر مین قریش وہان وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت صلعم وہان سے بڑھے چلے گئے یہان تک کہ عرفات مین پہونچے تو خیمہ کو استادہ پایا نمرہ مین سو انھین اُترے یہان تک کہ آفتاب ڈھلا پھر موجب حکم کے قصوا اونٹنی پر کجاوہ باندھا گیا سو حضرت صلعم سوار ہوئے یہان تک کہ نالے کے اندر آئے پھر خطبہ پڑھا لوگون کے واسطے سو فرمایا کہ تمھارے خون اور تمھارے مال تم پر حرام ہین جیسے یہ تمھارا دن اس تمھارے شہر مین اس تمھارے مہینے مین حرام ہی خبردار ہو کہ ہر چیز رسوم جاہلیت سے میرے پاؤن کے نیچے دبائی گئی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیان دبائی گئین یعنے انکا دعوی کرنا اب جائز نہین اور پہلا خون جو مین دباتا ہون اپنے خاندان کے خونو ن سے ابن ربیعہ یا ربیعہ بن عبد المطلب کا خون ہی جو شیر خوار تھا بنی سعید مین جسکو ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیاج دبایا گیا اور پہلا بیاج جسکو مین دباتا ہون اپنے خاندان سے عباس بن عبد المطلب کا بیاج ہی سو وہ سب کا سب دبا ڈالا گیا پھر ڈرو اللہ سے عورتون کے مقدمہ مین تمنے انکو لیا ہی اللہ کی امانت سے اور انکی شرمگاہون کو حلال کر لیا ہی تمنے اللہ کے کلمے یعنی حکم سے اور تمھارا عورتون پر یہ حق ہی کہ تمھارے بستر دنکو نہ روندا وین اُس شخص سے جسکو تم نہین پسند کرتے یعنی زنا نکرین اور غیر کو اندر آنے نہ دین سو اگر ایسا کرین تو انکو مارو ایسی مار جو سخت اور مزیل اعضا نہو اور عورتون کا حق تم پر کھانا اور کپڑا ہی دستور کے موافق اور مین نے تم مین ایسی چیز چھوڑی ہی کہ تم کبھی گمراہ نہوگے بعد اسکے اگر تم اسکو مضبوط پکڑے رہوگے وہ چیز کتاب اللہ ہی اور تمسے سوال کیا جاویگا میری پیام رسانی کا سو تم کیا کہوگے لوگون نے کہا ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ نے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور خیر خواہی کی پھر حضرت صلعم نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اُٹھائی اور لوگون کی طرف جھکائی اور فرمایا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا پھر بلال رضی نے بعد اس خطبہ کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت صلعم نے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت صلعم نے عصر کی نماز پڑھی اور دونون فرضون کے درمیان مین کچھ نماز نہین پڑھی یعنے سنت اور نفل کچھ نہ پڑھی سو حضرت صلعم قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہان تک کہ موقف مین یعنی ٹھہرنے کے مقام مین آئے سو اپنی اونٹنی قصوا کا پیٹ پتھرون کی طرف کو کیا اور جبل المشاۃ کو اپنے سامنے کیا پھر حضرت صلعم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہان تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور تھوڑی زردی بھی جاتی رہی یہان تک کہ گردا آفتاب کا غائب ہو گیا اور اونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے اور اونٹنی کی نکیل کی رسی حضرت صلعم تانے ہوئے تھے یہانتک کہ اُسکا سر کجاوہ کو لگ جاتا تھا اور حضرت صلعم داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو اے لوگو آہستہ چلو تسکین سے چلو یعنی جلد بازی نیکوکاری نہین اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت صلعم باگ کو تھوڑا ڈھیلا کر دیتے تھے تا کہ چڑھ جاوے یہانتک کہ مزدلفہ مین پہونچے تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان مین نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہان تک کہ فجر نمودار ہوئی پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر ظاہر ہو گئی اذان اور اقامت سے پھر حضرت صلعم قصوا پر سوار ہوئے یہان تک کہ مشعر الحرام مین آئے اور اسپر چڑھ گئے اور متوجہ بقبلہ ہوئے سو حق تعالی کی تحمید اور تکبیر اور تحمید کھڑے فرماتے رہے یہان تک کہ خوب روز روشن ہو گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباس کو پیچھے بٹھلایا یہانتک کہ محسر مین آئے تو اونٹنی کو تھوڑا تیز چلایا پھر حضرت صلعم وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبری یعنی جمرۃ العقبہ تک پہونچتی ہی یہان تک کہ جمرۃ العقبہ تک پہونچے جو درخت کے پاس ہی سو اُسکو سات کنکریان مارین مانند سنگریزہ کے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالہ کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے پھرے اور نحر کرنے کے مقام مین آئے سو اپنے دست مبارک سے تریسٹھ اونٹ نحر کیے اور علی مرتضی علیہ السلام کو حکم کیا سو باقی سو اونٹ کو نحر کیا اور اپنی ہدی مین انکو شریک کیا پھر حکم کیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے سو دیگ مین گوشت ڈالا گیا اور حضرت صلعم نے اور علی مرتضی رضی نے اُسمین سے گوشت کھایا اور اُسکا دونون نے

شور رہا پھر حضرت صلعم سوار ہوئے اور بیت اللہ مین آئے پھر مکہ مین ظہر کی نماز پڑھی پھر عبد المطلب کی اولاد کے پاس آئے اور وہ زمزم پر پانی پلاتے تھے اور فرمایا پانی نکالو اے عبد المطلب کی اولاد سو اگر اسکا خیال نہو تا کہ لوگ تمھارے پانی پلانے پر غلبہ اور ہجوم کرینگے تو مین بھی تمھارے ساتھ پانی کھینچتا پس عبد المطلب کی اولاد نے حضرت صلعم کو ایک ڈول پانی دیا تو حضرت صلعم نے اُسمین سے پیا انتہی صاحب فتح القدیر نے کہا کہ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح مین اور ابن ابی شیبہ اور نسائی اور عبد بن حمید اور بزار اور دارمی نے اپنی مسانید مین بھی روایت کیا ہو **فصل ثانی** قبر شریف کے آداب زیارت مین سنن ابی داؤد مین ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہین جو سلام کرے مجکو مگر حق تعالی میری روح کو پھیرتا ہو تا کہ مین اُسکو سلام کا جواب دیتا ہون روح پھیرنے سے مراد یہ ہو کہ پھر دسلام کرنے کے حضرت صلعم اس عالم کی طرف متوجہ ہوتے ہین سلام کے جواب دینے کے واسطے اور ابو بکر بن ابی شیبہ رضہ وغیرہ نے ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھیگا میری قبر کے پاس مین اُسکو سنتا ہون اور جو درود پڑھتا ہو دور تو مجکو پہونچتا ہو یعنے فرشتے پہونچاتے ہین دار قطنی اور ابو بکر بزار نے عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کریگا میری شفاعت اُسکے واسطے واجب ہوگئی یعنے بالضرور ثابت ہوگئی مخبر صادق کے وعدہ صادقہ سے اور دار قطنی نے امالی مین اور ابو بکر مقری نے اپنے معجم مین اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط مین بسند معتمد عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت کیا ہو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کرنے کو آوے کا اسطرح کہ اُسکا کچھ مطلب اور حاجت نہو سوا میری زیارت کے تو مجھپر یہ لازم ہوگیا کہ مین اُسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن ہم حضرت کی زیارت عام ہو حیات مین ہو یا بعد ممات کے چنانچہ اگلی حدیث مین مصرح ہو دار قطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت کی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو گویا اُسنے میری زیارت کی میری حیات مین اور دار قطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبد اللہ بن عمر رضہ سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اُسنے مجھپر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے یہ مضمون انس بن مالک رضہ سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکا کچھ عذر نہین جسکو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نکرے کذا فی المنح وتاریخ المدینہ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہی جیسا علم میرا حیات مین ہو اور ابن عدی اور ابو یعلی نے بروایت ثقات روایت کیا انس رضہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہین اپنی قبور مین نماز پڑھتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہو قاضی عیاض نے شفا مین کہا ہو کہ زیارت قبر سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہو اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہو قولاً و فعلاً کذا فی تاریخ المدینہ جب اتنے فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیے کہ علما حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل نجات ہو بلکہ قریب ہو درجہ واجبات سے مقدور والے کو اسواسطے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بمزید شفقت ہماری بہتری کے واسطے کیسی کچھ ترغیب دلائی اور کیا کچھ مبالغہ اسمین فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ سے معلوم ہوچکا کذا فی شرح المختار ومنسلک الطرابلسی اور مذہب محبت مین زیارت محبوب رب العالمین کی فرض عین ہو علے الخصوص کہ معشوق عاشق نواز مزید کرمت اپنے مشتاقون کو بلادے اور سرفرازی کا مژدہ سُنادے اور نہ حاضر ہونے پر عتاب فرمادے ونعم ماقیل ع از دوست یک اشارت وز ما بسر دویدن، بالجملہ جب بعد اداے حج کے در دولت مصطفوی کا ارادہ کرے تو بعد نماز استخارہ کچھ خیرات کرے پھر مزید شوق اور ادب سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو اور راہ مین کثرت درود کرے اور فراغت کے اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرے تا کہ قبل پہونچنے کے تحفہ درود کے پہونچنے سے حضرت صلعم کو اُسکے حاضر ہونے کی اطلاع ہو رہے پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑین تو بکمال خشوع اور خضوع سے درود کی کثرت کرے اور یہ دعا پڑھے (اللّٰہم ہذا حرم رسولک فاجعلہ وقایۃ لی من النار وامنا من العذاب وسوء الحساب اللّٰہم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارۃ رسولک صلے اللہ علیہ وسلم ما رزقتہ اولیائک واہل طاعتک واغفر لی وارحمنی یا خیر مسؤل) مستحب ہو کہ قبل داخل ہونے کے غسل کرے

اور نہو سکے تو وضو پر کفایت کرے چنانچہ دخول مکہ مین مذکور ہو چکا اور پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگاوے کہ یہ اقرب ہی تعظیم سے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہی اور یہ جو بعضے لوگ مدینہ مشرفہ کو دیکھکر سواریون سے اُتر پڑتے ہین اور پیدل چلتے ہین تو اسکا کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ قوم عبد القیس جب مدینہ مین داخل ہوئے تو حضرت صلعم کو دیکھکر اُتر پڑے تھے اور حضرت صلعم نے اسپر کچھ انکار نہین فرمایا تھا اگرچہ اُنکے سردار کی جو بعد غسل کرنے اور پوشاک بدلنے کے بہ تسکین تمام خدمت مین حاضر ہوا تھا تعریف فرمائی کرمانی نے کہا کہ اگر باہر شہر کے غسل نہو سکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور اس سے پرہیز کرے جو بعضے جاہل سیا کپڑا نہین پہنتے ہین بمشابہت احرام پھر جب قبہ شریفہ نظر آوے تو اُسکی عظمت اور فضیلت کو دھیان کرے کہ یہ وہ مکان پاک ہی جسکو حقتعالی نے اپنے حبیب مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے پھر جب مدینہ شریفہ مین داخل ہو تو یون کہے بسم اللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللہم صل علے محمد وعلے آل محمد واغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وفضلک اور لازم ہی کہ بکمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو دھیان کرتے ہوئے درود پڑھتا داخل ہو اور یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے رہنے سے شرف وجلالت حاصل ہی یہ وہ مقام ہی کہ حق تعالی نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا ہجرت گاہ ٹھہرایا اور یہ مکان مہبط وحی اور اصل احکام اور منبع اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہی فتح القدیر مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے منقول ہی کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہی اور چاہیے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت مصطفوی سے بھر لیوے اور وہان چلتے ہوئے یہ تصور کرے کہ یہ گذرگاہ جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی شاید میرا قدم حضرت صلعم کے موضع قدم مبارک پر پڑجاوے ولہذا امام مالک رح مدینہ مین سوار نہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو حیا آتی ہی کہ مین وہان سوار ہون جہان خود بدولت موجود ہون پھر جب مسجد شریف مین داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد مین کرتے ہین یعنی داہنا پانؤن پہلے رکھے اور یون کہے اللہم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک) اور روضہ شریفہ کا اول قصد کرے مسجد شریف مین روضہ اس مکان کا نام ہی جو منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہی حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ میری قبر اور منبر کے درمیان مین روضہ ہی ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہی پھر دو رکعت تحیت المسجد اس ستون کے آگے جسکے نیچے صندوق ہی پڑھے اسطرح کہ ممبر کا عمود داہنے مونڈھے کے مقابل ہو اور جو مقوس لکڑی کہ قبلہ مسجد مین ہی وہ دونون آنکھون کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے کھڑے ہونے کا کذا فی فتح القدیر کرمانی اور صاحب اختیار نے کہا پھر بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور اسکی تمامی اور مقبولیت کی دعا کرے اور حق تعالی سے اُسکی مدد چاہے کہ حضور مصطفوی کی رعایت آداب مین کوئی ادب مجھ سے فوت نہو پھر قبر شریف کی طرف کمال عجز وانکسار سے آنکھین جھکائے متوجہ ہو اور وہان کی آرائش اور زینت کی طرف نظر نہ ڈالے کہ ادب سے بعید ہی اور مسمار روضہ کے سامنے کھڑے ہو کر زیارت کرے اسواسطے کہ حجرہ شریفہ کے گرد شباک نحاسی یعنی تانبے کی جالیان لگی ہین مدت سے اور سابق مین موقف سلف جالیون کے ۱۲ منہ اندر حجرہ شریفہ کی دیوار کے قریب تھا ولہذا مناسک قدیمہ مین مذکور ہی کہ دیوار سے چار ہاتھ یا تین ہاتھ ہٹ کر کھڑا ہو کذا فی تاریخ المدینہ للسید السمہودی بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر زیارت کیواسطے کھڑا ہو اور اکثر کتب فقہ مین مذکور ہی کہ زیارت کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو ابن ہمام رح محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ استقبال قبلہ مین فقیہ ابو اللیث رح کی روایت لایق اعتماد نہین اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ رح نے اپنی مسند مین ابن عمر سے روایت کی کہ سنت یہ ہی کہ حضرت صلعم کی قبر کی طرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کی طرف کرے اور حضرت صلعم کی قبر شریف کی طرف منہ کرے پھر کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ برکاتہ انتہی کلامہ اور یہی مذہب ہی ائمہ ثلثہ رح کا الحاصل زیارت کے وقت مودب بطور نماز کھڑے ہو کر صورت مقدسہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تصور کرے گویا حضرت صلعم لحد مبارک مین آرام فرماتے ہین اور میرے حاضر ہونے کو جانتے ہین اور میرا کلام سنتے ہین اسواسطے کہ حضرت کی حیات اور سماعت حدیث مین منصوص ہی پھر بکمال حیا اور ادب سے یون عرض کرے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تین بار السلام علیک یا رسول رب العالمین السلام علیک

شروع کرتا ہون مین نام خدا سے اور لیجا میرے داخل کر مجکو سچا داخل کرنا اور نکال مجکو سچا نکالنا اور بنا دے میرے لیے حکومت مدد والی یا اللہ درود بھیج محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلعم پر اور بخشدے میرے گناہ اور کھولدے میرے لیے دروازے اپنی رحمت اور اپنے فضل کے ۱۲ منہ

بخشدے واسطے میرے گناہ میرے اور کھولدے واسطے میرے دروازے اپنی رحمت کے ۱۲ منہ

سلام ہو تجھ پر اے نبی اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اسکی ۱۲ منہ سلام ہو تجھ پر اے رسول پروردگار عالم کے ۱۲

یا خیر الخلائق اجمعین السلام علیک یا سید المرسلین وخاتم النبیین السلام علیک یا امام المتقین السلام علیک یا قائد الغر المحجلین

ای بہترین سب خلق کے سلام تمپر ای سردار پیغمبرون کے اور ختم کرنیوالے نبیونکے سلام تمپر ای پیشوا پرہیزگارون کے سلام تمپر ای پیشوا اُنکے اور ہاتھ پاؤن چمکنے والون کے

السلام علیک ایہا المبعوث رحمۃ للعالمین السلام علیک یا شفیع المذنبین السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ

سلام تمپر ای بھیجے ہوئے واسطے رحمت عالم کے لوگون کے سلام تمپر ای سفارشی گناہگارون کے سلام تمپر ای حبیب اللہ کے سلام تمپر ای پسند کیے ہوئے اللہ کے

السلام علیک یا صفوۃ اللہ السلام علیک یا ایہا الہادی الی صراط مستقیم السلام علی یا من وصفہ اللہ بقولہ وانک لعلی خلق عظیم

سلام تمپر ای برگزیدہ اللہ کے سلام تمپر ای راہ بتانے والے سیدھی راہ کے سلام تمپر ای وہ کہ اُنکا وصف کیا اللہ نے اپنے اس قول سے کہ تم پیدا ہوئے بڑے خلق

وبقولہ بالمؤمنین رؤف رحیم السلام علیک یا من سبح الحصی فی یدیہ وحن الجذع الیہ السلام علیک یا من امرنا اللہ بطاعتہ

اور اس قول سے کہ ایمان والون پر شفقت کرنیوالے مہربان سلام تمپر ای وہ کہ تسبیح پڑھی کنکرون نے انکے ہاتھون میں اور مشتاق ہوا ستون چوبین انکیطرف سلام تمپر ای وہ کہ ہمکو حکم کیا خداوند تعالے نے انکی طاعت کا

والصلوۃ والسلام علیہ السلام علیک وعلی سائر الانبیاء والمرسلین وعلی ذریتک الطیبین وازواجک الطاہرات امہات المؤمنین

اور درود و سلام پڑھنے کا اُنپر سلام تمپر اور تمام انبیا اور مرسلین پر اور آپکی اولاد پاک پر اور آپکی بیبیون پاک مسلمانون کی ماؤن پر

واصحابک اجمعین کثیرا دائما ابدا کما یحب ربنا ویرضی جزاک اللہ عنا افضل ما جزی بہ رسولا عن امتہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ

اور آپکے سارے ساتھیون پر بہت سا سلام ہمیشہ مدام کو جیسا کہ پسند کرے رب ہمارا اور خوش ہو آپکو خدا جزائے خیر دے ہماری طرف سے بڑھکر اُس سے کہ جزا دی ہو کسی رسول کو اُسکی اُمت کیطرف سے میں گواہی دیتا ہون کہ کوئی معبود

لا شریک لہ واشہد انک عبدہ ورسولہ وخیرتہ من خلقہ اشہد انک قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ

اور کوئی اُسکا شریک نہین اور مین گواہی دیتا ہون کہ آپ اُسکے بندے اور رسول اور بہترین اُسکے خلق سے ہین گواہی دیتا ہون کہ آپنے رسالت کو پہونچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیرخواہی کی

وکشفت الغمۃ واقمت الحجۃ واوضحت المحجۃ وجاہدت فی اللہ حق جہادہ وقاتلت عن دین اللہ حتی اتاک الیقین فصلی اللہ علی

اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا آپنے اللہ کے باب مین حق اُسکے مجاہدہ کا اور آپ لڑے اللہ تعالی کے دین کی طرف سے یہانتک کہ آپکو موت آئی پس رحمت کرے اللہ

روحک وجسدک وقبرک افضل واکمل وازکی وانمی صلوۃ دائمۃ الی یوم الدین یا رسول اللہ نحن وفدک وزوار قبرک

آپکی روح اور آپکے بدن اور آپکی قبر پر افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھیا ہمیشہ کو قیامت تک ای رسول اللہ کے ہم آپکے پاس آئے ہین اور آپکی قبر کی زیارت کرنیوالے ہین

جئناک من بلاد شاسعۃ ونواحی بعیدۃ قاصدین قضاء حقک والنظر الی ماثرک والتیامن

آپکے پاس حاضر ہوئے ہین بہت مسافت کے شہرون اور دور کے ملکون سے قصد کرکے آپ کے حق پورا کرنے کو اور دیکھنے کو آپ کے نشانات اور برکت لینے کو

بزیارتک والاستشفاع بک الی ربنا فان الخطایا قد قصمت ظہورنا والاوزار قد اثقلت کواہلنا

آپ کی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو تم سے طرف اپنے رب کے کہ خطاؤن نے ہماری کمرین توڑدی ہین اور گناہ ہمارے مونڈھون پر بھاری پڑ گئے ہین

وانت الشافع المشفع الموعود بالشفاعۃ والمقام المحمود وقد قال اللہ تعالی ولو انہم

اور تم سفارش کرنے والے شفاعت قبول کیے ہوئے ہو تمسے وعدہ ہوا سفارش کرنے اور مقام محمود کا اور اللہ تعالے نے یون فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ

اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا

جب بُرا کیا تھا اپنے اوپر آئے تیرے پاس اور بخشواتے اللہ سے اور بخشواتا انکو رسول تو پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا

رحیما وقد جئناک ظالمین لانفسنا مستغفرین لذنوبنا فاشفع لنا الی ربک واسألہ

مہربان اور ہم آئے ہین بُرا کرکے اپنی جانون پر بخشوانے والے اپنے گناہون کو پس سفارش کیجیے ہماری اپنے رب کے پاس اور اُس سے سوال کیجیے

اَنْ تُمِیْتَنَا عَلٰی سُنَّتِکَ وَاَنْ تَحْشُرَنَا فِیْ زُمْرَتِکَ وَاَنْ تُوْرِدَنَا حَوْضَکَ وَاَنْ تَسْقِیَنَا بِکَاسِکَ غَیْرَ خَزَایَا

کہ ہمکو آپ کے طریق پر مارے اور یہ کہ آپکے گروہ مین ہمکو اٹھاوے اور یہ کہ ہمکو آپ کے حوض پر پہونچاوے اور آپ کے پیالے سے پانی پلاوے نہ ہم رسوا ہون

وَلَا نَادِمِیْنَ اَلشَّفَاعَۃَ الشَّفَاعَۃَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ

نہ شرمندہ سفارش کیجیے سفارش کیجیے ای رسول اللہ کے اے رب ہمارے مت ٹیڑھے کر دل ہمارے بعد اسکے کہ تونے ہمکو ہدایت کیا اور دے ہمکو اپنے

لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ

پاس سے رحمت بے شک تو ہی بڑا دینے والا رب ہمارے بخشدے ہمکو اور ہمارے اُن بھائیون کو جو ہمسے پہلے ہوگئے ہین ایمان مین اور مت کر ہمارے دلون مین کینہ اُن لوگون کا جو ایمان

اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ پھر سلام پہونچاوے اسکا جسنے حضرتؐ کو سلام کہدیا ہو اسطرح اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ یَسْتَشْفِعُ

لائے اے رب ہمارے بیشک تو ہی شفقت کرنیوالا مہربان سلام تمپر اے رسول اللہ کے فلان پسر فلان کی طرف سے وہ سفارش چاہتا ہے

بِکَ اِلٰی رَبِّکَ فَاشْفَعْ لَہٗ وَلِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ پھر درود پڑھے جتنا ہوسکے پھر داہنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے بڑھے تا صدیق اکبرؓ کے سامنے ہو اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ

آپ سے آپکے رب کے پاس تو آپ اُسکی سفارش فرمایئے اور سب مسلمانون کی سلام تمپر اے نائب

رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِی الْغَارِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَفِیْقَہٗ فِی الْاَسْفَارِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْنَہٗ

رسول خدا کے سلام تمپر اے ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تمپر اے اُسکے رفیق سفرون مین سلام تمپر اے اُسکے امین

عَلَی الْاَسْرَارِ جَزَاکَ اللّٰہُ اَفْضَلَ مَا جَزٰی اِمَامًا عَنْ اُمَّۃِ نَبِیِّہٖ فَلَقَدْ خَلَفْتَہٗ بِاَحْسَنِ خَلَفٍ وَسَلَکْتَ طَرِیْقَہٗ وَمِنْھَاجَہٗ

بھیدون پر تمکو خداے تعالے جزا دے بڑھکر اُس سے کہ جزا دی ہو کسی پیشوا کو اپنے نبی کی امت سے کہ تمنے نیابت کی بہتر نائب ہوکر اور تم چلے اُسکے طریق اور راستہ پر

خَیْرَ مَسْلَکٍ وَقَاتَلْتَ اَھْلَ الرِّدَّۃِ وَالْبِدَعِ وَمَھَّدْتَ الْاِسْلَامَ وَوَصَلْتَ الْاَرْحَامَ لَمْ تَزَلْ قَائِمًا لِلْحَقِّ وَنَاصِرًا لِاَھْلِہٖ حَتّٰی اَتٰکَ

اچھا چلنا تم لڑے مرتدون اور بدعت والون سے اور تمنے درستی کی اسلام کی اور ملایا قرابتون کو تم ہمیشہ رہے قائم حق کے لیے اور مددگار رہے اہل حق کے یہانتک

الْیَقِیْنُ فَالسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَللّٰھُمَّ اَمِتْنَا عَلٰی حُبِّہٖ وَلَا تُخَیِّبْ سَعْیَنَا فِیْ زِیَارَتِہٖ بِرَحْمَتِکَ یَا کَرِیْمُ پھر ایک ہاتھ داہنی

کہ آئی آپ کو موت پس سلام آپ پر اور اللہ تعالی کی رحمت اور اسکی برکتین الٰہی ہمکو موت دے اُنکی محبت پر اور بیکار مت کر ہماری کوشش اُنکی زیارت مین اپنی رحمت سے اے کریم

طرف کو بڑھے تو عمر فاروق رضؓ کی قبر کے سامنے ہو تو یون کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُظْھِرَ الْاِسْلَامِ یَا مُکَسِّرَ الْاَصْنَامِ

سلام تمپر اے سردار ایمان والون کے سلام تمپر اے ظاہر کرنے والے اسلام کے اے توڑنیوالے بتون کے

جَزَاکَ اللّٰہُ عَنَّا اَفْضَلَ الْجَزَاءِ وَرَضِیَ عَمَّنِ اسْتَخْلَفَکَ فَلَقَدْ کَفَلْتَ الْاَیْتَامَ وَوَصَلْتَ الْاَرْحَامَ وَقَوِیَ بِکَ الْاِسْلَامُ وَکُنْتَ لِلْمُسْلِمِیْنَ اِمَامًا مَرْضِیًّا

تمکو جزا دے اللہ تعالے ہماری طرف سے بہتر جزا اور راضی ہو اس سے جسنے تمکو اپنا نائب کیا کہ تمنے ذمہ داری کی یتیمون کی اور ملایا ناتوان کو اور قوی ہوا تمسے اسلام اور تم تھے مسلمانون کے پیشوا پسندیدہ

وَھَادِیًا مَّھْدِیًّا جَمَعْتَ شَمْلَھُمْ وَاَغْنَیْتَ فَقِیْرَھُمْ وَجَبَرْتَ کَسْرَھُمْ فَالسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ پھر بقدر بالشت پیچھے ہٹے اور شیخین کی خدمت

اور راہ بتانیوالے راہ یاب جمع کیا تمنے اُنکے تفرق کو اور غنی کیا اُنکی احتیاج کو اور باندھا اُنکی شکستگی کو پس سلام تمپر اور رحمت اللہ کی اور اُسکی برکتین

مین یون عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا ضَجِیْعَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَرَفِیْقَیْہِ وَوَزِیْرَیْہِ وَمُشِیْرَیْہِ وَالْمُعَاوِنَیْنِ لَہٗ عَلَی الْقِیَامِ فِی الدِّیْنِ ن

سلام تم دونون پر اے دو ہمخواب رسول خدا کے اور اُسکے دو رفیق اور دو وزیر اور دو مشورہ دینے والے اور دو مددگار دین مین قائم رہنے کے اور

الْقَائِمَیْنِ بَعْدَہٗ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِیْنَ جَزَاکُمَا اللّٰہُ اَحْسَنَ جَزَاءٍ جِئْنَاکُمَا نَتَوَسَّلُ بِکُمَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَشْفَعَ لَنَا وَیَسْئَلَ رَبَّنَا اَنْ یَّتَقَبَّلَ

بجا لانیوالے اُنکے بعد مسلمانون کی مصلحتین جزا دے تم دونون کو اللہ بہتر جزا ہم آئے ہین تم دونون کے پاس وسیلہ پکڑتے ہین تمکو طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکہ وہ سفارش کرین ہماری اور

سعینا وبحینا علے ملتہ ومتنا علیہا واحشرنا فی زمرتہ) پھر اپنے واسطے اور والدین کے واسطے اور جسنے دعا کو کہا ہو اور جمیع مسلمین کے واسطے دعا کرے
پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطور اول کھڑا ہو اور یون کہے (اللھم انک قلت وقولک الحق ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک
فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئناک سامعین قولک طائعین امرک مستشفعین الیک بنبیک اللھم ربنا اغفر لنا
ولآبائنا ولامہاتنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ
حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علے المرسلین والحمد للہ رب العالمین) اور ان الفاظ زیارت مین اختیار ہی
جاہے بڑھاوے اور چاہے گھٹاوے اور جس شخص کو اسقدر یاد نرہے تو اتنا کہنا کفایت ہی (السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی ضجیعیک
ابی بکر الصدیق وعمر الفاروق) اور بقدر توفیق جو دعا یاد ہو سو کرے پھر ابو لبابہ کے ستون کے پاس آوے جسمین انھون نے آپ کو باندھا تھا یہانتک
کہ انکی توبہ قبول ہوئی تھی اور دو ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہین سو وہان دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر
روضہ مین آوے جہان بالفعل امام نماز پڑھاتا ہی سو جتنا ہو سکے وہان نفل نماز پڑھے اور دعا کرے اور تسبیح اور تہلیل اور استغفار کرے پھر منبر
کے پاس آوے اور بہ نیت برکت اس چیز پر ہاتھ رکھے جسکو رمانہ کہتے ہین جسپر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے وقت دست مبارک رکھتے تھے
پھر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت صلعم کے فراق مین رویا تھا اور قصہ اُسکا احادیث صحیحہ مین مشہور ہی اور اس امر کی کوشش کرے
کہ ایک رات مسجد نبوی مین بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور اسکے پائین مین اور قرات قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا مین بسر کرے
کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہین اور جب تک مدینہ طیبہ مین رہے اُسپر مستعد رہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی
مین نہ فوت ہو کہ سوائے مسجد الحرام کے اور مساجد سے ہزار مرتبہ وہان کی نماز افضل ہی پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ
کی زیارت مستحب ہی جسکو بقیع الغرقد کہتے ہین حدیث مین ثابت ہوا ہی کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلۃ البدر اُٹھینگے اور جنت مین بلا حساب
داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ مین مذکور ہی کہ دس ہزار صحابی بقیع مین مدفون ہین پھر جب بقیع مین داخل ہو تو یہ دعا کرے (السلام علیکم دار قوم مومنین و
انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاہل بقیع الغرقد اللھم اغفر لنا ولہم) اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبہ اہل بیت مین غربی قبر ہی
حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اور شرقی قبر ہی سبط اکبر امام حسنؑ اور امام زین العابدین اور
امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی زیارت کرے اور صفیہ رضی اللہ عنہا عمہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضے کرم اللہ وجہ کی مان کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور
مشہور ہین اور بقیع مین فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے ہین اور وہان نماز پڑھے اور ایک روایت یون ہی
کہ انکی قبر بھی وہین ہی اور مستحب ہی کہ پنجشنبہ کو مشہد ہاے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑھ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف مین ملے
فوت نہو اور ابتداے زیارت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ تعالے عنہ سے کرے اور یون کہے (السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبے الدار السلام علیکم دار قوم
مومنین ان شاء اللہ بکم لاحقون) اور آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص پڑھے کذا فی الاختیار شرح المختار اور خود جبل احد کی زیارت کرے کہ
حدیث مین آیا ہی کہ احد پہاڑ ہی ہمکو چاہتا ہی اور ہم اُسکو چاہتے ہین اور ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے یعنے شہداے احد مین پھر وہان کھڑے ہوے اور فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم خدا کے

نزدیک زندہ ہو سوای لوگو زیارت کیا کرو اور اُنکو سلام کرو لیں قسم ہی اس ذات پاک کی کہ جسکے قابو مین میری جان ہی کہ جو اُنکو سلام کریگا اُسکو
جواب دینگے قیامت کے دن تک کذا فی فتح القدیر اور مستحب یہ ہی کہ شنبہ کے روز مسجد قبا کو جاوے اسواسطے کہ صحیحین مین عبداللہ بن عمر
رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کرتے تھے ہر شنبہ کے دن سوار اور پیدل
اور اُسمین دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور نسائی مین سہل بن حنیف رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
مسجد قبا کو گیا پھر وہان دو رکعت نماز پڑھی تو اُسکو عمرہ کے برابر ثواب ملیگا مسجد قبا اول مسجد ہی جو اسلام مین تعمیر ہوئی اور اول اُسمین حضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے پتھر رکھا پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اور مستحب ہی کہ قبل
دخول مسجد قبا کے یہ دعا کرے (یا صریخ المستصرخین ویا غیاث المستغیثین ویا مفرج الکرب عن المکروبین ویا مجیب دعوۃ المضطرین صل علے
محمد وآلہ اجمعین واکشف عنی کربی وحزنی کما کشفت عن رسولک کربہ وحزنہ فی ہذا المقام یا حنان یا منان یا کثیر المعروف یا دائم الاحسان)
پھر اُس کنوئین پر آوے جسکو بیر اریس کہتے ہین جسمین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے لعاب دہن مبارک ڈالا اور وہ سرا کنواں ہی
مسجد کے قریب وہان وضو کرے اور اُسکا پانی پیئے پھر مسجد الفتح مین آوے جو خندق کے اوپر ہی اور اِس دعا کو پڑھے جو ابھی مذکور ہوئی اسیطرح
جمیع مشاہد متبرکہ اور مساجد معظمہ مین جاوے جو شمار مین تیس ہین جنکو اہل مدینہ جانتے ہین اور وہان سات کنوئین مشہور ہین تلاش کر کے وہان
جاوے اور اُنکا پانی پیئے باتباع سنت اور بہ نیت شفا کے کذا فی مناسک الکرمانی وفتح القدیر اور جب رجوع وطن کا قصد کرے تو یہ مستحب ہی
کہ رخصت ہونے کو قبر شریف مصطفوی کے پاس آوے اور جو ادعیہ کہ اول زیارت مین مذکور ہو چکی ہین اُنکو اعادہ کرے پھر یون کہے (ودعناک
یا رسول اللہ غیر مودعین ولا سامحین بفراقک ونحن نسألک ان تسأل اللہ تعالے ان لا یقطع آثارنا من زیارتک وان یبارک لنا فیما
وہب لنا من الولد دخول من النعم وان یرزقنا الشکر علے ذلک بمنہ اللہم لا تجعل ہذا آخر العہد من زیارۃ قبر نبیک اللہم فان توفیتنی
قبل ذلک فانی اشہد فی مماتی مثل ما شہدت علیہ فی حیاتی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ
وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین) پھر مسجد کے
اندر روضہ شریف مین آوے اور دو رکعت نماز پڑھے اور دعاے عافیت کرے اور مسجد سے نکلنے کے وقت پہلے بایان پانون بڑھاوے
اور مفارقت مسجد شریف اور قبر مبارک سے کمال غمناک اور متاسف ہو اور چند قطرات آنسو نکالے اسواسطے کہ فراق قبر
سید المرسلین مین رونا علامت ہی قبول کی پھر یون کہے (اللہم صل علے محمد وعلے آل محمد اللہم لا تجعل ہذا آخر العہد نبیک وحط اوزاری
بزیارتہ واصحبنی فی سفری ہذا بالبر والتقوے ویسر رجوعی الی اہلی یا ارحم الراحمین) پھر ہمسایگان مصطفوی یعنی اہل مدینہ پر کچھ خیرات کرے جو ہوسکے
کہ اس خیرات کو مقبولیت اور سلامتی راہ مین اثر ہی پھر روانہ ہو سو اگر مدینہ سے مکہ کی طرف آوے چنانچہ اہل ہند کو اتفاق ہوتا ہی تو ذی الحلیفہ سے
احرام باندھے یا حج کا یا عمرہ کا اور حرمین کے درمیان مین مساجد متبرکہ بیس ہین اُنکو تفحص اور تحقیق کر کے اُنمین نماز پڑھے کذا فی مناسک
الکرمانی پھر جبکہ اپنے وطن کے قریب پہونچے تو آگے سے اپنے لوگون کو اطلاع کرے اور وقفہ کرے علے الخصوص رات کو گھر مین نجاوے
کہ حدیث مین ممنوع ہی پھر جب اپنے شہر مین پہونچے تو مسجد مین دو رکعت نماز پڑھے جب گھر مین جاوے تو وہان بھی دو رکعت نماز
پڑھے اور حمد شکر بجا لاوے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور عافیت اور سلامت سے اپنے اہل وعیال کو ملا اور بعد حج کے لازم ہی
کہ آخرت کو نہ بھولے اور معاصی سے پرہیز کرے اسواسطے نکس اشد ہی مرض سے یعنے بعد شفا اور صحت کے پلٹا کھانا

بیماری سے بتر ہی اور اپنے مولے کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہو جاوے کہ حج مقبول کی یہی علامت ہی کہ آگے سے بہتر ہو جاوے کذا فی فتح القدیر والکرمانی حق تعالی ہمکو اور ہمارے اخوان مسلمین کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنے کرم سے عنایت کرے اور ہماری دستگیری فرماوے آمین ثم آمین فائدہ جلیلہ بعضے آداب زیارت کے واسطے انتفاع مسلمین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے مذکور ہوتے ہین منجملہ آداب زیارت کے یہ ہی کہ قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھوے نہ چومے نہ وہان طواف کرے کہ مکروہ ہی اسلیے کہ طواف بیت اللہ کے لیے مخصوص ہی اور پیٹ اور پیٹھ کو دیوار سے لگانا بھی مکروہ ہی بلکہ مقتضاے ادب یہ ہی کہ دور رہے جسقدر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اگر حاضر ہوتا تو دور رہتا یہی حق ہی اور اسی پر علما کا اجماع ہی اور جو یہ سمجھے کہ چھونے اور چومنے مین محبت اور برکت زیادہ ہی تو یہ اُسکی جہالت اور غفلت ہی اسواسطے کہ برکت اور محبت پسندیدہ اسمین ہی جو شرع شریف کے موافق اور قول علما کے مطابق ہی احیاء العلوم مین مصرح ہی کہ قبور کا چھونا اور چومنا یہود و نصاری کی عادت ہی انس رضی اللہ عنہ بن مالک صحابی نے ایک مرد کو دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قبر شریف پر ہاتھ رکھے ہی تو اسکو منع کیا اور کہا کہ یہ امر حضرت صلعم کے زمانہ مین معروف نہ تھا اور آداب سے یہ ہی کہ قبر شریف کے پاس جھککر سلام نکرے کہ بدعت ہی اور اس سے بڑا زیادہ یہ ہی کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے ہین کہ یہ تعظیم کا کام ہی حالانکہ یہ غلط ہی علامہ عزالدین بن جماعہ رحمہ اللہ نے کہا کہ مجکو جہلاؤن سے تعجب نہین آتا بلکہ بعضے علما سے مجکو تعجب آتا ہی جو اُسکی خوبی کا فتوی دیتے ہین جان بوجھ کر اور آداب سے یہ ہی کہ قبر مقدس کو پشت نہ دے نہ نماز مین نہ غیر نماز مین اور نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبد السلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجرۂ شریفہ کو پیٹھ دیکر نہ کھڑا ہو اور نہ نماز کے آگے کرے اور لازم ہی کہ قبر شریف کے ادب سے آنکھ نیچی کیے رہے اور بیہودہ گفتگو نہ کرے اور چلا کر نہ بولے اسواسطے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات کے اسی طرح واجب ہی جیسا کہ حیات مین اسواسطے کہ حیات اور ممات حضرت صلعم کی حدیث مین مصرح ہا ہی اور جب قبر شریف کی طرف ہو کر نکلے اگر یہ خارج مسجد کی طرف سے نکلے تو لائق ہی کہ کھڑا ہو جاوے اور سلام عرض کرے امام مالک رحمہ اللہ کا یہ مذہب ہی کہ اہل مدینہ کو لازم نہین کہ جب مسجد مین آوین تو سلام کرین لیکن مسافرون کو لازم ہی اور باقی مذاہب ثلثہ مین ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہی ہر بار بطور استحباب کے اسواسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہی مجد الدین صاحب قاموس نے کہا کہ حجرۂ شریفہ کا دیکھنا عبادت ہی بقیاس رویت کعبہ کے اور مسجد سے باہر قبہ شریفہ کو نہایت تعظیم اور محبت سے دیکھتا رہے اور آداب سے یہ ہی کہ قیام مدینہ کی مدت مین درود کی کثرت کرے اور روزے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حریص رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد مین رہے اور قرآن ختم کرے اور مستحب ہی کہ بعد سلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر روز بقیع مین جایا کرے امام نووی رحمہ اللہ نے کہا علی الخصوص جمعہ کے دن اور آداب سے یہ ہی کہ مدینہ کے رہنے والون سے محبت رکھے خصوصاً علما اور صالحین اور سادات اور مسجد کے خادمین سے علی حسب المراتب یہانتک کہ عوام اور وہان کے غلام جن مین کوئی فضیلت نہین وہ بھی واجب الاحترام ہین بہ سبب ہمسائگی خیر الانام کے علیہ الصلوۃ والسلام اگرچہ وہان کے عوام تارک السنت اور مرتکب بدعت ہون لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسائگی حضرت صلعم بلاشبہہ انکو ثابت ہی بہر صورت ہمارے حق مین واجب التعظیم ہین امید ہی کہ خاتمہ اُنکا بخیر ہو اور قرب ظاہری قرب باطنی مین تاثیر کرے ؎ فیا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم + الی القلب من اجل الحبیب حبیب + کذا فی تاریخ السید السمہودی ہم جیسے اہل مدینہ واجب التعظیم ہین ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہین اسواسطے کہ اہل مدینہ ہمسایہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور اہل مکہ ہمسایہ بیت اللہ ہین تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین انسان ایمانی کی نور العین ہی

فائدہ آداب زیارت

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار مطبع نامی منشی نولکشور مقام لکھنؤ مین بار چہارم سنہ ۱۹۰۰ع مطابق سنہ ۱۳۱۸ھ نبوی مین بعالی ہمتی جناب منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع مذکور چھپی

